[illegible]

الحمد والمنة کہ ربع اول فتاوی معتبر مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم مفید خواص و عوام فرنگ

یعنی

غایۃ الاوطار

ترجمہ اردو

در المختار

جلد اول

مترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم بہ تکمیل مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی و تحفظ کاپی رائیٹ

مطبع نامی منشی نول کشور واقع لکھنؤ میں مطبوع ہوا

اطلاع۔ اس مطبع مین ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہے جسکی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہین قیمتین ارزان ہین اس کتاب کے ٹیٹل پیج کے تین صفحہ جو سادے ہین انمین بعض کتب فقہ و حدیث و تفاسیر اردو و فارسی و عربی وغیرہ درج کرتے ہین تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اُس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو

نام کتاب	قیمت
کتب فقہ اردو	
ہدایۃ الاسلام۔ مصنفۂ مولوی	
امانت اللہ صاحب غازی پوری۔	۲ہر۱۰ر
عین الہدایہ ترجمۂ کامل ہدایہ ہر چہار	
جلد حامل المتن مترجمۂ مولوی امیر علی	
صاحب مترجم فتاوائے عالمگیری وغیرہ	
کاغذ گندہ سفید۔	للعہ پ
اور جلدین کاغذ حنائی پر متفرق بھی فروخت	
کے لیے موجود ہین۔	معہ پ
جلد اول۔	سے ر پ
جلد دوم۔	للعہ ر پ
جلد سوم۔ کاغذ سفید۔	للعہ ر پ
ایضاً۔ کاغذ حنائی۔	للعہ ر پ
جلد چہارم۔ کاغذ سفید۔	للعہ ر پ
ایضاً۔ کاغذ حنائی۔	سے ر پ
راہ نجات۔ ضروری مسائل نماز و	
روزہ وغیرہ	ار
مفتاح الجنۃ۔ از مولوی کرامت علی	
جونپوری۔	سہر سوا
حقیقۃ الصلوٰۃ مع رسالۂ بے نمازان	۹ پائی
ترجمۂ فتاویٰ عالمگیری۔ کامل ہر چہار	
جلد مع مقدمہ یعنے جلد اول مترجمۂ	

نام کتاب	قیمت
مولانا احتشام الدین و مالابد ہر سہ جلد	
مع مقدمہ مترجمۂ مولانا امیر علی صاحب	
کاغذ سفید و حنائی۔	عہ پ
کشف الحاجات۔ ترجمۂ اردو مالابدمنہ	
از مولوی محمد نور الدین۔	۳ر
رسالۂ خلاصۃ المسائل۔ نماز روزے	
کے مسائل اور زکوٰۃ اور نکاح وطلاق	
وعتاق کے احکام اور خرید و فروخت	
و وکالت وضمانت وغیرہ کے جواز و	
عدم جواز کی صورتین۔ اردو مین مفصل	
بیان کیا ہے مع حواشی مفید از جناب	
مولوی امیر علی صاحب مترجم فتاوی عالمگیری	
و ہدایہ و مصنف تفسیر مواہب الرحمن۔	د ر
نور الہدایہ ترجمۂ شرح وقایہ اردو۔	
ہر چہار جلد یکجائی مطبوعۂ نظامی کاغذ سفید	عہ ر پ
ہزار مسئلہ۔ شامل ہفت رسالہ (۱) ہزار مسئلہ	
(۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد و سی مسئلہ	
(۴) مناجات بدرگاہ باری تعالیٰ (۵)	
حلیۂ شریف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل	
مؤلفۂ مولوی عبداللہ بن عبدالسلام	۲ر
شرح محمدی منظوم مسائل فقہیہ از	
محمد خان قندھاری۔	۳ر

نام کتاب	قیمت
تنبیہ ال[illegible]ن۔ مسائل دینیہ	۸ر
حیرت ال[illegible] مسائل مشکلۂ فقہ از	
مولوی ابر[illegible]سین بنگلوری۔	ار
جواب ال[illegible]لین۔ بطور استفتا۔	ار/۶ [illegible]
کنز الدقائق ارد[illegible] ترجمہ از مولوی	
محمد سلطان خا[illegible]۔	۱۴ر
چہل مسائل [illegible]ز مولوی ابراہیم حسین	
بنگلوری۔	۳ پائی
اشرف الم[illegible] مصنفۂ مولوی	
اشرف علی خ[illegible]	۱۰ر
رسالۂ تحفۂ ذکر[illegible]ت۔ از محمد شمس[illegible]	ار
کتب [illegible]سی	
ہدایہ پیشنا[illegible]ل عربی اور بحث	
مین ترجمہ فارسی [illegible] از علمائے کلکتہ	
جومدت سے م[illegible] مجلد کامل	
کاغذ سفید و حنائی	عہ ر پ
شرح سفر السعا[illegible] از مولانا	
عبد الحق دہلوی [illegible]	سے ر پ
حجج الحج مسمی بہ غای[illegible]ر از ملا محمد شاہ	۱۱ر
تذکرۃ الجمعہ احکا[illegible]عہ از مولوی عبدالسلام	۹ پائی
ہدایۂ منظوم م[illegible]ائل و نظم فارسی	
از ملا ناظم علی	۲ر

فہرست جلد اول غایۃ الاوطار ترجمۂ در المختار

کتاب الزکوٰۃ

بہ عون صانع مکین و مکان و فضل خلاق زمین و آسمان

الحمد للہ والمنۃ کہ ربع اول فتاویٰ معتمد مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم منیف خواص و عوام فرنگی

یعنی

غایۃ الاوطار

ترجمہ اردو

در المختار

جلد اول کامل

مترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم بہ تکمیل مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی و تحفظ کاپی رائٹ

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہو کر مطبوع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ از طرف مطبع اودھ اخبار

الحمد للہ والمنۃ کہ یہ اُردو ترجمہ دُرِ مختار جسکو عالم المعی فاضل لوذعی مولوی خرم علی صاحب مرحوم نے طحطاوی اور حاشیہ مدنی کے ساتھ ترجمہ کیا تھا لیکن حکم قادر مختار سے کسی کو چارہ نہیں منظور الٰہی نہ تھا کہ ترجمہ اتمام کو پہونچتا قضا نے وقفہ ایک دم کا نہ دیا کہ مولوی صاحب نے انتقال فرمایا اور ترجمہ ناتمام پڑا رہا ورثا سے مولوی صاحب مرحوم اس مطبع سے خواستگار ہوے کہ اس ناتمام ترجمہ کا حق تصنیف ہمکو دیں لیکن بوجہ غیر مکمل ہونے ترجمہ مذکور کے یہ تجویز ملتوی رہی الا اُس زمانہ میں جناب اکمل الفضلا افضل العلما حاجی مولوی محمد احسن صاحب صدیقی نانوتوی مدرس اول بریلی کالج نے معرفت مولوی حاجی الہ یار خان صاحب تاجر کتب بریلی روہیلکھنڈ کے حق تصنیف خرید کیا اور اپنی سعی موفور اور کوشش بلیغ سے موقع مناسب پر جہان ضرورت تکملہ کی تھی درست فرمایا اور حسن اہتمام اور انصرام سے باعانت جناب مستطاب معلی القاب حاجی الحرمین الشریفین نواب محمد کلب علی خان صاحب بہادر فرمان فرماے مصطفےٰ آباد عرف رامپور پر سرور علیہ طبع سے آراستہ و پیراستہ کیا بآنکہ بوجہ عجلت جیسا اہتمام حسب مرضی اور پسند خاطر مبارک ممدوح چاہیے تھا وہ کاغذ اور طبع کا نہیں ہوا مگر تاہم یہ نسخہ نہایت صحیح چھپا اور بقدر روانی شائقان اور برکت اعانت خدام فلک بارگاہ نواب صاحب در محتشم الیہ سے بقدر جلد فروخت ہوا کہ مقامات دور و نزدیک سے اسکی خواستگاری اور تلاش ہوئی جب تجارت کے کاروبار میں اطراف اکناف سے اس عمدہ ترجمہ کی طلب و خواہش ہوئی تو معرفت مولوی حاجی الہ یار خان صاحب تاجر کتب متذکرۂ بالا کے اس مطبع نے بہ بخشش پر بہا و معاوضہ لائق کے ساتھ حق تصنیف اس ترجمہ کا خرید کیا۔ امید ہے کہ جب یہ نادر الوجود ترجمہ اس مطبع سے شائع ہوگا تو صفائی چھاپہ اور عمدگی طبع سے خریداران بنقد دل ہاتھوں ہاتھ لینگے اور نوبت مکرر سہ کرر طبع کی عنایت ایزدی سے بروے کار آئیگی انشاء اللہ تعالیٰ

العبد خاکسار نول کشور عفی عنہ مالک مطبع اودھ اخبار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ از طرف مترجم ثانی

الحمد للہ رب العالمین الکمل الحمد علی کل حال والصلوۃ والسلام علی سیدنا ومولانا محمد فی الغدو والاصال وعلی آلہ واصحابہ ذوی الشرف والکمال وعلی من تبعہم باحسان الی یوم الرجفۃ والزلزال بعد حمد وصلوۃ کے احقر العباد محمد احسن صدیقی نانوتوی عرض کرتا ہے کہ کتاب درالمختار شرح تنویر الابصار فقہ امام اعظم رح ابوحنیفہ کوفی رحمۃ اللہ کی جنکا مذہب ہندوستان مین مروج ہے اس فن مین نہایت معتبر ہے اس زمانہ کے سب علما اسبات پر متفق ہین کہ جسطرح کی تنقیح مسائل اور تصحیح دلائل اس کتاب کے مؤلف محمد علاء الدین حصکفی علیہ الرحمۃ نے کی ہے دوسری کتابون مین نہین پائی جاتی ہے کہ یہ کتاب باوجود فتاوی ہونے کے مدار مذہب ٹھہر گئی اور سب علمانے اسکی روایات کو مستند جانا اور اسیواسطے بڑے بڑے عالم مثل علامہ حلبی اور علامہ طحطاوی اور شیخ رحمتی اور محمد عابد سندی مدنی اور ابن عابد بن شامی وغیرہم نے اس کتاب پر حواشی لکھے فتاوٰن مین سے اور کوئی اسطرح کا نہین جسپر اسقدر حاشیے اول سے آخر تک ہون یا کے مسائل مثل متنون کے متصور ہون اس کتاب جلیل الشان کو مولوی خرم علی صاحب مرحوم بلہوری نے حسب فرمایش نواب صاحب بہادر مبرور والی باندہ ۱۲۵۸ ہجری مین کتاب النکاح سے اردو مین ترجمہ کرنا شروع کیا متواتر تیرہ برس ترجمہ کرکے رجب ۱۲۷۱ ہجری مین آخر کتاب تک پہونچا دیا پھر ۱۲۷۱ ہجری تک کتاب الحج کا ترجمہ پورا کرکے شروع کتاب سے باب الاذان تک لکھنے پائے تھے کہ یکایک رہگرای عالم بقا ہوے اس عاجز نے بنظر نفع عام ترجمہ کو مترجم مرحوم کے ورثہ سے لیکر جسقدر باقی رہگیا تھا اسکی تکمیل اسی طرح پر کرکے تصحیح اسکی کیا اور از انجا کہ خود اسقدر مایہ نہ رکھتا تھا کہ تنہا اسکا متکفل ہوتا لہذا چند احباب کو اسمین شریک کیا ایک جلد بھی اسکی چھپنے نپائی تھی کہ بعض شرکا حوادث آسمانی کے باعث شرکت سے دست بردار ہوے اسوقت جو کیفیت میرے دل پر گذرتی تھی اسکو خدا ہی جانتا ہے رات دن بجز التجا اور تضرع کے جناب باری مین دوسرا کام نہ تھا اسی عرصہ مین ایک اشتہار اسکے طبع کا شایع کیا کہ شاید اس سبب طبع مین کچھ مدد ملے قدرت قادر مطلق کو دیکھیے کہ جب اشتہار مذکور جناب مستطاب معلی القاب اعظم الامرا امیر الملک منتظم

ذروۂ شہامت وجلالت نقطۂ دائرۂ امارت وآیالت مؤید مراسم سیاست وعدالت مقوی ارکان ابہت وبسالت حامی دین متین ناصر الحق
ملجاء العلماء ملاذ الفضلا ممہد قواعد خیر وسخا موسس قوانین علم وہدی بیت قطرۂ از لطف او سرمایۂ دریا وکان ذرۂ پرتوے از رائی او پیرایۂ خورشید وماہ
یعنی جناب نواب محمد کلب علی خان صاحب بہادر والی رامپور دامت دولتہ بمزید النعم وطالت مدتہ فی نشر آثار الکرم کے لمس از امل
فیض شوائل سے مشرف ہوا تو احقر کے حاضر ہونے کا حکم دیا کمترین اسکو تائید غیبی جانکر بہ تعمیل ارشاد شرف ملازمت سے مشرف ہوا بہ کمال
قدر دانی حال اس کتاب کے طبع کا استفسار فرمایا عاجز نے سب کیفیت مفصل عرض کی اسیوقت ارشاد ہوا کہ تم خاطر جمع رکھو اسکے تکمیل کی
صورت بدولت فرمائینگے چنانچہ دوسرے ہی روز جسقدر کی کمی کہ عاجز نے عرض کی تھی اسکی وہ اینہد کا ارشاد فرمایا غرضکہ صرف ادنی توجہ جناب ممدوح
سے یہ کتاب انجام کو پہونچی اس کتاب کا فخر اتنا ہی بس ہے کہ اسکا دیباچہ ایسے امیر کبیر کے نام سے مزین ہوا کریم کارساز حقیقی نے یہ حوصلہ جاود دانی جناب
ممدوح الیہم کے واسطے مقرر فرمائی بیت این سعادت بزور بازو نیست ❊ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ ❊ یہ کمترین انکے شکریہ میں بجز اسکے کہ صدق دل سے
دعا کرے اور کیا کر سکتا ہے بیت از دست فقیر بے نوا ہیچ ❊ جز آنکہ بصدق دل دعائے بکند ❊ اَللّٰهُمَّ وَفِّقْهُ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى وَاعْظِمْ
سَعْدَهُ فِي الدُّنْيَا وَاجْعَلْ سَدَدَهُ مُلْتَزِمَ اَهْلِ الْغِنٰى وَاٰخِرَتَهُ خَيْرًا مِّنَ الْاُوْلٰى بِحُرْمَةِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰى وَاٰلِهِ الْمُجْتَبٰى آب چند
باتین متعلق اس ترجمہ کے عرض کرتا ہون اول یہ کہ چونکہ مترجم اول کو مہلت سب کتاب کے پورا کرنے کی نہین ملی اسلیے اس ترجمہ کا
نہ کوئی دیباچہ لکھنے پائے اور نہ نام رکھنے پائے اور از انجا کہ مترجم مرحوم نے ترجمہ کا شروع ۱۲۸۵ھ ہجری مین کیا اور ۱۲۹۰ھ ہجری تک سلسلہ ترجمہ کا
جاری رہا اس لحاظ سے مین نے اسکا نام تاریخی غایۃ الاوطار رکھا جسمین ۱۲۹۷ ہجری نکلتے ہین جو ۱۲۸۵ اور ۱۲۹۰ کا درمیانی سال ہے عجب نہین
کہ مترجم کی روح کو اس نام سے تازگی ہو دوم یہ کہ عبارت درمختار اور تنویر الابصار کی بخط نسخ لکھوائی گئی اور متن پر خط سیاہی کا
کھینچ دیا گیا سوم یہ کہ عبارت نسخ عنوانون کی جو قلم جلی سے لکھی گئی ہے وہ متن کی عبارت ہے ہان شارح نے جو فروع ہر باب کے آخر مین لکھے
ہین تو لفظ فروع کو بھی قلم جلی سے لکھا ہے اور اسکے بعد ترجمہ مین لکھدیا ہے کہ مسائل جزئیہ شارح نے اضافہ کیے ہین اسی طرح لفظ فائدہ
جو کلام شارح مین کہین آیا ہے اسکو بھی جلی لکھا ہے اور اگر عبارت عنوان کی قلم جلی سے نہین لکھی گئی تو مقدار متن پر لکیر کردی گئی ہے چہارم
یہ کہ مترجم اول نے جہان کہین اقوال محشیون کے نقل کیے تھے تو انکے شروع مین یہ جملہ لکھا تھا۔ مترجم کہتا ہے مین نے اس جملہ کی جگہ
صرف میم جلی قلم سے لکھوادیا ہے البتہ ہر جلد کے شروع مین ایک دو جگہ وہ جملہ بھی لکھدیا ہے تاکہ ناظرین جان جائین کہ میم جلی مختصر جملہ مذکور کا ہے
پنجم یہ کہ ترجمہ مین مترجم مرحوم نے اکثر جگہ فرو گذاشت کردی تھین اور حاشیہ پر لکھدیا تھا کہ اس عبارت کا ترجمہ بعد تامل لکھا جاویگا انکو اس عاجز
نے پورا کر دیا اور جس وجہ سے انہین تامل تھا کتب متداولہ کے دیکھنے سے اسکو صاف کردیا ششم یہ کہ بعض جا عبارت درمختار کی بالکل فرو گذاشت
ہو گئی تھی یا تو سہو سے رہ گئی ہو یا جس نسخہ سے مترجم نے ترجمہ کیا تھا اسمین نہو بہرحال مین نے مقابلہ کے وقت ایسی عبارتون کو داخل ترجمہ کر دیا ہے
ہفتم یہ کہ نظر ثانی قرار واقعی مترجم سے ہونے پائی اسوجہ سے بعض جا خود ترجمہ غلط ہو گیا تھا ایسے مقامات کو اکثر مین نے بدل دیا ہے اور جہان
نہین بدلا وہان حاشیہ پر اشارہ کردیا ہے کہ مترجم اول سے اس جگہ تسامح ہوا ہشتم یہ کہ مترجم موصوف نے اکثر جا محاورۂ اردو کے لحاظ سے
تذکیر و تانیث مین غلطی کی تھی اور کہین الفاظ غیر مانوس داخل ترجمہ کردیے تھے ان سب کو مین نے حال کے بول چال کے موافق صحیح
کر دیا ہے نہم یہ کہ اثناء ترجمہ مین جو عبارت عربی کی یا الفاظ مشکل نظر آئے ان کے معانی حاشیہ پر یا لفظون کے نیچے لکھدیے
ہین دہم یہ کہ اثناء ترجمہ مین کوئی آیت قرآنی یا کوئی دعا بخط نسخ آگئی ہے تو اسکے دونون طرف خط قوس کھینچدیا ہے اسطرح ( ) تا

کوئی مسئلہ یا عبارت درمیان کی نہ چھوٹے یازدہم یہ کہ ہم دونون مترجمون نے اس بات کا التزام کیا ہی کہ عبارت اردو کا محاورہ بھی ہاتھ سے نہ جانے پائے
اور حتی الوسع الفاظ عربی کی رعایت بھی ہو اس لحاظ سے بہت جگہ تقدیم و تاخیر کرنی پڑی ہی مثلاً شامی نے مبتدا و خبر یا فعل و فاعل کے درمیان بہت
طویل عبارت لکھی ہی تو ہمنے ترجمہ مین اول پورے مبتدا کا ترجمہ کیا پھر اُسکے بعد شامی کی تحقیق کو بیان کیا ہی اور جس مقام پر ایک مبتدا کی کئی خبرین یا ایک شرط کی کئی جزا
واقع ہوئی ہین تو ان مقامون مین ترجمہ کے اندر لفظ مبتدا یا شرط کو فہم مطلب کے لیے مکرر لکھا ہی اور اسیطرح متعلقات اور محذوفات کو اکثر ترجمہ مین ظاہر
کر دیا ہی ضمیرون کی بجاے انکے مرجع لکھدیے ہین تاکہ عبارت کا مطلب بخوبی سمجھ مین آوے اور کسیطرح کی الجھن مسئلہ مین باقی نہ رہنے پاوے -
دوازدہم یہ کہ حواشی کی پوری عبارت کا ترجمہ ہمنے نہین کیا بلکہ انہی باتون کا لحاظ رکھا ہی ۱- توضیح مطلب مسئلہ ۲- ترکیب نحوی اور متعلق کلام
اگر مشکل ہو ۳- شارح کا تسامح جسجگہ واقع ہوا ہو ۴- کسی بیان کی تفصیل جسکو شارح نے مجمل بیان کیا ہو ۵- جن مسائل کا حوالہ شارح نے دیگر
کتابون پر کیا ہی انکا نقل کرنا بشرطیکہ کوئی خاص فائدہ انسے متعلق تصور کیا ہو ۶- اگر شارح نے کسی مسئلہ مین قول ضعیف لکھدیا ہو تو اسمین روایت
قوی کتب مروجہ سے ۷- جس جگہ شارح نے لکھدیا ہو کہ اس مسئلہ کا حکم مین نے نہین دیکھا اُسکی تصریح کتابون سے ۸- تطبیق شارح کے اقوال مین
اگر بظاہر مختلف معلوم ہوں ۹- عنوان باب کے مناسب کوئی مسئلہ ضروری جو حواشی مین نظر پڑا ۱۰- دلیل مسائل کی کتاب اور سنت اور اصول
سے خواہ دلیل عقلی ۱۱- اختلاف نسخون کا ذکر ۱۲- جس مسئلہ کو شارح نے اصح اور راجح لکھا ہی اُسکا مقابل نقل کیا ہی اور اسکی صحت یا مرجوح
ہونے مین فقہا کے قول نقل کیے ہین سیزدہم یہ کہ کہین کہین ایسا بھی ہوا ہی کہ حواشی مین ایک عبارت دوسرے مقام کے نیچے لکھی ہوئی
تھی اور ہم نے اُسکو اور مقام پر ترجمہ کرنا مناسب جانا اسلیے ہمنے یہ التزام نہین کیا کہ ہر قول کا حاشیہ اُسی کے ذیل مین رہے دوسری جگہ ہو
چہاردہم یہ کہ اثناے ترجمہ مین اگر کوئی قید ہمنے زیادہ کی ہی تو جس کتاب مین وہ قید نظر پڑی ہی اُسکا حوالہ اثناے ترجمہ مین کر دیا ہی
مثلاً اگر بحر الرائق سے نقل کیا تو اُس قید کے بعد کذا فی البحر لکھکر باقی عبارت کا ترجمہ کیا ہی پانزدہم یہ کہ جس حاشیہ سے ہمنے نقل کیا ہی آخر کو اُسکا
نام اور حوالہ کر دیا ہی جیسے کذا فی الشامی یا قالہ الشامی اور کذا فی الطحطاوی اور ان محشیون نے جن کتابون سے نقل کیا ہی بعض جا اُنکا بھی
حوالہ کر دیا ہی مثلاً کذا فی الشامی عن الحلبی اور کہین صرف اُن کتابون کے نام پر اکتفا کیا ہی مثلاً کذا فی العینی اور کذا فی الہدایہ شانزدہم
یہ کہ عبارت حاشیہ کی اگر ہمنے طویل دیکھی ہی تو اُسمین سے بقدر اپنے التزام کے لکھکر حوالہ کے بعد مختصراً لکھدیا ہی اور کسی جگہ اور قسم کا تصرف بھی
کرنا پڑا ہی تو وہان حوالہ کے بعد بتصرف یا ملتقطاً بڑھا دیا ہی اور بعض جا ایسا بھی ہوا ہی کہ صورت مسئلہ یا تحقیق کو سواے حواشی کے اور کتابون
مین پایا ہی تو وہان اُن کتابون کا نام لکھدیا ہی ہفتدہم یہ کہ بعض مواضع مین جن کتابون سے محشیون نے کوئی مضمون لیا ہی ہم نے
بدون رجوع اصل کتاب کے بتبعیت محشیون کے حوالہ لکھا ہی ہیجدہم یہ کہ جس عبارت مین شارح کو کوئی سہو محشیون نے بیان کیا ہی اُسکا
ترجمہ ہمنے اُن لفظون ہی کے لحاظ سے کیا ہی جنکو محشیون نے صحیح قرار دیا ہی اور جابجا اسکی تصریح بھی کر دی ہی کہ لفظ غلط کو چھوڑ کر ہمنے صحیح لفظ
کا ترجمہ کیا ہی نوزدہم یہ کہ مترجم اول نے اکثر اقوال حاشیہ طحطاوی اور ردمختار سے لیے ہین اگر کسی جگہ سہو کاتب سے حوالہ رہ گیا ہو تو
ناظرین جان لین کہ یہ مسئلہ انہین دو حاشیون مین سے کسی مین ہوگا اور مترجم ثانی ترجمہ کے وقت اکثر پیش نظر حاشیہ شامی رکھتا تھا تو میرے
ترجمہ مین جس جا حوالہ متروک ہو اُسکو قول شامی کا تصور فرمائین کمتر جگہ ایسی ہین جہان ہمنے اپنی طرف سے کچھ لکھا ہو اور جس جگہ لکھا ہی سیاق
عبارت بآواز بلند کہہ رہا ہی کہ یہ ہماری بحث ہی نہ محشیون کا قول بستم یہ کہ بعض جا ایسا بھی ہوا ہی کہ ایک تقریر کو شامی نے اور طرح لکھا ہی
اور طحطاوی نے دوسری طرح تو ہمنے اس تقریر کا ترجمہ ایسی طرح کیا ہی کہ دونون حاشیون کی تحریر کو شامل ہو اور ایسی جگہ حوالہ مین دونون

کتابون کا نام لکھدیا ہی اور اسی طرح جو مسئلہ دونون میں یکسان نظر آیا ہی اسکے حوالہ مین بھی دونون کا نام مندرج کردیا ہی بستم وجہ یہ کہ جو مسائل مفید اور فوائد عجیب کتاب مین نظر پڑے ہین اُنکا اشارہ حاشیہ پر ف لکھا کر دیا ہی اور نیز ایسے مسائل کو فہرست مین بھی لکھدیا ہی تاکہ ناظرین کو اُنکی تلاش مین وقت نہو بست و دوم یہ کہ اس کتاب کی تکمیل مین مجھکو میرے بڑے بھائی جناب مستطاب معلی القاب مولانا مولوی محمد مظہر صاحب نے بہت سی مدد دی اللہ تعالیٰ اُنکی اور میری سعی کو مشکور فرماوے بست و سوم یہ کہ حتی الوسع تصحیح کتاب اور تنقیح مسائل مین مین نے بہت جانفشانی کی ہی اور باینہمہ اپنی قلت بضاعت کا معترف ہون اگر کسی جگہ غلطی ہوئی ہو تو ناظرین عالی ہمم سے راجی کرم ہون بیت نا زم بسرمایۂ فضل خویش * چند ریوزہ آورد وام دست پیش * اور اللہ تعالیٰ سے توقع رکھتا ہون کہ جیسے اُسنے اصل کتاب کو عرب و عجم کے باشندون مین مقبول اور مختار فرمایا ایسے ہی اس ترجمہ کو پسند ارباب دین اور اصحاب یقین فرمائے اور ہمارے لیے اسکو باقیات صالحات مین کرے

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَشْيَاعِهٖ وَاَحِبَّتِهٖ اَجْمَعِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ اٰمِيْنَ ط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع کرتا ہون مین اللہ تعالی کے نام پاک سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہی

مترجم کہتا ہی شارح نے در المختار کو شروع تسمیہ کیا باتباع کلام مجید و بمضمون حدیث مشہور کہ جو امر ذیشان شروع ہو بسم اللہ الرحمن الرحیم سے وہ ابتر اور
بے برکت ہو حمداً لک یا من شرحت صدورنا بانواع الہدایۃ سابقاً ہم تیری ستایش کرتے ہین ای وہ ذات مقدس کہ تونے ہمارے سینون کو اول کشادہ کیا
طرح طرح کی ہدایت سے ونورت بصائرنا بتنویر الابصار لاحقاً اور بعد اسکے ہمارے باطن کی بینائیون کو تونے نورانی کردیا ظاہر کی آنکھین روشن کرکے وافضت
علینا من اشعۃ شریعتک المطہرۃ بحراً رائقاً اور تونے اپنی پاک شریعت کی شعاعون سے ہمپر صاف غیر مکدر دریا بہا دیا واغدقت لدینا من بحار منحک الموفرۃ
نہراً فائقاً اور تونے اپنی بخشش کے بہت بھرے دریاؤن سے ہمارے نزدیک نہر عالیقدر کو بکثرت روان کردیا امام شارح نے حمد الٰہی مین بطور براعت
استہلال کے کتب فقہ کو ذکر کیا یعنی ہدایہ اور تنویر الابصار جو متن ہی در المختار کا اور بحر الرائق اور نہر الفائق جو کنز الدقائق کی شرحین ہین اور منح الغفار
شرح تنویر الابصار ماتن کی شرح بالجملہ اگر انکے معانی لغویہ پر نظر کیجیے تو بھی مطلب صحیح ہی چنانچہ ترجمہ مین مذکور ہو چکا اور اگر کتابین مراد لیجیے تو بھی مدعا درست ہو کہ
انسے خلق اللہ کو بڑا فیض حاصل ہوا تو اس نعمت کا شکر واجب ہو گیا واتممت نعمتک علینا حیث یسرت ابتداء تبییض ہذا الشرح المختصر تجاہ وجہ منبع الشریعۃ والدرر
اور تونے اپنا احسان پورا کیا ہمپر اسواسطے کہ اس شرح مختصر کی ابتداء تبییض تونے آسان کردی ذات مقدس منبع شریعت اور درر کے سامنے یعنے
مدینہ طیبہ مین روضۂ مطہرہ کے سامنے شارح نے در المختار کو مسودے سے صاف کرنا شروع کیا عرف مؤلفین مین تبییض اس سے عبارت ہی کہ کتاب محرر و مرقوم
غیر محرر لکھنے کے بعد غالباً اور درر یعنی موتیون سے مراد احکام فقہیہ ہین اور اسمین اشارہ ہی اس کتاب کا جسکا نام درر ہی کذا فی الطحطاوی وضجیعیہ الجلیلین ابی بکر وعمر
اور رسول کریم کے دو ساتھ لیٹنے والے جلیل القدر کے سامنے یعنے ابی بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما بعد الاذن منہ صلی اللہ علیہ وسلم در المختار کی
تبییض شروع ہوئی رسول کریم کے اذن کے بعد حق تعالی اس ذات مقدس پر رحمت خاص نازل کرے اور سلام ہم در المختار کی منقبت مین اسقدر کافی ہی
کہ باذن نبوی مؤلف ہوئی اور یہ کتاب لائق ہی مدح کے اسواسطے کہ اہل مذہب کی اس طرح کی کتاب نہین ہوئی بعضے مصنفین نقل خلاف اور اقوال تحریر کرتے
ہین اور قول ضعیف کو قول قوی سے ممتاز نہین کرتے اور بعضے اقوال اہل مذہب اور انکے مخالفین کے استدلال پر مائل ہین اور بعضون نے عبارت مین کمال
بسط کر دیا کہ افراط تک نوبت پہونچی اور اس کتاب مین شارح علامہ نے اختصار غیر مخل کا ارتکاب کیا اور اقوال متعددہ کا التزام کیا یا تو ایک ہی قول پر اختصار کیا
یا ایسے دو قول پر جو دونون صحیح ہین اور کثرت استدلال سے اسمین تعرض نہین کیا کیونکہ مقلد پر دلیل کا مطالبہ نہین اسواسطے کہ دلیل قائم کرنا مجتہد کا کام ہی اور اسطرح

اِس شرح کے متن کے واسطے بڑی فضیلت ثابت ہوچکی ہے یعنے ماتن نے خواب مین دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم میرے گھر مین تشریف لائے
اور زبان مبارک کو میرے منھ مین داخل کیا بعد اس خواب کے ماتن نے تالیف اس متن کی شروع کی سو یہ مزیت ماتن اور شارح کے کمال اخلاص کا ثمرہ ہے کذا
فی الطحطاوی مختصراً وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ الذین حازوا من منح فتح کشف فیض فضلہ الوافی حقائقاً اور رحمت خاص نازل ہو انکی آل اور اصحاب پر جنھون نے تیرے
فضل وافی کے فیض کے عطایا سے نصرت کاشفہ مظہرہ سے امور متحققہ کو جمع کیا اور گھیر لیا ہم شارح نے ہمین ان فقہ کی کتابون کی طرف اشارہ کیا جنسے شارح وغیرہ
نے روایات کو نقل کیا یعنی منح الغفار اور فتح القدیر اور کشف اور فیض اور وافی اور حقائق وبعد فیقول فقیر رحمۃ ذی اللطف الخفی محمد علاء الدین الحصکفی اور
حمد وصلوٰۃ کے بعد کہتا ہے صاحب لطف خفی کی رحمت کا محتاج محمد علاء الدین حصکفی یا حصن کیفی کا رہنے والا امام طحطاوی نے لب لباب سے نقل کیا کہ حصکف
ایک شہر ہے دیار بکر مین انتہی اور بعضون نے کہا یہ نسبت ہے حصن کیفی کی طرف جو واقع ہے آمد اور جزیرۂ ابن عمر کے بیچ مین شارح کا نام محمد ہے اور علاء الدین لقب
ہے رحمۃ اللہ علیہ ابن الشیخ علی الامام بجامع بنی امیۃ ثم المفتی بدمشق المحمیۃ الحنفی محمد علاء الدین بیٹا شیخ علی کا جو بنی امیہ کے جامع مسجد کا امام پھر مفتی محروسہ دمشق
کا حنفی مذہب ہم شارح کا نسب یون ہے محمد علاء الدین بن الشیخ علی بن الشیخ محمد بن الشیخ علی بن الشیخ عبد الرحمن بن الشیخ محمد بن الشیخ جمال الدین بن الشیخ حسن
ابن الشیخ زین العابدین الحصنی ثم الدمشقی والخطیب الحنفی کذا فی الطحطاوی لما بیضت الجزء الاول من خزائن الاسرار وبدائع الافکار فی شرح تنویر الابصار وجامع البحار
قدرتہ فی عشر مجلدات کبار جبکہ پہلا جز خزائن الاسرار الی آخرہ کا مسودے سے کاغذ سادہ مین مین نے صاف کیا تو مین نے اس شرح کا بڑے بڑے دس مجلد
مین اندازہ کیا ہم شارح نے اس متن کی پہلے ایک شرح لکھی جسکا نام خزائن الاسرار وبدائع الافکار فی شرح تنویر الابصار وجامع البحار رکھا پھر جب مسودہ صاف کیا
تو اول ہی جز کے صاف کرنے سے تمام کتاب کا اندازہ کیا تو معلوم ہوا کہ بڑی بڑی دس جلدین ہونگی فصرفت عنان العنایۃ نحو الاختصار وسمیتہ بالدر المختار فی شرح
تنویر الابصار سو پھیری مین نے اجتہاد اور کوشش کی باگ اختصار کی طرف اور اس شرح مختصر کا نام در المختار فی شرح تنویر الابصار مین نے رکھا مین نے خوف
تطویل سے شرح کو مختصر کیا اور دس جلد کا مطلب ایک جلد مین کر دیا اسلئے در المختار نہایت دقیق ہوا شرح نہین بلکہ متن متین ہو گیا اختصار عبارت ہے تقلیل لفظ او تکثیر معنے
سے الذی فاق کتب ہذا الفن فی الضبط والتصحیح والاختصار وہ تنویر الابصار جو فائق اور عالی قدر ہے اس فن مین یعنے فن فقہ کی کتابون سے ضبط اور
تصحیح اور اختصار عبارت مین ہم ضبط عبارت ہے تحریر اور محافظت فروع سے یعنی تمام مسائل محتاج الیہا کا جمع کر دینا اور تصحیح عبارت ہے اقوال صحیحہ کے ذکر کرنے
سے یا تصحیح تراکیب سے کذا فی الطحطاوی ولعمری لقد اضحت روضۃ ہذا العلم بہ مفتحۃ الازہار مسلسلۃ الانہار اور قسم اپنی زندگی کی کہ مقرر اس علم فقہ کا باغ اس متن کے
ہونے سے کھلی کلیون والا اور روان انہار ہو گیا یعنے مسائل فقہیہ جو کلیون کے مانند مغلق اور سربستہ تھے وہ پھولون کے مانند شگفتہ ہو گئے ماتن کے بیان کے وضع
سے من عجائبہ ثمرات التحقیق تجتنیٰ ومن غرائبہ ذخائر تدقیق تحیر الافکار اس متن کے عجائب سے تحقیق کے پھل پسند کیے جاتے ہین اور اُسکے غرائب سے
تدقیق کے وہ ذخیرے ہین جنسے عقول حیرت ناک ہین لشیخ شیخنا شیخ الاسلام محمد بن عبد اللہ التمرتاشی الحنفی الغزی عمدۃ المتاخرین الاخیار وہ متن موصوف
بصفات مذکورہ تصنیف ہے ہمارے اُستاد کے اُستاد کا یعنے شیخ الاسلام محمد بن عبد اللہ تمرتاشی حنفی مذہب غزی کا جو عمدہ ہے علماء متاخرین صالحین مین ہم تمرتاش
بضم تا و میم وسکون راے مہملہ وتا و شین معجمہ خوارزم کا قریہ ہے کذا فی الطحطاوی اور غزہ ایک شہر ہے شام مین اسکو غزہ ہاشم کہتے ہین قاموس مین ہے کہ غزہ شہر ہے
فلسطین مین وہان امام شافعی رح پیدا ہوے اور ہاشم بن مناف وہان مر گئے انتہی نسب ماتن کا یون ہے محمد بن عبد اللہ بن احمد خطیب بن محمد خطیب بن ابراہیم
خطیب کذا فی المنح شرح الماتن معلوم کرنا چاہیے کہ ماتن رحمۃ اللہ علیہ کثیر التصانیف ہے ازانجملہ یہ متن اور اُسکی شرح ہے مسمی منح الغفار اور منظومہ فقہ مین
مسمے بہ تحفۃ الاقران اور حاشیہ درر غرر کا اور شرح کنز اور شرح زاد الفقیر اور شرح وقایہ اور فتاوی دو مجلد اور شرح منار کے اصول مین اور شرح منظومہ
ابن وہبان او معین المفتی علی جواب المستفتی وغیر ذلک من المصنفات المعتمدۃ علم فقہ کا حاصل کیا شیخ زین ابن نجیم صاحب بحر الرائق اور امین الدین

منح الغفار شرح ہے مصنف کی اور فتح القدیر شرح ہدایہ کی ابن ہمام کی اور کشف شرح منار نسفی کی ...

وہی المطالب ہے روایت علماء اور ایسے ہی ان سے نقل حاصل کیا اور شیخ صالح محشی بشاہ ولی اللہ زرقانی الرشید سے ان سے انتقال کیا اور ان نے کہ مزار دو سو سال
کے جو کچھ ہیں عزو اشتہر ہیں اور وہیں مدفون ہوے غفراللہ لہ کذا فی الطحطاوی مفصلا فی اروی عن شیخنا الشیخ عبد النبی الخلیل عن المصنف الغزی عن ابن نجیم المصری
بسندہ الی صاحب المذہب ابی حنیفہ بسندہ الی النبی المصطفیٰ المختار عن جبریل عن الله عزوجل کما ہو مبسوط فی اجازتنا بطرق عدیدة عن المشائخ التحریر
الکبار سوا ہیں روایت کیا ہون اس فن کو یعنی علم فقہ کو اپنے استاد شیخ عبد النبی خلیلی سے وہ روایت کرتے ہیں مصنف یعنی عبد اللہ غزی سے وہ
زین بن نجیم مصری سے وہ روایت کرتے ہیں اپنی اس سند سے جو متصل ہے امام ابو حنیفہ صاحب مذہب تک وہ روایت کرتے ہیں اپنی اس سند سے
جو متصل ہے نبی برگزیدہ و پسندیدہ تک یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روایت کرتے ہیں جبرئیل علیہ السلام سے وہ روایت کرتے ہیں اللہ واحد قہار سے جل جلالہ
چنانچہ سند مذکور شرح اور مفصل مذکور ہے ہماری اجازت میں بہت طریقوں سے اساتذہ و کثیر العلم عظیم الشان سے جو شعرانی نے میزان میں ائمہ اربعہ کی یوں سند
ذکر کی ہے امام ابو حنیفہ عن عطاء عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن جبرئیل عن اللہ عزوجل امام مالک عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن جبرئیل
عن اللہ عزوجل امام شافعی عن مالک الی آخر السند امام احمد بن حنبل عن الشافعی عن مالک الی آخر السند کذا فی الطحطاوی وما کان فی الدرر والغرر لم اعزہ الیہما وما
عن نقلہ عزوتہ لقائلہ روما للاختصار اور جو قول کہ درر و غرر سے نقل کیا اسکو درر و غرر کیطرف منسوب نہیں کیا بقصد اختصار مگر بضرورت کبھی بیان بھی کر دیا اور جو نقل ہے
درر و غرر سے وہ اسکے قائل کیطرف منسوب کر دیا ہے یعنی در المختار منقول ہے مذہب حنفی کی کتب معتمدہ سے کہ بعض کتب سے نقل زیادہ ہے چنانچہ ملا
خسرو کی درر و غرر سے تو اختصار کے واسطے اسکے ہر قول میں شارح نے یہ نہیں کہا کہ یہ درر و غرر سے منقول ہے اسکے سوا اور کتاب سے مستند بکثرت نقل ہیں تو وہاں
نسبت کر دیا کہ یہ قول فلانی کتاب سے ہے اور یہ شارح کی مزید دیانت پر دلیل ہے اور عدم اوت سے ریاست علمی پر رحمۃ اللہ علیہ فاسؤلی من الناظر فیہ ان ینظر بعین
الرضاء والاستبصار وان یتلافی تلافہ ابتداء بالامکان او یصلح بصلح عند عالم الاسرار والاظہار اور میری امید اس کتاب کے ناظر سے یہ ہے کہ اسکو چشم رضا اور
تامل سے دیکھے اور یہ کہ اسکے عیب اور نقصان کا تدارک کرے بقدر اپنی استطاعت اور قدرت کے یا درگذر کرے عیب گوئی سے تاکہ اسکے عیوب سے درگذرے
بعینہ اور یہی چیز کا جاننے والا ہے چشم رضا کی قید اسواسطے لگائی کہ جو غضب اور بدگمانی کی آنکھ سے دیکھتا ہے اسکو حق باطل معلوم ہوتا ہے چشم بد اندیش کہ برکندہ
باد عیب نماید ہنرش در نظر ولعمری ان السلامۃ من ہذا الخطر لامر یعز علی البشر اور قسم ہے اپنی حیات کی کہ سلامت رہنا سہو اور غفلت کے امر عظیم سے البتہ وہ
امر ہے جو آدمی پر دشوار عسیر ہے ولا غرو فان النسیان من خصائص الانسانیۃ والخطاء والزلل من شعائر الآدمیۃ اور عدم سلامت کچھ عیب نہیں اسواسطے کہ
بھولنا انسانیت کے مخصوصات سے ہے اور چوکنا اور لغزش قدم آدمیت کی نشانیوں سے ہے واستغفر اللہ مستعیذا بہ من حسود یسد باب الانصاف ویرد
عن جمیل الاوصاف اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگتا ہون اس خطا سے جو اس کتاب میں واقع ہوئی پناہ بخدا طلب کر کے اس حسد سے جو منصفی کے
دروازے کو بند کر دے اور حاسد کو اوصاف جمیلہ سے پھیر دے حسد اسکو کہتے ہیں کہ آدمی غیر کی نعمت کا زوال چاہے اور تمنا کرے کہ وہ مجکو ملے یا
مطلق زوال چاہے خواہ اسکو ملے یا نہ ملے اور وہ سخت مرض ہے کہ نیکیوں کو کھاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھاتی ہے چنانچہ یہ مضمون حدیث میں وارد ہے اور کافر
حسد آدمی کو کفر تک پہونچا دیتا ہے اسواسطے کہ حسد کا انجام کار اعتراض ہے خدا پر کہ کیون اسکو یہ نعمت دی اعوذ باللہ من الحسد ومن کل القبائح الا وان
الحسد حسک من تعلق بہ ہلک الا اور رہنا بیشک حسد وہ کانٹا ہے جسکو لگا وہ ہلاک ہو گیا وکفی للحاسد ذما آخر سورۃ الفلق فی اختتامہ بالفلق حاسد کی
مذمت میں تو پچھلی آیت سورۃ قل اعوذ برب الفلق کی کفایت کرتی ہے اسکے جل بھن جانے میں قلق کے سبب سے سورۂ فلق کی پچھلی آیت میں حق تعالیٰ
نے حاسد کیطرف شر کو نسبت کیا اور اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو امر کیا کہ اس سے پناہ مانگے تو حسد کی کونسی مذمت اس سے زیادہ ہوگی شعر
وللحسد ما اعدلہ بدا بصاحبہ فقتلہ اللہ حسد کا کیا خوب منصف ہے اول اپنے صاحب یعنی حاسد کو قلق دیا پھر اسکو مار ڈالا

(و ما انا من کیدِ الحسود بِآمِنٍ ﴿﴾ و لا جاہلٍ یُزْرِی و لا یتدبّر) اور مین حسد کرنے والے کے مکر اور فریب سے نڈر نہین اور اُس جاہل کے مکر سے جو عیب جوئی کرے (یعنے میری کتاب مین) اور تامل نکرے م یہ بیت ہی قصیدۂ ابن وہبان کی ابن شحنہ اسکے شارح نے کہا سبب اسکا یہ ہی کہ صاحب قصیدہ حاسدون کے حسد اور معاندون کے مکر مین مبتلا ہوا بعضے کہتے تھے کہ وہبانیہ جدید کتاب ہی اور بعضے کہتے تھے کہ یہ کتاب قدیم ہی ابن وہبان نے اپنی طرف نسبت کر لی انتہی اسی طرح شارح مغفور بھی سہام طعن حاسدین کا نشانہ ہوا کذا فی الطحطاوی و لقد در القائل ﴿﴾ ہم یحسدونی و شر الناس کلہم ﴿﴾ من عاش فی الناس یوماً غیر محسود ﴿﴾ اور خدا بھلا کرے اس بیت کے قائل کا حاسد میر حسد کرتے ہین اور سب آدمیون مین بدتر وہ شخص ہی جو ایکدن بھی غیر محسود جیا یعنے جسپر کسی نے حسد نکیا م غیر محسود ہو اسواسطے بدتر ہوا کہ حسد اُسیکا ہوتا ہی جسمین اوصاف حمیدہ ہوتے ہین تو جسپر حسد لوگون نے نکیا تو معلوم ہوا کہ اسمین کچھ خوبی نہین چنانچہ شارح اسکے آگے اشارہ کرتا ہی فالمحسود ہی والمحسود یتبجح ﴿﴾ اسواسطے کہ کوئی سرافرازی نہین پاتا بدون اُس دوست کے جو اسکی خوبی بیان کرے اور بدون اُس حاسد کے جو بدگوئی کرے م جب آدمی نے اپنی بدگوئی سُنی اور اسپر تحمل کیا اور چشم پوشی کی تو اسکی عالی ظرفی اور سرداری ثابت ہوگئی لان من زرع الاحن حصد المحن اسواسطے کہ جسنے کینون کا کھیت بویا ہجون کو خرمن کیا فاللئیم یفضح والکریم یصلح سو کمینہ اور کم ظرف فضیحت کرتا ہی اور شریف صاحب کرم اصلاح دیتا ہی اور درست کر دیتا ہی م جب کلام سابق سے معلوم ہوا کہ آدمی دو قسم کے ہوتے ہین لئیم اور کریم سو لئیم تو عیب جوئی مین رہتا ہی اور کریم اصلاح کرتا ہی اگر کچھ خلل پاتا ہی بشرط قدرت یا چشم پوشی کرتا ہی لکن یا اخی بعد الوقوف علی حقیقۃ الحال والاطلاع علی ما حررہ المتاخرون کصاحب البحر والنہر والفیض والمصنف وجدنا المرحوم وعزمی زادہ واخی زادہ وسعدی افندی والزیلعی والاکمل والکمال وابن الکمال لیکن اے بھائی خطا اس کتاب کی تلافی کرنا چاہیے بعد واقف ہونے کے حقیقت حال پر اور بعد مطلع ہونے کے علماء متاخرین کی تحریر اور تنقیح پر مانند صاحب بحر اور نہر اور فیض اور مصنف اور ہمارے جد مرحوم اور عزمی زادہ اور اخی زادہ اور سعدی افندی اور زیلعی اور اکمل اور کمال اور ابن الکمال کے م یعنے تدارک خلل بعد مطلع ہونے کے کتب مذکورہ پر چاہیے اور بمجرد خطور قلب کے اسپر جرأت مناسب نہین صاحب بحر الرائق زین بن نجیم مصری ہی اور صاحب نہر الفائق شیخ عمر بن نجیم بھائی صاحب بحر کا اور شاگرد نہر الفائق کو تصنیف کیا بھائی کی موت کے بعد اور بھائی پر اکثر مسائل مین مواخذہ کیا یون عذر بیان کر کے کہ بھول چوک سے محفوظ رہنا آدمی پر دشوار ہی اور عزمی زادہ محشی ہی درر کا اور اکمل شرح ہدایہ کا مصنف ہی اور کمال الدین ابن الہمام صاحب فتح القدیر محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید اسکندری ہی ہمام لقب ہی عبد الواحد کا مع تحقیقات سنح بالبال و تلقیتہا عن فحول الرجال ساتھ ملاحظہ اُن تحقیقات کے کہ بعض کو میرے دل نے پیدا اور ظاہر کیا اور بعض کو مین نے کامل دونسے حاصل کیا م اگر کوئی کہے کہ شارح جیسے عالمون کی تحقیقات کا مسائل فقہ مین کچھ دخل نہین اسواسطے کہ وہ مجتہد مذہب اور صاحب فتوی نہین اور قیاس کرنیکا بھی اہل نہین اسواسطے کہ قیاس کرنا ہجری چارسو برس کے بعد مفقود ہوگیا پھر شارح کی تحقیقات سے کیا حاصل جواب اُسکا یہ ہی کہ تحقیقات سے مراد نظائر کو جمع کرنا ہی اور معتمد کے قول کو لانا اور اشکالات کو عبارت لطیف سے رفع کرنا یا اسکا جواب دیا جاوے بموجب اس قول کے کہ قوت مدرک کا اعتبار ہی اور اسکے اہل پیدا ہوا کرتے ہین قدرت کاملہ سے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی و یابی اللہ العصمۃ لکتاب غیر کتابہ اور حقتعالی ہر کتاب کی عصمت کو مکروہ رکھتا ہی سوائے اپنی کتاب کے یعنی کلام اللہ کے سوا آدمی کی کتاب ایسی لازم العصمۃ نہین کہ اسمین خطا کا احتمال نہو یہ شارح نے اپنی بھول چوک کا عذر بیان کیا والمنصف من اغتفر قلیل خطاء المرء فی کثیر صوابہ اور منصف وہ ہی جو آدمی کی تھوڑی خطا کو اسکی بہتیری درست گوئی مین چھپا ڈالے یعنے جب آدمی کا اکثر کلام حق اور صواب ہوا تو اسکی خطاء قلیل پر نظر نہ کرنا منصفون کا کام ہی اور فقط خطا کو پکڑ لینا اور اسکی صواب گوئی سے چشم پوشی کرنا ظلم صریح اور خباثت ہی ومع ہذا فمن اتقن کتابی ہذا فہو الفقیہ الماہر اور ساتھ اسکے یعنے باوجود عدم عصمت کے سو جو شخص کہ خوب سمجھ لیگا میری اس کتاب کو تو وہ فقیہ ماہر ہی یعنے مسائل فقہ کا خوب واقف ہوگا ومن ظفر بما فیہ فسیقول بملا فیہ کم ترک الاول للآخر اور جو فتحیاب ہوگا اس کتاب کے مطالب پر وہ اپنا منھ بھر کے کہیگا کہ بہت مطالب کو اگلا پچھلے کے واسطے چھوڑ گیا م یعنے متقدمین نے اکثر اشیا کی تصریح نہین کی اور متاخرین نے اسپر

[illegible]

اُنکو برد یا اسواسطے کہ وہ درشتی تھی جو شامل تھے مین نالون کے تمہ و دست فی الواقع کتاب دالفقا ضیہ مسائل ودستیاب اختصار مین بعد ایم الشمائل تو وہ خند
خوب وفہم مین صحیح انتقا برجال ہو دین شرح ما فقد حسن لما حکمۃ الوافر ولہ ابرکتن یہ نسامیل وار اہل التفکیر غیرانہ مختومۃ اصل اور یہ اس کتاب کو جو ملی کیا اسواسطے کہ
بہت حصہ اسواسطے کہ وہ دستیاب ہے لیکن بے کنارہ اور بڑی بوندون کا مینہ ہے ولکنا ہم ہم اس جنع عبارت کو کہ ایجاز بالتشبہ الاز کہتے مین تحسین عبارات
ورمز اشارات وتنقیح معانی وتحریر بیانی حالانکہ کتاب میری یا انکی تحقیقات خول عبارات، ور پوشیدہ اشارات اور منقح کرنے معانی اور آراستہ کردینے مذاکرہ سے
خالی ہو یعنے اسکی عبارات بھی نہیں تقیدات لفظیہ او معنویہ اور تطویل الاطائل سے سوا ہو ولیس الخبر کالعیان ونستقربہ بعد التامل الفتیان اور خبر دیکھنے
کی برابر نہین اور تامل کرنے کے بعد دونون آنکھین اس کتاب سے ٹھنڈی ہونگی م یعنی دیباچہ کتاب مین میرا توصیف کرنا اس کتاب کا خبر ہوا اور خبر
محتمل ہوتی ہو صدق اور کذب کی مگر جبکہ تو مطلع ہو گا اس کتاب پر تو تیرے نزدیک اسکا خود مشاہدہ ہو جاویگا ع شنیدہ کی بود مانند دیدہ تو یہ تعلیل ہو دعاسے
مذوف کی سے فتنۃ ما النظرت من حسن روضۃ الاسمی وقد متمتعت عن حسن سلمی سو اسکو جو تو دیکھ چکا ہوا س کتاب القند باغ کی خوبصورتی کو اور اسکو بھی
جو تونے خوبصورتی سلمی کی حکایت سنی ہو م سلمیٰ معشوقہ کا نام ہو یعنی حسن معنوی کی طرف التفات کر حسن صوری کی اس کتاب پر نظر کر فخذ ما النظرت ودع ما سمعتہ
سمعت بہ فی طلعۃ الشمس ما یغنیک عن زحل جو ایکو جو تونے دیکھا اور چھوڑ اسکو جو تونے سنا آفتاب کے طلوع ہونے مین وہ روشنی ہو جو تجکو بے پرواکر تی ہو زحل کی روشنی
سے م زحل کم روشن ایک ستارہ ہو جسکو فارسی مین کیوان اور ہندی مین سنیچر کہتے مین ہذا وقد تحمّلت اغراض المعتنین ما اغراض سہام الہمۃ المثار بوجہ اسکو اور قرار مانتا
کی ابرو مین اہل حسد کی زبانون کے تیرون کی نشانہ ہوگئیں این ونقالیس تقصیا ہیم منعم منتہ اذ ہیم تتنعب فوائدہا ثم ترتیبا بالکسا واد اہل تصانیف کے صد منعما
اہل حسد کے ہاتھون مین پڑے ہین انکے فوائد کو لوٹتے مین پھر انکو کھوٹا کرکے پھینکتے ہین انما العلم لا تنعل بعیب مصنف وہ ولم یتبین زلتہ منہ تعرف واین ما علم
مشتا بی کر مصنف کی عیب جوئی مین حالانکہ مجھکو اسکی خطا کا یقین نہین ہوا جاتی ہو جبکہ سے فکم افسد الراوی کلاما بنقلہ وکم حرف الاقوال قوم و
بعضا م سو بہت بگاڑا ہو روایت کرنے والے نے کلام کو اپنی عقل ناقص سے اور بہتیرے قولون کی تحریف کی ہو ایک قوم نے اور تصحیف کی ہو م
تحریف عبارت ہو تغییر اور تبدیل سے خواہ تبدیل ایک لفظ کی دوسری لفظ سے ہو یا ایک حرف کی دوسرے حرف سے اور کا ہے تحریف معنی تاویل آتا ہو
یعنی غیر مراد کا ارادہ کرنا اور تصحیف عبارت ہو خطا فی الصحیفہ سے یعنی لکھنے مین چوکنا کما فی الطحاوی یعنی جب فساد راوی اور خطاے کاتب کا دخل ہو تو
کی خطا پر یقین نہین ہو سکتا الا بوجہ دیگر تو عیب گوئی مین عالم کو عجلت مناسب نہین سے وکم ناسخ اضحی لمعنی مغیرا وجا بالشی لم یردہ المصنف و وہ بہت کاتبون نے
معنی کو بدل ڈالا اور وہ چیز لائے جسکا مصنف نے ارادہ نہین کیا وما کان قصدی من ہذا التجریح وذکر بین المحررین من المصنفین والمؤلفین بل القصد بالتعریض
وحفظ الفروع الصحیح جبار الغفران وذخار الاخوان اور اس تصنیف سے میرا قصد تھا کہ میرا ذکر داخل ہو اہل تحریر مین کہ مصنفین اور مؤلفین مین بلکہ مقصود ہی تھی
ہوا اور محفوظ رکھنا ہیم مسائل کا تو قع بخشش ربانی اور دعاے برادران دینی وما علی من اعراض المحاسدین عند حال حیاتی نسیتلقونہ بالقبول انشاء اللہ تعالی بعد
وفاتی اور مجکو کچھ رنج نہین حاسدونکی روگردانی کا اس کتاب سے میری زندگی مین کیونکہ وہ عنقریب اسکو قبول کرلینگے انشاء اللہ تعالی میری موت کے بعد کیا قبل سے
تری الفتی ینکر فضل الفتی ودوما وخبثا فاذا ما ذہب ولج بہ الحرص علی نکتۃ یکتبہا عنہ بماء الذہب چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہو دیکھتا ہو تو ایک جوان کو کہ دوسرے
جوان کے کمال کا انکار کرتا ہو کمظرفی اور خباثت کی راہ سے پھر جبکہ وہ جاتا رہا یعنی مرگیا بیقرار کرتی ہو اسکو حرص مسئلہ باریک پر کہ لکھتا ہو اس کامل محسود
کے کلام کو سونے کے پانی سے فہناک مولعا فیہ بالمباحات ہذا الفن مظہرا لدقائق انتشقات الشکر فیہا اولا اللیل حبن مستحسنا بالجمع الاقوال واد جز البیان
مستمدا فی رفع الایراد انتعت الاشارۃ سو اے مخاطب اس فن کے آراستہ مجموعی کو جو ظاہر کرنے والا ہو ان باریکیون کو جن مین مین نے اپنی
فکر کو استعمال کیا جبکہ رات چھائی تھی راجح تر اقوال اور مختصر عبارت کو تلاش کرنا دفع کرنے اعتراض مین لطیف تر اشارہ کو قصد کرنا بامخالفت فی حکم

اودلیل فحسب من لا اطلاع لہ ولا فہم عدو لا عن السبیل پھر کبھی تو مین نے مسئلہ متن مین مخالفت کی یا دلیل مین جسکو اطلاع نہین اور نہ فہم اُسنے گمان کیا ازرہ سے بہکنا
یعنی ناواقفی سے میرے مخالفت کو گمراہی سمجھا وربّما غیرتُ تبعًا لما شرح علیہ المصنف کلمۃً او حرفًا وما دری ان ذلک لنکتۃٍ تدق عن نظرہ وتخفی اور گاہے مین نے مصنف کی شرح
کی پیروی سے کسی لفظ یا حرف کو بدل ڈالا اور حالانکہ اُس معترض کو معلوم نہین کہ یہ بدلنا اُس سخن باریک کے سبب سے ہی جو اسکی نظر سے تاریک اور پوشیدہ ہی وقد
انشدنی شیخی الحبر السامی والبحر الطامی اوحد زمانہ وحسن اوانہ شیخ الاسلام الشیخ خیرالدین الرملی اطال اللہ تعالی بقاءہ اور البتہ اشعار آیندہ سنائے مجھکو
میرے اُستاد علامۂ عالیقدر دریاے لبالب اپنے زمانے کے یکتا اور اپنے وقت کے خوب فاضل تے یعنے شیخ الاسلام شیخ خیرالدین ساکن رملہ نے اللہ تعالی اُنکی عمر
کو دراز کرے رملہ شہر ہی فلسطین مین وہین اُنکا انتقال ہوا اُنکی تصانیف عمدہ بہت ہین ازانجملہ فتاوی خیریہ ہی سہ قل لمن لم یرا لمعاصر شیئًا ویری للاوائل
التقدیما ؛ ان ذلک القدیم کان حدیثًا ؛ وسیبقی ہذا الحدیث قدیما ؛ کہہ اُس شخص سے جو ہمعصر کو کچھ نہین سمجھتا اور اگلے لوگون کو پچھلون پر تقدیم سمجھتا ہی کہ متقدم
وہ پرانا بھی اپنے وقت مین نیا تھا اور آگے یہ نیا بھی پرانا ٹھہریگا م فی الواقع معاصر کتنا ہی کامل الوجود ہو لوگون کی نظرون مین نہین آتا اور بعد مدت کے
وہی معتمد اور مقتدا ٹھہرتا ہی چنانچہ صاحب ردالمختار اپنے معاصرین حاسدین سے کسقدر تنگ ہی اور اس زمانہ مین عرب وعجم مین درالمختار اعجوبۂ روزگار معتمد اول علماء
کبار ہی علی ان المقصود والمراد ما انشدنی شیخی وبرکتی وولی نعمتی راس المحققین والنقاد محمد افندی المحاسنی وقد اجاد علاوہ برین اس شرح کے لکھنے سے
مقصود و مراد وہ مضمون ہی جو شعر مین پڑھکر سنایا ہی میرے اُستاد اور میرے برکت اور میرے ولی نعمت محققین اور پرکھنے والون کے سردار یعنی محمد افندی محاسنی نے
اور البتہ بہت خوب کہا ہی م محاسنی نسبت ہی محاسن کیطرف یعنی خوبیون والا اور افندی کا لفظ بمعنی بزرگوار مستعمل ہی کذا فی الطحطاوی سہ لکل بنی الدنیا مرادٌ
ومقصدٌ ؛ وان مرادی صحۃٌ وفراغ ؛ لابلغ فی علم الشریعۃ مبلغا ؛ یکون بہ لی فی الجنان بلاغ ؛ ہر ایک اہل دنیا کا کچھ مراد اور مقصد ہوتا ہی اور البتہ میرا مقصد
صحت اور فارغ البالی ہی تاکہ مین علم شریعت مین اُس درجے کو پہونچون جسکے سبب سے بہشتون مین میرا پہونچنا ہو سہ ففی مثل ہذا فلینافس اولو النہی ؛ وحسبی من الدنیا
الغرور بلاغ ؛ تو ایسے مقصد عظیم الشان مین چاہیے کہ حرص کرین صاحبان عقول اور کافی ہی مجکو دغاباز دنیا سے بلاغ یعنے قدر کفایت یعنے طعام دنیا سے قلیل
کافی ہی تو کوشش کرنا چاہیے اُسمین جس سے نعیم موبد اور ہمیشہ دائمی حاصل ہو کذا فی الطحطاوی سہ فما الفوز الا فی نعیم مؤبد ؛ بہ العیش رغد والشراب یساغ ؛
سو نہین ہی فتحیابی مراد کی مگر دائمی نعمت مین جسکے سبب سے معاش کی کشایش ہی اور حلق مین شربت خوشگوار ہی مقدمہ اہل تصانیف کی عادت ہی کہ قبل از
شروع مقصود اُن امور کو ذکر کرتے ہین جنسے ناظر کتاب کو بصیرت حاصل ہو اسکو مقدمہ کہتے ہین حق علی من حاول علما ان یتصور بحدہ او رسمہ ویعرف موضوعہ
وغایتہ واستمدادہ جو شخص کہ کسی علم کے شروع کرنے کا قصد کرے اُسپر حق اور لازم ہی کہ اُس علم کی حد یا رسم کو تصور کرے اور اسکے موضوع اور غایت اور
استمداد کو پہچانے م حد اُس تعریف کو کہتے ہین جسمین ذاتیات مذکور رہون چنانچہ انسان کی تعریف مین کہنا کہ جاندار گویا اور رسم وہ ہی جسمین تعریف بعرض
لازم ہو چنانکہ انسان کو ضحاک یا کاتب بولنا مقدمہ مین دس چیزین مذکور ہوتی ہین انہین سے شارح نے چار کو ذکر کیا تعریف علم اور موضوع اور غرض اور
استمداد سو باقی چھ امور یہ ہین واضع علم اور نام علم کا اور حکم شارع کا اور تصور مسائل اور فضیلت اور نسبت سو چار چیزون کو خود شارح نے بیان کیا باقی فضیلت
کو بھی باقی کا بیان یون ہی کہ واضع علم فقہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہین اور نام علم کا فقہ ہی اور شارع کا حکم یہ ہی کہ فقہ کا حاصل کرنا بقدر ضرورت کے واجب
ہی اور مسائل اس علم کے ہر ایک وہ جملہ ہی جسکا مبتدا مکلف کا فعل ہی اور احکام خمسہ اسکی خبر ہی چنانچہ یہ فعل واجب ہی یا حرام مثلاً اور فضیلت علم فقہ
کی یہ ہی کہ سوا اسکے علم عقائد اور تفسیر اور حدیث اور اصول فقہ کے باقی علمون سے فقہ کا علم افضل ہی اور نسبت یہ ہی کہ علم فقہ ظاہر کی اصلاح کرتا ہی جیسے عقائد
اور تصوف باطن کی اصلاح کرتے ہین کذا فی الحلبی بتصرف فالفقہ لغۃ العلم بالشیء ثم خص بعلم الشریعۃ تو فقہ لغت عرب مین دریافت کرنا ہی شی کا پھر عرف مین
اُسکو مخصوص کیا بعلم شریعت ہی وفقِہ بالکسر فقہًا علم اور فقہ بکسرۂ قاف صیغہ ماضی کا بمعنی علم ہی یعنے دریافت کیا اور جانا اور فقہ بکسر اول وسکون ثانی اُسکا مصدر ہی یعنی علم و فہم

فقہ باطن تھا چنانچہ مشہور ہے اور فقہ باطن وقت ہے کہ اسمہ نہایت ہی اس وقت بولتے ہین جب کوئی فقیہ ہو بلکہ ہم خلاصہ یہ ہے کہ فقہ شرعی کا معنی کہ جسمین اتفاق
ہی اور مصطفیٰ کا مفہوم القاب ہی کہنا ذکر صاحب بحر الرائق مع ابن الکرمانی اور صاحب قاموس نے فقیہ کے معنی مین کسر ہی نقل کیا ہے اور اصطلاح
عند الاصولیین العلم بالاحکام الشرعیۃ الفرعیۃ المکتسب من ادلتہا التفصیلیۃ اور علماء اصول فقہ کی اصطلاح مین فقہ عبارت ہے احکام شرعی فرعی کے
اس علم سے جو حاصل ہوا ہو احکام کے دلائل مفصلہ سے ہم احکام فرعی وہ ہین جو عمل کرنے سے متعلق ہین اور جو اعتقاد سے متعلق ہین انکو احکام اصلی
کہتے ہین شارح نے احکام شرعی کی قید بیان کی کہ اس قید سے احکام عقلی اور حسی اور اصطلاحی فقہ کی تعریف سے نکل گئے چنانچہ اسکا علم کہ عالم حادث
ہے اور آگ جلانیوالی ہے اور فاعل مرفوع ہے معلوم کرنا چاہیے کہ قرآن اور حدیث اور اجماع اور قیاس فقہ کے دلائل تفصیلی ہین اس تعریف سے
معلوم ہوا کہ اصولیون کے نزدیک فقیہ حقیقی فقط مجتہد ہے یا مانند اسکے اسواسطے کہ مقلد پر دلائل سے پہچان کرنا ضرور نہین وعند الفقہاء حفظ الفروع وقلہ
ثلث اور فقیہون کے نزدیک فقہ نام ہے مسائل کے یاد رکھنے کا اور کمتر مرتبہ حفظ مسائل کا یہ ہے کہ تین مسئلے یاد ہون ہم اتن اور شارح نے کتاب الوصیت مین کہا
کہ اگر ثلث مال کی وصیت کی فقیہون کے واسطے تو اسمین وہ داخل ہوگا جو مسائل شرعی مین نظر دقیق رکھتا ہو اگرچہ تین ہی مسئلوں کو انکے دلائل کے ساتھ
جانتا ہو انتہی تو معلوم ہوا کہ جسکو ہزارون مسئلے بدون دلائل کے یاد ہون وہ فقیہ نہین وعند اہل الحقیقۃ الجمع بین العلم والعمل اور اہل حقیقت یعنی صوفیہ کرام کے
نزدیک فقہ عبارت ہے علم اور عمل کی جامعیت سے ہم حقیقت مغز ہے شریعت کا اور حقیقت شریعت سے باہر نہین اور نہ شریعت حقیقت سے جدا ہے اور جو حقیقت کو شریعت
سے جدا جانتا ہو اسپر کفر کا خوف ہے کذا فی الطحطاوی حضرت امیر خسرو دہلوی نے مطلع الانوار مثنوی مین فرمایا ہے بیت نیست حقیقت بشریعت درست ٭ شرع اگر نیست
نباشد درست ٭ ہر کہ بیرنگ از شرع فراتر زدہ ٭ اللہ و یا رب ہمہ بر خود زدہ ٭ اور خواجہ عبید اللہ احرار نے فرمایا کہ حقیقت دریا ہے شریعت کشتی بادریا پہچ تو ناقابل
کشتی ہے بیت صوفیہ صافیہ کے شاہدین عادلین کے کلام سے شریعت اور حقیقت مین اتحاد یا تلازم ثابت ہوا تو صاف معلوم ہو گیا کہ جو لوگ کہتے ہین کہ شریعت
اور ہے اور حقیقت اور ہے وہ صوفیہ کرام کے طریقہ سے گمراہ ہین لقول الحسن البصری انما الفقیہ المعرض عن الدنیا الزاہد فی الآخرۃ البصیر بعیوب نفسہ بدلیل
قول خواجہ حسن بصری کے کہ فقیہ نہین ہے مگر روگردان دنیا سے رغبت کرنے والا آخرت مین اپنے عیوب ذاتی کا دانا ہم یعنے عارف فقیہ کی عبادت فقط
خدا ہی کے واسطے ہوتی ہے نہ دوزخ کے خوف سے اور نہ بہشت کی طمع سے یہ لوگ جو بہشت کو مانگتے ہین تو لذت کے واسطے نہین بلکہ پروردگار کے دیدار کیلیے
چنانچہ کسی عارف نے کہا ہے بیت لیس قصدی من الجنان نعیما ٭ غیر انی ارید ہا لاراک ٭ کذا فی الطحطاوی وموضوعہ فعل المکلف ثبوتا او سلبا اور فقہ کا
موضوع عاقل بالغ کا فعل ہے ثبوت کی راہ سے یا سلب کی راہ سے ہم موضوع اسکو کہتے ہین جسکے عوارض ذاتی کی اس علم مین بحث اور گفتگو ہو چنانچہ
کلمہ اور کلام موضوع ہے علم نحو کا یعنے اول سے آخر تک اسی کے حالات کی گفتگو ہے اسیطرح فقہ کا موضوع مکلف کا فعل ہے ثبوت کی راہ سے چنانچہ فعل کا صحیح
اور فرض ہونا اور واجب ہونا اور مستحب اور مباح ہونا اور سلب کی راہ سے چنانچہ صحیح نہونا فعل کا اور عدم فرضیت اور حرام ہونا اور مکروہ ہونا تو غیر مکلف
یعنے صغیر اور مجنون کا فعل علم فقہ کا موضوع نہین اور ضمان اور متلفات اور نفقہ زوجات کے ادا کرنے مین ولی مخاطب ہے صغیر اور مجنون ٭ استمداد ومن الکتاب والسنۃ
متعلق شدہ ہر دو چیز مین ۱۲
والاجماع والقیاس اور فقہ کی استمداد اور مددگاری کتاب یعنی قرآن مجید اور سنت نبوی اور اجماع اور قیاس سے ہے ہم یعنی امور اربعہ مذکورہ فقہ کے اسناد اور اصول ہین
دریافت کرنا چاہیے کہ قبل از اسلام کی شریعت غیر منسوخہ قرآن مجید کے تابع ہے اور سنت سے قول و فعل و تقریر رسول کریم کی مراد ہے تقریر اس سے عبارت ہے کہ کوئی امر حضرت
کے سامنے ہوا اور حضرت نے اسکو جائز رکھا اسپر انکار نہ کیا اور صحابہ کرام کے اقوال تو سنت مین داخل ہین اور اجماع سے مراد ان لوگون کا اجماع ہے جنکا اجماع شمار کے
لائق ہے چنانچہ صحابہ کرام اور تمام مجتہدین عصر کا اتفاق اور تعامل ناس یعنی لوگون کا عمل رائج تو اجماع کا تابع ہے اور قیاس سے مراد وہ قیاس ہے جو کتاب اور سنت
اور اجماع سے مستنبط ہوا اور تحری اور استصحاب حال تو قیاس کا تابع ہے قیاس مستنبط من الکتاب کی مثال حرمت لواطت کا قیاس ہے وطی فی الحیض کی حرمت پر جو

ثابت ہی بقولہ تعالیٰ (قُل ھُوَ اَذًی فَاعتَزِلُوا النِّسَاءَ فِی المَحِیضِ) اور علت مشترکہ مقیس اور مقیس علیہ مین اذا ہی اور قیاس مستنبط من السنۃ کی مثال حرام ہونا چنے کے ایک پیمانہ کا
چنے کے دو پیمانون سے بقیاس حرمت گیہون کے ایک پیمانہ کے گیہون کے دو پیمانونسے جو ثابت ہی اس حدیث سے کہ الحنطۃ بالحنطۃ مثلاً بمثل یدًا بید والفضل ربوا اور علت
مشترکہ یہان اتحاد جنس و مقدار ہی اور قیاس مستنبط من الاجماع کی مثال قیاس کرنا ہی وطی حرام کا وطی حلال پر چنانچہ مادر مزنیہ کی وطی کی حرمت کو قیاس کیا ہی
اور کنیز موطوءہ کی حرمت پر جو اجماع سے ثابت ہی یعنے جب اپنی لونڈی سے وطی کی تو اس لونڈی کی ماں کا حرام ہونا اجماع سے ثابت ہی اسمین کوئی نص نہین ہی کتاب اللہ یا
سنت ہی بلکہ امہات النساء یعنے خوشدامنون مین بلا اشتراط وطی کے نص وارد ہی کذا فی الطحطاوی بتصرف غایۃ الفوز بسعادۃ الدارین اور فقہ کی غرض وعلت غائی
سعادت دارین کی ظفریابی ہی واما فضلہ فکثیر شہیر اور فقہ کی بزرگی اور فضیلت تو بہت مشہور ہی ہم جامع ترمذی مین ابو امامہؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے فرمایا کہ فضیلت عالم کی عابد پر جیسے میری فضیلت تمہارے ادنیٰ شخص پر مقرر اللہ تعالیٰ اور اسکے فرشتے اور اہل سموات اور اہل ارض یہانتک کہ چیونٹی اپنے
سوراخ مین اور مچھلیان دریا مین بھلائی چاہتے ہین انکی جو لوگون کو خیر کی تعلیم کرتے ہین اور ترمذی مین ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے فرمایا کہ ایک فقیہ شیطان پر سخت تر ہی ہزار عابد سے کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول ومنہا فی الخلاصۃ وغیرہا النظر فی کتب اصحابنا من غیر سماع افضل من
قیام اللیل اور منجملہ فضائل کے وہ قول ہی جو خلاصہ وغیرہا مین ہی کہ نظر کرنا ہمارے اصحاب کی کتابونمین بدون سماع یعنی فقہ کی کتابون کو مطالعہ کرنا بدون
سماعت کے کہ استاد سے سنا ہو تہجد کی نماز سے بہتر ہی وتعلم الفقہ افضل من تعلم باقی القرآن اور فقہ کا سیکھنا افضل ہی باقی قرآن کے سیکھنے سے ہم یعنے زائد
از حاجت فقہ کا سیکھنا غیر کے نفع کیواسطے باقی قرآن کے سیکھنے سے افضل ہی اسواسطے کہ فقہ کا تعلم بقدر حاجت کے فرض عین ہی وجہ فضیلت کی یہ ہی کہ ما سوا
مین تعلم فقہ کا فرض کفایہ ہی اور قرآن کا تعلم سنت ہی اور فرض افضل ہی سنت سے مگر یہ وجہ مسلم نہین اسواسطے کہ تمام قرآن کا سیکھنا بھی فرض کفایہ ہی یا فضیلت کی
یہ وجہ ہی کہ جمیع فقہ محتاج علیہ ہی اسواسطے کہ وقائع کا حدوث ہوتا ہی فقہ کے ہر باب مین بخلاف قرآن کے اسواسطے کہ قرآن مین ایک آیت کا سیکھنا تو فرض ہی اور
سورۂ فاتحہ اور تین آیتونکا سیکھنا واجب ہی کذا فی الطحطاوی وجمیع الفقہ لابد منہ اور تمام فقہ سے چارہ نہین یعنی ضرور ہی اگرچہ بطریق فرض کفایہ کے ہو الحاصل فقہ
بجمیع انواع خود آدمیون کو ضرور ہی سو طہارت اور نماز اور روزہ کا دریافت کرنا تو علی العموم سبکو فرض ہی اور زکوٰۃ اور حج اور نکاح اور طلاق اور عتاق وغیر ذلک کا
معلوم کرنا اُسپر فرض ہی جو اُنکا حاجتمند ہو یعنی اگر مالدار ہی تو زکوٰۃ اور حج کے مسائل کا معلوم کرنا اُسپر فرض ہی وعلی ہذا القیاس نکاح کرنیوالا اور طلاق دینے والا وغیرہ وفی الملتقط
وغیرہ عن محمد لا ینبغی للرجل ان یعرف بالشعر والنحو لان آخر امرہ الی المسئلۃ وتعلیم الصبیان ولا بالحساب لان آخر امرہ مساحۃ الارضین ولا بالتفسیر لان آخر امرہ
الی التذکیر والقصص بل یکون علمہ فی الحلال والحرام وما لابد منہ اور ملتقط وغیرہ مین محمد بن حسنؒ سے منقول ہی کہ مرد کو لائق نہین کہ شعرگوئی اور نحودانی مین
مشہور ہو اسلیے کہ اسکا انجام گداگری ہی اور لڑکون کا پڑھانا اور نہ حساب دانی مین مشہور ہو کہ اسکا انجام کار پیمایش ہی اراضی کی اور نہ تفسیر دانی مین مشہور ہو اسواسطے
کہ اسکا انجام کار وعظ گوئی اور قصہ خوانی ہی بلکہ لائق یہ ہی کہ اسکا علم ثابت ہو حلال اور حرام مین اور اُنمین جس سے چارہ نہین ہم گداگری کو شعرگوئی کا انجام ہو اسواسطے کہا
کہ اکثر شاعر دنیا فانی کے طلب کرنیکے واسطے جو مدح کے لائق نہین اُنکی مدح کرتے ہین اور لگاہے ہجو کرتے ہین اُنکی جو مستحق مذمت کا نہین اور اُنکے اکثر اوقات مضامین تازہ
کاذبہ کی تلاش مین سرگردانی سے برباد ہوتے ہین کما قیل ؎ اذا ما اعتز ذو علم بعلم ٭ فعلم الفقہ اولیٰ باعتزاز ٭ فکم طیب یفوح ولا کمسک ٭ وکم طیر یطیر ولا کباز ٭ چنانچہ نظم
مین کسی نے کہا ہی کہ جب فخر کرے صاحب علم کسی علم کے سبب سے تو فقہ کا علم مقدم تر اور اولی باافتخار ہی سو بہت سی خوشبوئین مہکتی ہین اور نہین مہکتی مشک کے مانند
اور بہت سی چڑیان اُڑتی ہین اور نہین اُڑتی باز کے مانند یعنی فقہ اور علوم سے ایسا افضل ہی جیسا مشک اور خوشبویون سے اور باز اور پرندونسے وقد مدحہ اللہ تعالیٰ
بتسمیتہ خیرا بقولہ ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا وقد فسر الحکمۃ زمرۃ ارباب التفسیر بعلم الفروع الذی ہو علم الفقہ اور البتہ حق تعالیٰ نے فقہ کی مدح
کی ہی اُسکو مسمّیٰ بخیر کرکے اپنے اس قول مین ومن یوت الحکمۃ الخ یعنے جسکو حکمت دی گئی اُسکو بہت خیر دی گئی اور تفسیر مفسرین کے ایک گروہ نے

اشرف ... سے علم ... نفس پر ... ہے ... زیادہ ... علوم علم فقہ ... کیونکہ ... تو وسیلہ ... فقیہ ... اشد على الشیطان من الف عابد
نفس کی ... اور ... ہے کہ ... ادب ... سے بہتر ہے کہ علم ... اسواسطے کہ وہ سب مراتب عالیہ کی طرف وسیلہ ہوتا ہے کیونکہ
ایک فقیہ متقی ہزار عابدوں پر بزرگی اور ... ہوتا ہے ... کہ فقیہ ... زبان سے ... فقہ کو نہیں جانتے ہیں ... امام محمد

تفقه فان الفقه افضل قائد الى البر والتقوى واعدل قاصد وكن مستفيدا كل يوم زيادة من الفقه واسبح في بحور الفوائد فان فقيها واحدا متورعا
اشد على الشيطان من الف عابد اور وہ دونوں شعر جو کہ گئیں ماخوذ ہیں اس نظم سے جو امام محمد کی طرف منسوب ہے وہ یہ ہے کہ فقہ کو سیکھ
اسواسطے کہ فقہ افضل کھینچنے والا ہے نیکی اور پرہیزگاری کی طرف اور معتدل تر قریب مقصد پر پہنچنے کا طریق مقرب مقصود ہے اور ہو تو ہر روز حاصل کر
زیادتی کچھ فقہ سے اور تیرا کر فوائد کے دریاؤن مین اسواسطے کہ ایک فقیہ متقی سخت تر ہے شیطان پر ہزار عابد سے ہم نظم سابق اور یہ نظم امام محمد کا اس حدیث سے
ماخوذ ہے عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فقيه واحد اشد على الشيطان من الف عابد اخرجه الترمذی چنانچہ اسکا ترجمہ عنقریب مذکور
ہو چکا ومن كلام علي رضي الله عنه ما الفضل الا لاهل العلم انهم على الهدى لمن استهدى ادلاء اور علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے کلام سے یہ نظم ہے کہ بزرگی نہین
مگر اہل علم کیواسطے کیونکہ وہ ہدایت پر ہین اور طالب ہدایت کے رہنما ہین ... وقدر كل امرئ ما كان يحسنه والجاهلون لاهل العلم اعداء اور ورزن بیشہ قدر
اور خوبی ہر مرد کی موافق اسکی خوب کرداری کے ہے اور جاہل لوگ اہل علم کے دشمن ہین ہم تو صانع کی قدر اسکے حسن صنعت کی مقدار پر ہے اور جتنے علوم آدمی
کے خوب سیکھے تو اسکی قدر انھین کی مقدار پر ہوگی اور جسنے علم فقہ کا خوب حاصل کیا تو اسکی قدر عظیم ہوگی بسبب عظمت فقہ کے الحاصل جو شخص کسی چیز کو خوب
حاصل کریگا تو اسکا مرتبہ اسکی مقدار پر ہوگا کذا فی الشرح وفي سواه ففز بعلم ولا تجهل به ابدا الناس موتى واهل العلم احياء سو رستگار اور ظفریاب ہو علم
کے سبب سے اور علم سے جاہل نرہیو ہمیشہ یعنی اسباب جہل سے اجتناب رکھیو سب آدمی مردے ہین او علم والے زندے ہین ہم یعنی جاہل مردونکے مانند ہین لائق اعتبار کے
نہین اور انسے کچھ فائدہ نہین اور اہل علم زندہ ہین یعنی انکی زندگی سے انکو اور لوگون کو فائدہ حاصل ہوتا ہے تو علما دین کا وجود رحمت اور نور ہے کیون نہو کہ وہ
وارث ہین انبیاء علیہم السلام کے اور منجملہ جہالت کے اسباب جہل اور نسیان کا ارتکاب ہے چنانچہ جہالت کا بڑا سبب کاہلی ہے اور کاہلی پیدا ہوتی ہے کثرت بلغم سے اور کثرت
بلغم کی ہوتی ہے بہت پانی پینے سے اور پانی بہت پیا ہوتا ہے بہت کھانے سے تو سبب فساد کثرت اکل ٹھہرا اور تقلیل اکل کا طریقہ یہ ہے کہ قلت اکل کے منافع کی
آدمی غور کرے ازانجملہ ایک فائدہ یہ ہے کہ آدمی تندرست رہتا ہے اور زیادہ کھانیوالا گران تن اور اکثر بیمار ہو جاتا ہے اور بہت کھانیوالا حق تعالی کو ناپسند ہے اور دوسرا
فائدہ قلت اکل کا ایثار ہے یعنی کھانے مین غیر کو مقدم رکھنا اور بہت کھانیوالیکو دوسرے کا کھانا دشوار ہوتا ہے اور منجملہ اسباب نسیان کے معاصی اور کثرت ذنوب کی
اور امور دنیا کی تشویشات اور کثرت اشتغال اور زیادتی علائق کی اور ہرا دھنیا کھانا اور مصلوب کو دیکھنا اور الواح قبور کو پڑھنا اور اونٹون کی قطار مین چلنا اور
زندہ جون زمین پر ڈالنا اور گدی پر پچھنے لگانا اور منجملہ اسباب ورشد حفظ و حافظہ کوشش کرنا ہے اور ہمیشہ اکثر رکھنا اور کم کھانا اور تہجد کی نماز پڑھنا اور قرآن کو دیکھکر پڑھنا
اور بہت درود پڑھنا اور شہد کا پینا اور کندر کو شکر کے ساتھ کھانا اور اکیس مویز منقی کا نہار منھ کھانا اور جو چیز بلغم اور رطوبات کو کم کرے وہ حفظ کو زیادہ کریگی معلم کی
کرنا چاہیے کہ طالب علم کو علم نہین آتا اور نہ اس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے جبتک کہ علم کی اور اہل علم کی اور استاد کی تعظیم اور توقیر کرے اسواسطے کہ کوئی کمال کو نہین پہنچا
مگر حرمت کرنے سے اور کوئی بے نصیب نہین رہا مگر ترک حرمت سے علی مرتضی نے فرمایا کہ مین اسکا غلام ہون جسنے مجھے ایک حرف بتایا چاہے بیچے چاہے
آزاد کرے ہارون رشید بادشاہ نے اپنے فرزند کو اصمعی کے پاس بھیجا تاکہ وہ علم اور ادب سیکھے تو بادشاہ نے ایکدن دیکھا کہ اصمعی وضو کرتے ہین شاہزادہ پانی ڈالتا
ہے تو بادشاہ نے اصمعی پر عتاب کیا اس امر مین اور کہا کہ مین نے اسکو اسواسطے بھیجا ہے کہ آپ اسکو علم اور ادب سکھائیے آپنے اس سے یون کیون نفرمایا کہ ایک ہاتھ
سے پانی ڈالے اور دوسرے ہاتھ سے آپکا پانون دھووے اور منجملہ تعظیم علم کے کتاب کی تعظیم ہے تو طالب علم کو لائق ہے کہ کتاب کو ہاتھ نہ لگاوے بدون طہارت کے شمس الائمہ

سرخسی کو ایک رات اسہال عارض ہوا اور وہ اپنے سبق کی تکرار کرتے تھے تو اس رات کو سترہ بار وضو کیا اسواسطے کہ وہ سبق کی تکرار بدون وضو کے نہ کرتے تھے
وجہ اسکی یہ ہے کہ علم نور ہے اور وضو بھی نور ہے تو علم کا نور وضو سے دوچند ہو جاتا ہے اور منجملہ تعظیم واجب کے یہ ہے کہ کتاب کیطرف پانوں نہ پھیلاوے اور کتاب کی تعظیم
ایک یہ ہے کہ خوشخط واضح لکھے اور بہت باریک نہ لکھے امام اعظم رح نے ایک کاتب کو دیکھا کہ باریک لکھتا تھا تو فرمایا کہ باریک مت لکھ کہ شاید تو زندہ رہا تو پچھتائیگا اور اگر
مرگیا تو تجکو لوگ برا کہینگے یعنی اگر تو پیر ہوگا اور تیری بصارت ضعیف ہوگی تو اس باریک تحریر پر تجکو ندامت ہوگی اور منجملہ تعظیم علم کے ہمسبق بھائیوں کی تعظیم ہے اور چاپلوسی
معیوب چیز ہے مگر طلب علم مین مذموم نہین اسواسطے کہ اُستاد اور ہمسبقون کی چاپلوسی کرنا لائق ہے تاکہ اُنسے فائدہ حاصل ہو کذا فی الطحطاوی مختصراً و قد قیل العلم وسیلۃ الی
کل فضیلۃ اور کہا گیا ہے یعنی علماء مجربین نے فرمایا ہے کہ علم وسیلہ ہے ہر بزرگی اور کمال کا یعنی ترقیات دارین کا سبب ہے العلم یرفع المملوک الی مجالس الملوک علم بلند رتبہ
کرتا ہے غلام کو بادشاہون کی مجالس تک یعنی نہایت حقیر شخص علم کی جلالت شان سے بادشاہون کا مصاحب اور جلیس ہو جاتا ہے لولا العلماء لھلک الامراء اگر
عالم نہوتے تو امیر ہلاک و تباہ ہو جاتے ہم وجہ اسکی یہ ہے کہ امیر خلق اللہ کے حاکم ہین تو اگر فصل خصومات مین علماء دین کی طرف رجوع نکرتے تو گمراہ ہوتے اور عذاب
آخرت مین گرفتار ہوتے باوجود اسکے علماء دین کو لائق نہین امیرونکے پاس جانا آنا دنیاے فانی کے حاصل کرنے کیواسطے عالم کو چاہیے کہ اپنے نفس کو ذلیل نکرے بلکہ
مقسوم پر راضی رہے ہمت کو عالی رکھے لوگون کے مال مین طمع نکرے زمانہ سابق مین دستور تھا کہ اول لوگ پیشہ سیکھتے پھر علم حاصل کرتے تھے تا خلق اللہ کے مال مین طمع کی
مجال باقی نرہے اور جبکہ عالم طامع ہوا تو اسکے علوم کی حرمت باقی نہین رہتی اور وہ حق گوئی سے بھی کینا تا ہے ابن عساکر نے اپنی تاریخ مین انس رض سے حدیث روایت کی کہ
میری امت کی خرابی ہے علماء بدکردار سے اس علم کو تجارت قرار دینگے اسکو بیچین گے اپنے زمانہ کے امیرونسے اپنی منفعت کیواسطے خدا انکی تجارت مین نفع نبخشے اور مروی ہے کہ بدتر
علماء وہین جو امیرونکے پاس جاتے ہین اور بہتر امیر وہ ہین جو عالمون کے دروازون پر آتے ہین اور مروی ہے کہ دو قسم آدمیون مین سے جب آراستہ ہوئے تو سب لوگ آراستہ
ہو جاتے ہین اور جب وہ بگڑے تو سب لوگ بگڑ جاتے ہین علما اور امرا کذا فی الطحطاوی ملتقطا و انما العلم لاربابہ ولایۃ لیس لھا عزل و رسوخ اثبات کے نہین ہے کہ علم صاحبان علم
کیواسطے وہ منصب الٰہی ہے جسکی معزولی نہین یعنی بادشاہ اس منصب کو نہین چھین سکتا ان الامیر ھو الذی یضحی امیرا عند عزلہ ان زال سلطان الولایۃ فھو فی سلطان فضلہ
اصلی امیر وہی ہے جو امیر بنا رہے اپنے معزول ہونیکے وقت اگر قوت منصب کی زائل ہو گئی تو وہ اپنے کمال کی قوت مین ثابت ہے و اعلم ان تعلم العلم یکون فرض عین و ھو بقدر
ما یحتاج لدینہ اور معلوم کر اے مخاطب کہ علم کا سیکھنا فرض عین ہوتا ہے یعنے ہر شخص پر اور فرض عین اسقدر علم ہے جسکی طرف آدمی حاجتمند ہو اپنے دین کے واسطے ہم
تعلیم متعلم مین ہے کہ مسلمان پر ہر علم کا حاصل کرنا فرض نہین بلکہ علم حال کی طلب فرض ہے یعنی آدمی جس حال مین واقع ہو اس حال کا علم سیکھنا فرض ہے مثلاً جسپر نماز
و روزہ فرض ہوا اُسپر صوم و صلوٰۃ کے مسائل کا دریافت کرنا فرض ہے اور اگر مال حاصل ہوا تو زکوٰۃ اور حج کے مسائل کا سیکھنا فرض عین ہے اور سوداگر پہ علم بیوع فرض ہے
بالجملہ جو جس چیز کا شغل رکھتا ہو اُسپر اُسکا علم فرض ہے تاکہ اسمین ارتکاب حرام سے محفوظ رہے اور علم واجب وہ ہے جسقدر سے امر واجب ادا ہو کذا فی الطحطاوی ملخصا و فرض
کفایہ اور علم کا سیکھنا فرض کفایہ ہوتا ہے فرض کفایہ وہ ہے کہ ہر شخص پر فرض نہین بلکہ بعض کا سیکھنا ایک شہر مین سبکی طرف سے کفایت کرتا ہے و ھو ما زاد علیہ لنفع غیرہ
اور فرض کفایہ وہ علم ہے جو اپنی حاجت سے زیادہ ہو غیر کے نفع کیواسطے یعنے ناواقفون کے بتانے کو تاکہ وہ لوگ مہالک اور محرمات سے بچین تو ایک عالم ہر نواحی مین ضرور
ہے کہ عوام مسلمین کو ضروریات دین کے سکھاوے نہین تو عوام ضائع ہونگے و مندوبا و ھو التبحر فی الفقہ و علم القلب اور علم سیکھنا مستحب ہوتا ہے اور مستحب علم تبحر اور نہایت کا حاصل کرنا
ہے فقہ مین اور دل کے علم مین ہم علم قلب سے علم اخلاق مراد ہے یعنی جس علم سے انواع فضائل اور اُنکے حاصل کرنیکی کیفیت معلوم ہو اور اقسام رذائل اور اُنسے بچنے کی کیفیت
دریافت ہو تعلیم متعلم مین ہے اسیطرح فرض ہے علم احوال قلوب چنانچہ توکل اور انابت اور خوف الٰہی اور رضا بالقضا اسواسطے کہ یہ سب احوال مین واقع ہے اور بزرگی اس علم کی کسی پر مخفی
نہین ہے اور اسیطرح اخلاق مین معرفت جود اور بخل اور تکبر اور تواضع اور عفت اور اسراف اور تقتیر وغیرہا کی فرض ہے اسواسطے کہ بخل اور نامردی اور تقتیر حرام ہے اور اس سے بچنا بدون اسکے علم
اور اسکی ضد کے ممکن نہین انتہی تو علم قلب فقہ پر عطف ہے نہ تبحر پر تو مطلب یہ ہوا کہ اصل علم اخلاق فرض ہے اور اسمین تبحر پیدا کرنا مستحب ہے اور اگر تبحر پر عطف کیجیے تو تعلیم متعلم کے

ثابت ہوا یعنی علم منطق مستحب ہے یا نہ ہو قرض ہو مراد ہو یہ علم فلسفہ و شعبدہ و نجوم و رمل و علوم طبائعین والسحر والکہانۃ۔ ہو علم سیکھنا حرام ہو ویہ
اور وہ علم حکما یونانیون کی حکمت ہو اور شعبدہ یعنی دست چالاکی بازیگری مین جانتی ہیں کہ مانند نجوم مراد ہو اور طبائعین کے علوم سے
علم طبیعی اور ریاضی اور کہانت ہو یونانی حکمت ہو اسواسطے حرام ہوئی کہ نہیں ثابت کو قدیم جانتا وغیرہ ذلک من الکفریات والمحرمات و فعل مین اور علم نجوم ہو
قائل ہیں حوادث سفلیہ پر استدلال کرتے ہیں تعلیم متعلم مین ہو کہ نجوم کا علم بمنزلہ مرض کے ہو تو اسکا سیکھنا حرام ہو کیونکہ وہ ضرر ہو نفع نہیں اسلیے کہ قضا و قدر
سے چارہ ممکن ہو تو مسلم کو چاہیے کہ ذکر اللہ اور دعا اور تضرع مین مشغول رہے اور حق تعالی سے عافیت مانگے اسواسطے کہ شاید حق تعالی بلا ٹال دے
اگر بلا مقدر ہو تو ضرور پہونچیگی لیکن اوس کو حق تعالی صبر عطا کریگا دعا کی برکت سے لیکن تعلیم نجوم کا بقدر قبلہ شناسی اور اوقات نماز کے جائز ہو یعنی کہانت یہ ہو کہ
شیاطین سے پوچھا کیے اور وہ اخبار غیب بتاتے ہیں اور یہ جو لوگ علم جفر کو علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کیطرف نسبت کرتے ہیں سو نامعلوم ہو کہ اسکی کچھ اصل نہیں تعلیم متعلم مین
طب کو بیان نہیں کیا لیکن تعلیم متعلم مین یون مذکور ہو کہ طب کا سیکھنا جائز ہو اسواسطے کہ اسباب مین سے ایک یہ بھی سبب ہو تو اسکا سیکھنا جائز ہو اور علم باقی اسباب کی طرح
اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بھی علاج کیا ہو اور امام شافعی رحمۃ اللہ سے منقول ہو کہ العلم علمان علم الابدان وعلم الادیان علم فقہ دین کیواسطے ہو اور علم طب کا
بدن کیواسطے کذا فی الطحطاوی ملتقطا و من فی الفلسفۃ المنطق اور حکمت یونانی مین منطق کا علم داخل ہو یعنی حرام ہو یہ مرقوم ہو حموی محشی اشباہ نے کہا بعض فاضلون نے
کہا کہ مین نے اپنے مذہب کے علما کی کتابون مین تحریم منطق کا قول نہیں دیکھا اگر صاحب اشباہ نے دیکھا تھا تو اسکا نقل کرنا مناسب تھا ابن شافعی مذہب کی کتابون مین اسکی
بہت تصریح ہو اور تنبیہ غمز کو اگر وجہ حرمت قرار دیجیے تو بعید نہیں اور یہ بھی ہو جو منطق سے اشتغال رکھتا ہو وہ غالبا فلسفہ کیطرف مائل ہو جاتا ہو تو منع کرنا اگرچہ سد ذرائع
کے قاعدہ سے المنطق مین وہ نہیں جو شرع مبین کے مخالف ہو اور بعضے فاضلون نے کہا کہ شاید منطق سے مراد فلاسفہ کی منطق ہو نہ اہل اسلام کی منطق اسواسطے کہ اسمین تو
اسلام کے مخالف کوئی چیز نہیں اور امام غزالی رحمہ اللہ نے منطق کو معیار العلوم کہا ہو اور فرمایا کہ جسکو منطق کی معرفت نہیں اسکے علم پر اعتماد نہیں اور بوعلی سینا نے منطق کو
خادم العلوم کہا ہو انتہی طحطاوی نے کہا ظاہر منطق سے وہ منطق مراد ہو جو شبہات اہل اعتزال سے مخلوط ہو تو وہ داخل فلسفہ ہو و من ہذا القسم علم الحرف والموسیقی اور حرام کی
کی قسم سے حرف اور راگ کا علم ہو مصنف شاید کہ علم حرف سے کاف کا حرف مراد ہو جیسے کیمیا کی طرف اشارہ ہو اور اسکی حرمت مین کچھ کلام نہیں کہ اسمین عمر اور مال
دونون برباد ہو جاتے ہیں یا مراد حرف کا جمع کرنا ہو جس سے حرکات پر دلالت خارج ہو اور احتمال ہو کہ علم اسرار حروف مراد ہو وہ فاق اور استخدام وغیر ذلک سے کذا
فی الطحطاوی مین کہتا ہون کہ ظاہر علم حرف سے جفر کا علم مراد ہو کہ اس سے وقائع آیندہ کا استخراج کرتے ہیں نجوم کے مانند اور حالانکہ علم غیب مخصوص بعلام الغیوب ہو
واللہ اعلم دیکرہ ما سوا اشعار المولدین من الغزل والبطالۃ اور مکروہ ہو اور وہ غزل اور بیہودہ گوئی ان شاعرون کی جو عرب مین بعد اسلام کے پیدا ہوئے
ہم مولدہ لوگ ہین جو عرب مین پیدا ہوئے اور حالانکہ وہ عرب کی قوم سے نہیں چنانچہ ابو نواس وغیرہ قاموس مین ہو کہ غنا زنا عبارت ہو عورتون کے ساتھ
بات چیت کرنے سے و مباح اشعارہم التی لا سخف فیہا کذا فی فوائد شتی من الاشباہ والنظائر اور مباح ہو علم مباح یعنی اسکا فعل اور ترک برابر ہو چنانچہ مولدین کے
وہ اشعار جنمین نامعقول مضمون نہین اسی طرح مذکور ہو اشباہ اور نظائر کے فوائد شتی مین ہم مولدین کی قید اسواسطے لگائی کہ انکے اشعار مین اکثر مضامین سخیفہ واہیہ
ہوتے ہین برخلاف عرب خالص کے ابن عباس رض اکثر اشعار عرب کی طرف التفات رکھتے تھے قرآن اور حدیث کے الفاظ پر استدلال کرنے کو کذا فی الطحطاوی
ثم اقول فی مسئلۃ الرباعیات یحصل ان الفقہ ہو ثمرۃ الحدیث پھر صاحب اشباہ نے مسئلہ رباعیات مین کلام طویل نقل کیا اور آخر کا خلاصہ مقصود یہ ہو کہ ثمر فقہ
حدیث کا ثمرہ ہو یعنی احادیث سے مستخرج ہو ولیس ثواب الفقیہ اقل من ثواب المحدث اور نہین ہو فقہ کا ثواب محدث کے ثواب سے کمتر و فیما کل انسان
غیر الانبیاء لم یعلم ما اراد اللہ تعالی لہ وبہ لان ارادتہ تعالی غیب الا الفقہاء فانہم علموا ارادتہ تعالی بہم بحدیث الصادق المصدوق من یرد اللہ بہ خیرا
یفقہہ فی الدین اور اشباہ مین ہو کہ ہر آدمی سوائے انبیا علیہم السلام کے جانتا نہیں ہو کہ اللہ تعالی نے اسکا کیا ارادہ ہو اسکے ساتھ دارین مین اسواسطے کہ

حقتعالی کا ارادہ غیب ہی مگر فقیہ اسکو جانتے ہین اسواسطے کہ وہ جانگئے ہین حقتعالی کے ارادہ کو جو آنکے ساتھ ہی رسول صادق مصدوق کی اس حدیث کی دلیل سے کہ جسکے ساتھ اللہ تعالی خیر کا ارادہ کرتا ہی اسکو دین مین فقیہ کرتا ہی یعنے امر دین مین فہم سلیم عطا کرتا ہی مگر غور کرنا چاہیے کہ فقیہ سے مراد وہ ہی جو مصطلح فقہا ہی یہانتک کہ جو تین مسئلے یاد رکھے وہ بھی فقیہ ٹھہرے یا اصطلاح اصولیون کا فقیہ یعنی مجتہد مراد ہی اور ظاہر مراد وہ ہی جو فقہ مین مشتغل ہی نہ وہ جو فروع قلیلہ کو یاد رکھتا ہو مین کہتا ہون یہ استدلال اسوقت تمام ہی جبکہ لسان شرع مین فقیہ کا اطلاق فقط اسی پر متعین ہو سو یہ کیونکر ہو اسواسطے کہ فقیہ کی تعریف مین اختلاف کثیر واقع ہی یہانتک کہ غزالی رح نے اسکو علم التصوف پر محمول کیا ہی کذا فی الطحطاوی وفیہا کل شی یسال عنہ العبد یوم القیمۃ الا العلم لانہ طلب من نبیہ ان لیطلب الزیادۃ منہ وقل رب زدنی علما فکیف یسال عنہ وراشباہ کے فوائد مین ہی کہ ہر چیز سے بندہ پوچھا جائیگا قیامت کے دن مگر علم سے اسواسطے کہ حقتعالی نے اپنے نبی کریم سے یہ طلب کیا کہ علم کی زیادت طلب کرے بدلیل اس آیت کریمہ کے (وقل رب زدنی علما) یعنے اور کہہ ای میرے پروردگار مجکو زیادہ علم دے سو کیونکر سوال ہوگا علم سے یعنے بعد طلب کے مگر یہ دلیل مدعا کی مفید نہین اسواسطے کہ ہر امر خیر علم ہو یا سوا اسکے شرع مین مطلوب الزیادۃ ہی علامہ ابو سعید نے کہا اس استدلال مین اعتراض ہی اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہی کہ بندے کے دونون قدم قیامت مین نہ ہٹینگے یہان تک کہ اس سے چار چیزون کا سوال ہوگا اسکی عمر سے سوال ہوگا کہ کس امر مین اسکو فنا کیا اور اسکی جوانی سے سوال ہوگا کہ کس مین اسنے کھپائی اور اسکے مال سے سوال ہوگا کہ کونسی چیز سے اسکو حاصل کیا یعنے بوجہ حلال یا حرام اور اسکے علم سے سوال ہوگا کہ اسنے اسمین کیا کیا یعنے علم کے موافق عمل کیا یا نہین وتمام البیان فی الطحطاوی وفیہا اذا سئلنا عن مذہبنا ومذہب مخالفنا قلنا وجوبا مذہبنا صواب یحتمل الخطاء ومذہب مخالفنا خطاء یحتمل الصواب اور اشباہ کے فوائد مین ہی مصفی سے منقول کہ جب ہم سے سوال کیا جائے ہمارے مذہب سے یعنے حنفی مذہب سے اور ہمارے مخالف کے مذہب سے یعنی شافعی یا مالکی یا حنبلی مذہب سے کہ کون مذہب حق ہی فروع مین تو ہم سوال کے جواب مین کہینگے وجوبا یعنے ہمپر واجب ہی یون کہنا کہ ہمارا مذہب صواب ہی یعنے حق ہی مطابق واقع کے احتمال رکھتا ہی خطا کا یعنے چوکنے کا اور ہمارے مخالف کا مذہب خطا ہی محتمل ہی صواب کا میہ جواب اسواسطے متعین ہوا کہ یہ مقلد ہی اور تقلید کسی شخص کی نہین چاہیے اسکو خاطی جانکر اور صواب کا یقین قطعا اسواسطے نکیا کہ اگر قطعی یقین کیا جائے تو مجتہدین کا یہ قول صحیح نہ رہے کہ المجتہد یخطی ویصیب یعنی مجتہد استنباط احکام مین خطا بھی کرتا ہی اور صواب بھی و اسیطرح مخالف کے مذہب کی خطا پر یقین کرلینا جائز نہو خلاصہ مقام یہ ہی کہ یہ کلام نظر بمجتہد ہی یعنی جسطرف ہمارے امام اعظم رح گئے ہین وہ انکے نزدیک صواب ہی مع احتمال الخطاء اسواسطے کہ یہ مجتہد مصیب ہی اور کبھی نفس الامر مین خطا بھی کرتا ہی اور باعتبار ہم مقلدون کے چارون امام حق پر ہین اپنے اجتہاد مین مصیب ہین تو ہر امام کا مقلد یہی عبارت جواب مین کہیگا جبکہ اسکے مذہب سے سوال ہوگا اپنے امام کیطرف سے جسکا وہ مقلد ہی اور یہ مراد نہین ہی کہ ہر مقلد اسکا مکلف ہی کہ دوسرے امام کی خطا کا معتقد ہو اسواسطے کہ ایک امام کی تقلید جائز نہین ہوتی مگر بقدر ضرورت ہونے تقلید کے اور تقلید کی ضرورت یہ ہی کہ مقلد اجتہاد کی لیاقت نہین رکھتا کہ احکام ظنیہ کا استنباط دلائل شرعیہ سے کرسکے تو ایک امام کی تقلید فقط عمل مین کرتا ہی اگر کوئی کہے کہ وہ عمل کے ساتھ اعتقاد کرنے کا بھی مکلف ہی نہین تو ادائے تکالیف مع اعتقاد عدم صحت لازم آتا ہی اسکا جواب یہ ہی کہ یہ لازم نہین آتا ہی اگرچہ مسائل تقلیدیہ کے عدم صحت کا معتقد ہو اور ہم یہ نہین کہتے ہین بلکہ مقلد ظاہرا صواب پر ہی کہ اسنے وہ کیا جو اسپر واجب تھا بدلیل قولہ تعالی (فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون) یعنے اخذ بقول مجتہد جو بموجب اس آیہ کریمہ کے اسپر واجب تھا سو اسنے کیا اور مقلد اسکا مکلف نہین ہی کہ اپنے خلاف مذہب کا تخطیہ کرے یعنے اسکی خطا کا معتقد ہو ایسا ہی خلاصہ کیا ہی ہمارے استاد نے ابن طافرح مکی حنفی کے قول سدید کا کذا فی الطحطاوی عن مفتی الروم ابی سعود واذا سئلنا عن معتقدنا ومعتقد خصومنا قلنا وجوبا الحق ما نحن علیہ والباطل ما علیہ خصومنا اور جب کوئی ہمسے سوال کرے ہمارے عقائد سے یعنے اہل سنت کے عقائد سے اور ہمارے مخالفین کے عقائد سے یعنے معتزلہ اور خارجی اور رافضی کے عقائد سے کہ کون انمین سے حق پر ہی تو ہم جواب مین وجوبا کہین گے کہ مطابق واقع کے حق وہی عقائد ہین جنپر ہم ہین اور باطل مخالف نفس الامر وہ عقائد ہین جنپر ہمارے مخالفین ہین وفیہا العلوم ثلثۃ علم نضج وما احترق وہو علم النحو والاصول اور اشباہ کے فوائد

بین یہ علم جیسی عربی بات ... پختہ ہوا اور تنقیح منا ہو یہ کمال کو نہین پہونچا اور وہ نحو اور اصول کا علم ہے تنقیح اسکی مراد یہ ہے کہ قواعد ... اور قواعد پر جزئیات ... اور ... اور تفصیل اقاویل اور توضیح مشکلات ہوگئی اور احتراق سے مراد یہ ہے ... کہ ... پہونچ ... تقسیم ... اور مراد کمی ... سے احتراق ... اسکے ... فی الحال ... تو علم نحو اور علم اصول کے اندر قواعد مدون ہوگئے لیکن اُنکے ... بہ ... کمال کو نہین پہونچے

... متاخرین مختلف ہین اور ... ہر چند ... پر ... دل ... نحو کی کتابون ... کرتا ہے کہ ذالک ... وعلم ... ولا احترق وہو علم البیان والتفسیر اور ایک علم وہ ہے جو نہ پختہ ہوا اور نہ محترق اور وہ بیان اور تفسیر کا علم ہے علم بیان سے مراد بلاغت کے تینون علم یعنے علم معانی اور بیان اور بدیع ہوتے ہیں ... انضمامات ... کیونکہ علم بیان تو ذوق کی طرف راجع ہے تو اسکی کچھ نہایت نہین کیونکہ آدمی اسمین مختلف ہین اور علم تفسیر کے عدم کمال کی وجہ یہ ہے کہ ... کلام ... مراد ربانی ہے باعتبار معانی اور وجوہ اعجاز اور موقع مناسبات وغیرہ ذالک کے بغیر کوئی محیط نہین ہوسکتا سوا ے علام الغیوب کے سو اسکی نہایت کہان

ہوسکے نتہی ... علم نضج واحترق وہو علم الحدیث والفقہ اور ایک علم وہ ہے جو پختہ ہوا اور کمال کو بھی پہونچ گیا اور وہ علم حدیث اور علم فقہ کا ہے علم حدیث نہایت رتبہ کمال کو پہونچا اسواسطے کہ محدثین نے جزاہم اللہ خیرا اسماء رجال اور اُنکے نسب اور طبقات مین کتابین تصنیف کین اور قوی اور ضعیف اور فاسد الروایۃ اور صحیح الروایۃ کو بیان کردیا اور بعضے ایک لاکھ اور بعضے مین لاکھ حدیثون کے حافظ ہین اور صحابہ کرام مین جو راوی تھے انکو جمع کردیا اور مراد اور احکام کو ہر مجتہد کی فہم کے موافق بیان کیا اور فنون احادیث مین طرح طرح کی کتابین لکھین کوئی حالت منتظرہ باقی نہین رکھی اور فقہ کی تکمیل تو ظاہر ہے کہ مجتہدین نے قرآن اور حدیث مین امعان نظر کرکے بال کی کھال نکالی قواعد مقرر کیے اور اُنپر جزئیات متفرع کیے اور خلائق کے حوادث باوجود انکے اختلافات مراتب کے لکھدیے یا جو ان حوادث پر دلالت کرے بلکہ فقہانے ان امور مین تکلم کیا جو کبھی واقع نہین ہوتے اس تصور سے کہ مبادا اگر ایسا واقع ہو تو مسلمان حیران نہون اور جو جزئی منصوص نہین وہ نادر ہو گیا ہے اور گاہے منصوص بھی ہوتا ہے لیکن ناظر اُسکے محل سے تاسور فہم کا قصور ہے کہ ہر امر فقہ مین مذکور ہے خواہ بنصوص خواہ بہ منطوق کذا فی الطحطاوی ملخصا اگر اہل اسلام انصاف کرین تو حضرت مجتہدین اور فقہا کے احسان کی شکر گزاری سے آپ کو عاجز جانین اللّٰہم فارحم المجتہدین وفقہاء الدین واجزہم

عنا خیر الجزاء یا ارحم الراحمین وقد قالوا الفقہ زرعہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وسقاہ علقمۃ وحصدہ ابراہیم النخعی ودوسہ حماد وطحنہ ابو حنیفۃ وعجنہ ابو یوسف وخبزہ محمد وسائر الناس یاکلون اور البتہ فقیہون نے کہا کہ فقہ کا کھیت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ نے بویا اور علقمہ رح نے اسکو سینچا اور ابراہیم نخعی رح نے اسکو کاٹا اور حماد رح نے اسکو ماندا یعنے اناج جدا کیا بھوسی سے اور ابو حنیفہ رح نے اسکو پیسا اور ابو یوسف رح نے اسکو گوندھا اور محمد بن حسن رح نے اسکی روٹیان پکائین اور باقی لوگ اسکے کھانے والے ہین ہم ابو یوسف اور محمد رح شاگرد ہین ابو حنیفہ رح کے اور ابو حنیفہ رح شاگرد ہین حماد کے اور حماد ابراہیم نخعی کے اور ابراہیم نخعی علقمہ رح کے اور علقمہ عبد اللہ بن مسعود صحابی کے تو خلاصہ یہ ہے کہ اجتہاد اور استنباط احکام کا طریقہ ابن مسعود سے شروع ہوا اور فقہ کی ترقی ہوتی گئی یہانتک کہ امام اعظم رح نے کمال کو پہونچایا اور محمد بن حسن رح نے امام کی روایات کو جمع کرکے فروع کو جمع کیا اور جس قول سے امام نے رجوع کیا اسکو بیان کردیا اور حوادث اُنکے وقت مین بکثرت ہوے تو انھون نے فقہ کو مدون کیا اور کتابین تصنیف کین کہ ایک عالم کو فائدہ حاصل ہوا معلوم کرنا چاہیے کہ فقہ مذکور سے وہ فقہ مراد ہے جو ابو حنیفہ رح کے طریق سے مروی ہے اسواسطے کہ امام مالک رح کی فقہ مروی ہے نافع سے عن ابن عمر اور شافعی کی فقہ مروی ہے امام مالک سے اور احمد بن حنبل کا طریق مروی ہے شافعی سے اور ... فقہ مین تکلم نہین کیا مگر ابن مسعود اور ابو حنیفہ نے وقد نظم بعضہم فقال

الفقہ زرع ابن مسعود وعلقمۃ ٭ حصادہ ثم ابراہیم دواس ٭ نعمان طاحنہ یعقوب عاجنہ ٭ محمد خابز والآکل الناس ٭

اور البتہ بعضے علمانے اسکو نظم کیا ہے کہ جسکا ترجمہ یہ ہے کہ فقہ کو ابن مسعود نے بویا اور علقمہ اسکا کاٹنے والا ہے پھر ابراہیم اسکے گاہنے والا ہے اور نعمان یعنی ابو حنیفہ پیسنے والا ہے اور یعقوب یعنی ابو یوسف رح اسکا گوندھنے والا ہے اور محمد بن حسن روٹی پکانے والا اور لوگ کھانے والے ہین وقد ظہر علمہ بتصانیفہ کالجامعین والمبسوط والزیادات والنوادر حتی قیل انہ صنف فی العلوم الدینیۃ تسعمائۃ وتسعین کتابا اور بے شک محمد بن حسن کا علم ظاہر ہو گیا انکی تصنیفات سے

چنانچہ جامع صغیر اور جامع کبیر اور مبسوط اور زیادات اور نوادر یہانتک کہ کہا گیا ہے کہ البتہ انھون نے دین کے علوم مین نو سو ننانوے کتابین تصنیف کی ہین م جامع صغیر
مین محمد رح روایت کرتے ہین ابو یوسف رح سے اور وہ امام اعظم رح سے اور جامع کبیر مین محمد رح روایت کرتے ہین امام رح سے بلاواسطہ ومن تلامذتہ الشافعی رضی اللہ عنہ تزوج
بام الشافعی وفوض الیہ کتبہ ومالہ فبسببہ صار الشافعی فقیہا اور شافعی محمد بن حسن رح کے شاگردون مین سے ہین اور نکاح کیا تھا شافعی رح کی مان سے اور اپنی کتابین اور
اپنا مال انکو سپرد کیا تھا سو اسی سبب سے شافعی فقیہ ہوگئے م یہ قول ظاہرا اول ہی حلبی نے کہا ہان یہ کہنا صحیح ہے کہ محمد رح کی کتابون سے شافعی رح کو ان مسائل پر اطلاع
ہوئی جنسے انکو قبل اسکے آگاہی نتھی اسواسطے کہ محمد رح سے کثرت سے تخریج مسائل کی ابتدا ہوئی ورنہ شافعی رح تو بغداد کے داخل ہونے اور محمد رح کے ملنے سے پہلے فقیہ
مجتہد تھے اور اجتہاد مطلق کیونکر مستفاد ہوا اس شخص سے جسکو اجتہاد مطلق حاصل نہین انتہی مجتہد مطلق وہ ہے جو اصول و فروع مین دوسرے کا تابع نہو چنانچہ چارون امام
اور مجتہد مقید وہ ہے جو اصول مین دوسرے کا تابع ہو نہ فروع مین چنانچہ ابو یوسف اور محمد اور زفر رحمۃ اللہ علیہم ولقد انصف الشافعی حیث قال من اراد الفقہ فلیلزم
اصحاب ابی حنیفۃ فان المعانی قد تیسرت لہم واللہ ما صرت فقیہا الا بکتب محمد بن الحسن اور بیشتر انصاف کیا ہے شافعی نے جہان یون کہا ہے کہ جو شخص فقہ حاصل
کرنے کا ارادہ کرے سو اسکو چاہیے کہ ابو حنیفہ رح کے شاگردون کا ساتھ نچھوڑے اسواسطے کہ معانی دقیقہ تو انکو آسان اور سہل ہوگئے ہین اور خدا کی قسم ہے کہ مین فقیہ نہین
ہوگیا مگر محمد بن حسن شیبانی کی کتابون سے م یعنی مزید بصیرت فروع فقہیہ مین مجکو حاصل نہین ہوئی مگر انکی کتابون سے کذا فی الحلبی المحشی للدر المختار وقال اسمعیل
بن ابی رجاء رایت محمدا فی المنام فقلت لہ ما فعل اللہ بک قال غفرلی ثم قال لو اردت ان اعذبک ما جعلت ہذا العلم فیک فقلت لہ فاین ابو یوسف قال
فوقنا بدرجتین قلت فابو حنیفۃ قال ہیہات ذلک فی اعلی علیین اور اسمعیل بن ابی رجا نے کہا کہ مین نے محمد بن حسن رح کو خواب مین دیکھا سو اُنسے کہا کہ خدا نے
تمہارے ساتھ کیا کیا انھون نے کہا کہ مجکو بخشدیا پھر حقتعالی نے فرمایا کہ اگر مین تیرے عذاب کرنے کا ارادہ کرتا تو یہ علم تجکو ندیتا پھر مین نے کہا تو ابو یوسف رح کہان ہین
کہا کہ ہمسے دو درجے اوپر ہین مین نے کہا تو ابو حنیفہ رح کہان ہین کہا دور ہین وہ تو علیین کے اوپر ہین م علیین جنت مین بالاتر مکان ہے سو یہ بلندی رتبہ اضافی ہے یعنے
بنسبت صاحبین کے نہ مطلقا اسواسطے کہ انبیا اور صحابہ امام سے قطعا درجہ مین بلندتر ہین کیف وقد صلی الفجر بوضوء العشاء اربعین سنۃ امام کا بلند مرتبہ اس قدر
کیونکر نہو حالانکہ امام نے فجر کی نماز عشا کے وضو سے پڑھی چالیس برس م مسعر بن کدام نے کہا کہ مین امام ابو حنیفہ رح کی مسجد مین گیا تو مین نے دیکھا کہ فجر کی نماز پڑھکے
لوگون کو تعلیم علم کیا کیے یہانتک کہ ظہر کی نماز پڑھی پھر عصر تک تعلیم مین مشغول رہے پھر مغرب تک درس فرماتے رہے پھر اسی طرح عشا تک پھر بعد نماز عشا گھر مین گئے
سو مین نے اپنے دل مین کہا کہ اس مرد کی مشغولی تو یہ ہے مطالعہ کب ہوتا ہوگا مین اسکا تجسس کرونگا جب لوگون کی آمد و رفت بند ہوئی تو امام مسجد مین آئے سو نماز مین قائم
رہے طلوع فجر تک جب صبح ہوئی گھر مین گئے پھر کپڑے پہنکر مسجد مین آئے اور فجر کی نماز پڑھی اور اسیطرح عشا تک تعلیم مین مشغول رہے پھر گھر مین گئے سو مین نے اپنے جی مین کہا
کہ آج رات تو آرام کرینگے آج بھی اسکا تجسس کرونگا جب آمد و رفت بند ہوئی تو مسجد مین آئے اور شب گذشتہ کیطرح نماز مین صبح کے طلوع ہونے تک مشغول رہے پھر گھر مین جاکر کپڑے
پہنکر نماز کے واسطے مسجد مین آئے اور نماز پڑھکر اسیطرح تا عشا تعلیم و ارشاد مین رہے پھر گھر مین گئے تو مین نے کہا کہ آج البتہ آرام کرینگے آج بھی تجسس کرونگا سو اس رات مین بھی
ویسا ہی کیا صبح تک تو مین نے اپنے جی مین کہا کہ مین انکا ساتھ نچھوڑونگا یہانتک کہ انکا انتقال ہو دنیا سے یا میرا سو مین نے انکی ملازمت کی انکی مسجد مین ابن معاذ نے کہا کہ
مسعر بن کدام ابو حنیفہ رح کی مسجد مین مرگئے سجدے کے اندر حفص بن غیاث نے امام ابو حنیفہ رح سے پوچھا کہ طاعت پر تمکو کس چیز نے قوی کردیا کہا کہ مین نے حقتعالی سے دعا کی بواسطے
اُسکے اسماء مطہرہ کے تہجی کے حروف پر اور وہ دعا معتمد مرغزنویہ مین مذکور ہے جلال الدین سیوطی نے تبییض الصحیفہ مین کہا کہ خطیب بغدادی محدث نے حفص بن عبد الرحمن سے روایت
کی کہ مین نے مسعر بن کدام سے سنا کہتے تھے کہ ایک رات مین مسجد مین گیا ایک مرد کو نماز پڑھتے دیکھا مجکو انکی قرات پسند آئی سو اُسنے قرآن کا ساتوان حصہ پڑھا مین نے کہا اب رکوع
کریگا پھر اُسنے تہائی قرآن پڑھا مین نے کہا کہ اب رکوع کریگا پھر اُسنے آدھا قرآن پڑھا سو اسیطرح پڑھتا رہا یہانتک کہ تمام قرآن ختم کیا ایک رکعت مین پھر مین نے جو انکو دیکھا تو وہ
ابو حنیفہ رح تھے اور روایت کی خطیب نے خارجہ بن مصعب سے کہ قرآن کو ایک رکعت مین ختم کیا چار بزرگون نے زمین سے ایک امام ابو حنیفہ ہین اور خطیب نے یحیی بن نصر سے

روایت کی کہ ابو حنیفہ قرآن کو رمضان میں باسٹھ بار ختم کیا کرتے تھے اور خطیب نے حماد بن یوسف سے روایت کی کہ میں نے مسعر بن کدام سے سنا کہتے تھے کہ ابو حنیفہ نے
اپنی نماز عشاء کے وضو سے چالیس برس تک صبح کی نماز پڑھی اور ہر شب قرآن کو ایک رکعت میں پڑھتے تھے اور جس مکان میں انکی وفات ہوئی ستر ہزار بار قرآن کو ختم کیا اور خطیب نے
حماد بن ابی حنیفہ سے روایت کی کہ جب ہمارے والد کا انتقال ہوا تو ہم نے حسن بن عمارہ سے کہا کہ تم انکو غسل دو جب انہوں نے نہلایا تو کہا اللہ تجھ پر رحم
کرے اور تیری مغفرت کرے تو نے افطار نہیں کیا تیس برس سے اور تیری آنکھیں نہیں سوئیں چالیس برس سے اور تو نے اپنے بعد مشقت میں ڈالا اور قاریوں کو
فضیحت کیا اور خطیب نے ابو یوسف سے روایت کی کہ میں چلا جاتا تھا ابو حنیفہ کے ساتھ میں نے سنا ایک مرد دوسرے سے کہتا تھا کہ یہ ابو حنیفہ ہیں کہ رات کو نہیں سوتے
ہیں تو امام نے کہا واللہ لوگ میرا حال وہ کہیں جو میں نہیں کرتا ہوں اور رات کو انکی عادت تھی نماز اور دعا اور تضرع کی کذا فی المعطار وحج خمسا وخمسین حجة
اور امام نے پچپن حج کیے ورأى ربه في المنام مائة مرة وله قصة مشهورة اور اپنے پروردگار عز شانہ کو خواب میں سو بار دیکھا اور روایت کا ایک قصہ مشہور ہے
کہ حافظ نجم الدین غیطی نے وہ قصہ یوں مذکور کیا ہے کہ امام رح نے رب العزت کو خواب میں ننانوے بار دیکھا سو کہا اپنے جی میں کہ اگر اب سو میں بار دیکھونگا تو سوال کرونگا
کہ خلائق اسکے عذاب سے قیامت کے دن کس چیز سے نجات پائیگی کہا امام رح نے پھر میں نے حق سبحانہ تعالی کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا اے پروردگار عز جارک و
جل ثناءک و تقدست اسماءک کس چیز سے نجات پائیگی خلائق تیرے عذاب سے قیامت کے دن تو فرمایا کہ جو صبح و شام یوں کہا کریگا سبحان الابدي الابد سبحان
الواحد الاحد سبحان الفرد الصمد سبحان رافع السماء بغير عمد سبحان من بسط الارض على ماء جمد سبحان من خلق الخلق فاحصاهم عددا سبحان من قسم الرزق
ولم ينس احدا سبحان الذي لم يتخذ صاحبة ولا ولدا سبحان الذي لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا احد وہ شخص میرے عذاب سے نجات پاویگا کذا فی المعطار

وفي حجته الاخيرة استأذن حجبة الكعبة بالدخول ليلا فقام بين العمودين على رجله اليمنى ووضع اليسرى على ظهرها حتى ختم نصف القرآن ثم ركع و
سجد ثم قام على رجله اليسرى ووضع اليمنى على ظهرها حتى ختم القرآن فلما سلم بكى وناجى ربه وقال الهي ما عبدك هذا العبد الضعيف حق عبادتك لكن
عرفك حق معرفتك فهب نقصان خدمته لكمال معرفته فهتف هاتف من جانب البيت يا ابا حنيفة قد عرفتنا حق المعرفة وخدمتنا فاحسنت الخدمة
وقد غفرنا لك ولمن اتبعك ممن كان على مذهبك الى يوم القيمة اور امام رح نے اپنے اخیر حج میں کعبہ شریفہ کے خادموں سے ایک رات داخل ہونے
کی اجازت لی تو کھڑے ہوئے نماز میں بیت اللہ کے دو ستونوں کے درمیان داہنے پاؤں پر اور بایاں پاؤں داہنے کی پشت پر رکھا یہاں تک کہ آدھا قرآن
ختم کیا پھر رکوع اور سجدہ کیا پھر کھڑے ہوئے بائیں پاؤں پر اور داہنا پاؤں اسکی پشت پر رکھا یہاں تک کہ قرآن کو ختم کیا پھر جب سلام پھیرا تو روئے اور
مناجات کی اپنے رب سے اور کہا الہی تیرے اس بندہ ضعیف نے تیری عبادت نہیں کی جیسی کہ تجھکو لائق ہے لیکن تجھکو جانا جیسے کہ تیرے جاننے کا حق ہے
تو اسکی خدمت کے نقصان کو اسکے کمال معرفت کے سبب سے بخشدے یعنی کمال عرفان کو نقصان خدمت کا کفارہ کر تو بیت اللہ کے ایک جانب سے
آواز غیبی آئی کہ اے ابو حنیفہ رح تو نے ہمکو جانا جیسا کہ حق معرفت تھا اور البتہ تو نے ہماری خدمت کی تو خوب ہی خدمت کی اور مقرر ہمنے تجھکو بخشا اور اسکو بخشا
جو تیرا تابع ہوا ان لوگوں میں سے جو تیرے مذہب پر ہیں قیامت تک عم شرنبلالی نے ذکر کیا کہ تراوح افضل ہے نصب قدمین سے تراوح کی حقیقت یہ ہے کہ ایکبار
ایک پاؤں پر اعتماد کرے اور دوسری بار دوسرے پاؤں پر اور یہی محمل ہے امام کے فعل مذکور کا انتہی لیکن یہ احتمال بعید ہے اسواسطے کہ ایک پاؤں کا دوسرے پاؤں کی
پشت پر رکھنا منقول ہے اور ضیاء معنوی میں مذکور ہے کہ ایک پاؤں پر فرائض میں کھڑا ہونا بدون عذر کے مکروہ ہے اور نوافل میں جائز ہے اور حق معرفت کا عرفان
جو مذکور ہوا تو اسکا مطلب یہ ہے کہ امام حق تعالی کی ان صفات کے بالیقین عارف تھے جو اسکے کبریا اور جلال پر دلالت کرتے ہیں اور یہ مراد نہیں کہ کنہ ذات اور
صفات ربانی کے عارف تھے اسواسطے کہ وہ تو محال ہے بدلیل ما عرفناک حق معرفتک اور تابعین امام کی مغفرت کی جو بشارت ہوئی تو اسکا مطلب یہ ہے کہ جو امام کے
مذہب پر چلے یعنی اسکے حلال اور حرام اور فرض اور واجب اور سنت اور مستحب پر موافقت سنت و کتاب عمل کرے اور تعصب باطل اور کجروی سے بچے اور یہ مراد نہیں ہے

کہ جو کہے میں حنفی مذہب ہوں اُسکی مغفرت ہو جائے کذا فی الطحطاوی مختصرا وقیل لابی حنیفۃ بم بلغت ما بلغت قال ما بخلت بالافادۃ وما استنکفت عن الاستفادۃ
اور امام ابوحنیفہ سے کہا گیا کہ کس چیز سے تم اس مرتبہ کو پہونچے کہا کہ میں نے بخل نہیں کیا غیر کے بتانے سے اور نہ عار کی سیکھنے سے ہم امام سے کسی نے ایکبار پوچھا
کہ یہ علم آپ کو کیونکر حاصل ہوا جواب دیا کہ محنت اور شکر گزاری سے حاصل ہوا جب میں نے کسی حکمت اور فقہ کو سیکھا تو میں نے کہا الحمد للہ یعنی خدا کا شکر ہے جسنے مجکو اسکے
فہم کی توفیق دی تو میرا علم اس محنت اور شکر گزاری سے بڑھتا گیا یعنی اسواسطے کہ شکر مزید نعمت کا باعث ہے وقال مسعر بن کدام من جعل ابا حنیفۃ بینہ وبین اللہ رجوت
ان لا یخاف اور مسعر بن کدام نے کہا کہ جو امام ابوحنیفہ رح کو درمیان اپنے اور درمیان حق تعالیٰ کے کرے یعنی اُنکو وسیلہ کرے اور اُنکے مذہب پر چلے میں امید
رکھتا ہوں کہ اُسکو کچھ خوف نہو وقال فیہ ع حسبی من الخیرات ما اعددتہ ٭ یوم القیمۃ فی رضی الرحمن ٭ دین النبی محمد خیر الوری ٭ ثم اعتقادی مذہب النعمان
اور مسعر بن کدام نے امام کی مدح میں کہا کہ کفایت کرتی ہے مجکو قیامت کے دن نیکیوں سے دو چیز جو میں نے تیار کر رکھی ہے رحمن کی رضامندی میں سو وہ چیز
دین ہے نبی محمد کا جو تمام خلق سے بہتر ہیں پھر بعد اسکے میرا اعتقاد نعمان کے مذہب کا یعنے ابوحنیفہ رح ہم مقدمہ غزنوی میں یہ دونوں بیتیں ابو یوسف رح کی
طرف منسوب ہیں تو مسعر نے یہ کہا بطور حکایت عن الغیر کذا فی الطحطاوی مسعر بن کدام استاد ہیں سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ کے کذا فی القاموس اور یہ دونوں
بزرگ اور مجتہد استاد المحدثین ہیں رحمۃ اللہ علیہم وعنہ علیہ الصلوۃ والسلام ان آدم افتخر بی وانا افتخر برجل من امتی اسمہ نعمان وکنیتہ ابوحنیفۃ ہو سراج
امتی اور روایت ہے نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے کہ مقرر آدم نے میرے سبب سے فخر کیا اور میں فخر کرتا ہوں ایک مرد کے سبب سے جو میری امت میں
ہے نام اُسکا نعمان ہے اور کنیت اُسکی ابوحنیفہ ہے وہ میری امت کا چراغ ہے وعنہ علیہ الصلوۃ والسلام ان سائر الانبیاء یفتخرون بی وانا افتخر بابی حنیفۃ
من احبہ فقد احبنی ومن ابغضہ فقد ابغضنی کذا فی التقدمۃ شرح مقدمۃ ابی اللیث اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت ہے کہ تمام انبیاء میرے سبب سے
فخر کرتے ہیں اور میں ابوحنیفہ رح کے سبب سے فخر کرتا ہوں جو اُسکے ساتھ محبت رکھے سو مقرر اُسنے میرے ساتھ محبت رکھی اور جو اُسکے ساتھ دشمنی رکھے سو البتہ
میرے ساتھ دشمنی رکھی اصطلاح یہ دونوں حدیثیں تقدمہ میں مذکور ہیں جو شرح ہے مقدمہ ابو اللیث کی ہم طحطاوی نے کہا اگر کوئی کہے کہ صحابہ کرام یقیناً افضل ہیں
ابوحنیفہ رح سے تو وہ حضرات احق بالافتخار ہیں اسکا جواب یہ ہے کہ ابوحنیفہ رح اُس زمانہ میں موجود ہوے کہ صحابہ کا زمانہ منقطع ہو گیا تھا اور سنت میں کچھ ضعف طاری
تھا تو انکا وجود خلق کیواسطے رحمت ہو گیا اور احکام دینی کے فہم میں نفع عظیم حاصل ہوا قال فی الضیاء المعنوی وقول ابن الجوزی انہ موضوع تعصب لانہ روی
بطرق مختلفۃ ضیاء معنوی میں کہا اور ابن جوزی کا یہ قول کہ حدیث مذکور موضوع ہے یعنے دروغ بستہ ہے تعصب اور ناانصافی ہے اسواسطے کہ روایت اسکی اسناد
مختلفہ سے ثابت ہے ہم ضیاء معنوی مقدمہ غزنوی کی شرح ہے یعنے جبکہ روایت حدیث کی اسانید متعددہ سے ہوئی تو اُسکو موضوع کہنا ناانصافی ہے زیادہ بریں نیست
کہ ضعیف ہے نہ کہ موضوع علاوہ یہ ہے کہ جب ضعیف حدیث کے طرق متعدد ہوئے تو وہ مرتبہ حسن کے قریب ہو جاتی ہے کذا فی الطحطاوی وروی الجرجانی فی
مناقبہ بسندہ لسہل بن عبد اللہ التستری انہ لو کان فی امۃ موسی وعیسی مثل ابی حنیفۃ لما تہودوا ولما تنصروا اور جرجانی نے مناقب نعمانیہ میں اپنے سند
کے ساتھ سہل بن عبد اللہ تستری سے روایت کی کہ اگر امت موسیٰ اور عیسیٰ میں ابوحنیفہ رح کے مانند عقل و دیانت میں کوئی عالم ہوتا تو وہ لوگ یہودی اور
نصرانی نہوتے یعنی دین کی تحریف اور تبدیل نکرتے ومناقبہ اکثر من ان تحصے اور امام اعظم کے مناقب اور فضائل حصر کرنے سے زیادہ تر ہیں یعنی حصر نہیں ہو سکتے
ہم جلال الدین سیوطی شافعی رح نے تبییض الصحیفۃ میں کہا کہ علما نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امام مالک رح کی بشارت دی اس حدیث میں جسکا خلاصہ مطلب
یہ ہے کہ عنقریب لوگ سفر طویل اختیار کرینگے علم کے حاصل کرنے کے واسطے تو مدینہ کے عالم سے کسیکو عالم تر نپاوینگے اور امام شافعی کی بشارت دی اس حدیث
میں جسکا مطلب یہ ہے کہ قریش کو برا نکہو اسواسطے کہ قریش کا عالم طبقۂ زمین کو علم سے بھر دیگا میں کہتا ہوں کہ نبی صلعم نے امام ابوحنیفہ رح کی بشارت دی اس حدیث
میں جسکو ابو نعیم نے حلیہ میں ابو ہریرہ سے روایت کی قال قال رسول اللہ صلعم لو کان العلم بالثریا لتناولہ رجال من ابناء فارس یعنی حضرت صلعم نے فرمایا کہ اگر

العلم ثریا ہوتا تو البتہ چند مرد ابنا فارس سے اسکو پا لیتے اور حدیث ابوہریرہ کی صحیح بخاری اور مسلم میں ان الفاظ سے ہے لو کان الایمان عند الثریا لناله رجال من
فارس لو کان الدین عند الثریا لذہب به رجل من ابناء فارس حتی یتناوله اور طبرانی نے انکی حدیث شیرازی نے ... اور ... نے
قیس بن سعد سے روایت کی ہے پس یہ حدیث صحیح ہے بشارت اور فضیلت میں امام کے ہونے میں غیر موضوع کی کچھ حاجت نہیں انتہی ما قال السیوطی فی تبییض الصحیفہ ... اور روایت کی
خطیب بغدادی شافعی نے روایت کی ابو یحیی حمانی سے کہ میں نے ابو حنیفہ سے سنا کہتے تھے کہ میں نے ایک خواب دیکھا جس سے مجھکو بہت پریشانی ہوئی میں نے دیکھا کہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو کھود رہا ہوں سو میں بصرہ میں گیا میں نے ایک شخص سے کہا کہ محمد بن سیرین سے اس خواب کی تعبیر دریافت کرے تو انہوں نے کہا
یہ مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی احادیث کو پھیلاوے گا اور مشہور کریگا اور خطیب نے ابی وہب بن مزاحم سے روایت کی کہ میں نے عبد اللہ بن مبارک سے
سنا کہتے تھے کہ اگر اللہ تعالی میری فریادرسی نہ کرتا ابو حنیفہ رح اور سفیان رح کے سبب سے تو میں بھی اور لوگوں کی مانند ہوتا اور خطیب نے ... روایت کی
کہ قاسم بن معن بن عبد الرحمن بن عبد اللہ بن مسعود رض سے کہا گیا کہ تم ابو حنیفہ رح کے شاگردوں میں داخل ہوتے ہو ... انہوں نے کہا کسی کی مجلس لوگوں کو
ابو حنیفہ رح کی مجالس سے زیادہ نافع نہیں اور روح بن عبادہ سے روایت ہے کہ میں ابن جریج کے پاس تھا ... کہ ابو حنیفہ رح کی موت کی خبر آئی تو
استرجاع کیا اور کہا الاتی علم ذہب یعنی بہت بڑا علم جاتا رہا اس شخص کے مرنے سے اور خطیب نے ابن ابی ... سے روایت کی کہ عبد اللہ بن مبارک سے کہا
جب سفیان رح اور ابو حنیفہ رح جمع ہوں تو انکے آگے کون شخص فتوی دیسکتا ہے اور کہتے تھے کہ جب یہ دونوں بزرگ کسی مسئلہ پر اتفاق کریں تو وہی قوی ہے ...
نے کہا کہ جب تو آثار یا حدیث کا قصد کرے تو سفیان رح اور جبکہ تو ان دقائق اور موشگافیوں کا ارادہ کرے تو ابو حنیفہ رح اور خطیب نے محمد بن سعد کاتب سے روایت
کی کہ میں نے عبد اللہ بن داود سے سنا کہتے تھے کہ اہل اسلام پر اپنی نمازوں میں ابو حنیفہ رح کے واسطے دعا کرنا واجب ہے کیونکہ انہوں نے لوگوں کے واسطے سنن اور فقہ کو محفوظ کیا
اور خطیب نے احمد بن محمد بلخی سے روایت کی کہ میں نے شداد بن حکیم سے سنا کہتے تھے کہ میں نے ابو حنیفہ رح سے زیادہ تر عالم نہیں دیکھا اور اسمعیل بن محمد فارسی سے روایت
کی کہ میں نے مکی بن ابراہیم سے سنا کہتے تھے کہ ابو حنیفہ رح اپنے اہل زمانہ میں سب سے زیادہ تر عالم تھے اور خطیب نے یحیی بن معین سے روایت کی کہ میں نے یحیی بن سعید
قطان سے سنا کہتے تھے کہ ہم دروغ نہیں کہتے ہیں ہم نے ابو حنیفہ رح کی رائے سے بہتر نہیں سنا اور انکے اکثر اقوال کو ہم نے لیا ہے اور خطیب نے سلیمان بن ربیع سے روایت
کی کہ میں نے مکی بن ابراہیم سے سنا کہتے تھے کہ میں علماء کوفہ کی مجلس میں بیٹھا سو انمیں سے کسی کو ورع یعنی متقی تر ابو حنیفہ رح سے نہیں دیکھا اور خطیب نے علی بن حفص بزاز سے
روایت کی کہ حفص بن عبد الرحمن تجارت میں امام کے شریک تھے سو انہوں نے حفص بن عبد الرحمن کے پاس کپڑے بیچنے کو بھیجا ... اور
اطلاع کی کہ فلانے فلانے کپڑے میں نقصان ہے جب بیچنا تو مشتری کو اسکا عیب بتا دینا سو حفص نے اسکو بیچا اور مشتری سے اسکا عیب بتانا بھول گئے جب ابو حنیفہ رح
کو یہ حال معلوم ہوا تو تمام مال کی قیمت خیرات کر دی کذا فی الطحطاوی عن السیوطی ہم جب عبد اللہ بن مبارک اور ابن جریج اور عبد اللہ بن داود اور شداد بن حکیم اور یحیی بن سعید
اور مکی بن ابراہیم وغیرہم اہل اجتہاد و رجال حدیث اور محدثین کے استاد ہیں انکے اقوال مستندہ مذکورہ سے زیادہ عالم اور زیادہ پرہیزگار ہونا اپنے وقت میں امام ابو حنیفہ
کا ثابت ہوا تو بالیقین معلوم ہو گیا کہ صحیحین کی حدیث مذکور (لو کان العلم بالثریا لناله رجال من فارس) کا محل صحیح امام اعظم اور انکے اصحاب ہیں کیونکہ اہل فارس میں انسے
زیادہ تر کوئی عالم عالی فہم وفقیہ درس نہیں ہوا تو امام کے واسطے یہ بشارت اور فضیلت عظیم الشان ہے و صنف فیہا سبط ابن الجوزی مجلدین کبیرین وسماہ الانتصار
لامام ائمة الامصار اور ابن جوزی محدث کے پوتے نے مناقب امام اعظم میں دو مجلد بڑے بڑے تصنیف کیے اور اسکا نام رکھا الانتصار لامام ائمة الامصار
یعنی پیشوایان بلاد کے پیشوا کے لیے انتقام لینا امام کو امام الائمہ اسواسطے کہا کہ انکا اجتہاد سب مجتہدین مشہورین سے مقدم ہے اور باب اجتہاد کا دروازہ انہیں نے
کھول دیا کما لا یخفی علی العلماء و صنف غیرہ اکثر من ذلک اور اسکے سوا اور علماء نے انکے فضائل اور مناقب میں اس سے زیادہ بہت کچھ تصنیف کیا بعض مختصر
ہیں اور بعض مبسوط والحاصل ان ابا حنیفة النعمان من اعظم معجزات المصطفی بعد القرآن اور حاصل کلام یہ ہے کہ بیشک امام ابو حنیفہ رح نعمان معجزات

معجزات مصطفوی مین سے قرآن کے بعد بڑا معجزہ ہے ہم معجزہ کہا امام کو اسواسطے کہ انکی خبر دی قبل اُنکے وجود کے اُن احادیث مین جو مذکور ہو چکین عنقریب اسواسطے کہ احادیث علم ثریا امام اعظم پر قطعًا محمول ہین بخلاف عالم قریش کی حدیث کے کہ اُسکو بعضون نے ابن عباس پر محمول کیا ہے اور عالم مدینہ کی حدیث کو اور علماء مدینہ پر محمول کیا ہے بخلاف حدیث مذکور کے کہ اُسکا کوئی محمل واقعی صحیح نہین سوا ہے ابوحنیفہ اور اُنکے اصحاب کے اور یہان معجزات سے مراد معجزات حقیقیہ نہین ہین اسواسطے کہ معجزہ وہ ہے جو مقترن بتحدی ہے بلکہ معجزات سے مراد کرامات ہین کذا فی الطحطاوی و حسبک من مناقبہ اشتہار مذہبہ ما قال قولا الا اخذ بہ امام من الائمۃ الاعلام او راما م کے مناقب سے تجکو کفایت کرتا ہے اُنکے مذہب کا مشہور ہونا امام نے کوئی قول ایسا نہین کہا جسکو کسی امام نے ائمہ اعلام سے نہ لیا ہو ہم اخذ سے مراد موافقت ہے اجتہاد مین نہ تقلید اسواسطے کہ ایک مجتہد دوسرے مجتہد کی تقلید نہین کرتا و قد جعل اللہ الحکم لاصحابہ و اتباعہ من زمنہ الی ہذا الایام الی ان یحکم بمذہبہ عیسیٰ علیہ السلام اور البتہ حق تعالیٰ نے ٹھہرایا ہے حکم شریعت اور سیاست کا تصرف مین امام کے اصحاب اور اتباع کے امام کے زمانے سے ان دنون تک تا اینکہ امام کے مذہب کے موافق عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام حکم کرینگے ہم یعنے احکام مذہب حنفی کے روم اور توران کی سلطنت مین تا زمان شارح بلکہ اب تک جاری ہین اور یہ جو کہا کہ حضرت عیسیٰ بھی اسی مذہب کے موافق عمل کرینگے سو حلبی محشی نے اسکا مطلب یون بیان کیا ہے کہ حضرت مسیح اجتہاد کرینگے اور انکا اجتہاد ابوحنیفہ کے اجتہاد کے موافق پڑیگا لیکن شافعیہ توافق اجتہاد شافعی کے مدعی ہونگے انتہی اور سید احمد طحطاوی حنفی نے بعد نقل کلام حلبی کے کہا مین کہتا ہون کہ جماعت حنفیہ کو ایسے الفاظ موہمہ بولنا ہرگز لائق کہ ایسے امور سے منقبت نہین مذمت قائل کی ثابت ہوتی ہے ذخائر مہمات کے مصنف نے صاحب اشاعت سے نقل کیا کہ بعضے جاہل حنفیون نے دعویٰ کیا کہ عیسیٰ اور مہدی دونون بزرگ مذہب حنفی کے مقلد ہونگے اور ملا علی قاری حنفی نے اپنی کتاب المشرب الوردی فی مذہب المہدی مین اسکو خوب رد کیا ہے اور امام مہدی کو مجتہد مطلق کہا ہے لیکن صاحب فتوحات اُنکے اجتہاد کے منکر ہین کیونکہ انکو احکام شریعت کے خدا کی طرف سے تعلیم ہونگے بواسطۂ ملک اور تمام دلائل استحالۂ تقلید اُن حضرات کے یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نبی معصوم ہین مطلقًا اور امام مہدی معصوم ہین احکام مین اور ابوحنیفہ رح مجتہد ہین اور مجتہد کبھی یخطی و یصیب ہے لہذا صاحبین نے اکثر ثلث احکام سے انکا خلاف کیا ہے تو کیونکر تقلید کرے وہ شخص جو معصوم ہے کبھی خطا نہین کرتا اُس شخص کی جسکی صفت یخطی و یصیب ہے سلسلۂ کلمات جاہلون کا فرط تعصب و عناد سے کچھ نہین مگر ابوحنیفہ رح کی تفضیل اگرچہ بے اصل چیز سے ہو گو وہ کلام مؤدی الی الکفر ہو اور ان جاہلونکو علم نہین امام اعظم رح کے اُن فضائل جمیلہ سے کا جنکین علماء محققین نے کتابین تصنیف کی ہین وہذا انھون نے اُس کذب اور افترا کو پسند کیا ہے جس سے اللہ اور اُسکا رسول راضی نہین بلکہ خود ابوحنیفہ رح راضی نہین اور اگر ابوحنیفہ رح ایسے افترا کو سنتے تو قائل کے کفر کے قائل ہوتے امام کے دوستونکو اُنکے فضائل واقعیہ کافی ہین اثبات تفضیل کے واسطے ایسے اقاویل کاذبہ کی حاجت نہین جنسے تنقیص انبیاء علیہم السلام کی لازم آوے فانا للہ وانا الیہ راجعون تو اے مخاطب تو اپنے اوپر اتباع سنت غرا لازم کر کہ وہ پناہ ہے جو اپرکی سے اور سپر ہے سہام شیطانی سے اور چھوڑ تعصب اور ناحق جانب داری کو کہ وہ باب عظیم ہے ابواب شیطانیہ سے کذا فی الطحطاوی انتقادًا ہم حاشیۂ طحطاوی مین ملحدین کی جوڑی ایک حکایت طویل منقول ہے خلاصہ اُسکا یہ ہے کہ احکام شرعی کو خضر علیہ السلام نے ابوحنیفہ رح سے تیس برس مین حاصل کیا پھر تین سال مین ابوالقاسم قشیری کو تعلیم کیا اُنھون نے مذہب حنفی مین ہزار کتابین تصنیف کین اور صندوقین بند کرکے نہر جیحون مین امانت رکھین جب عیسیٰ علیہ السلام قریب قیامت کے نزول کرینگے تو انکی کتابونکو نکال کر اُنکے موافق عمل کرینگے ملا علی قاری اور صاحب اشاعت نے اس دروغ بیفروغ کو بتفصیل تمام رد کیا ہے خوف تطویل سے اتنے پر اختصار کیا جو اسکی تفصیل کا طالب ہو وہ طحطاوی کی طرف رجوع کرے اعوذ باللہ من الافراط والتفریط ع دوستی بے خرد خود دشمنی ست ۔ وہذا یدل علی امر عظیم اختص بہ من بین سائر العلماء العظام اور یہ یعنے وفور مناقب مذکورہ اس امر عظیم پر دلالت کرتا ہے جو مخصوص با مام ہے باقی علماء عظام کے مابین سے کیف لا وہو کالصدیق رضی اللہ عنہ لہ اجرہ و اجر من دون الفقہ والف و فرع احکامہ علی اصولہ العظام الی یوم الحشر والقیام امام مین العلماء کیونکر مخصوص بامر عظیم نہ ہو حالانکہ امام تو صدیق کے مانند ہے اسکو اپنی ذات کے عمل کا ثواب ہے اور اُس شخص کے برابر ثواب ہے جسنے فقہ کو

اور ان مدونکیا اور فقہ کے مسائل کو ترتیب کے ساتھ منظم کیا حضرت نے قیامت تک جتنے مدون کرینگے ان سب سے پہلے انہون نے مدون کیا اور انکی تصدیق کی
پہنچایا ان سب کو ثواب ہوا پہلے ہے جیسا کہ ثواب کے برابر صدیق کو ثواب ملیگا سو اسطے کہ حدیث ہے جو کوئی نیک طریقہ جاری کرے
تو اسکو بھی اور جو شخص اس پر عمل کرے اسکے برابر ثواب ملیگا جیسا کہ حدیث ہے اسیطرح امام ابوحنیفہ نے اول مدون فقہ کی اور تخریج کی
مجتہدین کے برابر ثواب حاصل ہوگا خوارزمی نے مسند میں کہا کہ امام نے سب سے پہلے علم شریعت کو مدون کیا اور ابواب پر مرتب کیا اور پیچھے امام مالک نے
انہیں کی طرح اختیار کیا اس باب میں ابوحنیفہ سے کسی نے سبقت نہیں کی اسواسطے کہ صحابہ اور تابعین نے علم شریعت میں ابواب کرکے کوئی تصنیف نہیں کی
بلکہ اپنے حافظہ پر اعتماد رکھا سو امام نے جب علم کو منتشر دیکھا اور متاخرین کے سوء حفظ سے ڈرے کہ مبادا علم ضائع ہو جائے تو مدون کیا اور ابتدا کی
طہارت سے پھر صلوۃ سے پھر باقی عبادات سے پھر معاملات سے پھر مواریث پر ختم کیا کذا فی الطحطاوی وقد اقتدیٰ بمذہبہ کثیر من اولیاء الکرام ممن اتصف بالمجاہدۃ
وخاض فی میدان المشاہدۃ کابراہیم بن ادہم وشقیق البلخی ومعروف الکرخی وابی یزید البسطامی وفضیل بن عیاض وداود الطائی وابی حامد اللفاف وخلف
بن ایوب وعبد اللہ بن المبارک ووکیع بن الجراح وابی بکر الوراق وغیرہم ممن لا یحصیٰ لعدہ ان یستقصیٰ کس طرح ممتاز ہوا اور جملات حال تک
امام کے مذہب کے تابع اور مقلد ہوتے آئے ہیں اکثر اولیائے کرام ان حضرات میں سے جو متصف بمجاہدات ہوئے ہیں اور موصوف بہ تیزروی میدان مشاہدہ
چنانچہ ابراہیم ادہم اور شقیق بلخی اور معروف کرخی اور ابویزید بسطامی اور فضیل بن عیاض اور داود طائی اور ابوحامد لفاف اور خلف بن ایوب اور
عبداللہ بن مبارک اور وکیع بن جراح رحمہم اللہ تعالیٰ اور انکے سوا جنکا شمار نہایت دشوار ہے فلو وجدوا فیہ شبہۃ ما اتبعوہ ولا اقتدوا ولا وافقوہ سو اگر یہ اولیا
کاملین امام میں کچھ شبہہ پاتے تو انکے تابع اور مقتدی نہوتے اور نہ انکی موافقت کرتے یہ حقیقت مذہب امام کی ایک یہ بھی دلیل ہے کہ ارباب کشف اور شہود
انکے تابع اور مقتدی ہیں وقد قال الاستاذ ابو القاسم القشیری فی رسالتہ مع صلابتہ فی مذہبہ وتقدمہ فی ہذہ الطریقۃ سمعت الاستاذ ابا علی الدقاق یقول انا
اخذت ہذہ الطریقۃ من ابی القاسم النصرآبادی وقال ابو القاسم انا اخذتہا من الشبلی وہو اخذہا من السری السقطی وہو من معروف الکرخی وہو من
داود الطائی وہو اخذ العلم والطریقۃ من ابی حنیفۃ اور مقرر کہا ہے استاد ابوالقاسم قشیری نے اپنے رسالہ قشیریہ میں باوجود انکی صلابت کے اپنے مذہب
میں یعنی مذہب شافعی میں اور باوجود انکے مقدم ہونے کے اس طریقہ تصوف میں کہ میں نے سنا استاد ابوعلی دقاق سے وہ کہتے تھے کہ میں نے یہ طریقہ لیا
ابوالقاسم نصرآبادی سے اور ابوالقاسم نے کہا کہ میں نے اسکو لیا شبلی سے اور شبلی نے لیا سری سقطی سے اور سری سقطی نے لیا معروف کرخی سے اور معروف
کرخی نے لیا داود طائی سے اور داود طائی نے علم اور طریقہ تصوف کا لیا ابوحنیفہ رح سے علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں کہا کہ عبدالکریم ابوالقاسم قشیری مفسر
فقیہ نحوی اور لغوی اور ادیب اور کاتب اور شاعر جامع تھے انواع محاسن کے ایسا کامل شخص دیکھنے والوں نے نہیں دیکھا شافعی مذہب تھے ۳۷۶ ہجری
میں پیدا ہوئے حدیث کی سماعت کی حاکم وغیرہ سے اور خطیب وغیرہ نے انسے روایت کی اور بہت تصانیف انکے مشہور ہیں اور ۴۶۵ ہجری میں وفات پائی
کذا فی الطحطاوی وکل منہم اثنی علیہ واقر بفضلہ فعجبا لک یا اخی الم تکن لک اسوۃ حسنۃ فی ہؤلاء السادۃ الکبار اکانوا متہمین فی ہذا الاقرار والافتخار وہم ائمۃ
ہذہ الطریقۃ وارباب الشریعۃ والحقیقۃ اور ہر ایک نے ان اکابر سے ثنا کی ہے امام پر اور انکی فضیلت کا اقرار کیا ہے سو تعجب کرتا ہوں تجھسے اے بھائی کیا
تجھکو نیک پیروی نہ تھی ان بزرگون میں کیا انپر تہمت ہونے کا گمان تھا اس اقرار اور افتخار میں اور حالانکہ وہ حضرات امام اور پیشوا ہیں اس طریقہ
تصوف اور رہروی کے اور وہ شریعت اور حقیقت والے لوگ ہیں یہ شارح کا یہ خطاب ان لوگون سے ہے جو امام کے امر میں منکر یا متردد ہیں ومن
بعدہم فی ہذا الامر فلہم تبع وکل ما خالف ما اعتمدوہ مردود ومبتدع اور جو اہل کمال کہ ان حضرات کے بعد ہیں وہ شریعت اور طریقت اور حقیقت
میں انکے تابع ہیں اور جو بات کہ ان بزرگون کی سمجھ بوجھ کی مخالف ہو وہ مردود اور ایجاد ناپسند ہے وبالجملۃ فلیس ابوحنیفۃ فی زہدہ وورعہ وعبادتہ

وعلمہ وفہمہ مشارک اور حاصل کلام اور قول مجمل یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رح کے زہد اور تقوی اور عبادت اور علم اور فہم مین دوسرا کوئی شریک نہین یعنی بے نظیر تہے
وما قال فیہ ابن المبارک ع لقد زان البلاد ومن علیہا ✲ امام المسلمین ابو حنیفۃ ✲ اور منجملہ اُن مدائح کے جو عبداللہ بن مبارک نے امام کی مدح مین کہا ہے
یہ ابیات ہین البتہ زینت دی شہرون کو اور شہر والون کو مسلمانون کے امام ابوحنیفہ نے ع باحکام وآثار وفقہ ✲ کآیات الزبور علی الصحیفۃ ✲ زینت دی
بسبب احکام شرعی اور احادیث وفقہ کے جیسے زبور کی آیات ورق پر مرقوم ہین ع فما فی المشرقین لہ نظیر ✲ ولا فی المغربین ولا بکوفۃ ✲ سو نہین ہے دونون
مشرق مین اسکا نظیر اور نہ دونون مغرب مین اور نہ کوفہ مین م دونون مشرق یعنے ایک جاڑے کی مشرق اور دوسری گرمی کی مشرق اسی طرح دو مغرب کو
دریافت کرنا چاہیے مراد اس سے تمام دنیا ہے ع یبیت مشمرا سہر اللیالی ✲ وصام نہارہ للہ خیفۃ ✲ رات کاٹتا ہے امام دامن چڑھائے یعنے مستعد عبادت راتون
مین جاگتا اور دن مین روزہ رکہتا ہے اللہ کے خوف سے م چالیس برس تمام رات کی بیداری کی اور اس سے پہلے نصف شب کی اور تیس برس برابر روزہ
رکہا کذا فی الطحطاوی ع فمن کابی حنیفۃ فی علاہ ✲ لامام الخلیقۃ والخلیفۃ ✲ سو کون ہے ابوحنیفہ رح کے مانند بلند رتبگی مین امام خلق کا اور بادشاہ کا ع رأیت
العائبین لہ سفاہا ✲ خلاف الحق مع حجج ضعیفۃ ✲ دیکہا مین نے اسکے عیب کرنے والون کو بیوقوفی امر حق کے مخالف دلائل ضعیفہ کے ساتھ ع وکیف یحل
ان یوذی فقیہ ✲ لہ فی الارض آثار شریفۃ ✲ اور کیونکر حلال ہو اُس فقیہ کا ایذا دینا جسکے آثار شریفہ زمین مین ثابت ہین ع فقد قال ابن ادریس مقالا ✲
صحیح النقل فی حکم لطیفۃ ✲ سو البتہ محمد بن ادریس رح شافعی نے ایک قول صحیح النقل کہا ہے لطیف حکمتون مین ع بان الناس فی فقہ عیال ✲ علی فقہ الامام
ابی حنیفۃ ✲ امام شافعی رح کا وہ قول یہ ہے کہ تمام لوگ فقہ مین عیال ہین یعنے بال بچے ہین امام ابوحنیفہ رح کی فقہ کے م خطیب نے ربیع سے روایت کی
کہ مین نے شافعی سے سنا کہتے تھے الناس عیال علی ابی حنیفۃ فی الفقہ یعنی لوگ ابوحنیفہ رح کے عیال ہین فقہ مین اور خطیب نے حرملہ بن یحیی سے روایت کی کہ
مین نے محمد بن ادریس شافعی رح سے سنا کہتے تھے کہ لوگ ابوحنیفہ رح کے عیال ہین فقہ مین ابوحنیفہ انہین ہے جسکو فقہ کی توفیق دی گئی کذا فی الطحطاوی عن تبییض الصحیفۃ
للسیوطی الشافعی ع فلعنۃ ربنا اعداد رمل ✲ علی من رد قول ابی حنیفۃ ✲ سو لعنت ہمارے رب کی بقدر شمار ریت کے اُسپر جو ابوحنیفہ رح کے قول کو رد کرے
م حلبی نے کہا مراد یہ ہے کہ جو ابوحنیفہ رح کے قول کو رد کرے اُنکو حقیر جانکر اُنکے اجتہاد کا منکر ہو اسواسطے کہ ائمۂ اجتہاد بعضون کے قول کو ہمیشہ رد کرتے رہے ہین
اور وہ اسپر مستحق ثواب ہین اسوجہ سے کہ اُنھون نے نصرت حق کی اپنے گمان کے موافق واللہ اعلم کو یدین کہتا ہے اعلم بما علی من حط قدر ابی حنیفۃ انتہی طحطاوی
نے کہا جو امام کے قول کو رد کرے بصفت متقدمہ تو اسکا غایت رتبہ یہ ہے کہ وہ حرام کا مرتکب ہوا حالانکہ مرتکب حرام پر لعنت نہین بلکہ کافر مخصوص پر بھی لعنت
جائز نہین کہ شاید اسکا خاتمہ بخیر ہو ہان مطلق کفار پر لعنت جائز ہے لنتھے مین کہتا ہون یواقیت ملتمعہ مین زکریا قزوینی کی کتاب آثار البلاد سے ابیات عبداللہ بن
مبارک نے نقل کی ہین لیکن لعنت کے بیت اُسمین نہین تو اغلب کہ یہ بعض متعصبین کے ملحقات سے ہے اسواسطے کہ علم اور ورع ابن مبارک سے ایسی بیباکی
نہایت مستبعد ہے واللہ اعلم وقد ثبت ان ثابتا والد الامام ادرک الامام علی بن ابی طالب فدعا لہ ولذریتہ بالبرکۃ اور مقرر یہ بات ثابت ہے کہ امام اعظم رح کے
والد ماجد یعنی ثابت نے امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کو پایا یعنی اُنکی خدمت مین حاضر ہوئے سو آپ نے ثابت اور انکی اولاد کیواسطے
برکت کی دعا کی م حافظ جمال الدین نے کتاب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال مین احمد بن عبداللہ بن شاذان مروزی سے روایت کی کہ میرے والد نے
اپنے والد سے روایت کی کہ مین نے اسمعیل بن حماد بن ابی حنیفۃ سے سنا کہتے تھے کہ مین اسمعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن النعمان بن مرزبان ہون
مرزبان اہل فارس احرار کے فرزندون سے قسم خدا کی ہم مین رقیق کسی کا مملوک ہونا واقع نہین ہوا میرا جد یعنی امام اعظم رح پیدا ہوا ہجری اسی برس مین اور اُسکا
باپ اُسکو لیگیا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے پاس اور وہ صغیر تھا سو آپ نے دعا کی برکت کی اُسکے واسطے اور اُسکی اولاد کے واسطے اور ہم اس
دعا کی قبولیت کی امید رکھتے ہین کذا فی الیواقیت الملتمعۃ فی مناقب الائمۃ الاربعۃ طحطاوی نے اس قول کو خطیب کی روایت سے تمام سند کے ساتھ نقل کیا

ع پیٹے اسپر جو قدر امام اعظم کی ناقص کرے ۱۲ منہ

اور نہیں مخفی ہے کہ ولادت امام کی سنہ ہجری میں ثابت ہے اور وفات سہل کی جو صحابی ہیں سنہ ہجری میں اسی سال سے پہلے ہے یعنی ہیں ان کا مرنا تو امام کو سہل کا ملنا متصور ہی
نہیں ہیں وہم ہے کسی راوی کا ثابت کا جانا اور انکی اولاد کے واسطے دعا کرنا البتہ ثابت ہے قوله ان ابا حنیفۃ سمع الحدیث من سبعۃ من الصحابۃ
رضی اللہ عنہم اخرجہ المفتی ناقوری یا الیس عمر فیشر من صحابیا لما ابنا لی او لی البنیا اور یہ قول صحیح ہے کہ ابوحنیفہ رح نے سات صحابیوں سے
حدیث سنی چنانچہ اسکو منیۃ المفتی میں شرح ہے اور بیس صحابیوں کا زمانہ پایا عمر کے حساب سے چنانچہ ضیاء معنوی کے اوائل میں مذکور ہے امام سیوطی نے
تبییض الصحیفہ میں کہا امام ابومعشر عبدالکریم بن عبدالصمد طبری مقری شافعی نے ایک جزء تالیف کیا امام ابوحنیفہ رح کی روایت میں چند صحابیوں سے
انتہی ابن حجر نے کہا اسواسطے کہ ابوحنیفہ رح پیدا ہوئے کوفہ میں سنہ ہجری میں اور وہاں اسوقت عبداللہ بن ابی اوفی صحابی موجود تھے بالاتفاق اور
انس بن مالک صحابی تھے اسواسطے کہ وہ سنہ ہجری میں یا بعد اسکے مرے اور ابن سعد نے بسند قابل اعتبار روایت کی کہ ابوحنیفہ رح نے انس کو دیکھا اور
ان دونوں صحابیوں کے سوا اور اصحاب شہروں میں زندہ تھے تو ابوحنیفہ رح اس اعتبار سے طبقۂ تابعین میں داخل ہیں اور ائمہ معاصرین ابوحنیفہ رح کو یہ
مرتبہ حاصل نہیں چنانچہ اوزاعی کو شام میں اور حمادین کو بصرہ میں اور ثوری کو کوفہ میں اور مالک کو مدینہ میں اور مسلم بن خالد زنجی کو مکہ میں اور لیث بن سعد کو
مصر میں انتہی ما قال السیوطی الشافعی اور خوارزمی حنفی نے مسند امام میں کہا کہ علما متفق ہیں کہ امام نے اصحاب رسول اللہ صلعم سے روایت کی لیکن انکے عدد میں
اختلاف ہے بعضوں نے کہا چھ مرد اور ایک عورت سے روایت کی اور بعضوں نے پانچ مرد اور ایک عورت سے اور بعضوں نے کہا سات مرد اور ایک
عورت سے سو پہلے قول پر انس بن مالک اور عبداللہ بن انیس اور عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی اور جابر بن عبداللہ اور عبداللہ بن ابی اوفی اور واثلہ
بن اسقع اور عائشہ بنت عجرد رضوان اللہ علیہم ہیں اور ثالث قول پر معقل بن یسار زائد ہیں اور ثانی قول پر جابر اور معقل داخل نہیں اور بہر قول ہیں ابوالطفیل نکو
نہیں گنا انتہی کذا فی الطحاوی شیخ عبدالحق دہلوی نے شرح سفر السعادت اور اسکے حاشیہ منہیہ میں کہا کہ عبداللہ بن ابی اوفی نے کوفہ میں سنہ یا سنہ میں انتقال کیا اور
انس بن مالک نے بصرہ میں سنہ یا سنہ یا سنہ ہجری میں وفات پائی اور سہل بن سعد ساعدی نے مدینہ میں سنہ یا سنہ میں انتقال کیا اور ابوالطفیل نے سنہ ہجری
میں وفات پائی چنانچہ جامع الاصول میں ہے صاحب جامع الاصول نے کہا کہ ابوحنیفہ رح کی ملاقات صحابہ سے اور حدیث کی روایت انسے ارباب نقل کے نزدیک ثابت
نہیں اور ابوحنیفہ رح کے اصحاب کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ رح نے چند صحابہ کو پایا اور انسے روایت کی انتہی میں کہتا ہوں واقع میں عقل کے حساب سے یہ بات بہت دور ہے کہ
رسول کریم کے اصحاب امام کے زمانہ میں موجود ہوں اور انکی ملاقات کا قصد نکریں باوجودیکہ ہونا امام کا اور جانا امام کا ان شہروں میں جہاں صحابہ تھے ثابت ہے
اور بیس برس کی مدت امام کی زندگی سے زمانہ صحابہ میں گذری اسواسطے کہ سو برس کے آخر تک وجود صحابہ کا ثابت ہے تو اصحاب ابوحنیفہ رح کا قول حق ہے جو
کہتے ہیں کہ امام نے جماعت صحابہ کو پایا انتہی ما قال الدہلوی ہم حق بجانب حنفیہ ہے روایۃ اور درایۃ کی راہ سے اسواسطے کہ حنفیہ ملاقات اور روایت کے مثبت ہیں اور
ایک جماعت نافی حالانکہ یہ قاعدہ اہل علم میں مسلم ہے کہ مثبت کا قول نافی پر مقدم ہے اور اثبات کچھ فقط حنفیہ میں منحصر نہیں بلکہ طبری شافعی اور ابن حجر شافعی اور
جلال الدین سیوطی شافعی کے بجانب اثبات یا تجویز کے ہیں نہ بجانب انکار واللہ اعلم تو امام کا تابعی ہونا باعتبار زمانے کے بالاتفاق ثابت ہوا اور باعتبار
ملاقات اور روایت کے عند التحقیق وقد ذکر العلامۃ شمس الدین محمد ابو النصر بن عرب شاہ الانصاری الحنفی فی منظومتہ الالفیۃ المسماۃ بجواہر العقائد ودرر
القلائد ثمانیۃ من الصحابۃ ممن یروی عنہم الامام الاعظم ابوحنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ وعلیہم اجمعین اور تحقیق ذکر کیا علامہ شمس الدین محمد ابو النصر بن عرب شاہ
انصاری حنفی نے اپنے منظومۃ الفیہ میں جسکا نام جواہر عقائد اور درر قلائد ہے آٹھ صحابیوں کو جنسے روایت کی امام اعظم ابوحنیفہ رح نے خدا کی رحمت
ہو امام پر اور ان سب پر جیسا کہ قال ع معتقدا مذہب عظیم الشان + ابی حنیفۃ الفتی النعمان + التابعی سابق الائمۃ + بالعلم والدین سراج الامۃ
جمعا من اصحاب النبی ادرکا + اثرہم قد اقتفی وسلکا + طریقہ واضحۃ المنہاج + سالما من الضلال الداجی + علامہ مذکور نے جس نظم میں

یہ کہا ہے کہ مین کہتا ہون معتقد ہو کر عظیم الشان کے مذہب کا یعنی ابو حنیفہ رح جو انمردِ نعمان کا جو تابعی ہے مقدم سب اماموں سے علم اور دین مین امت محمدی
چراغ ایک جماعت کو نبی کے اصحاب سے اُسنے پایا بیشک اُنکا پیرو ہو گیا اور چلا وہ طریقہ جسکی راہ کھلی ہے سالم ہے تاریک گمراہی سے ۵ روی
عَنْ اَنَسٍ وَجَابِرٍ ۞ وَابْنِ اَبِيْ اَوْفٰي كَذا عَنْ عَامِرٍ ۞ اور تحقیق روایت کی امام نے انس اور جابر اور عبداللہ بن ابی اوفی سے اور اسیطرح عامر سے
عم تبییض الصحیفہ مین عامر کے بدلے معقل بن یسار مذکور ہے خوارزمی نے کہا کہ عامر سے روایت کرنے مین کلام ہے اسواسطے کہ عامر کا انتقال ہوا معاویہ کی بادشاہت
مین اور معاویہ کا انتقال ہوا سنہ ۶۰ ہجری مین پھر کیونکر اُنکی روایت مقصود رہو کذا فی الطحطاوی سے ۵ اَعْنِيْ اَبَا الطُّفَيْلِ ذا ابْنَ وَاثِلَةَ ۞ وَابْنَ اُنَيْسٍ الْفَتٰى وَوَاثِلَةَ
مراد عامر سے وہ ابو الطفیل ہے جو واثلہ کا بیٹا ہے اور روایت کی عبداللہ بن اُنیس جوانمرد سے اور واثلہ بن اسقع سے ۵ عَنِ ابْنِ جَزْءٍ قَدْرَوَي الْاِمَامُ ۞ بِنْتِ عَجْرَ
اَي التَّمَامُ ۞ روایت کی امام نے عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی سے اور عائشہ بنت عجرد سے اسی پر آٹھ کا شمار تمام ہوا ابن جزء بفتح جیم و سکون زا معجمہ
ہمزہ وہ عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی ہے امام اعظم رح سے مروی ہے کہ مین نے اپنے والد کے ساتھ سنہ ۹۶ ہجری مین حج کیا تو مین نے قریب کعبہ حلقہ دیکھا مین نے
والد سے کہا کہ یہ کیا ہے جواب دیا کہ اسمین ایک صحابی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ حدیث بیان کرتا ہے تو مین نے جا کر سنا کہتا تھا قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اِعَانَةُ الْمُسْلِمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰي كُلِّ مُسْلِمٍ یعنی وہ صحابی ابن جزء زبیدی تھے اور امام کے مسند مین خوارزمی نے ابن جزء سے اس حدیث کی روایت کی ہے مَنْ
تَفَقَّهَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ كَفَاهُ اللّٰهُ هَمَّهٗ وَرَزَقَهٗ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ) ابن شاہین نے کہا سماعت امام رح کی جابر بن عبداللہ سے صریح وہم ہے کیونکہ جابر باتفاق روایات ستر او
چند سال مین مر گئے اور اسی تک زندہ نہین رہے جسمین امام پیدا ہوتے انتہی اسکا جواب یون ممکن ہے کہ بعض اہل تاریخ کے نزدیک امام کی ولادت سنہ ۶۱ ہجری مین ہے
تو بموجب اس قول کے سات یا نو برس کی عمر مین سماع حدیث ممکن ہے کذا فی الطحطاوی ملخصًا وَتُوُفِّيَ بِبَغْدَادَ قِيْلَ فِي السِّجْنِ لِيَلِيَ الْقَضَاءَ وَلَهٗ سَبْعُوْنَ سَنَةً بِتَارِيْخِ خَمْسِيْنَ وَمِائَةٍ
اور امام نے وفات پائی بغداد مین ایک سو پچاسوین سال ہجری مین اور انکی عمر ستر برس کی تھی بعضون نے کہا بندی خانہ مین انتقال کیا اسواسطے محبوس ہوئے
تھے کہ عہدۂ قضا کو قبول کرین ام ابن خلکان وغیرہ مورخین نے کہا کہ ابو حنیفہ سنہ ۸۰ ہجری مین پیدا ہوئے اور ستر برس زندہ رہے اور سنہ ۱۵۰ ہجری مین وفات پائی
اور بعضون نے کہا ستر مین اور بعضون نے کہا اکہتر مین پیدائش ہے لیکن پہلا قول صحیح تر ہے پیدا ہوئے صحابۂ کرام کے زمانہ مین اور فقیہ ہوئے تابعین کے زمانہ
مین رجب یا شعبان مین انتقال ہوا قید خانہ مین اور قضا کا منصب قبول نہ کیا اور مقبرۂ خیزران مین دفن ہوئے کذا فی الیواقیت شہرستانی کے ملل اور نحل مین
مذکور ہے کہ منصور دوانقی نے امام کو اسواسطے قید کیا تھا کہ اُنھون نے محمد بن عبداللہ بن حسن بن علی سے بیعت کی تھی یعنی حسن بن علی بن ابی طالب رض کے پرپوتے
سے بیعت کی تھی طحطاوی نے کہا ممکن ہے کہ عدم قبول قضا اور بیعت اہل بیت دونون سبب ہوئے ہون محبوس کرنے کے قِيْلَ وَيَوْمَ تُوُفِّيَ وُلِدَ الْاِمَامُ الشَّافِعِيُّ
رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَعُدَّ مِنْ مَنَاقِبِهٖ بعضون نے کہا کہ جسدن امام ابو حنیفہ رح نے وفات پائی اُسی دن امام شافعی رح پیدا ہوتے تو یہ ابو حنیفہ رح یا شافعی رح کے مناقب
مین شمار کیا گیا ام امام اعظم کی منقبت اسواسطے ہوئی کہ حق تعالی نے اس جہان کو ایسے امام کے مانند سے خالی نہ رکھا کذا فی الطحطاوی اور شافعی رح کی منقبت یہ
ہوئی کہ ایسے کامل کے خلیفہ ٹھیرے وَقَدْ قِيْلَ الْحِكْمَةُ فِيْ مُخَالَفَةِ تَلَامِيْذِهٖ اَنَّهٗ رَاَي صَبِيًّا يَلْعَبُ فِي الطِّيْنِ فَحَذَّرَهٗ عَنِ السُّقُوْطِ فَاَجَابَهٗ بِاَنْ احْذَرْ اَنْتَ مِنَ السُّقُوْطِ
لِاَنَّ فِيْ سُقُوْطِ الْعَالِمِ سُقُوْطَ الْعَالَمِ فَحِيْنَئِذٍ قَالَ لِاَصْحَابِهٖ اِنْ تَوَجَّهَ لَكُمْ دَلِيْلٌ فَقُوْلُوْا بِهٖ فَكَانَ كُلٌّ يَاْخُذُ بِرِوَايَةٍ عَنْهُ وَيُرَجِّحُهَا وَهٰذَا مِنْ اِحْتِيَاطِهٖ وَوَرَعِهٖ وَعِلْمِهٖ
بِاَنَّ الْاِخْتِلَافَ مِنْ اٰثَارِ الرَّحْمَةِ فَمَهْمَا كَانَ اَكْثَرَ كَانَتِ الرَّحْمَةُ اَوْفَرَ كَمَا قَالُوْا اور البتہ کہا گیا ہے کہ شاگردان امام کے مخالفت مین حکمت یہ ہے کہ امام اعظم رح نے
ایک لڑکا کھیلتے دیکھا کیچڑ مین سو اُسکو ڈرایا رپٹ پڑنے سے سو لڑکے نے امام کو جواب دیا کہ تم رپٹ پڑنے سے بچو اسواسطے کہ عالم کے رپٹنے سے تمام جہان کا
رپٹنا ہے تو اُسوقت سے امام نے اپنے شاگردون سے کہا کہ اگر تمھارے سامنے دلیل آوے یعنے اگر دلیل شرعی کتاب اور سنت سے تمیز ظاہر ہو تو اُسپر عمل کرو تو ہر
شاگرد امام کی ایک روایت کو لیتا تھا اور اسکو ترجیح دیتا تھا یعنے اُسکو قوی کرتا تھا اور دلیل سے اور یہ اجازت خلاف کرنے کی امام کی نہایت احتیاط اور تقوی سے ہے

اور یہی اجماع منعقد ہوا [illegible] تلامذہ مجتہدین کو خلافت [illegible] بدلیل رحمت اُن کی شاگردوں سے [illegible] [illegible]
[illegible] ثانی [illegible] قول [illegible] امام نے [illegible] شان [illegible] قرون کی [illegible] نسبت [illegible] ہیں مسئلہ
فقہ میں [illegible] منقول ہے [illegible] مشہور ہے کہ امام نے چار ہزار استادوں کی علما تابعین سے شاگردی کی اور فقہ [illegible]
[illegible] زبان سے فتوی دیا [illegible] شخصوں نے اجازت دی تو کوفہ کی جامع مسجد میں مجلس کے اندر بیٹھے اور ہزار شاگرد امام [illegible]
سے [illegible] شاگرد تھے جو رتبہ اجتہاد کو پہنچے تھے سو انکو اپنا مقرب کیا اور کہا کہ تم میرے ماندان اور غمگسار ہو میں نے اس فقہ کے گھوڑے
کو تمھارے واسطے تیار کر دیا ہے [illegible] لگام [illegible] سو تم میری مدد کرو واسطے کہ لوگوں نے مجھکو جہنم کا پل بنایا ہے غیر لوگ پار ہوتے ہیں اور بوجھ میری پیٹھ
پر ہے پس تو کیا تقلید سے نجات [illegible] مواخذہ [illegible] ہوگا اگر عرق ریزی اجتہاد میں کچھ تساہل ہوگا تو امام رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ جب کوئی واقعہ پیش
آتا تو مجتہد شاگردوں سے مشورہ اور مناظرہ اور گفتگو کرتے اور ان سے پوچھتے اور جو احادیث اور آثار شاگردوں کے پاس ہوتے اور جو آپ کو معلوم تھے
اُستاد فرماتے اور مجتہد شاگرد امام سے مہینا مہینا بھر بلکہ زیادہ رد و بدل اور مناظرہ کرتے یہاں تک کہ آخر کو ایک بات ٹھہر جاتی تو اس قول محقق کو ابو یوسف
رحمہ اللہ ثابت کرتے یعنی لکھتے یہاں تک کہ تمام اصول فقہ کو اسی طرح شوری کر کے ثابت کیا امام اعظم رح اور اماموں کی طرح بذات خود مستقل نہیں ہوئے تھے
روایۃ [illegible] اختلاف [illegible] رحمت کہنا ثابت ہے اس حدیث سے کہ اختلاف امتی رحمۃ اور بحر الرائق میں تتارخانیہ سے یوں منقول ہے اختلاف ائمۃ
الہدی توسعۃ للناس کذا فی الطحطاوی وفی رسم المفتی یہ نشانی ہر مفتی کے واسطے یعنی اب وہ علامات مذکور ہوتے ہیں جو مفتی کو فتوی دینے پر دلالت کریں جمہور علما
کے نزدیک مفتی مجتہد ہے بحر الرائق میں تتارخانیہ سے منقول ہے کہ ابو یوسف رح نے کہا کہ فتوی دینا حلال نہیں مگر مجتہد کو اور محمد رح نے فتوی دینا جائز رکھا ہے اگر
مرد کا صواب اسکی خطا سے زیادہ ہو اور بیجانی سے منقول ہے کہ شہر کے بڑے عالم کو ترک فتوی جائز نہیں فتح القدیر میں کہا ہے کہ اہل اصول کی رائے اسپر مستقر
ہو گئی ہے کہ مفتی وہی مجتہد ہے اور غیر مجتہد جو مجتہد کے اقوال یاد رکھتا ہو وہ مفتی نہیں ہے تو غیر مجتہد پر واجب ہے کہ جب اس سے کوئی مسئلہ پوچھے تو وہ مجتہد کے قول کو
بطریق حکایت نقل کرے تو معلوم ہوا کہ جو ہمارے زمانہ میں فتوی دیتے ہیں وہ درحقیقت فتوی نہیں ہے بلکہ وہ نقل ہے مفتی کے کلام کی تاکہ مستفتی اسپر عمل
کرے اور نقل فتوی کی دو صورتیں ہیں یا ناقل کے پاس سند ہو اس امر میں یا ناقل نے وہ مسئلہ لیا ہو اس کتاب معروف سے جو متداول ہے محمد بن حسن کی کتابوں
سے اور مانند انکے اور تصنیفات مشہورہ سے اسواسطے کہ کتاب معروف بمنزلہ خبر متواتر یا مشہور کے ہے انتہی کذا فی الطحطاوی اعلم ان المتفق علیہ اصحابنا فی الروایۃ
الظاہرۃ عنہم یفتی بہ قطعا یہ معلوم کر کہ جسپر ہمارے اصحاب یعنی امام اعظم رح اور انکے صحاب متفق ہو گئے اس روایت میں جو ظاہر ہے انسے تو مفتی اسکا فتوی
دے یقینا اور ظاہر الروایۃ کی قید لگائی اسواسطے کہ ظاہر الروایۃ کے سوا اور روایات مرجوع عنہا ہیں یعنی مطرح ہیں یا غیر مشہور و نامعتبر ہیں اور ظاہر الروایۃ
کی کتابیں زیادات اور سیر اور مبسوط اور جامع صغیر اور جامع کبیر ہیں محمد بن حسن کی تصنیفات سے اور ظاہر الروایۃ کے معنی یہ کہ اُسکی روایت امام اعظم
اور انکے اصحاب سے ظاہر ہے ثقات اور معتمدین کے نقل کرنے سے نقل خواہ بتواتر ہو یا بشہرت کذا فی الطحطاوی متون فقہ جیسے وقایہ اور قدوری وغیرہا بھی
ظاہر الروایۃ ہیں اسواسطے کہ امام محمد کی کتب مذکورہ سے مستخرج ہیں واختلف فیما اختلفوا فیہ والاصح کما فی السراجیۃ وغیرہا انہ یفتی بقول الامام علی
الاطلاق اور جس میں اختلاف کیا گیا ہے جس میں ہمارے اصحاب مختلف ہیں اور صحیح تر قول جیسا کہ سراجیہ وغیرہا میں ہے یہ ہے کہ فتوی دیا جاوے امام اعظم رح کے
قول پر یعنی ہر طرح اگرچہ دوسرے کی دلیل قوی ہو ثم بقول الثانی ثم بقول الثالث ثم بقول زفر والحسن بن زیاد پھر اگر امام اعظم رح کا قول نہو تو ابو یوسف رح کے
قول پر فتوی دیا جاوے پھر محمد رح کے قول پر فتوی دیا جاوے پھر زفر اور حسن بن زیاد کے قول پر فتوی دیا جاوے طحطاوی نے کہا یہ صورت باقی رہی کہ اگر
صاحبین رح متفق ہوں اور امام اعظم رح منفرد ہوں سو بعضوں نے کہا ہے کہ مفتی مختار ہے چاہے صاحبین رح کے قول پر فتوی دے چاہے امام صاحب کے قول پر

انتہی قاضی خان کے فتاوی مین ہو کہ درصورت اختلاف اگر امام کے ساتھ ابو یوسف رح اور محمد رح ہین تو دونون کے متفق قول پر فتوی دیا جائے کیونکہ دونون مین
وفور شرائط اور راوی ثواب کا استجماع ہو اور اگر صاحبین کا قول امام کے مخالف ہو تو اگر انکا اختلاف بوجہ اختلاف عصر اور زمان کے ہو چنانچہ قضا بظاہر عدالت
تو صاحبین کا قول مفتی لے اور مزارعت اور معاملات مین اور انکے مانند مین بھی صاحبین رح کے قول کو اختیار کرے کیونکہ متاخرین کا اسپر اجماع ہو اور اسکے سوا لے
مین بعضون نے کہا کہ مفتی مجتہد مختار ہو اور عبد اللہ بن مبارک نے کہا کہ فقط امام کا قول لے اور مجتہد یعنی مجتہد مقید کی تعریف مین اختلاف ہو بعضون نے کہا کہ
جو دس سوالات کے جواب مین آٹھ سوال کا جواب ٹھیک دے اور دو جوابون مین چوک جائے وہ مجتہد ہو اور بعضون نے کہا کہ اجتہاد کے واسطے حفظ مبسوط اور
معرفت ناسخ اور منسوخ اور محکم اور ماول کی اور لوگون کے عادات اور عرف کا علم ضرور ہو انتہی ما فی الخانیۃ وصحح فی الحاوی القدسی قوۃ المدرک اور حاوی قدسی
مین قوت دلیل کی تصحیح کی ہو مدرک بصیغہ اسم مفعول بمعنی دلیل ہو اور یہ قول ترتیب سراجیہ کے مخالف ہو طحطاوی نے کہا یعنی جس قول کی دلیل قوی تر ہو یعنی امام
کا قول ہو یا ابو یوسف رح یا محمد رح کا وہی قول مقدم ہو اور وجہ توفیق ان دونون مختلف قولون مین یہ ہو کہ جس شخص کو قوت دلیل فی ادراک کی طاقت ہو وہ قول
قوی المدرک پر فتوی دے اور نہین تو سراجیہ کی ترتیب مقدم پر فتوی دے وفی وقف البحر وغیرہ متی کان فی المسئلۃ قولان مصححان جاز القضاء والافتاء باحدہما
اور کتاب الوقف بحر الرائق وغیرہ مین ہو کہ جب ایک مسئلہ مین دو قولون کی تصحیح واقع ہوئی تو ان دونون قولون مین سے ایک قول پر قاضی کو حکم دینا اور مفتی کو
فتوی دینا جائز ہو ہم طحطاوی نے کہا ظاہر عبارت اسپر دلالت کرتی ہو کہ جب دو قول کی تصحیح ہوئی خواہ تصحیح بلفظ اصح کی ہو دونون مین یا بلفظ صحیح کی یا ایک مین
اصح کا لفظ ہو اور دوسری مین صحیح کا ہر صورت ایک قول پر قضا اور افتا جائز ہو وفی اول المضمرات اما العلامات للافتاء فقولہ وعلیہ الفتوی وبہ یفتی وبہ ناخذ
وعلیہ الاعتماد وعلیہ عمل الیوم وعلیہ عمل الامۃ وہو الصحیح او الاصح او الاظہر او الاشبہ او الاوجہ او المختار ونحوہا مما ذکر فی حاشیۃ البزدوی انتہی اور مضمرات کے
اول مین ہو کہ فتوی دینے کے علامات بارہ الفاظ ہین علیہ الفتوی سے مختار تک اور مانند ان الفاظ کے جو حاشیہ بزدوی مین مذکور ہین انتہی ما فی المضمرات
ہم الفاظ مذکورہ کا ترجمہ یون ہو وعلیہ الفتوی اور اسی قول پر فتوی ہو وبہ یفتی اور اسی قول کا فتوی دیا گیا وبہ ناخذ اور اسی کو ہم لیتے ہین وعلیہ الاعتماد اور اسی
قول پر اعتماد ہو وعلیہ عمل الیوم اور اسی پر عمل ہو آج کے دن کا وعلیہ عمل الامۃ اور اسی پر امت کا عمل ہو وہو الصحیح اور یہی قول صحیح ہو او الاصح یا صحیح تر ہو او الاظہر یا
ظاہر تر ہو او الاشبہ یا بحق مشابہ تر ہو او الاوجہ یا موجہ تر ہو او المختار یا پسندیدہ تر ہو اور ان الفاظ کے مانند وعلیہ عمل الیوم وبہ جری العرف وہو المتعارف وبہ
اخذ العلماء قال شیخنا الرملی فی فتاواہ وبعض الالفاظ آکد من بعض فلفظ الفتوی آکد من لفظ الصحیح والاصح والاشبہ وغیرہا ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اپنے
فتاوے مین کہا اور بعضے الفاظ فتوی کے موکد تر ہین بعض سے تو فتوی کا لفظ موکد تر ہو صحیح اور اصح اور اشبہ وغیرہا کے الفاظ سے چنانچہ احوط اور اظہر سے ہم وجہ تاکید
ہو کہ فتوی جاری نہین ہوتا مگر اس امر کے سبب سے جو مقتضی ہو فتوی کا چنانچہ انبانی یا آکدیت اور لفظ فتوی ہو اسکے حروف اصلیہ مراد ہین کسی صیغہ مین پائے جائین کذا فی
زیادہ موکد ہونا ۱۲
الطحطاوی ولفظ وبہ یفتی آکد من الفتوی علیہ اور بہ یفتی کا لفظ موکد تر ہو الفتوی علیہ کی لفظ سے اسواسطے کہ تقدیم مفعول سے حصر ثابت ہوتا ہو اور یہی حال لفظ علیہ
الفتوی کا الفتوی علیہ سے موکد تر ہو والاصح آکد من الصحیح والاحوط آکد من الاحتیاط انتہی اور اصح کا لفظ موکد تر ہو صحیح کے لفظ سے اور احوط کا لفظ موکد تر ہو احتیاط کے
لفظ سے انتہی قول الرملی ظاہر اسم تفضیل کے سب صیغون کا یہی حکم ہو قلت لکن فی شرح المنیۃ للحلبی عند قولہ لا یجوز مس المصحف الا بغلافہ وتعارض الامامان معتبران بعبارۃ
ہما بالصحیح والاصح فالاخذ بالصحیح اولی لانہما اتفقا علی انہ صحیح والاخذ بالمتفق اوفق فلیحفظ شارح نے کہا مین کہتا ہون لیکن حلبی کی شرح منیہ مین ماتن کے اس قول کے
پاس کہ جائز نہین مصحف کا چھونا مگر اسکے غلاف کے ساتھ یہ قول ہو کہ جب مقابل اور مختلف ہون ترجیح اقوال مین دو امام معتبر اسطرح کہ ایک امام کہے کہ یہ قول صحیح
ہو اور دوسرا امام کہے کہ یہ قول اصح ہو تو صحیح پر عمل کرنا اولی ہو اسواسطے کہ دونون امام نے اس قول کے صحیح ہونے پر اتفاق کیا یعنی اور اصحیت مین اتفاق نہین بلکہ
ایک امام کا انفراد ہو اور حالانکہ قول متفق علیہ پر عمل کرنا موافق تر باحتیاط ہو تو اس استدراک کو یاد رکھنا ثم رایت فی رسالۃ آداب المفتی اذا ذیلت بروایۃ فی کتاب

[margin:] ... عمل ہو آج ... کا عرف ... اور دری ... اور مروج ہو ... ہمارے علماء نے ... ۱۲

مستفتی کا اعتبار ... و دیتی ... ونفلہ ان یفتی بما ذکر ... ما اتفقا علیہ پھر ترتیب نے کہا ہے ... اب ادنی میں جب کسی قسم میں روایت ذیل امام مع
ایکی روایت کے جب لکھا ہو کہ یہی حق ہے یا اولی یا ارفق ہے اور روایات ثابت کے بنا پر ہے وجہ و واجبہ تو مفتی کو اختیار ہے کہ جس روایت پر فتوی دے روایت کے مخالف
دوسری روایت پر بھی فتوی دے سکتا ہے دونون مین سے جس پر چاہے اسواسطے کہ اسم تفضیل سے یہ دلالت کرتا ہے کہ مقابل اسم التفضیل کا بھی صحیح ہے کذا فی العقود وفی
دار اوقات ... و بہ یفتی و علیہ الفتوی لم یفت بخلافہ اور جبکہ روایت کے بعد صحیح یا الاخذ بہ یا بہ یفتی یا علیہ الفتوی لکھا ہو تو اسکی مخالف روایت کا
فتوی نہ دے اسواسطے کہ صحیح کا مقابل ضعیف اور ماخوذ بہ کا مقابل غیر ماخوذ بہ اور بہ یفتی و علیہ الفتوی کا مقابل غیر مفتی بہ ہے الا اذا کان فی الہدایۃ مثلا ہو الصحیح
وفی الکافی بخلافہ ہو الصحیح فیخیر و یختار الاقوی عندہ والالیق والاصلح انتہی ملخصا مگر جبکہ ہدایہ مین روایت کے ذیل مین ہو الصحیح ہو اور کافی مین اسکے مخالف روایت
کی ذیل مین ہو الصحیح ہو تو مفتی مخیر ہے اور وہ اس روایت کو اختیار کرے جو اسکے نزدیک قوی تر اور لائق تر اور صالح تر ہو انتہی وفی الرسالۃ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
ہم تو یہی ترکا اختیار کرنا حاوی قدسی کی عبارت سابقہ پر مبنی ہے یعنی درصورت اختلاف قوت دلیل کا اعتبار ہے کذا فی الطحطاوی حاصل ما ذکرہ الشیخ قاسم فی تصحیحہ
انہ لا فرق بین المفتی والقاضی الا ان المفتی مخبر عن الحکم والقاضی ملزم بہ اور جو شیخ قاسم نے اپنی تصحیح میں ذکر کیا ہے اسکا حاصل مطلب یہ ہے کہ کچھ فرق نہین درمیان
مفتی اور قاضی کے یعنی بموجب تفصیل مذکور کے قاضی بھی انھین علامات افتا پر عمل کرے مفتی کے مانند مگر اتنا فرق ہے کہ مفتی حکم شرعی کا بتا دینے والا ہے اور
قاضی حکم مذکور کا لازم کرنے والا ہے بحالت حبس اور تعزیر کے اگر کوئی عمل نکرے اور انکو اختیار ہے اقامت حدود و قصاص کا کذا فی الطحطاوی وان الحکم
والفتیا بالقول المرجوح جہل و خرق للاجماع اور یہ کہ قاضی کا حکم کرنا اور مفتی کا فتوی دینا مرجوح قول پر جہالت اور اجماع کا پھاڑنا ہے یعنی حرام اور باطل ہے قول مرجوح
چنانچہ صاحبین رحمہ کے قول پر عمل کرنا حالانکہ اس قول کی تصحیح نہین ہوئی یا انکی وجہ کی تقویت نہین ہوئی اور سادل بابطلان ہے ظاہر الروایۃ کے مخالف پر فتوی
دینا بلا ثبوت تصحیح اور اسی طرح قول مرجوع عنہ پر فتوی دینا کذا فی الحلبی وان الحکم الملفق باطل بالاجماع اور یہ کہ حکم ملفق یعنی ملا جلا چند مذاہب سے ایک حکم مرکب
کرنا بالاجماع باطل ہے چنانچہ وضو مین ایک سر کے بال کا مسح کیا بمذہب شافعی رحمہ پھر مقتدی ہو کر نماز پڑھی فاتحہ چھوڑ کے بموجب مذہب امام اعظم رحمہ کے کذا
فی الطحطاوی شافعی رحمہ مذہب پر نماز اسواسطے نہوئی کہ فاتحہ پڑھنا واجب تھا سو اسنے ترک کیا اور حنفی مذہب پر اسواسطے نہوئی کہ وضو کا فرض ترک ہوا یعنی چوتھائی
سر کا مسح تو کسی مذہب پر نماز درست نہوئی وان الرجوع عن التقلید بعد العمل باطل اتفاقا وہو المختار فی المذہب اور یہ کہ پھرنا تقلید سے عمل کر چکنے کے
بعد بالاتفاق باطل ہے اور یہی قول مختار ہے مذہب مین ہم مثلا قاضی حنفی نے ثبوت نکاح بغیر شہود مین امام مالک رحمہ کی تقلید کی پھر اس تقلید سے رجوع کرنے کا
قصد کیا یعنی چاہا کہ اپنے مذہب کے موافق زوج پر عدم لزوم مہر کا حکم کرے تو یہ اسکو جائز نہین معلوم کرنا چاہیے کہ یہ مطلب نہین ہے کہ یہان جواز تقلید کا
مطلقا نفی ہے بلکہ اسی صورت مذکورہ مین اسواسطے کہ یہان تقلید مذکور کے پھرنے سے غیر کا ضرر لازم آتا ہے اور اسکو دریافت کرنا چاہیے کہ حنفی کو
مثلا شافعی کی تقلید کرنا ایک مسئلہ مین عبارت ہے شافعی رحمہ کے قول پر عمل کرنے سے باوجود باقی رہنے کے اپنے مذہب پر اسی مسئلہ مین یہانتک کہ اگر اسی
مسئلہ خاص مین جسمین حنفی نے شافعی رحمہ کی تقلید کی ہے سوال کرے بطریق استفتا کے تو جواب نہ دے مگر اپنے امام کے مذہب کے موافق اور بقا علی مذہبہ کا مطلب
یہ ہے کہ اس مسئلہ مین عمل کے وقت بمذہب شافعی اپنے امام کی متابعت کے اعتقاد پر باقی ہے یعنی اگر زمانہ مستقبل مین ویسی ہی صورت جسپر عمل کر چکا ہے بمذہب شافعی
پیش آویگی تو اپنے امام کے مذہب پر عمل کریگا اگر کوئی کہے کہ اپنے مذہب پر باقی رہنا اور جواب مستفتی کو نہ دینا مگر اپنے امام کے قول پر پھر جانا ہے شافعی کی تقلید سے
مسئلہ مقلد فیہا مین تو اسکا جواب یہ ہے کہ اسی واقعہ مخصوصہ منقضیہ سے رجوع کرنا ممنوع ہے نہ اس واقعہ سے جو بعد اسکے اسی جنس کا حادث ہوا اور تقلید مذکور کے جواز
مین دو قول ہین قول مختار یہ ہے کہ تقلید جائز ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ اتنا کفایت کرتا ہے کہ جس مجتہد کے قول کی تقلید کی وہ اسکے نزدیک صواب اور راجح ہو باحتمال
خطا اور یہی بعینہ جواب ہو سکتا ہے اس سوال کا کہ حنفی کو تقلید شافعی مین عمل بالخطا لازم آتا ہے اسواسطے کہ حنفی شافعی کے مذہب کو خطا محتمل الصواب جانتا ہے خود ...

یحیی بن سیف الدین سیرامی حنفی کے جواب کا اور مفتیان مصر نے بھی اسپر اتفاق کیا ہے اور اس تقریر سے نکلتا ہے کہ تقلید واجب ہے ایک امام کی بلا تعیین اور دو امام کی تقلید ساتھ ہی جائز نہیں اسطرح کہ حنفی اور حنبلی ایکساتھ ہو جاوے اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ جب حنفی مثلاً شافعی کی تقلید کرے مسئلہ مخصوصہ مین تو اسپر واجب ہے کہ اس مسئلہ کی تمام متعلقات مین مذہب شافعی کی رعایت کرے تاکہ تلفیق باطل لازم نہ آوے کذا فی الطحطاوی عن شیخ الاسلام ابی سعود مختصراً وان الخلاف خاص بالقاضی المجتہد اور یہ کہ خلاف مذکور میں یہ قاضی مجتہد ہے یعنی امام اور صاحبین کا خلاف یہی ہے کہ جب قاضی اپنے مذہب کے سوا اور مذہب پر حکم کرے تو اسکا حکم نافذ ہوگا یا نہیں تو صاحبین نے کہا کہ اسکا حکم نافذ ہوگا اور امام نے کہا کہ اگر مذہب کے مخالف بھول کر حکم کریگا تو نافذ ہوگا اور عمد مین امام سے دو روایتین ہین اور بزازی نے کہا کہ صاحبین کا قول حکم مین امام کے موافق ہے اور قاضی خان نے کہا کہ مخالف ہے کذا فی الطحطاوی واما المقلد فلا ینفذ قضاؤہ بخلاف مذہبہ اصلاً کما فی القنیۃ اور مقلد قاضی کا حکم تو بر خلاف اپنے مذہب کے اصلاً نافذ نہین ہوتا چنانچہ قنیہ مین ہے اور شرح طحطاوی وغیرہ کی عبارت قنیہ کے صریحاً مخالف ہے کما فی الطحطاوی قلت ولا سیما فی زماننا فان السلطان ینص فی منشورہ علی نہیہ عن القضاء بالاقوال الضعیفۃ فکیف بخلاف مذہبہ فیکون معزولا بالنسبۃ بغیر المعتمد من مذہبہ فلا ینفذ قضاؤہ فیہ وینقض کما بسط فی قضاء الفتح والبحر والنہر مین کہتا ہون اور خصوصاً ہمارے زمانہ مین حکم مخالف مذہب نافذ ہوگا اسلیے کہ بادشاہ اپنے فرمان مین تصریح کر دیتا ہے قاضی کے روک دینے پر اقوال ضعیفہ کے ساتھ حکم کرنے سے پھر خلاف مذہب پر حکم کرنا کیونکر درست ہوگا تو قاضی بہ نسبت قول غیر معتمد اپنے مذہب کے معزول ٹھہریگا تو اسکا حکم کرنا اپنے مذہب کے غیر معتمد مین نافذ نہو گا اور وہ حکم توڑا جائیگا چنانچہ فتح القدیر اور بحر الرائق اور نہر الفائق کی کتاب القضا مین یہ قول شرح مذکور ہے قال فی البرہان وہذا اصح الحق الذی یعض علیہ بالنواجذ علامہ طرابلسی نے برہان شرح مواہب الرحمن مین کہا اور یہ قول مذکور وہ حق صریح ہے جسکو دانتون سے پکڑنا چاہیے ثم ان الامیر متی فوض الی مجتہد فیہ لقد امرہ بان حاکم کا حکم جب فیصل مجتہد فیہ کر پاوے یعنی مختلف فیہ صورت ہے جسمین اجتہاد مجتہدین کو گنجائش ہے حاکم کا حکم صادر ہو تو وہ حکم نافذ ہوجائیگا کذا فی سیر التاتارخانیہ وشرح السیر الکبیر فلیحفظ اسیطرح مذکور ہے تاتارخانیہ کی کتاب السیر اور سیر کبیر کی شرح مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وقد ذکروا ان المجتہد المطلق قد فقد وا البتہ علما نے ذکر کیا ہے کہ مجتہد مطلق یعنی جو اصول اور قواعد میں دوسرے مجتہد کا پیرو نہو وہ مفقود ہوگیا یعنی اب ایسا کوئی مجتہد نہین ہے ہم طحطاوی نے کہا مجتہد مطلق جائز الوجود ہے یعنی ہو سکتا ہے اسواسطے کہ اللہ تعالی کا فضل کسی زمانہ مین مقید اور منحصر نہین تھی حافظ شیراز نے فرمایا ہے فیض روح القدس ار باز مدد فرماید ہ دیگران ہم بکنند انچہ مسیحا میکرد ہ واما المقید فعلی سبع مراتب مشہورۃ اور مجتہد مقید کے تو سات مرتبے مشہور ہین ہم مراتب سبعہ کا یون بیان ہے کہ پہلا طبقہ مجتہدین شرع کا ہے چنانچہ چارون امام اور انکے مانند جنھون نے اصول اور قواعد کو موسس اور مقرر کیا اور احکام فروع کو دلائل اربعہ یعنی کتاب اور سنت اور اجماع اور قیاس سے مستنبط کیا اور وہ آپ کسی کے مقلد نہین ہین دوسرا طبقہ مجتہدین فی المذہب کا چنانچہ ابو یوسف رح اور محمد رح وغیرہما من اصحاب ابی حنیفہ رح جنھون نے احکام کو نکالا ادلہ اربعہ سے موجب انھین قواعد کے جو امام اعظم رح نے ٹھہرائے اگرچہ صاحبین وغیرہ نے بعض احکام فروع مین امام کا خلاف کیا لیکن قواعد اور اصول مین انکے تابع ہین اور اسی وجہ سے امام شافعی رح وغیرہ سے ممتاز ہین تیسرا طبقہ مجتہدین فی المسائل کا چنانچہ خصاف رح اور طحطاوی اور ابو الحسن کرخی رح اور شمس الائمہ حلوانی اور شمس الائمہ سرخسی اور فخر الاسلام بزدوی اور فخر الدین قاضی خان اور مانند انکے اور علما جو امام کی مخالفت پر قادر نہین نہ اصول مین نہ فروع مین لیکن وہ اُن احکام اور مسائل کا استنباط کرتے ہین امام کے قواعد سے جنمین امام سے روایت نہین چوتھا طبقہ اصحاب تخریج مقلدین سے چنانچہ رازی وغیرہ یہ لوگ اجتہاد پر اصلاً قادر نہین لیکن احاطہ اصول اور ضبط ماخذ سے امام یا اصحاب امام کے قول پر مجمل ذو الوجہین اور حکم مبہم محتمل الامرین یعنی پہلو دار قول کی تفصیل پر قادر ہین اسکے امثال اور نظائر پر قیاس کرکے ہدایہ مین جو بعض مواقع مین تخریج رازی کا ذکر آیا ہے سوا اسکا یہی مطلب ہے پانچوان طبقہ اصحاب ترجیح کا مقلدین سے ہے چنانچہ ابو الحسن قدوری اور صاحب ہدایہ اور مانند انکے انکا رتبہ یہ ہے کہ ایک روایت کو دوسری روایت پر تفصیل دیتے ہین اسطرح کہ یہ قول اولی ہے یا اصح ہے درایت کی راہ سے یا اصح ہے روایت کی راہ سے وہذا اوفق للناس چھٹا طبقہ اُن مقلدون کا ہے جو مابین اقوی اور قوی اور ضعیف اور

[illegible] مذہب ... [illegible] قیاس ... پانچوین ... صاحب مذہب ... [illegible]

مذہب ہو ... عبارت مین قول ... روایت ... نقل ... ساتوین طبقہ ان مقلدون کا ہے جو ... قوی و ضعیف ... فرق نہین کرسکتے

اقوال کو نہین ... صحیح کرتے ہین روایات کو ... رطب و یابس ... ابن کمال پاشا نے

ان ہی طبقات محمود بن سلیمان کفوی ... کتاب اعلام الاخیار من فقہاء مذہب النعمان المختار ... ابن کمال پاشا کے رسالہ وقت

طبقات سے مختصر نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ ... ان طبقات مین داخل ہے اور ... محتاج اسکے ... ہے اور سب کو ... تقلید کرتے ہین ... یہ سوال ...

بھی ... مین کچھ بھی اجتہاد ... نہین واما نحن فعلینا اتباع ما رجحوه وما صححوه کما لو افتونا فی حیاتهم اور ہم لوگون پر تو پیروی اس قول کی لازم ہے جسکو علماء ترجیح دین

اور تصحیح دی ہو جیسے اس صورت مین ہم پر پیروی انکی لازم تھی کہ اگر وہ ہمارے زمانہ مین زندہ ہوتے اور فتوی دیتے ہم ترجیح اور تصحیح

سے انکی تمام علامات مذکورہ مراد ہین نہ فقط لفظ ترجیح یا تصحیح کا فان قلت قد یحکون اقوالا بلا ترجیح وقد یختلفون فی التصحیح پھر اگر تو یہ سائل یون کہے کہ کبھی تو اقوال

بدون ترجیح کے نقل کرتے ہین اور کبھی تصحیح مین اختلاف کرتے ہین ماحصل سوال کا یہ ہے کہ اتباع مرجح کا نہین ہوسکتا جبتک کہ ایک قول کی ترجیح نہو اور جبکہ

علما ترجیح نہ دی یا تصحیح مین اختلاف ہوا تو اب اتباع کیونکر ہوگی قلت یعمل بمثل ما عملوا من اعتبار تغیر العرف واحوال الناس وما هو الارفق وما ظهر علیه التعامل

وما قوی وجهه ولا یخلو الوجود ممن یمیز هذا حقیقة لا ظنا وعلی من لم یمیز ان یرجع لمن یمیز لبراءة ذمته مین سوال مذکور کا جواب دیتا ہون کہ صورت مذکورہ مین عمل

کیا جائے جسطرح علماء سابقین نے عمل کیا یعنے اعتبار کرنا عرف کے بدل جانے کا اور لوگون کے احوال کا اور اعتبار کرنا اس قول کا جو لوگون پر آسان ہو اور

جسپر لوگون کا عمل جاری ہوگیا ہو اور جس قول کی دلیل مضبوط ہو اور وجود خالی نہوگا حقیقت مین نہ فقط گمان مین ایسے شخص سے جو تمیز کرے اسکو یعنی تغیر عرف و ارفق

و تعامل کو اور جسکو اسکی تمیز نہو اسپر لازم ہے کہ اہل تمیز کی طرف رجوع کرے اپنے بری الذمہ ہونے کے واسطے ... تعامل یعنی رواج کا مرجع عرف کی طرف ہے تو یہ تکرار ہے

اور قوت دلیل کا اعتبار کرنا حاوی قدسی کے قول پر مبنی ہے اور شخص ممیز کی طرف رجوع کرنا ... دشوار تر ہوتا ہے کیونکہ ... مشہور ...

اور محکم تر وہی ترتیب ہے جو سراجیہ سے منقول ہو چکی یعنے امام کے قول پر فتوی علی الاطلاق پھر ابو یوسف ... کذا فی الطحطاوی فنسأل الله تعالی التوفیق والقبول

بجاه الرسول سو اب ہم سوال کرتے ہین اللہ تعالی سے امر خیر کی مددگاری اور قبولیت اس کتاب کی بوسیلہ مرتبہ رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کیف لا

وقد یسر الله تعالی ابتداء تبییضه فی الروضة المحروسة والبقعة المانوسة تجاه وجه صاحب الرسالة وحائز الکمال والبسالة وضجیعیه الجلیلین النیرین الامینین الکاملین

رضی الله عنهما وعن سائر الصحابة اجمعین و والدینا ومقلدیهم باحسان الی یوم الدین اور کیونکر یہ کتاب مقبول نہو حال آنکہ حق تعالی نے ابتداء صاف کرنے

اس کتاب کے مسودہ سے بیضہ کی طرف میسر کردی روضۂ محفوظہ اور مکان مانوس مین سامنے چہرۂ مبارک صاحب رسالت اور جامع کمال اور شجاعت

کے اور سامنے رسول کریم کے اور ہم خوابون کے جو جلیل القدر اور روشن کامل الوجود ہین یعنے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالی ان دونون

سے اور باقی تمام اصحاب سے اور ہمارے باپ دادون سے اور اصحاب کے نیک پیروؤن سے قیامت کے دن تک ثم تجاه الکعبة الشریفة

تحت المیزاب وفی الحطیم والمقام والله تعالی المیسر للتمام پھر ابتداء صاف کرنے کی ہوئی کعبہ شریفہ کے سامنے میزاب رحمت کے نیچے اور حطیم اور مقام ابراہیم

مین اور اللہ تعالی تمامی کتاب کا آسان کرنے والا ہے تو ابتداء حقیقی تبییض اس کتاب متبرک کی مدینہ منورہ مین روضۂ مقدسہ کے اندر مواجہہ شریف

نبوی مین ہوئی اور ابتداء اضافی بیت اللہ مین ہوئی وہذا من اول علامات القبول اگر کریم علی الاطلاق مترجم دور افتادہ ہند کے ترجمہ کو بجاہ رسول مقبول

صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم مقبول کرے تو اسکی رحمت بے علت سے کچھ دور نہین ع بدان را بہ نیکان ببخشد کریم + بعد فراغ خطبہ ... شارح

رحمۃ اللہ علیہ متن کی شرح مین شروع کرتا ہے اور مترجم اسکے ترجمہ کرنے مین

کتاب الطہارۃ

یہ کتاب ہے طہارت کی یعنی پاک صاف ہونے کے مسائل قدمت العبادات علی غیرہا اہتماما بشانہا عبادات مقدم کی گئی غیر عبادات پر شان عبادات کی رعایت کرنے سے م دین کا مدار اعتقادات اور عبادات اور معاملات اور مزاجر اور آداب پر ہے لیکن اعتقادات اور آداب کی بحث فقہ میں داخل نہیں اور عبادات پانچ قسم ہیں نماز زکوۃ روزہ حج جہاد اور معاملات بھی پانچ قسم ہیں معاوضات مالیہ مناکحات مخاصمات امانات شرکات اور مزاجر بھی پانچ قسم ہیں قتل نفس کا زجرہ اور اخذ مال کا اور ہتک ستر کا اور ہتک عزت کا اور قطع طریق وغیرہ کا سواہل تصانیف نے فقہ کی کتابوں میں اکثر عبادات کو معاملات وغیرہا پر مقدم ذکر کیا ہے اسواسطے کہ انکو شان عبادات کا اہتمام منظور رہا نہر الفائق میں ہے کہ کثرت احتیاج باعث ہے اس اہتمام کی یعنی مکلف کو عبادات کی بہت حاجت ہے نسبت معاملات وغیرہا اب آگے شارح اور عبادات پر تقدیم نماز کی وجہ بیان کرتا ہے والصلوۃ تالیۃ للایمان اور نماز ایمان کے پیچھے لگی ہوئی ہے یعنی قرآن اور حدیث میں ایمان کے بعد نماز کا ذکر ہے قال اللہ تعالیٰ الذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلوۃ یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ متقی وہ ہیں کہ ایمان بالغیب لاتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اب آگے شارح نماز پر تقدیم طہارت کی وجہ بیان کرتا ہے والطہارۃ مفتاحہا بالنص اور طہارت نماز کی مفتاح یعنے کنجی ہے کہ افتتاح نماز کا بدون طہارت کے نہیں ہوتا حدیث شریف کی دلیل سے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مفتاح الصلوۃ الطہور وتحریمہا التکبیر وتحلیلہا التسلیم کذا فی الطحطاوی عن القرمانی وشرط بہا مختص لازم لہا فی کل الارکان اور طہارت شرط ہے مخصوص بنماز لازم ہے نماز کو اسکے تمام ارکان میں یعنی طہارت کا بیان جو نماز پر مقدم کیا تو دو وجہ سے ایک یہ کہ طہارت نماز کی مفتاح ہے دوسرے یہ کہ طہارت ایسی شرط ہے نماز کی کہ نماز ہی کو خاص ہے اور اسکے تمام ارکان کو لازم ہے اور شرط ہر شے کی مقدم ہوتی ہے اسکے مشروط پر بالطبع تو اسکو بالوضع بھی مقدم کیا برخلاف باقی شروط صلوۃ کے اسواسطے وقت اور نیت کا لازم ہونا اول نماز سے آخر تک ضرور نہیں ہے اور طہارت کا ہونا ضرور ہے الا بعذر وقت کا ہونا تحریمہ کے وقت کافی ہے اور اسیطرح نیت کا علاوہ یہ ہے کہ نیت مخصوص بنماز نہیں بلکہ جمیع عبادات کے خصائص سے ہے اور استقبال قبلہ جانور پر نماز پڑھنے سے ساقط ہو جاتا ہے تو ہر نماز کو لازم نہ ٹھہرا اگر کوئی کہے کہ طہارت مخصوص بنماز نہیں ہے اسواسطے کہ مس مصحف اور طواف میں بھی طہارت شرط ہے طحطاوی نے کہا کہ اسکا جواب یوں ہو سکتا ہے کہ طہارت نماز کے واسطے فرض ہے اور مس مصحف اور طواف کے واسطے واجب ہے تو اختصاص افتراض کی جہت سے ہے وما قیل قدمت لکونہا شرطا لا یسقط اصلا ولذا فاقد الطہورین یوخر الصلوۃ ردہا ورد من ان النیۃ کذلک مردود کل ذلک اور وہ جو کہا گیا ہے کہ طہارت مقدم ہوئی بسبب ہونے طہارت کے ایسی شرط جو اصلا ساقط نہیں ہوتی یعنی عذر کے ہونے سے بھی اور اسی واسطے فاقد الطہورین یعنی پانی اور مٹی کا نہ پانے والا نماز کو تاخیر کرتا ہے اور وہ اعتراض جو اس توجیہ پر وارد کیا گیا ہے کہ نیت بھی ایسی ہے کہ ہرگز ساقط نہیں ہوتی سو یہ تینوں دعوی مردود ہیں ہم پہلا دعوی یہ ہے کہ طہارت ایسی شرط ہے کہ اصلا ساقط نہیں ہوتی اسواسطے مقدم ہوئی نماز پر دوسرا دعوی اسی قول پر متفرع ہے کہ فاقد الطہورین نماز کو تاخیر کرتا ہے بوجہ عدم سقوط طہارت تیسرا دعوی یہ ہے کہ نیت بھی طہارت کیطرح اصلا ساقط نہیں ہوتی پھر تقدیم طہارت کی کیا وجہ ہے شارح نے ان تینوں دعووں کو غیر مرتب رد کیا فاقد الطہورین کی صورت یہ ہے کہ مثلا ایک شخص ایسے مکان میں محبوس ہوا جہاں پانی نہیں اور اسکی زمین اور دیواریں نجس ہیں اما النیۃ ففی القنیۃ وغیرہا من توالت علیہ الہموم تکفیہ النیۃ بلسانہ نیت کا جواب تو یہ ہے کہ قنیہ وغیرہا میں ہے کہ جس شخص پر ہجوم تشویشات کا برابر ہو اسکو زبان سے نیت کرنا کفایت کرتا ہے م ارادہ دل کا نام نیت ہے نہ زبان سے بولنے کا تو دیکھو کہ یہاں پریشان دل سے نیت کرنا ساقط ہو گیا تو نیت عدم سقوط میں طہارت کے برابر نہ ٹھہری یہ رد ہے تیسرے دعوی کا ابو سعود نے کہا کہ قنیہ کی روایت میں کلام ہے اسواسطے کہ اسمیں الفاظ زبانی کو نیت کا بدلا ٹھہرانا مفہوم ہوتا ہے اور حالانکہ یہ ممنوع ہے حموی نے اسکا جواب دیا کہ یہاں بدل کا ٹھہرنا مفہوم نہیں ہوتا بلکہ جبکہ پریشان دل نیت دلی پر قادر نہ ہو تو ذکر لسانی اصل ہو گیا نہ بدل کذا فی الطحطاوی اور بعضوں نے کہا کہ صاحب ہموم کو جسقدر نماز کا ارادہ دل میں آیا اسی قدر حصول نیت میں کافی ہے جیسے خیالات کا نماز کے اندر آنا نیت کو باطل نہیں کرتا اور ذکر لسانی کا کافی ہونا قطع وسواس کے واسطے ہے اور یہ نہیں کہ فقط الفاظ زبانی کافی ہیں واما الطہارۃ فالظہیریۃ وغیرہا من قطعت

یہ وہ بیان ہے جو عبارت [illegible] یا وضو مع التیمم والتیمیس فی الصحیح اور طہارت کا حال تو یہ ہے کہ تطہیر وغیرہ مین جو تھی شخص کے دونون ہاتھ اور دونون پاؤن کٹے ہون
اسکے چہرہ پر زخم ہو تو وہ شخص بدون وضو اور تیمم کے نماز پڑھے اور [illegible] اعادہ نکرے یہی صحیح تر قول ہے یعنے پر درست ہونے کے بعد پھر اعادہ نماز نہین ہے مدعا
پہلے دعوی کا یعنی اس صورت مین طہارت ساقط ہو گئی تو یہ یہی ہر کو ذکر گذشت سے ثابت کیا اسواسطے کہ اگر اختلاف مین تو اس صورت مین تیمم کا حکم بھی تکلیف
تو یہی ساقط ہوا لیکن ہاتھون کے ہونے سے وانا فاقد الطہورین ففی المنیۃ وغیرہا انہ یتشبہ بالمصلین عند ہما والیہ صح رجوع الامام وعلیہ الفتوی اور فاقد الطہورین کا
حال ہے کہ [illegible] وغیرہ مین ہے کہ فاقد الطہورین نمازیون کے مانند ارکان افعال قیام قعود رکوع سجود کرے صاحبین کے نزدیک یعنی بوجہ حرمت وقت اور اسی قول
کی طرف امام اعظم کا رجوع کرنا صحیح ہے اور اسی قول پر فتوی ہے جسم یہ جواب دعوی ثانیہ کا ہے اون افعال کو نماز کا مشابہ نماز کے کہا اسواسطے کہ جب پانی ملیگا تو اعادہ نماز کا
واجب ہوگا تو حقیقت مین یہ جواب نہین ہوسکتا اسواسطے کہ یہ نماز کی صورت ہے حقیقت نماز کی اگر حقیقت مین نماز ہوتی تو اعادہ واجب نہ ہوتا مت یہ نظر فی
تعمد الصلوۃ بلا طہر غیر مکفر کصلوۃ لغیر القبلۃ او مع ثوب نجس وہو ظاہر المذہب کما فی الخانیۃ مین کہتا ہون اور تطہیر میر کے مضمون گذشتہ سے ظاہر ہوا کہ بدون
طہارت کے قصدا نماز کا پڑھنا آدمی کو کافر نہین کردیتا جیسے غیر قبلہ کی طرف یا ناپاک کپڑے کے ساتھ نماز پڑھنے سے کافر نہین کرتا اور یہی یعنی عدم تکفیر ظاہر مذہب ہے چنانچہ
خانیہ یعنی فتاوی قاضیخان مین ہے جسم تینون صورتون مین عدم تکفیر مشروط بعدم استحلال وعدم استخفاف ہے اور مسئلہ ظہیریہ پر تعمد صلوۃ بلا طہارت کو قیاس کرنا صحیح
نہین اسواسطے کہ ظہیریہ کا مسئلہ ضرورت مین مفروض ہے تو حالت اختیار کو اسپر قیاس کرنا کیونکر صحیح ہوگا وفی سیر الوہبانیۃ وفی کفر من صلی بغیر طہارۃ مع العمد
خلف فی الروایات یسطر اور وہبانیہ کی کتاب السیر مین ہے اور اس شخص کے کفر مین جو بدون طہارت کے قصدا نماز پڑھے اختلاف ہے روایات مین لکھا ہے یعنی
مرقوم ہے جسم یعنے علماء مذہب کا اسمین اختلاف ہے اور عدم تکفیر کا قول معتمد ہے چنانچہ یہی ظاہر مذہب ہے بلکہ فقہائے فرمایا ہے کہ اگر ننانوے روایتین متفق پائی جاوین ایک
مومن کے کفر پر اور ایک روایت عدم تکفیر کی ہو اگرچہ وہ ضعیف روایت ہو تو مفتی اور قاضی اسی ضعیف روایت پر عمل کرے نہ اور قوی روایتون پر کذا فی
الطحطاوی جسم مرکب اضافی ہے جسم کہتے ہین کہ کتاب الطہارۃ کا لفظ مرکب اضافی ہے یعنے دونون لفظون سے مرکب ہے پہلی لفظ کو مضاف کہتے اور دوسری کو
مضاف الیہ عربی زبان مین مضاف مقدم ہوتا ہے مضاف الیہ پر اور ہندی مین مضاف الیہ مقدم ہوتا ہے مضاف پر اور کا یا کی کا لفظ دونون کے بیچ مین آتا ہے چنانچہ
کتاب الطہارۃ یعنے طہارت کی کتاب اور غلام زید یعنی زید کا غلام مبتدا او خبر و مفعول لفعل محذوف کتاب الطہارت مبتدا ہے یا خبر یا فعل محذوف کا مفعول ہے
جملہ اور کلام دو قسم ہے جملہ اسمیہ اور فعلیہ اگر پہلا جزء اسم ہے تو وہ اسمیہ ہے اور اگر فعل ہے تو فعلیہ ہے سو اسمیہ کے پہلے جزء کو مبتدا کہتے ہین اور دوسرے جزء کو خبر چنانچہ زید
قائم زید مبتدا ہے اور قائم اسکی خبر اور جملہ فعلیہ کے پہلے جزء کو فعل کہتے ہین اور دوسرے کو فاعل اور جسپر فاعل کا فعل واقع ہو وہ مفعول ہے تو اگر کتاب الطہارۃ کو
مبتدا قرار دیجیے تو خبر اسکی محذوف ہے یعنی کتاب الطہارۃ ہذا اور اگر اسکو خبر کہیے تو مبتدا محذوف ہے یعنی ہذا کتاب الطہارۃ اور اگر اسکو مفعول فرض کیجیے تو فعل اور فاعل
اسکا محذوف ٹھہریگا چنانچہ خذ کتاب الطہارۃ یا اقرأ کتاب الطہارۃ یعنے لے کتاب الطہارۃ کو یا پڑھ اسکو مبتدا اور خبر ہونے کی صورت مین آخر کتاب پر رفع یعنی پیش
ہوگا اور مفعول ہونے مین نصب یعنی زبر ہوگا یہ سب اس تقدیر پر ہے جب کتاب الطہارۃ کو پورا کلام قرار دیجیے فان ارید به التعداد بنی علی السکون پھر اگر کتاب الطہارۃ
کی لفظ سے شمار کا ارادہ کیا جائے تو آخر کتاب کا حرف یعنی بے پر سکون اور جزم ہوگا جسم یعنے جو کتابین متن مین مذکور ہین انکو کوئی شخص بطور اعداد گنے تو حرف
اخیر کتاب کا ہے علی السکون ہوگا کیونکہ وہ حرف کا مشابہ ٹھہرا عدم اعراب مین وکسر تخلصا من الساکنین اور اسی حرف اخیر کو شمار کی صورت مین کسرہ دیتے
زیر دیا جاتا ہے تاکہ التقاء ساکنین سے مخلصی حاصل ہو پہلا ساکن بائے موحدہ ہے اور دوسرا ساکن طاء اولی ہے والاضافۃ لامیۃ اور کتاب الطہارۃ کی
اضافت لام والی ہے جسم والی جسم اضافت تین قسم ہے اسواسطے کہ مضاف الیہ مضاف کا بیان ہے یا مین ہے یا ظرف ہے اگر بیان ہے تو وہان اضافت بمعنی لام ہے
جو اختصاص پر دلالت کرتا ہے چنانچہ غلام زید یعنے وہ غلام جو زید کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے اور اگر مین ہے مضاف کا تو وہان اضافت بمعنی من ہے چنانچہ خاتم حدید [illegible]

چنانچہ خاتم فضۃ یعنی چاندی کی انگوٹھی اور اگر ظرف ہی تو وہاں اضافت بمعنی فی ظرفیہ کے ہوتی ہی چنانچہ صوم الیوم یعنے روزہ جو دن کے اندر واقع ہی تو جبکہ اضافت
کتاب الطہارۃ کی لامی ہوئی تو تقدیر یون ٹھہری کہ کتاب وضع لبیان مسائل الطہارۃ یعنے وہ کتاب جو بیان مسائل طہارت کیواسطے موضوع ہی اور چونکہ طہارت
عین کتاب نہین لہذا شارح نے اسکی نفی کی اس طرح کہ یہ اضافت من والی نہین ہی اور ماتن کی شرح مین جسکا منح الغفار نام ہی کہا ہی کہ یہان اضافت بمعنی
فی موجہ تر ہی تو مطلب یہ ہوگا کہ یہ کتاب ہی مسائل کے بیان مین وہل یتوقف حدہ لقباً علی معرفۃ مفردیہ اور کتاب الطہارۃ کی تعریف جبکہ وہ نام اور لقب ہی
اُن مسائل کا اُسکے دونون مفرد یعنی کتاب اور طہارت کی شناخت پر موقوف ہی یا نہین ھم یہ سوال ہی شارح اسکا جواب آگے دیتا ہی الراجح نعم قول راجح یہ ہی
کہ ہان موقوف ہی ھم مرکب جبکہ نام ہو کسی چیز کا تو اسمین دو قول ہین قول ضعیف مرجوح یہ ہی کہ اسکی تعریف اُسکے اجزا کے معلوم ہونے پر موقوف نہین اسواسطے
کہ نام رکھنے سے اُسکے معنی افرادی مسلوب ہوگئے چنانچہ عبداللہ کسی کا نام رکھا اور قول راجح قوی یہ ہی کہ البتہ اجزا کے علم پر مرکب کا علم موقوف ہی مزید توضیح کی وجہ
علی الخصوص جبکہ نام مین معنی وصفی کا لحاظ ہو چنانچہ عمدہ باغ کا کوئی بہشت دنیا نام رکھے اب آگے شارح قول راجح پر مبنی کرکے دونون مفرد یعنی مضاف اور
مضاف الیہ کا بیان شروع کرتا ہی فالکتاب مصدر بمعنے الجمع لغۃ تو کتاب کا لفظ لغت عرب مین مصدر ہی بمعنے جمع یعنے ملانا ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ اور
صاحب بحر وغیرہ نے جو کتاب کے معنی جمع حروف کہے ہین تو خصوصیت مقام کا لحاظ کیا ہی نہ لغوی معنی کا اور جیسے کتاب مصدر ہی کتب کا ویسی ہی کتابت اور
کتب بھی اُسکا مصدر ہی کذا فی الطحطاوی مصدر وہ ہی جس سے ماضی مضارع امر نہی وغیرہ مشتقات نکلین اور اُسکے ہندی معنی مین نا کا لفظ چنانچہ جلوس بیٹھنا
قیام کھڑا ہونا جعل شرعاً عنواناً لمسائل مستقلۃ بمعنی المکتوب اور اصطلاح اہل شرع مین کتاب کو مسائل مستقلہ کا سرنامہ اور لقب قرار دیا ہی بمعنی مجموع ھم یعنی
جمع کرنا اُن الفاظ کا جو مسائل مجموعہ پر دلالت کرین یہی مراد ہی کتاب سے اور استقلال مسائل کا مطلب یہ ہی کہ اُن مسائل کا تصور کرنا موقوف نہین اُس شی پر جو اُس
سے پہلے اور پیچھے ہی سو کتاب الطہارۃ باین معنی مستقل ہی یعنے کتاب الصلوۃ پر اسکے مسائل کا فہم موقوف نہین اور استقلال کا یہ مطلب نہین کہ وہ اصل ہی کسی کا
تابع نہین کیونکہ یہ مطلب صحیح نہین اسواسطے کہ طہارت تابع ہی صلوۃ کی مسائل کی قید سے اُن حروف اور کلمات کا جمع کرنا خارج ہوگیا جو مسائل نہین ہین اور
استقلال کی قید سے کتاب کی حقیقت سے باب اور فصل نکلگئی کیونکہ دونون مستقل نہین ہر کتاب کی تحت مین داخل ہین تو فصل وہ صنف ہی جو داخل ہی
اُس صنف کے تحت مین جسکا باب نام ہی اور باب اُس صنف کے تحت مین ہی جسکا نام کتاب ہی اور کتاب اُس صنف کے تحت مین ہی جو مسمی بالعلم ہی تو علم مدون
صنف عالی ہی اور کتاب اور باب اور فصل اُسکے اصناف سافلہ مین درجہ بدرجہ اور تعریف کتاب کی شامل ہی اُسکو جسکے مسائل کی ایک ہی نوع ہی چنانچہ کتاب اللقطہ
اور اسکو جسکی بہت انواع ہین چنانچہ کتاب البیوع اور کتاب کو جو شارح نے بمعنی مکتوب کہا تو اسوجہ سے کہ مصدر بمعنی مفعول ہی یا کہ فعال کا صیغہ ہی بمعنی مفعول آتا ہی جیسے
لباس بمعنی ملبوس کذا فی نہر الفائق والطحطاوی ملتقطا منہما والطہارۃ مصدر طہر بالفتح والضم بمعنی النظافۃ لغۃ اور لغت مین طہارت بمعنی پاکیزگی مصدر ہی طہر کا جو فعل ماضی
مفتوح العین ہی اور مضموم العین بھی آیا ہی یعنے نقلت ھم صاحب قاموس نے عین ماضی کا فتحہ اور ضمہ برابر مذکور کیا ہی اور طہارت کو ضد نجاست کہا ہی ولذا افردہا اور
ماتن نے اسی واسطے طہارت کو مفرد ذکر کیا ہی یعنی چونکہ طہارت کا لفظ مصدر ہی اور اصل مصدر مین افراد ہی لہذا مصنف اُسکو مفرد لایا نہ جمع اگرچہ طہارت کے
انواع بہت ہین چنانچہ وضو اور غسل اور تیمم اسواسطے کہ مصدر قلیل اور کثیر سب پر مستعمل ہوتا ہی وشرعاً النظافۃ عن حدث او خبث اور شرع مین طہارت پاک صاف ہونا ہی
نجاست حکمی یا نجاست حقیقی سے ومن جمع نظر لانواعہا اور جو طہارت کو بصیغہ جمع لایا یعنے جس مصنف نے کتاب الطہارات کہا اُسنے طہارت کے اقسام پر نظر کی وہی کثیرۃ
اور اقسام طہارت کے بہت ہین چنانچہ وضو اور غسل پانی سے یا مٹی سے اور کپڑے یا مکان کی طہارت وحکمتہا شہیرۃ اور طہارت کی حکمتین مشہور ہین یعنی جن امور کے
واسطے طہارت مشروع ہوئی وہ اہل دین مین مشہور ہین از انجملہ گناہون کا جھڑنا اور شیطان سے محفوظ رہنا وحکمہا استباحۃ ما لا یحل بدونہا اور حکم طہارت کا یعنی وہ اثر
اور ثمرہ جو طہارت پر مترتب ہوتا ہی مباح کر لینا ہی اُس عمل کا جو حلال نہین بدون طہارت چنانچہ نماز کا پڑھنا اور مصحف کا چھونا اور ثواب کو طہارت کا حکم نہ کہا اسواسطے کہ

لہذا صحیح یہی ہے کہ وہ سبب اس کا نہیں کیونکہ ثواب موقوف ہے نیت پر اور نیت طہارت میں شرط نہیں **وَسَبَبُہَا** سبب وجوب طہارۃ کا یعنی حدث و نجاست (قرآن) وغیرہ کا ہونا اور جس پر حکم ہو
اور جواز ادا وغیرہ کا اور طہارت واجب ہونے کا سبب وہ فعل ہے جو حلال نہیں ہوتا بدون طہارت کے خواہ وہ فعل فرض ہو جیسے نماز فرض ہو جیسے مصحف کا چھونا
اجبر قال بعد سرد الاقوال وفي كلام الكمال اشارة الى ان السبب هو الارادة فی الفرض والنفل بحر الرائق کے مصنف یعنی زین الدین بن نجیم مصری نے بعد ذکر کرنے اقوال
علما کے سبب طہارت میں اور نقل کرنے کلام کمال الدین بن ہمام صاحب فتح القدیر محشی ہدایہ کے یہ کہا کہ قول مختار یہ ہے کہ طہارت کا سبب ارادہ کرنا ہے نماز فرض و نفل کا حاصل
طہارت کے سبب میں چار قول ہیں پہلا قول شرعی کا کذا فی الفتح یہ ہے کہ نجاست حکمی یا حقیقی سبب ہے طہارت کا دوسرا یہ کہ اقامت صلوۃ سبب ہے تیسرا یہ کہ ارادہ نماز کا سبب
ہے چوتھا یہ کہ وجوب صلوۃ سبب ہے وجوب طہارت صاحب فتح القدیر نے تیسرے قول پر یہ شبہہ کیا کہ اگر ارادہ نماز کا سبب ہو طہارت کا تو اسکا مقتضی یہ ہے کہ جب نفل پڑھنے کا
کوئی ارادہ نہ کرے تو اس کو وضو لازم نہ ہو کیونکہ اگر چہ نماز پڑھے حالانکہ ایسا نہیں ہے یعنی اگر چہ نماز کا ارادہ موقوف کرے تو بھی چاہیے کہ وضو نہ کرنے سے گنہگار نہ ہو اسکا جواب شارح نے
آنکے بطریق استدراک کے دیا لکن تبرك ارادة النفل يسقط الوجوب ذكره الزيلعي في الطهارة سبب طہارت کا ارادہ نماز ہے لیکن نفل کا ارادہ ترک کرنے سے وجوب طہارت
کا ساقط ہو جاتا ہے ایسا ذکر کیا ہے زیلعی شارح کنز نے باب الطہارۃ میں حاصل زیلعی نے کہا کہ جب نفل نماز کا ارادہ کیا تو طہارت اسپر واجب ہوئی پھر جبکہ نفل پڑھنے سے دل
ہٹا تو طہارت بھی ساقط ہو گئی اسواسطے کہ طہارت کا وجوب تو نماز ہی کے واسطے تھا کذا فی الطحطاوی وقال العلامۃ قاسم فی تکملتہ الصحیح ان سبب وجوب الطہارۃ وجوب
الصلوۃ او ارادۃ ما لا یحل الا بہا اور علامہ قاسم نے اپنے تکملہ میں کہا کہ اقوال مذکورہ میں سے صحیح قول یہ ہے کہ وجوب طہارت کا سبب واجب ہونا ہے نماز کا یا ارادہ
کرنا اس فعل کا جو حلال نہیں بدون طہارت کے علامہ طحطاوی نے کہا کہ یہ قول یعنے وجوب نماز کو سبب کہنا طہارت کا نماز نفل کی طہارت کو شامل نہیں اسواسطے کہ
وہاں وجوب نہیں جو سبب ٹھہرے طہارت کا مگر یہ کہ اسکو ارادہ ما لا یحل کے تحت میں مع لاحظہ استدراک داخل کیجیے وقیل سببہا الحدث فی الحکمیۃ اور بعضوں نے
کہا کہ طہارت کا سبب حدث ہے نجاست حکمیہ میں یعنی نجاست حکمی وہ جو شرع کے حکم سے اسکی نجاست ثابت ہوئی ظاہر میں کوئی نجاست بدن پر محسوس نہیں وہو وصف
شرعی یحل فی الاعضاء یزیل الطہارۃ اور وہ یعنی حدث شرعی صفت ہے کہ اعضا میں ساری اور طاری ہو جاتی ہے طہارت کو دور کر دیتی ہے یہ علم وصف اور صفت لغت میں
مترادف معنی ہیں لیکن اصطلاح میں صفت عبارت ہے اس معنی سے جو موصوف میں قائم ہے اور وصف ذکر کرنا ہے موصوف کی صفت کا مگر اطلاق وصف کا
صفت پر جائز ہے کذا فی الفتح وما قیل انہ مانعیۃ شرعیۃ قائمۃ بالاعضاء الی غایۃ استعمال المزیل فتعریف بالحکم اور یہ جو کسی نے حدث کی تعریف اصطلاح کی ہے کہ حدث
مانعیت شرعی ہے یعنے بحکم شرع مانع ہے نماز وغیرہ کو وہ مانعیت قائم ہے اعضا میں تا حد استعمال مزیل یعنے جب تک پانی یا خاک کا استعمال نہو وہ قائم ہے تو یہ تعریف
ثمرہ حدث ہے یعنے مانع نماز وغیرہ ہونا حدث کا اثر اور ثمرہ ہے اور حقیقت حدث کی وہی ہے جو مذکور ہو چکی یعنے وصف شرعی مزیل طہارت والخبث فی الحقیقۃ
اور طہارت کا سبب نجاست جسم کی ہے نجاست حقیقی میں وہو عین مستقذرۃ شرعا اور وہ یعنی خبث جرم ناپاک گھن والی ہے شرع کے حکم سے چنانچہ بول و براز
اور شراب شرع کی قید سے ظاہر متنفر طبیعی خارج ہو گیا چنانچہ بلغم اور رینٹ وقیل سببہا القیام الی الصلوۃ اور بعضوں نے کہا کہ طہارت کا سبب قائم ہونا ہے
نماز کے واسطے یہ تیسرا قول ہے اقوال مذکورہ سے اور شارح کے بیان میں چوتھا ونسبا الی اہل الظاہر فساد ہما ظاہر اور دونوں قول یعنے حدث اور خبث کا
سبب ہونا اور قیام صلوۃ کا سبب ہونا اہل ظاہر کی طرف نسبت کیا گیا ہے اور دونوں قولوں کا ناکارہ اور بے حقیقت ہونا ظاہر ہے اہل ظاہر وہ علما ہیں جو
قرآن اور حدیث کے ظاہر مطلب پر عمل کرتے ہیں اجتہاد کے منکر ہیں از انجملہ داؤد ظاہری ہے وجہ فساد قول اول کی یہ ہے کہ حدث اور خبث طہارت زائل کرتے
ہیں پھر کس طرح اسکے وجود کے خواہان ہونگے اسواسطے کہ ایک چیز وجود اور عدم کا سبب نہیں ہو سکتی اسکا جواب یوں دیا ہے کہ حدث اور خبث طہارت سابقہ
کے ناقض ہیں اور طہارت لاحقہ کے موجب ہیں تو کچھ منافات نہ رہی اور قول ثانی کی وجہ فساد یہ ہے کہ ایک وضو چند نمازوں کے واسطے کافی ہے اور اگر قیام کو
سبب طہارت کا قرار دیجیے تو لازم آتا ہے کہ ہر نماز کے واسطے تازہ وضو واجب ہو وہ قولہ تعالی (اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا الآیۃ) کا مطلب یہ ہے کہ جب تم ارادہ کرو

نماز کا اور با وضو نہو تو وضو کرو من شاء مزید التوضیح فلیرجع الی المطولات واعلم ان اثر الخلاف انما یظہر فی نحو التعالیق اور اسکو دریافت کر کہ طہارت کے سبب
مین اختلاف کا اثر ظاہر نہین ہوتا ہی مگر تعلیقات کی مانند مین جو تعلیق یہ کہ ایک چیز کا ہونا دوسری چیز پر معلق ہو چنانچہ مثال آئندہ سے معلوم ہو گا نحو ان وجب
علیک طہارۃ فانت طالق چنانچہ اس تعلیق مین کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تجھپر طہارت واجب ہو گی تو تجھپر طلاق ہی ہم تو ہر قائل کے نزدیک جو سبب
طہارت کا متحقق ہو گا تو طلاق واقع ہو گی چنانچہ صاحب بحر کے نزدیک ارادہ نماز سے اور حدث اور رغبت سے سرخسی کے نزدیک اور قیام الی الصلوۃ
سے ظاہریون کے نزدیک اور وجوب نماز سے علامہ قاسم کے نزدیک طلاق واقع ہو گی دون الاثم للاجماع علی عدمہ بالتاخیر عن الحدث شاذکرہ فی التوشیح
اس اختلاف کا ثمرہ گناہ مین ظاہر نہو گا کیونکہ سب کا اتفاق ہی گناہ کے نہونے مین بسبب تاخیر ہونے وضو اور غسل کے حدث سے ایسا ذکر کیا ہی توشیح
مین وبہ اندفع مافی السراج من اثبات الثمرۃ من جہۃ الاثم بل وجوبہا موسع بدخول الوقت کالصلوۃ فاذا ضاق الوقت صار الوجوب فیہما مضیقا اور توشیح
کے کلام مذکور سے دفع ہو گیا وہ جو سراج وہاج مین ہی ثمرہ اختلاف کا ثابت کرنا گناہ مین بلکہ وجوب طہارت وسعت کے ساتھ ہی وقت کے آنے سے جیسے نماز
کے ادا کرنے مین وسعت ہی پھر جبکہ وقت تنگ ہوا تو طہارت اور نماز مین وجوب تنگی کے ساتھ ہو گا یعنے جب وقت تنگ ہو گا تو تاخیر طہارت اور نماز کی گنجایش
نرہیگی وشرائطہا ثلثۃ عشرۃ علی مافی الاشباہ اور طہارت کی شرطین تیرہ ہین بنا بر اس بیان کے جو اشباہ مین ہی ہم شرائط جمع ہی شریطہ کی اور شریطہ معنی شرط ہی اور
شرط وہ ہی جسکے عدم سے عدم مشروط کا لازم آوے اور اسکے وجود سے مشروط کا نہ وجود لازم ہو نہ عدم کذا فی الطحطاوی شرائط وجوبہا تسع ازانجملہ وجوب طہارت کی
نو شرطین ہین ہم شرائط وجوب کی انکو کہتے ہین کہ جب وہ شرطین مجتمع ہون تو آدمی پر طہارت کرنا واجب اور لازم ہو وشرائط صحتہا اربع اور صحت طہارت کی
شرطین چار ہین ہم شرائط صحت انکو کہتے ہین کہ طہارت بدون ان شرطون کے صحیح نہو اور یہ لازم نہین کہ جب وجوب کی شرط موجود نہو تو صحت کی بھی شرط موجود نہو دیکھو
لڑکا جبکہ طہارت کرے تو اسکی طہارت صحیح ہو گی حالانکہ طہارت کرنا صغیر پر واجب نہین ونظمہا شیخ مشایخنا العلامۃ علی المقدسی شارح نظم الکنز فقال ٥ شرط الوجوب
العقل والاسلام ؛ وقدرۃ ماء والاحتلام ؛ اور ان شرائط کو نظم کیا ہمارے استادون کے استاد علامہ علی مقدسی کنز منظوم کے شارح نے سو یون کہا کہ وجوب
طہارت کی شرط عقل ہی اور اسلام اور قادر ہونا مطہر کے استعمال پر اور پانی کا ہونا اور احتلام یعنی بالغ ہونا ہم تو مجنون پر اور کافر پر اور مقطوع الیدین والرجلین
پر اور فاقد الطہورین پر یعنی جسکو پانی اور خاک پاک نملے اور صغیر پر طہارت واجب نہین ٥ وحدث ونفی حیض وعدم ؛ نفاسہا وضیق وقت قد ہجم ؛ اور وجود حدث کا
صغر ہو یا کبر اور عدم حیض اور عدم نفاس اور تنگی وقت کی جبکہ ہجوم کر آئے یہ نو شرطین ہین وجوب طہارت کی ہم تو متوضی غیر جنب پر اور حیض اور نفاس والی عورت پر
اور وقت صلوۃ کے وسعت مین طہارت واجب نہین ٥ وشرط صحۃ عموم البشرۃ ؛ بماء الطہور ثم فی المرۃ ؛ فقد نفاسہا وحیضہا وان ؛ یزول کل مانع عن البدن
اور صحت طہارت کی شرط تمام ظاہر جلد پر مطہر پانی کا گذرنا پھر دوسری اور تیسری شرط عورت کے حق مین منقطع ہونا اسکے نفاس اور حیض کا اور چوتھی شرط
صحت کی وہ رہو نا مانع طہارت کا بدن سے چنانچہ آنکھ کا کیچڑ یا موم بدن پر چپکا ہو ہم طحطاوی نے کہا کہ عدم حیض ونفاس وجوب طہارت کی بھی شرطین ہین اور
صحت طہارت کی بھی لیکن جہت مختلف ہی تو وجوب ہی خطاب کی وجہ سے اور صحت ہی ادا سے واجب کی وجہ سے وجعلہا البعض اربعۃ اور بعضے عالمون نے طہارت کی
شرطون کو چار قسم ٹھیرایا ہی شرط وجود حسی ایک قسم طہارت کی وجود محسوس کی شرط ہی یعنے وہ شرط کہ طہارت بدون اسکے خارج مین محسوس اور مشاہد نہو سو اسمین تین
شرطین ہین وجود المزیل والمزال عنہ والقدرۃ علی الازالۃ ایک تو پایا جانا اس چیز کا جو نجاست کو زائل کردے چنانچہ پانی مثلا دوسرے ہونا اس چیز کا جس سے
نجاست دور کیجائے چنانچہ بدن اور کپڑا مثلا تیسرے قادر ہونا ازالہ پر یعنے مزیل نجاست کو استعمال کر سکنا وشرط وجود شرعی دوسری قسم طہارت کی وجود شرعی
کی شرط ہی یعنی وہ شرط کہ طہارت کا وجود شریعت مین معتبر نہو بدون اسکے کذا فی الطحطاوی کون المزیل مشروع الاستعمال فی مثلہ شرط مذکور ہونا ہی مزیل کا
مشروع الاستعمال اسی طرح کی مشروع ہین چنانچہ طاہر مطہر پانی کا استعمال کرنا وضو اور غسل مین مشروع ہی خلاصہ یہ ہی کہ جس مزیل کو جس مزال عنہ

شرط ہے شریعت میں جو کچھ ہو اس سے وہاں طہارت حاصل ہوگی اور جنب مثلاً شک ہونے سے نہیں اور طہارت اور حدث پاک ہونا کپڑا وغیرہ
وجوبہا شرط وجوبہا التکلیف بالحدث تیسری قسم وجوب طہارت کی شرط مکلف ہونا یعنی عاقل بالغ مسلم ہونا اور محدث ہونا ہو یہ چار شرطیں ہیں عقل
بلوغ اسلام حدث و شرط صحتہا صدور المطہر من اہلہ فی محلہ مع فقد المنافی چوتھی قسم صحت طہارت کی شرط صادر ہونا پاک کرنے والی چیز کا اہل تطہیر سے
محل میں وقت تطہیر کے وقت کے ساتھ ہم اہل تطہیر سے مراد یہ ہو کہ حائض اور نفسا نہو اور محل طہارت سے مراد عموم بشرہ ہو اور عدم مانع سے مراد یہ ہو کہ تنا بدامت
مین ناقض نہو کذا فی الطحطاوی ونظمہا انقال ــ نظم شروط الوضوء مقسمۃ فی اربع وثمان ــ اور بعض مذکورنے شرائط طہارت کو نظم کیا ہو کہا اور نظم
کیا ہے وضو کی ضروری شرطوں کو جو منقسوم ہیں چار اور آٹھ یعنی بارہ شرطیں ہیں سے لشرط وجود الحس منافیہ ــ سلامۃ اعضاء وقدرۃ وامکان مستعمل
الماء القراح وجود معا انہیں سے وجود حسی کی تین شرطیں ہیں ایک تو اعضا کا سلامت ہونا جسکو سابق شرح میں وجود المزال عنہ کہا تھا اور دوسری شرط قدرت
یا امکان مستعمل پانی کے استعمال کرنے کے واسطے اور وہ پانی تیسری شرط ہو شرطیں مذکور ہیں کے ساتھ جسکو شرح میں مزیل تعبیر کیا تھا ــ وشرط وجود الشرعی نذا
بامان مطلق با مع طہارۃ دمع ــ طہوریۃ ایضا فقد بیان ــ اور وجود شرعی کی شرط کو لے غور اور تامل سے سو وہ مطلق پانی ہو اسکے پاک ہونے کے ساتھ
دوسرے پاک کردینے کے بھی ساتھ سو ظفر یاب ہوا اس بیان سے حاصل مطلب یہ ہو کہ وجود شرعی طہارت کی تین شرطیں ہیں ایک تو پانی کا مطلق ہونا دوسرے
اسکا پاک ہونا تیسرے اسکا مطہر ہونا یعنی پاک کرنے والا ان شرطوں کو شرح میں کہا ان المزیل شرع الاستعمال فی مثلہ کے ضمن میں تعبیر کیا پانی مطلق وہ ہو جو بدون
اضافت کے بولا جائے اسکے مقابل پانی مقید ہو جو اضافت کے ساتھ بولا جاتا ہو جیسا کہ ماء الورد یعنی گلاب کا پانی یا ماء البطیخ یعنی تربوز کا پانی سو پانی مقید سے وضو
و غسل درست نہیں چنانچہ آگے معلوم ہوگا ــ وشرط وجوبہ وجوبا اسلام بالغ ــ مع الحدث التمیز بالعقل یا مانی ــ اور وجوب طہارت کی شرط اسلام ہے
جوان کا حدث کے ساتھ اور تمیز کرنا عقل سے اے مخاطب فوائد کے قصد کرنے والے ہم یعنی وجوب طہارت کی چار شرطیں ہیں اسلام بلوغ عقل حدث
دریافت کرنا چاہیے کہ بعض نسخے در المختار میں بجائے یا مانی کے یا بیان مکتوب ہو سو ظاہراً صحیح نہیں وزن کے برہم ہونے سے اور طحطاوی اور حلبی در المختار کے
محشیوں نے یا مانی کی تصریح کی ہو اور اسکی تفسیر یا قاصد الفوائد کی ہو طحطاوی نے کہا تو مانی اسم فاعل ہو الامنی یعنی عنایہ کا اور حلبی نے اسکو بمعنی عنی سیر کہا ہو
ــ وشرط تصحیح الوضوء زوال مانع ــ بعد ایصال المیاہ من ادران ــ ونشع مس ثم تخلل ال ــ وضوء منافات ما عظیم ذوی الشان ــ پہلی شرط زائل ہونا اس میل
کچیل کا کہ پانی کو بدن پر نہ پہونچنے دے جیسا کہ موم اور آنکھ کا کیچڑ پھر دوسری شرط یہ ہو (واہ کیا تصحیح ہو) کہ وضو کے اندر کوئی ناقض نہ آوے اے مخاطب بزرگوں کے
شہ سے ونزید علیہ فہذین ایضا تقاطر ــ مع غسلات لیس ہذا الذی الثانی ــ اور ان دونوں شرطوں پر دھونے کے ساتھ پانی کا ٹپکنا بھی زیادہ کیا گیا ہے یہ شرط
امام ثانی یعنی ابو یوسف رح کے نزدیک نہیں ہو مگر تقاطر کا قول معتمد ہو مذہب حنفی کی کتابوں میں امام بولتے ہیں امام اعظم نعمان بن ثابت ابو حنیفہ کو اور
ثانی کہتے ہیں قاضی ابو یوسف یعقوب رح کو جو بڑے شاگرد ہیں امام کے اور ثالث کہتے ہیں محمد بن حسن رح شیبانی کو جو دوسرے درجے کے شاگرد ہیں امام کے
اور شیخین رح بولتے ہیں امام اور ابو یوسف رح کو اور طرفین کہتے ہیں امام رح اور محمد رح کو اور صاحبین رح کہتے ہیں ابو یوسف رح اور محمد رح کو اس اصطلاح کو
یاد رکھنا چاہیے ــ وفرضہا فرض للصلوۃ اور صفت طہارت کی یہ ہو کہ وضو فرض ہو نماز کے لیے خواہ نماز فرض ہو خواہ نفل وواجب للطواف اور واجب ہو کعبہ
معظمہ کے طواف کے واسطے وقیل ومس المصحف للقول بان المطہرین الملائکۃ اور بعضوں نے کہا اور وضو واجب ہو مصحف کے چھونے کے واسطے اس قول کی
وجہ سے کہ مطہرین سے ملائکہ مراد ہیں یعنی اس آیت میں کہ (لا یمسہ الا المطہرون) ہاتھ نہیں لگاتے کتاب کو مگر پاک لوگ دو قول ہیں ایک قول یہ ہو کہ مطہرین
سے ملائکہ مقربین مراد ہیں اور کتاب سے لوح محفوظ مراد ہو اور دوسرا قول یہ ہو اور اسی قول پر اکثر مفسرین ہیں کہ کتاب سے مراد قرآن جو الفاظ سے
مرکب ہو جسپر نقوش دلالت کرتے ہیں اور مطہرین سے مراد پاک آدمی ہیں دو قول ہونے سے ظاہر ہوا کہ آیت کی دلالت قطعی نہیں ہو یعنی ظنی ہو جس سے فرض

ثابت نہین ہوتا واجب ثابت ہوتا ہی تو جو شخص کہتا ہی کہ مس مصحف کے واسطے طہارت فرض ہی تو مراد اسکی یہ ہی کہ فرض علمی ہی کذا فی الطحطاوی بایضاح وسنۃ للنوم اور
وضو سنت ہی سو رہنے کے وقت ہم فتاوی قاضی خان مین ہی کہ جب سونے کا ارادہ کرے تو وضو کرنا مستحب ہی اور شارح نے اسکو سنت کہا ہی ومندوب فی
نیف وثلثین موضعا ذکرتہا فی الخزائن منہا بعد کذب وغیبۃ وقہقہۃ وشعر واکل جزور وبعد کل خطیئۃ وللخروج من خلاف العلماء اور وضو مستحب ہی تیس اور
کئی مقام مین جنکو مین نے خزائن مین مذکور کیا ہی ازانجملہ بعد کذب اور غیبت اور قہقہہ مار کے ہنسنے اور شعر خوانی اور اونٹ کے گوشت کھانے کے بعد اور ہر گناہ
کے بعد صغیرہ ہو یا کبیرہ اور عالمون کے اختلاف سے بچنے کے واسطے ہم وہ شعر خوانی مراد ہی جو حکمتون اور مدح نبوی سے خالی ہی اور بعضون کے نزدیک
اونٹ کے گوشت کھانے سے وضو کرنا واجب ہی ظاہر حدیث کی دلالت سے اختلاف علما کی مثال چنانچہ مس ذکر اور مس عورت امام شافعی رح کے نزدیک
وضو کا ناقض ہی لیکن ہمارے نزدیک ناقض نہین تو اگر ہاتھ وہان لگ جائے تو مستحب یہ ہی کہ پھر وضو کرے تا کہ بالاتفاق نماز ادا ہو کذا فی الطحطاوی صاحب
دلائل الاسرار نے کہا مین نے خزائن کی طرف رجوع کیا وہان فقط وضو کی مداومت اور وضو پر وضو کرنا مذکور ہی لیکن شرنبلالی نے مستحبات مذکورہ کو یون نقل
کیا ہی کہ مستحب ہی سونے کے بعد بیدار ہو کر اور وضو پر مداومت اور وضو پر وضو کرنا جبکہ مجلس بدلے اور میت کے غسل دینے کو اور اسکے اٹھانے کو اور نماز کے ہر وقت
مین وضو کرنا اور جنابت کے غسل سے پہلے وضو کرنا اور کھانے اور پینے اور سونے اور جماع کے وقت اور غصہ کرنے کے سبب سے اور قرآن اور حدیث
کے پڑھنے کے واسطے اور حدیث کی روایت اور علم کے درس کے لیے اور اذان اور اقامت اور خطبہ پڑھنے کے واسطے اگرچہ نکاح کا خطبہ ہو اور رسول کریم
صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم کی زیارت کے واسطے اور وقوف عرفات اور سعی کے واسطے اور کتب شرعیہ کے چھونے کے لیئے انکی تعظیم کی جہت سے انتہے
اور نہر الفائق مین ہی اور عورت کے محاسن دیکھکر اور مطلق ذکر کے واسطے اور ہر نماز کے واسطے اگرچہ وضو موجود ہو کہ شاید غیبت اور کذب صادر ہوا ہو سو اگر
وضو نہو سکے تو تیمم ہی کرلے اور گناہ دور ہونے کی نیت کرے ایسا ہی فتاوی صیرفیہ مین ہو بہ شارح کی مذکورات کے ساتھ تیس اور کئی مقام ہین جنمین وضو مستحب ہی
انتہے ما فی دلائل الاسرار وکنہا غسل ومسح وزوال نجس اور طہارت کا رکن دھونا ہی اور مسح کرنا اور نجاست کا دور ہو جانا ہم بحر الرائق مین ہی کہ طہارت کے ارکان
حدث اصغر مین تین عضو کا دھونا اور چوتھائی سر کا مسح کرنا اور حدث اکبر مین سارے بدن کو دھونا اور نجاست مین سارے بدن کا دھونا اور نجاست
حقیقی مین جو نظر آتی ہی تو اسکے جسم کو دور کرنا اور جو نظر نہ آتی ہو تو اسکی جگہ کو تین بار دھونا اور ہر بار نچوڑنا اور اگر اسکا نچوڑنا ممکن نہو تو ہر بار دھو کر خشک کرنا ہی
سو شارح کے بیان مین یہ سب آگیا اور نچوڑنے اور خشک کرنے کو شارح نے اسواسطے بیان نکیا کہ وہ دونون رکن طہارت کے نہین ہین بلکہ طہارت کی شرطین ہین
کذا فی الطحطاوی وآلتہا ماء وتراب ونحوہما اور طہارت کا ہتھیار یعنے جس سے طہارت حاصل ہو وہ پانی اور مٹی ہی اور مانند انکے چنانچہ زمین کا خشک ہونا اور موزہ رگڑنا
چنانچہ آگے اسکا ذکر آویگا ودلیلہا آیۃ اذا قمتم الی الصلوۃ اور وجوب طہارت کی دلیل اذا قمتم الی الصلوۃ کی آیہ ہی ہم پوری آیت یون ہی یا ایہا الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوۃ
فاغسلوا وجوہکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برءوسکم وارجلکم الی الکعبین وان کنتم جنبا فاطہروا وان کنتم مرضی او علی سفر او جاء احد منکم من الغائط او لامستم النساء فلم تجدوا ماء
فتیمموا صعیدا طیبا فامسحوا بوجوہکم وایدیکم منہ ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج ولکن یرید لیطہرکم ولیتم نعمتہ علیکم لعلکم تشکرون یعنے اے ایمان والو جب تم نماز کو
تو دھو لو اپنے چہرے اور ہاتھ کہنیون تک اور مل لو اپنے سرون کو اور پاؤن کو ٹخنون تک اور اگر تمکو جنابت ہو یعنے غسل کی حاجت ہو تو خوب طرح
پاک صاف ہو اور اگر تم بیمار ہو یا مسافر یا کوئی شخص تم مین سے آیا ہی جائے ضرور سے یا ہاتھ لگایا تمنے عورتون کو یعنے انسے صحبت کی پھر نپاؤ پانی تو قصد کرو زمین
پاک کا اور مل لو اپنے چہرے اور ہاتھ وہان سے اللہ نہین چاہتا کہ تمپر کچھ مشکل رکھے لیکن چاہتا ہی کہ تمکو پاک کرے اور اپنا احسان پورا کیا چاہتا ہی تمپر شاید
کہ تم احسان مانو تو یہ آیت مقدسہ طہارت ہی صغری اور کبری یعنے وضو اور غسل کو اور طہارت آبی اور خاکی سب کو شامل ہی وہی مدنیۃ اجماعا اور وہ آیت مدنی ہی
یعنے مدینہ منورہ مین نازل ہوئی بہ اتفاق مفسرین ہم یہ آیت سورۂ مائدہ مین ہی اور وہ سورت قرآن مین پیچھے نازل ہوئی ہی سیوطی نے اتقان مین کہا

کی فائدہ جو جنابت کے بعد نازل ہوئی اگر یہ مدینہ میں اسکے نزول ہوا ہو اور کی وہ تو جو جنابت سے پہلے نازل ہوئی اگر یہ غیر مکہ میں اسکے نزول سے ہوا ہو یعنی

قولہ تحقیق تحریر ہو گیا فی الصحاح ای واجمع اہل السیر علی ان الوضوء والغسل فرضا بمکۃ فرض الصلوۃ بتعلیم جبرئیل علیہ السلام انتہی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

سیرت اور احوال کے بیان کرنے والوں نے اتفاق کیا ہے اسپر کہ وضو اور غسل کا مکہ میں فرض ہونے نماز کے فرض ہونے کے ساتھ جبرئیل علیہ السلام کی تعلیم

سے واقعہ علیہ الصلوۃ والسلام لم یصل قط الا بوضوء اور یہ بھی اتفاق کیا ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے کبھی نماز بدون وضو کے نہیں پڑھی ہم

یہ جواب ہے اس سوال کا کہ شاید آنحضرت نے بدون وضو کے نماز پڑھی ہو اور یہ عدم فرضیت وضو کی ہو چکی ہے یعنی تعلیما دلیل بناء وضوئی ووضوء الانبیاء

من قبلی بلکہ وضو کرنا شریعت ہے جو پہلے لوگوں کی اس حدیث کی دلیل سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے وضو کر کے فرمایا کہ

یہ میرا وضو ہے اور اگلے پیغمبروں کا جو پہلے تھے وقد تقرر فی الاصول ان شرع من قبلنا شرع لنا اذا قصہ اللہ تعالی ورسولہ من غیر انکار و لم

یظہر نسخہ اور البتہ اصول علم کے علم میں یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ اگلوں کی شریعت ہماری بھی شریعت ہے یعنی اہل اسلام کو بھی اسپر عمل کرنا چاہیے

بشرطیکہ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں اور اسکے رسول نے حدیث میں انکا بیان کر دیا ہو بدون انکار کے یعنی ناپسند نہ کیا ہو اسکو اور نہ انکا منسوخ

ہونا ظاہر ہوا ہو جیسے شریعت سابقہ کا بیان قرآن میں بقولہ تعالی وکتبنا علیہم فیہا ان النفس بالنفس اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان فرمانا احادیث میں

چنانچہ صوم عاشورہ کا بیان کرنا چاہیے کہ یہاں ایک سوال وارد ہوتا ہے تقریر اسکی یہ ہے کہ جب فرض ہو چکا مکہ معظمہ میں نماز کے ساتھ جبرئیل

علیہ السلام کی تعلیم سے اور یہ شریعت سابقہ غیر منسوخ بھی ہے تو مدت کے بعد مدینہ منورہ میں آیت وضو کے نازل کرنے کا کیا فائدہ ہوا اسکا جواب

شارح نے اسکے قول میں دیا فہ فائدۃ نزول الآیۃ تقریر الحکم الثابت وتاقی اختلاف العلماء الذی ہو رحمۃ تو فائدہ نزول آیت وضو کا جو ثابت کر دینا ہے

اس حکم کا جو قبل نزول کے ثابت تھا اور دوسرا فائدہ حاصل ہونا عالموں کے اختلاف کا جو رحمت ہے امت کے واسطے ہم چونکہ وضو جزو عبادت مستقل نہیں بلکہ تابع

نماز ہے تو احتمال تھا کہ امت کے لوگ اسکی شان کا اہتمام نکریں اور اسکی شرائط اور ارکان کی رعایت میں تساہل کریں طول عہد اور انقراض ناقلین کی وجہ سے

بر خلاف اسکے جبکہ اثبات وضو کا اس نص متواتر سے ہوا جو ہر زمانے میں اور ہر زبان میں باقی ہے تو احتمالات مذکورہ کی گنجائش نہ رہی اور علما کا اختلاف ہو آیت

مذکورہ کے عدد فرائض میں سو بعضے عالم کہتے ہیں کہ فرض چار ہیں اور بعضے زیادہ کہتے ہیں اور بعضے لامستم کو جماع پر حمل کرتے ہیں اور بعضے لفظ ہاتھ لگانے پر

اور جس عضو کے مسح کرنے کا حکم ہے اسمیں اختلاف ہے کہ کل عضو کا مسح مراد ہے یا چوتھائی کا یا اس سے بھی کم ادنی اطلاق پر اور اختلاف علما کا رحمت ہونا دیباچہ

کتاب میں مذکور ہو چکا کیف وقد اشتملت علی نیف وثمانین حکما مبسوطۃ فی تیمم الضیاء عن فوائد الہدایۃ کیونکر فائدہ نہ ہو آیت طہارت کے نزول میں حالانکہ وہ

آیت شامل ہے استر اور کئی حکموں پر جو ضیا کے باب التیمم میں فوائد ہدایہ سے مشروحا مذکور ہیں وعلی ثمانیۃ امور کلہا مثنی اور حالانکہ آیت مذکورہ شامل ہے

آٹھ چیزوں پر کہ ہر ایک انمیں سے دو دو ہیں یعنی ہر واحد میں دو شے ہیں تو سب سولہ ہوئے طہارتین الوضوء والغسل شامل ہے دو طہارت پر کہ وضو اور غسل ہے

ومطہرین الماء والصعید اور دو پاک کرنے والیوں پر کہ پانی اور خاک ہے وحکمین الغسل والمسح اور دو حکموں پر کہ دھونا اور مسح کرنا ہے وموجبین الحدث

والجنابۃ اور طہارت کے دو موجب پر کہ حدث اور جنابت ہے ومبیحین المرض والسفر اور تیمم کے دو مباح کر دینے والوں پر کہ بیماری ہے اور مسافری

ودلیلین التفصیلی فی الوضوء والاجمالی فی الغسل اور دو دلیلوں پر دلیل تفصیلی وضو میں اور دلیل اجمالی غسل میں ہم وضو میں دھونے اور مسح کرنے کے

اعضا میں مفصل بتایا اور غسل میں اسی قدر مجمل فرمایا کہ فاطہروا یعنی طہارت کرو اعضا کی تفصیل نفرمائی وکنایتین الغائط والملامسۃ اور دو کنایہ پر

کہ غائط اور ملامسۃ ہے جلد ۱۲ اور کنایہ وہ لفظ ہے کہ معنی مراد پر صریحا دلالت نکرے سو غائط لغت میں پست مکان کو کہتے ہیں یہاں قضاء حاجت بشری مراد ہے

اسلیے کہ عرب جب قضاء حاجت کا ارادہ کرتے تو پست مکان کی طرف جاتے اور ملامست لغت میں ہاتھ لگانے کو بولتے ہیں یہاں مراد جماع سے ہے

اور بعضے کہتے ہیں کہ نفس عوض نفس کا ۱۲

اسلیے کہ جو جماع کا ارادہ کرتا ہے تو وہ بوس وکنار سے شروع کرتا ہے کذا فی الطحطاوی وکرامتین تطہیر الذنوب واتمام النعمۃ ای بموتہ شہیدا لحدیث من داوم
علی الوضوء مات شہیدا ذکرہ فی الجوہرۃ اور دو بزرگیون پر یعنے حق تعالی نے اپنے مومن بندون کو طہارت مین دو طرح کی بزرگی عطا کی ایک تو
گناہون سے پاک کردینا فی قولہ تعالی لیطہرکم ۔ اور نعمت کو پورا کردینا فی قولہ تعالی لیتم نعمتہ علیکم تمام نعمت ہے اُسکے شہید ہوکر مرنے سے اس حدیث کی دلیل سے
کہ جو وضو کرنے پر ہمیشگی کریگا وہ شہید مریگا ایسا ذکر کیا ہے جوہرہ مین جو قدوری کی شرح ہے وانما قال آمنوا بالغیبۃ دون آمنتم لیعم کل من آمن الی یوم القیمۃ
قالہ فی الضیاء وکانہ مبنی علی ان فی الآیۃ التفاتا والتحقیق خلافہ اور نہین فرمایا آمنوا غائب کے صیغہ سے نہ آمنتم مخاطب کے صیغہ سے مگر اسواسطے کہ خطاب
شامل ہے ہر ایک اُس شخص کو جو ایمان لاتا جائے قیامت تک یون کہا ہے ضیا مین اور شاید کہ یہ قول اسپر مبنی ہے کہ آیت وضو مین التفات ہے حاضر سے
غائب کی طرف اور قول محقق اسکے مخالف ہے ہم التفات اُسکو کہتے ہین کہ غائب بولنے کے مقام پر حاضر بولا جائے اور حاضر کے موقع پر غائب سو
بعضے عالم یاایہا الذین آمنوا کو التفات کے قبیل سے سمجھتے ہین اسواسطے کہ آمنوا غائب کا صیغہ ہے اور آمنتم حاضر کا صیغہ ہے اور حق منادی کا مخاطب
ہونے کی وجہ سے یہ ہے کہ اسکی تعبیر حاضر کی ضمیر سے ہو اور قول صحیح یہ ہے کہ یہان التفات نہین ہے اسلیے کہ آمنوا صلہ ہے الذین کا اور موصولات بمنزلہ
غائب کے ہین اور جو ضمیر کہ صلہ سے راجع ہوتی ہے موصول کیطرف وہ نہین ہوتی ہے مگر غائب کذا فی العینی شرح الہدایۃ خلاصہ یہ ہے کہ صنعت التفات ہوتی ہے
کہ حاضر کے محل مین غائب کا صیغہ ہوتا سو یہان غائب کا صیغہ اپنے محل مین ہے واتی فی الوضوء باذا التحقیقیۃ وفی الجنابۃ بان التشکیکیۃ للاشارۃ الی ان الصلوۃ
من الامور اللازمۃ والجنابۃ من الامور العارضۃ اور حق تعالی وضو کے بیان مین اذا کا لفظ لایا جو محقق اور ثابت ہونے پر دلالت کرتا ہے اور جنابت
مین ان کا لفظ لایا جو مشکوک اور مترود ہونے پر دلالت کرتا ہے تاکہ اسکی طرف اشارہ ہو کہ قیام الی الصلوۃ امور لازمہ سے ہے اور جنابت امور عارضہ سے
ہم اذا اور ان شرط جزا پر آتے ہین تو اگر وقوع شرط کا یقینی ہو یا امید قوی ہو تو وہان اذا کا لفظ بولتے ہین اور اگر وقوع شرط کا یقین نہو یعنی تردد ہو
ہونے اور نہونے مین تو وہان ان کا لفظ بولتے ہین جب یہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہیے کہ وضو مین حق تعالی نے اذا قمتم الی الصلوۃ فرمایا اسواسطے
کہ نماز کے واسطے اُٹھنا امور لازمہ سے ہے اور ہر فرد دیانت مسلم غائب الوجود ہے کہ رات دن مین پانچ بار نماز فرض ہے اسواسطے کہ اذا کا لفظ جو اثبات
پر دلالت کرتا ہے مذکور کیا اور جنابت مین ان کنتم جنبا فرمایا کہ وہ بہ نسبت نماز کے قلیل الوجود ہے اور امور عارضہ متردد سے ہے کہ ہو یا نہو اس وجہ
سے کہ ان کا لفظ جو شک اور تردد پر دلالت کرتا ہے ارشاد کیا کذا فی العینی وصرح بذکر الحدث فی الغسل والتیمم دون الوضوء لیعلم ان الوضوء سنۃ وفرض
والحدث شرط للثانی لا الاول فیکون الغسل علی الغسل والتیمم علی التیمم عبثا والوضوء علی الوضوء نورا علی نور اور حق تعالی نے حدث کو صریحا ذکر کیا غسل اور تیمم مین
نہ وضو مین تا معلوم ہو کہ البتہ وضو سنت ہے بدون حدث کے اور فرض ہے حدث کے ساتھ اور حدث ثانی کی شرط ہے نہ اول کی یعنی فرض وضو کی شرط ہے نہ سنت
وضو کی تو ایک غسل پر دوسرا غسل کرنا اور ایک تیمم پر دوسرا تیمم کرنا عبث اور بیفائدہ ہوگا اور ایک وضو پر دوسرا وضو کرنا نور علی نور ہے ہم طحطاوی نے کہا شارح
کے کلام سے نکلتا ہے کہ تیمم اور غسل نہین ہوتے ہین مگر فرض اسمین خلل یہ ہے کہ غسل چند مواضع مین مستحب ہوتا ہے اور چند مواضع مین سنت اور اسی طرح تیمم کہ وضو کے
قائم مقام ہوتا ہے یعنی عدم فرضیت مین چنانچہ سونے کے وقت اور مسجد مین جانے کے واسطے تو غسل اور تیمم کا فقط فرض ہونا ثابت نہوا **ارکان الوضوء**
اربعۃ وضو کے رکن چار ہین ہم لغت مین رکن کہتے ہین ہر چیز کی جانب قوی کو اور وضوء ماخوذ ہے وضاءت سے جو بمعنی لطافت اور حسن کے ہے اور وضوء بالضم مصدر ہے
اور بالفتح وہ پانی ہے جس سے وضو کرتے ہین اور اصطلاح شرع مین وضو عبارت ہے اعضاء ثلثہ کے دھونے اور سر کے مسح کرنے سے عبر بالارکان لانہ افید
مصنف نے ارکان کہا فرض نہ کہا اور مصنفون کے مانند اسواسطے کہ رکن کہنا مفید تر ہے ہم اسلیے کہ رکن اخص ہے فرض سے اور تاکہ معلوم ہو کہ جن کتابون مین
فروض الوضوء مذکور ہے وہان فروض سے ارکان مراد ہین کذا فی شرح المصنف رکن فرض ہے اسلیے خاص ہوا کہ رکن اُس فرض کو کہتے ہین جو ماہیت

ہے فرض کی تعریف میں ... عملی ہے جیسے ... اور قطعی ثابت کو جیسے کہ رکن اور شرط دونوں کو فرض بولتے ہیں ...
بالفرض المقدر ... بالربع ... اور ... سلامت ... معترض ... بیان ہوئی ہے ...
ہیں تعبیر ... اگر فرض سے فرض قطعی مراد ہو تو اعتراض وارد ہوتا ہے ... کہ مقدار مسح میں ... قطعی نہیں ...
دلیل اجتہادی ہے اور اگر فرض سے فرض عملی مراد ہے تو غسل مغسول کا اعتراض وارد ہوتا ہے اسواسطے کہ ... فرض عملی ہے ...
شرح ... اعتراض کے جواب ... خلاف ... فتح القدیر کی شرح میں ذکر کیا ہے ... ایک یہ جواب ہے کہ فرض سے
مراد ہے اور ... اعتراض ... کا یہ جواب ہے کہ دلیل سے فرض قطعی ہے کہ قرآن مجید سے ثابت ہے اگرچہ اسکی مقدار میں اختلاف ہے ... طحطاوی ...
... الماہیۃ و ... الشرط ... بالفرض ... معلوم کرنا چاہیے کہ رکن ... فرض ... اور شرط ...
... ثابت ہو تو فرض ہے رکن اور شرط دونوں ... عام ہے یعنی دونوں کو شامل ہے ... لغت میں ...
کے واسطے آتا ہے کذا فی الطحطاوی عن نہایۃ ... اور مجملہ معانی فرض کے ... جاحدہ کا ...
ہے اس اور فرض قطعی وہ عمل ہے جسکا لازم ہونا قطعی اور یقینی ہو ... اسکا منکر کافر ہو جاتا ہے ... مقدار
فرض قطعی کو فرض اعتقادی بھی کہتے ہیں اسواسطے کہ عمل کے ساتھ اسکا اعتقاد بھی فرض ہے ... فرض اصطلاح شرع میں وہ ہے
جو ایسی دلیل قطعی سے ثابت ہو جسمیں کچھ شبہ نہیں چنانچہ قرآن مجید اور حدیث متواتر ... اجماع ...
... قیاس ... علیہ ... اور نہر الفائق میں ہے کہ دلائل سمعی چار قسم پر ہیں ایک تو وہ ہے جسکا ثبوت بھی قطعی اور دلالت مراد بھی
اسکی قطعی ہو جیسے نصوص متواترہ دوسری یہ کہ ثبوت تو اسکا قطعی ہے مگر دلالت مراد ظنی ہے جیسے آیات ... تیسری وہ ہے کہ جسکا ثبوت
ظنی ہے اور اسکی دلالت قطعی جیسے وہ اخبار احاد جنکا مفہوم قطعی ہے چوتھی وہ ہے جسکا ثبوت اور دلالت دونوں ظنی ہیں تو فقیہوں نے اول قسم سے فرض ثابت کیا
اور قسم ثانی اور ثالث سے واجب کو اور قسم رابع سے سنت اور استحباب کو ثابت کیا ہے اور واجب سے ... ارادہ کیا جو فرض عملی کو بھی شامل ہے اسیوجہ سے
بعض متاخرین نے کہا کہ فرض عملی واجب کی دونوں قسموں سے قوی تر ہے اور فرض کی دونوں قسموں سے ضعیف تر ہے انتہی ...
... الاجتہادی فی الفروض ... جاحدہ اور کبھی فرض بولتے ہیں فرض عملی کو اور فرض عملی وہ ہے کہ جسکے فوت ہو جانے سے عمل کی صحت فوت
ہو جائے چنانچہ فرضوں کی وہ مقدار جو اجتہاد سے ثابت ہے تو فرض عملی کا منکر کافر نہ ہوگا یا اسکو منسوب بکفر کرینگے ہم شارح نے اپنے بیان سے ارشاد کیا
کہ فرض کا اطلاق فرض قطعی پر حقیقی ہے اور فرض عملی پر مجازی اسواسطے کہ ... الاطلاق ... متبادر ہے اور ... حقیقی کا علاقہ ہے فرض عملی اسواسطے
ہے کہ عمل کرنا اسپر فرض ہے اعتقاد فرض نہیں اسلیے کہ آدمی کا اعتقاد کرنا چہارم سر کے مسح کے افتراض کا فرض نہیں اور فرضوں کی مقدار اجتہادی چنانچہ
مسح چہارم سر کا اور دھونے میں داخل ہونا کہنیوں اور ٹخنوں کا کذا فی الطحطاوی غسل الوجہ ای اسالۃ الماء مع التقاطر ولو قطرۃ وفی الفیض اقلہ قطرتان
فی الاصح یعنی فرض وضو کا چہرہ کا دھونا ہے یعنے پانی کا بہانا ٹپکنے کے ساتھ اگرچہ ایک ہی قطرہ ٹپکے اور فیض میں ہے ٹپکنے کا کمتر رتبہ یہ ہے کہ دو بوندیں ٹپکیں
صحیح تر قول میں ... غسل بفتح غین لغت میں میل کے دور کرنے کو کہتے ہیں جس چیز سے ہو اسپر پانی بہا کر اور غسل بضم غین تمام بدن کے دھونے کو بولتے ہیں
اور اس پانی کو بھی کہتے ہیں جس سے نہاتے ہیں اور غسل بکسر غین خطمی وغیرہ کو کہتے ہیں جس سے سر دھویا جاتا ہے جب پانی بہانا دھونے کی حقیقت میں
داخل ہوا تو اگر پانی نہ بہا اس طرح کہ تیل کے مانند چپڑ لیا تو ظاہر الروایۃ میں جائز نہ ہوگا اور اگر ... سے وضو کیا اور تقاطر نہ ہوا تو جائز نہیں اور فیض کے مصنف
شیخ برہان الدین کرکی ہیں کذا فی الطحطاوی مرۃ لان الامر لا یقتضی التکرار ایک بار دھونا فرض ہے اسواسطے کہ فعل امر کا امر تکرار کرنے کا مقتضی نہیں ہم ...

امتثال امر ایکبار کرنے سے ادا ہوگیا بار بار کرنا نہ ورنہین واسطے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گاہے ایکبار اعضاء وضو کو دھویا ہے اور گاہے دو دو بار اور گاہے
تین تین بار چنانچہ کتب احادیث مین مذکور ہے اور یہ نہایت رتبہ ہے تطہیر کا تین بار سے زیادہ کرنا اسراف ہے وہو مشتق من المواجہۃ واشتقاق الثلاثی من المزید اذا کان
فی المعنی شائع کاشتقاق الرعد من الارتعاد والیم من التیمم اور وہ یعنی وجہ کا لفظ مشتق یعنے نکلا ہے مواجہہ سے اور اشتقاق ثلاثی مجرد کا ثلاثی مزید سے جبکہ مزید مشہور تر ہو
مجرد سے رائج اور مشہور ہے جیسے اشتقاق رعد کا ارتعاد سے اور یم کا تیمم سے ہم ارتعاد بمعنی اضطراب مشہور ہے اسواسطے کہا کہ رعد ارتعاد سے نکلا ہے کیونکہ رعد بھی ابر مین مضطرب
رہتا ہے اور تیمم بمعنی قصد کے مشہور ہے لہذا یم بمعنی دریا کہا کہ تیمم سے مشتق ہے اسواسطے کہ دریا مقصود و خلائق ہے کذا فی الحلبی علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین کہا اگر کوئی کہے کہ وجہ ثلاثی
مجرد ہے اور مواجہۃ ثلاثی مزید ہے اور مجرد مزید سے مشتق نہین ہوتا تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ اشتقاق صغیر کی شرط ہے اور اشتقاق کبیر کی اور اشتقاق اکبر کی یہ شرط نہین بلکہ فقط
تناسب ہونا لفظ اور معنی مین کافی ہے برخلاف اشتقاق صغیر کے کہ وہان تناسب حروف اور ترتیب کا اور مناسبت لفظی اور معنوی مع تغایر صفی شرط ہے اور اشتقاق کبیر مین ثلاثی
مجرد کا مشتق ہونا مزید سے جائز ہے جیسے جن بمعنی دیو کا اشتقاق جنان بمعنی استتار سے اسواسطے کہ اہل لغت کی غرض اس اشتقاق سے اس لفظ کے معنی کی حقیقت کا بیان کرنا ہم ...
جائز ہے کہ مزید اشہر ہو کثرت استعمال سے اور اشتقاق اکبر مین مخرج حروف کی مناسبت کا ہونا کافی ہے چنانچہ نعق کو کہتے ہین کہ نہق سے مشتق ہے انتہی ملخصا من مبدء سطح جبہتہ
ای المتوضی بقرینۃ المقام الی اسفل ذقنہ ای منبت اسنانہ السفلی طولا کان علیہ شعر اولا چہرے کا دھونا فرض ہے پیشانی متوضی کی سطح کے سرے سے اسکی ٹھڈھی تک
یعنے جہان نیچے کے دانت جمتے ہین یہ حد ہے باعتبار طول چہرہ کے خواہ پیشانی پر بال ہون یا نہون وہان کا دھونا فرض ہے شارح نے ضمیر پیشانی کا مرجع متوضی کو قرار دیا
مقام وضو کے قرینہ سے عدل عن قولہم من قصاص شعرہ الجاری علی الغالب الی المطرد لیعم الاغم والاصلع والانزع مصنف رحمہ نے اور مصنفون کے من قصاص شعرہ
کے قول سے جو جاری تھا بنابر غالب حال کے عدول کیا اس قول مذکور کی طرف جو شامل ہے سب آدمیون کو تا کہ اغم اور اصلع اور انزع کو بھی شامل رہے ہم تفصیل
اس اجمال کی یہ ہے کہ ہدایہ اور کنز وغیرہما مین وجہ کی حد مین من قصاص شعر کا لفظ واقع ہے یعنے سر کے بال جمنے تک نہایت سے اسفل ذقن تک چہرہ کی طولانی حد ہے سو
اسپر اغم اور اصلع اور انزع کا اعتراض وارد ہوتا ہے اغم وہ ہے جسکے بال سر سے اترکے پیشانی پر جمے ہون اور اصلع وہ ہے جسکے مقدم سر پر بال نہون اور انزع وہ ہے کہ
پیشانی کے دونون جانبین بال سے خالی ہون تو ہدایہ وغیرہ کی حد کے موافق لازم آتا ہے اصلع اور انزع کو سر کا دھونا اور اغم کی پیشانی کا دھونے سے ساقط ہونا لہذا
مصنف نے اس قول کو چھوڑا اور ابتداء سطح پیشانی کو اختیار کیا تا کہ اغم اور اصلع اور انزع کو یہ حد شامل رہے یعنی اغم پر پیشانی کے بال دھونا فرض ہوگا اور اصلع اور
انزع کو پیشانی کے اوپر لازم نہ آویگا وما بین شحمتی الاذنین عرضا اور دونون کانون کے دونون لو کے مابین بنابر عرض کے یعنی اس نرمہ گوش سے
اس نرمہ گوش تک عرض مین چہرہ کی حد ہے وحینئذ فیجب غسل المآقی وما یظہر من الشفۃ عند انضمامہا اور جبکہ چہرہ کی طول اور عرض کی حد معلوم ہوئی تو واجب
ہوگا یعنے فرض ہوگا کویون کا دھونا اور اسقدر لب کا کہ جتنا کھلا رہتا ہے منہ بند ہونے کے وقت ہم اکثر نسخون مین ماقی مذکور ہے جو جمع ہے ماق اور موق کی یعنی
گوشہ چشم جسکو ہندی مین کویا کہتے ہین اور یہی نسخہ مناسب مقام ہے اور بعضے نسخہ مین ملاقی کا لفظ ہے اور حلبی اور طحطاوی محشیون نے ملاقی کا لفظ لیا ہے
اور اس سے ڈاڑھی مراد لی جو ملاقی وجہ ہے مین کہتا ہون ماقی کا نسخہ ملاقی سے اولی ہے اسواسطے کہ ڈاڑھی تو بالاستقلال آگے متن مین مذکور ہوگی واللہ اعلم
وما بین العذار والاذن لدخولہ فی الحد وبہ یفتی اور واجب ہے دھونا اس سفیدی کا جو ڈاڑھی اور کان کے بیچ مین ہے بسبب داخل ہونے اس جگہ کے
چہرہ کی حد مذکور مین اور یہی قول مفتی بہ ہے ہم عذار عبارت ہے ڈاڑھی کے خط سے یعنی اسکا کنارہ قاموس مین تصریح ہے کہ عذار نام ہے ڈاڑھی کے دونون جانبون
کا مترجم نے سہولیت فہم کے واسطے حاصل مطلب کا ترجمہ کیا امام اور محمد کا یہی مذہب ہے کہ اس جگہ کا دھونا وضو مین فرض ہے اور ابو یوسف رحمہ کے نزدیک ڈاڑھی
والے کو اسکا دھونا فرض نہین لیکن عورت اور امرد اور کھوسے کو اسکا دھونا بالاتفاق فرض ہے کذا فی الطحطاوی لاغسل باطن العینین والانف والفم
واصول شعر الحاجبین واللحیۃ والشارب وتیمم ذباب للحرج اور فرض نہین آنکھون اور ناک اور منہ کے اندر کا دھونا اور بھوون اور ڈاڑھی اور مونچھ کے بالون کی

ثبوت کا اور کمی ہے کہ وہ کو وضو فرض نہیں ہے ۔ دو مشقت کے سبب سے ہم پاؤن کی چوڑن کو دھونا صرف فرض نہیں ہے بلکہ بال تک پہنچانے ہون کہ پاؤ
لکھا ہے اور اگر بلا عذر ترک کی تو چوڑن کا بھی دھونا فرض ہوگا چنانچہ بیان سے ظاہر ہوگا وغسل الیدین اسکا لفظ قرار دیا ہے یعنی باز فرض
والرجلین مع الکعبین یعنی دونوں پاؤن مع ٹخنون کے دھونا اور دوسرا فرض وضو کا دھونا دونوں ہاتھون کا اور تیسرا فرض وضو کا دھونا دونوں
دونوں پاؤن کا جو ظاہر ہیں سالم ہیں اسواسطے کہ زخمی پاؤن اور جو موزے کے اندر چھپے ہیں تو انکے واسطے مسح کرنا ہے اور فرض ہونے ہاتھ پاؤن
یعنی ذراعین کا لفظ ساقط کیا اسواسطے کہ فرض ہونے میں جدا جدا کر دھونے کی قید نہیں ہے اگر دونوں ہاتھوں یا دونوں پاؤن کو پانی کے اندر ساتھ
ڈال دیا تو فرض ادا ہوگی یہ تفریع ہے صاحب درر کیطرف اسنے کہا ہے غسل الیدین فرادی ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کو دوسرے سے جدا دھونا
چاہیے کذا فی الطحطاوی مرۃ لما مر یعنی ہاتھ پاؤن کا ایکبار دھونا فرض ہے جیسا گذشتہ یعنی ہر عضو کا مثل گزرا کہ نہیں مع المرفقین والکعبین علی المذہب یعنی ہاتھوں کا
دھونا فرض ہے دونوں کہنیوں کے ساتھ اور پاؤن دونوں ٹخنوں کے ساتھ بنا بر ظاہر مذہب کے ماخذ کر دیا ان کا اثبات بعبارۃ النص غسل ہے جس کا ذکر
بدلالتہ ومن البحث فی الی وفی القرائتین فی ارجلکم قال فی البحر ولا طائل تحتہ بعد انعقاد الاجماع علی ذلک اور یہ جو ذکر کی گئی ہیں ان سے ذکر کیا ہے کہ قرآن کی
عبارۃ النص سے ایک ہاتھ اور ایک پاؤن کا دھونا ثابت ہے اور دوسرے ہاتھ اور دوسرے پاؤن کا دھونا دلالۃ النص سے ثابت ہے اور وہ بحث لفظ الی
میں اور ارجلکم کے دونوں قراتوں میں مذکور ہے بحر الرائق میں کہا کہ اسکے ذکر میں کچھ فائدہ نہیں بعد منعقد ہو جانے اجماع کے دونوں ہاتھوں کے دھونے پر کہنیوں تک
اور دونوں پاؤن کے دھونے پر ٹخنوں سمیت ہم عبارۃ النص اس مفہوم صریح کو کہتے ہیں جسکے واسطے کلام ہو اور جدا اور دلالۃ النص کو بولتے ہیں جو نص سے مفہوم
ہوتا ہے بطریق مساوات کے ایک ہاتھ اور ایک پاؤن کا دھونا بطریق عبارۃ النص کے اسوجہ سے ثابت ہے کہ مقابلہ صیغہ جمع کا دوسری جمع سے قسمت علی الاحاد کو
ہو یعنی مقابلہ یہ چاہتا ہے کہ ایک ایک فرد کو ایک ایک ہو پہنچے اور لفظ الی میں یہ بحث ہے کہ غایت مغیا میں یعنی ما بعد الی کا اسکے ما قبل کے حکم میں داخل ہے یا نہیں دونوں
باہر ہیں اور ترجیح قرائن سے ہوتی ہے وغیرہ ذلک اور ارجلکم میں دو قرائتیں ہیں یعنی لام کا زیر اور زبر بلاشبہ متواتر ہیں اور ترجیح بین القرائتین یا تو تخییر بین الغسل والمسح کا
مقتضی ہے چنانچہ بعض کا مذہب ہے یا زبر کی قرات یعنی دھونا اس حالت پر محمول ہے جبکہ پاؤن میں موزہ نہو اور زیر کی قرات یعنی مسح کرنا موزہ پوشی پر محمول ہے چنانچہ
بعض اہل سنت کا مذہب ہے اور تحقیق اسمین یہ ہے کہ زیر کی قرات کا ظاہر بالاجماع متروک ہے کیونکہ جو مسح کرنے کا قائل ہے وہ دونوں ٹخنوں کو مسح کی غایت قرار نہیں
دیتا صاحب بحر نے کہا کہ یہ سب گفتگو اجماع کے مقابلے میں ساقط الاعتبار ہے اگر کوئی کہے کہ یہ احکام وضو کے تو زمانہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں ثابت تھے اور
حضرت کے ہوتے اجماع کا کیا اعتبار ہے اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت کا فعل ان لوگوں کو یقین کا موجب تھا جنھوں نے حضرت کو دیکھا اور ہمکو تو ثابت نہیں ہو سکتا تھا
درجہ یقین بدون متواتر ہونے کے اور جبکہ تواتر پایا گیا تو اب ہمارے حق میں اجماع معتبر ہوگا یا دلالۃ النص کذا فی الطحطاوی منقولاً و مسح ربع الراس مرۃ فوق الاذنین
ولو باصابۃ مطر او بلل باق بعد غسل علی المشہور لا بعد مسح الا ان یتقاطر اور چوتھا فرض وضو کا چوتھائی سر کا مسح کرنا ہے وہ دونوں کانوں کے اوپر اگرچہ چہارم سر تر ہو گیا ہو
مینہ کے پانی لگ جانے سے یا اس تراوت سے جو ہاتھ میں باقی رہے کسی عضو کے دھونے کے بعد بنا بر قول مشہور کے نہ اس تراوت سے جو مسح کرنے کے بعد باقی رہے مگر یہ کہ پانی ٹپکتا
ہو یعنی اگر ایک مسح کر چکنے کے بعد اتنی تراوت بکثرت ہے کہ تقاطر ہنوز موجود ہے تو اب دوسرے عضو کا بھی مسح کرنا جائز ہے ہم مسح لغت میں ہاتھ پھیرنا ہے کسی چیز پر اور مراد شرع میں
عضو کا تر ہونا پانی سے خواہ تر ہاتھ پھیرنے سے یا بارش کے پانی سے اور فرض مسح کی مقدار میں تین روایتیں ہیں ایک یہ کہ چوتھائی سر کا مسح فرض ہے اور یہی روایت
مشہور ہے جسکو اکثر فقہ کے متون معتبرہ میں یہی روایت ماخوذ ہے دوسری روایت ہے مقدار ناصیہ کی جو قدوری کی مختار ہے اور ہدایہ میں مقدار ناصیہ کو چہارم سر کہا ہے
اور تحقیق یہ ہے کہ ناصیہ کم ہے چہارم سے تیسری روایت میں انگلیوں کی مقدار ہے بدائع میں کہا کہ یہ اصول کی روایت ہے ظہیریہ میں کہا کہ اسی پر فتوی ہے لیکن خلاصہ میں
ذکر کیا کہ محمد سے روایت ہے لہذا البعض متاخرین نے کہا کہ محمد سے ظاہر الروایۃ ہے امام سے ظاہر الروایۃ نہیں کذا فی النہر الفائق مختصراً [illegible]

لم یجز الا ان یکون مع الکف او بالابہام والسبابۃ مع ما بینہما اور اگر ایکبار دو انگلیون کو سر پر کھینچا تو مسح جائز نہو گا مگر یہ کہ انگلیون کے ساتھ ہتھیلی بھی لگائے تو مسح
درست ہوگا یا کھینچا انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کو اُنکے مابین کے ساتھ تو بھی مسح درست ہوگا ہم طحطاوی نے کہا شاید کہ یہ قول ثلث اصابع کی روایت پر متفرع
ہو والا اسقدر سے چہارم سر ثابت نہین ہوتا مگر یہ کہ مدا در ضع مین تفرقہ کیا جائے یعنی کھینچنے سے چہارم سر ہو سکتا ہے نہ رکھدینے سے او بمیاہ یا چند بار جدید پانیون
سے مسح کرے تو درست ہے ہم یہ مسئلہ دونون روایتون پر متفرع ہو سکتا ہے یعنی اگر ایک انگلی سے تین بار نیا پانی لیکر مسح کیا محل کو بدلکر تو ثلث اصابع پر متفرع ہے اور اگر
زیادہ کیا بقدر چہارم سر کے تو ربع اس روایت پر متفرع ہے ولو ادخل راسہ الاناء او خفیہ او جبیرتہ وہو محدث اجزاہ ولم یصر الماء مستعملاً وان نوی اتفاقاً علی الصحیح کما فی البحر
عن البدائع اور اگر سر کو پانی بھرے برتن مین داخل کیا یا اپنے دونون موزون کو یا مسح کی پٹی کو حالانکہ اُسکو وضو نہین ہے تو اسطرح کا مسح کفایت کرتا ہے اور اس
فعل سے برتن کا پانی مستعمل نہو جائیگا بالاتفاق اگر اُسنے نیت مسح کرنے کی کی ہو قول صحیح پر چنانچہ بحر الرائق مین بدائع سے منقول ہے ہم یعنے محمد رح کے نزدیک
اگرچہ نیت سے پانی مستعمل ہو جاتا ہے مگر یہ پانی مستعمل نہوا اسلیئے کہ مستعمل ہونے مین پانی کا بہنا شرط ہے نہ پانی کا لگنا سو یہان پانی کا لگنا صادق آیا نہ بہنا کذا فی
الطحطاوی عن البحر و غسل جمیع اللحیۃ فرض یعنے عملیاً ایضاً علی المذہب الصحیح المفتی بہ المرجوع الیہ وما عدا ہذہ الروایۃ مرجوع عنہ کما فی البدائع اور تمام ڈاڑھی کا یعنی
بقدر محاذات ذقن دھونا بھی فرض ہے بنا بر اُس مذہب کے جسکو محقق عالمون نے صحیح کہا ہے اور جسکا فتویٰ دیا ہے اور اسی قول پر امام اعظم رح نے آخر کار رجوع کیا ہے اور
اس روایت کے سوا اور روایتین سب متروک ہین چنانچہ بدائع مین مذکور ہے شارح نے کہا یہان فرض سے مراد فرض عملی ہے نہ فرض اعتقادی ہم ماتن نے اپنی شرح مین کہا
چونکہ دھونا ڈاڑھی کا مذہب صحیح معتمد تھا لہذا مین نے اسی پر اعتماد کیا اس مختصر متن مین اور تعجب ہے اصحاب متون سے مذہب مرجوع عنہ کے ذکر کرنے مین اور مذہب
مرجوع الیہ صحیح مفتی بہ کے چھوڑ دینے مین باوجودیکہ ڈاڑھی کا دھونا داخل ہے وجہ کی اُس حد مین جو اُنھون نے اپنی کتابون مین بیان کی ہے انتہی طحطاوی نے کہا کہ
ڈاڑھی مین روایات متروکہ غیر معتمد چھ ہین ایک روایت تمام ڈاڑھی کا مسح ۲ چوتھائی کا مسح ۳ تہائی کا مسح ۴ چوتھائی کا دھونا ۵ تہائی کا دھونا ۶ نہ دھونا نہ
مسح کرنا انتہی نہر الفائق مین کہا منجملہ روایات غیر صحیحہ ایک روایت یہ ہے کہ جسقدر ڈاڑھی ملاقی بشرہ ہے یعنی جتنی کھال سے ملی ہے اُسکا مسح فرض ہے قاضی خان نے
اسکی ترجیح دی ہے جامع صغیر کی شرح مین ثم لا خلاف ان المسترسل لا یجب غسلہ ولا مسحہ بل یسن کچھ اسمین اختلاف نہین کہ ٹھڈھی سے لٹکتی ڈاڑھی کا نہ دھونا واجب ہے
نہ اُسکا مسح کرنا بلکہ اُسکا مسح کرنا مسنون ہے ہم منتقی مین ہے کہ مسترسل سے مراد یہ کہ دائرہ وجہ چھوڑ گئی ہوئی اور منیہ مین صریحاً مذکور ہے کہ لحیہ مسترسلہ کا مسح مسنون ہے کذا فی
الطحطاوی وان الخفیفۃ التی تری بشرتہا یلزم غسل ما تحتہا کذا فی النہر اور اسمین اختلاف نہین کہ جو ایسی ہلکی ڈاڑھی ہو جسکے نیچے کی کھال نظر آتی ہو تو اُسکے تحت
کا دھونا لازم ہے ایسا ہی نہر الفائق مین ہم تو خلاف سابق کا محل لحیہ کثیفہ ہے وفی البرہان یجب غسل بشرۃ لم یسترہا الشعر کحاجب وشارب وعنفقۃ فی المختار اور برہان
مین ہے کہ اُس کھال کا دھونا واجب ہے جسکو بالون نے نہین چھپایا مانند بھوون اور مونچھ اور عنفقہ کے قول مختار مین ہم جو بال لب اور ٹھڈھی کے درمیان ہین اُنکو
عنفقہ کہتے ہین اور بعضے اہل ہند اُسکو بچی بولتے ہین ولا یعاد الوضوء بل ولا بل المحل بحلق راسہ ولحیتہ اور وضو دوسری بار نکیا جاوے سر اور ڈاڑھی کے
مونڈنے سے بلکہ اُسکی جگہ کا تر کرنا بھی ضرور نہین اگرچہ وہ خشک نکلے کما لا یعاد الغسل للمحل ولا الوضوء بحلق شاربہ وحاجبہ وقلم ظفرہ وکشط جلدہ
جیسے مونچھ اور بھوون کے مونڈنے سے اور ناخن تراشنے اور کھال اُکھاڑنے سے اُس جگہ کا دھونا دوسری بار لازم نہین اور نہ وضو کرنا و کذا لو کان علی اعضاء
وضوئہ قرحۃ کالدملۃ وعلیہا جلدۃ رقیقۃ فتوضأ وامر الماء علیہا ثم نزعہا لا یلزمہ اعادۃ الغسل علی ما تحتہا الخ تا لم بالنزع علی الاشبہ لعدم البدلیۃ
بخلاف نزع الخف اور اسی طرح اگر وضو کے اعضا پر زخم ہو چنانچہ پھوڑا اور اُسپر باریک کھال ہو پھر اُسنے وضو کیا اور اُس کھال پر پانی بہایا اور کھال کو نوچ ڈالا
تو اُس شخص پر لازم نہو گا دھونا کھال کے ماتحت کا بشرطیکہ درد ہوا ہو نوچنے سے بنا بر اُس قول کے جو اشبہ بحق ہے عدم بدلیت سے یعنے دوسری بار دھونا
اسواسطے لازم نہوا کہ نوچی کھال اپنے ماتحت کی بدلا نہ تھی برخلاف موزہ اُتارنے کے کہ پانون کا دھونا لازم ہو گا اسواسطے کہ موزہ کا مسح بدلا ہے پانون دھونیکا

نہ دھونا واجب ہے یہ مذہب ہے اکثر علماء کا اور بعضون کے نزدیک اگر کھال نوچنے سے وہ نہ ٹوٹے تو اُن کا دھونا لازم ہے اور اگر وہ ٹوٹ جاوے اور کوئی چیز اُن سے تعلق ہے تو وضو کیا ۔۔
اگر کچھ نہیں نکلا تو وہاں کا دھونا لازم نہیں اور اشبہ یہ ہے کہ دونون صورتون میں دھونا لازم نہیں انتہی تو شارح کو یون کہنا اولیٰ تھا دون لم یقل لم یا لشرکہ
فی الاشبہ یعنی دھونا لازم نہیں اگرچہ وہ وضو نوچنے سے قبل اُتب چاہ اسواسطے کہ دو روایتون مین تو اختلاف نہین عدم لزوم مین کذا فی الطحطاوی محشیہ ۔۔
ثبات الوضع خذ ثم حتہ او قشرہ تو زخم کی کھال کا نوچنا ایسا ہو گیا جیسے کہ موزہ پر مسح ہو گیا پھر موزہ کو کھرچا یا چھیلا یعنے باوجود اسکے مسح تمام ہے دوسری بار
مسح کرنا لازم نہین فروع یہ چند مسائل ہین جنکو شارح نے بڑھایا ہر شارح رحمہ اللہ کی عادت ہے اس کتاب مین کہ متن کی شرح کرنے کے بعد مناسب مقام پر
چند مسائل کو ملحق کرتا ہے تاکہ لوگون کو فائدہ حاصل ہو فی یدہ انشقاق غسلہ ان قدر والا مسحہ والا ترکہ مترجم کہتا ہے یعنی پانی برائی ہے تو اسکو
دھووے اگر دھو سکے اور اگر نہ دھو سکے تو اُس عضو پر مسح کرے اور اگر مسح بھی نہ کر سکے تو اُسکا مسح کرنا بھی چھوڑ دے اور اُسکے آس پاس دھووے کذا فی
العالمگیریہ ولو بیدیہ ولا یقدر علی الماء تیمم اور اگر اُسکے ہاتھ مین انشقاق ہو اور وہ پانی پر قادر نہ ہو تو تیمم کرے مترجم یعنی اگر دونون ہاتھ پھٹے ہون اور پانی کو
استعمال نہ کر سکتا ہو تو تیمم کرے اسواسطے کہ اگر ایک ہاتھ صحیح سالم ہو گا تو اُس ہاتھ سے دھونا لازم ہو گا ہرچند شارح نے ظاہر ایک ہاتھ کو ذکر کیا مگر مراد
دونون ہاتھ ہین اسواسطے کہ مفرد مضاف عام ہو جاتا ہے تو دونون ہاتھون کو شامل ہو گا کذا فی الطحطاوی ولو قطع من المرفق غسل محل القطع اور اگر ہاتھ
کاٹا گیا کہنی سے تو قطع کی جگہ کو دھووے یعنی اگر کچھ کہنی باقی ہے اور اگر تمام کہنی کٹ گئی یا تمام ٹخنہ کٹ گیا تو اُن ہاتھ اور پاؤن سے دھونا ساقط ہو گیا ولو خلق
یدان رجلان فلو یبطش بہما غسلہما ولو باحدہما فہی الاصلیۃ فیغسلہا اور اگر ایک شخص کے دو ہاتھ اور دو پاؤن مخلوق ہوے یعنی ایک کہنی کے اوپر سے دو ہاتھ
اور ٹخنہ کے اوپر سے دو پاؤن پھوٹ نکلے تو اگر دونون سے کام کرتا ہو تو دونون کو دھووے اور اگر ایک ہاتھ سے کرتا ہو تو وہی اصلی ہاتھ ہے تو اُسی کو دھووے
یعنی دوسرا زائد اور بیکار ہے اُسکا دھونا لازم نہین اور اسیطرح اگر دونون پاؤن سے چلتا ہو تو دونون کو دھووے والا بیکار زائد کا دھونا لازم نہین کذا الزائدۃ
ان نبتت فی محل الفرض اور اسی طرح اُس زائد ہاتھ یا پاؤن کو دھووے جو جا ہے فرض کے مقام مین یعنی کہنی کے نیچے سے ہاتھ اور ٹخنے کے نیچے سے پاؤن پیدا ہو
تو اُسکا بھی دھونا لازم ہو گا کالصبع وکف زائدتین جیسے زائد انگلی اور زائد ہتیلی کا دھونا لازم ہے والا فما حاذی منہا محل الفرض غسلہ والا فلا لکن یندب مجتبی
اور اگر زائد ہاتھ یا پاؤن محل فرض مین نہین جا بلکہ اوپر سے جا ہے تو جتنا نہین سے محل فرض کے سامنے ہے اُسکو دھووے اور جو فرض کے مقابل نہ ہو تو اُسکا دھونا فرض
نہین ہے لیکن مستحب ہے یہ مذکور ہے مجتبیٰ مین جو شرح ہے قدوری کی وسنتہ اور وضو کی سنتین افاد انہ لا واجب للوضوء ولا للغسل الا القدر متضمنہ شئے منہ
ور غسل مین فرض کے بعد سنتون کے ذکر کرنے سے یہ فائدہ ظاہر کیا کہ وضو اور غسل مین کوئی واجب نہین اور اگر کوئی واجب ہوتا تو اُسکو سنتون سے پہلے
فرض کے پیچھے بیان کرتا یعنی اسواسطے کہ واجب سنت سے قوی تر ہے تو صناعت تصنیف اُسکے تقدیم کی مقتضی ہے و جمعہا لان کل سنۃ مستقلۃ بدلیل وحکم اور سنت
سنت کو بصیغہ جمع لایا اسلیے کہ ہر سنت جداگانہ ہے دلیل کی راہ سے اور حکم کی راہ سے مترجم یعنی ارکان وضو کی ایک ہی دلیل ہے یعنے وضو کی آیت اور سنتون کے
دلائل احادیث جداگانہ ہین اور ہر سنت کا حکم بھی یعنے ثمرہ اور ثواب جداگانہ ہے یا یعنی کہ اگر ایک سنت ادا کی اور دوسری ترک کی تو جسکو ادا کیا اُسکا ثواب ملیگا
بخلاف فرض کے یعنی اگر وضو کے فرض سے ایک فرض کو بھی ترک کریگا تو کچھ ثواب نہ ہو گا وحکمہا الثواب علے فعلہ والملام علی ترکہ اور سنت کا حکم یعنے اثر مترتب اور
اُسکا ثمرہ یہ ہے کہ ثواب دیا جائیگا اُسکے کرنے پر اور ملامت کیجائیگی اُسکے چھوڑنے پر یعنی ترک سنت پر عتاب ہو گا عذاب نہ ہو گا کذا فی البحر وکثیرا مایعرفون بما ہو
حکم الواقع انظار ہم اور فقہا اکثر حقیقت سنت کی ثمرہ سنت بیان کرتے ہین یعنی سنت کی ماہیت یون بیان کرتے ہین کہ سنت وہ ہے جسکے کرنے مین ثواب ہے
اور نہ کرنے مین عتاب ہے اسلیے کہ اُسکے انکار کا یہین جانے انداز ہے یعنے منظور نظر فقہا بیان کرنا ہے ثمرہ اعمال کا لہذا اکثر وہ تعریف شی مین اُسکا حکم اور ثمرہ بیان
کرتے ہین ہرچند کہ حکم شی کا اُس شی کی حقیقت مین داخل نہین وعرفہا الشمنی بما ثبت بقولہ علیہ السلام او بفعلہ ولیس بواجب ولا مستحب لکنہ لیس شاملہا

اور شمنی نے اُسکی تعریف کی یعنی سنت کی حقیقت یون بیان کی کہ سنت وہ ہی جو رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے قول یا فعل سے ثابت ہو اور نہ وہ واجب
ہو نہ مستحب لیکن یہ مطلق سنت کی تعریف ہی یعنی سنت موکدہ اور غیر موکدہ کو جسکو مستحب کہتے ہین شامل ہی شارح اس استدراک مین صاحب نہر کا تابع ہی مانا کہ
سُنت غیر موکدہ کو شمنی نے خارج کر دیا ہی بقولہ ولا مستحب کذا فی الطحطاوی والشرط فی الموکدۃ مواظبۃ مع ترک ولو حکما اور سنت موکدہ کی تعریف مین شرط ہی
آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کا ہمیشہ کرنا چھوڑ دینے کے ساتھ یعنی گاہے ترک بھی کیا ہو اگرچہ ترک حکمی ہو یا اگرچہ مداومت حکمی ہو ہم ترک حکمی سے
مراد عدم انکار ہی تارک پر تو عدم انکار بمنزلہ ترک حقیقی کے ہوا تو عشرہ اخیر رمضان کا اعتکاف سنت مین داخل رہا اگرچہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے
ہمیشہ اعتکاف کیا اور گاہے ترک نہین کیا اور یہ اسکا مقتضی ہی کہ اعتکاف واجب ٹھہرے لیکن ہر گاہ کہ اعتکاف نکرنے والون پر انکار نفرمایا تو یہ عدم انکار بمنزلہ
ترک کے ٹھہر گیا اور اگر مداومت حکمی مراد لیجیے تو تراویح سنت مین داخل ہوگی اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عدم شمول تراویح کا عذر بیان فرمایا یعنی کہین امت پر
تراویح فرض نہو جاے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود لکن شان الشروط ان لا تذکر فی التعاریف لیکن شروط کا حال یہ ہی کہ اُنکا مذکور تعریفات مین نہو ہم اسواسطے
کہ تعریف ہوتی ہی ماہیت اور حقیقت کے بیان کیواسطے اور شروط ماہیت سے خارج ہوتے ہین تو شمنی کی تعریف مذکور صحیح ٹھہری اور عدم ذکر مواظبت خارج
نہوا تعریف سنت کا اسواسطے کہ مواظبت سنت موکدہ کی شرط ہی اور شروط کا ذکر تعریف مین مناسب نہین واورد علیہ فی البحر المباح جبا علی ما ہو المنصور من ان الاصل
فی الاشیاء التوقف اور شمنی کی تعریف مذکور پر بحر الرائق مین مباح کا اعتراض وارد کیا ہی بنا بر اُس قول کے جو منصور اور موید ہی دلائل سے وہ قول یہ ہی کہ اصل اشیا مین
توقف کرنا ہی یعنے بدون حکم شرع کے نہ کوئی چیز حلال ہی نہ حرام ہی ہم اسمین اختلاف ہی کہ اشیا مین اصل اباحت ہی یا حرمت یا توقف اول قول ہی شافعیہ اور بعض حنفیہ کا
اور ثانی قول کو شافعیہ امام ابو حنیفہ رح کیطرف نسبت کرتے ہین اور ثالث یعنی توقف کا قول یہی مذہب منصور ہی اکثر حنفیون کا تو اعتراض کی بنا اسی قول پر ہی
یعنی جب اصل توقف ٹھہرا تو مباح کی اباحت ثابت نہو گی بدون شارع کے تو سنت کی تعریف جو شمنی نے کی ہی وہ مباح پر صادق آئی الا ان الفقہاء کثیرا ما یلہجون
بان الاصل الاباحۃ فالتعریف بناء علیہ مگر یہ کہ فقہاء حنفیہ بکثرت بولتے ہین کہ اصل اشیاء مین اباحت ہی تو تعریف مذکور اسی پر بنا ہی یعنی تو مباح کی اباحت
اصل سے ثابت ہی نہ شارع سے ہم بحر الرائق مین سنت کی دو تعریفین پسند کی ہین اول تعریف یہ ہی السنۃ ہی الطریقۃ المسلوکۃ فی الدین من غیر لزوم علی سبیل
المواظبۃ یعنی سنت وہ طریقہ ہی جو دین مین جاری ہی بطریق مداومت کے بدون اس بات کے کہ وہ لازم اور واجب ہو اور ماتن نے اپنی شرح مین اسی پر اقتصار کیا ہی
دوسری تعریف خود صاحب بحر الرائق کی ہی وہ یہ ہی کہ سنت وہ ہی جسپر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت کی لیکن اگر مواظبت لا مع الترک ہی تو یہ دلیل سنت
موکدہ کی اور اگر ترک ہی احیانا تو یہ دلیل ہی سنت غیر موکدہ کی اور اگر مواظبت کے ساتھ تارک پر انکار ہی تو یہ دلیل ہی وجوب کی کذا فی الطحطاوی مختصرا شیخ الاسلام
عینی نے شرح ہدایہ مین سنت کی چند تعریفات کو مذکور کر کے انکا نقصان بیان کیا پھر کہا کہ خواہر زادہ کی تعریف احسن التعریفات ہی وہ یہ ہی السنۃ ما فعلہ علیہ السلام
علے سبیل المواظبۃ ویوجر باتیانہ ویلام علی ترکہ یعنی سنت وہ کام ہی جسکو رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے کیا بطریق مداومت کے اور اسکے کرنے مین ثواب
دیا جائیگا اور نہ کرنے مین ملامت ہوگی الہدایۃ بالنیۃ ای نیۃ عبادۃ لا تصح الا بالطہارۃ کوضوء او رفع حدث او امتثال امر سنت ہی وضو کا شروع کرنا نیت
کے ساتھ یعنے اُس عبادت کا ارادہ کرنا جو بدون طہارت کے صحیح نہین چنانچہ وضو کی نیت کرنا یا حدث دور کرنے کی نیت کرنا یا بجا آوری حکم شارع کا قصد کرنا
ہم لغت مین نیت عبارت ہی عزم قلب سے کسی شی پر اور اصطلاح شرع مین نیت عبارت ہی ایجاد فعل مین طاعت اور تقرب الی اللہ کے قصد کرنے سے اور ایجاد
فعل مین منہیات بھی داخل ہین اسواسطے کہ منہیات سے جی کا روکنا یہ بھی فعل ہی نفس کا فتح القدیر مین ہی کہ رفع حدث کی نیت سے وضو کی نیت کرنا بہتر ہی اسلیے کہ
حدث چند قسم ہی تو طہارت مخصوصہ کی نیت نہ ٹھہری کذا فی الطحطاوی فتاوی عالمگیری مین ہی کہ وضو کی یون نیت کرے نویت ان اتوضأ للصلوۃ تقربا الی اللہ
تعالی یعنی مین نے وضو کا ارادہ کیا نماز کے لیے اللہ تعالی سے نزدیکی حاصل کرنے کو وضو جو بانہ بذاتہا لیس بعبادۃ اور فقیہون نے اسکی تصریح کر دی ہی کہ وضو بدون

نیت کے عبادت نہین ہوتی جب وضو بدون نیت کے عبادت نہ ٹھہرا تو اسپر ثواب نہ ملیگا اسواسطے کہ ثواب تو نیت پر موقوف ہو جیسا حدیث انما الاعمال بالنیات سے ثابت ہو طحطاوی نے بسند شیخ الاسلام سے نقل کیا ہے کہ جو نہ کہا جاتا ہو کہ وضو کو شرع مین بدون نیت کے مامور نہین ہوا لیکن اوامر میں جو باتین ہیں موقوف نہین اسواسطے کہ وضو شرعی غیر مقصود ہو بلکہ مقصود تو نماز ہے اور بغایت نیت وبدون نیت دونون طرح حاصل ہوجاتی ہو کیونکہ پانی تو مطہر ہی ہو حاصل یہ ہو کہ وضو بلا نیت سے نماز ادا ہوگی مگر وضو کا ثواب بدون نیت کے نہوگا اور یا گنہگار ہوگا اور وضو کرنیوالا نیت کے نہ کرنے سے گنہگار ہوگا اسمین اختلاف ہو کہ سنت موکدہ کا تارک گنہگار ہو یا نہین اور ہر الفائق مین اس اختلاف کو یون جمع کیا ہو کہ اگر سنت موکدہ کے ترک کرنے پر عادت کرلی تو گنہگار ہو ورنہ گنہگار نہین ہوگا یہ نہین کذافی الطحطاوی مین کہتا ہون در اشباہ مین اگرچہ گناہ نہین لیکن بلاشبہ ملامت کا مستحق ہو چنانچہ سنت کی تعریف اسپر دلیل ہو وہو ما ذکر فی الوضوء المامور به وفی التوضی بسور حمار ونبیذ تمر کہ تیمم اور اسپر تصریح ہو کہ نیت کرنا فرض ہو وضو مین اسکا شرع مین حکم ہو اور گدھے کے جھوٹے پانی سے اور شربت کھجور سے وضو کرنے مین فرض ہو جیسے تیمم مین نیت فرض ہو اور کھجور کے شربت سے وضو کا جائز ہونا ضعیف قول ہو اور معتمد قول یہ ہو کہ اس سے وضو جائز نہین کذافی الطحطاوی وبانیة وقتها عند غسل الوجه اور اسپر تصریح ہو کہ نیت کرنے کا وقت وضو مین چہرہ دھونے کے ساتھ ہو وفی الاشباه ینبغی ان تکون عند غسل الیدین الی الرسغین لینال ثواب السنن اور اشباہ مین ہو کہ ایسا یون ہو پہلے مستحب ہو کذافی الطحطاوی کہ نیت ہو دونون ہاتھون کے دھونے کے وقت پہنچون تک تاکہ سب سنتون کا ثواب پاوے قلت لکن فی القہستانی ومحلها قبل سائر السنن کما فی التحفة فالسنن عندنا قبل غسل الوجه کما ان الفرض عند الشافعی انتہی مین کہتا ہون لیکن قہستانی شرح نقایہ مین ہو اور نیت کا محل نیت کے سوا ہو سب سنتون سے پہلے چنانچہ تحفہ مین تصریح ہو تو مسنون نہین نیت کرنا ہمارے نزدیک منہ دھونے سے پہلے جسطرح شافعی رحمہ کے نزدیک فرض ہو انتہی ما فی القہستانی ثم قال استدراک یہ ہو کہ اشباہ مین اپنی تجویز مذکور بروایت نہین اور قہستانی مین روایت ہو تحفہ سے دوسری بات یہ ہو کہ قہستانی کے کلام سے تقدیم نیت کی تسمیہ پر بھی ثابت ہوتی ہو اور اشباہ مین یہ بات نہین وفیها ستة سوالات مشہورة نظمها العراقی فقال سبع سوالات لذی الفهم اتت * یحکی لکل عالم فی النیة * حقیقة حکم محل وزمن * وشرطها والقصد والکیفیة * اور نیت مین سات سوال مشہور ہین جنکو عراقی نے نظم کیا ہو سو یون کہا کہ سات سوال صاحب فہم کے لیے آئے ہین مذکور ہوتے ہین نیت کے باب مین ہر عالم کے واسطے ایک سوال ہو نیت کے حق مین ۲ نیت کے حکم مین ۳ اسکے محل مین ۴ اسکے زمانے مین ۵ اسکی شرط مین ۶ اسکے قصد مین ۷ اسکی کیفیت مین ہم پہلے سوال کا جواب یہ ہو کہ نیت کی حقیقت مین قصد طاعت اور تقرب الی اللہ ہو فعل کرنے کے ساتھ دوسرے سوال کا جواب یہ ہو کہ نیت کا حکم یہ ہو کہ وضو غیر مامور بہ مین نیت کرنا مسنون ہو اور وضو مامور بہ مین اور گدھے کے جھوٹے پانی سے وضو کرنے مین اور تمام عبادات مقصودہ مین نیت کرنا فرض ہو جیسا کا حکم ہوا تیسرے سوال کا جواب یہ ہو کہ نیت کا محل دل ہو اور زبان سے نیت کرنا بدعت ہو سب عبادات مین مگر پریشان دل جو غور مین پڑتا ہو اسکو زبان سے کہنا مستحسن ہو کذا نقل الحلبی عن البحر چوتھے سوال کا جواب یہ کہ نیت کا زمانہ وضو اور غسل مین سب سنتون سے پہلے ہو اور نماز مین تکبیر تحریمہ کے نزدیک یا اس سے پہلے بشرطیکہ کوئی فاصل مانع نہو پانچوین سوال کا جواب یہ کہ نیت کی شرط اسلام اور عقل ہو چھٹے سوال کا جواب یہ کہ نیت سے قصد یعنی مقصود اور غایت نیت کی امتیاز کرنا ہو عادات کا عبادات سے یا ایک عبادت کا دوسری عبادت سے جدا کرنا ساتوین سوال کا جواب یہ کہ کیفیت نیت کی یہ کہ عبادت کا قصد کرے اسکو جانکر کہ یہ کون عبادت ہو یعنی مطلق طاعت اور تقرب کی نیت کفایت نہین کرتی بدون تخصیص کے کذافی الطحطاوی اور اسکی تفصیل کتاب عبادات کے مسائل مین اپنے اپنے موقع پر انشاء اللہ تعالی مذکور ہوگی والبداءة بالتسمیة قولا اور سنت ہو وضو کو بسم اللہ کہنے سے شروع کرنا مصنف نے بیان اور غسل یدین مین بدایت کا لفظ مقدر کیا تاکہ معلوم ہو کہ نیت اور تسمیہ اور غسل تینون مین بدایت اور ابتدا مطلوب ہو اور ان مین کچھ منافات اور تناقض نہین اسواسطے کہ نیت کا محل دل ہو اور تسمیہ کا محل زبان ہو اور دھونا متعلق ہاتھون سے ہو اور اسی وضع تنافی کی طرف شارح نے قولا کے

لفظ سے اشارہ کردیا کذا فی الطحطاوی وتحصل بکل ذکر اور تسمیہ مذکور یعنے خدا کا نام حاصل ہوتا ہی ہر ذکر سے یعنی لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ اور الحمد للہ یا تشہد
وغیر ذلک سے لکن الوارد عنہ علیہ الصلوۃ والسلام بسم اللہ العظیم والحمد للہ علے دین الاسلام لکن نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے یون روایت ہی کہ بسم اللہ العظیم
والحمد للہ علے دین الاسلام کہے ہم طحطاوی نے کہا کہ وضو کے تسمیہ مین سلف سے منقول ہی بسم اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام اور اکمل نے کہا کہ یہ حدیث مرفوع ہی
مین کہتا ہون یہ اکمل کا عجز ہی یہ بیان نکیا کہ کسی امام نے ائمۂ معتبرین سے اسکو مرفوع کیا سو مین کہتا ہون کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بسم اللہ والحمد للہ مروی ہی طبرانی
نے معجم اوسط مین بطریق علی بن ثابت عن محمد بن سیرین عن ابی ہریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم یا ابا ہریرۃ اذا توضات فقل بسم اللہ
والحمد للہ فان حفظتک لا تزال تکتب لک الحسنات حتی تحدث من ذلک الوضوء یعنی حضرت نے فرمایا کہ ای ابو ہریرہ جب تو وضو کرے تو یون کہہ بسم اللہ والحمد للہ
اسواسطے کہ تیرے فرشتے نگہبان تیری نیکیان لکھا کرینگے اس وضو کے ٹوٹنے تک اور اس حدیث کی اسناد حسن ہی وبوسی نے کہا افضل یہ ہی بسم اللہ الرحمن الرحیم کہے
اور تعوذ کرے ابتداء وضو مین اور بسم اللہ کہے اور مجتبی مین ہی کہ یون کہے بسم اللہ الرحمن الرحیم بسم اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام یہین آثار وارد ہین مین کہتا ہون
ان علماء کبار کو دیکھکر کہ حدیث یا اثر کو ذکر کرتے ہین اور اسکے مخرج کو نہین بیان کرتے ہین اور نہ اسکا صحت اور ضعف مذکور کرتے ہین اور یہ آفت پڑی ہی تقلید سے کذا فی العینی
شرح الہدایہ تقلید سے مراد یہان یہ ہی کہ ایک مصنف دوسرے مصنف کی پیروی کرتا ہی نقل احادیث مین بلا بیان مخرج وبلا ذکر صحت وضعف اور یہ مطلب نہین کہ مطلق
تقلید معیوب ہی اسلیے کہ علامہ عینی خود مقلد ہی امام اعظم رح کا قبل الاستنجاء وبعدہ خدا کا نام لینا سنت ہی استنجا کرنے سے پہلے اور بعد اسکے ہم اسواسطے کہ قبل از استنجا
ملحق بوضو ہی طہارت ہونے کی وجہ سے اور بعد از استنجا تو ابتدا ہی طہارت کی کذا فی الغایۃ البیان اور صحیح روایت سے ثابت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلا کے
جانے کے وقت فرماتے تھے اللھم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث الا حال انکشاف وفی محل نجاستہ فیسمی بقلبہ مگر برہنہ ہونے کے وقت اور نجاست کے مکان مین
خدا کا نام زبان سے نہ لے تو اپنے دل مین نام لے ولو نسیہا فسمی فی خلالہ لا تحصل السنۃ بل المندوب اور اگر ابتداء طہارت مین خدا کا نام لینا بھول گیا پھر اسنے
درمیان وضو کے نام لیا تو سنت موکدہ حاصل نہوگی بلکہ مستحب حاصل ہوگا سنت اسواسطے حاصل نہوئی کہ اسکا محل تھا ابتدا مین سو فوت ہوا اور وجہ استحباب یہ ہی
تاکہ وضو خالی نہ رہے نام خدا سے واما الاکل فتحصل السنۃ فی باقیہ لا فیما فات ویقول بسم اللہ اولہ وآخرہ اور کھانے کے درمیان مین خدا کا نام لینے سے تو سنت
حاصل ہوگی باقی طعام مین نہ انہین جو گذر گیا اور بھولنے والے کو چاہیے کہ یون کہے بسم اللہ اولہ وآخرہ ہم شمائل ترمذی مین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہی
کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی کھانا کھاوے اور ذکر اللہ بھول جاوے کھانے پر تو یون کہے بسم اللہ اولہ وآخرہ ظاہر حدیث اسپر دلالت کرتی ہی
کہ اول طعام مین سنت حاصل ہوگئی اول طعام کے ذکر فرمانے سے اور یہ مخالف ہی شارح کے کلام سے جو اسنے فتح القدیر سے نقل کیا ہی کذا فی الطحطاوی والبدایۃ
بغسل الیدین الطاہرتین ثلثا قبل الاستنجاء وبعدہ اور سنت ہی پاک دونون ہاتھون کے تین بار دھونے سے ابتدا کرنا استنجا کرنے سے پہلے اور بعد اسکے ہم پاک کی
قید اسواسطے لگائی کہ نجس ہاتھون کا دھونا فرض ہی بعضون کے نزدیک قبل از استنجا ہاتھ دھونا سنت ہی اور بعضون کے نزدیک بعد استنجا کرنے کے سنت ہی مجتبی مین کہا کہ
اکثر کا قول یہ ہی کہ قبل اور بعد دونون حالت مین سنت ہی اور قاضیخان نے اسکی تصحیح کی ہی تو قبل استنجا کے بدایت حقیقی ہی اور بعد اسکے بدایت اضافی ہی کذا فی الطحطاوی
وقید الاستیقاظ اتفاقی اور جاگنے کی قید اتفاقی ہی نہ احترازی ہم یعنی ہدایہ یا حدیث مین جو ہاتھون کا دھونا جاگنے کے ساتھ مذکور ہی سو اتفاقی قید ہی احتراز مقصود
نہین اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو مین غسل یدین کی تقدیم مذکور ہی بلا تقیید نوم کذا فی الطحطاوی بخاری مین ابو ہریرہ رض سے روایت ہی کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اذا استیقظ احدکم من منامہ فلیغسل یدیہ قبل ان یدخلہما الاناء فی وضوءہ فان احدکم لا یدری این باتت یدہ یعنی جب تمسے کوئی جاگے
اپنی نیند سے تو چاہیے کہ اپنے دونون ہاتھ دھوئے برتن مین ڈالنے سے پہلے وضو کے پانی مین اسواسطے کہ کوئی نہین جانتا کہ اسکا ہاتھ رات کو کہان رہا
یعنے نجاست پر پڑا یا پاک چیز پر ولذا لم یقل قبل ادخالہما الاناء لئلا یتوہم اختصاص السنۃ بوقت الحاجۃ اور چونکہ جاگنے کی قید اتفاقی تھی اسی واسطے مصنف نے

ہیں نکالے اور ہاتھ دھونا سنت ہوتی ہیں اسلئے صنف نے کہا اور وہ بقید ہو کہ ہاتھ دھونے کی سنیت حاجت کے وقت کے ساتھ نص میں مقید نہیں اور یوں کہتے تو خلل ہوتا کہ بدون حاجت کے ہاتھون کو دھونا سنت نہین حاجت سے مراد تو ہم نجاست ہو اور صورت تحقق طہارت ہاتھ دھونا سنت ہے نہین یا اگر ایسا نہین جیسے کہ دوسرا قول ہے جسپر اکثر فقہا ہین یہ ہو کہ ہاتھ دھونا سنت ہو ہر چند کہ نجاست کا تو ہم ہو اسلئے کہ بدون استنجا سو گیا ہو یا بدن پر نجاست ہو تو دھونا سنت مؤکدہ ہو اور عدم توہم نجاست مین یعنی جسا ہر وہ کہ سونے مین یا نہ سونے مین سنت غیر مؤکدہ ہو اور نجاست کی حالت مین تو دھونا فرض ہو گا تو سنت ۔ یہ قول یعنی غسل یدین کا مسنون ہونا نص مطلق بغیر نجاست ہو اور سنت سے مراد وہ ہو جو مؤکدہ اور غیر مؤکدہ دونون کو شامل ہو لہذا فی البحر وغیرہ لان مفہوم التقیید تجوز کے اوقات کی قید اسواسطے نہ لگائی کہ ثابت ہون کے مفہوم مخالف ثابت ہوتے ہین مفہوم معتبر ہو مفہوم کی طرف وہی اشارہ الفہوم ما یفہم من اللفظ لا فی محل النطق انتہی یعنی جو مفہوم سے بوجھا جاوے بدون تصریح کے یعنی مفہوم مخالف وہ ہو کہ مذکور کے حکم سے غیر مذکور کا حکم مفہوم صفت یا شرط کے بیان سے ہو چنانچہ قرآن مجید مین فرمایا جسکو آزاد مسلمان عورتون سے نکاح کرنے کی استطاعت نہ ہو وہ مسلمان لونڈیون سے نکاح کرے امام شافعی اسی سے سمجھے کہ استطاعت والے کو لونڈی سے نکاح کرنا جائز نہین امام اعظم رح کہتے ہین کہ غیر مذکور کا حکم اس کلام سے معلوم نہین ہو سکتا بخلاف اکثر فاعتبرہ النصوص کذا فی النہر بخلاف اکثر مفہومات نصوص کے کذا فی النہر یعنی کتاب اور سنت کے اکثر مفہوم مخالف حنفیون کے نزدیک حجت اور دلیل نہین ہین اسواسطے کہ نصوص سے وہ احکام لینا مقصود ہو جنپر صریحا نصوص دلالت کرتے ہون اور اکثر کی قید اسواسطے لگائی کہ عقوبت کا مفہوم نصوص مین معتبر ہو چنانچہ قہستانی سے آگے ذکر ہوگا وفیہ من الحج المفہوم معتبر فی الروایات اتفاقا اور نہر الفائق کی کتاب الحج مین ہو کہ مفہوم مخالف معتبر ہو روایات مین بالاتفاق یعنے امام اعظم رح اور انکے اصحاب سے جو روایات کتابون مین منقول ہین انکے اکثر مفہومات معتبر ہین خواہ مفہوم مخالف ہو یا موافق ومنہ اقوال الصحابۃ قال ومنبغی تقییدہ بما یدرک بالرای لا ما لا یدرک بہ انتہی اور اسی قسم سے صحابہ کرام کے اقوال ہین کہ انکا بھی مفہوم بالاتفاق معتبر ہو نہر الفائق کے مصنف نے کہا لائق یہ ہو کہ اقوال صحابہ مین قید لگائی جائے اور اک قیاس کی نہ وہ قول جو قیاس سے نہ بوجھا جائے انتہی ما فی النہر یعنی اگر صحابہ کا قول ایسا ہو کہ اسمین عقل کی مجال ہو سکتی ہو تو اسکا مفہوم بھی حجت ہو اور اگر ایسا قول ہو کہ عقل اور قیاس کا اسمین دخل نہین تو اسکا مفہوم بھی معتبر نہین اسواسطے کہ وہ بمنزلہ نص مرفوع کے ہو گیا اور نص کا مفہوم معتبر نہین کذا فی الطحطاوی وفی القہستانی عن حدود النہایۃ المفہوم معتبر فی نص العقوبۃ کما فی قولہ تعالی کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون اور قہستانی مین نہایہ کی کتاب الحدود سے منقول ہو کہ مفہوم معتبر ہو عقوبت اور عذاب کے نص مین چنانچہ حقتعالی کے اس قول مین کہ البتہ کفار اپنے پروردگار سے اسدن یعنی قیامت کے دن محجوب اور مستور ہونگے یعنی دیدار خداسے محروم رہینگے اس سے معلوم ہوا کہ اہل ایمان اپنے پروردگار کی دیدار سے مشرف ہونگے بلا حجاب واما اعتبارہ فی الروایۃ فالکثری لا الکلی اور روایت فقہ مین تو مفہوم کا معتبر ہونا اکثری ہو ہر مقام مین نہین الی الرسغین بالنصب مفصل الکف بین الکوع والکرسوع واما البوع ففی الرجل قال ستۃ وعظم یلی الابہام کوع وما یلی لخنصرہ الکرسوع والرسغ ما وسطہ ۔ وعظم یلی ابہام رجل ملقب ۔ ببوع فخذ بالعلم واحذر من الغلط ۔ ابتدا غسل یدین دونون پہونچون تک سنت ہو رسغ بضم را ومہملہ وسکون سین مہملہ جوڑ ہو ہتھیلی کا درمیان کوع اور کرسوع کے اور جس ہڈی کا نام بوع ہو وہ تو پاؤن مین ہو چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہو اور وہ ہڈی جو انگوٹھے سے ملی ہو اسکا نام کوع ہو اور جو ہڈی چھنگلی سے ملی ہو وہ کرسوع اور جو کہ ان دونون ہڈیون کے درمیان جوڑ ہو اسکا نام رسغ ہو اور جو ہڈی کہ پاؤن کے انگوٹھے سے ملی ہو اسکا لقب بوع ہو سوائے مخاطب اے علم کو اور پرہیز کر غلطی سے تم ان لم یکن رفع الاناء ادخل اصابع الیسری مضمومۃ وصب علی الیمنی لاجل التیامن پھر معلوم کر کہ اگر برتن کا اٹھانا ممکن نہو تو اپنے بائین ہاتھ کی انگلیان ملا کر برتن مین ڈالے اور پانی لیکر داہنے ہاتھ پر ڈالے تاکہ داہنی طرف سے طہارت شروع ہو یعنی پھر داہنے ہاتھ سے پانی لیکر بایان ہاتھ دھووے ہم بحر الرائق مین پورا بیان یون ہو کہ ہاتھون کے دھونے کا طریقہ یہ ہو کہ اگر چھوٹا برتن ایسا ہو کہ اٹھانا اسکا ممکن ہو تو اسمین ہاتھ نہ ڈالے بلکہ بائین ہاتھ سے اسکو اٹھاوے اور داہنے ہاتھ پر پانی ڈالے اور تین بار

اسکو دھووے پھر برتن کو داہنے ہاتھ مین لے اور بائین ہاتھ پر پانی ڈالے اور تین بار اسکو دھووے پھر اگر برتن کا اٹھانا ممکن نہو تو ویسا کرے جیسا کہ شارح
نے کہا اور بڑے برتن مین انگلیان ملا کر اسوقت ڈالے جبکہ وہان چھوٹا برتن نہو اور اگر ہو تو ویسا کرے جیسا اول مذکور ہو چکا اگر کوئی کہے کہ ہاتھ کا ڈالنا
برتن مین نیند سے جاگنے والے کو حدیث مین منع ہو اسکا جواب یہ ہو کہ منع اس صورت مین ہو جبکہ چھوٹا برتن ہو یا بڑا برتن ہو اور اسکے ساتھ چھوٹا برتن بھی ہو
اور اگر بڑے برتن کے ساتھ چھوٹا برتن نہو تو ادخال کف ممنوع نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو ادخل الکف ان اراد الغسل صار الماء مستعملا وان اراد الاغتراف
لا اور اگر ہتھیلی کو پانی مین ڈالا اگر دھونے کا ارادہ کیا تو پانی مستعمل ہو جائیگا اور اگر چلو بھرنے کا ارادہ کیا تو پانی مستعمل نہ ہوگا یعنی ضرورت کی وجہ سے اگرچہ
طلب استعمال یعنی قربت اور رفع حدث متحقق ہو کذا فی البحر اور دھونے کے قصد سے وہ پانی مستعمل ہوگا جو ملاقی ہو کف سے جبکہ جدا ہوا اور باقی تمام پانی
مستعمل نہوگا اور قصداً اغتراف سے پانی مستعمل نہوگا اگرچہ صاحب جنابت ہو اور اسیطرح اگر کوزہ گر گیا بڑے گہرے برتن مین سو اسکے لینے کو ہاتھ ڈالا کہنی تک
تو پانی مستعمل نہوگا کذا فی البحر ولو لم یمکنہ الاغتراف بشئ ویداہ نجستان تیمم وصلی ولم یعد اور اگر پانی لینا بڑے برتن سے ممکن نہو کسی چیز سے اور اسکے دونون
ہاتھ ناپاک ہین تو تیمم کرے اور نماز پڑھے اور نماز کا اعادہ نکرے ہم توضیح اسکی مضمرات مین اسطرح ہو کہ جب پانی نہ لے سکے اور ہاتھ ناپاک ہون تو دوسرے
شخص سے کہے کہ وہ پانی لیکر اسکے ہاتھ دھولا دے اور اگر کوئی وہان نہو تو کپڑے کا ایک سرا پانی مین ڈالے اور دوسرا اسکا سرا ہاتھ مین پکڑے رہے
پھر پانی سے نکالکر اسکے قطرات سے داہنا ہاتھ دھووے پھر بایان ہاتھ دھووے یا دانتون سے کپڑا پکڑکے دونون ہاتھ ساتھ ہی دھووے تین بار اور
اگر کپڑا نہو تو منہ سے پانی لیکر دونون ہاتھ دھووے اور اگر اسپر بھی قادر نہو تو تیمم کرے اور نماز پڑھے اور اس نماز کا دوبارہ پڑھنا واجب نہین وھو
سنۃ کما ان الفاتحۃ واجبۃ **ینوب عن الفرض** اور وہ یعنے بند دست تک ہاتھون کا دھونا ایسی سنت ہو کہ قائم مقام ہوتا ہو فرض کے جیسے
الحمد پڑھنا ایسا واجب ہو کہ قائم مقام ہوجاتا ہو فرض کے یعنی اس محل کا دھونا کہ فرض تھا اس مسنون دھونے سے ادا ہو گیا جیسے قرآن کا پڑھنا
کہ نماز مین فرض ہو الحمد پڑھنے سے کہ واجب ہو ادا ہوجاتا ہو ویسن غسلھا ایضا مع الذراعین اور ذراعین کے ساتھ انکا بھی دھونا مسنون ہو یعنے
اگرچہ بند دست تک دھونے سے سنت اور فرض دونون ادا ہوگئے لیکن کہنیون تک ہاتھ دھونے کے ساتھ انکا بھی دھونا دوسری بار سنت ہے
بحر الرائق مین مذکور ہو کہ غسل یدین مین تین قول ہین ایک قول یہ ہو کہ وہ فرض ہو اور تقدیم اسکی سنت ہو اور فتح القدیر اور معراج اور خبازیہ مین اسکو
پسند کیا ہو دوسرا قول یہ ہو کہ وہ سنت ہو قائم مقام فرض کے ہوجاتا ہو الحمد کے مانند اور اسکو کافی مین پسند کیا ہو اور تیسرا قول سرخسی کا ہو کہ وہ سنت
ہو قائم مقام فرض کے نہین ہوتا تو انکے ظاہر و باطن کا دوبارہ دھونا چاہیے سرخسی نے کہا یہی صحیح ہو میرے نزدیک اور مشائخ کے ظاہر کلام سے
قول اول مذہب معلوم ہوتا ہو انتہی مختصراً طحطاوی نے کہا کہ شارح کے کلام مین خلط ہو دو قول کا اسواسطے کہ جو کہتا ہو کہ غسل یدین سنت ہو اور قائم
مقام ہو فرض کے وہ نہین کہتا کہ غسل یدین دوسری بار سنت ہو بلکہ دوبارہ دھونا سرخسی کا قول ہو اور شارح کے موافق نہر الفائق مین ذخائر اشرفیہ
سے منقول ہو **والسواک** سنۃ مؤکدۃ کما فی الجوہرۃ عند المضمضۃ وقیل قبلھا اور مسواک کرنا سنت مؤکدہ ہو چنانچہ جوہرہ مین مذکور ہو کلی کرنے کے
وقت سنت ہو اور قول ضعیف یہ ہو کہ کلی سے پہلے سنت ہو ہم مسواک کرنے کی تاکیدات اور اسکے فضائل احادیث مین بکثرت ہین از انجملہ وہ حدیث
صحیح ہو جو امام مالک کے موطا مین ابو ہریرہ سے مروی ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری امت پر شاق نہوتا تو مین انکو مسواک کرنے
کا حکم کرتا ہر وضو کے ساتھ اور صحاح ستہ مین ابو ہریرہ سے مروی ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری امت پر شاق نہوتا تو مین انکو مسواک
کرنے کا حکم کرتا ہر نماز کے ساتھ اور احمد اور ابن خزیمہ اور حاکم اور دارقطنی اور بیہقی اور ابو نعیم نے عائشہ صدیقہ سے روایت کی کہ آنحضرت نے فرمایا
کہ اس نماز کی فضیلت جسکے واسطے مسواک کی گئی اس نماز پر جسکے واسطے مسواک نہین کی گئی ہفتاد چند ہو یعنے ستر درجے زائد ہو ثواب مین

کذا فی العینی وهو للوضوء عندنا اور مسواک وضو کی سنت ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہم اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک مسواک نماز کی سنت ہے اور ثمرہ اختلاف
ظاہر ہوتا ہے اُس شخص کے حق میں جیسے مسواک والے ایک وضو سے چند نمازیں پڑھیں تو ہمارے نزدیک سب نمازوں کا ثواب ستر درجہ مسواک سے
بڑھ جاتا اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اسقدر ہر نماز میں ثواب نہ ہوگا جب تک ہر نماز کے واسطے جدا جدا مسواک نہ کرے کذا فی البحر الرائق اور ابو حنیفہ کے نزدیک مسواک
وضو کی سنت ہے جبکہ وضو میں مسواک کرنا بھول گیا تو اب نماز کے واسطے مسواک کرنا مستحب ہے جو کلام میں شیء الطہر کے واسطے مسواک کرنا بھول گیا پھر نماز کے
وقت یاد آیا تو اب مسواک کر لینا مستحب ہے تاکہ مسواک کی فضیلت بالاتفاق حاصل ہو کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ صاحب نہر کی تجویز ہو روایت مذہب نبی ہے
تو شارح کو مناسب تھا کہ اسپر آگاہ کر دیتا کما یندب لاصفرار سن وتغییر رائحۃ وقراءۃ قرآن جیسے مستحب ہے مسواک کرنا دانتوں کی زردی اور بدبو دور کرنے کے سبب
اور قرآن شریف کے پڑھنے کے لیے ہم استحباب مسواک کا متاکد ہوتا ہے ارادہ نماز اور وضو اور قراءت قرآن اور نیند سے جاگنے کے وقت اور سونے سے پہلے اسواسطے
کہ امام اعظم رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ مسواک کرنا دین کی سنت ہے تو سب احوال اس میں برابر ہیں چنانچہ احمد اور ترمذی نے ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے حدیث مرفوع
روایت کی ہے کہ چار چیزیں انبیاء مرسلین کی سنت میں ختنہ کرنا اور مسواک کرنا اور عطر لگانا اور نکاح کرنا کذا فی العینی واقلہ ثلث فی الاعالی وثلث فی الاسافل
اور ادنے درجہ مسواک کا تین بار پھیرنا ہے اوپر کے دانتوں میں اور تین بار نیچے کے دانتوں میں ہم اوپر کے دانتوں میں ابتدا دہنی طرف سے کرے پھر بائیں طرف
اور اسیطرح نیچے کے دانتوں میں کرنا چاہیے کذا فی البحر عینی میں ہے کہ مسواک کرنے کی کچھ حد نہیں یہاں تک مسواک کرے کہ زردی دانت اور گندہ دہنی کے زوال کا دل کو
اطمینان حاصل ہو بمیاہ ثلثہ تین پانی سے ہم یہ پانی مضمضہ کے پانی کے سواے ہیں اسطرح کہ مسواک کو تین بار دھوے اسواسطے کہ مضمضہ کا بیان آگے آویگا
کذا فی الطحطاوی وندب امساکہ بیمناہ اور مستحب ہے پکڑنا مسواک کا داہنے ہاتھ میں ہم مسواک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ داہنے ہاتھ کی چھنگلی کو مسواک کے نیچے رکھے اور
انگوٹھے کو مسواک کے سرے کے نیچے کرے اور باقی تین انگلیاں مسواک کے اوپر رہیں اسیطرح مروی ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کذا فی الطحطاوی عن النہر وکونہ لینا
مستویا بلا عقد فی غلظ خنصر وطول شبر اور مستحب ہے ہونا مسواک کا نرم سیدھی برابر بے گرہ بقدر چھنگلی کے موٹی اور بالشت بھر لمبی ہم اراک اور بانس کے سوا ہر لکڑی
کی مسواک درست ہے کذا فی الطحطاوی اور افضل پیلو اور زیتون کی ہے عینی نے طبرانی اوسط سے حدیث مرفوع روایت کی کہ بہتر مسواک زیتون کی ہے مبارک درخت ہے
منہ کو خوشبودار کرتی ہے اور بدبو دفع کرتی ہے اور وہ میری مسواک ہے اور مجھ سے اگلے انبیا کی ویستاک عرضا لا طولا اور مسواک کرے دانتوں کے عرض میں نہ طول
میں ہم اسواسطے کہ طول میں مسواک کرنے سے مسوڑھے زخمی ہو جاتے ہیں کذا فی الطحطاوی عینی نے کہا ابو نعیم نے حدیث مرفوع نقل کی کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ
والسلام مسواک عرض میں کرتے تھے نہ طول میں اور ابو داؤد کی سنن میں حدیث ہے کہ جب تم مسواک کرو تو عرض میں مسواک کیا کرو ولا تضطجعا فانہ
یورث کبر الطحال اور مسواک نکرے لیٹکر کروٹ سے کیونکہ اس سے تلی بڑھ جاتی ہے ولا تقبضہ فانہ یورث الباسور اور اسکو مٹھی بھر کے نہ پکڑے اسواسطے کہ اس سے
بواسیر پیدا ہوتی ہے ولا تمصہ فانہ یورث العمی اور نہ چوسے مسواک کو کہ اس سے آدمی اندھا ہو جاتا ہے ثم یغسلہ والا فیستاک الشیطان بہ اور مسواک کرکے
پھر مسواک کو دھو ڈالا کرے نہیں تو شیطان اُس سے مسواک کریگا ولا یزاد علی الشبر والا فالشیطان یرکب علیہ اور ایک بالشت سے مسواک زیادہ نہ کیجیے
نہیں تو شیطان اُسپر سوار ہوگا ولا یضعہ بل ینصبہ والا فخطر الجنون قہستانی اور مسواک کو پڑی نہ رکھے بلکہ کھڑی کرے نہیں تو جنون کا خوف ہے یہ سب کہا ہے
قہستانی نے ویکرہ بمؤذ ویحرم بذی سم اور مکروہ ہے مسواک کرنا ایذا دینے والی لکڑی سے چنانچہ قصب فارسی اور حرام ہے زہردار لکڑی سے ومن منافعہ انہ شفاء
لما دون الموت ومذکر للشہادۃ عندہ اور منجملہ منافع مسواک کے یہ ہے کہ وہ شفا ہے ہر مرض کی سواے موت کے اور وہ کلمہ شہادت کی یاد دلانے والی ہے موت
کے نزدیک ہم نہر الفائق میں ہے کہ مسواک کے منافع ۳۰ سے زیادہ ہیں ادنی منافع اذے ہے یعنی دور رہنا گندہ دہنی کا اور اعلی تذکیر ہے شہادت کے مرنے کے وقت اور
ابو سعود میں ہے کہ مسواک مسوڑھوں کو مضبوط کرتی ہے اور بصارت کو تیز اور پیری میں دیر ہوتی ہے اور پل صراط کے چلنے میں سرعت بخشتی ہے کذا فی الطحطاوی

وعند فقدہ او فقد اسنانہ تقوم الخرقۃ الخشنۃ او الاصبع مقامہ اور جسوقت مسواک موجود نہو یا دانت باقی نہ رہے ہون تو کھردرا کپڑا یا اُنگلی قائم مقام مسواک کے ہوجاتی ہی یعنی تحصیل ثواب مین کذا فی النہر وغیرہ ھم سنن احمد مین مروی ہی کہ علی رضی اللہ عنہ نے پانی کا کوزہ مانگا پھر چہرہ اپنا دھویا اور دونون ہتھیلیون کو تین بار اور کلی کی پھر بعضی اُنگلی اپنے مُنھ مین ڈالی الی آخر الحدیث اور آخر کو فرمایا کہ یہ وضو ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کذا فی العینی کما تقوم العلک مقامہ للمرأۃ مع القدرۃ علیہ جیسے صنوبر اور بطم کا گوند چبانا عورت کے حق مین قائم مقام ہی مسواک کے باوجود قادر ہونے کے مسواک پر وجہ اسکی یہ ہی کہ عورت کو مواظبت کرنا مسواک پر مضعف ہی اسکے دانتون کا تو اُسکو اُسکا فعل مستحب ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر وغسل الفم ای استیعابہ ولذا عبر بالغسل او للاختصار اور مُنھ کے اندر کا دھونا سنت ہی یعنے تمام داخل مُنھ کا دھونا اور اسی واسطے یعنے تمام مراد ہونے کے لیے مصنف غسل کا لفظ بولا یعنی غسل کا لفظ باقی اعضا مغسولہ کے قرینہ سے استیعاب پر دلالت کرتا ہی یا اختصار کے واسطے یہ عبارت اختیار کی ہی ھم اکثر کتب فقہ مین والمضمضۃ والاستنشاق مذکور ہی لیکن مصنف نے موافق کنز اور درر کے بجاے اس عبارت کے غسل الفم والانف کو اختیار کیا صراحت استیعاب کے واسطے یا اختصار کے لیے ہر چند مضمضہ اصطلاحی بھی استیعاب پر دلالت کرتا ہی مگر غسل کا لفظ استیعاب پر زیادہ تر دلالت کرتا ہی کذا فی النہر اور عبارت مذکورہ سے مصنف کی عبارت مین چار حروف کی کمی ہی تو اختصار ثابت ہوا بمیاہٍ ثلثۃ کلی کرنا سنت ہی تین پانیون سے جدا جدا والانف ببلوغ الماء المارن بمیاہٍ اور ناک کے اندر کا دھونا سنت ہی نرم ناک تک تین بار پانی پہونچا کر امام شافعی رح کے نزدیک تین بار مضمضہ اور استنشاق سنت ہی اسطرح کہ ایک چلو پانی سے مضمضہ بھی کرے اور استنشاق بھی اور دلیل اُنکی چند احادیث صحیح ہین امام اعظم رح کے نزدیک احادیث مذکورہ سے جواز نکلتا ہی لیکن سنت یہ ہی کہ ہر واحد مضمضہ اور استنشاق کے واسطے تین بار جدا جدا پانی لیا جاے چنانچہ ابوداؤد اور طبرانی مین طلحہ بن مصرف کی حدیث سے اسکی تصریح موجود ہی اور جو لوگ کہ اس حدیث کی صحت مین گفتگو کرتے ہین اُسکا جواب فتح القدیر اور عینی شرح ہدایہ مین مشروحًا مذکور ہی خوف طوالت سے مترجم بیان مذکور نہ کرسکا وھما سنتان مؤکدتان اور مضمضہ اور استنشاق دونون سنت مؤکدہ ہین ھم تو اُنکا ترک کرنا گناہ ہی مذہب صحیح پر اسلیے کہ سنت مؤکدہ بمنزلہ واجب کے ہی اور جن لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو کی حکایت کی ہی وہ بائیس صحابۂ کرام ہین مضمضہ اور استنشاق کو سب نے ذکر کیا ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر عن الفتح اور علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین ۲۲ صحابیون سے نام بنام مع تسریح مخرجین حدیث مذکور کو بیان کیا ہی شکر اللہ مساعیہ مشتملتان علی سُنن خمس الترتیب والتثلیث وتجدید الماء وفعلہما بالیمنی مضمضہ اور استنشاق پانچ سنتون پر شامل ہین ایک تو ترتیب یعنے پہلے کلی کرنا پھر ناک دھونا دوسرے ہر ایک کو تین تین بار کرنا تیسرے ہر بار نیا پانی لینا چوتھے دونون کو داہنے ہاتھ سے کرنا مگر ناک کا جھاڑنا بائین ہاتھ سے چاہیے کذا فی الطحطاوی عن المبسوط والمبالغۃ فیہما بالغرغرۃ ومجاوزۃ المارن پانچوین مبالغہ کرنا مضمضہ مین غرغرہ کرکے اور استنشاق مین بانسے تک پانی پہونچا کے لغیر الصائم لاحتمال الفساد مبالغہ کرنا مسنون ہی اُسکو جو روزہ دار نہین اسلیے کہ صائم کو مبالغہ کرنے سے فساد صوم کا احتمال ہی ھم اصحاب سنن نے لقیط بن صبرہؓ سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وضو کامل اور پورا کر اور انگلیون کے اندر خلال کر اور مبالغہ کر استنشاق مین مگر یہ کہ تو روزہ دار ہو کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول وسر تقدیمہما اعتبار اوصاف الماء لان لونہ یدرک بالبصر وطعمہ بالفم وریحہ بالانف اور مضمضہ اور استنشاق کے مقدم کرنے کی حکمت پانی کے اوصاف کا دریافت ہونا ہی اسواسطے کہ پانی کا رنگ آنکھ سے اور مزہ اسکا مُنھ سے اور بو اسکی ناک سے معلوم ہوجاتی ہی ھم وضو کے واسطے پاک اور پاک کرنے والا پانی ضرور ہی اور ناپاک پانی وہ ہی جسکے اوصاف ثلثہ یعنی رنگ یا مزہ یا بو نجاست سے بدل جاے ولو عندہ ما یکفی للغسل مرۃ معہما وثلثا بدونہما غسل مرۃ اور اگر وضو کرنے والے کے پاس اتنا پانی ہو کہ اگر مضمضہ اور استنشاق کرے تو ایکبار اعضا کو دھوسکے اور جو اُنکو نکرے تو تین بار اعضا کو دھوسکے تو ایکبار اعضا کو دھووے اور مضمضہ اور استنشاق کرے یعنے تین بار دھونے سے مضمضہ اور استنشاق زیادہ تر مؤکد ہین ھم اسواسطے کہ مع الامکان ترک تکرار مکروہ نہین اور سب ناقلین صحابۂ کرام نے آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے وضو مین

المقدمہ اور ظہور ناک کو ذکر کیا ہے اور ہمیشہ کیا دھونا دھونے میں آپ کے فعل سے ثابت ہے اور فرمایا کہ یہ وہ وضو ہے کہ بدون اس کے حق تعالیٰ نماز کو قبول نہیں فرماتا
کذا فی الطحطاوی من الحلبی واللہ اعلم ومضمض ببعضہ واستنشق بباقیہ اجزاہ وعکسہ لا اور اگر پانی لیا چلو بھر سو تھوڑے سے پانی سے کلی کی اور باقی سے ناک میں
ڈالا تو اسکو کفایت کرتا ہے اور اسکے برعکس یعنی پہلے ناک میں ڈالا پھر باقی پانی سے کلی کی تو کافی نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ پانی اس صورت میں مستعمل ہو گیا اسلئے
کہ پانی ناک میں نہیں ٹھہر سکتا اور منہ میں ٹھہر سکتا ہے تو اول کلی کرنے سے باقی پانی مستعمل نہیں ہو جاتا اور ناک سے پانی بہہ آتا ہے لہذا باقی مستعمل ہو جاتا ہے
کذا فی الطحطاوی وفیہ محل بحث فی شرح النقایۃ الاولی نظر قہستانی اور مسوحنی کیا اپنی انگلی اپنے منہ یا ناک میں ڈالے یا نہ ڈالے جواب بہتر ہے کہ ان ڈالے
کذا فی القہستانی **وتخلیل اللحیۃ لغیر المحرم بعد التثلیث ویجعل ظہر کفہ الی عنقہ** اور سنت ہے ڈاڑھی کا خلال کرنا غیر محرم کو تین بار منہ دھونے کے بعد اور خلال
کرنے کے وقت اپنی ہتھیلی کی پشت اپنی گردن کی طرف کرے سنن ابوداؤد میں انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو کرتے تھے تو ایک چلو
مبارک میں پانی لیتے تھے اور تحت الحنک داخل کرتے تھے اور اس سے ریش مبارک کو خلال کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اسیطرح میرے رب نے فرمایا مجھ کو معلوم ہو
کہ تخلیل ریش میں چار قول ہیں پہلا قول یہ ہے کہ واجب ہے یہ قول ہے سعید بن جبیر کا دوسرا قول یہ ہے کہ سنت ہے یہ مذہب ہے ابو یوسف اور شافعی کا اور روایت ہے
محمد سے غیر مطلوب میں کہا کہ سنت کا قول بھی صحیح ہے تیسرا قول یہ ہے کہ مستحب ہے اور چوتھا قول یہ ہے کہ جائز ہے ابو حنیفہ اور محمد کے نزدیک اور یہی قول ہے مالک کا جائز کا
مطلب یہ ہے کہ اسکا کرنے والا منسوب بہ بدعت نہیں اور مبسوط میں ہے کہ تخلیل ریش ابوحنیفہ رح کے نزدیک مستحب ہے صاحبین کے نزدیک جائز ہے کذا فی البنایۃ وفتح الغفار میں
ہے کہ کیفیت تخلیل بطور سنت کے یہ ہے کہ ہاتھ کی انگلیاں ڈاڑھی کے بالوں میں نیچے سے ڈالے اوپر کی طرف لاوے اسطرح کہ پشت ہاتھ کی منہ کی طرف ہو **وتخلیل الاصابع
الیدین بالتشبیک والرجلین بخنصر یدہ الیسری بادیا بخنصر رجلہ الیمنی** اور سنت ہے انگلیوں کا خلال کرنا دونوں ہاتھوں کا خلال بطریق تشبیک ہے یعنی ایک ہاتھ کی
انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کرنا جسطرح پنجہ کرتے ہیں اور دونوں پاؤں کا خلال بائیں ہاتھ کی چھنگلی سے ابتدا کرے داہنے پاؤں کی چھنگلی سے
اور ختم کرے بائیں پاؤں کی چھنگلی پر ہے بحر الرائق میں ہے کہ تخلیل پاؤں کی سفل اصابع سے شروع کرے پشت قدم کی طرف لاوے انتہی عینی نے کہا اس کیفیت کی
کچھ اصل نہیں ابو داؤد اور ترمذی نے مستورد سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب وضو کرتے تو اصابع یدین کو دلک کرتے چھنگلی سے
تو حدیث بدایت خنصر کی مقتضی ہے انتہی ترمذی نے ابن عباس سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو وضو کرے تو خلال کر اپنے دونوں ہاتھوں
کو اور دونوں پاؤں کو ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے نہر الفائق میں ہے ابن ماجہ کی روایت میں تخلیل الخنصر آیا ہے لیکن بائیں چھنگلی یا سفل سے واللہ اعلم بہ
انتہی **وہذا بعد دخول الماء خلالہا فلو منضمۃ فرض** اور یہ یعنی تخلیل اصابع کا سنت ہونا پانی داخل ہونے کے بعد ہے انگلیوں کے اندر تو اگر انگلیاں ملی ہوں تو انکے مابین کا
دھونا فرض ہے عم فتح القدیر میں ہے کہ جب وہاں پانی نہ پہونچا تو دھونا وہاں کا فرض ہوگا کیونکہ تخلیل اور چیز ہے اور غسل اور چیز ہے کما لا یخفی کذا فی الطحطاوی عن البحر
وتثلیث الغسل المستوعب ولا عبرۃ للغرفات اور تین بار پورا دھونا ہر عضو مغسول کا سنت ہے اور چلوؤں کا اعتبار نہیں بدون استیعاب کے عم یعنی تین بار
تکرار غسل سنت ہے پہلا دھونا فرض ہے اور دوسرا اور تیسرا سنت موکدہ ہے قول صحیح پر چنانچہ بحر الرائق میں منقول ہے سراج سے اور ہر بار کے غسل میں استیعاب یعنی پورا
دھونا سنت ہے تین چلو کا اعتبار نہیں تو اگر اول بار چلو ڈالے اور کچھ خشک باقی رہا پھر دوسری بار تھوڑا دھویا پھر تیسری بار تمام عضو پورا ہو گیا تو یہ تین بار کا دھونا
نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی **ولو اکتفی بمرۃ ان اعتادہ اثم** اور اگر ایکبار دھونے پر اکتفا کیا جبکہ اسکی عادت کر لیگا تو گنہگار ہوگا عم گناہ کی وجہ یہ ہے کہ امت سنت مشہورہ کے
ترک پر عادت کی صاحب بحر نے کہا گنہگار اسوقت ہوگا جبکہ تثلیث غسل کے ہونے کا معتقد نہو **ولو زاد لطمانیۃ القلب او لقصد الوضوء علی الوضوء لا باس بہ** اور
اگر تین بار سے زیادہ دھویا دل کی تسکین کے واسطے یا ایک وضو پر دوسرا وضو کرنے کو تو کچھ مضائقہ نہیں زیادت میں عم درصورت شک خاطر تین کیواسطے
تین بار سے زیادہ دھونا اور اسیطرح پانی کی قلت سے یا سردی کی شدت سے یا اور حاجت سے تین بار سے کم کرنا مکروہ نہیں کذا فی البنایۃ شیخ الاسلام

عینی نے کہا کہ تسکین خاطر کیواسطے زیادہ کرنا شک کے نزدیک یا دوسرے وضو کی نیت کرنا لاباس بہ ہی بدلیل حدیث ابن عمرؓ کہ آنحضرت علیہ السلام فرماتے تھے کہ
جسنے وضو کیا وضو پر اُسکے واسطے حق تعالی دس نیکیان لکھیگا روایت کیا اسکو ابوداؤد اور ابن ماجہ اور بیہقی اور ترمذی نے ہرچند بعضون نے اسکو ضعیف کہا ہی
لیکن دفع ضعف کا جواب شافی بھی موجود ہی شرح عینی مین وحدیث فقد تعدی محمول علی الاعتقاد اور وہ حدیث جسمین فقد تعدی فرمایا ہی وہ اعتقاد پر محمول ہی م
بحر الرائق مین حدیث مذکور یون مذکور ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہ وہ وضو ہی کہ اللہ تعالی نماز کو بدون اُسکے قبول نہین کرتا
اور دو دو بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہ وضو ہی اُس شخص کا جسکو دونا ثواب عطا ہوتا ہی اور تین تین بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہ میرا وضو ہی اور مجھسے پہلے کے انبیا کا وضو ہی
سو جو شخص کہ اسپر زیادہ کرے یا کم کرے فقد تعدی وظلم یعنی اُسنے حد سے تجاوز کیا در صورت زیادت اور ظلم کیا در صورت کمی بدائع مین ہی کہ صحیح تر قول یہی ہی کہ زیادت
سے گنہگار ہوگا مگر جبکہ یہ اعتقاد کرے کہ وضو جائز نہین مگر تین بار سے زیادہ کرنے مین مین کہتا ہون کہ زیادت سے گنہگار ہوگا اسراف کی بہت سے اگرچہ فقط تین بار
دھونے کے مسنون ہونے کا معتقد ہو کذا فی الطحطاوی مختصرا ولعل کراہتہم تکرارہ فی مجلس تنزیہیۃ بل فی القہستانی معزیا للجواہر الاسراف فی الماء الجاری جائز لانہ
غیر مضیع فتامل اور شاید کہ فقہا کا مکروہ کہنا تکرار وضو کا ایک مجلس مین مکروہ بکراہت تنزیہی ہی یعنی ترک اولی ہی گناہ نہین بلکہ قہستانی مین جواہر سے منقول ہی کہ
اسراف جاری پانی مین جائز ہی اسواسطے کہ یہ شخص پانی کا ضائع کرنے والا نہین ہی سو اسکو تامل کر م یہ جواب ہی اس سوال مقدر کا کہ اگر تین بار سے زیادت
تسکین دل اور وضو پر وضو کرنے مین جائز ہی اور وعید حدیث مذکور کا معتقد کے حق مین ہی تو فقہا نے تکرار وضو کو مجلس واحد مین کیون مکروہ کہا ہی جواب دیا کہ کراہت
تنزیہی ہی جسکو لاباس بہ کہتے ہین بلکہ قہستانی نے اسپر بھی ترقی کی کہ آب جاری مین مطلقاً زیادت کو جائز رکھا طحطاوی نے کہا خلاصہ مین ہی کہ تکرار وضو ایک مجلس
مین جائز ہی اور سراج مین ہی کہ مکروہ ہی نہر الفائق مین ہی کہ دونون روایتون مین اختلاف نہین اسواسطے کہ خلاصہ کا جواز اعادہ واحدہ پر محمول ہی اور سراج کی
کراہت چند بار کرنے پر محمول ہی چنانچہ سراج مین چند بار کا لفظ صریحاً اسپر دلالت کرتا ہی انتہی تو اگر شارح کے کلام کو چند بار تکرار پر محمول کیجے چنانچہ حلبی محشی نے
کہا ہی تو بلاشبہ اسراف ہی اور اسراف مکروہ تحریمی ہی نہ تنزیہی اور قہستانی کا کلام آب جاری پر قاصر ہی اور شارح کا کلام سابق عام ہی اور قہستانی نے جو کہا کہ آب جاری
مین اسراف جائز ہی سو ضعیف قول ہی بلکہ وہ مکروہ ہی مطلقاً بلا حاجت اور شارح نے بلفظ تامل اسکی توہین اور تضعیف کیطرف اشارہ کر دیا انتہی ما فی الطحطاوی ملخصا
پس قہستانی کا کلام اعتماد کے قابل نہین کہ صریح حدیث کے مخالف ہی اسواسطے کہ احمد اور ابن ماجہ مین مروی ہی کہ آنحضرت صلعم سعد بن ابی وقاص پر گذرے اور وہ وضو
کرتے تھے تو فرمایا کہ پانی مین اسراف مت کر سعد نے کہا کیا پانی مین بھی اسراف ہی فرمایا نعم وان کنت علی نہر جار یعنی ہان پانی مین بھی اسراف ہی اگرچہ تو جاری نہر پر ہو کذا فی
شرح سفر السعادۃ للدہلوی ومسح کل راسہ مرۃ مستوعبۃ اور سنت ہی اپنے تمام سر کا مسح کرنا ایکبار اسطرح کہ بالکل سر پر دونون ہاتھ پھر جاوین اندک بھی باقی نہ رہے م
صحیحین مین عبداللہ بن زید سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک کو مسح کیا دونون ہاتھون سے سو دونون ہاتھ آگے سے پیچھے لیگئے اور پیچھے
سے آگے کو لائے ایکبار اور محمد بن حسن کی موطا مین عبداللہ بن زید بن عاصم سے آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے وضو کی حکایت مین مروی ہی کہ مسح کیا مقدم سر
تا اینکہ دونون ہاتھون کو قفا تک لیگئے پھر دونون ہاتھون کو پھیر لائے اُس مکان تک جہان سے مسح کرنا شروع کیا تھا اور جو کیفیت مسح کی اس حدیث مین مذکور ہی
یہی مشہور ہی اور اسکے سوا جو شارحین ہدایہ نے کیفیات مسح کی بیان کی ہین وہ کسی حدیث سے ثابت نہین کذا فی العینی طحطاوی نے کہا کہ ظاہر تر کیفیت مسح کی یہ ہی کہ دونون
ہتھیلیان اور انگلیان مقدم سر پر رکھے اور اُنکو قفا تک کھینچ لیجاے اسطرح کہ تمام سر پر استیعاب ہو جاے پھر دو انگلیون سے دونون کانون کا مسح کرے اور اسطرح
سے پانی مستعمل نہین ہو جاتا کذا فی البحر عن الزیلعی اور یہ جو بعضون نے کہا کہ دونون کف کو اور سبابہ اور ابہام کو علحدہ رکھے اسکی تضعیف کی ہی بحر الرائق مین فلو ترکہ دام
علیہ اثم اور اگر تمام سر کا مسح ترک کیا اور ترک استیعاب پر ہمیشگی کی تو گنہگار ہو گیا یعنی اسواسطے کہ سنت موکدہ بمنزلہ واجب کے ہی واذنیہ معا ولو بمائہ اور سنت ہی
دونون کانون کا ساتھ ہی مسح کرنا یعنی یہان تقدیم مین مستحب نہین اگرچہ کانون کا مسح سر کے مسح کے پانی سے ہو م شارح نے اس کلام سے خلاف شافعی کیطرف اشارہ کیا

یعنی امام شافعی کے نزدیک کانون کے مسح کے واسطے نیا پانی لینا سنت ہے اور ہماری دلیل یہ حدیث ہے الاذنان من الرأس یعنی دونون کان سر میں داخل ہیں تو جو پانی
سر کے مسح کا ہے وہی کانون کے لیے کافی ہے اور یہ حدیث کئی صحابیون سے نقل کیا اگرچہ اکثر طرق اس حدیث کے ضعیف ہیں لیکن ابن عباس کی حدیث جو
دارقطنی میں ہے اور ابن قطان نے اسکو صحیح اور ہمارے نزدیک بہتر ہے لیکن واجب یا مستحب ہے اگر مسح سر کے بعد کانون کو تر پاوے تو سر کا پانی کانون کے
مسح کے لیے کافی ہے والترتیب المذکور فی النص اور سنت ہے وہ ترتیب جو نص قرآنی میں مذکور ہے یعنی اول چہرہ دھونا پھر دونون ہاتھ کہنیون تک پھر مسح
سر پھر پاؤن دھونا ٹخنون تک ورد الشافعی رضی اللہ عنہ یعنی یہ جواب ہے بالدلیل امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک ترتیب فرض ہے اور انکے دلیل حدیث ہے
تقدیم بحرالرائق میں بعد دلائل اور بحث کے کہا خلاصہ یہ ہے کہ عدم افتراض پر اقامت دلیل کی حاجت نہیں کیونکہ وہ یعنی عدم افتراض اصل ہے اسی سے دلیل مستقل
ہے والولاء بکسر الواو وہو غسل المتأخر قبل جفاف الاول بلا عذر حتی لو فنی ماؤہ فمضی لطلبه لا بأس به اور سنت ہے ولا بکسر واو یعنی پے در پے وضو کرنا عبارت ہے عضو ثانی
کے دھونے سے یا مسح کرنے سے عضو اول کے خشک ہو جانے سے پہلے بدون عذر کے یعنی اگر عذر سے خشک ہو جائے جیسے ہوا گرم اور تیز ہے تو کچھ مضائقہ نہیں یا اسطرح
کہ اگر درمیان وضو کے پانی چک گیا سو وہ اسکے لینے کو گیا اور عضو خشک ہو گیا تو پے در پے کی سنت فوت نہ ہوگی اس قدر سے ہم موالاۃ میں جو اوپر سے اعتدال ہوا اور
اعتدال جان اور عدم عذر کی قید لگائی ہے کذا فی الطحطاوی تو اگر ہوا کی گرمی یا سردی یا بدن کی گرمی اور سردی سے خشکی طاری ہو گی اثنا وضو میں تو کچھ نقصان نہیں
پے در پے کی سنت ادا ہونے کو وشملہ الغسل والتیمم اور وضو کے مانند غسل اور تیمم ہے کہ انکے افعال بھی پے در پے مسنون ہیں اور اگر کسی عذر سے تتابع فوت ہو جائے
تو کچھ ڈر نہیں طحطاوی نے کہا تیمم میں بحث ہے کیونکہ اسمین خشکی کو مانع موالاۃ قرار دینا متصور نہیں وعند مالک فرض اور امام مالک کے نزدیک موالاۃ یعنی پے
در پے کرنا فرض ہے ومن السنن الدلک وترک الاسراف وترک لطم الوجہ بالماء وغسل فرجہا الخارج اور منجملہ سنتون کے عضو مغسول کا ملنا اور پانی کا اسراف
چھوڑنا یعنی زیادہ خرچ نکرنا اور منہ پر پانی سخت نہ مارنا اور عورت کو باہر کی شرمگاہ کا دھونا مسنون ہے ابن امیر حاج حلبی نے کہا کہ عورت کی شرمگاہ دہن کے مانند ہے تو جیسے
دہن یعنی منہ کا دھونا وضو میں مسنون ہے اور غسل میں واجب ہے اسی طرح شرمگاہ کا دھونا ہے اور ظاہرا شرمگاہ کا دھونا فقط حالت استنجا میں مسنون ہے نہ وضو
کرنے کے وقت لیکن ظاہر بیان شارح اسکے مخالف ہے کذا فی الطحطاوی تتمہ مصنف نے تیرہ سنتیں مذکور کیں اور شارح نے چار زیادہ کیں کتب فقہ میں کم و بیش مذکور
کرتے ہیں بعضے استحباب کو سنن میں اور بعضے سنن کو مستحبات میں شمار کرتے ہیں تحفہ میں اکیس سنتیں وضو کی مذکور ہیں اسطرح کہ استنجا کرنا ڈھیلوں سے اور نیت
اور تسمیہ اور غسل یدین الی الرسغین اور استنجا کرنا پانی سے اور وہ زمانہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں آداب سے تھا اور آپ کے زمانہ کے بعد سنت ہو گیا باجماع صحابہ تراویح
کے مانند اور مضمضہ اور استنشاق اور دونون میں ترتیب اور ہر ایک کے واسطے جدا پانی لینا اور مضمضہ اور استنشاق میں مبالغہ کرنا مگر صوم کی حالت میں اور مسواک کرنا
مضمضہ کے وقت اور ترتیب اور موالات اور تثلیث غسل اعضاء مغسولہ اور داہنے سے غسل شروع کرنا اور انگلیون کے سرے سے غسل شروع کرنا ہاتھ پاؤن میں اور
تخلیل اصابع اور استیعاب تمام سر کا اور شروع کرنا مقدم سر سے اور ایکبار مسح کرنا اور تثلیث مسح کو ترک کرنا اور کانون کے ظاہر و باطن کو مسح کرنا سر کے پانی سے نہ آب
جدید سے اور تخلیل ریش ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اور مسح گردن میں اختلاف ہے بعضون کے نزدیک سنت ہے اور بعضون کے نزدیک ادب کذا فی البحر ونستحبه ویسمی مندوبا
وادبا وفضیلۃ وهو ما فعله علیه الصلوۃ والسلام مرۃ وترکه اخری وما احبه السلف اور وضو کے مستحب تیامن اور مسح رقبہ ہیں اور مستحب کو مندوب اور ادب اور فضیلت بھی
کہتے ہیں اور مستحب وہ عمل ہے جسکو رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے کبھی کیا کبھی نہ کیا اور وہ عمل ہے جسکو سلف صالحین نے دوست رکھا اور پسند کیا ہم اصولیون کے نزدیک
مستحب اور مندوب ایک چیز ہیں اور فقہا کے نزدیک مستحب وہ ہے جسکو رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے گاہے کیا گاہے ترک کیا اور مندوب وہ ہے جسکو ایک دو بار کیا
جواز کی تعلیم کیواسطے ایسا ہی شرح نقایہ میں لیکن اس تعریف میں قصور ہے اسواسطے کہ جس فعل میں شارع نے ترغیب دی اور خود نکیا وہ اس سے خارج ہو جاتا ہے اور محدثین
مندوب کی وہ تعریف کی ہے جو یہان مستحب کی تعریف ہے کذا فی البحر نہر الفائق میں کہا صاحب کنز اکثر مندوب کہتا ہے اور اس سے مستحب کا ارادہ کرتا ہے اور یہی قول ہے

اصولیون کا اسی وجہ سے تحریر مین کہا ہو کہ جسپر مواظبت نہین ہو وہ مندوب اور مستحب ہو اگرچہ اسکو نہ کیا ہو ترغیب کے بعد انتہی التیامن فی الیدین والرجلین مستحب ہی
واہنی طرف سے شروع کرنا ہاتھ پانون کے دھونے مین ہم صحاح ستہ مین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیامن کو یعنی داہنی طرف سے
شروع کرنے کو دوست رکھتے تھے ہر چیز مین یہانتک کہ طہارت کرنے مین اور جوتے پہننے مین اور بالون کی کنگھی کرنے مین اور سب کامون مین اور بخاری اور مسلم مین ابو ہریرہ سے
روایت ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مین سے کوئی شخص جوتی پہنے تو چاہیے کہ داہنے پانون سے شروع کرے اور جب اُتارے تو بائین پانون سے
شروع کرے تاکہ داہنا پانون جوتے پہننے مین اول ہو اور اُتارنے مین آخر ہو اور انس رض سے روایت ہو کہ جب تو مسجد مین داخل ہو تو داہنے پانون سے ابتدا کر اور جب تو نکلے
تو بائین پانون سے ابتدا کر حاکم نے کہا کہ یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہو واہذا باتفاق علما داہنے کی تقدیم مستحب ہو ہر ایک اُس امر مین جو از قسم تکریم کی ہو چنانچہ وضو مین اور
غسل مین اور کپڑا اور جوتی اور موزہ اور پاجامہ کے پہننے مین اور مسجد کے داخل ہونے مین اور مسواک کرنے اور سرمہ لگانے اور ناخن تراشنے اور موچھ کترنے اور بغل کے بال
اُکھاڑنے اور سر کے مونڈنے مین اور نماز کے بعد سلام پھیرنے مین اور بیت الخلا سے نکلنے مین اور کھانے اور پینے اور مصافحہ کرنے مین اور حجر اسود کے بوسہ لینے مین اور چیز کے
دینے اور لینے مین اور سوائے انکے جو اس قسم کے افعال ہین اور بائین کی تقدیم ہو امور مذکورہ کے مخالف کامون مین چنانچہ ناک صاف کرنا اور استنجا اور بیت الخلا مین جانا
اور مسجد سے نکلنا اور جوتی اور موزہ اور پاجامہ اور کپڑا اُتارنا اور مانند انکے اور افعال کذا فی العینی شرح الہدایۃ ولو مسحًا داہنے کی تقدیم اگرچہ مسح کرنے مین ہو یعنی صورت
موزہ پوشی یا جراحت کے مسح کرنے مین تیامن مستحب ہو لا الاذنین والخدین فیلغز ای عضوین لا یستحب التیامن فیہما تیامن مستحب نہین دونون کانون کے مسح مین اور
دونون رخسارون کے دھونے مین تو اسی وجہ سے پہیلی کیطرح پوچھتے ہین کہ وہ دو عضو کون ہین جنمین داہنے عضو کی تقدیم مستحب نہین ہم عنقریب شارح مذکور کرگیا ہو
کہ دونون کانون کا مسح ساتھ ہی سنت ہو اور اگر ایک ہی ہاتھ ہو یا ایک ہاتھ مین زخم ہو کہ ساتھ ہی دونون کانون کا مسح نہین کر سکتا تو اب البتہ داہنے کان کو تقدیم ہو
کذا فی العالمگیریۃ ومسح الرقبۃ بظہر یدیہ اور مستحب ہو گردن کا مسح کرنا اپنے دونون ہاتھون کی پیٹھ سے یعنی اسواسطے کہ پشت دست کا پانی مستعمل نہین لا الحلقوم
لانہ بدعۃ حلقوم یعنی گلے کا مسح کرنا مستحب نہین کیونکہ وہ بدعت ہو ہم بدعت جب مطلق مذکور ہو تو بدعت سیئہ مراد ہوتی ہو نہ بدعت حسنہ کذا فی الطحطاوی ومن
ادابہ عبر بمن لان لہ آدابا آخر اوصلہا فی الفتح الی نیف وعشرین واوصلہا فی الخزائن الی نیف وستین استقبال القبلۃ اور وضو کے آداب یعنی مستحبات سے وضو کے
وقت قبلہ رو بیٹھنا ہو شارح نے کہا المصنف من کا لفظ جو بعض پر دلالت کرتا ہو لایا اسواسطے کہ آداب وضو سوائے متن کے اور بھی ہین فتح القدیر مین آداب وضو کو بیس اور
کئی تک پہونچایا ہو اور بین خزائن الاسرار مین (جو پہلے شرح لکھی تھی اس متن کی) ساٹھ اور کئی آداب تک نوبت پہونچائی ہم ماتن نے پندرہ مستحبات ذکر کیے اور شارح نے آٹھ
زیادہ کیے اور طحطاوی محشی نے سوائے انکے چودہ بڑھائے تو سب ۳۷ ہم مستحب ہوئے مستحبات مذکورہ طحطاوی یہ ہین حالت استنجا مین اُس انگوٹھی کا اُتار رکھنا جسپر اللہ تعالی
یا اسکے رسول کریم کا نام پاک ہو اور ۲ مٹی کے برتن سے وضو کرنا اور ۳ دستگاہ آفتابہ کو تین بار دھونا اور ۴ آفتابہ وضو کو بائین طرف رکھنا اور ۵ اگر بڑا برتن طشت وغیرہ کے
مانند ہو اسکو داہنی طرف رکھنا اور ۶ غسل کرنے مین آفتابہ کی دستگی پر ہاتھ رکھنا نہ اُسکے سر پر اور ۷ وضو کے جمیع افعال مین نیت کو ساتھ رکھنا اور ۸ وضو مین جلدی اور شتابی
نکرنا ایسا مذکور ہو فتاوی عالمگیری مین اور ۹ وضو کا برتن حاجت سے پہلے بھر رکھنا اور ۱۰ استنشاق کے وقت بائین ہاتھ سے ناک جھاڑنا اور ۱۱ بھؤن اور موچھ کے نیچے
پانی پہونچانا اور ۱۲ چہرہ دھونے کی ابتدا اوپر سے کرنا اور ۱۳ سر کا مسح مقدم سے شروع کرنا اور ۱۴ ہاتھ پانون کا دھونا انگلیون کے سرون سے شروع کرنا ایسا مذکور ہو معراج
الدرایۃ مین کذا فی الطحطاوی ودلک اعضائہ فی المرۃ الاولی اور مستحب ہو اپنے اعضا کو ملنا اول بار کے دھونے مین ہم مصنف نے دلک اعضا کو مستحبات مین شمار کیا
اور خلاصہ مین کہا ہو کہ دلک اعضا ہمارے مذہب مین سنت ہو خصوصًا موسم سرما مین چنانچہ صاحب فتح القدیر نے کہا ہو لہذا شارح نے دلک اعضا کو سنتون مین شمار کیا کذا
فی الطحطاوی وادخال خنصرہ المبلولۃ صماخ اذنیہ عند مسحہما اور مستحب ہو اپنی بھیگی چھنگلی کا داخل کرنا دونون کانون کے سوراخ مین اُنکے مسح کرنے کے وقت وتقدیمہ
علی الوقت لغیر المعذور اور نماز کے وقت سے پہلے وضو کرنا غیر معذور کو یعنی وہ معذور جسکا پیشاب اور ریح ہر وقت جاری ہو اسکے حق مین تقدیم وضو کی مستحب نہین

اور یہ معنی ہیں مسائل ثلثہ المستثناۃ من قولہ ع فرض افضل من تنفل یعنی تو نفل قبل الوقت مندوب ہے وہ فرض سے بہتر ہے یعنی آگے یہ وضو کا مسئلہ یہ ہے کہ ان
تینون مسئلون سے جو مستثنیٰ ہیں اس قاعدہ سے کہ فرض افضل ہے نفل سے اسواسطے کہ وضو وقت سے پہلے مستحب ہے اور وقت آنے کے بعد فرض ہے ہم قاعدہ
مذکورہ سے تینون مسئلے خارج ہیں اسواسطے کہ ان میں نفل جو مستحب افضل ہے فرض سے الثانیۃ ابراء المعسر مندوب افضل من انظاره والواجب دوسرا مسئلہ یہ
ہے کہ مفلس کو دین چھوڑ دینا مستحب ہے وہ افضل ہے مفلس کی مہلت دینے سے کہ وہ واجب ہے ہم مفلس مدیون کو مہلت دینا واجب ہے بموجب اس آیت کے (وَ
اِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ) یعنی اگر مدیون تنگدست ہو تو اسکو مہلت دینا چاہیے کشادگی تک تو دیکھو یہاں چھوڑنا جو مستحب تھا افضل ٹھہرا مہلت دینے
سے جو واجب ہے الثالثۃ الابتداء بالسلام سنۃ افضل من ردہ وہو فرض تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ سلام کرنا سنت ہے سو افضل ہے سلام کے جواب دینے سے اور
حالانکہ جواب دینا فرض کفایہ ہے و نظمہ من قال ع الفرض افضل من تطوع عابد حتی ولو قد جاء منہ باکثر الا التطهر قبل وقت وابتداء للسلام کذاک
ابراء معسر اور مسائل ثلثہ کو نظم میں بیان کیا ہے جس شاعر نے یون کہا ہے کہ فرض افضل ہے عابد کے نفل سے اگرچہ نفل کو اسنے زیادہ تر کیا ہو فرض سے مگر طہارت
کرنا وقت سے پہلے اور ابتداء سلام اسی طرح مفلس کا دین چھوڑ دینا افضل ہے وقت آنے کے پہلے طہارت اور جواب دینے اور مہلت دینے سے و تحریک خاتمہ الواسع
اور مستحب ہے کشادہ انگوٹھی کا گھمانا اور پھیرنا وضو کے وقت ومثلہ القرط اور یہی حال کان کی بالی کا یعنی غسل کے وقت اسکا بھی پھیرنا مستحب ہے تاکہ پانی سوراخ کے
اندر پہنچ جاوے وکذا الضیق ان علم وصول الماء والا فرض اور اسی طرح تنگ انگوٹھی کی تحریک مستحب ہے اگر اسکے نیچے پانی کا پہنچنا معلوم ہو گیا ہو اور اگر پانی کا پہنچنا
معلوم نہو تو اب تحریک اسکی فرض ہے نہ مستحب وعدم الاستعانۃ لغیرہ الا لعذر اور غیر سے مدد نہ چاہنا وضو میں مستحب ہے مگر معذور کو استعانت مخالف استحباب نہیں ہے
عذر یہ کہ برتن بھاری ہے اٹھ نہیں سکتا یا کہ وضو کرنے والا بیمار اور ضعیف ہے کذا فی الطحطاوی واما استعانتہ علیہ الصلوۃ والسلام بالمغیرۃ فلتعلیم الجواز اور رسول
کریم علیہ الصلوۃ والسلام کا مدد چاہنا وضو میں مغیرہ بن شعبہ صحابی سے جواز استعانت کی تعلیم تھی ہم یہ جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ اگر استعانت غیر سے خلاف
استحباب ہوتی تو حضرت سے واقع نہوتی جواب دیا کہ یہ امر تعلیم جواز کے واسطے تھا اور شارع کو تعلیم افضل ہے مستحب سے کذا فی الطحطاوی مغیرہ بن شعبہ کی حدیث میں ہے
کہ میں حضرت کے ساتھ سفر میں تھا اور آپ شامی جبہ تنگ آستین کا پہنے تھے تنگی آستین سے ہاتھ نہ نکل سکا آپ نے اسفل آستین سے ہاتھ نکالا سو میں نے پانی
ڈالا آپ نے وضو کیا اور موزون پر مسح کیا مسلم اور بخاری نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے امام غزالی نے کہا کہ تنگی آستین کی وجہ سے استعانت تھی اور بعضون
نے کہا سفر کی جہت سے کذا فی العینی وعدم التکلم بکلام الناس الا لحاجۃ تفوتہ اور مستحب ہے وضو میں نہ بولنا آدمیون کی سی بات کا مگر اس حاجت کیواسطے بولنا
خلاف استحباب نہیں جو بدون بولے فوت ہوتی ہو والجلوس فی مکان مرتفع تحرزا عن الماء المستعمل اور مستحب ہے وضو کرنے کو اونچے مکان پر بیٹھنا مستعمل پانی سے
بچنے کو اگرچہ صحیح قول میں مستعمل پانی طاہر ہے لیکن اختلاف سے بچنے میں احتیاط ہے وعبارۃ الکمال وحفظ ثیابہ عن التقاطر وہی اشمل اور شیخ کمال الدین صاحب
فتح القدیر کی عبارت یون ہے کہ بچانا کپڑون کا تقاطر سے مستحب ہے اور یہ عبارت بنسبت ماتن زیادہ تر صورتون کو شامل ہے اسواسطے کہ کبھی وضو کرنے والا اونچے
مکان پر ہوتا ہے اور چھینٹون سے نہیں بچتا کذا فی الطحطاوی والجمع بین نیۃ القلب وفعل اللسان اور مستحب ہے جمع کرنا دل کی نیت میں اور زبان کے لفظ
میں یعنی دل کی نیت کے ساتھ زبان سے بھی کہے کہ وضو کرتا ہون رفع حدث یا استباحت صلوۃ یا امتثال امر کیواسطے ہذہ رتبۃ وسطی بین من سن التلفظ بالنیۃ ومن
کرہہ لعدم نقلہ عن السلف اور یہ یعنی زبانی قول کو مستحب کہنا میانہ روی ہے دو قول میں ایک قول اس شخص کا جو سنت کہتا ہے زبانی نیت کرنے کو چنانچہ امام شافعی
اور دوسرا قول اسکا جو زبانی نیت کو مکروہ کہتا ہے کیونکہ نیت کو زبان سے کہنا سلف سے یعنی صحابہ اور تابعین سے منقول نہیں ہم یعنی استحباب رتبہ ہے سنت
کہنے اور مکروہ کہنے کے درمیان تو جمع کرنا نیت دلی اور تلفظ زبانی کا متوسط رتبہ ہے اور خیر الامور اوسطہا والتسمیۃ کما مر عند غسل کل عضو وکذا الممسوح اور
بسم اللہ کہنا چنانچہ مذکور ہو چکا ہر عضو کے دھونے کے وقت مستحب ہے اور اسی طرح مسح کرنے کے وقت ہم ابتداء وضو میں بسم اللہ کہنا سنت ہے اور ہر عضو کے

اللہم تقبل منی التوابین واجعلنی من المتطہرین تک آخر تک پڑھنا اور نسائی میں ابو سعید خدری سے یون روایت ہے کہ جو وضو کرے پھر کہے
سبحانک اللہم وبحمدک اشہد ان لا الہ الا انت استغفرک واتوب الیک تو لکھی جاوے گی ورق میں پھر مہر ہوگی اور نہ ٹوٹیگی قیامت کے دن تک ہمہ روایت کے رفع
اور وقف میں اختلاف ہے لیکن نسائی و طبرانی نے اسکے موقوف ہونیکی تصحیح کی ہے اور نووی نے جواز کا اور شرح مہذب میں مرفوع اور موقوف ہونے کی تضعیف
کی سو غلط ہے اسلیے کہ موقوف کے صحیح ہونے میں شک نہین کذا فی المنح یعنی شیخ عبدالحق دہلوی نے شرح سفر السعادۃ میں نسائی اور ابن السنی سے ابو موسی اشعری کی روایت
کی کہ مین پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے وضو کا پانی لایا آپ نے وضو کیا پھر مین نے سنا کہ آپ فرماتے تھے اللہم اغفر لی ذنبی ووسع لی فی داری وبارک لی فی رزقی اور
اپنی شرب بعد من فضل وضوئہ کماء زمزم مستقبل القبلۃ قائما او قاعدا اور مستحب ہے وضو کے بعد بچے وضو کا بچا پانی پینا زمزم کے پانی کی طرح قبلہ رو کھڑے ہو کر یا بیٹھکر
وفیما عداھما یکرہ قائما تنزیہا اور وضو اور زمزم کے پانی کے سوا اور پانی کھڑے ہو کر پینا مکروہ تنزیہی ہے یعنی اسواسطے کہ یہ مین طب کی راہ سے مضرت ہے دین کی راہ سے کذا
فی الشلبی وعن ابن عمر کنا ناکل علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونحن نمشی ونشرب ونحن قیام اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کے وقت مین کھاتے تھے چلنے کی حالت مین اور پیتے تھے کھڑے ہوئے ہم شافی نے اس روایت سے ثابت کیا کہ کھانا چلتے ہوئے اور پینا کھڑے ہوئے جائز ہے وہ رخص
للمسافر شربہ ماشیا اور اجازت ہے مسافر کو پانی پینے کی چلتے ہوئے ومن الآداب تعاہد موقیہ وکعبیہ وعرقوبیہ واخمصیہ اور مستحبات سے ہے خبر گیری اپنی دونون آنکھ کے
کویون کی اور دونون ٹخنون کی اور دونون ایڑیون کی اور دونون تلوون کے اہتمام کی یعنی وضو کے اندر ان مقامون میں پانی پہونچانا اور نہ غافل رہنا مستحب ہے
اسواسطے کہ ان کے پیچ ہونے کے سبب سے ان مقامات میں کبھی تھوڑی سی خشکی باقی رہجاتی ہے اور اسیلئے حدیث صحیح بخاری و مسلم میں وارد ہے کہ ویل للاعقاب من النار یعنی خرابی ہے
ایڑیون کے واسطے دوزخ کی آگ سے یعنی جن ایڑیون میں خشکی رہگئی وضو کرنے مین غفلت سے واطالۃ غرتہ وتحجیلہ اور مستحب ہے دراز کرنا چہرہ اور ہاتھ پاؤن کے دھونے کا
یعنے اعضاء مغسولہ کے حدود معینہ سے زیادہ دھونا مستحب ہے ہم صحیحین اور نسائی میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ میری امت قیامت میں
آوینگی وضو کے آثار سے سو جس سے ہوسکے اپنا غرہ بڑھا ناوہ کرے اور دوسری روایت مین ہے کہ ابو ہریرہ نے وضو کیا سو اپنا چہرہ دھویا اور دونون ہاتھون کو دھویا
یہانتک کہ قریب تھا کہ دونون مونڈھون تک پہونچا پھر دونون پاؤن دھوئے پنڈلیون تک پہر حدیث مذکور پڑھی غرہ کہتے ہین گھوڑے کے چہرہ کی سفیدی کو تحجیل کہتے ہین
انکے ہاتھ پاؤن کی سفیدی کو اور یہ زینت ہے گھوڑے کے حق مین تو حدیث مین غرہ اور تحجیل استعارہ ہے انسان کے واسطے وضو کے آثار مین کذا فی تیسیر شیخ توضیح یہ ہے
اور ہاتھ پاؤن روشن ہونگے وضو کے آثار سے تو حدود معینہ سے زیادہ کرنا مستحب ٹھہرا طحطاوی نے علی زادہ کی شرح شرعہ سے نقل کیا کہ دونون ہاتھون کا دھونا نصف
بازو تک اور پاؤن کا دھونا نصف ساق تک مستحب ہے وغسل رجلیہ بیسارہ اور مستحب ہے دونون پاؤن کا دھونا بائین ہاتھ سے وبلہا عند ابتداء الوضوء فی الشتاء
اور مستحب ہے دونون پاؤن کا پانی سے چپڑنا ابتداء وضو میں جاڑے کے موسم مین ہم فتاوی عالمگیری مین بدائع سے تعمیم اعضاء مذکور ہے اسطرح کہ تمام بدن لیوبا
کماکہ لائق یون ہے کہ سرما مین اعضا کو پانی سے چپڑے تیل ملنے کی طرح پھر اسپر پانی روان کرے اسواسطے کہ سرما مین پانی عضو پر خوب نہین پھیلتا ہے کذا فی الطحطاوی
والتمسح بمندیل اور مستحب ہے اعضا کو پونچھنا رومال سے ہم نیشے موضع استنجا کو کپڑے سے پونچھنا مستحب ہے ایسا ہے فتح القدیر مین اور عالمگیری مین ہے کہ باقی اعضاء وضو کو
نہ پونچھے اس کپڑے سے جس سے موضع استنجا کو پونچھا تو اور کپڑے سے پونچھنا درست ہے اور معراج مین ہے کہ لائق یہ ہے کہ مبالغہ نہ پونچھے کذا فی الطحطاوی عینی نے کہا
کہ بعد وضو کے رومال وغیرہ سے پونچھنے مین علما کا اختلاف ہے سو ہمارا مذہب یہ ہے کہ لاباس ہے یعنی کچھ مضائقہ نہین اور ترک افضل ہے اور امام شافعی کے نزدیک
صحیح قول یہ ہے کہ مکروہ نہین لیکن اسکا ترک مستحب ہے اور بعضون نے کہا کہ موسم گرما مین مکروہ ہے اور سرما مین سردی کے عذر سے مکروہ نہین اور ابن شاہین نے جو
ناسخ اور منسوخ مین عدم مسح کی حدیث روایت کی ہے اور ترمذی نے جو حدیث آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام سے پونچھنے کی روایت کی ہے سو دونون حدیثین
ضعیف ہین انتہی ما فی العینی مختصرا وعدم نفض یدہ اور مستحب ہے ہاتھ کا نہ جھاڑنا اسواسطے کہ جھاڑنا طہارت کی کراہت اور بیزاری پر دلالت کرتا ہے کذا فی الطحطاوی

وصلوٰۃ رکعتین فی غیر وقت کراہۃ وقراۃ سورۃ القدر اور مستحب ہے سورۃ انا انزلنا کا پڑھنا وضو کے بعد شارح نے اسپر بہت ثواب ذکر کیا ہے کذا فی الطحطاوی اور مستحب ہے بعد وضو کے دو رکعت کا پڑھنا سوائے وقت کراہت کے ہم اس نماز کو تحیۃ الوضو کہتے ہیں صحیح مسلم وغیرہ میں عقبہ بن عامر سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں کوئی ایسا مسلمان جو وضو کرے اچھی طرح سے پھر کھڑا ہو اور دو رکعت نماز پڑھے دونوں رکعتوں پر متوجہ ہو کر اپنے دل اور چہرہ سے مگر اسکے واسطے جنت واجب ہو گئی کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول یعنی حضور ظاہری اور باطنی پر جنت کا وعدہ ہے و مکروہ لطم الوجہ او غیرہ بالماء تنزیہا اور مکروہ تنزیہی ہے چہرہ وغیرہ پر پانی کو زور سے مارنا والتقتیر والاسراف اور حاجت سے کم و بیش کرنا کمی کی صورت یہ ہے کہ غسل اعضا میں تیل کے مانند پانی چپڑے بلکہ اچھی طرح اعضا پر تین بار پانی کو روان کرے ومنہ الزیادۃ علی الثلث اور منجملہ اسراف کے ہے تین بار سے زیادہ دھونا لیکن تسکین دل یا وضو پر دوسرے وضو کے قصد سے زیادت درست ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ہے بخاری اور مسلم اور ابو داود اور ترمذی اور نسائی میں حدیث صحیح ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مد سے وضو کرتے اور ایک صاع سے غسل فرماتے تھے اور بعضے روایات میں کم و بیش بھی آیا ہے اور صاع چار مد کا ہوتا ہے اور مد دو رطل کا اور رطل بیس استار کا ہے استار ساڑھے چار مثقال کا اور مد اور من شرعی ایک ہی چیز ہے آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام خود پانی وضو کا کم خرچ کرتے اور بہت پانی بہانے سے منع فرماتے اور فرماتے کہ میری امت میں وہ لوگ پیدا ہونگے جو وضو میں تعدی اور تجاوز حد سے کریں اور فرماتے تھے کہ وضو کا ایک شیطان ہے نام اسکا ولہان ہے تو پانی کے وسواس سے پرہیز کرو کذا فی سفر السعادۃ وشرحہ آپ چونکہ ہر مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے تو مد اور من شرعی لکھنو کے سیر کے حساب سے تخمیناً تین پاؤ پختہ کا ہوا اسواسطے کہ لکھنو کا پختہ سیر ٩٦ روپیہ کا ہے اور ہر روپیہ گیارہ ماشہ کا اور صاع جس سے غسل سنت ہے تین سیر سے زائد کا عادت ہو گئی ہے پانی کے اسراف کی لہذا اکثر لوگ اسقدر پانی میں متحیر ہوتے ہیں اگر تنگ ٹونٹی کے لوٹے سے باحتیاط وضو کریں اسطرح سے کہ بدن پر پانی گرے زمین پر بیفائدہ نگرے تو تین پاؤ پانی سے بخوبی وضو ہو سکتا ہے اسکا ضرور اہتمام کرنا چاہیئے تاکہ سنت پر عمل کرنے کا ثواب حاصل ہو اور اسراف مکروہ سے اجتناب ہو تحریما لو بماء النہر والمملوک لہ پانی میں اسراف مکروہ تحریمی ہے اگر نہر کے پانی سے یا اپنے مملوک پانی سے وضو ہو ہم مکروہ تحریمی شیخین کے نزدیک حرام نہیں حرام سے قریب ہے اور محمد رح کے نزدیک مکروہ تحریمی حرام ہے بعینہ اما الموقوف علی من یتطہر ومنہ ماء المدارس فحرام اور وہ پانی جو طہارت کرنے والوں پر وقف کیا گیا اور وقف کی قسم سے ہے مدرسوں کا پانی سو ان میں تو اسراف کرنا حرام ہے بالاتفاق وتثلیث المسح بماء جدید اور تین بار مسح کرنا نئے پانی سے مکروہ ہے اما بماء واحد فمندوب او مسنون اور ایک ہی پانی سے تین بار مسح کرنا تو مستحب ہے یا مسنون چنانچہ منح الغفار میں زیلعی سے منقول ہے ہم ہدایہ میں اسکو مشروع کہا ہے اور عینی نے کہا کہ مسنون ہونے کی بھی امام سے روایت ہے اور صحیح قول امام سے ترک تثلیث کا ہے انتہی ومن منہیاتہ التوضی بفضل ماء المرأۃ اور وضو کی ممنوعات سے عورت کے وضو یا غسل کے باقی رہے پانی سے وضو کرنا ہے اسواسطے کہ شاید اس سے مرد کو کچھ تلذذ حاصل ہو یا یہ وجہ ہے کہ اکثر عورتوں کو نجاست سے محافظت کم ہوتی ہے اور یہ کراہت تنزیہی پر دلالت کرتا ہے کذا فی الطحطاوی او فی موضع نجس لان لماء الوضوء حرمۃ یا مکروہ ہے وضو کرنا ناپاک مکان میں اسلیے کہ وضو کے پانی کی کچھ حرمت ہے ہم طحطاوی نے کہا اور یہ بھی وجہ ہے کہ وہاں نجاست کی چھینٹوں کے پڑنے کا خوف ہے او فی المسجد الا فی اناء یا مکروہ ہے وضو کرنا مسجد کے اندر مگر کسی برتن کے اندر وضو جائز ہے او فی موضع اعد لذلک یا وضو جائز ہے مسجد کے اس مکان میں جو وضو کرنے کو بنایا گیا چنانچہ اس ملک میں مسجد کے لب فرش وضو کے واسطے بناتے ہیں والقاء النخامۃ والامتخاط فی الماء اور مکروہ ہے تھوکنا اور سنکنا پانی میں یعنی اگرچہ آب جاری ہو طحطاوی نے کہا یہ کراہت تنزیہی ہے اسواسطے کہ اسکے ترک کرنے کو مستحبات میں شمار کیا ہے وینقضہ خروج کل خارج نجس بالفتح ویکسر منہ ای من المتوضی الحی اور وضو کو توڑتا ہے نکلنا ہر ناپاک چیز نکلنے والی کا زندہ وضو کرنے والے سے شارح نے کہا نجس بفتح جیم ہے اور کبھی جیم کو کسرہ یعنی زیر بھی دیا جاتا ہے ہم نجس بفتح جیم عین نجاست کا نام ہے اور بکسر جیم اسکا نام ہے جو ناپاک ہو تو یہ عام تر ہے تو متن میں دونوں طرح ہو سکتا ہے مگر فتحہ جیم کا الیق ہے کہ تکلف سے دور ہے اور لغت کی راہ سے دونوں میں کچھ فرق نہیں چنانچہ نہر الفائق میں ہے

ف مقدار صاع و مد

ف نواقض وضو

پیدا ہوا وہ آپ نجاست ہے اور خروج نجاست کا مرد ہے اسی سے ناقض ہے جیسے وضو کا نہیں بلکہ موضع نجاست کو دھونا چاہیے کذا فی البحر و فی الحلیۃ اور لفظ مخرج سے مراد ہے
چیز جو چاہیے بول اور براز یا عادت کی چیز ہو چنانچہ خون کو شامل ہے سبیلین اور بول و براز کی راہ سے نجاست نکلے یعنی الی ما یطہر بالبنا للمفعول ای
یلحقہ حکم التطہیر ثم نقض وضو کا ہونا نجاست کا اس مقام تک جس سے جو طاہر کیا جاتا ہے یعنی جسکے پاک کرنے کا حکم لاحق ہوتا ہے وضو یا غسل میں ثم المراد بالخروج
من السبیلین مجرد الظہور پھر اسکو معلوم کر کہ خروج سبیلین سے مراد فقط ظاہر ہونا ہے بدون سیلان کے یعنی جب نجاست بول اور براز کی راہ سے ظاہر ہوئی
خروج متحقق ہوا اور وضو ٹوٹ گیا اگر سیلان نہو ہم مطلب یہ ہے کہ خروج کی انتقال ہے باطن سے ظاہر کی طرف اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہے بسبب سیلان
کرنے کے موضع نجاست سے اسلیے خروج کی تعبیر سیلان سے کی برخلاف اسکے اگر نجاست ظاہر ہوئی سبیلین کے سرے پر تو وضو کی ناقض ہے اگرچہ سائل نہو
اسواسطے کہ راہ سبیلین نجاست کا مکان نہیں ہے جب ان تو نجاست آتی ہے اپنے مکان اصلی سے منتقل ہو کر تو انتقال نجاست کا اوپر سے معلوم ہوا تو ظہور کو
خروج کے قائم مقام کردیا کذا فی الدرر لما مر وفی غیرہما عین السیلان اور سبیلین کے سوائے میں خروج بعینہ سیلان ہے یعنی بہنا یہی مخرج ہو ہم سیلان یعنی بہنے
کی حد یہ ہے کہ نجاست زخم کے اوپر آوے پھر وہاں سے ڈھلجائے ایسا بیان کیا ہے ابو یوسف رح نے اسواسطے کہ جبتک سا خون یعنی سر زخم سے ڈھلتا پایا جائیگا تو اپنے
مکان سے نجاست کا انتقال نہوگا کیونکہ جبتک خون سر زخم کے موازی اور سامنے ہے وہی اسکا مکان اصلی ہے اور اس تقریر سے معلوم ہوگیا کہ غیر سبیلین میں خروج
عین سیلان ہے کذا فی الدرر حاصل سبیلین میں خروج نجاست کا تحقق فقط ظاہر ہو جانے سے ہوتا ہے اگرچہ سیلان نہو اور غیر سبیلین میں یعنی زخم وغیرہ میں خروج
ثابت نہوگا بدون سیلان کے ولو بالقوۃ لما قالوا لو مسح الدم کلما خرج ولو ترکہ لسال نقض والا لا اگرچہ سیلان بالفعل نہو بلکہ بالقوۃ ہو یعنی بہنے کی لیاقت اور
قابلیت رکھتا ہو تو ناقض ہوگا اسلیے کہ فقیہوں نے کہا ہے کہ اگر خون نکلنے کو پونچھتا رہا اور بہنے نہ دیا لیکن اگر نہ پونچھتا تو بہتا تو ایسا خون وضو کو توڑتا ہے اور
جو ایسا نہیں وہ ناقض نہیں یعنی اگر بہنے کے لائق نہیں وہ وضو کو نہیں توڑتا کما لو سال فی باطن عین او جرح او ذکر ولم یخرج جیسے وضو کو نہیں توڑتا وہ خون
جو بہا آنکھ کے اندر یا زخم کے اندر یا ذکر کے اندر اور باہر نہ نکلا اسواسطے کہ ان مواضع کا دھونا نہ وضو میں لازم ہے نہ غسل میں یہ تفریع ہے قولہ یلحقہ حکم التطہیر کی وکدمع
وعرق الا عرق مدمن الخمر فناقض علی ما سیذکرہ المصنف ولنا فیہ کلام اور جیسے آنسو اور پسینا وضو کو نہیں توڑتا اسلیے کہ نجس نہیں مگر دائم الخمر کا پسینا تو وضو
کا ناقض ہے بنا بر اس قول کے جسکو مصنف ذکر کریگا آخر کتاب فوائد شتے میں اور ہمکو اسمین گفتگو ہے ہم تامل کلام شارح یہ ہے کہ وہ قول ضعیف اور تخریج غریب ہے
تو اعتماد کے لائق نہیں کذا فی الطحطاوی وخروج غیر نجس مثل ریح او دودۃ او حصاۃ من دبر اور وضو کو توڑتا ہے نکلنا پاک چیز کا مقعد سے چنانچہ
ہوا یا کیڑا یا پتھری ہم ریح اگرچہ ناپاک نہیں قول صحیح میں چنانچہ زاہدی وغیرہ میں ہے مگر وضو کی ناقض ہے نجس کی مجاورت کے سبب سے اور کیڑے اور پتھری
وغیرہ پر اگرچہ نجاست قلیل ہے لیکن انکا نکلنا سبیلین سے ناقض وضو ہے چنانچہ درر میں تصریح ہے کذا فی المنح لا خروج ذلک من جرح ناقض وضو نہیں نکلنا
ریح اور کیڑے اور پتھری کا زخم سے ولا خروج ریح من قبل غیر مفضاۃ اور ناقض وضو نہیں نکلنا ریح کا اس عورت کی فرج سے جو مفضاۃ نہیں ہے
اما ہی فیندب لہا الوضوء وقیل یجب وقیل لو منتنۃ لیکن مفضاۃ کو تو وضو کرنا مستحب ہے فرج کے ریح نکلنے سے اور بعضوں نے کہا واجب ہے اور بعضوں نے کہا کہ اگر
بدبو ہے ریح میں تو واجب ہے وضو اور نہیں تو نہیں ہم مفضاۃ وہ عورت ہے جسکی دونوں راہیں ایک ہوگئیں درمیان کا پردہ پھٹ کر وذکر لانہ اختلاج اور ناقض وضو نہیں
نکلنا ذکر کی ریح اسواسطے کہ یہ اختلاج ہے یعنی عضو کا پھڑکنا ہے درحقیقت خروج ریح نہیں ہم مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں کہا کہ فرج اور ذکر
کی ریح اسواسطے وضو کی ناقض نہیں کہ وہ نجاست کے مقام سے نہیں اٹھی اور ریح ناقض نہیں ہوتی مگر اسی وجہ سے اور یہ وجہ نہیں ہے کہ ریح خود نجس ہے
حتی لو خرج ریح من الدبر وہو یعلم انہ لم یکن من الاعلی فہو اختلاج فلا ینقض یہانتک کہ اگر خارج ہوئی ریح مقعد سے اور وہ جانتا ہے کہ اوپر
سے نہیں اتری تو وہ بھی اختلاج ہے درحقیقت خروج نہیں تو ناقض وضو نہوگا کذا فی المنح عن الخلاصۃ وانما قید بالریح لان خروج الدودۃ

والحصاۃ منہما ناقض اجماعا کما فی الجوہرۃ اور مصنف نے ریح کی قید نہین لگائی گر اسواسطے کہ کیڑے اور پتھری کا نکلنا فرج اور ذکر سے وضو کا توڑنے والا ہی
بالاتفاق چنانچہ جوہرہ مین مذکور ہے ہم اسی طرح خانیہ مین مصرح ہی اور سراج وہاج مین اسپر اجماع نقل کیا ہی لیکن زیلعی نے اُس کیڑے مین جو فرج سے نکلا ہی
خلاف نقل کیا ہی اور اسیطرح شارح وقایہ نے کذا فی النہر ولا خروج دودۃ من جرح او اذن او انف او فم وکذا لحم سقط منہ لطہارتہما وعدم
السیلان فیما علیہما وہو مناط النقض اور وضو کو نہین توڑتا نکلنا کیڑے کا زخم سے یا کان سے یا ناک سے یا مُنھ سے اور اسی طرح ناقض وضو نہین وہ
گوشت جو گر پڑا زخم سے بسبب پاک ہونے کیڑے اور گوشت کے اور نہ بہنے اُس رطوبت کے جو اُن دونون پر ہی اور سیلان یہی مدار ہی وضو توڑنے کا
یعنی غیر سبیلین مین جم زخم کا کیڑا پیدا ہوا ہی گوشت سے اور گوشت پاک ہی برخلاف اُس کیڑے کے جو مقعد سے نکلا کہ وہ نجاست سے پیدا ہوا ہی اور گوشت
کی طہارت اُس شخص کے حق مین ہی اسواسطے کہ فقہانے کہا کہ جو چیز زندہ سے جدا ہوئی وہ مردار کے مانند ہی مگر اُسی زندہ کی ذات کے حق مین یہانتک کہ اگر اسکو
وہ لیے رہیگا تو نماز اُسکی فاسد نہوگی تو حلبی کا یہ اشکال ساقط ہو گیا کہ گوشت یعنی ساقط گوشت نجس ہی نہ طاہر کذا فی الطحطاوی والمخرج بعصر والخارج
بنفسہ سیان فی حکم النقض علی المختار کما فی البزازیۃ قال لان فی الاخراج خروجا فصار کالفصد وفی الفتح عن الکافی انہ الاصح واعتمدہ القہستانی وفی القنیۃ
وجامع الفتاوی انہ الاشبہ ومعناہ انہ الاشبہ بالمنصوص روایۃ والراجح درایۃ فیکون الفتوی علیہ اور جو خون وغیرہ زخم اور پھوڑے سے نکالا گیا دابنے
اور نچوڑنے سے اور جو آپ سے نکلا دونون برابر ہین وضو توڑنے کے حکم مین بنا بر قول مختار کے چنانچہ بزازیہ مین ہی اسکے مصنف یعنی بزازی نے کہا
اسواسطے کہ نکالنے مین نکلنا بھی ثابت ہی یعنی خروج اخراج کو لازم ہی تو نکلنا فصد کے مانند ہو گیا یعنی فصد بالاتفاق ناقض ہی باوجود اخراج کے اور فتح القدیر
مین کافی سے منقول ہی کہ مخرج کا ناقض ہونا صحیح تر قول ہی اور اسپر قہستانی شارح نقایہ نے اعتماد کیا ہی اور قنیہ اور جامع الفتوی مین ہی کہ یہی قول اشبہ ہی
اور اشبہ کا مطلب یہ ہی کہ قول مذکور زیادہ تر مشابہت رکھتا ہی اُس قول سے جو منصوص ہی روایت کی راہ سے یعنی فصد سے اور اُس قول سے جو راجح ہی
ادراک عقلی کی راہ سے تو بموجب نقول مذکورہ کے اسی پر فتویٰ ہوگا ہم مخرج کا ناقض ہونا عالمگیری مین وجیز کردری اور قنیہ اور شرح منیہ سے منقول ہی اور حسن چلپی کے
حاشیہ شرح وقایہ مین بھی قول تتمہ اور خلاصہ اور کافی اور شمس الائمہ سرخسی سے مذکور ہی حجامت اور فصد اور مص علق پر قیاس کرنے سے اگرچہ محشی مذکور نے
قیاس مذکور کو غیر مستقیم کہا ہی اور خارج بنفسہ اور مخرج بالعصر مین تفرقہ ثابت کیا ہی لیکن بقول علامہ عینی کے باب عبادت مین مخرج کے ناقض ٹھہرانے مین
احتیاط ہی اگرچہ صاحب ہدایہ اور شارح وقایہ اور ظہیریہ کے مصنف اسکو ناقض نہین کہتے وینقضہ قئ ملا فاہ بان یضبط بتکلف اور ناقض وضو قی ہی منھ بھر کے
اسطرح پر کہ بہت تکلف سے مُنھ کے اندر تھم سکے ہم اور ینابیع مین کہا کہ قول صحیح یہ ہی کہ مُنھ بھر کے قی وہ ہی جسکے روکنے پر قدرت نہو کذا فی الطحطاوی من مرۃ بالکسر
ای صفراء او علق ای سوداء قی مذکور ناقض ہی صفرا سے ہو یا سودا سے مرہ بکسر میم و تشدید راء عبارت ہی صفرا سے یعنی زرد کڑوا پانی اور علق بفتح عین و لام
عبارت ہی سودا سے ہم قاموس مین ہی کہ علق بالتحریک خون ہی مطلق یا نہایت سُرخ یا غلیظ یا بستہ خون طحطاوی نے کہا یہان خون بستہ مراد ہی خون بستہ کی
قید اسلیے لگائی کہ اگر خون سائل ہو تو ناقض ہی اگرچہ مُنھ بھر کے قی نہو انتہی قولہ شارح نے علق کو سودا کہا حالانکہ یہان علق سے خون بستہ مراد ہی اسواسطے کہ خون
بستہ نہین ہوتا مگر احتراق سے ہی خلط سودا ہو جاتا ہی تو علق خون حقیقی نرا سودا ہو گیا کذا فی العینی واما العلق النازل من الراس فغیر ناقض اور جو خون
بستہ کہ سر سے اُترا وہ تو وضو کو نہین توڑتا او طعام او ماء اذا وصل الی معدتہ وان لم یستقر یا قی ہو کھانے یا پانی کی جبکہ کھانا یا پانی پیٹ تک پہونچ گیا
اگرچہ اُسمین نہ ٹھہرا فوراً گر پڑا ناقض ہی وضو کا ہم اور حسن کا قول یہ ہی کہ اگر طعام اور پانی فوراً گر پڑا تو ناقض نہین مجتبیٰ مین اسکو مختار کہا ہی اور معراج
الدرایہ مین اسکی تصحیح کی ہی تو یہان دونون قول مختلف کی تصحیح واقع ہوئی ہی کذا فی الطحطاوی وہو نجس مغلظ ولو من صبی ساعۃ ارتضاعہ
ہو الصحیح لمخالطۃ النجاسۃ ذکرہ الحلبی اور وہ قی مذکور نجس مغلظ ہی اگرچہ شیر خوار لڑکے نے قی کی ہو دودھ پی کر فوراً یہی قول صحیح ہی بسبب

اور نجاست معدے کی ایسا قے کیا جو بلغم نہیں کھانا اور پانی ہو وہ جو فوراً قے ہو گیا وہ ناپاک ہو گیا اور پیٹ کی نجاست سے متصل ہوا ہو تو معمولی اور
ناقض نہیں اتفاقاً ہے اور وہ کثیر الطهارت فی نفسه اور کھانا اور پانی یا دودھ مری میں یعنی طعام اور شراب کے گزرنے میں تھا پیٹ تک نہیں پہونچا اور قے ہو گیا
تو وضو کو توڑنا بالاتفاق ثابت نہیں جیسے کیچوے یا پیٹ سے کیڑوں کی قے ناقض نہیں بسبب پاک ہونے ہر واحد کے اپنی ذات میں اور جو نجاست
کہ نجاست پیدا ہو وہ قلیل ہو تو منہ بھر نے نہیں کذا فی البحر وفی کنز وقلم الناقض ما خرج منه مسفوحاً بخلاف جیسے مونے آدمی کی رال ناقض نہیں اور اسی طرح وہ
پاک ہے اور طرت آدمی کا سوتی ہوئی رال مالاتفاق پاک ہے خواہ سر سے اترے یا پیٹ سے چڑھے خواہ زرد رنگ بدبودار ہو یا نہو اور اس اطلاق کے مقابل دو قول
ابو یوسف کا یہ کہ جو رال پیٹ سے زرد رنگ بودار آوے وہ نجس کے مانند ہے اور جو سر سے اترے وہ پاک ہے تحقیق یہ ہے کہ رال پاک ہے کیونکہ سر کی ہے اور اسی قول پر فتوی ہے
کذا فی الطحطاوی بخلاف ابی یوسف فانه نجس کہ یہی ہے کہ مراد بول وان لم یحض لتقلیه للنجاسة بالاضافة الی اجتماع ورد بر خلاف میت کی رال کے اسواسطے کہ
وہ نجس ہے جیسے نفس شراب یا پیشاب کے قے اگرچہ وہ ناقض نہ ہو قلت کی وجہ سے بسبب ناپاک ہونے شراب یا پیشاب کے اپنی اصل میں نہ بسبب کی نجاست
ملامست برخلاف اور چیزوں کے کہ وہ اختلاط نجاست سے ناپاک ہو جاتی ہیں ذات انکی ناپاک نہیں **لا ینقضه قی من بلغم علی المعتمد اصلاً** نہیں توڑتی
وضو کو بلغم کی قے مطلقاً بنا بر قول معتمد کے ہم بلغم خواہ سر سے اترا خواہ پیٹ سے چڑھا منہ بھر کے ہو یا کم خلافاً لطعام ہو یا نہو مگر جبکہ طعام سے مخلوط ہوا ایسا ہی بحر
اور فتح میں اور شارح کا قول علی المعتمد اُس بلغم کی طرف راجع ہے جو پیٹ سے چڑھا اسلیے کہ جو بلغم سر سے اُترا اُسمین اتفاق ہے علی الصحیح کذا فی الطحطاوی الا المخلوط بالطعام
فیعتبر الغالب مگر وہ بلغم جو طعام کے ساتھ مخلوط نکلا تو غالب کا اعتبار ہوگا یعنی اگر بلغم غالب ہے تو ناقض وضو نہیں اور اگر طعام غالب ہے تو ناقض ہے ہم بہتر یہ تھا
کہ شارح طعام کی پری دہن کا اعتبار کرتا جیسا صاحب بحر الرائق نے کیا تاکہ اُس صورت کو شامل ہوتا جبکہ طعام مغلوب ہو اور باوجود اسکے منہ کو بھر دے لہذا
صاحب بحر نے غلبہ طعام کو اسطرح بیان کیا کہ حالت انفراد مین منہ کو بھر دے سو اسکو یاد رکھنا چاہیے کذا فی الطحطاوی **ولو استویا فکل علی حدة** اور اگر بلغم اور
طعام دونوں برابر ہیں تو ہر ایک کا اعتبار جدا جدا ہے یعنی اگر طعام بقدر پری دہن کے ہے تو ناقض ہے اور نہیں تو ناقض نہیں **وینقضه دم مائع من جوف**
او فم غلب علی بزاق حکما للغالب اور وضو کو توڑتا ہے وہ پتلا خون پیٹ یا منہ کا جو غالب ہو گیا تھوک پر اسواسطے کہ غالب پر حکم ہوتا ہے **او ساواه احتیاطاً**
یا خون برابر ہے تھوک کے تو بھی ناقض ہوگا احتیاط کی راہ سے ہم خون کے غالب ہونے یا برابر ہونے کی یہ علامت ہے کہ تھوک سرخ ہوگا اور مغلوب ہونے کی نشانی
یہ ہے کہ تھوک زرد ہوگا کذا فی شرح الوقایہ والبحر **لا ینقضه المغلوب بالبزاق** اور وہ خون وضو کو نہیں توڑتا جو تھوک سے کم ہے **والقیح کالدم** اور پیپ خون کے
مانند ہے وضو توڑنے کے حکم میں یعنی اگر پیپ تھوک سے غالب ہے یا برابر ہے تو ناقض ہے اور اگر کم ہے تو ناقض نہیں **والاختلاط بالمخاط کالبزاق** اور خون یا پیپ کا
رینٹ سے ملنا تھوک کے ملنے کے برابر ہے حکم مذکور میں یعنی غالب اور مساوی ناقض ہے اور مغلوب ناقض نہیں **وکذا ینقضه علقة مصت عضواً وامتلأت**
من الدم ومثلها القراد ان کان کبیرا لانه حینئذ یخرج منه دم مسفوح سائل اور اسی طرح وضو کو توڑتا ہے وہ کیڑا اور جونک جسنے عضو کو چوسا اور خون سے
پر ہو گیا اور چیچڑی جونک کے برابر ہے وضو توڑنے میں بشرطیکہ بڑی چیچڑی ہے سے دم مسفوح یعنی روان خون نکلتا ہے جونک کے مانند کذا فی الخانیة **والا لکن القراد صغیرا**
فلا کما لا ینقض بعوض وذباب کما فی الخانیة لعدم الدم المسفوح اور اگر جونک اور چیچڑی ایسی ہو کہ اُس سے خون جاری نکلے تو وہ ناقض وضو نہیں مچھر اور
مکھی کے کاٹنے کے مانند چنانچہ خانیہ یعنی فتاوی قاضیخان میں مذکور ہے کہ وضو نہیں ٹوٹتا خون سائل کے نہونے سے وفی القہستانی لا ینقض مالم یتجاوز الورم
اور قہستانی میں ہے کہ خون ناقض نہیں جبتک ورم سے تجاوز نکرے ہم بحر الرائق میں شیخ الاسلام کے مبسوط سے منقول ہے کہ مسز زخم ورم گر گیا پھر اُس سے
پیپ وغیرہ کچھ ظاہر ہوا تو ناقض نہوگا جبتک ورم سے تجاوز نکرے اسواسطے کہ موضع ورم کا دھونا واجب نہیں تو تجاوز نہوا اُس موضع کی طرف جسکو
تطہیر کا حکم لاحق ہے طحطاوی نے کہا یہ حکم اُس صورت کو مخصوص ہے جہان دھونا ورم کو ضرر کرتا ہے اور اگر ضرر نہیں کرتا تو دھونا ورم کا واجب ہوگا اسلئے

قولؔ تو اس صورت مین تجاوز ورم سے بھی وضو ٹوٹیگا کما لایخفی ولو شد با لرباط ان نفذ البلل للخارج نقض اور اگر زخم کو پٹی سے باندھا اگر تراوت باہر کی طرف توڑ آئی تو وضو کی ناقض ہو م فتح القدیر مین ہو اسکا مطلب یون سمجھنا واجب ہو کہ وہ زخم ایسا ہو کہ اگر پٹی نہوتی تو بہتا اسواسطے کہ اگر قمیص زخم پر پڑے سو تر ہو جاوے ناپاک نہین ہوتا جبتک ویسا نہو کیونکہ وہ حدث نہین کذا فی الطحطاوی و یجمع متفرق القی و یجعل کقی واحد لاتحاد السبب یعنے زخم بہتا ہو م

وہو الغثیان عند محمد وہو الاصح لان الاصل اضافۃ الاحکام لاسبابہا الا لمانع کما بسط فی الکافی اور متفرق قے کو جو منھ بھرکے نہین اکٹھی سے جمع کیجے اور ایک قے اسکو ٹھہرائیے مسبب کے متحد ہونے سے اور سبب قے کا متلی ہو محمد کے نزدیک یعنی اگر ایک ہی متلی سے چند بار تھوڑی تھوڑی قے آئی اور مجموع کرنے سے بہری دہن کو پہونچی ہو تو وضو کی ناقض ہو محمد کے نزدیک اور یہی قول صحیح تر ہو اسواسطے کہ نسبت کرنا احکام کا انکے اسباب کی طرف اصل ہو مگر یہ کہ اسباب کیطرف نسبت کرنے سے کوئی چیز مانع ہو تو اب سبب کیطرف نسبت نہوگی چنانچہ اسکی تشریح کافی مین ہو م مانع کی مثال چنانچہ سجدۂ تلاوت ہو جبکہ اسکا سبب مکرر ہو مجلس واحد مین کیونکہ اگر یہان سبب معتبر ہو تو تداخل فوت ہوتا ہو اسواسطے کہ ہر بار کی تلاوت سبب ہو سجدہ کا اور غیر اصح قول ہو ابو یوسف کا یعنے جمع متفرق کے واسطے انکے نزدیک اتحاد مجلس معتبر ہو و کل مالیس بحدث اصلا بقرینۃ زیادۃ الباء کقی قلیل ودم لو ترک لم یسل لیس بنجس عند الثانی اور جو چیز حدث نہین یعنی ناقض وضو کی نہین کسی طرح سے چنانچہ تھوڑی قے اور خون جو اسکو چھوڑ دیجے تو سائل نہو تو وہ ناپاک نہین ابو یوسف رح کے نزدیک شارح نے کہا حدث مین اصلا کی قید ہمنے لگائی با جارہ کے زائد ہونے کے قرینہ سے م اسواسطے کہ بار جارہ کی زیادت خبر کے عموم نفی پر دلالت کرتی ہو علم نحو کے قاعدہ سے تو اصلا کی قید لگانے سے اس حدث سے احتراز ہوا جو معذور سے خارج ہوتا ہو وقت نماز کے خارج ہونے سے پہلے اسواسطے کہ مثلا معذور کے پیشاب کا جاری ہونا معذور کے حق مین حدث نہین لیکن وہ ناپاک ہو اسواسطے کہ پیشاب غیر معذور کے حق مین حدث ہو تو اصلا کی قید لگانے سے وہ داخل نہ رہا اس کلیہ کے تحت مین بالجملہ کلیہ مذکور صحیح ہو کہ جو کسی وجہ سے ناقض وضو نہین وہ ناپاک نہین اور اسکا عکس درست نہین یعنی جو نجس نہین وہ حدث نہین اسواسطے کہ نوم اور اغما اور ریح نجس نہین مگر حدث ہین یعنی ناقض وضو ہین کذا فی الطحطاوی درر مین ہو کہ قے قلیل اسواسطے نجس نہین کہ اعلائے معدہ سے خارج ہوتی ہو اور وہ نجاست کا مکان نہین ہو اور قلیل خون غیر مسفوح ہو یعنی سائل نہین تو بفحوائے آیۂ کریمہ (او دما مسفوحا) یا خون بہتا ہوا ۱۲ حرام نہوا تو نجس بھی نہوگا اور آدمی کا غیر مسفوح خون جو حرام ہو تو وہ مبنی ہو اسکے گوشت کی حرمت پر تو نجاست کا موجب نہوگا اسواسطے کہ حرمت بزرگی کے سبب سے ہو نہ نجاست کی وجہ سے تو آدمی کا خون غیر مسفوح اپنی اصلی طہارت پر ہو اگرچہ وہ حرام ہو وہو الصحیح رفقا باصحاب القروح خلافا لمحمد اور قلیل قے اور خون کا نجس نہونا یہی قول صحیح ہو زخمیون کی آسانی کے واسطے برخلاف محمد رح کے یعنی انکے نزدیک قے قلیل اور خون قلیل ناپاک ہو و فی الجوہرۃ یفتی بقول محمد رح لو المصاب مائعا اور جوہرہ نیرہ قدوری کی شرح مین ہو کہ محمد رح کے قول پر فتوی دیا جاے اگر سائل چیز مین قلیل قے یا خون ملگیا یعنی اگر پانی وغیرہ مین تھوڑا خون ملگیا تو اسکو ناپاک جانیے اور اگر کپڑے وغیرہ خشک چیز مین لگے تو اسکو پاک سمجھیے و ینقضہ حکما نوم اور نیند وضو کو توڑتی ہو حکم شرع کی راہ سے م شارح نے حکما کے لفظ کو زیادہ کرکے اشارہ کردیا کہ مصنف نے نواقض حقیقیہ کے بیان کے بعد اب نواقض حکمیہ کو شروع کیا یزیل مسکتہ ای قوتہ الماسکۃ بحیث تزول مقعدتہ من الارض وہ نیند ناقض وضو ہو جو آدمی کی قوت ماسکہ کو یعنی جس قوت سے آدمی ریح کو روکتا ہو زائل کردے اسطرح پر کہ اسکی مقعد زمین سے لجاے م صحیح قول یہ ہو کہ نوم فی نفسہ ناقض نہین بلکہ احتمال خروج ریح وغیرہ کا ناقض ہو اسلیے کہ جب زمین سے مقعد کا زوال ہوا تو باعتبار عادت کے خروج شے سے خالی نہین اور جو ثابت ہو عادت سے وہ متیقن کے مانند ہو وہو النوم علی احد جنبیہ او ورکیہ او قفاہ او وجہہ اور نوم ناقض سوتا ہو ایک کروٹ پر یا ایک سرین پر ٹیک دیکر یا چت یا پٹ یعنی یہ چار طرح کی نیند ناقض وضو ہو قوت ماسکہ کے زائل ہو جانے سے والا اے وان لم یزل مسکتہ لا ینقض وان تعمدہ فی الصلوۃ او غیرہا علی المختار اور اگر ویسی نیند نہین یعنے اسکی قوت ماسکہ کو زائل نہین کیا تو وہ نیند ناقض وضو کی نہین اگرچہ آدمی قصداً سو گیا ہو نماز مین یا غیر نماز مین

چنانچہ قول مختار کے موافق یہی ہے کہ ذکر کی طرف سے نکلنا ناقض ہے اور یہی قول امام ابو یوسف کا ہے کہ جب تک نہ نکلے تب تک وضو نہ ٹوٹیگا کذا فی الخلاصہ وشرح
قدعدا ولو مستندا الی ما لو ازیل لسقط علی الاظہر نوم یعنی ناقض جیسے دونوں سرین پر جھککر سونا اگرچہ ایسی چیز سے ٹیک لگا کر سوئے کہ اگر وہ ہٹالی
جائے تو سونے والا گر پڑے بنابر روایت مذہب کے ہم شارح نے نیند کی اقسام کی اب تفصیل شروع کی جسکے وضو نہیں ٹوٹتا ہے یعنی سونا
کی صفت مذکور کو ناقض میں شمار کیا ہے اور اسکے شارحون نے کہا کہ طحاوی نے اسکو اختیار کیا ہے مبسوط کی اصل روایت میں نہیں ہے اور قدوری میں ہے کہ اگر سہارا
مستقر ہو تو ناقض ہے اور اگر مستقر ہو تو ناقض نہیں یہی قول صحیح ہے کذا فی الدر المختار وساجدا علی الہیئۃ المسنونۃ ولو فی غیر الصلوۃ یعنی قعدہ مذکورہ بھی یا سونا سجدہ
کرنے میں سنت کے طور پر اگرچہ نماز کے سوا میں اسطرح سو گیا ہو وضو نہیں جاتا قول محمد رحمہ اللہ ذکر کیا ہو جو سنت کے موافق سجدہ سنون کی صفت یہ ہے کہ پیٹ رانون سے جدا
رہے اور بازو پہلو سے جدا ہوں اسواسطے کہ اسطرح میں تماسک باقی ہے اور استطلاق منعدم ہے اور بعضون نے کہا کہ زمین سے پیٹ کا سجدہ ناقض نہیں ورنہ نماز
میں سجدہ مسنونہ ناقض نہیں کذا فی الطحطاوی اور بہ یعنی ہے اور اسیطرح قیام اور رکوع کی حالت میں سونا وضو کا ناقض نہیں اور متورکا یا سرین پر سونا اسطرح
کہ دونون پانون ایک جانب کو پھیلائے اور دونون سرین زمین پر جمائے او محتبیا اور اسی سبب رکبتیہ یا سونا اوگردن جھکا کر یعنی کہ دونون پنڈلیان جانگھ سے
ملاوین کپڑا لپیٹ کر یا دونون ہاتھون سے تھام کر اور سر گھٹنون پر ہو طحطاوی نے کہا اگر سر گھٹنون پر ہو تو بطریق اولیٰ ناقض نہیں او شبہ المنکب یا سونا
اونٹ کے مانند اسطرح کہ دونون سرین ایڑیون پر اور پیٹ رانون پر اور ہو گیا اونٹ کے مشابہ ایسا ذکر کیا بحر الرائق میں اور یہی مشکور ہے کذا فی الطحطاوی
اولی محمل او سرج او اکاف یا سونا عماری میں یا زین پر یا پالان پر ہم طحطاوی نے خلاصہ سے نقل کیا کہ محمل میں کھڑے یا بیٹھے سونا ناقض نہیں انتہی خانیہ میں ہے
کہ اگر جانور کی پیٹھ پر زین یا پالان میں سو گیا وضو نہیں ٹوٹا کیونکہ مفاصل ڈھیلے نہیں ہوتے اور اگر دونون سرین کو ایڑیون پر رکھکر سو گیا جسطرح کہ کام کرتا ہے
تو اسپر وضو نہیں ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اور بعضون نے کہا کہ امام محمد کے نزدیک بھی والدابۃ عریانا فان حال الہبوط نقض والا لا اور جو سوار ہے اس
حال میں کہ جانور کی پیٹھ برہنہ ہے تو اگر اوتار پر ہے یعنے بلندی سے نشیب کو آتا ہے تو ناقض وضو ہے ورنہ ناقض نہیں ہم اسلئے کہ نیچے اترنے پر سوار آگے جھکتا ہے
تو سرین اٹھ جاتے ہیں تو تماسک جو مانع خروج ریح تھا باقی نہ رہا اور برابر زمین پر یا بلندی پر چڑھنے میں یہ بات نہیں تو وضو قائم رہیگا ولو نام قاعدا یتمایل
فسقط ان انتبہ حین سقط فلا نقض یعنی کما مر لنعیم اکثر ذیل مندہ اور جو بیٹھے سو رہا تھا جھوم جھوم کر جھک کر گر پڑا اگر گرتے ہی جاگ پڑا تو ناقض وضو نہیں
اسی قول پر فتویٰ ہے جیسے وضو نہیں ٹوٹتا اونگھنے کا جو سمجھا جاتا ہے اکثر ان باتون کو جو اسکے پاس ہو رہی ہیں کذا فی الخانیہ خانیہ میں ہے
کہ اگر چار زانو سویا کسی چیز پر ٹیک کر شمس الائمہ حلوائی نے کہا کہ یہ ناقض نہ ہوگا انتہی ما فی الخانیہ حاصل مقام یہ ہے کہ اگر استرخا حاصل نہیں ہوا
اور عدم زوال قوت ماسکہ کی دلیل قائم ہے چنانچہ قیام اور قعود اور رکوع اور سجدہ مسنونہ وغیرہ الا ما من المذکورات میں تو وضو قائم ہے ورنہ قائم نہیں والمعتوہ
لا ینقض اور اختلال عقلی اور اختلاط کلامی ناقض وضو نہیں ہم عتہ بفتح اول وسکون ثانی آفت ہے موجب اختلال عقل اسطرح پر کہ شخص مختلط الکلام فاسد التدبیر
ہو جاتا ہے مگر وہ کسی کو نہیں مارتا ہے اور نہ گالی دیتا ہے ایسا مذکور ہے بحر الرائق میں اور معتوہ کا وضو اسواسطے صحیح ہوا کہ فقہا نے اسکی صحت عبادت پر حکم کیا ہے
اگرچہ وہ عبادت کا مکلف نہیں جیسے طفل عاقل کی عبادت صحیح ہے گو وہ مکلف نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصا ونوم الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام جیسے انبیا
علیہم الصلوۃ والسلام کی نیند وضو کو نہیں توڑتی ہم قنیہ میں مصرح ہے کہ ناقض وضو نہ ہونا نوم کا حضرات انبیا کی خصوصیات سے ہے اور صحیحین میں وارد ہے کہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم سوئے یہانتک کہ سونے کی آواز معلوم ہوئی پھر اٹھے اور نماز پڑھی بدون وضو کے اسواسطے کہ دوسری حدیث میں فرمایا ہے کہ میری آنکھین
سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا اور اسپر اعتراض نہیں لگتا اس حدیث کا کہ لیلۃ التعریس میں حضرت سو گئے تھے یہانتک کہ آفتاب نکل آیا تھا اسواسطے کہ دل
مبارک جاگتا تھا احداث بدنی سے آگاہ تھا اور طلوع آفتاب کا ادراک دل سے متعلق نہیں آنکھ کا یہ کام ہے سو آنکھ تو سوتی تھی ایسا مشہور ہے محدثین اور

فقہا کی کتابون مین علامہ ابو سعود نے کہا علاوہ یہ ہو کہ نوم کی کچھ خصوصیت نہین بلکہ نوم کے سوا اور نواقض کا بھی حکم ہو تو اسوقت مین حضرات انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کا وضو کرنا امتون کی تشریع کے واسطے تھا مگر منجملہ نواقض کے اغما اور غشی مستثنی ہین کذا فی الطحطاوی وہل ینقض اغماؤہم وغشیہم ظاہر کلام المبسوط نعم اور انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کا اغما اور غشی ناقض وضو ہو یا نہین جواب اسکا ظاہر کلام مبسوط سے یہ ہو کہ ہان ناقض ہو اغما یعنی بیہوشی بیماری کی ایک قسم ہو جس سے قوت ضعیف ہوجاتی ہو اور عقل زائل نہین ہوتی بلکہ عقل کو چھپا لیتی ہو برخلاف جنون کے کہ وہ عقل کو زائل کر دیتا ہو اور غشی یہ ہو کہ قوت محرکہ اور حساسہ معطل ہوجاے بسبب قلب ضعیف ہوجانے کے گرسنگی وغیرہ سے چنانچہ قہستانی مین ہو تو غشی نوم کے برابر ہو زوال اختیار اور فوت قدرت مین بلکہ نوم سے زائد ہو اسواسطے کہ نائم جگانے سے ہوشیار ہوجاتا ہو اور غشی جو اغما کی ایک قسم ہو اسکا صاحب ہوشیار کرنے سے بھی ہوشیار نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی وفی القہستانی الاغماء ومنہ الغشی اور وضو کو توڑتا ہو اغما اور اسکی قسم سے ہو غشی یعنے اغما اور غشی دونون ناقض ہین وجنون اور جنون یعنے دیوانگی ناقض وضو ہو جنون عبارت ہو زوال عقل سے اور اسکا ناقض ہونا ظاہر ہو باعتبار عدم مبالات کے اور عدم تمیز حدث کی غیر حدث سے کیونکہ مجنون مسلوب العقل ہوجاتا ہو لہذا انبیا علیہم الصلوۃ والسلام پر جنون کا ہونا صحیح نہین اور اغما صحیح ہو اسواسطے کہ عقل اسمین مغلوب ہو نہ مسلوب کذا فی العینی وسکر یدخل فی مشیتہ تمائل ولو باکل الحشیشۃ اور ناقض وضو ہو وہ نشا کہ مست اپنی چال مین ادہر اودہر جھکتا جاتا ہو اگرچہ بھنگ کے کھانے سے نشا حاصل ہوا ہو نشا اور مستی عبارت ہو اُس سرور سے جو عقل پر غالب ہوجاے بعض مسکرات کے استعمال سے تو آدمی عقل کے موافق عمل نہین کرسکتا مگر اسکی عقل زائل نہین ہوجاتی اسی واسطے وہ خطاب شرع کے لائق باقی رہتا ہو یہی قول تحقیق ہو اور بعضون نے کہا کہ مستی کا سرور عقل کو زائل کردیتا ہو اور باوجود زوال عقل کے اسکا مکلف ہونا بطریق زجر اور توبیخ کے ہو کذا فی الطحطاوی وقہقہۃ اور قہقہہ یعنے ٹھٹھا مار کے ہنسنا ناقض ہو بشروط آئندہ ہم قیاس اسکو چاہتا ہو کہ قہقہہ ناقض نہو اسواسطے کہ وہ خارج نجس نہین اور یہی مذہب ہو شافعی رح اور مالک رح اور احمد وغیرہم کا اور ہمارے مذہب کی دلیل وہ حدیث ہو جو چھ صحابیون سے مرفوع مروی ہو ازانجملہ ایک طریق یہ ہو جو معجم طبرانی مین ابو العالیہ ابو موسی اشعری رض سے راوی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھاتے تھے کہ ایک کم نظر آدمی آیا اور اُس گڑھے مین گر پڑا جو مسجد مین تھا اُس بہت لوگ جو نماز مین تھے ہنس پڑے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنسنے والون کو فرمایا کہ وضو اور نماز کا اعادہ کرین اور بیہقی نے خلافیات مین مانند اسکے روایت کی پھر اس حدیث کو معلول کہا اسطرح پر کہ ثقات کی جماعت نے اس حدیث کو عن ابی العالیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرسل روایت کیا یعنی تابعی نے صحابی کا نام نہین کیا مین کہتا ہون بیہقی اس حدیث کے رد کرنے پر قادر نہوا اسواسطے مرسل کہنے لگے اور حدیث مرسل ہمارے نزدیک حجت ہو اور مرسل ابو العالیہ کا صحیح ہو اور عجب ہو احمد بن حنبل سے اسواسطے کہ انکا مذہب یہ ہو کہ حدیث مرسل اور حدیث ضعیف کو تقدیم دیتے ہین قیاس پر سو یہان انھون نے قیاس کو حدیث مرسل پر مقدم کیا کذا فی العینی مختصرا وتمام البیان فیہ ہی ما یسمع جیرانہ قہقہہ وہ ہنسی ہو جسکو پاس کے لوگ سنین اور ضحک وہ ہنسی ہو جسکو آپ آدمی سنے اور کوئی نہ سنے اور ضحک کا حکم یہ ہو کہ وہ وضو کا ناقض نہین نماز کا مبطل ہو اور تبسم وہ ہنسی ہو جسمین مطلق آواز نہو بلکہ فقط دانت کھل جاوین اسکا حکم یہ ہو کہ نہ وضو اُس سے جاتا ہو نہ نماز بالغ ولو امرأۃ سہوا یقظان قہقہہ جاگتے جوان کا ناقض ہو اگرچہ عورت ہو گو بھول کر قہقہہ کیا ہو فلا یبطل وضوء صبی ونائم بل صلاتہما بہ یفتی تو لڑکے اور سوتے کا قہقہہ وضو کو باطل نکریگا بلکہ دونون کی نماز کو باطل کریگا اسی قول کا فتوی ہو مصلی ولو حکما کالبانی ناقض وضو ہو قہقہہ اُس جاگتے جوان کا جو نماز پڑھتا ہو خواہ افعال نماز کے بالفعل ادا کرتا ہو یا نمازی کا حکم رکھتا ہو بانی کے مانند بانی وہ شخص ہو جسکا وضو نماز مین ٹوٹا پھر وضو کرنے کو گیا اس قصد سے کہ وضو کے بعد نماز مذکور کو تمام کرونگا سو وضو کرنے کے بعد قہقہہ مار کے ہنسا وضو ٹوٹ گیا کذا فی فتاوی قاضیخان بطہارۃ صغری ولو تیمما اعادۃ مستقلۃ نماز پڑھتا ہو اُس طہارت صغری کے ساتھ جو بالاستقلال کی ہو نہ در ضمن غسل اگرچہ تیمم ہو طہارت صغری عبارت ہو وضو اور تیمم سے اور طہارت کبری عبارت ہو غسل سے فلا یبطل وضوء فی ضمن الغسل تو باطل نہوگا وہ وضو قہقہہ سے جو تمام بدن کے دھونے کے ضمن مین حاصل ہو ہم اور اگر اول وضو کرکے غسل کریگا

[illegible] بعضہ باطل ہو کذا فی [illegible] الکفایہ [illegible] ہو المختار [illegible] کذا فی الاختیار و شرح منیہ [illegible] ثانیہ اور [illegible]
وضو نہیں ٹوٹتا قہقہہ سے [illegible] شرح منیہ میں کہا ہے [illegible] قول پر ہے کہ وضو نہیں [illegible]
مذکورہ [illegible] نماز [illegible] سجدہ کے تمام [illegible]

اور جب دو نمازوں میں قہقہہ سے وضو نہ ٹوٹیگا لیکن وہ نماز اور جب باطل ہو جائیگی ولو عمدا السلام عمدا فانما بطل الوضوء لا الصلاۃ [illegible]
فی الشرنبلالیہ اگرچہ سلام کے وقت عمدا قہقہہ کیا اسواسطے کہ قہقہہ وضو کو باطل کرتا ہے نماز کو برخلاف [illegible] چنانچہ شرنبلالیہ نے شرح وہبانیہ میں اسکو
لکھا ہے عمدا کی قید اسواسطے لگائی تاکہ خروج بصنعہ متحقق ہو تو اسی سے نماز باطل نہوئی اور وضو ٹوٹ گیا اسواسطے کہ نماز کے اجزا اخیر میں قہقہہ پایا گیا [illegible]
الامام او احدث عمدا ثم قہقہ المؤتم ولو مسبوقا فلا نقض اور اگر مقتدی کے امام نے قہقہہ کیا یا عمدا حدث کیا پھر مقتدی نے قہقہہ کیا اگرچہ مقتدی مسبوق ہو تو مقتدی کا
وضو نہیں ٹوٹتا اسواسطے کہ امام کے قہقہہ یا حدث قصدا سے نماز باطل ہوگئی تو مقتدی کا قہقہہ خارج نماز کے واقع ہوا اور خارج نماز کے قہقہہ ناقض نہیں
بخلاف ما اذا تکلم عمدا فی الاصح برخلاف اس قہقہہ مقتدی کے جو واقع ہوا امام کے عمدا کلام کرنے کے بعد قول اصح میں یعنی اگر امام نے قصدا کلام کیا پھر
مقتدی نے قہقہہ مارا تو صحیح تر قول میں مقتدی کا وضو ٹوٹ جاویگا وجہ فرق قہقہہ اور کلام میں یہ ہے کہ کلام قاطع ہے نماز کا نہ مفسد اسواسطے کلام سے
نماز کی شرط یعنی طہارت فوت نہیں ہوگئی تو اس سے مقتدی کی نماز فاسد نہوئی تو قہقہہ مقتدی کا نماز کے اندر واقع ہوا لہذا وضو ٹوٹ گیا برخلاف قہقہہ امام یا عمدا
حدث کے کہ اسنے طہارت کو فاسد کر دیا تو مقتدی کی بھی نماز فاسد ہوئی تو قہقہہ مقتدی کا بعد نماز کے واقع ہوا تو وضو نہ ٹوٹا کذا فی الطحطاوی ومن مسائل
الامتحان لو نسی الماء فی المسح فقہقہ قبل قیامہ للصلاۃ انتقض لا بعدہ لبطلانہا بالقیام الیہا اور آزمائش کے مسئلوں سے ایک یہ مسئلہ ہے کہ اگر پانی مثلا
مسح کرنا سر یا موزے کا بھول گیا پھر اسنے قہقہہ مارا نماز میں شروع کرنے سے پہلے تو اسکا وضو ٹوٹ گیا یعنے اسواسطے کہ نماز کے اندر قہقہہ واقع ہوا اسواسطے
کہ پانی کا وضو کے واسطے آنا جانا نماز میں داخل ہے اور جو بعد شروع کرنے نماز کے ہنسا تو وضو نہیں ٹوٹا بسبب باطل ہو جانے نماز کے نماز کے شروع کرنے سے کیونکہ
نسیان مسح سے طہارت نہوئی تو بینے طہارت نماز پڑھنے سے نماز باطل ہوگئی تو قہقہہ خارج نماز کے ٹھہرا یعنے اگر سائل چاہے کہ مسئول کو آزمادے کہ اسکو
علم اس مسئلہ کا ہے یا نہیں تو یوں پوچھے کہ وہ قہقہہ کونسا ہے کہ جب نماز کے اندر واقع ہو تو ناقض نہو اور جب خارج نماز کے صادر ہو تو ناقض ہو حالانکہ امر
بالعکس ہے کذا فی الطحطاوی **ومباشرۃ فاحشۃ** بتماس الفرجین ولو بین المرأتین والرجلین مع الانتشار للجانبین المباشر والمباشر ولو بلا بلل علی المعتمد
اور ناقض وضو ہے کھلی مباشرت دونوں شرمگاہوں کے بھڑ جانے سے اگرچہ یہ امر دو عورتوں میں واقع ہو یا دو مردوں میں انتشار کی کے ساتھ جانبین یعنی
لگانے والا اور جسکے لگا یا دونوں کے وضو کی ناقض ہے اگرچہ مباشرت مذکورہ میں مذی کی تراوت نہو بنا بر معتمد قول کے اور یہ قول شیخین کا ہے اور محمد رح نے کہا کہ مباشرت
فاحشہ ناقض نہیں جبتک کچھ نہ نکلے اور صاحب حقائق نے اسکو صحیح کہا ہے لیکن یہ تصحیح معتمد نہیں اسلیے کہ تحفہ میں تصریح کی چنانچہ اسکو شارح منیہ نے نقل کیا کہ
شیخین کا قول صحیح ہے اور یہی قول متون فقہ میں مذکور ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر میں کہتا ہوں فتاوی عالمگیری میں جو ینابیع سے محمد رح کے قول پر فتوی اور
نصاب سے تصحیح اسکی نقل کی ہے وہ بھی بقول صاحب بحر متون کے مخالف ہونے سے لائق اعتماد کے نہیں قنیہ میں ہے کہ عورت کے وضو ٹوٹنے میں انتشار آلہ مرد
معتبر نہیں کذا فی العالمگیریہ **لا ینقضہ مس ذکر لکن یغسل یدہ ندبا** نہیں توڑتا وضو کو ذکر کا چھونا لیکن مستحب ہے کہ ہاتھ دھو ڈالے ام بسرہ بنت صفوان
کی حدیث میں مس ذکر سے نقض وضو مذکور ہے اور طلق بن علی عن ابیہ کی حدیث میں جسکو سوائے ابن ماجہ کے اصحاب سنن نے روایت کیا ہے نقض وضو مذکور نہیں
ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث اصح اور احسن ہے اور یحیی بن معین وغیرہ نے بسرہ بنت صفوان کی حدیث کو ضعیف کہا ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا **وامرأۃ وامرد** اور ناقض
وضو نہیں عورت کا چھونا اور لڑکے بے ریش کا امام شافعی رح کے نزدیک عورت کا چھونا ناقض وضو ہے بدلیل قولہ تعالی (او لامستم النساء) ہماری دلیل یہ ہے کہ

لمس جب مقارن ہو عورتون سے تو جماع مراد ہوتا ہی اور صحیح مسلم مین حضرت عائشہ رض کا چھونا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پانون کا نماز کے اندر ثابت ہی اور صحیحین مین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہٹاتا عائشہ صدیقہ رض کے پانون کا نماز مین ثابت ہی لکن یندب للخروج من الخلاف لاسیما للامام لکن بشرط عدم لزوم ارتکاب مکروہ فی مذہبہ لیکن مس ذکر اور مس عورت سے مستحب ہی تا کہ باتفاق مجتہدین کے طہارت حاصل ہو خصوصًا امام کے حق مین یعنے اسواسطے کہ امام کے پیچھے موافق اور مخالف سب نماز پڑھتے ہین تو مقتدیون کی رعایت کرنا خوب بات ہی لکن بشرطیکہ ارتکاب مکروہ کا اپنے مذہب مین لازم نہ آوے مم شارح نے استدراک کیا اس مفہوم سے جو اس کلام سے سمجھا گیا کہ امام کو مراعات مقتدیون کے مذہب کی مستحب ہی خواہ اس مسئلے مین یا اسکے غیر مین والا اس مسئلے مین تو اپنے مذہب کے مکروہ کا کچھ بھی ارتکاب نہین کذا فی الطحطاوی عن الحلبی کما لا ینقض لو خرج من اذنہ ونحوہا کعینہ وثدیہ قیح ونحوہ کصدید وماء سرۃ وغیرہ لا بوجع جیسے وضو نہین ٹوٹتا اگر متوضی کے کان سے اور مانند اسکے چنانچہ اسکی آنکھ یا پستان سے بدون درد کے پیپ نکلا اور اسکے مانند چنانچہ زرد آب اور ناف کا پانی وغیرہ یعنی ناف کا پیپ اور زرد آب نکلا ناقض نہوگا بدون درد کے وان خرج بہ ای بوجع نقض لانہ دلیل الجرح اور اگر پیپ وغیرہ درد کے ساتھہ نکلا تو وضو کا ناقض ہوگا اسواسطے کہ درد کے ساتھہ نکلنا وجود زخم کی دلیل ہی مم بحر الرائق مین کہا کہ پانی مین یہ تفصیل البتہ خوب ہی اور پیپ اور زرد آب تو بدون زخم کے نہین ہوتا نہر الفائق مین اسکا جواب دیا کہ ممکن ہی کہ زخم چنگا ہو کر پیپ نکلا ہو اور درد کا نہونا یہی صحت کی علامت ہی فتاوی عالمگیری مین ماتن کی تفصیل کے موافق محیط سے شمس الائمہ حلوائی کا فتوی نقل کیا ہی اور کہا ہی کہ اسطرح ذخیرہ اور زیلعی اور سراج وہاج مین مذکور ہی تو صاحب بحر کا شبہہ لائق التفات کے نہین رہا فدمع من بعینہ رمد او عمش ناقض فان استمر صار ذا عذر مجتبی والناس عنہ غافلون جب معلوم ہوا کہ جو درد کے ساتھہ خارج ہو وہ ناقض ہی تو آنسو اُس شخص کا جسکی آنکھہ اٹھنے آئی اور دکھتی ہی یا ایسی چوندھی اور چیپڑی کہ اکثر پانی بہا کرتا ہی ناقض وضو ہی اور اگر آنسو بہنا دائمی ہو گیا تو یہ شخص معذور ہو گیا اور معذور کا حکم باب الحیض مین معلوم ہوگا ایسا مذکور ہی مجتبی مین اور لوگ اِس مسئلے کے حکم سے غافل ہین یعنے اس آنسو کو ناقض وضو نہین جانتے ہین مم فقہا نے کہا ہی جسکی آنکھ سے رمد[درد ۱۲] یا عمش[چوندھا پن ۱۲] سے آنسو جاری ہوا اسکو ہر وقت نماز کے وضو کرنے کا امر کیا جاوے صاحب بحر نے کہا یہ تعلیل اسکی مقتضی ہی کہ یہ استحباب کا امر ہی صاحب نہر نے کہا بلکہ وجوب کا امر ہی بقرینہ مرض اسیطرح فتح القدیر مین ہی اور مجتبی مین اسکی وجہ یون بیان کی ہی کہ شاید پلکون کے زخم سے آنسو آتا ہو کذا فی الطحطاوی کما ینقض لو حشی احلیلہ بقطنۃ وابتل الطرف الظاہر ہذا لو القطنۃ عالیۃ او محاذیۃ لراس الاحلیل وان تسفلت عنہ لا ینقض جیسے ناقض وضو ہی اگر مرد نے پیشاب کے سوراخ مین روئی بھر دی ہو اور روئی کی ظاہر طرف تر ہو گئی یہ نقض وضو کا حکم اُس صورت مین ہی کہ اگر روئی سوراخ کے سرے سے اونچی ہو یا برابر ہو اور اگر سوراخ کے سرے سے نیچی ہی اور طرف ظاہر تر ہو جاے تو تر ہونا ناقض نہوگا اسواسطے کہ خروج متحقق نہوا وکذا الحکم فی الدبر والفرج الداخل اور یہی طرح کا حکم ہی مقعد اور فرج داخلی کی روئی کا یعنی اگر وہان کی روئی وغیرہ اونچی یا برابر ہی تو طرف ظاہر کے تر ہونے سے وضو ٹوٹیگا ورنہ وضو قائم ہی مم نیۃ المصلی مین ہی کہ اگر روئی یا کپڑا فرج خارج مین ہی اور تر ہو گیا تو وضو ٹوٹا نافذ ہو یا نہ ہو کذا فی الطحطاوی وان ابتل الطرف الداخل لا ینقض اور اگر روئی وغیرہ کی اندر کی طرف تر ہو گئی تو ناقض وضو نہین ولو سقطت فان رطبۃ انتقض والا لا اگر روئی وغیرہ ساقط ہوئی یعنے گر پڑی تو اگر تر ہی تو وضو ٹوٹا اور اگر تر نہین تو نہین ٹوٹا وکذا لو ادخل اصبعہ فی دبرہ ولم یغیبہا اور اسی طرح کا حکم ہی اگر انگلی مقعد مین داخل کی اور ساری انگلی غائب نہین کی یعنی اگر تر نکلی تو وضو ٹوٹا اور اگر خشک نکلی تو نہین ٹوٹا فان غیبہا او ادخلہا عند الاستنجاء بطل وضوءہ وصومہ پھر اگر انگلی تمام غائب کر دی یا پانی سے استنجا کرتے داخل کی تو وضو اور روزہ اسکا باطل ہو گیا مم شارح کے کلام مین لف ونشر مرتب ہی تو بطلان وضو کا انگلی غائب کرنے سے متعلق ہی اور بطلان صوم ادخال حالت استنجا سے متعلق ہی اسواسطے کہ جب انگلی غائب ہوئی تو ملوث نجاست سے نکلیگی تو وضو باطل ہوگا اور جبکہ استنجا

کرنے مین تنکی داخل کی تو پانی کا داخل ہونا ثابت مین درم آیا صوم باطل ہو گیا کذا فی الطحطاوی بعضون نے نفت دہشرد دھیان نہین کیا تو شارح نے بر
اعتراض کیا کہ تنکی کے داخل کرنے سے اگر تر نہو تو صوم باطل نہین ہوتا شارح نے یہ کہا کہ ملا لاکہ شارح کو مطالب یہ ہو کہ انگلی تر نہو پ کرنے سے روزہ باطل
ہو تا ہی یہ صوم اور اد وخال خالت آنا ہے صوم باطل ہوتا ہے فروع مسائل شارح کے ہم فرعات ہو فرع کی اور فرع کہتے مین ہر شرے کہ اہل کی ادر قوم
شریعت کو تو فرع سے مسائل مالیا اور شرا لیہ مراد مین بطریق استعارہ کے شارحین کی عادت ہی کہ بلفظ فروع اُن مسائل کو جو متن سے قریب ہوت
یا مستغرب مین ذکر کرتے مین مناسب ہر مقام کے کذا فی الطحطاوی شارح رحمۃ اللہ علیہ آخر بحث مین فروع ضرور دیا اور عجیب اکثر بیان کرتا ہو اور کہ یہ
انتہا بیٹت کلام مین مناسب مقام مستحب للرجل ان یحتشی ان راہ الشیطان ویجب ان کان لاینقطع الا بہ قدر ما یعلم مرد کو مستحب ہو کہ تہلیل مین روئی
دغیرہ رکھنا اگر شیطان اسکو شک مین ڈالتا ہو قطرہ آنے کے وسوسے اور واجب ہو بقدر نماز پڑھنے کے اگر نہ منقطع ہوتا ہو بدون روئی رکھنے کے
ذکرنا نہایت المقدور طہارت سے حاصل ہو ہم طحطاوی نے کہا جب شخص نے وضو کیا اور جب نہا یا پیشاب کے بعد چھڑنے اپنے ذکر پر تری اور تراوت دیکھی
اور اسکو معلوم نہین کہ وہ پانی ہو یا پیشاب ہو تو وہ وضو کا اعادہ کرے اور اگر نماز کے اندر یہی بات حاصل ہوئی اور شیطان اسکا بہت وسوسہ ڈالے اور
اسکو نجاست کا یقین نہین ہو تو وہ نماز پڑھتا رہے اور اسکا دھیان نہ کرے جبتک اسکے پیشاب ہونے کا یقین حاصل نہو اور جو مبتلا ہوا ایسے وسواس کا
اسکو چاہیے کہ وہ اپنی شرمگاہ پر پانی چھڑکے تاکہ اگر تراوت نظر آوے تو اسکو پانی جانے نہ پیشاب کذا فی الخانیہ باسوری نکرج فی برہ ان اونلہ بیدہ انتقض
وضوءہ وان دخل بنفسہ لا بواسیر والے کی مقعد باہر نکلی اگر اسکو اپنے ہاتھ سے اندر کر دیا تو اسکا وضو ٹوٹا اور اگر خود بخود داخل ہوگئی تو وضو نہین ٹوٹا لیکن
اگر کچھ نجاست ظاہر ہوگی تو ناقض وضو ہو کذا فی الطحطاوی وکذا لو خرج بعض الدودۃ فدخلت اور اسی طرح اگر کیڑا تھوڑا سا نکلا پھر گھس گیا تو ناقض نہین
من لذکرہ راسان فالذی لایخرج منہ البول المعتاد بمنزلۃ الجرح جس شخص کے ذکر کے دو سر ہون تو جس سر سے عادت والا پیشاب نہین نکلتا وہ بمنزلہ زخم کے
ہو یعنے اُس سے اگر کوئی چیز نکلے گی تو وضو نہ ٹوٹیگا جبتک وہ شے سائل نہو گی جیسے زخم سے نکلنا بدون سیلان ناقض نہین الخنثی غیر المشکل فرجہ الآخر کالجرح
جو خنثی کہ مشکل نہین اُسکی دوسری فرج بمنزلہ زخم کے ہو تو وضو نہ ٹوٹیگا بدون بہنے کے ایسا ہی فتح القدیر وغیرہ مین اور اکثر فقہا کہتے ہین کہ وضو
ٹوٹیگا دونون فرج کے پیشاب نکلنے سے سائل ہو یا نہو اُسکا حال ظاہر ہو گیا ہو یا نہو نہر الفائق مین زیلعی سے نقل کیا کہ اول قول پر اعتماد کرنا لائق ہی
کذا فی الطحطاوی والمشکل ینقض وضوءہ بکل اور خنثی مشکل کا وضو ٹوٹتا ہی ہر فرج کے نکلنے سے بدون سیلان کے بنظر احتیاط کے کذا فی التوضیح م خنثی مشکل
اسکو کہتے ہین کہ مرد اور عورت ہونا کسی علامت سے ثابت نہو نہ قبل از بلوغ نہ بعد از بلوغ منکر الوضوء ہل یکفر ان انکرہ الوضوء لغیر الصلوۃ نعم ولغیرہا لا سوال
وضو کا منکر کافر ہی یا نہین جواب اگر اُسنے وضو کا انکار کیا نماز کے واسطے تو ہان وہ کافر ہوا اور غیر نماز کے واسطے منکر وضو ہونے سے کافر نہین ہو گا ہم نماز
کے وضو کا منکر اسواسطے کافر ہوا کہ اُسنے قرآن کی تکذیب کی قال اللہ تعالی یا ایہا الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوۃ الخ اور غیر نماز اگرچہ مس مصحف کے
وضو کا انکار کرے کافر نہو گا اسواسطے کہ اُسکی آیت مین اختلاف ہی چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی تو قطعی کا منکر نہ ٹھہرا شک فی بعض وضوءہ اعاد ما شک فیہ لو فی
خلالہ لم یکن الشک عادۃ لہ والا لا شک پڑا وضو کے بعض افعال مین یعنی کسی عضو کے غسل مین یا مسح مین تو جس فعل مین شک پڑا کہ کیا یا نہین کیا
اسکو پھر کرے اگر اثنا وضو کرنے مین شک ہوا ہو اور شک کا ہونا اُسکی عادت نہو ورنہ اعادہ نہین یعنے اگر اثنا وضو مین شک نہین پڑا بلکہ
بعد وضو کر چکنے کے شک پڑا خواہ اُسکو شک کی عادت ہو یا نہو یا اُسکو شک کی عادت خواہ اثنا وضو مین ہو یا بعد وضو ان صورتون مین اعادہ
نکرے اور شک کی طرف التفات نہ کرے اور آپ کو باوضو سمجھے کذا فی الطحطاوی ملخصا ولو علم انہ لم یغسل عضوا وشک فی تعیینہ غسل رجلہ الیسری
لانہ آخر العمل اور اگر اُسکو بالیقین معلوم ہو کہ اسنے ایک عضو کو نہین دھویا اور شک پڑا اُسکو عضو کے معین کرنے مین کہ ہاتھ ہی یا پاؤن تو

۵۰ ... (حاشیہ) [illegible]

بائین پاؤن کو دھوے اسواسطے کہ وہ پچھلا عمل ہی وضو مین تو نسیان کی طرف وہی اقرب ہی باقی رہی یہ بات کہ اگر پچھلے پاؤن کے دھونے کا یقین ہو صورت
مذکورہ مین تو ظاہر ہی اُسکے ماقبل عضو کا اعتبار ہوگا ذکرہٗ ہٰذا کما فی الطحطاوی ولو تیقن بالطہارۃ وشک بالحدث او بالعکس اخذ بالیقین اور اگر طہارت کر چکنے
کا یقین ہوا اور وضو کے ٹوٹنے مین شک پڑے یا اسکے بالعکس یعنے وضو ٹوٹنے کا یقین ہی اور طہارت کرنے مین شک پڑے تو یقین کو لے اور شک کو چھوڑے
یعنی پہلی صورت مین طہارت کو اعتبار کرے اور دوسری صورت مین زوال طہارت کو معتبر جانے اسواسطے کہ یقین شک سے نہین ٹل سکتا کیونکہ یقین قوی خبر ہی
اور شک نہایت قوی ضعیف سے کیونکر ٹل سکے ولو تیقنہما وشک فی السابق فہو متطہر اور اگر طہارت اور حدث دونون کا یقین ہوا اور سابق مین شک پڑے یعنی
یہ یاد نہین رہا کہ اول طہارت تھی یا حدث تو وہ شخص شرعاً با طہارت ہی اسواسطے کہ غالباً طہارت بعد حدث کے ہوتی ہی کذا فی الطحطاوی ومثلہ المتیمم اور متوضی
کے حکم مین تیمم کرنے والا ہو یعنی اگر تیمم کا یقین حاصل ہی اور بے وضو ہونے مین شک واقع ہوا ہی یا حدث کا یقین ہی اور تیمم مین شک ہی یقین پر عمل کرے
اور جو دونون کا یقین ہی اور تقدم اور تاخر مین شک ہی تو یہ شخص با تیمم ہی ولو شک فی نجاسۃ ماء او ثوب او طلاق او عتق لم یعتبر وتمامہ فی الاشباہ ۱۲
جو شک پڑے پانی یا کپڑے کی نجاست مین یا زوجہ کی طلاق مین شک پڑے کہ طلاق دی یا نہین دی یا لونڈی غلام کے آزاد کرنے مین شک واقع ہو
اس شک کا کچھ اعتبار نہین پانی اور کپڑے کو پاک جانے اور عورت کو اپنی زوجہ اور لونڈی غلام کو مملوک سمجھے اور مسائل شک کا پورا بیان اشباہ ونظائر مین
ہی الیقین لا یزول بالشک کے قاعدہ مین ہم مجتبیٰ مین ہی کہ خون اور پیپ اور زرداب اور زخم کا پانی اور آبلہ اور پھنسی اور آنکھ اور کان کا پانی بیماری کی جہت
سے سب برابر ہین بنا بر قول اصح کے جو ناقض وضو نہین چنانچہ قلیل قے یا خون وہ طاہر ہی مگر خون استحاضہ اگر خون غیر سائل سے کپڑا ملوث ہو گیا تو جواز نماز کا
مانع نہین جیسے اصحاب القروح کے کپڑے بار بار خون بلا سیلان اور بلا تجاوز کے نکلنے سے بھر جاتے ہین مانع نماز نہین عذر کے سبب سے اگرچہ خون بکثرت ہو اسی پر
فتوی ہی ینابیع مین ہی کہ تیل ڈالا احلیل مین پھر وہ نکل آیا وضو نہین ٹوٹا امام کے نزدیک خلافاً للصاحبین محیط مین ہی کہ وضو کیا پھر ذکر سے تراوت سائل دیکھی تو پھر
وضو کرے اور اگر معلوم نہو کہ وہ کیا ہی تو التفات نہ کرے نماز پڑھے کہ وہ شیطانی وسوسہ ہی اور شرمگاہ کو پانی سے چھڑک دے دفع وسوسہ کے واسطے اور اگر رقیق
چیز دماغ تک پہونچی ناک کے سُڑکنے سے یا اسکے اندر ٹپکانے سے پھر وہ ناک سے اتر آئی تو ناقض وضو نہین اسواسطے کہ وہ پاک مکان سے خارج ہوئی اور اگر سوئی
چبھائی ہاتھ مین اور خون ظاہر ہوا سوئی کے سرے سے زیادہ تو ناقض نہین اور محمد بن عبد اللہ اُسکو سائل جانکر نقض وضو کی طرف مائل ہی جیسے روٹی یا پھل کھایا
اور اُسمین خون کا اثر دیکھا مسوڑون سے تو چاہیے کہ وہان انگلی رکھے اگر انگلی مین خون کا اثر پاوے تو وضو ٹوٹا اور اگر اثر خون کا مسوڑھے پر ہاتھ رکھنے
سے نپایا تو وضو قائم ہی الکل من العینی شرح الہدایۃ وفرض الغسل اراد بہ ما یعم العملی کما مر ماتن نے کہا اور فرض غسل مضمضہ اور استنشاق اور باقی
بدن کا دھونا ہی شارح نے کہا ماتن نے فرض سے اُسکا ارادہ کیا جو فرض عملی کو بھی شامل ہی چنانچہ وضو مین گذر گیا ہم یعنی فرض سے یہان وہ معنی مراد ہی
جو فرض اعتقادی اور فرض عملی دونون کو شامل ہی فرض عملی وہ ہی جسکے فوت ہو جانے سے جواز فوت ہو جاے وجہ ارادہ یہ ہی کہ مضمضہ اور استنشاق قطعی
نہین ہین کیونکہ امام شافعی اُن دونون کو غسل مین مسنون کہتے ہین کذا فی الحلبی وبالغسل المفروض کما فی الجوہرۃ اور غسل سے مراد مفروض غسل ہی
چنانچہ جوہرہ مین مذکور ہی یعنی جنابت اور حیض اور نفاس کا غسل کذا فی المنح وظاہرہ عدم شرطیۃ غسل فمہ وانفہ فی المسنون کذا فی البحر یعنے عدم فرضیتہما فیہ
والا فہما شرطان فی تحصیل السنۃ اور جوہرہ کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہی کہ منھ ناک کا دھونا غسل مسنون مین شرط نہین ایسا مذکور ہی بحر الرائق مین مراد صاحب
بحر کی یہ ہی کہ غسل مسنون مین مضمضہ اور استنشاق فرض نہین ہین اور اگر یہ مراد نکیجیے تو صحیح نہین اسواسطے کہ سنت کے حاصل کرنے مین مضمضہ اور استنشاق دونون
شرط ہین غسل کل فمہ غسل مین فرض ہی سارے منھ کے اندر دھونا ہم شارح نے بتقدیر لفظ کل اشارہ کیا کہ اضافت عموم کے واسطے ہی اور مراد کل فم اور کل انف کے
دھونے سے مضمضہ اور استنشاق ہی ویکفی الشرب عباً لان المج لیس بشرط فی الاصح اور اس فرض کے ادا ہونے مین پانی پینا منھ بھر کے کفایت کرتا ہی

[illegible] فرضیت [illegible] صحیح [illegible] قول [illegible] مرد [illegible] ۔ [illegible] میں [illegible] قول [illegible]

[illegible] اسواسطے [illegible] فرضیت [illegible] باتفاق [illegible] اور یہی مطلب [illegible] کذا فی [illegible] من المرء والشعر

[illegible] تمام ناک کا [illegible] ناک کی [illegible] پہونچ [illegible] اندر [illegible] پانی پہونچا [illegible]

[illegible] اور [illegible] تمام [illegible] کا مانع [illegible] کذا فی الطحاوی و [illegible] اور [illegible] بعد تمام بدن کا دھونا فرض ہی

[illegible] باطن [illegible] داخل [illegible] بسبب [illegible] ظاہر [illegible] دھونا [illegible]

[illegible] اندر [illegible] دھونا [illegible] داخل [illegible]

[illegible] فی المغرب وغیرہ [illegible] من القلب الی [illegible] والعنق والید والرجل [illegible] لیکن

کتب لغت [illegible] بدن [illegible] سر [illegible] ہو سر [illegible] اور [illegible] سر اور گردن اور ہاتھ اور پاؤن بدن سے

[illegible] داخل [illegible] تعریف [illegible] مین عام خاص [illegible] بدن کا اطلاق [illegible] کیا اسواسطے [illegible]

[illegible] لاشرطا [illegible] غسل مین بدن کا ملنا فرض نہین اسواسطے کہ ملنا کامل کرنے والا ہو دھونے کا پس

مستحب ہوگا نہ شرطا اسواسطے کہ کمل اور متمم شی کا اس شی کے وجود کے بعد ہوتا ہو برخلاف امام مالک [illegible] امام مالک اور ابو یوسف [illegible] روایت

مین ملنا غسل مین فرض ہو [illegible] عبارت ہو اعضاء مغسولہ پر ہاتھ پھیرنے سے تو اگر پانی بہایا اور سارے بدن پر پہونچ گیا بدون ہاتھ لگانے کے

تو فرض ادا ہوگیا مگر امام مالک کے نزدیک ادا نہین ہوا ویجب ای یفترض غسل کل ما یمکن من البدن بلا حرج مرة کاذن وسرة وشارب وحاجب

واثناء لحیة وشعر راس ولو متلبدا لما فی فاطہروا من المبالغة اور واجب ہو یعنی فرض ہو دھونا ایکبار ہر اس محل کا بدن سے جسکا دھونا بدون مشقت کے ہو سکتا ہو

چنانچہ کان اور ناف اور مونچھ اور بھون اور داڑھی اور سر کے بالون کے اندر کا دھونا اگرچہ سر کے بال گوندھنے باہم چپکے ہون اسواسطے کہ فاطہروا کے لفظ مین مبالغہ

نکلتا ہو یعنی حق تعالی نے فرمایا وان کنتم جنبا فاطہروا یعنی اگر تمکو جنابت ہو جماع یا احتلام سے تو خوب طرح سے پاک صاف ہو یعنی سارے بدن کا دھونا جہانتک

ہو سکے بلا حرج اسکو دھوؤ ولا مضمضة اور استنشاق غسل مین فرض ہوا نہ وضو مین اسلیے کہ فم ایک وجہ سے داخل بدن ہو اور ایک وجہ سے خارج

بدن ہو باعتبار حس کے انطباق اور انفتاح کے وقت اور باعتبار حکم شرع کے صائم کی رال گھوٹنے اور داخل ہونے کسی چیز کے اسکے منھ مین تو وضو مین

فم یعنی منھ داخل بدن قرار دیا اور غسل مین خارج بدن اسواسطے کہ غسل مین مبالغہ کا صیغہ یعنی فاطہروا وارد ہو اور وضو مین غسل وجہ کا حکم ہو اور وجہ عبارت ہو مواجہ

سے وفرج خارج لانہ کالفم لا داخل لانہ باطن اور فرض ہو عورت کو فرج خارج کا دھونا اسواسطے کہ عورت کے باہر کی شرمگاہ منھ کے مانند ہو کہ من وجہ داخل ہو

اور من وجہ خارج فرض نہین فرج داخل کا دھونا اسواسطے کہ وہ اندر بدن کے داخل ہو اور اندر کا دھونا ساقط ہو ولا تدخل اصبعہا فی قبلہا به یفتی اور عورت انگلی

کو اپنی شرمگاہ مین داخل نکرے اسی کا فتوی ہو یعنی غسل مین یہ کام نکرے مزید طہارت کے خیال سے کیونکہ اندر کا دھونا واجب نہین لایجب غسل ما فیہ حرج

کعین وان اکتحل بکحل نجس واجب نہین غسل مین دھونا وہان کا جسمین مشقت اور تکلیف ہو چنانچہ آنکھ کا دھونا اگرچہ آنکھ مین ناپاک سرمہ لگایا ہو وثقب

انضم وداخل قلفة اور بند سوراخ اور داخل قلفہ کا دھونا واجب نہین ہم جو سوراخ ناک یا کان کا بند ہوگیا وہان پانی پہونچانا واجب نہین حرج کی جہت سے

قلفہ بضم قاف وسکون لام وہ کھال ہو جو ختنہ کرنے مین کاٹی جاتی ہو بل یندب ہو الاصح قالہ الکمال وعللہ بالحرج فسقط الاشکال بلکہ قلفہ کے اندر کا دھونا مستحب ہو

یہی قول صحیح ہو ایسا کہا ہو کمال الدین صاحب فتح القدیر نے اور حرج کو عدم وجوب غسل کی علت بیان کی ہو تو اشکال ساقط ہوگیا یعنی جب حرج کو علت

قرار دیا تو زیلعی کا اعتراض ساقط ہو گیا حاصل اعتراض کا یہ ہے کہ اگر داخل قلفہ کا غسل مین دھونا واجب نہین باوجود صیغہ مبالغہ فاطہروا کے تو اسکو داخل بدن کا
حکم دیا تو اسمین پیشاب کے قطرے آنے سے کیون وضو ٹوٹتا ہے قول صحیح پر سقوط اعتراض کی وجہ یہ ہے کہ عدم وجوب غسل دفع حرج کی وجہ سے ہے نہ اسواسطے کہ
یہ ظاہر بدن نہین ہے وفی المسعودی ان امکن فتح القلفۃ بلا مشقۃ یجب والا لا اور مسعودی مین ہے کہ اگر کھولنا قلفہ کا بدون مشقت کے ہو سکے تو اندر کا دھونا
واجب ہے ورنہ واجب نہین ہم اسی قول کو شرنبلالی نے پسند کیا ہے اور اسی کی طرف فتح القدیر کا کلام مشیر ہے اسواسطے کہ سقوط کو مقید بحرج کیا ہے تو جہان حرج نہین
وہان دھونا بھی ساقط نہین کذا فی الطحطاوی وکفی بل اصل ضفیرتہا ای شعر المرأۃ المضفور للحرج اور کفایت کرتا ہے تر کرنا اور بھگونا عورت کی گوندھی
چوٹی کی جڑ کا یعنی گوندھے بالون کا دھونا عورت پر فرض نہین جڑون کا تر کر دینا کفایت کرتا ہے تکلیف اور مشقت کی وجہ سے مضفورہ سے مراد عورت کے گوندھے
بال ہین صحیح مسلم مین حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ مین نے کہا یا رسول اللہ مین وہ عورت ہون کہ اپنے سر کی گوندھی چوٹی خوب مضبوط کر کے باندھتی ہون
کیا حیض اور جنابت کے غسل کے واسطے اسکو کھولا کرون فرمایا نہین تجکو تو تین بار دونون ہاتھون مین پانی لیکر سر پر ڈالنا کفایت کرتا ہے پھر اپنے اوپر پانی بہا
اور پاک ہونا اور ابوداؤد مین ثوبانؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے غسل جنابت کا سوال ہوا تو فرمایا کہ مرد تو اپنے بال کھول ڈالے اور بالون کو دھووے
یہانتک کہ بالون کی جڑ تک پہونچے اور عورت پر تو بالون کا کھولنا ضرور نہین اسکو تو تین چلو بھر کے پانی سر پر ڈالنا کفایت کرتا ہے کذا فی التیسیر لا المنقوض فیفرض
غسل کلہ اتفاقا اور عورت کو کھلے بالون کا تو بالکل دھونا فرض ہے بالاتفاق یعنی یہان فقط جڑون کا تر کرنا کافی نہوگا ولو لم یبتل اصلہا یجب نقضہا مطلقا ہو الصحیح
اور اگر گوندھی چوٹی کی جڑ نہ بھیگے تو چوٹی کا کھولنا واجب ہے ہر طرح سے یہی قول صحیح ہے ہم ہر طرح کھولنا واجب ہے خواہ اسمین تکلیف ہو یا نہو اور غیر صحیح وہ قول ہے کہ
بالون کا نچوڑنا دھونے کے بعد ضرور ہے خواہ بال گوندھے ہون یا کھلے کذا فی الطحطاوی ولو ضرہا غسل راسہا ترکتہ اور اگر سر کا دھونا عورت کو ضرر کرتا ہو تو سر کا
دھونا چھوڑ دے یعنی درصورت ضرر سر کا دھونا اور مسح کرنا بھی غسل جنابت وغیرہ مین ساقط ہے سر کو چھوڑ کے باقی بدن دھووے پاک ہو جاویگی وقیل تمسحہ اور
بعضون نے کہا کہ سر کو مسح کرے اگر دھونا ضرر کرتا ہو ولا تمنع زوجہا وسیجی فی التیمم اور نہ منع کرے اپنے زوج کو جماع سے اور اسکا ذکر آگے آویگا تیمم کے مسائل مین ہم
یعنے اگر عورت کو سر کا دھونا ضرر کرتا ہو اس عذر سے اسکو اپنے شوہر کا روکنا جماع سے نہین پہونچتا ہے اسواسطے کہ وہ شوہر کا حق ہے اور اسکے دفع ضرر کا علاج یہ ہے کہ
بقول اول غسل اور مسح دونون کو ترک کرے یا بقول ثانی سر کو مسح کرے کذا فی الطحطاوی لا یکفی بل ضفیرتہ فینقضہا وجوبا ولو علویا او ترکیا لامکان حلقہ
کفایت نہین کرتا ہے مرد کی گوندھی چوٹی کا بھگونا تو واجب یعنی فرض ہے اسکا کھولنا اگرچہ مرد علوی یا ترکی ہو اسواسطے کہ مرد کو سر کا مونڈنا یعنی بدون قباحت اور
بدنمائی کے ممکن ہے برخلاف عورت کے ہم علوی یعنی سادات مرتضوی[ف] اور ترکیون کی عادت ہے بال رکھنے اور چوٹی گوندھنے کی اسواسطے انکو بالخصوص ذکر کیا
ولا یمنع الطہارۃ ونیم ای خرء ذباب وبرغوث لم یصل الماء تحتہ اور طہارت کا مانع نہین مکھی اور مچھر کا وہ گو جسکے نیچے پانی نہین پہونچا اسواسطے کہ اس سے
بچنا ممکن نہین کذا فی الطحطاوی وحناء ولو جرمہ بہ یفتی اور نہ مہندی طہارت کی مانع ہے اگرچہ مہندی کا جرم لگا ہو اسی کا فتوی ہے ہم لیکن اگر مہندی کا جرم ہو گا تو
اسکے نیچے پانی کا پہونچنا ضرور ہے اور اگر نہ پہونچیگا تو طہارت حاصل نہوگی وادعہ البحر الرائق مین کہا ہے کہ اگر عورت نے اپنے سر مین خوشبو چپکائی ہو اسطرح کہ پانی
بالون کی جڑون مین نہ پہونچتا ہو تو اسپر واجب ہے اسکا دور کرنا کذا فی الطحطاوی ودرن ووسخ عطف تفسیر وکذا دہن ودسومۃ اور نہ میل بدن کا مانع طہارت ہے
اور اسی طرح تیل اور چکنائی مانع طہارت کی نہین شارح نے کہا وسخ کا عطف تفسیری ہے یعنی درن اور وسخ دونون ایک معنی ہین وتراب وطین ولو فی
ظفر مطلقا ای قرویا او مدنیا فی الاصح اور خشک مٹی اور گیلی مٹی مانع طہارت کی نہین اگرچہ ناخن کے اندر ہو خواہ وہ شخص گنوار ہو یا شہر کا رہنے والا دونون
برابر ہین قول اصح مین ہم اور غیر صحیح قول یہ ہے کہ شہری کے حق مین ناخن کی مٹی مانع طہارت ہے نہ گنوار کے حق مین اسواسطے کہ شہری کا بدن چکنا ہوتا ہے تو
پانی نفوذ نہین کرتا طحطاوی نے کہا قول اصح کی وجہ یہ ہے کہ بہر صورت پانی نفوذ کر جاتا ہے بخلاف نحو عجین برخلاف گوندھے آٹے کے مانند کہ وہ طہارت کا مانع ہے

[ف] سادات مرتضوی وہ کہلاتے ہین جو حضرت علی رض کی اولاد ہین سواے حضرت فاطمہ رض سے ۱۲

[illegible] پانی [illegible] نہیں کرتا [illegible] دانتوں کی [illegible]

[illegible] اور [illegible] طہارت کی [illegible] وہ [illegible] کے [illegible] صورت [illegible]

[illegible] قول پر فتوی ہے [illegible] عورتیں ہندوستان کی [illegible] میں [illegible]

طہارت نہیں اور [illegible] کے اندر طہارت ہو [illegible] خلاصہ میں [illegible]

[illegible] جو دانتوں کے اندر رہ جاتا ہے یا پوٹ دانت کے اندر گھس جاتا ہے اس قول کا فتوے ہے

اور بعض [illegible] اگر [illegible] خشک [illegible] طہارت [illegible] قول صحیح [illegible] مذکور ہے کیا [illegible] وغیرہ سے [illegible]

[illegible] پانی لطیف چیز ہے [illegible] سرایت کرجاتا ہے ایسا ذکر ہے مجتبیٰ میں بحر الرائق میں فقیہ ابو اللیث [illegible]

[illegible] نکال کے پانی اسپر [illegible] کذا فی الخلاصة ولو کان [illegible] اور اگر غسل کرنے

[illegible] انگوٹھی [illegible] تو واجب ہے [illegible] کان کی بالی کا [illegible] واجب ہے جیسے انگوٹھی اور بالی کا ہلانا

اور ہلانا چاہیے کہ وہاں پانی پہونچ جاوے [illegible] حاصل ہو ولو لم یکن [illegible] فقد وصل الماء فيه [illegible] عند مرور [illegible]

اجزائی اور اگر [illegible] سوراخ میں بالی [illegible] سوراخ پانی پہونچ گیا [illegible] کان پر پانی بہنے کے وقت تو غاسل کو کفایت کرتا ہے [illegible]

[illegible] اور کان میں پانی داخل ہو گیا [illegible] تو کفایت کرتا ہے [illegible] انگلی وغیرہ داخل کرنا [illegible]

[illegible] اور اگر سوراخ میں پانی گیا تو قصدا داخل کرے اگرچہ اپنی انگلی سے اور لکڑی اور مانند اسکے

[illegible] پانی داخل ہونے کے لیے تکلف نکرے اور پانی پہونچنے میں اسکے گمان کا غلبہ معتبر ہے جب اپنی انگل میں آگیا کہ پانی وہاں پہونچ گیا

[illegible] مسائل [illegible] فروع [illegible] شروع

[illegible] کلی کرنا یا کچھ بدن کا دھونا بھول گیا پھر اُسنے نماز پڑھی پھر اسکو یاد آیا تو اگر وہ نماز نفل تھی تو اُسکا اعادہ نکرے شروع نماز کے

صحیح ہونے سے [illegible] بسبب ناپاکی کے نماز کا شروع کرنا صحیح نہ ٹھہرا تو نماز اسپر لازم نہوئی [illegible] اعادہ بھی لازم نہوگا [illegible] غسل [illegible] رجال [illegible]

[illegible] مرد پر غسل کرنا واجب ہے اور وہاں لوگ ہیں تو نہانے کو نہ چھوڑے اگرچہ لوگ اسکو دیکھیں [illegible] صورت میں ہے کہ پردہ وہاں نہیں

ہوسکتا اور نماز کے فوت ہو جانے کا ڈر ہے اور جو شخص اسکو دیکھیگا وہ گنہگار رہیگا [illegible] رجال اور رجال ونساء [illegible]

فقط اور عورت درمیان مردوں کے یا درمیان مردوں اور عورتوں کے نہانے میں تاخیر کرے اور تاخیر نکرے فقط عورتوں میں [illegible] اسواسطے کہ نظر کرنا

جنس کا ہمجنس کی طرف خفیف تر ہے بخلاف غیر جنس کے واختلف فی الرجل بین رجال ونساء [illegible] کذا فی البسط ابن الشحنة اور اختلاف ہے اُس

مرد کے غسل کرنے میں جو درمیان مردوں اور عورتوں کے یا فقط درمیان عورتوں کے واقع ہے چنانچہ ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اسکو شرحا

بیان کیا ہے [illegible] ظاہر کلام شارح [illegible] مقتضی ہے کہ یہ مسئلہ مذہب میں منصوص ہے اور اسمیں اختلاف واقع ہے حالانکہ ایسا نہیں اسلیے کہ شارح وہبانیہ

نے تصریح کی ہے کہ میں اس مسئلہ کی نقل پر واقف نہیں ہوا مگر قیاس یہ چاہتا ہے کہ مرد عورتوں میں یا مردوں اور عورتوں میں غسل کو تاخیر کرے

اور خنثی کو کسی صورت میں کشف عورت جائز نہیں کذا فی الطحطاوی مختصرا [illegible] وہاں تیمم [illegible] من الماء اور عورت کو چاہیے کہ تیمم

کرے اور نماز پڑھے اسواسطے کہ عورت مردوں میں شرعا پانی کے استعمال سے عاجز ہے [illegible] الاستنجاء [illegible] الفرق لایخفے اور پانی سے

استنجا کرنا تو ہر طرح چھوڑ دیا جائے خواہ مرد یا عورت مردوں یا عورتوں میں یا دونوں میں [illegible] فرق غسل اور استنجا [illegible] فرق [illegible]

کہ نجاست حقیقی کے ساتھ نماز صحیح ہوتی ہی اور نجاست حکمی کے ساتھ اصلا صحیح نہین منیہ اور اُسکی شرح مین ہی کہ کشف عورت نہ کرے کسی کے سامنے اسواسطے کہ حرام ہی اور پانی سے استنجا کرنا افضل ہی اگر بلا کشف ممکن ہو اور اگر ممکن نہو تو ڈھیلون پر کفایت کرنا واجب ہی کذا فی الطحطاوی مختصراً وسننہ کسنن الوضوء سوی الترتیب اور غسل کی سنتین وضو کی سنتون کے مانند ہین چنانچہ نیت کرنا اور بسم اللہ کہنا سوائے ترتیب کے یعنے اسواسطے کہ وضو کی ترتیب اور غسل کی ترتیب یکسان نہین وآدابہ کآدابہ سوی استقبال القبلۃ لانہ یکون غالباً مع کشف العورۃ اور غسل کے مستحبات وضو کے مستحبات کے مانند ہین سوائے استقبال قبلہ کے اسواسطے کہ غسل اکثر برہنہ ہوتا ہی اور منجملہ مستحبات غسل اعضا کا ملنا اور چھنگلی کان کے سوراخ مین ڈالنا پانی پہونچانے کے بعد اور تحریک خاتم واسع اور نیت زبان سے کرنا اور اونچے مکان مین بیٹھکر نہانا تاکہ چھینٹین بدن پر نہ پڑین اور عدم استعانت اور تکلم بکلام ناس نکرنا اور غسل کے مکروہات وضو کے مکروہات کے مانند ہین یعنے منہ پر پانی زور سے مارنا اور بقدر ضرورت سے پانی کم کرنا یا حاجت سے زیادہ پانی بہانا کذا فی الطحطاوی ملتقطاً وقالوا لو مکث فی ماء جار او حوض کبیر او مطر قدر الوضوء والغسل فقد اکمل السنۃ اور فقہا نے کہا ہی کہ اگر جاری پانی یا بڑے حوض یا مینھ مین بقدر مدت وضو اور غسل کرنے کے ٹھہرا تو البتہ اُسنے پوری سنت ادا کی یعنے وہ سنت جو اُسکے لائق ہی کامل ہوگی چنانچہ تثلیث اور دلک وغیرہ کی سنت ادا ہوگئی مگر تلفظ نیت کا فقط ٹھہرنے سے ادا نہوگا البدارۃ بغسل یدیہ وفرجہ وان لم یکن بہ خبث اتباعاً للحدیث اور سنت ہی غسل مین دونون ہاتھون اور شرمگاہ کے دھونے سے شروع کرنا اگرچہ پیشاب کی جگہ پر کچھ نجاست نہو حدیث کی پیروی سے وخبث بدنہ ان کان علیہ خبث لئلا یشیع اور شروع کرنا بدن کی نجاست دھونے سے اگر اُسکے بدن پر نجاست ہو تاکہ باقی بدن پر نجاست نہ پھیلے ثم یتوضأ اطلقہ فانصرف الی الکامل فلا یؤخر قدمیہ ولو فی مجمع الماء لما ان المعتمد طہارۃ الماء المستعمل پھر وضو کرے مصنف نے وضو کو مطلق بلا قید کہا اور مطلق جب بولتے ہین تو اُسکا فرد کامل مراد ہوتا ہی تو یہان پورا وضو مراد ٹھہرا تو دونون قدمون کے دھونے کو تاخیر نہ کرے اگرچہ نہایا ہی پانی جمع ہونے کے مقام مین اسواسطے کہ مذہب معتمد ہی کہ مستعمل پانی پاک ہی اور جب وضو کامل مراد ہوا تو اسمین اشارہ ہی کہ سر کا مسح کرے اور یہی قول صحیح ہی اور یہ بھی اشارہ ہی کہ تمام سنن اور مستحبات وضو کے بجالاوے ایسا کہا ہی صاحب بحر نے اور عدم تاخیر غسل قدمین بعض مشائخ کا قول ہی اور یہی صحیح تر ہی مذہب شافعی مین اور بعضون نے کہا تاخیر کرے مطلقاً اور بعضون نے کہا اگر وہان پانی جمع ہو تو تاخیر کرے یہی قول مذکور ہی مبسوط اور ہدایہ مین کذا فی الطحطاوی علی انہ لا یوصف بالاستعمال الا بعد انفصالہ عن کل البدن لانہ فی الغسل کعضو واحد علاوہ یہ ہی کہ پانی مستعمل نہین ہوتا مگر بعد جدا ہونے کے تمام بدن سے اسواسطے کہ غسل مین تمام بدن ایک عضو کے مانند ہی اور تجزی حدث مین دو روایتین ہین ایک روایت یہ ہی کہ حدث متجزی ہی یعنے جو عضو مغسول ہوگا وہ پاک ہوگا اور باقی ناپاک اور دوسری روایت یہ ہی کہ حدث متجزی نہین یعنے بعضے اعضاء مغسولہ پاک نہونگے جبتک سارا بدن نہ دھویا جاویگا تو یہ قول شارح کا مبنی ہی عدم تجزی حدث پر منح الغفار مین کہا کہ عدم تجزی کی روایت پر یہ پانی مستعمل نہوگا مگر بعد جدا ہونے پانی کے تمام بدن سے جو پانی کہ دونون قدم کو لگا ہی وہ مستعمل نہین ہی اسواسطے کہ تمام بدن غسل مین ایک عضو کے مانند ہی یہانتک کہ غسل مین تراوت کا نقل کرنا ایک عضو سے دوسرے عضو کی طرف جائز ہی انتہی فحینئذ لا حاجۃ الی غسلہما ثانیاً تو اسوقت مین جبکہ معلوم ہوا کہ یہ پانی مستعمل نہین ہی تو دونون قدم کے دھونے کی دوسری بار حاجت نہین ہم مگر بطریق پاکیزگی اور فضیلت کے دھونا بہتر ہی نہ بطریق لزوم کے تو جو تفصیل ہدایہ مین ہی اور اُسکو مجتبیٰ مین اصح کہا ہی وہ محمول ہی ماء مستعمل کی نجاست پر اور ہمارے مذہب کے علما کے بہت فروع اسی قول پر مبنی ہین لیکن ہمنے بعض مشائخ کے قول کو اختیار کیا اسواسطے کہ طہارت ماء مستعمل کی معتمد فی المذہب ہی کذا فی المنح ملتقطاً الا اذا کان ببدنہ خبث مگر جبکہ اُسکے بدن پر نجاست حقیقی ہو تو قدمون کو دوسری بار دھو ڈالے ازالہ نجاست کے واسطے نہ ازالہ حدث کے واسطے کہ وہ تو زائل ہوگیا کذا فی الطحطاوی ولعل القائلین بتاخیر غسلہما انما استحبوہ لیکون البدء والختم باعضاء الوضوء شاید کہ وہ فقہا جو پانون دھونے کی تاخیر کے قائل ہین فقط اسی واسطے تاخیر کو

جنابت میں کافی ہے اور بعضون نے کہا کہ وضو کرے اعضاء پر اور نہ ملے بدن پر پانی تو بعضے ہی کافی ہے وضو کرنا مستحب وضو ان بعد الغسل لا تقدر ولا نعلم

سنتہ ہو کہ اگر غسل سے پہلے وضو کیا تو بعد غسل کے دوسری بار وضو نہ کرے سو جس نے کہ کیا غسل کے واسطے دو وضو بار نفل تو مستحب نہیں بار وضو بار تجدید

الغسل وانعقدت المجلس سے مذہبنا والغسل بینہما صلوٰۃ نقول شافعیہ مستحب اور اگر بعد غسل کے وضو کیا اور مجلس بدل گئی ہم حنفیون کے مذہب پر

دونون وضوؤن میں نماز کو فصل رہا تو شافعیہ ان کے قول کے مانند تو یہ دو بار وضو کرنا مستحب ہے ہم پہ بحث ہے صاحب بحر کی اور سابق مذکور ہو کیا کہ وضو علی

الوضوء علی نور ہو اگرچہ مجلس بدلی ہو اور بعد وضو کے سرافت میں داخل ہوگا تیسری بار وضو کرنا ہو چنانچہ اسکی تحقیق صاحب بحر کے کلام سے وضو کے

مسائل میں مذکور ہو چکی کذا فی امتداد ثم شیخنفی الامارت کل یہ نفقا مستحب ہیں المار معہود فی الشرع للوضوء والغسل وہو تمام ارطال بحر وضو کے

بعد پانی بہاوے اپنے تمام بدن پر تین بار ہر بار تمام اعضاء پر پانی پہونچا کر سنت پانی سے وضو اور غسل کرے جسقدر مقرر اور معین ہو شرع میں وضو

اور غسل کے واسطے اور وہ آٹھ رطل پانی ہو غسل کے واسطے ایک صاع پانی معین ہو اور وضو کے واسطے ایک مد اور صاع چار مد کا ہوتا ہو اور ہر مد دو

رطل کا اور رطل سے مراد بغدادی رطل ہو جو ۱۳۰ درم کا ہوتا ہو اسواسطے کہ فقہا نے صاع کا اندازہ کیا ہو کہ ۱۰۴۰ درم بھر مونگ یا مسور سماوے

کذا فی الطحطاوی مکروہات وضو کے ترجمہ میں مذکور ہو چکا کہ لکھنؤ کے حساب سے تخمیناً تین پاؤ کا ہوتا ہو اور صاع تین سیر پختہ کا سمجھیں اور نسائی میں امام

محمد باقر سے مروی ہو کہ ہم جابر کے پاس تھے سو لوگون نے غسل سے سوال کیا تو جابر نے کہا کہ ایک صاع تجھکو کفایت کرتا ہو ایک مرد نے کہا کہ مجکو اسقدر

کافی نہین تو جابر نے کہا اُس شخص کو صاع کفایت کرتا تھا جسکے بال تجھسے زیادہ تر تھے اور وہ تجھسے بہتر تھا یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کذا فی تبیین

وقیل المقصود عدم الاسراف اور بعضون نے کہا کہ آٹھ رطل سے مقصود عدم اسراف ہو مگر شارح نے بصیغہ تمریض تضعیف قول کی طرف اشارہ کیا اور شرنبلالی

نے اپنے متن میں اسی قول پر اعتماد کیا ہو بحر الرائق میں کہا کہ تقدیر مذکور لازم نہین یہانتک کہ اگر پورا غسل کرے صاع سے کم پانی میں تو کافی ہو اور

اگر کفایت نکرے تو صاع سے زیادہ کرے اسواسطے کہ آدمیون کے طبائع اور احوال مختلف ہوتے ہین ایسا مذکور ہو بدائع میں اور نووی شافعی نے عدم

لزوم تقدیر پر اجماع نقل کیا ہو کذا فی الطحطاوی وفی الجواہر لا اسراف فی الماء الجاری لانہ غیر مضیع وقد قدمناہ عن القہستانی اور جواہر میں ہو کہ جاری پانی میں

اسراف نہین ہو اسواسطے کہ وہ پانی تلف نہین ہوتا ہو اور ہمنے اس مسئلے کو مقدم ذکر کیا ہو قہستانی سے نقل کرکے مگر یہ قول ضعیف ہو چنانچہ اسکی تضعیف

مسائل وضو میں شرح مذکور ہو چکی بادیا بمنکبہ الایمن ثم الایسر ثم براسہ ثم علی بقیۃ بدنہ مع دلکہ ندبا وقیل یثنی بالراس وقیل یبدأ بالراس

وہو الاصح وظاہر الروایۃ والاحادیث قال فی البحر وبہ یضعف تصحیح الدرر غسل میں پانی بہاوے شروع کرتا ہوا اپنے داہنے مونڈھے سے پھر اسکے بعد

بائین مونڈھے سے پھر اپنے سر سے پھر باقی بدن پر ملنے کے ساتھ استحباب کی رو سے اور بعضون نے کہا کہ اول داہنے مونڈھے پر پانی بہاوے پھر

دوسری بار سر پر اور بعضون نے کہا کہ سر سے پانی بہانا شروع کرے اور یہی قول صحیح تر ہو اور ظاہر الروایۃ او رظاہر الاحادیث ہو بحر الرائق کے مصنف نے کہا

اور اسی وجہ سے یعنی چونکہ سر سے شروع کرنا ظاہر الروایۃ اور ظاہر الاحادیث ہو لہذا درر کی تصحیح کی تضعیف کی گئی ہو یعنے درر میں جو ملا خسرو نے تاخیر سر کی تصحیح کی ہو

سو وہ ضعیف قول ہو اور ظاہر الروایۃ وہ مسئلہ ہو جو امام محمد کی کتب خمسہ میں مروی ہو یعنے مبسوط جسکو اصل بھی کہتے ہین اور جامع کبیر اور جامع صغیر اور زیادات

اور سیر اور حاکم شہید کی وہ کتاب ہین یعنی منتقی اور کافی جو مستخرج ہین کتب خمسہ مذکورہ میں وہ بھی ظاہر الروایۃ ہین اما احادیث پس حضرت میمونہ رضی اللہ

عنہا سے صحاح ستہ میں مروی ہو کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل جنابت کے واسطے پانی لائی سو حضرت نے دونون ہاتھ دو بار یا تین بار دھوئے

پھر آپنے دونون ہاتھ ڈالے برتن میں پھر پانی ڈالا شرمگاہ پر اور بائین ہاتھ سے اسکو دھویا پھر بایان ہاتھ زمین پر خوب رگڑا پھر وضو کیا نماز کا سا وضو پھر

تین بار سر پر پانی ڈالا پھر باقی بدن دھویا پھر اُس مقام سے علحدہ ہوئے پھر دونون پانون دھوئے کذا فی العینی شرح الہدایۃ اور تیسیر الوصول الی جامع الاصول

مین صحاح ستہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث یون منقول ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت کرتے تھے تو پہلے دونون ہاتھ دھوتے پھر نماز کے
مانند وضو کرتے پھر انگلیان پانی مین ڈالتے اور اُنسے بالون کی جڑون مین خلال کرتے یہانتک کہ ساری جلد پر پانی پہونچ جانے کا ظن حاصل ہوتا تب اُسپر تین بار
پانی بہاتے پھر باقی بدن کو دھوتے پھر دونون پاؤن دھوتے اور صحیحین کی ایک روایت حضرت عائشہ رضی سے یہ ہی کہ جب غسل جنابت فرماتے تو پانی کا برتن ہاتھ
مین لیتے اور سر کے داہنی طرف سے شروع کرتے پھر سر کے بائین طرف سے انتہی پس ان احادیث صحیحہ سے بعد وضو کے نہانے کی ابتدا سر سے ثابت ہوئی اور ختم
غسل کا پاؤن پر اور یہی مذکور ہی ہدایہ مین تو اسی کو قوی اور مسنون سمجھنا چاہیے واللہ اعلم وصح نقل بلة عضو الی عضو اخر فیہ بشرط التقاطر اور غسل مین صحیح ہی
ایک عضو کا پانی دوسرے عضو پر لیجانا بشرط ٹپکنے کے ہم یعنی نقل مین یہ شرط ہی کہ دوسرے عضو پر جاکر ٹپکے تاکہ دھونا اُسکا ثابت ہو نہ چپڑنا مصنف نے اپنی شرح مین
یہ مسئلہ تقاطر کی شرط کے ساتھ فوائد ناجیہ سے نقل کیا ہی لا فی الوضوء لما مران البدن کالعضو واحد نقل کرنا ایک عضو کا پانی دوسرے عضو کے واسطے وضو مین
صحیح نہین اسواسطے کہ یہ مذکور ہوگیا ہی کہ غسل مین تمام بدن ایک عضو کے مانند ہی یعنی برخلاف وضو کے کہ اُسمین چار عضو جدا جدا ہین و فرض الغسل عند خروج
منی من العضو اور غسل فرض کیا گیا ہی نزدیک نکلنے منی کے عضو سے یعنی ذکر اور فرج سے والا فلا یفرض اتفاقا لانہ فی حکم الباطن اور اگر منی عضو سے باہر نہ نکلی تو
بالاتفاق غسل مفروض نہین اسواسطے کہ وہ باطن اور داخل کے حکم مین ہی یعنے شرع مین اُسکا اعتبار نہین جیسے بدن کے اندر کی نجاست کا اعتبار نہین جنابت
ثابت ہوتی ہی دو سبب سے ایک منفصل ہونے منی کے شہوت سے دوسرے ادخال سے آدمی کی شرمگاہ مین کذا فی الخانیہ منفصل عن مقرہ ہو صلب الرجل وترائب
المرأة وہ منی جو جدا ہوئی اپنے ٹھکانے سے وہ یعنی منی کا قرارگاہ مرد کی پیٹھ ہی اور عورت کی چھاتی کی ہڈیان ومنیہ ابیض اور مرد کی منی سفید ہی یعنی اور گاڑھی
جسکے نکلنے سے آلہ سست ہوجاتا ہی ومنیہا اصفر اور عورت کی منی زرد ہی یعنی پتلی فلو اغتسلت فخرج منہا منی ان کان منیہا اعادت الغسل لا الصلوٰۃ والا لا
تو اگر عورت نے مرد کی صحبت کے بعد غسل کیا پھر اُسکی شرمگاہ سے منی نکلی تو اگر عورت کی منی ہی یعنے زرد اور رقیق ہی تو غسل کا اعادہ کرے نہ اُس نماز کا جو
غسل کے بعد اس منی کے نکلنے سے پہلے پڑھی اور اگر عورت کی منی نہین بلکہ مرد کی منی سفید اور گاڑھی ہی عورت کی شرمگاہ سے نکلی تو عورت دوسری بار غسل
نکرے ہم عادہ غسل کا امام محمد رح کے معتمد قول پر ہی کیونکہ پہلا غسل ٹوٹ گیا اور اعادہ نماز کا اسواسطے نہین کہ نماز اُسوقت ادا ہوئی جبکہ منی در حکم باطن کے
تھی تو نماز باطل نہوگی نزول منی سے بعد اُسکے کذا فی الطحطاوی بشہوۃ اے لذۃ ولو حکما کمحتلم غسل فرض ہوتا ہی اُس منی سے جو شہوت یعنے لذت کے
ساتھ نکلے اگرچہ لذت حقیقی نہو بلکہ لذت حکمی ہو جیسے خواب دیکھنے والے کی لذت ہم احتلام والے کو حقیقی لذت نہین ہوتی کیونکہ اُسکا ادراک مفقود ہی در رمین
ہی کہ شہوت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر منی بھاری چیز کے اُٹھانے سے اور مانند اُسکے بلا شہوت نکلی تو غسل فرض نہین خلافا للشافعی ولم یذکر الدفق لیشمل
منی المرأة لان الدفق فیہ غیر ظاہر اور مصنف نے منی کی صفت مین دفق کا لفظ جو معنی اچھلنے اور کودنے کے ہی ذکر نہ کیا تاکہ منی عورت کو بھی شامل رہے
اسواسطے کہ اچھل کر منی نکلنا عورت کی منی مین ظاہر نہین ہم ہدایہ اور کنز مین دفق مذکور رہی لیکن چونکہ امام رح اور محمد رح کے نزدیک اچلیل سے منی نکلنے مین
دفق شرط نہین اور عورت کی منی مین دفق ظاہر نہین لہذا مصنف نے عبارت کتب مذکورہ سے عدول کیا مصنف نے اپنی شرح مین دلوالجی سے
نقل کیا کہ منی عورت کی دافق نہین یعنے کود کر نہین نکلتی اُسکی چھاتی سے شرمگاہ مین اُتر آتی ہی طحطاوی نے کہا کہ اتساع محل کے سبب سے اُسمین
دفق نہین ہوتا اور اُسمین خارج کی طرف دفع کرنے کی قوت نہین برخلاف مرد کے کہ تنگی محل سے اُسکی منی خارج کی طرف مندفع ہوجاتی ہی واما اسناده
الیہا فی قولہ تعالی خلق من ماء دافق الایۃ فیحتمل التغلیب اور عورت کی منی کی طرف بھی دفق کی نسبت کرنا حق تعالے کے اس قول مین کہ خلق من ماء
دافق الخ سو اسمین تو صنعت تغلیب کا احتمال ہی ہم یہ جواب ہی سوال مقدر کا تقریر سوال کی یہ ہی کہ قرآن مجید مین ارشاد ہوا کہ آدمی بنایا گیا
کودنے والے پانی سے جو نکلتا ہی پیٹھ اور چھاتی کے درمیان سے تو معلوم ہوا کہ عورت کی منی مین بھی جھند گی ہوتی ہی شارح نے اسکا جواب دیا

کہ یہان تغلیب کا احتمال ہے یعنی مرد کی منی کو عورت کی منی پر غالب ٹھہرایا ہو صفت حقی مرد کی منی کی وہ عورت کی منی پر بھی ثابت کی اور پانی سے مراد مرد اور عورت کی منی تینی منی ہے اور شمنی محشی نے دوسرا جواب یون دیا ہے کہ دفق سے مراد اترنا ہے منی کا اپنے مکان سے اور یہ نزول بے شک دونون کی منی میں ثابت ہے پس مستدل بیاہ ہوت اللہ تعالیٰ خلق من ماء دافق یخرج من بین الصلب والترائب اس آیت مین تغلیب کا احتمال ہو تو دلیل دافق والا عورت کی منی کے موافق ہوئے پر اس آیت سے چنانچہ قہستانی شارح نقایہ نے استدلال کیا اتی جلپی کی پیروی کرکے ٹھیک بات پر نہین اسکو خود کہا کہ اسواسطے کہ جب یقین مین داخل ہوا احتمال تو ساقط ہوا استدلال تامل کی وجہ سے تامّلہ یہ ہے کہ استدلال ہوتا ہو وہ حقیقت پر اور تغلیب خلاف ظاہر ہے دلانہ لیس بشرط عندہما خلافا للثانی ولذا قال وان لم یخرج من راس الذکر بہا اور مصنف نے اسواسطے دفق کو اپنا مذکورہ کیا کہ دفق امام رح اور محمد رح کے نزدیک شرط نہین برخلاف ابو یوسف رح کے اور اسی واسطے مصنف نے کہا اگرچہ منی سر ذکر سے شہوت کے ساتھ نہ نکلی یعنی اپنی قرارگاہ سے منفصل ہوتے وقت شہوت شرط ہے گو احلیل سے نکلنے کے وقت شہوت نہ رہی ہو معلوم دریافت کرنا چاہیئے کہ دفق مصدر ہے متعدی اور اسکا لازم نہیں آتا ہے کذا فی البحر تو متعدی بمعنی دفق لشدت ہے اور باقی یعنی طرفین کے نزدیک سر ذکر سے نکلنے کے وقت دفق شرط نہین اور دفق لازم بمعنی دفوق یعنے خروج اپنے محل سے یعنی سر ذکر سے تو یہ طرفین اور ابو یوسف رح سبکے نزدیک شرط ہے یعنی غسل واجب ہونے کا جبتک منی سر ذکر سے خارج نہو تو کلام شارح مین دفق متعدی کی نفی ہے نہ دفق لازم کی کذا فی الطحطاوی وشرطہ ابو یوسف اور سر ذکر سے نکلنے کے وقت دفق اور شہوت کو ابو یوسف رح نے شرط کہا ہے اور ثمرہ اختلاف کا ظاہر ہوتا ہے چند مواضع مین چنانچہ ایک شخص کو احتلام ہوا اور اسنے ذکر کو دابا یہانتک کہ شہوت ٹھہر گئی پھر بدون شہوت کے منی نکلی تو طرفین کے نزدیک غسل واجب ہے نہ ابو یوسف رح کے نزدیک یا شہوت سے نظر کی اور منی اپنے محل سے منفصل ہوئی پھر اسنے ذکر کو دابا کہ شہوت جاتی رہی پھر بدون شہوت کے منی نکلی یا غسل کیا پیشاب کرنے یا سونے سے پہلے پھر باقی منی بدون شہوت کے نکلی تو طرفین کے نزدیک دوسرا غسل واجب ہے نہ ابو یوسف رح کے نزدیک وبقولہ یفتی فی ضیف خاف ریبۃ او استحیٰ کما فی المستصفیٰ اور ابو یوسف رح کے قول پر فتوی دیا جاتا ہے اس مہمان کے حق مین کہ ڈر تہمت اور بدگمانی سے یا شرمایا چنانچہ مستصفیٰ مین ہے یعنی مہمان کو احتلام ہوا اور اسنے سر ذکر کو دابا اور شہوت زائل ہونے کے بعد منی خارج ہوئی یہ حرکت بدگمانی کے ڈر سے کی کہ میزبان کو شبہ نہ پڑے تو بوجب فتوی غسل اسپر واجب نہین اور مہمان کی قید سے معلوم ہوا کہ اسکے سواے مین طرفین کے قول پر فتوی ہے چنانچہ بحر الرائق مین سراج سے مصرح ہے وفی القہستانی والتاتارخانیۃ معزیا للنوازل وبقول ابی یوسف ناخذ لانہ ایسر علی المسلمین قلت ولاسیما فی الشتاء والسفر اور قہستانی اور فتاوی تاتارخانیہ مین نوازل سے منقول ہے کہ ابو یوسف رح کے قول کو ہم لیتے ہین اسواسطے کہ وہ مسلمانون پر آسان تر ہے مین کہتا ہون خصوصاً موسم سرما اور سفر مین ہم یعنے ابو یوسف کا قول مطلقاً ماخوذ ہے گذشتہ نمازون مین اور آئندہ مین اور شوری شرح مسعودی مین یون ہے کہ ابو یوسف رح کے قول پر فتوی ہے گذشتہ نمازون مین جو بدگمانی کے خوف سے پڑھین اور طرفین کے قول پر فتوی ہے صلوات مستقبلہ مین کیونکہ انمین تہمت کا خوف نہین الحاصل دونون قول کی تصحیح واقع ہوئی ہے کذا فی الطحطاوی وفی الخانیۃ خرج منی بعد البول وذکرہ منتشر لزمہ الغسل قال فی البحر محملہ ان وجد الشہوۃ وہو تقیید قولہم بعدم الغسل بخروجہ بعد البول اور خانیہ مین ہے کہ منی نکلی پیشاب کرنے کے بعد اور حالانکہ ذکر کھڑا ہے تو غسل کرنا اسپر لازم ہوا بحر الرائق مین کہا کہ یہ مسئلہ اس صورت پر محمول ہے جو استادگی کے ساتھ شہوت بھی پائی جاوے اور وہ یعنے استادگی شہوت کے ساتھ مقید کرنا ہے فقہا کے اس مطلق قول کو کہ پیشاب کے بعد منی کے نکلنے سے غسل لازم نہین جو کتب فقہ مین مصرح ہے کہ بول یا نوم یا مشی کثیر کے بعد اگر منی نکلی تو غسل واجب نہین تو عدم غسل کا اطلاق مقید عدم انتشار اور شہوت کے ساتھ ہے صاحب بحر نے کہا اور ۔ سپر دلیل تجنیس کی یہ تعلیل ہے کہ حالت استادگی مین خروج

اور انفصال سب دونون پائے گئے بطریق دفق اور شہوت کے کذا فی الطحطاوی وعند ایلاج حشفۃ ہی او قدرہا من مقطوعہا یعنی اذا لم ینزل و
اذا لم یظہر لہا فی صورۃ الادمی کما فی البحر اور غسل بفرض ہی آدمی کے تمام حشفہ داخل کرنے کے وقت آلہ تناسل مین حشفہ اسکا نام ہی جو ختنہ کرنے کے مقام
سے اوپر ہی جسکو سپاری کہتے ہین آدمی کا حشفہ کہنا احتراز ہی جن کے حشفہ سے یعنی اگر جن عورت سے جماع کرے اور اسکے سامنے آدمی کی صورت پر ظاہر نہوا و
جبکہ عورت کو انزال نہو چنانچہ بحر الرائق مین ہی کہ عورت پر غسل نہین ہی جب عورت نے کہا کہ میرے ساتھ ایک جن ہی خواب مین آتا ہی بار ہا اور مجکو وہ لذت
حاصل ہوتی ہی جو میرے زوج کے جماع سے حاصل ہوتی ہی تو اسپر غسل نہین بدون انزال کے اور اگر انزال ہوا تو غسل واجب ہی گویا وہ احتلام ہی اور اگر جن آدمی
کی صورت پر ظاہر ہوا تو فقط ادخال حشفہ سے غسل واجب ہوگا انزال ہو یا نہو اسواسطے کہ مدار احکام کا ظاہر پر ہی کذا فی البحر او ایلاج قدرہا من مقطوعہا یا وقت
داخل کرنے بقدر حشفہ کے اُس شخص سے جسکا حشفہ کٹا ہو دلو لم یبق منہ قدرہا قال فی الاشباہ لم یتعلق بہ حکم ولم ارہ اور جو بقدر حشفہ کے ذکر سے باقی نرہا اشباہ مین کہا
کہ کوئی حکم اسکے ساتھ متعلق نرہا اور مین نے اسکو کسی کتاب مین نہین دیکھا ہم کہتے جو احکام کہ حشفہ داخل کرنے سے تعلق رکھتے ہین چنانچہ وجوب غسل اور حلال ہونا
مطلقہ کا اور جماع کی قسم مین حانث ہونا یا نہونا اس صورت مین باقی نہ رہے سید علی مقدسی نے کہا کہ قدر حشفہ کی تقلید کے مفہوم سے یہ نکلتا ہی کہ اسکے ساتھ کچھ حکم
متعلق نرہا اور عند السوال اسی کا فتوی دیا جاسے کذا فی الطحطاوی فی احد سبیلی آدمی حی یجامع مثلہ یعنی محترزہ غسل فرض ہوتا ہی حشفہ داخل کرنے سے
ایک راہ مین دو راہون سے کہ قبل اور دبر ہی اس زندہ آدمی کی کہ ویسی کا جماع ہو سکتا ہی اور قیود ثلثہ مین سے ہر قید کا محترز آگے آویگا یعنی آدمی کی قید سے جانور سے
احتراز ہوا اور زندہ کی قید سے مردہ نکل گیا اور قابل جماع کی قید سے صغیر غیر قابل جماع خارج ہوا ہم اور مجرد غائب ہونے حشفہ بدون انزال کے غسل کے واجب ہونے
پر بہت احادیث دلیل ہین از انجملہ ابوہریرہؓ کی حدیث ہی صحیح بخاری اور مسلم مین کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مرد بیٹھا عورت کی چار شاخون مین
اور مچھوا ایک ختان یعنی ختنہ گاہ نے دوسرے ختان کو تو البتہ غسل واجب ہو گیا مسلم کی روایت مین اتنا زیادہ ہی اگرچہ اسکو انزال نہوا ہو اور یہ جو مسلم کی حدیث ہی انما
الماء من الماء سو احتلام پر محمول ہی چنانچہ جامع ترمذی مین عبداللہ بن عباسؓ سے تصریحاً مروی ہی کذا فی العینی علیہما ای الفاعل والمفعول لو کانا مکلفین دونون پر
غسل فرض ہی یعنی فاعل اور مفعول پر بشرطیکہ فاعل اور مفعول دونون مکلف ہون یعنی عاقل بالغ مسلمان ہون ولو احدہما مکلفا فعلیہ فقط اور اگر دونون مین سے
ایک مکلف ہو یعنی دوسرا صغیر یا مجنون تو صرف مکلف پر غسل واجب ہی دون المراہق لکن یمنع من الصلوۃ حتی یغتسل غسل فرض نہین مراہق پر لیکن وہ نماز
پڑھنے سے روکا جائیگا یہانتک کہ نہاوے اسلئے کہ مراہق وہ صغیر ہی کہ ہنوز بالغ نہین قریب باحتلام ہی ویؤمر بہ ابن عشر تادیبا اور دس برس کے لڑکے کو غسل کرنے کا
امر کیا جائے ادب سکھانے کو تا طہارت کی اسکو عادت ہو جیسے نماز کا اسکو امر کیا جاتا ہی ہم دس برس کے صغیر نے جماع کیا عورت بالغہ کا تو عورت پر غسل ہی صغیر پر
نہین لیکن عادت پڑنے کے واسطے اسکو غسل کرنے کا امر ہوگا کذا فی العالمگیریۃ عن المحیط وان وصلیۃ لم ینزل منیا بالاجماع ادخال حشفہ سے مکلف پر غسل فرض ہی
بالاجماع اگرچہ اُسنے منی نہین ٹپکائی ہم عالمگیری مین محیط سے منقول ہی کہ یہی مذہب ہی ہمارے علما کا اور یہی صحیح ہی چنانچہ فتاوی قاضی خان مین ہی یعنی لو فی دبر غیرہ
اما فی دبر نفسہ فرجح فی النہر عدم الوجوب الا بالانزال یعنے دبر مین حشفہ داخل کرنے سے اُسوقت غسل فرض ہوتا ہی کہ غیر شخص کی دبر مین داخل کرے اور اگر اپنی دبر
مین حشفہ داخل کیا سو نہر الفائق مین عدم وجوب غسل کو ترجیح دی ہی بدون انزال کے ہم نہر الفائق مین کہا کہ اعتماد کے لائق عدم وجوب ہی مگر بانزال اسواسطے
کہ وہ اولی ہی صغیرہ اور میتہ سے تصادر لذت مین ولا یرد الخنثی المشکل فانہ لا غسل علیہ بایلاجہ فی قبل او دبر ولا علی من جامعہ الا بالانزال لان الکلام فی حشفۃ
فی سبیلین محققین اور مصنف پر خنثی مشکل کا اعتراض وارد نہین ہوتا اسواسطے کہ اُسپر غسل واجب نہین حشفہ داخل کرنے سے قبل یا دبر مین اور نہ اس شخص پر جو خنثی مشکل
سے جماع کرے مگر انزال سے البتہ غسل ہی اسواسطے کہ مصنف کا کلام حشفہ واقعی اور اُس قبل اور دبر مین ہی جو بلاشبہ محقق اور ثابت ہین ہم یعنی مصنف کے اس قول پر کہ حشفہ داخل
کرنے سے احد السبیلین مین مکلف پر غسل واجب ہوتا ہی خنثی مشکل کے فاعل اور مفعول ہونے سے عدم وجوب غسل کا اعتراض وارد نہوگا اسواسطے کہ خنثی مشکل کا حشفہ اور فرج

سے بیٹھنا پانی جانی سے اکہ فرض کہ غسل انزال سے ہوتا ہی ۱۲

... عورت میں غسل ... واجب نہیں ... وہ عورت ... اور ... ذکر ...
... غسل ... عورت ... نہیں ... قرآن ... اور دونون ...
... غسل نہین ... تقیید سے معلوم ہوگیا کہ غشی ... مین اگر ...
... دونون پر غسل ... واسطے کہ ... غشی ... ثابت ... شک ...
یون ... الاتفاق ... تیقین ... کذا فی الطحطاوی ... مستیقظ فرق روئیۃ السکران والمغمی علیہ المذی فیما وغیر ... ان
لم ... احتلام ... غسل نہیں ... دیکھے ... مستیقظ ... سوکر ... منی کو یا مذی کو بدن پر یا کپڑے پر اگرچہ احتلام ... یاد ... شارح نے
کہا مستیقظ کی قید ... اور غشی ... مذی ... ہوشیار ہونے کے ... صاحب غشی مذی دیکھے تو دونون پر غسل نہین
بخلاف مستیقظ کے وجہ فرق یہ ہے ... احتلام کا ... پانے کے سبب سے تو مذی کا دیکھنا منی پر محمول ہوگا احتیاط کی ... آگی ...
یا غذا کے سبب سے منی ... اور ... غشی مین یہ سبب متحقق نہین یعنی مستی اور غشی راحت کا سبب نہین مذی کی قید اسواسطے ... اگر مست
... منی دیکھینگے تو بالاتفاق غسل واجب ہوگا معلوم کرنا چاہیے کہ مستیقظ کا مسئلہ بارہ صورتون کا محتمل ہے اسواسطے کہ یا اسکو یقین ہے کہ یہ
منی یا مذی یا ودی ہے یا اسکو شک ہے منی اور مذی مین یا منی اور ودی مین یا مذی اور ودی مین اور ان چھ صورتون مین سے ہر صورت کے ساتھ احتلام
یاد ہے یا نہین تو غسل واجب ہے بالاتفاق جب منی کا یقین ہو احتلام یاد ہو یا نہو یا منی کا یقین ہو احتلام کے یاد ہونے کے ساتھ یا شک ہے منی یا مذی مین
یا منی یا ودی مین یا مذی یا ودی مین اور احتلام یاد ہے ان تینون صورتون مین بھی غسل واجب ہے اور جبکہ ودی کا یقین ہو تو غسل واجب نہین احتلام یاد ہو
یا نہو یا شک ہے مذی یا ودی مین اور احتمال مین یقین ہے مذی کا اور احتلام یاد نہین اور مصنف نے ان صورتون مین سے چار صورتون کو ذکر کیا اسلیے
کہ تمیع جزئیات کا بیان کرنا لازم نہین علی الخصوص نادرۃ الوجود کا کذا فی الطحطاوی مختصر مذی سفید پتلا پانی ہے جو حالت انتشار مین عورت کی ملاعبت
کے ساتھ نکلتا ہے اور ودی گاڑھا پانی سفید ہے جو پیشاب کے بعد اور غسل جماع کے بعد خارج ہوتا ہے احتلام لغت مین خواب دیکھنے کو کہتے ہین اور استعمال مین
خواب جماع کو بولتے ہین جسکے ساتھ اکثر انزال منی کا ہوتا ہے الا اذا علم انہ مذی او شک انہ مذی او ودی او کان ذکرہ منتشرا قبیل النوم فلا غسل علیہ اتفاقا مگر
جبکہ مستیقظ کو بالیقین معلوم ہو کہ وہ مذی ہے بشرطیکہ احتلام یاد نہو کذا فی الطحطاوی یا اسکو شک ہے کہ وہ رطوبت مذی یا ودی ہے یا اسکا ذکر استادہ تھا سونے سے
پہلے تو اسپر غسل نہین بالاتفاق طرفین اور ابو یوسف رح کے ہم اسواسطے کہ اگر ذکر منتشر تھا سونے سے پہلے تو جو رطوبت پائی گئی جاگنے کے بعد تو وہی اسی کی
سے آثار سے ہوگی تو اسپر غسل لازم نہ آویگا لیکن اگر اسکو منی ہونے کا گمان غالب ہوگا تو غسل لازم آویگا اور اگر سونے کے وقت اسکا ذکر ساکن یعنی استادہ
نہو تو اس رطوبت کو منی قرار دینگے اور اسکو غسل کرنا لازم ہوگا شمس الائمہ حلوائی نے کہا یہ مسئلہ اکثر واقع ہوتا ہے اور لوگ اس سے غافل ہین تو اسکا یاد رکھنا
ضرور ہے کذا فی الخانیہ کالودی جیسے ودی کے دیکھنے مین غسل نہین بالاتفاق احتلام یاد ہو یا نہو لکن فی الجواہر الا اذا نام مضطجعا او تیقن انہ منی او تذکر
حلما فعلیہ الغسل والناس عنہ غافلون لیکن جواہر زواہر حاشیہ اشباہ و نظائر مین یہ ہے کہ انتشار قبل النوم مین غسل نہین مگر جبکہ وہ شخص کروٹ پر سویا یا اسکو
منی ہونے کا یقین ہوگیا یا اسکو احتلام یاد پڑا اور حالانکہ اسکو منی یا مذی کے ہونے مین شک واقع ہے کذا فی الطحطاوی تو ان تینون صورتون
مین اسپر غسل واجب ہے اور لوگ اس مسئلہ سے غافل ہین لا یفترض ان تذکر ولو مع اللذۃ والانزال ولم یر علیٰ راس الذکر بللا اجماعا غسل
فرض نہین بالاتفاق اگر احتلام یاد ہے اگرچہ لذت اور انزال کے ساتھ خوب یاد ہو اور حالانکہ نہ سر ذکر پر رطوبت کو نہین دیکھا ہم اتفاق سے
مراد یہان شیخین اور محمد رح کا اتفاق ہے اور خلاف نہین مگر عورت مین کذا فی الطحطاوی سر ذکر کی قید اتفاقی ہے تو یہی حکم ہے اگر کپڑے وغیرہ پر رطوبت کو

نہ دیکھیگا وکذا المرأۃ مثل الرجل علی المذہب اور اسی طرح عورت کا حکم ہو مرد کی مانند بنا بر معتمد مذہب کے یعنی بدون دیکھنے رطوبت کے احتلام یاد ہونے سے
عورت پر غسل نہین ہے جیسے مرد پر غسل نہین طحطاوی نے کہا یہی مذہب معتمد ہر سب کے نزدیک اور وہ جو محمد رح سے روایت ہر عورت کے وجوب غسل کی وہ اعتماد
کے لائق نہین شمس الائمہ حلوائی نے کہا کہ ہم اُس روایت کو نہین لیتے ہین انتہی مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور اس مسئلہ کی دلیل وہ حدیث ہر جو بخاری اور مسلم
مین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہر کہ ام سلیم ابوطلحہ کی عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا کہ مجکو احتلام ہوا یا رسول اللہ حق تعالی شرم نہین کرتا
حق سے کیا عورت پر غسل ہر جبکہ اسکو احتلام ہو فرمایا کہ ہان جبکہ وہ پانی کو دیکھے یعنے جبکہ منی نظر آوے نووی نے شرح مہذب مین اسپر اجماع نقل کیا ہر اگر
کوئی کہے کہ تمھارے مذہب مین مفہوم شرط کا معتبر نہین ہم جواب دینگے کہ حکم غسل کا معلق بشرط ہر تو غسل کا حکم منعدم ہوا عدم اصلی سے اور یہ نہین کہ عدم
شرط کو عدم حکم مین اثر ہر انتہی ما فی المنح ملخصا ولو وجد بین الزوجین ماء ولا ممیز ولا تذکر ولا نام قبلہما غیرہما اغتسلا اور اگر درمیان زوجہ اور زوج کے
پانی یعنی منی یا مذی پائی گئی یعنی بستر پر جسپر سوتے تھے جب بیدار ہوئے تو بستر پر منی یا مذی پائی اور تمیز کی کوئی وجہ نہین جس سے مرد یا عورت کی منی ممتاز ہو
اور نہ دونون کو احتلام یاد ہر اور نہ ان دونون سے پہلے کوئی اور شخص اُس بستر پر سویا تھا تو دونون پر نہانا واجب ہر احتیاطا کذا فی الخانیہ وجہ تمیز کی
یہ ہر کہ مرد کی منی سفید اور گاڑھی ہوتی ہر اور عورت کی منی پتلی اور زرد اور مرد کی منی طول مین واقع ہوتی ہر اور عورت کی عرض مین تو جسکی علامت پائی جاوے
اسپر غسل لازم ہوگا اور جسکو احتلام یاد ہوگا اسپر غسل لازم ہوگا اور جو اس بستر پر اول کوئی سویا ہوگا اور منی خشک ہوگی تو ظاہر اُسی پر زوجین سے
غسل واجب نہوگا کذا فی البحر بحثا ادخل حشفتہ او قدرہا ملفوفۃ بخرقۃ ان وجد لذۃ الجماع وجب الغسل والا لا علی الاصح والاحوط الوجوب حشفہ
کپڑے مین لپیٹا ہوا قبل یا دبر مین داخل کیا یا بقدر حشفہ مقطوع الحشفہ نے اسی طرح داخل کیا اگر لذت جماع کی پائی تو نہانا واجب ہوا کذا فی المنح اور اگر
لذت اور گرمی نہین پائی تو غسل واجب نہین بنا بر اصح قول کے اور زیادہ تر احتیاط ہر غسل کے واجب ہونے مین دونون صورتون مین لذت
حاصل ہو یا نہو کذا فی البحر وعند انقطاع حیض ونفاس ہذا وما قبلہ من اضافۃ الحکم الی الشرط ای یجب عندہ لا بہ بل بوجوب الصلوۃ او ارادۃ ما لا یحل کما مر اور
غسل فرض ہر حیض ونفاس کے منقطع ہونے کے وقت شارح نے کہا یہ یعنی انقطاع حیض و نفاس اور جو اس سے پہلے مذکور ہو چکا یعنی خروج منی
اور ادخال حشفہ اور رویت مستیقظ وہ من قبیل نسبت کرنے حکم کے ہر طرف شرط کے یعنی غسل واجب ہر خروج منی اور ادخال حشفہ اور رویت مستیقظ
اور انقطاع حیض اور نفاس کے اوقات مین نہ ان اشیا کے سبب سے بلکہ غسل واجب ہر بسبب واجب ہونے نماز کے یا بسبب ارادہ کرنے اُس
فعل کے جو بدون غسل کے حلال نہین جیسا کہ تلاوت قرآن مثلا جیسا کہ مسائل وضو مین گذر گیا اور یعنے فقہ کی جن کتابون مین خروج منی وغیرہ کو
غسل کا سبب کہا ہر تو وہان حکم کو شرط کی طرف نسبت کیا ہر کیونکہ امور مذکورہ سبب غسل کے نہین مین بلکہ غسل کی شروط ہین اور غسل کا
سبب توفی الحقیقۃ وجوب صلوۃ ہر یا ارادہ تلاوت قرآن مثلاً لا عند مذی او ودی غسل فرض نہین مذی اور ودی کے نکلنے کے وقت اور
مستیقظ کو جو مذی کے دیکھنے سے غسل لازم ہوتا ہر تو اس احتمال سے کہ بدن کی یا ہوا کی گرمی سے منی رقیق ہو گئی بل الوضوء منہ ومن البول
جمیعا علی الظاہر بلکہ وضو لازم ہر ودی اور بول دونون سے بنا بر ظاہر الروایۃ کے اور اسکا نظیر رعاف بعد البول ہر یا بول بعد الرعاف
تو اگر قسم کھائی وضو نکریگا رعاف سے پھر اسکو رعاف ہوئی پھر پیشاب کیا یا اسکے بالعکس تو وضو دونون سے ثابت ہوگا اور وہ شخص حانث
ہوگا اگر کوئی کہے کہ کیا فائدہ ہر ودی سے وضو کے واجب کہنے مین اور حالانکہ بول سابق سے تو وضو واجب ہو گیا اسکے پانچ جواب بحر الرائق مین
مذکور ہین از انجملہ ایک جواب یہ ہر کہ جسکو سلس البول کی بیماری ہو تو اُسکا وضو ودی سے ٹوٹیگا نہ پیشاب سے اور از انجملہ یہ ہر کہ جسنے وضو کیا
بعد بول کے ودی نکلنے سے پہلے تو اب ودی سے وضو واجب ہوگا اور از انجملہ وہ جواب ہر جو شارح نے ذکر کیا کذا فی الطحطاوی مختصرا

ولا عند ادخال اصبع ونحوه کذکر غیر آدمی وذکر میت وصبی لا یشتہی فی الدبر او القبل علی المختار — اور فرض نہین ہوتا
وقت داخل کرنے انگلی اور اسکے مانند کے جیسا کہ آدمی کے سوا کسی جانور کا ذکر اور ذکر میت اور اس صغیر کا ذکر جسکو شہوت نہین ہوتی
اور جو چیز آلت کے مانند بنائی جاتی ہو لکڑی وغیرہ سے یعنی بعض عورتین شہوت رانی کیواسطے بناتی ہین جسکو اہل ہند مہور کہتے ہین تو ان
اشیاء کے قبل یا دبر مین داخل کرنے سے غسل لازم نہین بنا بر قول مختار کے ہم دبر مین تو ترجیح متفق ہو مگر قبل مین ترجیح مختلف ہو اسواسطے کہ شیخ الاسلام
ابو سعود نے نوح آفندی کے کلام سے نقل کیا ہو کہ ادخال قبل مین وجوب غسل کا مختار ہو جبکہ عورت شہوت رانی کا قصد کرے یعنی بدون انزال کے بھی
غسل واجب ہو اسواسطے کہ عورتون مین شہوت غالب ہوتی ہو تو سبب کو مقام مسبب کے قائم کیا کذا فی الطحطاوی — ولا عند وطی بہیمة او میتة
او صغیرة غیر مشتہاة — اور فرض نہین نہانا زندہ یا مردہ جانور کے جماع سے اور نہ اس صغیرہ کے جماع سے جو شہوت کے لائق نہین ہم یہ محترز ہو
اس قول سابق کا کہ زندہ آدمی قابل شہوت کے دبر یا قبلین مین ادخال حشفہ سے نہانا فرض ہوتا ہو زندہ و آدمی کی قید سے جانور زندہ اور مردہ نکل گیا
اور قابل شہوت کے قید سے صغیرہ غیر مشتہاة خارج ہوگئی ہان تفسیر افضاء بالوطی صغیرہ غیر مشتہاة یعنی قابل شہوت نہونا اسطرح پر ہو کہ جماع کرنے
سے درمیان کا پردہ پھٹ کر دونون راہین یعنی قبل اور دبر ایک ہوجاوین وان نامت المشتہاة جانور وغیرہ کے جماع سے غسل نہین اگرچہ حشفہ اندر
چھپ جاوے ولا ینتقض الوضوء فلا یلزم الا غسل الذکر قہستانی عن النظم اور ایسے جماع سے وضو نہین ٹوٹتا تو سوائے آلت دھو ڈالنے کے کوئی چیز
لازم نہین آتی ایسا نقل کیا ہو قہستانی نے نظم سے ویحتمل ان رطوبة الفرج طاہرة عنده فتنبه اور آگے آویگا کہ رطوبت فرج کی پاک ہو امام کے
نزدیک تو ہوشیار رہو جا کہ جماع صغیرہ غیر مشتہاة کے جماع سے آلت کا دھونا صاحبین کے قول پر ہو نہ امام کے قول پر اور یہ اختلاف فرج داخل مین ہو اسواسطے
کہ فرج خارج کی رطوبت بالاتفاق طاہر ہو اس دلیل سے کہ امام اور صاحبین کے نزدیک اسکا دھونا وضو مین سنت ہو اور اگر نجس ہوتی صاحبین کے نزدیک
تو دھونا فرض ہوتا کذا فی الحلبی بلا انزال لقصور الشہوة اشیاء مذکورہ مین بدون انزال کے غسل لازم نہین لذت کے ناقص ہونے کی وجہ سے ہم یہ علت
ہو اشیاء ما تقدم کی عدم وجوب غسل کی یعنی لذت کامل ہوتی ہو مرغوب بالطبع کے جماع سے یا انزال سے پھر جب محل مرغوب نہوا تو بدون انزال کے
کمال لذت نہین اما ہو فیحال علیہ اور انزال ہونے کے ساتھ تو غسل کا واجب ہونا انزال ہی پر حوالہ کیا جائیگا یعنی اسوقت مین انزال ہی منظور الیہ ہو مقصود
فی الوجوب ہوگا جیسے محال علیہ مقصود بالمطالبہ ہوتا ہو کذا فی الطحطاوی کما لا غسل لو اتی عذراء ولم یزل عذرتہا النظم فتکون البکارة فانہا
تمنع التقاء الختانین الا اذا حبلت لانزالہا وتعید ما صلت قبل الغسل کذا قالوا چنانچہ غسل لازم نہین جو باکرہ سے جماع کیا اور اسکی بکارت قائم رہی اسواسطے
کہ بکارت مرد اور عورت کے ختنہ گاہون کے ملنے سے یعنی فرج مین دخول حشفہ سے مانع ہو مگر جبکہ باکرہ اس وطی سے حاملہ ہوگئی تو غسل لازم ہوگا
عورت کے انزال ہونے کی وجہ سے یعنے اسواسطے کہ بدون انزال جانبین کے حمل متحقق نہین ہوتا اور باکرہ بعد حمل کے ان نمازون کو پھر پڑھے
جو غسل کرنے سے پہلے پڑھ چکی ایسا کہا ہو علماء مذہب نے شارح نے کما عذرہ بضم عین وسکون ذال معجمہ بکارت ہو بکارت سے ہم اعادہ نماز کی یہ
وجہ ہو کہ حمل کے بعد ظاہر ہوگیا کہ اسنے بدون طہارت کے نماز پڑھی وفیہ نظر لان خروج منیہا من فرجہا الداخل شرط لوجوب الغسل علی المفتی بہ
ولم یوجد قالہ الحلبی اور قول مذکور سے وجوب غسل مین اعتراض ہو اسواسطے کہ عورت کی منی کا نکلنا فرج داخل سے وجوب غسل کی شرط ہو بنا بر
قول مفتی بہ کے اور وہ یہان پایا نہین گیا ایسا کہا حلبی نے ہم یعنے جبکہ خروج منی کا نہوا تو اسپر غسل واجب نہین اگرچہ حمل رہگیا ہو الا صل باکرہ پر
غسل واجب نہین ہوتا مطلقا اگرچہ وہ حاملہ ہوجاے اسواسطے کہ قول اصح یہ ہو کہ اسپر وجوب غسل کا انزال سے اسوقت ہوتا ہو جبکہ منی
فرج داخل سے فرج خارج کی طرف پہونچے اور مرد پر تو غسل لازم ہوگا اسلیے کہ ظہور حمل کا علامت ہو مرد کے انزال کی اگرچہ اسکو معلوم نہو

مین کہتا ہون اور اعتراض مذکور تمام نہوگا کیونکہ بکارت خروج منی کی مانع ہو اور حالانکہ برخلاف اسکے ثابت ہے اسواسطے کہ حیض اُسی محل سے خارج ہوتا ہی

وتمامہ فی الطحطاوی ویجب ای یفرض علی الاحیاء المسلمین کفایۃ اجماعًا ان یغسلوا بالتخفیف المیت المسلم الا الخنثی المشکل فییمم اور واجب ہی

یعنے فرض ہی زندہ مسلمانون پر بطور فرض کفایہ اجماع کی دلیل سے یہ کہ نہلادین مردہ مسلمان کو سوائے اُس مردہ کے جو خنثی مشکل ہو تو اُسکو غسل نہ دیجیے بلکہ

اُسکو غسل کے عوض تیمم کروائے ہم شارح نے وجوب کی تفسیر فرض کی تا معلوم ہو کہ یہان وجوب اصطلاحی مراد نہین جیسے اگلے مسئلے مین بھی وجوب سے

فرض مراد ہی مصنف نے اپنی شرح مین فتح القدیر سے نقل کیا کہ یہ فرضیت اجماع سے ثابت ہی اور غسل میت کی صحت مین نیت شرط نہین ہان ذمہ مکلفین

سے اسقاط فرض کا نہوگا بدون نیت کے تو غریق کو بھی تین بار غسل دینا زندون پر لازم ہوگا مگر خانیہ مین زندون پر بھی نیت کو لازم نہین کہا انتہی شارح

نے یغسلوا مین تخفیف کی قید لگائی حالانکہ تخفیف و تشدید دونون متعدی ہین کذا فی القاموس تو مترجم کے ذہن ناقص مین آتا ہی کہ بالتخفیف کا لفظ بعد

لفظ میت کے ہوگا شاید کہ کاتب سے تقدیم واقع ہوگئی اسلیے کہ طحطاوی وغیرہ نے تصریح کی ہی کہ میت بالتخفیف وہ ہی جو مرگیا اور میّت بالتشدید وہ ہی جو

زندہ ہی آگے مریگا کما یجب علی من اسلم جنبًا او حائضًا او نفساء ولو بعد الانقطاع علی الاصح کذا فی الشرنبلالیۃ من البرہان وعللہ ابن الکمال ببقاء

الحدث الحکمی جیسے واجب یعنی فرض ہی نہانا اُس شخص پر جو مسلمان ہو حالت جنابت یا حیض یا نفاس مین اگرچہ حیض اور نفاس کے موقوف ہوجانے

کے بعد اسلام قبول کیا بنا بر صحیح تر قول کے چنانچہ شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہی اور ابن کمال نے وجوب غسل بعد الانقطاع کی دلیل بیان کی ہی حدث

حکمی کے باقی رہنے سے یعنی جبکہ حدث باقی رہا تو وہ زائل نہوگا بدون غسل کے او بلغ لا بالسن بل بانزال او حیض او ولدت ولم تر دمًا او اصابت کل بدنہ

نجاسۃ او بعضہ وخفی مکانہا یا جوان ہوا آدمی عمر کے حساب سے نہین بلکہ انزال یا حیض کے آنے سے یا کہ عورت جنی اور اُسنے خون کو نہ دیکھا یا آدمی کے

تمام بدن پر نجاست لگی یا تھوڑے بدن پر نجاست لگی اور نجاست کا مکان مخفی رہا تو ان پانچون صورتون مین غسل کرنا لازم ہوگا ہم اور اگر بلوغ عمر کے

حساب سے ہوگا تو غسل واجب نہین مستحب ہی چنانچہ عنقریب آتا ہی اور بلوغ کی عمر لڑکا ہو یا لڑکی پندرہ برس ہین اسی قول پر فتوی ہی فی الاصح راجع للجمیع

غسل لازم ہی صحیح تر قول مین شارح نے کہا اصح ہونا سب پانچون صورتون کی طرف راجع ہی وفی التاتارخانیۃ معزیا للعتابیۃ والمختار وجوبہ علی المجنون اذا افاق

قلت وہو مخالف لما یاتی متنا الا ان یحمل انہ رأی منیا اور تاتارخانیہ مین عتابیہ کی طرف منسوب ہی کہ قول مختار وجوب غسل کا ہی اُس مجنون پر جو ہوش

مین آگیا مین کہتا ہون یہ قول مخالف ہی اس قول کے جو متن مین آویگا یعنے استحباب غسل کا مگر یہ کہ وجوب غسل کو اسپر محمول کیجیے کہ مجنون نے بعد افاقہ اپنے

بدن یا کپڑے پر منی دیکھی اور استحباب کے قول کو عدم رویت پر محمول کیجیے تو اب خلاف باقی نہ رہا وہل السکران والمغمی علیہ کذلک یراجع اور کیا مست

اور صاحب غشی کا حکم اسی طرح مجنون کے مانند ہی ہوشیار ہونے کے بعد کتابون مین اسکا حکم دیکھنا چاہیے یعنی ہمنے اسکا حکم نہین دیکھا تو تلاش کرنا چاہیے

ہم بحر الرائق مین مذکور ہی کہ مست جب ہوش مین آیا اور اُسنے مذی کو دیکھا تو اُسپر بالاتفاق غسل نہین تو اگر مذی نہ دیکھیگا تو بطریق اولی اُسپر غسل لازم نہوگا اور

صاحب غشی کو تو خود شارح نے مستحبات مین غرر الاذکار سے نقل کیا ہی کذا فی الطحطاوی والا بان اسلم طاہرا او بلغ بالسن فمندوب اور اگر دیسا نہین

یعنی جنابت یا حیض یا نفاس سے پاک ہوکر مسلمان ہوا یا عمر کے حساب سے جوان ہوا تو غسل کرنا مستحب ہی فرض نہین وسن لصلوۃ جمعۃ ولصلوۃ

عید ہو الصحیح کما فی غرر الاذکار وغیرہ اور غسل کرنا سنت ہی جمعہ کی نماز کے واسطے اور عید کی نماز کے واسطے یہی قول صحیح ہی چنانچہ غرر الاذکار وغیرہ مین ہی

ہم ابو یوسف رح کے نزدیک جمعہ کا غسل نماز کے واسطے ہی اور حسن بن زیاد کے نزدیک جمعہ کے دن کے واسطے ہی اور ثمرہ اختلاف کا ظاہر ہوتا ہی اُسا

شخص مین جسنے جمعہ کے دن غسل کیا پھر اُسکا وضو ٹوٹا اور اُسنے وضو کیا اور جمعہ کی نماز پڑھی تو ابو یوسف کے نزدیک سنت نہ ادا ہوئی اور حسن کے نزدیک

ادا ہوئی کذا فی المنح وفی الخانیۃ لو اغتسل بعد صلوۃ الجمعۃ لا یعتبر اجماعا اور خانیہ مین ہی کہ اگر بعد نماز جمعہ کے غسل کیا تو وہ غسل معتبر نہین بالاتفاق ابو یوسف

اور حسن کے نزدیک سبب اعتبار غسل کی یہ وجہ بحرالرائق مین بیان کی کہ غسل اسواسطے شروع ہوا کہ آدمی کے بدن کو میل دور ہو جس سے اپنے پیٹ حیث ہوتی ہو اور یہ بات تحقق نہیں نماز جمعہ کے بعد ازانسے ہے اور حسن کے نزدیک غسل دن کے سبب سے ہو نماز کے سبب سے نہیں یہ شرط ہو کہ غسل نماز سے پہلے ہوا اور جنہون کے نزدیک اتفاق ذکر کی ہو بیت صحیح نہین اسواسطے کہ بعض نے تصریح کی ہو کہ غسل کرنے کے بعد نماز جمعہ حسن کے نزدیک سنت ادا ہوگی کذا فی الطحطاوی مختصراً وکفیٰ غسل واحد لعید وجمعۃ اجتمعا مع جنابۃ دونون کفایت کرتا ہو اگر ایکبار غسل کرنا عید اور جمعہ کے واسطے جو جنابت کے ساتھ جمع ہوئے ہم یعنی جمعہ کے دن عید واقع ہوئی اور ایک شخص کو جنابت بھی ہو تو ایک بار نہانا غسل سنت اور غسل فرض سب کو کفایت کرتا ہو کذا فی البحر من ثواب الدین کما الفرض جنابۃ وحیض مثلاً جیسے جنابت اور حیض دو نون فرضون کے واسطے ایک غسل کفایت کرتا ہو اجتماع حیض اور جنابت کی صورت یہ ہو کہ انقطاع حیض کے بعد جنابت یا احتلام واقع ہوا ولاجل احرام اور غسل سنت ہو احرام حج یا عمرہ کے واسطے وفی جبل عرفۃ بعد الزوال اور غسل سنت ہو عرفات کے پہاڑ مین دوپہر ڈھلنے کے بعد ہم شارح نے پہاڑ کا لفظ زیادہ کرکے اشارہ کیا غسل عرفہ اسوقت سنت ہو جبکہ داخل عرفات ہوا ابن امیر حاج نے کہا کہ یہ غسل نقطہ دن کیواسطے نہین بلکہ ظاہر تو یہ ہو عرفات کے واسطے ہو کذا فی الطحطاوی **ویندب لمجنون افاق** اور غسل کرنا مستحب ہو اس دیوانہ کے واسطے جو ہوش مین آگیا ام غسل تین قسم پر ہو فرض سنت مستحب فرض غسل تین قسم ہو انزال منی سے بشہوت دوسرے ادخال حشفہ سے تیسرے انقطاع حیض سے چوتھے انقطاع نفاس سے پانچوین غسل میت چھٹے سارے بدن مین نجاست لگنے سے یا بعض بدن مین اور نجاست کا مکان مخفی ہو اور غسل سنت چار ہین نماز جمعہ کے واسطے اور عید کی نماز کے لیے اور احرام کے واسطے اور وقوف عرفات کے لیے اور مستحب غسل کا بیان اب شروع ہوا مجنون سے وکذا المغنی علیہ کما فی غرر الاذکار اور اسی طرح صاحب غشی کا غسل مستحب ہو افاقہ ہونے کے بعد چنانچہ غرر الاذکار مین مذکور ہو وکذا السکران کذا لم اره اور کیا مست کا بھی اسی طرح کا حکم ہو مین نے اسکو کسی کتاب مین نہین دیکھا ام شارح سے یہ کلام مکرر واقع ہوا اور اسکی گفتگو بحرالرائق سے مذکور ہو گئی وعند حجامۃ اور غسل مستحب ہو پچھنے لگانے کے وقت یعنے پچھنے لگانے کے بعد وفی لیلۃ براءۃ اور غسل مستحب ہو شب برات مین یعنے شعبان کی پندرھوین رات مین اس رات کی تعظیم کے واسطے اور شب بیداری کے لیے اسواسطے کہ اسمین ارزاق اور آجال کی تقسیم ہوتی ہو اور مومن کے واسطے براءۃ من النار اور براءۃ من الذنوب حاصل ہوتی ہو کذا فی الطحطاوی وعرفۃ اور غسل مستحب ہو شب عرفہ یعنی نوین رات ذی الحجہ مین وقدر اذا رآہا اور غسل مستحب ہو شب قدر مین جبکہ اسکو دیکھے یعنے جبکہ اسکو جانتا ہو بظن غالب اور شرنبلالی کی امداد الفتاح مین ہو کہ غسل مستحب ہو جبکہ شب قدر کو یقیناً دیکھے یا ان احادیث پر عمل کرے جو بیان اوقات شب قدر مین وارد ہین کذا فی الطحطاوی یہ حم آثار احادیث صحاح مین عشرہ اخیرہ رمضان المبارک کی طاق راتون مین طلب کرنا شب قدر کا وارد ہو علی الخصوص اکیسوین اور تئیسوین اور ستائیسوین واللہ اعلم وعند الوقوف بمزدلفۃ غداۃ یوم النحر للوقوف اور غسل مستحب ہو نزدیک ٹھہرنے مزدلفہ کے روز قربانی کے صبح کو وہان ٹھہرنے کے واسطے ام مزدلفہ ایک مکان ہو عرفات اور منی کے درمیان وعند دخول منی یوم النحر لرمی الجمرۃ وکذا البقیۃ الرمی اور غسل مستحب ہو نزدیک داخل ہونے منی کے قربانی کے دن جمرہ کو پتھر مارنے کے واسطے اور اسی طرح باقی سنگساری کے واسطے یعنے یوم النحر کے بعد تین دن جمرات ثلثہ کی سنگساری جو ہوتی ہو تو ہر روز نہانا سنگساری کے واسطے مستحب ہو وعند دخول مکۃ لطواف الزیارۃ اور غسل مستحب ہو نزدیک داخل ہونے مکہ معظمہ کے طواف الزیارۃ کے واسطے تاکہ فرض ادا ہو ساتھ کامل طہارتین کے اور اسی طرح ہر بار اس مکان مقدس کے دخول مین بلا نسک غسل مستحب ہو حرمت مکان کی تعظیم کے واسطے کذا فی امداد الفتاح ولصلوۃ کسوف وخسوف اور غسل مستحب ہو سورج گہن اور چاند گہن کی نماز کے واسطے ام کسوف اور خسوف نشانیان مین بندون کے ڈرانے کے واسطے تو اقرب حالات تضرع طہارت کاملہ ہو نماز کے واسطے کذا فی امداد الفتاح واستسقاء وفزع وظلمۃ وریح شدید اور واسطے طلب بارش کے اور خوف اور تاریکی روز اور سخت آندھی مین غسل کرنا مستحب ہو تاکہ باکمل طہارتین التجا الی اللہ تعالی دفع مصیبت کے واسطے حاصل ہو

کذا فی امداد الفتاح وکذا لدخول المدینۃ ولحضور مجمع الناس ولمن لبس ثوبا جدیدا او غسل میتا اور اسی طرح غسل مستحب ہے مدینہ منورہ کے داخل ہونے مین حضرت
رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور تکریم کے واسطے اور آدمیون کے مجمع مین جانے کے واسطے غسل مستحب ہے تاکہ لوگون کو میل اور پسینہ کی بدبو سے
تکلیف نہو اور جسکو غسل مستحب ہے جو نیا کپڑا پہنے یا مردہ نہلاوے ہم ظاہر کلام شارح دلالت کرتا ہے کہ مجمع کا غسل مذہب حنفی مین منصوص ہے حالانکہ ایسا نہین بلکہ
صاحب بحر نے کہا کہ یہ نووی شافعی کا قول ہے جنے اپنے علما کے قول مین نہین دیکھا کذا فی الطحطاوی او یراد قتلہ یا اُس شخص کو غسل کرنا مستحب ہے جسکے قتل کا ارادہ کیا
جاتا ہے یعنی قتل اسکا خواہ بحد یا قصاص یا بظلم ہو بہر صورت غسل مستحب ہے تاکہ موت طہارت کے ساتھ ہو اور وہ شہید ہو کر مرے کذا فی الطحطاوی ولتائب من ذنب
اور گناہ سے توبہ کرنے والے کو غسل مستحب ہے تاکہ توافق حاصل ہو طہارت ظاہری کو طہارت باطنی کے ساتھ اسواسطے کہ طہارت ظاہری نافع نہین بدون
طہارت باطنی کے ولقادم من سفر اور غسل مستحب ہے سفر سے آنے والے کو ولمستحاضۃ انقطع دمہا اور اُس عورت مستحاضہ کو غسل کرنا مستحب ہے جسکا خون بند ہو گیا
کہ شاید مستحاضہ کے اندر حیض واقع ہوا ہو کذا فی الطحطاوی ثمن ماء اغتسالہا ووضوئہا علیہ ای الزوج ولو غنیۃ کما فی الفتح لانہ لا بد لہا منہ فصار
کالشرب فاجرۃ الحمام علیہ اور زوجہ کے غسل اور وضو کے پانی کی قیمت زوج پر لازم ہے اگرچہ زوجہ مالدار ہو چنانچہ فتح القدیر مین ہے اسواسطے کہ عورت
کو غسل اور وضو کا پانی ضرور ہے پینے کے پانی کے برابر تو حمام کی اجرت بھی زوج پر ہے ہم حمام کی اجرت قیاس ہے صاحب بحر کا مذہب کی روایت نہین اور یہ جو
خلاصہ مین تفصیل مذکور ہے کہ محتاج زوجہ کے غسل اور وضو کا پانی زوج پر ہے اور مالدار کا نہین سو ضعیف قول ہے کذا فی الطحطاوی ولو کان الاغتسال
لا عن جنابۃ وحیض بل لازالۃ الشعث والتفث قال شیخنا الظاہر انہ لا یلزم اور اگر زوجہ کا نہانا جنابت اور حیض سے نہو بلکہ سر کی گرد آلودگی اور میل
کے دور کرنے کے واسطے ہو تو ہمارے استاد خیر الدین رملی نے کہا کہ ظاہرا ایسے نہانے کے پانی کی قیمت زوج پر لازم نہین ہم اسواسطے کہ یہ ضروریات سے نہین ہے
بلکہ از قسم پاکیزگی بدن کے ہے اور اس کلام سے نکلتا ہے کہ سر کا تیل اور مشاطہ کی اجرت واجب نہین زوج پر کذا فی الطحطاوی **ویحرم بالحدث الاکبر**
دخول مسجد لا مصلی عید وجنازۃ ورباط ومدرسۃ ذکرہ المصنف وغیرہ فی الحیض وقبیل الوتر لکن فی وقف القنیۃ المدرسۃ اذا لم یمنع اہلہا الناس
من الصلوۃ فیہا فہی مسجد اور حدث اکبر یعنی جنابت اور حیض اور نفاس سے حرام ہے جانا مسجد کا اور حرام نہین داخل ہونا عیدگاہ اور جنازہ گاہ کا اور
صوفیون کی خانقاہ اور مدرسہ کا ایسا ذکر کیا ہے مصنف وغیرہ نے حیض مین اور مسائل وتر کے پہلے لیکن قنیہ کی کتاب الوقف مین ہے کہ جب اہل مدرسہ لوگون
کو اُسکے اندر نماز پڑھنے سے مانع نہون تو وہ مدرسہ مسجد ہے ہم تو مدرسہ مذکورہ مین مسجد کے احکام مرعی ہونگے اور فنا مسجد در حکم مسجد ہے جواز اقتدا مین اگرچہ
صفوف متصل نہون نہ دخول کے حرام ہونے مین کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو للعبور خلافا للشافعی الا لضرورۃ بحیث لا یمکنہ غیرہ جنب وغیرہ پر دخول
مسجد کا حرام ہے اگرچہ دخول[1] گذران ہو خلافا للامام الشافعی مگر عبور کرنا مسجد مین جائز ہے ضرورت سے اسطرح پر کہ سوائے مسجد کے اور طرف سے نکلنا
اُسکو ممکن نہین ہم ضرورت کی یہ صورت ہے کہ اُسکے گھر کا دروازہ مسجد مین ہو اور غیر ضرورت کی قید ملا خسرو نے درر مین لگائی ہے اور خوب قید ہے اگرچہ اطلاق
مشائخ کے مخالف ہے صاحب بحر نے کہا اسمین یہ قید لگانا بھی لائق ہے کہ دوسری طرف دروازہ نہین کر سکتا اور اُس گھر کے سوائے اور مکان کے رہنے پر
قادر نہین کذا فی النہر ولو احتلم فیہ ان خرج مسرعا تیمم ندبا وان مکث لخوف فوجوبا ولا یصلی ولا یقرأ اور اگر کسی شخص کو مسجد مین احتلام ہوا تو اگر
مسجد سے جلد نکلا تو اسکو تیمم کرنا مستحب ہے اور اگر مسجد مین ٹھہرا رہا خوف کے سبب سے بدن کا خوف ہو یا مال کا تو تیمم کر لینا واجب ہے اور اس تیمم سے
نہ نماز پڑھے نہ قرآن ہم اس تیمم سے نماز اسواسطے صحیح نہین کہ مسجد کا ٹھہرنا عبادت مقصودہ نہین اور اباحت نماز کے واسطے وہ تیمم شرط ہے کہ عبادت مقصودہ
کے واسطے کیا ہو کذا فی الطحطاوی **ویحرم بہ تلاوۃ قرآن** ولو دون آیۃ علی المختار اور حدث اکبر سے حرام ہے تلاوت قرآن کی اگرچہ آیت سے کم
پڑھے بنا بر قول مختار کے ہم حرمت کی دلیل وہ حدیث ہے جسکو ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور منذری نے اُسکو حسن اور صحیح کہا قال رسول اللہ

[1] یعنی گذران — مسجد مین گذرنے کے لیے

صلی اللہ علیہ وسلم لا یقرأ الحائض ولا الجنب شیئاً من القرآن یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ پڑھے حائض اور نہ جنب کچھ قرآن کو تو یہ اطلاق آیت اور کم آیت دونون کو شامل ہو اور یہی قول ہو کرخی کا اور صاحب ہدایہ نے اسکو تجنیس میں اور قاضی خان نے شرح جامع صغیر میں اور دونون نے اپنے فتاوی میں صحیح کہا ہو اور اسی طرح مبسوط فی اور کافی میں ہو اور صاحب بدائع نے اسکو عامہ مشائخ کی طرف منسوب کیا ہو تصحیح کے ساتھ اس دلیل سے کہ احادیث میں قلیل اور کثیر کی تفصیل نہیں اور طحاوی کی روایت میں آیت سے کم قرآن کا پڑھنا مباح ہو اور صاحب خلاصہ نے اسکو صحیح کہا اور فخر الاسلام نے شرح جامع صغیر میں اور زاہدی نے اکثر مشائخ کی طرف نسبت کیا صاحب بحر الرائق نے بعد حکایت مذکور کے کہا کہ اولی عمل کثیر ہو آیت میں صحیح منافات ہو لیکن منع تلاوت کا قول راجح ہو اسواسطے کہ احادیث میں تفصیل نہیں اور تعلیل نص کے مقابلہ میں مردود ہو اسواسطے کہ لفظ شیئاً کا چنانچہ کافی میں ہو نکرہ ہو سیاق نفی میں تو اوسنے عموم کا فائدہ دیا اور کمتر از آیت بھی قرآن ہو تو اسکی بھی قرات ممنوع ٹھہری پوری آیت کے مانند کذا فی منح الغفار لبقصد الدعاء او الثناء او افتتاح امر او التعلیم ولقن کلمۃ کلمۃ حل یعنے الا صح قرآن کو اداء ذکر کے جنب وغیرہ کو تلاوت کرنا حرام ہو تو اگر آیات قرآنی سے دعا کرنے کا قصد کیا یا ستائش کا یا شروع کرنا کسی کام کا یا تعلیم کا اور ایک ایک کلمہ جدا جدا تعلیم کیا تو اس طرح حلال ہو صحیح تر قول میں ہم عیون میں ہو کہ اگر سورۂ فاتحہ کو پڑھا بطریق دعا کے یا اور آیات کو جنمین دعا کے معنی ہین اور تلاوت کا قصد نہ کیا تو باک نہیں انتہے اور اسی کو حلوانی نے مختار کہا ہو اور صاحب غایۃ البیان نے اور ہندوانی نے کہا کہ مین اسکا فتوے نہین دیتا اگرچہ امام سے مروی ہو کذا فی الطحطاوی حتے لو قصد بالفاتحۃ الثناء فی الجنازۃ لم یکرہ یہانتک کہ فاتحہ سے ستائش کا قصد کرے نماز جنازہ میں تو مکروہ نہیں یعنے قرآن کا پڑھنا اگرچہ نماز جنازہ مین جائز نہیں لیکن اگر بعد سبحانک اللھم کے سورۂ فاتحہ بقصد ثنا پڑھیگا تو جائز ہو یہ تفریع ہو لو قصد بالثناء پر الا اذا قرا المصلی قاصداً الثناء فانہا تجزیہ لانہا فی محلہا فلا یتغیر حکمہا بالقصد مگر جبکہ نماز گزار اپنی نماز مین سورۂ فاتحہ پڑھے ثنا کی نیت کرکے تو وہ قرات اسکو کافی ہو اسواسطے کہ قراءت فاتحہ اپنے مناسب مقام مین ہو تو اوسکا حکم نہ بدلیگا اوسکے قصد کرنے ثنا سے ہم یہ استثنا کلام محذوف سے مرتبط ہو اور تقدیر کلام یون ہو کہ نماز جنازہ مین فاتحہ مکروہ نہیں اسواسطے کہ قصد ثنا سے فاتحہ قرآنیت سے خارج ہوئی مگر اس صورت مین خارج نہیں اور یہ جواب ہو اُس سوال مقدر کا کہ اگر سورۂ فاتحہ کا اخراج قرآنیت سے بقصد ثنا صحیح ہو تو چاہیے فاتحہ پڑھنا ثنا کے قصد سے نماز کامل مین کفایت نکرے حالانکہ وہ کافی ہو شارح نے اسکا جواب دیا کہ نماز کامل مین سورۂ فاتحہ اپنے محل پر ہو تو اب ثنا کا قصد کرنا اُسکے حکم کو بدل نہیں سکتا کذا فی الطحطاوی وسے عن النہر یعنے اور نماز جنازہ مین فاتحہ خوانی بے محل تھی تو وہان قصد ثنا نے حکم کو بدل دیا ومس المصحف مستدرک ہو بعدہ مذکور ما قبلہ ساقط من نسخ الشرح وکانہ سقط لانہ ذکرہ فی الحیض اور حدث اکبر سے حرام ہو چھونا مصحف مجید کا شارح نے کہا کہ مس مصحف کا مسئلہ زائد بے حاجت ہو اسواسطے کہ بعد اسکے یہی مسئلہ مذکور ہو اور وہ اور ما قبل اسکا یعنے مس مصحف اور تلاوت قرآن مصنف کی شرح کے نسخون سے ساقط ہو اور شاید کہ مصنف کا ساقط کرنا شرح سے اسواسطے ہو کہ اسکو حیض کے مسائل مین مصنف نے ذکر کیا ہو ویحرم به طواف لوجوب الطہارۃ فیہ اور حدث اکبر سے بیت اللہ کا طواف کرنا حرام ہو بسبب واجب ہونے طہارت کے طواف مین ہم صحیحین مین مروی ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حالت حیض مین طواف بیت اللہ سے منع کیا اور باقی افعال حج کی اجازت دی اور صاحب ہدایہ نے دخول مسجد کو علت قرار دیا ہو طواف کی حرمت کا فتح القدیر مین کہا کہ اس تعلیل پر اقتصار ادنے نہیں بلکہ طواف مین طہارت واجب ہو تو اگر دوران مسجد نہ ہوتی تو بھی طواف جنب پر حرام ہوتا کذا فی المنح ویحرم بہ ای بالاکبر وبالاصغر مس مصحف ای ما فیہ آیۃ کدرہم وجدار اور حرام ہوتا ہو حدث اکبر اور حدث اصغر سے چھونا مصحف کا مصحف سے بیان مراد وہ چیز ہو جسمین قرآن شریف کی آیت مرقوم ہو جیسا نچہ درہمیہ اور دیوار ہم جنب اور محدث کو مصحف مجید

کا چھونا حرام ہے اگرچہ خط فارسی مین لکھا ہو یہی صحیح ہے باتفاق امام اور صاحبین کے چنانچہ نہر مین ہے تجنیس سے اور حرمت مین موضع کتابت اور
غیر موضع کتابت دونون برابر ہین اور بعضون نے کہا غیر مرقوم کا چھونا درست ہے اور محل خلاف مصحف مجید مین اور غیر مصحف مین اگر آیت لکھی ہو
تو اُسین حرام نہین مگر مرقوم کا چھونا کذا فی باب الحیض من البحر وہل مس نحو التورتہ کذلک ظاہر کلامہم لا اور توریت اور مانند اُسکے جیسا کہ انجیل اور
زبور کا چھونا بھی مصحف کے مانند حرام ہے یا نہین فقہا کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ اُنکا چھونا حرام نہین علم اسی طرح نہر الفائق مین مذکور ہے اور قہستانی
مین ذخیرہ سے منقول ہے کہ توریت وغیرہ مین بیان تحریف اور تبدیل واقع نہین ہوئی اُسکا چھونا بدون طہارت کے مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی الا بغلاف
متجاف غیر مشرز او بصرة به یفتی بکر جدا گانہ غلاف کے ساتھ کہ مصحف پر چپکا نہین مس مصحف حرام نہین یا درم کی تھیلی کے ساتھ اُس درم کا چھونا
جسپر آیت لکھی حرام نہین اسی کا فتوی ہے حرم غلاف جدا گانہ چنانچہ مصحف کا جزدان اور غلاف ملصق اور چپکا چنانچہ مصحف کی چولی تو جزدان کے ساتھ
چھونا جائز ہے اور چولی کے ساتھ جائز نہین اسپر فتوی ہے سراج مین اور کافی مین چولی کے ساتھ بھی چھونے کو صحیح کہا ہے تو یہان دونون قولون کی
تصحیح واقع ہوئی اور آستین کے ساتھ چھونے مین اختلاف ہے تو بموجب کافی کے جائز ہے اور بموجب سراج کے جائز نہین ہدایہ مین اسی کو اصح کہا ہے
اور خلاصہ مین ہے کہ اسی پر اکثر مشایخ ہین اور کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی عن النہر وحل قلبه بعود اور پلٹنا مصحف کے ورق کا
لکڑی سے حلال ہے واختلفوا فی مسه بغیر اعضاء الطہارة وبما غسل منها وفی القراءة بعد المضمضة والمنع اصح اور علما نے اختلاف کیا مصحف کے چھونے
مین غیر اعضاء طہارت سے اور اُنمین سے جسکو دھو لیا اور جنب کے قرآن پڑھنے مین کلی کرنے کے بعد اور جائز نہونا صحیح تر قول ہے اعضاء طہارت سے
اعضاء وضو مراد ہین اسواسطے کہ حدث اکبر مین تمام اعضاء طہارت کے ہین ولا یکرہ النظر الیه ای القرآن لجنب وحائض ونفساء لان الجنابة
لاتحل العین اور قرآن کا دیکھنا جنب اور حیض اور نفاس والی عورت کو مکروہ نہین اسواسطے کہ ناپاکی آنکھ مین نہین گھس جاتی کما لا تکرہ ادعیة
ای تحریما جیسے دعاؤن کا پڑھنا بے طہارت مکروہ نہین یعنے مکروہ بکراہت تحریمی نہین والا فلوضوء لمطلق الذکر مندوب وترکه خلاف الاولے وہو
مرجع کراهة التنزیه اور اگر تحریمی کراہت مراد نہ لیجیے تو صحیح نہین اسواسطے کہ مطلق ذکر کے واسطے دعا ہو یا غیر دعا وضو مستحب کا ترک کرنا خلاف
اولے ہے اور خلاف اولی مآل کار ہے کراہت تنزیہی کا عام اور بعضون کے نزدیک کراہت تنزیہی تو سنت موکدہ کے مقابلہ مین ہے اور خلاف اولی مین
تو اصلا کراہت نہین کذا فی الطحطاوی ولا یکره مس صبی لمصحف ولوح اور مکروہ نہین چھونا لڑکے بے وضو کا مصحف اور اُس تختی کو جسپر
قرآن لکھا ہے ولا بأس بدفعه الیه وطلبه منه للضرورة اذ الحفظ فی الصغر کالنقش فی الحجر اور کچھ ڈر نہین بالغ باوضو کو مصحف کے دینے مین بے وضو
لڑکے کو اور مصحف کے منگانے مین اُس سے چنانچہ بحر الرائق مین ہے مصحف کا دینا لینا جائز ہوا بسبب ضرورت کے اسواسطے کہ یاد کرنا لڑکپن
مین جیسے نقش پتھر مین ہم چونکہ لڑکون سے وضو کروانا ہر وقت مشقت ہے اُنپر اور تا بلوغ تاخیر کرنے مین حفظ قرآن کی تقلیل ہے تو بسبب ضرورت سے
اُنکو مس مصحف اور اُسکا دینا لینا جائز ہوا ولا تکره کتابة قرآن والصحیفة او اللوح علی الارض عند الثانی خلافا لمحمد وینبغی ان
یقال ان وضع علی الصحیفة ما یحول بینها وبین یده یوخذ بقول الثانی والا فبقول الثالث قاله الحلبی اور مکروہ نہین بے وضو کو لکھنا قرآن کا
اسطرح کہ کاغذ یا تختی جسپر لکھتا ہے زمین پر ہو ابو یوسف رح کے نزدیک برخلاف قول محمد رح کے اور یون کہنا مناسب ہے کہ اگر کاغذ پر وہ چیز رکھی جاے
جو درمیان کاغذ اور ہاتھ کے حائل ہو تو ابو یوسف رح کا قول لیا جاے اور اگر یہ نہین ہے تو محمد رح کا قول لیا جاے ایسا کہا ہے حلبی نے الخ اور
دوسری وجہ توفیق یہ ہے کہ ابو یوسف رح کا قول کراہت تحریمی کی نفی پر محمول ہے اور محمد رح کا قول تنزیہی پر بدلیل قول محمد رح احب الی ان
لا یکتب یعنے میرے نزدیک پسندیدہ تر عدم کتابت ہے کذا فی الطحطاوی ویکره له قراءة توریة وانجیل وزبور لان الکل کلام الله وما بدل

ذکر تسمیہ جنب وغیرہ کو مکروہ ہی پس منافی ہے اسکی الا زبور کے اسواسطے کہ سب اللہ تعالی کا کلام ہی اور جن الفاظ مین تبدیل ہوئی اور تحریف
واقع ہوئی یہود و نصاری کی سے وہ معلوم نہین بالخصوص ہم تغیرات پر تین ... تفسیر ہے اس قول پر فتوی منقول ہی کذا فی النہر وجزم العینی فی شرح
المجمع بالحرمۃ اور بعض شرحون مین حرمت قرأت پڑھتین ... باللفظ ... ورنہ الفاظ مین حرمت قرأت کو خاص کیا اسکے ساتھ کہ جن
تبدیل اور تحریف نہین ہوئی لا قراءۃ قنوت یعنی مکروہ نہین جنب وغیرہ کو پڑھنا قنوت کا اسی پر فتوی ہی کذا فی النہر اور مراد کراہت منفی سے کراہت تحریمی
تحریمی ولا اکلہ وشربہ بعد مضمضۃ ... یعنی مکروہ نہین جنب وغیرہ کو کھانا اور پینا ہاتھ اور منہ دھونے کے بعد ولا معاودۃ اہلہ قبل اغتسال الا اذا
احتلم لم یات اہلہ اور مکروہ نہین جنب کو پھر صحبت کرنا اپنی اہلیہ کا نہانے سے پہلے مگر جبکہ جنابت احتلام کے ہونے سے ہوئی ہو تو بدون نہانے کے
اپنی اہلیہ سے صحبت نکرے ہم یہ روایت فتح القدیر مین محیط سے منقول ہی وقال الحلبی ظاہر الاحادیث انما تفید الندب لا نفی الجواز المفاد من کلام
حلبی نے کہا کہ ظاہر احادیث تو دلالت نہین کرتا مگر استحباب ترک جماع پر قبل غسل کے نہ عدم جواز جماع پر جو مستفاد ہوتا ہی فتح القدیر کے کلام سے انتہی
نے کہا کہ یہ طرز شارح کا مناسب نہین اسواسطے کہ تفسیر کا متن پہلے مذکور نہین کر دیا ولا التفسیر کمصحف لا الکتب الشرعیۃ فانہ رخص مسہا بالید لا التفسیر
کما فی الدرر عن مجمع الفتاوی اور تفسیر مصحف کے مانند ہی نہ شرعی کتابین اسواسطے کہ بدون طہارت کے شرعی کتابون مین ہاتھ لگانے کی رخصت دی گئی ہی
نہ تفسیر مین ہاتھ لگانے کی چنانچہ درر مین مجمع الفتاوی سے منقول ہی ہم شرعی کتابون سے مراد چنانچہ حدیث اور فقہ کی کتابین وفی السراج ان استحب
ان لا یاخذ الکتب الشرعیۃ بالکم ایضا تعظیما اور سراج مین کہا کہ مستحب یہ ہی کہ شرعی کتابون کو آستین سے بھی نہ پکڑے تعظیم کی وجہ سے ہم یہ قول مخالف
نہین ہی قول سابق کے اسواسطے کہ استحباب نفی وجوب کے مخالف نہین لکن فی الاشباہ من قاعدۃ اذا اجتمع الحلال والحرام رجح الحرام وقد جوز اصحابنا
مس کتب التفسیر للمحدث ولم یفصلوا بین کون الاکثر تفسیرا او قرآنا ولو قیل بہ اعتبارا للغالب لکان حسنا قلت لکنہ یخالف اطلاق المتون لکن اشباہ مین منجملہ
مسائل اس قاعدہ کے کہ جب حلال اور حرام یکجا ہو تو حرام ہی غالب ہو جاتا ہی اور البتہ ہمارے عالمون نے تفسیر کی کتابون کا چھونا محدث کے واسطے
جائز رکھا اور تفصیل نہین کی تفسیر کے زیادہ ہونے مین یا قرآن مین یعنے یہ نہین کہا کہ اگر تفسیر کی عبارت زیادہ ہو قرآن سے تو جائز ہی اور اگر قرآن
کے الفاظ زیادہ ہون تفسیر سے تو جائز نہین اور اگر اس تفصیل کے قائل ہو جیسے غالب چیز کا اعتبار کر کے تو البتہ خوب بات ہی مین کہتا ہون کہ اشباہ کا
قول مخالف ہی متن کے جو گذر گیا تو اے مخاطب اسمین تامل کر ہم خلاصہ یہ ہی کہ اہل مذہب کی وہ عبارتین مطلق ہین منع اور جواز مین اور ظاہر اشباہ کا یہ
دلالت کرتا ہی کہ جواز مس تفسیر سب علما کا قول ہی تو معلوم ہوتا ہی کہ ماتن نے جو درر کے قول پر اعتماد کیا ہی قابل اعتماد کے نہین بسبب مخالف اجماع
کے اور علامہ نوح نے جوہرہ اور سراج سے نقل کیا کہ کتب تفسیر مین موضع قرآن کا چھونا جائز نہین اور اسکے سوائے کا چھونا درست ہی برخلاف
مصحف کے کہ اسکا بالکل چھونا بے طہارت درست نہین اور فتح القدیر مین ہی کہ مکروہ ہی چھونا کتب تفسیر اور فقہ اور سنن کا اسواسطے کہ یہ کتابین آیات
قرانی سے خالی نہین اور منیۃ المصلی مین ہی کہ مکروہ ہی یعنے محدث وغیرہ کو چھونا تفسیر اور فقہ کی کتابون کا بھی انتہی تو ان روایات سے معلوم ہوا کہ عالمون کا
کلام تفسیر مین کراہت کی وجہ سے ہی نہ منع اور حرمت کے سبب سے تو صاحب درر کا یہ کلام لا التفسیر اسپر محمول ہی کہ تفسیر کا چھونا مرخص نہین بلکہ
مکروہ ہی اور یہ مطلب نہین کہ انکا چھونا حرام ہی جیسا کہ ماتن سمجھا ہی اسواسطے کہ یہین حرمت کی تصریح نہین مین کہتا ہون سب عبارتون سے بہتر وہ
عبارت ہی جو کہ جوہرہ اور سراج مین ہی اسواسطے کہ وہی قواعد فقہی سے موافق تر ہی کذا فی الطحطاوی مختصرا فروع مسائل ملحقہ شارح نے المصحف
اذا صار بحال لا یقرأ فیہ یدفن کالمسلم مصحف جبکہ ایسا بوسیدہ ہو جاوے یا نہایت باریک خط ہو کہ اسمین پڑھا نجاوے تو دفن کیا جاوے مسلمان میت
کی طرح یعنے بطور لحد یا شق کے ویمنع الکافر من مسہ اور کافر کو منع کیا جاوے مصحف کے چھونے سے وجوزہ محمد اذا اغتسل اور کافر کو اسکا چھونا محمد

کرنا مستحب ہے ... صحبت جائز ہے علاوہ اسکے کوئی دلیل ... کی پائی نہین جاتی اور احادیث سے ازواج کے ساتھ صحبت بیک غسل مین ثابت ہے ... جائز کیا ... مصحف ... دفن کیا جاوے

بن حسن نے جائز کہا ہے جبکہ کافر نے غسل کیا ہو ہم ظاہر ایہ قول معتمد نہین کہ شیخین کے مخالف ہے کذا فی الطحطاوی ولا باس بتعلیمہ القرآن والفقہ عسے
ان یہتدی اور مضائقہ نہین کافر کو قرآن اور فقہ کے سکھانے مین شاید کہ راہ راست پر آجاے یعنے مسلمان ہو ہم معلوم ہوا کہ تعلیم قرآن کافر کو بتوقع
ہدایت جائز ہے تو اس زمانہ مین جو بعضے نام کے مسلمان نصاریٰ کو قرآن پڑھاتے ہین نوکری کی طمع سے سو جائز نہین بلکہ بالیقین حرام ہے اسواسطے
کہ نصاریٰ مسلمانون کے الزام دینے کے واسطے سیکھتے ہین اور قرآن مجید کے رد کرنے مین اپنے گمان فاسد مین کتابین تصنیف کرتے ہین حق تعالیٰ
اہل اسلام کو عبرت دے کہ مزید طمع اور حرص سے ایسی بے غیرتی اور بے دینی اختیار نکرین ویکرہ وضع المصحف تحت رأسہ الا للحفظ والمقلمۃ
علے الکتاب الا للکتابۃ اور مکروہ ہے مصحف کا رکھنا اپنے سر کے نیچے مگر حفاظت کی نیت سے درست ہے اور قلمدان کا رکھنا کتاب پر مکروہ ہے
مگر لکھنے کے واسطے جائز ہے یعنے کتابت کی حالت مین ویوضع النحو ثم فوقہ التعبیر ثم الکلام ثم الفقہ ثم الاخبار والمواعظ ثم التفسیر اور صندوق وغیرہ
مین اول رکھی جاوین علم نحو کی کتابین پھر اُنکے اوپر علم تعبیر کی کتابین پھر اُنکے اوپر علم کلام یعنے عقائد کی کتابین پھر اُنکے اوپر فقہ کی کتابین پھر احادیث
اور پند کی کتابین پھر تفسیر کی کتابین ہم لغت کی کتابین نحو کے مانند ہین چنانچہ قنیہ مین ہے اور مصحف کا ذکر نہین کیا اسواسطے کہ وہ فوق الکل ہے
تکرہ اذابۃ درہم علیہ آیۃ الا اذا کسرہ مکروہ ہے پگھلانا اور گلانا اُس درم کا جسپر آیت قرآنی کا سکہ ہے مگر جبکہ درم توڑا جاے تو اب درست ہے
ہم توڑنے سے حروف متفرق ہوگئے تو اب گلانے مین اہانت نہین اور اگر آیت سے کمتر ہے تو بدون توڑنے کے بھی گلانا درست ہے کذا فی
الطحطاوی رُقیۃ فی غلاف متجاف لم یکرہ دخول الخلاء بہ والاحتراز افضل جو تعویذ جداگانہ غلاف مین ہو یعنے تعویذ پر مڑھا نہو تو اُسکا لیجانا پاخانہ
مین مکروہ تحریمی نہین اور پرہیز کرنا یعنی باہر رکھ جانا بہتر ہے ہم علامہ عزیزی کی شرح جامع صغیر مین ہے کہ عالمون کا اجماع ہے اسپر کہ تعویذ اور
افسون تین شرطون کے ساتھ جائز ہے ایک یہ کہ تعویذ اور افسون کلام اللہ اور اُسکے صفات سے ہو اور دوسری یہ کہ عربی زبان مین ہو یا
اُس زبان مین جسکے معنی معلوم ہون تیسری یہ کہ یہ عتقاد ہو کہ افسون بالذات متاثر نہین بلکہ بتقدیر الٰہی اثر کرتا ہے اور قرطبی نے کہا کہ رُقیہ یعنے
افسون تین قسم ہے ایک قسم وہ جسکا مطلب اور معنی معلوم نہین تو اُس سے پرہیز کرنا واجب ہے کہ مبادا اُسمین شرک ہو دوسری قسم یہ ہے کہ بکلام الٰہی
اور بصفات ربانی ہو تو جائز ہے پھر اگر احادیث مین منقول ہے تو وہ مستحب ہے تیسری قسم یہ کہ اسمار ربانی کے سوا فرشتہ یا ولی یا جلیل القدر
مخلوقات چنانچہ عرش کے نام سے ہو تو اس سے پرہیز واجب نہین اور نہ ایسکا شرع مین حکم ہے تو اسکا ترک کرنا بہتر ہے مگر یہ کہ متضمن تعظیم ہو چنانچہ
حلف بغیر اللہ تو اب پرہیز کرنا لائق ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا یجوز رمی برایۃ القلم الجدید ولا ترمی برایۃ القلم المستعمل لاحترامہ کحشیش المسجد
وکناستہ ولا تلقی فی موضع یخل بالتعظیم اور جائز ہے نئے قلم کا تراشا پھینکنا اور نہ پھینکا جاے مستعمل قلم کا تراشا اُسکی حرمت اور تعظیم کی وجہ سے
جیسے مسجد کی گھاس اور کوڑہ اور نہ ڈالا جاے ایسے مقام مین کہ مخل ہو اُسکی تعظیم کا مستعمل لکھنے والے قلم کی تراشے کی تعظیم اس جہت سے کہ قلم سے
اسمار ربانی اور انبیا اور ملائکہ علیہم السلام کے اسمار مبارک لکھے جاتے ہین علاوہ یہ ہے کہ حروف کو بذاتہ خود احترام ہے اور قلم جدید کے تراشے
مین یہ بات نہین کذا فی الطحطاوی ولا یجوز لف شئ فی کاغذ فیہ فقہ وفی کتب الطب یجوز ولو فیہ اسم اللہ تعالیٰ والرسول فیجوز محوہ لیلف فیہ شئ
اور جائز نہین لپیٹنا کسی چیز کا اُس کاغذ مین جسمین فقہ کے مسائل لکھے ہون اور طب کی کتابون مین لپیٹنا جائز ہے اور اگر اسمین اللہ تعالےٰ
اور رسول کریم کا نام ہو تو اُسکا مٹانا کسی چیز کے لپیٹنے کے واسطے جائز ہے ومحو بعض الکتابۃ بالریق یجوز اور بعضے لکھے حرفون کا مٹانا لعاب دہن
سے جائز ہے ہم بعض کی قید سے اللہ تعالیٰ کا نام پاک اور قرآن خارج ہو گیا چنانچہ اسکی تصریح مذکور ہوتی ہے وقد ورد النہی عن محو اسم اللہ
بالبزاق اور البتہ نہی وارد ہے اللہ تعالےٰ کے نام مٹانے مین تھوک سے وعنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام القرآن احب الی اللہ تعالےٰ

ف ترتیب وضع کتب

ف تعویذ کونسا درست ہے

ف مسجد کا کوڑہ پھینکنا بے تعظیم جگہ مین درست نہین

[illegible]

[illegible] ... جو مسجد [illegible] ... [illegible]

[illegible] ... [illegible]

[illegible] ... اور اسکے سوا [illegible] ... [illegible]

[illegible] ... [illegible]

[illegible] ... اور بعضون نے کہا کہ [illegible] ... [illegible]

اور قنیہ کی کتاب [illegible] ... [illegible] ... کراہت کو [illegible]

تعظیم اور حفاظت کرنے سے جسپر المالک لکھا ہو [illegible] ... یا نہین [illegible] ... ایک ہی المراقی وجد ما المراح کا تیرہ

اور یہ کہ بچھونون اور جانماز مسجد کی دیوارون پر لکھا پایا جاتا ہو [illegible] ... ہے یا نہین جواب اسکا [illegible] ... باب الوتر والنوافل سے

پہلے شارح نے فروع مین لکھا ہو کہ مسجد کی دیوارون پر لکھنا لائق نہین اور منہاج مین ہو کہ قرآن کا لکھنا محراب اور دیوارون پر خوب نہین مقصود کتابت

اور پانون پڑنے کے خوف سے کذا فی الطحطاوی قبیل الوتر

باب المیاہ

یہ باب ہو پانیون کے مسائل مین ہم اب اسکا بیان شروع کیا جس سے طہارت حاصل ہوتی ہو اصطلاح مین باب طہارت ہو ان مسائل نجاست جیسے احکام

ماقبل اور مابعد جداگانہ ہین اور بود مترجم کہتا ہے اور شامل نہین کذا فی النہر جمع ما بالمد وتقیہ واصلہ موہ قلبت الواو الفا والہاء ہمزۃ میاہ جمع ہو ما کی

ساتھ مد کے یعنے جسمین الف کے بعد ہمزہ ہو اور گاہ ہے اسکو بے ہمزہ بھی بولتے ہین اصل ما کی موہ ہو واو کو الف سے بدلا اور ہاء ہوز کو ہمزہ سے وہ جسم

لطیف سیال ہو میاہ کل نام اور پانی جسم لطیف ہو یعنی غائبا بصارت کو حاجب نہین اور پینے والا ہو جس سے ہر زندہ چیز کی زندگی ہو یعنی حیوان اور

نبات کی یرفع الحدث مطلقا بماء مطلق وہو ما یتبادر عند الاطلاق مطلق حدث یعنے حدث اکبر اور اصغر دور کیا جاتا ہو مطلق پانی سے اور

مطلق پانی وہ ہو جو شتابی ذہن مین آجاوے جبکہ پانی کا لفظ بولا جاے بدون اضافت کے ہم منح الغفار مین ہو کہ مطلق پانی وہ ہو جو باقی ہو اپنے

پیدایشی اوصاف پر اور اسمین نجاست نہین ملی اور نہ کوئی اور چیز اسپر غالب ہوگئی آتی اسکا اور شارح کی تعریف کا ایک ہی مطلب ہو کماء سماء

واودیۃ وعیون وآبار وبحار وثلج مذاب بحیث یتقاطر وبرد وجمد وندا مطلق پانی جیسے آسمان کا پانی اور رودون کا اور چشمون کا اور کنوؤن

اور دریاؤن کا پانی اور پگھلا برف ٹپکتا اور اولا اور یخ یعنے پالا اور اوس ہم آسمان کے پانی مین اگرچہ اضافت ہو مگر یہ اضافت تشریفی ہو برخلاف

مقید پانی کے اسواسطے کہ اسمین قید لازم ہو یعنی بدون قید وہ نہین بولا جاتا جیسا ماء الورد یعنے گلاب کا پانی کذا فی البحر اور اسی طرح تربوز کا پانی

اودیہ جمع ہو وادی کی اور وادی لغت مین اس کشادگی کا نام ہو جو پہاڑون اور ٹیلون کے درمیان ہو اور یہان مراد جنگل کا پانی ہو جو بارش کے

پانی سے سائل ہو کر جمع ہو جاے جیسے ندی اور نالہ اور جھیل کا پانی فارسی مین اسکو رود کہتے ہین ہذا التقسیم باعتبار ما یشاہد والا فالکل من السماء لقولہ

تعالی الم تر ان اللہ انزل من السماء ماء الآیۃ والنکرۃ ولو مثبتۃ فی مقام الامتنان تعم اور یہ تقسیم پانیون کی ظاہر نظر کے اعتبار کرنے سے ہو اور

اگر ظاہر نظر کا اعتبار نکیجیے تو سب پانی حقیقت مین آسمان سے اترے مین حق تعالے کے اس قول کی دلیل سے کہ تو نے کیا نہین دیکھا کہ اللہ نے

آسمان سے پانی اتارا الی آخر الآیۃ اور نکرہ اگرچہ مثبت ہو احسان جتانے کے مقام مین عام ہو جاتا ہو ہم اسم نکرہ اسکو کہتے ہین جو معین

باب المیاہ [illegible]

چیز کے واسطے موضوع ہو چنانچہ مرد اور عورت اور پانی سو عرب کا قاعدہ یہ ہے کہ نکرہ نفی کے بعد عام ہوتا ہے یعنے اپنے سب افراد کو شامل ہو جاتا ہے لیکن
اثبات مین نکرہ ہر جگہ عام نہین ہوتا بلکہ مقام امتنان مین عام ہوتا ہے سو اس آیت شریف مین کہ احسان جتانے کا مقام ہے لفظ ماء کا کہ نکرہ مثبت ہے
سب پانیون کے اقسام کو شامل ہو گیا کیونکہ اگر عموم پر دلالت نکرے تو مطلب فوت ہوتا ہے وماء زمزم بلا کراہۃ وعن احمد یکرہ اور چاہ زمزم
کے پانی سے حدث اکبر اور اصغر دور کیا جاتا ہے بدون کراہت کے اور امام احمد بن حنبل سے کراہت منقول ہے ہر چند زمزم کنوون مین داخل تھا
لیکن ماتن نے اسکو بالخصوص ذکر کیا اُسکی شرافت کی وجہ سے اور اختلاف کے سبب سے وبماء قصد تشمیسہ بلا کراہۃ اور اُس پانی سے طہارت
درست ہے جو قصداً دھوپ مین رکھا گیا بدون کراہت کے وکراہتہ عند الشافعیۃ طبیۃ اور دھوپ کے گرم پانی کی کراہت شافعیون کے نزدیک
طب کی راہ سے ہے اسواسطے کہ مورث برص ہے وکرہ احمد المسخن بالنجاسۃ اور مکروہ سمجھا ہے احمد بن حنبل نے اُس پانی کو جو نجاست سے گرم کیا گیا
وبرفع بماء ینعقد بہ ملح لا بماء حاصل بذوبان ملح لبقاء الاول علی طبیعتہ الاصلیۃ وانقلاب الثانی الی طبیعۃ الملحیۃ اور حدث دور ہوتا ہے اُس
پانی سے کہ جمتا ہے اُس سے نمک یعنی اُسمین جمکر نمک ہو جانے کی استعداد ہے نہ اُس پانی سے جو نمک گھل کر پانی ہو جاتا ہے بسبب باقی رہنے پہلے پانی کے
اپنی اصلی پیدایشی طبیعت پر اور بسبب بدل جانے دوسرے پانی کے نمک بنجانے کی طبیعت کی طرف ہے تو نمک پگھلنے کے بعد وہ پانی ایسا ہو گیا جیسے
سونے اور چاندی محلول کا پانی نمک کا پانی گرمی مین جمتا ہے اور سردی مین پگھلتا ہے بر خلاف اور پانی کے ولا بعصیر نبات ای اعتصر من شجر او
ثمر لانہ مقید اور نہ روئیدگی کے پانی سے یعنے جو پانی کہ درخت اور پھل سے نچوڑا گیا چنانچہ کیلے کے درخت سے اور تربوز سے اسواسطے کہ وہ مقید پانی ہے
یعنے ازالہ حدث کے واسطے مطلق پانی شرط ہے نہ مقید اور اگر مطلق پانی نہ ہو اور کیلے یا تربوز کا پانی ہو تو اُس سے جائز نہین تیمم کرنا چاہیے کذا فی البحر
بخلاف ما یقطر من الکرم ای الفواکہ بنفسہ فانہ یرفع الحدث وقیل لا وہو الاظہر کما فی الشرنبلالیۃ عن البرہان برخلاف اُس پانی کے جو انگور کے درخت
یا پھلون سے خود بخود ٹپکتا ہے بہار کے موسم مین اسواسطے کہ وہ دور کرتا ہے حدث کو اور بعضون نے کہا کہ وہ رافع حدث نہین اور یہی عدم جواز کا قول ظاہر تر ہے
چنانچہ شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہے جو پانی کہ درخت اور پھل سے لوگون نے نچوڑا اور ٹپکایا وہ بالاتفاق رافع حدث نہین اور جو کہ درخت یا
پھل سے خود بخود ٹپکا اُسمین اختلاف ہے ماتن نے باتباع صاحب ہدایہ جواز رفع حدث کو اختیار کیا طحطاوی نے بحر الرائق سے نقل کیا عدم جواز بہت
کتابون مین مصرح ہے اور قاضی خان اور صاحب محیط اور کافی نے اسی قول پر اقتصار کیا ہے اور شرح منیہ مین ہے کہ عدم جواز اشبہ ہے تو یہی قول اولی ٹھہرا
کمال امتزاج کی وجہ سے واعتمدہ القہستانی فقال واعتصار یعم الحقیقی والحکمی کماء الکرم وکذا ماء الدابوغۃ والبطیخ بلا استخراج وکذا نبیذ التمر اور عدم جواز پر
اعتماد کیا ہے قہستانی شارح نقایہ نے سو یون کہا کہ اعتصار یعنی نچوڑنا شامل ہے اعتصار حقیقی کو چنانچہ کوٹ کر یا داب کر پانی نکالنا اور اعتصار حکمی
جیسے انگور کے درخت کا پانی کہ خود بخود ٹپکتا ہے اور انگور کے پانی کے مانند ہے دابوغہ اور خربزے کا پانی جو خود بخود نکلا بدون نکالنے کے اور اسیطرح ہے شربت
خرما کا ہم حلبی محشی نے کہا کہ مین نے تفسیر دابوغہ اپنے پاس کے کتب لغت مین نہین پائی طحطاوی نے کہا کہ ایک شخص ساکن بلدۂ خلیل علیہ الصلوۃ والسلام
نے مجھسے کہا کہ وہان کے لوگ زمین سے جڑین نکالتے ہین اور پانی مین رکھتے ہین وہ پانی سرخ ہو جاتا ہے اس سے کھال کی دباغت کرتے ہین اُسکو دابوغہ بولتے
ہین انتہی مین کہتا ہون مخزن الادویہ کی فرہنگ مین دربوقہ کو بطیخ ہندی یعنی تربوز لکھا ہے ظاہرا یہی مناسب مقام ہے شاید کہ دابوغہ معرب ہو دربوقہ کا
واللہ اعلم ولا بماء مغلوب بشیء طاہر اور طہارت جائز نہین اُس پانی سے جو مغلوب ہو گیا پاک چیز کے ملجانے سے ہم مغلوب ہو گیا یعنی اپنی طبیعت اور
اصل خلقت سے خارج ہو گیا چنانچہ شربت اور سرکہ اور گلاب اور باقلا کا مطبوخ پانی اور شوربا اسواسطے کہ ان چیزون سے پانی کا نام زائل ہو گیا مغلوب کی
قید اسواسطے لگائی کہ اگر پانی مغلوب نہو بلکہ غالب ہو تو طہارت جائز ہے چنانچہ آگے آویگا دریافت کر کہ اس مقام مین کتب فقہ کی عبارتین مختلف ہین تو قاعدہ کلیہ چاہیے

اس سے حقیقت حال معلوم ہو وہ تو صرف یہ ہو کہ تعریف میں لفظ مطلق کا زوال مطلق باتفاق متعارف ہے تو پانی یہ مشترک ہے الا شیخ ابن الہمام شرح نقایہ میں
شارح اس قید کو بیان کرتا ہو اور مختصر میں نہ شرح وہ یہ ہے کہ پانی بطبیعت اپنی رقت اور سیلان پر باقی رہے اور جب یہ دونون مٹ گئے
قوت نفوذ کی طبیعت ہو وہ بھی دونون مٹ گئی یہی مطلب ہو لا الغلبۃ الا بزوال الاسم مشروب بنا ہے غالب ہونا کہ کسی چیز کا پانی پر وہ صورت ہے کہ ہو پانی ثابت
اختلاط کے سبب سے ہو کہ حاصل ہوا ہو رقت اور سیلان سے ثابت اختلاط کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اشیا داخل ہو اور رقت سے واسطے
حصول مقصد کے زمین کے پانی میں ملائے جاتے ہیں مقصود ہو کمال اختلاط
حاصل ہوتا ہو پانی کے پکانے میں اس چیز کے ساتھ صاف کرنا اور میل چھڑانا مقصود ہو جیسے پانی اشنان کا پکا ہوا دو قسم ہو ایک یہ کہ میل
صاف کرنے کے واسطے ہو جیسا کہ اشنان اور صابون اور بیری کے پتے اور خطمی کہ غسل میت کے واسطے پکاتے ہیں طہارت کا مانع نہیں
اور سیلان اسکا باقی نہ رہے تو اب اس پانی سے وضو اور غسل جائز نہیں دوسری قسم پکانے کی جو کہ میل صاف کرنے کے واسطے نہیں جیسا کہ شوربا
اختلاط مانع طہارت ہو اگرچہ وہ سائل اور رقیق ہو یہ دوسری صورت ہو کمال اختلاط کی واما الغلبۃ بالمخالط فان کان جامدا فبثخانتہ ما لم یزل الاسم کنبیذ التمر
مغلوب ہونا پانی کا کسی چیز ملانے والی کے سبب سے ہو اور اگر وہ چیز ملانے والی بستہ اور گاڑھی ہو تو اسکا غالب ہونا پانی پر پانی کے گاڑھے ہونے
سے ہو تا وقتیکہ پانی کا نام زائل نہ ہو گیا ہو جیسا کہ شربت خرما کا یہ دوسری طرح ہو پاک چیز کے غالب ہونے کے پانی پر نبیذ تمر یعنی شربت خرما
کہ خرما پانی میں تر کرتے ہیں پانی میٹھا ہو جاتا ہو اسکو خرما کا شربت کہتے ہیں پانی نہیں بولتے تو گاڑھا ہونے سے پہلے پانی مغلوب ہو گیا نام کے بدلنے
نسبت سے تو اب غلبہ گاڑھے ہونے پر موقوف نہ رہا اس سے وضو کرنا جائز نہیں خانیہ میں ہو کہ عدم جواز وضو شربت خرما سے امام اعظم رح کا پچھلا قول ہو
ولو مائعا فلو مبائنا لاوصافہ فبتغییر اکثرہا اور اگر ملانے والی چیز پانی میں سائل اور رقیق ہو تو اگر پانی کے سب اوصاف کی مخالف ہو تو غلبہ اسکا ثابت ہوتا ہو
پانی کے اکثر اوصاف کے بدل جانے سے ہم پانی کے مخالط یعنی ملانے والی چیز دو قسم ہو بستہ اور سائل بستہ کا بیان ہو گیا اب سائل کا بیان شروع ہوا
سائل کی تین صورتین ہین یا وہ سائل پانی کی سب صفات سے مخالف ہو یا بعض سے یا سب صفات کے موافق اور مماثل ہو پانی کی تین صفتیں ہین
ایک رنگ دوسرے مزہ تیسرے بو سو سرکہ پانی کی تینون صفت کے مخالف ہو تو اگر سرکہ پانی میں ملا اور اسکی دو صفت میں تغیر ہوا یعنے رنگ اور مزہ میں یا
مزہ اور بو میں یا رنگ اور بو میں تو غلبہ اسکا پانی پر ثابت ہو گیا او موافقا کاللبن فباحدہا یا سائل چیز پانی کی بعضی صفت سے موافق ہو اور بعضے سے مخالف ہو
جیسے کہ دودھ کہ بو ہونے میں پانی کے موافق ہو اور مزے اور رنگ میں مخالف ہو تو غلبہ اسکا پانی پر ایک مخالف صفت کے متغیر ہو جانے سے ہو تو اگر دودھ کا رنگ
یا مزہ پانی پر غالب ہو گیا تو وضو جائز نہیں ورنہ جائز ہو اور اسی طرح تربوز کا پانی مزے میں پانی کے مخالف ہو تو اسمین غلبہ مزے کی وجہ سے معتبر ہو گا طحطاوی نے
کہا اگر شارح او کشیئا لبعض الاوصاف کہتا تو بہتر ہوتا اور بعضی نسخہ میں فباحدہا بصیغہ تثنیہ ہو تو ضمیر کا مرجع مذکور نہیں او مماثلا کالمستعمل فبالاجزاء فان المطلق اکثر
من النصف جاز التطہیر بالکل والا لا یا سائل پاک چیز پانی کے برابر اور مانند ہو سب تینون صفات میں جیسا کہ مستعمل پانی تو غلبہ اسکا پانی پر اجزا کے حساب سے ہو
تو اگر مطلق پانی وزن میں نصف سے زیادہ ہو تو طہارت کرنا اس تمام مخلوط پانی سے جائز ہو اور اگر مطلق پانی وزن میں کم ہو مستعمل پانی سے یا برابر تو جائز نہیں ہم نے
مستعمل کی طہارت بنا بر قول مفتی بہ معتمد کے ہو اور یہی حکم ہو عرق گاؤزبان اور عرق گلاب کا جسکی بو باقی نہ رہی ہو اور اگر آب مستعمل مطلق پانی کے برابر ہو نہ زیادہ نہ کم تو یہ
ظاہر الروایۃ میں مذکور نہیں بدائع میں ہو کہ فقہا نے کہا ہو کہ اسکا حکم مغلوب پانی کے برابر ہو احتیاط کی راہ سے کذا فی الطحطاوی عن البحر وبدایع الملتقی والملاقی اور یہ یعنی جو حکم
مذکور ہوا آب مستعمل میں وہ عام ہو اس پانی مستعمل کو جو ڈالا گیا مطلق مطہر پانی میں اور اسکے ساتھ مل گیا اور اس مطلق مطہر پانی کو جسمین کوئی شخص جنب یا بے وضو غوطہ مارا
کذا فی الطحطاوی عن البحر یعنی ان دونون صورتون میں اگر آب مطلق نصف سے زائد ہو تو طہارت جائز ہو ورنہ جائز نہیں نفی النساقی بحوز التوضی واللہ اعلم

تساوی المستعمل علی ما حققہ فی البحر والنہر والمنح تو وضو کرنا صغیر حوضون مین جائز ہی جبتک مستعمل کا برابر ہونا آب طہور کے ساتھ معلوم نہو یہ قاعدہ ہی بنا بر
اُس تحقیق کے جو بحرالرائق اور نہرالفائق اور منح الغفار مین مذکور رہا ہم یہ تفریع ہی اس قول متقدم پر کہ وضو جائز ہی اگر مطلق پانی اکثر ہو ورنہ جائز نہین
بحرالرائق مین کہا اور اسپر دلیل وہ ہی جو شیخ سراج الدین قاری ہدایہ نے اپنے فتاوے مین جسکو اُنکے شاگرد صاحب فتح القدیر نے جمع کیا ہی کہ کسی نے
اُنسے سوال کیا فسقیہ صغیرہ سے جسمین لوگ وضو کرتے ہین اور اُسمین مستعمل پانی گرتا ہی اور ہر روز اُسمین نیا پانی نازل ہوتا ہی اُسمین وضو کرنا جائز ہی یا نہین
تو جواب دیا کہ جب اُس حوض مین سوائے پانی مذکور کے اور کوئی چیز واقع نہین ہوئی تو کچھ ضرر نہین انتہی یعنی اگر اسمین نجاست پڑیگی تو وہ ناپاک ہو جائیگا
صغیر ہونے کے سبب سے کذا فی الطحطاوی قلت لکن الشرنبلالی فی شرح الوہبانیۃ فرق بینہما فراجعہ متاملا لیکن شرنبلالی نے وہبانیہ کی شرح مین ملقی اور
ملاقی مین تفرقہ کیا ہی تو اُسکی طرف رجوع کر غور و تامل کے ساتھ ہم خلاصہ کلام شرح وہبانیہ یہ ہی کہ قلیل مستعمل کے ملنے سے کثیر مطلق مستعمل نہین ہو جاتا
اور بدن کی ملاقات سے تمام پانی حکما مستعمل ہو جاتا ہی انتہی لیکن اس توہم کو صاحب بحر نے ذکر کیا اور اُسکی طرف التفات نہین کیا سو یون کہا کہ جب
تجھکو یہ معلوم ہوا تو ظاہر ہو گیا اُس شخص کے قول کا ضعیف ہونا جو ہمارے زمانہ مین کہتا ہی کہ آب مستعمل جب ڈالا جاے آب مطلق مین اور حالانکہ مطلق
غالب ہی تو وضو سارے پانی سے جائز ہی اور جبکہ وضو کیا فسقیہ یعنے صغیر حوض مین تو سب مستعمل ہو گیا اسلیے کہ دونون مسئلون مین کچھ فرق نہین اور یون فرق
کرنا کہ وضو مین استعمال سارے پانی مین شائع ہو جاتا ہی برخلاف ڈالنے کے مدفوع ہی اسطرح پر کہ شیوع اور اختلاط دونون صورتون مین برابر ہی تو من جہۃ
الحکم دونون صورتون مین کچھ فرق نہین معلوم ہوتا الحاصل فساقی صغار یعنے چھوٹے حوضون سے وضو کرنا جائز ہی جبتک اُسکا گمان غالب نہو کہ آب مستعمل
اکثر یا مساوی ہی اور وقوع نجاست کا گمان غالب نہو انتہی از بسکہ ملقی اور ملاقی مین کچھ فرق ظاہر نہین اسی واسطے شارح نے اسکی طرف بلفظ تامل اشارہ
کر دیا کذا فی الطحطاوی ویجوز رفع الحدث بما ذکر فان مات فیہ ای الماء ولو قلیلا غیر دموی کزنبور و عقرب و بق ای بعوض وقیل بق الخشب در جائز ہی
دور کرنا حدث کا مطلق پانی کے اُن اقسام سے جنکا بیان گذر گیا اگرچہ وہ پانی قلیل ہو گو کہ اُسمین مرگیا ہو وہ جانور جسمین خون سائل نہین چنانچہ بھڑ اور بچھو
اور بق یعنی مچھڑ اور بعضون نے کہا بق سے مراد لکڑی کا کیڑا ہی وفی المجتبے الاصح فی علق مص الدم انہ یفسد ومنہ یعلم حکم بق و قراد و حلم اور مجتبی مین صحیح تر حکم ہی
جونک کا جسنے خون کو چوسا اور قلیل پانی مین مرگئی یہ ہی کہ وہ پانی فاسد ہوتا ہی یعنے ناپاک ہو جاتا ہی اور اسی ترجیح سے معلوم ہوتا ہی حکم مچھڑ اور چھوٹی چیچڑی اور
بڑی چیچڑی کا یعنی اگر مچھڑ اور چیچڑی خون پی کر قلیل پانی مین مرجاے تو پانی ناپاک ہو گا جیسے خون کی چوسی ہوئی جونک کے مرنے سے ناپاک ہوتا ہی قول اصح
مین اسلیے کہ جونک اور مچھڑ مین خون ذاتی نہین مستعار ہی کذا فی النہر وفی الوہبانیۃ دود القز و ماءہ و بزرہ و خرءہ طاہر کدودۃ متولدۃ من نجاسۃ اور وہبانیہ مین ہی
کہ ریشم کا کیڑا اور اُسکا جوشیدہ پانی اور اُسکے انڈے اور بیچال پاک ہی جیسے نجاست کا پیدا ہوا کیڑا پاک ہی ہم پانی سے وہ پانی مراد ہی جسمین ریشم کے کیڑے اوٹائے
جاتے ہین ریشم کے نکالنے کے واسطے کذا فی الحلبی و مائی مولد ولو کلب الماء او خنزیرہ کسمک و سرطان و ضفدع اور اگرچہ آب مطلق قلیل مین وہ جانور
مرگیا ہو جسکی پیدائش کا مکان پانی ہی چنانچہ مچھلی اور کیکڑا اور مینڈک اگرچہ پانی کا کتا اور سور ہو ہم مصنف نے صاحب ہدایہ کی پیروی کر کے دو مسئلہ بیان
ٹھہرائے ایک اُس جانور کا جسمین خون سائل نہین دوسرے وہ جانور جو پانی مین پیدا ہوتا ہی اور کنز کی طرح یون نہ کہا کہ بموت مالا دم لہ الخ اسواسطے کہ کنز پر اعتراض
لگتا ہی اُس جانور کا جو پانی مین پیدا ہوتا ہی اور وہین رہتا ہی اور اُسمین خون سائل ہی اسواسطے کہ ظاہر الروایۃ مین اُنکی موت مین پانی نجس نہین ہوتا لہذا مصنف
نے دونون صورتون کو جمع کر دیا بحر رائق مین کہا کہ پانی کے کتے مین مشائخ کا اختلاف ہی بلا ترجیح چنانچہ معراج الدرایۃ مین ہی لیکن خلاصہ مین ہی کہ پانی کا کتا
اور پانی کا سور جب پانی مین مرجاوین تو اسپر فقہا کا اجماع ہی کہ پانی فاسد نہین ہو جاتا تو شاید کہ قول ضعیف کا اعتبار نہین کیا کذا فی الطحطاوی الا بریا لہ دم
سائل و ہو ما لا سترۃ لہ بین اصابعہ فیفسد فی الاصح کحیۃ بریۃ ان لہا دم الا اذا مگر جنگلی مینڈک مین خون سائل ہوتا ہی اور جنگلی وہ ہی جسکی انگلیون کے درمیان مین

ملہ شامی نے فتاوی سے نقل کیا کہ بق بچھو اور کھٹمل کو کہتے ہین اور بق الخشب سے مراد کھٹمل ۱۲

پیدا وہ نہین ہوتا بلکہ مانند قورباغہ کی موت سے پانی فاسد یعنی نجس ہوجاتا ہو صحیح تر قول مین جیسے خشکی کے سانپ کی موت سے پانی نجس ہوجاتا ہو اگر اُسمین
خون سائل ہو اور اگر خون نہو یا خون سائل نہو تو ناپاک نہین ہوتا وکذا الحکم فی حیوانات الماء اذا ماتت خارجہ والقی فیہ فی الاصح
یہی البحر اور یہی المنح کا حکم ہو یعنے پانی ناپاک نہین ہوتا اگر مر گیا وہ جانور جو مر گیا پانی سے باہر اور پانی مین ڈالا گیا صحیح تر قول مین تو اگر پانی کے
مینڈک کے مانند جانور وغیرہ مر گیا تو بعضون سے جائز ہو یعنا اُسکا جائز نہین اُسکے گوشت کے حرام ہونے سے ہم مینڈک کے مانند وہ جانور ہو جو ناپاک نہین
کرتا اُسکا حرام ہو و نجس الا الخنزیر ہو ... مائی معاش بری مولد فی الاصح کبط و اوز ناپاک ہوتا ہو تو وہ پانی صحیح تر قول مین اُس جانور کے مرنے سے
ہو پانی ... خشکی مین پیدا ہوتا ہو جیسا بط اور مرغابی بلحاظ پانی کی چیزون مین تصحیح مختلف ہو لیکن شرح جامع صغیر قاضی خان کی تصحیح موجہ تر ہو لہذا ان سے
اس پر اعتماد کیا کذا فی المنح وحکم سائر المائعات کالماء فی الاصح اور پانی کے سوا باقی سائل چیزون کا حکم پانی کے مانند ہو صحیح تر قول مین یعنی وقوع نجاست
سے قلیل فاسد ہوتا ہو نہ کثیر حتی لو وقع بول فی حوض عشر فی عشر لم یفسد یہانتک کہ اگر آدمی کا پیشاب پڑا اُس حوض مین جسمین دہ در دہ ہو کسی چیز کا تو وہ فاسد یعنی
ناپاک نہوگا جیسے اتنا پانی ناپاک نہین ہوتا ولو سال دم رجلہ مع العصیر لا ینجس خلافا لمحمد ذکرہ القہستانی وغیرہ اور اگر پانون کا خون بہا رس کے ساتھ یعنی جاری
رس کے ساتھ کذا فی الطحطاوی تو وہ ناپاک نہوگا برخلاف محمد کے ایسا ذکر کیا ہو قہستانی وغیرہ نے ہم انگور وغیرہ کا پانون سے داب کر رس نچوڑتے ہین تو اگر
پانون کا خون جاری رس کے ساتھ بہیگا ناپاک نہوگا جیسے آب روان کے ساتھ خون کا بہنا ناپاک نہین کرتا وبتغیر احد اوصافہ من لون او طعم او ریح ینجس
الکثیر اور ایک وصف کے بدلنے سے پانی کے تین اوصاف مین سے کہ رنگ اور مزہ اور بو ہو ناپاک ہوجاتا ہو بہت پانی اور اسی طرح رسم شارح نے کثیر کا
لفظ ذکر کرکے اشارہ کیا کہ ینجس کا لفظ فعل مضارع ہو اور کثیر اُسکا فاعل ہو سو یہ بات ٹھیک نہین بلکہ حق یہ ہو کہ قولہ وبتغیر عطف ہو بموت مائی پر تو وہ
متعلق ہو ینجس بموت مائی کا جسکو شارح مضارع سمجھتا ہو وہ جار مجرور ہو یعنے بائے جارہ ہو نہ یائے تحتانیہ اور یہ جار مجرور متعلق ہو تغیر کا تو مطلب یہ ہو کہ ناپاک
ہوجاتا ہو پانی ایک وصف کے متغیر ہونے سے بسبب واقع ہونے نجاست کے اور شارح کے بیان مین یہ خلل ہو کہ فاعل کا حذف کرنا بدون قرینہ جائز
نہین اور یہ بھی معلوم نہین ہوتا کہ پانی کا تغیر کس چیز سے ہوا پاک سے یا ناپاک سے کذا فی الطحطاوی مختصرا ولو جاریا اجماعا ایک صفت کا بدلنا نجاست
سے پانی کو نجس کرتا ہو اگرچہ جاری اور بہتا ہوا پانی ہو بالاتفاق ہم علما کا اسپر اجماع اور اتفاق ہو کہ جب پانی کا ایک وصف بھی نجاست سے بدل گیا
اس سے طہارت جائز نہین خواہ پانی قلیل ہو یا کثیر جاری ہو یا غیر جاری اسی طرح منقول ہو ہم حنفیون کی کتابون مین اور امام نووی شافعی نے
بھی شرح مہذب مین اسی طرح نقل کیا ہو اور اگر نجاست سے تغیر نہین ہوا تو اتفاق ہو عامہ علما کا اسپر کہ قلیل ناپاک ہوجاتا ہو نہ کثیر لیکن حد قلیل اور
کثیر مین اختلاف ہو چنانچہ آگے معلوم ہوگا کذا فی البحر والمنح اما القلیل فینجس وان لم یتغیر خلافا لمالک اور قلیل پانی تو ناپاک ہوجاتا ہو نجاست کے واقع
ہونے سے اگرچہ پانی کا رنگ یا مزہ یا بو نہ بدلے برخلاف امام مالک کے مذہب کے ہم امام مالک کا یہ مذہب ہو کہ وقوع نجاست سے قلیل پانی مین
نجس نہین ہوتا جب تک کہ رنگ یا مزہ یا بو اُسکی متغیر نہو لیکن اسپر اعتراض وارد ہوتا ہو کہ جو پانی متغیر نہو وہ کثیر ہو امام مالک کے نزدیک نہ قلیل
کذا فی البحر ولا التغیر بطول مکث ناپاک نہین ہوتا پانی اگر اُسکا مزہ وغیرہ بدل گیا زیادہ ٹھہرنے سے فلو علم نتنہ بنجاسۃ لم یجز تو اگر اُسکی گندگی
معلوم ہوئی نجاست کے سبب سے تو طہارت جائز نہین ولو شک فالاصل الطہارۃ اور اگر گندگی مین شک پڑے معلوم نہین کہ زیادہ ٹھہرنے کے سبب سے
ہو یا نجاست کے سبب سے تو اصل طہارت ہو تو اصل ہی کا اعتبار کرنا چاہیئے لوگون سے اسکی تحقیق اور تفتیش ضرور نہین کذا فی المنح والتوضی
من الحوض افضل من النہر رغما للمعتزلۃ اور وضو کرنا حوض سے بہتر ہو نہر سے معتزلہ کے توڑ پر ہم معتزلہ ایک فرقہ ہو اسلام مین اہل سنت کے مخالف مین
اصول اور فروع حنفی مین مگر اس مسئلہ مین مخالفت ہو یعنے اُنکے نزدیک حوض کبیر وقیسا نجاست سے نجس ہوتا ہو اگرچہ نجاست قلیل ہو کذا البحر الرائق مین

فتح القدیر سے نقل کیا کہ اُنکے مخالف اس صورت مین ہی جبکہ معتزلہ موجود ہون اور جہان وہ لوگ نہین تو وہان وضو کرنا نہر سے بہتر ہی حوض سے وکذا
یجوز بجار خالطہ طاہر جامد مطلقا کاشنان وزعفران اور اسی طرح طہارت جائز ہی اُس پانی سے جسکے ساتھ مخلوط ہوگئی پاک چیز بستہ غیر سائل ہر طرح
کی چنانچہ اشنان اور زعفران م طاہر غیر سائل کا ملنا ہر طرح مانع طہارت نہین خواہ وہ چیز زمین کی جنس سے ہو چنانچہ مٹی اور چونہ یا بالقصد تنظیف تخلیط ہوئی
چنانچہ اشنان اور صابون یا کوئی اور چیز ہی چنانچہ زعفران امام کے نزدیک کذا فی المنح لکن فی البحر عن القنیۃ ان امکن الصبغ بہ لم یجز کنبیذ تمر لیکن بحر الرائق مین
قنیہ سے منقول ہی کہ اگر زعفران کے پانی سے رنگنا کپڑے وغیرہ کا ممکن ہو تو طہارت اُس سے جائز نہین جیسے شربت خرما سے جائز نہین وفاکہۃ وورق
شجر وان غیر کل اوصافہ فی الاصح اور جیسے پھل اور درخت کے پتون کے پانی مین ملجانے سے طہارت جائز ہی اگرچہ پتی سے پانی کے تمام اوصاف بدل گئے
ہون صحیح تر قول مین م نہایہ مین ہی اُستادون سے منقول ہی کہ وہ وضو کیا کرتے تھے اُن حوضون سے جنمین درختون کی پتی واقع ہوتی تھی باوجود تغیر ہوجانے
تمام اوصاف کے اور کوئی کسی کو منع نہین کرتا تھا اور مقابل اصح کے محمد بن ابراہیم میدانی کا قول ہی کہ اگر اُس پانی کی رنگت ہتھیلی مین اُٹھانے سے معلوم ہو
تو اُس سے وضو درست نہین اُسکا پینا درست ہی ان بقیت رقتہ ای واسمہ کما مر بشرطیکہ اُس پانی کا پتلا پن اور نام اُسکا باقی رہا چنانچہ گذر گیا آب مغلوب
کے بیان مین م اور جبکہ پانی کا نام زائل ہو چنانچہ زعفران کا پانی اُس صورت مین کہ کپڑے وغیرہ رنگتا ہو تو اُس سے وضو جائز نہین کیونکہ عربی زبان مین اسکا نام
صبغ ہو گیا چنانچہ نبیذ تمر کذا فی الطحطاوی ویجوز بجار وقعت فیہ نجاسۃ اور طہارت جائز ہی اُس بہتے پانی سے جسمین نجاست پڑی م خواہ نجاست نظر
آتی ہو پانی مین یا نظر نہ آتی ہو آب جاری مین سے ناپاک نہین ہوتا خواہ محل وقوع نجاست سے وضو درست ہی ابو یوسف رح کے نزدیک اور یہی مختار ہی
مشایخ بخارا کا نصاب مین کہا کہ اسی قول پر فتویٰ ہی کذا فی الطحطاوی والجاری ہو ما یعد جاریا عرفا اور جاری پانی وہ ہی جسکو روان اور بہتا عرف مین
شمار کرتے ہین وقیل ما یذہب بتبنۃ والاول اظہر والثانی اشہر اور بعضون نے کہا جاری پانی وہ ہی جو تنکے کو بہا لیجائے اور پہلا قول ظاہر تر ہی اور دوسرا قول
مشہور تر ہی کذا فی البحر وان وصلیۃ لم یکن جریانہ بمدد فی الاصح آب روان ناپاک نہین ہوتا اگرچہ اُسکا بہنا اوپر کے پانی کی مدد سے نہو صحیح تر قول مین یعنی
اگرچہ مبدا اور منشا اُسکا چشمہ یا جبل یا مینہ نہو م عدم اشتراط مدد کی تصحیح صاحب سراج اور صاحب تجنیس نے کی ہی اور مقابل اسکے فتح القدیر کا قول ہی
کہ جاری ہونے مین پانی کی مدد ضرور ہی چنانچہ چشمہ اور کنوان یہی قول مختار ہی تو یہان دونون قولون کی تصحیح واقع ہی کذا فی الطحطاوی فلو سد النہر
من فوق فتوضا رجل بما یجری بلا مدد جاز لانہ جار تو اگر نہر بند کی گئی اوپر سے اسطرح کہ بند سے مطلقا پانی نہین رستا ہی پھر کسی مرد نے وضو کیا اُس پانی سے
جو بہتا ہی بدون مدد کے تو جائز ہی اسواسطے کہ وہ جاری پانی ہی وکذا لو حفر نہرا من حوض صغیر او صب رفیقہ الماء فی طرف میزاب وتوضا فیہ وعند طرفہ الآخر
اناء یجمع الماء جاز توضیہ بہ ثانیا وثم وثم وتمامہ فی البحر اور اسی طرح اگر نہر کھودی چھوٹے حوض سے اور اُسمین پانی بہا حوض کا یا ایک شخص کے رفیق نے
پانی ڈالا پرنالے کے ایک کنارے پر اور اُس شخص نے وضو کیا نہر یا پرنالے کے روان پانی مین اور پرنالے کے دوسری طرف کوئی برتن ہی جسمین وہ
روان پانی جمع ہوتا جاتا ہی تو دوسری بار اُسی پانی سے وضو کرنا جائز ہی اور پھر تیسری بار اسی طرح اور پھر چوتھی بار اسی طرح پانی بہا کر وضو جائز ہی اور
اسکا پورا بیان بحر الرائق مین ہی م یعنے حوض صغیر سے پانی بہا یا نہر مین اور بہنے کی حالت مین وضو کیا پھر وہ پانی جمع ہوا ایک مکان مین سو دوسرے
آدمی نے اُس مکان سے نہر کھودی اور اُسمین پانی بہایا اور وضو کیا جاری ہونے کی حالت مین پھر وہ پانی جمع ہو گیا اور مکان مین پھر اور آدمی نے
اسی طرح کیا تو سب شخصون کا وضو درست ہی اسواسطے کہ ہر ایک نے پانی بہنے کی حالت مین وضو کیا اور جاری پانی نجس نہین ہوتا جب تک متغیر
نہو جاوے چنانچہ بحر الرائق مین ہی اور جو پانی کہ جمع ہوا وہ طاہر اور طہور ہی یعنے پاک کرنے والا ہی اسواسطے کہ اُسکا استعمال جاری ہونے کی حالت مین
ہوا ہی اور جاری پانی مستعمل نہین ہوتا استعمال کرنے سے اسی طرح منقول ہی شیخ زاہد ابو الحسن رستغفنی سے علامہ نوح نے کہا کہ یہ فرع مبنی ہی آب مستعمل

[illegible] اور حقق [illegible] آب مستعمل [illegible] ہونے پر [illegible] آمین [illegible] تطہیر [illegible] منوفیہ [illegible] اور [illegible] من [illegible]

[illegible] آب جاری میں وقوع نجاست سے نجس نہیں ہوتا جبتک [illegible] کا اثر نہ معلوم ہو تو اگر آب جاری [illegible] اوپر [illegible]

[illegible] کیا سو وہ [illegible] جانب نشیب میں وضو کیا تو جائز ہے جبتک کہ جانب نشیب میں اسکا اثر [illegible]

کی مثال [illegible] اشارہ کیا کہ نجاست مرئی اور غیر مرئی میں کچھ فرق نہیں وہو الاظہر اور لون اور ریح اور مزہ یعنی نجاست کا اثر [illegible]

[illegible] غیر [illegible] الکمال [illegible] تاسم [illegible] ولی [illegible] المضمرات من [illegible]

ظاہر کلام مصنف کا مدار اسکے غیر [illegible] خون کو شامل ہے یعنے آب جاری میں بدون ظہور اثر کے نجاست نہیں ہوتی نجس [illegible] اور اسی قول

کی ترجیح دی [illegible] کمال نے اور انکے شاگرد قاسم نے کہا کہ یہی قول مختار ہے اور اسی کو قوی کہا ہے نہر الفائق میں اور اسی کو ثابت رکھا ہے مصنف نے

منح الغفار میں اور قہستانی میں مضمرات سے اور [illegible] نصاب سے منقول ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے [illegible] ان [illegible] اور قول

دوسرا یہ ہے کہ اگر پانی جاری ہوا مردار کے نصف بدن پر یا زیادہ پر تو اس سے طہارت جائز نہیں اور یہ قول زیادہ تر احتیاط والا ہے اور اکثر فتاوی میں یہی

مذکور ہے والحقوا بالجاری حوض الحمام لو الماء نازلا والغرف متدارک اور فقہا نے آب جاری کے ساتھ ملایا ہے حمام کے حوض کو [illegible] اوپر سے [illegible]

بشرطیکہ حوض میں اوپر سے پانی نازل ہو اور حوض سے پانی کا لینا پے در پے ہو اسطرح پر کہ بین الغرفتین سطح پانی کا ساکن نہ ہو [illegible] ناپاک

ہاتھ اس حوض میں ڈالا جاوے تو وہ ناپاک نہ ہوگا بدون ظہور اثر کے کذا فی البحر کحوض صغیر یدخله الماء من جانب ویخرج من آخر یجوز التوضؤ من کل الجوانب

مطلقا یعنی اس چھوٹے حوض کے مانند جسمین پانی داخل ہوتا ہے ایک طرف سے اور خارج ہوتا ہے دوسری طرف سے تو وضو کرنا جائز ہے سب طرف سے [illegible]

اسی کا فتوی ہے عام ہر طرح یعنے وہ حوض چار در چار ہو یا کم یا زیادہ اس سے اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر چار در چار سے زیادہ ہو تو وقوع نجاست سے ناپاک ہوگا

کذا فی البحر [illegible] معلوم کرنا چاہیے کہ حوض مذکور کا مسئلہ مبنی ہے آب مستعمل کی نجاست پر اور مفتی بہ قول پر چونکہ آب مستعمل پاک ہے تو وضو مطلقا درست ہے

کیونکہ مستعمل مغلوب ہے اور مطہر غالب وکعین [illegible] فی خمس [illegible] الماء منه یعنی قہستانی معزیا للتتمة اور مانند اس چشمہ کے کہ [illegible] اس میں سے پانی

جوش مار کے نکلتا ہے اسکے ہر طرف سے وضو جائز ہے اسی کا فتوی دیا گیا ہے چنانچہ قہستانی نے اسکو تتمہ کی طرف منسوب کیا ہے [illegible] کی قید اسواسطے [illegible]

محل نزاع ہے اور اگر پانچ ہاتھ سے حوض یا چشمہ کم ہے تو بالاتفاق وضو جائز ہے وجہ اختلاف یہ ہے کہ چھوٹے حوض یا چشمہ میں آب مستعمل جلد نکل جاتا ہے اور بڑے

حوض میں گوشوں میں ٹھہر جاتا ہے اور یہ مسئلہ بھی آب مستعمل کی نجاست پر متفرع ہے اور فتوی اسکے برخلاف ہے وکذا یجوز براکد کثیر [illegible] وقع فیه

نجس لم یر اثره ولو فی موضع وقوع المرئیة یعنی بحر اور اسی طرح وضو جائز ہے اس بستہ ٹھہرے کثیر پانی سے جو اسی طرح کا ہے کہ جسمین ایسی نجاست پڑی جسکا کچھ

اثر نمودار نہیں اگرچہ نجاست مرئیہ کے مکان وقوع میں وضو کیا اسی قول کا فتوی ہے بحر الرائق میں اور بعضوں نے یہ اختیار کیا کہ [illegible] اگر [illegible]

یہ امر ہے کہ نجاست خالص نہیں ہوتی تو وضو کرے یعنے موقع نجاست میں ورنہ وضو نہ کرے ابن امیر حاج نے کہا یہی صحیح تر ہے اور کرخی وغیرہ سے تجنیس کی

ترجیح دی ہے بدائع میں کہا کہ یہی ظاہر الروایۃ ہے اور مطلب اسکا یہ ہے کہ موضع نجاست کو چار در چار چھوڑ کر وضو کرے اور مشائخ بخارا [illegible]

کہا کہ غیر مرئی نجاست میں موضع وقوع نجاست سے وضو کرے وہو الاصح تو معلوم ہوا کہ سب اقوال کی تصحیح واقع ہوئی ہے [illegible] فتوی [illegible]

ذکر کیا یعنی اگر نجاست مرئی کا اثر معلوم نہو تو موضع وقوع سے وضو جائز ہے فتح القدیر میں ہے کہ اسی قول کی تصحیح لائق ہے [illegible] نہر الفائق میں [illegible]

الطحاوی والمعتبر فی مقدار الراکد اکبر رای المبتلی به فان غلب علی ظنه عدم خلوصه ای وصول النجاسة الی الجانب الآخر جاز والا لا هذا

ظاہر الروایۃ عن الامام والیه رجع محمد وہو الاصح کما فی الغایة وغیرہا وحقق فی البحر انه المذہب [illegible] آب بستہ غیر جاری کی مقدار میں جو ناپاک

نہین ہوجاتا بلاظہور اثر نجاست کے تجویز غالب معتبر ہی مبتلی بہ کی یعنے اُس شخص کی جسکو طہارت کے واسطے پانی کی حاجت پڑی تو اگر اسکے گمان مین عدم مہنچنا
یعنے نہ پہونچنا نجاست کا دوسری طرف غالب ٹھہر گیا تو وہ آب کثیر ہی اس آب بستہ سے وضو اور غسل جائز ہی اگر یہ گمان غالب نہین ہوتا تو وہ قلیل پانی ہی طہارت
اُس سے جائز نہین یہی ظاہر الروایۃ ہی امام اعظمؒ سے اور اسی قول کی طرف محمد رح نے جنسے دہ دردہ کا قول منقول ہی رجوع کیا ہی اور یہی قول صحیح تر ہی چنانچہ
غایۃ البیان وغیرہ مین ہی اور بحر الرائق مین ثابت کیا ہی کہ یہی قوی مذہب ہی اور اُسی پر عمل کرنا چاہیئے ہم بحر الرائق مین دسل روایات سے اُسکو مذہب ثابت
کیا ہی پھر یون کہا ہی کہ یہ جو ہمارے اکثر بلکہ تمام علماء متاخرین نے دہ دردہ کو آب کثیر قرار دیا ہی وہ ہمارے اصحاب کا مذہب نہین اور محمد رح نے اگرچہ اسکی
تقدیر کی ہی مگر اس سے رجوع کیا ہی اور اگر رجوع بھی ثابت نہوتا تو یہ تقدیر لازم نہین مگر اُنھین کے حق مین اسواسطے کہ جبکہ ہر حاجتمند کے استکثار کا اعتبار ہوا
تو ایک شخص کا کثیر سمجھنا دوسرے پر لازم نہین بلکہ یہ امر مختلف ہی جو جسکے دل مین پڑے اُسپر وہ عمل کریگا اور یہ امر اُن امور سے نہین ہی جسمین عامی پر مجتہد کی
تقلید واجب ہو چنانچہ فتح القدیر مین ہی کذا فی الطحطاوی مصنف نے اپنی شرح مین کہا چونکہ حد آب کثیر مین ظن غالب ظاہر الروایۃ تھا اور اُسکی تصحیح اکثر کتب
معتمدہ مین واقع تھی لہذا ہمنے اس متن مین اسی پر اعتماد کیا اور متاخرین نے جو دہ دردہ کو اختیار کیا وہ ظاہر الروایۃ نہین اور نہ ہمارے علمای متقدمین کا
مذہب ہی اگرچہ صاحب کنز نے اسپر یقین کیا ہی اور صاحب ہدایہ نے اُسپر فتوی ٹھہرایا ہی تو جو مذہب مین صحیح قول ہی اسی پر عمل کرنا متعین ہی انتہی وان التقدیر
بعشر فی عشر لا یرجع الی اصل یعتمد علیہ ورد ما اجاب بہ صدر الشریعۃ اور بحر الرائق مین یہ ثابت کیا ہی کہ آب کثیر مین اندازہ ٹھہرانا دہ دردہ کا اصل معتمد علیہ کی
طرف راجع نہین ہوتا اور جو ثبوت اصل کا جواب دیا ہی صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ مین اُسکو رد کیا امام صدر الشریعۃ نے دہ دردہ کی یہ حدیث اصل ٹھہرائی کہ جو
کنوان کھودے تو اُسکا حق کنوئین کے گرداگرد ۴۰ گز ہی تو اُسکے گرد چارون طرف سے ۔ اگر ہوے تو اگر دوسرا شخص دس گز کے اندر بیر بالوعہ یعنی نجاست ڈالنے
کا کنوان کھودیگا تو روکا جائیگا اسواسطے کہ پہلے کنوئین کی طرف نجاست سرایت کریگی اور اگر دس گز کے بعد کھودیگا تو روکا نجائیگا تو معلوم ہوا کہ شرع نے دہ دردہ
کو عدم سرایت مین اعتبار کیا ہی صاحب بحر نے اسکو تین وجہ سے رد کیا ہی ازانجملہ ایک وجہ یہ ہی کہ حریم چاہ کا دس گز ہونا بعض کا قول ہی اور صحیح قول تو یہ ہی کہ
اُسکا حریم ہر طرف سے ۴۰ گز ہی دوسری وجہ یہ ہی کہ زمین بمراتب سخت ہی پانی سے تو پانی کو زمین پر قیاس کرنا عدم سرایت مین صحیح نہین کذا فی الطحطاوی مختصراً علامہ
عینی نے شرح ہدایہ مین فرمایا کہ حدیث بیر بضاعہ دہ دردہ کی سند ہو سکتی ہی بیان اُسکا یہ ہی کہ محمد بن حسن سے جب آب کثیر کا سوال ہوا تو کہا کہ اگر میری مسجد کے برابر ہو
تو وہ کثیر ہی جب اُسکو ناپا تو مسجد اندر سے ہشت در ہشت تھی اور باہر سے دہ دردہ تھی اور قول ضعیف یہ ہی کہ دوازدہ در دوازدہ تھی اور بیر بضاعہ کی مسافت ہشت
در ہشت تھی اور دلیل اُسپر ابوداؤد سجستانی صاحب سنن کا قول ہی کہ مین نے بیر بضاعہ کو ناپا اپنی چادر سے تو عرض اسکا چھ گز تھا اور مین نے وہان پوچھا کہ زمان سابق سے
اسمین کچھ تغیر ہوا ہی جواب دیا کہ نہین پھر جب اسکا عرض چھ گز کا ہوا تو طول اسکا زیادہ ہوگا اسواسطے کہ اکثر طول زیادہ ہوتا ہی عرض سے اور اگر وہ کنوان مدور ہوتا تو
کہتے کہ اسکا دور چھ گز کا تھا تو جبکہ طول کی زیادت عرض کے ساتھ ملائی جاوے تو مقدار اُسکی ہشت در ہشت یا زیادہ ٹھہریگی تو محمد رح نے اس تقدیر کو لیا لیکن باب عبادات
مین احتیاط لازم ہی لہذا اُنکی مسجد اصلی کے خارج کو یعنی دہ دردہ کو اعتبار کیا انتہی لکن فی النہر وانت خبیر بان اعتبار العشر اضبط ولا سیما فی حق من لا رای لہ من العوام فلذا
افتی بہ المتاخرون الاعلام لیکن نہر الفائق مین ہی کہ ای مخاطب تو جانتا ہی کہ مقرر اعتبار کرنا دہ دردہ کا نہایت اضبط اور بندوبست کی بات ہی خصوصاً عوام لوگون کے حق مین جنکو
ظن غالب اور تجویز حاصل نہین تو اسی واسطے علماء کبار متاخرین نے دہ دردہ کا فتوی دیا ہم قوت دلیل صاحب بحر الرائق کے کلام مین ہی اور جبکہ تو صاحب بحر اور صاحب
نہر دونون کے کلام پر بخوبی آگاہ ہو تو تجھکو اسکا یقین حاصل ہو جاے اور جو کہ صاحب نہر نے مذکور کیا اسکو صاحب بحر نے یعنی ذکر کیا اور اُسکو قابل التفات کے نجانا کذا فی
الطحطاوی ای فی المربع باربعین وفی المدور بستۃ وثلثین فی المثلث من کل جانب خمسۃ عشر ربعا وخمسا بذراع الکرباس یعنی متاخرین کا فتوی ہی حوض مربع مین ۴۰ گز برابر اور
حوض مدور مین ۳۶ گز برابر اور حوض مثلث مین ہر طرف سے پندرہ گز اور چوتھائی اور پانچوان حصہ گز پر تینون صورت مین کپڑے ناپنے کا گز مراد ہی یعنی جو ہمیشہ

پانی جس میں دہ دردہ کی مقدار کسی اصل سے ماخوذ نہیں ۱۲

ہوجب پانی ہو سکے مانند نجاست کے بشرطیکہ [illegible] اگر نہین ہو سکتا [illegible] مقدار بموجب فتوی [illegible] تو دہ در دہ [illegible] ہر طرف سے داخل کرے [illegible] پانی [illegible] ہر طرف سے [illegible] اور سطح پانی کا طول و عرض [illegible] کی ترجیح مذکور [illegible] اور [illegible] ہر طرف سے [illegible] زیادہ احتیاط [illegible] النہر و [illegible] ہر طرف سے [illegible] شارح [illegible] حاجت نہین [illegible] مساحت پانی کی [illegible] فی الطحطاوی [illegible] ذراع کرباس [illegible] مساحت [illegible] قولون کی ترجیح واقع ہے اور [illegible] قول مناسب [illegible] اور تجنیس مین ذراع کرباس [illegible] اختیار کیا [illegible] مساحت کا [illegible] ساٹ مٹھی کا اور ہر مٹھی پر ایک کھڑی انگلی اور ذراع کرباس یعنی کپڑے ناپنے کا گز فقط سات مٹھی کا ہے اور [illegible] قائم نہین [illegible] دوسرا قول [illegible] لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے حروف کے شمار کے موافق [illegible] طول لا عرض [illegible] مبلغ عشر فی عشر جائز [illegible] اور اگر حوض یا [illegible] طول ہو اور [illegible] عرض نہین لیکن اگر اسکو [illegible] مساب کیجیے تو دہ در دہ یعنی [illegible] تک پہونچتا ہو تو وضو کرنا اُس سے جائز [illegible] آسانی کے واسطے کذا فی النہر [illegible] مبلغ الاقل اور اگر ایک حوض اوپر سے دہ در دہ ہوا اور نیچے سے کم دہ در دہ سے تو وضو اُس سے [illegible] وقوع نجاست [illegible] پانی کم تر ہو نیچے یعنے جب کم تر پانی ہو جائیگا تو وقوع نجاست سے ناپاک ہوگا وضو جائز ہوگا [illegible] وقوع فیہ تجنیس [illegible] مبلغ العشر اور جو اسکے بالعکس ہو یعنے حوض اوپر سے تنگ یعنی دہ در دہ سے کم اور نیچے سے کشادہ بقدر دہ در دہ کے ہو اُسمین نجاست پڑی تو وضو جائز نہین جب تک کہ اوپر کا پانی کم ہو کر دہ در دہ کو پہونچے یعنے جب وہان پہونچیگا تو اب وضو کرنا اُس سے جائز ہوگا کذا فی النہر عن السراج الہندی [illegible] ان الماء [illegible] عن الجمد جاز لانہ کالقصعۃ وان متصلا لا لانہ کالمسقف اور اگر حوض کبیر کا پانی برف کی سردی سے جمکر تختہ کے مانند ہوگیا پھر اُسمین سوراخ کیا گیا اگر پانی جدا ہو آب بستہ سے تو وضو جائز ہے اسواسطے کہ وہ پانی اسکے مانند ہو [illegible] اگرچہ سوراخ دہ در دہ سے کم ہو اور اگر پانی حوض کا آب بستہ سے ملا ہوا ہو تو وضو اُس سوراخ سے جائز نہین اسواسطے کہ وہ طاس اور [illegible] کے مانند ہے یعنے وہ پانی قلیل ہو جیسے طاس کا پانی کہ وقوع نجاست سے ناپاک ہوگا کذا فی الطحطاوی فتاوی قاضی خان مین ہے کہ وضو اُس سے جائز نہین مگر اُسوقت جائز ہے جبکہ نقب دہ در دہ ہو حتی لو وقع فیہ کلب تجنس ہیانتک کہ اگر کتے نے اُسمین پانی پیا یعنی اُس نقب سے جس سے حوض کا پانی متصل ہے پانی پیا تو وہ ناپاک ہوگا لا لو وقع فیہ فمات لتسفلہ ناپاک نہوگا وہ حوض اگر کتا اُسمین گر پڑا اور مر گیا اسکے تہ نشین ہونے کی وجہ سے یعنی اسفل مین تو پانی کثیر ہے کتے کے تہ نشین ہونے سے ناپاک ہوگا مگر جبکہ اوصاف ثلثہ سے کوئی وصف متغیر ہو کذا فی الطحطاوی ثم المختار طہارۃ المتنجس [illegible] معلوم کرنا چاہیے کہ مختار اور پسندیدہ مذہب مین پاک ہو جاتا ہے ناپاک پانی کا اُسکے جاری ہونے کے ساتھ ہی ہمیشہ یعنے اگر ناپاک حوض یا تالاب مین پاک پانی داخل ہوا اور حوض یا تالاب جاری ہوا تو بمجرد جاری ہونے کے وہ پاک ہوگیا اور قول ضعیف یہ کہ جب سب پانی ناپاک حوض کا نکلیگا تب پاک ہوگا اور بعضون نے کہا ہے کہ سہ چند پانی نکلیگا تب پاک ہوگا اور یہ مطلب شارح کا نہین کہ بدون داخل ہونے پاک پانی کے اگر نالی بنا کر اُسکو جاری کیجیے تو وہ پاک ہو بحر الرائق مین کہا طہارت کا حکم اُسوقت ہوگا جبکہ نکلنا پانی کا پاک پانی کے داخل ہونے کے وقت ہو کذا فی الطحطاوی وکذا البیر وحوض الحمام ہذا اور یہی حکم ہے کنوئین اور حمام کے حوض کا یاد رکھو یعنے اگر کنوان نجاست کے گرنے سے ناپاک ہوا اور جاری ہوا پاک ہوگیا اسکے جاری ہونے کی دو صورتین ہین ایک یہ کہ پاک پانی اوپر سے داخل ہوا اور کنوان لبالب ہو کر جاری ہوگیا دوسری صورت یہ ہے کہ چشمہ چاہ نے جوش مارا اور اندر سے بطریق کاریز کے بہا وفی القہستانی والمختار ذراع الکرباس وہو سبع قبضات فقط فیکون ثمانیا فی ثمان بذراع زماننا ثمان قبضات وثلث اصابع علی القول المفتی بہ بالعشر ولو حکما لیعم ما الطول بلا عرض فی الاصح وکذا بیر عمقہا عشر فی الاصح اور قہستانی مین ہے اور مختار اور پسندیدہ مذہب مین کپڑے ناپنے کا گز ہے اور وہ فقط سات مٹھی کا ہے تو دہ در دہ کا حوض ہشت در ہشت کا ہوتا ہے۔

ہمارے زمانہ کے گز سے جو آٹھ مٹھی اور تین انگلیون کا ہی یہ قول ہی بنا بر فتوی متاخرین کے دہ دردہ کے کثیر ہونے مین یعنی اگرچہ دہ دردہ حقیقةً نہو بلکہ حکماً ہو نہ اسواسطے
ہمنے کہا تا کہ دہ دردہ شامل ہو جاے اُس حوض طویل کو جسمین طول ہی بدون عرض کے صحیح تر قول مین اور اسی طرح شامل رہے اُس کنوئین کو جسکا عمق یعنی گہراؤ دس گز
کا ہی صحیح تر قول مین ہم طول یا عرض مین اختلاف ہی ایک قول ہی کہ اگر اُسکا پانی بقدر دہ دردہ کے ہی تو وہ وقوع نجاست سے ناپاک نہین ہوتا چنانچہ سابق مین گذرا
اور عیون مذاہب اور محیط اور اختیار وغیرہا مین اسکی تصحیح کی ہی اور دوسرا قول یہ ہی کہ وہ نجس ہو جاتا ہی قاضی خان نے اسکو عامہ مشایخ کی طرف نسبت کیا ہی اور فتح القدیر
مین اسی کو اختیار کیا ہی اور قاسم نے اسکو صحیح کہا ہی تو دونون قول مصحح ہین کذا فی الطحطاوی وحینئذ فلو ماؤہا بقدر العشر لم ینجس کما فی المنیة اور اسوقت مین یعنی جبکہ
عمق کا اعتبار ہوا تو اگر اسکا پانی دہ دردہ کے برابر ہی تو نجاست کے پڑنے سے وہ کنوان ناپاک نہوگا چنانچہ منیة المصلی مین ہی ہم یہ قول ضعیف ہی چنانچہ شارح عنقریب
اسپر آگاہ کریگا وحینئذ فعمق خمس اصابع تقریباً ثلثة آلاف وثلث مائة واثنا عشر منا من الماء الصافی ولیسعہ غدیر کل ضلع منہ طولا وعرضا وعمقا ذرعان وثلثة ارباع
ذراع ونصف اصبع تقریباً کل ذراع ربع وعشرون اصبعا انتہی اور اسوقت مین یعنے جبکہ عمیق کنوان حوض کبیر کے مانند ہوا تو پانچ انگلیون کا عمق
دہ دردہ کے حوض مین ٣٣١٢ سیر صاف پانی کا ہی اور گنجائش کرتا ہی اسقدر پانی کو وہ حوض جسکی ہر جانب طول اور عرض اور عمق مین دو گز اور پون گز اور
آدھی انگلی ہی تخمیناً ہر گز ٢٤ انگلی کا اب تمام ہو گیا کلام قہستانی کا قلت وفیہ کلام اذ المعتمد عدم اعتبار العمق احدہ فتبصر مین کہتا ہون اور قہستانی کے
اس کلام مین کلام ہی یعنی مسلم نہین اسواسطے کہ فقط عمق کا اعتبار کرنا بدون طول اور عرض کے معتمد قول نہین تو اے مخاطب ہوشیار رہیو ہم بحر الرائق مین
فتح القدیر سے منقول ہی کہ عمیق تنگ جوانب کو آب کثیر قرار دینا موجہ نہین اسواسطے کہ مدار کثرت اسپر ہی کہ دوسری جانب کو نجاست نہ پہونچے اور تقارب
جوانب مین بلاشک وصول غالب ہی اور پانی کا استعمال تو اوپر کی سطح سے ہوتا ہی نہ عمق سے کذا فی الطحطاوی ملخصاً فائدہ بڑا تالاب ہی کہ ایام گرما مین
خشک ہو جاتا ہی اور چوپائے اسمین لید کرتے ہین پھر اسمین پانی آیا اور بھر گیا تو نظر کرنا چاہیے اگر نجاست ہو پانی کے داخل ہونے کے مکان مین تو سب
پانی نجس ہی اور اگر وہ پانی بستہ ہو گیا وہ بھی ناپاک ہوگا اسواسطے کہ جو پانی اس راہ سے آیا وہ ناپاک ہو گیا تو اب وہ ناپاک نہوگا اور اگر نجاست موضع دخول آب
مین نہین پھر وہ پاک پانی جمع ہوا پاک مکان مین جو دہ دردہ ہی پھر وہان سے بڑھا موضع نجاست تک تو سب پانی پاک ہی اور جو برف اس سے جمے وہ بھی طاہر ہی
جبتک کہ اسمین نجاست کا اثر ظاہر نہو اور اسی طرح جس تالاب کا پانی کم ہو کر چار در چار ہو گیا اور اسمین نجاست پڑی پھر نیا پانی آیا اگر نیا پانی دہ دردہ ہو گیا
نجس پانی کے ملنے سے پہلے تو سب پانی پاک ہی کذا فی الخانیة یعنی فتاوی قاضی خان ولا یجوز بماء بالمذ زال طبعہ وہو السیلان والارواء والانبات لسبب
طبخ لمرق وماء باقلاء الا بما قصد بہ التنظیف کاشنان وصابون فیجوز ان بقی رقتہ اور جائز نہین طہارت وضو اور غسل کی اُس پانی سے جسکی طبیعت یعنی اسکی پیدائشی
صفت کہ بہنا اور پیاس کا کھونا اور نباتات کا اوگانا ہی زائل ہو گیا پکانے کے سبب سے چنانچہ شوربا اور آب باقلا مطبوخ مگر وہ پانی جو پکایا گیا اُس چیز کے ساتھ
جس سے میل کا صاف کرنا مقصود ہی چنانچہ اشنان اور صابون تو اُس سے طہارت جائز ہی اگر اسکی رقت باقی ہو یعنی گاڑھا نہوا ہو چنانچہ سابق مذکور ہو گیا او
بماء استعمل لاجل قربة ای ثواب ولو مع رفع حدث یا جائز نہین طہارت اُس پانی سے جسکو استعمال کیا قربت یعنی ثواب حاصل کرنے کو اگرچہ ہو قربت رفع حدث
کے ساتھ معلوم کرنا چاہیے کہ مستعمل پانی مین کلام واقع ہوتا ہی چار مقام مین اول استعمال کے سبب سے سو مصنف نے اسکو بیان کیا بقولہ القربة اور رفع حدث
مقام ثانی ثبوت استعمال کے وقت مین سو مصنف نے اسکا اشارہ کیا بقولہ اذ انفصل مقام ثالث مستعمل کی صفت مین سو اسکو بیان کیا بقولہ طاہر مقام رابع
مستعمل کے حکم مین سو اسکو ذکر کیا بقولہ غیر مطہر قربت کے واسطے وضو کرنے سے باتفاق شیخین رح و محمد رح کے استعمال ثابت ہی خواہ فقط قربت ہو یا قربت رفع
حدث کے ساتھ ہو کذا فی الطحطاوی فقط قربت بلا ازالہ حدث کی یہ صورت ہی کہ غیر محدث یعنی با وضو آدمی دوسرا وضو نیت کے ساتھ کرے یا طاہر غسل کرے
اور فقط ازالہ حدث بلا قربت کی یہ صورت ہی کہ محدث یعنے بیوضو آدمی وضو کرے بدون نیت کے تو یہان ازالہ حدث تو ہوا مگر قربت یعنی ثواب نہین اسواسطے کہ بدون نیت

جسکے ثواب نہیں ہوتا مگر انکے نزدیک سبب استعمال کا فقط قربت ہے اور امام محمد اور ابو یوسف کے نزدیک قربت بھی سبب ہے اور ازالہ حدث بھی لیکن اسقاط فرض
بھی یعنی محیط وغیرہ لکھا ہے تو معلوم ہوا کہ استعمال پانی کو ازالہ صاحب معراج الدرایہ نے عبادت کی عادت باقی رہنے کے واسطے نہیں اگر باوضو وضو کرے ثواب
کی نیت سے یا حیض والی عورت وضو کرے چنانچہ اسکو مستحب ہے کہ نماز کے وقت وضو کرکے جاے نماز پر بیٹھ کر تسبیح اور تہلیل کرے تاکہ نماز کی عادت چھوٹ نہ جائے
وہ پانی بھی مستعمل ہے تقرب کے سبب سے اُس مستعمل سے بھی وضو جائز نہیں اور غسل میت یا جو استعمال پانی کا میت کے نہلانے سے یعنی میت طاہر ہے اگر اسکے
بدن پر نجاست نہو وہ پانی الاصح اور دوسرا قول یہ ہے کہ نجس ہے نجاست جنب تو اسکا غسالہ نجس ہوگی اور اس قول کی بھی تصحیح واقع ہے اور امام محمد نے جو غسالہ میت
کو مطلقاً نجس کہا ہے تو اسوجہ سے کہ غالباً نجاست سے خالی نہیں ہوتا کذا فی البحر اور بدلیل او وضوء بعد الاستنجاء استعمال ہو ہاتھ کے دھونے سے کھانے کے واسطے
یا کھانے سے فراغت کرکے اور سنت کے قصد سے ہم حدیث میں وارد ہے کہ کھانے کی برکت ہے پہلے اور بعد کھانے کے ہاتھ دھونا تو اگر اس نیت سے
ہاتھ دھوئے ثواب حاصل ہوا پانی مستعمل ہوگیا اور اگر یہ نیت نہیں چنانچہ میل صاف کرنے کے واسطے دھوئے تب پانی مستعمل نہوگا کیونکہ نہ ازالہ حدث ہی
نہ اقامت قربت کذا فی الطحطاوی اولاجل رفع حدث ولو مع قربۃ کوضوء محدث ولو للتبرد یا مستعمل ہو پانی ازالہ حدث کے سبب سے اگرچہ ازالہ الحدث
قربت کے ساتھ مجتمع ہو چنانچہ بے وضو شخص کا وضو کرنا اگرچہ اُسنے سرد ہونے کے واسطے وضو کیا ہو ہم جبکہ بے وضو نے وضو کیا قربت کی نیت سے تو یہاں
دو سبب استعمال کے جمع ہوگئے یعنے ازالہ حدث بھی اور قربت بھی اور اگر فقط گرمی کے رفع کرنے کو وضو کیا تو فقط ازالہ حدث ثابت ہوا نہ قربت بہرصورت پانی مستعمل
ٹھہرا فلو توضأ متوضئ للتبرد او لتعلیم او للطین بیدہ لم یصر مستعملا اتفاقاً اور اگر باوضو شخص نے وضو کیا سرد ہونے کو یا تعلیم وضو کے واسطے یا مٹی دھونے کے واسطے اپنے ہاتھ
سے تو وہ پانی باتفاق شیخین اور محمد کے مستعمل نہوگا ہم یہ تفریع ہے اُس تقیید پر کہ استعمال ثابت ہوتا ہے قربت یا ازالہ حدث سے سوان صورتوں میں کوئی سبب
استعمال کا نہیں قربت تو اسواسطے نہیں کہ نیت نہیں کیونکہ ثواب بدون نیت کے نہیں ہوتا اور ازالہ حدث بھی نہیں اسواسطے کہ وہ شخص باوضو ہے اگر کوئی کہے کہ
تعلیم تو مقصود ہے ولا شبہ ثواب ہے پھر کیا وجہ ہے کہ تعلیم قربت نہوا اسکا جواب یہ ہے کہ قربت تو فقط تعلیم میں ہے نہ پانی کے استعمال میں ولہذا اگر تعلیم قولی کرے تو اس
تعلیم فعلی کی کچھ حاجت نہیں رہی کہ زیادہ تو علی الثلث بلا نیۃ قربۃ چنانچہ پانی مستعمل نہیں ہوتا تین بار دھونے پر زیادہ کرنے سے بدون قصد کرنے ثواب کے یعنی
بلا ارادہ وضو تین بار سے زیادہ دھونے سے مستعمل نہیں ہوتا او غسل ثوب نجس او ثوب طاہر او دابۃ تو کل او جیسے پانی مستعمل نہیں ہوتا شل ان کے پاک کپڑے یا حلال
چوپایہ کے دھونے سے ہم شل ران سے مراد اعضا وغیرہ وضو ہیں یعنی اگر غیر جنب اپنی ران دھووے تو وہ پانی مستعمل نہوگا بنابر قول صحیح کے کما فی البحر اسواسطے کہ
اسمیں نہ قربت ہے نہ رفع حدث نہ اسقاط فرض اور کپڑے کے مانند پاک برتن ہے اولاجل اسقاط فرض یا مستعمل ہو پانی اسقاط فرض کے سبب سے ہم خلاصہ کلام
بحر الرائق میں ہے کہ پانی مستعمل ہوجاتا ہے تین چیزوں میں سے ایک سبب سے یا ازالہ حدث سے خواہ اسکے ساتھ تقرب ہو یا نہو یا اقامت قربت سے خواہ اسکے ساتھ
ازالہ حدث ہو یا نہو یا اسقاط فرض کے سبب سے یہ دلیل قول تھا کہ جو اپنے ہاتھ کہنیوں تک یا ایک پانوں نقاری میں ڈالے تو پانی مستعمل ہوگا اور اُس صورت
میں نہ ازالہ حدث ہوا اور نہ قربت کی نیت پانی کی نقط فرض ساقط ہوگیا عضو مغسول کے سے صاحب نہر نے کہا کہ اسقاط فرض کو زیادہ کرنا بعنے برخلاف اور کہا یوں
کہ اسقاط فرض کو استعمال کا سبب ثالث قرار دینا اُس تقدیر میں تمام ہوگا جبکہ اسقاط میں ثواب نہو ورنہ قربت ثابت ہوگی انتہی اسکا جواب یہ ہے کہ فرض
ساقط ہوجاتا ہے مکلف کے فعل سے اگرچہ نیت نہو اور جبکہ نیت نہیں تو ثواب نہیں تو اب اسقاط فرض کیونکر قربت ہوگا کذا فی الطحطاوی یہ دال الاصل
فی الاستعمال الکمال یہی یعنے فرض کا ساقط کرنا اصل سبب ہے پانی کے مستعمل ہونے کا چنانچہ اسپر آگاہ کردیا ہے کمال الدین محقق نے ہم یعنے رفع حدث میں
حقیقۃً اور قربت میں حکماً اسقاط فرض موجود ہے اسواسطے کہ قربت بمنزلہ اسقاط کے ہے دوسری بار کذا فی الطحطاوی بان لیغسل بعض اعضائہ لو
ادخل یدہ او رجلہ فی جب لغیر اغتراف ونحوہ کرفع کوز فانہ یصیر مستعملاً لسقوط الفرض اتفاقاً اسقاط فرض کا اس طرح ہے کہ دھووے محدث اپنے بعض

شیخ جلیل احمد رضا، پوپھی خانہ

اعضا کو یا اپنا ہاتھ پانون ڈالے مٹکے مین بغیر پانی لینے کے اور مانند اسکے چنانچہ کوزہ نکالنے کو جو مٹکے مین گر گیا ہی تو البتہ اس صورت مین پانی مستعمل ہو جائیگا
فرض کے ساتھ ساقط ہو جانے کی وجہ سے بالاتفاق یعنے اگر وضو یا غسل مین اس عضو کو نہ دھو دیگا تو کافی ہی اور ہم یہ صورت حدث اصغر اور اکبر دونون کو
شامل ہی لیکن محیط مین ابو یوسف رحمہ سے مشہور روایت یہ ہی کہ پورا عضو پانی مین ڈالنا مستعمل ہو جانے مین مشروط ہی اور ایک دو انگلی کے ڈالنے سے مستعمل نہوگا اور
اوخال کف سے مستعمل ہوگا چنانچہ عالمگیری مین ہی بغیر پانی لینے کے یہ صورت ہی کہ مٹی یا خمیر ہاتھ مین بھرا تھا اسکے دھونے کے واسطے ہاتھ مٹکے مین ڈالا تو معلوم
ہوا کہ اگر پانی لینے کے قصد سے ہاتھ مٹکے مین ڈالیگا تو پانی مستعمل نہوگا ضرورت کے سبب سے اور اسی طرح سے ہاتھ ڈالنا کوزہ نکالنے کو یا کنوے مین اترنا ڈول
نکالنے کو اس سے بھی پانی مستعمل نہین ہوتا اور اتفاق سے بیان مراد ان فقہا کا اتفاق ہی جو تجزی حدث کے قائل ہین اور جو کہ قائل نہین کذا فی الطحطاوی بعد ان
لم یزل حدث عضوہ او جنابتہ بالم تیم لعدم تجزیہا زوالاً و ثبوتاً علی المعتمد اگرچہ شخص مذکور کے عضو کا حدث یا اسکی جنابت زائل نہو گی جبتک کہ اسقاط فرض کا
پورا نہو گا بسبب نہ متجزی ہونے حدث اور جنابت کے زائل ہونے اور ثابت ہونے کی راہ سے قول معتمد پر ہم یعنی زوال حدث و جنابت کا اور انکا ثابت ہونا تجزی
یعنے پارہ پارہ نہین تو جبکہ دونون زائل ہونگے تو بالکل زائل ہونگے اور جبکہ ثابت ہونگے تو بالکل ثابت ہونگے تو سقوط فرض کا شلاً ہاتھ سے اسکا مقتضی ہی
کہ ہاتھ کا دھونا دوسری بار باقی اعضا کے ساتھ واجب نہو اور حدث کا زائل ہونا باقی اعضا کے دھونے پر موقوف ہی ایسا ہی بحر الرائق مین شیخ قاسم نے
حواشی مجمع مین کہا کہ حدث کا اطلاق دو معنون پر ہوتا ہی اول معنی مانعیت شرعیہ یعنی شرعاً ممنوع ہونا اس فعل کا جو حلال نہین بدون طہارت کے اور متجزی
نہین بالاتفاق امام اور صاحبین کے اور ثانی معنی نجاست حکمیہ اور یہ متجزی ہی ثبوت اور ارتفاع مین بلا خلاف اور پانی کا مستعمل ہو جانا نجاست حکمیہ کے ازالہ
سے ہی قاسم نے کہا کہ یہ تحقیق یاد رکھنے کے لائق ہی کذا فی الطحطاوی وینبغی ان یزاد او سنۃ لیعم المضمضۃ والاستنشاق فتامل اور چاہیے کہ زیادہ کیا جاوے لفظ
او سنۃ کا بعد اسقاط فرض کے تاکہ مضمضہ اور استنشاق کو بھی شامل ہو تو اسمین تامل کرو یعنے یون کہنا چاہیے او لاسقاط فرض او سنۃ تو مطلب ٹھہریگا
کہ یا مستعمل ہونا پانی کا فرض یا سنت کے اسقاط سے تو اب کلی اور ناک کا پانی بھی مستعمل ٹھہریگا حلبی محشی نے کہا سنت کے زیادہ کرنے کی کچھ حاجت نہین کہ وہ تو
قربت مین داخل ہی اسواسطے کہ سنت ادا نہین ہوتی بدون نیت کے پھر جب سنت مین نیت ہوئی تو قربت ٹھہری انتہی یعنے وجہ ہی تامل کی جسکی طرف شارح
نے اشارہ کیا اذا انفصل عن عضوہ وان لم یستقر فی شئ علی المذہب ان سب صورتون مین پانی مستعمل ہو جاتا ہی اسوقت جب کہ جدا ہوا عضو سے اگرچہ
کسی چیز مین نہین ٹھہرا بنا بر مذہب درست کے وقیل اذا استقر ورجح للحرج اور قول ضعیف یہ ہی کہ جب عضو سے جدا ہو کر کسی مکان مین یعنی زمین یا کوزہ یا
کپڑے مین ٹھہر جاوے اور حرکت سے باز رہے تب مستعمل ہوگا اور اس قول کی ترجیح دیگئی ہی حرج کے سبب سے ہم یعنے اگر مجرد انفصال سے عضو سے
استعمال ثابت ہی تو اسمین مشقت ہی اسلیے کہ کپڑے پر گرنے سے نجس ہوگا نجاست مستعمل کے قول پر اور ثمرہ اختلاف ظاہر ہوتا ہی اس صورت مین کہ جب پانی
عضو سے جدا ہوا اور ہنوز کہین نہین ٹھہرا بلکہ وہ ہوا مین ہی پھر وہ اگر کسی آدمی کے عضو پر اور اسپر بہا بدون اسکے کہ لیوے اپنی ہتھیلی مین ایسا ہو تو اول قول
پر اسکا وضو صحیح نہین اور قول ثانی پر صحیح ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر وترد بان ما یصیب منادیل متوضئ وثیابہ عفو اتفاقا وان کثر اور وہ ترجیح مردود ہی اس طرح
سے کہ جو مستعمل پانی وضو کرنے والے کے رومال اور کپڑون کو لگ جاتا ہی وہ معاف ہی باتفاق شیخین اور محمد رحمہ کے اگرچہ مقدار درم سے زیادہ ہو یعنے جب
معاف ہوا تو حرج ثابت نہوا م محمد کے نزدیک مستعمل پانی پاک ہی تو انکے قول پر معاف کہنا مناسب نہین اور شیخین کے نزدیک اگرچہ بعضی روایت مین وہ نجس ہی
مگر یہان ضرورت کی وجہ سے نجاست ساقط الاعتبار ہی وہو طاہر ولو من جنب علی الظاہر اور مستعمل پانی پاک ہی اگرچہ وہ جنابت والے کا ہو ظاہر مذہب پر
مشائخ عراق نے کہا کہ مستعمل پانی بالاتفاق طاہر ہی اور دوسرا قول یہ ہی کہ طہارت محمد رحمہ کا قول ہی اور امام رحمہ سے بھی مروی ہی اور تیسرا قول یہ ہی کہ وہ نجس
مغلظ ہی اسکو حسن نے روایت کیا اور چوتھا قول یہ ہی کہ نجس مخفف ہی اور اسکو ابو یوسف رحمہ نے امام سے روایت کیا اور اسی پر انکا عمل ہی لیکن علمانے طہارت

اس روایت کو صحیح کہا ہے لیکن تحقیق یہ ہے کہ امام اعظم سے تین روایات ہیں کہ وہ پانی نجس غلیظ ہے یا خفیف اور حسن کی روایت غلیظ کا ہے اور کہا گیا

کہ یہی مختار ہے ہمارے نزدیک اور یہی مذکور ہے محیط کی تمام کتابوں میں جو مروی ہیں ہمارے علماء سے اور اسی کو محققین اور اہل الشہرت نے اختیار کیا ہے اور صحیح

یہ ہے کہ یہی قول مشہور ہے امام سے اور اکثر کتابوں میں ماہر ہونے پر فتویٰ مذکور ہے التفصیل بین المحدث والجنب کذا فی الطحطاوی یعنی ہے کہ یہی قول ہے

احمد بن حنبل کا اور مذہب شافعی رح میں یہی قول صحیح ہے اور روایت ہے امام مالک سے نووی شافعی رح نے کہ یہی قول طہارت کا جمہور سلف و خلف کا قول ہے

اس لئے کہ جو شخص بیان نجاست کے رواۃ نجاست نہ ہو لیکن مستعمل پانی کو پینا اور اس سے گوندھنا مکروہ تنزیہی ہے گھنانے کی وجہ سے اور اسکی نجاست

کی روایت پر مکروہ تحریمی ہے وعلیہ الفتویٰ بل یجب علی الراجح المعتمد مستعمل پانی کا حکم یعنے اثر مترتب یہ ہے کہ وہ حدث اصغر اور اکبر کو پاک کرنے والا

نہیں یعنی وضو اور غسل کے لائق نہیں بلکہ بنا بر قول راجح نجاست حقیقی کو پاک کرنیوالا ہے محیط اور شرح ارشاد میں ہے کہ ازالہ نجاست کا مستعمل

پانی سے جائز ہے بنا بر روایات ظاہر رد کے کذا فی المنح و در مختار فی محدث انغمس فی بئر لدلو او لتبرد مستنجیا بالماء لا نجس علیہ وعلم تبدلک والا صح

انہ طاہر والماء مستعمل لاشتراط الانفصال للاستعمال اختلاف واقع ہے اس محدث کے حکم میں جسنے غوطہ مارا کنوئیں میں ڈول نکالنے کو یا ٹھنڈک حاصل کرنے

کو غوطہ مارا پانی سے استنجا کر کے اور اسکے بدن پر نجاست نہیں اور نہ اسنے وضو یا غسل کی نیت کی اور نہ بدن کو ملا اور صحیح تر قول یہ ہے کہ وہ شخص پاک ہے اور

کنوئیں کا پانی مستعمل ہے اسواسطے کہ مستعمل ہونے کے واسطے جدا ہونا پانی کا شرط ہے یعنے جب شخص کنوئیں سے نکلا تو انفصال پایا گیا محدث حدث اکبر کو بھی

شامل ہے خواہ جنابت سے ہو خواہ حیض یا نفاس سے یعنی جبکہ عورت بعد انقطاع حیض یا نفاس کے کنوئیں میں گھسے اور اگر قبل انقطاع جاویگی بشرطیکہ

اسکے اعضاء پر نجاست نہو تو عورت اور پانی دونوں طاہر کے مانند ہیں اسواسطے کہ وہ خارج نہیں ہوئی حیض اور نفاس سے تو پانی مستعمل نہوگا چنانچہ خانیہ

اور خلاصہ میں ہے اور کنوئیں سے وہ مراد ہے جو دہ در دہ سے کم ہے ڈول نکالنے اور سرد ہونے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر غوطہ مار یگا نہانے کے قصد سے تو پانی

بالاتفاق مستعمل ہوگا اسواسطے کہ ازالہ حدث اور نیت قربت کی پائی گئی اور اگر ڈھیلوں سے استنجا کیا ہوگا تو پانی بالاتفاق ناپاک ہوگا اور اسی طرح

اگر اسکے بدن پر نجاست ہوگی یا ازالہ حدث کی نیت کریگا اور عدم دلک کی قید محیط اور خلاصہ میں مذکور ہے بحر الرائق میں کہا اسواسطے کہ ملنا نیت اغتسال

کے قائم مقام ہے تو ملنے سے پانی بالاتفاق مستعمل ٹھہریگا اور اصح کے مقابل غیر اصح ایک یہ کہ مرد اور پانی دونوں ناپاک ہیں اور یہ امام سے روایت ہے اور

دوسرا قول یہ کہ مرد کا حدث بحال سابق قائم ہے اور پانی طاہر اور مطہر ہے یہ روایت ہے ابو یوسف سے اور یہ جو شارح نے کہا کہ پانی مستعمل ہے سو بعض کا قول

اسواسطے کہ ڈول نکالنے کی ضرورت سے اصلاً استعمال نہیں چنانچہ محدث اگر پانی ہاتھ سے لے تو پانی مستعمل نہوگا بلا خلاف کذا فی الطحطاوی ملخصاً

والمراد ان المنفصل باعضائہ والمنفصل منہا مستعمل لا کل الماء علی ما مر اور مراد یہ ہے کہ جو پانی کہ شخص کے اعضا سے ملا اور پھر جدا ہوا اعضا سے وہ مستعمل ہے تمام

پانی کنوئیں کا مستعمل ہے بنا بر اس قول کے جو گذر گیا ام یعنی ایسی صورت میں اجزا کا اعتبار ہے یعنی جو پانی کہ ساقط ہوا اعضا سے وہ مغلوب اور نہایت کم ہے کنوئیں کے

باقی پانی سے وکل اہاب دبغ المثانۃ والکرش قال القہستانی فالاولی وما دبغ ولو شمس وہو یحتملہا طہر فیصلی بہ ویتوضأ منہ اور جو کچا چمڑا دباغت کیا جائے

یعنے پکایا جاوے اگرچہ دھوپ میں ڈالکر اور وہ دباغت کے لائق ہو تو وہ پکانے سے پاک ہوگا تو آدمی اسکو پہنکر نماز پڑھے اور چمڑے کی ڈولچی وغیرہ بنا کر اس

سے وضو کرے شارح نے کہا کہ اور چمڑے کے مانند دباغت قبول کرنے میں پھکنا اور اوجھڑی ہے قہستانی نے کہا تو بجائے کل اہاب دبغ کے وما دبغ کہنا بہتر تھا یعنی جس چیز

کی دباغت ہو وہ پاک ہوگی تاکہ چمڑے اور پھکنے اور اوجھڑی سب کو شامل ہو ہم چمڑے کی دباغت سے تین مطالب متعلق ہیں اسکا پاک ہونا یہ متعلق بہ کتاب الصید ہے

اور اسمیں نماز کا جائز ہونا یہ متعلق کتاب الصلوۃ سے ہے اور اس سے وضو کا جائز ہونا یہ متعلق ہے پانی سے لہذا مصنف نے پانی کی بحث میں اسکو ذکر کیا دباغت

دو قسم ہے حقیقی اور حکمی حقیقی وہ ہے جو پھٹکری یا ببول کے پتہ وغیرہ سے ہو وہ پانی پہونچنے سے ناپاک نہیں ہوتی بہ اتفاق روایات اور حکمی دباغت وہ ہے جو

دھوپ سے خشک ہوا نہیں پانی پہونچنے سے دو روایتیں ہیں ایک روایت یہ ہے کہ وہ پاک ہوجاویگی دوسری روایت یہ ہے کہ ناپاک نہوگی وما لا تحملها فسلا
وعليه الفتوى اور جو چمڑا وغیرہ دباغت پذیر نہیں وہ پاک نہوگا اور اسی قول پر فتوے ہے فلا يطهر جلد حية صغيرة ذكره الزيلعي اما قميصها فطاهر تو پاک نہوگی دباغت
سے چھوٹے سانپ کی کھال ایسا ذکر کیا ہے زیلعی نے لیکن سانپ کی کیچلی تو پاک ہے وفارة اور پاک نہیں ہوتی چوہے کی کھال یعنی عدم احتمال دباغت سے
كما انه لا يطهر بذكاة لتقييدها بما يحتمل جیسے کہ سانپ اور چوہے کی کھال پاک نہیں ہوتی ذبح کرنے سے اسواسطے کہ دباغت اور ذبح میں احتمال اور لیاقت
کی قید ہے یعنے دباغت سے پاک ہوجاتی ہے وہ کھال جو دباغت کی لیاقت رکھتی ہے اور ذبح کرنے سے اُس جانور کی کھال طاہر ہوجاتی ہے جو ذبح کرنے کے
لائق ہے خلا جلد خنزير فلا يطهر وقدم لان المقام للاهانة ہر چمڑا دباغت سے پاک ہوتا ہے سور کی کھال کے سوا سو وہ پکانے سے پاک نہیں ہوتی اور سور کو پہلے
ذکر کیا آدمی سے اسواسطے کہ یہ ذلت اور خواری کا مقام ہے یعنے نجاست کا تو یہاں ذلیل اور خوار چیز کو بیان کرنا مقتضاے بلاغت ہے وآدمي فلا يدبغ
لكرامته اور آدمی کے سوا تو آدمی کی کھال کو دباغت نہیں دیجاتی اُسکی تعظیم اور توقیر کے سبب سے ہم بعضوں کے نزدیک سور اور آدمی کی کھال پاک نہیں
ہوتی اسواسطے کہ پرت پرت ہونے سے دباغت پذیر نہیں اور بعضوں نے کہا کہ آدمی کی کھال پاک ہوجاتی ہے دباغت سے لیکن اُسکا استعمال جائز نہیں اور یہی
منقول ہے مذہب میں شارح کا کلام قول ثانی پر مبنی ہے ولو دبغ طهر وان حرم استعماله حتى لو طحن عظمه في دقيق لم يوكل في الاصح احتراما اور اگر آدمی کی کھال
دباغت کیجاے تو پاک ہوگی اگرچہ اُسکا استعمال کرنا حرام ہے یہانتک کہ اگر آدمی کی ہڈی پیسی گئی آٹے میں تو اُس آٹے کو نہ کھاے صحیح تر قول میں اُسکی تعظیم کی
وجہ سے وافاد كلامه طهارة جلد كلب وفيل وهو المعتمد اور مصنف کے کلام نے فائدہ دیا کتا اور ہاتھی کی کھال کے پاک ہونے کا یعنے دباغت سے اور یہی قول
معتمد ہے ہم جبکہ سب کھالوں کی طہارت سے سور اور آدمی کو استثنا کرلیا تو معلوم ہوگیا کہ انکے سوا سب چمڑے دباغت سے پاک ہوجاتے ہیں وما اي اهاب
طهر به دباغ طهر بذكاة على المذهب لا يطهر لحمه على قول الاكثر ان كان غير ماكول هذا اصح ما يفتى به وان قال في الفيض الفتوى على طهارته اور جو
کھال کہ پاک ہوتی ہے دباغت کرنے سے وہ پاک ہوجاتی ہے جانور کے ذبح کرنے سے مذہب صحیح پر پاک نہیں ہوتا اُسکا گوشت اکثر علما کے نزدیک اگر
وہ جانور جسکو ذبح کیا غیر ماکول اللحم ہے اقوال مفتے بہ میں یہی قول عدم طہارت کا صحیح تر قول ہے اگرچہ فیض میں کہا ہے کہ گوشت کی طہارت پر فتوے ہے ہم
معراج الدرایہ میں کہا کہ عدم طہارت کا قول محققین کا قول ہے افعل التفضیل کے صیغہ سے طہارت کی قول کی بھی تصحیح معلوم ہوتی ہے مگر عدم طہارت
زیادہ تر صحیح ہے كذا في الطحطاوي وهل يشترط لطهارة جلده كون ذكوته شرعية بان تكون من الاهل في المحل بالتسمية قيل نعم وقيل لا والاول اظهر
لان ذبح المجوسي وتارك التسمية عمدا كلا ذبح وان صحح الثاني صححه الزاهدي في القنية والمجتبى واقره في البحر سوال اور کیا شرط ہے اُسکے کھال
کے پاک ہونے میں بطور حکم شرع کے ذبح کرنا اسطرح کہ ذبح کرنا صادر ہوا اہل سے یعنے مسلم عاقل یا کتابی سے ذبح کرنے کے مقام میں بسم اللہ
کے ساتھ جواب ایک قول یہ ہے کہ ہاں ذبح شرعی شرط ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ شرط نہیں اور پہلا قول ظاہر تر ہے اسواسطے کہ ذبح کرنا مجوسی کا اور اس
مسلمان اور کتابی کا جسنے بسم اللہ کہنا عمداً ترک کیا عدم ذبح کے مانند ہے اگرچہ قول ثانی کی زاہدی نے قنیہ اور مجتبی میں تصحیح کی ہے اور بحر الرائق میں اس
تصحیح کو ثابت رکھا ہے ہم اشتراط ذبح شرعی اکثر کتب معتمدہ مذہب میں مسطور ہے كذا في المنح زاہدی امام مشہور ہے قنیہ اور مجتبی کا مصنف ہے قنیہ فتاوی
اور مجتبی شرح ہے قدوری کے زاہدی عقائد میں معتزلی مذہب ہے اور فروع میں حنفی ہے **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا تخریج من دار الحرب كسنجاب
ان علم دبغه بطاهر فطاهر او بنجس فنجس وان شك فغسله افضل جو چمڑا کہ کفار کے ملک سے نکلتا ہے اور دار الاسلام میں آتا ہے چنانچہ سنجاب اگر اُسکی
دباغت پاک چیز سے معلوم ہوجاوے تو وہ چمڑا پاک ہے یعنے اُسکو پہن کر نماز درست ہے اور اگر اُسکی دباغت ناپاک چیز سے مثلاً مردار کی چربی سے معلوم
ہو تو وہ ناپاک ہے اور اگر شک واقع ہو یعنے معلوم نہ ہو کہ پاک چیز سے دباغت ہوئی یا ناپاک سے تو اُسکا دھونا بہتر ہے یعنے واجب نہیں وشعر الميتة

ف شامی نے کہا کہ قہستانی نے مضمرات سے نقل کی ہے کہ پانی [illegible] بعض [illegible] صورت معروف ہے کہ کھال کو پانی [illegible]

اور ظہیریہ میں اور مذہب اور بال مردار جانور کے پاک ہیں سوائے سور کے مذہب درست پر ہم بال وغیرہ کی طہارت پانی کی بحث میں اسواسطے بیان کی
معلوم ہو کہ اسکے پانی میں واقع ہونے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا پھر جب مردہ جانور کے بال وغیرہ پاک ٹھہرے تو زندہ کے بطریق اولی پاک ہونگے
اور خوک کے تو بال اور ہڈی اور تمام اجزا اسکے ناپاک ہیں ابو یوسف رح کے نزدیک اگر قلیل پانی میں واقع ہوں تو ناپاک ہوگا کذا فی الفتح وہی
وعظمہا وعصبہا علی المشہور اور مردار کی ہڈی اور پٹھا پاک ہے مذہب کے مشہور قول پر عصب یعنی پٹھے میں دو روایتیں ہیں سراج وہاج میں کہا کہ
اسکی نجاست صحیح ہے اور صاحب فتح القدیر بدایع کا تابع ہوا ہے اسکی طہارت میں اور یہی قول مشہور ہے اور وقایہ اور درر میں اسی پر یقین کیا ہے کذا فی النہر
وما فی الفتح من السوقہ اور مردار کا سم اور سینگ خالی چکنائی سے پاک ہے یعنے بال اور ہڈی اور پٹھے اور سم اور سینگ اسوقت پاک ہیں
بلکہ انپر چکنائی نہ لگی ہو اور اگر چکنائی ہو گی تو ناپاک ہیں یہ ناپاکی ذاتی نہیں بلکہ چکنائی کے لگنے سے ہے کذا فی البحر الاحکام والاصح اور التبیین فی الزاج
اور اسی طرح پاک ہے مردار کی مہر ایک وہ چیز جسمین زندگی نہیں سمائی یعنے جاندار کے بدن میں وہ چیزیں بے جان ہیں چنانچہ بال اور پر اور چونچ
اور نک کہ پنیر مایہ یعنے جیسا اور مردار کا دودھ بنابر قول راجح کے ہم الانفحہ بکسر ہمزہ وفتح فاء دودھ ہے جو شیرخوار بچے کے پیٹ میں ہوتا ہے یعنے پنیر مایہ جیسا
ڈالنے سے دودھ جمتا ہے وہ امام کے نزدیک پاک ہے جبکہ مردار سے نکلے خواہ بستہ خواہ سائل اور صاحبین کے نزدیک سائل نجس ہے اور بستہ دھونے
سے پاک ہو جاتا ہے اور اگر مذبوح جانور سے خارج ہو تو بالاتفاق پاک ہے کذا فی الطحطاوی وشعر الانسان غیر المنتوف اور انسان کا بال جو اکھاڑا
نہیں پاک ہے یعنے اکھاڑے بال ناپاک ہیں اور اسکی بیع کا جائز نہونا تعظیم کے سبب سے ہے نہ نجاست کی وجہ سے وعظمہ وسنہ مطلقا علی المذہب اور آدمی کی
ہڈی اور دانت مطلقا پاک ہیں مذہب درست پر مطلقا خواہ اپنا دانت ہو یا غیر کا واختلف فی اذنہ ففی البدائع نجسہ وفی الخانیہ لا اور اختلاف ہے آدمی
کے کان میں سو بدایع میں ہے کہ وہ ناپاک ہے اور خانیہ میں ہے کہ ناپاک نہیں وفی الاشباہ المنفصل من الحی کمیتہ الا فی حق صاحبہ فطاہر وان کثر اور اشباہ
میں ہے کہ جو چیز کہ زندہ شخص سے جدا ہو گئی وہ مردار کے مانند ہے مگر اسی شخص کے حق میں جسکا وہ جزء ہے پاک ہے اگرچہ قدر درہم سے زیادہ ہو مراد منفصل سے
مراد وہ عضو ہے جسمین جان ہے تو ناخن اور بال منفصل ہونے سے ناپاک نہ ٹھہرینگے اور یہ جو کہا کہ منفصل اسی کے حق میں پاک ہے یعنے بالخصوص نماز میں
اسکا حمل درست ہے نہ پانی وغیرہ میں اسواسطے کہ پانی فاسد ہوگا اسکے بقدر ناخن کے پڑنے سے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ونفسد الماء بوقوع قدر الظفر
من جلدہ لا بالظفر اور ناپاک ہو جاتا ہے قلیل پانی بقدر ناخن کے آدمی کی کھال کے گرنے سے نہ ناخن کے گرنے سے ہم یعنے آدمی کی کھال یا اسکا چھلکا
پانی میں گرا اور زیادہ شمار میں آیا پانی ناپاک ہوگا اسواسطے کہ کھال اور چھلکا آدمی کے منجملہ گوشت کے ہے اور ناخن کے گرنے سے ناپاک نہوگا اسواسطے
کہ ناخن عصب یعنے پٹھا ہے کذا فی البحر ودم سمک طاہر اور خون مچھلی کا پاک ہے ہم اسواسطے کہ مچھلی کا خون حقیقت میں خون نہیں ہے اسواسطے کہ جب
خشک ہوتا ہے تو سفید ہو جاتا ہے کذا فی المنح واعلم انہ لیس الکلب بنجس العین عند الامام وعلیہ الفتوی وان رجح بعضہم النجاستہ کما بسطہ ابن الشحنہ اور
اسکو جان رکھ کہ کتا نجس العین نہیں یعنی اسکی نجاست ذاتی نہیں خوک کے مانند امام اعظم کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے اگرچہ بعضے علما نے چنانچہ
زاہدی اور فقیہ ابو اللیث نے نجس العین ہونے کو ترجیح دی ہے چنانچہ ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اسکو مشرح بیان کیا ہے ہم کتے سے حفاظت اور شکار کرنا
شرعا درست ہے اگر وہ نجس العین ہوتا تو اس سے نفع حاصل کرنا درست نہوتا خوک کے مانند بحر الرائق میں ہے کہ کتے کی ہڈی اور بال اور عصب اور جو چیز ایسی کہ اسکو
نہیں وہ پاک ہے اور گوشت اسکا ناپاک ہے فیبا ع ویوجر ویضمن ویتخذ جلدہ مصلے ودلوا جبکہ کتا نجس العین نہوا تو اسکا بیچنا اور اجارہ دینا اور اسکے تلف
کرنے والے پر تاوان لازم ہونا اور اسکی کھال کا جانماز اور ڈول بنانا جائز ہے ولو اخرج حیا ولم یصب فمہ الماء لا یفسد ماء البئر ولا الثوب بانتفاضہ ولا
بعضہ ما لم یرا اور اگر کتا کنوئیں میں سے زندہ نکالا گیا اور اسکا منہ پانی میں نہ لگا تو کنوئیں کا پانی ناپاک نہوگا اور نہ کپڑا ناپاک ہوگا جھٹکنے سے کتے کی

چھیچھڑون سے اور نہ اسکے کاٹنے سے جبتک اسکی رال کا لگنا بدن پر معلوم نہو یعنی اگر کنوئین مین کتا منھ ڈالے یا کاٹنے مین اسکی رال بدن پر لگی تو پانی اور بدن ناپاک ہوگا اسواسطے کہ رال پیدا ہوتی ہے گوشت سے اور گوشت اسکا ناپاک ہے ولا صلوٰۃ حاملہ ولو کبیرا اور نہ فاسد ہوگی نماز اسکی جو نماز پڑھنے مین کتے کو لیے رہا اگرچہ بڑا کتا ہو یعنی اسواسطے کہ ظاہر اسکا ناپاک نہین اور باطن کی نجاست نماز کی مانع نہین شارح نے بقولہ ولو کبیرا اشارہ کیا کہ یہ جو بعضی روایت مین کلب صغیر کی قید ہے سو اتفاقی قید ہے نہ احترازی وشرط الحلوانی شد فمہ اور شمس الائمہ حلوانی نے کتے کا منھ بند کر لینا شرط کیا ہے یعنی حامل سگ کی نماز اس شرط سے فاسد نہین کہ اسکا منھ بند ہو تاکہ اسکا لعاب مصلی کے بدن پر اور کپڑے کو نہ لگے اسواسطے کہ ظاہر بدن ہر جانور کا پاک ہے نجس نہین ہوتا بدون موت کے اور اسکے باطن کی نجاست اپنے معدن مین قائم ہے تو اسکا حکم ظاہر نہین ہوتا جیسے باطن مصلی کی نجاست کا کذا فی البحر ولا خلاف فی نجاسۃ لحمہ وطہارۃ شعرہ اور امام اور صاحبین کا اختلاف نہین کتے کے گوشت کے ناپاک ہونے مین اور اسکے بال کے پاک ہونے مین م بعضون نے وہم کیا کہ جب کتا نجس العین نہوا تو اسکا پس خوردہ کیونکر ناپاک ہوگا حالانکہ وہ بالاتفاق حرام ہے اسکا جواب یہ ہے کہ طہارت عین اسکی مستلزم نہین کہ اسکا ہر جز پاک ہو پس خوردہ اسکا اسوجہ سے ناپاک ہے کہ اسکے ساتھ لعاب اسکا مختلط ہے اور لعاب پیدا ہوتا ہے گوشت سے اور گوشت ناپاک ہے دم مسفوح کے اختلاط سے والمسک طاہر حلال فیوکل بکل حال اور مشک پاک حلال ہے ماکول ہے ہر حالت مین یعنی خواہ غذا مین خواہ دوا مین خواہ ضرورت ہو یا نہو م طاہر کے بعد حلال کا لفظ اسواسطے زیادہ کیا کہ طہارت کو حلت اکل لازم نہین اسواسطے کہ مٹی پاک ہے مگر اسکا کھانا حلال نہین وکذا نافجتہ طاہرۃ مطلقا علی الاصح فتح وکذا الزباد اشباہ لاستحالتہ الی الطیبیۃ اور اسی طرح مشک کا نافہ پاک ہے مطلقا یعنی خواہ پانی کے لگنے سے فاسد ہو یا نہو بنا بر قول اصح کے کذا فی الفتح اور اسی طرح زباد پاک ہے کذا فی الاشباہ بسبب خوشبو ہو جانے کے ہر ایک مشک اور زباد کے م یعنی ہرچند مشک اصل مین خون تھا اور زباد غیر ماکول کا پسینہ ہے لیکن اب مستحیل بخوشبو ہو گیا حقیقت اسکی بدل گئی دونون پاک ہین اور غیر اصح زیلعی کا قول ہے کہ اگر نافہ مشک پانی لگنے سے فاسد نہو تو پاک ہے اور یہ اختلاف مردار جانور کے نافہ مین ہے اور زندہ غزال کا نافہ بالاتفاق پاک ہے زباد بزاء معجمہ وبا موحدہ بروزن سحاب خوشبودار چیز ہے یعنی ایک قسم کی بلی کا پسینہ اور میل ہے کہ اسکے دم کے نیچے مخرج کے پاس مجتمع ہو جاتا ہے اسکو کھرچ لیتے ہین قاموس مین ہے کہ جسنے زباد کی تفسیر جانور کی اسنے غلط کہا کذا فی الطحطاوی وبول ماکول اللحم نجس نجاسۃ مخففۃ وطہرہ محمد اور ماکول اللحم یعنی جس جانور کا گوشت کھانا حلال ہے جیسے بکری اور اونٹ اسکا پیشاب نجس ہے بہ نجاست خفیفہ اور محمد بن حسن نے اسکو پاک کہا ہے ولا یشرب بولہ اصلا لا للتداوی ولا لغیرہ عند ابی حنیفۃ اور ماکول اللحم کا پیشاب نہ پیا جاوے ہرگز نہ دوا کے واسطے اور نہ سوا دوا کے امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک م اور محمد رح کے نزدیک مطلقا جائز ہے اور ابو یوسف رح کے نزدیک دوا کے واسطے جائز ہے فرع مسئلہ متفرقہ شارح کا اختلف فی التداوی بالمحرم وظاہر المذہب المنع کما فی رضاع البحر لکن نقل المصنف ثمہ وہنا عن الحاوی وقیل یرخص اذا علم فیہ الشفاء ولم یعلم دواء آخر کما رخص الخمر للعطشان وعلیہ الفتوی اور حرام چیز سے دوا کرنے مین علما کا اختلاف ہے اور ظاہر مذہب یہ ہے کہ درست نہین ہے چنانچہ بحر الرائق کی کتاب الرضاع مین ہے لیکن مصنف نے اپنی شرح مین وہان یعنی کتاب الرضاع مین اور یہان حاوی قدسی سے نقل کیا ہے یہ مسئلہ اسطرح اور بعضون نے کہا کہ حرام سے دوا کرنے کی رخصت دیجاتی ہے جبکہ معلوم ہو کہ حرام مین شفا ہے اور کوئی دوسری دوا معلوم نہو جیسے نہایت پیاسے کو شراب پینے کی رخصت دیگئی ہے اور اسی قول پر فتوی ہے م خانیہ مین ہے قال علیہ الصلوٰۃ والسلام ان اللہ تعالی لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالی نے تمھارے واسطے شفا نہین رکھی اس چیز مین جو تم پر حرام کی یہ حضرت نے ان چیزون کے حق مین فرمایا جنمین شفا نہین ہے اور جنمین شفا ہے اسکے دوا کرنے کا کچھ مضائقہ نہین کیا تو نہین جانتا کہ پیاسے کو شراب کا پینا حلال ہے ضرورت کے سبب سے انتہی اور اسی قول کو اختیار کیا ہے صاحب ہدایہ نے تجنیس مین اسواسطے کہ حرمت ساقط ہے شفا حاصل ہونے کے

[illegible] کہ جب خون آدمی کے ناک سے [illegible] خوف ہوا [illegible] معلوم ہو
[illegible] الکتاب یا اسکو [illegible] اس خون سے اسکے [illegible] تھوڑے سے خون نہ ہو تو ایک قول میں رخصت نہیں ہے اور دوسرے قول میں رخصت ہے
جیسے شرب خمر کی رخصت ہے [illegible] کنایات کی نہایت کرنیکی میں اور یہی فتوی ہے کذا فی منح المصنف مختصراً فصل فی البیر یعنی یہ فصل ہے کنوئین
کے مسائل میں اذا وقعت نجاسة لیست بحیوان ولو مخففة او قطرة بول او دم او ذنب فارة لم یشمع فلو شمع فحکمه کالفارة جب گری وہ نجاست جو جاندار نہیں
اگرچہ نجاست خفیفہ ہو یا ایک قطرہ پیشاب یا خون کا یا چوہے کی ایسی دم کہ محل قطع موم سے بند نہیں سو اگر محل قطع موم سے بند ہو گا تو اسکا گرنا ایسے
ہے کہ دل اذ ساجا [illegible] چوہے کے گرنے سے نکالا جاتا ہے یعنی ہر قول ہم عدم حیوانیت کی قید اسواسطے لگائی کہ جاندار کے احکام آگے مذکور
ہونگے اور نجاست خفیفہ کو اسواسطے ذکر کیا کہ پانی میں نجاست مغلظہ اور مخففہ یکسان ہے کچھ فرق نہیں فی بئر دون القدر الکثیر یعنے اگر نجاست مذکور
گری اس کنوئین میں جو کم ہے مقدار کثیر سے بنا بر کلام گذشتہ ہم سابق میں یہ مذکور ہو چکا کہ آب کثیر میں مبتلا بہ کا ظن غالب معتبر ہے اور متاخرین کے فتوے پر
دہ در دہ کثیر ہے تو اگر کنواں دہ در دہ ہو تو نجاست مذکورہ کے گرنے سے ناپاک نہو گا تا وقتیکہ اسکا رنگ یا مزہ یا بو متغیر ہو ولا اعتبار للعمق علی المعتمد اور کچھ اعتبار
نہین کنوئین کے عمق کا بنا بر قول معتمد کے یعنے کثرت میں طول اور عرض کا اعتبار ہے نہ عمق کا تو عمق اگرچہ دس گز کا ہو وقوع نجاست سے ناپاک ہو گا
کذا فی البحر او مات فیہا او خارجہا والقی فیہا ولو فارة یابسة علی المعتمد الا الشہید النظیف او المسلم المغسول اما الکافر فینجسہا مطلقا لکنہ یا مر کنوئین میں یا
مر اکنوئین سے باہر اور ڈالا گیا اسمین اگرچہ مردہ خشک چوہا ہو معتمد قول پر مگر وہ شہید کہ پاک صاف ہے خون وغیرہ سے اور وہ مردہ مسلمان جو کہ نہلایا گیا
ان دونون کے کنوئین میں گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا ہے لیکن کافر مردہ تو کنوئین کو ناپاک کرتا ہے ہر طرح یعنے مغسول ہو یا غیر مغسول جیسے اسقاط حمل کا
بچہ ناپاک کر دیتا ہے حیوان دموی غیر مائی لما مر جاندار روان خون والا جو کہ آبی نہیں بدلیل گذشتہ ہم مذکور ہو چکا کہ غیر دموی کی موت سے پانی نجس نہین
اگرچہ پھول یا پھٹ گیا ہو اور پانی کا جانور اگرچہ خون والا ہو اسکے مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا کذا فی الطحاوی وانتفخ او تمعط او تفسخ ولو تفسخ خارجہا
ذکرہ الوالی جانور دموی مر کے پھول گیا یا اسکے بال جھڑ گئے یا پارہ پارہ ہو گیا اگرچہ کنوئین کے باہر پھٹ گیا پھر اسمین گرا ایسا ذکر کیا ہے علامہ والی محشی درر نے
ینزح کل مائہا الذی کان فیہا وقت الوقوع ذکرہ ابن الکمال نکالا جاوے کنوئین کا وہ سب پانی جو اسمین تھا نجاست اور جانور مذکور کے گرنے کے وقت
ایسا ذکر کیا ہے ابن کمال نے یعنی تو اگر پانی نکالنے سے پہلے کچھ پانی زیادہ ہو گا تو اسقدر کا نکالنا لازم نہو گا بعد اخراجہ الا اذا تعذر کخشبة او خرقة متنجسة فینزح
الماء الی حد لا یملاء نصف الدلو یطہر الکل تبعا پانی نکالا جاوے نجاست اور جانور کے نکال ڈالنے کے بعد مگر جبکہ اسکا نکالنا نہو سکے جیسا کہ لکڑی کا ٹکڑا یا ناپاک
کپڑا کہ غائب ہو گیا تو اسقدر پانی نکالنے سے کہ آدھا ڈول نہ بھرے یہ سب چیزین پاک ہو جاوینگی کنوئین پاک ہونے کے ساتھ ہم یعنے ڈول اور رسی اور
گھرنی اور کنوئین کے گرد مٹی اور پانی نکالنے والے کا ہاتھ اسواسطے کہ ان چیزون کی نجاست کنوئین کے ناپاک ہو جانے کے سبب سے تھی تو اسکے پاک
ہو جانے سے یہ بھی پاک ہونگی جیسے شراب کا مٹکا پاک ہو جاتا ہے جبکہ شراب سرکہ بنجاوے اور استنجا کرنے والے کا ہاتھ طاہر ہو جاتا ہے محل کی طہارت سے کذا
فی البحر ولو نزح بعضہ ثم زاد فی الغد نزح قدر الباقی فی الصحیح خلاصة اور جو تھوڑا پانی آج نکالا گیا پھر اسکے دن زیادہ ہو گیا تو اسی قدر نکالا جاوے جتنا باقی تھا
قول صحیح میں کذا فی الخلاصہ ہم یعنی اسواسطے کہ ہمی الاتصال پانی نکالنا شرط نہیں تو دوسرے دن سارا پانی نکالنا ضرور نہیں قید بالموت لانہ لو خرج حیا ولیس
بنجس العین ولا بہ حدث وخبث لم ینزح شیء الا ان یدخل فمہ الماء فیعتبر بسورہ فان نجسا نزح الکل والا لا ہو الصحیح مصنف نے کنوئین کے پانی نکالنے میں موت
حیوان کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر جاندار زندہ نکالا گیا اور حالانکہ وہ نجس العین نہیں مانند سور کے اور اسپر نجاست حکمی یا نجاست حقیقی ہے
تو کچھ پانی نکالا نجاویگا مگر اسوقت جبکہ اسکا منہ پانی میں داخل ہو تو اسوقت اسکے جھوٹے کا اعتبار ہو گا اگر اس حیوان کا جھوٹا ناپاک ہے تو سارا پانی

نکالا جائیگا اور اگر پاک ہو یا مکروہ یا مشکوک تو کچھ بھی نکالنا واجب نہیں یہی قول صحیح ہے ہم نجس العین کے ساقط ہونے سے تمام پانی نجس ہوگا خواہ مرے
یا نہ مرے منھ اسکا پانی مین داخل ہوا یا نہو اور شارح نے نجاست حکمی کو جو بیان کیا تو شاید کہ یہ قول آب مستعمل کی نجاست پر متفرع ہے کذا فی الطحطاوی نعم یندب
عشرۃ فی المشکوک لاجل الطہوریۃ کما فی الخانیۃ ہان مستحب ہے دس ڈول کا نکال دینا مشکوک مین مطہر ہونے کے واسطے چنانچہ خانیہ مین ہے ہم اور بعضون نے
مزید احتیاط کے واسطے سارے پانی کا نکالنا مستحب کہا ہے چنانچہ عالمگیری وغیرہ مین ہے زاد فی التاتارخانیۃ وعشرین فی الفارۃ واربعین فی سنور ودجاجۃ مخلاۃ
کادمی محدث تاتارخانیہ مین اتنا زیادہ کہا ہے کہ مستحب ہے ٢٠ ڈول نکالنا چوہے مین اور ٤٠ بلی اور کوچہ گرد مرغی مین جیسے بے وضو اور بے غسل آدمی کے کنوئین مین
گرنے اور زندہ نکلنے مین ٤٠ ڈول کا نکالنا مستحب ہے ثم ہذا اذا لم تکن الفارۃ ہاربۃ من ہرۃ ولا الہرۃ من کلب ولا الشاۃ من سبع فان کان نزح کلہ مطلقا کما فی
الجوہرۃ پھر یہ حکم یعنے سارا پانی نہ نکالنا جبکہ حیوان زندہ نکلے اور وہ نجس العین نہو اس صورت مین ہے جبکہ چوہا بھاگا نہو بلی سے اور نہ بلی کتے سے اور
نہ بکری درندے سے۔ اور اگر ہر ایک بھاگ کر کنوئین مین گرا ہے تو سارا پانی نکالا جاویگا مطلقا یعنے پانی مین اسکا منھ داخل ہوا ہو یا نہ داخل ہوا ہو چنانچہ جوہرہ
مین ہے ہم جانور گریختہ خوف سے پیشاب کر دیتا ہے یہ وجہ ہے تمام پانی نکالنے کی لکن فی النہر عن المجتبی الفتوی علی خلافہ لان فی بولہا شکا لیکن نہر الفائق
مین مجتبی سے منقول ہے کہ فتوے اسکے خلاف پر ہے یعنے پانی نکالنا واجب نہیں اسواسطے کہ پیشاب کے وجود مین شک ہے یعنے اور شک سے کوئی چیز ثابت
نہین ہوتی فان تعذر نزح کلہا لکونہا معینا فبقدر ما فیہا وقت ابتداء النزح قالہ الحلبی پھر اگر متعذر ہو تمام پانی کا نکالنا بسبب ہونے کنوئین کے
چشمہ دار تو اسقدر پانی نکالا جاسے جتنا اسمین تھا ابتدا اخراج کے وقت ایسا کہا ہے حلبی نے ہم یعنے زائد کا نکالنا لازم نہین اور شارح نے ابن کمال سے پہلے
وقت و توع کا اعتبار کرنا نقل کیا ہے یوخذ فی ذلک بقول رجلین عدلین لہما بصارۃ بالماء بہ یفتی وقیل یفتی بمائتین الی ثلثمائۃ وہذا الیسر وذاک احوط عمل
کرنا چاہیے اسمین یعنے پانی کی مقدار مین ان متقی دو مردون کے قول پر جنکو پانی کی خوب اٹکل ہے اسی قول پر فتوے ہے یعنے جب انکے انداز کے موافق
پانی نکل چکا کنواں پاک ہو گیا اور دوسرا ضعیف قول یہ ہے کہ چشمہ دار کنوئین مین دو سو ڈول کا تین سو ڈول تک فتوے ہے اور دوسرا قول آسان ہے
اور وہ پہلا قول بہت احتیاط والا ہے ہم دوسرا قول محمد رہ سے مروی ہے اور جبکہ انھون نے دیکھا کہ بغداد کے کنوئین ٣٠٠ ڈول سے زیادہ نہ تھے تب یہ
فتوی دیا لیکن یہ قول ضعیف ہے اسلیے کہ نجاست کے سبب سے حکم شرع یہ ہے کہ سارا پانی نکالا جاوے تو عدد مخصوص پر اقتصار کرنا ظاہر ہے جانے مین بلا دلیل
سمعی کیونکر مقبول ہو بلکہ ابن عباسؓ اور ابن زبیرؓ سے مخالف اسکے منقول ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر فاذا اخرج الحیوان غیر منتفخ ولا منفسخ ولا متمعط
فان کان کادمی وکذا سقط وسخلۃ وجدی واوز کبیر نزح کلہ پھر جبکہ کنوئین سے مردہ جانور نکالا گیا حالانکہ وہ پھولا نہین اور نہ پھٹا اور نہ اسکے
بال جھڑے ہین تو اگر جانور آدمی کے برابر ہے جسمیت مین اور اسکے مانند ہے ساقط حمل اور بکری اور بھیڑ کا بچہ اور بڑی بطا تو تمام پانی نکالا جاسے
وان کان کحمامۃ وہرۃ نزح اربعون من الدلاء وجوبا الی ستین ندبا اور اگر جانور کبوتر اور بلی کے مانند ہو تو ٤٠ ڈول نکالے جائین وجوب کی راہ سے
ساٹھ ڈول تک نکالنا ہے استحباب کی راہ سے وان کعصفور وفارۃ فعشرون الی ثلثین کما مر اور اگر جانور ہے کنجشک اور چوہے کے مانند تو ٢٠ ڈول نکالے
جائین ٣٠ ڈول تک جسطرح مذکور ہو چکا یعنے ٢٠ کا نکالنا واجب ہے اور ٣٠ کا مستحب وہذا یعم المعین وغیرہا بخلاف نحو صہریج وحب حیث یہراق الماء
کلہ لتخصیص الآبار بالآثار بحر و نہر اور یہ حکم شماری ڈول نکالنے کا شامل ہے چشمہ دار کنوئین اور غیر چشمہ دار کو برخلاف حوض اور مٹھور کے اسواسطے کہ اسکا تمام
پانی بہا دیا جاویگا اگر اسمین جانور گر کے مرجاسے اسواسطے کہ کنوون کا ناپاک ہونا پھر انکا چند ڈول کے نکالنے سے پاک ہو جانا بالخصوص ثابت ہوا ہے
صحابہ کرام کے اقوال اور افعال سے کذا فی البحر والنہر یعنے کنوؤن کا حکم برخلاف قیاس آثار سے ثابت ہے تو حوض اور مٹھور کو غیر چشمہ دار کنوئین کے ساتھ
ملحق نہین کر سکتے قال المصنف فی حواشیہ علی الکنز ونحوہ فی النتف مصنف نے کنز الدقائق کے حواشی مین کہا اور بحر الرائق اور نہر الفائق کے مانند ہے نتف

ہین و نقل عن القہستانی تفسیر الرکیۃ بالبئر اور مصنف نے نقل کیا قہستانی سے کہ رکیہ کا حکم کنوئین کے مانند ہے ترجمہ رکیہ بروزن عطیہ کنوئین کو کہتے ہین تو تشبیہ نہین
ہوسکتی مگر یہ کہ رکیہ سے مراد حفرہ یعنی گڑہا ہو چنانچہ قاموس مین ہے کہ معنی حفرہ کے مذکور ہین کذا فی الطحطاوی شاید رکیہ سے مراد حیاض کبیرہ العمق ہو جسکو ہمارے پنجاب
مین تیمہ کہتے ہین والدہ الخ وعن الفوائد ان الحب المطمور اکثرہ فی الارض کالبئر وسید فاالصھریج والزیر الکبیر ممنوعہ کالبئر فاتتمہ ہذا التحریر اہ شامی اور مصنف نے
فوائد سے نقل کیا کہ جو گھڑا پانی کی آدہی سے زیادہ زمین مین گڑی ہو وہ کنوئین کے مانند ہے اور بنا بر قول فوائد کے تو حوض مجمع الماء اور بہت بڑی
مٹکی بڑے کنوئین کے مانند قدر واجب ڈول نکالنا چاہیے سو اس تحریر کو غنیمت جان اس تحریر کو بیان تمام ہوا کلام مصنف کا جو کنز کے حواشی مین ہے
یلو وسطا وجود لوتلک البئر ثبتی یا چالیس ڈول نکالے جاوین متوسط ڈول سے اور متوسط یعنی میانہ ڈول سے وہ ڈول مراد ہے جو اس کنوئین کا ڈول
یعنے جس ڈول سے اُسکا پانی بھرا جاتا ہے فان لم یکن فالسنع صاعا یہ اگر اس کنوئین کا کوئی ڈول مقرر نہو تو اس ڈول کا اعتبار ہے جسمین ایک صاع پانی سماوے
ہم صاع آٹھ رطل ہے اور لکھنؤ کے سیر سے تخمینا تین سیر صاع ہوتا ہے وغیرہ تحسب یہ اور اسکے سوا یعنے جو ڈول کہ صاع سے کم زیادہ ہو اسکا حساب کر لیا جاوے
صاع والے ڈول سے یعنے اگر بہت بڑا ڈول ۲۰ یا ۳۰ ڈول کے برابر ہو تو ایک ہی ڈول کا نکالنا کفایت کرتا ہے ظاہر ہونے کو ظاہر مذہب مین اسواسطے
کہ قدر واجب کا اخراج حاصل ہو گیا اور اگر نہایت چھوٹا ڈول ہو تو قدر واجب سے زیادہ حساب کے موافق نکالنا چاہیے وکفی ملاء البئر الخ نزاولہ
کفایت کرتا ہے ڈول کے شمار مین بھرنا اوسے سے زیادہ ڈول کا یعنے اسواسطے کہ للاکثر حکم الکل ونزح ما وجد ان قل اور کفایت کرتا ہے نکالنا اسقدر
پانی کا جو کنوئین مین موجود ہے اگرچہ ڈولون کے شمار سے کم ہو یعنے ۲۰ ڈول مثلا نکالنا واجب ہوا اور کنوئین مین فقط ۲ ڈول پانی تھا تو اسی قدر کے
نکالنے سے پاک ہو گیا نہر الفائق مین کہا کہ اگر بعد اسکے پانی زیادہ ہو گیا تو کچھ نکالنا واجب نہین وجریان لبعضہ اور کفایت کرتا ہے کنوئین کے تھوڑے پانی
کا بہنا کنوئین کے جاری ہونے کی دو صورتین ہین ایک یہ کہ اسمین دو چشمہ ہین ایک سے پانی نکلتا ہے اور دوسرے سے بہتا ہے اور دوسری صورت یہ کہ
اسمین سوراخ کیا بطور سرنگ کے اور اسکا پانی بہا اگرچہ قلیل ہی جاری ہوا وہ پاک ہو جاویگا اسلیے کہ طہارت کا سبب یعنے جاری ہونا پایا گیا جیسے ناپاک
حوض جاری ہو جانے سے پاک ہو جاتا ہے وغور ان قدر الواجب اور کفایت کرتا ہے طہارت مین کنوئین کے اسقدر پانی کا زمین کے اندر سما جانا جسقدر کا نکالنا
واجب تھا اگر اسفل خشک ہو گیا تو پھر پانی کے آنے سے ناپاک نہوگا اور اگر خشک نہین ہوا تو صحیح تر یہ ہے کہ پانی آنے سے پھر ناپاک ہو جاویگا کذا فی الطحطاوی
عن البحر عن السراج وما بین حمامۃ وفارۃ فی الجثۃ کفارۃ فی الحکم اور جو جانور کہ جثے مین کبوتر اور چوہے کے درمیان کا ہے وہ چوہے کے مانند ہے حکم مین یعنے
اسمین ۲۰ ڈول کا نکالنا واجب ہے کما انہ ما بین دجاجۃ وشاۃ کدجاجۃ فالحق بطریق الدلالۃ بالاصغر چنانچہ وہ جانور کہ مرغی اور بکری کے درمیان کا ہے وہ
مرغی کے برابر ہے حکم مین تو جانور کہ چھوٹے اور بڑے کے مابین ہے اُسکو چھوٹے جانور کے ساتھ ملا دیا بطریق دلالت النص کے م دلالت النص اسکو کہتے ہین
کہ صریح مذکور نہین مگر بطریق اولی اُسکو سمجھ لیتے ہین یعنی جب مرغی مین ۴۰ ڈول واجب ہوے تو جو جانور مرغی سے بڑا ہے اسمین بطریق اولی ۴۰ واجب ہونگے
اسواسطے کہ اسکو بڑے جانور کے مانند کہنا دلیل سے ثابت نہین کما ادخل الاقل فی الاکثر کفارۃ مع ہرۃ جیسے اقل داخل کیا گیا اکثر مین جیسے چوہا بلی
کے ساتھ ہم سراج وہاج مین ہے کہ اگر بلی نے چوہا پکڑا اور دونون کنوئین مین گر پڑے تو اگر دونون زندہ نکلے تو کچھ نکالنا واجب نہین یا دونون مردہ نکلے
تو ۴۰ ڈول نکالنا واجب ہے یا فقط چوہا مردہ نکلا تو ۲۰ ڈول واجب ہین اور اگر چوہا زخمی ہے یا اسنے پیشاب کر دیا تو تمام پانی کا نکالنا واجب ہے کذا فی الطحطاوی
عن النہر ونحو الہرتین کشاۃ اتفاقا اور دو بلیون کے مانند بکری کے برابر ہے حکم مین بالاتفاق یعنے تمام پانی نکالنا چاہیے ونحو الفارتین کفارۃ اور دو چوہون
کے مانند ایک چوہے کے مانند ہے حکم مین یعنے ۲۰ ڈول نکالنا چاہیے والثلث الی الخمس کہرۃ اور تین چوہے پانچ چوہے تک بلی کے مانند ہین ۴۰ ڈول
نکالنے مین والست کشاۃ علی الظاہر اور چھ چوہے بکری کے مانند ہین تمام پانی نکالنے مین بنا بر ظاہر الروایۃ کے چنانچہ مبسوط مین ہے اور اسکو محمد رحمہ اللہ

لیا ہے کذا فی البحر ویحکم بنجاستہا مغلظۃ من وقت الوقوع ان علم اور کنوئین کی نجاست مغلظہ کا حکم کیا جاتا ہے جانور کے گرنے کے وقت سے اگر وقت معلوم
ہو والا فمذ یوم ولیلۃ ان لم ینتفخ اور اگر جانور کے گرنے کا وقت معلوم نہو تو ایک رات اور ایک دن پہلے سے ناپاکی کا حکم ہوگا بشرطیکہ پھول نہ گیا ہو یعنی اور
نہ پھٹا اور نہ بال جھڑا ہو کذا فی الطحطاوی وہذا فی حق الوضوء والغسل وما عجن بہ فیطعم للکلاب وقیل یباع من شافعی اور یہ حکم یعنے کنوئین کا ناپاک ہونا ایک رات
اور دن سے وضو اور غسل کے حق مین ہے اور اُس آٹے کے حق مین جو گوندھا گیا اس پانی سے تو وہ کھلایا جاوے کتون کو اور بعضون نے کہا کہ شافعی مذہب
کے ہاتھ بیچا جاوے یعنے اسواسطے کہ شافعی کے مذہب مین یہ پانی ناپاک نہین اما فی حق غیرہ کغسل ثوب فیحکم بنجاستہ فی الحال اور وضو اور غسل کے ماسوا کے
حق مین چنانچہ کپڑا دھونے کے حق مین تو پانی کی نجاست کا حکم کیا جاویگا فی الحال یعنے یہان ایک رات دن کا اعتبار نہوگا الحاصل وضو و غسل مین حکم نجاست
کا بطریق استناد کے ہے اور انکے ماسوا مین بطریق اقتصار کے وہذا لو تطہر من حدث او غسل من جنب والا فلم یلزمہ شئی اجماعا جوہرہ اور یہ حکم یعنے وضو اور غسل
مین ناپاک ہونا بطریق استناد اور کپڑے مین بطریق اقتصار کے اسوقت ہے کہ وضو اور غسل کیا ہو حدث اصغر اور اکبر سے یا کوئی چیز دھوئی ہو نجاست حقیقی کے
دور کرنے کو اور اگر ایسا نہو یعنے وضو یا غسل کیا بدون حدث کے یا کپڑا دھویا بدون نجاست کے تو کوئی چیز لازم نہین باتفاق امام اور صاحبین کے
کذا فی الجوہرۃ یعنی نماز کا اعادہ اور دھونا کپڑے کا لازم نہین اسواسطے کہ مقتضی صحت نماز کا پایا گیا یعنے طہارت سابقہ اور مانع مین شک ہے اسواسطے کہ پانی
کی طہارت اور نجاست مشکوک ہے اور نماز شک سے باطل نہین ہوتی برخلاف پہلی صورت کے اسواسطے کہ اسمین تو مانع بالیقین ثابت ہے یعنی حدث اصغر
یا اکبر اور کپڑے کی نجاست اور مزیل مین شک ہے کذا فی الطحطاوی ومذ ثلثۃ ایام بلیالیہا ان انتفخ او تفسخ استحسانا اور تین رات دن سے نجاست کا حکم
کیا جاوے اگر جانور پھولا یا پھٹا ہو استحسان کی رو سے م استحسان عبارت ہے احسن امر کے طلب کرنے سے اور بعضون نے کہا عبارت ہے قیاس کے
ترک کرنے اور اس امر کے لینے سے جو لوگون کو آسان تر ہے اور بعضون نے کہا عبارت ہے احکام مین آسانی طلب کرنے سے اور خلاصہ ان عبارتون کا یہ ہے کہ
استحسان سختی کا چھوڑنا ہے اور آسانی کا لینا قال اللہ تعالے یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر کذا فی الطحطاوی اور بعضون نے کہا کہ استحسان اُس قیاس
کو کہتے ہین جسکی وجہ مخفی ہے لیکن قیاس جلی سے قوی تر ہے نہر الفائق مین ہے وجہ استحسان یہ ہے کہ پانی مین حیوان دموی کا واقع ہونا اسکی موت کا سبب
ظاہر ہے تو اسی پر موت کا حوالہ ہوگا نہ موہوم سبب پر اور بلا شک وجود دیر زمانہ وقوع کا سابق ہے تو انتفاخ مین تین دن کی تقدیر ہوئی اور اسکے غیر
مین ایک دن رات کی بنابر اکثر عادت کے وقالا من وقت العلم فلا یلزمہم شئی قبلہ قیل وبہ یفتی اور صاحبین نے کہا کہ پانی کی نجاست کا حکم ہوگا حیوان
کے معلوم ہونے کے وقت سے تو لوگون کو معلوم ہونے سے پہلے کوئی چیز لازم نہوگی بعضون نے اسی قول کو مفتی بہ کہا ہے م صاحبین کا قول یہی
قیاس ہے اسواسطے کہ یقین یعنے طہارت کا متیقن ہونا زمانہ گذشتہ مین زائل نہین ہوتا شک سے یعنی نجاست سے اسواسطے کہ احتمال ہے کہ حیوان کنوئین سے
باہر مرا ہو پھر اسکو سخت ہوا نے یا چڑیا نے کنوئین مین ڈال دیا ہو نہر الفائق مین ہے کہ غایۃ البیان مین کہا کہ امام کا قول احوط ہے اور صاحبین کا
قول لوگون کو آسان تر ہے فتاوی عتابی مین ہے کہ صاحبین کا قول مختار ہے اور شیخ قاسم نے اسکو رد کیا ہے کیونکہ اکثر کتب کے مخالف ہے اسواسطے کہ امام کی دلیل
کی اکثر کتب مین ترجیح واقع ہے اور وہ احوط بھی ہے انتہی طحطاوی نے کہا شارح کو یون کہنا بہتر تھا قیل وہو المختار اسواسطے کہ اختیار کو افتا لازم نہین فرع
مسئلہ ملحقہ شارح کا وجد فی ثوبہ منیا او بولا او دما اعاد من آخر احتلام وبول ورعاف اپنے کپڑے مین منی یا پیشاب یا خون کو پایا تو نماز کا اعادہ کرے پچھلے
احتلام یا پیشاب یا نکسیر چھوٹنے سے م نوادر بن رستم مین امام سے منقول ہے کہ خون مین نماز کا اعادہ نہین اور اسی کو محیط مین اختیار کیا ہے کذا فی النہر
ظاہر عدم اعادہ کی وجہ یہ ہے کہ غیر شخص کا خون شاید لگ گیا ولو وجد فی جبتہ فارۃ میتۃ فان لا ثقب فیہا اعاد وقد وضع القطن والا فثلثۃ ایام
ان منتفخۃ او ناسفۃ والا فیوم ولیلۃ اور اگر اپنے جبہ مین مردہ چوہا پایا تو اگر جبہ مین سوراخ نہو تو نماز کا اعادہ کرے روئی بھرنے کے

وقت سے اور اگرچہ مین سوراخ ہو تو تین دن کی نماز پھیرے اگرچہ پھولا پھٹا یا خشک ہوا اور اگرچہ پھولا پھٹا یا خشک نہو تو ایک دن کی نماز پھیرے اور بعض نے
کے وقت سے اسوقت اعادہ ہوگا جبکہ جیسے اسکو دیکھے یا ہو کذا فی التحفہ وہی دو نون قولون تیرہ قول پاتا تصحیح فیض اور کنوئین سے پانی نکالنا لازم نہین
چوہے کے پیشاب مین صحیح تر قول مین کذا فی الفیض ولا بخرء حمامۃ وعصفور وکذا سباع طیر فی الاصح لتعذر صونہا عنہا اور پانی نکالنا لازم نہین کبوتر اور گنجشک
کی بیٹ پڑنے سے کنوئین مین اور اسی طرح کا حکم ہر پرندہ درندہ کی بیٹ کا صحیح تر قول مین اسواسطے کہ حفاظت کنوؤن کی اُن سے نہین ہوسکتی ولا بنقاط
بول کرؤس ابر وغبار نجس للعفو عنہا اور نہ اُن پیشاب کے چھینٹون سے جسکی چھینٹین نہایت صغیر ہین چنانچہ سر سوئن اور نہ ناپاک غبار کے پڑنے سے
اسواسطے کہ یہ دونون معاف ہین ولبعرتی ابل وغنم اور نہ اونٹ اور بھیڑ بکری کی دو مینگنیون کے پڑنے سے کنوئین کا پانی نکالنا لازم ہے کما لا یخفی
او وقعتا فی محلب وقت حلب فرمیتا فوراً قبل تفتت وتلون جسطرح معاف ہے اگر دو مینگنیان پڑگئین دودھ کے برتن مین دوہنے کے وقت پھر
پھینکین اور دودھ کے رنگین ہونے سے پہلے نکال کر پھینک گئین ہم یہ معافی ہے ضرورت کے سبب سے اسواسطے کہ دوہنے کے وقت مینگنی گرنے کی عادت
ہے تو سواے اس وقت کے عفو نہین کذا فی النہر والتعبیر بالبعرتین اتفاقی لان ما فوق ذلک کذلک ذکرہ فی الفیض وغیرہ اور دو مینگنیون کا ذکر کرنا مصنف
کا اتفاقی ہے نہ احترازی اسواسطے کہ مینگنیون سے زیادہ کا بھی یہی حکم ہے عفو کا کذا فی الفیض وغیرہ ولذا قال قیل التقلیل المعفو عنہ ما یستقلہ الناظر
والکثیر بعکسہ وعلیہ الاعتماد وکما فی الہدایہ وغیرہا لان ابا حنیفۃ لا یقدر شیئا بالرأی اور اسی واسطے یعنے اسلیے کہ دو سے زیادہ مینگنیان بھی عفو مین مصنف
نے بیان کیا کہا گیا ہے کہ تھوڑی مینگنی وہ ہین جنکو دیکھنے والا تھوڑی سمجھے اور کثیر اسکے بالعکس ہے یعنے جنکو ناظر بہت سمجھے اور اسی قول پر اعتماد ہے چنانچہ ہدایہ
وغیرہ مین مذکور ہے اسواسطے کہ امام ابو حنیفہ رح کسی چیز کا اندازہ اپنی تجویز سے نہین ٹھہرایا کرتے ہم معراج الدرایہ مین کہا کہ یہی قول مختار ہے کذا فی الطحطاوی اور
غیر معتمد اور غیر مختار تین قول ہین ایک یہ ہے کہ جو ہر ڈول مین مینگنی آدے تو کثیر ہے والا قلیل دوسرے یہ کہ اگر چوتھائی پانی پر مینگنیان ہون تو کثیر ہے والا قلیل اور
تیسرے یہ کہ تہائی پانی پر ہو تو کثیر ہے والا قلیل فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا البعد بین البیر والبالوعۃ بقدر ما لا یظہر للنجس اثر پانی کے کنوئین اور نجاست کے کنوئین
اور گڑھے مین اسقدر دور ہونا معتبر ہے کہ نجاست کا اثر پانی کے کنوئین مین ظاہر نہو ہم جب پانی کا اثر یعنے رنگ اور بو اور مزہ ظاہر نہو تو کنوان پاک ہے
اگرچہ دونون مین ایک گز کا فرق ہو اور اگر نجاست کا اثر ظاہر ہو تو ناپاک ہے اگرچہ دونون مین دس گز کا فرق ہو کذا فی الطحطاوی ویعتبر سور بمسئر اسم
فاعل من اسار ای ابقی لاختلاطہ بلعابہ اور جھوٹے کی طہارت اور نجاست مین جھوٹا کرنے والے جاندار کا اعتبار کیا جاتا ہے اسلیے کہ جھوٹی چیز مین اس
جاندار کا لعاب ملجاتا ہے شارح نے کہا کہ مسئر اسم فاعل کا صیغہ مشتق ہے اسار فعل ماضی سے جو بمعنی ابقی ہے ہم جب مصنف نے پانی کے فساد اور عدم فساد کے
بیان سے نسبت واقع ہونے حیوانات کے فراغت پائی تو اب اسکا بیان شروع کیا جو حیوانات سے پیدا ہوتا ہے یعنے انکا جھوٹا اور پسینہ سور بمعنی العین یعنے جھوٹا
اسکو کہتے ہین جو پینے والے سے برتن یا حوض مین پانی باقی رہے پھر بقیہ طعام وغیرہ کو بھی سور بولتے ہین بطریق استعارہ کے اور چونکہ لعاب متولد ہوتا ہے
جاندار کے گوشت سے تو اسی کو معتبر رکھا طہارت اور نجاست اور کراہت اور نزاکت مین کذا فی الطحطاوی فسور آدمی مطلقاً ولو جنباً او کافراً او امرأۃ
تو جھوٹا آدمی کا مطلقاً اگرچہ وہ جنب یا کافر یا عورت ہو پاک ہے ہم کافر کی نجاست اعتقادی ہے نہ حسی اسواسطے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے
کافرون کو مسجد مین شب باش ہونے دیا کذا فی البحر نعم یکرہ سور ہا للرجل کعکسہ للاستلذاذ واستعمال ریق الغیر وہو لا یجوز یعنی ہان مکروہ ہے جھوٹا عورت
کا مرد کو اور مرد کا جھوٹا عورت کو یعنے اجنبی مرد اور عورت کے حق مین لذت گیری کے سبب سے اور غیر کی رال کا استعمال کرنا جائز نہین کذا فی المجتبی
ہم یعنے یہ کراہت استلذاذ کی وجہ سے ہے نہ نجاست کے سبب سے طحطاوی نے کہا اس سے نکلتا ہے کہ اگر حلاق امرد ہو اور مخلوق اپنے سر پر اسکے ہاتھ
لگانے سے لذت پاوے تو مکروہ ہے تو حمامی امرد کی نسبت مالش بطریق اولی مکروہ ہوگی اور اسی طرح ہاتھ پانون کا دبوانا امرد سے دماکول کجرد منہ

الفرس فی الاصح ومثلہ ما لا دم لہ اور اس جانور کا جھوٹھا پاک ہی جسکا گوشت کھانا حلال ہی اور اسی قسم سے گھوڑا صحیح تر قول مین اور اسی کے مانند وہ
جانور جسمین دم مسفوح نہین م گھوڑے کے گوشت کی کراہت امام کے نزدیک احترام کی وجہ سے ہی کہ جہاد کا آلہ ہی نہ نجاست کی وجہ سے تو اسکا جھوٹھا مکروہ
نہین طاہر الفم قید الکل طاہر طہور بلا کراہۃ طاہر الفم سب کی قید ہی یعنے آدمی اور ماکول اللحم اور گھوڑا اور جسمین خون سائل نہین جبکہ اُنکے منھ پاک
ہون نجاست سے تو انکا جھوٹھا بذات خود پاک ہی اور غیر کا پاک کرنے والا ہی احداث اور انجاث سے بلا کراہت مطلقاً یعنے مکروہ تنزیہی بھی نہین ہی
وسور خنزیر وکلب وسباع بہائم ومنہ الہرۃ البریۃ وشارب خمر فور شربہا اور جھوٹھا سور اور کتے اور چوپائے درندون کا ناپاک ہی
اور درندون مین جنگلی بلی داخل ہی اور شراب پینے والے کا جھوٹھا شراب پینے کے وقت فوراً ناپاک ہی م چوپائے درندے چنانچہ شیر اور چیتا
اور بھیڑیا شراب خوار مین فوراً کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر شراب پی کر اتنا توقف کیا کہ رال نے منھ اُسکا دھو گیا پھر اُسنے پانی پیا تو اب اسکا جھوٹھا ناپاک
نہین ولو شاربہ طویلاً لا یستوعبہ اللسان نجس ولو بعد زمان اور اگر شراب خوار کی موچھ اسقدر دراز ہی کہ اُسپر زبان نہین پہونچتی تو اُسکا جھوٹھا ہر صورت
ناپاک ہی اگرچہ بعد مدت کے اُسنے پانی پیا ہو وہرۃ فور اکل فارۃ نجس مغلظ اور بلی کا جھوٹھا چوہے کھانے کے وقت فوراً نجس مغلظ ہی م اور
اگر بلی نے چوہا کھانے کے بعد زبان سے اپنے منھ کو چاٹا یہانتک کہ اُسکا پاک ہو جانا مظنون ہوا تو اب اُسکا جھوٹھا پاک ہی کذا فی الطحطاوی وسور ہرۃ
ودجاجۃ مخلاۃ وابل وبقر جلالۃ فالاحسن ترک دجاجۃ لیعم الابل والبقر قہستانی وسباع طیر لم یعلم ربہا طہارۃ منقارہا وسواکن البیوت طاہر
للضرورۃ مکروہ تنزیہا فی الاصح ان وجد غیرہ والالم یکرہ اصلا کاکلہ لفقیر اور جھوٹھا مرغی کوچہ گرد کا اور اونٹ اور گائے بیل نجاست خور کا اور
ان درندون پرند کا جنکے پالنے والون کو انکی چونچ کی طہارت معلوم نہین اور جھوٹھا گھرون کے رہنے والے جانورون کا پاک ہی ضرورت کی وجہ
سے مکروہ تنزیہی ہی صحیح تر قول مین اگر سوا اُسکے اور پانی ملے اور اگر اُنکے جھوٹھے پانی کے سوا اور پانی نہ ملے تو اب مکروہ تنزیہی بھی نہین اصلا جیسے
اُنکے طعام کا کھانا محتاج کو مکروہ نہین قہستانی نے کہا تو بہتر یہ تھا کہ مصنف مرغی کا لفظ نہ کہتا تو کوچہ گرد کا لفظ اونٹ اور گائے اور بیل کو شامل ہو جاتا
یعنے اسواسطے کہ کوچہ گرد سے مراد نجاست خور ہی تو اُسمین مرغی اور اونٹ اور بیل سب داخل رہتے ہین م سباع طیر سے مراد چنانچہ باز اور شکرہ اور شاہین ہی
چونکہ انکا گوشت حرام ہی تو قیاس یہ تھا کہ انکا جھوٹھا بھی نجس ہو اور وجہ استحسان یہ ہی کہ یہ پرند چونچ سے پانی پیتے ہین اور وہ خشک ہڈی ہی پاک لیکن غالباً
مردار خور ہین تو کوچہ گرد مرغی کے مانند ہوے تو کراہت کا شبہہ پیدا ہوا پھر اگر یہ شکاری جانور محبوس ہون اور اُنکے پالنے والے کو انکی چونچ کی طہارت معلوم
ہو تو اُنکے جھوٹھے پانی سے وضو کرنا مکروہ نہین یہ روایت ہی ابو یوسف رح سے اسکو پسند کیا ہی متاخرین نے اور اسپر فتوی دیا ہی ضرورت مذکورہ کا بیان یہ ہی کہ
قیاس چاہتا تھا کہ انکا جھوٹھا نجس ہو انکے گوشت کے نجس ہونے سے لیکن نجاست انکی ساقط ہو گئی طواف کی علت سے جو حدیث مین بلی کے حق مین وارد ہوئی
کراہت ثابت ہی نجاست کے توہم سے کذا فی الطحطاوی مختصراً وسور حمار اہلی ولو ذکراً فی الاصح وقیل ان امہ حمارۃ اور جھوٹھا پالو گدھے کا اگرچہ نر ہو صحیح تر قول مین
اور اس خچر کا جسکی ماں گدھی ہی مشکوک ہی م مقابل اصح بعضون کا قول ہی کہ نر گدھے کا جھوٹھا نجس ہی اسواسطے کہ نر گدھا مادہ کا پیشاب سونگھتا ہی اصح کی وجہ یہ ہی
کہ سونگھنا امر موہوم غالب الوجود نہین تو اسکا اعتبار نہین فلو فرساً او بقرۃ فطاہر کمتولد من حمار وحشی وبقرۃ ولا عبرۃ لغلبۃ الشبہ لتصریحہم بحل اکل ذئب ولدتہ
شاۃ لاعتبار الام وجواز الاکل یستلزم طہارۃ السور کما لا یخفی تو اگر خچر کی ماں گھوڑی یا گائے ہو تو اُسکا جھوٹھا پاک ہی جیسے اس جانور کا جھوٹھا پاک ہی
جو پیدا ہوا گورخر اور گائے سے اور غلبہ مشابہت کا کچھ اعتبار نہین بسبب تصریح کرنے فقہا کے اس بھیڑیے کے حلال ہونے مین جسکو بھیڑ یا بکری نے جنا
ماں کے اعتبار کرنے کی وجہ سے اور کھانا حلال ہونا مستلزم ہی جھوٹے کی طہارت کو چنانچہ یہ امر پوشیدہ نہین م یہ روہی ملا مسکین شارح کنز پر کہ اُنہنے مشابہت
کا اعتبار کیا ہی وما نقلہ المصنف عن الاشباہ من تصحیح عدم الحل قال شیخنا غریب اور جو مصنف نے اپنی شرح مین اشباہ سے عدم حلت کی تصحیح نقل کی ہی ہمارے

احداث یعنی حکمی نجاستین اور انجاث یعنے حقیقی نجاستین ۱۲ ناپاکی کی وجہ ... دراز ... سبب ... اول پانی مین ... اور ناپاک ... ۱۲

نجاست غیرہ لعینہ میں شک کیا کیونکہ ہر ہ مذاہت ادر بوجہ عدم ثبوت نجاست غیر معتبر ہے ہم جواب بات یہ ہے کہ مصنف نے قولہ ناجیسی سند ساتھ اسناد سے یون نقل کیا ہے
جبکہ حیوان کو جو حال ہیجون گولک جوالد ووسرا جیسا قول جو دونا ان ہین مع قول ہین عدم استعارہ اس قول کی وجہ یہ کہ ان ما اعتبار کر کے تحقیق ہیچ مو
قول ہی کہ ان الحمار و البغل مشکوک شئی و حیوانی طہارت سے ملوث فی الغسل ۔ مشتبہ کا اسبر اک ہے اور خچر کے جھوٹے ہونے میں شک ہوا و سا کہ
پاک ہونے میں شک نہیں و لیکن کیا گیا کہ جھوٹا پانی بیل پانی میں کہا جاتا ہے اجزا و اعتبار ہو کہ شیئہ کہ نصف سے کم ہو کر و وضوء اس سے جائز ہے نہیں
اب اس میں ابتدا الا اعتبار ہم وبل ثبوت نہ ہوا بنا بر ثبوت ضرورت میں تردد ہوا و اسطے کہ گدھا مکانات میں باندھا جاتا ہے تو ظروف سے پانی پیتا ہے اور ضرورت
لو اسقاط نجاست میں اثر رکھتا ہے بلی اور چوہے میں گدھے کی ضرورت بلی اور چوہے سے کمتر ہے کیونکہ وہ دونوں ہر جگہ گھر میں آمد و رفت رکھتے ہیں
بخلاف گدھے کے اور اگر ضرورت ثابت نہ ہوتی جیسا کہ کتے اور سباع تو نجاست کا حکم ہوتا بلا اشکال تو جبکہ ضرورت ایک وجہ سے ثابت ہوئی اور دوسری
وجہ سے ثابت نہ ہوئی تو طہارت اور نجاست دونوں ساقط ہو گئیں تعارض کی وجہ سے کذا فی الجوہرۃ ولا یطہر النجس قولا ان اور گدھے کا جھوٹا پانی ناپاک چیز کو
پاک کرتا ہے یا نہیں اسمین دو قول ہیں ایک قول یہ کہ ان پاک کر دیتا ہے اور دوسرا قول یہ کہ پاک نہیں کرتا فیتوضا بہ او یغتسل و یتیمم ای یجمع
بینہما احتیاطا ای بصلوۃ واحدۃ لانی حالۃ واحدۃ و ان قدر ما مطلقا سبب گدھے اور خچر کا جھوٹا مشکوک ہوا تو اس سے وضو کرے یا نہا دے اور تیمم بھی کرے
یعنے دونوں کو احتیاط کی راہ سے جمع کرے ایک نماز میں نہ ایک حالت میں بشرطیکہ آب مطلق بغیر مشکوک کو نہ پاوے ہم نماز واحد میں جمع بین الوضوء والتیمم
احتیاط ہی نہ ادا ہے واحد میں تو اگر گدھے کے جھوٹے پانی سے وضو کیا اور نماز پڑھی پھر وضو توڑا اور اسنے تیمم کیا اور وہی نماز پھر پڑھی تو جائز ہے یہی قول صحیح ہے
اگرچہ ادا ہے واحد میں جمع نہ کیا کذا فی المستصفی و صح التقدیم ای ایہما شاء فی الاصح اور وضو اور تیمم میں جسکو چاہے مقدم کرے صحیح تر قول میں اور تیمم وصلی ثم اراقہ
اعادہ التیمم والصلوۃ لاحتمال طہوریتہ اور اگر تیمم کیا اور نماز پڑھی پھر گدھے کا جھوٹا پانی گرا دیا تو اسپر تیمم کرنا اور وہی نماز پڑھنا لازم ہوگا اس پانی کے مطہر
ہونے کے احتمال سے یعنی تیمم کا اعتبار اسوقت ہے جبکہ پانی مطہر نہ ہو لہذا ایسا پانی گرانے سے بعد نماز اور تیمم کا اعادہ لازم ہوا کیونکہ اسکا مطہر ہونا محتمل ہے
و تقدیم التیمم علی نبیذ التمر علی المذہب الصحیح المفتی بہ لان المجتہد اذا رجع عن قول لا یجوز الاخذ به اور تیمم کو مقدم کرنا چاہیے شربت خرما کی طہارت پر یعنے فقط تیمم
متعین ہے وضو اس سے جائز نہیں بنا بر قول صحیح ٹہرائے گئے مفتی بہ مذہب پر اسواسطے کہ مجتہد نے جبکہ رجوع کیا ایک قول سے تو اسپر عمل کرنا مقلد کو جائز نہیں
اور نبیذ خرما اس سے عبارت ہے کہ خرمے پانی میں ڈالے جائیں اور وہ پانی میٹھا اور سائل باقی رہے تو امام کا اول قول یہ تھا کہ نبیذ سے وضو متعین ہے یعنے تیمم کرنا
چاہیے اور ابو یوسف نے کہا کہ فقط تیمم کرنا چاہیے اور محمد رحمہ کے نزدیک جمع بین الوضوء والتیمم ہے اور نبیذ خرما جبکہ کاڑھا اور نشہ پیدا ہو جاوے تو بالاتفاق وضو جائز
نہیں شرح مجمع اور بحر الرائق میں ہے کہ امام کے نزدیک تیمم متعین ہے اسی قول کی طرف امام نے رجوع کیا ہے کہ تیمم کرے اس سے وضو نہ کرے یہی مذہب صحیح مختار ہے کذا فی
المنح و حکم العرق کسؤر اور پسینہ جھوٹے کے مانند ہے حکم میں ہر اسواسطے کہ جھوٹا مخلوط ہوتا ہے لعاب سے اور لعاب اور پسینہ دونوں پیدا ہوتے ہیں گوشت
سے تو ہر حیوان کا پسینہ اسکے جھوٹے کے ساتھ معتبر ہے طہارت اور نجاست اور کراہت میں کذا فی المنح فعرق الحمار اذا وقع فی الماء صار مشکوکا علی المذہب کما
فی المستصفی تو گدھے کا پسینہ جبکہ پانی میں ٹپکا تو پانی مشکوک ہو گیا صحیح مذہب پر چنانچہ مستصفی میں مذکور ہے و فی المحیط عرق الحمار عفو فی الثوب والبدن اور
محیط میں ہے کہ اونٹ وغیرہ ماکول اللحم نجاست خور کا پسینہ معاف ہے کپڑے اور بدن میں یعنے ہر چند نجس ہے مگر عفو ہے اور ظاہر تقیید اسپر دال ہے کہ پانی میں معاف
نہیں و فی الخانیۃ انہ طاہر علی ظاہر الروایۃ اور فتاوی قاضی خان میں ہے کہ اسکا پسینہ پاک ہے ظاہر مذہب پر یعنی نجس معفو نہیں اور ظاہر اسکے پڑنے سے پانی بھی پاک ہے واللہ اعلم

باب التیمم

یہ باب ہے تیمم کے احکام میں مثلث ہے تاسیا بالکتاب مصنف نے تیمم کو بعد وضو اور غسل کے تیسرے درجے میں مذکور کیا قرآن مجید کی پیروی سے کہ قرآن مجید میں

تیمم دو مقام مین مذکور ہی سورہ نسا اور سورہ مائدہ مین سو حق تعالے نے پہلے وضو کو بیان کیا پھر تیمم کو سو مصنف نے بھی قرآن مجید کی اقتدا کی وہو من خصائص
ہذہ الامۃ بلا ارتیاب اور تیمم اس محمدی امت کی مخصوصات سے ہی بلا شبہہ یعنے اگلی امتون کو اسکا حکم نہ تھا حق تعالے نے نزار رحمت سے ہم خاکسار ونکے حق
مین خاک کو مطہر قرار دیا والحمد للہ علی ذلک وہو لغۃ القصد وشرعا قصد صعید مطہر شرط القصد لانہ النیۃ تیمم لغت عرب مین بمعنی مطلق قصد کے ہی اور شرع کی اصطلاح
مین تیمم قصد کرنا ہی پاک کرنے والی مٹی کا مصنف نے قصد کو شرط کیا اسواسطے کہ قصد عبارت ہی نیت سے اور نیت تیمم مین فرض ہی م یہ تعریف تیمم کی مقبول نہین
اسلیے کہ قصد تیمم مین شرط ہی نہ رکن فتح القدیر مین تعریف تیمم کی یون مذکور ہی کہ تیمم نام ہی چہرہ اور دونون ہاتھون کے مسح کرنے کا پاک مٹی پر مارکے بشرط نیت
کذا فی النہر بحر الرائق مین کہا کہ یہی تعریف حق ہی اور قصد شرط ہی کیونکہ قصد کو نیت کہتے ہین خرج الارض المتنجسۃ اذا جفت فانہا کالماء المستعمل مطہر کی قید سے ناپاک
مٹی جبکہ وہ خشک ہوجاوے تیمم کی تعریف سے خارج ہوگئی اسواسطے کہ وہ تو مستعمل پانی کے مانند پاک ہی مگر پاک کرنے والی نہین ہی کہ تیمم اسپر درست ہو لیکن
نماز اسپر درست ہی واستعمالہ حقیقۃ او حکما لیعم التیمم بالحجر الاملس اور استعمال اسکا خواہ حقیقۃ ہو خواہ حکما تاکہ صاف پتھر پر تیمم کرنے کو شامل رہے م یہ جواب ہی سوال
مقدر کا تقریر اسکی یہ ہی کہ صاف چکنے پتھر پر تیمم جائز ہی اور حالانکہ اسمین استعمال نہین جواب دیا کہ اسپر دونون ہاتھ کے رکھنے سے استعمال حکمی پایا گیا بصفۃ
مخصوصۃ قصد کرنا مطہر مٹی کا اور اسکا استعمال ایک خاص طور پر م طور خاص سے تیمم کی کیفیت مراد ہی وہ یہ ہی کہ دونون ہاتھ مٹی پہ مارے پھر انکو جھاڑے
پھر انسے چہرے کو ملے اسطرح پر کہ کچھ باقی نہ رہے پھر دونون ہاتھ مٹی پر مارے پھر انکو جھاڑے پھر انسے دونون ہاتھ کہنیون تک ملے کذا فی المنح ہذا لیفید ان الضربتین
رکن وہو الاصح الاحوط یہ یعنی طور خاص نے اسکا فائدہ دیا کہ دو بار مٹی پر ہاتھ کا مارنا تیمم کا رکن ہی اور یہی قول صحیح تر اور زیادہ تر احتیاط والا ہی م بعضون نے
ضربتین کو شرط کہا ہی اور صحیح یہ ہی کہ رکن ہی اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہی التیمم ضربتان تو ضربتین تیمم کی ماہیت مین داخل ہین و لہذا ابو شجاع نے کہا کہ اگر
بعد ضرب حدث کیا قبل مسح کے تو اعادہ کرے اور اس مٹی سے مسح کرنا جائز نہین اور اسی قول کو خلاصہ مین صحیح کہا ہی اور یہی مختار ہی شمس الائمہ کا اگرچہ
اسبیجابی کا قول اسکے مخالف ہی کذا فی المنح لاجل اقامۃ القربۃ خرج التیمم للتعلیم فانہ لا یصلے بہ تیمم کرنا بصفت خاص چاہیے عبادت کے ادا
کرنے کے واسطے اس کہنے سے تعلیم قرآن کا تیمم خارج ہوگیا اسلیے کہ اس تیمم سے نماز جائز نہین م اسواسطے کہ جواز نماز کے حق مین شرط ہی اس عبادت
مقصودہ کی نیت کرنا کہ وہ بدون طہارت کے صحیح نہین اور تعلیم تو بدون طہارت کے بھی صحیح ہی کذا فی الطحطاوی و رکنہ شیئان الضربتان والاستیعاب
اور تیمم کی رکن دو چیزین ہین ضربتین یعنے دو بار مٹی پر ہاتھ مارنا اور تمام اعضائے تیمم پر ہاتھ پھیرنا و شروطہ ستۃ النیۃ والمسح وکونہ بثلث اصابع فاکثر
والصعید وکونہ مطہرا وفقد الماء اور تیمم کی چھ شرطین ہین ایک نیت ۲۔ مسح ۳۔ تین یا زیادہ انگلیون سے مسح کرنا ۴۔ مٹی ۵۔ مٹی کا مطہر ہونا ۶۔ پانی
کا نہ پانا م فقدان آب عام ہی حقیقی ہو چنانچہ اسوقت پانی کا اصلا نہونا یا فقدان حکمی ہو چنانچہ بیماری سے پانی کا استعمال نہ کر سکنا وسننہ ثمانیۃ الضرب
بباطن کفیہ واقبالہما وادبارہما ونفضہما وتفریج اصابعہ وتسمیۃ وترتیب وولاء اور تیمم کی سنتین آٹھ ہین اول باطن کفین یعنے دو ہتھیلیون کے اندر
کی طرف سے مٹی پر مارنا ۲۔ ہتھیلیون کو مٹی پر رکھ کر آگے کھینچنا ۳۔ انکو مٹی پر رکھے ہوئے پیچھے ہٹانا کذا فی النہر الفائق ۴۔ انکو جھاڑنا ۵۔ مٹی پر
رکھنے کے وقت انگلیون کو کشادہ رکھنا تاکہ غبار انکے مابین مین آجاوے ۶۔ بسم اللہ کہنا بطور وضو کے ۷۔ ترتیب یعنے اول منھ کو مسح کرنا پھر داہنے ہاتھ
پھر بائین ہاتھ کو ۸۔ پے در پے بلا توقف مسح کرنا اسطرح کہ اگر پانی کا استعمال ہوتا تو عضو متقدم خشک نہوتا کذا فی الطحطاوی وزاد ابن وہبان فی الشروط الاسلام
فزدتہ وضممت سنۃ الثانیۃ فی بیت آخر وغیرت شطر بیتہ الاول فقلت سو ؏ دا الاسلام شرط عذر ضرب و نیۃ مسح و تمیم صعید مطہر ؏ و سننہ سمی بطن و
فرجن و نفض و رتب و آل اقبل و تدبر اور ابن وہبان نے وہبانیہ منظومہ مین تیمم کی شرطون مین اسلام کو زیادہ کیا مصنف نے بھی اسکو زیادہ کیا
اور تیمم کی آٹھ سنتون کو دوسری بیت مین ملادیا اور اسکی بیت کے نصف اول کو بدل ڈالا مصنف نے یون کہا ہی اور اسلام شرط ہی تیمم کے وقت

اور قصد نہ ہو تیمم کا یعنے پانی کا وضو یا پاؤں اور ضرب نہیں اور نیت اور مسح کیا اور سارے اعضا تیمم پر آئے پیچھے اور دونوں ہاتھ پر
اور یہ نیت تیمم کی ہے یہاں تک تیمم کر چکے اور وہ اسکے پاؤں پھر باطن انگلیون سے ضرب کرے اور انگلیون کو کشادہ رکھے اور ہتھیلیون کو جھاڑے اور ترتیب کے ساتھ تیمم کرے
اور ... پر ... تیمم کرے ... پر ہاتھ ملے اور کہنی تک ہاتھ پھیرے اور پیچھے پہنچے تمام اور منجملہ شروط تیمم کے جنکے اہل تصانیف نے ذکر کی ہے اختلاف ہے اور نقدس ... وہ
پانی کا نہ ملنا ہے اور چنانچہ وہ ہم اور حیض کا اعضا تیمم پر ہو کذا فی الفتاوی ومن عجز مبتدأ خبره تیمم عن استعمال الماء المطلق الکافی لطہارتہ لصلاۃ تفوت
الی خلف ... وہ قیاس فی المصر ... جو شخص کہ عاجز ہو اس آب مطلق کے استعمال سے جو کافی ہو اسکی طہارت کو اس نماز کے واسطے جو فوت ہوتی ہو اپنا خلیفہ
چھوڑ کر اسکا عاجز ہونا پانی کے بعید ہونے سے ہو ایک میل اگرچہ وہ شخص شہر کا مقیم ہو شارح نے کہا من عجز مبتدا ہے اور تیمم اسکی خبر ہے اور کہتے ہیں سطر کے اول
آب مطلق اور کافی کی قید اسواسطے لگائی کہ آب مقید اور غیر کافی بمنزلہ عدم کے ہے اگر اتنا پانی ہو کہ فقط وضو یا فقط ازالہ نجاست کو جو کپڑے مین نماز کی مانع ہے
کفایت کرتا ہے تو اس سے کپڑا دھووے اور وضو کے عوض تیمم کرے سب کے نزدیک اور اگر وضو کرے نجس کپڑے سے نماز پڑھیگا تو نماز ادا ہوگی مگر گنہگار ہوگا چنانچہ
بحرالرائق مین ہے خانیہ سے اور جو نماز کہ خلیفہ چھوڑ کر فوت ہوتی ہے وہ پنجگانہ نماز ہے جسکا خلیفہ قضا ہے اور نماز جمعہ ہے جسکا خلیفہ ظہر ہے اور جس نماز کا خلیفہ کوئی نہیں وہ
نماز جنازہ اور عیدین ہے تو نماز جنازہ اور عیدین کے واسطے تیمم کرنا درست ہے اگرچہ پانی موجود ہو شارح نے مقیم شہر کو اسواسطے شامل کر لیا کہ تیمم کی شرط عدم آب
ہے جہان یہ شرط متحقق ہو وہاں تیمم جائز ہے سفر ہو یا اقامت چنانچہ یہ مسئلہ اسرار مین مصرح ہے خانیہ مین ہے کہ قلیل سفر اور کثیر تیمم مین برابر ہے وفی مسامۃ فی
الطحطاوی اربعۃ آلاف ذراع وہو اربع وعشرون اصبعا وہی ست شعرات ظہر البطن وهذا ست شعرات بغل میل چار ہزار گز ہے اور گز ۲۴ انگل کا ہے اور
انگلی چھ جو کی ہے اس طرح کہ ایک جو کی پیٹھ دوسرے جو کے پیٹ سے ملی ہو اور جو چھ خچر کے بالون کا ہے او لمرض اشتد او امتد بغلبۃ ظن او قول حاذق مسلم ولو بتحرک
یا عاجز ہو پانی کے استعمال سے اس بیماری کے سبب سے جو سخت ہوتی ہے یا دراز ہو جاتی ہے بظن غالب یا طبیب کامل مسلمان کے کہنے سے اگرچہ شدت
مرض اور درازی حاصل ہوتا ہو حرکت کرنے سے ہم یعنی جب بیمار کو ظن غالب ہو کہ اگر مین وضو یا غسل کرونگا تو بیماری تیز ہوگی یا دیر لگ کھینچیگی یا طبیب حاذق
مسلم یہی بتادے تو تیمم کرنا جائز ہے اسی طرح اگر بیمار کے پاس پانی نہیں ہے اور اسکے پاؤن مین سخت پھوڑا یا نہر وغیرہ ہے اور وہ یہ ظن غالب جانتا ہے کہ مین اٹھکر
پانی لاؤنگا تو بیماری دراز ہوگی تو اب بھی تیمم اسکو جائز ہے او لم یجد من یوضیہ یا بیمار نے نہ پایا اسکو جو اسکو وضو کرا دے اور وہ خود وضو کرنے کی طاقت نہیں
رکھتا فان وجد ولو باجر المثل ولہ ذلک لا تیمم نے ظاہر المذہب کما فی البحر ہے اگر بیمار وضو کرانے والے کو پاوے اگرچہ دستور کے موافق مزدوری دے کر
ملتا ہو اور اسکو مزدوری دینے کی طاقت ہے تو ایسا بیمار تیمم نہ کرے ظاہر مذہب مین چنانچہ بحرالرائق مین ہے وفیہ لا یجب علی احد الزوجین توضیۃ صاحبہ وتعہدہ
دلی مادک کہ یجب اور بحرالرائق مین ہے کہ زوجین مین سے ایک پر وضو کرانا دوسرے کا یا خبرگیری اسکی واجب نہیں اور لونڈی غلام مین واجب ہے یعنے
مالک مملوک کی خبرگیری کرے اور مملوک مالک کی او برد یہلک الجنب او یمرضہ ولو فی المصر اذا لم یکن لہ اجرۃ الحمام ولا ما یدفیہ یا عاجز ہو اس سردی سے
جو جنابت والے کو ہلاک کرتی ہے یا بیمار کرتی ہے اگرچہ جنب شہر مین ہو جبکہ اسکے پاس حمام مین نہانے کی مزدوری نہو اور نہ وہ چیز جو غسل کرنے والے
کو گرم کر دے یعنے پانی گرم کرنے کا سامان نہو اور نہ مکان محفوظ اور نہ ایسا لباس ہم شارح نے جنب کی قید اسواسطے لگائی کہ سردی کے خوف سے
وضو کو چھوڑ کر تیمم کرنا جائز نہیں صحیح قول مین مصفی مین اسپر اجماع نقل کیا ہے اسواسطے کہ یہ تو فقط وہم ہے کیونکہ وضو مین پانی سے تندرست کی بیماری
نہیں ہوتی عادت مین کذا فی البحر وما قیل انہ فی زماننا یتحیل بالعدۃ فیما لم یأذن بہ الشرع اور وہ قول جو کسی نے کہا کہ جو جنب ہلاکی سے ڈرے
وہ ہمارے زمانے مین حمام کے نہانے کے واسطے حیلہ کرے مزدوری دینے کا وعدہ کرے سو یہ بات اس قسم سے ہے جسکی شرع شریف نے اجازت نہیں
دی یعنے جو مفلس ہو وہ معذور ہے تیمم کرے اس حیلہ گری کی کچھ حاجت نہیں نعم ان کان لہ مال غائب یلزمہ الشراء نسیئۃ والا لا ہاں اگر اس شخص کا

مال اسوقت موجود نہو تو اسکو لازم نہین خرید کرنا و عارہ یعنی پاس چیز کا جو سردی کو دفع کرے اور اگر مشتری مال ہو تو خریدنا لازم نہین وہ معذور ہے تیمم کر لے وخوف عدو حیۃ او نار علی نفسہ ولو من فاسق او حبس غریم او مالہ ولو امانۃ یا اجرۃ ہو پانی کے استعمال سے دشمن کے خوف سے اپنی جان پر خواہ وہ دشمن آدمی ہو یا غیر آدمی چنانچہ سانپ یا آگ کا ہونا پانی کے پاس اگرچہ ہو خوف عورت کو بدکار فاسق سے کہ پانی کے پاس ہے یا خوف ہو قرض خواہ کے گرفتار کر لینے سے یا خوف ہو اپنے مال پر اگرچہ اسکے پاس کا مال بطریق امانت کے ہو ثم اگر مدیون مفلس ہے تو خوف حبس کا البتہ عذر ہے اور اگر مقدور دار ہے تو عذر نہین اسواسطے کہ وہ ظالم ہے ادائے قرض مین دیر لگانے سے ثم ان نشاء الخوف بسبب وعید عبد اعاد الصلوٰۃ والا لا لانہ سماوی پھر اگر خوف ہوا ہے بندے کے ڈرانے سے تو تیمم بعد زوال کے نماز کو پھر پڑھے اور اگر بندہ کی طرف سے نہین ہے تو اعادہ نہ کرے اسواسطے کہ وہ خوف آسمانی ہے یعنی خدا کی طرف سے ہے کذا فی البحر بحثا ثم خلاصہ اور خانیہ مین ہے کہ اگر اسیر مسلم کو کافر نے وضو اور نماز سے منع کیا تو تیمم کرے اور اشارہ سے نماز پڑھے پھر نماز کا اعادہ کرے جب چھوٹے اور اسی طرح جبکہ مالک نے کہا اپنے غلام سے کہ جب تو وضو کریگا تو تجھکو قید کر دونگا یا قتل کر دونگا تو وہ تیمم سے نماز پڑھے پھر اعادہ کرے محبوس کے مانند اسواسطے کہ تیمم کی طہارت مانع وجوب اعادہ مین ظاہر نہین کذا فی الطحطاوی او عطش ولو لکلبہ او رفیق القافلۃ حالا او مالا یا عاجز ہو بالفعل یا بالقوہ کی تشنگی کے خوف سے اگرچہ اسپنے کتے یا رفیق قافلہ کی تشنگی کا خوف ہو جب پانی کی دفع عطش کے واسطے حاجت ہو وہ بمنزلہ معدوم کے ہے خواہ اپنی پیاس ہو یا اپنے جانور کی یا اہل قافلہ کی آشنا ہو یا اجنبی تو ان صورتوں مین باوجود پانی کے تیمم جائز ہے وکذا العجین او ازالۃ نجس کما سیجئ اور تشنگی کے مانند ہے آٹا گوندھنا یا بدن اور کپڑے سے نجاست کا دور کرنا چنانچہ اسکا بیان عنقریب آویگا وقید ابن الکمال عطش دوابہ بتعذر حفظ الغسالۃ لعدم الاناء اور ابن کمال نے چوپایون کی تشنگی کے خوف کو مقید کیا ہے بتعذر حفظ غسالہ کے ساتھ برتن کے نہونے سے یعنے وضو اور غسل کا غسالہ برتن کے ہونے سے رہسکتا ہو تو تیمم جائز نہین اسواسطے کہ انکی دفع تشنگی غسالہ مذکورہ سے ممکن ہے اور اگر برتن نہو تو جانور کے واسطے پانی رکھے اور آپ تیمم کرے وفی السراج للمضطر اخذہ قہرا و قتالہ اور سراج مین ہے کہ مضطر کو یعنے جو شخص کہ پیاس کے مارے مرتا ہو تو اسکو دوسرے شخص کا پانی زبردستی لینا اور اگر وہ نہ دے تو اس سے لڑنا جائز ہے بشرطیکہ پانی کا مالک بوجہ تشنگی پانی کی طرف حاجتمند نہو حالا یہی مقدم ہے غیر سے کذا فی البحر فان قتل رب الماء فھدر پھر اگر لڑائی مین پانی کا مالک مارا گیا تو اسکا خون رائگان ہے یعنے نہ اسمین قصاص ہے نہ خون بہا نہ کفارہ کذا فی البحر وان المضطر ضمن بقود او دیۃ اور اگر مضطر مارا گیا تو پانی کا مالک ضامن ہوگا قصاص یا دیت کا یعنے اگر قتل عمد ہے تو قصاص ہے اور اگر شبہ عمد یا خطا یا جاری مجرای خطا ہے تو عاقلہ پر دیت ہے اور قاتل پر کفارہ کذا فی البحر او عدم آلۃ طاہرۃ یستخرج بہا الماء یا عاجز ہو پانی کے استعمال سے بسبب نہونے اس پاک سامان کے جس سے پانی نکالا جائے ثم یعنے جب کنوئین مین پانی ہو اور رسی اور ڈول نہو تو عاجزی ثابت ہوگی کنوئین کا وجود اور عدم برابر ہے اور اگر ڈول ناپاک ہو تو بھی اسکا وجود اور عدم برابر ہے تیمم جائز ہے لم یجز ولعلہ شاشا تیمم جائز نہین اگرچہ تھوڑا تھوڑا پانی نکل سکتا ہو ثم اور اسی کے مانند رومال اور کپڑا ہے یعنی اگر کپڑا لٹکا کر کچھ پانی نکلنا ممکن ہو تو اسکو نچوڑ کر وضو کرنا لازم ہے اگرچہ پھر یا وضو چند مرتبہ لٹکانے سے متصور ہو ایسی صورت مین تیمم جائز نہین وان نقص بادلائہ او شقہ نصفین قدر قیمۃ الماء تیمم جائز نہین اگرچہ کپڑا وغیرہ کنوئین مین لٹکانے یا اسکے دو ٹکڑے کرنے سے بقدر قیمت پانی کے ناقص اور خراب ہو جائے ثم صورت اسکی یہ ہے کہ مثلاً کچے رنگ کی پگڑی ہے کہ پانی مین ڈالنے سے بدرنگ ہو کر کم قیمت ہو جاتی ہے یا دوپٹہ وغیرہ ہے کہ نصفا نصف پھاڑنے سے پانی تک پہونچتا ہے تو اگر پگڑی یا دوپٹہ کا نقصان اسقدر ہے جسقدر سے پانی خرید ہو سکتا ہے تو تیمم جائز نہین پانی نکال کر طہارت کرے اور اگر اسکی قیمت سے زیادہ تر نقصان لازم آتا ہے تو تیمم جائز ہے طحطاوی نے کہا کہ یہ مسئلہ ہمارے مذہب مین منصوص نہین ہے بلکہ شافعی مذہب مین مذکور ہے توشیح مین کہا ہے کہ یہ سب ہمارے مذہب کے قواعد کے موافق ہے کما لو وجد من ینزل الیہ باجر چنانچہ اگر پاوے اس شخص کو جو کنوئین مین اترے اور پانی لا دے مزدوری کے بدلے یعنے اگر اجرت مثل لے تو اجرت دینا لازم ہے اور تیمم جائز نہین اور اگر زیادہ مانگے دستور سے تو تیمم بلا اعادہ جائز ہے کذا فی البحر تیمم لھذہ

و هذا مجمله ماینفر نگریہ تیمم کرے ان سب مذکورون سے یعنے سیل جو کہ پانی و دشمن ہوا یا بیماری یا سردی یا خوف دشمن یا خوف تشنگی یا عدم آلہ آب کشی پھر ہوا عذر
مست منتف ہو جواز تیمم کی مثل تیمم تعدیم الماء او مرض مرضا بیح التیمم لم تبطل بذلک التیمم لان اختلاف اسباب الرخصۃ یمنع الاحتساب بالرخصۃ الاولی فقیر
الاولی فان لم یکن جاز ہ الصعود فتیندہ تو اگر ایک شخص نے تیمم کیا پانی کے نہ ہونے سے پھر اسکو ایسی بیماری ہو گئی جسکے سبب سے تیمم کرنا اسکو مباح
ہو گیا تو اس تیمم سے نماز پڑھے اسواسطے کہ رخصت کے اسباب کا متغیر ہونا اور بدلنا پہلے رخصت کی شمار کرنے اور کفایت کرنے کو مانع ہوتا ہے اور پہلے رخصت
اسطرح ہو جاتی ہے گویا کہ وہ موجود ہی نہ تھی ایسا مذکور ہے جامع الفصولین میں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے مراد رخصت سے مراد یہاں تیمم ہے اور اسباب سے مراد بعید
او مرض او خوف عدو او عطش او فقد ان آلہ ہے جامع الفصولین سے مراد وہ کتاب ہے جو فصول عمادی اور فصول استروشنی کی جامع ہے مسوعبادۃ جہد
و ترک منہ دا دوۃ فو ذلم یجز تیمم کرے اپنے چہرے کو پورا مسح کرکے یہانتک کہ اگر ایک بال کو یا اپنے نتھنے کے کنارے کو یا حاجب مین انتخرین کو مسح کرنے
سے چھوڑ دیا تو تیمم جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی وید یہ فنزع الخاتم و السوار او حرکہ بہ لیقتی مع مرفقیہ فیمسح الاقطع اور پورا مسح کرے اپنے دونوں ہاتھوں کا
تو انگوٹھی اور کنگن کو نکال ڈالے مسح کے وقت تاکہ مسح سے وہ مقام باقی نہ رہے یا اسکو حرکت دے یعنے اپنے مقام سے ہٹا دے اسی کا فتوے ہے یعنی وضو
کی طرح یہاں فقط تحریک کافی نہیں بدون مسح کرنے تحت کے ہاتھوں کا مسح کرے دو کہنیوں کے ساتھ تو جسکا ہاتھ کٹا ہے اور کچھ کہنی باقی ہے تو اسکا بھی مسح
کرے بضربتین و لو من غیرہ تیمم کرے دو بار مٹی پر ہاتھ مار کے اگرچہ ضربتین تیمم کی غیر سے صادر ہون یعنے اگر کوئی دوسرے کو تیمم کرا دیوے اسکو بھی ضربتین
کافی ہیں اسطرح کہ ایک بار سے اسکے چہرے کو مسح کرے اور دوسرے بار ایک ہاتھ سے ایک ہاتھ کو مسح کرے اور دوسری بار دوسرے ہاتھ کو م حاکم اور طبرانی
اور دارقطنی نے جابر سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (التیمم ضربتان ضربۃ للوجہ وضربۃ للذراعین الی المرفقین) یعنے اہل حدیث اس
حدیث کو ضعیف کہتے ہیں لیکن حاکم نے اسکی تصحیح کی ہے اور دارقطنی نے کہا کہ اسکے راوی سب ثقات ہیں معلوم کرنا چاہیے کہ تیمم میں احادیث مختلف اور متعارض
ہیں بعضی حدیث میں ضربتین ہے اور بعضی میں ضربہ واحدہ اور بعضی میں مطلق ضرب اور بعضی میں کفین اور بعضی میں یدین الی المرفقین اور بعضی میں یدین
مطلق اور لیشا احادیث ضربتین اور مرفقین کو چنانچہ امام اعظم کا مذہب ہے اقرب بہ احتیاط اور عمل بہ احادیث طرفین ہے اسواسطے کہ ضربتین میں ضربہ داخل ہے
اور مسح ذراعین تا مرفقین میں مسح تا کفین داخل ہے دون العکس کذا فی شرح سفر السعادۃ للدہلوی وما یقوم مقامہما کما فی الخلاصۃ وغیرہا لو حرک راسہ
وادخلہ فی موضع الغبار بنیۃ التیمم جاز والشرط وجود الفعل منہ یا تیمم کرے اس فعل سے جو قائم مقام ہے ضربتین کے یہ تیمم ہے اسواسطے کی کہ خلاصہ وغیرہ
میں ہے کہ اگر تیمم کرنے والے نے اپنے سر کو ہلایا یعنے سر کو چہرے کے ساتھ گرد و غبار کے اندر کھڑے ہوئے ہلایا یا اپنا سر غبار کے مقام میں داخل کر دیا تیمم کی
نیت سے تو جائز ہے اور جواز شرط کی شرط وجود فعل کا ہے تیمم کرنے والے سے خواہ وہ فعل مسح ہو یا ضرب یا غیر ضرب کذا فی البحر تو اس تقریر سے معلوم ہوا
کہ ضرب تیمم کا رکن نہیں معلوم کرنا چاہیے کہ اکثر کتابون میں ذکر ضرب کا واقع ہے اور اصل یعنے مبسوط میں وضع مذکور ہے نہ ضرب تو ابن شجاع نے کہا
کہ ضرب رکن ہے تو اگر بعد ضرب کے حدث واقع ہوا یا بعد ضرب کے نیت کی تو کافی نہیں اور اسبیجابی نے کہا کہ ضرب رکن نہیں تو اگر بعد ضرب کے حدث واقع
ہوا یا بعد اسکے نیت کی تو کافی ہے فتح القدیر میں ہے کہ بنظر دلیل کے ضرب کا اعتبار نہیں اسواسطے کہ قرآن مجید میں فقط مسح مامور ہے اور یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ التیمم
ضربتان تو یا اعم من المسحتین مراد ہے یا بنظر غالب عادت کے ہے تو شارح نے اس مقام میں فتح القدیر کی تحقیق کو اختیار کیا کذا فی الطحطاوی ولو جنبا او حائضا
طہرت لعادتہا او نفساء تیمم کرے اگرچہ تیمم کرنے والا جنب ہو یا وہ حائض جو پاک ہو گئی اپنی عادت کے موافق یا زچہ ہو جم جنب کو تیمم جائز ہے عمار یاسر کی حدیث
کی دلیل سے جو صحاح ستہ میں صراحۃً مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو تیمم کرنے کا حکم کیا حالانکہ وہ جنب تھے اور حائض اور زچہ بھی جنب
میں جواز تیمم میں کذا فی النہر بطاہر من جنس الارض وان لم یکن علیہ نقع ای غبار تیمم کرے ایسی پاک کرنے والی چیز سے جو زمین کی جنس سے ہے اگرچہ اسپر گرد

[illegible] الدار کا دونوں
۲ انگوٹھوں سے کہنیوں
کہنیوں تک ۱۲

اور غبار نہو ہم زمین کی جنس سے مراد وہ چیز ہی جو آگ سے پگھلے اور نہ راکھ ہو جاے جلکر چنانچہ پتھر اور ریگ اور چونہ اور سرمہ اور گیرو اور ہرتال اور گندھک اور یاقوت اور زبرجد اور فیروزہ اور عقیق اور ریہو اور پختہ اینٹ اور پہاڑ کے نمک مین یعنے سیندھا لون مین دو روایتین ہین مگر جواز تیمم پر فتوی ہی چنانچہ تجنیس مین ہی تو درخت اور شیشہ جو ریت اور ریگ سے بنتا ہی جنس ارض سے خارج ہو گیا الحاصل جو منطبع اور ترمد پذیر نہو وہ جنس ارض سے ہی اسپر تیمم کرنا جائز ہی ورنہ جائز نہین کذا فی الطحطاوی فلو لم یدخل بین اصابعہ لم یحتج الی الضربۃ الثالثۃ للتخلل تو اگر غبار داخل نہوا انگلیون کے اندر تو تیسری بار ہاتھ مارنے کے خلال کرنے کے واسطے حاجت نہین بلکہ خلال کرے بدون ضرب کے اور یہ مراد نہین کہ اصلا خلال نہ کرے اسلیے کہ استیعاب مسح پوری حقیقت ہی تیمم کی چنانچہ منیہ اور اسکی شرح مین ہی اور یہی ظاہر الروایہ ہی اور عالمگیری مین ہی کہ اگر غبار انگلیون مین داخل نہو تو تخلیل اصابع واجب یعنی فرض ہی اور صحیح یہ ہی کہ کف کا مسح کرنا ضرور نہین بلکہ ضرب بالکف کافی ہی کذا فی الطحطاوی وعن محمد یحتاج الیہا اور محمد رحمہ سے روایت یہ ہی کہ اگر غبار داخل نہو تو تیسری ضرب کی حاجت ہی لو تیمم غیرہ یضرب ثلثا للوجہ والیمنی والیسری قہستانی ہان اگر دوسرے کو تیمم کراوے تو تین بار ہاتھ زمین پر مارے ایک چہرے کے واسطے اور دوسری بار داہنے ہاتھ کے واسطے اور تیسری بار بائین ہاتھ کے لیے ایسا کہا ہی قہستانی شارح نقایہ نے وبہ مطلقا یعجز عن التراب اولا انہ تراب دقیق اور غبار سے ہر طرح تیمم جائز ہی مٹی ملے یا نہ ملے اسواسطے کہ غبار تو باریک مٹی ہی فلا یجوز بلؤلؤ ولو مسحوقا لتولدہ من حیوان البحر لا بمرجان ایضا لشبہہ بالنبات لکونہ اشجارا نابتۃ فی قعر البحر علی ما حررہ المصنف تیمم کے واسطے جنس زمین کا ہونا شرط ہوا تو تیمم جائز نہین موتی سے اگرچہ وہ پیسا ہوا اسواسطے کہ اسکی پیدائش ہی سمندر کے جانور سے اور مونگے سے بھی تیمم جائز نہین کہ وہ روئیدگی کے مشابہ ہی اسواسطے کہ مونگا ان درختون مین ہی جو سمندر کی تہ مین جمتے ہین ایسی تحریر اور تنقیح کی ہی مصنف نے اپنی شرح مین ہم یہ رد ہی صاحب بحر پر اسواسطے کہ انہنے فتح القدیر سے عدم جواز تیمم کا مونگے سے نقل کیا پھر اسکے سہو پر حکم کیا اسواسطے کہ غایۃ البیان اور توشیح اور عنایہ اور محیط اور معراج الدرایہ اور تبیین مین جواز ثابت ہی مصنف نے اپنی شرح مین کہا ظاہر یہ سہو نہین اسواسطے کہ عدم جواز کی وجہ یہ ہی کہ مونگا منعقد ہوتا ہی پانی سے موتی کے مانند بدلیل شہادت اہل تجربہ اور جو جواز کے قائل ہین وہ اسکو اجزاء ارض سے سمجھتے ہین کذا فی الطحطاوی مختصرا ولا بمنطبع کفضۃ وزجاج اور تیمم جائز نہین اس چیز سے جو آگ سے گداختہ ہو یعنی پگھل جاے جیسے چاندی اور کانچ ومترمد بالاحتراق اور نہ راکھ ہو جانیوالی چیز سے جو آگ سے جلکر راکھ ہو جاے چنانچہ درخت الا رماد الحجر فیجوز کحجر مغسول وحائط مطین او مجصص اواوان من طین غیر مدہونۃ وطین غیر مغلوب بماء مگر پتھر کی راکھ سے تو تیمم جائز ہی جیسے جائز ہی کٹے پتھر یا دھوئے صاف پتھر سے یعنے اگرچہ اسپر غبار نہو اور جائز ہی کہگل کی ہوئی یا گچ لگائی ہوئی دیوار سے اور مٹی کے برتنون سے جو روغنی نہین اور گیلی مٹی سے جو پانی سے مغلوب نہین ہم تو ظرف چینی سے تیمم جائز نہین اسواسطے کہ اسپر کانچ کا روغن ہوتا ہی ہان اگر جنس ارض سے انپر روغن ہو چنانچہ گیرو کا تو جائز ہی چنانچہ بحر الرائق سے مستفاد ہوتا ہی اور گیلی مٹی جسکو گارا اور رخشا بولتے ہین اگر اسمین پانی غالب ہی مٹی پر یا برابر ہی تو اس سے تیمم جائز نہین چنانچہ متن مین مذکور ہی کہ غالب چیز کا حکم ہی لکن لا ینبغی التیمم بہ قبل خوف فوت وقت لئلا یصیر مثلۃ بلا ضرورۃ لیکن گیلی مٹی سے تیمم کرنا فوت ہو جانے کے ڈر سے پہلے نہ چاہیے تاکہ بدشکل نہو جاے بھبوت ملکر بدون ضرورت کے ہم یعنے گیلی مٹی سے تیمم خلاف اولی ہی اور اگر کر لیگا تو جائز ہی ولو اجیب یہ ہی کہ اگر مسافر گارے کی جگہ مین ہو اور صعید یعنے خشک مٹی نپاوے تو اپنا کپڑا جھاڑ کر تیمم کرے اگر اسپر غبار ہو اور اگر غبار نہو تو اپنے کپڑے مین گیلی مٹی لگادے جب وہ خشک ہو تو تیمم کرے کذا فی النہر ومعادن فی محالہا فیجوز بتراب علیہا جیسے جائز ہی تیمم کانی چیزون سے جو اپنے اصلی مکانون مین ہین یعنے جب تک انکو خاک سے جدا نہین کیا چنانچہ خاک آمیختہ سونا اور چاندی اور لوہا کھان کا تو تیمم انپر جائز ہی بسبب اس مٹی کے جو اسپر لپٹی ہی کذا فی النہر وقیدہ الاسبیجابی بان یستبین اثر التراب بمدیدہ علیہ وان لم یستبن لم یجز اور معدن مین جواز تیمم کے واسطے اسبیجابی نے یہ قید لگائی کہ مٹی کا اثر ظاہر ہوا اسپر دونون ہاتھ پھیلا کر اور اگر مٹی کا اثر ظاہر نہو تو معادن سے تیمم کرنا جائز نہین وکذا کل ما لا یجوز التیمم علیہ کحنطۃ وجوخۃ فلیحفظ اور مثل

جانت سکے جیسے کہ چینی جیسے تیمم جائز نہین اور نہ ہون اور بات سے تو اسکو دیکھنا چاہیے کہ جو جواب ہے کذا فی النہر فتاوے ضمیریہ میں
تجنیس میں منقول ہے کہ جب تیمم کرنے کی یہ صورت ہے کہ اپنے دونون ہاتھ ایسے کپڑے یا نمدے میں اور مانند اسکے ایسی چیز میں جس پر غبار ہو جسکا
غبار اسکے ہاتھون پر پڑے تو تیمم کرے یا اپنے تئین جھاڑے تاکہ غبار اٹھے پھر اپنا ہاتھ اٹھے ہوے غبار میں ہوا کے اندر رکھے جبکہ غبار ہاتھون پر پڑے تو تیمم کرے
والحکم للغالب لو اختلط التراب بغیرہ کذا فی التبیین وفتح القدیر وغیرہ یعنی اور حکم ہے غالب چیز کا یعنی غالب چیز کا اعتبار ہے اگر مٹی ملی ہو دوسری
چیز سے تیمم جائز نہین چنانچہ سونا اور چاندی اگرچہ دونون گداختہ ہون اور مٹی سے صاف ہو گئے ہون مع شارح اس تعمیم میں شرح مصنف کا تابع
ہوا اور مصنف نے اسکو بحر الرائق من المحیط نقل کیا لیکن مین نے جو بحر الرائق کو دیکھا تو اسمین محیط سے یہ تفصیل مذکور ہے کہ اگر تیمم کیا سونے یا چاندی سے
اگر وہ مسبوک یعنی گداختہ ہون تو جائز نہین اور اگر گداختہ نہین اور ملے ہین مٹی سے اور غلبہ مٹی کو ہے تو جائز ہے اور یہ اسمین مذکور نہین کہ جب گداختہ
ہون اور مٹی کے ساتھ ہون اور ظاہر یہی ہے کہ تیمم جائز ہے سونے اور چاندی اور لوہے اور تانبے سے اور مانند انکے جبتک کہ وہ زمین پر ہین اور انسے کوئی
چیز نہین بنائی گئی اور بعد گداختگی تیمم جائز نہین کذا فی الطحطاوی والارض المحترقۃ فلو الغلبۃ للتراب جاز والا لا خانیہ اور جلی مٹی راکھ سے ملے
تو اگر مٹی غالب ہو راکھ سے تو تیمم جائز ہے اور اگر غالب نہین یعنی مغلوب یا برابر ہے تو تیمم جائز نہین کذا فی الخانیہ ہ یعنی زمین پر کا جھاڑ بوٹا جل گیا
اور اسکی مٹی سے مل گیا تو غالب کا اعتبار ہے اور اگر مٹی جلی بدون اختلاط کسی چیز کے یہانتک کہ سیاہ ہو گئی تو اس سے تیمم جائز ہے اسواسطے کہ احتراق سے
مٹی کا رنگ بدل گیا نہ اسکی ذات کذا فی الطحطاوی ومنہ علم حکم المساوی اور خانیہ کی تقیید غلبہ تراب سے معلوم ہو گیا برابر کا حکم یعنی اگر مٹی برابر ہے
دوسری چیز سے تو تیمم جائز نہین اسواسطے کہ مٹی غالب نہین وجاز قبل الوقت ولاکثر من فرض وجاز لغیرہ کالنفل لانہ بدل مطلق عندنا لا ضروری
اور تیمم جائز ہے نماز کے وقت سے پہلے اور ایک تیمم چند فرضون کے واسطے اور تیمم جائز ہے غیر فرض کے لیے چنانچہ نفل کے واسطے اسواسطے کہ تیمم مطلق بدل ہے
وضو اور غسل کا ہمارے نزدیک نہ ضروری بدل ہے یعنی جبکہ پانی نہو تو تیمم بدل مطلق ہے اور اس سے حدث مرتفع ہو جاتا ہے باوجود آب اور یہ نہین کہ وہ نماز
کو مباح کر دیتا ہے باوجود قائم ہونے حدث کے اور شافعی کے نزدیک تیمم بدل ضروری ہے اور مبیح نماز ہے حالانکہ حدث حقیقۃً موجود ہے تو انکے نزدیک قبل
وقت کے جائز نہین اور اس ایک فرض سے زیادہ نماز جائز نہین اور ہمارے نزدیک فرض اور نفل جو چاہے پڑھے کذا فی المنح وجاز لخوف فوت صلوۃ جنازۃ
ای کل تکبیراتہا ولو جنبا او حائضا اور تیمم جائز ہے نماز جنازہ کی فوت ہو جانے کے خوف سے یعنی تکبیرون کے فوت ہونے کے ڈر سے اگرچہ تیمم کرنے والا
جنب یا حائض ہو مع اور اگر فوت ہونے کا خوف نہو اسطرح پر کہ ایک ہی شخص نماز جنازہ کا واقف ہو اور جبکہ وضو کرنے جائیگا تو اسکا انتظار ہوگا تو اسکو
تیمم جائز نہین اور اگر معلوم کرے کہ وضو کرنے مین بعض تکبیرات مین شریک ہوگا تو بھی اسکو تیمم جائز نہین اسواسطے کہ باقی ادا کرنا تنہا اسکو ممکن ہے کذا فی
البحر عن البدائع ولو جی باخری ان امکنہ التوضی بینہما ثم زال تمکنہ اعاد التیمم والا لا بہ یفتی اور جو ایک جنازہ کی نماز کے بعد دوسرا جنازہ لوگ لائے تو
اگر اس تیمم کو مابین ان دونون کے وضو کرنا ممکن ہوا یا پانی ملنے اور فرصت پانے سے پھر یہ قدرت زائل ہو گئی تو پھر تیمم کرے دوسرے جنازہ کے واسطے
بالاتفاق اور جو مابین مین وضو پر قدرت نہوئی تو تیمم کا اعادہ نہین شیخین کے نزدیک اسی قول اخیر پر فتوی ہے کذا فی البحر عن المصفی وفوت عید
بفراغ امام او زوال شمس اور جائز ہے تیمم نماز عید کی فوت ہو جانے کے ڈر سے بسبب فراغت کرنے امام کے یا ڈھلنے آفتاب کے مع یہ حکم ہے کل نماز عید کے
فوت ہونے کا اور اگر مقتدی وضو کرکے شریک ہو بعض نماز مین تو تیمم جائز نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو کان یبنی بناء بعد شروعہ متوضیا وسبق حدثہ
اگرچہ خائف فوت نماز جنازہ یا عید تیمم کرکے بنا کرتا ہو بعد شروع کرنے نماز کے وضو سے اور غالب ہونے حدث کے یعنی وضو کرکے نماز جنازہ یا
عید شروع کی پھر وضو ٹوٹ گیا اور خوف ہے کہ اگر وضو پھر کریگا تو نماز فوت ہو جاویگی تو امام کے نزدیک تیمم کرکے بنا کرنا جائز ہے خلافاً للصاحبین کذا

فی البحر بلا فرق بین کونہ اماما اولا فی الاصح بدون فرق کے درمیان ہونے اس پانی کے امام یا غیر امام صحیح تر قول مین یعنے جب فوت نماز عید یا جنازہ
کا خوف ہو تو امام اور غیر امام دونون کو تیمم جائز ہی لان المناط خوف الفوت لا الی بدل اسواسطے کہ جواز تیمم کا مدار اس صورت مین خوف ہی فوت ہونے
کا بلا عوض یعنے جو نماز فوت ہوتی ہو اور اُسکا بدل نہو سکتا ہو قضا کرنے سے تو اُسکے فوت ہوجانے کے ڈر سے تیمم جائز ہی فجاز لکسوف وسنن رواتب
ولو سنۃ فجر خاف فوتہا وحدہا جب جواز تیمم کا خوف فوت پر مدار ہوا تو تیمم جائز ہی سورج گہن اور اسی طرح چاند گہن کی نماز کے واسطے اور موکدہ سنتون
کے واسطے اگرچہ ہو فجر کی سنت کہ ڈر ہو فقط اسکے فوت ہونے سے بدون فرض کے م یہ بحث ہی حلبی شارح منیۃ المصلی کی کذا فی الطحطاوی یعنی اگر خوف ہو
کہ پانی کے پاس جانے تک سورج گہن ہوچکیگا یا ظہر اور مغرب کا فرض ادا کرچکا اور وضو ٹوٹ گیا اور پانی تک جانے مین وقت فوت ہوتا ہی تو تیمم
کرکے سنتین پڑھے اور فقط سنت فجر کی فوت ہونے کے بدون فرض کی صورت یہ ہی کہ پانی میل بھر سے کم ہی خادم پانی لینے گیا ہی لیکن اُسکے آنے تک
فقط وضو کرنے اور فرض پڑھنے کا وقت باقی رہیگا تو تیمم کرکے فجر کی سنتین پڑھے پھر جب پانی آوے تو وضو کرکے فرض ادا کرے طحطاوی نے کہا فقط فوت سنت
فجر کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر سنت کا فرض کے ساتھ فوت ہونے کا خوف ہو تو تیمم نہ کرے اسواسطے کہ سنت کو فرض کے ساتھ قضا کرلیگا ولنوم وسلام
ورده وان لم تجز الصلوۃ بہ اور جائز ہی تیمم سونے اور سلام کرنے اور سلام کے جواب دینے کے واسطے یعنے باوجود پانی کے ہونے کے اگرچہ اس تیمم سے نماز پڑھنا
جائز نہین م اس تیمم سے نماز اسواسطے جائز نہین کہ نماز کے تیمم کے واسطے فقدان آب حقیقۃً یا حکما ضرور ہی اور یہ کہ اس عبادت مقصودہ کی نیت کرے جو حلال
نہین بدون طہارت کے قال فی البحر وکذا لکل ما لا یشترط لہ الطہارۃ لما فی المبتغی او جاز لدخول مسجد مع وجود الماء وللنوم فیہ واقرہ المصنف بحر الرائق
مین کہا اور اسی طرح تیمم جائز ہی یعنے باوجود پانی کے ہر ایک اس عمل کے واسطے جسکے لیے طہارت شرط نہین بدلیل اس قول کے جو مبتغی مین یون ہی اور جائز ہی
تیمم مسجد مین جانے کے واسطے باوجود پانی ہونے کے اور مسجد مین سونے کے واسطے اور مصنف نے اپنی شرح مین اسکو ثابت رکھا ہی یعنے اسپر رد نہین کیا
لکن فی النہر الظاہر ان مراد المبتغی للجنب فسقط الدلیل لیکن نہر الفائق مین ہی کہ ظاہر یہ ہی کہ مبتغی کی مراد جنب ہی تو بحر الرائق کی دلیل ساقط ہوگئی م
یعنے جب مبتغی کے کلام سے جنب مراد ہوا تو صاحب بحر کا کلیہ ثابت نہ رہا کیونکہ جنب کو طہارت شرط ہی لیکن حلبی محشی نے کہا کہ کلام مبتغی سے ارادہ کرنا
جنب کا مسلم نہین اسواسطے کہ دو حال سے خالی نہین کہ پانی مسجد کے باہر ہی یا اندر اگر باہر ہی تو وہ باطل ہی کیونکہ جنب کا داخل ہونا مسجد مین باوجود ہونے
پانی کے خارج مین بہ اتفاق ہمارے علما کے جائز نہین اور اگر مسجد کے اندر ہی اور یہی احتمال صحیح ہی مگر یہ احتمال مبتغی کی عبارت سے بعید ہی بدلیل قولہ
والنوم فیہ کذا فی الطحطاوی وقلت وفی المنیۃ وشرحہا تیممہ لدخول مسجد ومس مصحف مع وجود الماء لیس بشیٔ بل ہو عدم لانہ لیس بعبادۃ یخاف فوتہا
مین کہتا ہون اور منیۃ المصلی اور اُسکی شرح مین ہی کہ شخص کا تیمم کرنا مسجد کے داخل ہونے اور مصحف کے چھونے کے واسطے باوجود پانی کے کوئی
چیز نہین بلکہ وہ معدوم یعنے کرنا نہ کرنے کے برابر ہی اسواسطے کہ دخول مسجد اور مصحف کا مس وہ عبادت نہین ہی جسکے فوت ہوجانے کا ڈر ہو م
یہ تائید ہی صاحب نہر کی اور اگر دخول مسجد کو جنب پر محمول کیجیے تو کلام مبتغی کے مخالف نہین ہی لکن فی القہستانی عن المختار جوازہ مع الماء لسجدۃ
التلاوۃ لیکن قہستانی مین مختار سے منقول ہی کہ پسندیدہ قول جواز تیمم کا ہی پانی ہونے کے ساتھ سجدہ تلاوت کے واسطے م یہ استدراک ہی منیۃ المصلی
کی دلیل پر کہ جس عبادت کے فوت ہونے کا کچھ خوف نہو اسکے واسطے تیمم جائز نہین یعنے سجدہ تلاوت مین طہارت شرط ہی اور اسکے فوت ہونے کا
خوف نہین باوجود اسکے تیمم جائز ٹھہرا حلبی نے کہا کہ یہ نقل ضعیف مصادم ہی قاعدہ سے کیونکہ سجدہ تلاوت مین طہارت مشروط ہی اور فوت ہوتی ہی
خلیفہ اپنا چہوڑ کر لکن سیجیٔ تقییدہ بالسفر لا الحضر لیکن عنقریب فروع مین آویگا مقید کرنا جواز تیمم کا سجدہ تلاوت کے واسطے سفر کے ساتھ یعنے یہ
سفر مین درست ہی نہ حضر مین م اس مسئلہ کی گفتگو فروع مین مذکور ہوگی ثم رأیت فی الشرعۃ وشرحہا ما یؤید کلام البحر پھر علامہ ابو بکر بخاری

الکل شرعۃ للاسلام او ر اسکی شرح میں جیسا کہ مروی فیضی و مجانہ و باقی کے کلام کی تائید کرتا ہی کہ جسمین طہارت شرط ہو ان عبادتون میں تیمم جائز ہی باوجود پانی کے تو قیل تو

لطہ نادیہ الرویۃ جائز و عند نقد وجود الماء و ان لم تجز الصلوۃ بہ صاحب شرح منیہ یا صاحب بحر نے کہا کہ نفی ہی الروایۃ جائز ہی یعنی تیمم کا در تو بدعت کے واسطے باوجود پانی

کے اگرچہ اس تیمم سے نماز جائز نہیں مگر اکثر نسخون میں ظاہر الروایۃ ہی اور ایک نسخہ مطبوعہ مصر میں ظاہر المذہب ہی تو قلت بل الخشیۃ علی اکثر المذہب لانہ اقدم

بجوز فعل بلا تیمم و الطہارۃ لہ و لو مع وجود الماء میں کہتا ہوں بلکہ دس چیزین اکثر کے واسطے تیمم مذکور رہا تو اسواسطے کہ یہ قاعدہ مقرر کیا کہ تیمم جائز ہی ہر ایک

اس عمل کے واسطے جسمین طہارت شرط نہین اگرچہ پانی موجود ہو بعد وجود الماء اما تشرط فیہ الطہارۃ کتیمم لمس مصحف فلا یجوز لو اجد الماء اتفاقا قان ہی ثانی ہی الاول او

جنبا فقط الثانی اور جس فعل کے واسطے طہارت شرط ہی سو وہان تو پانی کا ہونا تیمم کے واسطے مشروط ہی چنانچہ مصحف کے چھونے کے واسطے تیمم کرنا اسو وہ

جائز نہین پانی کے پانے والے کو اور اگر قرآن پڑھنے کے واسطے ہی سو اگر بے وضو ہی تو وہ اول کے مانند ہی یعنی باوجود پانی کے اسکو تیمم جائز ہی یا کہ وہ شخص

جنب ہی تو پانی کے مانند ہی یعنی پانی کے ہوتے اسکو تیمم درست نہین وقالوا لو تیمم لدخول مسجد او لقراۃ و لو من مصحف او مسہ او کتابتہ او تعلیمہ او لزیارۃ قبور

او عیادۃ مریض او دفن میت او اذان او اقامۃ او اسلام او سلام او ردہ لم تجز الصلوۃ بہ عند العامۃ بخلاف صلوۃ جنازۃ او سجدۃ تلاوۃ فتاوے

شیخنا خیر الدین رملی اور فقہا نے کہا ہی کہ اگر تیمم کیا دخول مسجد کے واسطے یا قرآن پڑھنے کے واسطے اگرچہ مصحف دیکھکر پڑھے یا مصحف کے چھونے کو یا اسکے لکھنے کو

یا اسکی تعلیم کو یا زیارت قبور کے لیے یا بیمار پرسی کے واسطے یا مردہ دفن کرنے کو یا اذان یا اقامت کے واسطے یا مسلمان ہونے کو یا سلام کرنے کو یا سلام کے

جواب دینے کو تو اس تیمم سے نماز پڑھنا جائز نہین اکثر علما کے نزدیک برخلاف نماز جنازہ یا سجدۂ تلاوت کے یعنی اگر نماز جنازہ یا سجدۂ تلاوت کے واسطے

تیمم کیا تو اس تیمم سے نماز پڑھنا جائز ہی بشرطیکہ پانی موجود نہو یہ ہمارے استاد خیر الدین رملی کے فتاوے مین مذکور ہی قلت و ظاہرہ انہ تجوز لہ فصلی فذلک

فتامل میں کہتا ہون فتاوی مذکورہ کا ظاہر کلام یہ ہی کہ اسکو اسکا کرنا جائز ہی یعنی تیمم کرنا سجدۂ تلاوت کے واسطے درست ہی سولے مخاطب تامل کر م حلبی محشی نے

کہا کہ ہمنے تامل کیا سو اسکو صحیح پایا طحطاوی نے کہا مین کہتا ہون کہ اگر شارح کی یہ مراد ہی کہ سجدۂ تلاوت کے واسطے تیمم باوجود پانی کے جائز ہی تو یہ

بالاتفاق جائز نہین اور اگر یہ مراد ہی کہ پانی نہونے کے وقت جائز ہی تو اسکا جواز بالاتفاق ہی تو شارح کے اس کلام کی حاجت نہین انتہی کلامہ لا تیمم لفوت

جمعۃ و وقت و لو وقت وتر لفواتہا الی بدل تیمم نہ کرے نماز جمعہ اور نماز وقتی کے فوت ہونے سے اگرچہ وتر کا وقت ہو بسبب فوت ہونے ان نمازون کے اپنا

بدلا چھوڑکر یعنی جمعہ کا بدلا ظہر اور پنجگانہ نماز اور وتر کا بدلا قضا ہی برخلاف جنازہ اور عید کے اسواسطے کہ انکی قضا نہین وقیل تیمم لفوت الوقت اور قول

ضعیف یہ ہی کہ تیمم کرے وقت کے فوت ہوجانے کے ڈر سے م قنیہ مین کہا کہ یہ روایت ہی ہمارے مشائخ سے اور اسپر چند فروع کو متفرع کیا از انجملہ یہ ہی

کہ اگر چھت پر ہو رات کو اور کوٹھری کے اندر پانی ہی اور اندھیرے مین اسکے اندر جانے سے ڈرتا ہی تو تیمم کرے اگر فوت وقت کا خوف ہو کذا فی البحر

قال الحلبی فالاحوط ان تیمم و یصلی ثم یعید حلبی شارح منیۃ المصلی نے کہا تو ایسی صورت مین احوط یہ ہی کہ تیمم کرے اور نماز پڑھے پھر وضو کرکے اس

نماز کا اعادہ کرے یعنی قضا پڑھے و یجب ای یفترض طلبہ و لو برسولہ قدر غلوۃ ثلثمائۃ ذراع من کل جانب ذکرہ الحلبی اور واجب ہی یعنی فرض ہی

تلاش کرنا پانی کا اگرچہ اپنا آدمی بھیجکر تلاش کرے بقدر ایک تیر کے جانے کے یعنی ۳۰۰ گز ہر جانب سے ایسا ذکر کیا ہی حلبی نے م تیر پرتاب

۴۰۰ گز ہین ۴۰۰ گز تک کذا فی الفتح شرح ہدایہ مین برہان سے منقول ہی کہ جسطرح پانی کا گمان ہو فقط اسی طرف اسقدر تلاش کرنا چاہیے

نہ ہر جانب سے تو شارح کا مطلب یہ ہی کہ ہر جانب سے جدھر گمان ہو ادھر تلاش کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی و فی البدائع الاصح طلبہ

قدر ما لا یضر بنفسہ و رفقتہ بالانتظار اور بدائع مین ہی کہ صحیح تر قول یہ ہی کہ پانی کا تلاش کرنا اسقدر ہو کہ ضرر نہ پہونچے تلاش مین اسکی ذات کو اور اسکے

سفر کے ساتھیون کو انتظار کرنے سے یعنی اگر ایک کو بھی ان مین سے ضرر ہو تو عدم طلب مباح ہی ان ظن ظنا قویا قربہ دون میل بامارۃ او اخبار عدل

تلاش فرض ہے اگر گمان قوی ہو پانی کے پاس ہونے کا ایک میل سے کم کسی علامت سے یا ایک متقی آدمی کے خبر دینے سے ف ظن مین اور ظن غالب مین یہ فرق ہے کہ اگر احد الطرفین قوی اور راجح ہو دوسرے سے اور دل نہ جمے راجح پر اور نہ چھوڑے دوسرے کو تو اُسکا نام ظن و گمان ہے اور جبکہ احد الطرفین دل مین جم جاوے اور دوسری جانب کو چھوڑ دے اُسکا نام اکبر ظن اور غالب الرائے ہے میل کی قید اسواسطے لگائی کہ میل اور مافوق میل بعید ہے اسکی طلب واجب نہین قرب پانی کی علامت یہ ہے کہ سبزہ نظر آوے اور چڑیان گھومتی ہون کذا فی الطحطاوی والا یغلب ظنه قربه لا یجب بل یندب ان رجاه والا لا اور اگر پانی کے نزدیک ہونے کا اُسکو ظن غالب نہو یعنے شک ہو یا غیر قوی ظن ہو تو تلاش واجب نہین بلکہ مستحب ہے اگر امید ہو نزدیکی کی اور اگر امید نہو تو تلاش مستحب بھی نہین ولو صلی بتیمم ومعه من یسئله ثم اخبره بالماء اعاد والا لا اور اگر نماز پڑھی تیمم سے بدون پوچھنے کے اور حالانکہ وہان وہ شخص تھا جس سے پوچھتا پھر نماز کے بعد اُس شخص نے پانی کے نزدیک ہونے کی خبر دی تو نماز کو پھر پڑھے ورنہ اعادہ نہ کرے کذا فی الزیلعی ۔ م بحر الرائق مین سراج سے منقول ہے کہ تیمم کیا بدون طلب کے اور طلب واجب تھی اور نماز پڑھی پھر تلاش کی سو پانی نہ پایا تو اعادہ واجب ہے طرفین کے نزدیک مطلقاً خواہ بعد اُسکے پانی کی کوئی خبر دے یا نہ دے خلافا لابی یوسف کذا فی الطحطاوی وشرط له ای للتیمم فی حق جواز الصلوة نیة عبادة اور مشروط ہے تیمم کے واسطے نماز جائز ہونے کے حق مین عبادت کی نیت کرنا ف جواز نماز کی قید اسواسطے لگائی کہ نماز کے سوائے چنانچہ سلام یا جواب سلام کے واسطے فقط تیمم کی نیت کفایت کرتی ہے اور عبادت کی نیت انند طہارت یا استباحت نماز یا رفع حدث یا رفع جنابت کی نیت ہے کذا فی البحر ولو صلوة جنازة او سجدة تلاوة لا شکر فی الاصح اگرچہ عبادت نماز جنازہ ہو یا سجدہ تلاوت کا نہ سجدہ شکر کا امام کے صحیح تر قول مین یعنے اگر نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت کی نیت سے تیمم کیا تو اس تیمم سے مطلق نماز جائز ہے اور اگر سجدہ شکر کے واسطے تیمم کیا تو اس سے نماز پڑھنا درست نہین کیونکہ وہ عبادت نہین امام کے نزدیک حلبی نے کہا کہ صاحبین کے نزدیک سجدہ شکر مستحب ہے اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ سجدہ تلاوت کے باب مین مذکور ہوگا تو جب عبادت ہوا تو اُس تیمم سے نماز صحیح ہوگی مقصودة تیمم کے واسطے اُس عبادت کی نیت مشروط ہے جو مقصود بالذات ہو یعنے دوسری عبادت کا وسیلہ نہو خرج دخول مسجد ومس مصحف عبادت مقصودہ کی قید سے مسجد کا داخل ہونا اور مصحف کا چھونا نکل گیا یعنے دخول مسجد اور مس مصحف خود عبادت مقصودہ نہین بلکہ نماز اور قرآن پڑھنے کے وسیلے ہین اگر کوئی کہے کہ دخول مسجد قطع نظر نماز کے اعتکاف کے واسطے ہوتا ہے اُسکا جواب یہ ہے کہ عبادت تو اعتکاف ہے اور دخول مسجد اُسکا تابع ہے تو عبادت مقصودہ نہ ٹھہرا اور قرأت کی نیت سے تیمم کرنے مین تفصیل ہے چنانچہ بدائع مین ہے کہ اگر جنب نے قرأت کے واسطے تیمم کیا تو اُسکو اور نمازین پڑھنا جائز ہین کذا فی الطحطاوی لا تصح ای لا تحل لیتمم لقراءة القرآن للجنب بدون طہارة تیمم کے واسطے وہ عبادت مقصودہ مشروط ہے جو صحیح نہین یعنے حلال نہین بدون طہارت کے لا تصح کی تفسیر لا تحل اسواسطے کی تاکہ عبادت مقصودہ جنب کی قرآن خوانی کو بھی شامل ہو جاوے ف زیلعی اور سراج وہاج وغیرہ مین مطلق مذکور ہے کہ صحیح تر یہ ہے کہ قرآن خوانی کے تیمم سے نماز پڑھنا درست نہین لیکن بدائع اور غایۃ البیان اور مجتبی مین کہا کہ اطلاق صحیح نہین تفصیل حق یہ ہے یعنے اگر جنب قرآن خوانی کے واسطے تیمم کرے تو اور نمازین پڑھنا درست ہین چنانچہ بحر الرائق مین ہے کہ شرط یہ ہے کہ منوی عبادت مقصودہ ہو یا عبادت مقصودہ کا جزو ہو اور وہ حلال نہو بدون طہارت کے تو قرآن خوانی عبادت مقصودہ یعنے نماز کا جزو ہے لیکن اگر قرآن خوان جنب ہو تو شرط اخیر یعنے عدم حلۃ فعل الا بالطہارۃ پائی گئی تو تیمم کی شرط پوری ہو گئی تو نماز اس سے درست ہوئی اور اگر قرآن خوان جنب نہین بلکہ بیوضو ہے تو شرط اخیر نہ پائی گئی تو اس تیمم سے نماز جائز نہوگی کذا فی المنح شارح نے لا تصح کی تفسیر لا تحل کی تاکہ اشارہ ہو اس تفصیل تحقیقی کی طرف خرج السلام ورده شرط اخیر سے سلام کرنے اور سلام کے جواب دینے کا تیمم خارج ہو گیا یعنے سلام اور جواب اگرچہ عبادت مقصودہ ہین لیکن بدون طہارت کے بھی صحیح ہین تو اُنکے تیمم سے نماز پڑھنا جائز نہین فلغا تیمم کافر لا وضوءہ لانه لیس باہل للنیة فما یفتقر الیہا لا یصح منه جب تیمم مین نیت مخصوصہ

شمہ بمنزلہ ... باطل ہے وضو کرنا اسکا اسلیے کہ کو فرضیت کرنے کی رغبت دیتی ہے کہتا ہوں کہ اسی صحت میں نیت کی طرف
حاجت رکھتا ہے وہ کو قربت ہے یعنی تو سو اسواسطے کہ نیت سے فعل ثواب آخرت کا سبب ہو جاتا ہے اور کو قربت حاصل کرنی ہے ایسا نہیں نافع نہیں
ہوتا ولہذا ... وضو صحیح ہے کیونکہ اُسمین نیت کی حاجت نہیں تو کافر ... اسلام کے وضو سابق سے نماز پڑھ سکتا ہے ... تیمم سابق سے وصح تیمم جنب بنیۃ
الوضوء یعنی اور صحیح ہے جنب کا تیمم کرنا وضو کی نیت سے اسی قول کو فتوی ہے یعنی وضو کی نیت سے جنابت سے بھی پاک ہو جاتا ہے وندب لراجیہ
رجاء قویا آخر الوقت المستحب اور جسکو پانی ملنے کی امید قوی ہو تو اسکو وقت مستحب کے آخر وقت میں نماز پڑھنا مندوب اور مستحب ہے کذا فی المنح
من الوالی ولو لم یؤخر وتیمم وصلی جاز لو کان بینہ وبین الماء میل والا لا اور اگر تاخیر نہ کی اور تیمم کیا اور نماز پڑھ لی تو جائز ہے اگر ہو درمیان اس شخص کے
اور پانی کے میل بھر کی مسافت اور اگر اس قدر سے مسافت کم ہو تو جائز نہیں صلی من لیس فی العمران بالتیمم ونسی الماء فی رحلہ وھو مما ینسی
عادۃ لا اعادۃ علیہ نماز پڑھی اس شخص نے جو آبادی میں نہیں اور بھول گیا اس پانی کو جو اونٹ کے کجاوے میں ہے اور کجاوہ اس قسم سے ہے کہ اسکی
چیز کے بھول جانے کی عادت ہے تو اسپر نماز کا اعادہ نہیں ہم آبادی میں نہونا عام ہے خواہ وہ مسافر ہو یا مقیم اور اگر آبادی میں ہو اور اسطرح نماز پڑھے
تو اعادہ واجب ہے اور جیسے مسافر کی قید لگائی ہے تو بنظر غالب عادت کے کذا فی المنح اور نسیان وغیرہ باقی قیود کے احترازات کو شارح مذکور کریگا وان ظن
فناء الماء اعاد اتفاقا اور اگر پانی چک جانے کا گمان کیا اور تیمم سے نماز پڑھی تو پانی دیکھ کر نماز کا اعادہ کرے بالاتفاق کما لو ... فی عنقہ او ظہرہ او
مقدمہ راکبا او موخرہ سائقا او نسی ثوبہ ... عریانا او فی ثوب نجس او مع نجس ومعہ ما یزیلہ او توضأ بماء نجس او صلی محدثا ثم ذکر اعاد ...
چنانچہ اگر اس پانی کو بھولا جو اونٹ کی گردن یا اسکی پیٹھ یا اسکے سامنے تھا سواری کی حالت میں یا اونٹ کے پیچھے جبکہ وہ اسکا ہانکنے والا ہو
یا ایک شخص اپنا کپڑا بھولا اور برہنہ نماز پڑھی یا ناپاک کپڑے میں یا نجاست کے ساتھ نماز پڑھی اور حالانکہ اسکے پاس وہ چیز ہے جس سے ازالہ نجاست
ہو سکتا تھا یا وضو کیا نجس پانی سے یا بے وضو نماز پڑھی پھر اسکو پانی یا کپڑا یا نجاست یا بے وضو ہونا یاد پڑا تو نماز کو پھر پڑھے بالاتفاق ...
مین حکایت اجماع مین کلام ہے کہ بحر الرائق اور منح الغفار کی مراجعت سے معلوم ہوتا ہے ... علی الظاہر ...
ولو دلالۃ بان استہلکہ ... اور بنا بر ظاہر الروایہ کے واجب ہے کہ پانی مانگے اپنے رفیق سے جو اسکے ساتھ ہو پھر اگر وہ پانی دے اگرچہ ...
دلالت حال کی راہ سے ہو اسطرح کہ پانی کو تلف کرے اور باقی طہارت کو کافی نہ رہے تو تیمم کرے بسبب ثابت ہو جانے اسکو عاجزی کے ...
قید باعتبار عادت کے ہے اسلیے کہ جو نماز کے وقت موجود ہو اس سے مانگنا چاہیے رفیق ہو یا غیر رفیق فان لم یعطہ الا بثمن مثلہ ولہ ثمن
ذلک فاضل عن حاجتہ لا یتیمم اور اگر وہ شخص پانی نہ دے مگر بعوض اس ثمن کے جو اسقدر پانی کا معمول ہو ... ساتھ اور اسکے پاس وہ مول موجود
ہو اسکی حاجت سے زیادہ تو تیمم نہ کرے بلکہ پانی خرید کرکے وضو کے ساتھ نماز پڑھے ... غبن فاحش کی
تعریف سے جو عنقریب مذکور ہوگی ولو اعطاہ باکثر یعنی بغبن فاحش وھو ضعف قیمتہ فی ذلک المکان ... اور اگر پانی کا مالک پانی دے
اکثر ثمن سے یعنی ثمن فاحش کے ساتھ اور غبن فاحش وہ چند ہے پانی کی قیمت کا اس مکان میں یا اس شخص کے پاس اسقدر ثمن نہیں تو تیمم کرے ... غبن فاحش
سے خرید کرنا اسواسطے واجب نہوا کہ حرمت مال مسلم اسکے جان کی حرمت کے مانند ہے اور جان میں ضرر ساقط ہے ... کذا فی البحر ...
علی القادر شراؤہ باضعاف قیمتہ احیاء لنفسہ اور پیاسے کے واسطے تو واجب ہے خرید کرنا ... واسطے ... اپنی جان کے زندہ رکھنے کی
سے یعنی اسلیے کہ حفظ جان کا مقدم ہے ...
مین مذکور ہے ...

لانہ مبذول عادۃ کما فی البحر عن المبسوط اور پانی مانگنے سے پہلے تیمم نہ کرے بنابر ظاہر الروایۃ کے ہمارے اصحاب یعنی ابو حنیفہ اور ابو یوسف اور محمد رحمہم اللہ سے
اسواسطے کہ پانی میں بخل نہیں ہوتا وہ دینے اور خرچ کرنے کی چیز ہے عادت میں چنانچہ بحر الرائق میں مبسوط سے منقول ہے م اور جو چیز محتاج الیہ ہو اور اُسکے
دینے میں بخل کی عادت نہو تو اسکے مانگنے میں کچھ ذلت اور خواری نہیں اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض حوائج کو غیروں سے سوال کیا
ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وعلیہ فیجب طلب الدلو والرشا اور بنابر اُسکے چونکہ پانی کا طلب کرنا واجب ہے مبذول ہونے کے سبب سے تو ڈول اور رسی کا مانگنا
واجب ہے یعنی اسمین بھی بخل کی عادت نہیں وکذا الانتظار لو قال حتی استقی وان خرج الوقت اور اسی طرح انتظار کرنا واجب ہے اگر طالب سے کہا ڈول اور رسی کے
مالک نے ٹھہر جا یہانتک کہ پانی بھر لون اگرچہ انتظار میں نماز کا وقت نکلجاے م اور دوسرا قول یہ ہے کہ انتظار کرنا واجب نہیں مستحب ہے کذا فی الطحطاوی دلو کان
فی الصلوۃ ان ظن الاعطاء قطع والا لا اور اگر متیمم نماز میں کسی دوسرے شخص کے پاس پانی دیکھے اگر اسکو پانی دینے کا گمان ہو تو نماز کو قطع کرے اور اگر دینے کا
گمان نہو تو نماز نہ توڑے نہر الفائق میں ہے کہ تیمم کرنے والا نماز میں ہو اور اسکو دینے کا گمان غالب ہو تو قطع کرے، اور طلب کرے پھر اگر وہ نہ دے تو تیمم اُسکا باقی ہے پھر اگر اُسنے
بلا سوال نماز تمام کی پھر سوال کیا تو اگر اُسنے پانی دیا تو نماز پھر پڑھے ورنہ نماز تمام ہو گئی کذا فی الطحطاوی لکن فی القہستانی عن المحیط ان ظن اعطاء الماء اوالآلۃ وجب
الطلب والا لا لیکن قہستانی میں محیط سے منقول ہے کہ اگر پانی یا ڈول اور رسّی دینے کا گمان ہو تو طلب کرنا واجب ہے ورنہ واجب نہیں ھم یہ روایت مخالف ہے
ظاہر الروایۃ میں جو متن میں مذکور ہو چکی اور محیط کے مانند وافی میں بھی تفصیل مذکور ہے کذا فی الطحطاوی والمحصور فاقد الماء والتراب الطہورین بان حبس فی
مکان نجس ولا یمکنہ اخراج مطہر وکذا العاجز عنہما لمرض یوخرہا عندہ اور بندیوان نپانے والا پانی اور مٹی پاک کرنے والون کا اسطرح پر کہ وہ شخص بند کیا گیا ناپاک
مکان میں اور اُسکو ممکن نہیں پاک مٹی کا نکالنا زمین یا دیوار کھو کر اور اسی طرح بندیوان کے مانند وہ شخص ہے جو پانی اور مٹی مطہر سے عاجز ہے بیماری کے سبب سے
نماز کو تاخیر کرے امام کے نزدیک م تاخیر کرے یعنی اُسپر نماز حرام ہے ایسا نقل کیا ہے نووی شافعی نے امام کا مذہب کذا فی المنح اور اگر پاک کرنے والی مٹی کے نکالنے
پر قادر ہو تو مٹی نکال کے نماز پڑھے باتفاق امام اور صاحبین کے چنانچہ خلاصہ میں ہے وقالا یتشبہ بالمصلین وجوبا فیرکع ویسجد ان وجد مکانا یابسا والا یومی
قائما ثم یعید کالصوم اور صاحبین نے کہا کہ فاقد الطہورین نمازیون کے مشابہ بنجاے وجوباً تو رکوع اور سجدہ کرے اگر خشک مکان پاوے اور اگر خشک مکان
نملے تو نماز کا اشارہ کرے کھڑے ہو کر پھر جب پانی یا مٹی پاوے تو نماز کا اعادہ کرے صوم کے مانند م یعنے اگر مسافر موضع اقامت میں داخل ہو اکھانے کے
رمضان شریف میں یا اسوقت پہونچا کہ نیت صوم کا وقت باقی نرہا تو باقی دن میں اسپر امساک واجب ہے روزہ وارون کے مشابہ بنکر پھر اس روزہ کا اعادہ
واجب ہے کذا فی الطحطاوی بہ یفتی والیہ صح رجوعہ ای الامام کما فی الفیض اور اسی صاحبین کے قول پر فتوی ہے اور اُسی قول کی طرف امام کا رجوع کرنا صحیح ہے چنانچہ
فیض میں ہے وفیہ ایضاً مقطوع الیدین والرجلین اذا کان بوجہہ جراحۃ یصلی بغیر طہارۃ ولا یتیمم ولا یعید علی الاصح اور یہ مسئلہ بھی فیض میں ہے کہ
جسکے دونون ہاتھ اور دونون پاؤن کٹے ہوے ہین جبکہ اُسکے چہرے پر زخم ہو تو بدون طہارت کے نماز پڑھے اور تیمم نکرے اور نماز کا اعادہ نکرے صحیح تر قول پر م
اور اگر چہرہ صحیح اور سالم ہو تو مٹی پر مل لے اور جسکے ہاتھ شل یعنے خشک ہو گئے وہ اپنا چہرہ اور ہاتھ مٹی سے مل لے اور نماز کو نہ چھوڑے اور اقطع یعنی جسکے دونون
ہاتھ کٹے ہون وہ ما بقی کا مسح کرے اگر غسل مفروض کا کچھ محل باقی ہو والا لا کذا فی الطحطاوی وبہذا ظہر ان تعمد الصلوۃ بلا طہر غیر مکفر فلیحفظ وقد مر بحکی فی صلوۃ
المرض اور مسئلہ سابقہ سے ظاہر ہو گیا کہ قصداً نماز پڑھنا بدون طہارت کے نماز پڑھنے والے کو کافر نہیں کر دیتا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے اور البتہ یہ مسئلہ مذکور ہو گیا
اول کتاب الطہارۃ میں اور آگے بھی آویگا صلوۃ المریض کے باب میں فروع مسائل ملحقہ شارح کی صلی المحبوس بالتیمم ان فی المصر اعاد والا محبوس نے
تیمم کے ساتھ نماز پڑھی اگر وہ قیدی شہر میں ہے تو خلاص ہونے کے بعد نماز کو پھیرے اور اگر شہر میں نہیں ہے تو نہ پھیرے م یعنے مقیم محبوس پر اعادہ ہے نہ مسافر
اسواسطے کہ سفر کا عذر عجز حقیقی کے ساتھ ملگیا اور سفر میں غالب بے آبی ہے تو عدم متحقق ہو گیا ہر وجہ سے اور مقیم کو اعادہ اسواسطے ہوا کہ عجز متحقق

فائدہ الطحطاوی

بیمار تو پانی سے وضو والا یا مٹی اور مٹی سے عاجز

ہو اسباب کے نفی ہے اور فعل موثر نہیں حق اللہ کے استثنا نہیں کذا فی الفتاوی الظہیریۃ تیمم لبعد مسجد و انتقاد وقدان فی السفر و واز ل سوال سمجھ کر وقت کے
واسطے تیمم کرے یا نکرے جواب اگر وہ شخص سفر میں ہو تو ہان تیمم کرے اور اگر سفر میں نہیں ہو تو نہ کرے مگر اس صورت مین کہ پانی مسجد میں ہو اور وہ شخص جنب ہو تو حکم
یہ ہے کہ مطلقاً درست نہیں نہ سفر میں نہ اقامت میں اور اگر پانی موجود نہیں تو مطلقاً درست ہے کذا فی منیۃ المصلی مسئلہ انتقاد و لاتیمم لمن فیہ
سبیلہ انہ للشرب الیضا جو پانی کہ بطریق سبیل کے رکھا ہے جیسا کہ وہ تیمم کرنے کا مانع نہیں جبتک کہ بہت نہو یعنی اگر کثیر ہو گا تو معلوم ہو گا کہ مقرر ہے
کہ وضو کے واسطے بھی اور پینے کے واسطے جو پانی ایسے مین وقف ہوتا ہے تو وہ تیمم کا مانع نہیں اسواسطے کہ وضو کا پانی شرعاً حرام ہے اور
کثیر پانی سے اسوقت وضو درست ہوگا جبکہ فقط شرب کا تعین نہ ہو اور جبکہ تعین ہو کہ فقط پینے کے واسطے ہے تو وضو حرام ہے اسواسطے کہ وقف کی شرط
شارع کے نص کے مانند ہے کذا فی الطحطاوی ویشرب مارا تو ضؤوا در وہ پانی جو وضو کے واسطے وقف اور سبیل ہے اسکا پینا درست ہے اجنب فی مباح من
دیا النقص و محدث و میت جنابت و الامقدم اور اگر تین مباح پانی کے استعمال کرنے میں یا آدمی اور ہے وضو اور غسل میت سے یعنی اسواسطے کہ جنابت اشد ہے
اسکا ازالہ اہم ہو والاحد مہم نھو اولی اور اگر وہ پانی اُنمین سے کسی ایک شخص کی ملک ہے تو وہ شخص مقدم ہے کیونکہ وہ مالک ہے اور مشترکہ مین مصرف میت اور اگر وہ پانی
تینون مین مشترک ہے تو اسکا صرف کرنا غسل میت کے واسطے لائق ہے یا تیمم جماعۃ من محل واحد یجوز کرنا جماعت کا ایک مکان سے جائز ہے اسواسطے کہ مٹی مستعمل نہیں
ہوتی یہانتک کہ اگر تیمم کرنے والون کے ہاتھون کی مٹی ایک جگہ جمع ہو تو اُسپر بھی تیمم درست ہے کذا فی الطحطاوی حیلۃ جواز تیمم من معہ ماء زمزم ولا یخاف العطش ان یخلطہ
بالغلبہ ادیہبہ تملی وجہ یمنع الرجوع تدبیر جائز ہونے تیمم کی اُس شخص کو جسکے ساتھ زمزم کا پانی ہے اور اُسکو پیاس کا کچھ خوف نہیں یہ ہے کہ زمزم کے ساتھ اسقدر چیز کو
ملا دے جو اُس سے غالب ہو جاوے یا برابر چنانچہ گلاب وغیرہ کو مخلوط کر دے یا اُسکو ہبہ کر دے اسطرح پر کہ مانع ہو رجوع فی الہبہ کے ہم عدم خوف تشنگی کی اسواسطے
قید لگائی کہ تشنگی کے خوف سے تیمم جائز ہے بدون مخلوط کرنے کے اسواسطے کہ وہ پانی حاجت اصلی مین مشغول ہے اور ظاہر ہبہ مذکورہ کا حیلہ خوب نہیں کہ یہ بیان کیا
فائدہ ندریا واللہ اعلم و ناقضہ ناقض الاصل ولو غسلا اور تیمم کا توڑنے والا وہ ہے جو تیمم کی اصل کا ناقض ہے یعنی تیمم جسکا خلیفہ اور بدل ہے اگرچہ وہ اصل غسل ہو
یعنی جو چیز کہ وضو کی ناقض ہے وہ اس تیمم کی ناقض ہے جو خلیفہ ہے وضو کا اور جو چیز غسل کی ناقض ہے وہ اُس تیمم کی بھی ناقض ہے جو بدل ہے غسل کا مصنف نے اپنی شرح
مین کہا کہ کنز اور وقایہ مین یون کہا ہے کہ تیمم کا ناقض وہ ہے جو وضو کا ناقض ہے اور شرح نقایہ مین کہا کہ ناقضہ ناقض الاصل وضوا کان او غسلا اور یہی کہنا بہتر ہے
اسواسطے کہ جو ناقض ہے غسل کا وہ ناقض ہے وضو کا لیکن ہر ناقض وضو کا غسل کو ناقض نہیں کیونکہ حدث ناقض وضو ہے پر وہ غسل کا ناقض نہیں تو یہ کلیہ نہ ٹھہرا کہ ناقض
وضو کا ہر تیمم کا ناقض ہے انتہی فلو تیمم للجنابۃ ثم احدث صار محدثا لا جنبا تو اگر جنابت کے واسطے تیمم کیا پھر حدث اصغر واقع ہوا تو وہ محدث ہو گیا نہ جنب یعنی اُسکا وضو ٹوٹا نہ غسل ہم
دریافت کر کہ متن مذکور تین صورت مین شامل ہے ایک یہ کہ اگر تیمم حدث اصغر سے ہے تو اُسکا ناقض وہ ہے جو اُسکی اصل یعنے وضو کا ناقض ہے دوسری صورت یہ کہ اگر تیمم جنابت سے
ہے تو اُسکا ناقض وہ ہے جو غسل کا ناقض ہے تیسری صورت یہ ہے کہ حدث اصغر اور حدث اکبر یعنے جنابت کے واسطے ساتھی تیمم کیا پھر حدث اصغر واقع ہوا تو یہان
تیمم ٹوٹا ایک اصل کے اعتبار سے یعنے باعتبار حدث اصغر کے نہ باعتبار جنابت کے تو شارح کا متفرع کرنا صحیح ٹھہرا تو حلبی کا اعتراض جو شارح پر تھا کہ اسنے مسکوت عنہ
پر تفریع کی دفع ہو گیا کذا فی الطحطاوی بتصرف فیتوضا و ینزع خفیہ جبکہ وہ محدث ہو گیا نہ جنب تو اب وہ وضو کرے اگر پانی بقدر وضو کے پاوے اور اپنے
دونون موزے اُتار کے پاؤن دھووے ہم یعنے جو موزے کہ جنابت سے پہلے طہارت کاملہ پر پہنے تھے اُنکو اُتارے چنانچہ زیلعی مین ہے موزہ اسواسطے اتارے
کہ موزہ جنابت کا مانع نہیں چنانچہ باب المسح علی الخفین مین مذکور ہوگا کذا فی الحلبی ثم یمسح علیہما لم یمر بالماء پھر وضو کے بعد پھر موزے پر
مسح کرتا رہے جبتک اسقدر پانی پر نگذرے جو غسل کے واسطے کفایت کرتا ہے کیونکہ اگر اسقدر پانی پر گذر ہو گا تو جنابت کا بھی تیمم ٹوٹ جاویگا جسم
تجاوز کے بعد جنابت کے واسطے دوسرا تیمم کرے کہ پہلا ٹوٹ گیا پانی کے دیکھنے سے پھر اُسکے بعد اگر حدث اصغر واقع ہوا اور پانی بقدر وضو کے پاوے

[حاشیہ:] یعنی اسم ... ہے ... [illegible] ۱۲

تو موزون پر مسح نکرے بلکہ انکو اتارے اور پاؤن کو دھووے کیونکہ جنابت پاؤن مین سرایت کرگئی پھر موزے پہنے اور مسح کرتا رہے بعد حدث کے کذا فی
الطحطاوی قمع سفے عبارۃ صدر الشریعۃ بمعنی بعد کما فی ان مع العسر یسرا فافہم تو مع کا لفظ صدر الشریعۃ کی عبارت مین بمعنی بعد کے ہی جسطرح ان
مع العسر یسرا مین مع بمعنی بعد ہی یعنے دشواری کے بعد آسانی ہی سو اسکو سمجھ لے ای مخاطب ہم شرح وقایہ مین اول باب تیمم مین صدر الشریعۃ کی عبارت
اسطرح ہی (اما اذا کان مع الجنابۃ حدث یوجب الوضوء یجب علیہ الوضوء) یعنے جبکہ مع الجنابۃ حدث موجب وضو ہو تو اسپر وضو واجب ہی تو اسکا مطلب یہ ہی
کہ جب جنابت کے تیمم کے بعد حدث پایا جاوے تب وضو واجب ہی اسواسطے کہ جنابت کے ساتھ وضو کرنے کی حاجت نہین چنانچہ قہستانی مین یون مصرح ہی
کہ اگر جنب کے پاس اتنا پانی ہو کہ اُس سے کچھ اعضا یا وضو کو کفایت کرتا ہو تو وہ تیمم کرے اور اسپر واجب نہین پانی کا صرف کرنا اعضا یا وضو کی طرف
مگر جبکہ جنابت کا تیمم کیا پھر حدث واقع ہوا وضو کا موجب تو اب اسوقت اُسپر وضو کرنا واجب ہی کیونکہ وہ پانی بقدر کفایت پر قادر ہوا کذا فی الطحطاوی
اور اسی طرح حسن چلپی محشی شرح وقایہ سنے عبارت مذکورہ کے وضو کو بعد تیمم جنابت کے محمول کیا ہی وَ قُدْرَۃٌ عَلٰی مَاءٍ وَلَوْ اِبَاحَۃً فِی الصَّلٰوۃِ اور ناقض تیمم ہی
قادر ہونا پانی پر اگرچہ قدرت بطریق اباحت کے ہو نماز مین ہم یعنے اگر ایک شخص نے پانی کے نہونے سے تیمم کرکے نماز شروع کی اور عین نماز مین کسی شخص نے
اُسپر پانی مباح کردیا تو قدرت حاصل ہوئی نماز چھوڑ کر وضو کرے اور نماز پڑھے مصنف نے شرح مین کہا کہ رویت سے قدرت کو تعبیر کرنا بہتر ہی اسواسطے کہ
مریض پانی کو دیکھتا ہی اور پھر بھی تیمم کرتا ہی اور بعد زوال مرض تیمم باطل ہوگا بسبب قدرت کے اگرچہ پانی نظر نہ آوے کاف لطہرہ ولو مرۃً مرۃً قدرت اسقدر
پانی کی ناقض ہی جو کافی ہو اسکی طہارت کو یعنے وضو یا غسل کو اگرچہ ایک ایک بار اعضا کا دھونا ممکن ہو فَضَلَ عَنْ حَاجَتِہٖ کعطش وعجن وغسل نجس مانع
ولمعۃ جنابۃ لان المشغول بالحاجۃ وغیر الکافی کالمعدوم قدرت اُس پانی کی ناقض ہی جو اُسکی حاجت سے زائد ہی چنانچہ تشنگی سے اور آٹا گوندھنے اور
نجاست سے مانع نماز کے دھونے سے اور اُس عضو کے دھونے سے کہ غسل جنابت سے خشک رہا تھا اسواسطے کہ جو پانی کہ حاجت کے ساتھ مشغول ہی
اور وضو یا غسل کو کفایت نہین کرتا ہی وہ نہونے کے برابر ہی لَا رِدَّۃٌ نہ ارتداد یعنے تیمم کا ناقض نہین مرتد ہوجانا یعنے اگر مسلمان نے تیمم کیا پھر معاذ اللہ وہ مرتد ہوگیا
پھر توبہ کی تو وہ تیمم باقی ہی نماز اُس سے جائز ہی وکذا ینقضہ کل مانع وجود التیمم اذا وجد بعدہ لان ما جاز بعذر بطل بزوالہ اور اسی طرح توڑتی ہی
تیمم کو ہر ایک وہ چیز جسکا ہونا تیمم کا مانع ہی جبکہ وہ تیمم کے بعد پائی جاوے اسواسطے کہ جو چیز جائز ہوئی کسی عذر کے ہونے سے باطل ہوجاتی ہی اُسکے زائل ہوجانے
سے فلو تیمم لمرض بطل ببرئہ او لبرد بطل بزوالہ تو اگر تیمم کیا بیماری کے سبب سے تو تیمم باطل ہوجاتا ہی بیماری کے جاتے رہنے سے یا تیمم کیا تھا سردی
کے سبب سے تو باطل ہوتا ہی سردی کے زوال سے والحاصل ان کل مانع وجود التیمم ینقض وجودہ التیمم اور خلاصہ اسکا یہ ہی کہ جس چیز کا وجود
مانع ہی تیمم کا اُسکا موجود ہونا تیمم کا ناقض ہی ہم طحطاوی نے کہا شارح کا یہ کلام بعینہ متن کا کلام ہی تو اُسکا کچھ فائدہ حاصل نہوا اور توضیح اسکی یون ہی
کہ تیمم جائز نہین ابتدا مین پانی کے ہوتے اور بعد اسکے اگر پانی میل سے کم ہی سو اگر وہ متیمم تھا پھر پانی حاضر ہوا یا متیمم چلا یہانتک کہ میل سے کم ہوگیا تو تیمم ٹوٹ گیا
اور اگر مریض نے تیمم کیا مرض کے سبب سے پانی کے نہوتے پھر پانی حاضر ہوا تو تیمم نہین ٹوٹتا انتہیٰ وما لا یمنع وجودہ فی الابتداء فلا ینقض وجودہ بعد ذلک
التیمم اور جس چیز کا وجود تیمم کا مانع نہین ابتدا مین تو اُسکا موجود ہونا بعد اُسکے تیمم کو توڑتا ہی ہم چنانچہ مریض مذکور کی مثال سے یہ امر واضح ہوتا ہی ولو
قال وکذا زوال ما اباح لہ التیمم لکان اظہر واخصر اور اگر مصنف یون کہتا اور اسی طرح ناقض تیمم کا ہی زائل ہونا اُس چیز کا جسنے تیمم کو مباح کردیا تو
ظاہر تر اور مختصر تر ہوتا مصنف کی عبارت سابقہ سے کما لا یخفی ظہورہ واختصارہ وعلیہ لو تیمم لبعد میل فسار فانتقص انتقض فلیحفظ اور بنا بر قاعدہ
مذکورہ کے اگر تیمم کیا ایک میل پانی کے دور ہونے سے پھر متیمم پانی کی طرف چلا سو میل سے کم ہوگیا تو وضو ٹوٹ گیا اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم اسواسطے ٹوٹ گیا
کہ تیمم کی اباحت ہوئی تھی بقدر میل کے دور ہونے سے پھر جب میل بھر نرہا تیمم ٹوٹ گیا اور موجب متن کے یہ وجہ ہی نقض تیمم کی اتنی میل کا وجود تیمم کا مانع ہی

ہو جائے تو اس پر پانی پانا اسکی جنبت سے تو تیمم ٹوٹ گیا ہو مرتد ہوا عیب تیمم میں حدث ہوا اگر جنبی شخص تیمم میں جنابت سے ... اگر کوئی کسی شخص کو گذرنا ایسی
اور جنبی نے تیمم کیا حدث سے یا جنابت سے ... جو تیمم جنابت سے پانی پر جنابت کو کوئی نہ پاتا کے شخص کے اندر تیمم ٹوٹ گیا اس پر گذرنے سے
اتیمم ... وہو الروایۃ الصحیحۃ عنہ المختار ... ہوئی اور صاحبین نے نام اور ناصح مذکور کے تیمم کو باقی کہا ہے اور یہی روایت صحیح ٹھہرائی گئی ہے امام سے
پس یہ عذر فتویٰ دینے کے واسطے ہم جواب یہ مسئلہ اختلافی نہ ہو اتفاقی ہو گیا کہ لو تیمم ولقربہ ماء لا یعلم بہ کذا فی البحر وغیرہ والقول للمصنف جیسے تیمم صحیح
... قام اگر ایک شخص نے تیمم کیا اور اسکے نزدیک پانی ہے اور وہ اسکو نہیں جانتا ہے ایسا مذکور ہے بحر الرائق وغیرہ میں اور اسکو مصنف نے اپنی شرح
میں ثابت رکھا ہے تیمم۔ لو کان اکثرہ او اکثر اعضاء الوضوء عددا او فی الغسل مساحۃ مجروحا او بہ جدری اعتبارا للاکثر تیمم کرے جو اکثر یعنی آدھے سے
زیادہ وضو کے اعضا شمار کی راہ سے اور غسل میں پیمائش کی راہ سے زخمی ہوں یا بدن میں چیچک نکلی ہو تیمم کا حکم ہوا اکثر کے اعتبار کرنے سے
اسواسطے کہ للاکثر حکم الکل ہم تو اگر سر اور چہرہ اور دونوں ہاتھوں میں زخم ہو اور پاؤں میں زخم نہو تو تیمم کرے خواہ اعضا زخمی اکثر مجروح ہوں
یا صحیح اور یہی قول مختار ہے کذا فی البحر اور غسل میں پیمائش کا اعتبار کرنا یہ صاحب بحر کی تجویز ہے اور صاحب نہر نے بھی اسکو مسلم رکھا ہے کذا فی الطحطاوی
ولعکسہ یغسل الصحیح ویمسح الجریح اور اسکے عکس میں یعنے اکثر اعضا صحیح ہوں اور اقل مجروح تو دھووے صحیح کو اور مسح کرے مجروح کو یعنے محل جراحت
پر مسح کرے اور اگر تاب نہو تو کپڑے پر مسح کرے حلبی شارح منیہ کے کلام سے نکلتا ہے کہ کپڑا باندھنا واجب ہے کذا فی الطحطاوی وکذا ان استویا الغسل
الصحیح من اعضاء الوضوء ولا روایۃ فی الغسل اور اسی طرح اگر اعضا صحیح اور برابر ہوں تو اعضا صحیح وضو کو دھووے اور مجروح کو مسح کرے اور غسل
میں درصورت مساوات کوئی روایت نہیں ہم اور اسمیں مشایخ کا اختلاف ہے اور دھونا اور مسح کرنا احوط قول ہے چنانچہ متن میں ہے کذا فی الحلبی ویمسح
الباقی منہا وہو الاصح لانہ احوط فکان اولیٰ درصورت مساوات صحیح کو دھووے اور باقی اعضا مجروحہ کو مسح کرے اور یہی قول صحیح تر ہے اسواسطے
کہ اسمیں زیادہ تر احتیاط ہے تو یہی قول بہتر ٹھہرا اور صحح فی الفیض وغیرہ التیمم اور فیض وغیرہ میں تیمم کرنے کو درصورت مساوات کے صحیح کہا ہے کما تیمم
لو الجرح بیدیہ وان وجد من یوضیہ خلافا لہما جیسے تیمم کرے اگر اسکے دونوں ہاتھوں میں زخم ہو اگرچہ پاوے اس شخص کو جو اسکو وضو کرا دے برخلاف
صاحبین کے ہم امام کے نزدیک غیر شخص سے اعانت مستحب ہے اور صاحبین کے نزدیک فرض ہے منیہ کی شرح ابن امیر حاج میں مذکور ہے کہ جبکہ یہ
حال ہو کہ صحیح عضو کے دھونے سے مجروح عضو کو پانی پہونچتا ہو تو تیمم کرے کذا فی الطحطاوی ولا یجمع بینہما ای تیمم وغسل اور جمع نکیا جاوے دونوں میں
یعنے تیمم اور دھونے میں ہم یہاں غسل بالضم مراد نہیں بلکہ بالفتح مراد ہے تا کہ غسل اور وضو دونوں کو شامل ہے اور وضو میں یا تیمم اور غسل میں اسواسطے
جمع کرنا جائز نہیں کہ بدل اور مبدل میں جمع کرنا شرع سے ثابت نہیں کما لا یجمع بین حیض وحبل او استحاضۃ او نفاس چنانچہ اجتماع نہیں درمیان حیض
اور حمل یا حیض اور استحاضہ یا حیض اور نفاس کے ولا بین نفاس واستحاضۃ وحبل اور نہ درمیان نفاس اور استحاضہ یا نفاس اور حمل کے
ولا زکوٰۃ وعشر او خراج او فطرۃ اور نہ اجتماع ہے زکوٰۃ اور عشر میں یا زکوٰۃ اور خراج میں یا زکوٰۃ اور فطرہ میں ہم اجتماع زکوٰۃ اور عشر یا خراج کی صورت
یہ ہے کہ عشر خارج کا یا خراج زمین کا ادا کیا اور غلہ باقیہ میں تجارت کی نیت کی اور ایک سال اسپر گذر گیا تو اسمیں زکوٰۃ نہیں اور حلبی محشی منیہ اسکی یہ صورت
مذکور کی ہے کہ زمین کا خراج ادا کیا پھر اسمیں تجارت کی نیت کی اور سال اسپر گذر گیا تو اسمیں زکوٰۃ نہیں اور اجتماع زکوٰۃ اور فطرہ کی یہ صورت ہے
کہ ایک شخص کی تجارت کے غلام ہیں انپر سال گذرا تو انمیں مولیٰ پر زکوٰۃ ہے اور فطرہ نہیں ہے کذا فی الطحطاوی ولا عشر مع خراج اور عشر نہیں
خراج کے ساتھ اسواسطے کہ زمین یا عشری ہے یا خراجی عشری پر خراج نہیں اور خراجی پر عشر نہیں ولا فدیۃ وصوم اور اجتماع نہیں فدیہ اور
صوم میں اسواسطے کہ جسپر روزہ رکھنا لازم ہے اسپر فدیہ دینا نہیں اور جسکو فدیہ دینا چاہیے چنانچہ شیخ فانی اسپر روزہ نہیں ونقضہ الطحطاوی نے کہا

یہان سہو کاتب سے کفارہ ساقط ہو گیا تو بحر الرائق کے موافق عبارت اسطرح مناسب تھی ولا بین القصاص والکفارۃ یعنے اجتماع نہین درمیان قصاص اور کفارہ کے اسواسطے کہ قصاص ہوتا ہی قتل عمد مین اور اسمین کفارہ نہین اور کفارہ ہوتا ہی شبہ عمد اور خطا اور اُسکے جاری مجرا مین اور اسمین قصاص نہین انتہی ط ی الطحطاوی اور بعضے نسخون مین یون عبارت ہی او قصاص او دیۃ یعنے جمع نہین درمیان قصاص او دیت کے واللہ اعلم ولا الضمان والقطع او اجر او اجتماع نہین تاوان اور قطع مین یا تاوان اور اجرت مین یعنے جب سارق کا ہاتھ کاٹا گیا تو اُسپر مال مسروقہ کا تاوان نہین اور جبکہ مزدور پر مال کے تلف کرنے سے تاوان ہی اُسکے واسطے مزدوری نہین اور جسکی مزدوری لازم ہی اُسپر تاوان نہین ولا جلد مع رجم او نفی اور نہ درہ مارنا سنگساری اور تغریب کے ساتھ یعنے اخراج از وطن ہم اسواسطے کہ کنوارے کی حد درے ہین اور بیاہے کی حد سنگساری اور درہ مارنا تغریب کے ساتھ مجتمع نہین ہوتا مگر تعزیر حاکم لیکن درہ مارنا قید کرنے کے ساتھ جمع ہو سکتا ہی کذا فی الطحطاوی ولا مہر ومتعۃ او حد او ضمان افضائہا او مع مہرہا او سوتہا سن جماعہا اور اجتماع نہین مہر اور متعہ مین یا مہر مین اور حد مین اور عورت کی ضمان افضا یا اسکی موت مین زوج کے جماع سے ہم مہر اور متعہ مین اسواسطے اجتماع نہین کہ مطلقہ قبل از دخول کا اگر مہر مسمی ہی تو نصف مہر واجب ہی اور اگر مہر مسمی نہین تو متعہ واجب ہی یہان متعہ سے کرتی اور اوڑھنی اور چادر مراد ہی اور مہر اور حد مین عدم اجتماع کی وجہ یہ ہی کہ اگر وطی صحیح یا شبہہ سے ہی تو مہر واجب ہی اور حد نہین اور اگر وطی زنا کی ہی تو حد ہی اور مہر نہین اور افضا کی حقیقت یہ ہی کہ زوج کے جماع سے عورت کے بول اور براز کی دونون راہین پھٹ کر ایک ہو گئین تو یہان زوج پر ضمان ہی نہ مہر اور اسی طرح اگر اُسکے جماع سے زوجہ مر گئی تو تاوان ہی نہ مہر ولا مہر مثل وتسمیۃ اور اجتماع نہین مہر مثل اور مہر معین مین اسواسطے کہ اگر مہر جائز کا تعین ہو گیا تو وہی واجب ہی اور اگر مہر کا ذکر نہوا یا غیر جائز کو معین کیا چنانچہ شراب یا سور تو مہر مثل واجب ہوگا ولا وصیۃ و میراث اور اجتماع نہین وصیت اور میراث مین یعنے وارث کے واسطے وصیت کرنا صحیح نہین الا باجازت باقی ورثہ کذا فی الطحطاوی وغیرہ انما ہی ای محلہ ان شاء اللہ تعالی اور ان اشیاء مذکورہ کے سوا اور چیزین عدم الاجتماع ہین جنکا ذکر آویگا اپنے موقع پر اگر حق تعالے نے چاہا من بہ وجع رأس لا یستطیع معہ مسحہ محدثا ولا غسلہ جنبا ففی الفیض عن غریب الروایۃ یتیمم وافتی قاری الہدایۃ انہ یسقط عنہ فرض مسحہ جسکے سر مین ایسا درد ہی کہ اُسکے ساتھ مسح نہین کر سکتا بے وضو ہونے مین اور نہ اسکو دھو سکتا ہی نہانے کی حاجت مین تو فیض مین ظاہر الروایۃ کے خلاف غریب الروایۃ سے مذکور ہی کہ وہ شخص تیمم کرے یعنے وضو اور غسل کے عوض اور قاری ہدایہ نے اسکا فتوے دیا ہی کہ اس شخص سے مسح سر کی فرضیت وضو مین ساقط ہی ولو علیہ جبیرۃ ففی مسحہا قولان اور اگر سر پر کھپاچون کی پٹی ہی تو اُسکے مسح مین دو قول ہین مسح کرنا اور نکرنا ہم اور وجوب مسح کا قول اظہر ہی کذا فی الطحطاوی وکذا یسقط غسلہ فیمسحہ ولو علے الجبیرۃ ان لم یضرہ والا سقط اصلا وجعل عادما لذلک العضو حکما کما فی المعدوم حقیقۃ اور اسی طرح غسل مین دھونا سر کا ساقط ہوتا ہی تو سر کو مسح کرے اگرچہ پٹی پر مسح ہو بشرطیکہ مسح اُسکو ضرر نکرتا ہو اور اگر ضرر کرتا ہو تو دھونا اور مسح کرنا دونون بالکل ساقط ہین اور یہ شخص حکم شرع مین بدون اس عضو کے ٹھہرایا گیا گویا اُسکے سر ہی نہین جسطرح سے فی الحقیقۃ معدوم العضو سے دھونا اور مسح کرنا ساقط ہوتا ہی

باب المسح علے الخفین

یہ باب ہی دونون موزون پر مسح کرنے کا اخرہ لثبوتہ بالسنۃ مصنف نے موزون پر مسح کرنا تیمم کے بعد ذکر کیا بسبب ثابت ہونے مسح کے حدیث سے اور تیمم ثابت ہی قرآن مجید سے وہو لغۃ امرار الید علے الشئ اور مسح لغت عرب مین ہاتھ کا پھیرنا ہی کسی چیز پر خواہ وہ چیز موزہ ہو یا عضو یا دیوار وشرعا اصابۃ البلۃ لخف مخصوص فی زمن مخصوص اور شرع کی اصطلاح مین مسح عبارت ہی تراوت کے پہونچانے سے خاص موزے کو زمانہ خاص مین ہم خاص موزہ جسمین شروط آئندہ دیکھیو اور زمانہ خاص سے مراد ایک دن اور ایک رات ہی مقیم کے واسطے اور تین رات اور دو دن مسافر کو والخف شرعا الساتر للکعبین فاکثر من جلد ونحوہ اور شرع مین موزہ اُسکا نام ہی جو ڈھک لے دونون ٹخنون کو یا زیادہ تر کو بنا ہو چمڑے اور اُسکے مانند اور چیز سے شرط مسحہ

قولہ تغریب جلاوطن کرنا ۱۲

شرط ہو والاول کونہ ساتر القدم ... یعنی مسح موزے کی تین چیزیں شرط ہیں پہلے شرط ہونا موزے کا ڈھکنے والا اس مقام کو جسکا دھونا وضو میں فرض ہے یعنی قدم کو ٹخنے سمیت ساتھ یا ہو کہ اسکی نظر اس سوراخ سے جدا ہو اور مسح کو پہلے اگر پاؤن کی چھوٹی تین انگلیون سے موزہ کم پھٹا ہو تو مسح جائز ہے ... والاولی تقدیر بقدر ثلاث اصابع ... جائز ہو مسح بڑا ہو اگر وہ آگے یا گنڈی سے پھٹا ہو مگر یہ کہ قدر تین انگلیون کے پاؤن کھلا ہو تو جائز مسح جائز نہیں ہم ... موزے کی زبان میں دو جراب ہو پھٹے کی ...
قائم ہوا اور دونون ٹخنون کی طرف کشوف ہو وہ جوتہ نہیں جسطرح اس ملک میں بعض جو پہنے کے موزے ٹخنون سے نیچے ہوتے ہیں نہیں ہوتے اور لگنے ... اکو کس لیتے ہین وضو ومشائخ سمرقند ... اور سمرقند کے عالمون نے کہ لینا ... سے جائز کہا ہے یعنی اگر موزہ مشقوق کو ...
... سے باندھ لے تو مسح کرے کو کوئی ہم یہ قول ضعیف ہے اور ... جائز نہیں مگر جبکہ تخین یعنی گف اور سخت چیز سے ہو جسمین پانی سرایت
نکرے اسکو سے چنانچہ بیان ... والثانی کونہ مشغولا بالرجل یمنع سرایۃ الحدث اور دوسری شرط مشغول ہونا موزے کا پاؤن
کے ساتھ یعنی تمام موزے مین پاؤن بھرا ہو خالی نہ رہا ہو تاکہ سرایت کرنے حدث کو مانع رہے فلو واسعا فمسح علی الزائد ولم القدم قدمہ الیہ لم یجز تو اگر
موزہ کشادہ اور لمبا ہو پھر اسنے مسح کیا زیادہ پر جہان پاؤن نہین پہنچا تو مسح جائز نہوا ... عالمگیری مین سراج سے منقول ہے
... مسح کرنا اس موزہ کا جو خالی ہو قدم سے ... پاؤن کو خالی مقام مین کر دیا اور مسح کیا تو جائز ہے اور اگر وہان سے پاؤن ہٹا دے تو مسح کو
اعادہ کرے انتہی اور حلبی نے اپنے استاد سے نقل کیا کہ اعادہ مسح کا ضرور نہین کذا فی الطحطاوی مختصرا ولا یضر رؤیۃ رجلہ من اعلاہ اور مسح مین ضرر نہین
کرتا نظر پڑنا اپنے پاؤن کا اوپر سے یعنی اگر ایسا موزہ کشادہ ہو کہ اوپر سے نظر آتا ہو تو کچھ مضائقہ نہین والثالث کونہ مما یمکن متابعۃ المشی المعتاد فیہ فرسخا فاکثر
اور تیسری شرط ہونا موزے کا ہے اس چیز سے کہ ممکن ہو پیادہ پا چلنا اسمین عادت کے موافق تین کوس پھر زیادہ اسقدر ہے ... فرسخ کی قید حاشیہ ہدایہ مین ہے
اور محیط مین امکان سفر بندگی ہے فلم یجز من زجاج او خشب او حدید تو جائز نہین مسح اس موزے پر جو بنا ہو کانچ یا لکڑی یا لوہے سے یعنی اس واسطے کہ
اسکو پہن کر آدمی بے تکلف عادت کے موافق چل نہین سکتا وہو جائز فالغسل افضل الا للتہمۃ فہو افضل اور وہ یعنی موزے کا مسح جائز ہے نہ فرض اور واجب
تو پاؤن کا دھونا افضل ہے مسح کرنے سے مگر رفض اور خروج کی تہمت کے وجہ سے تو مسح کرنا ہی افضل ہے ہم روافض اور خوارج کے نزدیک مسح موزے
کا جائز نہین بل ینبغی وجوبہ علی من لیس معہ الا ما یکفیہ او خاف فوت وقت او وقوف عرفۃ بلکہ مسح کا واجب ہونا چاہیے اس شخص پر جسکے پاس پانی نہین مگر اتنا
کہ مسح کو کفایت کرتا ہے یا ڈر وقت کے فوت ہونے سے اگر پاؤن دھووے یا ڈر وقوف عرفات کے فوت ہونے سے کذا فی البحر یہ تجویز ہے صاحب بحر کی کتب
... کے موافق اس واسطے کہ قواعد حنفیہ کے مخالف نہین ... القہستانی انہ رخصۃ مسقطۃ للعزیمۃ ولہذا الوصف الملازم فی خفیہ بنیۃ الغسل ... اور
قہستانی کی شرح نقایہ مین ہے کہ المسح رخصت ہے عزیمت کی ساقط کرنے والی اور اسی واسطے کہ اگر پانی ڈالے اپنے موزون مین دھونے کی نیت سے تو چاہیے کہ
گنہگار ہو ہم رخصت وہ ہے جو عذرات عباد پر مبنی ہو اور عزیمت عبارت ہے حکم اصلی سے جسکی بنا عذرات عباد پر نہین ہوا الاصح فی التعریف تو مسح ایسی رخصت ہے کہ
شروعیت عزیمت کی مسقط ہے یعنی اسکے ساتھ عزیمت کا مشروع ہونا باقی نہ رہا برخلاف رخصت ترفیہ کے کہ اسکے ساتھ عزیمت کی مشروعیت باقی رہتی ہے جیسا کہ روزہ
رکھنا سفر مین کذا فی البحر بسنۃ مشہورۃ مسح موزے کا جائز ہے سنت مشہور سے یعنی احادیث مشہورہ سے ہم حدیث مشہور وہ ہے جسکے راوی دو سے زیادہ ہون
ہر طبقہ مین طبقات رواۃ سے اور تواتر کی حد کو نہ پہونچیں امام اعظم رح نے فرمایا مین مسح کا قائل نہوا یہان تک کہ مسح کا ثبوت مجھپر دن کے مانند روشن ہو گیا
یعنی کثرت احادیث سے کذا فی الطحطاوی فمنکرہ مبتدع تو منکر مسح کا بدعتی ہے ہم امام اعظم رح سے مذہب اہل سنت سے سوال ہوا فرمایا کہ تفضیل الشیخین
وحب الختنین واعتقاد المسح علی الخفین وعلی رأی الثانی کافر اور امام ابو یوسف کے نزدیک منکر کافر ہے اس واسطے کہ انکے نزدیک حدیث مشہور حدیث متواتر کے

حکم میں ہے کذا فی الطحطاوی عن القہستانی وفی التحفۃ ثبوتہ بالاجماع بل بالتواتر رواتہ اکثر من ثمانین منہم العشرۃ القہستانی اور تحفہ میں ہے کہ ثبوت مسح کا اجماع
سے بلکہ تواتر سے ہے راوی اُسکے صحابیوں سے زیادہ ترہین اسّی سے از انجملہ عشرہ مبشرہ ہین کذا فی القہستانی ہم علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین مذکور کیا کہ ہمنے
معانی الآثار کی شرح مین ۷۶ صحابیون کی روایت احادیث کی مذکور کی ہے مع المخرجین وقیل بالکتاب وردبانہ غیر مغیا بالکعبین اجماعا فالجر للجوار اور قول قہستانی
یہ ہے کہ ثبوت مسح موزے کا قرآن مجید سے ہے اور یہ قول رد کیا گیا ہے اسطرح کہ مسح موزے کی نہایت دونون ٹخنے نہیں بالاجماع تو ارجلکم کا زیر قرب مجرور کے وجہ
سے ہے ہم ارجلکم کے لام مین دو قرائتین نصب اور جر کی ہین بعضون نے کہا چونکہ دونون قرارت مین تعارض واقع ہوا تو جر کی قرارت کو موزہ پہنے پر محمول کیا
اور نصب کی قرارت کو جبکہ موزہ پانون مین نہو اس قول کا رد یون ہے کہ اگر جر کی قرارت سے مسح موزے کا مراد ہوتا تو کعبین مسح کی غایت ٹھہرتی یعنے ٹخنون تک
مسح کرنا واجب ہوتا اسواسطے کہ ارجلکم کے بعد الی الکعبین مذکور ہے حالانکہ بالاتفاق یہ ثابت نہیں اور ارجلکم کے جر کا جواب یہ ہے کہ وہ عضو مغسول پر عطف ہے
تو نصب لازم تھا چونکہ وہ مجرور کے پاس پڑا یعنے برؤسکم کے پاس تو اُسکو بھی مجرور کر دیا چنانچہ عرب کا یہ قول مشہور ہے جحر ضب خرب لمحدث ظاہرہ عدم جوازہ
لمجدد الوضوء الا ان یقال لما حصل لہ القربۃ بذلک صار کانہ محدث مسح جائز ہے بے وضو شخص کو مفہوم ظاہر اس کلام کا عدم جواز مسح کا ہے تازہ وضو کرنے والے
کے حق مین مگر اسکا یون جواب دیا جاے کہ ہر گاہ تازہ وضو کرنے والے کو ثواب حاصل ہوا اس وضو پر وضو کرنے سے تو وہ بے وضو کے مانند ہو گیا لا لجنب
وحائض جائز نہیں مسح کرنا موزے کا جنب اور حائض کو یعنے جسپر غسل واجب ہے جنابت یا حیض یا نفاس سے اُسکو مسح جائز نہین اسواسطے کہ اُسکو تمام بدن
کا دھونا لازم ہے اور مسح مین یہ بات حاصل نہین نسائی اور ابن ماجہ اور ترمذی مین صفوان ابن عسال سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمکو حکم
کرتے تھے جبکہ ہم سفر مین ہوتے تھے کہ ہم اپنے موزے نہ اتارین تین دن اور تین رات مگر جنابت سے ولیکن بول اور غائط اور نوم سے کذا فی ہدایۃ العینی
طحطاوی نے بحر الرائق سے نقل کیا کہ حائض کا مسئلہ ابو یوسف رح کے قول پر مبنی ہے اسواسطے کہ اقل حیض اُنکے نزدیک دو دن اور اکثر ثالث کا ہے تو سفر مین اُسکی تصویر
ہو سکتی ہے برخلاف طرفین کے انتہی مختصرا والمنفی لا یلزم تصویرہ اور جسکی نفی ہو گئی اُسکی تصویر لازم نہین یعنے حکم ممنوع کے وجود کی صورت بیان کرنا ضرور نہین
کیونکہ اُسکی طرف کچھ حاجت نہین اور عدم لزوم تصویر اُسکے امکان کا منافی نہین کذا فی الطحطاوی چونکہ جنابت کی حالت مین وضو کرنا ضرور نہین تاکہ مسح موزے
کا جائز نہو لہذا اُسکے فرض صورت مین تردد تھا شارح نے اسکا دفع دخل کر دیا کہ حکم ممنوع کا وجود بیان کرنا لازم نہین وفیہ ان النفی الشرعی یفتقر الی اثبات
عقلی اور دفع دخل مذکور مین یہ خلل ہے کہ شرعی نفی وجود عقلی یعنے تصور عقلی کی محتاج ہے ہم یہ بحث ہے قہستانی کی نفی مین شرعی کی قید اسواسطے لگائی تاکہ
نفی عقلی سے احتراز ہو چنانچہ شریک باری کہ اُسکی نفی مین اثبات عقلی کی حاجت نہین اور اثبات عقلی سے تصور بوجہ مراد ہے مگر اسمین یہ خلل ہے کہ
اسمین بھی تصور ذہنی کی تصریح واقع ہے تاکہ نفی کرنا حاصل ہو سکے کیونکہ نفی شی کی فرع ہے اُسکے تصور کی تو شرعی کی قید لگانا مفید نہین اور مسح جنب کی صورت
کفایہ مین یون مذکور ہے کہ وضو کیا اور مجلد جراب کا پہنا پھر جنب ہو گیا تو اُسکو جائز نہین کہ جرابون کو باندھ کر تمام بدن کو دھووے لپیٹ کر اور جرابون پر
مسح کرے کذا فی الطحطاوی اور ہدایۃ العینی مین اسکی تصویر منتقی سے یون مذکور ہے کہ ایک مرد نے وضو کیا اور موزہ پہنا پھر جنب ہوا پھر اتنا پانی پایا کہ وضو کو کفایت
کرتا ہے نہ غسل کو تو وہ شخص وضو کرے اور پاؤن دھووے اور مسح کرے اور جنابت کے واسطے تیمم کرے انتہی ما فی العینی ثم ظاہرہ جواز مسح مغتسل جمعۃ ونحوہ ہم
ظاہر کلام ماتن جائز ہونا مسح کا ہے جمعہ کے اور اسکے مانند کے نہانے والے کو ہم یعنی ماتن نے جنب کے مسح کی نفی کی تو اس کلام سے مفہوم ہوا کہ جمعہ یا عید کے نہانے
والے کو مسح کرنا جائز ہے کیونکہ یہ غسل واجب نہین ولیس کذلک علی ما فی المبسوط اور حالانکہ ایسا نہین بنابر اس مضمون کے جو مبسوط مین ہے ولا یبعد ان یجعل فی حکمہ اور مغتسل
جمعہ وغیرہ کو جنب کے حکم مین ٹھہرانا کچھ بعید نہین فالاحسن المتوضی لا المغتسل تو بہتر عبارت المتوضی لا المغتسل ہے یعنے بجاے لمحدث لا لجنب کے لمتوضی لمغتسل کہنا
بہتر ہے یعنے مسح موزے کا وضو کرنے والے کو جائز ہے نہ نہانے والے کو ہم طحطاوی نے کہا یہ بحث اور استحسان قہستانی کی ہے والسنۃ ان یخط خطوطا باصابع

یہ طریقہ فعلیہ اور سنت یہ ہے کہ مسح کو شروع کرے ہاتھ کی انگلیون سے تھوڑا تھوڑا سا انگلیون کو کھولکر مبتدا من قبل اصابع رجلہ متوجہا الی اصل الساق مسح
شروع کرے پاؤن کی انگلیون کی طرف سے پنڈلی کی جڑ کی طرف رخ کرتا ہوا ہو کیفیت مسح کی قاضی خان کی شرح جامع صغیر میں اسطرح ہے کہ داہنے ہاتھ
کی انگلیان رکھے داہنے موزے کے سرے پر اور بائین ہاتھ کی انگلیان بائین موزے کے سرے پر انگلیون کی طرف سے پھر جبکہ انگلیان وہان ٹھہرین تو کھینچے
پنڈلی کی جڑ تک دونون ٹخنون کے اوپر اسواسطے کہ ٹخنون کا دھونا فرض ہے اور انکا مسح کرنا سنت ہے اور اگر انگلیون کے ساتھ ہتھیلی بھی رکھے تو بہتر ہے اسی طرح
مروی ہے محمد بن حسن رحمہ سے اور مسح فرض ہے ہاتھ کی تین انگلیون کے برابر صحیح قول پر اور یہ فرض عملی ہے اور تین انگلیون سب کے برابر ہر قدم پر فرض ہے اور دو قدم کے
اندر سے مسح کرنا مستحب ہے اور اگر موضع مسح پر پانی لگ جاوے تو کافی ہے اور اسی طرح اگر گھاس پر چلے اگرچہ گھاس شبنم سے تر ہو یہی قول معتمد ہے کذا فی الطحطاوی ومحلہ
علے ظاہر خفیہ من رؤس اصابعہ الے معقد الشراک اور مسح کرنے کا مقام دونون موزون کا ظاہر ہے انگلیون کے سرون سے معقد شراک تک یعنی جہان
تسمہ باندھا جاتا ہے اور حلبی میں طحطاوی سے کہا معقد شراک سے وسط قدم مراد ہے اور یہ قول قاضی خان کے قول مذکور کے مخالف ہے ظاہر موزے کی قید سے معلوم
ہوا کہ اگر باطن یا جوانب یا ایڑی یا ٹخنے پر مسح کریگا تو جائز نہوگا چنانچہ زیلعی میں ہے انتہی ما فی الطحطاوی ویستحب الجمع بین ظاہر وباطن ظاہر اور مسح میں مستحب ہے
جمع کرنا درمیان ظاہر موزہ کے اور باطن کے جو ظاہر ہے باطن سے موزے کا تلوہ مراد ہے نہ داخل موزے کا لہذا باطن کو موصوف بظاہر کیا ہم شارح اس مقام
میں صاحب نہر کا تابع ہوا ہے اور بحر الرائق میں محیط سے منقول ہے کہ مسح باطن موزے کا ظاہر کے ساتھ مسنون نہیں اور محیط کے سوا اور کتابون میں استحباب
کی نفی ہے اور اعلی اور اسفل موزے کے مسح کی حدیث کو ابو داؤد اور ترمذی نے ضعیف کہا ہے انتہی ما فی الطحطاوی علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں اس تضعیف
کا جواب مشرح ذکر کیا ہے اور صاحب بدائع سے نقل کیا ہے کہ ہمارے نزدیک جمع بین الظاہر والباطن مستحب ہے انتہی لیکن ہمارے جمہور اصحاب نے
علی مرتضی کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ اگر دین رائے سے ہوتا تو البتہ اسفل موزے کا مسح کرنے میں ظاہر سے مقدم تھا حالانکہ میں نے رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ مسح کرتے تھے موزون کے ظاہر پر اسکو ابو داؤد اور احمد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور یہ جو کہا
ہدایہ نے کہا ہے کہ باطن موزے پر مسح جائز نہیں اگر یہ مراد ہے کہ باطن پر اقتصار جائز نہیں تو مسلم ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ باطن کو ظاہر کے ساتھ مسح کرنا جائز نہین تو مسلم
نہین کما ذکرنا انتہی ما فی العینی مختصراً من شاء مزید التوضیح فلیرجع الیہ او جرموقیہ ولو فوق خف او لفافۃ یا جائز ہے مسح ظاہر جرموقین پر اگرچہ پہنے ہون موزہ کے
اوپر یا پاؤن کے لپیٹنے کپڑے پر جرموق بضم جیم چمڑا ہے جسکو موزے پر پہنتے ہین کیچڑ وغیرہ کی حفاظت کے واسطے اور نہر الفائق میں ہے کہ موق اور جرموق
فارسی ہے معرب اسکو موزے پر پہنتے ہین اسکی ساق موزے سے کمتر ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی شرح الغفار میں ہے کہ جرموق جو موزے پر پہنا جاتا ہے اسکی حفاظت
کے واسطے سو اگر جرموق چمڑے اور اسکے مانند کا ہے تو اسپر مسح جائز ہے خواہ اسکو تنہا پہنا ہو یا موزے پر اور اگر جرموق کپڑے کا ہے تو اگر تنہا اسکو پہنا ہے تو مسح
اسپر جائز نہین اور اسی طرح اگر اسکو موزے پر پہنا تو بھی جائز نہین ہان مگر جبکہ تراوش اندر کے موزے پر پہنچے تو جائز ہے انتہی مختصراً ولا اعتبار
بما فی فتاوی الشاذی لانہ رجل مجہول لا یقلد فیما خالف المنقول اور کچھ اعتبار نہین اس قول کا جو فتاوے شاذی میں ہے اسواسطے کہ شاذی مرد
مجہول غیر مشہور ہے تو اسکی پیروی نہ کیجاوے اس مسئلہ میں جو منقولات مذہب کے مخالف ہے م فتاوے شاذی میں ہے کہ جو کرباس مجرد تحت الخف
پہنا جاتا ہے وہ موزے پر مسح کرنے کا مانع ہے کیونکہ وہ فاصل یعنی پاؤن کو اسنے موزے سے جدا کر دیا ہے انتہی لیکن اسکے مخالف کافی میں یون ہے کہ اگر
موزے باریکی کے سبب سے مسح کے لائق نہون تو جرموق پر بالاتفاق مسح جائز ہے انتہی تو جبکہ خف غیر صالح فاصل نہ ٹھہرا تو کرباس یعنی کپڑا
بطریق اولے فاصل نہوگا چنانچہ شرح مجمع میں ہے اور مانند اسکے غایۃ البیان میں صاحب بحر نے کہا یہی حق ہے کذا فی المنح مختصراً او جوربیہ
ولو من غزل او شعر الثخینین بحیث یمشی فرسخا ویثبت علے الساق بنفسہ ولا یری ما تحتہ ولا ینشف الماء الا ان ینفذ الے الخف قدر الغرض یا مسح کرے

جرابوں پر اگرچہ وہ ہوں سوت سے یا بال سے اسطرح کی گاڑھی جرابوں پر مسح جائز ہے کہ اُنکو پہن کے تین کوس آدمی چلے اور وہ پنڈلی پر آپ سے ٹھہری
رہیں بدون باندھنے کے اور اسکے اندر کی چیز نظر نہ آوے اور پانی اُنمیں نہ چھنے مگر اُسوقت مسح جائز ہے کہ پانی نفوذ کرکے اُسکے نیچے کے موزے تک پہونچ جاوے
بقدر فرض کے ہم ہر چند شفوف لغت میں بمعنی رقت ثوب ہے لیکن یہاں مراد پانی کا نفوذ ہے بدلیل استثنا اور تاکہ تکرار لازم نہ آوے کذا فی الطحطاوی مختصراً
ولو نزع جرموقیہ اعاد مسح خفیہ اور اگر اُتارے دونوں جرموق موزوں پر سے تو مسح کرے دوسری بار اپنے موزوں پر ولو نزع احدہما مسح الخف والجرموق
الباقی اور اگر ایک جرموق اُتارے تو مسح کرے موزے کو اور باقی جرموق کو یعنی اسواسطے کہ ایک کے نکالنے سے دونوں کا مسح جاتا رہا ولو ادخل یدہ
تحتہا ومسح خفیہ لم یجز اور اگر اپنا ہاتھ دونوں جرموق کے اندر داخل کیا اور اندر کے موزوں کو مسح کیا تو جائز نہیں یعنی اسواسطے کہ حدث کا محل جرموق
خارج ہے نہ خف داخل وعلی منعلین بسکون نون ما جعل علی اسفلہ جلدۃ اور منعل جرابوں پر مسح جائز ہے منعل بسکون نون وہ جراب ہے جسکے نیچے چمڑا لگایا گیا
یعنی اُسکے تلوے پر فقط چمڑا ہے نہ ٹخنوں پر والمجلدین اور چمڑا مڑھی جرابوں پہ مسح جائز ہے نہر الفائق میں ہے جسراب مجلد وہ ہے جسکے اوپر اور نیچے
چمڑا مڑھا ہو مرۃ مسح کرنا ہے ایک بار یعنی دو تین بار مسح کرنا خلاف مسنون ہے کذا فی الخ لو امراۃ او خنثی مسح جائز ہے اگرچہ ہو محدث عورت یا خنثی
ملبوسین علی طہر مسح جائز ہے اس حالت میں کہ موزے یا جرموق یا جرابیں پہنی گئی ہیں طہارت پر فلو احدث ومسح بخفیہ او لم یمسح فلبس جرموقیہ
لا یمسح علیہ تو اگر لابس خف کا وضو ٹوٹا اور اُسنے اپنے موزوں پر مسح کیا یا نہ کیا پھر اُسنے جرموق کو پہنا تو جرموق پر مسح نہ کرے یعنی اسواسطے کہ جرموق
کو اُسنے طہارت پر نہیں پہنا بلکہ موزوں پر مسح کرنا متعین ہوگا کیونکہ اُنکو طہارت پر پہنا ہے کذا فی الطحطاوی تام خرج الناقص حقیقۃ
کلمعۃ او معنی کالتیمم والمعذور موزے ملبوس ہوں طہر تام یعنی پوری طہارت پر تام کی قید سے ناقص حقیقی یا ناقص معنوی طہارت خارج ہوگئی ناقص
حقیقی چنانچہ اعضاء وضو میں سے قدرے خشک رہگیا اور ناقص معنوی چنانچہ تیمم کرنے والے اور معذور کی طہارت ہم صورت تیمم کی یہ ہے کہ پانی کے
نہونے سے تیمم کیا اور موزہ پہنا تو اُسکو اب مسح کرنا پانی ملنے کے وقت جائز نہیں اور اگر وضو کیا اور موزہ پہنا پھر وضو ٹوٹا اور پانی نہ پانے سے تیمم کیا پھر بعد
اُسکے پانی پایا تو اُسکو مدت کے اندر مسح کرنا درست ہے کذا فی الطحطاوی فانہ یمسح فی الوقت فقط اسواسطے کہ معذور تو فقط وقت میں مسح کرتا ہے یعنی
معذور نے عذر کے موجود ہونے سے مثلاً ظہر کو وضو کیا اور موزہ پہنا پھر وضو کسی اور سبب سے ٹوٹا جب تک ظہر کا وقت باقی ہے مسح جائز ہے بعد ظہر کے عصر کے
وقت مسح جائز نہیں الا لعدم تجدید وضوء کامل الا اذا توضأ ولبس علی الانقطاع فکالصحیح مگر جبکہ معذور نے وضو کیا اور موزہ پہنا انقطاع عذر پر تو وہ صحیح
سالم کے مانند ہے جواز یعنی اگر وضو اور موزہ پہننے کے وقت عذر منقطع ہے تو تابقاء مدت مسح اُسکو تندرست کے مانند جائز ہے عند الحدث طہر تام چاہیئے
وضو ٹوٹنے کے وقت یعنی مسح کے واسطے موزہ پہننے کے وقت طہارت کامل ہونا ضرور نہیں بلکہ حدث کے وقت ضرور ہے فلو تخفف المحدث ثم خاض الماء
فابتل قدماہ ثم تم وضوءہ ثم احدث جاز ان یمسح تو اگر بے وضو شخص نے موزہ پہنا پھر وہ پانی کے اندر گھس گیا سو دونوں پاؤں اُسکے تر ہوگئے پھر اُسنے باقی
اعضاء وضو کو پورا کیا پھر اُسکا وضو ٹوٹا تو اُسکو مسح کرنا جائز ہے یعنی اسواسطے کہ حدث کے وقت طہارت شرط ہے اگرچہ موزہ پہننے کے وقت نہو ہم اسیطرح اگر اُسنے
دونوں پاؤں کو دھویا پھر موزوں کو پہنا پھر وضو کو پورا کیا یا کہ وضو کیا اور پاؤں نہ دھوئے پھر ایک پاؤں دھویا اور موزہ پہنا پھر دوسرا پاؤں دھویا اور دوسرا
موزہ پہنا ان صورتوں میں بھی مسح جائز ہے بدلیل مذکور یوما ولیلۃ للمقیم وثلثۃ ایام ولیالیہا للمسافر مسح کرنا جائز ہے مقیم کو ایک رات دن اور مسافر کو
تین رات دن وابتداء المدۃ من وقت الحدث اور اس مدت کی ابتدا وضو کے ٹوٹنے سے ہے یعنی ایک رات دن یا تین رات دن کا شروع وضو کے
ٹوٹنے سے ہے نہ موزے کے پہننے سے اور نہ وضو کرنے سے فقد یمسح المقیم ستا جب یہ معلوم ہوا تو مقیم کبھی مسح کرتا ہے چھ نماز میں ہم صورت اُسکی یہ ہے
کہ مثلاً ظہر کی تاخیر کی آخر وقت تک باوضو موزہ پہنے ہوئے پھر وضو ٹوٹا اور مسح کرکے آخر وقت میں نماز ظہر کی پڑھی پھر ظہر کی نماز دوسرے دن

۵۷ موزہ پہننے والا ۱۲

یعنی ... وقت مین کی بابت ... مین ... اور ... ہو اگر چار نماز کے وقت ... تو فنا خف ... انقضاء المدت ... قطعا

فتنسد المدت چنانچہ ایک شخص نے وضو کیا اور موزہ پہنا تیمم کرنے سے پہلے پھر بعد صبح ... نماز ... پھر جب التحیات پڑھ چکا وضو ٹوٹ گیا ...

شخص ... نماز پڑھنا مسح کے ساتھ ممکن نہین اسواسطے کہ حدث واقع ہوا اسکے آخر نماز مین کذا فی التاتارخانیہ ...

یعنی مسح کر لیوے ... دوسرے دن کی فجر کے واسطے اگر مسح کرے تو نماز ... مدت گذرنے کے ساتھ ...

الخف ... وبرقع وقفازین لعدم الحرج جائز نہین مسح کرنا پگڑی اور ٹوپی اور برقع اور دستانون پر بسبب نہونے مشقت اور تکلیف کے ...

اور مسح ... وجہ عدم جواز کی یہ ہے کہ مسح موزے کا ثابت ہوا حدیث سے برخلاف قیاس تو اور چیز کا قیاس موزے پر نہین ہو سکتا وفرضہ عملا قدر ثلث

اصابع الید اصغرہا طولا وعرضا من کل رجل لا من الخف اور مسح کا فرض عملی ہاتھ کی تین چھوٹی انگلیون کے برابر ہے طول اور عرض مین

پانون سے نہ موزے سے ہم یعنے فرض مسح اسی قدر ہے خواہ ابتدا مسح کی پانون کی انگلیون سے ہے خواہ پنڈلی سے خواہ وسط پانون سے اور مسنون

مسح یہ ہے کہ اوپر بیان ہوچکا کہ انگلیون سے ہے پنڈلی تک ہر پانون کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایک پانون پر بقدر چار انگلی کے مسح کیا اور دوسری پر بقدر

دو انگلی کے تو فرض ادا نہوگا اور اسی طرح اگر موزہ زیادہ ہو پانون سے اور اسپر وہان مسح کیا جو پانون کے محاذی نہین تو بھی فرض ادا نہوگا فتنبہ

... الاصبع جب فرض بقدر تین انگلی کے مسح ہوا تو فقیہون نے مسح مین ایک انگلی کا کھینچنا منع کیا ہے یعنے اگر ایک انگلی کو ایکبار تر کرکے بقدر تین

انگلی کے مسح کیا تو جائز نہین اور اگر ایک انگلی سے تین بار مسح کیا اور ہر بار نیا پانی لیا اور جدے جدے مقام پر مسح کیا تو جائز ہے کذا فی البحر فلو مسح برؤس

اصابعہ وجافی اصولہا لم یجز سو اگر انگلیون کے سرون پر مسح کیا اور انگلیون کی جڑون کو موزے سے جدا رکھا تو مسح جائز نہوا یعنے اسواسطے کہ مستعمل پانی

سے مسح ہوا الا ان یبتل من الخف عند الوضع قدر الفرض قالہ المصنف مگر یہ کہ انگلیون کے رکھنے کے وقت بقدر فرض کے موزہ تر ہوگیا تو مسح

جائز ہے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین ہم اسواسطے کہ فرض حاصل ہوگیا بدون مستعمل پانی کے کذا فی الطحطاوی ثم قال وفی الذخیرۃ ان کان

متقاطرا جاز والا لا پھر مصنف نے شرح مین کہا اور ذخیرہ مین ہے کہ اگر انگلیون کے سرون سے پانی ٹپکتا ہے تو مسح جائز ہے یعنے اسواسطے کہ فرض حاصل ہوا

غیر مستعمل پانی سے اور اگر ٹپکتا نہین ہے تو مسح جائز نہین ولو قطع قدمہ ان بقی من ظہرہ قدر الفرض مسح والا غسل کمن قطع من کعبہ اور اگر ایک آدمی کا

پانون کاٹا گیا تو اگر پشت قدم بقدر فرض کے یعنے تین انگشت کے باقی ہے تو موزون پر مسح کرے اور اگر بقدر فرض باقی نہین تو دونون پانون کو

دھووے مانند اس شخص کے جسکا پانون ٹخنون سے کاٹا گیا یعنی ٹخنون کے نیچے سے سو اسکو بھی مسح کرنا جائز نہین کیونکہ مسح کا محل باقی نہین رہا مگر

غسل کا محل باقی ہے ولو لہ رجل واحدۃ مسحہا اور اگر ایک آدمی کے ایک ہی پانون ہے پیدائشی یا ایک پانون ٹخنے سے اوپر کاٹا گیا تو اسی ایک پانون

کو یعنی اسکے موزے کو مسح کرے وجاز مسح خف مغصوب خلافا للحنابلۃ اور جائز ہے مسح کرنا چھینے موزے پر برخلاف حنبلی مذہبون کے ہم ہر چند

غصب کرنا گناہ کبیرہ ہے لیکن ماسح کی نماز ادا ہوگی کما جاز غسل رجل مغصوبۃ اجماعا جسطرح جائز ہے دھونا مغصوب پانون کا بالاتفاق ہم اطلاق غصب کا

اسپر مسامحہ ہے اور اسکی صورت یہ ہے کہ کسی شخص کا پانون بسبب سرقہ یا قصاص کے مستحق قطع ہوا پھر وہ بھاگ گیا اور وضو کرکے اسنے پانون دھویا کذا فی

الطحطاوی والخرق الکبیر بموحدۃ او مثلثۃ وہو قدر ثلث اصابع القدم اصاغرہا او مقطوعہا یعتبر باصابع مماثلہ یمنعہ اور موزے کا بڑا پھٹا

سوراخ یعنی قدم کی چھوٹی پوری تین انگلیون کی برابر مانع ہے مسح کرنے کا اور جس شخص کی سب انگلیان کٹی ہین تو اسکے مثل دوسرے شخص کی انگلیون کا

اعتبار کیا جاویگا شارح نے کہا لفظ کبیر کا بائے موحدہ یا ثائے مثلثہ دونون سے ہو سکتا ہے طحطاوی نے شرح منیۃ المصلی سے نقل کیا کہ بائے موحدہ کی روایت صحیح ہے

اگرچہ ثائے مثلثہ بھی بتاویل متصور ہے الا ان یکون فوقہ خف آخر او جرموق مسح علیہ مگر یہ کہ پھٹے موزے پر دوسرا درست موزہ دیا جرموق تو اسپر مسح کرلے

اسواسطے کہ اعلی کا اعتبار ہی نہ اسفل کا وہذا لو الخرق علی غیر اصابعہ وعقبہ ویری ما تحتہ او - یہ یعنے اصابع مین صغیر کا اعتبار کرنا اسوقت ہی کہ سوراخ اور دریدگی اسکی انگلیون اور ایڑی پر نہو اور سوراخ کے نیچے پاؤن نظر آتا ہو فلو علیہا اعتبر الثلث ولو کبارا اور اگر دریدگی انگلیون پر ہو تو عدم جواز مسح مین تین انگلیون کا اعتبار ہوگا اگرچہ بڑی انگلیان ہون یعنے تو اس صورت مین صغیر کا اعتبار نہین تو اگر ایسا ہو اور کلمۂ شہادت کی انگلی منکشف ہوجاے وہ بقدر تین چھوٹی انگلیون کے ہو تو مسح اسپر جائز ہی اور اگر ان دونون کے بیچ کی انگلی بھی کھلجاے تو مسح جائز نہو گا الی الآخر کذا فی الطحطاوی عن تتمۃ الفتاوی ولو علیہ اعتبر بدا اکثرہ اور اگر دریدگی ایڑی پر ہی تو اکثر ایڑی کا کھل جانا معتبر ہی یعنے آدھی ایڑی سے اگر زیادہ کشوف ہی تو مسح جائز نہین ہم قاضی خان نے شرح جامع صغیر مین اسی قول پر اقتصار کیا ہی اور ظاہر متون مین ہر مقام مین تین انگلیون کا اعتبار ہی اور اسی قول کو کمال الدین صاحب فتح القدیر اور سرخسی نے پسند کیا ہی کذا فی الطحطاوی ولو لم یر القدر المانع عند المشی لصلابتہ لم یمنع وان کثر اور اگر نظر نہ پڑے قدر اسقدر جو مسح کا مانع ہی پیادہ پا چلنے کے وقت موزے کی سختی کے سبب سے تو مسح کا مانع نہین اگرچہ بہت پھٹا ہو ہم حلبی نے کہا کہ زمین سے پاؤن اٹھانے کے وقت اگر نظر نہ آوے تو مسح کا مانع نہین کما لو انشقت الظہارۃ دون البطانۃ چنانچہ اگر موزے کا ابرہ پھٹ گیا نہ اسکا استر تو مسح کا مانع نہین خواہ استر چمڑے کا ہو یا کپڑے کا سیا ہوا موزے مین کذا فی الطحطاوی ویجمع الخروق فی خف واحد لا فیہما اور متفرق سوراخ جمع کیے جاتے ہین ایک موزے مین نہ دونون موزون مین یعنے اگر ایک موزے مین کئی جگہ تھوڑا تھوڑا پھٹا ہی تو اسکو جمع کرکے دیکھینگے اگر بقدر تین انگشت کے ہی تو مسح جائز نہین والا جائز ہی اور اگر ایک موزے مین بقدر دو انگشت کے پھٹا ہی اور دوسرے موزے مین بقدر ایک انگشت کے تو دونون پر مسح جائز ہی بشرط ان یقع فرضہ علی الخف نفسہ لا علی ما ظہر من خرق ایسیر مسح جائز ہی دونون موزون پر اس شرط سے کہ فرض مسح کا واقع ہو نفس موزے پر نہ اس مقام پر جو تھوڑا پھٹا ہی واقل خرق یجمع لیمنع المسح الحالی والاستقبالی کما ینقض الماضوی قہستانی اور کمتر سوراخ جو جمع کیا جاتا ہی واسطے منع کرنے مسح حالی اور استقبالی کے جسطرح گذشتہ مسح کو توڑتا ہی کذا فی القہستانی ہم مسح حالی وہ جسکے فی الحال کرنے کا ارادہ ہی اور استقبالی مسح وہ ہی جو آگے ہوگا اور مسح ماضی کی یہ صورت ہی کہ درست موزے پر مسح کیا پھر وہ اسقدر پھٹ گیا کہ مانع ہوا مسح کا تو مسح سابق ٹوٹ گیا کذا فی الطحطاوی قلت وہ ران ما ینقض التیمم یمنع ویرفع کنجاسۃ وانکشاف حتے انعقادہ کما سیجئ فلیحفظ مین کہتا ہون اور یہ مذکور ہو چکا باب تیمم مین کہ جو چیز تیمم کی ناقض ہی جیسا نچہ پانی کا موجود ہونا اور اسکے استعمال پر قادر ہونا وہ ابتدا تیمم کا مانع ہی اور دور کرنے والا ہی تیمم موجود کا مانند نجاست اور انکشاف عورت کے کہ وہ ابتداء صلوۃ کی مانع ہی اور صلوۃ موجودہ کی رافع ہی یہان تک کہ انعقاد صلوۃ یعنے تحریمہ کا مانع ہی چنانچہ آگے آویگا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم خلاصہ یہ ہی کہ جسطرح ناقض تیمم اور نجاست اور انکشاف عورت مانع اور رافع ہی اسی طرح خرق موزہ بھی مانع اور رافع ہی ما تدخل فیہ المسلۃ لا ما دونہ الحاقا لہ بمواضع الخرز کمتر سوراخ جو منع مسح کے واسطے جمع کیا جاتا ہی وہ ہی جسمین ٹاٹ وغیرہ کے سینے کا سوا داخل ہوا نہ وہ سوراخ جو اس سے کمتر ہی بوجہ الحاق بمواضع دوخت یعنے جیسے دوخت موزے کے سوراخ بالاتفاق عفو ہین لائق شمار کے نہین اسی طرح یہ سوراخ بھی لائق شمار کے نہین بخلاف نجاسۃ متفرقۃ وانکشاف عورۃ وطیب محرم واعلام ثوب من حریر فانہا تجمع مطلقا برخلاف متفرق نجاست اور انکشاف عورت کے اور خوشبوے محرم کے اور کپڑے پر ریشم کی بوٹیان اسواسطے کہ یہ سب جمع کیے جاتے ہین مطلقا یعنے ایک مقام مین ہون یا چند مقامات مین ہم نجاست متفرقہ موزون مین ہو یا کپڑے یا بدن یا مکان مین یا مجموع مین اور انکشاف متفرق چنانچہ عورت کی کچھ شرمگاہ اور اسکی پیٹھ اور پچھران مین تو یہ سب جمع کیا جاویگا نجاست کے مانند اور نماز کا مانع ہوگا اور محرم کی خوشبو بھی متفرق اکثر اعضا مین جمع ہوگی اگر بقدر ایک عضو کے ہوجیگی تو جانور کا ذبح کرنا لازم ہوگا اور ریشمی بوٹیان بھی جمع کیجاوینگی اگر چار انگشت سے زیادہ ہونگی تو مرد کو اسکا پہننا جائز نہوگا یہی قول معتمد ہی کذا فی الطحطاوی واختلف فی جمع خرق اذنی الضحیۃ

ف ۱
پر لفظ مبتدا ہی
اسکی خبر ما تدخل ہی
جو چند سطر
بعد آویگی ۱۲
ع مسلہ مسح میں
سلمہ وتشریح
میں سوزن سے الان ۱۲

بالاجماع کما یعلم من البرجندی معزیا للنہایۃ وکذا القہستانی لکن باختصار حتی زعم بعضہم انہ خرق الاجماع فتنبہ لیکن جبکہ ایڑی کا ٹلجانا اپنے محل سے
قصد سے نہو بلکہ موزے کی کشادگی یا اُسکے سوا اور وجہ سے ہو تو مسح نہین ٹوٹتا ہی بالاتفاق روایات چنانچہ برجندی سے معلوم ہوتا ہی یہ قول نہایہ کی
طرف منسوب ہوتا ہی اور اسی طرح قہستانی شارح نقایہ نے بیان کیا مگر اختصار عبارت کے ساتھ یہان تک کہ بعضے لوگون نے گمان کیا ہی کہ قہستانی نے
اجماع کو پھاڑا یعنے مخالف اجماع کے بیان کیا سو خبردار ہو کہ اسکا قول اجماع کے مخالف نہین ہی وینتقض ایضا بغسل اکثر الرجل فیہ لو ادخل لما
خفیہ صححہ غیر واحد اور موزے مین اکثر پانوَن کے دھوجانے سے بھی مسح ٹوٹتا ہی اگر اُسنے اپنے موزون مین پانی کو داخل کیا اور اس قول کو بہت فقیہون
نے صحیح کیا ہی م حلبی نے کہا اور اسی طرح کا حکم ہی اگر پانی خود موزے مین داخل ہوگیا وقیل لاینتقض وان بلغ الماء الرکبۃ وہو الاظہر کما فی البحر
عن السراج لان استتار القدم بالخف یمنع سرایۃ الحدث الی الرجل فلا یقع ہذا غسلا معتبرا فلا یوجب بطلان المسح نہر فیغسلہما ثانیا بعد المدۃ او النزع کما
اور بعضون نے کہا کہ موزے مین پانی کے داخل ہونے سے مسح نہین ٹوٹتا ہی اگرچہ پانی زانو تک پہونچا ہو اور یہی قول ظاہر تر ہی چنانچہ بحرالرائق مین
سراج سے منقول ہی اسواسطے کہ چھپنا قدم کا موزے سے منع کرتا ہی حدث کے پہونچنے کو پانوَن تک تو اسطرح کا دھوجانا معتبر دھونا نہ ٹھہرا تو بطلان
مسح کا موجب نہو گا چنانچہ نہرالفائق مین ہی تو دونون قدمون کو مدت اور اُتارنے کے بعد دوسری بار دھوویگا چنانچہ مذکور ہوچکا وبقی من نواقضہ
الخرق وخروج الوقت للمعذور اور مسح کے نواقض مین سے باقی رہا موزے کا پھٹنا اور معذور کے حق مین نماز کے وقت کا نکلجانا مسح مقیم بعد حدثہ
فسافر قبل تمام یوم ولیلۃ فلو بعدہ نزع یمسح ثلثا مقیم نے مسح کیا وضو ٹوٹنے کے بعد پھر اُسنے سفر کیا ایک رات اور دن کے تمام ہوجانے سے پہلے تو وہ
تین رات اور دن مسح کرے تو اگر مدت کے تمام ہوجانے کے بعد سفر کرے تو موزہ اُتارے م تین دن مسح کرے یعنے مسح کی مدت کو پورا کرے اسطرح پر
کہ مجموع تین دن ہوجاوین اور یہ مراد نہین کہ مدت سے تین دن تک مسح کرتا رہے کذا فی الطحطاوی ولو اقام مسافر بعد مضی مدۃ مقیم نزع والا اتمہا
لانہ صار مقیما اور اگر مسافر مقیم ہوگیا مدت مقیم یعنے ایک رات دن کے بعد تو موزہ اُتارے اور پانوَن دھوے اور اگر ایک رات دن نہین گذرا تو مقیم کی
مدت کو پورا کرلے اسواسطے کہ مسافر اب مقیم ہوگیا وحکم مسح جبیرۃ ہی عیدان یجبر بہا الکسر وخرقۃ قرحۃ وموضع فصد وکی ونحو ذلک کعصابۃ جراحۃ
ولو برأسہ کغسل لما تحتہا اور مسح جبیرہ کا حکم اور زخم کے چھپانے کا حکم فصد اور داغ کے مکان کا اور مانند اُسکے چنانچہ زخم کی پٹی اگرچہ زخم سر مین ہو اُسکے
ماتحت کے دھونے کے مانند ہی یعنے بدل نہین ہین شارح نے کہا جبیرہ وہ لکڑیان ہین جنسے ٹوٹی ہڈی باندھی جاتی ہی فیکون فرضا یعنے عملیا لثبوتہ بظنی
وہذا قولہما والیہ رجع الامام وخلاصۃ وعلیہ الفتوی شرح مجمع جبکہ مسح جبیرہ وغیرہ کا ماتحت کے دھونے کے مانند ہوا تو مسح کرنا فرض ہوگا یعنی فرض
عملی نہ فرض اعتقادی بسبب ثابت ہونے مسح کے دلیل ظنی سے اور حکم یہ یعنے مسح مذکور کو فرض کہنا صاحبین کا قول ہی اور اسی کی طرف امام نے آخر
کو رجوع کیا چنانچہ خلاصہ مین ہی اور اسی فرض پر فتوی ہی چنانچہ مجمع کی شرح مین ہی م جواز مسح جبیرہ کی دلیل یہ ہی کہ علی مرتضیٰ کے ہاتھ کی ہڈی جنگ احد
یا خیبر مین ٹوٹ گئی تھی سو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو مسح کرنے کا جبائر پر امر فرمایا اگرچہ حدیث ضعیف ہی لیکن تعدد طرق سے قوی ہوگئی
ہی امام اول مسح جبیرہ کو واجب کہتے تھے پھر فرض ہونے کے قائل ہوئے وقدمنا ان لفظ الفتوی اکد فی التصحیح من المختار والاصح والصحیح اور ہمنے دیباچہ
کتاب مین پہلے ذکر کردیا ہی کہ فتوے کا لفظ تصحیح مین موکد تر ہی مختار اور اصح اور صحیح کے الفاظ سے م یعنے ہرچند بعضون نے وجوب مسح کی تصحیح کی ہی
لیکن فرضیت مین فتوے کا لفظ واقع ہوا ہی تو فرضیت موکدہ تر ٹھہری ثم انہ یخالف مسح الخف من وجوہ ذکر منہا ثلثۃ عشر پھر معلوم کرنا چاہیے
کہ مسح جبیرہ کا مخالف ہی مسح موزے کی کئی وجہون سے اُنمین سے مصنف نے تیرہ وجہون کو یہان ذکر کیا ہی فقال فلا یتوقت لانہ کالغسل حتی
یؤم الاصحاء سو مصنف نے کہا تو مسح کا وقت یعنے مدت معین نہین اسواسطے کہ وہ دھونے کے مانند ہی تا اینکہ مسح کرنے والا تندرستون کی

واجب کرتا ہے یعنے اسواسطے کہ وہ صاحب عذر نہیں کذا فی الشمنی ولو دخله الماء خرج او دخلت العلیا الخف اعاد قالوا مسح البلل مذہب و دیر اگر ایک
جبیرہ کو بدل کر دوسرے جبیرہ کو باندھا یا اوپر کی جبیرہ ساقط ہوگئی تو دوسری پر مسح کرنا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے ویجمع مسح جبیرۃ قدم مع
ای مع غسل اخری اور جمع کیا جاتا ہے ایک پاؤں کی پٹی کا مسح دوسرے پاؤں کے دھونے کے ساتھ یعنے اگر مسح جبیرہ کا جمع ہو جاوے ساتھ غسل
کے ساتھ جمع ہوتا ہے جیسے ایک قدم کا دھونا اور دوسرے قدم کے موزے پر مسح کرنا جائز نہیں کذا فی الدرر لا مسح خفها ای نہیں کیا جاتا جبیرہ کے
موزے کا مسح دوسرے قدم کی جبیرہ کے مسح کے ساتھ یعنے اگر دونوں قدم پہ جبیرہ ہو سوائے ایک قدم کے جبیرہ پر مسح کیا اور دوسرے قدم کے موزے
پر مسح کیا تو جائز نہیں طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ اصل اور بدل میں جمع کرنا لازم آیا بل ینبغی تحلیہ دونوں موزوں کا مسح جمع کیا جاتا ہے ہم صورت
اسکی یہ ہے کہ اگر ایک پاؤں پر جبیرہ ہے سوا اسکا مسح کیا اور دوسرے پاؤں کو دھویا پھر دونوں قدم پہ موزے پہنے پھر وضو ٹوٹا تو دونوں پر مسح کرنا جائز
ہے اسواسطے کہ جمع متقدم بیان نہیں ہے یعنے اصل اور بدل میں بیان اجتماع نہیں کذا فی الطحطاوی ویجوز ای یصح مسحها ولو شدت بلا وضوء
وغسل دفعا للحرج اور جائز ہے یعنے مسح جبیرہ کا صحیح ہے اگرچہ جبیرہ بدون وضو اور دھونے کے باندھی گئی ہو دفع مشقت کے واسطے ویترک المسح
کالغسل ان ضر والا لا یترک اور ترک کیا جاتا ہے جبیرہ کا مسح جیسے دھونا وہاں کا متروک ہے اگر ضرر کرتا ہو اور اگر ضرر نہ ہو تو ترک نہ کیا جاوے ہم
ضرر سے مراد وہ ضرر ہے جو اعتبار کے لائق ہے نہ مطلق ضرر اسواسطے کہ عمل ادنے ضرر سے خالی نہیں اور یہ ترک کو مباح نہیں کرتا کذا فی الطحطاوی
وهو ای مسحها مشروط بالعجز عن مسح نفس الموضع اور وہ یعنی جبیرہ کا مسح کرنا مشروط ہے ساتھ عاجز ہونے کے مسح کرنے نفس موضع سے
یعنے عضو کو جب مسح نہ کر سکے تب جبیرہ کا مسح صحیح ہے ہم عاجزی کی صورت یہ ہے کہ موضع جبیرہ کو پانی ضرر کرتا ہو یا پٹی بندھی ہو جسکا کھولنا ضرر کرتا ہے کذا
فی الدرر فان قدر علیه فلا مسح علیها سو اگر عضو کے مسح پر قادر ہو تو پٹی پر مسح کرنا صحیح نہیں ہم محیط میں ہے کہ اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ لوگ اس شرط
سے غافل ہیں کذا فی الدرر والحاصل لزوم غسل المحل ولو بماء حار فان ضر مسحه فلو ضر مسحها فان ضر سقط اصلا حاصل کلام یہ ہے کہ دھونا محل مکسورہ کا لازم
ہے اگرچہ گرم پانی سے ہو یعنے اگر سرد پانی سے دھونا ضرر کرتا ہو تو گرم پانی سے دھونا چاہیے اور گرم پانی سے دھونا وہاں کا ضرر کرتا ہو تو عضو کو مسح
کرے اور اگر نفس عضو کا مسح ضرر کرتا ہو تو اسکی پٹی پر مسح کرے اور اگر پٹی پر مسح کرنا بھی ضرر کرتا ہو تو بالکل ساقط ہو گیا یعنی دھونا لازم رہا نہ مسح کرنا ومسح
نحو مفتصد وجرح علی کل عصابته مع فرجتها فی الاصح ان ضره الماء او حلها اور مسح کرے فصد لینے والا اور زخمی اور جو کہ انکی مانند ہو سارے پٹی پر کہ
مکان کے ساتھ جو پٹی کی گرہ کے دونوں طرف کشادہ ہے صحیح تر قول میں اگر اسکو پانی ضرر کرتا ہو یا پٹی کا کھولنا مضر ہو ہم مصنف استیعاب مسح میں صاحب کنز کا
تابع ہوا اور قول اصح جس پر فتوی ہے یہ ہے کہ اکثر عصابہ کا مسح کافی ہے اور گرہ کے پاس کشادگی کا مسح کرنا کافی ہے ذخیرہ میں کہا کہ یہی قول اصح ہے یعنے خلاصہ میں جو وہاں
کے دھونے کو فرض کہا ہے سو اصح نہیں کذا فی الطحطاوی ومنه ان لا یمکنه ربطها بنفسه ولا یجد من یربطها اور منجملہ ضرر کے یہ ہے کہ اس شخص کو خود پٹی کا باندھنا
ممکن نہیں اور نہ اس شخص کو پاتا ہے جو پٹی کو باندھ دے انکسر ظفره فجعل علیه دواء او وضعه علی شقوق رجله اجری الماء علیه ان قدر والا مسحه
والا ترکه ایک شخص کا ناخن ٹوٹا سو اسنے اسپر دوا رکھی یا پاؤں کی بوائی پر دوا لگائی تو وضو میں اسپر پانی کو بہا دے اگر ہو سکے اور اگر قادر نہ ہو تو اسکو
مسح کرے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو چھوڑ دے یعنے تو دھونا اور مسح کرنا دونوں ساقط ہو گیا عذر سے والمسح یبطله سقوطها عن برء والا لا اور مسح کو باطل
کرتا ہے گر پڑنا پٹی کا زخم کے چنگے ہو جانے سے اور اگر بدون صحت کے پٹی ساقط ہو گئی تو مسح باطل نہیں ہوتا برخلاف مسح موزہ کے فان سقطت فی الصلوۃ
استانفها بعد اگر پٹی صحت کے بعد نماز میں ساقط ہو گئی تو نماز کو پھر شروع کرے وکذا الحکم لو سقط الدواء او برء موضعها ولم یسقط مجتبی اور اسی طرح حکم تفصیل
ہے اگر دوا ساقط ہو گئی یا پٹی کا مکان اچھا ہو گیا اور ہنوز پٹی نہیں گری کذا فی المجتبی ہم یعنی اگر دوا صحت کے بعد نماز میں ساقط ہوئی یا پٹی کا محل اچھا ہو گیا تو نماز کو نیا

شروع کرے وینبغی تقییدہ بما اذا لم یضرا زالتہا فان ضرہ فلا بحر اور حکم مذکور کو مقید کرنا چاہیئے اس صورت کے ساتھ جبکہ پٹی کا اُتارنا ضرر نکرے تو اگر مضر ہو تو
باطل نہین کذا فی البحر م یعنے پٹی کے ساقط ہونے سے بعد صحت کے اسوقت مسح باطل ہوتا ہی جبکہ پٹی کا کھولنا ضرر نکرتا ہو اور اگر مضر ہو اسطرح کہ پٹی
نہایت چپکی ہو گوشت سے اور اسکے جدا کرنے مین تازگی زخم کا احتمال ہی تو اس صورت مین مسح باطل نہوگا والرجل والمرأۃ والمحدث والجنب فی المسح
علیہا وعلی توابعہا سواء اتفاقاً اور مرد اور عورت اور محدث اور جنب جبیرہ کے مسح مین اور اسکے توابع مین برابر ہین بالاتفاق م توابع جبیرہ جیسا
اور فصد کی پٹی اور داغ کا موضع اور وہ تندرست مقام جو ضرورت کے سبب سے پٹی کے نیچے آگیا ہی ولا یشترط فی مسحہا استیعاب وتکرار فی الاصح فیکفی مسح
اکثرہا مرۃ بہ یفتی اور پٹی کے مسح مین پوری پٹی پر مسح کرنا اور مسح کو مکرر کرنا شرط نہین صحیح تر قول مین تو پٹی کا ایکبار آدھے سے زیادہ مسح کرنا کفایت کرتا ہی
اسی قول پر فتوی ہی م یہ قول مخالف ہی قول سابق کے کہ وہان پوری پٹی کا مسح مذکور ہی اور اگر اسی قول اخیر پر اقتصار ہوتا تو بہتر تھا اسواسطے کہ فتوی
اسی قول پر ہی کذا فی الطحطاوی وکذا لا یشترط فیہا نیۃ اتفاقاً بخلاف الخف فی قول اور اسی طرح پٹی کے مسح مین نیت شرط نہین برخلاف مسح موزہ
کے کہ اسمین ایک قول مین نیت شرط ہی اور راجح قول یہ ہی کہ موزے کے مسح مین نیت شرط نہین و باقی نسخ المتن رجع عنہ المصنف فی شرحہ اور جو عبارت
متن کے نسخون مین ہی مصنف نے اسکو ترک کیا ہی اپنی شرح مین م یعنے شرح منح الغفار مین ویمسح نحو مفتصد و جریح سے آخر تک ساقط ہی طحطاوی نے کہا
تو اسکا ذکر نکرنا بہتر تھا تاکہ تناقض کا مصنف پر اعتراض نہ لگتا

باب الحیض

یہ باب ہی حیض کے احکام اور مسائل مین عنونہ بہ لکثرتہ واصالتہ والا فہی ثلثۃ حیض ونفاس واستحاضۃ مصنف نے حیض کو عنوان قرار دیا اس باب کا حیض
کی کثرت اور اصالت کے سبب سے ورنہ عورت کے خون تو تین قسم کے ہین حیض اور نفاس اور استحاضہ یعنی ہر چند اس باب مین حیض و نفاس و استحاضہ
تینون خونون کے احکام مذکور ہین مگر مصنف نے اس باب کو فقط باب الحیض کرکے آغاز کیا تو اسکی وجہ یہی ہی کہ حیض کثیر الوقوع اور اصل ہی برخلاف نفاس کے
کہ ہمیشہ نہین ہوتا بچہ پیدا ہونے کے بعد ہوتا ہی اور استحاضہ بھی بیمار عورت کو ہوتا ہی نہ ہر عورت کو ہو لغۃ السیلان وشرعاً علی القول بانہ من الاحداث مانعیۃ شرعیۃ
بسبب الدم المذکور دہ یعنی حیض لغت عرب مین روانگی اور بہنے کو کہتے اور اصطلاح شرع مین بنابر اس قول کے کہ حیض حدث ہی منجملہ حدث اور احداث کے
شرعی روکنا ہی خون مذکور کے سبب سے یعنے جن عبادات مین طہارت شرط ہی چنانچہ نماز اور مس مصحف اور دخول مسجد انمین شارع نے حیض کو مانع طہارت اعتبار
کیا ہی اگرچہ مانعیت حسیہ نہو وعلی القول بانہ من الانجاس دم من رحم اور بنابر اس قول کے کہ حیض ناپاک چیز ہی منجملہ اور نجاسات کے تو وہ خون ہی کہ عورت کے
رحم یعنے بچہ دان سے جاری ہوتا ہی خرج الاستحاضۃ رحم کی قید سے استحاضہ حیض کی تعریف سے نکلگیا اسواسطے کہ استحاضہ رحم کا خون نہین بلکہ رگ کے پھٹ
جانے سے نکلتا ہی اور اسی طرح نکسیر اور زخمون کا خون اور جو کہ مقعد سے خارج ہو وہ زخم کی قید سے خارج ہوگیا ومنہ ما تراہ صغیرۃ وآئسۃ ومشکل اور منجملہ
استحاضہ وہ خون ہی جسکو نو برس سے کم عمر کی چھوٹی لڑکی دیکھتی ہی اور وہ بڈھی عورت جسکو حیض کی امید نرہی اور جو خون کہ خنثی مشکل دیکھے قول مختار یہ ہی کہ
۵۵ برس کی عورت آئسہ ہی کذا فی الاکثر المعتبرات لا لولادۃ خرج النفاس نہ ولادت کے سبب سے اس قید سے نفاس خارج ہوگیا حیض کی تعریف سے اسواسطے
کہ نفاس خارج ہوتا ہی رحم سے ولادت کے سبب سے برخلاف حیض کے وسببہ ابتداء ابتلاء اللہ لحوا لاکل الشجرۃ اور حیض کے ہونے کا پہلا سبب خدا کا مبتلا کرنا تھا
حوا علیہا السلام کو درخت منہی عنہ کے کھا لینے سے وہ درخت گیہون تھا یا انجیر یا انگور وکنہ بروز الدم من الرحم اور حیض کا رکن خون کا باہر نکل آنا ہی رحم سے
یعنی فرج داخل کے کنارے کے برابر ہو جانے ~~جس سے منع کیا گیا~~ یہی قول معتمد ہی اور محمد کے نزدیک احساس رکن ہی حیض کا اور ثمرہ اختلاف اس صورت مین ظاہر ہوتا ہی کہ عورت نے
وضو کیا پھر گدی رکھی پھر نزول خون کا احساس ہوا قبل غروب کے پھر گدی جدا کی اسکے بعد تو محمد کے نزدیک سارا روزہ ٹوٹا برخلاف شیخین کے یعنے جبکہ خون کنارہ فرج کے

معلوم کرنا ۱۲ معلوم کرنا ۱۲

مخالف نہ ہوا۔ اور اگر مخالف ہوگا تو بالاتفاق حیض بالاقراء ثابت ہوگا کذا فی البحر وغیرہ من شرط تقدم نصاب الطہر یعنی حیض کی شرط مقدم ہونا ہے
نصاب طہر یعنی اقل مدت طہر کا کہ پندرہ دن ہیں اگرچہ طہر حکمی ہو ہم طہر حکمی کی دو صورتیں ہیں ایک تو اور مدت استحاضہ کہ بعد ایام حیض کے وہ خارج ہوا تھا
اگر خون بہا کرے دوسری وہ عورت جسکو اول بار حیض نمود ہوا تو یہان بھی نصاب طہر کا مقدم ہونا حکماً ہے وعدم النقص من اقلہ اور شرط حیض کی کم نہونا ہے
مدت حیض سے یعنی تین دن سے مادا نہ بعد النسیب اور حیض کا زمانہ نو برس کے بعد ہو وقت ثبوتہ بالبروز فیہ تترک الصلوۃ ولو مبتداۃ فی الاصح لان الاصل الصحۃ والحیض
دم صحۃ یعنی اور حیض کے ثابت ہونے کا وقت اسکے خارج ہونے سے ہے اسوقت میں عورت نماز کو چھوڑ دے اگرچہ اسکو پہلے پہل حیض آیا ہو صحیح تر قول میں
اسواسطے کہ صحیح سالم ہونا اصل ہے اور حیض صحت کا خون ہے کذا فی الشمنی مع غیر الاصح یہ قول ہے کہ جسنے اول بار خون دیکھا وہ تین دن کے بعد نماز چھوڑ دے
کہ شاید وہ خون استحاضہ کا ہو نہ حیض اور اصح قول اکثر مشائخ بخارا کا ہے کہ جب اُسنے حالت بلوغ میں خون دیکھا تو بمجرد دیکھنے کے نماز ترک کرے اسواسطے
کہ سکت اجسام اصل ہے اور مرض مقتضی استحاضہ عارض ہے تو مقتضا اصالت اس خون کو حیض قرار دینا چاہیے نہ استحاضہ واقلہ ثلثۃ ایام بلیالیہا الثلث
اور کمتر مدت حیض کی تین دن ہیں تین راتون کے ساتھ خواہ انھین دنون کی راتین ہون یا نہون فالاضافۃ لبیان العدد والمقدر بالساعات الفلکیۃ
لا للاختصاص تو اضافت اور نسبت لیالی کی ایام ضمیر کی طرف اس زمانہ کے شمار کے واسطے ہے جسکا اندازہ ساعات فلکیہ یعنے نجومی گھڑیون سے کیا گیا
نہ خصوصیت کے بیان کے واسطے یعنے یہ مراد نہین کہ انھین ایام مخصوصہ کی تین راتین ہون ہم ساعت دو قسم ہے ساعت فلکی اور ساعت زمانی ساعت
فلکی پندرہ درجہ کی ہوتی ہے اسکو ساعت معتدلہ بھی کہتے ہین ایک رات اور دن کی ۲۴ گھڑیان ہوتی ہین تو اقل مدت حیض کی ۷۲ گھڑیان ہوئین اور ساعت
زمانی رات یا دن کے بارھوین حصے کا نام ہے اسکو ساعت معوجہ بھی کہتے ہین تو ساعت فلکی کی قید سے ساعت زمانی سے احتراز ہوا اور اسیطرح ساعت
لغوی اور ساعت شرعی سے کہ عبارت ہے زمانہ کے ہر ایک جز سے اگرچہ وہ قلیل ہو تو اگر عورت کو اول بار خون آیا جبکہ نصف قرص آفتاب کا طالع تھا اور چوتھے
دن منقطع ہوا جبکہ چہارم قرص طالع تھا تو وہ استحاضہ ہے حیض نہین کیونکہ اقل مدت اسکی پائی نہین گئی اور اگر نصف قرص کے طلوع ہونے کے بعد خون منقطع ہوا
تو البتہ حیض ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی عن القہستانی تو جبرف فلا یلزم کونہا لیالی تلک الایام جبکہ اضافت مذکورہ بیان عدد کے واسطے ٹھہری نہ اختصاص کے واسطے
تو راتون کو انھین دنون کی راتین ہونا لازم نہین ہم رات مقدم ہوتی ہے دن پر تو اگر جمعہ کے دن سے حیض شروع ہوا تو یہ لازم نہین کہ جمعہ کی رات میں بھی ہو بلکہ
مطلقاً تین راتین لازم ہین جسطرح یہ لازم نہین کہ تین دن پورے ہون آفتاب کے طلوع سے بلکہ مقدار تین دن کے زمانہ گذرنا چاہیے وکذا قولہ واکثرہ
عشرۃ بعشر لیالی کذا رواہ الدار قطنی وغیرہ اور اسی طرح مصنف کا یہ قول ہے کہ اکثر مدت حیض کی دس دن ہین دس راتون کے ساتھ مطلقاً خواہ انھین
دنون کی راتین ہون یا نہون ایسا روایت کیا ہے اقل اور اکثر مدت کو دار قطنی وغیرہ نے ہم یہ حدیث طرق متعددہ سے مروی ہے تو مرتبہ حسن کو پہونچ کر لائق احتجاج
کے ہوگئی کذا فی النہر والناقص عن اقلہ والزائد علے اکثرہ او اکثر النفاس او علی العادۃ وجاوز اکثرہا وما تراہ صغیرۃ دون تسع علی المعتمد وآیسۃ علے
ظاہر المذہب وحامل ولو قبل خروج اکثر الولد استحاضۃ اور جو خون کہ حیض کی اقل مدت یعنی تین رات اور تین دن سے کم ہو اور جو اکثر مدت حیض سے
یا اکثر مدت نفاس سے زائد ہو یا زائد ہو حیض اور نفاس کی عادت سے جو مقرر تھی اور بڑھ گیا اکثر مدت حیض اور نفاس سے اور جو خون کہ نو برس سے کم عمر کی
لڑکی دیکھے بنا بر قول معتمد کے اور جو خون کہ وہ بڈھی عورت دیکھے جسکو حیض سے نا امیدی ہوگئی بنا بر ظاہر مذہب کے اور جو خون کہ حاملہ عورت دیکھے اگرچہ
وہ اکثر ولد کے نکلنے سے پہلے ہو یہ سب استحاضہ ہے ہم اقل اور اکثر مدت سے ناقص اور زائد ہونا استحاضہ ہے اگرچہ کمی اور زیادتی نہایت کم ہو تو اگر عورت کو پانچ
دن کی عادت ہو اور اسکا خون جاری ہوا پہلی تاریخ جبکہ نصف قرص آفتاب کا طالع ہوا اور گیارھوین تاریخ منقطع ہوا جبکہ دو ثلث قرص طالع ہوا تھا تو جو پانچ دن سے
زیادہ ہے وہ استحاضہ ہے اسواسطے کہ دس دن سے بقدر سدس کے زائد ہوگیا کذا فی الطحطاوی عن القہستانی واقل الطہر بین الحیضتین او النفاس والحیض

خمسۃ عشر یوما ولیالیہا اجماعا اور کمتر مدت طہر کی یعنے پاک رہنے کی دو حیض کے درمیان یا نفاس اور حیض کے درمیان پندرہ دن اور راتین ہاتین باتفاق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم م نفاس اور حیض کے درمیان کا طہر اس صورت مین پندرہ دن ہوتا ہی جبکہ نفاس کی اکثر مدت پوری ہوگئی ہو کذا فی الطحطاوی ولا حد لاکثرہ وان استغرق العمر اور حد مقرر نہین اکثر مدت طہر کی اگرچہ تمام عمر کو احاطہ کرجاے م استغراق طہر کی تین صورتین ہین پہلی صورت یہ ہی کہ عورت بالغہ ہوجاے عمر کی وجہ سے اور تمام عمر اُسکو خون نہ آوے تو وہ روزہ رکھا کرے اور نماز پڑھا کرے اور ہمیشہ شوہر سے قربت کیا کرے اور اسکی عدت مہینون سے منقضی ہوگی دوسری یہ کہ بلوغ کے نزدیک یا بعد اُسکے تین دن سے کم خون کو دیکھے پھر ہمیشہ کو خون منقطع ہوجاے اسکا حکم پہلی صورت کا سا حکم ہی تیسری یہ کہ ایسا خون دیکھے جو حیض ہوسکتا ہی پھر دائمی انقطاع ہوجاے اسکا حکم بھی پہلی صورت کے مانند ہی مگر یہ کہ اُسکی عدت منقضی نہوگی مگر حیض سے اگر حیض طاری ہو قبل از سن ایاس اور اگر طاری نہو تو مہینون سے اُسکی عدت منقضی ہوگی ابتدا از سن ایاس سے چنانچہ باب عدۃ مین مذکور ہوگا الا عند الاحتیاج الی نصب عادۃ لہا اذا استمر بہا الدم اکثر طہر کی حد نہین مگر عورت کی عادت مقرر کرنے کی احتیاج کے وقت جبکہ اسکا خون برابر بلا انقطاع جاری ہوجاے یعنے سیلان دائمی مین البتہ اکثر طہر کے محدود کرنے کی حاجت ہوگی فیحد لاجل العدۃ بشہرین بہ یفتی تو طلاق کی عدت کیواسطے طہر کی اکثر مدت دو مہینے ٹھہراے جاینگے یہی قول مفتی بہ ہی م نہایہ مین کہا کہ حاکم شہید کے اس قول پر اسواسطے فتوی ہوا کہ یہ آسان تر ہی اور یہ دو مہینون کی حد معتادہ اور متحیرہ کے حق مین ہی نہ مبتداۃ مین یعنی جس عورت کو جوان ہوتے ابتداء جوانی سے برابر خون جاری ہوگیا اسواسطے کہ مبتداۃ کا حیض ہر مہینے سے دس دن ہین ابتدا از دیت سے خواہ عشرہ اولی ہو یا عشرۂ ثانیہ ہو یا ثالثہ اور باقی ایام طہر کے ہین سو اگر مبتداۃ کو اُسکے زوج نے طلاق دی آخر طہر مین تو اُسکی عدت اُنچاس ۴۹ دن مین منقضی ہوگی تین حیض مین تیس ۳۰ دن کے اور دو طہر ایک طہر ۲۰ دن کا اور دوسرا اُنیس دن کا اور اگر اول طہر مین طلاق دی تو عدت آخر ہوگی ۸۸ یا ۹۹ دن مین تین حیض تو تیس دن کے اور تین طہر ایک طہر ۲۰ دن کا اور دو طہر اُنیس اُنیس دن کے یا ایک طہر اُنیس دن کا اور دو طہر بیس بیس ۲۰ دن کے اور اگر طلاق دی اول حیض مین عدت منقضی ہوگی ۹۹ یا ۱۰۰ دن مین چار حیض چالیس دن کے اور تین طہر لطہر سابق کے کذا فی الطحطاوی وعم کلامہ المبتداۃ والمعتادۃ ومن نسیت عادتہا اور مصنف کا کلام نصب عادت مین شامل ہی مبتداۃ اور معتادہ یعنی وہ عورت کہ اپنی عادت نہین بھولی اور اس عورت کو جو اپنے حیض کی عادت بھول گئی م یہ کلام فی نفسہ صحیح ہی اگرچہ اکثر طہر کی حد مختلف ہی اسواسطے کہ معتادہ اور ناسیہ کی اکثر طہر کی حد دو مہینے ہین اور مبتداۃ کے ۲۰ دن ہین حالت استحاضہ مین طحطاوی نے کہا مصنف کا یہ کلام الا عند نصب عادۃ لہا اذا استمر بہا الدم مبتداۃ کے ۲۰ دن پر بھی صادق آتا ہی وتسمی المحیرۃ والمضللۃ اور جو کہ حیض کی عادت بھول گئی اسکو محیرہ اور مضللہ کہتے ہین م محیرہ اور مضللہ بصیغۂ مفعول اور فاعل دونون جائز ہی یعنے وہ عورت اپنے حیض اور طہر مین حیران اور گمراہ ہی یا یہ کہ اُسنے فقہا کو حیران کر رکھا ہی اور اسکو ناسیہ برضالہ اور متحیرہ بھی بولتے ہین واضلالہا اما بعدد او بمکان او بہما کما بسط فی البحر والحاوی اور اسکا گم کرنا اور بھول جانا یا تو شمار ایام حیض کا بھولنا ہی کہ کے دن حیض آتا تھا یا مکان کا بھولنا ہی یعنے شمار ایام کا تو یاد ہی مگر تاریخ یاد نہین کہ عشرہ اولی مین ہوتا تھا یا ثانیہ یا ثالثہ مین یا دونون کا بھولنا ہی یعنے نہ شمار یاد ہی نہ تاریخ چنانچہ بحر الرائق اور حاوی مین شرح مذکور ہی وحاصلہ انہا تتحری اور حاصل اس بیان شرح کا یہ ہی کہ بھولنے والی اٹکل دوڑاوے اور خوب سوچے یعنی ظن غالب پر عمل کرے یعنی جن دنون کو طہر گمان کرے تو وہ پاک ہی ہر وقت وضو کرکے نماز پڑھا کرے اور جن دنون کو حیض سمجھے اُنمین نماز روزہ ترک کرے خلاصہ کلام یہ ہی کہ جب اسکو حیض کا یقین ہو وقت مخصوص مین تو عبادت ترک کرے اور اگر یقین نہو تو گمان غالب پر عمل کرے اور اگر کسی طرح دل نہ ٹھہرے اور تردد واقع ہو اسکا حکم شارح بیان کرتا ہی ومتی ترددت بین حیض ودخول فیہ وطہر توضأت لکل صلوۃ اور جبکہ عورت مذکورہ کو تردد واقع ہو حیض مین اور حیض کے گذرنے مین اور طاہر ہونے مین تو ہر نماز کیواسطے وضو کرے یعنی جس دن یہ تردد ہو کہ شاید یہ دن حیض کا ہی یا حیض شروع ہوا یا شاید پاکی کا دن ہی تو ہر نماز مین وضو کیا کرے یہی قول صحیح ہی اور واجبات اور سنن موکدہ ادا کرے اور قرآن بقدر مفروض اور واجب کے پڑھے اور مسجد مین نجاوے اور قرآن کا مس نکرے وتمامہ فی الطحطاوی

ان الفاظ کی تفسیر آگے گی ۱۲

(فتح)

فوالی بینہما والدخول فیہ مثل آنس مسجد ... اور اگر دو حیض ... اور طہر میں ... طہر کے داخل ہونے یعنی حیض سے خارج ہونے میں تو بہتر ہے کہ وقت غسل کرے
اسواسطے کہ شاید حیض سے خارج ہوئی ہو اور مسجد میں داخل ہونے وقت اگر غیر ہو گی تو سجدہ و مباح ہوگا اور چھوڑنا نماز غیر ہو گی کہ دیکھو مسجد کے باہر سے اگر اور چاہے کہ تیمم کرے تو
اپنے وضو پر ادا ہوں گے ... شاید حیض میں جماع واقع ہو موہوم جنبی مخشی سے کہا کہ یہ دوسری صورت سے متعلق ہے تصوم رمضان ثم تقضی عشرین ان علمت
ابتداء لیلا او بہا سے رمضان میں روزہ رکھے پھر بیس دن قضا کرے اگر جانتی ہو کہ شروع ہوا حیض کا اس کی رات سے ہے کو ہم اسواسطے کہ اگر ہر رات سے شروع
ہوا ہو تو ... رمضان میں سوا دس دن کے فاسد ہوں اور دس دن قضا کے فاسد ہوں گے کذا فی الحلبی قضا کے دن فاسد ہونے حیض کے
احتمال سے تو دس دن تک قضا کرنے میں دس روزے بالیقین طہر میں واقع ہوتے ہوں گے والا فاثنین وعشرین ورنہ بائیس دن قضا کرے یعنی اگر ابتدا حیض دن سے
جانتی ہو تو بیس دن قضا کرے اسواسطے کہ اگر حیض دن سے شروع ہوا تو دن میں ختم ہوگا گیارھویں دن تو گیارہ روزے اسکے فاسد ہونگے اور اسی تعداد قضا
کذا فی الحلبی تو بیس دن کی قضا میں گیارہ روزے بالیقین طہر میں واقع ہونگے وتطوف لرکن ثم تعید بعد عشرۃ اور طواف کرے فرض جسکو طواف الزیارت کہتے
ہیں پھر اسکا اعادہ کرے دس دن کے بعد یعنی اسواسطے کہ طواف الزیارۃ میں طہارۃ واجب ہے اور شاید کہ وہ طواف حیض میں واقع ہوا ہو وللصدر ولا تعیدہ
اور طواف الصدر کرے یعنی کعبہ سے رخصت ہونے کا طواف اور اسکو اعادہ نکرے اسواسطے کہ حائض پر طواف الصدر ساقط ہے وتعتد للطلاق بسبعۃ اشہر
سے المفتی بہ اور عدت کرے طلاق کی وجہ سے سات مہینے مفتی بہ قول پر یعنی مسئلہ اور اسی طرح مقادہ مستمرۃ الدم بقول حاکم شہید سات مہینے کی عدت کرے
کذا فی الحلبی اسلئے کہ تین حیض کے تیس دن اور چھ مہینے کے تین طہر چنانچہ سابق میں گذرا کہ اکثر طہر اسکا دو مہینے کا ہے وما تراہ من لون الکدرۃ والتربیۃ
فی مدۃ المعتادۃ اور حیض کی مدت معتادہ میں جو رنگ کہ دیکھے چنانچہ تیرگی اور خاکستری وہ حیض ہے مع جبکہ تیرہ اور خاکستر خون حیض ٹھہرا تو سرخ اور
سیاہ اور زرد اور سبز بطریق اولے حیض ہوگا سوی بیاض خالص قیل ہو شئ یشبہ الخیط الابیض سفیدی خالص کے سوا کہ وہ حیض نہیں ہے بعضوں
نے کہا کہ بیاض خالص ایک چیز ہے سفید دھاگے کی مانند یعنی بعد اختتام حیض کے گدی پر ظاہر ہوتی ہے لیکن تحقیق یہ ہے کہ بیاض خالص سے انقطاع حیض
مراد ہے کذا فی نہر الفائق ولو المرئی طہرا متخللا بین الدمین فیہما فحیض اگرچہ مدت کے اندر دو خونوں کے درمیان طہر معلوم ہو وہ بھی حیض ہے یعنی حیض کے دس
دن کی مدت میں اول خون نظر آیا اور آخر میں بھی نمودہ ہوا اور درمیان میں خشکی معلوم ہوئی تو یہ طہر متخلل بین الدمین بھی حیض میں داخل ہے لان العبرۃ لاولہ وآخرہ
وعلیہ المتون فلیحفظ طہر متخلل اسواسطے حیض ٹھہرا کہ اسکے اول اور آخر کا اعتبار ہے اور اسی قول پر متون فقہ کا اتفاق ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے مم یعنی جیسے
وجوب زکوۃ میں ابتدا اور انتہاء سال میں نصاب کا ہونا کافی ہے اگرچہ سال کے اندر پوری نصاب باقی نہ رہی ہو اسی طرح حیض میں مدت کے اول اور آخر کا
اعتبار ہے درمیان کی خشکی ساقط الاعتبار ہے شارح نے اس قول سے صاحب بحر کے اس کلام کے رد ہونے پر اشارہ کیا اگرچہ اس روایت کو اصحاب متون نے اختیار
کیا ہے لیکن اصحاب شروح نے اسکی تصحیح نہیں کی اسواسطے کہ نصاب پر قیاس صحیح نہیں کیونکہ یہاں خون اثناء مدت میں منقطع ہے اور زکوۃ میں بقاء جزء نصاب
اثناء سال میں مشروط ہے صاحب نہر الفائق نے اسکو یوں رد کیا ہے کہ یہ قیاس نہیں ہے نصاب پر بلکہ اسکا نظیر بیان کیا ہے ثم ذکر احکامہ بقولہ یمنع صلوۃ مطلقا
ولو سجدۃ شکر پھر مصنف نے احکام حیض کے بیان کیے اپنے اس قول سے کہ حیض منع کرتا ہے نماز کو مطلقا یعنی خواہ رکوع سجود والی نماز ہو خواہ جنازہ کی اگرچہ سجدہ
شکر کا ہو وصوما وجماعا اور حیض مانع ہے روزہ اور جماع کو وتقضیہ لزوما دون الصلوۃ للحرج اور عورت روزہ کو قضا کرے بضرورت نہ نماز کو بسبب حرج اور مشقت
کے کہ نماز ہر سال ہر روز فرض ہے اور روزہ سال بھر میں ایک مہینا تو قضاء صوم میں حرج نہیں اور نماز کی قضا میں دقت ہے ولو شرعت تطوعا فیہما
فحاضت قضتہما خلافا لما زعمہ صدر الشریعۃ بحر اور اگر عورت نے نفل نماز روزہ شروع کیا پھر وہ حائض ہو گئی تو نماز روزہ دونوں قضا کرے برخلاف
اس قول کے جو صدر الشریعۃ نے گمان کیا ہے کذا فی البحر یعنی شارح وقایہ نے کہا ہے کہ روزہ قضا کرے نہ نماز وفی الفیض لو نامت طاہرۃ وقامت

ع
آمین شدن
۱۲ منہ

حائضۃ حکماً کحیضہا نفاساً اور حیض مین ہی کہ اگر عورت سوئی پاک اور اُٹھی حیض کی حالت مین تو اُسکے ثبوت حیض کا حکم ہوگا جب سے کہ وہ اُٹھی ہم یہ حکم نظراً باحتیاط ہی تو اگر عشا کے وقت بدون نماز پڑھے سو گئی اور صبح کو اُٹھی تو عشا کو قضا کرے اسواسطے کہ اضافت حوادث کی اقرب اوقات کی طرف ہوتی ہی ولعکسہ مذ نامت احتیاطاً اسکے بالعکس مین یعنے سوئی حائض اور اُٹھی طاہر تو اسکی طہارت کا حکم ہوگا سونے کے وقت سے احتیاط کی راہ سے ہم بعضون نے کہا قولہ احتیاطاً عکس کی علت ہی مین کہتا ہون کہ وہ دونون صورتون کی علت ہی چنانچہ عنقریب مذکور ہوگا اور اسپر دلیل بحر الرائق کا کلام ہی کہ اگر عورت نے گدی رکھی رات کو اور فجر کو پاک اٹھی تو عشا کی نماز قضا کرے پھر اگر وہ طاہر تھی سوتے سے تراوٹ دیکھی صبح کو تو بھی عشا کو قضا کرے اگر نماز نہ پڑھی ہو گدی رکھنے سے پہلے اسکو پاک قرار دینے کی وجہ سے پہلی صورت مین گدی رکھنے کے وقت سے اور حائض قرار دینے کی علت سے دوسری صورت مین گدی کے جدا کرنے کے وقت سے نظراً باحتیاط دونون صورتون مین کذا فی الطحطاوی **ویمنع حل دخول المسجد** اور منع کرتا ہی حیض دخول مسجد کے حلال ہونے کو ہم اس سے معلوم ہوا کہ جسکے بدن پر نجاست لگی ہو وہ مسجد مین نجائے مسجد کی قید سے عیدگاہ خارج ہی اور اسی طرح خانقاہ اور مدرسہ اور جسکے پیٹ مین ریح گھومی وہ اُسکے خارج کرنے کو باہر مسجد کے نکلجاے یہی قول اصح ہی اور اگر مسجد مین کسی کو احتلام ہو وہ تیمم کرکے باہر نکلے اگر خوف نہو دشمن یا جانور کا اور اگر خوف ہو تو تیمم کرکے وہین ٹھہرا رہے اگر مسجد سے جلد نکلے تو تیمم کرنا جائز ہی اور اگر خوف سے وہین ٹھہرے تو واجب ہی کذا فی الطحطاوی مختصراً **وحل الطواف** ولو بعد دخولہا المسجد وشروعہا فیہ اور حیض حلت طواف کا مانع ہی اگرچہ حیض بعد داخل ہونے مسجد الحرام کے اور طواف مین شروع کرنے کے بعد عارض ہوا ہو **وقربان ماتحت الازار** یعنے مابین سرۃ ورکبۃ ولو بلا شہوۃ اور منع کرتا ہی حیض تہ بند کے نیچے کی نزدیکی سے یعنی اس بدن کی قربت سے جو ناف اور گھٹنے کے درمیان ہی اگرچہ قربت بدون شہوت کے ہو یعنے جماع کرنا اور ران وہان لگانا اور بدون شہوۃ کے ہاتھ لگانا سب حرام ہی ہم یہ حرمت استمتاع ماتحت الازار کی درصورت عدم لبسۃ کے ہی اور اگر بدون جماع کے استمتاع ماتحت الازار ہو حیلولت کے ساتھ یعنے کپڑا درمیان مین حائل ہو تو جائز ہی اگرچہ خون سے آلودگی ہو اور حائض کا کھانا پکانا اور اسکے آٹے اور پانی چھوئے کو استعمال کرنا مکروہ نہین اور حائض کے بچھونے سے علیحدہ رہنا لائق نہین کہ یہ یہودیون کا فعل ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر وحل ماعداہ مطلقاً اور قربت مذکورہ کے سوا ہر فعل حلال ہی مطلقاً ہم ماسوائے قربت مذکورہ نظر ماتحت الازار اور استمتاع بقیہ بدن پر صادق ہی خواہ نظر کرنا اور استمتاع شہوت کے ساتھ ہو یا بدون شہوت اور یہی مطلب ہی اطلاق کا کذا فی الحلبی وہل یحل النظر ومباشرتہا لہ فیہ تردد اور کیا نظر کرنا عورت کی ماتحت الازار کو اور بدن سے بدن لگانا عورت کا مرد کو حلال ہی یا نہین جواب اسکا یہ ہی کہ اسمین تردد ہی ہم شارح کو یہ تردد پیدا ہوا ہی صاحب بحر کے متردد ہونے سے لیکن تحقیق یہ ہی کہ نظر کے حلال ہونے مین کچھ تردد نہین اسکی تحریم پر کوئی معتمد دلیل نہین وہ داخل ہی اس قول کے تحت مین وحل ماعداہ مطلقاً کذا فی الطحطاوی **وقراءۃ قرآن** بقصدہ اور حیض منع کرتا ہی قرآن پڑھنے کو قرآن کی نیت سے ہم حائض کو قرآن پڑھنا ممنوع ہی خواہ پوری آیت ہو یا کم یہی قول ہی کرخی کا اور اکثر کتب مین اسی کی تصحیح ہی کذا فی البحر لیکن اگر قرآن پڑھا بہ قصد ثنا یا افتتاح امر یا بقصد دعا تو اصح روایت مین ممنوع نہین اور بسم اللہ پڑھنا بالاتفاق ممنوع نہین اور اذکار کا پڑھنا مباح ہی مطلقاً اور ذکر کے واسطے حائض کو وضو کرنا مستحب ہی اور ترک ائمہ کا خلاف اولے ہی کذا فی الطحطاوی **ومسہ** ولو مکتوباً بالفارسیۃ فی الاصح اور حیض منع کرتا ہی قرآن کے چھونے کو اگرچہ قرآن فارسی خط مین لکھا ہو صحیح تر قول مین ہم مس قرآن جنب اور حائض کو جائز نہین خواہ لوح پر لکھا ہو خواہ درم یا دیوار پر مصحف کا مس کسی طرح جائز نہین نہ حوض کا نہ حاشیہ کا یہی قول معتمد ہی برخلاف غیر مصحف کہ اسمین مکتوب کا مس جائز نہین اور غیر مکتوب کا مس جائز ہی کذا فی البحر **الا بغلافہ المنفصل** کما مر مگر قرآن کا چھونا جدے غلاف سے جائز ہی چنانچہ گذرا یعنے جزدان کے ساتھ چھونا درست ہی چولی کے ساتھ درست نہین ہم قرآن کے مانند توریت اور انجیل اور زبور ہین جنمین تبدیل اور تحریف واقع نہین ہوئی فقہا نے کہا ہی کہ تفسیر اور فقہ اور احادیث کی کتابون کا چھونا حائض کو مکروہ ہی کیونکہ آیات قرآنی سے خالی نہین اس تعلیل سے معلوم ہوتا ہی

کو بیبی خمیر شخ تو کوئی حرج نہیں ہے کذا فی الذخیرہ وکذا مس شملہ کسوۃ وورق فیہ آیۃ اور اسی طرح ثابت کیا ہے قرآن کے اٹھانے کو جیب آستین سے ور
اور ورق کا بھی حکم ہے جس میں آیت قرآنی مکتوب ہو اور اگر آیت سے کم لکھا ہو تو اسکا چھونا مکروہ نہیں کذا فی الفتح ومس عن القہستانی ولا بأس
للحائض والجنب بقراءۃ ادعیۃ ومسہا وحملہا وذکر اللہ تعالیٰ والتسبیح وزیارۃ قبور ودخول مصلی عید اور کچھ مضائقہ نہیں حائض اور جنب کو دعائیں
کے پڑھنے اور چھونے اور اٹھانے میں اور اللہ تعالیٰ کے ذکر میں اور سبحان اللہ کہنے اور قبروں کی زیارت اور عیدگاہ کے داخل ہونے میں ہم ایسے کی
نفقہ میں اشارہ ہے کہ جنب اور حائض کو ان چیزوں میں وضو کر لینا مستحب ہے والاکل والشرب بعد مضمضۃ وغسل ید اور کھانے پینے میں کلی کرنے اور
دھونے کے بعد ہم تو کلی اور ہاتھ دھونے کے بعد کھانا پینا اصلاً مکروہ نہیں حائض کو لفظ لا بأس کا خلاف اولیٰ پر جو مرجع ہے کراہت تنزیہی کا دلالت میں
کرنا بدلیل قول شارح واما قبلہا فیکرہ کذا فی الشرنبلالی واما قبلہا فیکرہ للجنب لا الحائض لم تخاطب بغسل ذکرہ الحلبی اور کلی اور ہاتھ دھونے سے پہلے کھانا
پینا جنب کو مکروہ ہے نہ حائض کو جبتک کہ حائض کو نہانے کا حکم نہ ہو یعنے طاہر ہونے کے بعد ایسا ذکر کیا ہے حلبی نے ہم جنب اور حائض میں فرق یہ ہے کہ جنب
کا منہ دھونا کلی سے ساقط ہو جاتا ہے تو پانی مستعمل ہوگا اور مستعمل پانی پینا مکروہ ہے ہر چند یہ تعلیل طعام میں جاری نہیں برخلاف حائض کہ اسکا حدث مرتفع
نہیں ہوتا قبل از انقطاع حیض ولا یکرہ تحریما مس قرآن بکم عند الجمہور تیسیرا وصحح فی الہدایۃ الکراہۃ وہو احوط اور مکروہ تحریمی نہیں چھونا قرآن کا
آستین سے اکثر عالموں کے نزدیک آسانی کے واسطے اور ہدایہ میں اسکے مکروہ ہونے کو صحیح کہا اور اسمیں زیادہ تر احتیاط ہے ہم آستین سے مراد وہ کپڑا جو چھونے والے
کے بدن سے متصل ہے ویحل وطیہا اذا انقطع حیضہا لاکثرہ بلا غسل وجوبا بل ندبا اور حلال ہے عورت سے جماع کرنا جبکہ اسکا حیض منقطع ہو گیا
حیض کی اکثر مدت کے بعد بدون غسل واجب کے بلکہ قبل جماع کے نہانا مستحب ہے یعنے جبکہ دس رات دن کے بعد حیض بند ہوا تو بدون نہانے کے اس
عورت کا جماع درست ہے اور قبل جماع کے غسل کرنا واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے تو جماع بلا غسل مکروہ تنزیہی ہے وان انقطع لدون اقلہ تتوضأ وتصلی آخر
الوقت اور اگر منقطع ہوا خون حیض کی اقل مدت سے کمتر میں یعنے رات دن سے کم مدت میں بند ہوا تو عورت وضو کرے اور نماز پڑھے نماز کے آخر وقت میں
ہم یہاں غسل نہ ثابت ہوا کیونکہ یہ خون حیض کا نہیں ہے طحطاوی نے کہا شارح نے اس صورت میں جماع کا حکم بیان نہیں کیا لیکن اسکا حلال نہونا اگلے مسئلے
سے ظاہر ہوتا ہے یعنے جبکہ عادت سے کم اقل مدت کے بعد منقطع ہونے سے حلت نہیں تو یہاں بطریق اولیٰ حلت نہوگی وان لاقلہ فان لدون عادتہا
لم یحل اور اگر حیض منقطع ہوا اپنی اقل مدت کے بعد پھر اگر عادت سے کم مدت میں بند ہو گیا تو جماع حلال نہیں اگرچہ وہ غسل کر چکی ہو کذا فی البحر وتغتسل وتصلی وتصوم
احتیاطا اور عورت مذکورہ غسل کرے اور نماز پڑھے اور روزہ رکھے احتیاط کی راہ سے ہم تاخیر کرنا غسل کا آخر وقت تک مستحب ہے جبکہ پوری عادت کے بعد حیض
منقطع ہوا ہو اور اگر عادت سے کم منقطع ہوا ہو تو تاخیر واجب ہے کذا فی النہر وان لعادتہا فان کتابیۃ حل فی الحال اور اگر اقل مدت کے بعد عورت کی عادت پر حیض منقطع
ہوا تو اگر وہ عورت اہل کتاب سے ہو تو اسکا جماع کرنا فی الحال حلال ہو گیا یعنی اسواسطے کہ اسپر غسل کرنا واجب نہیں کیونکہ کفار احکام شرعیہ کے مخاطب نہیں
کذا فی البحر والا لا یحل حتی تغتسل او تیمم بشرطہ اور اگر عورت مذکورہ مسلمان ہے تو جماع حلال نہیں یہانتک کہ غسل کرے یا تیمم کرے بدلے غسل کے تیمم کی شرط کے
موافق یعنے اگر آب مطلق کافی کے استعمال سے عاجز ہے تب اسکو تیمم درست ہوگا نہر الفائق میں ہے کہ تیمم کے بعد بدون نماز پڑھے جماع اسکا حلال نہیں بالاجماع بنا بر قول
اصح کے او یمضی علیہا زمن یسع الغسل ولبس الثیاب والتحریمۃ یعنے من آخر وقت الصلوۃ لتعلیلہم بوجوبہا فی ذمتہا حتی لو طہرت فی وقت العید لا بد ان یمضی
وقت الظہر کما فی السراج یا انقطاع حیض کے بعد اسقدر زمانہ گذر جائے جو گنجائش رکھتا ہو نہانے اور کپڑے پہننے اور تحریمہ باندھنے کی یعنے نماز کے
آخر وقت سے اسقدر زمانہ چاہیے بسبب وجہ بیان کرنے فقہا کے واجب ہونے نماز کے عورت کے ذمہ پر یعنے وجوب نماز کا ثابت نہیں بدون خروج وقت
کے تو اگر عورت طاہر ہوئی عید کے وقت تو ضرور ہے کہ ظہر کا وقت گذر جائے چنانچہ سراج وہاج میں مذکور ہے ہم تو مراد یہ ہے کہ ایسے وقت میں پاک ہو

کہ خروج وقت تک اسقدر باقی ہو کہ نہانا اور کپڑے پہننا اور تحریمہ باندھنا ہو سکتا ہو اور یہ مراد نہیں کہ نماز کے اول وقت مین پاک ہو اور اسقدر زمانہ گذر جاوے جیسا کہ بعضے غلط سمجھے ہین ہر چند مصنف کی عبارت عام ہے لیکن مرادیہی ہے جو مذکور ہو گیا اور جماع کو اسواسطے مخصوص کرکے ذکر کیا تا معلوم ہو کہ حیض اور نفاس کی طہارت وقت مذکور کے گذر جانے سے جماع کے حق مین ہے نہ قرآن پڑھنے کے حق مین کذا فی الطحطاوی عن الحموی عن البرجندی و ریہ مین ہے کہ اگر حیض بند ہوا دس دن کے بعد تو وہ پاک ہو گئی اور غسل واجب ہوا اور اگر تین دن سے کم مین خون بند ہوا یا تین دن سے زیادہ عادت سے کم یا عادت کے وقت بند ہوا اور پھر جاری ہوا دس دن کی مدت مین تو اسکی طہارت کا حکم باطل ہو گیا خواہ وہ مبتداہ ہو خواہ معتادہ انتہی۔ ہل تعتبر التحریمۃ فی الصوم الاصح لا اور کیا صوم مین بھی تحریمہ معتبر ہے یا نہین جواب یہ ہے کہ صحیح تر قول مین معتبر نہین یعنے اگر قبل فجر کے طاہر ہوئی تو وجوب صوم کے واسطے اسقدر زمانہ شرط ہے رات کا جسمین نہانا اور کپڑے پہننا ممکن ہو تو نماز اور صوم مین کچھ فرق نہین سوائے تحریمہ کے کہ نماز مین تحریمہ معتبر ہے اور صوم مین معتبر نہین وہی من الطہر مطلقا اور وہ یعنے تحریمہ طہارت پاکی مین داخل ہے نہ حیض مین ہر صورت سے خواہ انقطاع اکثر مدت سے ہو یا ہو خواہ اقل سے کذا فی الحلبی وکذا الغسل لو لاکثر وہو الا فمن الحیض فتقضے مطلقا ان بقی قدر الغسل والتحریمۃ ولو لعشرۃ فقدر التحریمۃ فقط لئلا تزید ایامہ علی عشرۃ فلیحفظ اور اسی طرح غسل بھی طہر مین داخل ہے اگر حیض منقطع ہوا ہو اکثر مدت پر اور اگر ایسا نہین تو وہ حیض مین داخل ہے تو عورت نماز قضا کرے مطلقا اگر زمانہ بقدر غسل اور تحریمہ کے باقی ہو تا کہ حیض کے ایام دس سے زیادہ نہو جاوین سو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنے اگر اکثر مدت مین انقطاع ہوا ہو تو غسل کا زمانہ حیض مین شمار نہو گا ورنہ ایام حیض کے دس سے زیادہ ٹھہر ینگے اور یہ شرع سے ثابت نہین و وطیہا یکفر مستحلہ کما جزم بہ غیر واحد اور جماع کرنا حیض سے کافر ٹھہراتا ہے اسکے حلال سمجھنے والے کو جیسا کہ اس تکفیر پر ایک نے نہین بہت فقہا نے یقین کیا ہے از انجملہ صاحب مبسوط اور صاحب اختیار اور صاحب فتح القدیر ہے کذا فی الطحطاوی وکذا مستحل وطی الدبر عند الجمہور مجتبی اور اسی طرح وطی دبر کا حلال سمجھنے والا کافر ہے اکثر علما کے نزدیک کذا فی المجتبی ام حلال عورت کی دبر مراد ہے اور غلام وغیرہ کی دبر مین ظاہرا یہ تکفیر کا خلاف جاری نہین کذا فی الطحطاوی وقیل لا یکفر فی المسئلتین وہو الصحیح خلاصۃ وعلیہ المعول لانہ حرام لغیرہ ولما یجیٔ فی المرتد انہ لا یفتے بتکفیر مسلم کان فی کفرہ خلاف ولو روایۃ ضعیفۃ اور بعضون نے کہا کہ حلال سمجھنے والے کا فر کہنا نچاہیے دونون مسئلون مین اور یہی قول صحیح ہے کذا فی الخلاصۃ اور اسی قول پر اعتماد ہے اسواسطے کہ وہ اپنے غیر کے سبب سے حرام ہے یعنی حیض اور براز کی نجاست کے وجہ سے اور اسلیے کہ باب المرتدین آویگا کہ فتوی نہین دیا جاتا اس مسلمان کی تکفیر کا جسکے کفر مین عالمون کا خلاف واقع ہے اگرچہ ضعیف ہی روایت ہو حرام لغیرہ کے مستحل کی تکفیر پر فتوے نہین بلکہ حرام لعینہ کے مستحل پر فتوی ہے جبکہ اسکی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہو سو اگر حرام لغیرہ دلیل قطعی سے ثابت ہے یا حرام لعینہ احاد سے تو اسکی حلت کا معتقد کافر نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر ثم ہو کبیرۃ لو عامدا مختارا عالما بالحرمۃ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ جماع کرنا حیض مین گناہ کبیرہ ہے اگر دانستہ ہو اپنے اختیار سے حرمت کو جان بوجھ کر لا جاہلا او مکرہا او ناسیا گناہ کبیرہ نہین اگر اسکی حرمت کو نہ جانتا ہو یا بے اختیار ہو کسی کے جبر کرنے سے یا حیض کو بھول کر جماع کیا ہو فتلزمہ التوبۃ جب گناہ کبیرہ ہوا تو اسکے فاعل کو توبہ اور استغفار لازم ہے ویندب تصدقہ بدینار او نصفہ اور مستحب ہے اسکو صدقہ دینا ایک دینار یا نصف دینار کا م دینار ساڑھے چار ماشہ سونے کا ہوتا ہے اصحاب سنن کی ابن عباس رضی سے ایک روایت یون ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی نے حائض سے جماع کیا اول خون مین اور حالانکہ خون سرخ ہے تو ایک دینار صدقہ کرے اور اگر انقطاع خون مین جماع کیا اور حالانکہ خون زرد ہے تو نصف دینار خیرات کرے کذا فی تیسیر جامع الاصول ومصرفہ کزکوۃ اور مصرف اس دینار اور نصف دینار کا زکوۃ کی مانند ہے وہل علی المرأۃ تصدق قال فی الضیاء الظاہر لا اور کیا عورت پر بھی خیرات کرنا مستحب ہے ضیاء مین کہا کہ ظاہرا عورت پر یہ حکم نہین ہے ودم استحاضۃ حکمہ کرعاف دائم وقتا کاملا اور استحاضہ کے خون کا حکم نکسیر دائمی کے مانند ہے کہ نماز کے پورے وقت مین جاری ہے م خون استحاضہ چھ قسم ہے ایک وہ ہے جو اقل حیض سے کم ہو ۲ یہ کہ اگر حیض سے زیادہ ہو

ہو یہ کہ حیض جب اقل مدت سے زیادہ ہوا ہو تو اسکو حیض دس روز کا کہینگے مہینے مین ہے یہ کہ نفاس جب اقل مدت سے زیادہ ہوا اور اُسکے نفاس ہم دن کو پہونچے یہ کہ حیض
ور نفاس کی عادت سے زیادہ ہوا اور دونون کی اکثر مدت سے تجاوز کر جائے تو عادت کو لوٹینگے کذا فی الحموی اور آئسہ اور صغیرہ اور حاملہ کو خون آتا ہو تو
تسمیہ کا حکم کذا ذکرہ ابو السعود اور خون استحاضہ کی علامت یہ ہے کہ اسمین بو نہین ہوتی اور حیض کے خون مین بدبو ہوتی ہے کذا فی الحموی عن البحر الرائق صوم اور
صلوٰۃ و وطی لتفاؤ وجہ ما تاخی بیت ترصنی و صلی و ان قطر الدم علی الحصیر خون استحاضہ منع نہین صوم اور صلوٰۃ کا اگرچہ نفل کی نماز ہوا اور جماع کو منع نہین
بدلیل اس حدیث کے کہ فاطمہ بنت ابی حبیش سے فرمایا کہ وضو کیا کر اور نماز پڑھا کر اگرچہ خون چٹائی پر ٹپکے ہم حکم نماز کا حدیث کی عبارۃ النص سے ثابت ہوا
صوم اور جماع کا دلالۃ النص سے کذا فی الفتح والنفاس لغۃ ولادۃ المرأۃ و شرعاً دم فلوم تره بل تکون نفساء المعتمد دم یخرج من رحم اور نفاس لغت
عرب مین عورت کا جنا ہے اور اصطلاح شرع مین نفاس وہ خون ہے جو رحم سے نکلے لڑکا پیدا ہونے کے بعد پھر اگر عورت ولادت کے بعد خون نہ دیکھے تو وہ نفسا
یعنے زچا ٹھہریگی یا نہین جواب یہ ہے کہ از معتمد قول یہی ہے کہ وہ زچا ہے تو اُسپر غسل واجب ہے احتیاط کی راہ سے اسواسطے کہ ولادت قلیل خون سے خالی
نہین کذا فی البحر فلو ولدتہ من سرتہا ان سال الدم من الرحم فنفساء و الا فذات جرح وان ثبت لہ احکام الولد پھر اگر عورت لڑکا جنی اپنی ناف سے اسطرح کہ ناف
مین زخم تھا وہ پھٹ گیا اور بچہ نکل آیا تو اگر خون بچہ دان سے جاری ہوا تو وہ زچا ہے اور اگر خون وہان سے جاری نہین ہوا تو وہ عورت زچا نہوگی زخم والی
ٹھہریگی اگرچہ اس مولود کو احکام ولد کے ثابت ہونگے ہم احکام مولود کے یہ ہین کہ اُسکی ماں کی عدت منقضی ہوگی اور وہ ام ولد ٹھہریگی اور اسکی طلاق اگر ولادت
پر معلق ہوگی تو اُسکے پیدا ہونے سے واقع ہوگی کذا فی الطحطاوی عن الظہیریۃ عقب ولد او اکثرہ ولو متقطعاً عضواً عضواً النفاس ثابت ہوتا ہے پورا لڑکا پیدا
ہونے یا اکثر یعنے نصف سے زیادہ نکلنے کے بعد اگرچہ تمام یا اکثر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نکلا ہو لا اقلہ فتتوضأ ان قدرت او تیمم و تومی بصلوٰۃ ولا تؤخر فما عذر ابیح
التاخیر و نفاس ثابت نہین کمتر مولود کے نکلنے سے یعنے اگر نصف بدن سے کم خارج ہوا تو وہ عورت زچا نہین تو اب وہ اس حالت مین وضو کرے اگر وہ
قادر ہو یا تیمم کرے اور اشارہ سے نماز پڑھے اور نماز کو تاخیر کرے تو اب کون عذر باقی ہے تاخیر یا ترک نماز کا جسکے بھلے تا اور شخص کو یعنے جب ایسی سخت حالت
مین عورت کو تاخیر نماز کا حکم نہین تو تندرست توانا مرد کو کہان عذر باقی رہا ہم عورت مذکورہ کو یون نماز پڑھنا چاہیے کہ اپنے نیچے مٹکے رکھے یا گڑھا کھود لے
اور بیٹھکر نماز پڑھے تا کہ لڑکے کو تکلیف نہو کذا فی الطحطاوی وحکمہ کالحیض فی کل شی الا فی سبعۃ ذکرتہا فی الخزائن و شرحی للملتقی اور نفاس کا حکم حیض کے
مانند ہے ہر چیز مین مگر سات چیزون مین جنکو مین نے خزائن الاسرار اور ملتقی الابحر کی اپنی شرح مین ذکر کیا ہے ہم وہ سات چیزین یہ ہین بلوغ اور استبرا اور
عدت اور یہ کہ اقل نفاس کی کچھ حد نہین اور اکثر نفاس ہم دن کا ہوتا ہے اور نفاس صوم کفارہ کے تتابع کا قاطع ہے اور نفاس سے طلاق سنت اور طلاق
بدعت مین فصل واقع نہین ہوتا کذا فی الحلبی منہا انہ لاحد لاقلہ منجملہ اُن سات چیزون کے ایک چیز یہ ہے کہ اقل نفاس کی کچھ حد مقرر نہین الا اذا احتیج الیہ
لعدۃ کقولہ اذا ولدت فانت طالق فقالت مضت عدتی فقدرہ الامام بخمسۃ وعشرین یوماً مع ثلث حیض و الثانی باحد عشر و الثالث بساعۃ اقل نفاس
کی حد نہین مگر جبکہ عدت کے واسطے اُسکی طرف حاجت پڑے چنانچہ مرد کے اس قول مین کہ اُسنے اپنی عورت سے کہا کہ جب تو جنے تو تجھکو طلاق ہے سو اس
عورت نے کہا کہ میری عدت طلاق کی گذر گئی تو امام اعظم رحمہ نے اقل مدت نفاس کی اس صورت مین ۲۵ دن کی ٹھہرائی ہے تین حیضون کے ساتھ اور
ابو یوسف رحمہ نے گیارہ دن کی اور محمد رحمہ نے ایک ساعت کی مدت ٹھہرائی ہے ہم یہان امام کے قول پر فتوی ہے کذا فی النہر تو اگر عورت نے ولادت سے ۸۵
دن کے بعد کہا کہ میری عدت گذر گئی تو امام رحمہ کے نزدیک اُسکی تصدیق ہوگی کیونکہ ۲۵ دن نفاس کے اور ۱۵ دن کا طہر نفاس اور حیض کے مابین ہے اور
تین حیضون کے پندرہ دن ہر حیض پانچ دن کا اور مابین تین حیضون کے دو طہر ۳۰ دن کے اور ابو یوسف رحمہ کے نزدیک ادنے مدت تصدیق کی
۶۵ دن ہین گیارہ دن نفاس کے اور پندرہ دن طہر کے اور تین حیض ۹ دن کے اور اُنکے مابین دو طہر ۳۰ دن کے اور محمد رحمہ کے نزدیک ادنی مدت

[illegible]
بچہ کا پیدا ہونا اور مسئلہ
بچہ ہونا اور عدت کی
[illegible]
[illegible]
تو طلاق ہے پھر وہ بچی
اور کہا کہ میری عدت
منقضی ہوگئی تو سوائے
نفاس کے تین حیض
کی محتاج ہوگی اور اگر
حیض پر طلاق کی تعلیق
ہوتی تو وہ دو حیض
عدت ہوتا ۱۲
.

تصدیق کی ہے ۴۵ دن اور ایک ساعت نفاس کی اور ۱۵ دن طہر کے اور تین حیض ۹ دن کے اور مابین کے طہر کے ۳۰ دن کذا فی الطحطاوی والاکثر اربعون
یوما کذا رواہ الترمذی وغیرہ ولان اکثرہ اربعۃ امثال اکثر الحیض اور اکثر مدت نفاس کی ۴۰ دن ہین اسی طرح ترمذی وغیرہ محدثین نے روایت کی ہے
اور اسواسطے کہ اکثر نفاس اکثر حیض کا چہار چند ہے ہم اکثر حیض دس دن کا ہے تو اسکا چوگنا ۴۰ دن ہوئے چہار چند ہونے کی یہ وجہ ہے کہ چہار مہینے کے بعد
بچے مین جان پڑتی ہے تو اسوقت سے حیض کا خون اسکی غذا ہوتا ہے اور پہلے جو چار مہینے خون بند رہا وہ نفاس ہو کر نکلتا ہے واللہ اعلم والزائد علے اکثرہ
استحاضۃ لو مبتداۃ اور جو خون کہ زیادہ ہو اکثر نفاس یعنے ۴۰ دن سے وہ استحاضہ ہے اگر وہ عورت مبتداۃ ہے یعنے پہلے پہل جنی ہے اسکی عادت مقرر نہین ہوئی
اما المعتادۃ فترد لعادتہا اور عادت والی زچا تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاویگی یعنی اگر اسکی عادت ۳۰ دن کے نفاس کی ہے اور خون ۵۰ دن جاری رہا
تو ۳۰ دن نفاس کے ہین اور باقی استحاضہ ہے وکذا الحائض اور اسی طرح حائضہ کا حکم ہے یعنے اگر مبتداۃ مین دس دن سے زیادہ خون جاری ہوا تو
زائد استحاضہ ہے اور عادت والی تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاویگی کذا فی الطحطاوی فان انقطع علے اکثرہما او قبلہ فالکل نفاس وکذا حیض ان
ولیہ طہر تام پھر اگر خون بند ہو گیا نفاس اور حیض کی اکثر مدت پر یا پہلے اسکے تو سارا خون نفاس مین نفاس ہے اور حیض مین تمام حیض ہے اگر ہر ایک
نفاس اور حیض کے بعد پورے طہر یعنے پندرہ دن کا اتصال ہوا والا فعادتہا اور اگر ایسا نہین ہے یعنے اگر اس خون کے بعد ۱۵ دن کا طہر نہوا تو عادت
کے موافق نفاس اور حیض ہے اور عادت سے زیادہ استحاضہ ہے ہم حیض کی صورت یہ ہے کہ عورت کی عادت تھی ہر مہینہ مین مثلاً پانچ دن کی سو اسکو
چھ دن خون آیا تو چھٹا دن حیض کا ہے پھر اگر اسکے بعد ۱۴ دن طاہر رہی پھر خون آیا تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاویگی اور زائد استحاضہ ہوگا اور
اگر ۱۵ دن طہر رہا تو اب چھ دن کی اسکی عادت ٹھہر گئی اور نفاس کی صورت یہ ہے کہ اسکی عادت تھی ہر نفاس مین ۳۰ دن کی پھر اسکو ایکبار ۳۱ دن خون آیا (ایک روز ۱۲)
پھر ۱۴ دن طہر ہوا پھر خون آیا تو اپنی عادت کی طرف پھیری جاویگی اور یوم زائد ۱۵ دن کے طہر مین شمار ہوگا کذا فی الطحطاوی وہی تثبت وتنتقل بمرۃ بہ یفتی
وتمامہ فیما علقناہ علی الملتقے اور عادت ثابت ہوتی ہے اور بدل جاتی ہے ایکبار سے اسی قول پر فتوے ہے اور اسکا پورا بیان ملتقی الابحر کی ہماری شرح مین ہے
ہم مثلاً مبتداۃ کو چار دن خون آیا یہ اسکی عادت ٹھہری پھر جبکہ پانچ دن مثلاً خون آیا تو اب یہی عادت ٹھہری پہلی عادت بدل گئی وبارا ایکطرح ہے اثبات
اور انتقال عادت مین ابو یوسف کے نزدیک شرط نہین اسی قول پر فتوی ہے اور طرفین کے نزدیک عادت ثابت نہین ہوتی ہر دن دوبارہ کے والنفاس
لام توامین من الاول ہما ولدان بینہما دون نصف حول اور دو جوڑوان بچون کی مان نفاس پہلے بچے کے پیدا ہونے سے ثابت ہوتا ہے توامین دو دو
بچے ہین جنکے مابین مین آدھے برس سے کم زمانہ ہے یعنے اسواسطے کہ ولد اول سے انفتاح رحم ظاہر ہوا تو اسکے بعد کا خون نفاس ٹھہریگا وکذا الثلثۃ ولو بین
الاول والثالث اکثر سنۃ فی الاصح اور اسی طرح کا حکم تین بچون کا ہے اگرچہ مابین ولد اول اور ولد ثالث کے نصف سال سے زیادہ زمانہ ہو گیا ہو صحیح تر
قول مین یعنی اول اور ثانی مین اور ثانی اور ثالث مین نصف سال سے کم ہو تو اول اور ثالث کے زیادہ ہونے کا اصح قول مین کچھ اعتبار نہین مصنف نے
اپنی شرح مین بحر الرائق سے نقل کیا کہ جو خون کہ ولد ثانی کے بعد آیا اگر ۴۰ دن سے پہلے ہے تو وہ ولد اول کا نفاس ہے پورے ۴۰ دن تک اور ۴۰ دن کے
بعد استحاضہ ہے تو عورت غسل کرے اور نماز پڑھے بمجرد وضع ثانی کے وہو الصحیح انتہی وانقضاء العدۃ من الاخیر وفاقا لتعلقہا بالفراغ اور عدت کا منقضی
ہونا پچھلے بچے سے ہے بالاتفاق بسبب متعلق ہونے انقضا اور اختتام کے رحم کے خالی ہو جانے سے وسقط مثلث السین ای مسقوط ظہر بعض خلقہ کید
او رجل او اصبع او ظفر او شعر ولا یستبین خلقہ الا بعد مائۃ وعشرین یوما ولد حکما اور سقط یعنے جو پیٹ سے ایسا بچہ ناتمام گر پڑا جسکی بعض خلقت ظاہر ہو گئی جیسے
ہاتھ یا پاؤن یا انگلی یا ناخن یا بال تو وہ بچہ ہے حکم شرع مین شارح نے کہا کہ سقط کے سین مین تینون حرکات زبر زیر پیش لغت مین جائز ہین اور وہ بمعنی مسقوط کے ہے
اور ظہور اعضا نہین ہوتا مگر ایک سو بیس دن کے بعد ہم بحر الرائق مین ہے کہ سقط کی تعبیر ساقط کے ساتھ حق ہے لفظاً ومعنیً اسواسطے کہ سقط لازم ہے

نکا مفعول نہین آتا اور نفس وہی ہو مقصود ولد ہو خواہ وہ آپ گرجاے یا اُسکو کوئی گرا دے فتصیر الامۃ بہ نفساء والامۃ ام ولد ویحنث بہ ویقع
بہ المعلق تو جبکہ ساقط ولد ہو تو عورت اُسکے سبب سے نفاس والی اور لونڈی ام ولد ہو جاویگی اور مرد اُسکے سبب سے اپنی تعلیق مین قسم توڑنے والا ہوگا
اور اس سے عدت منقضی ہو جاویگی مع لونڈی اُسوقت ام ولد ہوگی جبکہ اُسکا مولی دعوے کرے کہ یہ میرے نطفہ سے ہے اور تعلیق کی یہ صورت ہے کہ غلام کا عتاق
وغیرہ یا کوئی عورت کی ولادت پر معلق کیا او طلاق اور عتاق واقع ہوگی ساقط کے پیدا ہونے سے اور عدت اُسکی آخر ہوگی خواہ وہ بی بی ہو یا لونڈی یا اُسکا شوہر مرگیا ہو
الا فی التعلیق فان لم یظہر لہ شیئی فلیس بشیئی پھر اگر حمل ساقط ہوا جسکے اعضا سے کچھ ظاہر نہو تو وہ کوئی چیز نہین یعنے نفاس وغیرہ کا حکم اس سے متعلق نہین والمرئی
حیض ان دام ثلثا وتقدمہ طہر تام اور جو خون کہ اُسکے بعد دیکھا جاوے وہ حیض ہے اگر جاری رہا تین دن اور اُسکے پہلے پورا طہر گذرا یعنے پندرہ دن کا والا استحاضۃ
اور اگر ایسا نہین یعنے تین دن جاری نہ رہا اور پورا طہر مقدم ہوا یا تین دن جاری رہا اور پورا طہر مقدم نہین ہوا تو وہ خون استحاضہ ہے ولو لم یدر حالہ
ولا عدد ایام حملہا ودام الدم تدع الصلوٰۃ ایام حیضتہا بیقین ثم تغتسل ثم تصلے کمعذور اور اگر حمل ساقط کا حال معلوم نہوا کہ اُسکی بعض خلقت ظاہر ہوئی یا نہین مثلا
اندہیرے مین گرا اور پھینک دیا گیا اور نہ حمل کے دنون کا شمار دریافت رہا اور خون ہمیشہ جاری ہو گیا تو نماز کو چھوڑے اپنے حیض کے یقینی دنون مین پھر نہا کر
پھر نماز پڑھا کرے معذور کے مانند ولا یحد ایاس بمدۃ بل ہو ان تبلغ من السن ما لا تحیض مثلہا فیہ فاذا بلغت وانقطع دمہا حکم باِیاسہا اور محدود
نہین ناامیدی حیض کی پیری کی وجہ سے کسی مدت معین کے ساتھ بلکہ ایاس یعنے ناامیدی یہ ہے کہ عورت اتنی عمر کو پہونچے کہ ویسی عورت کو اتنی عمر مین حیض نہ آتا ہو
پھر عورت جبکہ اس عمر کو پہونچی اور خون اُسکا بند ہو گیا تو اُسکے ایاس کا حکم ہوگا مع حلبی محشی نے کہا کہ یہ امام سے روایت ہے اور حکم ایاس کا فائدہ ہے کہ اُسکی
عدت مہینون سے گذریگی اگر اثنا عدت مین خون نمود نہوا فما رأتہ بعد الانقطاع حیض فیبطل الاعتداد بالاشہر وتفسد الانکحۃ پھر جو خون کہ دیکھا اُسنے
انقطاع کے بعد وہ حیض ہے تو باطل ہوگا عدت کا شمار مہینون سے اور نکاح فاسد ہو جاوینگے مع طلاق کی عدت تین حیض سے منقضی ہوتی ہے اور ایاس مین تین
مہینون سے پھر جب بعد انقطاع کے حیض آیا تو مہینون کی عدت باطل ہوگئی اب حیض سے عدت کرنا چاہیے اور نکاح اسواسطے فاسد ہوا کہ عدت کے اندر
نکاح واقع ہوا وہ جائز نہین وقیل یحد بخمسین سنۃ وعلیہ المعول والفتوے فی زماننا مجتبے وغیرہ تیسیرا اور بعضون نے کہا کہ ایاس کی مدت ۵۵ برس کے ساتھ
محدود ہے اور اسی قول پر اعتماد ہے اور اسی پر فتوے ہے ہمارے زمانہ مین چنانچہ مجتبے وغیرہ مین ہے آسانی کے واسطے وحدہ فی العدۃ بخمس وخمسین قال فی الضیاء
وعلیہ الاعتماد اور مصنف نے باب العدۃ مین ۵۵ برس کی حد ایاس بیان کی ہے ضیا مین کہا اور اسی قول پر اعتماد ہے وما رأتہ بعدہا ای بعد المدۃ المذکورۃ
فلیس بحیض فی ظاہر المذہب الا اذا کان دما خالصا فحیض حتی یبطل بہ الاعتداد بالاشہر لکن قبل تمامہا لا بعدہ حتی لا تفسد الانکحۃ وہو المختار للفتوی
جوہرۃ وغیرہا وتحققہ فی العدۃ اور جو خون کہ عورت دیکھیگی مدت مذکورہ کے بعد یعنے ۵۵ یا ۵۰ برس کے بعد وہ حیض نہین ہے ظاہر مذہب مین مگر جبکہ
خون خالص ہو تو وہ حیض ہے تو باطل ہو جاویگا خون خالص کے نکلنے سے عدت کا شمار کرنا مہینون سے لیکن قبل تمام ہونے عدت کے بطلان ہے نہ بعد
تمام ہونے کے تو نکاح فاسد نہونگے بعد عدت کے خون خالص کے نکلنے سے اور یہی قول فتوی کے واسطے مختار ہے چنانچہ جوہرہ نیرہ وغیرہ مین ہے اور ہم
آگے اسکی تحقیق مذکور کرینگے باب العدۃ مین وصاحب عذر من بہ سلسل بول لا یمکنہ امساکہ او استطلاق بطن وانفلات ریح واستحاضۃ
او بعینہ رمد او عمش او غرب وکذا کل ما یخرج بوجع ولو من اذن وثدی وسرۃ اور صاحب عذر یعنے معذور وہ شخص ہے جسکو سلسل بول کی بیماری ہے یعنے
جسکا پیشاب ہر وقت جاری ہے اسطرح کہ اسکو روک نہین سکتا یا کہ اُسکا پیٹ چلتا ہے یعنے دست آتے ہین یا ریح نہین تھمتی یا استحاضہ ہے یا اُسکی آنکھ مین
جوش ہے یعنے درد کے ساتھ یا آنکھ چوندھی ہے کیچڑ بہتا ہے یا گوشۂ چشم مین ناسور ہے اور اسی طرح جو پیپ یا پانی بدن سے نکلے درد کے ساتھ اگرچہ کان
اور پستان اور ناف سے نکلے وہ معذور ہے مع جوش چشم اور ناسور وغیرہ مین آنسو اور پانی کا نکلنا درد کے ساتھ شرط ہے عذر کی ان استوعب عذرہ

تمام وقت صلوٰۃ وهو وحكمه ان لا يجد في جميع وقتها زمنا يتوضأ و يصلي فيه خاليا عن الحدث بشرطیکہ ... اگر نماز فرض کے تمام وقت کو
گھیرے یعنی نماز کے سارے وقت میں ایسا زمانہ نہ پاوے جس میں وضو کرے اور نماز پڑھے حدث سے خالی ہو کر ولو حکما لان الانقطاع الیسیر ملحق
بالعدم فی ہذا الاستیعاب اور انقطاع عذر کا حکمی ہو یا حقیقی اسواسطے کہ تھوڑا سا انقطاع ... عذر کا عدم انقطاع کے ساتھ ملحق ہے ... استیعاب حکمی کی نظیر
کو یا ... انقطاع قلیل ہو کہ اسمیں اداے نماز اس سے خالی ہو کر نہ ہوسکے کذا فی الطحطاوی وهذا شرط العذر فی حق الابتداء اور یہ یعنی استیعاب
عذر کا نماز کے تمام وقت میں شرط ہے عذر کے شروع ہونے کے حق میں یعنی ثبوت عذر واسطے ... ہوتا ہے وفی حق البقاء کفی وجوده فی جزء من الوقت
ولو مرۃ و فی ... حق میں عذر کا پایا جانا وقت نماز کے کسی جزو میں کفایت کرتا ہے اگرچہ ایک ہی بار ہو یعنی ایک بار کا وجود کافی ہے وشرط استیعاب وفی حق
الزوال یشترط استیعاب الانقطاع تمام الوقت حقیقۃ لانہ الانقطاع الکامل اور عذر جانے کے حق میں استیعاب انقطاع عذر کا تمام وقت میں حقیقۃ
شرط ہے اسواسطے کہ انقطاع کامل یہی ہے عدم انقطاع حقیقی کا تمام وقت میں ... معلوم ہو جائے اگر انقطاع کامل ہے ... دوسرے وقت میں موجود
ہو تو وہ پھر صاحب عذر ہو گیا اور نہیں تو نہیں کذا فی الطحطاوی وحکمہ الوضوء لا الغسل لوقت کل فرض اور حکم معذور کا وضو کرنا ہے ہر نماز فرض
وقت نہ ... اسکے یعنی بدن اور مکان کا ... وضو سے مراد طہارت ہے خواہ وضو ہو خواہ تیمم سے اور فتویٰ اسی پر ہے الا کہ یہ حالت کہ جو نجس
ہو جائے تو نماز کے فراغت ہونے سے پہلے وہ ناپاک ہو جائے تو اب کپڑا دھونا لازم نہیں اور اسی طرح بدن اور مکان کا کذا فی الطحطاوی اللام للوقت کما فی
لدلوک الشمس یعنی لام کا لکل فرض میں وقت کیواسطے ہے چنانچہ قرآن مجید میں لدلوک الشمس کا لام وقت کے واسطے ہے یعنی نماز کو تمام کرو سورج کے ڈھلنے کے وقت
چونکہ لکل فرض سے وضو کرنا ہر نماز فرض کے لیے نکلتا تھا اگرچہ ایک وقت میں چند فرض ہوں لہذا شارح نے جواب دیا کہ حرف لام کا بیان وقت کیواسطے
ہے ثم یصلی فیہ فرضا ونفلا فی حق الواجب بالاولی پھر نماز پڑھے اس وضو سے وقت کے اندر فرض اور نفل تو واجب نماز بطریق اولے اور ... یعنی جبکہ
نفل باوجود ... نہیں جائز ہے تو واجب بطریق اولی جائز ہے فان خرج الوقت بطل ای ظہر حدثہ السابق حتی لو توضأ علی الانقطاع ودام الی خروجہ لم یبطل
بالخروج مالم یطرأ حدث آخر او یسیل پھر جبکہ وقت گیا تو وضو باطل ہو گیا یعنی اگلا حدث ظاہر ہو گیا یعنی ظہور حدث سابق بطلان کا سبب ہے خروج وقت سبب
نہیں تو اگر معذور نے وضو کیا عذر کے منقطع ہو جانے کے وقت پھر وہ انقطاع دائم رہا وقت نماز کے نکل جانے تک تو وضو باطل نہ ہوگا وقت کے خارج
ہونے سے جب تک کہ دوسرا حدث اس وضو پر طاری نہ ہو یا عذر سابق جاری نہ ہو اس صورت میں خروج وقت سے اسواسطے وضو باطل نہ ہوگا کہ اس نے
وقت وضو نہیں کیا اور نہ سیلان اسکے بعد پایا گیا کالمسئلۃ مسح خفیہ یہ مسئلہ مانند مسئلہ مسح کرنے موزہ معذور کے ہے یعنی اگر عذر کے وقت وضو کر کے موزہ پہنا
تو وقت کے اندر مسح کرنا جائز ہے اور خروج وقت سے بدون نزع خف مسح روا نہیں اور اگر انقطاع عذر میں وضو کیا اور موزہ پہنا تو غیر معذور کے مانند
ایک رات دن مقیم کو اور تین رات دن مسافر کو مسح جائز ہے وافاد انہ لو توضأ بعد الطلوع ولو لعید او ضحی لم یبطل الا بخروج وقت الظہر اور وقت
کی قید نے اسکا فائدہ دیا کہ اگر بعد طلوع کے وضو کیا اگرچہ عید یا چاشت یا عید الضحیٰ کا وضو ہو تو وضو باطل نہ ہوگا مگر ظہر کے وقت کے خارج ہو جانے
سے یعنی یہ جو مصنف نے کہا کہ خروج وقت مبطل ہے سو وقت سے مراد نماز پنجگانہ کا وقت ہے اور طلوع کے بعد تا نصف النہار کوئی نماز فرض
کا وقت نہیں تو بدون خروج وقت ظہر بطلان وضو ثابت نہ ہوگا وان سال علی ثوبہ فوق درہم جاز لہ ان لا یغسلہ ان کان لو غسلہ
تنجس قبل الفراغ منہا ای الصلوٰۃ وان لم یتنجس قبل فراغہ فلا یجوز ترک غسلہ ہو المختار للفتویٰ اور اگر معذور کے کپڑے پر درم سے زیادہ نجاست
روان ہوئی تو اسکو اسکا نہ دھونا جائز ہے جو اس طرح ہو کہ اگر اسکو دھووے تو کپڑا نجس ہو جاوے نماز کے فراغت ہونے سے پہلے اور اگر
ناپاک نہ ہو فارغ ہونے سے پہلے تو دھونا ترک کرنا جائز نہیں یہی قول پسندیدہ ہے فتویٰ دینے کے واسطے وکذا مریض لا یبسط ثوبا الا

اور جس قدر نماز پڑھنے سے وقت جاتا رہے اتنی دیر تک بند رہنا ہی شرط ہے کیونکہ زیادہ اسکی پاک ہو جاتا ہے پس اسکو کل وقت جاننا چاہیے ہم صورت مذکورہ میں
پاک نہیں ہیں پاک ہوا نماز کے واسطے اگر اس نے پھر پایا تو اسکے ظہور کی نجاست اور اسکے قبل ختم ہونے تک پاک ہو جاتا ہے تو وضو توڑ
ابطال وضو جب ظاہر ہو اس سے مراد یہ ہے کہ اسکا تمام ہونا کذا فی الطحطاوی والمقدر انما یبقی طہارتہ فی الوقت بشرطین اذا توضأ لعذرہ ولم
یطرأ علیہ حدث آخر اور معذور کی طہارت باقی رہتی وقت میں گر دو شرطوں سے ایک یہ کہ جب وضو کیا اپنے عذر کے سبب سے اور دوسرے یہ کہ
اور حدث طاری ہوا ہو اما اذا توضأ لحدث آخر وعذرہ منقطع ثم سال او توضأ لعذرہ ثم طرأ علیہ حدث آخر بان سال احد منخریہ او جرحیہ او قرحتیہ ولو من
جدری ثم سال الآخر فلا تبقی طہارتہ بلکہ جب وضو کیا معذور نے کسی اور حدث کے سبب سے اور اسکا عذر سابق بند ہو پھر اسکا عذر روان ہوا یا وضو
کیا اپنے عذر معلوم کے سبب سے پھر اس وضو پر کوئی اور حدث طاری ہوا اس طرح پر کہ اسکا ایک نتھنا یا ایک زخم یا ایک قرحہ جاری ہوا اگرچہ وہ چیچک کا ہو
پھر دوسرا نتھنا یا دوسرا زخم یا دوسرا قرحہ جاری ہو گیا تو طہارت اسکی باقی نہ رہی ہم پہلی صورت میں اس وضو کا نقض واسطے ہوا کہ وضو عذر کی وجہ سے
ہوا تھا بلکہ دوسری وجہ سے واقع ہوا تھا چنانچہ نہیا اور اسکی شرح میں ہے اور اگر دونوں نتھنے یا دونوں زخم ساتھ ہی جاری ہوئے پھر ایک بند ہو گیا تو اسکا
وضو باقی ہے جبتک کہ وضو نماز کا باقی ہے کذا فی البحر فروع مسائل متفرقہ کے یجب رد عذرہ او تقلیلہ بقدر قدرتہ ولو بصلوتہ مومیا واجب ہے ہٹانا اور
روکنا اپنے عذر کا یا اسکا کم کر دینا بقدر اپنی طاقت کے اگرچہ اشارہ کر کے نماز پڑھنے سے عذر موقوف ہو سکے یعنی اگر عذر ہٹ سکتا ہو تو اسکو ہٹانا
نہیں تو کم کر دے بحر الرائق میں ہے کہ جب معذور قادر ہو رد سیلان پر پٹی باندھنے یا روئی اندر کرنے سے یا اگر بیٹھ کر پڑھنے تو سیلان بند ہو تو رد کرنا واجب
ہے یعنی فرض ہے تو بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھے اگر سیلان سے سیلان ہوتا ہے اسواسطے کہ ترک سجدہ آسان ہے حدث کے ساتھ نماز پڑھنے سے وبردہ لا
یبقی صاحب عذر اور عذر کے روک دینے سے وہ شخص معذور باقی نہ رہیگا یعنے تندرست کا حکم پیدا کریگا بخلاف الحائض بخلاف حیض والی عورت
کے یعنے اگر حائض حیض کا سیلان روک دے کسی تدبیر سے تو وہ حائض ہی باقی رہیگی اور مستحاضہ میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ وہ معذور کے اندر
اور بعضوں نے کہا کہ حائض کے مانند طحطاوی نے کہا کہ استحاضہ عذرات میں داخل ہے تو قول ثانی ضعیف ہے ولا یصلی من بہ انفلات ریح خلف من بہ سلس
بول لانہ معہ حدث ونجس اور نماز نہ پڑھے وہ شخص جسکی ریح جاری ہے پیچھے اس شخص کے جسکا پیشاب نہیں تھمتا اسواسطے کہ امام میں دو عذر ہیں ایک حدث
اور دوسرا نجاست یعنی مقتدی میں ایک ہی عذر ہے حدث کا نہ نجاست کا

باب الانجاس

یہ باب ہے نجاستوں اور ناپاکیوں کے احکام میں جب نجاست حکمیہ کے بیان سے فراغت ہوئی تو نجاست حقیقیہ اور اسکے پاک کرنے کا بیان شروع ہوا اور
حکمیہ کو اسواسطے مقدم کیا کہ وہ قوی تر ہے کیونکہ نجاست حکمیہ قلیل بھی نماز کی مانع ہے بالاتفاق اور اسکا وجوب ازالہ کسی عذر سے ساقط نہیں بخلاف
نجاست حقیقیہ کے جمع نجس بفتحتین وہو لغۃ یعم الحقیقی والحکمی وعرفا یختص بالاول انجاس جمع ہے نجس کی بفتح نون وجیم اور وہ لغت عرب میں شامل ہے پاک حقیقی
اور حکمی کو اور عرف میں اول یعنے حقیقی کو خاص ہے ہم نجس بالفتح جیم مخصوص نجاست ذاتیہ ہے اور نجس بکسر جیم ذاتیہ اور عرضیہ دونوں میں مستعمل ہے تو
وہ عام ہے مثلا تو گوہ اور پیشاب کو نجس بالفتح اور بالکسر دونوں کہینگے اور جس کپڑے میں نجاست لگ گئی اسکو نجس بالفتح جیم نہ کہینگے بلکہ اسکو نجس
بکسر جیم بولینگے اور خبث کا لفظ نجاست حقیقی کے ساتھ اور حدث نجاست حکمی کے ساتھ مخصوص ہے اور ازالہ حقیقی کا بدن اور کپڑے اور مکان سے
فرض ہے اگر مقدار مانع صلوۃ ہو اور اسکا ازالہ بلا ارتکاب امر اشد ممکن ہو یعنی اگر ازالہ بلا کشف عورت ممکن نہ ہو تو نجاست کے ساتھ نماز پڑھے کیونکہ کشف عورت
شدید تر ہے تو اگر کشف عورت لوگوں میں کریگا تو فاسق ہوگا اسواسطے کہ جو شخص دو امر قبیح میں مبتلا ہو وہ آسان تر کو اختیار کرے کذا فی الطحطاوی مختصرا بحوز رفع

باب الانجاس

نجاسۃ حقیقیۃ عن محلہا ولو انا او ماکولا علم محلہا اولا بماء ولو مستعملا بہ یفتی جائز ہی دور کرنا نجاست حقیقی کا اُسکے مقام سے یعنی جہان وہ لگی ہو اگرچہ محل
نجاست برتن یا کھانے کی چیز ہو چنانچہ روٹی یا لکڑی خواہ محل اُسکا معلوم ہو یا نہو پانی سے دھوکر اگرچہ مستعمل پانی ہو اسی کا فتوی دیا گیا ہی م طحطاوی
مین خلاصہ سے منقول ہی کہ کپڑے کا ایک کنارہ نجس ہو گیا سو یاد نرہا کہ کونسا ہی سو اُسنے کوئی کنارہ دھو ڈالا بدون اٹکل کے تو کپڑا پاک ہو گیا یہی قول مختار
ہی وبکل مائع طاہر قالع للنجاسۃ ینعصر بالعصر کخل وماء ورد حتی الریق فتطہر اصبع وثدی تنجس بالحس ثلثا اور جائز ہی رفع نجاست ہر ایک بہنے والی پاک نجاست
اُکھاڑنے والی چیز سے کہ نچڑ جاوے نچوڑنے سے چنانچہ سرکہ اور گلاب یہانتک کہ مُنھ کی رال بھی تو جو اُنگلی اور پستان کہ ناپاک ہوئی پاک ہو جاتی ہی تین بار کے
چاٹنے سے م گلاب اور سرکہ کے مانند آب باقلا اور آب زعفران اور اشجار اور اثمار اور تربوز کا پانی بھی نجاست کو دور کرتا ہی اور پستان نجس ہو جاتی ہی شیر
خوار کی قے سے پھر اُسکے تین بار چاٹنے اور ازالہ اثر سے پاک ہو جاتی ہی بخلاف نحو لبن کزیت لانہ غیر قالع بر خلاف مثل دودھ کے چنانچہ تیل اسواسطے کہ وہ نجاست
کو نہین دور کرتا یعنے اپنی چکنائی کے سبب سے وما قیل ان اللبن وبول مایوکل مزیل فخلاف المختار اور یہ جو بعضون نے کہا ہی کہ دودھ اور حلال جانور کا پیشاب
نجاست کا دور کرنے والا ہی سو قول مختار کے مخالف ہی م یہ قول غیر مختار ابو یوسف رح کا قول ہی ویطہر خف ونحوہ کنعل تنجس بذی جرم ہو کل ما یری بعد
الجفاف ولو من غیرہا کخمر وبول اصابہ تراب بہ یفتی بذلک یزول بہ اثرہا اور موزہ اور اُسکے مانند چنانچہ جوتا جو ناپاک ہو گیا جسم والی نجاست سے پاک ہو جاتا ہی
ایسے رگڑنے سے کہ اثر اُسکا اس سے دور ہو جاوے جسم دار وہ نجاست ہی جو نظر آوے خشکی کے بعد اگرچہ اور چیز سے ملکر خشک ہونے کے بعد نظر پڑے چنانچہ
شراب اور پیشاب جسکو مٹی لگ گئی اسیکا فتوی دیا جاتا ہی م موزہ کی قید اسواسطے لگائی کہ بدن اور کپڑا رگڑنے سے پاک نہین ہوتا مگر منی کے رگڑ ڈالنے
سے کپڑا پاک ہو جاتا ہی شراب اور پیشاب اگرچہ بعد خشکی کے نظر نہین آتا مگر مٹی سے ملکر جرم دار ٹھہریگا تو وہ بھی رگڑنے سے پاک ہو جائیگا اثر سے مراد
اوصاف ثلثہ ہین یعنے رنگ اور مزا اور بو تو اگر کوئی بھی باقی رہیگا تو پاک نہوگا رگڑنا خواہ زمین پر ہو خواہ ناخن اور لکڑی اور پتھر سے کذا فی الطحطاوی والا
جرم لہا کبول فیغسل اور اگر نجاست کا جرم نہو تو موزہ اور مانند اُسکے دھویا جاوے یعنے تین بار خشک کرنے کے ساتھ ایسا ہی بحر الرائق مین لیکن حلبی مین قہستانی
سے منقول ہی کہ قول مختار یہ ہی کہ تین بار اُسپر پانی ڈالے اور چھوڑ دے یہانتک کہ ٹپکنا بند ہو جاوے ویطہر صیقل لا مسام لہ کمرآۃ وظفر وعظم وزجاج وآنیۃ مدہونۃ
وخراطی وصفائح فضۃ غیر منقوشۃ بمسح یزول بہ اثرہا مطلقا بہ یفتی اور پاک ہوتا ہی صیقل دار یعنے گھونٹ والا جسمین مسام نہین چنانچہ آئینہ اور ناخن اور ہڈی
اور شیشہ اور روغنی برتن چنانچہ رکابی اور پیالی چینی اور خرادی سخت لکڑی چکنی اور بے نقش چاندی کے پتر پونچھنے سے اسطرح کہ اثر نجاست کا باقی نرہے
خواہ نجاست تر ہو یا خشک اسی کا فتوی دیا جاتا ہی م پونچھنا صیقلی چیز کا قول معتمدین مطہر ہی خواہ مٹی سے پونچھے خواہ کپڑے اور صوف سے خواہ نجاست
تر ہو یا خشک کذا فی الطحطاوی وتطہر ارض بخلاف نحو بساط بیبسہا ای جفافہا ولو بریح اور پاک ہو جاتی ہی زمین اُسکے خشک ہو جانے سے اگرچہ حرارت
ہوا سے خشکی حاصل ہو بر خلاف فرش اور اُسکے مانند کے کہ وہ پاک نہین ہوتا بدون پانی جاری کرنے کے م اگر زمین تر ہو تو بدون دھونے کے پاک
نہوگی پھر اگر ایسی نرم زمین ہو کہ پانی کو سوکتی ہو تو اتنا پانی اُسپر ڈالے کہ اُسکے پاک ہو جانے کا ظن غالب حاصل ہو اور اگر سخت ہو اور ڈھالو ہو تو اُسکے
اسفل مین گڑھا کھودے اور زمین پر پانی ڈالے جب گڑھے مین پانی جمع ہو تو اُسکو مٹی سے توپ دے اور اگر سخت زمین برابر ہی تو اُسکا دھونا ممکن نہین بلکہ
اُسکو کھود کر نیچے کی مٹی اوپر اور اوپر کی نیچے کر دے اور گچ کی زمین ہو تو اُسپر پانی ڈالے پھر اُسکو رگڑے اور کپڑے یا صوف سے پانی اُسکا خشک کرلے
تین بار اسطرح کرے اور اگر بہت سا پانی اُسپر ڈالے کہ نجاست کا بالکل اثر باقی نہ رہے پھر اُسکو چھوڑے کہ خشک ہو جاوے تو پاک ہو جاویگی کذا فی
الطحطاوی عن السراج والخلاصۃ والمحیط وذہاب اثرہا کلون وریح لاجل صلوۃ علیہا لا لتیمم لہا اور نجاست کا اثر جانا زمین پر نماز پڑھنے کے واسطے
ہی نہ اس سے تیمم کرنے کے لیے م نجاست کا اثر چنانچہ رنگ اور بو اور اسی طرح مزہ لان المشروط لہا الطہارۃ ولہ طہوریۃ اسواسطے کہ نماز کے لیے

تھیں کہ پاک ہوتا ہے جو چیز کہ مشہور ہوا اور تیمم کے واسطے جو مٹی کہ پاک ہوا تو پتھر جو بچھا ہو اور فرش وغیرہ کہ زمین پر جو تنہا ہو کہ وہ نہیں
سے ارض کذا کذالک اسی کا ارض ... اور چونا اینٹ مفروش اور واسطے اسکے ہے چنانچہ اینٹ فرش کی اور بانس وغیرہ کی
درخت اور گھاس کا جو زمین پر جما ہو اور اسی طرح ظاہر ہے زمین سے کہ پاک ہوجاتی ہیں یہ سب چیزیں نجاست کے خشک ہونے سے
کہ پاک ہیں ... الخ جو انسان کا ... اور وہ ... بیٹھے ... جو ہوں ہیں
ہوتی ہیں ... کہ کذا فی الطحطاوی عن الحموی ... اور اسی طرح خشک ہونے سے
ہو جاتی ہیں وہ چیزیں جو ثابت اور قائم ہیں چنانچہ واسطے کہ اسکے متصل ہونے سے زمین کے ساتھ اسے زمین کا حکم ہوگیا ... المنفصل
یغسل لا غیر الا حجر ... کذا فی ... تو جو چیز کہ زمین سے جدا ہو چنانچہ غیر مفروش اینٹ ... تو وہ دھونے سے پاک ہوتی ہے اسکے غیر سے
... چنانچہ وہ زمین کے اندر خشک ہونے سے پاک ہوتی ہے ... بحر الرائق ... پتھر تو بدون دھونے کے پاک نہیں ہوتا و یشترط
منی ... اور خشک منی کا ... پاک ہو جاتا ہے ... سے
اور اسکے اثر کا باقی رہنا کچھ ضرر نہیں کرتا بشرطیکہ ... پاک ہو ... پانی سے استنجا کیا ہو ... اس صورت میں کافی ہے جبکہ ... ذکر ظاہر ہو اس طرح
کہ پیشاب کیا اور مخرج سے متجاوز نہوا یا تجاوز کیا اور پانی سے استنجا کر لیا کذا فی الطحطاوی ... المجتبی ... فانزل ... الثلوثة
بالنجس ... اسے برطوبة الفرج فیکون متفرعا علی قولهما ... ان الرطوبات البدن ... اور مجتبی میں ہے کہ ... میں داخل
ہوا پھر خارج کیا پھر انزال ہوا تو یہ خشک منی طاہر نہوگی بدون دھونے کے بسبب ... ذکر کے نجاست سے انتہی کلام المجتبی ... پاکی ہوتی
فرج کی رطوبت سے تو یہ مجتبی کا قول متفرع ہے صاحبین کے قول پر کہ اسکی رطوبت ناپاک ہے لیکن امام اعظم ... نزدیک تو وہ پاک ہے جیسے بدن کی
باقی رطوبات چنانچہ تھوک اور رینٹ اور پسینا پاک ہیں والا ... الا ... بالغسل ... المشہور ... اور اگر منی
خشک نہو یا ... پاک نہو تو دھوئی جاوے جیسے باقی ناپاک چیزیں دھوئی جاتی ہیں خشک ہوں یا تر اگرچہ تازہ خون ہو ... قول مشہور کے ... غیر مشہور
مجتبی کا یہ قول ہے کہ اگر تازہ خون کپڑے میں لگا اور خشک ہو گیا پھر اسکو چھیلا اور ملا تو کپڑا پاک ہو گیا جیسے منی سے پاک ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی ... فرق
میں ... والمرض ... وغیرہ ... فرق کے ... منی ... اگرچہ وہ بیماری سے ... ہو گئی ہو اور درمیان
منی عورت کے اور بدون فرق کے درمیان منی آدمی کے اور غیر آدمی کے چنانچہ باقانی نے اسکو بحث کی راہ سے بیان کیا ہے نہ روایت کی راہ سے ...
اسی طرح قہستانی میں بحث کی راہ سے آدمی اور غیر آدمی کی منی کو برابر کہا ہے اور فیض میں اسکو مصرح بیان کیا ہے جنہوں نے کہا کہ آدمی کی منی میں
خلاف قیاس رخصت وارد ہے تو اسپر غیر آدمی کا قیاس نہیں کذا فی الطحطاوی ... ولو جدیدا ... فی الاصح ... بدن علی الظاہر
من المذہب اور بدون فرق کے درمیان کپڑے کے اگرچہ کپڑا نیا ... اور درمیان بدن کے بنابر ظاہر مذہب کے ... ہم
نتیجے ... طہارت مخرج خشک منی ملنے اور تر منی دھونے سے پاک ہوتی ہے خواہ مرد کی منی ہو یا عورت کی خواہ کپڑے پر ہو یا بدن پر ...
... المعتمد ... دریافت کرنا چاہیے کہ کپڑا وغیرہ خشک منی کے ملنے کے بعد تر ہونے سے پھر ناپاک ہوتا ہے یا اسمیں جواب
وہ ناپاک نہیں ہوتا معتمد قول میں وکذا کل ما حکم بطہارتہ بغیر مائع اور اسی طرح جب چیز کی طہارت کا حکم ہو گیا بدون سائل چیز کے وہ تر
ہونے سے پھر ناپاک نہیں ہوجاتی ہے مثلاً غیر سائل چنانچہ پونچھا اور خشک ہوا اور جلا وغیرہ ذلک بحر الرائق میں ہے ... الاصل ... التصحیح ... اختیار
طہارت کے اس مسئلہ میں مختلف ہے مگر طہارت کا اعتبار ہر صورت میں اولیٰ ہے جیسا کہ اصحاب متون نے اسکی تصریح کی ہے ہر مسئلہ میں ...

فے الخزائن المطہرات الی نیف وثلثین وغیرت نظم ابن وہبان فقلت ادر البتہ مین سنے یہونچایا ہی خزائن الاسرار مین مطہرات کو کئی اور تیس تک اور بدل ڈالا مین نے ابن وہبان کی نظم کو سو مین نے یون کہا ہے ۝ وغسل ومسح والجفاف مطہر ؛ ونحت وقلب العین والحفر یذکر ؛ اور دھونا اور پونچھنا اور خشک کرنا پاک کرنے والا ہی اور چھیلنا اور ذات کا بدل جانا اور کھودنا ذکور ہی مطہرات مین ہم دھونا جیسے مثلاً کپڑے مین اور پونچھنا صیقل دار مین اور خشکی زمین مین اور چھیلنا لکڑی مین اور ذات کا بدل جانا گدھے اور سور کے نمک ہوجانے مین اور کھودنا زمین مین ظاہر کرتا ہی ؛ ودبغ وتخلیل ذکوۃ تخلل ؛ وفرک ودلک والدخول التغور ؛ اور دباغت کرنا چمڑے کا اور سرکہ بنانا شراب کا نمک وغیرہ ڈال کر اور ذبح کرنا جانور کا اور شراب کا خود بخود سرکہ بنجانا اور خشک منی کا مل ڈالنا اور موزے کا رگڑنا اور حوض نجس مین پاک پانی کا اسقدر داخل ہونا کہ وہ پھر رواں ہوجاے اور کنوئین کے پانی ناپاک کا زمین کے اندر گھسنا اور دھس جانا طاہر کرتا ہی تصرفہ فے البعض ندف ونزحہا ؛ ونار وغلے غسل بعض تقور ؛ تصرف کرنا بعض مین اور روئی کا دھننا اور کنوئین کے پانی کا نکال ڈالنا اور ناپاک چیز کا آگ مین جلجانا اور ابالنا اور بعض کا دھونا اور بستہ چیز مین نجاست نکال کر گرڈھا کر دینا ام تصرف بعض کا اسطرح مطہر ہی کہ اناج جب بھوسے سے جدا ہوتا ہی بیلون کے روندنے سے تو انکے پیشاب اور گوبر سے ناپاک ہوجاتا ہی تو جب اسمین کچھ خرچ کیا تو سب پاک ہوگیا خرچ کرنا عام ہی خواہ کھانے کے واسطے ہو خواہ بیع خواہ ہبہ خواہ خیرات کے واسطے فتاوے عالمگیری مین ہی کہ اگر نصف سے کمتر روئی ناپاک ہوئی تو دھنے سے پاک ہوجاویگی اور قہستانی مین ہی کہ تیل اور اسکے مانند چنانچہ گھی یا شہد ناپاک ہوا پھر اسمین پانچوان حصہ پانی ڈالکر ابالا کہ پانی جلگیا تو وہ پاک ہوا اور کپڑا ناپاک ہوا معلوم نہین کہ ناپاکی کہان ہی تو ایک طرف کے دھونے سے پاک ہوجاتا ہی اور گھی یا شہد یا راب گاڑھی ہی اور اسمین چوہا گر کے مرگیا تو چوہے کو اور اسکے گردپیش کے گھی کو نکال ڈالے کہ گرڈھا بنجاسے تو باقی چیز پاک ہوگئی ویطہر زیت تنجس بجعلہ صابونا بہ یفتی للبلوے کتنور رش بماء نجس لا باس بالخبز فیہ اور پاک ہوجاتا ہی ناپاک تیل اسکو صابون بناڈالنے سے اسی قول پر فتوے ہی بوجہ بلوی کے یعنی اس سے بچاؤ دشوار ہی جیسے وہ تنور جو ناپاک پانی سے چھڑکا گیا اسمین روٹی پکانے کا کچھ ڈر نہین کطین تنجس فجعل منہ کوز ابعد جعلہ فے النار یطہران لم یظہر فیہ اثر النجس بعد الطبخ ذکرہ الحلبی چنانچہ وہ مٹی کہ ناپاک ہوگئی سو اسکا کوزہ بنایا گیا آگ مین ڈالنے کے بعد پاک ہوجاتا ہی اگر اسمین نجاست کا اثر پکانے کے بعد ظاہر نہین ہوا ایسا ذکر کیا ہی حلبی نے ہم یہ حلبی شارح ہی منیۃ المصلی کا اور دوسرا حلبی ابراہیم ہی درمختار کا محشی وعفا الشارع عن قدر درہم وان کرہ تحریما فیجب غسلہ اور صاحب شرع نے نجاست بقدر درہم کے معاف کردی ہی اگرچہ اسکے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہی تو بقدر درم کے نجاست کا دھونا واجب ہی ہم عفو سے مراد یہ ہی کہ قدر درم کی نجاست کے ساتھ نماز صحیح ہی بدون اسکے دھونے کے اور یہ مراد نہین کہ وہ مکروہ بھی نہین کیونکہ اسکی کراہت ثابت ہی اور اگر نماز شروع کرچکا تو اسکے دھونے کے واسطے نماز کا توڑنا جائز ہی کذا فی الطحطاوی وما دونہ تنزیہا فیسن اور مکروہ تنزیہی ہی درم سے کم نجاست تو اسکا دھونا مسنون ہی نہ واجب اور فرض ہم یہی قول معتمد ہی پھر اگر درم سے کم نجاست کے ساتھ نماز شروع کرچکا تو تامل کرے اگر وقت مین وسعت ہو تو دھونا افضل ہی پھر نماز پڑھنا اور اگر جماعت نوت ہوتی ہو تو اگر پانی ملسکتا ہو اور دوسری جماعت پاسکتا ہو دوسرے مقام مین تو بھی دھونا افضل ہی ورنہ نماز قطع نکرے وفوقہ مبطل فیفرض اور درم سے زیادہ نجاست نماز کو باطل کرتی ہی تو اسکا دھونا فرض ہی والعبرۃ لوقت الصلوۃ لا لاصابۃ علے الاکثر نہر اور اعتبار نجاست کی مقدار مین نماز پڑھنے کے وقت کا ہی نہ نجاست لگ جانے کے وقت کا اکثر علما کے نزدیک چنانچہ نہر الفائق مین ہی وہو مثقال وزنہ عشرون قیراطا فی نجس کثیف لہ جرم وعرض مقعر الکف وہو داخل مفاصل الاصابع فی رقیقہ من مغلظۃ کعذرۃ آدمی اور وہ یعنے درم بوزن ایک مثقال کے ہی یعنے ۲۰ قیراط کی گاڑھی نجاست جرم دار مین اور بقدر چوڑائی قعر کف دست کے ہی تپلی نجاست مین اور قعر کف دست اندر ہی انگلیون کے جوڑون کا غلیظ نجاست سے جیسے آدمی کا گو ہم نجاست غلیظ ایک درم

سو معاف ہو بعضوں نے درم کے وزن کا اعتبار کیا مثقال اور بعضوں نے مساحت کا ہندوانی نے دونوں قولوں میں توفیق دی کہ گاڑھی نجاست میں درم کے وزن کا اعتبار ہو اور پتلی میں مساحت درم کا اعتبار ہو بدائع میں کہا یہی قول مشائخ ماوراء النہر کے نزدیک مختار ہو اور زاہدی نے اسی کو صحیح کہا ہو امام اعظم کے نزدیک نجاست غلیظہ جسمین دو نص متعارض نہوں صاحبین نے کہا اور اسکے ساتھ مجتہدین صاحبین کے نزدیک نجاست غلیظہ امام کے نزدیک یہ ہو جسمین دو نص متعارض ہوں صاحبین نے کہا اور انکے ساتھ مجتہدین کا اختلاف بھی ہو اور فتنہ کی تعریف میں ... اسکا اعتبار ہو بعین بلوی یعنی حرج واقع ہو وکذا فی الطحطاوی مختصراً وکذا کل ما خرج منہ موجباً لوضوء او غسل مغلظ او اسیطرح ... آدمی کے بدن سے ... وضو یا غسل کی موجب ہو کر وہ نجاست غلیظہ ہو مثل جیسا کہ پیشاب اور منی اور مذی اور ودی اور پیپ اور قے منہ بھر کے اور خون حیض کا ... ہے لیکن اس کلیہ پر بچے کا اعتراض وارد ہوتا ہو کہ باوجودیکہ ناقض وضو ہو پھر طاہر ہو وبول غیر ماکول ولو من صغیر لم یطعم الا بول ... اور جیسے جانور غیر ماکول کا پیشاب آدمی ہو یا غیر آدمی اگرچہ شیر خوار بچے کا پیشاب ہو مگر چمگادڑ کا پیشاب اور اسکی بیٹ پاک ہو وکذا ... علیہ الفتوی کما فی التاتارخانیہ اور اسیطرح چوہے کا پیشاب پاک ہو یعنے معاف ہو بسبب نہ ہوسکنے بچاؤ کے اس سے اور اسی پر فتوی ہو چنانچہ تاتارخانیہ میں ہو مصنف نے کہا یہ معافی کپڑوں اور طعام میں ہو نہ پانی میں بزازیہ اور فتاوی قاضیخان میں چوہے کی نجاست کو ظاہر الروایۃ کہا ... ظاہر الروایۃ پر فتوے مقدم ہو کذا فی الطحطاوی وسیجئ فی آخر الکتاب ان خرءها لا یفسد ما لم یظہر اثرہ اور آخر کتاب میں آویگا کہ چوہے کی مینگنی ناپاک نہیں کرتی جبتک اسکا اثر ظاہر نہو یعنی رنگ یا بو مثلاً روٹی کے اندر چوہے کی مینگنی نکلی اگر وہ سخت ہو تو اسکو نکال ڈالے اور روٹی کو کھالے کہ وہ پاک ہو کذا فی البحر وفی الاشباہ بول السنور فی غیر اوانی الماء عفو وعلیہ الفتوی اور اشباہ میں ہو کہ بلی کا پیشاب پانی کے برتنوں کے سوا معاف ہو ... فتوی ہو ودم مسفوح من سائر الحیوانات الا دم شہید ما دام علیہ وما بقی فی لحم مہزول وعروق وکبد وطحال وقلب وما لم یسل ودم سمک وقمل وبرغوث و بق اور نجاست غلیظہ ہو خون بہنے والا تمام حیوانات کا مگر شہید کا خون پاک ہو جبتک اسکے جسم پر ہو اور جو خون کہ دبلے گوشت اور رگوں اور کلیجی اور تلی اور دل میں باقی رہا یعنی ذبح کے بعد اور جو خون کہ جاری نہیں اور مچھلی اور جوں اور پسو اور مچھر کا خون کہ یہ سب پاک ہیں ... جو خون کہ کلیجی وغیرہ میں باقی رہتا ہو وہ جاری نہیں تو وہ دم مسفوح کی قید سے خارج ہو گیا تو استثنا کی کچھ حاجت نہیں زاد فی السراج وکتان وہی کما فی القاموس کرمان ودیبہ حمراء ... اور سراج وہاج میں ہو اور خون کتان ہو وزن رمان کا چنانچہ قاموس میں ہو چھوٹا سا کیڑا ہو سرخ رنگ بسیار گزندہ ہو شاید کہ کتان مذکور کھٹمل ہو واللہ اعلم فالمستثنی اثنا عشر تو حیوانات سے بارہ خون مذکور مستثنیٰ ہیں کہ وہ ناپاک نہیں وخمر وفی باقی الاشربۃ روایات التغلیظ والتخفیف والطہارۃ ورجح فی البحر الاول وفی النہر الاوسط اور جیسے خمر یعنی شراب انگوری کہ وہ نجس مغلظ ہو اور باقی مسکر شرابوں میں تغلیظ اور تخفیف اور طہارت کی روایات مختلف ہیں بحر الرائق میں اول یعنے تغلیظ کی روایت کی ترجیح ہو اور نہر الفائق میں بیچ یعنے تخفیف کی ترجیح ہو ہم صاحب نہر نے منیہ کے اس مسئلہ سے استدلال کیا ہو کہ اگر نماز پڑھے اور اسکے کپڑے میں شراب مسکر سے کثیر فاحش نہیں تو قول اصح میں وہ کافی ہو حلبی نے کہا یہ نص ہو تخفیف نجاست میں تو صاحب نہر ہی کا قول ہو اسواسطے کہ فرع منصوص کی طرف رجوع ہو اور صاحب بحر کی ترجیح تو فقط بحث کی راہ سے ہو وخرء کل طیر لا یذرق فی الہواء کبط اہلی ودجاج اور نجاست غلیظہ جیسے بیٹ ہر ایک اس پرندہ کی جو ہوا میں نہیں اڑتا چنانچہ خانگی یا لو بطا اور مرغی واما ما یذرق فیہ فان ماکولا فطاہر والا فمخفف لیکن جو پرندہ کہ ہوا میں اڑا کرتا ہو تو اگر وہ حلال ہو جیسے کبوتر اور کنجشک تو اسکی بیٹ پاک ہو اور اگر حرام ہو تو اسکی بیٹ ناپاک بنجاست خفیفہ ہو چنانچہ باز اور شکرا اور چیل لیکن انکی بیٹ سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا عموم بلوی کی جہت سے یعنی اس سے بچنا مشکل ہو کذا فی الطحطاوی وروث وخثی اور نجاست غلیظہ جیسے لید اور گوبر ہم بحر الرائق میں ہو کہ فضلہ فرس اور حمار کو عرب میں روث یعنی لید کہتے ہیں اور گائے بیل بھینس کو خثی یعنے گوبر کہتے ہیں اور فضلہ اونٹ و بکری کو بعر یعنی مینگنی اور فضلہ ...

انسان کو نافہ یعنی گوہ پیستے ہین افاد بہا نجاستہ خرا کل حیوان غیر الطیور مصنف نے لید اور گوبر کے لفظ سے ہر حیوان کے فضلے کی نجاست کو جتا دیا سوا ے
چڑیون کے ہم بہتر یہ تھا کہ شارح کہتا کہ تغلیظ نجاست پر آگاہ کر دیا وجہ افادہ یہ ہو کہ تغلیظ نجاست حلال جانور کے فضلے مین ثابت ہوئی تو حرام جانور مین بھی ثابت
ہوگی بلکہ بطریق اولی کذا فی الطحطاوی وقالا مخففۃ اور صاحبین نے کہا کہ لید اور گوبر نجس نجاست خفیفہ ہین ہم صاحب بحر نے کافی سے نقل کیا ہی کتے اور درندے
جانورون کے گوہ کی نجاست غلیظہ ہونے مین امام اور صاحبین کا اتفاق ہی تو اختلاف نہین مگر لید اور گوبر مین کذا فی الطحطاوی وفی النہر بلالیۃ قولہما اظہر اور
نہر بلالیہ مین ہی کہ صاحبین کا قول ظاہر تر ہی اسواسطے کہ علما کا اختلاف ہی نجاست اور طہارت مین تو یہ اختلاف خفت کا مورث ہی اور عموم بلوے کے سبب سے
بھی کہ راہین اس سے پر رہتی ہین بر خلاف حمار وغیرہ غیر ماکول اللحم کے پیشاب کے کہ زمین اسکو سوکھ جاتی ہی کذا فی الزیلعی وطہرہا محمد آخرا للبلوی وبہ قال مالک ومحمد بن
حسن نے لید اور گوبر کو آخر حال مین پاک کہا عموم بلوی اور مزید مشقت کی وجہ سے اور یہی قول ہی امام مالک کا ہم جبکہ امام محمد رح خلیفہ کے ساتھ رے مین آخر ہوئے اور
تکلیف اور مشقت لوگون کی دیکھی کہ راہین اور سرائین اس سے پر ہین تو مجبور ہو کر تخفیف کا پہلا قول ترک کر کے طہارت کے قائل ہوئے ولو اصابہ من نجاسۃ غلیظۃ
ونجاسۃ خفیفۃ جعلت الخفیفۃ تبعا للغلیظۃ احتیاطا کما فی الظہیریۃ اور اگر بدن یا کپڑے کو نجاست غلیظہ اور نجاست خفیفہ لگ گئی تو خفیفہ تابع غلیظہ کے ٹھہرائی جاوے گی
احتیاط کی راہ سے چنانچہ ظہیریہ مین ہی یعنے خفیفہ اس صورت مین بمنزلہ غلیظہ کے ہوگی تو اگر دونون ملکر قدر درم سے زائد ہون تو نماز جائز نہو گی ثم متی اطلقوا
النجاسۃ فظاہرہ التغلیظ پھر جاننا چاہیے کہ جب فقہا نجاست کو مطلق بلا قید بولین تو ظاہر اطلاق کا تغلیظ نجاست پر دلالت کرتا ہی وعفی دون ربع جمیع بدن
وثوب ولو کبیرا ہو المختار ذکرہ الحلبی ورجحہ فی النہر علی التقدیر بربع المصاب کذیل وکم وان قال فی الحقائق وعلیہ الفتوی اور نجاست خفیفہ معاف ہی تمام بدن
اور کپڑے کی چوتھائی سے کم اگرچہ کپڑا بڑا ہو چنانچہ جامہ اور پگڑی ایسا ذکر کیا ہی حلبی نے اور اس قول کو نہر الفائق مین راجح کہا ہی اس چیز کی چوتھائی تقدیر جسکو
نجاست لگ گئی ہی چنانچہ دامن اور آستین اگرچہ حقائق مین کہا ہی وعلیہ الفتوی یعنی بدن یا کپڑے کے جس ٹکڑے کو نجاست لگی اسی کی چوتھائی سے کم ہونے کی معافی کا
فتوی ہی حقائق مین نہ تمام بدن اور جمیع ثوب کی چوتھائی پر فتاوی عالمگیری مین ہی کہ اسی قول کو صاحب تحفہ اور محیط اور بدائع اور مجتبی اور سراج وہاج نے صحیح کہا ہی
حلبی بحشی در المختار نے کہا کہ فتوی کا لفظ مقدم ہی مختار اور راجح کے لفظ پر من نجاسۃ مخففۃ کبول ماکول ومنہ الفرس وطہرہ محمد کم از چہارم کی معافی ہی نجاست
خفیفہ سے جیسے جانور ماکول اللحم کا پیشاب اور اسی قسم سے ہی گھوڑے کا پیشاب اور ماکول اللحم کے پیشاب کو محمد نے پاک کہا ہی ہم شیخین کے نزدیک گھوڑے کے پیشاب کی نجاست
خفیفہ ہی اور امام نے اسکے گوشت کو مکروہ جو کہا ہی تو اسواسطے کہ وہ جہاد کا سامان ہی نہ اسواسطے کہ اسکا گوشت ناپاک ہی وخرء طیر من السباع او غیرہا غیر ماکول
اور چنانچہ بیٹ غیر ماکول اللحم چڑیون کی خفیف نجس ہی خواہ وہ چڑیان درندہ ہون مثل باز جرہ یا درندہ نہون وقیل طاہر وصحح اور بعضون نے اسکو پاک کہا ہی
اور اسکی تصحیح بھی بعضون نے کی ہی ثم الخفۃ انما تظہر فی غیر الماء فلیحفظ پھر جاننا چاہیے کہ نجاست کی خفت مین پانی کے غیر مین ظاہر ہوتی ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
یعنے نجاست خفیفہ کے پڑنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہی حلبی نے کہا اگر طیر غیر ماکول کی بیٹ سے کنوان نجس نہین ہوتا تو یہ مستثنی ہی چنانچہ سابق مذکور ہو چکا
وعفی دم سمک ولعاب بغل وحمار والمذہب طہارتہا اور معاف ہی خون مچھلی کا اور رال خچر اور گدھے کی اور صحیح مذہب انکے طاہر ہونے کا ہی وبول انتضح
کرؤس الابر اور معاف ہی پیشاب چھینٹین ہو کر لگا سوئیون کے سرون کے مانند یعنی ہر چھینٹ سوئی کے نوک کے برابر ہو اگرچہ سیکڑون ہون وکذا جانبہا الآخر
اسی طرح ہر سوزن کے مانند سوئی کی دوسری طرف ہی جدہر سوئی کا ناکا ہوتا ہی وان کثر باصابۃ الماء للضرورۃ اگرچہ پیشاب کی چھینٹین بہت ہو جاوین پانی
لگانے سے یہ معافی ہی ضرورت کے سبب سے یعنی اس سے بچنا دشوار ہی لکن لو وقع فی ماء قلیل نجسہ فی الاصح لان طہارۃ الماء اکد جوہرہ لیکن اگر پیشاب کی
چھینٹ تھوڑے پانی مین پڑ گئی تو اسکو ناپاک کر دیگی صحیح تر قول مین اسواسطے کہ پانی کی طہارت مین زیادہ تر تاکید ہی کذا فی الجوہرہ ہم پانی اس صورت مین
نجس ہوگا جبکہ چھینٹ کا اثر پانی پر ظاہر ہو اسطرح کہ گرنے کے وقت پانی مین فرجہ ہو جاوے یا پانی ہلجاوے ورنہ اسکا کچھ اعتبار نہین چنانچہ قہستانی نے تمرتاشی سے

نقش کیا جاوے تب اگر اُن میں سے ہر ایک کی نجاست کم ہو تو نماز جائز ہے کذا فی المجتبی وفی القنیہ نجس وانفصل عن الاسفل و غلظ الفحش اذا وقع منہ ذلک الحکم من
النجس اذا انفسد اور نجاست کی اگر کپڑے کی تہوں میں جا کر پہنچی ہو اور درہم کے مقدار سے زائد ہو تو دھونا چاہیے لیکن اگر تیل کے اندر
انہار ہو جہاں و غسل جائز ہے ہم نے اس صورت میں سبب کرنے کے وقت لیتے ہیں ہم واجب ہوئی قہستانی میں ہر کہ اسکے کذا فی الطحطاوی
من المجتبی اسمین شارح نے تعبیر کیا ہے مسائل و محل کا جواب دا منفرد حسا شامل ہوا ہے ہو زیادہ ان کا مقصود اور شارح نام بیٹھے بڑے راستہ کی اور
ناپاک چیز کی بھاپ اور گوبر کی بو دار کتوں کے منہ اور چھینٹیں وضو یا غسل کے پانی کی اُن کے قطرات کے مقامات ہو وانہیں برتن میں یہ سب معاف
ہیں یعنی ضرورت کی وجہ سے ہم اصح قول یہ ہے کہ اگر میت کے بدن پر نجاست نہو تو اسکا غسالہ ناپاک نہیں ہے مگر محمد نے جو نجس کہا ہے تو اسوجہ سے کہ
غالباً میت کا بدن نجاست سے خالی نہیں ہوتا اگر پانی سے منہ کیا اور اسکو نہ پونچھا اور ریح کا اخراج ہوا تو اسکی نجاست میں اختلاف ہے لیکن اکثر
علماء کے نزدیک وہ ناپاک نہیں ہوتا اور نجاست کا دھواں اگر کپڑے میں لگا یا بدن میں اسمیں بھی اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ وہ ناپاک نہیں کرتا کذا
فی الطحطاوی عن البحر و ماء بالمد ورد ای جری علی نجس نجس اذا ورد کلہا او اکثرہ ولو اقلہ لا کمیتہ نہر او نجاسۃ علی سطح لکن قدمنا ان العبرۃ للاثر ادر جو
پانی کہ وارد ہوا یعنی جاری ہوا نا پاک پر وہ ناپاک ہے بشرطیکہ سارا پانی یا اکثر نجاست پر گذرا ہو اور اگر تھوڑا پانی نجاست کو لگا اور بہت علیحدہ اس سے
گذر گیا تو وہ ناپاک نہیں چنانچہ مردار جانور نہر میں پڑا ہو یا نجاست چھت پر ہو اور پانی بہتا جاتا ہے تو یہاں تھوڑا پانی نجاست کا ملاقی ہوگا تو ناپاک
نہوگا لیکن ہمنے باب المیاہ میں مقدم ذکر کیا ہے کہ اثر نجاست کا اعتبار ہے یعنے جبکہ تھوڑا پانی نجاست پر گذرے ہم ورود عام ہے جریان اور رنگینی سے اور
یہاں حکم بھی عام ہے تو بہتر یہ تھا کہ شارح ورود کی تفسیر جریان کر کے اسکو عام رہنے دیتا پانی کا گذرنا نجاست پر اسطرح ہے کہ ساری زمین ناپاک ہو یا کہ
کے پاس نجاست پڑی ہو بحر الرائق میں ہے کہ آب باران جبکہ نجاست پر گذرا ناپاک نہیں ہوتا جبتک کہ نجاست پاک زمین سے زیادہ تر نہو یا پرنالے
کے پاس ہو کذا فی الطحطاوی کعکسہ ای اذا ورد النجاسۃ علی الماء تنجس الماء اجماعا لکن لا نحکم بنجاسۃ اذا لاقی المتنجس مالم ینفصل فلیحفظ جیسے اُسکے
عکس میں ناپاک ہوتا ہے یعنی جبکہ نجاست پانی پر گرے تو پانی ناپاک ہو جاتا ہے باجماع حنفی و شافعی لیکن اسکے نجاست کا حکم نہیں کیا جاتا جبکہ ناپاک چیز
اسکو ملے تا وقتیکہ نجاست سے جدا نہیں ہوا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم بحر الرائق میں ہے کہ قیاس اسکا مقتضی ہے کہ پانی ناپاک پانی جو جلسے نجاست کی اول
ملاقات سے لیکن یہ قیاس ضرورت کے سبب سے ساقط الاعتبار ہے خواہ نجس کپڑا لگن میں ہو اور پانی اسپر ڈالا جاوے یا پانی لگن میں ہو اور ناپاک کپڑا
اسمیں ڈالا جاوے ہم حنفیوں کے نزدیک تو وہ اپنے محل میں طاہر ہے اور نجس ہے جبکہ وہ اس سے جدا ہو اور ناپاک کپڑے دھونے میں بہتر یہ ہے کہ کپڑے لگن
میں رکھے بدون پانی کے پھر پانی اسپر ڈالے نہ یوں کہ پانی لگن میں اول رکھے پھر ناپاک کپڑا اسمیں ڈالے تاکہ امام شافعی کے مخالف نہو اسواسطے کہ انکے
نزدیک پانی میں ناپاک کپڑا ڈالنے سے ناپاک ہو جاتا ہے انتہی مختصرا لا یکون نجسا رماد قذر والا لزم نجاسۃ الخبز فی سائر الامصار ناپاک نہیں ہوتی نجاست
کی راکھ چنانچہ گوبر اور لید اور گندگی آدمی کی ورنہ لازم آوے ناپاک ہونا روٹی کا اکثر شہروں میں یعنی جہاں لکڑی میسر نہیں یا کمیاب گراں قیمت ہے
ولا ملح کان حمارا او خنزیرا اور نہ وہ نمک ناپاک ہے جو اول گدھا یا سور تھا جو نمکسار میں پڑ کر نمک بن گیا ولا قذر وقع فی بئر فصار حمأۃ لانقلاب العین
یعنی اور نہ وہ گندگی ناپاک ہے جو کنوئیں میں گری پھر کالی مٹی ہو کر کیچڑ بن گئی بسبب بدل جانے اسکی ذات کے اور یہی فتوی دیا جاتا ہے ہم انقلاب ذات
تینوں مسئلوں کی دلیل ہے یعنی گندگی کی راکھ کا اور گدھے اور سور کے نمک کا اور گندگی کی کیچڑ کا ناپاک نہونا اسواسطے ہے کذا فی حقیقۃ ... اور جبر نمکی
وغسل طرف ثوب او بدن اصابت نجاسۃ محلا منہ ونسی المحل مطہر لہ وان وقع الغسل بغیر تحر ہو المختار ... یعنی پانی کو دھونے جسکے ایک
مکان پر نجاست لگ گئی اور وہ مکان بھول گیا ہو اس کپڑے کا پاک کرنیوالا ہے اگرچہ بدون ظن غالب کے دھویا ہو یہی قول مختار ہے ہم درر والدرر

اور اسبیجابی کے قول کا بدائع مین سارے کپڑے کے دھونے کو دلجب کہا ہی اور اسبیجابی نے اُلکل کر کے دھونا شرط کیا ہی کذا فی الطحطاوی ثم لو ظہر انہا فی
طرف آخر ہل یعید فی الخلاصۃ نعم وفی الظہیریۃ المختار انہ لا یعید الا الصلوٰۃ التی ہو فیہا پھر اگر دھونے کے بعد ظاہر ہوا کہ نجاست دوسری طرف ہی جسکو نہین
دھویا تو دھونے کا اعادہ کرے یا نکرے خلاصہ مین ہی کہ ہان دھو دے اور ظہیریہ مین قول مختار یہ ہی کہ اعادہ نکرے مگر اُس نماز کا جسمین اُسنے نجاست کو
دیکھا م یہ غفلت ہی شارح سے صاحب نہر الفائق کے اتباع سے اسواسطے کہ ظہیریہ کا یہ مسئلہ مغائر ہی مسئلہ خلاصہ کے چنانچہ بحر الرائق کی عبارت مین صریح
ظہیریہ مین یون ہی کہ نماز پڑھنے والے نے اپنے کپڑے پر نجاست دیکھی اور معلوم نہین کہ کب سے لگی ہی تو امام کی روایات مختلفہ سے قول مختار یہ ہی کہ اعادہ
نکرے مگر اُس نماز کا جسمین وہ مشغول ہی کذا فی الحلبی کما لو بال حمر خصہا لتعلیط بو لہا اتفاقاً علی نحو حنطۃ تدوسہا فقسم او غسل بعضہ او ذہب بہبۃ او اکل
او بیع کما مر چنانچہ اگر گدھون نے پیشاب کیا مثلاً اُس گیہون پر جسکو وہ ماڑتے ہین یعنے روندکر بھوسے سے جدا کرتے ہین پھر گیہون بانٹے گئے یا تھوڑے
سے دھوئے گئے یا کچھ جاتے رہے بخشش یا کھانے یا بیع کی وجہ سے چنانچہ ابیات سابقہ مین اسکا بیان گذرا مصنف نے گدھون کو خاص کر کے
اسواسطے بیان کیا کہ اُنکے پیشاب کی نجاست بالاتفاق ہی حیث یطہر الباقی وکذا الذاہب لاحتمال وقوع النجس فی کل طرف کمسئلۃ الثوب اسواسطے
کہ باقی گیہون پاک ہوجاتے ہین اور اسی طرح وہ گیہون بھی پاک ہوجاتے ہین جو صرف ہوگئے بسبب احتمال واقع ہونے ناپاک کے ہر طرف مین یعنے
ہوسکتا ہی کہ جسقدر گیہون بعد تصرف کے باقی رہے ناپاک گیہون انھین مین ہون تو اس صورت مین جدا ہوے پاک ٹھہرینگے اور یہ بھی ممکن ہی کہ ناپاک
گیہون اُنہین جاتے رہے ہون جو تصرف ہوگئے ہین تو اس صورت مین باقی پاک ٹھہرینگے جیسے کپڑے کا مسئلہ کہ ایک طرف کے دھونے سے پاک ٹھہرا نجاست
دھوجانے کے احتمال سے وکذا یطہر محل نجاستہ اما عینہا فلا تقبل الطہارۃ مرئیۃ بعد جفاف کدم بقلعہا ای بزوال عینہا واثرہا ولو بمرۃ او بما فوق الثلث
فی الاصح اور اسی طرح خشکی کے بعد نمودار نجاست چنانچہ خون پاک ہوجاتی ہی اُسکے اُکھاڑنے اور بالکل دور کر ڈالنے سے یعنی عین نجاست اور اُسکے اثر کے زائل
ہوجانے سے اگرچہ زوال ایکبار کے ازالہ سے ہو یا تین بار سے زیادہ صحیح تر قول مین مصنف نے طہارت کے محل کو اسواسطے ذکر کیا کہ عین نجاست تو طہارت کو قبول
نہین کرتی م نہایۃ البیان مین کہا نمودار نجاست سے مراد وہ نجاست ہی جو خشک ہوجانے سے نظر آوے چنانچہ خون اور گوہ اور جو خشکی کے بعد نظر نہ آوے وہ نمودار
نہین اصح یہی ہی کہ ایکبار کے دھونے سے بھی بشرط ازالہ کلی طہارت حاصل ہوتی ہی خواہ گرم پانی سے ہو خواہ آب کثیر بستہ سے خواہ آب ریختہ سے خواہ تغار مین
تین بار سے زیادہ دھونا اُسوقت ہی جبکہ اقل کافی نہو اور غیر صحیح یہ قول ہی کہ بعد زوال عین دو بار دھونا واجب ہی یا تین بار یا ایکبار اصلاح کذا فی الطحطاوی
لم یقل بغسلہا لیعم نحو ذلک وذرک اور مصنف نے قلع نجاست کہا نہ اُسکے دھونے کو تاکہ رگڑنے اور رلنے وغیرہ کو بھی شامل رہے یعنے تطہیر فقط دھونے پر منحصر
نہین بلکہ رگڑنے سے چنانچہ موزے مین اور رلنے سے چنانچہ منی مین بھی طہارت حاصل ہوتی ہی ولا یضر بقاء اثر کلون وریح لازم فلا یکلف فی ازالتہ الی
ماء حار او صابون ونحوہ اور طہارت مین ضرر نہین کرتا باقی رہنا نجاست کے اثر لازم کا یعنے جسکا زوال دشوار ہی اثر نجاست چنانچہ رنگ اور بو تو مسلمان
مکلف نہین اثر لازم کے دور کرنے مین گرم پانی یا صابون اور اُسکے مانند اور چیز کی طرف م مانند اُسکے وہ برتن ہی جسمین شراب تھی خواہ برتن نیا ہو یا پرانا
تو بو کا باقی رہنا مضر طہارت نہین یعنے دھونے کے بعد کذا فی الطحطاوی عن البحر عن الفتح بل یطہر ما صبغ او خضب بنجس بغسلہ ثلثا بلکہ پاک ہوجاتا ہی وہ
جو رنگا گیا یا خضاب کیا گیا ناپاک چیز چنانچہ مہندی اور کسم ناپاک سے اُسکے تین بار دھو ڈالنے سے م نجس سے مراد یہان متنجس ہی نہ نجس العین بدلیل ما یرجی
مردار تو اگر رنگ یا خضاب کیا گیا نجس العین سے چنانچہ خون سے تو اُسکی عین اور مزہ اور بو کا ازالہ واجب ہی رنگ کا باقی رہنا مضر نہین والاولی غسلہ الی ان یصفو
الماء اور بہتر ہی اُسکا دھونا یہانتک کہ دھونے کا پانی صاف بیرنگ نکلے ولا یضر اثر دھن الا دہن ودک میتۃ لانہ عین النجاسۃ حتی لا یدبغ بہ جلد
بل یستصبح بہ فی غیر مسجد اور ضرر نہین کرتا ظاہر ہونے مین ناپاک تیل کی چکنائی کا رہنا مگر مردار جانور کی چربی کی چکنائی مضر طہارت ہی کیونکہ عین

نجاست ہو یا اثر کہ اس سے چھڑانے کو دشواری ہو جیسے کسی کے سواد رنگ اور جب اسکے چراغ میں جلانا جائز ہے وطہارت غیر مرئیہ بغلبۃ ظن حاصل
ہو تو زوال متحقق ہوا دھونا پانی سے اور جو نجاست نظر نہیں آتی اسکا محل پاک ہوتا ہے دھونے والے کے گمان غالب سے اسکے عین کی
ہو جانے کو دیکھ نہیں سکتا جبکہ غالب ظن اسکی طہارت محل کا ظن غالب حاصل ہوا تو محل نجاست پاک ہے بشرطیکہ دھونے والا اسکا
ناقص العقل ہو اور جو صغیر یا مجنون ہو تو اسکے استعمال کرانے والے کے ظن غالب کا اعتبار ہے ہم دھونے کی حالت میں جبکہ تہا
محل کا گمان غالب حاصل ہوا اگرچہ ایک ہی بار دھونے سے یہ بات حاصل ہو تو کفایت کرتا ہے چنانچہ کرخی نے اسکی تصریح کی ہے اور اسبیجابی نے اسکو اختیار
کیا ہے کذا فی الطحطاوی وقدر لموسوس بغسل وعصر ثلثا او سبعا فیما ینعصر مبالغا بحیث لا یقطر اور یہ دھونا وسواس والے کے حق میں اندازہ کیا گیا ہے
دھونے اور نچوڑنے کے تین بار یا سات بار اس چیز میں جو نچڑ سکتی ہے بحالت مبالغہ اسطرح پر کہ پھر نچوڑنے سے بوند نہ ٹپکے ہم از بسکہ موسوس کو ظن غالب کثرت
اوہام سے حاصل نہیں ہوتا اسکے حق میں یہ اندازہ شرع میں مقرر ہوا فقہاء عراق کا قول ظن غالب کا اعتبار کرنا اور فقہاء بخارا کا تین بار دھونے کا صاحب
سراج نے دونوں قولوں میں توفیق کی کہ اگر شخص وسواسی نہیں تو ظن غالب معتبر ہے اور اگر وسواسی ہے تو تین بار کا دھونا کافی ہے سات بار کا دھونا واجب
نہیں مستحب ہے بخلاف شافعی کے اور اشتراط عصر علی العموم نہیں کہ بعضے برتنوں میں نہیں ہوتا بحرالرائق میں حاوی قدسی سے منقول ہے کہ برتن تین طرح کے
مٹی کے اور لکڑی کے اور لوہے وغیرہ کے اور انکی تطہیر چار طرح پر ہے جلانا اور چھیلنا اور پونچھنا اور دھونا تو اگر برتن مٹی یا پتھر کا ہے اور نجاست اسکے اجزا
میں گھس گئی تو جلایا جاوے اور اگر پرانا ہو تو دھویا جاوے اور اگر نئی لکڑی کا برتن ہے تو چھیل ڈالا جاوے اور اگر پرانی کا ہے تو دھویا جاوے اور اگر لوہے یا پیتل
یا رانگ یا کانچ کا ہے اور چکنا صیقلدار ہے تو پونچھ ڈالا جاوے اور اگر چکنا نہیں کھردرا ہے تو دھویا جاوے اور ذخیرہ میں ہے کہ اگر بدن میں نجاست لگی تو تین بار
دھویا جاوے اسلیے کہ نچوڑنا متعذر ہے تو پے در پے دھونا قائم مقام نچوڑنے کے ہے کذا فی الطحطاوی ولو کان لو عصرہ غیرہ قطر طہر بالنسبۃ الیہ دون ذاک الغیر اور اگر یہ
حال ہو کہ اگر دھونے والے کے سوا غیر شخص اسکو نچوڑے تو وہ ٹپکے تو وہ پاک ہو گیا دھونے والے کی نسبت نہ غیر شخص کی نسبت ہم وجہ اسکی یہ ہے کہ ہر شخص
مخاطب ہے بقدر اپنی طاقت کے تو دوسرے کی قدرت سے یہ شخص قادر نہ ٹھہریگا ولو لم یبالغ لرقتہ ہل یطہر الاظہر نعم للضرورۃ اور اگر نچوڑنے میں مبالغہ کیا
کپڑے کے باریک ہونے کی وجہ سے تو پاک ہوگا یا نہیں ظاہر تر جواب یہ ہے کہ ہاں پاک ہوگا ضرورت کے سبب سے ہم فتاوی قاضیخان میں عدم طہارت
کو پسند کیا ہے وقدر بتثلیث جفاف ای انقطاع التقاطر فی غیرہ ای غیر منعصر مما یتشرب النجاسۃ والا فبقلعہا کما مر اور مقدار کیا گیا ہے دھونے میں تین بار کا
خشک ہو جانا یعنے تقاطر کا بند ہونا اسکے غیر میں یعنے جو چیز نچڑ نہیں سکتی اس قسم سے کہ نجاست کو سوکھتی ہے اور اگر سوکھتی نہیں تو ازالہ نجاست سے پاک ہو جاتی ہے
یعنے اسمیں خشک کرنا شرط نہیں کذا فی الطحطاوی وہذا کلہ اذا غسل فی اجانۃ اما لو غسل فی غدیر او صب علیہ ماء کثیر او جری علیہ الماء طہر مطلقا
بلا شرط عصر وتجفیف وتکرار غمس ہو المختار اور یہ سب یعنی تین بار دھونا اور نچوڑنا نچڑنے والی چیز میں اور دھونا تین بار خشکی کے ساتھ اسکے غیر میں اسوقت
ہے جبکہ دھویا جاوے طشت اور طغاری میں لیکن اگر جوہڑ اور تالاب میں دھویا جاوے یا اسپر پانی بہت سا ڈالا جاوے یا اسپر پانی جاری ہو تو وہ پاک
ہو جاتا ہے مطلقا بلا شرط نچوڑنے اور سکھانے اور چند بار غوطہ دینے کے یہی قول مختار اور پسندیدہ ہے ہم فرش ناپاک پر جب پانی جاری ہوا اسقدر کہ زوال نجاست
کا گمان آیا تو وہ پاک ہو گیا کیونکہ پانی کا جاری کرنا قائم مقام نچوڑنے کے ہے کذا فی الطحطاوی عن المحیط ویطہر لبن وعسل ودبس ودہن یغلی ثلثا اور پاک
ہوتا ہے دودھ اور شہد اور شیرہ خرما اور تیل تین بار کے جوش دینے سے ہم ان چیزوں کے پاک کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ مثلا شہد کا ہم حصہ پانی اسمیں ڈالکر
جوش دے کہ پانی جل جاوے اسیطرح تین بار کرے کذا فی الطحطاوی عن البحر والقہستانی ولحم طبخ بخمر یغلی وتبرید ثلثا اور جو گوشت کہ پکایا گیا شراب میں
وہ پاک ہوتا ہے تین بار جوش دینے اور سرد کرنے سے اور سرد کرنے سے مراد خشک کرنا ہے یہ قول ہے ابو یوسف کا اور امام کا قول ہے کہ ہرگز طہارت نہ ہوگا کذا فی القہستانی

عن البحر ولذا دجاجۃ ملقاۃ حالۃ غلی الماء للنتف قبل شقہا فتح اور اسی طرح پاک ہوتی ہے تین بار دھونے اور خشک کرنے سے وہ مرغی جو پانی کے جوش میں ڈالی گئی
پر اکھاڑنے کے واسطے پیٹ پھاڑنے سے پہلے کذا فی الفتح م یہ مرغی امام کے قول پر کبھی پاک نہوگی ابو یوسف کے نزدیک پاک ہے چنانچہ فتح القدیر میں ہے تو بہتر یہ ہے
کہ پہلے گرم پانی میں ڈالنے سے اسکے پیٹ کی آلائش نکال ڈالے اور محل ذبح میں جو خون کہ جما ہو دھو ڈالے کذا فی الطحطاوی وفی التجنیس حنطۃ طبخت فی خمر
لا تطہر ابدا بہ یفتی اور تجنیس میں ہے کہ جو گیہوں کہ پکایا گیا شراب میں وہ کبھی پاک نہیں ہوتا اسی کا فتوی ہے م یہ امام کا قول ہے اور ابو یوسف کے نزدیک کئی بار
جوش دینے اور خشک کرنے سے پاک ہوتا ہے ولو انتفخت من بول نقعت وجففت ثلثا اور جو گیہوں پیشاب میں پھولا وہ پانی میں تین بار خشک کیا جاوے
اور سکھایا جاوے ولو عجن خبز بخمر صب فیہ خل حتی یذہب اثرہ فیطہر اور جو گوندا گیا آٹا شراب میں اور روٹی پکی تو اسمیں سرکہ ڈالا جاوے یہانتک کہ
شراب کا اثر جاتا رہے تو پاک ہو جاوے م یہ روٹی دھونے سے پاک نہیں ہوتی بدون سرکہ کے اسطرح کہ ٹکڑے ٹکڑے کر کے اسمیں ڈالی جاوے فرع
چھری بجھائی گئی ناپاک پانی میں وہ تین بار پاک چیز میں بجھائی جاوے گوشت کے شوربے میں نجاست گری جوش کی حالت میں وہ تین بار ابالا جاوے
تو پاک ہوا اور اگر جوش کی حالت میں نہیں گری تو تین بار گوشت دھویا جاوے کذا فی الطحطاوی فصل یہ فصل ہے استنجا کے احکام میں م ایک
نسخہ میں فصل ہے تنوین کے ساتھ اور دوسرے نسخہ میں فصل فی الاستنجاء ہے الاستنجاء ازالۃ نجس عن سبیل فلا یسن من ریح وحصاۃ ونوم وفصد استنجا
دور کرنا ہے نجاست کا نجاست کی راہ سے یعنی قبل اور دبر سے تو استنجا کرنا مسنون نہیں ریح اور پتھر اور نیند سے اور فصد کے خون سے م اسواسطے کہ ریح اور پتھری
اور نیند نجاست نہیں اور خون فصد کا قبل اور دبر سے نہیں جو اسکا ازالہ مسنون ہو وہو سنۃ مؤکدۃ مطلقا اور استنجا سنت مؤکدہ ہے ہر حال میں یعنی خواہ
نجاست حسب عادت ہو یا نہو تر یا خشک خواہ استنجا پانی سے ہو یا ڈھیلوں سے خواہ بے وضو ہو یا جنب یا حائض وما قیل من افتراضہ لنحو حیض مجاوزۃ مخرج
فتسامح اور وہ جو کسی نے استنجا فرض ہونا کہا ہے مانند حیض اور مخرج سے بڑھجانے میں سو قول تحقیقی نہیں م حیض کے مانند چنانچہ جنابت اور نفاس وارکانہ اربعۃ
شخص مستنج وشیٔ مستنجی بہ کماء وحجر ونجس خارج من احد السبیلین ولذا لو اصابہ من خارج وان قام من موضعہ علی المعتمد ومخرج دبر او قبل وارکان استنجا کے
چار ہیں ایک تو شخص استنجا کرنے والا دوسرے وہ چیز جس سے استنجا کیا جاتا ہے چنانچہ پانی اور پتھر تیسرے نجاست نکلنے والی بول یا براز کی اسواسطے در اسیطرح
مسنون ہے استنجا اگر احد السبیلین کو باہر سے نجاست لگجاوے اگرچہ وہ شخص قضاے حاجت کے مکان سے اٹھ کھڑا ہو قول معتمد پر چوتھا رکن ہے نجاست نکلنے کا مقام
دبر یا قبل بنحو حجر ما ہو عین طاہرۃ قالعۃ لا قیمۃ لہا کمدر منق استنجا سنت ہے پتھر ایسی چیز سے اس قسم سے کہ وہ چیز پاک نجاست کی دور کرنے والی ہے جسکی کچھ قیمت نہیں
چنانچہ صاف کرنے والا ڈھیلا م ڈھیلے کے مانند خاک اور لکڑی اور کپڑا اور روئی اور پرانی کھال ہے اور دیوار اور زمین سے رگڑنا لیکن خانہ غیر مملوک بدون کرایہ
استنجا جائز نہیں بہتر طریقہ استنجا کا یہ ہے کہ بدن کو نہایت ڈھیلا کر کے بیٹھے مگر جبکہ روزہ دار ہو اور استنجا پانی سے کرتا ہو اور مناسب ہے کہ بعد استنجا کے اٹھنے
سے پہلے موضع استنجا کو پونچھ ڈالے اور کپڑوں کو آب مستعمل سے بچاوے اور قبل از استنجا اور بعد از استنجا دونوں ہاتھوں کو دھووے کذا فی الطحطاوی
لانہ ہو المقصود فیختار الابلغ والاسلم عن التلویث اسواسطے کہ یہی پاک صاف کرنا استنجا کرنے سے مقصود ہے تو استنجا کرنے کو وہ چیز اختیار کرے جو بہت پاک صاف کرنے
والی اور نہایت سلامت رکھنے والی ہو آلودہ کرنے سے ولا یتقید باقبال وادبار شتاء وصیفا اور استنجا مقید نہیں اقبال اور ادبار کے ساتھ جاڑے اور گرمی میں
م اقبال یہ کہ پیچھے کی طرف سے آگے ڈھیلا لاوے اور ادبار یہ کہ آگے سے پیچھے لیجاوے یعنی استنجا سے مقصود ازالہ نجاست ہے یہ مسنون نہیں کہ جاڑے میں پہلا
ڈھیلا پیچھے سے آگے لاوے اور دوسرا آگے سے پیچھے اور تیسرا اول کے مانند اور گرمی میں اسکے بالعکس کرے اور عورت ہر موسم میں اول اقبال کرے
یہ اقبال اور ادبار کا قول قاضیخان کا ہے اور قرطبی اور شمنی نے اسکو اختیار کیا ہے ولیس العدد ثلثا بمسنون فیہ بل مستحب اور تین ڈھیلوں کا شمار
استنجا میں مسنون نہیں بلکہ مستحب ہے م استنجا کرنے سے مقصود پاک صاف کرنا ہے خواہ ایک ڈھیلے سے ہو یا تین یا پانچ یا زیادہ سے اور تین ڈھیلوں کو ذکر

جیسے کہ احادیث مین ہر بنابر غالب عادت کے یعنی غالبًا اسی قدر سے پاکی حاصل ہوتی ہر وغسل بالماء الی ان یقع فی غالب ظنہ انہ قد طہر ولا یقدر بعدد
تاکہ کم وبیش پانی سے دھونا یہانتک کہ استنجا کرنیوالے کے دل مین یہ گمان حاصل ہو کہ موضع استنجا پاک ہوگیا یہ حد مقرر نہین
وسواسی نہین تو وسواسی کے حق مین تین بار کا دھونا ٹھہرایا ہے جیسا کہ نجاست غیر مرئیہ مین کذا فی البدائع ولا بحر بالکشف عورۃ عند احد بالماء بعد
ڈھیلون کے بعد بدون شرمگاہ کھولنے کے پردے اس شخص کے روبرو جس سے عورت چھپانی لازم ہر عمدہ مرتبہ یہ ہر کہ ڈھیلون کے بعد پانی سے
دھونا پھر اسکے بعد فقط پانی پر اتفاق کرنا پھر اسکے بعد فقط ڈھیلون پر کفایت کرنا کذا فی الطحطاوی اما مع بقیۃ الامراد دون کشف عورت کے ساتھ تو دھونے کو ترک
کرے چنانچہ نفس کی سنتون سے پہلے مذکور ہوچکا فلو کشف لہ صار فاسقا تو اگر دھونے کے واسطے اپنا بدن کھولا تو گنہگار ہوجاویگا کلام بحر الرائق مین ہر کذا فی
صورت مین ڈھیلون پر کفایت کرے پانی سے استنجا کرے نہین تو گنہگار ہوگا اور عوام نمازی اکثر ایسا کرتے ہین الا ان کشف لا ینتال ولخوف کما
گنہگار ہوگا اگر غسل واجب یا کہنے کے واسطے شرمگاہ کھولی چنانچہ ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اسکو بحث کی راہ سے نہ روایت کی راہ سے بیان کیا ہر سنۃ
ہر یعنی سراج ڈھیلون کے بعد پانی سے دھونا سنت ہر ہر زمانہ مین اسی کا فتوی ہر کذا فی السراج حم یعنے ہمارے زمانے اور صحابہ کرام کے زمانے مین
یکسان سنت ہر اور قول ضعیف یہ ہر کہ ہمارے زمانے مین سنت ہر صحابہ کرام کے وقت مین مستحب تھا ویجب ان یعرض علیہ ان جاوز المخرج نجس
مانع اور واجب یعنی فرض ہر محل استنجا کا دھونا اگر مخرج سے تجاوز کرگئی ہو وہ نجاست جو نماز کی مانع ہر یعنے اگر قدر درم سے زائد ہو مخرج عام ہر قبل ہو یا دبر
ویعتبر القدر المانع لصلوۃ فیما وراء موضع الاستنجاء لان ما علی المخرج ساقط شرعا وان کثر ولہذا لا تکرہ الصلوۃ معہ اور مانع نماز کی مقدار نجاست ورا
موضع استنجا مین معتبر ہر اسواسطے کہ جو نجاست کہ مخرج پر ہر وہ شرعًا ساقط الاعتبار ہر اگرچہ وہان کثرت ہو یعنے درم سے زیادہ ہو ولہذا اس نجاست کے
ساتھ نماز پڑھنا مکروہ نہین ہم قدر درم سے زیادہ نجاست کا ہونا مخرج پر اسواسطے ممکن ہر کہ ایک شخص کی مقعد بڑی ہو اور عدم کراہت سے مراد کراہت
تحریمی ہر نہین تو ترک استنجا مکروہ تنزیہی ہر کیونکہ استنجا سنت ہر کذا فی الطحطاوی وکرہ تحریما بعظم وطعام وروث یابس کعذرۃ یابسۃ وحجر استنجی
بہ الا بحرف آخر اور مکروہ تحریمی ہر استنجا کرنا ہڈی اور کھانے کی چیز اور خشک لید سے جیسے مکروہ ہر آدمی کے خشک گوہ سے اور اس ڈھیلے سے جس سے ایکبار
استنجا کیا گیا مگر اسکی دوسری نوک سے کہ آلودہ نجاست سے نہین استنجا کرنا مکروہ نہین وآجر وخزف وزجاج وشئ محترم کخرقۃ دیباج ویمین لا عذر
بیسراہ اور مکروہ تحریمی ہر پکی اینٹ اور ٹھیکری اور کانچ اور حرمت والی چیز جیسے ریشمی کپڑے سے اور داہنے ہاتھ سے اس حالت مین کہ اسکے بائین ہاتھ
مین کچھ عذر نہین ہم اینٹ وغیرہ سے استنجا کرنے مین جراحت موضع کا ضرر ہر اور محترم چیز سے اسکی بے تعظیم ہر اور داہنے ہاتھ سے استنجا اور مس کرنا منہی
عنہ ہر تو چاہیے کہ پیشاب کے بعد ذکر کو بائین ہاتھ سے پکڑے اور دیوار یا زمین سے رگڑے اور اگر نہو سکے تو داہنے ہاتھ مین ڈھیلا لے اور اسکو حرکت نہ دے بلکہ ذکر کو
رگڑے بائین ہاتھ سے کذا فی البحر فلو شلت ولم یجد ماء جاریا ولا صابا ترک الماء پھر اگر بایان ہاتھ لنجا ہو اور وہ شخص جاری پانی نہ پاوے اور نہ اس شخص کو جو پانی
ڈالے تو پانی سے استنجا کرنا ترک کرے ہم اور اگر جاری پانی ہو یا پانی کا ڈالنے والا جس سے شرعا پردہ نہین تو داہنے ہاتھ سے استنجا کرے ولو شلتا سقط اصلا
کمریض ومریضۃ لم یجدا من یحل جماعہ اور اگر دونون ہاتھ لنجے ہون تو استنجا بالکل ساقط ہو گیا یعنی ڈھیلون سے بھی اور پانی سے بھی اس بیمار مرد اور عورت
کے مانند جنھون نے اس شخص کو نہ پایا جسکا جماع کرنا حلال ہر کہ انسے بھی استنجا مطلقًا ساقط ہر یعنے اگر بیمار مرد کو زوجہ یا حلال لونڈی اور بیمار عورت کو زوج
میسر ہو تو انسے استنجا کروا لے وفحم وعلف حیوان وحق غیر وکل ما ینتفع بہ اور مکروہ تحریمی ہر استنجا کرنا کوئلے سے اور جانورون کے چارے سے اور غیر شخص کے حق سے
چنانچہ غیر کی دیوار بدون کرایہ اور جو چیز قابل انتفاع ہو اس سے چنانچہ کاغذ اور پتا اور نرکل اور بانس اور روئی اور کپڑا ان سب سے استنجا مکروہ ہر کذا فی
الطحطاوی عن البحر فلو فعل اجزاہ مع الکراہۃ لحصول الانقاء پھر اگر ہڈی وغیرہ سے استنجا کیا تو کفایت کرتا ہر کراہت تحریمی کے ساتھ بسبب حاصل ہونے

صفائی کے م قہستانی مین نظم سے منقول ہی یون کرنا چاہیے کہ تین ڈھیلون سے استنجا کرے پھر اگر نیا وے تو تیسرے کرے پھر اگر اُسکو بھی نپاوے تو تھی پھر خاک سے ان تین چیزون کے سوا استنجا نکرے کہ بموجب حدیث کے مورث فقری ہی اور کیفیت استنجا کرنے کی یون ہی کہ انگشت وسطی کو تھوڑا سا اونچا کرے اور سکا موضع دھووے پھر بنصر کو اونچا کرے اور دھووے پھر خنصر کو پھر سبابہ کو اونچا کرکے دھووے یہانتک کہ اطمینان حاصل ہو صحیح قول مین اور بعضون نے کہا ایسا تک دھووے کہ وہان سے چکنائی دور ہو کر کھر درا ہو جاے اور عورت اول بنصر اور وسطی کو اونچا کرکے دھووے پھر مرد کیطرح دھووے اور موسم سرما مین زیادہ تر مبالغہ کرے گر ٹھنڈا پانی ہو اور اگر گرم پانی ہو تو موسم گرما کے مانند مبالغہ کی حاجت نہین لیکن آب سرد کا ثواب زیادہ تر ہی آب گرم سے کذا فی الطحطاوی وفیہ نظر لما مر انہ سنۃ لا غیر فینبغی ان لا یکون مقیا لہا بالمنہی عنہ اور مصنف کے اس قول مین کہ ہڈی وغیرہ سے استنجا کرنا کافی ہی خلل ہی اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ استنجا سنت ہی فقط اور تو لائق یہ ہی کہ تو می قائم کرنے والا سنت کا ممنوع چیز سے م صاحب نہر الفائق نے اُسکا یون جواب دیا کہ مسنون تو ازالہ ہی نجاست کا اور ڈھیلا وغیرہ مقصود بالذات نہین بلکہ اس جہت سے کہ وہ مزیل ہی غایۃ الامر یہ ہی کہ اس شی مخصوص سے ازالہ ممنوع ہی اس سے نفی ازالہ نہین ہوتی چنانچہ غصب کے مکان مین سنت پڑھنے سے سنت ادا ہو گی لیکن ارتکاب منہی عنہ لازم آویگا کما کرہ تحریما استقبال قبلۃ واستدبارہا لاجل بول او غائط جیسے مکروہ تحریمی ہی قبلہ کا سامنا اور اسکو پیٹھ دینا پیشاب کرنے یا ہگنے کے واسطے م قبلہ کسی جہت مین ہو اُسکا استقبال اور ادبار ممنوع ہی اور یہ جو حدیث مین وارد ہی کہ مشرق مغرب کی طرف بول براز کے واسطے بیٹھا کرو تو انکے حق مین ہی جنکا قبلہ بشرق اور مغرب کی طرف نہین چنانچہ اہل مدینہ کا قبلہ جنوب کی طرف ہی فلو للاستنجاء لم یکرہ پھر اگر استنجا کرنے کے وقت استقبال یا استدبار قبلہ ہو تو مکروہ نہین یعنی مکروہ تحریمی نہین یعنی کراہت تنزیہی ثابت ہی کیونکہ ترک ادب ہی کذا فی الطحطاوی ولو فی بنیان لاطلاق النہی اور استقبال واستدبار قبلہ مکروہ ہی اگرچہ عمارت کے اندر ہو جیسے میدان مین مکروہ ہی بسبب مطلق ہونے نہی کے یعنی حدیث شریف مین عمارت اور میدان کی قید نہین تو ہر مقام مین کراہت ثابت ہی فلو جلس مستقبلا لہا غافلا ثم ذکرہ انحرف ندبا لحدیث الطبری من جلس یبول قبالۃ القبلۃ فذکرہا فانحرف عنہا اجلالا لہا لم یقم من مجلسہ حتی یغفر لہ سو اگر قبلہ کے سامنے بیٹھا غفلت سے پھر اُسکو یاد آیا تو پھر جاے اُسکی طرف سے استحباب کی راہ سے بدلیل حدیث طبرانی کہ جو بیٹھا پیشاب کرنے کو قبلہ کے سامنے پھر اُسکو یاد پڑا سو پھر گیا اسکی طرف سے قبلہ کی تعظیم اور تکریم کی وجہ سے تو کھڑا نہوگا اپنی نشست گاہ سے یہانتک کہ بخشا جاویگا ان امکنہ والا فلا باس اگر ممکن ہو قبلہ کی طرف سے پھرنا اور اگر ممکن نہو تو کچھ ڈر نہین عدم انحراف سے وکذا یکرہ ہذہ تعم التحریمیۃ والتنزیہیۃ للمراۃ امساک صغیر لبول او غائط نحو القبلۃ اور اسی طرح عورت کو مکروہ ہی تھامنا صغیر کا پیشاب یا ہگنے کے واسطے قبلہ کی طرف شارح نے کہا کہ یہ کراہت کے اقسام شامل ہین کراہت تحریمی اور تنزیہی دونون کو وکذا مد رجلہ الیہا اور اسی طرح پانو پھیلانا قبلہ کی طرف مکروہ ہی م طحطاوی نے کہا کہ یہ کراہت تنزیہی ہی واستقبال شمس وقمر لہما ای لاجل بول او غائط اور مکروہ ہی سامنا سورج اور چاند کا پیشاب یا ہگنے کے واسطے وبول وغائط فی ماء ولو جاریا فی الاصح وفی البحر انہا فی الراکد تحریمیۃ وفی الجاری تنزیہیۃ اور مکروہ ہی بول اور براز پانی مین اگرچہ جاری پانی ہو صحیح تر قول مین اور بحرالرائق مین ہی کہ آب بستہ مین کراہت تحریمی ہی اور آب رواں مین کراہت تنزیہی ہی م طحطاوی نے کہا اگر عذر سے مکروہ نہین چنانچہ کشتی اور جہاز سے اُترنا ممکن نہو وعلی طرف نہر او بئر او حوض او عین او تحت شجرۃ مثمرۃ او فی زرع او فی ظل ینتفع بالجلوس فیہ اور مکروہ ہی بول یا براز نہر یا کنوئین یا حوض یا چشمہ کے کنارے پر یا پھلے درخت کے نیچے یا کھیت مین یا اُس سایہ مین جس سے لوگ فائدہ پاتے ہین اُسمین بیٹھکر م یہ سب کراہت تحریمی ہی کیونکہ اسکی نہی احادیث مین وارد ہی کذا فی الطحطاوی انتفاع جلوس کی قید سے معلوم ہو کہ جو سایہ آبادی سے دور ہو اُسکے نیچے بول اور براز مکروہ نہین وبجنب مسجد ومصلی عید وفی مقابر وبین دواب وفی طریق الناس اور مکروہ ہی مسجد اور عیدگاہ کے آس پاس اور قبرستان مین اور چارپایون کے درمیان اور لوگون کی راہ مین م قبرستان مین وجہ کراہت یہ ہی کہ میت کو تکلیف ہوتی ہی جس سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہی اور ظاہر ایہ کراہت تحریمی ہی اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہی کہ جو قبرستان مین جدید راہ حادث

ہوتی ہو اسمین پیشاب حرام ہو تو بول و براز بطریق اولی ممنوع ہوگا کذا فی الشامی و فی موضع ... وحجر فارۃ او حیۃ و نملۃ وثقب ... ورود ...
میں اور وہ سوراخ ہی جس میں سانپ یا چیونٹی سکونت رکھتی ہوں اور جو راستے ہیں راہ اور نیز موضع یعبر علیہ احد او یقعد فیہ وتحت طریق او قافلۃ او خیمۃ وفی موضع یتوضأ فیہ او یغتسل
اسلئے کہ اس میں ایذا زیادہ کہا ہو اور مکروہ ہو اس مکان میں جہاں کوئی گذرتا ہو یا وہان بیٹھتا ہو اور راہ یا قافلہ یا خیمہ کے برابر اور پست زمین پر بیٹھکر اونچی زمین
کی طرف پیشاب کرنا مکروہ ہو بیٹھے ہو نجاست کی وجہ سے و انظر علیہ اور مکروہ ہو بولنا بول و براز کرتے ہم اسواسطے کہ حق تعالی اسپر ناخوش ہوتا ہو اور بول و براز
کے وقت خدا کا ذکر نکرے اور چھینک پر الحمد للہ کہے اور چھینکنے والے کو دعا کرے اور سلام کا جواب نہ دے اور نہ اذان کا جواب دے اور بلا ضرورت شرمگاہ اور
بول و براز کو نہ دیکھے اور نہ وہان تھوکے نہ ناک کو جھاڑے اور نہ کھنکھارے اور چپ اور راست نہ دیکھے اور اپنے بدن سے بہت فعل نکرے اور آسمان کی طرف سر
اٹھاوے اور وہان بہت نہ بیٹھے کہ بواسیر پیدا ہوتی ہو اور درد جگر حادث ہوتا ہو چنانچہ لقمان علیہ السلام سے مروی ہو اور مستحب ہو کہ پاخانہ کپڑوں کو وہان لیجانے کے
مند ور ہو نہیں تو خوب حفاظت کرے نجاست کے لگجانے سے اور آب مستعمل سے اور سر پر ننگا نہ جاوے اور وہان داخل ہوتے کہے اللہم انی اعوذ بک من الخبث
والخبائث واعوذ بک من الرجس النجس الخبیث المخبث الشیطان الرجیم اور وہان وہ انگوٹھی لیجانا جسمین خدا کا نام یا قرآن لکھا ہو اور وہان داخل ہوتے بایان
پانون اول بڑھاوے اور کھڑے ہو کے شرمگاہ کو نہ کھولے اور دونون پانون کو کشادہ کرکے بیٹھے اور بائین پانون پر جھکا رہے پھر جب فراغت پاوے تو کہے
الحمد للہ الذی دفع عنی الاذی وعافانی کذا فی الطحطاوی وان یبول قائما او مضطجعا او متجردا عن ثوبہ بلا عذر اور مکروہ ہو پیشاب کرنا کھڑے ہوکر یا لیٹے یا
کپڑون سے برہنہ ہوکر بدون عذر کے کہ بلا عذر کی قید سب سے متعلق ہو اسواسطے کہ عذر سے کھڑے وغیرہ پیشاب کرنا جائز ہو اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کھڑے پیشاب کیا پیٹھ کے درد کی وجہ سے کذا فی البحر او یبول فی موضع یتوضأ ہو او یغتسل فیہ لحدیث لا یبولن احدکم فی مستحمہ فان عامۃ الوسواس منہ
یا مکروہ ہو پیشاب کرنا اس مکان میں جہان وہ شخص وضو کرتا ہو یا اسمین غسل کرتا ہو اس حدیث کی دلیل سے کہ ہرگز پیشاب نکرے کوئی شخص تم لوگون میں سے
اپنے غسل خانہ میں اسواسطے کہ اکثر وسواس اسی سے پیدا ہوتا ہو فروع مسائل متفرقہ شارح کے یجب الاستبراء بمشی او تنحنح او نوم علی شقہ الایسر او یجب یعنی
فرض ہو استبراء یعنی پیشاب کے بعد خوب پاکیزگی اور صفائی حاصل کرنا پیادہ پا چل کر اور کھنکھار کر اور بائین پہلو پر لیٹ کر ہم حدیث میں وارد ہو کہ خوب پاکیزگی
حاصل کرو پیشاب سے کہ اکثر عذاب قبر اسی سے یعنی عدم پاکیزگی سے ہوتا ہو ہم استبراء بعبارت دیگر ازالہ خارج سے تا انکہ منقطع ہو جاوے کذا فی الطحطاوی ویختلف بطباع
الناس اور استبراء مختلف ہوتا ہو لوگون کے اختلاف طبایع کے سبب سے یعنی کسی کو جلد پاکیزگی حاصل ہوتی ہو کسی کو دیر سے کسی کو چلنے سے کسی کو کھنکھارنے وغیرہ
ومع طہارۃ المغسول تطہر الید اور مغسول کی طہارت کے ساتھ ہاتھ بھی پاک ہو جاتا ہو یعنی جب دھونے کا محل پاک ہوا ہاتھ بھی اسکے ساتھ پاک ہو گیا اسکے
علیحدہ دھونیکی حاجت نہین خواہ محل دھونے کا استنجا ہو یا سواے اسکے ویشترط ازالۃ الرائحۃ عنہا وعن المخرج الا اذا عجز والناس عنہا غافلون اور طہارت
میں شرط ہو دور کرنا بدبو کا ہاتھ سے اور مخرج نجاست سے مگر جبکہ عاجز ہو آدمی بو کے دفع کرنے سے یعنی ہر چند دھوتا ہو بدبو دفع نہیں ہوتی تو اب معاف ہو اور لوگ
اس شرط سے غافل اور بیخبر ہیں ہم ہاتھ سے بدبو کا دفع ہونا سونگھنے سے معلوم ہوتا ہو اور مخرج سے معلوم ہونا ظن غالب کے حاصل ہونے سے کذا فی الطحطاوی
استنجی المتوضی ان علی وجہ السنۃ بان ارخی انتقض والا لا اور وضو شخص نے استنجا کیا اگر استنجا مسنون وجہ سے کیا اسطرح کہ مخرج کو ڈھیلا کرکے استنجا کیا تو وضو
ٹوٹ گیا اور اگر بطریق سنت کے استنجا نہ کیا تو وضو نہ ٹوٹا انما ادخل حدی نجاستہ ان ظہر عینہا تنجس والا لا اور اگر نجاست پر پانون رکھا اور نجاست کی ذات ظاہر ہوئی
بدن یا کپڑے یا پانون یا موزہ یا جوتی پر تو ناپاک ہوا ورنہ ناپاک نہوا مراد الانفتاح میں لفظ عین کے عوض میں اثر کا لفظ وارد ہو اور یہی بہتر ہو
تا بو وغیرہ کو بھی شامل ہو کذا فی الطحطاوی ولو وقعت فی نہر فاصاب ثوبہ ان ظہر اثرہا تنجس والا لا اور اگر نجاست گری نہر میں پھر آدمی کے کپڑے
پر وہ پانی پڑا اگر نجاست کا اثر یعنی رنگ یا بو ظاہر ہوا تو کپڑا ناپاک ہوا اور اگر ایسا نہیں تو ناپاک نہیں لف طاہر فی نجس مبتل بماء ان بحیث لو عصر قطر

آدمی میں جب نجاست ... اسمین ... اور آدمی کا وہ وقت ... سے اور سیری ... نجاست بدن کی ... شیطان اور دوسرا ... جو ہر اس امر ... کو جگہ تکلیف ... دور کی اور تکلیف ... نہایت کی ١٢

نجس والا ناپاک کپڑا لپیٹا گیا اُس ناپاک کپڑے مین جو تر ہو گیا ہو پانی سے اگر پاک کپڑا اسقدر تر ہو کہ جو اُسکو نچوڑ ڈالیے تو ٹپکے تو وہ ناپاک ہو گیا اور اگر ایسا نہین تو
ناپاک نہین اگرچہ نم ہو گیا ہو ولو لف فی مبتل ببول ان ظہر نداوتہ او اثرہ تنجس والا اور اگر پاک کپڑا لپیٹا گیا اُس ناپاک کپڑے مین جو تر ہو گیا ہو
پیشاب کے مانند نجس العین سے تو اگر اسکی تراوت یا اثر اُسکا ظاہر ہوا تو پاک کپڑا ناپاک ہو گیا اور اگر تراوت یا اثر ظاہر نہین تو ناپاک نہین فارۃ وجدت
فی خمر فرمیت فتخلل ان تفسخت فتنجس والا چوہا نکلا شراب مین سو پھینکا گیا پھر وہ شراب سرکہ بنگئی اگرچہ چوہا پھوٹا تھا تو سرکہ ناپاک ہے اور اگر ایسا نہین تو ناپاک
نہین م تفسخ سے اجزا چوہے کے شراب مین ملگئے تو شراب کے منقلب ہو جانے سے چوہے کے اجزاء نجسہ منقلب بطہارت نہین ہو سکتے وقع خمر فی خل
ان قطرۃ لم یحل الا بعد ساعۃ وان کوزا حل فی الحال شراب گری سرکہ مین اگر ایک قطرہ گرا تو سرکہ کھانا حلال نہین مگر ایک ساعت کے بعد اور اگر شراب
کوزہ بھر ہو تو وہ سرکہ فی الحال حلال ہے م وجہ اسکی یہ ہے کہ ایک قطرہ مین نہ مزہ ہی نہ بو جس سے انقلاب عین پر استدلال کیجیے تو کچھ توقف کرنا چاہیے اور
اگر کوزہ بھر شراب سرکہ مین گری اور اُسکا مزہ اور بو باقی نرہا تو صاف معلوم ہو گیا کہ وہ منقلب بسرکہ ہو گئی کذا فی الحلبی فارۃ وجدت فی قمقمۃ ولم یدرمتی
ماتت فیہا ام فی جرۃ ام فی بئر یحمل علی قمقمۃ مردہ چوہا پایا گیا لوٹے مین اور معلوم نہین کہ وہ لوٹے مین مرا یا گھڑے مین یا کنوئین مین تو اُسکا مرنا لوٹے مین
محمول ہو گا یعنی اسواسطے کہ حادث کی اضافت اسکی اقرب اوقات کی طرف ہوتی ہے کذا فی الحلبی ثلث قرب من سمن وعسل ودبس اخذ من کل حصۃ ثم
خلط فوجد فیہ فارۃ تضعہا فی الشمس فان خرج منہا الدہن فسمن والا فان بقی بحال الجمد فالعسل او متلطخا فالدبس تین مشکین مین گھی اور شہد اور شیرہ خرما
لی ہر ایک سے حصہ لیا گیا اور باہم مخلوط کیا گیا سو اُسمین مردہ چوہا نکلا تو ای مخاطب تو اُس چوہے کو آفتاب مین رکھ پھر اگر اُس چوہے سے چکنائی نکلے تو
گھی ناپاک ہے اور اگر چکنائی نہین نکلی تو اگر بحال آب بستہ جما ہوا باقی رہا تو شہد ناپاک ہے یا لتھڑا چپ چپا تا رہا تو شیرہ خرما ناپاک ہے یعنے اسلیے کہ دھوپ سے
گھی پگھل جاتا ہے اور شہد سمٹتا ہے اور شیرہ خرما نرم ہو جاتا ہے یعمل بخبر الحرمۃ فی الذبیحۃ وبخبر الحل فی ماء وطعام عمل کیا جاے حرمت کی خبر پر ذبیحہ مین
اور حلت کی خبر پر پانی اور کھانے مین م یعنے ذبیحہ اور پانی اور طعام کی حرمت اور حلت مین دو چیزین متعارض مسموع ہوئین یعنے ایک متقی کہتا ہے
کہ یہ حلال ہے دوسرا کہتا ہے کہ حرام ہے تو ذبیحہ مین اسکو حرام سمجھنا چاہیے اسواسطے کہ ذبیحہ مین اصل حرمت ہے کیونکہ ذبح حیوان کی تعذیب ہے اور پانی اور
طعام مین اصل حلت ہے تو دونون خبرون کو ساقط الاعتبار کرکے اصل پر عمل کرنا چاہیے تحری فی ثیاب اقلہا طاہر تحری کرے یعنے سوچے اور اٹکل دوڑاوے
پاک کے دریافت کرنے مین اُن کپڑون مین جو آدھے سے کم پاک ہین اور اکثر ناپاک ہین م جب سوچنے سے ایک کپڑا پاک ٹھہرا تو اُسی مین نماز
پڑھا کرے لنقض تحری جائز نہین مگر قبلہ مین ہان اگر اسمین نجاست ظاہر ہو تو دوسرا کپڑا سوچ کر اختیار کرے کذا فی الطحطاوی وفی اوان اکثرہا
طاہر لا اقلہا بل یحکم بالاغلب الا لضرورۃ شرب اور سوچ کرے پانی کے اُن برتنون مین جنمین اکثر یعنے آدھے سے زیادہ پاک ہین نہ اُن برتنون مین جو
آدھے سے کم پاک ہین بلکہ غالب پر حکم کرنا چاہیے یعنی سب کو ناپاک جانیے مگر پینے کی ضرورت سے اقل مین بھی سوچ پر عمل کرے یحرم اکل لحم انتن
لا نحو سمن ولبن حرام ہے کھانا اُس گوشت کا جو سڑ گیا نہ گھی اور دودھ ایسی سڑی چیز کا م طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ سڑا گھی ضرر نہین کرتا یعنی برخلاف
سڑے گوشت کے شعیر فی بعر او روث صلب یوکل بعد غسلہ وفی خثی لا جو نکلے سوکھی مینگنی یا لید مین تو دھونے کے بعد کھائے جاوین اور اگر گوبر مین
نکلے تو نکھائے جاوین مرارۃ کل حیوان کبولہ وجرتہ کزبلہ پتا ہر جانور کا اُسکے پیشاب کے مانند ہے اور جگالی ہر جانور کی اُسکے سرگین کے مانند ہے یعنی جو بول
ماکول اللحم کی طہارت کا قائل ہے وہ اُسکے پتے کو بھی طاہر کہتا ہے حکم العصیر حکم الماء پھل اور گھاس کے رس کا حکم پانی کے مانند ہے یعنے جیسے نجاست حقیقی
پانی سے دور ہوتی ہے ویسے ہی رس سے اور جیسا آب کثیر وقوع نجاست سے ناپاک نہین ہوتا ویسا ہی وہ بھی اگر دہ در دہ ہو تو ناپاک نہوگا رطوبۃ الفرج
طاہرۃ خلافا لہما عورت کی شرمگاہ کی رطوبت پاک ہے امام کے نزدیک ناپاک ہے صاحبین کے نزدیک العبرۃ للطاہر من تراب وماء خلطا بہ یفتی اعتبار پاک کا ہے مٹی یا پانی سے

آگ یا ہم مخلوط ہوگئی اسی واسطے دونون بعنی پانی اور مٹی سے جبکہ گارا بنا اگر زمین سے ایا بھی پاک ہی تو وہ گارا پاک ہی مگر یہ قول ضعیف ہی بحر الرائق مین ہی کہ جب کہ ایسا پاک پانی سے یا ناپاک مٹی سے تو صحیح قول یہ ہی کہ گارا ناپاک ہی دونون مین کوئی ناپاک ہو یہی قول مختار ہی قاضیخان اور فقیہ ابو لیث کا اور کتاب مین جو طہارت کی توجیہ اس ہی کہ ترکیب سے وہ دوسری چیز بنگئی وہ خلا ہر افقہ نہین اسواسطے کہ اس سے لازم آتا ہی کہ جن کھانون کو پانی یا مٹی نجس ہو وہ پاک ہون کیونکہ ترکیب سے اور تیر ہو گئی وعلی ہذا سب مرکبات جبکہ انکے بعض مفردات ناپاک ہون حالانکہ یہ خلاف الفساد ہی کذا فی الحلبی مشی فی حمام ونحوہ لا یتنجس ما لم یعلم انہ غسالۃ نجس پیادہ پا چلا حمام اور اسکے مانند اور مکان مین جیسا نچہ غسل خانہ مین تو ناپاک نہوگا جبتک یہ معلوم نہو جاے کہ جو پانی پانون مین لگا وہ نجاست کا دھو دھلا ہی مراد یہ ہی کہ برہنہ پانون چلا تو بے دھوے پانون دھوے نماز جائز ہی اور احتیاط یہ ہی کہ نماز کا اعادہ کرے کذا فی البحر لا یتنجس اخذ الماء من الانبوبۃ لانہ تنجس الماء ولکن پانی لیا اس نالی سے جسکا پانی حوض مین گرتا ہی نجانہیں اسواسطے کہ حوض کا پانی بستہ غیر جاری ہو جائیگا مگر شاید کہ اسمین نجاست ہو تو پانی بہنے سے حوض مین نجاست واقع ہوگی یا مستعمل اسمین گریگا تو ناپاک ہو گا آب مستعمل کی نجاست کے قول پر طحطاوی نے کہا یہ قول ظاہر اعلے سبیل الاولویۃ کے ہی یا آب مستعمل کی نجاست پر مبنی ہی والتکبیر الی الحمام لیس من المروۃ لان فیہ اظہار مقلوب الکنایۃ سے علی الصباح حمام مین غسل کے واسطے جانا مروت کے افعال سے نہین ہی یعنے بے شرمی ہی اسواسطے کہ اسمین مقلوب کنایہ کا اظہار ہی مقلوب کنایہ نیک ہی یعنی جماع یعنے لوگون کے سامنے حمام مین جانا صبح کے وقت ظاہر کرنا ہی رات کے جماع کا اور یہ بے شرمی ہی طحطاوی نے کہا بہتر یون تھا کہ شارح بجاے مقلوب کنایہ مقلوب کان کہتا اور وہ مقلوب ناک ہی یعنی جماع ثیاب الفسقۃ واہل الذمۃ طاہرۃ فاسقون اور ذمیون کے کپڑے پاک ہین یعنے انکے مستعمل کپڑون مین نماز درست ہی تا وقتیکہ نجاست کا یقین نہو اور تجنیس مین ہی کہ ذمیون کے پاجامون مین نماز مکروہ ہی حلبی نے کہا شاید اسوجہ سے کہ وہ استبرا اور استنجا نہین کرتے ودیباج اہل فارس لجعلھم فیہ البول لبریقہ اہل فارس کا دیبا یعنی ریشمی کپڑا ناپاک ہی اسمین پیشاب ڈالنے کی وجہ سے چمک کیواسطے مگر فارسیون کا پیشاب ڈالنا بالیقین معلوم ہی لہذا اسکو ناپاک کہا اسی طرح جبن انگریزی کپڑے مین نجاست کا پڑنا بالیقین معلوم ہو اسکو ترک کرنا چاہیے اور فقط احتمال سے ترک کرنا ضرور نہین سواسطے کہ کپڑون مین اصل حلت ہی رای فی ثوب غیرہ نجسا ان غلب علی ظنہ انہ لو اخبرہ ازالھا وجب والا فالامر بالمعروف علی ہذا ایک شخص نے دوسرے کے کپڑے مین نجاست دیکھی کہ وہ نماز کی مانع ہی یعنی درم سے زیادہ ہی اگر اسکو اسکا ظن غالب حاصل ہو کہ اگر اسکو خبر کریگا تو وہ نجاست کو دور کریگا تو خبر دینا واجب ہی یعنی فرض ہی اور اگر اسکا ظن غالب نہو تو بتانا فرض نہین تو امر بالمعروف کا فرض ہونا بھی اسی تفصیل پر ہی یعنی اگر ظن غالب ہو اسکا کہ وہ شخص عمل کریگا تو امر بالمعروف فرض ہی ورنہ فرض نہین اور یہ بھی امر بالمعروف مین شرط ہی کہ اپنی ذات پر ضرر کا خوف نہ ہو ورنہ وہ شخص مختار ہی چاہے کرے چاہے کرے اور نہی عن المنکر مین یہ بھی ہی کہ خود مرتکب نہوتا ہو اس فعل کا جو نہی عنہ سے اعظم ہی اور وجوب فاسق پر بھی ثابت ہی اگرچہ اسکا امر اور نہی فائدہ بخش نہین کذا فی الطحطاوی حمل السجادۃ فی زماننا اولی احتیاطا لا ورد اول ما یسأل عنہ فی القبر الطہارۃ وفی الموقف الصلوۃ جانماز کا لیے رہنا ہمارے زمانہ مین بہتر ہی احتیاط کی راہ سے اسواسطے کہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ قبر مین پہلے طہارت کا سوال ہوگا اور قیامت مین نماز کی اول پرسش ہوگی ام شارح رحمۃ اللہ علیہ کے حسن بیان کو غور کرنا چاہیے کہ اختتام کتاب الطہارۃ اور آغاز کتاب الصلوۃ مین اس حدیث کو لایا غفر اللہ لہ ولنا بجاہ صاحب ہذا الحدیث صلی اللہ علیہ وسلم

کتاب الصلوٰۃ

یہ کتاب ہی نماز کے احکام اور مسائل کے بیان مین شروع فی المقصود بعد بیان الوسیلۃ یہ شروع ہی اصل مقصد مین کہ نماز ہی بعد بیان کرنے وسیلہ کے طہارت ہی ولم تخل عنہا شریعۃ مرسل نماز سے خالی نہین رہی کسی رسول کی شریعت یعنی یہ عبادت دائمی قدیمی ہی کبھی منسوخ نہین ہوئی ولما صارت قربۃ بواسطۃ الکعبۃ کانت دون الایمان لانہ بل من فروعہ اور جبکہ شریعت محمدی مین نماز عبادت ٹھہری بواسطۂ کعبہ معظمہ کے تو کمتر ہوئی ایمان سے ایمان کے

کتاب الصلوٰۃ

اجزاء سے بلکہ وہ ایمان کے فروع سے ہے م یعنی چونکہ ایمان بلا واسطہ عبادت ہے اور نماز بواسطۂ استقبال قبلہ عبادت ہے بلا واسطہ عبادت نہین لہذا نماز ایمان
مین داخل نہین بلکہ اسکی شاخ ہے باعتبار فعل کے اور باعتبار اسکے حکم کے یعنی اسکے فرض ہونے کی راہ سے تو وہ ایمان مین داخل ہے اسواسطے کہ ایمان عبارت
ہے جمیع ارشادات قطعیہ نبویہ کی تصدیق سے کذا فی الطحطاوی وہی لغۃ الدعاء فنقلت شرعًا الی الافعال المعلومۃ وہو الظاہر لوجود ہا بدون الدعاء فی الامی الاخرس اور
نماز لغت عرب مین بمعنی دعا ہے پھر شرع مین منقول ہوئے افعال معلومہ یعنی رکوع اور سجود وغیرہ کی طرف اور یہی منقول ہونا ظاہر ہے بسبب موجود ہونے نماز کے
بدون دعا کے جاہل اور گونگے کی نماز مین م شارح نے اشارہ کیا کہ صلوٰۃ منقول شرعی ہے اور منقول شرعی ہے جسمین معنی وضعی باقی نہوا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ صلوٰۃ دعا مین حقیقت ہے افعال
مخصوصہ کو صلوٰۃ اسواسطے کہا کہ انمین دعا بھی داخل ہے کذا فی الطحطاوی ہی فرض عین علی کل مکلف بالاجماع نماز یعنے پنجگانہ نماز فرض عین ہے ہر مسلمان عاقل بالغ
باجماع اہل اسلام م اجتماع نماز پنجگانہ اسی امت کو مخصوص ہے کسی امت کو یہ اجتماع حاصل نہوا اور عشا کی نماز بھی اسی امت کو خاص ہے کسی نے نہین پڑھی اور اذان
اور اقامت اور شروع نماز مین اللہ اکبر کہنا اور آمین اور رکوع کرنا بھی امت محمدی کو مخصوص ہے چنانچہ ایک جماعت مفسرین نے اسکو ذکر کیا ہے اور نماز مین
اللّٰہم ربنا ولک الحمد کہنا اور نماز مین گفتگو کا حرام ہونا بھی اسی امت کو خاص ہے چنانچہ جلال الدین سیوطی نے انموذج مین بیان کیا ہے اور بعضون نے کہا کہ عشا کی نماز اول
حضرت موسی علیہ السلام نے پڑھی جبکہ مدین سے نکلے اور راہ بھول گئے تھے کذا فی الطحطاوی عینی شرح ہدایہ مین ہے کہ فجر کی نماز حضرت آدم علیہ السلام نے پڑھی
جبکہ بہشت سے نکلے اور اندھیرا ہو کر صبح ہوئی اور ظہر کی نماز حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پڑھی جبکہ انکو ذبح فرزند کا حکم ہوا زوال آفتاب کے بعد اور عصر کی
نماز حضرت یونس علیہ السلام نے پڑھی جبکہ انکو مچھلی کے پیٹ سے نجات حاصل ہوئی اور مغرب کی نماز حضرت عیسی علیہ السلام نے اور عشا کی نماز حضرت موسی
علیہ السلام نے پڑھی ان حضرات نے شکرانہ نماز نفل پڑھی اور ہمپر فرض ہے انتہی مختصرا اور فرضیت اجماعی نماز کی سند یہ آیت ہے قرآن مجید کی کہ اقیموا الصلوٰۃ
یعنے اے مسلمانون قائم کرو نماز کو وغیر ذلک من الآیات والاحادیث المشہورۃ فرضت فی الاسراء لیلۃ السبت سابع عشر رمضان قبل الہجرۃ بسنۃ ونصف و
کانت قبلہ صلوتین قبل طلوع الشمس وقبل غروبہا شمنی نماز فرض ہوئی معراج مین شب شنبہ رمضان شریف کی سترھوین تاریخ ڈیڑھ برس ہجرت سے پہلے اور
معراج سے پہلے دو نمازین تھین ایک تو آفتاب کے نکلنے سے پہلے اور دوسری اسکے ڈوبنے سے پہلے کذا فی الشمنی م یہ جو شارح نے معراج کا ہونا رمضان شریف مین
ذکر کیا سو ایک قول ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ معراج رجب مین ہوئی تھی اور یہی لوگون مین مشہور ہے اور امام نووی نے سیر روضہ مین اسی کو ذکر کیا ہے ویجب
ضرب ابن عشر علیہا بید لا بخشبۃ لحدیث مروا اولادکم بالصلوٰۃ وہم ابناء سبع واضربوہم وہم ابناء عشر نماز فرض ہے عاقل بالغ مسلمان پر اگرچہ واجب ہے دس برس
والے لڑکے کو ترک نماز پر مارنا ہاتھ سے نہ لکڑی سے اس حدیث کی دلیل سے کہ اپنی اولاد کو نماز کا حکم کرو جس حال مین کہ وہ سات برس کے ہون اور انکو مارو جبکہ وہ
دس برس کے ہون م ہر چند حدیث مین مطلق ضرب مذکور ہے لیکن چونکہ لکڑی کی مار مکلف کی جنایت مین وارد ہے اور صغیر محل جنایت نہین لہذا اسکی ضرب ہاتھ پر محمول
ہوئی نہ لکڑی پر اور صغیر کی ضرب باوجود عدم فرضیت نماز کے اسواسطے مشروع ہوئی تاکہ اسکو نماز کی اسی عمر سے عادت پڑجاوے طحطاوی نے کہا کہ صغیر کو تین بار
ضرب بتوسط سلیم مارنا چاہیے قلت والصوم کالصلوٰۃ علی الصحیح کما فی صوم القہستانی معزیا للزاہدی وفی حظر الاختیار انہ یومر بالصوم والصلوٰۃ وینہی عن
شرب الخمر لیالف الخیر ویترک الشر مین کہتا ہون اور روزہ نماز کے مانند ہے حکم کرنے اور مارنے مین بنا بر صحیح قول کے چنانچہ قہستانی کی کتاب الصوم مین
زاہدی سے منقول ہے اور اختیار شرح مختار کی کتاب الحظر مین ہے کہ صغیر کو امر کرنا چاہیے روزہ اور نماز کا اور روکنا چاہیے شراب پینے سے تاکہ اسکو
نیکی کی عادت پڑے اور بدی کو چھوڑے م مراد یہ ہے کہ صغیر کو تمام مامورات کا امر کرنا اور جمیع منہیات سے روکنا چاہیے تو صوم اور صلوٰۃ اور شراب کی
کچھ خصوصیت نہین ویکفر جاحدہا لثبوتہا بدلیل قطعی اور نماز کا انکار کرنے والا کافر ہو جاتا ہے بسبب ثابت ہونے نماز کے دلیل قطعی سے یعنے قرآن احادیث
اور اجماع کی یقینی دلیل سے نماز ثابت ہے جسمین کچھ احتمال نہین منح الغفار مین ہے کہ منکر نماز کا حکم مرتد کا حکم ہے و تارکہا عمدا مجانۃ ای تکاسلا

دستی کہیں شیخ تجھی نہیں لحق المسبوق الحق وقیل یضرب حتی یسیل منه الدم وعند الشافعی یقتل بصلوة واحدة وقیل کفرا ورد نه زکوة
نسیہ۔ چھوڑنے والا سستی اور کاہلی کی راہ سے کہنکار ہے قید کیا جاے یہان تک کہ نماز پڑھے اسواسطے کہ مکلف محبوس ہوتا ہے حق العبد کے سبب سے
تو خدا کے حق مین محبس کرنا بدرجہ اولی ہے اور بعض امام محبوبی نے کہا کہ تارک الصلوة مارا جاے یہانتک کہ اسکا خون جاری ہو اور امام شافعی ؒ
کے نزدیک تارک الصلوة قتل کیا جاتا ہے ایک نماز کے چھوڑنے سے یہ قتل حد کی راہ سے اور دوسرا قول یہ ہے کہ قتل ہے کفر کی راہ سے ہم اسی طرح رمضان کے
تارک الصوم صاحب الحبس ہے اور شافعی کے مانند مالک اور احمد کے نزدیک بھی مقر تارک الصلوة مثل اس لازم القتل ہے مگر کہ کبھی کے نزدیک وہ کافر نہین
سوائے امام احمد کے کذا فی الطحطاوی ویحکم باسلام فاعلها بشروط اربعة ان یصلی فی الوقت مع جماعة مؤتما متما اور حکم کیا جاتا ہے نماز پڑھنے والے کے
مسلمان ہونے کا چار شرطون کے ساتھ یہ کہ نماز پڑھے عین وقت مین جماعت کے ساتھ امام کے پیچھے نماز کو پورا کرکے ہم اسطرح نماز پڑھنا امت محمدی
مین مخصوص ہے لہذا اسکے فاعل پر اسلام کا حکم ہوا وقت کی قید اسواسطے لگائی کہ وہ دلیل ہے فرضیت نماز کی اعتقاد کے برخلاف قضا کہ اسمین نفل کا
احتمال ہے یا اعتقاد فرضیت وقت قضا کا اور چونکہ جماعت مقتدی اور امام دونون کو شامل تھی لہذا شارح نے اقتدا کی قید زیادہ کی اسواسطے کہ اقتدا
اتباع سبیل مومنین پر دلالت کرتا ہے برخلاف امام ہونے کے کہ اسمین نیت انفراد کا بھی احتمال ہے تو جماعت ثابت نہوگی اور اتمام صلوة سے مراد یہ ہے
کہ اسکو فاسد نکرے کذا فی الطحطاوی وکذا الاذان فی الوقت او سجد للتلاوة وزکی السائمة صار مسلما اور اسی طرح اگر اسنے وقت نماز مین اذان دی یا تلاوت
قرآن کا سجدہ کیا یا چرندے جانورون کی زکوة ادا کی تو وہ مسلمان ٹھہریگا ہم اسواسطے کہ یہ امور خصوصیات اہل اسلام سے ہین لا لو صلی فی غیر الوقت
او منفردا او اماما او افسدها او فعل بقیة العبادات لانها لاتختص بشرعنا مسلمان نہ ٹھہریگا اگر ایک شخص نے غیر وقت مین نماز پڑھی یا تنہا یا امام ہوکر
نماز پڑھی یا نماز کو فاسد کر ڈالا یا ان مذکورات کے سوا باقی عبادات اسنے کیے اسواسطے کہ امور مذکورہ ہماری شریعت محمدی کے ساتھ مخصوص نہین ہم
باقی عبادات چنانچہ زکوة اموال غیر سوائم اور روزہ اور حج غیر کامل اور صدقات امت محمدی مین مخصوص نہین لیکن ہیئت کاملہ پر حج کرنا اور قرآن کا پڑھنا
بھی اس امت کی خصوصیات سے ہے تو انکو بھی مستثنی کرنا چاہیے کذا فی المنح ونظمها صاحب النهر فقال ۞ وکافر فی الوقت صلی باقتدا ۞ متمما صلوته
لا مفسدا ۞ او اذن ایضا معلنا او زکی ۞ سوائما کان سجدة تزکی ۞ فمسلم لا بالصلوة منفرد ۞ ولا الزکوة والصیام الحج زد ۞ اور خصوصیات مذکورہ
اسلام کو صاحب نہر الفائق نے نظم مین یون کہا ہے اور کافر نے عین وقت مین نماز پڑھی امام کے پیچھے اپنی نماز کو پورا کرکے نہ فاسد کرکے یا اذان
بھی دی آشکارا یا چرندے جانورون کی زکوة ادا کی مانند سجدۂ تلاوت کرنے کے پاک ہوکر تو وہ کافر ان افعال سے مسلمان ٹھہریگا نہ تنہا نماز پڑھنے
سے اور نہ ادا اموال کی زکوة دینے سے اور نہ روزہ رکھنے سے اور نہ حج غیر کامل کرنے سے وهی عبادة بدنیة محضة فلا نیابة فیها اصلا ای بالنفس
کما صحت فی الحج ولا بالمال کما صحت فی الصوم بالفدیة للفانی لانها انما تجوز باذن الشارع ولم یوجد اور وہ یعنے نماز صرف بدن کی عبادت ہے تو اسمین نیابت
نہین کسی طرح یعنی نہ جان کی نیابت جیسے حج مین صحیح ہے نہ مال کی نیابت جیسے کہ روزے مین درست ہے فدیہ دے کر شیخ فانی کو اسواسطے کہ نیابت فدیہ
تو فقط شارع کے اذن سے جائز ہوتا ہے سو وہ اذن نماز مین پایا نہین گیا ہم نماز محض عبادت بدنی ہے یعنے مرکب نہین مال اور بدن سے جیسے کہ حج مرکب
ہے اور حج نفل مین دوسرے شخص کو نائب کرنا ہر طرح درست ہے اور حج فرض مین بشرط عجز دائمی صحیح ہے اور صوم کے فدیہ مین بھی عجز دائمی تا موت
شرط ہے منح الغفار مین ہے کہ نماز مین نیابت اسواسطے بھی درست نہین کہ تکالیف شرعیہ سے مقصود ابتلا اور مشقت ہے سو وہ عبادات بدنیہ مین جان
اور اعضا کی محنت کشی مین افعال مخصوصہ کے کرنے سے حاصل ہے اور نائب کے کرنے سے منیب کے نفس پر مشقت متحقق نہین ہوتی تو نیابت مطلقا جائز
نہین عجز مین نہ قدرت مین انتهی وسببها ترادف النعم ثم الخطاب ثم الوقت نماز کا سبب پے در پے ہونا ہے احسانات ربانی کا پھر حکم قرآنی پھر وقت نماز کا تمام سبب عبارت ہے

مفضی الی الحکم سے بدون تاثیر کے کذا فی البحر تو نماز کا سبب حقیقی اوقات پنجگانہ مین توارد نعمات ہی پھر حکم قرآن مجید کا چنانچہ (اقیموا الصلوٰۃ وان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا) پھر سبب ظاہری وقت ہی اسواسطے کہ وجوب متجدد ہوتا ہی اوقات کے تجدد سے یہی علامت ہی سبب ہونی کی کذا فی الطحطاوی (ای الجزء الاول منہ ان اتصل بہ الاداء والا فما ای جزء من الوقت یتصل بہ الاداء وان لم یتصل الاداء بجزء فالسبب ہو الجزء الاخیر) وقت سببی یعنے اسکا پہلا جزء سبب ہی اگر اسکے ساتھ اداے نماز متصل ہو اور اگر جزء اول مین نماز نہ پڑھے تو وقت کے جس جزء سے اداے نماز کا اتصال ہوگا وہی جزء سبب ٹھہریگا اور اگر وقت کے کسی جزء سے ادا متصل نہو ئی تو وقت کا پچھلا جزء سبب ہوگا ہم خلاصہ مقام یہ ہی کہ وجوب نماز مین وسعت ہی تو جزء اول اور ثانی اور ثالث کی تاخیر سے مثلا گنہگار نہوگا حلبی نے کہا مختصر بیان یہ ہی کہ نماز کا سبب وقت کا وہ جزء ہی جس سے ادا متصل ہو والا جملہ وقت سبب ہی کذا فی الطحطاوی (ولو ناقصا حتی تجب علی مجنون ومغمی علیہ افاقا وحائض ونفساء طہرتا وصبی بلغ ومرتد اسلم وان صلیا فی اول الوقت) وقت کا پچھلا جزء سبب ہی اگرچہ ناقص ہو چنانچہ عصر مین دھوپ کا زرد ہو جانا تو واجب ہوگی نماز مجنون اور غشی والے پر کہ دونوں ہوش مین آگئے پچھلے جزء مین اور حیض والی اور نفاس والی عورت پر کہ دونوں پاک ہوگئین اور صغیر پر کہ وہ بالغ ہوگیا اور مرتد پر کہ جزء اخیر مین مسلمان ہوا اگرچہ صغیر اور مرتد نے اول وقت مین نماز پڑھی ہو جزء اخیر سے مراد وہ جزء ہی جو تکبیر تحریمہ کی گنجائش رکھتا ہو نہ وہ آن اور لحظہ جسمین اللہ اکبر کہنا نہو سکے تو اگر بعد افاقہ اور طہارت اور بلوغ اور اسلام کے بقدر تحریمہ وقت باقی ہی تو اسوقت کی نماز انپر واجب ہوگی اور نہین تو نہین اور کافر اصلی کا حکم مرتد کا حکم ہی اور نماز مرتد کی صورت یہ ہی کہ وہ مسلمان تھا اول وقت ظہر مین مثلا اسنے فرض نماز ادا کی پھر وہ معاذ اللہ مرتد ہوگیا پھر ظہر کے آخر وقت مین اسلام لایا تو وہ ظہر کی نماز کا اعادہ کرے کیونکہ پہلی نماز ارتداد سے باطل ہوگئی کذا فی الطحطاوی مختصرا (وبعد خروجہ یضاف السبب الی جملتہ لیثبت الواجب بصفۃ الکمال وانہ الاصل حتی یلزمہم القضاء فی کامل ہو الصحیح) اور بعد نکل جانے وقت کے مضاف ہوتا ہی سبب جمیع وقت کی طرف تاکہ واجب ثابت ہو کمال کی صفت پر اور حالانکہ ثبوت وجوب علی صفۃ الکمال بھی اصل ہی تو مجنون وغیرہ کو قضا کرنا لازم ہوگا کامل وقت مین نہ ناقص مین یہی قول صحیح ہی تو اگر آج کی عصر فوت ہوئی اور کل یا دوسری آخر وقت عصر مین غروب سے پہلے تو اسوقت قضا نکرے اسواسطے کہ وہ ناقص وقت ہی (وقت صلوٰۃ الفجر قدمہ لانہ لا خلاف فی طرفیہ) نماز فجر کا وقت شارح نے کہا مصنف نے فجر کے وقت کو مقدم کیا اسواسطے کہ اسکے دونوں طرفون مین یعنی اسکے اول اور آخر مین خلاف نہین اتفاق ہی امت کا بر خلاف ظہر وغیرہ کے ہم اور یہ جو بعضون نے اول فجر مین اختلاف کیا ہی کہ اول صبح ہی یا انتشار اسکا اور آخر وقت قدر سے آفتاب کی کرن کے طلوع تک ہی یا تیر انداز کو تیر کرنے کے مقام کے نظر آنے تک سو بسبب ضعیف ہونے اس قول کے لائق اعتماد کے نہین کذا فی الطحطاوی (ولانہ اول من صلاہ آدم واول الخمس وجوبا) اور اسواسطے فجر کو مقدم کیا کہ اول اسکو آدم علیہ السلام نے ادا کیا اور وہ پنجگانہ نماز کے پہلے ہی واجب ہونیکی راہ سے یعنی پنجگانہ نماز شب معراج مین فرض ہوئی تو اس رات کے بعد پہلے نماز فجر کی ٹھہری انس بن مالک سے روایت ہی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر شب معراج مین ۵۰ نماز بن فرض ہوئین پھر کم ہوئین یہانتک کہ پانچ ٹھہر گئین پھر ندا ہوئی یا محمد ہمارے نزدیک بات نہین بدلتی تمکو پانچ وقت کی نماز مین ۵۰ وقت کا ثواب ملیگا اس حدیث کو نسائی اور احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہی کذا فی العینی شرح الہدایہ (وقدم محمد الظہر لانہ اول ما ظہر اوبینا) اور امام محمد بن حسن شیبانی نے جامع صغیر مین ظہر کو اول مذکور کیا ہی اسواسطے کہ وہ نماز پنجگانہ سے پہلی ہی باعتبار ظاہر ہونے اور بیان کرنے جبرئیل علیہ السلام کے ہم یہ قول مبنی ہی اسپر کہ جبرئیل علیہ السلام کی امامت اول ظہر کے وقت ہوئی تھی شب معراج کے بعد اور صبح کی امامت دوسرے دن ہوئی تھی اسمین دو روایتین ہین شہور تر یہی روایت ہی کہ ابتدا امامت ظہر سے ہوئی کذا فی الطحطاوی (ولا یخفی توقف وجوب الاداء علی العلم بالکیفیۃ فلذا لم یقض نبینا صلے اللہ علیہ وسلم الفجر صبیحۃ لیلۃ الاسراء) اور پوشیدہ نہین موقوف ہونا وجوب ادا کا کیفیت نماز کی دانست پر تو اسیواسطے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز کی قضا نہ کی شب معراج کی صبح کو ہم یہ جواب ہی سوال مقدر کا حاصل سوال یہ ہی کہ جب فجر کی نماز پنجگانہ نماز کے اول ٹھہری تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیونکر ترک کی شب معراج کی صبح کو باوجودیکہ وہ وجب

اور یہی بات کہ خصوصیت جواب ہے کہ یہ اندازہ نماز کا مفروض تھا ... نہ ہوتا ... واجب نہیں اور یہ سوال وارد ہوتا ہے ... پر ... پیچ
اگر ... ہو جب بھی ... و جوب ادا کرنے پر جواب دینگے کہ امین ... شبہاد نہیں اسواسطے کہ جو شخص ... وجوب میں ... وارد
ہو شرع ہونے سے پہلے ... اسپر وجوب ثابت ہوگا اور ... امر کیفیت واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی ثم ہل کان قبل البعثۃ متعبدا بشرع
ای اختلفوا فی انہ صلی اللہ علیہ وسلم ہل کان قبل البعثۃ متعبدا بشرع من قبلہ الصادق من شریعۃ ابراہیم وغیرہ پھر اسکو دریافت کرنا چاہیے کہ ہمارے حضرت نبوت سے پہلے کسی
نبی کی شریعت پر عبادت کرتے تھے یا نہیں جواب لپ ... دہم ... کے نزدیک یہ ہے کہ کسی شریعت خاص پر عمل نکرتے تھے بلکہ اسپر عمل کرتے تھے جو کشف
صادق سے آپکو ظاہر ہوا تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام وغیرہ کی شریعت سے ... بعد ہ ... حراء اور صحیح ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا عبادت کرنا
غار میں جسکو حرا نام ہے کذا فی الجرم ابن اسحق وغیرہ نے ذکر کیا کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام ہر سال ایک مہینے حرا میں تشریف لیجاتے تھے عبادت
کرنے کو بعضوں نے کہا عبادت آپکی فکر تھی اور بعضوں نے کہا فکر تھی واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی **من اول طلوع الفجر الثانی** وہو
البیاض المنتشر المستطیر لا المستطیل نماز فجر کا وقت ہے ابتدا طلوع کرنے فجر ثانی سے اور وہ یعنی فجر ثانی سفیدی ہے پھیلی کنارہ آسمان میں عرض میں اور
چوڑی نہ لمبی ہم ... دو قسم ہے اول اور ثانی فجر اول طویل ہوتی ہے جسکو حدیث میں فرمایا جیسے بھیڑیے کی دم وہ سفیدی ہے کہ سیاہی وہاں ہو جاتی ہے
لہذا اسکو صبح کاذب کہتے ہیں اسوقت تک عشا کی نماز کا وقت ہے اور صائم کو سحر کھانا درست ہے صبح کی نماز اسوقت جائز نہیں اور فجر ثانی افق میں
معترض اور منتشر یعنے داہنے اور بائیں پھیلی اور چوڑی ہوتی ہے دمبدم اسکی روشنی زیادہ ہوتی جاتی ہے اسکو صبح صادق بولتے ہیں وہی وقت ہے
ابتدا نماز فجر کا اسوقت صائم کو سحر کھانا درست نہیں **الی قبیل طلوع ذکاء** بالضم غیر منصرف اسم الشمس نماز فجر کا وقت شروع فجر ثانی سے ہے آفتاب کے
نکلنے تک تھوڑا سا پہلے شارح نے کہا ذکاء بالضم والذال معجمہ غیر منصرف آفتاب کا نام ہے چونکہ حدیث امامت جبرئیل مواقیت نماز میں اصل ہے
اور مشہور لہذا اسکا ذکر کرنا بعینی شرح ہدایہ سے مناسب مقام ہے اور موجب برکت معلوم کرنا چاہیے کہ اس حدیث کو بہت صحابیوں نے روایت
کیا ہے از انجملہ ابن عباسؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ اور ابو ہریرہؓ اور عمرو بن حزم اور ابو سعید خدری اور انس بن مالک اور ابن عمر اور بریدہ اور ابو موسی
اشعری اور براء بن عازب اور جابر ہیں رضی اللہ عنہم سو ابن عباس کی حدیث کو ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا انسے کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امامت کی جبرئیل علیہ السلام نے بیت اللہ کے نزدیک دوبار تو ظہر ادا کی پہلی بار جسوقت کہ سایہ اصلی مثل تسمہ کے یعنے بند نعلین کے
مانند تھا پھر عصر پڑھی جبکہ سایہ ہر چیز کا اسکے برابر تھا پھر مغرب پڑھی جبکہ آفتاب ڈوبا اور روزہ کھولنے کا وقت آیا پھر عشا پڑھی جبکہ شفق ڈوبا
پھر فجر کی نماز پڑھی جبکہ فجر چمکی اور صائم پر کھانا حرام ہوا اور دوسری بار ظہر پڑھی جبکہ سایہ ہر چیز کا اسی چیز کے برابر ہو گیا کل کے عصر کے وقت
پھر عصر پڑھی جبکہ سایہ ہر شی کا اسکے دو چند تھا پھر مغرب پڑھی پہلے دن کے وقت پر پھر عشا پڑھی جبکہ تہائی رات گئی پھر صبح پڑھی جبکہ زمین روشن
ہو گئی پھر جبرئیل علیہ السلام میری طرف ملتفت ہوئے اور کہا اے محمد یہ وقت ہے تجھسے پہلے انبیا کا اور وقت ہے ما بین ان دونوں وقتوں کے ترمذی
نے کہا یہ حدیث حسن ہے اور اسکو ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے اپنی مستدرک میں اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کذا فی البنایہ
شرح الہدایہ للعینی **ووقت الظہر من زوالہا** ای میل ذکاء عن کبد السماء **الی بلوغ الظل** مثلیہ اور ظہر کا وقت آفتاب کے زوال سے یعنے آفتاب
کے ڈھلنے سے وسط آسمان سے ہر شی کے سایہ کے دو چند پہونچنے تک ہے ظہر کے اول وقت میں خلاف نہیں آخر وقت میں اختلاف ہے امام اعظم کے
نزدیک مثلین تک ہے یعنے دو نا سایہ ہونے تک محمد کی روایت میں بدائع میں کہا کہ یہی قول صحیح اور ظاہر الروایۃ ہے اور محیط میں ہے کہ امام ہی کا قول
صحیح ہے اور محبوبی نے اسی کو مختار کہا اور نسفی نے اسی پر اعتماد کیا اور صدر الشریعہ نے اسی کو ترجیح دی اور غیاثیہ میں کہا وہو المختار اور شرح مجمع میں کہا کہ

ہے ... یعنی ... یہ ذکر ... آفتاب ... کا ... ہے ... اسکو نماز کی ... کا ... ہی موجود تھا ... آفتاب ... ہے

اصحاب متون نے اسی کو پسند کیا اور شارحین اسی پر راضی ہوے کذا فی الطحطاوی عن البحر وعنہ مثلہ وہو قولہما وزفر والائمۃ الثلثۃ قال الامام الطحاوی وبہ
ناخذ وفی غرر الاذکار وہو الماخوذ بہ وفی البرہان وہو الاظہر لبیان جبرئیل وہو نص فی الباب وفی الفیض وعلیہ عمل الناس الیوم وبہ یفتی اور امام سے
ایک مثل کی روایت ہی یعنے حسن نے امام سے روایت کی کہ جب سایہ ہر چیز کا برابر اُس چیز کے ہو گیا ظہر کا وقت آخر ہو گیا اور یہی صاحبین کا قول ہی اور
زفر اور تینون اماموں کا یعنی امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد کا امام طحاوی نے کہا اور اسی قول کو ہم لیتے ہین اور غرر الاذکار مین ہی کہ
یہی قول لیا گیا ہی یعنی اسی پر عمل ہی اور برہان مین ہی کہ یہی قول ظاہر تر ہی جبرئیل علیہ السلام کے بیان کر دینے سے اور قول جبرئیل باب مواقیت مین نص
صریح ہی اور فیض مین ہی کہ اسی پر لوگون کا آج عمل ہی اور اسی کا فتوی ہی ہم بحر الرائق مین ہی کہ طحاوی کا قول اسپر دلالت نہین کرتا کہ یہی مذہب صحیح ہی
تصحیحات متقدمہ کے مذکور ہونے کے بعد اور سراج وہاج مین ہی کہ شیخ الاسلام نے کہا کہ احتیاطا اسمین ہی کہ ظہر کی نماز مثل تک تاخیر نکرے اور عصر کی نماز
نہ پڑھے جبتک مثلین تک سایہ نہ پہونچے تاکہ دونون نمازین اپنے وقتون پر بالاتفاق ادا ہون کذا فی الطحطاوی سوی فی یکون للاشیاء قبیل الزوال
سوا اُس سایہ کے جو سب چیزون کا ہوتا ہی زوال آفتاب سے پہلے تھوڑا سا یعنے ٹھیک دوپہر مین آفتاب ڈھلنے سے پہلے جو ہر چیز کا سایہ باقی رہتا ہی
وہ ظہر اور عصر کے وقت سے خارج ہی مثل اور مثلین کے حساب مین داخل نہین اسی سایہ کو فے بروزن شے اور سایہ اصلی کہتے ہین طحطاوی نے کہا فی الزوال
کو اسواسطے استثنا کیا کہ گاہے سایہ اصلی برابر ہوتا ہی ہر چیز کے بعضے مواضع مین ایام سرما مین اور گاہے دونا ہوتا ہی تو اگر مثل کو اعتبار کیجیے ذی الظل کے
پاس سے تو ظہر کا وقت نہ صاحبین کے نزدیک پایا جاے نہ امام کے نزدیک یہ حال ہی وہان کے لوگون کا جنکے سرون پر آفتاب سامنے نہین آتا لیکن
جن لوگون کے سرون کے اوپر آفتاب آجاتا ہی وہان مثل کا اعتبار تو ذی الظل کے پاس سے ہوتا ہی یعنی اسواسطے کہ وہان سایہ اصلی منعدم ہوتا ہی ویختلف
باختلاف الزمان والمکان اور فی الزوال اور سایہ اصلی مختلف ہوتا ہی زمان اور مکان کے اختلاف سے م یعنے سرما مین سایہ اصلی بڑا ہوتا ہی اور گرما مین چھوٹا
اور جو ملک معدل النہار اور خط استوا سے قریب ہین وہان سایہ چھوٹا ہی اور جو بعید ہین وہان بڑا ہی اور جن بلاد کا عرض میل کلی کے اندر ہی وہان سایہ اصلی
ایک دن بالکل منعدم ہوتا ہی یعنی جبکہ آفتاب نقطۂ سرطان مین داخل ہوا اور سال بھر مین یہی دن بہت بڑا ہوتا ہی اور جن بلاد کا عرض میل کلی
سے کم ہوتا ہی وہان کا سایہ اصلی سال مین دو بار بالکل نابود ہو جاتا ہی چنانچہ مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کذا فی الحلبی ولو لم یجد ما یغرز اعتبر بقامتہ وہی ستۃ اقدام
ونصف بقدمہ من طرف ابہامہ اور اگر نمازی سایہ شناسی کے واسطے وہ چیز نپاوے جسکو زمین پر گاڑ کر سایہ دریافت کرے تو اپنے قد کا اعتبار کرے
اور قد ہر آدمی کا ساڑھے چھ قدم کا ہوتا ہی اُسی شخص کے قدم سے انگوٹھے کی طرف سے م یہ کلام محذوف پر مرتب ہی اور معلوم ہوتا ہی بحر الرائق وغیرہ
کی عبارت سے اسمین یون ہی کہ زوال کی شناخت مین چند روایات ہین اُنمین صحیح تر یہ ہی یعنے ابو شجاع کی روایت کہ سیدھی لکڑی برابر زمین مین جلشت
کے وقت گاڑے اور سایہ کے سرے پر نشان کرے پھر اگر سایہ کم ہو جاتا ہو نشان مذکور سے تو آفتاب نہین ڈھلا پھر اگر سایہ ٹھہر گیا زیادت اور نقصان
سے تو یہ وقت ہی ٹھیک دوپہر کا اور جسقدر سایہ اسوقت باقی رہا وہ فی الزوال اور سایہ اصلی ہی اور جبکہ سایہ فی الزوال کے خط سے بڑھا اور لنبا ہوا تو
معلوم ہوا کہ آفتاب ڈھلگیا چنانچہ ظہیریہ مین ہی اور مجتبی مین ہی کہ اگر کوئی لکڑی گاڑنے کو نملے تو فی الزوال اور امثال کی شناخت کو تو اپنے قد سے
قیاس کرے ساڑھے چھ قدم طحاوی نے کہا جمہور مشائخ سات قدم کہتے ہین اور جمع بین القولین یون ہو سکتا ہی کہ آدمی کا قد سات قدم ساق کی سمت سے
ہوتا ہی اور ساڑھے چھ قدم انگوٹھے کیطرف سے انتہی اور محمد سے وہ قول منقول ہی جو اُس سے بھی زیادہ تر آسان ہی وہ یہ ہی کہ آدمی قبلہ کے سامنے کھڑا ہو پھر
آفتاب ابروے راست پر آیا ڈھلگیا کذا فی الطحطاوی منصف عینی مین یون ہی کہ جب آفتاب بائین طرف سے ڈھلا تو بھی زوال کا وقت ہی انتہی م مین اور یہ سب کا
اختلاف باعتبار اختلاف بلاد کے ہوتا ہی کما فی حاشیۃ العینی عن السراج ووقت العصر منہ الی قبیل الغروب اور عصر کا وقت سایہ مثلین سے ہی آفتاب کے ڈوبنے تک

الخ یعنی بیضاوی نے کہا ہی یہ قول منکر ہی اور قول ضعیف یہ ہی کہ آفتاب کے زرد ہونے تک ہی اور منقول ہے کہ حضرت امام ... کا وقت ... آفتاب ڈوبا پھر نکل آیا تو عصر کا وقت دوسری بار عود کر گیا یا نہیں جواب اسکا یہ ہی کہ اس وقت پھر آئیگا اور یہ بحث ہی صاحب نہر کی بدلیل حدیث کے یعنی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علی مرتضیٰ کی گود مین سو گئے جب آپ جاگے تو معلوم ہوا کہ علی مرتضیٰ نے عصر کی نماز نہین پڑھی تو فرمایا الٰہی علی تیری اور تیرے رسول کی طاعت مین تھا تو آفتاب کو پھیر دے سو آفتاب پھر نکل آیا یہانتک کہ انہون نے عصر کی نماز پڑھی اور یہ حدیث صحیح ہی اسی طرح اس حدیث کو طحاوی اور قاضی عیاض نے صحیح کہا ہی اور چند محدثین نے اسکو روایت کیا ہی از انجملہ طبرانی نے سند حسن سے اسکو روایت کیا ہی اور بعضے اسکو موضوع کہا چنانچہ ابن جوزی نے اسے خطا کی اور ہمارے قواعد بھی اسکے مخالف نہین کذا فی الطحطاوی و ہی الوسطیٰ یعنی یہی عصر کی نماز وسطیٰ ہی بنا بر مذہب صحیح کے جو قرآن مجید مین فرمایا (حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ) یعنے محافظت کرو نمازون پر اور نماز وسطیٰ پر یعنی درمیان کی افضل نماز پر سو نماز وسطیٰ کی تعیین مین بیس قول ہین جو مبانیہ اور اسکی شرح مین مذکور ہین از انجملہ ایک قول یہ ہی جو شارح نے ذکر کیا۔

والمغرب منہ الی غروب الشفق وہو الحمرۃ عندہما وبقالت الثلثۃ والیہ رجع الامام کما فی شرح المجمع وغیرہ انتہٰی

اور مغرب کا وقت آفتاب کے غروب ہونے سے ہی شفق کے ڈوبنے تک اور شفق سے وہ سرخی مراد ہی جو غروب آفتاب کے بعد مغرب کی طرف رہتی ہی صاحبین کے نزدیک اور یہی کہا ہی تینون اماموں نے اور اسی قول کی طرف امام اعظم نے رجوع کیا ہی چنانچہ مجمع وغیرہ کی شرح مین مذکور ہی تو یہی صاحبین کا قول صحیح مذہب ٹھہریگا امام اعظم کے نزدیک وہ سفیدی ہی جو سرخی کے بعد افق مین ہوتی ہی اور یہی قول ہی صدیق اکبر اور انس اور معاذ اور عائشہ صدیقہ کا اور ایک روایت ہی ابن عباس اور ابوہریرہ سے اور یہی مذہب عمر بن عبد العزیز اور اوزاعی اور زفر اور مزنی اور ابن منذر اور خطابی کا اور یہی مختار ہی مبرد اور ثعلب ائمہ لغت کا ابو داود مین حدیث ہی کہ جبرئیل علیہ السلام نے نزول کیا اور فرمایا کہ نماز عشا کا وقت وہ ہی جب افق سیاہ ہو جاے ابن حبان نے اسکو اپنی صحیح مین روایت کیا ہی اور ابو داود اور نسائی اور احمد نے نعمان بن بشیر سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم عشا کی نماز اسوقت پڑھتے تھے جب تیسری تاریخ کا چاند ساقط ہوتا تھا کذا فی العینی اور محقق نے فتح القدیر مین امام کے قول کو ترجیح دی ہی اور کہا کہ شفق کو حمرت کہنا امام کی روایت سے ثابت نہین دوسرا اسواسطے کہ امام کی ظاہر الروایۃ کے مخالف ہی اور ثانی تو بدلیل حدیث ابن فضیل کے کہ آخر وقت مغرب کا یہانتک ہی کہ افق غائب ہو جائے غائب ہونا افق یعنی کنارہ سے آسمان کا اس سفیدی کے ساقط ہونے سے ہوتا ہی جو سرخی کے بعد ہوتی ہی اور محقق کے شاگرد شیخ قاسم نے تصحیح قدوری مین کہا تو ثابت ہوا کہ امام ہی کا قول صحیح تر ہی انتہی تو اس سے ظاہر ہوا کہ فتوی اور عمل نہین مگر امام اعظم رح کے قول پر اور اسکو چھوڑ کر صاحبین کے قول کو یا کسی اور کے قول کو لینا نہ چاہیے الا بضرورت ضعیف دلیل یا تعامل کے اگرچہ مشائخ نے صاحبین کے قول پر فتوی دیا ہو چنانچہ اسی مسئلہ مین اور مراج مین ہی کہ صاحبین کا قول اوسع ہی اور امام کا قول احوط کما فی البحر اور یہ جو درر مین ہی کہ یہان صاحبین کے قول پر فتوی ہی نوح افندی نے اسکو یون رد کیا ہی کہ اسپر اعتماد جائز نہین اور امام کے قول پر صاحبین کے قول کو ترجیح دینا درست نہین مگر بموجب ضعیف دلیل کے بالضرورت یا بسبب تعامل یا اختلاف زمان کے حال کہ ان چارون امور سے کوئی متحقق نہین تو امام ہی کے قول پر عمل کرنا علی الخصوص جبکہ احتیاط بھی امام ہی کے مذہب پر ہو چنانچہ اس مسئلہ مین لازم ٹھہرا انتہی وفیہ ان الشافعی خلافہ اگر کوئی کہے کہ جب امام ایک جانب ہون اور صاحبین دوسری جانب تو مفتی مختار ہی جسپر چاہے عمل کرے اسکے دو جواب ہین ایک یہ کہ یہ حکم مفتی مجتہد کے لیے ہی اور جو مجتہد نہین تو اصح یہ ہی کہ امام ہی کے قول پر فتوی دے چنانچہ سراجیہ مین مصرح ہی اور دوسرا جواب یہ ہی کہ وہ بعض مشائخ کا قول ہی اور بعضون کے نزدیک تو امام کے قول کے ہوتے صاحبین کے قول پر عمل نہ چاہیے از انجملہ صاحب ہدایہ ہی اسنے تجنیس مین کہا کہ میرے نزدیک واجب یہ ہی کہ امام کے قول پر بہرحال مین فتوی دیا جاے کذا فی الطحطاوی لمختصرا والعشاء والوتر منہ الی الصبح اور نماز عشا اور وتر کا وقت غروب شفق سے ہی صبح تک۔ لکن لا یقدم الوتر علیہا الخ

ناسیا لوجوب الترتیب لانہا فرضان عند الامام لیکن صحیح نہین عشا پر وتر کا مقدم کرنا مگر بھولکر بسبب واجب ہونے ترتیب کے اسواسطے کہ عشا اور وتر دونون
فرض ہین امام کے نزدیک اسمین لیکن عشا فرض قطعی ہی اور وتر فرض عملی ہی اور صاحبین اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک وتر سنت ہی والدلائل فی المبسوطات وفاقد
وقتہما کبلغار فان فیہا یطلع الفجر قبل غروب الشفق سنے اربعینیۃ الشتا اور نہ پانے والا عشا اور وتر کے وقت کے جیسے بلغار کے ساکن اسواسطے کہ بلغار
مین فجر طلوع کرتی ہی شفق کے غروب ہونے سے پہلے چلہ سرما مین م قاموس مین ہی کہ بلغار ایک شہر ہی ملک صقالیہ کے نہایت مین جانب شمال کے شدید البرد
اور یہ جو شارح نے چلہ سرما کو ذکر کیا سو سہو ہے اور ٹھیک یہ ہی کہ اقصر لیالی سال مین وہان عشا کا وقت نہین ہوتا چنانچہ بحر الرائق اور امداد الفتاح مین مذکور ہی
یعنے اول صیف مین جبکہ آفتاب حلول کرتا ہی راس سرطان مین تو اُسوقت آفتاب زمین پر ۲۳ گھنٹے ٹھہرتا ہی اور ایک ساعت یعنے گھنٹہ بھر غروب
ہوتا ہی عرض بلد کے حساب پر چنانچہ علم ہیئت مین اسکی تفصیل مذکور ہی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی مکلف بہما فیقدر لہما نہ پانے والا عشا اور وتر کا مکلف
اُن دونون کا یعنی اُسپر عشا اور وتر کا پڑھنا فرض ہی تو اندازہ کرے اُن دونون نمازون کے واسطے یعنی جسقدر مدت کے بعد غروب ہونے سے پیچھے عشا اور
وتر ہوتی تھی اُسیقدر مدت کے بعد دونون کو پڑھے یا بلاد قریبہ پر قیاس کرے ولا ینوی القضاء لفقد وقت الاداء بہ افتی البرہان الکبیر اور عشا اور وتر کے قضا کی
نیت نکرے وقت ادا کے نہونے کے سبب سے اسی کا فتوی دیا ہی برہان الدین کبیر نے م قضا کی نیت اسواسطے نکرے کہ قضا اُسکو کہتے ہین جسکا وقت ہو اور فوت
ہو جاے اور یہان وقت ہی نہین تو قضا بھی نہین واختارہ الکمال وتبعہ ابن الشحنہ فی الغازہ وصححہ فزعم المصنف انہ المذہب اور فرضیت عشا اور وتر کو اختیار
کیا ہی کمال الدین صاحب فتح القدیر نے اور ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اُسکی پیروی کی ہی اپنے الغاز مین سو اسی کی تصحیح کی ہی تو مصنف اس متن نے اسی
قول کو مذہب صحیح گمان کیا یعنی ولہذا اُسکو متن مین داخل کیا برخلاف کنز کے اور کنز کے قول کی تضعیف کی چنانچہ اُسکو اُسکے بعد بصیغہ تمریض کر کر کلام شارح
نے اسمین تضعیف قول مصنف پر اشارہ کیا اور شرنبلالی نے امداد الفتاح مین اسکے ضعیف ہونے کی تصریح کی ہی کذا فی الطحطاوی وقیل لا یکلف بہما لعدم سببہما
اور بعضون نے کہا کہ عشا اور وتر کے وقت کا نپانے والا مکلف اُن دونون نمازون کا نہین اُنکے سبب کے نہونے کی وجہ سے یعنی وجوب نماز کا سبب وقت
ہی اور انتفاء سبب مستلزم انتفاء مسبب ہی وبہ جزم فی الکنز والدرر والملتقی اور اسی عدم وجوب کا یقین کیا ہی متون ثلثہ یعنے کنز الدقائق اور درر اور ملتقی الابحر
مین وبہ افتی البقالی ووافقہ الحلوانی والمرغینانی اور اسیکا فتوی دیا علامہ بقالی نے اور اُنکی موافقت کی بعد مخالفت کے حلوانی اور مرغینانی نے م مجتبی مین ہی
کہ برہان الائمہ کے وقت مین استفتا وارد ہوا کہ جو لوگ اپنے شہر مین عشا کا وقت نہین پاتے تو اُنپر عشا کی نماز واجب ہی یا نہین تو جواب یہ لکھا کہ تمپر واجب
نہین اور اسیکا ظہیر الدین مرغینانی نے فتوی دیا اور اسی کا استفتا بلغار سے وارد ہوا شمس الائمہ حلوانی پر تو قضا کرنے عشا کا فتوی دیا پھر خوارزم مین
سیف السنہ بقالی سے بھی استفتا ہوا تو اُنھون نے عدم وجوب کا فتوی دیا سو اُنکا جواب حلوانی کو پہونچا تو ایک شخص کو بھیجا اُنکے پاس خوارزم مین کہ مجمع مین اُنسے
سوال کرے کہ کیا کہتے ہو اُس شخص کے حق مین جو پانچ فرضون مین سے ایک فرض کا انکار کرتا ہی وہ کافر ہی یا نہین تو شیخ بقالی مطلب سوال کا سمجھ گئے تو جواب دیا
کہ تم کیا کہتے ہو اُس شخص کی نسبت جسکے دونون ہاتھ کہنیون سمیت یا دونون پانون ٹخنون سمیت کاٹے گئے اُسکے وضو مین کتنے فرض ہین سائل نے جواب
دیا کہ تین فرض ہین بسبب نہونے محل چوتھے فرض کے بقالی نے کہا کہ اسی طرح پانچوین نماز بھی فرض نہین اُسکے وقت کے نہونے سے پھر جبکہ یہ جواب حلوانی
کو پہونچا تو پسند کیا اور اس مسئلہ مین اُنکے موافق ہو گئے کذا فی المنح ورجحہ الشرنبلالی والحلبی واوسعا المقال ومنعا ما ذکرہ الکمال اور عدم وجوب عشا کی
ترجیح دی شرنبلالی اور ابراہیم حلبی شارح منیہ نے اور اسمین بہت گفتگو کی ہی اور نہین مانا اُس قول کو جو کمال الدین محقق نے فتح القدیر مین ذکر کیا ہی م
خلاصہ کلام محقق یہ ہی کہ قیاس عدم وجوب عشا سقوط غسل یدین مقطوعین پر قیاس مع الفارق ہی کیونکہ عدم محل فرض مین اور عدم سبب جعلی مین جو وجوب
خفی نفس الامری کی علامت ہی فرق صریح ہی علاوہ اُسکے اخبار متواترہ شب معراج سے فرضیت صلوۃ خمسہ جمیع آفاق پر بلا تفصیل شریعت عام ہی

اور اسی طرح حدیث صحیح مسلم دلیل ہے اس پر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر کیا صحابہ نے کہا کہ وہ زمین میں کتنا رہیگا فرمایا چالیس دن ایک دن سال
کے برابر اور ایک دن مہینے کے برابر اور ایک دن ہفتے کے برابر اور باقی دن تمہارے دنوں کے مانند صحابہ نے کہا یا رسول اللہ سو جو دن کہ سال کے
برابر ہوگا کیا ہمکو اس دن میں ایک دن کی نماز کفایت کریگی فرمایا نہیں اسکے واسطے اندازہ کرلینا انتہی تو اسدن میں سو سے زیادہ عصر کی نماز واجب ہوگی قبل اسکے کہ
کے سایہ دو چند ہو جانے سے پہلے انتہی کلام الکمال خلاصہ جواب حلبی یہ ہے کہ جیسے صلوات خمسہ ٹھہری ہیں اسی طرح وجوب کے واسطے اسباب اور شروط ٹھہرائے گئے ہیں
کہ بدون انکے وجوب نہیں پایا جاتا ہے تو اگر صلوات خمسہ کو حکم عام اسباب اور شروط کے ساتھ مراد ہے تو مسلم ہے اور ہمکو مفید نہیں اور اگر ہر فرد مکلف کا عموم مطلق
مراد ہے تو باطل ہے اسلئے کہ حائض اگر بعد طلوع آفتاب کے طاہر ہوئی مثلا تو اسپر اسدن فقط چار نمازیں واجب ہیں نہ پانچ اور حدیث دجال کی مخالف قیاس ہے
تو اسپر غیر کو قیاس نہیں کرسکتے وتمامہ فی الطحطاوی وغیرہ ومن المبسوطات قلت ولا فیہا عدا حدیث الدجال لانہ وان وجب اکثر من ثلثمائۃ ظہر مثلا قبل
الزوال لیس کمسئلتنا لان المفقود فیہ العلامۃ لا الزمان واما فیہا فقد فقد الامران میں کہتا ہوں اور کمال الدین کو مساعدت نہیں کرتی دجال کی حدیث
اسواسطے کہ اگرچہ دجال میں سو ظہر سے مثلا زیادہ تر واجب ہوئے زوال آفتاب سے پہلے ہمارے اس مسئلہ کے مانند وہ دن نہیں اسواسطے کہ یوم
دجال میں فقط علامت اوقات مفقود ہے زمانہ مفقود نہیں اور بلغار کی عشا اور وتر میں علامت اوقات اور زمانہ دونوں امر مفقود ہیں یعنے نہ علامت عشا
کی موجود ہے اور نہ اسقدر زمانہ ممتد ہے کہ مغرب اور عشا اور صبح کے اوقات کے برابر ہو بلکہ مابین غروب اور طلوع آفتاب کے فقط بقدر مغرب اور صبح کے
زمانہ ہوتا ہے م شامی کا یہ کلام مسلم نہیں اسواسطے کہ یوم دجال سال بھر کا ہے تو چوبیس چوبیس ساعت یعنی ۲۴ گھنٹے میں پانچ نمازیں ادا ہونگی اور بلغار کا دن
بھی اپنی رات کے ساتھ ۲۴ گھنٹے کا ہے تو اسمیں بھی پانچ نمازیں واجب ہونگی تو زمانہ پایا گیا اور بمنزلہ یوم دجال کے ہوگیا میں کہتا ہوں الحاصل وجوب اور عدم
وجوب عشا میں دونوں قولوں کی تصحیح ثابت ہے مگر یہ کہ دلیل تقدیر کی مرجح ہے اور بلغار کے رہنے والے نے خبر دی کہ ایام گرما میں شفق سرخ کے غائب
ہونے سے پہلے فجر طلوع کرتی ہے اور وہان کے لوگ صوم میں رات کی مدت میں ایکبار یا دو بار کھاتے ہیں قبل ظاہر ہونے فجر کے اور وہان سے بھی دور کے
رہنے والے شخص نے مجھسے حکایت کی کہ وہان مطلق اندھیرا نہیں ہوتا اور بعضے اور بلاد میں ہمیشہ اندھیرا رہتا ہے وہان روشنی نہیں مگر چراغ کی فسبحان العلیم
بحقائق الاحوال کذا فی الطحطاوی والمستحب للرجل الابتداء فی الفجر باسفار والختم بہ ہو المختار بحیث یرتل اربعین آیۃ ثم یعیدہ بطہارۃ لو فسد اور مرد کو مستحب ہے
شروع کرنا نماز فجر کا روشنی میں اور ختم کرنا روشنی میں یہی قول مختار ہے اسطرح پر کہ ۴۰ آیت کو ادا سے حروف کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کے دونوں رکعتوں میں پڑھے
پھر نماز کو اعادہ کرے طہارت کے ساتھ اگر فساد نماز کا ظاہر ہو م فساد کی صورت یہ ہے کہ بدون طہارت کے سہو سے نماز پڑھے یا نماز میں کوئی فساد واقع ہوا وقیل یؤخر
جدا لان الفساد موہوم اور قول ضعیف یہ ہے کہ فجر کی نماز کو بہت تاخیر کرے اسواسطے کہ فاسد ہوجانا نماز کا امر موہوم ہے م بحر الرائق میں ہے لیکن اسقدر تاخیر کرے
کہ طلوع آفتاب میں شک واقع ہو الا الحاج بمزدلفۃ فالتغلیس افضل کمراۃ مطلقا اگر حاجی کو مزدلفہ میں روز روشن میں نماز پڑھنا مستحب نہیں تو وہان اندھیرے میں
نماز افضل ہے جیسے عورت کو مطلقا خواہ حج میں یا غیر حج میں اندھیرے میں نماز بہتر ہے اسواسطے کہ بنا حال نسوان پردہ داری میں ہے سو وہ اندھیرے میں حاصل ہے وفی
غیر الفجر الافضل لہا انتظار فراغ الجماعۃ اور فجر کے سوا اور نمازوں میں عورت کو فراغت جماعت کا انتظار کرنا افضل ہے یعنے جب مردوں کی جماعت ہوچکے تب
عورت مسجد میں نماز پڑھے وتاخیر ظہر الصیف بحیث یمشی فی الظل مطلقا کذا فی المجمع وغیرہ ای بلا اشتراط شدۃ حر وحرارۃ بلد وقصد جماعۃ اور مستحب ہے دیر
کرنا گرمی کی ظہر کا اسطرح کہ دیواروں کے سایہ میں چلے مسجد جانے کے وقت مطلقا ایسا ہی مجمع وغیرہ میں مطلقا کی تفسیر یہ ہے کہ تاخیر مذکور میں شرط نہیں
شدت موسم گرما کی اور نہ گرمی شہر کی اور نہ قصد جماعت کا م صیف کی قید میں اشارہ ہے کہ ربیع اور خریف کے موسم میں تعجیل ظہر کی مستحب ہے اور تاخیر کی
حد یہ ہے کہ قبل از مثل نماز ہو اسواسطے کہ خزانہ میں ہے کہ وقت مکروہ وہ ہے جو اختلاف کی حد میں داخل ہو اور جبکہ سایہ ہر شے کا اسکے برابر ہو تو اختلاف ہے

داخل ہوا اور یہ قول شارح کے کلام سے بہتر ہے اسواسطے کہ مصر کی دیوارون کا سایہ انکی بلندی کے سبب سے جلد حاصل ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ای
شدۃ الحر ونحوہا وغیرہا من اشتراط الابراد منظور فیہ اور جو کہ جوہرہ وغیرہ مین ہے شرط ہونا تاخیر کے واسطے امور مذکورہ کا یعنی شدت حرارت وغیرہ کا جو مسلم نہین ہے لہٰذا ہے
وجمعۃ کظہر اصلاً واستحباباً فی الزمانین لانہا خلفہ اور جمعہ ظہر کے مانند ہے اصل اور استحباب کی راہ سے دونون موسم گرمی اور جاڑے مین اسواسطے کہ
جمعہ خلیفہ ہے ظہر کا یعنی اصل وقت جو ظہر کا ہے وہی جمعہ کا ہے اور جیسے صیف مین ظہر کی تاخیر مستحب ہے اور تعجیل اور ایام مین ویسا ہی جمعہ مین ہے اور اشباہ مین ہے
کہ جمعہ کو سرد وقت مین پڑھنا مسنون نہین سو شاید اس مسئلہ مین دو روایتین ہین اور جو یہ کہا کہ جمعہ خلیفہ ہے ظہر کا سواحد القولین ہے اور دوسرا قول مشہور یہ ہے کہ جمعہ
فرض مستقل ہے ظہر سے زیادہ تر بولکہ ہے کذا فی الطحطاوی و تاخیر عصر صیفاً وشتاءً توسعۃ للنوافل اور مستحب ہے تاخیر کرنا عصر کا گرمی اور جاڑے مین نوافل کی گنجایش
کے واسطے م ابو داؤد مین حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عصر کو تاخیر کرتے تھے جبتک کہ آفتاب سفید اور صاف رہتا تھا کذا فی البحر مالم تتغیر ذکاء
بان لاتحار العین فیہا فی الاصح تاخیر عصر کی مستحب ہے جبتک کہ آفتاب متغیر نہو اسطرح پر کہ آنکھ قرص آفتاب مین حیران نہو صحیح تر قول مین م مراد یہ ہے کہ آفتاب
کی روشنی کی چمک جاتی رہے تو بصارت کو اس سے حیرت حاصل نہو اور تغیر روشنی کا اعتبار نہین اسلیے کہ وہ تو زوال کے بعد حاصل ہوتا ہے اور قول ضعیف یہ ہے
کہ شعاع دیوارون پر بدل جاوے اور بعضون نے کہا قرص آفتاب متغیر ہوجاوے کذا فی الطحطاوی عن السراج و تاخیر عشاء الی ثلث اللیل قیدہ فی الخانیۃ وغیرہا
بالشتاء اما الصیف فیندب تعجیلہا اور مستحب ہے دیر کر کے پڑھنا عشا کا تہائی رات تک خانیہ وغیرہا مین اس تاخیر کو مقید کیا ہے جاڑون کے ساتھ اور گرمیون مین تو
جلد پڑھنا عشا کا مستحب ہے یعنی اس خوف سے کہ عشا کا وقت خارج نہو جاوے غلبہ خواب سے کیونکہ رات بہت کم ہوتی ہے فان اخرہا الی مازاد علی
النصف کرہ لتقلیل الجماعۃ اما الیہ فمباح پھر اگر عشا کی تاخیر کی یہانتک کہ آدھی رات سے زیادہ ہوگئی تو یہ تاخیر مکروہ ہے تقلیل جماعت کی وجہ سے اور آدھی رات
تک تو تاخیر مباح ہے م نصف شب سے زیادہ تر تاخیر مکروہ تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی عن المنح والبحر تتمہ عشا کی تاخیر اسواسطے مستحب ہے تا قصہ خوانی مکروہ قطع ہو
اور نامہ اعمال نماز پر ختم ہو جیسے شروع ہوا تھا صبح کی نماز سے تاکہ درمیان کی خطائین مٹ جاوین حقتعالی نے فرمایا (ان الحسنات یذہبن السیئات) نیکیان
برائیون کو دفع کرتی ہین اور عشا سے پہلے سونا مکروہ ہے فوت جماعت کے خوف سے اور بعد نماز کے بے حاجت گفتگو مکروہ ہے ورنہ مکروہ نہین چنانچہ قرآن
پڑھنا اور ذکر کرنا اور حکایات صالحین اور مذاکرہ فقہ اور گفتگو کرنا مہمان اور اپنی جورو سے اور مکروہ ہے کلام بعد فجر ہونے کے پھر نماز پڑھ چکے تو مکروہ نہین
کذا فی الطحطاوی و اخر العصر الی اصفرار ذکاء اور عصر کی تاخیر کی آفتاب کے زرد ہوجانے تک تو مکروہ ہے فلو شرع فیہ قبل التغیر فمدہ الیہ لایکرہ پھر اگر عصر
شروع کی آفتاب کے متغیر ہونے سے پہلے پھر نماز کو بڑھایا زردی آفتاب تک تو مکروہ نہین و اخر المغرب الی اشتباک النجوم ای کثرتہا کرہ ای التاخیر لا الفعل
لانہ مامور بہ اور اگر مغرب کی تاخیر کی تارون کے جھمک جانے تک یعنے انکے بکثرت نمود ہونے تک تو یہ تاخیر کرنا مکروہ ہے نہ نماز پڑھنا اسوقت کا اسواسطے
کہ نماز خوانی کا تو حکم ہے وہ کیونکر مکروہ ہوسکے تحریماً الا بعذر کسفر وکونہ علی اکل تاخیر عشا زائد از نصف شب اور تاخیر عصر تا زردی آفتاب اور تاخیر مغرب
تا ظہور نجوم مکروہ تحریمی ہے مگر سفر اور کھانا کھانے کے عذر سے تاخیر مکروہ نہین م کراہت تحریمی تینون مسئلون سے متعلق ہے کذا فی الطحطاوی لہٰذا ترجمہ
مین اسکی تصریح کردی و تاخیر الوتر الی آخر اللیل لواثق بالانتباہ اور تاخیر کرنا وتر کا آخر شب تک مستحب ہے اسکو جو اسوقت کے جاگنے پر بھروسا رکھتا
ہو والا فقبل النوم اور اگر جاگنے پر اعتماد نہو تو سونے سے پہلے وتر کا پڑھنا افضل ہے فان افاق فانہ الافضل پھر اگر اول وقت وتر پڑھ کر سونے کے بعد
جاگا تو امر مستحب فوت ہوگیا م ظاہرا غیر واثق کے جاگنے سے استحباب فوت نہین ہوتا بدلیل قول قاضیخان کہ جسکو وثوق نہو تو اسکو مطلقاً تعجیل افضل ہے
کذا فی الطحطاوی والمستحب تعجیل ظہر شتاء اور مستحب ہے جلد پڑھنا ظہر کی نماز کا جاڑے مین م شتا وہ زمانہ ہے جسمین سردی شدید ہو اور صیف وہ جسمین
گرمی سخت ہو اور بعضون نے کہا کہ شتا وہ ہے جسمین دو چیز کی حاجت ہو تاپنے کی اور روئی بھرے کپڑے کی اور صیف وہ ہے جسمین دونون چیزونکی حاجت نہو اور ربیع اور خریف

اور جسمین ایک ... اور صیف ... دونون چیزون کی کذا فی الطحطاوی من اللہ تعالیٰ مستحب بالبرکت الصیف ظہر موسم سرما کے ساتھ مستحب لیکن جو اور
موسم گرما کے ساتھ ... ظہر ... بحث صاحب بحر کی اور منقول مذہب کے مخالف ہے اسواسطے کہ شرنبلالی نے مجمع الروایات سے نقل کیا کہ مستحب ...
تعجیل ظہر کی مستحب ہے جاڑے میں نقل کی ہے ... بحث کا ... کذا فی الطحطاوی وتعجیل عصر وعشاء یوم غیم اور مستحب ہے تعجیل عصر اور عشا کی ابر کے
دن میں بھی اسواسطے کہ تاخیر عصر میں احتمال ہے کہ مکروہ وقت تک آ جانے کا اور عشا کی تاخیر میں تقلیل جماعت کا احتمال ہے بارش کے اور کیچڑ کے خوف سے
وتعجیل مغرب مطلقاً اور جلد پڑھنا مغرب کا ہر موسم سرما اور صیف میں مستحب ہے اور اطلاق سے یہ مراد نہیں کہ ابر ہو یا نہ ہو تعجیل مغرب کی مستحب ہے اسواسطے کہ ابر
کے دن تاخیر مغرب کی مصرح ہے وتاخیرہ بقدر [illegible] اور مغرب کی تاخیر کرنا بقدر دو رکعت کے مکروہ تنزیہی ہے وتاخیر غیرہما اور تاخیر عصر اور عشا کے سوا
اور نمازون میں ابر کے دن تاخیر کرنا مستحب ہے یعنی فجر و ظہر اور مغرب میں تاخیر ابر کے دن میں افضل ہے اسواسطے کہ فجر اور ظہر کے وقت میں کراہت نہیں
تو تاخیر مضر نہیں اور مغرب کی تعجیل میں یہ خوف ہے کہ قبل از غروب پڑھا واقع ہو وہذا فی دیار کثیر شتاؤہا وقلیل مراعاتہا اوقاتہا یہ تعجیل عصر اور عشا کا اور تاخیر
انکے سوا کا ابر کے دن ان ملکون میں ہے جنمین جاڑا بکثرت ہوتا ہے اور رعایت اوقات نماز ابر کے سبب سے کم ہوتی ہے چنانچہ بخارا وغیرہ اور ماوراء النہر کے ملک میں
اما فی دیارنا تاخیر اعنی الحکم الاول اور ہمارے ملک میں یعنی مصر اور شام میں تو پہلا حکم مرعی ہے یعنی تاخیر عصر کی مطلقاً اور عشا کی تا ثلث لیل اور تعجیل ظہر سرما
اور ابراد ظہر صیف الی آخر ما تقدم یہ بحث ہے عینی کی اور صاحب نہر نے اسکو پسند کیا ہے کذا فی الطحطاوی وحکم الاذان کالصلوٰۃ تعجیلا وتاخیرا اور اذان کا حکم
نماز کے مانند ہے تعجیل اور تاخیر میں تفصیل سابق کے موافق ذکرہ تحریا وکل بالایجوز مکروہ صلوٰۃ مطلقاً ولو قضاءً او واجبۃ او نافلۃ او علی جنازۃ وسجدۃ تلاوۃ وسہو
لا شکر ... مع شروق اور طلوع آفتاب کے ساتھ مکروہ تحریمی ہے مطلقاً نماز اگرچہ قضا ہو یا واجب یا نفل یا جنازہ پر کی نماز اور سجدہ تلاوت اور سجدہ سہو کا اتنا
کہا شکر کا سجدہ اسوقت مکروہ نہیں کذا فی القنیہ اور جو چیز جائز نہیں وہ مکروہ ہے یہ جواب ہے سوال مقدر کا وہ یہ ہے کہ مصنف نے مکروہ میں مطلق نماز کو
جو غیر منعقد کو بھی شامل ہے ذکر کیا اور غیر منعقد باطل ہے نہ مکروہ خلاصہ جواب یہ ہے کہ مصنف نے کراہت لغوی کا ارادہ کیا اور شارح غیر جائز کو مکروہ رکھتا ہے خواہ
غیر جائز حرام ہو یا باطل یا مکروہ باصطلاح فقہ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ اصل میں مذکور ہے کہ جبتک آفتاب بقدر نیزہ بلند نہو تو وہ در حکم طلوع ہے اور امام فضلی کا یہ قول
مختار ہے کہ جبتک آدمی آفتاب کے دیکھنے پر قدرت رکھتا ہے وہ طلوع میں داخل ہے اسمین نماز حلال نہیں پھر جب عاجز ہوا اسکے نظر کرنے سے تو نماز حلال ہوگئی یہی تفسیر
صحیح کی مناسب ہے چنانچہ سابق میں گذر گیا کذا فی الطحطاوی الا العوام فلا یمنعون من فعلہا لانہم یترکونہا والاداء الجائز عند البعض اولی من الترک اصلا کما فی
القنیہ وغیرہا مگر عوام لوگ روکے نجاوین اسوقت کی نماز سے اسواسطے کہ وہ نماز چھوڑ دینگے اور جو ادا کہ بعضون کے نزدیک جائز ہے وہ بالکل چھوڑ دینے سے
اولے ہے چنانچہ قنیہ وغیرہا میں ہے اور بعض سے یہاں امام شافعی رح مراد ہیں کذا فی الطحطاوی واستواء الا النفل یوم الجمعۃ علی قول الثانی المصحح المعتمد کذا فی
الاشباہ ونقل الحلبی عن الحاوی ان علیہ الفتوی اور نماز مطلق مکروہ تحریمی ہے آفتاب کے متوسط ہونے کے وقت آسمان میں یعنے ٹھیک دوپہر کو مگر نفل
جمعہ کے نفل مکروہ نہیں ابو یوسف رح کے قول مصحح معتمد پر چنانچہ اشباہ میں ہے اور حلبی شارح منیہ نے حاوی سے نقل کیا کہ ابو یوسف رح کے قول پر
فتوے ہے وغروب الا عصر یومہ فلا یکرہ فعلہ لادائہ کما وجب بخلاف الفجر والاحادیث تعارضت فتساقطت کما بسطہ صدر الشریعۃ اور نماز مکروہ تحریمی
ہے آفتاب کے غروب ہونے کے ساتھ مگر روز غروب کی عصر تو اسکا پڑھنا اسوقت مکروہ نہیں بسبب اسکے ادا ہو جانے کے جسطرح کہ وہ ناقص واجب
ہوئی تھی برخلاف فجر کے اور احادیث اسمین متعارض ہیں تو ساقط الاداء ہو گئی چنانچہ شرح وقایہ میں صدر الشریعہ نے اسکو مشرح بیان کیا ہے مگر آج
دن کی عصر جائز ہے یعنے کل کی عصر غروب کے وقت جائز نہیں وجوب ناقص کی وجہ یہ ہے کہ وجوب عصر کا سبب آخر وقت ہے یعنے تغیر آفتاب کا
وقت اور وہ ناقص ہے یعنے عبادت کفار کا وقت ہے برخلاف فجر کے کہ اسکا تمام وقت کامل ہے تو وجوب بھی کامل ہے تو طلوع ہونے سے وہ باطل

ہوجاویگی وقت ادا کے ناقص ہونے سے تعارض احادیث کا یہ بیان ہی کہ جماعۂ محدثین نے حدیث مرفوع ابوہریرہ رضی سے روایت کی کہ جس شخص نے عصر کی ایک رکعت قبل غروب کے پائی اُسنے پوری نماز پائی اور جسنے ایک رکعت صبح کی پائی قبل طلوع آفتاب کے تو اُسنے پوری صبح کی نماز پائی چونکہ اس حدیث مین اور اُس حدیث مین جسمین اوقات ثلثہ مین نماز ممنوع ہی تعارض واقع ہوا تو ہمنے قیاس کی طرف رجوع کیا دفع تعارض کے واسطے چنانچہ تعارض کا یہی حکم ہی تو ہمنے اس حدیث کے حکم کو ترجیح دی عصر کی نماز مین کذا فی الطحطاوی عن البحر وینعقد نفل بشروع فیہا بکراہۃ التحریم کراہت تحریمی کے ساتھ منعقد ہوتی ہی نفل اوقات ثلثہ مین شروع کرنے سے یعنے تو اُسکا قطع کرنا اور اُسکو کامل وقت مین قضا کرنا واجب ہی ہم جسکا نماز نام ہی اگرچہ مجازاً اُسکو نماز بولتے ہین وہ تین قسم ہی فرض واجب نفل اول قسم عملی ہی اور قطعی تو فرض عملی وتر ہی اور فرض قطعی کفایہ ہی اور عین سو فرض کفایہ نماز جنازہ ہی اور فرض عین نماز پنجگانہ اور جمعہ اور سجدۂ صلبیہ ہی اور قسم ثانی یا واجب لعینہ ہی یعنے جو خدا کے واجب کر دینے سے ہو یا واجب لغیرہ ہی یعنے جو بندہ نے اپنے اوپر اپنے فعل سے واجب کر لیا ہو سو واجب لعینہ وتر اور نماز عیدین اور سجدۂ تلاوت ہی اور واجب لغیرہ سجدۂ سہو اور دو رکعتین طواف کی اور اُس نفل کی قضا جسکو اُسنے فاسد کر دیا اور نذر کی نماز اور قسم ثالث یعنی نفل یا سنت موکدہ ہی یا غیر موکدہ اور اسکو دریافت کر کہ اوقات مکروہہ دو نوع ہین نوع اول طلوع اور استوا اور غروب ہی اور نوع ثانی ما بین فجر اور آفتاب کے اور ما بین نماز عصر کے آفتاب کے زرد ہونے تک تو اوقات کے نوع اول مین جمیع اقسام مذکورہ نماز کی منعقد نہین ہوتی مگر نفل اور نذر مقید باوقات مذکورہ اور قضا اُس نفل کی جسکو انھین اوقات مین فاسد کیا اور نماز اُس جنازہ کی جو انھین وقتون مین آیا اور سجدۂ تلاوت اُس آیت کا جو اُنھین مین پڑھی گئی اور عصر اُسی دن کی منعقد ہوتی ہین یہ چھ نماز مین کراہت کے ساتھ تو انکو قطع کرنا اور کامل وقت مین قضا کرنا واجب ہی مگر اُسی دن کی عصر کو قطع کرنا جائز نہین اور نوع ثانی مین تمام اقسام مذکورہ نماز کی منعقد ہوجاتی ہین سوائے نفل اور واجب لغیرہ کے کہ اُمکا انعقاد کراہت کے ساتھ ہوتا ہی تو اُسکا قطع اور قضا کامل وقت مین واجب ہی کذا فی الحلبی لا ینعقد الفرض وما ہو ملحق بہ کواجب لعینہ کوتر وسجدۃ تلاوۃ وصلوٰۃ جنازۃ تلیت الآیۃ فی کامل وحضرت الجنازۃ قبل لوجوبہ کاملا فلا یتادی ناقصا اوقات ثلثہ مین منعقد نہین ہوتا ہی فرض اور جو فرض کے ساتھ ملحق ہی چنانچہ واجب لعینہ مانند وتر کے اور سجدہ اُس آیت کا جو کامل وقت مین پڑھی گئی اور نماز اُس جنازہ کی جو حاضر ہوا ان وقتون سے پہلے بسبب اُسکے واجب ہونے کے کامل ہو کر تو ادا نہوگا ناقص ہو کر فلو وجبتا فیہما لم یکرہ فعلہما اے تحریما اور اگر سجدۂ تلاوت اور نماز جنازہ انھین اوقات مین واجب ہوئی تو انکا فعل مکروہ نہین یعنے مکروہ بکراہت تحریمی نہین ہم تحریمی کی قید سے معلوم ہوا کہ کراہت تنزیہی ثابت ہی وفی التحفۃ الافضل ان لا توخر الجنازۃ اور تحفہ مین ہی کہ بہتر یہ ہی کہ اوقات ثلثہ مین جنازہ کی نماز کی تاخیر نکرے ہم صاحب بحر اور نہر نے بھی اسی قول کو ثابت رکھا ہی کذا فی الطحطاوی و صح مع الکراہۃ تطوع بدا بہ فیہا ونذر اداہ فیہا وقد نذرہ فیہا وقضاء تطوع بدا بہ فیہا فاسدہ لوجوبہ ناقصا اور صحیح ہی کراہت کے ساتھ وہ نفل جسکو شروع کیا انھین اوقات مین اور وہ نذر کی نماز جسکو ادا کیا انھین وقتون مین اور حالانکہ نذر بھی اُنھین مین کی اور اس نفل کی قضا جسکو انھین اوقات مین شروع کیا پھر اُسکو فاسد کر دیا وجہ صحت نقصان وجوب ہی ثم ظاہر الروایۃ وجوب القطع والقضاء فی کامل کما فی البحر پھر معلوم کر کہ ظاہر الروایۃ وجوب قطع اور وجوب قضا ہی کامل وقت مین چنانچہ بحر الرائق مین ہی وفیہ عن البغیۃ الصلوٰۃ فیہا علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم افضل من قرأۃ القرآن وکانہ لانہا من ارکان الصلوٰۃ فالاولی ترک ما کان رکنا لہا اور بحر الرائق مین بغیہ سے منقول ہی کہ اوقات مذکورہ مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا افضل ہی قرآن کے پڑھنے سے اور شاید کہ وہ اسواسطے ہی کہ قرآن خوانی نماز کے ارکان سے ہی تو جو نماز کا رکن ہی اُسکا ترک اولے ہی ہم بغیہ بالضم وبالکسر بمعنی مطلوب ہی اور یہان کتاب کا نام ہی جو قنیہ کا مختصر ہی کذا فی الحلبی عن البحر وکرہ نفل قصدا ولو تحیۃ مسجد وکل ما کان واجبا لا لعینہ بل لغیرہ وہو ما یتوقف وجوبہ علی فعلہ کمنذور ورکعتی طواف وسجدتی سہو والذی شرع فیہ فی وقت مستحب او مکروہ ثم افسدہ

والتنفل بعد صلوٰۃ الفجر و صلوٰۃ عصر اور بعد فجر اور عصر کی نماز کے قصداً نفل مکروہ ہی اگرچہ تحیۃ المسجد ہو اور جو نماز کہ واجب لعینہ نہین بلکہ واجب لغیرہ ہو واجب لغیرہ وہ ہی جسکا وجوب عبد کے فعل پر موقوف ہو جیسا نذر کی نماز اور طواف کی دو رکعتین اور دو سجدہ سہو کے اور جس نماز کو شروع کیا مستحب یا مکروہ وقت مین پھر اسکو فاسد کر دیا اگرچہ فجر کی سنت ہو ہم یہ رجوع اس قول کا کہ جب فجر کی اقامت ہو اور فوت ہونے فرض کا خوف ہو تو سنت کو شروع کرکے قطع کرے پھر اسکو قضا کرے طلوع سے پہلے وجہ رد یہ ہی کہ جس نفل کو فاسد کیا اسکی قضا اسوقت مین مکروہ ہی علاوہ اسکے کہ قطع کے واسطے شروع کرنا شرعاً قبیح ہی نفل مین قصد کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر تہجد کی نماز پڑھتا ہو اور ایک رکعت کے بعد فجر طالع ہو تو افضل یہ ہی کہ دوسری پڑھے کیونکہ نفل بعد فجر کے بدون قصد کے واقع ہوگی اور یہ نماز سنت فجر کے قائم مقام نہین ہو سکتی صحیح تر قول مین کذا فی الطحطاوی ولو المجموعۃ بعرفۃ نفل وغیرہ عصر کے بعد مکروہ ہی اگرچہ عصر ظہر کے ساتھ ملائی گئی ہو عرفات مین کذا فی النہر عن المعراج والقنیۃ لا یکرہ قضاء فائتۃ ولو وتراً او لا سجدۃ تلاوۃ و صلوٰۃ جنازۃ مکروہ نہین قضا فوت ہو گئی نماز کی اگرچہ فائتہ وتر ہو اور نہ سجدہ تلاوت کا اور نہ نماز جنازہ بعد نماز فجر اور عصر کے و کذا الحکم من کراہۃ نفل و واجب لغیرہ لا فرض و واجب لعینہ بعد طلوع فجر سوی سنتہ لشغل الوقت بہ تقدیراً اور اسیطرح حکم ہی مکروہ ہونے نفل اور واجب لغیرہ کا نہ فرض اور واجب لعینہ کا بعد طلوع ہونے فجر کے سوائے سنت فجر کے بسبب مشغول ہونے اسوقت یعنی فجر کی نماز فجر کے ساتھ تقدیراً یعنی شارع نے اسوقت مین نوافل اور واجب کی گنجائش نہین رکھی سوائے سنت فجر کے ہم کراہت نفل کی دلیل صحیح مسلم کی وہ حدیث ہی جو ام المومنین حفصہؓ سے مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر طلوع کرتی تھی نہین پڑھتے تھے مگر ہلکی دو رکعتین اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دو رکعت سنت سے زیادہ نہین پڑھتے تھے باوجود شوق کثرت نوافل اور مجتبی مین ہی کہ سنت فجر مین تخفیف قرأت چاہیے بدلیل قول ابن عمرؓ کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو سُنا کہ دونون رکعتون مین (قل یا ایہا الکافرون) اور (قل ہو اللہ) پڑھتے تھے کذا فی العینی حتے لو نوی تطوعاً کان سنۃ الفجر بلا تعیین یہانتک کہ اگر بعد طلوع فجر کے کسی نفل کی نیت کی تو وہ سنت فجر کی ہوجاویگی بدون تعیین کرنے کے ہم یہ مبنی ہی اس قول راجح پر کہ تعیین نیت مشروط نہین سنت اور مستحب مین بلکہ اسکو مطلق نیت نماز کی کافی ہی کذا فی الطحطاوی و قبل صلوٰۃ مغرب الکراہۃ تاخیرہ الا یسیراً اور مکروہ ہی نفل اور واجب لغیرہ نماز مغرب سے پہلے بسبب مکروہ ہونے تاخیر مغرب کے مگر تھوڑی تاخیر مکروہ نہین ہم قضاء فائتہ اور نماز جنازہ اور سجدۂ تلاوت اسوقت بلاکراہت جائز ہی اور پہلے مغرب کی نماز پڑھے پھر جنازہ کی نماز پھر سنت مغرب کی اور شاید کہ یہ افضلیت کا بیان ہی اور شرح منیہ مین ہی کہ فتوی اسپر ہی کہ جمعہ کی سنت کے بعد نماز جنازہ کی پڑھے تو بموجب اسکے مغرب کی سنت سے بھی تاخیر جنازہ چاہیے اسواسطے کہ موکد تر ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر و عند خروج امام من الحجرۃ او قیامہ للصعود ان لم یکن لہ حجرۃ لخطبۃ او غیرہا انہا عشر الی تمام صلوٰتہ اور مکروہ ہی نفل اور واجب لغیرہ وقت نکلنے امام کے حجرہ سے کوئی خطبہ پڑھنے کے واسطے یا امام کے کھڑے ہونے کے وقت منبر پر چڑھنے کے لیے اگر امام کا حجرہ نہو آخر نماز امام تک اور آگے باب العیدین مین آویگا کہ سب خطبے دس ہین یعنی خطبہ جمعہ اور خطبہ عید الفطر اور خطبہ عید الضحی اور تین خطبے حج کے اور خطبہ ختم قرآن اور خطبہ نکاح اور خطبہ استسقا اور خطبہ کسوف بخلاف فائتۃ فانہا لا تکرہ بر خلاف نماز فائتہ کہ اسکی قضا وقت خطبہ مکروہ نہین و قیدہ المصنف فی الجمعۃ بواجبۃ الترتیب فالا فیکرہ وبہ یحصل التوفیق بین کلامی النہایۃ و صدر الشریعۃ اور مصنف نے فائتہ مین باب الجمعہ مین لازم الترتیب کی قید لگائی اور اگر وہ نماز فائتہ لازم الترتیب نہین تو اسکی قضا خطبہ کے وقت مکروہ ہی اور اس قید سے موافقت حاصل ہوتی ہی نہایہ اور صدر الشریعہ کے دونون کلام مین ہم صاحب نہایہ کہتا ہی کہ وقت خطبہ فائتہ مکروہ نہین اور شرح وقایہ مین صدر الشریعہ کا یہ قول ہی کہ مکروہ ہی تو صاحب نہایہ کا قول لازم الترتیب پر محمول ہی اور صدر الشریعہ کا کلام غیر لازم الترتیب پر و کذا یکرہ تطوع عند اقامۃ صلوٰۃ مکتوبۃ ای اقامۃ امام مذہبہ لحدیث اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا صلوٰۃ الا المکتوبۃ اور اسی طرح نفل مکروہ ہی

نماز فرض کی اقامت کے وقت بدلیل اس حدیث کے کہ جب اقامت ہو نماز کی تو سوائے فرض کے کوئی نماز نہین شارح نے کہا اقامت سے مراد اپنے
ہم مذہب امام کی اقامت ہے م مفہوم کلام شارح یہ ہے کہ مخالف مذہب کے اقامت مین نفل مکروہ نہین خواہ معلوم ہو کہ امام مقتدی کے مذہب کی رعایت
کرتا ہے یا معلوم نہو اور بحر الرائق مین یون ہے کہ جب مراعات معلوم ہو تو اقتدا مکروہ نہین اور یہ مستلزم کراہت نفل ہے کذا فی الطحطاوی الا سنۃ فجر ان لم
یخف فوت الجماعۃ ولو بادراک تشہدہا فان خاف ترکہا اصلا اقامت فرض مین نفل مکروہ ہے مگر سنت فجر کی مکروہ نہین اگر جماعت کے فوت ہو جانے کا
خوف نہو اگرچہ حصول اسکے التحیات کے پا جانے سے ہو پھر اگر ڈرے فوت جماعت سے تو سنتون کو ترک کرے اصل سے یعنی انکو قضا بھی نکرے قبل طلوع
کے اور نہ بعد طلوع کے بلکہ اسی دن قبل از زوال قضا کرے اور یہ جو شارح نے ادراک تشہد کو ذکر کیا سو مصنف اور شرنبلالی اور صاحب بحر کے کلام
اعتبار کیا ہے لیکن صاحب نہر الفائق نے اسکی تضعیف کی اور ظاہر مذہب کو اختیار کیا یعنے بعد اقامت کے سنت فجر نہ پڑھے جبکہ یہ جانے کہ ایک رکعت جماعت
کے ساتھ پاویگا کذا فی الطحطاوی وما ذکر من الحیل مردود اور جو حیلے کہ قضا سنت فجر کے واسطے مذکور کیے ہین سو مردود ہین مقبول نہین م از انجملہ یہ حیلہ ہے کہ سنت
کو شروع کرے پھر قطع کرے تو اب سنت واجب ہو گئی تو اسکو قضا کرے قبل طلوع آفتاب کے یا سنت مین شروع کرے پھر فرض مین شروع کرے بدون قطع
کے پھر اسکو قضا کرے قبل طلوع کے وجہ رد یہ ہے کہ شروع کسی امر کا کرنا قطع کے واسطے شرعا قبیح ہے اور دونون حیلون مین قطع ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ اس مین
واجب لغیرہ کو فجر کے وقت مین ادا کیا اور حالانکہ وہ مکروہ ہے چنانچہ مذکور ہو چکا وکذا یکرہ غیر المکتوبۃ عند ضیق الوقت اور اسی طرح مکروہ ہے نفل وغیرہ سوائے
وقتی فرض کے وقت کی تنگی کے وقت م مکتوبہ سے فرض وقتی مراد ہے تو نفل اور سنت اور واجب اور فائتہ سب مکروہ ٹھہرین اور ضیق وقت سے وقت مستحب مراد ہے
کیونکہ ترتیب ساقط ہو جاتی ہے وقت مستحب کی تنگی سے تو اگر شارح یون کہتا وکذا یکرہ غیر الوقتیۃ عند ضیق الوقت المستحب تو بہتر ہوتا کذا فی الحلبی یعنے غیر
وقتیہ مکروہ ہے وقت مستحب کے تنگ ہونے کے وقت وقبل صلوۃ العیدین مطلقا اور مکروہ ہے نفل عیدین کی نماز سے پہلے ہر طرح یعنے مسجد مین
بھی اور گھر مین بھی وبعدہا بالمسجد لا ببیت فی الاصح اور بعد نماز عیدین کے مسجد مین نفل مکروہ ہے نہ گھر مین صحیح تر قول مین م یہ رد ہے اس قول کا کہ گھر
مین نفل مکروہ نہین نہ قبل عید کے نہ بعد عید کے اور اس قول کا کہ عید کے بعد نفل مکروہ نہین نہ گھر مین نہ مسجد مین کذا فی الحلبی وبین صلوتی الجمع
بعرفۃ ومزدلفۃ اور مکروہ ہے نفل مابین دو نمازون کے جو ملائی جاتی ہین عرفہ اور مزدلفہ مین م یعنے عرفات مین ظہر کے وقت ظہر اور عصر ملا کر پڑھتے ہین اور
مزدلفہ مین مغرب اور عشا پڑھتے ہین عشا کے وقت سوا ان دو دو نمازون کے درمیان نفل پڑھنا مکروہ ہے وکذا بعدہما اور اسی طرح نفل مکروہ ہے
عرفات کی دو نمازون کے بعد چنانچہ مذکور ہو چکا عند قولہ ولو المجموعۃ بعرفۃ م ضمیر تثنیہ کی عرفات کی دو نمازون کی طرف راجع ہے فقط نہ مزدلفہ کی نمازون
کی طرف بھی اگرچہ کلام شارح اسکا بھی موہم ہے اسواسطے کہ مزدلفہ کی نمازون کے بعد نفل مکروہ نہین کذا فی الحلبی وعند مدافعۃ الاخبثین او احدہما او الریح
اور مکروہ ہے نماز بول اور براز یا فقط بول یا فقط براز یا ریح کے دبانے کے وقت ووقت حضور طعام تاقت نفسہ الیہ اور نماز مکروہ ہے اس کھانے کے حاضر ہونے
کے وقت جسکی طرف آدمی کا دل مشتاق ہے م بطریق مفہوم معلوم ہوتا ہے کہ اگر طعام کی طرف طبیعت حریص نہو تو نماز مکروہ نہین کذا فی الطحطاوی
وکذا کل ما یشغل بالہ عن افعالہا ویخل بخشوعہا کائنا ما کان اور طعام کے مانند ہر ایک وہ چیز ہے جو نمازی آدمی کے دل کو نماز کے افعال سے باز رکھے
اور نماز کے خشوع وخضوع مین خلل ڈالے کوئی چیز ہو یعنے ایسی چیز کے ہونے کے وقت جو حضور دل کی مانع ہے نماز مکروہ ہے اور حضور دل اہل دل کے
نزدیک فرض ہے حدیث مین وارد ہے کہ انسان کو نماز سے فائدہ نہین مگر بقدر حضور دل تو گاہے نماز کا دسوان حصہ اسکو ملتا ہے یا کم یا زیادہ کذا فی الطحطاوی
فہذہ نیف وثلثون وقتا تو یہ چند اور تیس وقت ہین جنمین نماز مکروہ ہے یعنے طلوع آفتاب اور استوا اور غروب اور بعد نماز فجر اور بعد نماز عصر اور قبل
نماز فجر اور قبل نماز مغرب کے اور دس خطبون کے وقت اور اقامت فرض کے وقت اور ضیق وقت مین اور عید الفطر کی نماز سے پہلے اور اسکے بعد

سمجھ مین اور حدیث انہین کی تائید ہے اور اُسکے بعد صحیح مین اور روایتین جب آفتاب کے غروب مین ہو اور اسمین تاخیر کے نزدیک الفرض مین موافقت ہوئی کے بعد
اور موافقت ہر ایک وقت اور بعضون کی موافقت کے وقت اور موافقت پونچھنے کے وقت اور اُس مقام کے حضور کے وقت جیسی طرف طلعت ہشتاقتہ
اور اس سے بہتر کے غروب کے وقت بالکل متصل تعجب ہو اور عشا پڑھنا آدھی رات کے بعد اور تاخیر مغرب کی تارون کے چھٹکنے تک اور اگر عرفہ کی نمازون کے بعد کا اور
اوقات تعجب کے مقابل کا اعتبار کیجئے چنانچہ قبل استثار کا صحیح مین اور مقابل ابر اور کا اثر صیف مین توانیر زیادہ ہو جاوینگے **فائدہ** طلوع اور استوا اور
غروب کی کراہت ان اوقات کے نقصان کے سبب سے ہر یعنی عبادت کفار کے وقت مین اور انکے سوا اور اوقات مین وجہ کراہت نقصان وقت نہین
بلکہ اور وجوہ مین کذا فی الطحطاوی وکذا تکرہ فی اماکن کفوق کعبۃ وفی طریق ومزبلۃ ومجزرۃ ومقبرۃ ومغتسل وحمام وبطن واد ومعاطن ابل وغنم وبقر
اور اسی طرح اوقات مذکورہ کے ان نماز مکروہ ہے چند مکانون مین چنانچہ کعبہ معظمہ پر اور راہ مین اور گھورے کا اور جہان جانور ذبح ہوتے ہین اور قبرستان مین
اور غسل خانہ مین اور حمام مین اور نالے کے اندر اور اونٹ اور بکری گائے اور کا سے جل کے گھاٹ پر یعنی جہان پانی پی کر اُسکے پاس چوپائے بیٹھتے ہین
زاد فی الکافی ومرابض دواب واصطبل وطاحون وکنیف وسطوحہا ومسیل واد وارض مغصوبۃ او للغیر لو مزروعۃ او مکروبۃ وصحراء بلا سترۃ لمار کافی مین اتنا
زیادہ کہا اور نماز مکروہ ہے چوپایون کے بندھنے کے مقامون مین اور گھوڑون کے اصطبل مین اور اُس چکی کے پاس جسکو بیل یا گدھے گھماتے ہین اور
پاخانہ مین اور انکی چھتون پر اور نالہ بہنے کے مقام مین یا چھینی ہوئی زمین مین یا بیگانی زمین مین بشرطیکہ بوئی یا جوتی ہو اور جنگل مین بدون سترہ یعنی
جبکہ چلنے والے کیواسطے کوئی چیز اوٹ نہو وکرہ النوم قبل العشاء اور مکروہ ہر سونا نماز عشا سے پہلے مراد یہ اسکے حق مین محمول ہر جسکو نماز کے واسطے جاگنے کا اعتماد
نہو کذا فی البحر والکلام المباح بعدہا اور مکروہ ہر مباح کلام کرنا عشا کے بعد مباح کلام سے مراد وہ کلام ہر جسکی حاجت نہو اور حاجت والے کلام
سے کراہت لازم نہین آتی چنانچہ قرآن پڑھنا اور ذکر کرنا اور حکایات صالحین اور مذاکرہ فقہ اور حدیث کا اور گفتگو کرنا مہمان کے ساتھ کذا فی البحر
وبعد طلوع الفجر الی ادائہ ثم لا باس بمشیہ لحاجتہ وقیل یکرہ الی طلوع ذکاء وقیل الی ارتفاعہا فیض اور مکروہ ہر بات چیت کرنا بعد طلوع ہونے
فجر کے نماز فجر کے ادا کرنے تک پھر نماز کے بعد کچھ ڈر نہین چلنے پھرنے مین اپنی حاجت کے لیے اور بعضون نے کہا طلوع فجر سے تا طلوع آفتاب مکروہ
ہر یعنی وہی کلام جسکی طرف متکلم کی حاجت نہو اور بعضون نے کہا آفتاب کے بلند ہونے تک کلام مکروہ ہر کذا فی الفیض م اور سنت فجر کے بعد
کلام کرنے سے سنت باطل نہین ہو جاتی بقول معتمد لیکن ثواب کم ہو جاتا ہر چنانچہ آگے معلوم ہوگا و لا جمع بین فرضین فی وقت بعذر
سفر ومطر خلافاً للشافعی اور جمع کرنا دو فرض نمازون کا ایک فرض کے وقت مین جائز نہین سفر اور بارش کے عذر سے برخلاف امام شافعیؒ
کے کہ اُنکے نزدیک سفر اور مطر کے عذر سے جمع کرنا درست ہر صحیح بخاری اور مسلم مین ابن مسعودؓ سے مروی ہر کہ اُسکی قسم جسکے سوا کوئی معبود برحق نہین
کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی نماز کبھی نہین پڑھی مگر اُسکے وقت مین لیکن دو نمازون کو جمع کیا ظہر اور عصر کو عرفات مین اور مغرب اور عشا کو
مزدلفہ مین کذا فی النہر وما رواہ محمول علی الجمع فعلا لا وقتا اور جو کہ امام شافعی نے جمع بین الصلوتین کی احادیث کی روایت کی ہر وہ جمع فعلی پر
محمول ہر نہ جمع وقتی پر اور جمع فعلی کی صورت یہ ہر کہ پہلی نماز مثلاً ظہر کی تاخیر کی اور دوسری نماز مثلاً عصر کی تعجیل کی تو درحقیقت یہ جمع حقیقی نہین بلکہ
صوری اور ظاہری ہر اور جو صریح خروج وقت کی روایت ہر وہ قرب خروج پر محمول ہر چنانچہ نے قولہ تعالے فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ اے
قاربن بلوغ الاجل چنانچہ زیلعی مین ہر اور اس حل سے معلوم ہوتا ہر کہ اگر مغرب کو سفر مین آخر وقت تک تاخیر کرے تو اُسمین کراہت نہین کذا
فی الطحطاوی فان جمع فسد لو قدم الفرض علی وقتہ پس اگر دو فرضون کو جمع کیا ایک وقت مین تو وہ فرض فاسد ہر جسکو اُسکے وقت سے مقدم
کیا یعنی اگر ظہر کے وقت عصر پڑھی تو عصر کی نماز فاسد ہوگئی وحرم لو عکس اے اخرہ عنہ وان صح بطریق القضاء اور حرام ہر تاخیر اگر اُسکے بعد کیا

عہ مسند ... نسخہ مین ... ایسا ہی ... چھینا ... سترہ ... کسی ... آدمی ظہر کو ادا کرنا ۱۲ وجہ یہ ... اپنی سنت کو نہ ... بدون وقت کے پورا ہو نہ سکے ۱۲

یعنے فرض کی تاخیر کی وقت سے چنانچہ مغرب عشا کے ساتھ ملا کر پڑھے اگرچہ تاخیر سے فرض صحیح ہی بطریق قضا کے الا لحاج بعرفۃ ومزدلفۃ کما سیجئ
اگر حاجی کو جمع کرنا ظہر اور عصر کا عرفات مین اور مغرب اور عشا کا مزدلفہ مین ثابت ہی چنانچہ کتاب الحج مین آویگا ولا باس بالتقلید عند الضرورۃ اور
کچھ مضائقہ نہین اپنے امام کے سوا دوسرے امام کی تقلید کرنے مین ضرورت کے وقت یعنے اگر امام شافعی کی سفر کی ضرورت سے جمع بین
الصلوٰتین مین مثلاً تقلید کرے تو جائز ہی علے الخصوص سفر حجاز مین کہ وہان اہل قافلہ نہین ٹھہرتے اور تنہا رہنے مین جان و مال کا خوف ہی طحطاوی
نے کہا کہ ظاہر اضرورت کی قید سے معلوم ہوتا ہی کہ بدون ضرورت کے تقلید غیر امام جائز نہین اور یہ ایک قول ہی مذہب مین اور دوسرا قول مختار یہ ہی
کہ تقلید دوسرے امام کی جائز ہی اگرچہ بدون ضرورت کے ہو گو کہ بعد وقوع اور نزول کے ہو چنانچہ خطبہ اس کتاب مین ہم مذکور کر چکے ہین اور البتہ مسئلہ
تقلید مین چند رسائل جداگانہ تصنیف ہوئے ہین دونون قولون پر انتہی ما فی الطحطاوی ولکن تشترط ان یلتزم جمیع ما یوجبہ ذلک الامام لما قدمنا ان
الحکم الملفق باطل بالاجماع لیکن دوسرے امام کی تقلید مین شرط ہی کہ لازم پکڑے سب اُن احکام کو جنکو اس عمل کے واسطے اُس امام نے واجب ٹھہرایا ہی
اسواسطے کہ ہم آگے مذکور کر چکے ہین کہ جو حکم دو مذہب سے مخلوط ہی وہ بالاجماع باطل ہی م جمع بین الصلوٰتین مین امام شافعی رح کے احکام یہ ہین کہ
اگر جمع تقدیم ہی تو اُسمین شرط ہی پہلے نماز کی تقدیم اور جمع کی نیت کر لینا پہلی نماز کے فارغ ہونے سے پہلے اور دونون نمازون مین اسقدر جدائی نکرے
جسکو عرف مین جدائی جانتے ہون اور جمع تاخیر مین اسکے سوائے کوئی شرط نہین کہ نیت کرے جمع بین الصلوٰتین پہلی نماز کے وقت خارج ہونے سے
پہلے اور جمع تقدیم افضل ہی مسافر کو منزل پر اور جمع تاخیر بہتر ہی چلنے کی حالت مین اور مسافر اکثر مبتلا ہوتا ہی ایسے فعل کا خصوصاً حاجی اور تقلید مین
کچھ ضرر نہین کذا فی النہر الفائق

باب الاذان

یہ باب ہی اذان کے بیان مین م اذان بروزن زمان مصدر ہی اور بعضون نے کہا اسم مصدر ہی اسلیے کہ ماضی اسکی اذّن بالتشدید ہی اور مصدر
تاذین آتا ہی ہو لغۃ الاعلام اذان لغت مین بمعنی اعلام ہی یعنے آگاہ و خبردار کرنا وشرعا اعلام مخصوص لم یقل بدخول الوقت لیعلم الفائتۃ وبین یدی الخطیب
علے وجہ مخصوص بالفاظ کذلک ای مخصوصۃ اور شریعت مین اذان ایک مخصوص خبردار کرنا ہی یعنے نماز کے لیے بطریق مخصوص چند الفاظ معینہ ترتیب
سے مصنف نے اذان کو اعلام مخصوص بدخول وقت نکہا تھا کہ اذان کی تعریف قضا کی اذان اور خطیب کے سامنے کی اذان کو بھی شامل رہے یعنی قضا
کی اذان مین وقت نہین ہوتا اور خطیب والی اذان مین اگرچہ وقت ہی مگر اسکی آگاہی تو اذان سے پہلے ہو چکی م جن لوگون نے دخول وقت کی قید لگائی ہی
تو انھون نے اصل مشروعیت اذان کا لحاظ کیا ہی اور اس صورت مین اذان فائتہ اور خطیب کے سامنے کی بھی داخل رہیگی اور الفاظ مخصوصہ کی
قید سے یہ اشارہ ہوا کہ فارسی مین اذان درست نہین گو لوگ جان لین کہ اذان ہوتی ہی کذا فی الشامی ناقلا عن السراج سببہ ابتداء اذان جبرئیل لیلۃ
الاسراء واقامتہ حین امامتہ علیہ السلام ثم رؤیا عبد اللہ بن زید اذان الملک النازل من السماء فی السنۃ الاولی من الہجرۃ شروع مین اذان کا سبب جبرئیل علیہ السلام کی اذان
ہی اور اقامت انکی شب معراج مین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے امام ہونے کے وقت یعنی جب بیت المقدس مین آپ امام ہوئے تھے حضرات انبیا علیہم السلام کے دو رکعت
نفل مین پھر اسکے بعد خواب مین دیکھنا عبد اللہ بن زید انصاری کا اول سال ہجری مین اس فرشتے کی اذان جو آسمان سے اُترا تھا م یہان یہ اعتراض
ہوتا ہی کہ غیر انبیا کے خواب پر بناء احکام شرعی نہین ہوتی پھر عبد اللہ وغیرہ کے خواب سے اذان کیسے مشروع ہوئی تو اُسکا جواب یہ ہی کہ ثبوت اذان کا
فقط عبد اللہ وغیرہ کے خواب سے نہین ہوا بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہوا بعد وحی کے اسواسطے کہ عبد الرزاق اور ابو داود نے مراسیل مین روایت
کی کہ عمر نے جب اذان خواب مین دیکھی اور حضرت کو خبر دینے کو آئے تو معلوم ہوا کہ وحی مین اسکا حکم ہو چکا اور بلال رض کی اذان کان مین پہونچی پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے

باب الاذان

ف یہان سے ابتداء ہی شرح شامی کے ترجمہ کی

فرمایا گیا اذان مین وحی نہ تہجے سنت کرکنی ابن حجر کی شرح منہاج مین ذکر کیا ہو کہ محققین اس بات پر دال ہین کہ اذان کی مشروعیت مکہ مین قبل ہجرت شروع
ہوئی چنانچہ طبرانی اور دارقطنی اور بزار نے اس مضمون کی حدیثین روایت کی ہین مگر حق یہ ہو کہ ان احادیث مین سے کوئی صحیح نہین ہو خبر صحیح یہ ہو کہ مشروعیت اذان
کی مدینہ پاک مین ہوا جیسا کہ اسلام مین مذکور ہو کذا فی الشامی مولانا نے جبرئیل قبیل و قبیل سوال اذان کا فرشتہ جبرئیل تک پاکوئی اور جواب مضمون نے کہا جبرئیل
تھے اور مضمون نے کہا غیر جبرئیل علیہ السلام سببہ ابقاکہ دخول الوقت اور اذان کا سبب بقا کی راہ سے نماز کے وقت کا داخل ہونا ہو شامی نے کہا
کہ ابقا یہ ہو جب کہ مضاف الیہ پھیر دیا گیا ہو یعنے سبب اسکے باقی رہنے کا اس سے یہ مراد ہو کہ جس سبب کے حادث ہونے سے اذان از سر نو کہی جاتی ہے وہ
دخول وقت ہو وہو سنة للرجال فی مکان عال موکدة ہی کالواجب فی لحوق الاثم للفرائض الخمس اور اذان مردون کے واسطے اونچے مکان مین سنت
موکدہ ہو فرائض پنجگانہ کے لیے سنت موکدہ واجب کے مانند ہو گنہگار ہونے مین اسکے چھوڑ دینے سے امام محمد نے کہا کہ اگر اہل شہر ترک اذان پر اتفاق کرین
تو انکا قتال حلال ہو اور امام ابو یوسف رح نے کہا کہ وہ لوگ مارنے اور قید کرنے کے لائق ہین اور وہ سنت کفایہ ہو یعنے شہر مین ایک شخص کی اذان کفایت کرتی ہو
کذا فی الطحطاوی فی وقتہا ولو قضاء لانہ سنة للصلوٰة حتی یبرد بہ لا للوقت اذان سنت ہو فرائض کے وقت مین اگرچہ فرض قضا ہو اسواسطے کہ اذان نماز کی
سنت ہو نہ وقت کی یہانتک کہ گرمیون کے ظہر کی ٹھنڈے وقت اذان دیجاتی ہو یعنے تقدیم و تاخیر مین اذان نماز کی تابع ہو کذا فی الطحطاوی لا یسن لغیرها
کعید اذان مسنون نہین سوائے فرض نمازون کے لیے مانند عید کے ہم عید کے مانند نماز جنازہ اور نماز کسوف اور نماز استسقا اور تراویح اور سنن رواتب
مین اور وتر ہر چند امام اعظم کے نزدیک واجب ہو مگر چونکہ وقت عشا مین ادا کیا جاتا ہو تو عشا ہی کی اذان پر اکتفا کیا گیا کذا فی الشامی فیعاد اذان وقع
بعضہ قبلہ کالاقامة خلافا للثانی فی الفجر تو دوسری بار اذان کہی جائے اگر بعضے کلمات اذان کے فرض کے وقت سے پہلے واقع ہوے ہین اقامت کے مانند
برخلاف ابو یوسف رح کے فجر مین یعنے انکے نزدیک آدھی رات کے بعد فجر کی اذان درست ہو ہم اقامت اگر قبل وقت ہو تو اسکا اعادہ بالاتفاق ہو اور اگر
امام حاضر ہو اقامت کے بعد ساعت بھر پیچھے اور اسنے فجر کی سنت پڑھی تو اقامت کو دوسری بار کہنا واجب نہین تو صریح معلوم ہو گیا کہ اگر اقامت کے بعد
فی الفور نماز نہ پڑھے تو اقامت باطل نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی عن المنح بتربیع تکبیر فی ابتدائہ وعن الثانی تثنیتہ اذان سنت ہو چار بار تکبیر یعنی اللہ اکبر
کہنے کے ساتھ شروع اذان مین اور ابو یوسف سے ایک روایت مین دو بار تکبیر ہو ہم پہلے اذان مین چار بار اللہ اکبر کہے اسطرح کہ ایک آواز مین دو بار اور دوسری
آواز مین بھی دو بار اللہ اکبر کہے یعنی چار آوازون سے چارون تکبیر کو علیحدہ علیحدہ نہ کہے کذا فی الطحطاوی ویفتح راء اکبر والعوام یضمونہا وفیہ اکبر کی رے
کو زبر کے ساتھ کہے اور عوام لوگ اسکو پیش دیتے ہین کذا فی رد ضرم مضمرات مین ہو کہ موذن کو اختیار ہو چاہے اللہ اکبر کی رے کو ضمہ یعنی پیش دے چاہے جزم
اور اگر آتش زدگی مین اللہ اکبر چند بار کرر کہے تو اسم ذات مرفوع ہو ہر بار اور اکبر کا لفظ پچھلی بار کے سوا چاہے پیش کے ساتھ کہے چاہے جزم کے ساتھ
کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ولکن فی الطلبة فی قولہ علیہ السلام الاذان جزم ای مقطوع المد فلا یقول آللہ اکبر لانہ استفہام وانہ لحن شرعی لکن طلبہ
مین ہو کہ نبی علیہ الصلوٰة والسلام کے قول الاذان جزم کا یہ مطلب ہو کہ اذان مقطوع المد ہو یعنے اللہ کے لفظ مین الف کو کھینچ نہین تو اسکے الف کو بڑھا کر
نہ کہے کہ وہ پوچھنا ہو کہ کیا اللہ بڑا ہو اور یون کہنا شرعا غلط ہو ہم چونکہ یہ شرعا غلط ہوا تو اسطرح اذان مکروہ ہو اگر استفہام کا ارادہ کریگا تو کافر ہو گا کذا فی
الطحطاوی اور شامی مین ہو کہ سیوطی سے اس حدیث کا حال پوچھا گیا تو کہا کہ یہ حدیث ثابت نہین بلکہ ابراہیم نخعی کا قول ہو مراد مقطوع حرکة الآخر للوقف
فلا یقف بالرفع فانہ لحن لغوی فتاوی الصغیر فیہ من الباب السادس والثلثین یا حدیث مذکور کا یہ مطلب ہو کہ آخر کی حرکت مقطوع ہو تو وقف کرے پس پیش کے ساتھ
کہ رو لغت عرب مین غلط ہو چنانچہ فتاوی صغیر فیہ کے چھتیسوین باب مین ہو یعنے اذان مین جتنے جملے ہین سب کے آخر حرف پر وقف کرے حرکت نہ دے لیکن
پہلے اللہ اکبر جو اذان مین ہین تینون سے اول اور تیسرے اور پانچین مین اکبر کی رے کو چاہے ساکن ادا کرے چاہے فتحہ کے ساتھ آگے ملا دے اور اگر

بیچ میں سے ملا دیگا تو خلاف سنت ہوگا کذا فی الطحطاوی والشامی ملخصًا ولا ترجیع فانہ مکروہ ملتقی اور اذان میں ترجیع نہیں اسلیے کہ ترجیع مکروہ ہے کذا فی الملتقی ف ترجیع یہ ہے کہ شہادتین یعنی اشہد ان لا الٰہ الا اللہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ اشہد ان محمد رسول اللہ اشہد ان محمد رسول اللہ کو پہلے آہستہ کہے پھر چاروں کلمات کو زور سے کہے یہ شافعی مذہب میں سنت ہے اور ہمارے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے کذا فی الحلبی اور ابی محذورہ کی اذان میں جو ترجیع حدیث میں مذکور ہے وہ اس بات پر محمول ہے کہ بطریق تعلیم کے تھی کیونکہ جمیع روایات متفق ہیں اس پر کہ بلال اذان میں ترجیع کرتے تھے اسکے سوا طبرانی میں ابی محذورہ کی اذان میں بھی ترجیع نہیں تو عدم ترجیع ہی ثابت ہوا اور وجہ کراہت یہ ہے کہ اذان اعلام کے لیے مشروع ہے اور آہستہ کہنے سے اعلام نہیں ہوتا کذا فی الشامی ولا لحن فیہ ای تغنی بغیر کلماتہ فانہ لا یحل فعلہ وسماعہ کالتغنی بالقرآن اور اذان میں یعنے وہ راگنی جو اذان کے کلمات متغیر کردے کہ اسکا کرنا اور سننا حلال نہیں جیسے قرآن کے تغنی کا فعل اور سماع حلال نہیں ف لحن یہ ہے کہ حروف کے ادا میں اور انکی حرکات اور سکنات میں کمی بیشی واقع ہو چنانچہ گانے میں ایسا ہوتا ہے اور خطار اعرابی کو بھی لحن بولتے ہیں وبلا تغیر حسن اور خوش آوازی بغیر متغیر کرنے کلمات اور حرکات اور سکنات کے خوب ہے اذان اور قرآن میں ف تغنی بلا تغیر خوب ہے اسواسطے کہ تحسین صوت مطلوب ہے اور تحسین صوت کو تغییر لازم نہیں کذا فی البحر وقیل لا باس بہ فی الحیعلتین اور قول ضعیف یہ ہے کہ کچھ ڈر نہیں حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کی لحن میں ف قائل اس قول کا حلوانی ہے اور وجہ یہ بیان کی ہے کہ یہ دونوں کلمات ذکر نہیں اور لفظ لا باس بہ سے اشارہ ہے اسطرف کہ اولیٰ یہ ہے کہ انمیں بھی لحن نکرے کذا فی الشامی ویترسل فیہ بسکتۃ بین کل کلمتین ویکرہ ترکہ وتندب اعادتہ اور موذن اذان کو ٹھہر ٹھہر کے اندک سکوت کرکے دو دو کلمے کے درمیان میں اور ترسل یعنے سکتہ کا ترک کرنا مکروہ ہے اور اسکے ترک سے اذان کو پھر کہنا مستحب ہے کذا فی الطحطاوی عن الظہیریہ ویلتفت فیہ وکذا فیہا مطلقًا ولو ان المحل منسعًا یمینًا وشمالًا فقط لئلا یستدبر القبلۃ بصلٰوۃ وفلاح اور اذان میں منھ پھیرے داہنے اور بائیں حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کہنے کے ساتھ اور اسی طرح اقامت میں التفات کرے ہر حال میں یعنی جگہ میں وسعت ہو یا نہو اور بعضوں نے کہا کہ اگر جماعت کا مکان کشادہ ہو تو التفات کرے التفات فقط داہنے اور بائیں ہے تاکہ پشت واقع ہو قبلہ کیطرف ولو وحدہ او لمولود لانہ سنۃ الاذان مطلقًا التفات مذکور ترک نکرے اگرچہ موذن تنہا ہو یا بچہ ہونے کے وقت اذان کہتا ہو اسواسطے کہ التفات اذان کی سنت ہے ہر طرح ویستدیر فی المنارۃ لو متسعۃ ویخرج راسہ منہا اور موذن گردش کرے اذان کے منارے میں اگر وہ کشادہ ہو اور اپنا سر اسکے طاقچے سے نکالے لوگوں کے خبردار کرنے کو ف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت منارہ اذان کے لیے نہ تھا حضرت بلال رضی مسجد کی چھت پر اذان کہا کرتے تھے بعد کو امیر معاویہ رض کے حکم سے منارہ بنایا گیا ویقول ندبًا بعد فلاح اذان الفجر الصلوٰۃ خیر من النوم مرتین لانہ وقت نوم اور استحباب کے طریق سے دو بار کہے اذان فجر کی حی علی الفلاح کے بعد الصلوٰۃ خیر من النوم یعنی نماز بہتر ہے نیند سے اسواسطے کہ یہ نیند کا وقت ہے ویجعل ندبًا اصبعیہ فی صماخ اذنیہ فاذانہ بدونہ حسن وبہ احسن اور بطریق استحباب کے کرے اپنی دونوں انگلیاں اپنے دونوں کانوں کے سوراخ میں کہ اذان بغیر انگلی رکھنے کے خوب ہے اور انگلی رکھ کر بہت خوب ہے ف کان میں انگلی رکھنے کا فائدہ یہ ہے کہ اس فعل سے آواز بلند ہوتی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رض کو فرمایا کہ دونوں کانوں میں انگلیاں کر لو کہ اس سے تمہاری آواز زیادہ بلند ہوگی اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ بہرا اور دور کا آدمی آواز نہیں سنتا اس فعل کو دیکھکر آگاہ ہو جاتا ہے کہ اذان ہے والاقامۃ کالاذان فیما مر اور اقامت جسکو عوام تکبیر بولتے ہیں اذان کے مانند ہے احکام مذکورہ میں ف اذان کے احکام جو متن میں مذکور کیے دس ہیں یعنی مسنون ہونا فرائض کیواسطے اور اعادہ اسکا اگر وقت سے پہلے ہوئی اور شروع کرنا چار تکبیر سے اور ترجیع نکرنا اور لحن نکرنا اور ٹھہر ٹھہر کے کہنا اور التفات اور گردش اور فجر میں الصلوٰۃ خیر من النوم کا زیادہ کرنا اور کانوں میں انگلیاں رکھنا لیکن مصنف نے تین احکام کو ان احکام عشرہ سے نکال ڈالا تو ٹھہر ٹھہر کے کہنے کے بدلے جلد جلد کہنا اور الصلوٰۃ خیر من النوم کے عوض قد قامت الصلوٰۃ کہنا اور کان میں انگلی رکھنا مذکور کیا تو سات حکم مشترک باقی رہے حلبی نے کہا تو مصنف کو گردش کا نفی کرنا بھی لازم تھا لکن ہی ای الاقامۃ وکذا الامامۃ افضل منہ فتح لیکن اقامت اور اسیطرح امامت افضل ہے اذان سے کذا فی الفتح ولا یضع المقیم اصبعیہ فی اذنیہ لانہا اخفض والافات

لگنے والا ہی دونون انگلیان اپنی کانون مین رکھے اسواسطے کہ اقامت کی آواز بہ نسبت موذن اذان کی آواز کے دھیمی ہوتی ہے اور یہ کہا کہ والا جائز ہے سند و ایضا و ترسل فیہا و یحدر فی الاقامة

کُہنے مین جلدی کرے یعنی بین الکلمتین سکتہ کرے شامل ہے اور الحدر مین سرعت کرے طور ترسل کے یعنی جلدی جلدی کہے اور اقامت مین جلدی

اذان کے بیچ میں اسکا اعادہ ذکر ہے صحیح تر قول مین ہم لیکن اگر اذان کو جلد جلد کہہ دیا یعنی اسکا دوبارہ کہنا مستحب ہے کیونکہ اذان مین تکرار شرعی ہی یعنی بجز اسکے

کہ بعد اور تکبیر مین تکرار شریعت مین ثابت نہین ہے ویزید بعد فلاح اقامته قد قامت الصلوة اور اقامت کی حی علی الفلاح کے بعد دو بار کہے قد قامت

الصلوة و عند الثلثة ہی مرادی اور امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد تینون کے نزدیک اقامت ایک ایک کلمہ ہے و یستقبل بہما القبلة اور سوار کے سوا دونو

شخص اذان اور اقامت مین قبلہ رخ ہو جاے مسافر جماعت کے واسطے سوار ہو کر اذان کہے سفر کے حال مین سوار کو اپنے واسطے اذان و اقامت درست ہے

و استقبال قبلہ شرط نہین وترکہ مکروہ تنزیہا اور ترک استقبال قبلہ مکروہ تنزیہی ہے صاحب محیط نے استقبال قبلہ کو احسن کہا ہے صاحب بحر نے اس سے ایکا کہ

استقبال کا ترک مکروہ تنزیہی ہے کذا فی الطحطاوی ولو قدم فیہما موخرا اعاد ما قدم فقط اور اگر اذان اور اقامت مین موخر لفظ کو مقدم کیا تو فقط مقدم لفظ کو پھر کہے یعنی

لفظ کا اسی کے محل مین اعادہ کرے مثلا حی علی الفلاح کو حی علی الصلوة سے پہلے کہہ دیا تو اعادہ صرف اسی دونون کلمون کا صحیح طور پر کرے سب تمام اذان

کا اعادہ ضرور نہین ولا یتکلم فیہما اصلا ولو رد سلام اور اذان اور اقامت مین اصلا کلام نہ کرے اگرچہ وہ کلام جواب سلام کا ہو یعنی سلام کا جواب نہ دے نہ

اپنے دل مین اور نہ اذان اور اقامت کے بعد یہی قول صحیح ہے اور کھکھارنا بھی کلام مین داخل ہے مگر تحسین صوت کے واسطے جائز ہے کذا فی البحر فان تکلم استانف

اگر اذان اور اقامت مین بولا تو پھر سرے سے شروع کرے و ثوب بین الاذان والاقامة فی الکل للکل باستحسان متاخرین اور موذن اذان اور اقامت مین بلا وسبب

نمازیون کو بدون تخصیص امیر وغیرہ کے سب نمازون مین جس طرح کا انکے بلانے کی عادت ہو تثویب یعنی اعلام بعد الاعلام کرے جس کا طریقہ یہ ہے کہ بعد اذان بقدر بیس آیت

پڑھنے کے ٹھہر جاے پھر بلا دے اس طرح کہ الصلوة الصلوة یا کہے کہ چلو نماز تیار ہے یا جس طرح کا رواج ہو پھر اسکے بعد بقدر بیس آیت کے توقف کرے پھر اقامت

کہے کذا فی البحر مگر مغرب مین تثویب نہین چنانچہ نقایہ کی شرح مین مصرح ہے اور متن کے اگلے کلام سے بھی نکلتا ہے و یجلس بینہما بقدر ما یحضر الملازمون مراعیا لوقت

الندب اور موذن بیٹھ جاے اذان اور اقامت مین بقدر آنے ہمیشہ آنے والون کے وقت مستحب کی رعایت کر کے یعنی جیسے صبح مین اسفار کا اور ظہر مین ابراد

کا لحاظ موذن کو لازم ہے الا فی المغرب فیسکت قائما قدر ثلث آیات قصار مگر مغرب مین تثویب اور جلوس نہ چاہیے تو موذن چپکا کھڑا رہے چھوٹی تین

آیتون کی مقدار و یکرہ الوصل اجماعا اور بلا توقف ملا دینا اذان اور اقامت کا بالاتفاق مکروہ ہے بدلیل اس حدیث کے کہ تو اپنی اذان اور اقامت مین

توقف کر اس قدر کہ کھانے والا اپنے کھانے سے فراغت حاصل کرے فائدہ فائدہ محقق شارح کا التسلیم بعد الاذان حدث فی ربیع الآخر سنة سبعمائة

واحدی و ثمانین فی عشاء لیلة الاثنین ثم یوم الجمعة ثم بعد عشر سنین احدث فی الکل الا المغرب ثم فیہا مرتین وهو بدعة حسنة رسول اللہ صلی اللہ علیہ و

سلم پر سلام کہنا نیا پیدا ہوا ربیع الآخر ۷۸۱ سال ہجری مین دوشنبہ کی رات عشا کی نماز مین پھر جمعہ کے دن پھر دس برس کے بعد پیدا ہوا سب نمازون

مین سوائے مغرب کے پھر مغرب مین بھی دو بار سلام کہنا رائج ہو گیا اور یہ امر بدعت حسنہ ہے یہ فائدہ شارح نے جلال الدین سیوطی شافعی رح کے

حسن المحاضرہ سے نقل کیا اور سخاوی کے قول بدیع مین ہے کہ اسکی ابتدا احداث سلطان صلاح الدین بن المظفر بن ایوب کے حکم سے ہوئی ۷۹۱ ہجری

مین طحطاوی نے کہا کہ مغرب کا سلام ہمارے وقت مین رائج نہین اور نہ سیوطی کی اس عبارت مین ہے جو نہر الفائق مین منقول ہے انتہی بدعت حسنہ وہ ہے

جو قواعد شریعت کے مخالف نہ ہو ولیس ان یوذن و یقیم لفائتة ان قضاہا بجماعة او صحراء لا بیتہ منفردا اور مسنون ہے اذان دینا اور اقامت کہنا قضا

کی نماز کے واسطے آواز بلند کر کے اگر جماعت سے قضا کرتا ہو یا جنگل مین نہ اپنے گھر مین اکیلے اگر گھر مین بھی جماعت کے ساتھ قضا کرے تو بلند آواز سے اذان

کہے و کذا لاولی الفوائت لا للفاسدة اور اسی طرح اذان اور اقامت مسنون ہے چند قضا نمازون مین سے پہلی نماز کیواسطے نہ ناقص نماز کیواسطے یعنی

جسکا اعادہ کیا وقت میں ویخیر فیہ للباقی لو فی مجلس وفعلہ اولیٰ ویقیم للکل اور آدمی اذان اور اقامت میں مختار ہو قضا کی باقی نمازون کے واسطے اگر ایک مجلس میں ہو اور اگر چند مجالس میں قضاؤن کو ادا کرے تو ہر مجلس مین اذان واقامت کہے کذا فی الشامی اور باقی مین اذان کہنا بہتر ہو اور اقامت کہے سب نمازون قضا مین اسواسطے کہ جنگ خندق مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار نمازون کی قضا مین اذان اور اقامت کا حکم کیا کذا فی الطحطاوی ولا یسن ذلک فیما تصلیہ النساء اداءً وقضاءً ولو جماعۃ کجماعۃ صبیان وعبید اور یہی اذان اور اقامت مسنون نہین اُس نماز مین جسکو عورتین پڑھتی مین ادا اور قضا اگرچہ جماعت سے پڑھتی ہون جیسے لڑکے اور غلامون کی جماعت مین اذان اور اقامت مسنون نہین ہم اگر شارح بجاے ولو جماعۃ کے ولو منفردۃ کہتا تو بہتر تھا اسلیے کہ عورتون کی جماعت مشروع نہین رہی کذا فی الشامی ولا فیما یصلی الظہر یوم الجمعۃ فی مصر اور یہی اذان اور اقامت سنت نہین جمعہ کے دن ظہر کی نماز کیواسطے شہر مین ہم اسواسطے کہ اسمین شبہہ پڑتا ہو مخالفت جمعہ کا اور شہر کی قید سے معلوم ہوا کہ گانؤن مین اذان جمعہ کے روز مکروہ نہین ولا فیما یقضی من الفوائت فی مسجد لان فیہ تشویشا وتغلیطا اور نہین مسنون اذان اور اقامت اُس نماز مین فوایت سے جسکو قضا کرتے ہون مسجد مین اسواسطے کہ اسمین لوگون کی پریشان خاطری اور غلط اندازی ہو یعنے وہ وقت کی اذان سمجھینگے ویکرہ قضاؤہا فیہ لان التاخیر معصیۃ فلا یظہرہا بزازیہ اور نماز فائتہ کا قضا کرنا مسجد مین مکروہ ہو اسواسطے کہ وقت سے نماز کا تاخیر کرنا گناہ ہو تو گناہ کو ظاہر نکرے کذا فی البزازیۃ ہم یہ وجہ جماعت مین ظاہر ہی نہ منفرد مین اسلیے کہ منفرد اذان آہستہ کہتا ہو مگر تعلیل مسئلہ سے معلوم ہوتا ہو کہ قضا کو جتا کر ادا کرنا مکروہ ہو خواہ جماعت مین ہو خواہ اکیلے ویجوز بلا کراہۃ اذان صبی مراہق وعبد اور بلا کراہت جائز ہو اذان صغیر مراہق یعنی عاقل اور غلام کی ہم کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہو ورنہ کراہت تنزیہی تو ثابت ہو جیساکہ بحر الرایق مین خلاصہ سے منقول ہو کہ سوا انکے اور شخص اولی ہو تو انکی اذان مین ترک اولیٰ ہوا کذا فی الشامی ولا یحل الا باذن کاجیر خاص اور غلام کو اذان جماعت کی حلال نہین مگر مولی کے اذن سے خاص مزدور کے مانند کہ اسکو بھی اذان حلال نہین بلا اذن مستاجر کیونکہ مراعات اوقات سے نقصان مولی اور مستاجر کا لازم آویگا اور اسیوجہ سے مزدور خاص کو نوافل کا پڑھنا درست نہین واعمی وولد زنا واعرابی اور جائز ہو اذان اندھے اور ولد الزنا اور دہقانی کی وانما یستحق ثواب المؤذنین اذا کان عالما بالسنۃ والاوقات ولو غیر محتسب بحر اور اذان کہنے والا مؤذنون کے ثواب کا مستحق نہین ہوتا مگر جبکہ وہ اذان کے طریقہ مسنونہ کو جانتا ہو اور نماز کے اوقات کو پہچانتا ہو اگرچہ غیر محتسب ہو کذا فی البحر یعنی اگرچہ صرف بہ نیت ثواب نہ کہتا ہو بلکہ اجرت لیکر اذان کہتا ہو طحطاوی نے کہا اور غیر محتسب یقین کرنے کے لائق نہین اسواسطے کہ صاحب بحر نے اسکو بطریق احتمال کے بیان کیا ہو وکرہ اذان جنب واقامتہ محدث لا اذانہ علی المذہب اور مکروہ ہو اذان نہانے کی حاجت والے کی اور اسکی اقامت اور بے وضو آدمی کی اقامت نہ اذان محدث کی مذہب درست پر ہم مکروہ سے مراد ظاہرا کراہۃ تحریمی ہو اور وجہ کراہت جنب کی اذان کی یہ ہو کہ وہ لوگون کو نماز کے لیے بلاتا ہو اور خود اسکی اجابت نہین کرتا کذا فی الشامی واذان امراۃ وخنثی وفاسق ولو عالما لکنہ اولی بامامۃ واذان من جاہل تقی اور مکروہ ہو اذان عورت اور خنثی اور فاسق کی اگرچہ فاسق عالم ہو لیکن امامت اور اذان مین فاسق عالم اولی ہو جاہل پرہیزگار سے یعنی جہان سوائے اُس فاسق کے دوسرا عالم نہو کذا فی حاشیۃ الحلبی وسکران ولو بمباح اور اذان مکروہ ہو متوالے کی اگرچہ مباح چیز سے مست ہو گیا ہو جیسا چہ خراسانی اجوائن سے کمعتوہ وصبی لا یعقل جیسے مدہوش اور صغیر غیر عاقل کی اذان مکروہ ہو وقاعد الا اذا اذن لنفسہ اور مرد نشستہ کی اذان مکروہ ہو مگر جبکہ وہ اپنے واسطے اذان کہے تو مکروہ نہین وراکب الا لمسافر اور سوار کی اذان مکروہ ہو مگر مسافر سوار کی اذان مکروہ نہین ویعاد اذان جنب ندبا وقیل وجوبا اور پھر کہی جاے اذان جنب کی استحباب کی راہ سے اور بعضون نے کہا کہ وجوب کی راہ سے لا اقامتہ لمشروعیۃ تکرارہ فی الجمعۃ دون تکرارہا دوبارہ نہی جاے اقامت جنب کی بسبب مشروع ہونے تکرار اذان کے جمعہ مین اور نہ مشروع ہونے اقامت کی تکرار کے یعنے جمعہ کی اذان مکرر ہونے سے معلوم ہوا کہ عمدا سے تکرار اذان درست ہو وکذا یعاد اذان امراۃ ومجنون ومعتوہ وسکران وصبی لا یعقل لا اقامتہم لما مر اور اسی طرح اعادہ کیا جاے عورت

ہو یعنی بچہ اور مدہوش اور درست اور صغیر غیر عاقل کی اذان کو اعادہ کرنا چاہئے درست وجہ یہ ہے کہ تکرار اذان شرعاً ثابت ہے تکرار اقامت کے سبب مستحب اعادہ
اقامت موذن و مقیم کا قرب و حضور و الافضل وغیرہ باب الوقف یعنی موذن خود جنبی اور رجب جو شرعی ہے کہنا اذان اور اقامت کا بسبب ہو جانے موذن
کے اذان کہنے میں اور ہو جانے مقیم کے اقامت کہنے میں اور بسبب اسکے غش میں آ جانے اور گونگا ہو جانے اور رک جانے اور جنب ہونے کے اور مانگے اذان
اور اقامت الامین اور بسبب اٹھ جانے کے وضو کے واسطے وضو کے ٹوٹ جانے سے کذا فی الخلاصہ موذن اور مقیم کا پانچوں صورتوں میں یکساں
حکم ہے شامی نے فقط موذن پر اسپر اکتفا کیا کہ اقامت کہنا موذن کا حق ہے بہ شامی میں ہے الا پہلی صورت میں یعنی انہا اذان و اقامت میں بے وضو
ہو جانے میں موذن اور مقیم کو چاہیے کہ بعد اذان اور اقامت کے وضو کرے کیونکہ جب ابتدا سے وضو پوری اذان کہہ سکتا ہے تو اسکو جائز ہے
تمام کرنا لیکن غیر فی السراج مناسب لیکن سرت دانت میں بانداز مناسب بیان کیا ہے کہ اگر پانچوں صورتوں میں شروع سے اذان اور اقامت کو کہنا
مستحب اور مندوب ہے واجب نہیں و جزم المصنف بعدم صحة اذان مجنون و معتوه و صبي لا يعقل اور یقین کیا ہے مصنف نے نہ صحیح ہونے اذان مجنون اور
مدہوش اور صغیر غیر عاقل کا اقامت وکافر و فاسق لعدم قبول قوله في الديانات یعنی کہنا اذان اور کافر اور فاسق کی بھی اذان صحیح نہیں بسبب مقبول نہ ہونے
انکے قول کے دین کے کاموں میں شامی میں کہا کہ اور گذر چکا کہ فاسق کی اذان مکروہ ہے اور یہاں شارح نے عدم صحت کو بیان کیا تو یہ برابری فاسق کی
کافر کے ساتھ شارح کی طرف سے مناسب نہوئی و کرہ ترکہما معا لمسافر ولو منفردا اور مکروہ ہے مسافر کو اذان اور اقامت کا یکبارگی چھوڑ دینا اگرچہ مسافر اکیلا ہو
یہاں چار صورتیں ہیں سو دو صورتیں مکروہ ہیں ایک یہ کہ اذان اور اقامت دونوں کو چھوڑنا دوسرے یہ کہ فقط اقامت کو چھوڑنا اور دو صورتیں مکروہ نہیں ایک یہ کہ
اذان اور اقامت دونوں کہنا دوسری یہ کہ فقط اقامت کہنا مسافر کو اذان اور اقامت میں دو فائدے ہیں ایک تو ثواب دوسرے حاضر ہونا نماز میں اُن بندگان
خدا کا جو نظر نہیں آتے وکذا ترکہا لا ترکہ لحضور الرفقة اور اسی طرح مسافر کو مکروہ ہے چھوڑنا اقامت کا نہ اذان کا بسبب موجود ہونے سب رفیقوں کے یعنی اذان
تو اعلام کے واسطے مشروع ہے پھر جب سفر کے رفیق ساتھ ہوئے تو اعلام کی چنداں ضرورت نہیں بخلاف مصل ولو بجماعة في بيته بمصر او قرية لها مسجد فلا يكره
ترکہا اذ اذان الحي يكفيه برخلاف اس نمازی کے جو اپنے گھر میں شہر کے اندر نماز پڑھتا ہے اگرچہ بجماعت نماز ہو یا اس گاؤں میں نماز پڑھتا ہے جسمیں مسجد ہے
تو وہاں اذان یا اقامت کا ترک کرنا مکروہ نہیں اسواسطے کہ اذان محلہ اسکو کفایت کرتی ہے ہم اور اگر گاؤں میں مسجد نہ ہو مگر اُسمیں اذان و اقامت ہوتی
ہو تو وہاں کا نمازی اذان اور اقامت ترک نہ کرے بلکہ اسکا حکم مسافر کا سا ہے او دخل في مسجد بعد صلوة جماعة فيه بل يكره فعلهما وتكرار الجماعة الا في مسجد
على طريق فلا بأس بذلك جوهرة یا برخلاف اس نمازی کے جو مسجد میں نماز پڑھتا ہے اسمیں جماعت ہو جانے کے بعد بلکہ مسجد مذکور میں اذان اور اقامت کہنا
اور دوسری جماعت کرنا مکروہ ہے مگر راہ کی مسجد میں اسکا کچھ مضائقہ نہیں کذا فی الجوہرۃ یعنی ہاں اولی مسجد میں تکرار جماعت اذان اور اقامت کے ساتھ درست ہے
لا باس کے لفظ سے یہ نکلا کہ اسکا کرنا اولی ہے کذا فی الطحطاوی اقام غیر من اذن بغیبته اي المؤذن لا يكره مطلقا اقامت کہی اور شخص نے سوائے اذان
کہنے والے کے موذن کی غیبت میں تو مطلقا مکروہ نہیں یعنی خواہ موذن خوش ہو یا ناخوش وان بحضوره كره ان لحقه وحشة اور اگر غیر شخص نے اقامت کہی
موذن کے سامنے تو مکروہ ہے اگر اسکو وحشت اور ناخوشی ہو کیونکہ اقامت کہنا موذن کا حق ہے بدلیل حدیث (من اذن فهو يقيم) یعنی جو اذان کہے وہی اقامت
کہے کما کرہ مشيه في اقامته جیسے مکروہ ہے اقامت کہنے میں چلنا و يجيب وجوبا وقال الحلواني ندبا والواجب الاجابة بالقدم من سمع الاذان ولو جنبا اور
واجب ہے جواب دینا زبان سے اسکو جسنے اذان کو سنا اگرچہ وہ جنب ہو اور حلوانی نے کہا کہ زبان سے جواب دینا مستحب ہے اور قدم سے اجابت واجب ہے یعنی
اذان سننے ہی مسجد میں جماعت کے لیے حاضر ہو جانا چاہیے لا حائضا ونفساء وسامع خطبة وفي صلوة وجنازة وجماع ومستراح واكل وتعليم علم وتعلمه بخلاف
قرآن نہ جواب دے اذان کا اگر سامع ہو حائض اور زچا اور سامع کسی خطبہ کا اور نہ جواب دے نماز میں اور جنازہ میں اور صحبت کرنے میں اور پاخانہ میں اور کھانے

اور علم سکھانے اور علم کے سیکھنے مین برخلاف قرآن کے یعنی اگر قرآن پڑھتا ہو تو موقوف کرکے اذان کا جواب دے بان یقول بلسانہ کمقالتہ ان سمع المسنون منہ وہو ما کان عربیا لالحن فیہ جواب دے اسطرح کہ کہے اپنی زبان سے مؤذن کے کلام کے مانند بشرطیکہ مؤذن سے مسنون اذان سنے مسنون اذان وہ ہے جو بطور عرب کے ہو اسمین لحن نہو یعنی تغیر کلمات نہو جو اذان عربی ہو یعنے مفسر الالفاظ ہو حروف کے حق ادا ہوے ہوں سو اب جو اذان بعض لوگ کہتے ہین حروف اور حرکات کو بڑھا گھٹا کر وہ حرام ہے اس اذان کا جواب دینا نچاہیے کذا فی الطحطاوی ملخصا ولو تکرر اجاب الاول اور اگر اذان مکرر ہو تو پہلی اذان کا جواب دے خواہ وہ مسجد کی اذان ہو یا اور مقام کی کذا فی الحلبی الا فی الحیعلتین فیحوقل جو مؤذن کہے وہی جواب دینے والا کہے مگر حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح مین کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہے وفی الصلوٰۃ خیر من النوم فیقول صدقت وبررت اور الصلوٰۃ خیر من النوم مین یون کہے صدقت وبررت یعنی تو صادق اور نیکوکار ہے اس کہنے مین کہ نماز نیند سے بہتر ہے ویندب القیام عند سماع الاذان بزازیہ اور مستحب ہے کھڑا ہو جانا اذان کے سننے کے وقت کذا فی البزازیہ ولم یذکر ہل یستمر اسلے قائما او یجلس اور بزازی نے یہ ذکر نہین کیا کہ کھڑا رہے اذان کی فراغت ہونے تک یا بیٹھ جاوے ولو لم یجبہ حتی فرغ لم ارہ وینبغی تدارکہ ان قصر الفصل اور اگر سامع نے مؤذن کا جواب نہ دیا یہان تک کہ وہ اذان سے فارغ ہوا اسکا حکم مین نے نہین دیکھا کتاب مین اور مناسب یہ ہے کہ اسکا تدارک کرلے اگر فصل تھوڑا ہو یعنے اگر بہت عرصہ گذر گیا ہو تو یہ بحث صاحب بحر کی ہے اور اس سے یہ نکلتا ہے کہ جواب دینے والا مؤذن سے پیشتر کلمات جواب کے نکہے بلکہ ہر کلمے کے تمام ہونے پر اسکا جواب کہے کہ حدیث عمر ابن ابی امامہ مین اسکی تصریح موجود ہے اور اس سے ظاہر ایہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ساتھ ساتھ جواب دینا بھی کافی نہین کذا فی الشامی ویدعو عند فراغہ بالوسیلۃ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اذان کی فراغت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے وسیلہ مانگے مع دعاء وسیلہ مستحب ہے اسواسطے کہ صحیح مسلم مین عبداللہ بن عمرو بن عاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مؤذن کو سنو تو کہو مثل اس قول کے جو وہ کہتا ہے پھر مجھپر درود پڑھو اسواسطے کہ جو مجھپر درود پڑھیگا حقتعالی اسکے بدلے اسپر دس بار رحمت کریگا پھر اللہ سے میرے لیے وسیلہ مانگو اسواسطے کہ وسیلہ ایک مرتبہ ہے بہشت مین کہ وہ لائق نہین مگر ایک بندے کیواسطے خدا کے بندون سے اور مین امید رکھتا ہون کہ وہ بندہ مین ہون سو جو شخص میرے لیے وسیلہ مانگیگا تو میری شفاعت اسکے لیے ضرور ہوگی انتہی یعنی اسکی شفاعت واجب ہوگی انت سے زیادہ ہر لسبب اس مناسبت کے کذا فی الطحطاوی من المواہب و ترجمہ اور دعاء وسیلہ کا طریقہ صحیح مسلم وغیرہ مین جابر سے یون مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کہے اذان کو سنکر (اللہم رب ہذہ الدعوۃ التامۃ والصلوٰۃ القائمۃ ات محمد ن الوسیلۃ والفضیلۃ وابعثہ مقاما محمودن الذی وعدتہ) تو اسکے واسطے میری شفاعت حلول کریگی یعنے واجب ہوگی کذا فی تیسیر الوصول الی الجامع الاصول اور بیہقی نے وعدتہ کے بعد انک لاتخلف المیعاد اس دعا مین زیادہ روایت کیا ہے ابن حجر نے شرح منہاج مین کہا کہ الفضیلۃ کے بعد جو درجۃ الرفیعۃ کہتے ہین اور تمامی پر یا ارحم الراحمین تو ان دونون کی کچھ اصل نہین اور اسیطرح وعدتہ کے بعد وارزقنا شفاعتہ کی زیادتی کا حال ہے کذا فی الشامی ولو کان فی المسجد حین سمعہ لیس علیہ الاجابۃ ولو کان خارجہ اجاب بالمشی الیہ بالقدم اور اگر اذان کا سننے والا مسجد مین ہو جبکہ اسنے اذان سنی تو اسپر جواب دینا لازم نہین اور اگر مسجد کے باہر ہو تو جواب دے اسکی طرف قدم سے چلکر ولو اجاب باللسان لابہ لایکون مجیبا وہذا بناء علی الاجابۃ المطلوبۃ بقدمہ لابلسانہ کما ہو قول الحلوانی اور اگر اذان کا جواب دیا زبان سے نہ قدم سے چلکر تو وہ شخص مجیب نہوگا اور اس قول کی بنا اسپر ہے کہ اجابت مطلوبہ شرع مین قدم سے ہے نہ زبان سے چنانچہ یہی قول ہے حلوانی کا فیقطع قرأۃ القرآن لو کان یقرا بمنزلہ ویجیب لو اذان مسجدہ کما یاتی ولو بمسجد لا لانہ اجاب بالحضور اور بموجب اسی قول کے قطع کرے قرآن کا پڑھنا اگر پڑھتا ہو اپنے گھر مین اور جواب دے قدم سے چلکر اگر اسکی مسجد محلہ کی اذان ہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا تتارخانیہ سے اور اگر مسجد مین قرآن پڑھتا ہو تو پڑھنا قطع نکرے اسواسطے کہ وہ مجیب ہوگا مسجد کے حاضر ہونے سے وہذا متفرع علی قول الحلوانی والظاہر وجوبہا بلسانہ لظاہر الامر فی حدیث اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل مایقول کما بسط فی البحر واقرہ المصنف وقواہ فی النہر ناقلا عن المحیط وغیرہ بانہ علی الاول لا

علیہ والسلام وعلیہ السلام والذی الظاہر انہ یجیب والاصح عدم الاجابۃ اور عبارت مذکور اجابت بالقدم کو ذکر کیا شارح اور مستخرج ہے حلوانی کے قول پر
اور ظاہر قول پر واجب ہوتا ہے اجابت کرنا زبان سے ویقول کما ہے اور یہ ہے جو اس حدیث میں ہے کہ جب تم مؤذن کی اذان سنو تو کہو مثل اس قول کے جو مؤذن
کہتا ہے چنانچہ اسکو شرح بیان کیا ہے بحرالرائق میں اور ثابت کی اسکو مصنف نے اپنی شرح میں اور زبان سے جواب دینے کو قوی کہا ہے نہر الفائق میں چنانچہ
محیط وغیرہ سے نقل کر کے اسطرح کہا کہ اول قول پر یعنی موجب اجابت زبانی پر اذان کا سننے والا سلام کا جواب نہ دے اور نہ کسی کو سلام کرے اور نہ قرآن پڑھے بلکہ قرآت
کو قطع کرے اور اذان کا جواب دے اور مشغول نہ ہو کسی عمل میں جز اجابت کے قال وینبغی ان لا یجیب بلسانہ اتفاقا فی الاذان بین یدی الخطیب وان یجیب بقدمہ
اتفاقا فی الاذان الاول یوم الجمعۃ لوجوب السعی بالنص صاحب نہر نے کہا اور یہ چاہیے کہ زبان سے جواب نہ دے باتفاق قولین خطیب کے سامنے کی اذان
میں جمعہ کے دن اور یہ کہ اجابت بالقدم کرے باتفاق قولین روز جمعہ کی پہلی اذان میں بسبب واجب ہونے سعی کے نص قرآنی سے ہم عدم اجابت لسانی
کی یہ وجہ ہے کہ جب خطیب منبر پر چڑھے تو امام کے نزدیک مطلقاً کلام مکروہ ہے لیکن باب الجمعہ میں آویگا کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ امام کے نزدیک اذکار جائز ہیں خطبہ
شروع ہونے سے پہلے تو ثواب کون مانع ہے اجابت کا کذا فی الطحطاوی وفی التاتارخانیۃ انہ یجیب اذان مسجدہ اور تاتارخانیہ میں ہے کہ جواب نہ دے مگر اپنی مسجد
کی اذان کا مراد یہ ہے جواب قدم سے چلکر اپنی مسجد کو مخصوص ہے یہ متفرع ہے حلوانی کے قول پر چنانچہ شارح نے اسپر پہلے اشارہ کر دیا کہا یائی کلمہ کذا فی الطحطاوی
وسئل ظہیر الدین عمن سمعہ فی آن من جہات ما ذا یجب علیہ قال اجابۃ اذان مسجدہ بالفعل اور ظہیر الدین سے سوال ہوا کہ جس شخص نے ایک آن میں اذان
سنی کئی طرف سے اسپر کیا واجب ہے کہا کہ اسپر اپنی مسجد کی اذان کی اجابت فعلی یعنے قدم سے چلکر واجب ہے ویجیب الاقامۃ ندبا اجماعا کالاذان ویقول عند
قد قامت الصلوٰۃ اقامہا اللہ وادامہا اور جواب لسانی دے اقامت کا استحباب کی راہ سے بالاتفاق اذان کے مانند اور کہے قد قامت الصلوٰۃ کے وقت
اقامہا اللہ وادامہا ہم ان الفاظ کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اسقدر زیادتی کے ساتھ ما دامت السموات والارض وجعلنی من صالحی اہلہا یعنی اللہ تعالیٰ نماز کو
قائم و دائم رکھے جبتک آسمان و زمین ہیں اور مجھکو زمین کے نیکبخت باشندوں میں کرے وقیل لا یجیبہا وبہ جزم الشمنی اور بعضوں نے کہا کہ اقامت کا جواب
نہ دے اور اسی قول کا یقین کیا ہے شمنی شارح نقایہ نے ہم یہ نفی اجماع سابق کی مخالف نہیں کیونکہ یہ نفی نفی وجوب پر محمول ہے اور انعقاد اجماع استحباب پر ہے
فروع منسائل المتفرقہ لو صلی السنۃ بعد الاقامۃ او حضر الامام بعدہا لا یعیدہا بزازیہ مترجم نے سنت نماز پڑھی اقامت کے بعد یا امام آیا اقامت کے بعد تو اقامت
کا اعادہ نہ کرے کذا فی البزازیہ وینبغی ان طال الفصل او وجد ما یعد قاطعا کاکل ان تعاد اور لائق یعنے مستحب ہے کہ اگر اقامت اور نماز میں مدت زیادہ ہو جائے
یا پایا جائے وہ عمل جو قاطع اور فاصل گنا جاسے درمیان اقامت اور نماز کے چنانچہ کھانا تو اقامت پھر سے کہی جائے دخل المسجد والمؤذن یقیم قعد الی قیام الامام
فی مصلاہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اس حال میں کہ مؤذن اقامت کہتا ہے تو بیٹھ جائے امام کے کھڑے ہونے تک اپنی جائے نماز پر رئیس المحلۃ لا ینتظر الا ان یکون شریرا
والوقت متسع رئیس محلہ کا انتظار نہ کیا جائے جبتک کہ وہ شریر نہو اور نماز کا وقت فراخ ہو یعنی اگر وقت وسیع اور رئیس شریر ہے تو اسکی انتظاری جائز ہے اور اگر وقت
تنگ ہے تو انتظار نہ چاہیے اگرچہ رئیس بدذات ہو ویکرہ لہ ان یؤذن فی مسجدین مؤذن کو مکروہ ہے اذان کہنا دو مسجدوں میں ہم یہ کراہت اسوقت ہے جبکہ مؤذن
پہلے مسجد میں نماز پڑھ چکا ہو کذا فی البحر ولایۃ الاذان والاقامۃ لبانی المسجد مطلقا اذان اور اقامت کا اختیار مسجد کے بنانے والے کیواسطے ہے ہر طرح یعنی خواہ
عادل ہو یا غیر عادل اگرچہ لوگوں کو پسند نہو کذا فی البحر وکذا الامامۃ لو عدلا اور اسیطرح مسجد کے بنانے والے کو امامت کا اختیار ہے اگر عادل ہو یعنی فاسق نہو
الافضل کون الامام ہو المؤذن امام ہی کا مؤذن ہونا بہتر ہے امام ابوحنیفہؒ بھی کیا کرتے تھے کذا فی الطحطاوی وفی الضیاء انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اذن فی سفر
بنفسہ واقام وصلی الظہر وقد حققناہ فی الخزائن اور ضیاء مقدسی میں ہے کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سفر میں بذات مقدس اذان اور اقامت کہی اور
ظہر کی نماز پڑھی اور الشیخ نے اسکو محقق بیان کیا ہے خزائن الاسرار میں ہم سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اذان کہی جبکہ آپ سوار تھے کذا فی الطحطاوی عن فتاوی [illegible]

اور آپ کا اذان کہنا سفر مین ترمذی کی حدیث مین مروی ہی اور نووی نے اُسپر یقین کیا ہی مگر مسند احمد مین اُسی طریق سے جو حدیث کی تخریج کی ہی اُسمین یون ہی
کہ بلال رضی اللہ عنہ کو حکم اذان کا دیا تو معلوم ہوا کہ اذان کہنا آپ کا صرف حکم دینا تھا اور عطا وغیرہ تابعین نے ایسا کیا ہی کذا فی الشامی

باب شروط الصلوٰۃ

ابتداء شروط الصلوٰۃ

یہ باب ہی نماز کی شرطون کے بیان مین ہم شرط تین قسم ہی شرط عقلی جیسے بسولا پڑھنے کے واسطے اور شرط شرعی جیسے طہارت نماز کیواسطے اور شرط جعلی جیسے گھر مین
جانا زوجہ کا جسکے ساتھ طلاق مشروط ہو کذا فی العینی تو یہان شروط شرعیہ مراد ہین نہ عقلیہ اور جعلیہ اور شروط شرعیہ سے وہ شروط مقصود ہین جو صحت نماز کی
شرطین ہین نہ نماز کے واجب ہونے کی منجملہ شرائط وجوب ایک تکلیف ہی یعنے مسلمان ہونا اور عاقل و بالغ ہونا اور ازانجملہ عاجز نہونا نماز سے وازانجملہ وقت ہی ثم هی ثلثۃ انواع
شرطین تین قسم ہین شرط انعقاد ایک قسم شرط ہی انعقاد نماز کی ہم شرط انعقاد وہ ہی جسکا وجود ضرور ہی ابتدا نماز مین پیشتر سے موجود ہو کر آخر نماز تک موجود رہے
یا نرہے کذا فی الحلبی کنیۃ و تحرمیہ و وقت و خطبۃ جیسے نیت اور تکبیر تحریمہ اور وقت نماز کا اور خطبہ جمعہ کے واسطے تو جبتک امور مذکورہ اول نہونگے نماز کا وجود نہوگا
انمین نیت تو آخر نماز تک موجود رہسکتی ہی اور تحرمیہ اور خطبہ ایسا نہین و شرط دوام کطہارۃ و ستر عورۃ و استقبال قبلۃ اور دوسری قسم شرط ہی دوام نماز کی جیسے طہارت
اور ستر عورت اور استقبال قبلہ ہم شرط دوام وہ ہی جسکا وجود مشروط ہی اول نماز سے آخر تک و شرط بقاء فلا یشترط فیہ تقدم ولا مقارنۃ بابتداء وہو القراءۃ اور
تیسری قسم شرط ہی باقی رہنے نماز کی بعد موجود ہو جانے نماز کے تو اُسمین آگے ہونا اُس شرط کا مشروط نہین اور نہ ابتدا نماز سے اُسکا متصل رہنا اور وہ یعنی بقاء
نماز کی شرط قرأت ہی ہم شرط بقاء نماز وہ ہی جو اثنا نماز مین پائی جاے بطریق استمرار کے اور قرأت اسیطرح کی ہی کہ اثنا نماز مین اُسکا وجود ہوتا ہی استمرار کے طور پر اور یہ
تینون شرطین ایک دوسری مین متداخل ہین کیونکہ انمین عموم و خصوص مطلق ہی شرط دوام خاص ہی اور شرط انعقاد اور بقا عام مثلاً طہارت جو شرط دوام
ہی اگر ابتدا نماز مین اُسکے وجود کا لحاظ کرین تو شرط انعقاد ہو جائیگی اور اگر حالت بقا مین اُسکے وجود کو مشروط سمجھین تو شرط بقا ہوگی اور سواے وقت جمع کے
اور وقت نماز کے لیے صرف شرط انعقاد ہی کہ نہ اُسکا دوام شرط ہی اور نہ بقا اور صرف شرط بقا کی مثال قرأت ہی کہ اثنا نماز مین حادث ہو کر انتہا تک رہتی ہی
گو وجود حکمی ہو جیسے مقتدی کی قرأت کہ امام کی قرأت گویا اُسی کی قرأت ہی کذا فی الشامی بتصرف فانہ رکن فی نفسہ شرط فی غیرہ لوجودہ فی کل الارکان تقدیراً اسواسطے
کہ قرأت ہان خود تو رکن ہی اور اپنے غیر کے حق مین شرط ہی بسبب پائے جانے قرأت کے تمام ارکان مین تقدیراً یعنی اگرچہ سب ارکان مین قرأت حقیقی موجود
نہین لیکن گویا کہ موجود ہی ہم رکن اسکو کہتے ہین جو ماہیت مین داخل ہو اور شرط وہ ہی جو ماہیت سے خارج ہو اور یہ دونون ایک دوسرے کے مخالف
ہین گرچہ کہ رکن دو طرح کا ہوتا ہی ایک اصلی جو کبھی ساقط نہین ہوتا دوسرا زائد جو کبھی ساقط بھی ہو جاتا ہی جیسے قرأت کہ مقتدی سے ساقط ہو جاتی ہی تو
اس لحاظ سے ایک حالت مین اُسکو رکن کہا اور دوسری مین شرط سے تعبیر کیا کذا فی الشامی بتصرف ولذا لم یجز استخلاف الامی اور اسواسطے کہ وجود
قرأت کا سب ارکان مین ضروری ہی اُمی شخص کا خلیفہ کرنا نماز مین اگرچہ تشہد اخیر ہو جائز نہین ثم الشرط لغۃ العلامۃ اللازمۃ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ
شرط بفتح اول و سکون ثانی لغت مین علامت لازمہ کو کہتے ہین یعنی جو نشانی کہ ایک ہی چیز مین پائی جاے دوسری چیز مین نہو و شرعاً ما یتوقف علیہ الشئ ولا یدخل
فیہ اور اصطلاح شرع مین شرط وہ ہی جسپر کوئی چیز موقوف ہو اور وہ اُس چیز مین داخل نہو یعنے اُسکا جز نہو خارج ہو اُس سے ہم کسی چیز کا متعلق اگر اُسکی ماہیت
مین داخل ہوتا ہی تو رکن کہلاتا ہی جیسے رکوع نماز کے اندر اور اگر خارج ہو دو حال سے خالی نہین یا چیز مین موثر ہوگا یا نہوگا اگر موثر ہی تو اسکو علت کہتے ہین
جیسے عقد نکاح حلت کے لیے اور اگر موثر نہین تو پھر چیز کیطرف فی الجملہ موصل ہی یا نہین اگر ہی تو اسکو سبب کہتے ہین جیسے وقت ہی اور اگر موصل نہین تو چیز اُسپر
موقوف ہوگی یا نہوگی اگر موقوف ہوگی تو اسکو شرط کہتے ہین جیسے وضو ہی نماز کے حق مین اور اگر چیز اُسپر موقوف بھی نہین تو اسکو علامت بولتے ہین تو شارح
کی تعریف سے رکن اور علامت نکلگئی مگر سبب اور علت شرط مین داخل رہی اسلیے چاہیے تھا کہ شرط کی تعریف مین اتنا اور زیادہ کہتا کہ ولا موثر فیہ ولا یوصل الیہ

أی لا یمنع تحریمہا بل یمنع انعقادہا ... اسکی طرف نسبت متصل ہو کذا فی الشامی یعنی مسئلہ ہو اور بعضون نے شرط کی یون تعریف کی ہو کہ شرط وہ ہو جسکے نہ ہونے سے شئ معدوم ہو اور لازم نہ ہو وجود اور شرط کے وجود سے مشروط کا وجود لازم ہو (ہی ستۃ طہارۃ بدنہ ای جسدہ لدخول الاطراف فی الجسد دون البدن فیما ینبغی)

شرطین نماز کی چھ ہین پہلی شرط پاک ہونا ہو نمازی کے بدن کا بدن سے مراد جسد ہو بسبب داخل ہونے ہاتھ پانون کے جسد مین نہ بدن مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے

مرچہ لغت عرب کی راہ سے ہاتھ پانون بدن مین داخل نہیں لہذا شارح نے بدن کی تفسیر جسد کی تاکہ ہاتھ پانون کی بھی طہارت ثابت ہو اگرچہ اردو زبان

مین بدن سارے جسم کو کہتے ہین (من حدث) بنوعیہ طہارت بدن کی شرط ہو دونون قسم کے حدث یعنی حکمی ناپاکی سے ہم دونون قسم سے مراد حدث اصغر اور

حدث اکبر ہین اول یعنی حدث اصغر موجب وضو کا ہو اور دوم موجب غسل کا وقدمہ لانہ اغلظ اور مصنف نے مقدم کیا حدث یعنی نجاست حکمی کو نجاست حقیقی پر اسواسطے کہ وہ

غلیظ تر اور سخت تر ہو نجاست حقیقی سے ہم یعنی اسواسطے کہ نجاست حکمی تھوڑی بھی معاف نہین برخلاف نجاست حقیقی کے کہ وہ قلیل معاف ہو (و خبث مانع

کذلک) اور طہارت شرط ہو اسیطرح دونون قسم کی نجاست حقیقی سے جو نماز کی مانع ہو ہم دونون قسم کی نجاست یعنی مغلظہ اور مخففہ سے مغلظہ زائد از درم مانع نماز ہو

اور مخففہ زائد از ربع ثوب و (ثوبہ) وکذا ما یتحرک بحرکتہ دوسری شرط نماز کی پاک ہونا نمازی کے کپڑے کا ہو اور اسیطرح پاک ہونا اس چیز کا جو ہلنے نمازی کے ہلنے سے

ہم یعنے ایسی چیز جو نمازی کے بدن سے متصل ہو مثلا ایک چادر کا آنچل اسکے بدن پر ہو اور دوسرے آنچل پر ایسی نجاست ہو جو مانع نماز ہو تو اگر نمازی کی

حرکت سے ناپاک آنچل بھی حرکت کرے تو نماز کا مانع ہو اور نہین تو نہین اور اگر وہ چیز اسکے بدن سے متصل نہین مثلا چٹائی کا ایک کنارہ ناپاک ہو اور دوسرے

کنارہ پر نماز پڑھتا ہو تو یہ نجاست نماز کی مانع نہین خواہ چٹائی بڑی ہو یا چھوٹی کذا فی الشامی (او یعد حاملا لہ کصبی علیہ نجاسۃ ان لم یستمسک بنفسہ منع والا لا) یا

نمازی اس چیز کا اٹھانے والا گنا جائے جیسے وہ لڑکا جسپر نجاست ہو بشرطیکہ وہ آپ نہ تھم سکے بدون تھامنے نمازی کے تو نماز کا مانع ہو اور اگر لڑکا نمازی

کے تھامنے کا محتاج نہو خود اسکو چمٹا ہو تو نمازی اسکا حامل نہ ٹھہریگا تو نماز کا بھی مانع نہوگا ہم اور یہی حکم ناپاک چھت اور چھپر اور خیمہ نجس کا ہو

بلکہ نمازی کا سر کھڑے ہونے سے ان چیزون مین لگتا ہو کذا فی الطحطاوی (کجنب وکلب ان شد فمہ فی الاصح) جسطرح مانع نماز نہین اگر نمازی پر جنب

آدمی اور کتا ہو اگر اسکا منہ باندھا ہو صحیح تر قول مین ہم اگر شارح یون کہتا کہ کتا بشرطیکہ اس سے لعاب وغیرہ مانع نماز نہ بہے تو بہتر ہو کذا فی الشامی (بحر الرائق)

مین ہو کہ اگر نمازی کے پاس وہ انڈا ہو جو اندر سے خون ہو گیا تو نماز جائز ہو کیونکہ وہ اپنے معدن مین ہو برخلاف اس شیشے کے جسمین پیشاب ہو یعنی وہ

مانع نماز ہو (ومکانہ ای موضع قدمیہ او احدہما ان رفع الاخری وموضع سجودہ اتفاقا فی الاصح) اور تیسری شرط پاک ہونا مصلی کے مکان کا ہو یعنی جگہ

دونون قدمون کی جگہ کا یا ایک قدم کی جگہ کا اگر نمازی نے دوسرا قدم اٹھالیا اور سجدہ کی جگہ کا بالاتفاق صحیح تر قول مین ہم موضع قدمین کی طہارت امام

اور صاحبین کے نزدیک شرط ہو بالاتفاق بلا نقل خلاف اور موضع سجود مین خلاف ہو مگر صحیح تر یہی قول ہو کہ امام کے نزدیک اسکی طہارت بھی شرط ہو اگر

نمازی کے کپڑون کی اطراف پر نجاست پڑی اور نماز پڑھی تو کچھ ضرر نہین کذا فی الطحطاوی (لا موضع یدیہ ورکبتیہ علی الظاہر الا اذا سجد علی کفہ کما سیجی)

شرط نہین پاک ہونا دونون ہاتھون اور دونون گھٹنون کے مکان کا ظاہر الروایۃ مین مگر جبکہ سجدہ کیا مصلی نے اپنی ہتھیلی پر چنانچہ آگے آویگا یعنے

اسوقت ہاتھ کے مکان کی طہارت شرط ہوگی کیونکہ یہ سجدہ کا مکان ٹھہرا ہم فقیہ ابو اللیث کے نزدیک ہاتھون کے مکان کی عدم طہارت سے نماز فاسد ہو

ہو اور اسی کی تصحیح کی ہو عیون مین اور اطلاق متون بھی اسی پر دلالت کرتا ہو اور شیخ الاسلام ابو سعود مفتی روم نے کہا کہ جس عضو کا رکھنا واجب ہو جیسے

دونون ہاتھ ہون تو اسکے مکان کی طہارت شرط ہو کذا فی الطحطاوی (من الثانی ای الخبث لقولہ تعالے وثیابک فطہر فبدنہ ومکانہ بالاولے

لانہ الزم) کپڑے اور مکان کی طہارت شرط ہو ثانی یعنے نجاست حقیقی سے بدلیل قول حق تعالے وثیابک فطہر اور اپنے کپڑون کو پاک کر تو جب کپڑے

پاک کرنے لازم ہوے تو مصلی کے بدن اور مکان کا پاک ہونا بطریق اولے لازم ہوا اسواسطے کہ بدن اور مکان بہ نسبت کپڑون کے زیادہ لازم ہین یعنی سوا

کہ کپڑون کا جدا ہوجانا متصور ہی بہ خلاف بدن اور مکان کے کم اظہر یہ ہی کہ آیت کریمہ مین نماز کے ثیاب ملبوسہ مراد ہین اور نجاست سے اُنکا پاک کرنا قول ہی جمیع فقہا کا اور ارجح تفاسیر کذا فی الطحطاوی والرابع ستر عورتہ ووجوبہ عام ولو فی الخلوۃ علی الصحیح الا لغرض صحیح اور نماز کی چوتھی شرط ڈھکنا اور واجب ہی اپنی عورت یعنی شرمگاہ کا اور ستر عورت کا واجب ہونا علی العموم ہی اگرچہ آدمی خالی مکان مین ہو بنا بر قول صحیح سکے کہ غرض صحیح سکے واسطے شرمگاہ کھولنا جائز ہی چنانچہ دفع بول وبراز یا ختنہ یا علاج یا جماع حلال ہم ستر عورت غیر سے واجب ہی نہ اپنی ذات سے جمہور سکے نزدیک یہی قول صحیح ہی کذا فی الزیلعی لیکن ادب نہین تو تصحیح مین اختلاف واقع ہوا اور ڈھکنا برہنگی کا چار طرف سے ہی نہ اسفل سے تو اگر کوئی انسان نیچے سے برہنگی دوسرے کی دیکھے تو نماز فاسد نہوگی کذا فی الطحطاوی وله لبس ثوب نجس فی غیر صلاۃ اور مسلمان کو ناپاک کپڑا پہننا جائز ہی اور حال مین سوائے نماز کے وہی للرجل ما تحت سرته الی ما تحت رکبتیه اور عورت یعنی مرد کی شرمگاہ ناف کے نیچے سے ہی دونون گھٹنون کے نیچے تک اسم عورت کا لفظ نکلا ہی عور سے جو بمعنی نقصان اور عیب کے ہی تو شرمگاہ کو عورت کہا اسواسطے کہ اسکا کھولنا اور ظاہر کرنا عار اور قبیح اور عیب اور بیحیائی ہی کذا فی الطحطاوی اردو مین عورت مرد کے مقابل کو کہتے ہین فارسی مین زن اور ہندی مین لگائی اور جورو بولتے ہین وشرط احمد ستر احد منکبیه ایضا اور امام احمد بن حنبل نے ڈھکنا ایک کندھے کا بھی نماز مین شرط کیا ہی وعن مالک ہی القبل والدبر فقط اور امام مالک سے ایک روایت یہ ہی کہ عورت یعنی شرمگاہ فقط فرج اور مقعد ہی ہم امام اعظم کے مذہب مین شرمگاہ کی جو یہ حد ہی کہ زیر ناف سے زیر زانو تک یہ جوان کے حق مین ہی نہ صغیر کے حق مین کہ اسکا چھونا اور دیکھنا جائز ہی اور جو ابین حکم زانو کا خفیف تر ہی ران سے تو جو شخص اپنا زانو کھولے ہو اُسپر انکار نرمی سے کرنا چاہیے اور اگر اصرار کرتا ہو تو اُس سے نزاع کرنا لائق نہین اور جو اپنی ران کھولے ہو اُسپر انکار درشتی اور سختی کے ساتھ کرنا چاہیے بدون ضرب کے اگر اصرار کرتا ہو کذا فی الطحطاوی وما هو عورة منه عورة من الامة ولو خنثی او مدبرة او مکاتبة او ام ولد مع ظهرها وبطنها اور جسقدر کہ مرد کا بدن شرمگاہ ہی اُتنا لونڈی کا بھی شرمگاہ ہی اسکی پیٹھ اور پیٹ کے ساتھ اگرچہ لونڈی خنثی یا مدبرہ یا مکاتبہ یا ام ولد ہو مدبرہ وہ لونڈی ہی جسکو آقا نے کہدیا ہو کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہی اور مکاتبہ وہ جسکو یہ کہا ہو کہ اگر تو اتنا مال دے تو آزاد ہی اور ام ولد وہ لونڈی جسکے آقا سے اولاد ہوئی ہو واما جنبها فتبع لہا اور لونڈی کا پہلو اسکی پیٹھ اور پیٹ کا تابع ہی یعنی جسقدر پہلو پیٹ سے متصل ہی وہ پیٹ کا تابع ہی اور جسقدر پیٹھ سے ملا ہی وہ پیٹھ کا تابع ہی یعنے اُسکے پہلو بھی شرمگاہ ہین ولو اعتقها مصلیة ان استترت کما قدرت صحت والا لا علمت بعتقه او لا علی المذهب اور اگر مولی نے لونڈی کو آزاد کیا نماز کی حالت مین اگر اُسنے اپنا بدن ڈھک لیا فوراً جبکہ وہ قادر ہوئی تو نماز صحیح ہی اور اگر فوراً باوجود قدرت بدن نہ چھپایا تو نماز درست نہوئی مولی کے آزاد کرنے کو اُسنے جانا ہو یا نہ جانا ہو بنا بر مذہب درست کے ہم پردہ سازی سے اُسقدر مراد ہی جسقدر حرہ یعنی بی بی کو پردہ چاہیے اور استتار مین یہ شرط ہی کہ عمل قلیل ہو اور قبل ادائے رکن ہو اور اگر استتار سے عاجز ہوگی تو نماز باطل نہوگی قال ان صلیت صلوۃ صحیحة فانت حرة قبلها فصلت بلا قناع فینبغی الغاء القبلية لوقوع العتق کما رجحه بالطلاق الدوری مولی نے کہا اپنی لونڈی سے کہ اگر تو صحیح نماز پڑھیگی تو تو آزاد ہی نماز سے پہلے پس اُسنے بدون اوڑھنی کے نماز پڑھی تو قبلیت کا لغو کر دینا اور طلاق کا واقع ہونا لائق ہی چنانچہ فقہا نے قبلیت کے لغو کرنے کو طلاق دوری مین ترجیح دی ہی م یہ مسئلہ روایت مذہب نہین بلکہ صاحب بحر الرائق کی تخریج ہی طلاق دوری پر قیاس کرکے طلاق دوری کی یہ صورت ہی کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر مین تجکو طلاق دون تو تجکو تین طلاق ہین قبل از طلاق پھر اُسنے بلا شرط طلاق دی تو شرط پائی گئی تو تین طلاقین اس طلاق سے پہلے واقع ہونگی اور انکا واقع ہونا یہ چاہتا ہی کہ پچھلی طلاق واقع ہو کیونکہ تین طلاق کے بعد عورت محل طلاق نہین رہتی تو جب پہنچے قبلیت کو لغو کر دیا تو ایسا ہو گیا کہ گویا اُسنے یون کہا کہ اگر مین تجکو طلاق دون تو تجکو تین بار طلاق ہی تو ایک طلاق اُسکے واقع کرنے سے واقع ہوگی اور دو طلاقین تعلیق سے واقع ہونگی اور تیسری طلاق باطل ہو جاویگی عدم محل کے سبب سے وللحرة ولو خنثی جمیع بدنها حتی شعرها النازل فی الاصح اور حرہ یعنی بی بی کا تمام بدن شرمگاہ ہی

بھی چھپانا واجب ہے یہانتک کہ لٹکتے بال بھی عورت ہیں صحیح قول میں اگرچہ جوڑ نے ان میں مس کرے بالوں کی تھیں اسواسطے کہ لا الی العبارہ بال سر پر ہیں
باتفاق عورت ہیں خلا الوجہ والکفین حتی ظاہر الکف عورۃ فی المذہب وفی القدمین فی المعتمد یعنی کل تمام بدن عورت ہے سوائے چہرہ اور دونوں
ہتھیلیوں اور دونوں قدم عورت نہیں قول معتمد پر تو پشت کف دست کا چھپانا واجب ہے مذہب درست پر ہم اور اقوال ناصحیحہ میں کہ پشت کف دست
عورت نہیں اور بعضوں نے کہا کہ وہ مطلقاً عورت نہیں اور بعضوں نے کہا کہ دونوں قدم عورت ہیں اور کسی نے اسکو صحیح بھی کہا ہے کذا فی الطحطاوی
وصوتہا علی الراجح اور عورت کی آواز عورت نہیں راجح قول پر ہے اور آواز کا بلند کرنا حرام ہے بخوف فتنہ حرام ہے اور بعضوں نے کہا کہ اسکا دیکھنا بھی تحقیقہ
کرنا واجب ہے کذا فی الطحطاوی وذراعیہا علی المرجوح اور عورت کی دونوں کلائیاں عورت نہیں مرجوح یعنی ضعیف قول پر ہے یہ ابو یوسف کا قول ہے اور بعضوں
شرح مختار میں اسی کو راجح کہا ہے لیکن مذہب راجح اور قوی یہ ہے کہ کلائیاں عورت ہیں کذا فی الطحطاوی وتمنع المرأۃ الشابۃ من کشف الوجہ بین الرجال
لا لانہ عورۃ بل لخوف الفتنۃ اور جوان عورت منع کیجاوے چہرہ کھولنے سے درمیان مردوں کے نہ اسوجہ سے کہ چہرہ اسکا عورت ہے بلکہ بخوف فتنہ منع کا
حکم ہے کمسہ وان امن الشہوۃ لانہ اغلظ ولذا ثبت بہ حرمۃ المصاہرۃ کما یاتی فی باب الحظر جیسے مرد کو عورت کا چہرہ چھونا ممنوع ہے اگرچہ شہوت کا خوف
نہ ہو اسواسطے کہ چھونا سخت تر ہے نظر کرنے سے اور اسیواسطے شہوت کے چھونے سے حرمت مصاہرت کی ثابت ہوتی ہے چنانچہ باب الحظر میں آویگا ولا یجوز
النظر الیہ بشہوۃ کوجہ امرد فانہ یحرم النظر الی وجہہا ووجہ الامرد اذا شک فی الشہوۃ اما بدونہا فیباح ولو جمیلا کما اعتمدہ الکمال اور جائز نہیں نظر
کرنا عورت کے چہرہ کی بخوف شہوت کے مانند چہرہ امرد کے یعنی بے ریش لڑکے کے اسواسطے کہ حرام ہے نظر کرنا عورت کے چہرہ کا اور امرد کے چہرہ کا جبکہ شہوت
کا شک اور تردد ہو اور بدون شہوت کے تو نظر کرنا مباح ہے اگرچہ امرد خوبصورت ہو چنانچہ اسی قول پر کمال الدین صاحب فتح القدیر نے اعتماد کیا ہے
قال فحل النظر منوط بعدم خشیۃ الشہوۃ مع عدم العورۃ کہا کمال الدین نے تو حلت نظر والبتہ بعدم خوف شہوت ہے ساتھ اس امر کے کہ وہ محل واجب الاخفا
نہ ہو یعنی جبکہ محل نظر وہ مقام نہ ہو جسکا چھپانا چاہیے اور شہوت کا خوف نہ ہو تو نظر کرنا حلال ہے ورنہ حلال نہیں وفی السراج لا عورۃ للصغیر جدا ثم ما دام لم یشتہ
فقبل ودبر ثم تغلظ الی عشر سنین ثم کبالغ اور سراج وہاج میں ہے کہ نہایت صغیر کا بدن عورت نہیں یعنی ڈھکنے کے لائق نہیں پھر جبتک کہ وہ قابل خواہش
کے نہیں تو بول و براز کی راہ چھپانے کے لائق ہے پھر عورت غلیظہ ہوتی ہے دس برس تک یعنی بول و براز کا مقام مع گرد و نواح کے قابل چھپانیکے ہے
پھر بعد دس برس کے بعد جوان کے مانند ہے برہنگی کے چھپانے میں ہم نہایت صغیر سے مراد چار برس کا بچہ ہے لڑکا ہو یا لڑکی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی وفی
شیخ وفی الاشباہ یدخل علی النساء الی خمسۃ عشر سنۃ حسب اور اشباہ میں ہے کہ اندر جاوے لڑکا عورتوں میں فقط پندرہ برس کی عمر تک ہم یہاں صورت
میں ہے کہ اسکا بلوغ بجز عمر کے ثابت نہ ہو اور اگر احتلام وغیرہ سے اسکا بلوغ ثابت ہوا ہو تو پندرہ برس سے پہلے بھی اسکا عورتوں میں جانا منع ہوگا وجہ
عضو کہ عورت ہے بدن میں ملا ہوا اسکا دیکھنا بدن سے جدا ہونے کے بعد بھی درست نہیں کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ شارح کو خمس عشرۃ کہنا مناسب
تھا اسلیے کہ لفظ سنۃ مونث ہے ویمنع حتی انعقادہا کشف ربع عضو قدر اداء رکن بلا صنعہ من عورۃ غلیظۃ او خفیفۃ علی المعتمد اور منع کرتا ہے نماز کو
بلکہ نماز کا انعقاد کھل جانا چوتھائی عضو کا بقدر ادا کرنے رکن کے بدون فعل مصلی کے عورت غلیظہ یا خفیفہ سے معتمد قول پر ہم کشف ربع عورت مانع ہے
نماز اسوقت ہوگا جبکہ تکبیر تحریمہ کی حالت میں ہو اگرچہ ادائے رکن سے کم مدت ہو اور ادائے رکن کی مقدار تین بار سبحان اللہ کہنا ہے اور اگر کشف عورت
بفعل مصلی ہوگا تو فی الحال نماز فاسد ہو جائیگی اگرچہ کمتر ہو ادائے رکن کی مقدار سے والغلیظۃ قبل ودبر وما حولہا والخفیفۃ ما عدا ذلک من الرجل
والمرأۃ اور عورت غلیظہ مرد اور عورت میں بول و براز کا محل ہے اور جو مکان کہ ان دونوں کے آس پاس ہے اور عورت خفیفہ وہ ہے جو اسکے سوا ہے وتجمع بالاجزاء
لو فی عضو واحد اور جو متفرق جگہ سے کھلی ہوئی برہنگی جمع کیجائیگی اجزا سے اگر ایک عضو میں ہو ہم اجزا سے مراد کسور حسابیہ ہیں مثلاً پانچواں اور چھٹا اور آٹھواں

حصہ تو اگر مثلاً ران ایک جگہ سے آٹھواں حصہ اور دوسری جگہ سے بھی اُسیقدر کھلی ہے تو دونوں کو جمع کرینگے تو چہارم حصہ ٹھہریگا اور نماز کا مانع ہوگا اور اگر
جمع کرنے سے اُس عضو کا چہارم نہوگا تو مانع نماز کا نہوگا والا فبالقدر اور اگر عورت مکشوفہ متفرق ایک عضو مین نہین بلکہ چند اعضا مین ہے تو وہ پیمائش
سے جمع کیجائیگی نہ اجزا سے فان بلغ الربع او ناکاذن منع سو اگر کھلے اعضا مین سے کمتر عضو کی چہارم کو پیمائش پہونچ جائیگی چنانچہ کان تو یہ کھلجانا
نماز کا مانع ہوگا مثلاً سولھوان حصہ ران کا اور کچھ کان عورت کا کھل گیا تو اسکی نماز جائز نہوگی اسواسطے کہ دونون کا مجموعہ کان کی چہارم سے زیادہ ہے
اور یہی قول حق ہے برخلاف بحر الرائق کے کہ اسمین مجموع اعضاء منکشفہ کے چہارم کو معتبر رکھا ہے کذا فی الطحطاوی والشرط سترہا عن غیرہ ولو حکما کمکان
مظلم اور شرط ہے ڈھکنا برہنگی کا غیر شخص سے اگرچہ ستر حکمی ہے چنانچہ نمازی ہے اندھیرے مکان مین یعنے اگرچہ وہ مستور ہے باعتبار حس کے بایمعنی کہ وہ نظر نہین
آتا لیکن وہ حکم شرع مین مستور نہین تو اسپر چھپانا کپڑے وغیرہ سے واجب ہے کذا فی الحلبی لا سترہا عن نفسہ وبہ یفتی شرط نہین چھپانا برہنگی کا اپنی ذات سے
اُسیکا فتوی دیا ہے فلو رآہا من زیقہ لم تفسد وان کرہ پھر اگر نمازی نے شرمگاہ کو دیکھا اپنے گریبان کی راہ سے تو نماز فاسد نہوگی اگرچہ یہ نظر کرنا مکروہ تحریمی
ہے کذا فی الطحطاوی وعادم ساتر لا یصف ما تحتہ اور نہ پانیوالا اُس چھپانیوالی چیز کا جو اپنے اندر کی چیز کو ظاہر نکردے یعنی جسمین بدن نظر نہ آوے عادم
مبتدا ہے اسکی خبر آگے آتی ہے یعنی یصلی قاعداً ساتر مین یہ قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایسا کپڑا ہے جس سے نیچے کا بدن معلوم ہوتا ہے چنانچہ باریک ململ یا جالی تو
وہ بمنزلہ معدوم کے ہے ولا یضر التصاقہ وتشکلہ اور ضرر نہین کرتا ساتر کے بدن مین چپٹنا اور عضو کی شکل پکڑنا یعنی نماز ایسے کپڑے سے درست ہوجائیگی ولو
حریراً او طیناً یبقی الی تمام صلوتہ او ماء کدراً اگرچہ ساتر شرمگاہ کا ریشمی کپڑا یا گیلی مٹی ہو جو پوری نماز تک بدن پر باقی رہے یا گدلا پانی ہو ہم اگرچہ ریشمی کپڑا مرد کو
حرام ہے اور اسکے ساتھ نماز مکروہ لیکن اگر کوئی چیز ساتر نپاوے تو ریشمی سے بدن چھپا کر نماز پڑھے اسکے ہوتے نماز برہنہ جائز نہین لاصافیا ان وجد غیرہ نہ صاف پانی
اگر اسکے سوا کوئی چیز ساتر پاوے یعنے صاف پانی مین بیٹھ کر برہنہ آدمی نماز نہ پڑھے اگر دوسری چیز ملسکتی ہو اور اگر نہ ملی تو اسمین نماز واجب ہے بوجہ تھوڑا کھلنے کے
کذا فی الطحطاوی وہل تکفیہ الظلمۃ فی مجمع الانہر بحثا نعم فی الاضطرار لا الاختیار سوال اور کیا برہنہ شخص کو اندھیرے مین نماز کفایت کرتی ہے مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر
مین بحث کر کے یون جواب دیا ہے کہ ہان اضطرار مین کافی ہے نہ اختیار مین ہم اس کلام کا ثمرہ کچھ معلوم نہین ہوتا اسواسطے کہ جب ساتر مفقود ہوا تو ہر حال مین نماز
پڑھے خواہ اندھیرا ہو یا روشنی اور شاید کہ اسمین اشارہ ہے بعضے مشائخ کے اس قول کا کہ برہنہ دن کو بیٹھ کر نماز پڑھے اور رات کو کھڑے نماز پڑھے اسواسطے کہ رات کا اندھیرا
اُسکی شرمگاہ کا ساتر ہے کذا فی الطحطاوی یصلی قاعداً کما فی الصلاۃ نہ پانیوالا کسی چیز ساتر کا نماز پڑھے بیٹھ کر جیسے نماز مین بیٹھتے ہین یعنے مرد بائین پانون پر بیٹھے داہنا
پانون کھڑا کرکے اور عورت سرین پر بیٹھے وقیل مادا رجلیہ اور بعضون نے کہا دونون پانون پھیلا کر بیٹھے ہم اور عورت غلیظہ پر ہاتھ رکھ لے اور راجح پہلا قول ہے
کہ اسمین کثرت استتار ہے باوجود خالی ہونے کے قبلہ کیطرف پانون پھیلانے سے جو بہتر نہین کذا فی البحر مومیا برکوع وسجود بیٹھ کے نماز پڑھے رکوع اور سجود کا
اشارہ کرکے تاکہ برہنگی نہ کھلے وہو افضل من صلوتہ قائماً برکوع وسجود وقائماً بایماء او برکوع وسجود لان الستر اہم من اداء الارکان اور وہ یعنے برہنہ شخص
کو بیٹھ کے رکوع سجود کا اشارہ کرکے نماز پڑھنا افضل ہے اسکی نماز سے بیٹھ کر اور رکوع اور سجود کرکے اور کھڑے ہوکر اشارہ سے یا رکوع سجود کرکے اسواسطے کہ شرمگاہ
کا چھپانا زیادہ تر مقصود ہے ارکان کے ادا کرنے سے ہم اسواسطے کہ ستر عورت مطلقاً فرض ہے نماز اور غیر نماز مین اور ارکان یعنے قیام اور رکوع اور سجود نماز مین فرض
ہین ولو ابیح لہ ثوب ولو باعارۃ عجز بہ فقادر فی الاصح اور اگر برہنہ کو مباح کیا جائے کپڑا اگرچہ اباحت بطور عاریت کے ہو تو اسکا قادر ہونا ساتر پر ثابت
ہوگیا یہی قول صحیح تر ہے یعنی اگر اس صورت مین برہنہ نماز پڑھیگا تو نماز جائز نہوگی ولو وعد بہ ینتظر ما لم یخف فوت الوقت ہو الاظہر کراجی الماء ثوب وطہارۃ مکان اور
اگر اباحت یا عاریت کا کوئی شخص اس سے وعدہ کرے تو اسکا انتظار کرے جبتک فوت وقت کا خوف نہو یہی قول ظاہر تر ہے جیسے انتظار کرے پانی اور
کپڑے اور طہارت مکان کا امیدوار ہم یعنی اگر مکان نجس مین مثلاً قید ہو اور توقع قوی وہان سے نکلنے کی ہو تو نماز مین تاخیر کرے جب تک کہ فوت وقت کا خوف ہو ولہ

وفیہ ... مستور حتی مستحیل ... سوال ... کیا یہ شخص کو لازم ہو ضرور یہ خرید کرنا کپڑے کا اگر اسکی قیمت سے جواب ...
ہی صاحب بدایع کی نہیں کی روایت ہین ولو وجد ما الی آخرہ الخ یعنی اگر پاوے وہ شخص یعنی جسکے پاس نہ ہو ... قلیل ...
ادا اقل من ربعہ طاہر ندب صلوتہ فیہ ہو جبات الابالکا مراد جو پایا ہو شخص ... ساتر کہ اسکا کل نجاست کے لگنے سے ناپاک ہوا صلی ناپاک
نہین اصلی ناپاک جیسے مردار کی کھال جسکی دباغت نہین ہوئی تو یہ شخص ستر عورت نکرے اس اصلی ناپاک سے تو زمین بالاتفاق بلکہ نجاست ...
کے اس سے ... چھپا وے ... ذکر کیا ہو علامہ ... حنفی ... اگر ایسا ساتر پایا جو چوتھائی سے کمتر پاک ہو تو اسکو اسمین نماز پڑھنا مستحب ہو اور
جائز ہو ... ننگا ... چنانچہ نماز کا پڑھنا اشارہ سے گذر گیا ... محمد ... الاسرار ... الثلثۃ ... اس سے اس ساتر
ہونا ناپاک ہو یا چہارم سے کمتر ہو ... ہو ... نا لازم کیا ہو نہ مستحب ... اس قول کو اچھا سمجھا ہو اور یہی قول ہو ... ولو کان ربعہ طاہرا
صلی فیہ حتما اذ الربع کالکل اور اگر ساتر کا چوتھائی حصہ پاک ہو تو اسی ساتر مین بالضرور نماز پڑھے اسواسطے کہ چہارم کل کے برابر ہو یعنی چوتھائی ... کا ...
ہو مثلا محرم کو چوتھائی سر کا منڈانا کل کے برابر ہو اور چوتھائی ... ... النجاسۃ او تقلیلہا ...
اسوقت ہو جبکہ پا وے اس چیز کو جو نجاست کو دور کرے یا اسکو کم کر دالے جیسے اگر ... نجاست ... واجب ہو کذا فی ... ثم لبس ... ثوبیہ
نجاستہ جب تقلیل نجاست کا حکم ہوا تو لازم ہو ... نماز مین پہننا اپنے دونون ناپاک کپڑون سے اس کپڑے کا جسکی نجاست کمتر ہو دوسرے سے ... الضابطۃ
ان من ابتلی ببلیتین فان تساویا خیر وان اختلفا اختار الاخف اور قاعدہ کلیہ اس مسئلہ کا یہ ہو کہ جو شخص مبتلا ہو دو بلاؤن مین مثلا دو ناپاک کپڑون ...
سو اگر دونون برابر ہون مثلا نماز مین تو اسکو اختیار ہو چاہے اسکو لے چاہے اسکو اور اگر دونون مختلف ہون یعنے ایک بلا کم ہو اور دوسری زیادہ تو
ہلکی کو اختیار کرے مثلا زخمی اگر سجدہ کرتا ہو تو زخم سیلان کرتا ہو اور نہین تو نہین وہ بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھے اسواسطے کہ ترک سجدہ ہلکا ہو بہ نسبت ...
کے ساتھ نماز کے اور ترک سجدہ حالت اختیار مین بھی کر سکتا ہو مثلا سواری پر نماز نفل ادا کرے وہ درست ہو تو حالت عذر مین ترک سجدہ کا مضائقہ نہین کذا
فی البحر ولو وجدت الحرۃ البالغۃ ساترا یستر بدنہا مع ربع راسہا یجب سترہا فلو ترکت ستر راسہا اعادت بخلاف المراہقۃ لانہ لما سقط بعذر ...
فیعذر الصبی اولی اور اگر آزاد جوان عورت نے پایا ایسا ساتر جو ڈھکتا ہو اسکے بدن کو اسکے چوتھائی سر کے ساتھ تو بدن اور چہارم سر کا ڈھکنا واجب
ہو یعنی فرض ہو دونون کا ڈھکنا تو اگر اپنے سر کا ڈھکنا چھوڑیگی تو نماز کا اعادہ کرے بر خلاف قریب البلوغ عورت کے یعنے اگر وہ بدون سر ڈھکنے کے
نماز پڑھیگی تو اعادہ نماز کا ضرور نہین اسواسطے کہ سر کا ڈھکنا جبکہ ساقط ہو گیا لونڈی ہونے کے عذر سے تو لڑکپن کے عذر سے ساقط ہونا اولی ہو شارح
کو علت بیان کرنا اس حدیث سے مناسب تھا کہ کوئی بالغ عورت نماز بدون سر ڈھانکنے کے نہ پڑھے کیونکہ شارح کے قول سے مفہوم ہوتا ہو کہ جس طرح ڈھکنا
لونڈی ہونے کی جہت سے ساقط ہو اسکا ڈھکنا لڑکپن سے ساقط ہو حالانکہ یہ کلیہ نہین کذا فی الشامی ولو کان یستر اقل من ربع الراس لا یجب بل یندب
اور اگر ساتر ڈھکتا ہو کمتر چوتھائی سر سے تو اسکو ڈھکنا واجب نہین بلکہ مستحب ہو لیکن قولہ ولو وجد المکلف ما یستر بعض العورۃ وجب استعمالہ
ذکرہ الکمال زاد الحلبی وان قل یقتضی وجوبہ مطلقا فتامل لیکن مصنف کا یہ قول اور اگر پاوے مکلف وہ چیز جس سے بعض برہنگی کو چھپا وے تو اسکا
استعمال واجب ہو ذکر کیا ہو اسکو کمال الدین نے فتح القدیر مین حلبی شارح منیہ نے اتنا زیادہ کیا ہو وان قل یعنے اگرچہ وہ ساتر قلیل ہو چاہتا ہو ساتر کے
استعمال کو مطلقا خواہ چوتھائی کا ساتر ہو یا کمتر کا سو تامل کر اے مخاطب ہم یعنی مصنف کے دونون قولون مین تناقض ہو پہلا قول یہ ہو کہ چہارم سر سے
کمتر کا ڈھکنا واجب نہین اور دوسرا قول یہ ہو کہ بعض عورت کا ڈھکنا واجب ہو خواہ چہارم ہو یا کمتر حلبی محشی در المختار نے کہا کہ اگر کمال الدین کے کلام کو
سر کے سوا محمول کیجیے اسواسطے کہ سر کا عورت ہونا خفیف تر ہو باقی عورت سے اس دلیل سے کہ صلوۃ مراہقہ سر کھلی کی صحیح ہو تو اب تناقض باقی نرہیگا و تیسر

القبل والدبر اولا اور ڈھکے پیشاب کی راہ کو اور جاضرور کی راہ کو پہلے فان وجد ما یستر احدہما قیل یستر الدبر لانہ افحش فی الرکوع والسجود وقیل
القبل حکاہما فی البحر بلا ترجیح پھر اگر پاوے وہ چیز جو ایک شرمگاہ کو چھپاوے بعضون نے کہا دبر کو چھپاوے اسواسطے کہ اُسکا کھلنا رکوع اور سجدہ مین
فاحش تر اور قبیح تر ہی اور بعضون نے کہا قبل کو چھپاوے یعنے اسلیے کہ وہ قبلہ رخ ہی اور کوئی عضو اُسکی آڑ نہین جیسے سرین مقعد کا حجاب ہین کذا
فی الشامی نقل کیا ہی دونون قولون کو بحر الرائق مین بدون ترجیح کے وفی النہر الظاہر ان الخلاف فی الاولویۃ والتعلیل یفید انہ لو صلی بالایماء تعین
ستر القبل ثم فخذہ ثم بطن المرأۃ وظہرہا ثم الرکبۃ ثم الباقی علی السواء اور نہر الفائق مین ہی کہ ظاہر ا دونون قولون کا خلاف اولی ہونے مین ہی اور تعلیل
یعنی کشف دبر کا قبیح ہونا رکوع اور سجود مین اسکا مقید ہی کہ اگر بدون رکوع اور سجود کے اشارہ سے نماز پڑھے تو قبل کا چھپانا متعین ہوگا پھر اسکے بعد ران
کا پھر عورت کے پیٹ اور پیٹھ کا پھر زانو کا پھر باقی بدن برابر ہی ہم ران وغیرہ کا ذکر حلبی کے کلام سے ہی نہ نہر الفائق سے یعنی اگر زیادہ ہووے کپڑا تو قبل
کے بعد ران کو پھر عورت اپنے پیٹ اور پیٹھ کو پھر زانو کو چھپاوے کذا فی الطحطاوی واذا لم یجد المکلف المسافر ما یزیل بہ نجاستہ او یقللہا لبعدہ میلا او
لعطش صلی معہا او عاریا ولا اعادۃ علیہ اور اگر عاقل بالغ مسافر نپاوے اُس چیز کو جس سے نجاست کو دور کرے یا اسکو کم کر ڈالے بسبب دور ہونے
مزیل کے کوس بھر یا پیاس کے سبب سے تو نماز پڑھے نجاست کے ساتھ یا برہنہ ہو کر اور اسپر اعادہ نماز کا نہین وینبغی لزومہا لو العجز عن مزیل وساتر بفعل العباد کما
فی التیمم اور لزوم اعادہ نماز لائق ہی اگر عاجز ہونا مزیل نجاست اور ساتر سے بندون کے فعل سے ہو چنانچہ تیمم مین گذر گیا ہم یہ بحث ہی صاحب بحر الرائق کی
اور مصنف نے اپنی شرح مین اسکو ثابت رکھا ہی ثم ہذا للمسافر لان للمقیم یشترط طہارۃ الساتر وان لم یملکہ قہستانی پھر معلوم کر کہ یہ نماز کا برہنہ جائز ہونا مسافر کے
حق مین ہی اسلیے کہ مقیم کے واسطے طہارت ساتر کی شرط ہی اگرچہ ساتر کا وہ مالک نہو چنانچہ قہستانی مین ہی ہم طحطاوی نے کہا کہ اس حکم کی تخصیص مقیم کے
ساتھ بلا وجہ ہی والخامس النیۃ بالاجماع اور پانچوین شرط نماز کی نیت یعنی پختہ ارادہ ہی بدلیل اجماع واتفاق ہم یعنی اشتراط نیت کی دلیل اجماع ہی نہ آیت
(وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین) اسواسطے کہ عبادت سے یہان توحید مراد ہی تو یہ اخلاص یعنے خلوص ارادہ و نیت اس آیت سے توحید مین پایا گیا
نہ عبادت مین اور یہ حدیث بھی دلیل نہین ہی کہ انما الاعمال بالنیات اسواسطے کہ اسمین تو نیت کا ثواب مراد ہی اور صحت سے تعرض نہین کذا فی الطحطاوی
وہی الارادۃ المرجحۃ لاحد المتساویین اور نیت ارادہ ہی ترجیح دینے والا ایک چیز کا دو برابر چیزون سے ہم دو چیزین برابر چنانچہ کرنا اور نکرنا افعال اختیاریہ کا مثلا نماز
پڑھنا اور نہ پڑھنا دونون برابر ہین کہ بذات خود نہ فعل اسکا لازم اور محال ہی نہ ترک اسکا پھر جبکہ ارادہ متعلق ہوا فعل سے تو نماز واقع ہوئی تو ترجیح فعل کی ترک پر صرف
ارادہ سے ہوئی اسی ارادۂ مرجحہ کو نیت کہتے ہین طحطاوی نے کہا کہ نیت مطلق ارادہ کا نام نہین بلکہ عبارت ہی اُس ارادۂ فعل سے جو فعل کے ساتھ ہو اور علم میں اس
سے پہلے ہو ای ارادۃ الصلوۃ للہ تعالی علی الخلوص یعنی نماز کا ارادہ خالص اللہ تعالی کیواسطے ہم شارح نے اشارہ کیا کہ الارادۃ کا الف لام عہد کا ہی یعنی نیت ہر ارادہ کا
نام نہین بلکہ یہان ارادہ نماز کا مراد ہی خلوص کے ساتھ یعنی اللہ تعالی کے ساتھ کسی کو شریک نکرے عبادت مین نہ شرک جلی مشرکون کے مانند نہ شرک خفی ریاکارون کے
طور پر لا مطلق العلم فی الاصح الا تری ان من علم الکفر لا یکفر ولو نواہ یکفر نیت عبارت ہی ارادہ مذکور سے نہ مطلق دانست سے صحیح تر قول مین کیا تو نہین دیکھتا کہ جسنے
کفر کو جانا وہ کافر نہین ہوتا اور اگر کفر کی نیت کی تو کافر ہو جاتا ہی ہم غیر اصح عبد الواحد کا یہ قول ہی کہ نیت دانست کا نام ہی حالانکہ دونون کے مفہوم متباین ہین
ارادہ کو علم یعنے دانست لازم ہی اور دانست کو ارادہ لازم نہین کذا فی الطحطاوی والمعتبر فیہا عمل القلب اللازم للارادۃ فلا عبرۃ للذکر باللسان
وان خالف القلب لانہ کلام لا نیۃ اور نیت مین معتبر دل کا عمل ہی جسکو ارادہ لازم ہی تو کچھ اعتبار نہین زبان کے ذکر کا اگرچہ وہ دل کے مخالف ہو اسواسطے
کہ زبانی ذکر کلام ہی نیت نہین ہی ہم جب عمل دل معتبر ہوا نہ عمل زبان تو اگر زبان نے خطا کی تو کچھ ضرر نہین مثلا دل مین ارادہ ہو ظہر کا اور
زبان سے عصر نکلا تو نیت صحیح ہے اور عدد رکعات مین خطاء قلبی بھی مضرت نہین کرتی اسواسطے کہ تعیین عدد شرط نہین تو اسکی خطا بھی مضر نہین

انکو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی عبادت کریں اخلاص کے ساتھ ۱۲

كذا في الهداية والكافي وفي شرح المنية وجه الصحة انه قد يغلب الانسان کبھی کہ جبکہ آدمی عاجز ہو دل کے حاضر کرنے سے انکے یا دوسری تشویشات کے دفع
کرنے سے تو سبب اسکے زبان کا فعل ہو جائے عوض دل کے کفایت کرتا ہے کذا فی الحلبی وادنی عمل القلب ان یعلم عند الارادة بداہة بلا تامل ای صلوۃ
یصلی فلو لم یعلم الا بتامل لم یجز اور وہ ادنی دل کا عمل یہ ہے کہ جانے آدمی نماز کے وقت فوراً بدون غور اور تامل کے کہ کون سی نماز پڑھتا ہے اور اگر بغیر
تامل کرنے کے تو نماز جائز نہیں ہے استحضار نفس نیت کے وقت شرط ہے تمام نماز میں شرط نہیں یعنے اگر اثناء نماز میں نہ ہوگا تو کچھ حرج نہیں اور
اسمیں کسی کا اختلاف نہیں کذا فی الطحطاوی مختصراً والتلفظ عند الارادة بها مستحب هو المختار اور بارادہ نماز کے وقت زبان سے نیت کرنا مستحب ہے
یہی قول مختار ہے وتکون بلفظ الماضی ولو فارسیا لانه الاغلب فی الانشاءات وتصح بالحال قہستانی اور ہووے زبان سے کہنا ماضی کے لفظ کے ساتھ جو
زمانہ گذشتہ پر دلالت کرتا ہے اگرچہ فارسی بولی میں ہو اسواسطے کہ ماضی کا لفظ اکثر مستعمل ہے انشاءات میں یعنے ان الفاظ میں جو ایجاد اشیا میں بولے جاتے
ہیں چنانچہ معاملات میں اور صحیح ہے نیت کرنا حال کے لفظ کے ساتھ جو زمانہ موجود پر دلالت کرتا ہے کذا فی القہستانی شرح النقایہ لفظ حال سے صیغہ مضارع کا
مراد ہے جس سے فقط حال مقصود ہو نہ استقبال اسواسطے کہ ارادہ استقبال سے وعدہ سمجھا جاتا ہے نہ وقوع تو عربی میں نیت بلفظ ماضی اس طرح ہے
نویت ان اصلی الفجر اور فارسی میں یوں کہ نیت کردم کہ نماز فجر گذارم اور ہندی میں یوں کہ نماز فجر کی میں نے نیت کی اور بلفظ حال اس طرح
ارید ان اصلی الفجر اور فارسی میں یوں کہ نماز فجر را نیت میکنم اور ہندی میں یوں کہ نماز فجر کی نیت کرتا ہوں وقیل سنة یعنے احبه او سنه
علمائنا لانه لم ینقل عن المصطفى ولا الصحابة ولا التابعین بل قیل بدعة اور بعضوں نے کہا کہ زبان سے نیت کرنا سنت مؤکدہ دائم العمل ہے
یعنے یہاں سنت سے مراد یہ ہے کہ پسند کیا ہے اسکو یا اسکو طریقہ قرار دیا ہے ہمارے عالموں نے سنت شرعی یہاں مراد نہیں اسلیے کہ زبان سے
نیت کرنا جناب مصطفی علیہ الصلوۃ والسلام سے اور اصحاب اور تابعین رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں بلکہ بعضے عالموں نے اسکو بدعت
کہا ہے اور بدعت سے یہاں بدعت حسنہ مراد ہے بقول معتمد ہے نہ بدعت سیئہ بحر الرائق میں کہا کہ زبان سے نیت کرنا مستحسن ہے اطمینان کے سبب سے نہ
اور وجہ سے یعنی انسان کبھی پریشان خاطر ہوتا ہے اور زبان کے کہنے سے ارادہ دل کو جمعیت ہو جاتی ہے اسلیے زبان سے کہنا مستحسن ہوا
کذا فی الطحطاوی وفی المحیط انه یقول اللهم انی ارید ان اصلی صلوة کذا فیسرها لی وتقبلها منی وهي في الحج اور محیط میں ہے کہ نماز کا پڑھنے والا یوں
کہے کہ اے اللہ میں ارادہ کرتا ہوں فلانی نماز کے پڑھنے کا سو اسکو میرے لیے آسان کر دے اور میری طرف سے اسکو قبول کر اور عنقریب
اسکا بیان کتاب الحج میں آویگا یہ مثال ہے نیت کی بلفظ حال نہر الفائق میں کہا کہ اکثر علما نے کہا ہے کہ یہ نیت حج کے واسطے مخصوص ہے
اسواسطے کہ حج زمانہ دراز میں پورا ہوتا ہے اور اسمیں مشقتیں بہت ہوتی ہیں برخلاف نماز کے کذا فی الطحطاوی وجاز تقدیمها علی التکبیرة
ولو قبل الوقت اور جائز ہے مقدم کرنا نیت کا تکبیر تحریمہ پر اگرچہ تقدم نیت کی نماز کے وقت سے پہلے ہووے اور نماز کے مانند جمیع عبادات پر تقدیم
نیت کی جائز ہے صحیح قول میں وفی البدائع خرج من منزله یرید الجماعة فلما انتهی الی الامام کبر ولم تحضره النیة جاز ومفاده جواز التقدیم
نیة الاقتداء ایضا فلیحفظ اور بدائع میں ہے کہ ایک شخص نکلا اپنے گھر سے جماعت کی نماز کے قصد سے پھر جب امام تک پہونچا تو اسنے تکبیر تحریمہ
کی اور نیت اقتدا کی اسکو اسوقت حاضر نہوئی تو جائز ہے اور بدائع کے اس کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ نیت اقتدا کی بھی تقدیم جائز ہے تو اسکا
یاد رکھنا چاہیے لیکن قہستانی میں ہے کہ نیت اقتدا کی تقدیم امام کی تحریمہ پر صحیح نہیں ما لم یوجد بینهما قاطعها من عمل غیر لائق بالصلوة
تقدیم نیت کی جائز ہے جب تک کہ نیت اور نماز کے درمیان کوئی عمل قطع کرنے والا نیت کا جو نماز کے مناسب نہیں ہے پایا جاوے اور عمل قاطع نیت
چنانچہ کھانا اور پینا اور لکڑی خرید کرنا کذا فی البحر وهو کل ما یمنع البناء اور وہ یعنی عمل غیر مناسب نماز وہ عمل ہے جو بنا نماز کا مانع ہے اگر اثنائے نماز میں

نمازی کا وضو جاتا رہے تو وہ چپ چاپ چلا جاوے اور دوسرا وضو کرکے بقیہ نماز پڑھے اس بقیہ کے پڑھنے کو بنا کہتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ چلنا اور
وضو کرنا قاطع نیت نہوگا کیونکہ یہ دونون کام نماز کے اندر قاطع نہین ہوتے تو نماز کے خارج بطریق اولے قاطع نہونگے وشرط الشافعی قرانہا
فیندب عندنا اور امام شافعی نے نیت کا متصل کرنا تحریمہ کے ساتھ شرط کیا ہی تو نیت کا ملانا تحریمہ کے ساتھ ہمارے نزدیک مستحب ہوگا اسواسطے
کہ محل اختلاف سے بچنا مستحب ہی اگرچہ ہمارے نزدیک قرآن شرط نہین ولا عبرۃ بنیۃ متاخرۃ عنہا علے المذہب وجوزہ الکرخی الی الرکوع اور اس
نیت کا اعتبار نہین جو تحریمہ کے بعد ہو بنا بر صحیح مذہب کے اور کرخی نے رکوع تک تاخیر نیت کو جائز کہا ہی م شامی نے کہا کہ رکوع وغیرہ کی تصریح کرخی
نے نہین کی بلکہ علمانے اُنکے مذہب کے بموجب تاخیر کا جواز نکالا ہی کسی نے ثنا تک کسی نے رکوع تک کسی نے قعدہ تک وکفی مطلق نیۃ
الصلوۃ وان لم یقل للہ تعالی لنفل وسنۃ راتبۃ وتراویح علے المعتمد اذ تعیینہا بوقوعہا وقت الشروع اور کفایت کرتی ہی مطلق نیت نماز کی
نفل اور سنت مؤکدہ اور تراویح کے واسطے معتمد قول پر اگرچہ اُسنے نکہا ہو کہ اللہ تعالی کیواسطے نیت کرتا ہون اسلیے کہ نفل اور سنت اور تراویح کا تعین
ہونا ثابت ہوجاتا ہی اُنکے واقع ہونے سے شروع کرنے کے وقت م یعنے یون کہنا یا ارادہ کرنا کہ نیت کرتا ہون نفل کی یا سنت فجر کی مثلاً
یا تراویح کی ضرور نہین بلکہ بلا قید نیت کرنا کافی ہی پھر جبکہ فجر کے وقت مطلق نیت سے نماز پڑھیگا تو سنت کا تعین حاصل ہوگا وقولہ وان لم یقل
للہ بیان ہی اطلاق نیت کا والتعیین احوط اور نفل یا سنت کا متعین کرلینا احوط ہی یعنے تعیین مین زیادہ تر احتیاط ہی اسواسطے کہ اطلاق
اور تعیین کی تصحیح مین اختلاف ہی کذا فی البحر ولا بد من التعیین عند النیۃ فلو جہل الفرضیۃ لم یجز اور فرض نماز مین متعین کرلینا نیت کے وقت
ضرور ہی تو اگر نماز کے فرض ہونے سے ناواقف ہوگا تو نماز اسکی جائز نہوگی م ایک شخص پانچ وقت کی فرض نماز پڑھتا ہی لیکن اُنکا فرض ہونا نہین
جانتا ہی تو اسکی نماز جائز نہین اُسپر قضا کرنا واجب ہی کیونکہ اُسنے فرض معین کی نیت نہین کی کذا فی الطحطاوی ولو علم ولم یمیز الفرض من غیرہ ان
نوی الفرض فی الکل جاز اور اگر اُسنے بعضی نمازون کو فرض اور بعض کو نفل جانا اور جدا نکیا فرض کو غیر فرض سے تو اگر سب نمازون مین فرض کی
نیت کی تو جائز ہی یعنے بقدر فرض کے فرض ہوگی اور باقی نفل ہو کذا الامام غیرہ فیما لا سنۃ قبلہا اور اسی طرح نماز جائز ہی اگر غیر ممیز نے غیر شخص کی امامت
کی فرض کی نیت سے اُس نماز مین جسکے پہلے سنت نہین ہی م یعنے جو شخص فرض اور نفل کو ممتاز نہین کرتا وہ غیر کی امامت کرے فرض کی نیت سے
مغرب اور عصر اور عشا مین جنکے پہلے سنت مؤکدہ نہین تو مقتدیون اور امام کی نماز صحیح ہی اشباہ مین قنیہ سے منقول ہی کہ نمازی چھ قسم ہین پہلی قسم وہ
نمازی ہی جو فرض اور نفل نماز کو جانتا ہی یعنی جانتا ہی کہ فرض وہ ہی جسکے کرنے مین ثواب اور نکرنے مین عذاب ہی اور سنت وہ ہی جسکے کرنے مین ثواب
ہی اور نکرنے مین عذاب نہین سو اُسنے ظہر یا فجر کی نیت کی تو کافی ہی ۲ وہ نمازی ہی جو فرض اور نفل کو جانتا ہی اور فرض کی نیت سے نماز پڑھتا ہی مگر یہ
نہین جانتا کہ فرض کسقدر ہی اور سنت کتنی اُسکی بھی نماز درست ہی ۳ وہ نمازی ہی جو فرض کی نیت سے نماز پڑھتا ہی مگر فرض کے معنی نہین جانتا تو
اُسکی نماز کفایت نہین کرتی ۴ وہ نمازی ہی جو یہ جانتا ہی کہ آدمی جو نماز پڑھتے ہین اُنمین بعض نماز فرض ہی اور بعض نفل اور امتیاز نہین کرتا فرض اور
نفل مین تو اسکی نماز جائز نہین اسواسطے کہ فرض مین نیت کا متعین کرنا شرط ہی اور بعضون نے کہا کہ اُسنے جو نماز کہ جماعت سے پڑھی اور امام کی
نماز کی نیت کی تو درست ہی ۵ وہ نمازی ہی جسنے یہ اعتقاد کیا کہ ہر نماز فرض ہی تو اسکی نماز جائز ہی ۶ وہ نمازی ہی جو یہ نہین جانتا ہی کہ خدا کی نماز بندون پر
فرض ہی ولیکن وہ پنجگانہ نماز پڑھتا ہی اسکی نماز جائز نہین ہی انتہی ملخصاً الفرض انہ ظہر او عصر قرنہ بالیوم او الوقت او لا ہو الاصح یعنے ضرور ہی نیت کی تعیین
فرض کیواسطے اسطرح پر کہ وہ نماز ظہر کی ہی یا عصر کی خواہ ظہر یا عصر کے ساتھ دن اور وقت کو ملاوے یا نملاوے یہی قول صحیح تر ہی م یعنی یون کہنا یا نیت
کرنا کہ اصلی ظہر الیوم یا ظہر الوقت یعنی آج کی ظہر یا اسوقت کی ظہر ادا کرتا ہون کچھ ضرور نہین فقط ظہر یا عصر کی نیت کرنا بلا اضافت کافی ہی اصح قول مین

اسواسطے کہ وہ وقت نماز میں سے واسطے ... یا دوسرے ... اقتدا نیت ترتیب کے ... اور ترتیب ... تعیین ... وقتیہ ...
... اقتضا ... کی وجہ سے ... اسکو ... نیت ... تعیین کرنا ...
... قول یہ ہے کہ ... ترتیب ... اول ... قول یہ ہے کہ ...
الذی فوائت ہے ساقط ہو کذا فی الطحطاوی ... اول ... وان تعیین ... صورت ... قضا نمازوں کے آسان
طریقہ یہ ہے کہ ... نیت ... پہلی ظہر کی جو مجھ پر واجب ہے ... آسانی کی وجہ اس نیت میں یہ ہے کہ ...
اور ... مثلا ... فی الاشباہ ... منیۃ المصلی سے منقول ہے کذا فی ...
رکعات کا شمار ... تعیین ... صحیح تر قول میں ہے اور اس مسئلہ کا ذکر آخر کتاب میں یعنی مسائل شتے میں آویگا والواجب انہ وترا و نذرا و سجود تلاوۃ ...
ضرور ہے کہ معین کرے واجب نماز کو واسطے اسکے کہ وتر کی نماز ہو یا نذر کی یا سجدہ تلاوت کا ... تعیین ضروری ہے لیکن اسکے واجب ہونے کی نیت
لازم نہیں کیونکہ اسمیں اختلاف ہے اور نذر کی نماز یوں کہے کہ وہ نماز پڑھتا ہوں جو نذر کیواسطے یا ادا کی حاجت کیواسطے میں نے نذر مانی تھی اسواسطے
کہ تعیین نذر کی نہیں ہے بدون ذکر کرنے اسکے اسباب کے کذا فی الطحطاوی وکذا شکر بخلاف سہو اور اسی طرح ضرور ہے معین کرنا سجدہ شکر کی نیت کو بخلاف
سجدہ سہو کے کہ اسمیں تعیین ضرور نہیں ہم سجدہ شکر اور سجدہ سہو میں شارح سے سہو واقع ہوا یوں کہنا ٹھیک تھا وکذا سہو بخلاف شکر یعنی اسی طرح ضرور
ہے معین کرنا سجدہ سہو کا نہ سجدہ شکر کا اسواسطے کہ سجدہ سہو کا واجب ہے اور سجدہ شکر کا نفل ہے حالانکہ نفل میں تعیین نیت ضرور نہیں ہے یہ بحث ہے صاحب
نہر الفائق کی کہ تعیین نیت سہو میں واجب ہے نہ شکر میں کذا فی الطحطاوی مختصرا دون تعیین عدد رکعاتہ لحصولہا ضمنا فلا یضرہ الخطاء فی عددہا ضرور
نہیں معین کرنا شمار رکعات کا فرض اور واجب میں کیونکہ رکعات تو ضمنا حاصل ہیں یعنی تعیین رکعات تو ضمنا اسکی کیفیت سے حاصل ہو چکی اس میں تو
احتیاج کی بحث کیا ہیں تو عدد رکعات میں چوک جانا کچھ ضرر نہیں کرتا یعنی جسکی تعیین ضرور نہیں تو اسمیں خطا واقع ہونے سے کچھ ضرر نہیں تو اگر ظہر میں مثلا
تین رکعت کی اور فجر میں چار رکعت کی نیت کی تو نماز جائز ہے وینوی المقتدی المتابعۃ اور نیت کرے امام کے پیچھے پڑھنے والا امام کے پیچھے ہونے کی
یعنی یوں ارادہ کرے کہ امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں لم یقل ایضا لانہ لو نوی الاقتداء بالامام او الشروع فی صلوۃ الامام ولم یعین الصلوۃ صح فی الاصح وان لم
یعلم بہا بجعلہ نفسہ تبعا لصلوۃ الامام مصنف نے لفظ ایضا نہ کہا یعنی کنز وغیرہ کیطرح یوں نہ کہا کہ علاوہ نیت سابقہ کے مقتدی نیت متابعت کی بھی کرے
اسلیے کہ اگر نمازی امام کی اقتدا کی نیت کرے یا امام کی نماز شروع کرنے کی نیت کرے اور نماز کو معین نہ کرے تو صحیح تر قول میں اقتدا درست ہو جائیگا گو مقتدی کو
امام کی نماز کو جاننا نہ ہو کیونکہ اسنے تو اپنے آپ کو امام کا تابع کر دیا ہے تو اسکے لیے نماز کے معین کرنے وغیرہ کی حاجت نہیں ہم شامی نے کہا کہ تبعا لصلوۃ
الامام کی جگہ اگر شارح تبعا للامام کہتا تو بہتر تھا جیسے زیلعی نے کہا ہے اسلیے مترجم نے دوسری لفظ کا ترجمہ کیا بخلاف ما لو نوی صلوۃ الامام وانتظر تکبیرہ
فی الاصح لعدم نیۃ الاقتداء بخلاف اس صورت کے کہ نیت کرے امام کی نماز کی اگرچہ اسکے اللہ اکبر کہنے کا منتظر رہے صحیح تر قول میں اور یہ صورت حکم سابق کے
خلاف ہے بسبب نہ ہونے اقتدا کی نیت کے ہم یعنی اس صورت میں اقتدا درست نہوگا کیونکہ نیت اقتدا مفقود ہے اسلیے کہ جب امام کی نیت کی تو اس سے یہ لازم نہیں
آتا کہ اقتدا کی نیت بھی کی ہو اسیطرح جب امام کی تکبیر کا انتظار کیا تو انتظار بھی کبھی اقتدا کے لیے ہوتا ہے اور کبھی عادت کی وجہ سے تو دونوں احتمال ہوئے تو نہیں شک کی
وجہ سے مقتدی نہوگا کذا فی الشامی الا فی جمعۃ وجنازۃ وعید علی المختار لاختصاصہا بالجماعۃ مگر جمعہ اور جنازہ اور عید کی نماز میں مذہب مختار پر نیت اقتدا
ضرور نہیں اسلیے کہ یہ نمازیں جماعت کے ساتھ مخصوص ہیں ہم یعنی تنہا نہیں پڑھی جاتیں تو جس وقت آدمی انکی نیت کریگا تو نیت اقتدا ضمنا ثابت ہوگی ولو
نوی فرض الوقت مع بقائہ جاز اور اگر نمازی نے فرض وقت کی نیت کی وقت کے باقی ہوتے ہوئے تو یہ نیت کرنا جائز ہے یعنی اگر نماز میں صرف یہ

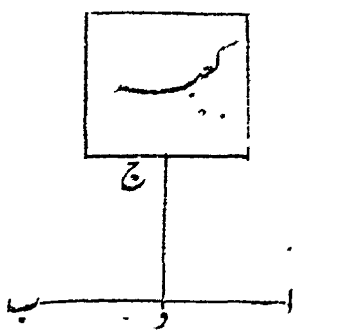
نیت کرے کہ فرض وقت پڑھتا ہون تو اس نیت سے نماز درست ہوگی الا فی الجمعۃ فانہا بدل مگر جمعہ کی نماز مین فرض وقت کی جائز نہین اسلیے کہ جمعہ کی
نماز عوض ہی اُس روز کے ظہر کا یعنی فرض وقت ظہر ہی جمعہ الا ان یکون عندہ فی اعتقادہ انہا فرض الوقت کما ہو رای البعض فتح مگر یہ کہ نمازی
کے عندیہ اور اعتقاد مین ہو کہ جمعہ فرض وقت ہی ظہر کا بدل نہین چنانچہ بعض فقہا کی تجویز یہی ہی تو اس صورت مین جمعہ فرض وقت کی نیت سے درست ہوگا
ولو نوی ظہر الوقت فلو مع بقائہ ای الوقت جاز ولو فی الجمعۃ اور اگر وقت ظہر کی مثلاً نیت کی تو اگر وقت کے باقی رہنے کے ساتھ ہوگی تو جائز ہی اگرچہ جمعہ مین ہو
فیض الغفار شرح المختار مین ہی کہ اگر نیت ظہر کے وقت کی جمعہ کے سوا مین کریگا تو اگر وقت کے اندر ہوگی تو درست ہی اسلیے شارح نے شرنبلالیہ کی تبعیت سے
ولو فی الجمعۃ کی قید لگائی تاکہ معلوم ہو کہ اس حکم مین جمعہ اور غیر جمعہ برابر ہین کذا فی الشامی ملتقطا ولو مع عدمہ بان کان قد خرج وہو لا یعلمہ لا یصح فی الاصح
اور اگر ظہر الوقت کی نیت وقت کے نہونے کے ساتھ ہو اسطرح کہ وقت نکل چکا ہو اور نمازی اسکے نکلنے کو نجانتا ہو تو صحیح تر قول مین درست نہوگی ہم وقت کے
نکلنے کو نہ جاننے کی قید اسلیے لگائی کہ اگر وقت کے نکلنے کو جانکر ایسی نیت کریگا تو درست ہوگی کذا فی الشامی ومثلہ فرض الوقت اور ظہر الوقت کی مثل ہی
حکم فرض الوقت کا یعنی اگر وقت کے نکلنے پر نیت وقت کے فرض کی کریگا اور وقت کے گذر جانے کو نجانتا ہوگا تو یہ بھی اول مسئلہ کی طرح صحیح تر قول مین درست
نہوگی اور اشباہ مین جو درستی کا قول منقول ہی وہ اصح کے خلاف ہی کذا فی الشامی فالاولی نیۃ ظہر الیوم لجوازہ مطلقا لصحۃ القضاء بنیۃ الاداء وعکسہ ہو المختار پس
بہتر یہ ہی کہ نیت آج کے ظہر کی کرے واسطے اُسکے جائز ہونے کے ہر طرح سے یعنی اگرچہ عین وقت مین پڑھے یا وقت نکل گیا ہو بسبب درست ہونے قضا کے
ادا کی نیت سے مثل اُسکے عکس کے یعنی صحیح ہونے ادا کے قضا کی نیت سے یہی قول مختار ہی ہم یعنی اگر آج کے ظہر کی نیت ہوگی تو ہر چند وقت گذر بھی گیا ہو گا تب بھی
وہ نماز اُس روز کے ظہر کی ہوگی اور وقت کے ظہر کی نیت سے وقت نکلنے پر اُسوقت کا ظہر نہ ٹھہریگا اور شارح نے جو یہ کہا کہ بہ سبب درست ہونے قضا بہ نیت
ادا اُسکا مطلب یہ ہی کہ وقت کے گذرنے پر اگر بے علمی مین ظہر الیوم کی نیت کریگا تو گویا قضا کو بہ نیت ادا پڑھیگا حالانکہ یہ جائز ہی جیسے کوئی قیدی اٹکل سے
رمضان کے روزے رکھے اور بعد کو معلوم ہو کہ رمضان ہو چکا تھا تو اُسکے روزے درست ہونگے مگر اس تعلیل مین یہ خلل ہی کہ یہ اسوقت بنتی ہی کہ نمازی ادا کی
نیت سے پڑھے اور اگر اُسکی نیت کچھ نہو نہ ادا کی نہ قضا کی تو اُسوقت یہ تعلیل نہ بنے گی کذا فی الطحطاوی وتمامہ فی الشامی والمصلی الجنازۃ ینوی الصلوٰۃ للہ تعالیٰ
وینوی ایضا الدعاء للمیت اور جنازہ کی نماز پڑھنے والا نیت کرے نماز کی خاص اللہ تعالیٰ کے لیے اور نیز دعا کی نیت کرے مردہ کے لیے لانہ الواجب علیہ اسلیے
کہ نیت نماز اور دعا نمازی پر واجب ہی ہم طحطاوی نے کہا کہ اگر مرجع ضمیر لانہ کا نماز و دعا دونون کی طرف ہی تو یہ خلل رہیگا کہ دعا جنازہ مسنون ہی نہ واجب اسلیے
حلبی نے مرجع ضمیر صرف نیت صلوٰۃ قرار دیا ہی جو ینوی الصلوٰۃ سے سمجھا جاتا ہی اور شامی نے کہا کہ مرجع ضمیر نیت دعا اس اعتبار سے ہی کہ نماز جنازہ حقیقۃ دعا ہی کیونکہ
اُسمین قرارت اور رکوع اور سجدہ اور تشہد نہین اور اُسکا مؤید وہ قول ہی جو متن مین مذکور ہی کہ نماز جنازہ امام اعظم اور اُنکے اصحاب کے قول مین دعا ہی حقیقت مانع نماز
فیقول اصلی للہ داعیا للمیت تو جنازہ کی نماز پڑھنے والا یون کہے کہ مین نماز پڑھتا ہون اللہ تعالیٰ کے لیے دعا مانگنے والا مردہ کیواسطے وان اشتبہ علیہ المیت ذکر ام
انثی یقول نویت ان اصلی مع الامام علی من یصلی علیہ الامام اور اگر میت نمازی پر مشتبہ ہو جاوے معلوم نہو کہ مرد ہی یا عورت تو وہ یون کہے کہ مین نیت کرتا ہون کہ
نماز پڑھون امام کے ساتھ جس شخص پر کہ امام نماز پڑھتا ہی وافاد فی الاشباہ بحثا انہ لو نوی المیت الذکر فبان انہ انثی او عکسہ لم یجز اور اشباہ مین بحث کرکے بیان فرمایا
گیا ہی کہ اگر میت کی مذکر مردہ کی پھر معلوم ہوا کہ وہ عورت ہی یا اسکا عکس کیا مردہ عورت کی نیت کی پھر ظاہر ہوا کہ مرد ہی تو نماز درست نہوگی ہم وجہ عدم جواز کی
یہ ہی کہ میت مثل امام کے ہی اُسکی تعیین مین چوک جانا ایسا ہی جیسا امام کی تعیین مین چوکنا تو جیسے امام کی تعیین مین چوکنے سے نماز درست نہین ہوتی ویسے ہی میت
کی تعیین مین خطا ہونے سے درست نہوگی مثلاً اگر نیت کی کہ زید پر نماز پڑھتا ہون پھر معلوم ہوا کہ وہ عمرو ہی تو نماز درست نہوگی ہان اگر اشارہ کرکے کہے کہ اس
مردہ پر پڑھتا ہون جو زید ہی پھر ظاہر ہو کہ وہ عمرو ہی تو نماز درست ہوگی کیونکہ اشارہ کرنے سے نام مین خطا کرنا لغو ہو جاتا ہی کذا فی الشامی انہ لا یضر تعیین عدد الموتی الا اذا بان

تو اقتدا صحیح ہے یا امام اشباہ میں یہی مذکور ہے یعنی ان کے نزدیک معین کرنا ضروری نہیں کہ جس صورت میں اقتدا ہو کہ نماز کی تعیین سے اور وہ قریب ہے اسی لئے نیت امام کا اعتبار کرے یعنی کہ نمازی نے نیت وہی جنازہ کی کی اور وہ حقیقت وہی ہے کہ امام پڑھ رہا ہے ہو گی وہ کافی اور اسی لیئے صورت نیت کی ہو گی جسم یا وہی ہے کہ اسکی نیت نہیں پائی گئی تعیین کی کیونکہ اس صورت میں وہ سب نیت کی تعیین کی وہ درست ہو گی کیونکہ وہ غیر معین کی نیت کی تو وہ جنازہ و عام ہو سکتا ہے اور نماز نیت میں داخل نہیں اسی لیئے اسکی نماز باطل ہو گی والامام ینوی صلوته فقط اور امام صرف اپنی نماز کی نیت کرے مقتدی کسی کے امام ہونے کی نیت نکرے اسلیئے کہ وہ خاص اپنے حق میں تنہا پڑھنے والے کی طرح ہے اب یہاں ایک وہم ہوا ہے کہ امام کا حال مثل مقتدی کے ہونا چاہیئے یعنے جیسے مقتدی کو نیت اقتدا شرط ہے ویسے ہی امام کو امامت کی نیت شرط ہونی چاہیئے اس وہم کو مصنف اور شارح نے اپنے اس قول میں دفع کیا ولا یشترط لصحة الاقتداء نیة امامة المقتدی بل لنیل الثواب عند اقتداء احد به لا قبله کما بحثه فی الاشباه لو امّ رجالاً اور شرط نہیں اقتدا کی درستی کے لیئے امام کو مقتدی کی امامت کی نیت کرنی جس صورت میں کہ مردوں کا امام ہو بلکہ ثواب جماعت کا حاصل کرنے کے لیئے امامت مقتدی کی نیت شرط ہے جبکہ کوئی امام کا اقتدا کرے نہ پیشتر اقتدا کے چنانچہ اسکو اشباہ میں بیان کیا ہے یعنے اقتدا کے صحیح ہونے کے لیئے ضرور نہیں کہ امام نیت امامت کی کرے بلکہ جماعت کا ثواب حاصل کرنے کو امامت کی نیت چاہیئے اور یہ نیت اسوقت ہو جب کوئی امام کی اقتدا کرے پہلے سے یہ بھی ضرور نہیں اگرچہ پہلے سے نیت کر لینی بھی جائز ہے فلا یحنث فی لا یؤم احدا ان لم ینو الامامة تو آدمی قسم میں جھوٹا نہ ہو گا اس قسم میں کہ کسی کا امام نہ ہوں گا جب تک امامت کی نیت نکریگا شارح نے یہ مسئلہ اپنے اس قول پر متفرع کیا کہ صحت اقتدا کے لیئے امام کو نیت امامت کی ضروری نہیں اور صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ میں کسی کی امامت نکرونگا پھر جب وہ نماز کو بدون نیت امامت کے کھڑا ہوا تو لوگ اسکے پیچھے نماز پڑھنے لگے پس اس صورت میں اسکی قسم نہ ٹوٹیگی اسلیئے کہ قسم ٹوٹنے کی شرط یہ تھی کہ امامت کا قصد کرتا اور یہ شرط بدون نیت امامت کے موجود نہیں ہوئی اسلیئے قسم نہ ٹوٹی کذا فی الشامی متصرفاً وان امّ نساء فان اقتدت به المرأة محاذیة لرجل فی غیر صلوة جنازة فلابد لصحة صلوتها من نیة امامتها لئلا یلزم الفساد بالمحاذاة بلا التزام اور اگر نمازی عورتوں کا امام ہو تو اگر کوئی عورت اسکا اقتدا کسی مرد کے برابر کھڑے ہو کر جنازہ کی نماز کے سوا میں کریگی تو اس عورت کی نماز درست ہونے کے لیئے اسکی امامت کی نیت ضرور ہو گی تاکہ عورت کی برابری سے نماز کی خرابی بدون لازم پکڑنے کے لازم نہ آوے ہم صلوة جنازہ کو اسلیئے استثنا کیا کہ اسکے اندر نیت عورتوں کی امامت کی بالاتفاق شرط نہیں اور محاذاۃ سے وہ برابری مراد ہے جو ان شروط کے ساتھ ہو جو آگے باب الامامة میں مذکور ہونگی اور التزام سے غرض نیت امامت ہے اور حاصل شارح کی تحصیل کا یہ ہے کہ اگر عورت کا اقتدا بدون نیت کے درست ہو جاوے تو امام پر خراب کرنا مرد کی نماز کا بدون التزام کے لازم آئیگا یعنے اگر بالفرض عورت مرد کے برابر کھڑی ہو گئی اور بدون نیت امامت کے اسکا اقتدا صحیح ہو گیا تو چاہیئے کہ امام کی جہت سے اس مرد کی نماز فاسد ہو جاوے حالانکہ لازم آنا کسی چیز کا امام پر بدون اسکے لازم پکڑنے کے جائز نہیں اسلیئے عورت کی اقتدا کے لیئے نیت اسکی امامت کی شرط ہوئی وان لم تقتد محاذیة اختلف فیه فقیل یشترط وقیل لا کجنازة اجماعا وجمعة وعید علی الاصح خلاصه واشباه اور اگر عورت نے محاذی مرد کے ہو کر اقتدا نکیا تو اسمیں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ صحت اقتدا کے لیئے نیت امامت کی شرط ہے اور بعضوں نے کہا کہ شرط نہیں جیسے جنازہ میں بالاتفاق شرط نہیں اور جیسے جمعہ اور عید میں اصح قول پر شرط نہیں ہم جمعہ اور عید میں اصح کی قید اسواسطے لگائی کہ جمہور کے نزدیک ان دونوں میں نیت امامت عورت کی شرط ہے کذا فی الشامی والطحطاوی ان لم تحاذ احدا تمت صلوتها والا لا اور اس قول پر کہ عورت کی اقتدا کے لیئے اسکی امامت کی نیت شرط نہیں یہ ہے کہ عورت کسیکی محاذی نہ ہو اسکی نماز پوری ہو جاوے گی اور اگر محاذی ہو گی تب تو اسکی نماز پوری ہو جاوے گی اور آگے بڑھ جاویگی یا برابر ہو گی تو اسکا اقتدا باقی نرہیگا اور نماز تمام نہو گی ونیة استقبال القبلة لیست بشرط مطلقاً علی الراجح اور نیت قبلہ کیطرف منہ کرنے کی شرط نہیں ہر حال میں یعنی خواہ نمازی کعبہ کے قریب ہو یا دور جنگل میں ہو یا مسجد میں بنابر قول راجح کے ...

قول قوی یہ کہ یہ قول ضعیف ہے کیونکہ قریب شخص کے لیے کعبہ کا سامنے ہونا فرض ہے بالاتفاق اور دور والے کو یہ امر ممکن نہیں بجز اسکے کہ دل مین نیت کرلے اسلیے دور والیکو نیت قبلہ کیطرف منھ کرنے کی شرط کی گئی فما قیل لو نوی بناء الکعبۃ او المقام او محراب مسجدہ لم یجز متفرع علٰی الضعیف تو یہ جو کسی نے کہاہے کہ اگر نمازی عمارت کعبہ کی نیت کریگا یا مقام ابراہیم کی یا اپنی مسجد کی محراب کی تو درست نہوگی یہ مسئلہ قول ضعیف پر متفرع ہے یعنے جو لوگ نیت قبلہ رخ ہونے کی شرط کہتے ہین اُنکے نزدیک اگر کعبہ کے سوا اور طرف منھ کرنے کی نیت ہوگی تو درست نہوگی مثلاً نیت کعبہ کی عمارت کی جائز نہوگی اسلیے کہ کعبہ میدان خاص ہے اُسکا نام ہے نہ عمارت کا اور مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جسپر حضرت ابراہیم علیہ السلام خانہ کعبہ بنانے کے وقت کھڑے ہوتے تھے اور محراب مسجد علامت سمت کعبہ کی ہے غرضکہ ان صورتون مین عین کعبہ کیطرف منھ کرنے کی نیت نہین پائی جاتی اسلیے اُنکے نزدیک نماز بھی درست نہوگی اور یہ قول ضعیف ہے اور قول قوی کے بموجب نماز درست ہوگی اسلیے کہ جب نیت کعبہ شرط نہین تو غیر کعبہ کی نیت سے کچھ نقصان نہوگا کذا فی الشامی ملتقطاً کنیۃ تعیین الامام فی صحۃ الاقتداء فانہا لیست بشرط جیسے نیت امام کی تعیین کی اقتدا کی درستی مین کہ وہ بھی شرط نہین فلو انتم بہ یظنہ زیداً فاذا ہو بکر صح مثلاً اگر امام کا اقتدا کیا اسکو زید سمجھکر پس وہ بکر نکلا تو اقتدا درست ہوگا اسلیے کہ اُسنے امام موجود کے اقتدا کی نیت کی تھی تو اب اگر اُسکا نام کچھ اور سمجھ لیا تو کیا نقصان ہے کیونکہ اعتبار نیت کا ہے نہ سمجھ کا کذا فی الحلبیۃ الا اذا عینہ باسمہ فبان غیرہ مگر اس صورت مین اقتدا درست نہین کہ امام کو اُسکے نام سے معین کیا پھر کوئی غیر نکلا یعنے اقتدا مین امام موجود کی نیت نہ کی بلکہ اقتدا زید کی نیت کی خواہ اُسکا نام زبان سے کہا یا نہ کہا تو اب اگر وہ عمرو ہوگا تو اقتدا درست نہوگا کیونکہ نیت کا اعتبار ہے اور اُسنے امام حاضر کے غیر کے اقتدا کی نیت کی اسلیے صحیح نہوگی الا اذا عرفہ بمکان کالقائم فی المحراب او اشارۃ کہذا الامام الذی ہو زید مگر نام کے ساتھ تعیین مین اُسوقت اقتدا درست ہوگا کہ امام کا پتا درست بتا دے مثلاً یون کہے کہ زید جو محراب مین کھڑا ہے یا اشارہ سے اسکو بتا دے کہ یہ امام جو زید ہے تو اب اگر کوئی اور امام نکلیگا تو کچھ مضائقہ نہین اسلیے کہ اشارہ کر دینے سے نام لینے کا اعتبار جاتا رہا کذا فی الشامی الا اذا اشار بصفۃ مختصۃ کہذا الشاب فاذا ہو شیخ فلا یصح ہان اگر کسی صفت خاص سے اشارہ کریگا اور وہ صفت امام مین نپائی جائیگی تو اقتدا صحیح نہوگا مثلاً یون کہا کہ اس جوان کے پیچھے اور وہ بوڑھا ہے تو اقتدا صحیح نہین ولعکسہ یصح لان الشاب یدعی شیخا لعلمہ اور اسکے عکس مین اقتدا درست ہے یعنی اگر نیت کی کہ اس بوڑھے کے پیچھے اور وہ جوان نکلا تو اقتدا صحیح ہے کیونکہ جوان کو اُسکے علم کی جہت سے شیخ کہا کرتے ہین وفی المجتبی نوی ان لا یصلی الا خلف من ہو علی مذہبہ فاذا ہو غیرہ لم یجز اور مجتبیٰ مین ہے کہ مقتدی نے نیت کی کہ اُسکے پیچھے نماز پڑھتا ہون جو میرے طریق پر ہے اور پھر وہ اُس طریق کا نہ تھا تو اقتدا درست نہوگا اور وجہ عدم جواز کی یہ ہے کہ جب اُسنے اپنے مذہب کے امام کی نیت کی اور امام غیر مذہب کا نکلا تو گویا اُسنے امام معدوم کی اقتدا کی نیت کی کذا فی الشامی عن المنیۃ فائدہ یہ ایک کام کی بات ہے اما کان الاعتبار بالتسمیۃ عندنا لم یختص ثواب الصلوٰۃ فی مسجدہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بما کان فی زمنہ فلیحفظ۔ چونکہ ہم حنفیون کے نزدیک اعتبار نام لینے کا ہے (یعنے اُس صورت مین کہ اشارہ نہو) اسلیے ثواب نماز کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف مین مخصوص اُس مقدار پر نہوگا جو آپ کے عہد مبارک مین تھی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ۔ یعنی یہ جو بخاری اور مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک نماز میری اس مسجد مین بہتر ہے ہزار نماز دن سے اُسکے سوا دوسری مسجد مین سوائے مسجد حرام کے تو یہ ہزار گنا ہونا نماز کا صرف اُسقدر مسجد پر مخصوص نہین جو حضرت کے وقت مبارک مین تھی بلکہ مسجد شریف مین جو حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور ولید اور مہدی نے اضافہ کیا ہے اُس زیادہ کی ہوئی مین بھی ایک نماز ہزار کے برابر ہوگی اسلیے کہ حدیث مین میری مسجد ارشاد فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ جو مسجد اب موجود ہے وہ سب مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کہلاتی ہے تو بڑھی ہوئی مقدار مین بھی ثواب ہزار گنا ہوگا اور امام نووی نے اس ثواب کو خاص اسی مقدار کے ساتھ کیا ہے جو آپ کے عہد مبارک مین تھی وہ یہ فرماتے ہین کہ حدیث مین سوائے نام لینے کے اشارہ بھی ہے کہ فی مسجدی ہذا فرمایا ہے یعنے میری اس مسجد مین جس سے جگہ خاص جو اُس روز موجود تھی مراد ہے پس بڑھی ہوئی مقدار اُسمین داخل نہوگی اسکے داخل ہونے کو کوئی دلیل چاہیے اور حنفیہ جواب دیتے ہین کہ یہ اشارہ جگہ کے خاص

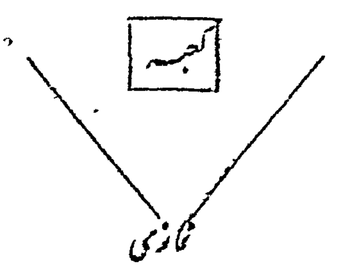
کہ ان نہیں داخل تخصیلات میں وہ اس منسوب ہیں کی طرف وسلم علیہ صلی اللہ آنحضرت جو بسبب ... مدینہ ... بیٹھے ... کی ... میں ...
لفظ ... میں جو ... استقبال القبلۃ حقیقۃ او حکما او جزاء جیسی شہر نماز کی کعبہ کی طرف منہ کرنا خواہ حقیقت میں ہو یا حکما ہو جیسے عاجز جیسے شخص کا فرض
نہیں ... قبلہ ... ہونے کی وجہ سے قبلہ رخ نہیں ہو سکتا تو جس طرف کو مرتا ہیں وہ اپنا منہ کرتے ہیں یا قبلہ کا نماز نے والا اس سے بے خبر
ہو ... تو اسکا قبلہ تحری ہے ... الشرائط ... شرط قبلہ رخ ہونا ہے نہ اسکا طلب کرنا اس لئے شرط صرف اسقدر ہے کہ مقابلہ کعبہ کا پایا جاوے اس
مقابلہ کا طلب کرنا شرط نہیں یعنی ہیں اور ہت استقبال میں جو طلب نہیں ہاں جس صورت میں کہ حصول قبلہ طلب پر موقوف ہو تو اسوقت طلب شرط
ہوگی کذا فی الشامی من الحلیۃ ... للابتلاء لا للبیت اللہ تعالی اور کعبہ کی طرف منہ کا ہونا ایک زائد شرط ہے بندون کے امتحان کے لیے ساقط ہو جاتی ہے
... کے سبب ... شرط ہے یعنی عبادت میں مقصود نہیں اور امتحان سے یہ مراد ہے کہ عاقل بالغ شخص جو خدا تعالی پر جہت کو محال جانتا ہے اسکی اصل
پیدائش ... مقتضی ہے کہ نماز میں کسی خاص طرف کو منہ نہ کرے اسلیے اللہ تعالی نے مکلف بندون کو ایسی بات کا حکم کیا جو انکی مقتضائے اصل پیدائش کے خلاف
ہو تاکہ امتحان کرے کہ کہنا مانتے ہیں یا نہیں کذا فی الحلبی حتے لو سجد للکعبۃ نفسہا کفر یہانتک کہ اگر خود کعبہ کو سجدہ کریگا تو کافر ہو جائیگا یعنی جب کعبہ کی طرف
منہ کرنا شرط زائد ٹھہرا اور مقصود سجدہ کا اللہ تعالی ہے تو عین کعبہ کو سجدہ کرنا کفر ہوگا کذا فی الشامی فللمکی وکذا المدنی لثبوت قبلتہا بالوحی اصابۃ عینہا
یہ المعائن وغیرہ لکن فی البحر انہ ضعیف والاصح ان من بینہ وبینہا حائل کالغائب وافرہ المصنف قائلا فالمراد بقولی فللمکی مکی یعاین الکعبۃ تو مکہ کے
رہنے والے کا قبلہ اور اسیطرح مدینہ کے باشندہ کا کیونکہ مدینہ کا قبلہ وحی سے ثابت ہوا ہے عین کعبہ کی سیدھ ہے یہ قول ماتن کا عام ہے کعبہ کے دیکھنے والے
یعنی سب اہل مکہ اور مدینہ کو نماز میں عین کعبہ کی سیدھ پر نماز پڑھنی چاہیے شامی نے کہا کہ لام للمکی کا معنی علے ہے یعنی مکی پر واجب ہے سیدھ باندھنی کعبہ کی مگر
بحر الرائق میں ہے کہ یہ قول ضعیف ہے اور صحیح تر قول یہ ہے کہ جس شخص کے اور کعبہ کے درمیان میں آڑ ہو مثل دیوار یا پہاڑ کے تو اسکا حال مثل غائب کے ہے یعنی
اسکا قبلہ جہت کعبہ ہے نہ عین کعبہ اور ثابت رکھا ہے اس قول کو مصنف نے یہ کہکر کہ مراد میرے قول فللمکی سے وہ مکہ کا رہنے والا ہے جو کعبہ کو دیکھتا ہو وغیرہ ای
غیر معاینہا اصابۃ جہتہا اور مکہ کے سوا کا قبلہ یعنی اس شخص کا جو کعبہ کو دیکھتا نہو سیدھ ہے کعبہ کی جہت کی بان یبقی شیٔ من سطح الوجہ مسامتا للکعبۃ او لہوائہا
بان یفرض من تلقاء وجہ مستقبلہا حقیقۃ فی بعض البلاد خط علی زاویۃ قائمۃ الی الافق مارا علی الکعبۃ وخط اخر یقطعہ علی زاویتین قائمتین یمنۃ ویسرۃ منح یعنی
چہرہ کی سطح مقابل کعبہ کے یا ہوائے کعبہ کے باقی رہے اسطرح کہ جو شخص بعض شہروں میں حقیقت میں کعبہ کیطرف کو منہ کیے ہے اسکے چہرہ کی سیدھ سے ایک خط زاویہ
قائمہ پر افق تک کعبہ پر گذرتا ہوا فرض کیا جاوے اور ایک دوسرا خط اس خط کو دو زاویہ قائمہ پر اس شخص کے داہنے بائین قطع کرے تو یہ خط دوسرا کعبہ
کے مقابل ہے گا جہت کعبہ کی ہوگی کذا فی المنح م جہت کے معنون میں شارح نے اختصار کو کام فرمایا جس سے مراد کا سمجھنا دشوار ہوگیا اسلیے تعریف جہت کی
ایسی طرح پر کرنی جس سے مقصود معلوم ہو جاوے ضروری ہے معراج میں جہت کی تعریف یہ لکھی ہے کہ جہت کعبہ وہ طرف ہے کہ جب آدمی اسکی طرف منہ کرے تو کعبہ
کا یا اسکی ہوا کا مقابلہ تحقیقا ہو جاوے یا تقریبا اور مقابلہ تحقیقی سے یہ غرض ہے کہ اگر ایک خط اسکے چہرہ کی سیدھ سے افق پر عمود کھینچا جاوے تو وہ کعبہ پر یا اسکی
ہوا پر گذرے اور تقریبی مقابلہ یہ ہے کہ خط مذکور کعبہ یا اسکی ہوا سے منحرف ہو مگر نہ اسقدر کہ اس سے بالکل مقابلہ جاتا رہے بلکہ کسیقدر چہرہ کی سطح کعبہ کے یا اسکی ہوا
کے مقابل باقی رہے اب جہت کے معلوم کرنے کے دو طریق ہیں ایک وہ کہ شارح نے مختصر طور پر ذکر کیا جسکو ہم تشریح سے لکھتے ہیں فرض کرو کہ نقطہ د پر
ایک نمازی ہے جسکی پیشانی سے اگر عمود افق پر نکالا جاتا ہے تو وہ کعبہ کی دیوار خواہ اسکی ہوا پر نقطہ ج میں ملاقی ہوتا ہے اس خط د ج پر اگر ایک عمود نمازی
کے داہنے بائین نکالو مثلا اب تو خط اب جہت کعبہ کی ہوگی یعنی جو شخص اس خط پر سوائے نقطہ د کے کسی جگہ داہنے یا بائین ہو جائیگا تو وہ تقریبا
مقابل کعبہ کا یا اسکی ہوا کا ہوگا اسلیے کہ تھوڑے فاصلہ میں تو ذرا سا داہنے بائین سرکنے سے مقابلہ جاتا رہتا ہے اور جب فاصلہ زیادہ ہوتا ہے تو انھی کے

مناسب سرکنے سے مقابلہ جاتا ہی تھوڑا سا داہنے بائین ہونے سے نہین جاتا مثلاً چار فرسخ لوگون سے بہت
دور ہی تمام شہر کے آدمیون کو یکسان معلوم ہوگا یعنی اگر ایک کے سر پر ایک جگہ ہوگا تو اسوقت
سب شہر کے لوگون کو ہر جگہ سر پر ہی معلوم ہوگا اسیطرح کعبہ کا فاصلہ جب بہت دور ہوتا ہی تو مقام
تحقیقی کے مقام سے اِدھر اُدھر ٹل جانے سے مقابلہ زائل نہین ہوتا ہی اور یہی وجہ ہی کہ ہندوستان کے
اکثر شہرون کی مسجدین ایک سمت کو ہین ؛



مقام نمازی

دوسرا طریق جہت معلوم ہونے کا یہ ہی کہ نمازی کی آنکھون کے بیچ کے نقطہ سے دو خط ایسے کھینچے
جائین کہ وہ ایک دوسرے سے ملکر زاویہ قائمہ سے کم بنائین تو اگر کعبہ اِن دونون خطون کے درمیان
مین واقع ہوگا تو مقابلہ زائل نہوگا ورنہ زائل ہوگا اسکی صورت یہ ہی کذا فی الشامی بتصرف



قلت فہذا معنی التیامن والتیاسر فی عبارۃ الدرر مترجم کہتا ہون کہ یہی معنی ہین داہنے بائین
ہٹنے کے درر کی عبارت مین تو اسکو خوب دھیان سے سمجھ لے کہ مطلب دقیق ہی مدعا یہ ہے درر کا یہ مطلب نہین
کہ کعبہ کو داہنی طرف کرلے یا بائین طرف کہ اسصورت مین قطعاً مقابلہ جاتا رہیگا بلکہ مراد یہ ہی کہ خط جہت پر
داہنے بائین ہونے سے مقابلہ برقرار رہتا ہی جیسا ہمنے اوپر بیان کیا جہت کے طریق اول مین وتعرف بالدلیل اور قبلہ پہچانا جاتا ہی اُس علامت سے جو قبلہ
کو بتائے وہو فی القریٰ والامصار محاریب الصحابۃ والتابعین وفی المفاوز والبحار النجوم کالقطب اور علامت قبلہ شہرون اور گانون مین مسجدین صحابہ اور
تابعین رضی اللہ عنہم کی ہین اور جنگلون اور سمندرون مین ستارے ہین جیسے قطب یعنی جس جگہ مسجدین قدیم موجود ہون وہان سمت قبلہ کی اُنسے معلوم ہوسکتی ہی
ورنہ قطب وغیرہ ستارون سے مثلاً ہندوستان کے اکثر شہرون مین قطب نمازی کے داہنے شانہ پر رہتا ہی تو رات کو ہر جگہ اُس سے سمت قبلہ معلوم ہوسکتی ہی
والا فمن الاہل العالم بہا ممن لو صاح بہ سمعہ اور نہین تو اُس جگہ کے باشندہ قبلہ کے جاننے والے سے پوچھا جاوے اور باشندہ اُنہین سے ہو کہ اگر نمازی اسکو زور
سے پکارے تو وہ اسکی پکار سُن لے م یعنی اگر نہ مسجدین ہون نہ قطب سے حال کھلے نہ کوئی آلہ مثل قبلہ نما کے پاس ہو تو سمت قبلہ کو اُس جگہ کے باشندے سے
پوچھنا چاہیے اُس سے پوچھنے مین دو شرطین ہین ایک یہ کہ قبلہ کا جاننے والا ہو نہر الفائق مین کہا کہ اسکے ساتھ یہ بھی چاہیے کہ مقبول الشہادۃ ہو تو اس سے معلوم
ہوا کہ ذمی اور جاہل کا کہنا اس باب مین مفید نہین دوسرے یہ کہ نمازی کی پکار سُنے طحطاوی نے کہا کہ ممن لو صاح بدل پڑا ہی اہل سے والمعتبر فی القبلۃ العرصۃ
لا البناء فہی من الارض السابعۃ الی العرش اور قبلہ کے باب مین معتبر کشادگی اور میدان کعبہ ہی نہ اسکی عمارت تو وہ کشادگی ساتوین زمین سے لیکر عرش تک ہی طحطاوی
نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص زمین کے اندر گہرے کنوئین یا اونچے پہاڑون پر نماز پڑھیگا تو اسکی نماز درست ہوگی جیسے کعبہ کی چھت پر نماز
جائز ہی سبب اگر قبلہ عمارت ہوتی تو نماز صحیح نہوتی وقبلۃ العاجز عنہا المرض وان وجد موجہا عند الامام او خوف مال وکذا کل من سقط عنہ الارکان جہتہ قدرتہ
ولو مضطجعا بایماء لخوف مقام رؤیۃ عدو اور قبلہ اُس شخص کا جو کسی مرض کے سبب سے قبلہ رخ ہونے سے عاجز ہو گو کسی قبلہ رخ کردینے والیکو پاوے امام کے نزدیک
یا مال کے چوری جانے وغیرہ کے خوف سے قبلہ کیطرف ہونے سے عاجز ہوا اسیطرح ہر شخص جس سے ارکان نماز ساقط ہوگئی ہون ہر ایک کا قبلہ اسکی قدرت کی جہت ہی
یعنی جدھر کو پڑھسکتا ہو پڑھے قبلہ رخ ہونا لازم نہین اسلیے کہ خود کعبہ تو مقصود ہی نہین اور امتحان ایسی صورت مین بھی حاصل ہی اگرچہ دشمن کے دیکھنے کے
خوف سے نماز لیٹے لیٹے اشارہ سے پڑھے م امام کے نزدیک اسلیے کہا کہ صاحبین کے نزدیک اگر دوسرے کی مدد سے قبلہ رخ ہوسکتا ہو اور دوسرا اسکے پاس موجود ہو
تو اسکو بجہت قدرت کیطرف نماز درست نہوگی اور جس سے ارکان نماز کے ساقط ہوگئے ہون اسکی مثال بوڑھا آدمی ہی جو پیری کے ضعف سے قیام و قعود نہین کرسکتا

ہوا ہے سے قبلہ کیطرف ہونا بھی ساقط ہے اور ایک مثال شارح نے سقوط ارکان کی دشمن کے دیکھ پانے کے خوف سے بیان کی ہے یعنی اگر آدمی کو خوف ہو کہ
اگر بیٹھ کر پڑھوں یا بیٹھنے سے دشمن دیکھ لیگا تو اس پر سے ارکان ساقط ہو جائینگے لیکر اشارہ سے نماز درست ہوگی تو ایسے شخص سے استقبال قبلہ بھی ایسی صورت میں ساقط ہے
اذ ذاتی العجز لم یعید ان الطاعۃ بحسب الطاقۃ اور اس نماز کا اعادہ نکرے اسلیے کہ طاعت موافق طاقت کے ہوتی ہے یعنی یہ عذر آسمانی ہے کسی مخلوق کی جہت سے نہیں یعنے
دشمن اور بیری وغیرہ کسی کے کرنے سے نہیں ہوتی ہے اتنک کہ خوف بھی کسی کے کرنے سے پیدا نہیں ہوتا اسلیے ان عذروں میں نماز کا دوبارہ پڑھنا نہیں کذا فی
الشامی و تحری ہو بذل المجہود لنیل المقصود عاجز عن معرفۃ القبلۃ بآلات تحری کرے وہ شخص جو عاجز ہو قبلہ معلوم کرنے سے بذریعہ ان امور کے جو ہمیشہ گذر چکے یا معلوم
ہو ستارہ نہ کوئی بتانیوالا شارح نے کہا کہ تحری کے معنی میں کوشش کا کرنا مقصود حاصل کرنے کے لیے اور مراد تحری سے یہاں اٹکل کرنا اور قیاس دوڑانا ہے یعنی اگر مسجد وغیرہ
قبلہ کا بتانیوالا معلوم نہو تو نمازی اٹکل سے کوئی سمت قبلہ ٹھہرائے فان ظہر خطاؤہ لم یعید لما مر یس اگر نماز کے بعد اٹکل میں خطا ظاہر ہو تو نماز کو دوبارہ نہ پڑھے اسوجہ
سے کہ پیشتر گذر چکا یعنی طاعت بسبب طاقت ہوتی ہے اُسنے نماز پڑھنے میں وہ امر کر لیا تھا جو اُسکی طاقت میں تھا و ان علم بہ فی صلوٰۃ او تحول رأیہ بوفی تحرّوم
استدار و بنی اور اگر اپنی خطا کو نماز کے اندر جانا یا اُسکی رائے بدل گئی اگرچہ سہو کے سجدوں میں بدلی ہو تو اُسی وقت پھر جاوے اور بنا کرے یعنے اگر نماز کے اندر رائے
بدل گئی کہ قبلہ اسطرف نہیں دوسری طرف ہے تو دوسری طرف فوراً پھر جاوے اگر ایک رکن کے موافق توقف کریگا تو نماز فاسد ہو جائیگی کذا فی الشامی اور بنا کرنے کا
مطلب یہ ہے کہ بقیہ رکعات کو پورا کرے از سر نو نماز نہ پڑھے یعنی رائے کی غلطی سے پہلے کی نماز جاتی نہیں رہی وہ بھی قائم ہے باقی کو اُسی پر بنا کرے حتی لو صلّے
کل رکعۃ جہۃ جاز و لو بمکۃ او مسجد مظلم حتی کہ اگر ہر رکعت کو جداگانہ جہت کو پڑھیگا تو نماز درست ہوگی اگرچہ نمازی مکہ میں ہو یا کسی مسجد تاریک میں ہو صورت مسئلہ
کی یہ ہے کہ ایک شخص کو قبلہ معلوم نہ تھا اُسنے ایکطرف اٹکل سے ایک رکعت پڑھی وہ دوسری رکعت میں اسکی اٹکل دوسری طرف ہو گئی تو دوسری رکعت اُسطرف کو
ادا کی اسیطرح نماز کے آخر تک تو یہ نماز جائز ہے اور مکہ میں ہونیکی یہ صورت ہے کہ مکہ میں مقید ہو اور ایسا شخص پاس نہو جس سے قبلہ دریافت کرے پھر اٹکل سے
نماز پڑھے اور اسمیں خطا ظاہر ہو کذا فی الشامی و لا یلزمہ قرع الابواب و مس الجدران اور لازم نہیں نمازی کو لوگوں کے دروازے کا ٹھوکنا کہ کوئی قبلہ بتادے
اور دیواروں کو ٹٹولنا کہ محراب قبلہ معلوم ہو جاوے یعنی اندھیری رات میں اگر مسجد میں جاوے اور قبلہ نہ سوجھے تو اٹکل کرلے لوگوں کے پاس قبلہ پوچھانہ پھرے
اور نہ دیواروں کو ٹٹولے صاحب مفتاح نے کہا کہ یہ حکم بعض مسجدوں میں ہو سکتا ہے مگر اکثر میں تو محراب قبلہ اندھیری میں بھی معلوم ہو جاتی ہے تو ایسی مسجدوں میں
اٹکل نکرے کذا فی الشامی و لو اعمی فسواہ رجل بنی و لم یقتد الرجل بہ اور اگر نمازی اندھا ہے اور اسکو کسی شخص نے سیدھا قبلہ کیطرف کر دیا تو وہ اندھا نماز کو پہلی ہی
نماز پر بنا کرے اور سیدھا کرنیوالا شخص اندھے کا اقتدا نکرے اسلیے کہ اُسکو معلوم ہو گیا کہ شروع کی نماز اندھے کی قبلہ رخ نہیں تھی و لا المتحرّی المتحوّل اور نہ اُس اٹکل کرنیوالے
کا اقتدا کرے جو ایک طرف کو ترک کر کے نماز کے اندر ہی دوسری طرف پھر گیا ہو شامی نے کہا کہ اسمیں یہ قید ہے کہ مقتدی امام کا پہلا حال جانتا ہو اور اگر پہلا حال اُسکو
معلوم نہو تو اقتدا میں کچھ خرابی نہیں و لو ائتم متحر بلا تحرّ لم یجز ان اخطأ الامام اور اگر کسی تحری کرنے والے کا اقتدا کیا بدون تحری کے تو اگر امام نے تحری میں غلطی
کی ہوگی تو اقتدا درست نہوگا اسلیے کہ اشتباہ کی صورت میں بدون تحری کی نماز جب ہی درست ہوتی ہے کہ ٹھیک قبلہ کیطرف ہو مگر امام کی نماز درست ہے کہ اُسنے
تحری کے بعد پڑھی و لو سلم فتحوّل رأی مسبوق و لاحق استدار المسبوق و استانف اللاحق اور اگر امام نے سلام پھیرا پھر رائے مسبوق اور لاحق کی بدل گئی یعنے
اُنکی رائے میں قبلہ اور طرف ٹھہرا تو مسبوق اپنی رائے کی سمت کیطرف پھرے اور نماز پوری کرے اور لاحق نماز از سر نو پڑھے مسبوق وہ مقتدی ہے کہ ایک یا
زیادہ رکعت اُسکو نہ ملی ہو اُسکو پھرنے کا حکم اسلیے ہوا کہ وہ باقی نماز کے پڑھنے میں مثل منفرد کے ہے تو جیسے منفرد کو نماز کے اندر رائے بدل جانے سے پھرنا پڑتا ہے
ویسے ہی مسبوق کو پھرنا ہوگا اور لاحق وہ ہے جو شروع نماز سے امام کا شریک تھا بیچ میں مثلاً وضو کے جانے یا اور کسی عذر سے کچھ نماز امام کے ساتھ نہ ملی آخر
میں پھر شریک ہو گیا تو اُسکا حکم یہ ہے کہ نماز از سر نو پڑھے اسلیے کہ باقی نماز میں یہ حکماً امام کے پیچھے ہے تو جیسے مقتدی امام کے پیچھے ہو اور اُسکو معلوم ہو کہ قبلہ امام کے نزدیک

طرف نہین دوسری طرف کو ہے تو وہ اپنی نماز کی اصلاح نہین کر سکتا اسلیے کہ اگر دوسری طرف کو مُنھ پھیرتا ہے تو امام کی مخالفت لازم آتی ہے جو نماز کی مفسد ہے اور
اگر نہین پھیرتا تو جان بوجھکر قبلہ کے سوا اور طرف کو نماز پڑھتا ہے یہ بھی مفسد نماز ہے تو یہی حال لاحق کا بھی ہے جب نماز کی اصلاح گھومنے سے نہین ہو سکتی اسلیے از سر نو
پڑھے کذا فی الشامی ملخصًا ومن لم یقع تحریہ علی شیء یصلی لکل جہۃ مرۃ احتیاطًا اور جسکی اٹکل کسی طرف کو نہو بلکہ سب طرفین قبلہ ہونے مین اُسکے نزدیک برابر ہون تو وہ
ہر طرف کو ایکبار نماز پڑھے بلحاظ احتیاط کے ع جب نمازی قبلہ کے لیے چارون طرف اٹکل دوڑاوے اور کسیطرف نہ جمے تو اُسمین تین قول ہین ایک یہ کہ نماز مین تاخیر کرے
جبتک کہ ایکطرف قبلہ اُسکے عندیہ مین ظاہر ہو دوسرے یہ کہ چارون طرف کو ایک ایک نماز پڑھ لے تیسرے یہ کہ اُسکو اختیار ہے چاہے تاخیر کرے چاہے چار نمازین
پڑھے مگر فتاوے عالمگیری مین مضمرات سے نقل کیا ہے کہ زیادہ درست دوسرا قول ہے اسلیے شارح نے اُسکو اختیار کیا اور شرح منیہ مین بھی اُسکو احوط کہا ہے
کذا فی الشامی ملخصًا ومن تحول رایہ لجہۃ الاولی استدار اور جس شخص کی راے پہلی طرف کو پھر جاے وہ اسیطرف کو پھر جاے یعنے کچھ نماز ایک طرف کو تحری کے بعد پڑھی
پھر نماز مین دوسری جانب قبلہ کی معلوم ہوئی اور اسطرف کو پھر گیا اُسکے بعد پھر اول ہی جانب پر راے آگئی تو اسیطرف کو ہو جاوے اور خلاصہ مین ایک قول یہ ہے کہ
از سر نو پڑھے مگر تاتارخانیہ اور قہستانی نے اول قول کو مقدم کیا ہے اور طحطاوی اور شامی نے بھی اُسکو اوجہ ذکر کیا ہے ومن تذکر ترک سجدۃ من الاولی استانف
اور جس شخص کو پہلی رکعت کا سجدہ چھوٹ جانا یاد آیا وہ از سر نو نماز پڑھے ع صورت اُسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے تحری کے بعد ایک رکعت ایک جانب کو پڑھی پھر
راے بدلگئی دوسری رکعت دوسری طرف کو پڑھنے لگا اُسوقت یاد آیا کہ پہلی رکعت کا سجدہ نہین کیا تو نماز کو پھر سے پڑھے اسلیے کہ اگر سجدۂ مذکور اُس جانب کو ادا کرے
جدھر دوسری رکعت پڑھتا ہے تو سجدہ قبلہ کیطرف نہوگا اسلیے کہ پہلی رکعت کا قبلہ یہ طرف نہ تھی اور یہ سجدہ رکعت مذکور کا جز ہے اور اگر پہلی رکعت کے قبلہ کیطرف کو ادا کرے
تو جو طرف اب اُسکے نزدیک قبلہ ہے اُس سے پھرنا لازم آتا ہے اسلیے نماز از سر نو پڑھے کذا فی الشامی وان شرع بلا تحر لم یجز وان اصاب لترکہ فرض التحری اور جو شخص
کہ قبلہ معلوم کرنے سے عاجز ہو اگر وہ نماز کو بدون تحری کے شروع کریگا تو شروع درست نہوگا اگرچہ ٹھیک قبلہ کو پڑھتا ہو اسلیے کہ اُسنے فرض تحری کو چھوڑ دیا یعنی
بصورت اشتباہ قبلہ کے تحری فرض تھی اُسکو اُسنے چھوڑ دیا الا اذا علم اصابتہ بعد فراغہ فلا یعید اتفاقًا مگر جب اپنے فارغ ہونے کے بعد ٹھیک قبلہ کو ہونا
جانے تو دوبارہ نماز نہ پڑھے بالاتفاق بخلاف مخالف جہۃ تحریہ فانہ یستانف مطلقًا بخلاف جہت تحری کے سوا اور طرف پڑھنے والے کے کہ وہ از سر نو
پڑھے ہر حال مین یعنی اگر تحری ایک طرف پر ہوئی اور اُسنے دوسری طرف نماز پڑھی تو نماز کو پھر سے پڑھے ہر حال مین یعنے خواہ نماز مین جانے کہ ٹھیک قبلہ
کی طرف پڑھی یا خطا کی یا بعد نماز کے جانے یا کچھ بھی معلوم نہوا اور امام اعظم سے مروی ہے کہ اُس شخص پر خوف کفر ہے کذا فی الشامی کمصل علی انہ محدث او ثوبہ نجس
او الوقت لم یدخل فبان بخلافہ لم یجز جیسے نماز پڑھنے والا اس گمان سے کہ وہ بے وضو ہے یا اُسکا کپڑا ناپاک ہے یا وقت نہین آیا پھر اُسکا خلاف معلوم ہوا
تو اُسکی نماز درست نہوگی وہ بھی نماز از سر نو پڑھے وجہ ناجائز ہونے کی یہ ہے کہ اُسکے عندیہ مین نماز فاسد ہو چکی ہے تو اب خلاف ظاہر ہونے سے جائز نہوگی
کذا فی الطحطاوی صلی جماعۃ عند اشتباہ القبلۃ فلو لم تشتبہ ان اصاب جاز بالتحری مع امام وتبین انہم صلوا الی جہات مختلفۃ ومن تیقن منہم
مخالفۃ امامہ فی الجہۃ او تقدمہ علیہ حالۃ الاداء اما بعدہ فلا یضر لم تجز صلوتہ ایک جماعت نے نماز پڑھی قبلہ کے مشتبہ ہونے کے وقت تحری سے
ایک امام کے ساتھ اور ظاہر ہوا کہ اُنھون نے مختلف سمتون کیطرف نماز پڑھی تو جس شخص کو اُنمین سے یقین ہوا حالت ادا مین یعنی غلبہ ظن ہوا کذا فی الفیض
کہ اُسنے امام کے مخالف جانب نماز پڑھی یا امام سے آگے بڑھنے کا یقین ہوا تو اُسکی نماز درست نہوگی اور بعد ادا کے مخالفت کا حال معلوم ہونا اُسکو مضر نہین
شارح نے کہا کہ اگر قبلہ مشتبہ نہ تھا تو اگر نمازی ٹھیک طرف کو پڑھیگا تو درست ہوگی یعنی اگر کوئی ایسا شخص موجود تھا جس سے قبلہ پوچھ لینا ممکن تھا مگر بدون
دریافت کے تحری سے نماز پڑھی تو اگر ٹھیک قبلہ کیطرف کو پڑھی ہوگی تو درست ہوگی ورنہ درست نہوگی شامی نے کہا کہ حالۃ الاداء ظرف ہے تیقن مخالفت کا اور تقدم
کو اس سے کچھ علاقہ نہین اسلیے کہ آگے بڑھنے سے تو نماز ہر صورت سے درست نہین خواہ حالت ادا مین آگے بڑھنا معلوم ہو خواہ ادا کے بعد لاعتقادہ خطاءہ

امامہ ولقتہ کہ فرض القتداء بالت و این امام کی مخالفت معلوم کرنے والے کی نماز اسطرح نہوگی کہ اسکو اپنے امام کے چوکنے کا اعتقاد ہو یعنی اپنے شبہ میں یا مرکز
غلطی پر سمجھتا ہو چونکہ اسکا اقتدا ایسے پیچھے اور آگے بڑھنے کو معلوم کرنے والے کی نماز اسوجہ سے نہوگی کہ اُسنے تمام کے فرض کو ترک کیا یعنی اسکو امام کے پیچھے
ٹہرا ہونا فرض تھا آگے بڑھنے سے یہ فرض چھوٹ گیا شامی اور طحطاوی نے کہا کہ اعتقاد وا ثم نشر مرتب ہے دون ما یعلم فذالک فصلوتہ صحیحۃ اور جس
شخص کو حال مخالفت امام اور آگے بڑھنے کا معلوم نہوا تو اسکی نماز درست ہے کما لولم یعین الامام بان راٰی جلین فنوٰی ان یاتم بواحد لا بعینہ یعنی امام کو
تعیین نکرنے سے نماز درست نہین اسطرح کہ دو شخصون کو نماز پڑھتے دیکھا اور ایک غیر معین کا اقتدا کر لیا تو صحیح نہوگا ظاہر عبارت سے ایسا معلوم ہوتا ہے
کہ تشبیہ صحت نماز کی ہے حالانکہ تشبیہ عدم جواز کی ہے تو شارح کو مناسب تھا کہ اسکو تحریمہ صلوٰۃ کے بعد ذکر کرتا کذا فی الطحطاوی فروع مسائل متفرقہ شارح کے
شامی نے کہا کہ اگر شارح ان مسائل کو متصل نیت کے بیان کرتا یعنی پیشتر استقبال قبلہ سے تو بہتر ہوتا النیۃ عند نا شرط مطلقا نیت ہمارے نزدیک شرط ہے
سب عبادتون مین یعنی کسی عبادت مین نیت رکن نہین بلکہ سب مین شرط ہے النیۃ تکبیر تحریمہ مین اختلاف ہے کہ اسکو بعض نے رکن بھی کہا ہے مگر معتمد یہی ہے
کہ وہ شرط ہے فلو عقبہا بمشیئۃ فلو ما یتعلق بالاقوال کطلاق وعتاق بطل والا لا اور اگر الفاظ نیت کہکر ان شاء اللہ کہا تو اگر نیت کی ہوئی چیز ان کامون سے ہوگی
جو زبانی قولون سے متعلق ہین چنانچہ طلاق اور آزادی تو ان شاء اللہ کہنے سے وہ باطل ہو جائینگے اور اگر ایسے نہین جو قول سے متعلق ہون جیسے روزے تو
انکی نیت کے بعد ان شاء اللہ کہنے سے وہ باطل نہونگے لیس لمامور بنوی خلاف ما ہو دی الا علی قول محمد فی الجمعۃ وہو ضعیف ہم حنفیون کے نزدیک
ایسا کوئی نہین جو نیت کچھ کرے اور ادا کچھ کرے مگر امام محمد کے قول پر جمعہ مین ایسی صورت ممکن ہے اور وہ قول ضعیف ہے مصورت جمعہ کے مسئلہ کی اسطرح ہے کہ
انکے نزدیک جمعہ نہین ہوتا جبتک کہ نمازی کو ایک رکعت نہ ملے تو اگر کسی شخص نے دوسری رکعت کے رکوع کے بعد جمعہ مین امام کا اقتدا کیا تو وہ یہ فرماتے ہین
کہ مقتدی جمعہ کی نیت کرے اور بعد امام کے فارغ ہونے کے ظہر کی نماز پوری کرے پس اس صورت مین نیت تو کچھ اور تھی یعنی جمعہ کی اور ادا دوسری چیز کی یعنی
نماز ظہر اس صورت کے سوا دوسری ایسی نہین کہ نیت اور کچھ ہو اور ادا اور کچھ کذا فی الشامی المعتمد ان العبادۃ ذات الافعال تنسحب نیتہا علی کلہا قول معتمد یہ
ہے کہ عبادت بہت سے فعلون والی کی نیت ان سب افعال پر پہنچ جاتی ہے یعنی اسکے ہر فعل ورکن کے لیے جدا جدا نیت ضرور نہین ایک نیت شروع مین
کافی ہے جیسے اُس عبادت مین کہ ایک ہی فعل ہو چنانچہ روزہ کہ بلا اختلاف اسکے اول مین نیت کر لینا کافی ہے فتح فلو افتتح خالصا ثم خالطہ الریاء اعتبر السابق شروع کیا
عمل کو اخلاص کے ساتھ پھر اس عمل مین ریا کا یعنی نمود کا خلط ہو گیا تو اعتبار سابق کا ہوگا یعنی عمل اخلاص کے ساتھ ہی رہیگا شامی نے کہا کہ اسکی وجہ
شاید یہ ہے کہ نماز قابل قسمت نہین تو ایسا نہین ہو سکتا کہ بعض خالص خدا تعالیٰ کے لیے ہو اور بعض غیر کے لیے ہان اگر بعض کو دکھانے کے لیے بنا سنوار کر
پڑھیگا تو اُس بناسنے اور سنوارنے کا کچھ ثواب نپاویگا والریاء انہ لو خلا عن الناس لا یصلی ولو مع الناس یصلی اور ریا کامل یہ ہے کہ اگر نمازی لوگون سے علحدہ ہوتا تو نماز نہ پڑھتا
فلو مع الناس یحسنہا ولو وحدہ لا فلہ ثواب اصل الصلوٰۃ پس اگر لوگون کے ساتھ ہو کر نماز کو اچھی طرح پڑھے اور تنہا اچھی طرح نہ ادا کرے تو اسکو اصل نماز کا ثواب ملیگا
اچھی طرح پڑھنے کا ثواب نہ ملیگا بظاہر یہ حکم فرض اور نفل دونون کو شامل ہے کذا فی الطحطاوی ولا یترک لخوف دخول الریاء لانہ امر موہوم اور نماز یا دوسرے
نیک کام کو نہ چھوڑے ریا کے داخل ہونے کے خوف سے اسلیے کہ ریا کا داخل ہونا ایک وہمی بات ہے تو وہمی بات کے لیے نیک کام کیون چھوڑا جاسے
ولا ریاء فی الفرائض فی حق سقوط الواجب ورنمود نہین ہے فرضون مین واجب کے ساقط ہونے کے باب مین یعنی ریا فرض کو باطل نہین کرتا اور فقیہ ابو اللیث نے
نوازل مین اپنے بعض اساتذہ کا قول نقل کیا ہے کہ مذہب مستقیم یہ ہے کہ ریا اصل ثواب کو نہین کھوتا بلکہ زیادتی ثواب کو فوت کرتا ہے تو اگر کوئی شخص ریا کے ساتھ
نماز پڑھیگا تو اسکے ذمہ سے واجب ساقط ہو جائیگا بسبب پائے جانے شرائط اور ارکان نماز کے کذا فی الشامی قیل لشخص صل الظہر ولک دینار فصلی بہذہ النیۃ
ینبغی ان تجزیہ ولا یستحق الدینار ایک شخص سے کہا گیا کہ ظہر کی نماز پڑھ لے تجھکو ایک دینار ملیگا سو اُسنے اسی ارادہ سے نماز پڑھی تو چاہیے کہ یہ نماز اسکو کافی ہو

اور وہ مستحق دینار کا نہو صرف نماز کا کافی ہونا تو اسوجہ سے ہے کہ فرض مین ریا کو دخل نہین اور دینار کا استحقاق اسوجہ سے نہ ہا کہ نماز اسکے ذمہ واجب تھی واجب چیز پر اجرت کا استحقاق نہین ہوتا مثلاً باپ اپنے بیٹے کو اپنی خدمت کے لیے نوکر رکھے تو بیٹا کچھ نوکری کا مستحق نہوگا اسلیے کہ باپ کی خدمت اسپر واجب ہے کذا فی الشامی

الصلوٰۃ لارضاء الخصوم لا یفید بل یصلی للہ تعالی فان لم یعف خصمہ اخذ من حسناتہ نماز کا پڑھنا دشمنون کے راضی کرنیکے لیے مفید نہین بلکہ نماز اللہ تعالے کیواسطے پڑھے پھر اگر اسکا دشمن اپنا حق معاف نکریگا تو آخرت مین اسکی نیکیون مین سے لیکر حقدار کو حوالہ کیاجائیگا مگر شارح نے اس نماز کے جواز اور عدم جواز کو ذکر نکیا بلکہ یہ کہا کہ مفید نہین لیکن مختارات النوازل مین کہا کہ ایسی نماز درست نہین یعنے اگر نماز اس نیت سے پڑھے کہ خدا کیواسطے پڑھتا ہون تاکہ وہ حقدار ون کو مجھسے راضی کردے تو درست نہوگی اسلیے کہ بدعت ہے کذا فی الشامی جاء انہ یوخذ لدانق ثواب سبعمائۃ صلوٰۃ بالجماعۃ بعض کتب آسمانی مین آیا ہے کہ ایک دانگ سکے لیے ثواب سات سو نماز باجماعت کا لیا جائیگا مگر دانگ درم کے چھٹے حصے کو کہتے ہین اور نماز باجماعت سے غرض فرائض ہین کہ جماعت انھین مین ہوتی ہے یعنی اگر کسی کا حق ایک دانگ دوسرے کے ذمہ ہوگا جو حال کے سکہ کے اعتبار سے پون آنے کے قریب ہوتا ہے تو اسکے عوض آخرت مین سات سو فرضون کا ثواب ظالم سے حقدار کو دلایا جائیگا ولو ادرک القوم فی الصلوٰۃ ولم یدر فرض ام تراویح ینوی الفرض فان ہم فیہ صح والا تقع نفلا اور اگر نمازی نے لوگون کو نماز مین پایا اور یہ نجانا کہ نماز فرض پڑھتے ہین یا تراویح تو یہ شخص فرض کی نیت سے انکا شریک ہوجائے پھر اگر وہ فرض ہی مین ہونگے تو اسکا فرض بھی درست ہوگا ورنہ نماز نفل ہوجائیگی یعنی تراویح نہوگی کیونکہ تراویح بعد فرض عشا کے ہوتی ہے کذا فی الشامی ولو نوی فرضین المکتوبۃ وجنازۃ فللمکتوبۃ اور اگر نمازی نے نیت کی دو فرضون کی یعنی فرض عین اور فرض کفایہ کی ایک ساتھ نیت کی چنانچہ فرض وقت اور جنازہ کی نیت تو یہ نیت صرف فرض وقت کی ہوگی اسلیے کہ فرض وقت قوی ہے اور حقیقت مین نماز اسی کا نام ہے کہ اسمین رکوع اور سجدہ سب ارکان ہین بخلاف جنازہ کے مگر قاعدہ کلیہ اس طرح کی نیت کا یہ ہے کہ جب دو عبادتون کو ایک نیت کے ساتھ جمع کریگا تو اگر ان دونون مین سے ایک قوی ہوگی تو نیت اسی کی ہوجائیگی اور اگر دونون برابر ہونگی تو نیت لغو ہوگی اور کسی مین شروع کرنیوالا نہوگا کذا فی الطحطاوی ولو مکتوبتین فللوقتیۃ اور اگر دو فرض کی نیت کی یعنے ایک جسکا وقت موجود ہے اور ایک جسکا وقت ابھی نہین ہوا مثلاً ظہر کے وقت مین عصر کے ساتھ نیت کی تو نیت اسکی ہوگی جسکا وقت ہے اسلیے کہ عصر کی نیت ظہر کے وقت مین درست نہین اگرچہ نمازی عرفات مین ہو کیونکہ ظہر کا مقدم کرنا عصر پر واجب ہے بسبب ترتیب کے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ولو فائتتین فللاولی لو من اہل الترتیب اور اگر دو قضا نمازون کی نیت کی تو اُسمین سے پہلی کی نیت ہوگی بشرطیکہ نمازی اہل ترتیب سے ہو مگر اہل ترتیب اسکو کہتے ہین جسکے ذمہ شروع فرضیت نماز سے پانچ نمازین متصل باقی نہون تو ایسا شخص اگر دو قضا نمازون کی ایک ساتھ نیت کریگا تو یہ نیت پہلی کی ہوگی اسلیے کہ ترتیب والے کی دوسری نماز نہین ہوتی جبتک پہلی کو ادا نکرلے کذا فی الشامی والا لغا فلیحفظ اور اگر صاحب ترتیب نہو اور دو قضا نمازون کی ایک ساتھ نیت کرے تو یہ نیت لغو ہوگی کوئی سی نماز صحیح نہوگی تو اسکو یاد کرنا چاہیے مگر وجہ لغو ہونیکی یہ ہے کہ ایک ساتھ تو دونون کا ادا ممکن نہین کیونکہ ہر ایک کو ایک فعل علیحدہ چاہیے اور خاص ایک کا ادا ہونا ترجیح بلا مرجح ہے اور صاحب ترتیب نہونے سے اولیت ترتیب معتبر نہین رہی کہ اول کی نیت ہوجاتی ہے اسلیے نیت لغو ہوگئی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ولو فائتۃ ووقتیۃ فللفائتۃ لو الوقت متسعا اور اگر ایک قضا نماز اور ایک وقت کی نماز کی نیت اکٹھی کی تو نیت قضا کی ہوگی بشرطیکہ وقت مین گنجایش ہو یعنی بعد قضا پڑھنے کے وقتی کو ادا کرسکے طحطاوی نے کہا کہ وقت مین گنجایش ہونے کے سوا یہ بھی شرط ہے کہ نمازی صاحب ترتیب ہو اگر صاحب ترتیب نہوگا تو نیت لغو ہوجائیگی اور اگر وقت تنگ ہوگا تو نیت وقتی ہی کیلیے ہوگی خواہ صاحب ترتیب ہو یا نہو ولو فرضا ونفلا فللفرض اور اگر فرض اور نفل کی ایک ساتھ نیت کریگا تو نیت فرض کی ہوگی بسبب قوی ہونے فرض کے ولو نافلتین کسنۃ فجر وتحیۃ مسجد فعنہما اور اگر دو نفل نمازون کی نیت کریگا جیسے سنت فجر اور تحیۃ المسجد کی تو نیت دونون کی طرف سے کافی ہوگی یعنے دونون کا ثواب پاویگا ولو نافلۃ وجنازۃ فنافلۃ اور اگر نفل اور جنازہ کی نیت کریگا تو نفل ہوگی اسلیے کہ نفل حقیقت مین

یا مجرا اور نماز جنازہ ... ولو نوی القضاء بنیۃ النفل الا بہ یغیر نیت ... اور نماز باطل نہیں ہے آگر تقیید کی نیت سے بیشک دوسری نیت سے تغیر نہیں ہوئی ایک شخص نے فرض شروع کیا پھر یہ نیت کی کہ فرض کو قطع کرتا ہوں نفل پڑھتا ہوں تو جبتک نیت نفل کے بعد اللہ اکبر نہ کہیگا تب تک اسکا فرض باطل نہ ہوگا اور نیت میں ... سے یہ نکلا کہ اگر پہلی نیت کے موافق نیت کرلیا مثلاً ظہر کی ایک رکعت پڑھکر پھر نئے ظہر کی نیت ... بیان ہے پس کیفے ہو گا کہ وہ پہلی رکعت باطل ہوگی کذا فی الطحطاوی ... فی صلوۃ المسبوق ہے اور اگر نیچ نماز میں روزہ کی نیت کی تو درست ہے طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ جب نماز میں مشغول ہوا سکے اندر دوسری چیزوں میں مصروف نہ ہو

باب صفۃ الصلوۃ

یہ باب ہے نماز کی کیفیت میں شروع فی المشروط بعد بیان الشروط شروع ہے مشروط کے بیان میں بعد شرطوں کے بیان کے یعنی اول نماز کی شرطوں کا بیان ہوا اب خود نماز کا بیان شروع ہوتا ہے ہی لغۃ مصدر و عرفاً کیفیۃ مشتملۃ علی فرض و واجب و سنۃ و مندوب صفت لغت میں مصدر ہے یعنے جسکے معنی ہیں بیان کرنا اس چیز کو جو موصوف میں ہوا اور عرف میں صفت وہ کیفیت ہے جو شامل ہو فرض اور واجب اور سنت اور مستحب پر ہم یہ تعریف عرفی مطلق صفت کی نہیں بلکہ خاص صفت نماز کی ہے ... اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صفت نماز سے مراد صفت اجزاء نماز ہے کہ بعض اجزا فرض ہیں اور بعض واجب اور بعض مسنون اور بعض مستحب من فرائضہا التی لا تصح بدونہا التحریمۃ قائماً نماز کے ان فرضوں میں سے جنکے بدون نماز درست نہیں ہوتی ایک تکبیر تحریمہ ہے حالت قیام میں ہم تحریمہ سے مراد ذکر خالص ہے مثل اللہ اکبر تحریم کے معنی ہیں کسی چیز کا حرام کرنا اور چونکہ تحریمہ سے بعد نماز کے پر کلام وغیرہ مباح چیزیں حرام ہو جاتی ہیں اسلیے اسکا نام تحریمہ ہوا اور فرائض میں یہ قید جو شارح نے لگائی کہ جنکے بدون نماز درست نہیں ہوتی یہ ظاہر کرنیوالی صفت ہے کیونکہ فرضوں میں ایسا کوئی نہیں جسکے بدون نماز صحیح ہوتی ہو اور تحریمہ دالنے قیام میں چاہیے اس سے معلوم ہوا کہ اگر امام کو رکوع میں پایا اور اللہ اکبر کہا تو اگر کھڑے ہونیکے قریب تھا تو نماز صحیح ہوگی اور جھکنے کے قریب تھا تو درست نہ ہوگی اور اسکو پہلی شرطوں کے ساتھ اسلیے ذکر کیا کہ تحریمہ نماز کے ساتھ ایسی ملی ہے جیسے دروازہ گھر سے کذا فی الشامی والطحطاوی وہی شرط فی غیر جنازۃ علی القادر بہ یفتی اور تکبیر تحریمہ شرط ہے جنازے کے سوا اور نماز میں اور فرض ہے قدرت والے پر نیفے گونگے اور امی پر اللہ اکبر کہنا فرض نہیں بلکہ جو کہہ سکتا ہے وہ فرض ہے اسی پر نیفے تحریمہ کی شرط ہونے پر فتوی ہے نہ رکن ہونے پر جو قول ہے امام محمد رح کا جنازے کو اسلیے استثنا کیا کہ اسمیں یہ تکبیر رکن ہے مثل اور تکبیروں کے کذا فی الشامی فیجوز بناء النفل علی النفل وعلی الفرض وان کرہ جب تحریمہ شرط ہے تو درست ہے ایک نفل کی بنا دوسری پر اور نفل کی بنا فرض پر اگرچہ مکروہ تحریمی ہے ... چونکہ تکبیر تحریمہ رکن نہیں تو اگر ایک دوگانہ نفل کے بعد دوسرے کیلیے کھڑا ہو گیا تو دونوں صحیح ہونگے اگر تکبیر تحریمہ رکن ہوتی تو دوسری نفل بسبب ... غیر رکن ہونیکے جائز نہ ہوتی اور فرض پر بناء نفل اسلیے جائز ہوئی کہ فرض قوی ہے قوی پر بنا ضعیف کی ہو سکتی ہے اسکا عکس صحیح نہیں اور وجہ مکروہ ہونے کی ان دونوں صورتوں کی یہ ہے کہ اول تو سلام میں تاخیر ہوتی ہے دوسرے ابتدا دوسرے نفل کی تحریمہ سے نہیں ہوتی کذا فی الشامی والطحطاوی لا فرض علی فرض او نفل علی الظاہر نہیں جائز ہے بنا فرض کی دوسری فرض پر یا نفل پر بموجب ظاہر مذہب کے ہم اسمیں یہ بحث ہے کہ جب تکبیر تحریمہ شرط ہے تو چاہیے یوں تھا کہ ہر نماز کی بنا دوسرے پر جائز ہوتی جیسے کسی نماز کی طہارت سے مثلاً دوسری نماز درست ہے اسیطرح اور شرطوں کا حال ہے کہ انمیں خصوصیت خاص نماز کی نہیں ... ایک فرض کی دوسری کیلیے کافی کیلیے نہیں اسکا جواب یہ ہے کہ فرضوں میں اسمیں اور جدا ہونا مطلوب ہے تاکہ عبادت علحدہ ہو تو اگر ایک کی بنا دوسرے پر ہو تو دونوں مل کر ایک عبادت ہو جائینگی جو خلاف مقصود ہے ولاتصالہا بالارکان روعی لہا الشروط اور بسبب متصل ہونے تکبیر تحریمہ کے ارکان نماز کے ساتھ مراعات کی گئی اسکے لیے شرطوں کی ہم یہ جواب ہے ایک سوال مقدر کا اسکی تقریر یہ ہے کہ اگر تکبیر تحریمہ شرط ہے تو اسکے لیے شرطوں کی رعایت کیوں کی گئی ہے شرطیں تو ارکان میں ہوتی ہیں شارح نے جواب دیا کہ تکبیر میں طہارت اور استقبال قبلہ وغیرہ شرطوں کی رعایت اسلیے ہے کہ تکبیر متصل ہے قیام سے جو رکن ہے نماز کا یعنے جو شرطیں رکن میں ملحوظ نہیں وہ

بوجہ اتصال تکبیر میں ملحوظ ہوئی ہیں یہ نہیں کہ خود تکبیر کے رکن ہونے کی جہت سے ملحوظ ہوئی ہوں وفا منعہ الزیلعی اور زیلعی نے تکبیر تحریمہ کے لیے شرائط کی مراعات کا انکار کیا ہے یعنی امام شافعی جو اسکے رکن ہونے کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ جو شرطیں نماز کی ہیں وہی تکبیر کے لیے ہیں انکے جواب میں زیلعی نے کہا ہے کہ یہ کہاں ہے کہ جو شرطیں نماز کے لیے ضرور ہیں وہی تکبیر کے لیے ہوں مثلاً ایک شخص نے نجاست کو اٹھائے تکبیر تحریمہ کی اور تحریمہ سے فارغ ہو کر نجاست ڈال دی یا شرمگاہ کھولے تحریمہ کی اور تحریمہ کے بعد تھوڑی سی حرکت سے شرمگاہ چھپالی تو نماز درست ہوگی حالانکہ نماز میں یہ امور مفسد نماز ہیں تو شرائط نماز کی رعایت تحریمہ میں نہیں ثم رجع الیہ بقولہ ولئن سلم پھر زیلعی نے مراعات شروط کی طرف رجوع کیا اپنے اس قول میں کہ اگر مراعات شروط نماز تحریمہ میں مان لیجائے تو ہم یہ کہینگے کہ یہ مراعات اسلیے نہیں کہ تحریمہ رکن نماز ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ ادا نماز تحریمہ سے متصل ہے طحطاوی نے کہا کہ شارح نے جو زیلعی کا رجوع قرار دیا تو اسمین کلام ہے اسلیے کہ یہ قول بر سبیل فرض و تنزل ہے نہ بطور یقین اور جزم اور رجوع دوسرا کہلاتا ہے نہ یہ البتہ نے التلویح لتقدیم المنع علے التسلیم اوسکے ہاں تلویح میں ہے کہ مراعات شروط کے نکرنے کو رعایت شرائط کے مان لینے پر ترجیح دینا بہتر ہے یعنے یہی اچھا ہے کہ تحریمہ میں مراعات شروط نماز کا انکار کیا جاسے ورنہ جو صورتیں زیلعی نے لکھی ہیں وہ بن نہ سکینگی طحطاوی نے کہا کہ جب شارح نے زیلعی کے قول کو بلفظ رجوع بیان کیا تو اس سے یہ نکلتا تھا کہ شاید وہی قول معتمد ہوگا اسلیے تلویح کے اس جملے سے اس وہم کو دور کر دیا لکن لقول لاحتیاط خلافہ مگر ہم یہ کہتے ہیں کہ احتیاط اسکے خلاف ہے یعنے ہرچند تلویح کے قول سے ترجیح عدم مراعات کی معلوم ہوتی ہے مگر احتیاط کی صورت یہ ہے کہ مراعات شروط کو مان لیا جاسے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر عبارت بحر الرائق اور نہر الفائق اور منح الغفار سے یہی ہے کہ عدم مراعات پر اعتماد ہے وعبارۃ البرہان وانما اشترط لہا ما اشترط للصلوٰۃ لا باعتبار کونہا بل باعتبار اتصالہا بالقیام الذی ہو رکنہا اور عبارت برہان کی یہ ہے کہ تحریمہ کے لیے جو وہ چیز شرط ہوئی جو نماز کے لیے ہے تو وہ باعتبار تحریمہ کے رکن ہونے کی نہیں بلکہ اس لحاظ سے ہے کہ تحریمہ قیام سے متصل ہے جو نماز کا رکن ہے ومنہا القیام بحیث لو مد یدیہ لا ینال رکبتیہ اور ایک فرض نماز جسکے بدون نماز نہیں ہوتی کھڑا ہونا ہے اسطرح کہ اگر کھڑا ہوا اپنے دونوں ہاتھ پھیلا تو اسکے دو گھٹنوں کو نہ پہونچیں یعنے اگر نماز میں خوب سیدھا ہوگا کسیقدر جھکا ہوگا تو فرض ادا ہو جائیگا لیکن جب اتنا جھکیگا کہ ہاتھ گھٹنوں کو لگجائیں تو فرض ادا نہوگا ومفروضہ وواجبہ ومسنونہ ومندوبہ بقدر القرأۃ فیہ اور مقدار قیام کے فرض اور واجب اور مسنون اور مستحب ہونے کی تحصیر اسکے اندر قرأت کی مقدار پر ہے یعنے قیام مقدار ایک آیت کی فرض ہے اور بقدر سورۂ فاتحہ اور دوسری صورت یا تین چھوٹی آیتوں کے واجب ہے اور وتر میں اتنا قیام جسمیں سورۂ اعلے اور کافرون اور اخلاص پڑھی جاسے مسنون ہے اور صبح میں طوال المفصل کے پڑھنے کی قدر مستحب ہے غرضکہ نماز میں جسقدر قرأت فرض یا واجب وغیرہ ہے اسیقدر قیام بھی فرض و واجب وغیرہ ہے فلو کبر قائما فرکع ولم یقف صح لان ما اتے بہ من القیام الی ان یبلغ الرکوع یکفیہ قنیۃ پس اگر کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہا اور رکوع کیا اور اللہ اکبر اور رکوع کے درمیان میں وقف نہیں کیا تو قیام صحیح ہو گیا اسلیے کہ جتنا قیام اسنے رکوع میں پہونچنے تک کیا اسی قدر کافی ہے کذا فی القنیۃ ھم یعنے رکوع میں جھکنے کے وقت بھی جب تک گھٹنوں تک ہاتھ نہ پہونچینگے قیام ہی میں داخل ہے طحطاوی نے کہا کہ یہ صورت اس شخص کے حق میں ممکن ہے جسپر قرأت نہو جیسے امی یا مقتدی جو امام کو رکوع میں پاوسے یا کہ وہ ادھر فرض قرأت پر اقتصار کرے شلاثم انظر ہل یلحق فی فرض ولحق بہ کنذر وسنۃ فجر فی الاصح قیام فرض ہے فرض نماز میں اور جو فرض سے ملحق ہے چنانچہ نماز نذر سنت فجر صحیح تر قول میں یعنے فجر کی سنتیں بعضوں کے نزدیک واجب ہیں تو انکے وجوب کی رعایت سے جو انکو مسنون کہتے ہیں وہ بھی قیام کو انمیں فرض کہتے ہیں خلاصہ میں ہے کہ فجر کی سنتیں بدون عذر کے بیٹھ کر جائز نہیں بالاجماع چنانچہ یہی روایت ہے حسن کی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے لقادر علیہ وعلے السجود قیام فرض ہے اس شخص پر جو قادر ہو قیام پر اور سجدہ پر فلو قدر علیہ دون السجود ندب ایماؤہ قاعدا پھر اگر صرف قیام پر قادر ہو نہ سجدہ پر تو مستحب ہے اشارہ سے پڑھنا بیٹھ کر اسلیے کہ قیام ذریعہ ہے سجدہ کا جب اصل پر قدرت نہیں

برخلاف اصل عبادت سجدہ ہے اور قیام اسکا وسیلہ ہے اور وسیلہ مقصود ... وہ تنہا بدون قیام عبادت ہو سکتا ہے جیسے سجدہ تلاوت

تو ذرا بیٹھ کر بھی ترک کرے تو جائز ہی اسلئے کہ اس مسئلہ میں اشارہ ہے کہ کھڑے ہو کر پڑھنا بھی جائز ہو اور اگر بیٹھ کر پڑھے تو سجدہ کے واسطے قصد نہ
اشارہ سے جائز ہی پڑھنا مستحب ہی اس شخص کے واسطے کہ سجدہ کر سکتا ہو اسکو نہیں چاہئیے کہ یہ شخص بیٹھکر یا سجدہ سے اشارہ کر کے سجدہ کرے

ومنصوبۃ ای تحیت سجدہ ساقط ہو تو قیام بھی ساقط ہو اکذا فی الحلبی وفی تحیۃ التحفۃ ولمن ابتلی بمرض اذا قام سلس بولہ او جرح او رعاف وصار
او ضعیف عن القراءۃ اصلاً او عن صوم رمضان او کبیر لازم ہو تو بیٹھکر پڑھے مثلاً کھڑے ہونے سے کسی شخص کا زخم بہنے لگے یا پیشاب
جاری ہو جائے یا چوتھائی شرمگاہ کھل جائے یا قراءت سے بالکل عاجز ہو جائے یعنے قدر فرض بھی نہ پڑھ سکے یا قیام کی سبب سے رمضان
کے روزہ سے عاجز ہو تو ان صورتوں میں بیٹھکر پڑھے کیونکہ کھڑے ہونے سے یا طہارت جاتی رہیگی یا ستر یا قراءت یا روزہ اور انکا کوئی بدل نہوگا
اور قیام کو ترک کرنے سے بیٹھنے اسکو فیہ ہو جائیگا ولو اضعفہ عن القیام الخروج الی جماعۃ صلی فی بیتہ قائماً بہ یفتی خلافاً للاشباہ اور اگر جماعت
کے لیے نکلنا نمازی کو قیام سے عاجز کردے یعنے جماعت میں جانے سے اتنی طاقت نہیں رہتی کہ پھر کھڑا ہو کر جماعت کا شریک ہو تو اپنے گھر میں کھڑا
ہو کر نماز پڑھ لے جماعت میں نجاوے اسی کا فتوے ہی اسلیے کہ قیام فرض ہی اور جماعت سنت موکدہ تو اسکے لیے فرض کو نہ چھوڑنا چاہیے
بخلاف قول اشباہ کے جو اشباہ میں مجتبیٰ سے اسکی تصحیح کی ہی کہ جماعت کے لیے جاوے اور بیٹھکر شریک ہو ومنہا القراءۃ لقادر علیہا کما سیجئ اور ایک
فرض نماز کا قراءت ہی اس شخص کے لیے جو قراءت پر قادر ہو چنانچہ فصل آئندہ میں مذکور ہوگا وہی رکن زائد عند الاکثر اور قراءت رکن زائد ہی اکثر فقہا کے
نزدیک ہر رکن کی دو قسمیں ہیں ایک اصلی اور ایک زائد رکن اصلی وہ ہی کہ بدون ضرورت اور بدون عوض کے ساقط نہیں ہوتا مثل قیام کے
اور زائد وہ ہی کہ بدون موجود ہونے ضرورت کے بھی بعض صورتوں میں ساقط ہو جاتا ہی اور اسکا کوئی قائم مقام بھی نہیں ہوتا جیسے قراءت لسقوطہ
بالاقتداء بلا خلف بسبب ساقط ہونے اس رکن کے مقتدی ہونے سے بدون نائب کے یعنے مقتدی سے قراءت ساقط ہو جاتی ہی اور اسکا خلیفہ کچھ
نہیں ہوتا بخلاف اور ارکان کے کہ اگر وہ ساقط ہوتے ہیں تو دوسری چیز انکا عوض ہوتی ہی مثلاً جس شخص پر سے رکوع اور سجدہ ساقط ہو جاتا ہی تو اشارہ
ان دونوں کا قائم مقام ہوتا ہی مریہاں یہ اعتراض ہی کہ رکن وہ ہی جو داخل ماہیت ہو تو وہ زائد کیسے ہو سکتا ہی اسکا جواب یہ ہی کہ رکن ہونا اور حالتیں
ہی اور زائد ہونا دوسری حالت میں یعنے جب ایسی حالت ہو کہ قراءت ہونے سے نماز ہوتی ہو اور نہونے سے نہوتی ہو تب تو اسکو رکن کہینگے جیسے تنہا نماز
پڑھنا اور جب ایسی حالت ہو کہ قراءت کے نہونے سے نماز ہو جاتی ہی تو اسوقت اسکو زائد کہینگے کذا فی الطحطاوی والشامی ومنہا الرکوع بحیث لو مد یدیہ
نال رکبتیہ اور ایک فرض نماز کا رکوع ہی یعنے اسطرح جھکنا کہ اگر اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دے تو دونوں زانو کو پکڑ لے اس سے معلوم ہوا کہ صرف سر کا
جھکانا رکوع میں کافی نہیں اور یہ صورت کھڑے ہو کر رکوع کرنے کی ہی اور اگر بیٹھکر رکوع ہو تو پیشانی مقابل زانو کے آجانی چاہیئے کذا ذکرہ
ابو السعود ومنہا السجود بجبہتہ وقدمیہ ووضع اصبع واحدۃ منہا شرط اور ایک فرض نماز کا سجدہ کرنا ہی اپنی پیشانی اور دونوں قدموں سے اور ایک
انگلی کا لگانا دونوں پاؤں سے شرط ہی سجدہ کے درست ہونے کے لیے یعنے اگر دونوں پاؤں زمین سے بالکل اٹھے رہینگے تو سجدہ درست نہوگا
وتکرارہ تعبد ثابت بالسنۃ کعدد الرکعات اور مکرر کرنا سجدہ کا متعلق عبادت ہی حدیث سے ثابت ہی مثل رکعتوں کے شمار کے یعنے سجدہ کے
دوبارہ کرنے کی کوئی وجہ عقلی نہیں صرف متعلق بعبادت ہی اور بعضوں نے کہا کہ دوبار سجدہ شیطان کی مخالفت کرنے کے لیے ہو اکہ اس نے
ایکبار نکیا ہم دوبار کرتے ہیں بحر الرائق میں کہا کہ آیت قرآنی سے سجدہ کا تکرار نہیں مفہوم ہوتا مگر حدیث اور اجماع سے ثابت ہوا جیسے شمار رکعات
نہیں دونوں سے ثابت ہی ومنہا القعود الاخیر اور ایک فرض نماز کا قعدہ اخیرہ ہی والذی یظہر انہ شرط لانہ شرع للخروج کالتحریمۃ للشروع اور جو بات ظاہر ہی
یہ ہی کہ قعدہ اخیرہ شرط ہی اسلیے کہ وہ مشروع ہوا ہی نماز سے خارج ہونے کو جیسے تکبیر تحریمہ مشروع ہوئی ہی نماز کے شروع کرنے کو یعنے قعدہ اخیرہ مقصود

بالذات نہیں ذریعہ خروج ہی طحطاوی نے کہا کہ یہ علت شرط ہونے کے لیے کافی نہیں کیونکہ قیام بھی ذریعہ سجدہ کا ہی حالانکہ وہ رکن ہی نہ شرط ثم قعدہ
اخیرہ مین اختلاف ہی بعض کے نزدیک یہ رکن اصلی ہی اور بعض کے نزدیک شرط اور بعض کے نزدیک رکن زائد پھر اسمین بھی اختلاف ہی کہ فرض ہی یا واجب
مگر صحیح یہی ہی کہ فرض ہی اور رکن ہی وصحح فی البدائع انہ رکن زائد یحنث بمن حلف لا یصلی بالرفع من السجود اور بدائع مین تصحیح کی ہی اس بات کی کہ قعدہ اخیرہ
رکن زائد ہی اسوجہ سے کہ اگر کوئی قسم کھائے کہ نماز نہیں پڑھیگا تو اسکی قسم سجدہ سے سر اٹھانے پر ٹوٹ جاتی ہی اگر قعدہ اخیرہ رکن اصلی ہوتا تو جبتک وہ نہو چکتا
قسم نہ ٹوٹتی وفی السراجیۃ لا یکفر منکرہ اور سراجیہ مین ہی کہ قعدہ اخیرہ کا منکر کافر نہین شامی نے کہا کہ مراد منکر سے اسکی فرضیت کا منکر ہی اسلیے کہ بعض کے نزدیک
قعدہ اخیرہ واجب ہی اور اگر اسکی اصل مشروع ہونے کا منکر ہوگا تو کافر ہوجانا چاہیے کیونکہ اسکا ثبوت حق ہی بالاجماع قدر ادنی قراءۃ التشہد الی عبدہ ورسولہ
بلا شرط موالاۃ وعدم فاصل قعدہ اخیرہ فرض ہی مقدار کم سے کم تشہد پڑھنے کی عبدہ ورسولہ تک بدون شرط پیہم بیٹھنے اور فاصلہ نکرنے کے یعنی قعدہ
اخیرہ اتنی دیر کا صحیح ہوگا جسمین جلد جلد صحت الفاظ کے ساتھ التحیات پوری عبدہ ورسولہ تک پڑھ سکے اور اسقدر بیٹھنے مین پیہم ہونا اور فاصلہ نکرنا شرط
نہین لما فی الولواجیۃ صلی اربعا وجلس لحظۃ فظنہا ثلاثا فقام ثم تذکر فجلس ثم تکلم فان کان الجلستین قدر التشہد صحت والا لا موالات کی شرط اسلیے
نہین کہ ولواجیہ مین یہ مسئلہ ہی کہ ایک شخص چار رکعتین پڑھکر ایک لحظہ بیٹھا پھر انکو تین رکعتین سمجھکر اٹھا پھر یاد کرکے بیٹھ گیا پھر بول پڑا تو اگر دونون بار کا
بیٹھنا مقدار التحیات کے ہوگا تو نماز اسکی صحیح ہوگی اور اگر اسقدر نہوگا تو صحیح نہوگی تو دیکھو اس صورت مین بیٹھنا پیہم نہین ہی بیچ مین اٹھنا بھی
موجود ہی ومنہا الخروج بصنعہ کفعل المنافی لہا بعد تمامہا وان کرہ تحریما اور ایک فرض نماز سے باہر ہونا نمازی کا ہی اپنے کام سے چنانچہ ایسا کرنا وہ
کام جو مخالف ہی نماز کے بعد پورا ہونے ارکان نماز کے اگرچہ ایسا کام کرنا مکروہ تحریمی ہی ہم مراد خروج سے بذریعہ اپنے فعل کے سلام پھیرنا ہی
لفظ السلام کہنا واجب ہی اور اسکی جگہ دوسرا فعل قصدا مخالف نماز کرنا مثل کھانے اور پینے اور باتین کرنے کے مکروہ تحریمی ہی بسبب ترک کرنے
واجب یعنی لفظ سلام کے اگرچہ نماز فاسد نہین ہوتی اور نماز کی تمامی کی قید اسلیے لگائی کہ اگر ایسا فعل قبل تمامی کے ہوگا مثلا قعدہ سے پیشتر تو وہ بالاتفاق
نماز کا مفسد ہوگا کذا فی الطحطاوی والشامی والصحیح انہ لیس بفرض اتفاقا قالہ الزیلعی وغیرہ واقرہ المصنف وفی المجتبی وعلیہ المحققون اور صحیح یہ ہی کہ
خروج بصنعہ فرض نہین بالاتفاق امام اور صاحبین کے کہا ہی اسکو زیلعی وغیرہ نے اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے اور مجتبی مین ہی کہ اسی پر
ہین تحقیق والے ہم اپنے فعل کے ساتھ نماز سے باہر آنا امام اعظم رح سے صراحۃ نہین ثابت ہی کہ فرض ہی بلکہ احمد بن حسین بردعی نے اکثر بارہ مسئلون
سے جو مفسدات نماز کے بیشتر مذکور ہین اور جنمین بعد تمامی ارکان نماز کے امام اعظم کے نزدیک نماز باطل ہوتی ہی اور صاحبین کے نزدیک نہین ہوتی یہ
نکالا کہ خروج بصنعہ امام کے نزدیک فرض ہی حالانکہ بردعی کی رائے غلط ہی کیونکہ ان مسائل مین نماز کا باطل ہونا اسوجہ سے نہین کہ خروج بصنعہ نہ پایا
گیا تو ایک فرض چھوٹ گیا بلکہ اسوجہ سے بطلان ہی کہ نماز کے اندر ایسے عوارض پیش ہوتے ہین جیسے فرض اور کا اور ہوجاتا ہی چنانچہ معلوم ہوگا کذا
فی الشامی وبقی من الفروض تمییز المفروض اور باتین سے جو فرض مذکور کیے انمین اتنے فرض اور باقی رہے اول جدا کرنا مفروض کا امام حلبی نے کہا کہ تمییز مفروض سے
یہ غرض ہی کہ جتنی نمازین اسپر فرض ہین انکو تمییز کرے انسے جو فرض نہین یہانتک کہ اگر کوئی شخص پانچ نمازون کے فرض ہونے کو نجانتا ہو مگر اسنے
اوقات مین انکو پڑھ لیا کرتا ہو تو یہ پڑھنا اسکو کافی نہوگا اور طحطاوی نے تمییز مفروض کے یہ معنی لکھے ہین کہ سجدہ ثانیہ کو پہلے سجدہ سے جدا کرے
یعنے سجدہ اول فرض ہی تو دوسرے کو اس سے جدا کرنا چاہیے اسطرح کہ دونون کے بیچ مین سر اٹھاوے اگر بدون سر اٹھانے کے سجدہ ثانیہ ادا
کریگا تو نماز نہوگی و ترتیب القیام علی الرکوع والرکوع علی السجود والقعود الاخیر علی ما قبلہ دوسرا فرض جو باقی رہنے بیان نہ کیا ترتیب ہی نماز کے
ارکان مین یعنے مقدم کرنا قیام کا رکوع پر اور رکوع کا سجدہ پر اور موخر کرنا قعدہ اخیرہ کا اسکے پیشتر کے ارکان سے حلبی نے کہا کہ اگر مثلا کوئی

سب کو ایک طرح پر بیان کرتے تو اچھا ہوتا یعنی یون کہنا کہ تقدیم قیام کی رکوع پر ... رکوع کی سجدہ پر اور سجدہ کی قعدہ اخیرہ پر پس اگر اس ترتیب کے خلاف
کر لیگا تو نماز فاسد ہو جاویگی کذا فی الشمنی وہی ما تمام الصلوٰۃ تیسرا فرض جو ان کے بیان سے رہ گیا نماز کو پورا کرنا ہے یعنی ایسی طرح ادا کرنا کہ کوئی فرض
نہ چھوٹے ہم شامی نے ابو السعود سے نقل کیا کہ شارح کے اس قول کے بعد کہ قعدہ اخیرہ کو ماقبل کے ارکان سے موخر کرنا اسکی حاجت نہیں کیونکہ
کے تمام کو جبکہ فرض کیا جاوے تو بیشک اس سے تمام نماز کا خود لازم آتا ہے والانتقال من رکن الی آخر چوتھا فرض ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف جانا ہے
ومتابعتہ لامامہ فی الفروض پانچواں فرض اپنے امام کی پیروی ہر فرضون کے اندر یعنے ہر رکن مین امام کے ساتھ یا اسکے بعد شریک ہو اس سے پیشتر ادا کرے
ورنہ نماز نہو گی اور فرضون کی قید اسلیے لگائی کہ اگر واجب اور سنت نمازون مین متابعت ترک کریگا تو نماز فاسد نہو گی کذا فی الشامی وصحۃ صلوٰۃ امامہ
فی رایہ چھٹا فرض یہ ہے کہ اپنے عقیدہ مین اپنے امام کی نماز کو صحیح جانتا ہو مثلاً شافعی مذہب امام نے اپنی ناکر دیا عورت کو چھو لیا اور اسکے پیچھے کسی حنفی نے
اقتدا کیا تو حنفی کی نماز درست ہو گی کیونکہ اسکے نزدیک یہ دونون باتین ناقض وضو نہین وعدم تقدمہ علیہ ساتوان فرض مقتدی کا آگے نہ بڑھنا ہے
امام پر یعنے ایڑیان امام سے آگے قبلہ کی جانب نہ بڑھین وعدم مخالفتہ فی الجہۃ آٹھوان فرض جہت مین امام کے مخالف نہونا یعنے اقتدا اور
اوسکے وقت یہ نجانتا ہو کہ امام کا منہ اور طرف ہے ورنہ نماز نہو گی چنانچہ پہلے گذر چکا وعدم تذکر فائتۃ وعدم محاذاۃ امرأۃ بشرطھما نوان
فرض نہ یاد ہونا قضا نماز کا ہے اور دسوان فرض نہ برابر ہونا کسی عورت کا بموجب شرطان دونون کے یعنے قضا کے نہ یاد ہونے کی فرضیت مین
یہ شرط ہے کہ نمازی صاحب ترتیب ہو اور وقت مین گنجایش ہو اور عورت کے برابر نہونے مین وہ شرط ہے جو امامت کے بیان مین مذکور ہو گی وتعدیل
الارکان عند الثانی والائمۃ الثلاثۃ گیارھوان فرض ارکان نماز مین تعدیل ہے امام ابو یوسف اور باقی تین امامون شافعی اور مالک اور احمد کے
نزدیک ہم تعدیل لغت مین برابر کرنے کو کہتے ہین اور شرعاً اعضا کا ساکن کرنا رکوع اور سجدہ اور قومہ اور جلسہ مین یعنے ان ارکان کو اطمینان کے ساتھ
ادا کرنا چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا قال العینی وعلیہ الحذاق واقرہ المصنف وبسطناہ فی الخزائن عینی نے کہا اور تعدیل ارکان کا فرض ہونا ہی مختار ہے
اور اسکو مصنف نے ثابت رکھا ہے اور ہمنے خزائن الاسرار مین مفصل لکھا ہے وشرط فی ادائہا ای ہذہ الفرائض اور شرط ہے ان فرائض یعنی
ارکان کے ادا کرنے کے لیے اختیار یعنے بیداری ہم شرط بصیغہ مجہول ماضی ہے اسکا نائب فاعل لفظ الاختیار بعد نظم کے مذکور ہے قلت وبلغت ثمانیۃ عشرین
وقد نظم الشرنبلالی فی شرحہ للوہبانیۃ للتحریمۃ عشرین شرطاً ولغیرہا ثلاثۃ عشر فقال مین کہتا ہون کہ اس شرط اختیار کے ساتھ شرطین بجاے
بیس یعنے اکیس ہو گئین اور شرنبلالی نے اپنی شرح وہبانیہ مین تحریمہ کے لیے بیس شرطین اور اسکے سوا باقی نماز کے لیے تیرہ شرطین نظم کی
ہین چنانچہ کہا ہے ؏ شروط التحریم حظیت بجمعہا ٭ مضمنۃ حسناً بالدرر تبہر ٭ شرطین جو تکبیر تحریمہ کی بہرہ در ہوا مین انکے اکھٹا کر دینے سے
حالانکہ وہ شرطین آراستہ ہین خوبی سے اور زمانہ مجبر چکتی ہین ؏ دخول لوقت واعتقاد دخولہ ٭ وستر وطہر والقیام المحرر ٭ وہ شرطین یہ ہین
داخل ہونا وقت فرض کا اور اعتقاد یا غلبہ ظن وقت کے داخل ہونے کا کیونکہ دخول وقت مین شک کرکے شروع کریگا تو کافی نہوگا اور ستر عورت اور
طہارت حدث سے اور بدن اور کپڑے اور مکان کی نجاست سے اور قیام تنقیح کیا ہوا یعنے قدرت والے کے لیے اسطرح کھڑا ہونا کہ ہاتھوں سے گھٹنے
نہ پکڑ سکے ؏ ونیۃ اتباع الامام ولفظہا ٭ وتعیین فرض او وجوب فیذکر ٭ اور نیت امام کی متابعت کی مقتدی کے حق مین اور بولنا تکبیر کا ایسی
طرح کہ اپنے آپ اچھی طرح سن سکے اور معین کرنا فرض یا واجب کا نیت مین کہ ظہر ہے یا عصر ادا ہے یا قضا پھر نمازی ذکر کرے یعنی اگلے شعر مین جو ذکر کیا ہے
مذکور ہے اسکو منہ سے ادا کرے ؏ بجملۃ ذکر خالص عن مرادہ ٭ وبسملۃ عرباً وان ہو یقدر ٭ بولنے ایک جملہ ذکر کا جو خالص ہو اسکی حاجت سے جیسے اللہ اکبر
اس سے معلوم ہوا کہ اگر اللہم اغفرلی کہیگا تو تحریمہ درست نہو گی کیونکہ یہ جملہ خالی حاجت سے نہین اور خالص ہو وہ جملہ بسم اللہ سے کہ بسم اللہ سے بھی

تحریمہ صحیح نہیں چنانچہ بناپہ میں ہے اور وہ جملہ عربی ہو اگر نمازی عربی پر قادر ہو اور اگر عاجز ہوگا تو فارسی جملہ بھی تحریمہ صحیح ہے شامی نے کہا کہ آگے آویگا کہ شروع
کرنا نماز کا سوائے عربی زبان کے بھی درست ہے بالاتفاق اگرچہ نمازی عربی پر قادر ہو ہاں فارسی میں قرأت صحیح نہیں ہے وعن ترک ہاء الہاء جلالۃ و عن
مد ہمزات و باء باکبر اور خالی ہو لفظ اللہ اکبر حذف کرنے سے ہاء کی یعنی الف دوم لفظ اللہ کے اور خالی ہو حذف کرنے ہاء لفظ اللہ سے اور خالی ہو دونوں ہمزوں
کے مد سے یعنی نہ اللہ کے ہمزہ پر مد ہو نہ اکبر کے اور خالی ہو اکبر کی ب کے مد سے کہ ان باتوں سے معنی بگڑ جاتے ہیں سے وعن فاصل فعل کلام مباین بین ذمن
سبق تکبیر مثلاً بعد نیۃ اور خالی ہو وہ جملہ بیچ میں آنے والے فعل نماز کے مخالف سے جیسے اگر نیت کے بعد کپڑے یا بدن سے کھیل کیا پھر تحریمہ کی تو درست نہوگی
اور خالی ہو کلام فاصل نماز کے مخالف سے مثلاً نیت کر کے کچھ کام دنیاوی کیا پھر اللہ اکبر کہا تو درست نہوگا اور خالی ہو اللہ اکبر کے پیشتر کہنے سے یعنی ایسا نہو کہ اول
اللہ اکبر کہے پھر نیت کرے ورنہ نیت صحیح نہوگی اور مثل تیرا ای مخاطب معذور رکھتا ہے یہ جملہ ناظم نے اپنے انکسار سے کہا کہ مخاطب اگر کوئی خلل الفاظ میں دیکھے تو ناظم کا عذر
قبول کرے کہ نظم میں تنگی الفاظ کی مجبوری ہو جاتی ہے سے فدونک ذی مستقبلا القبلۃ لعلک تحظی بالقبول و تشکر پس ان باتوں کو لے سیدھا باندھنے والا قبلہ
کیطرف یعنی شرط اخیر قبلہ رخ ہونا ہے بعید رہ اسلے کے حق میں تاکہ تو بہرہ پاوے ان اشعار کے قبول کا اور شکر گذار ہو اللہ تعالی کا کہ اُسنے ایسی نعمت دی یا شکر گزار ہو ناظم
کا کہ شروط متفرق کو نظم سے ایک جا کر دیا سے فجملتہا العشرون بل زید غیرہا ومن ناظمہا یرجو الجواد فیغفر تو مجموعہ ان شرطوں کا بیس ہوا بلکہ اُسکے سوا زیادہ بھی
کی گئی ہیں مثلاً مطلق نماز کی نیت اور اعتقاد طہارت کا اور تمیز مفروض اور نظم کرنے والا ان شرطوں کا توقع رکھتا ہے اللہ تعالی بہت جود کرنے والے سے کہ بھی
اسکی مغفرت فرمائیگا سے وازکی صلوۃ مع سلام لمصطفی وخیرۃ خلق اللہ للدین ینصر اور عمدہ درود و سلام کے ساتھ مخصوص ہے سرورکائنات حضرت
مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جو ذریعہ ہیں اللہ تعالی کی مخلوق کے اور دین کے مددگار ہیں سے واختار ابن امیر ذلک لغیرہا ثلثۃ عشر للمصلین تظہر
اور اضافہ کیا ہیں نے بعد بیان ان شرطوں کے تحریمہ کے سوا اور نماز کے لیے تیرہ شرطوں کو جو نمازیوں کے لیے ظاہر ہوتی ہیں سے قیام فی الفرض مقدار آیۃ
و القرأۃ فی ثنتین منہ تخیر اور وہ شرطیں یہ ہیں کھڑا ہونا تیرا بقدر ایک آیت کے فرض نماز میں اور جو فرض سے ملحق ہو یعنی واجب اور سنت فجر میں اور فرض کی دو
رکعتوں میں تیری قرأت لیکن تجکو اختیار دیا جاتا ہے کہ چاہے اول کی دو میں پڑھ چاہے پچھلی دو میں سے وفی رکعات النفل والوتر فرضہا و من کان موتما
فعن ترکہا یحظر اور نفل اور وتر کی سب رکعتوں میں قرأت فرض ہے اور جو مقتدی ہو وہ اس قرأت سے منع کیا جاتا ہے یعنی اسکے حق میں قرأت مکروہ تحریمی
ہے کیونکہ امام کی قرأت اسکی قرأت ہے بموجب حدیث کے ہم نفل کی سب رکعتوں میں قرأت اسلیے فرض ہوئی کہ ہر ایک دوگانہ اُسکا نماز علیحدہ ہے اور وتر
بھی مشابہ سنتوں کے ہے اس اعتبار سے کہ اسکے لیے اذان و تکبیر نہیں ہوتی کذا فی الشامی سے وشرط سجود فالقرار لجبہۃ وقرب قعود حد فصل محرر اور
سجدہ کی شرط پیشانی کا ٹھہر جانا ہے یعنی ایسی طرح کہ اگر نمازی مبالغہ کرے تو اسکا سر نیچے نہ جاوے جیسا رکھا تھا اُسی حالت پر رہے اس سے معلوم ہوا کہ
اگر چاول یا سوئر وغیرہ کے ڈھیر پر سجدہ کریگا جائز نہوگا ہاں اگر غلہ گون میں بھرا ہوگا تو درست ہوگا کیونکہ اس صورت میں قرار ممکن ہے اسیطرح روئی اور
گدیلے پر درست نہوگا لیکن اگر سر رکھنے سے زمین کی سختی محسوس ہوگی تو درست ہوگا اور بیٹھنے کے قریب ہو جانا حد فاصل دونوں سجدوں کی متحقق ہوتی
ہے یعنے ایک سجدہ کے بعد دوسرے کے لیے اتنا اٹھے کہ بیٹھنے کے قریب ہو جاوے تب نماز درست ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ بعض فقہا نے جو ذرا سا سر اٹھانے
کو حد ٹھہرایا ہے وہ قول صحیح نہیں ہے سے وبعد قیام فالرکوع فسجدۃ وثانیۃ فاصح عنہا مؤخر اور بعد قیام کے فرض رکوع ہے پھر سجدہ اور سارا ان فرض
ترتیب ہے جو ناظم کے قول بعد اور حرف فا سے سمجھی جاتی ہے اور دوسرا سجدہ پہلے سجدہ سے مؤخر کرنا صحیح ہے یعنے دونوں سجدوں میں ترتیب فرض
نہیں بلکہ واجب ہے اور دوسرے سجدہ کی تاخیر آخر نماز تک صحیح ہے سے علی ظہر کف او علی فضل ثوبہ اذا الطہر الارض انجاز مفتر جبکہ زمین پاک ہو تو اپنی
ہتھیلی پر یا اپنے کپڑے کی زیادتی پر مثلاً آستین یا دامن وغیرہ پر سجدہ کرنیکا جواز ثابت ہے ہم خلاصہ اس شعر کا آٹھویں فرض کا بیان کرنا ہے یعنی آٹھواں فرض

ہی دوسری جگہ کا پانی ہو تا ہو کہ سجدہ صحیح ہو یا نہ ہو کثرت سے بھیڑ سجدے کی حالت میں ترک سجدہ سے فساد ہو جاتا ہے تو سجدہ کرے تیسرا دوسری جگہ میں اور
اس شخص کی پشت پر جو نماز کے سجدہ میں تیرا شریک ہے حقیقت میں ہو اور ہمیشہ کے معاف ہے یہ بیان ہو چکا ہے کہ یعنی سجدہ پشت پر زمین سے اونچی
جگہ پر سجدہ اگر کثرت کی وجہ سے یا اور کسی عذر سے ہو تو معاف ہے اسی طرح اگر کثرت اژدحام کی وجہ سے نمازی کسی شخص کی پشت پر سجدہ کرے بشرطیکہ
وہ شخص بھی وہی نماز پڑھتا ہو جو نمازی پڑھتا ہے تو یہ بھی معاف ہے کذا فی الشامی سادسہا فرائض الصلوٰۃ و بقیتہا ورنیز فرض ملک مقدرہ اور آخر تیرا نماز کے افعال
کو جدا جدا ادا کرنا بھی فرض ہے کی تجدید مقرر ہے و ختم افعال الصلوٰۃ خروجہ بصنعہ فرض تحریمہ اور ختم کرنا ہے نماز کے افعال کو قعدہ کرنا نمازی کا اور
باہر آنا نماز سے بسبب اپنے فعل کے شیخ ہے شامی نے کہا کہ فی بمعنی باء ہے اور متعلق خروج ہے اور ضمیر صلوٰۃ کی طرف ہے الاختیار اسے الاستقلال
اور ادائے فرض کے لیے اختیار شرط ہے یعنی ہوش میں ہونا اور جاگنا ہے ایک نسخہ میں (وترتیب القیام و ادائہا الاختیار) ہے چونکہ متن کے قول میں (وترتیب فی ادائہا) گذر چکا ہے
تو شارح نے مکرر اس کا فضول ہے لیکن لیکن بسبب دور پڑ جانے قول متن کے اعادہ اسکا خالی فائدہ سے نہیں الوجہ و لو سجد و اباطل لاتصول اجزاء تو اگر رکوع کیا
یا سجدہ کیا بالکل غفلت کی حالت میں تو اسکا ادا ہو گا نہ غفلت اور بھول مخالف اختیار کے نہیں بلکہ سہو اسکے مخالف ہے چنانچہ متن کہتا ہے فان اتی بہا
اور یاطی یا بان قام او قرأ او رکع او سجد او قعد الاخیر نائما لا یعتد بما اتی بہ بل یعیدہ و لو القراءۃ و اما القعدۃ فعلی الاصح پس اگر ادا کیا سب فرائض کو یا انہیں سے
ایک کو سونے کی حالت میں اسطرح کہ سونے میں قیام کیا یا قرأت کی یا رکوع یا سجدہ یا قعدہ اخیرہ کیا تو جو رکن سونے میں ادا کیا وہ معتبر نہ ہوگا بلکہ
اسکو دوبارہ ادا کرے اگرچہ قرأت یا قعدہ ہو صحیح تر قول کے بموجب ہم قول نمبر اصح قرأت اور قعدہ کے باب میں فقیہ ابو اللیث کا قول ہے کہ انکے نزدیک یہ دونوں
رکن سونے کی حالت میں بھی معتبر ہوتے ہیں کذا فی الشامی و ان لم یعدہ تفسد لصدورہ لا عن اختیار فکان وجودہ کعدمہ و الناس عنہ غافلون اور
اگر جس رکن کو سوتے ہوئے ادا کیا اسکو نہ دہرا دیگا تو نماز فاسد ہو جاویگی بسبب صادر ہونے اس رکن کے بے اختیاری سے تو اسکا وجود اور عدم برابر
ہو گیا اور لوگ اس سے غافل ہیں یعنی ایسے ارکان کو دوبارہ نہیں پڑھتے جنکو سونے کی حالت میں ادا کیا ہو فلو اتی النائم برکعۃ تامۃ تفسد صلاتہ لانہ زاد
رکعۃ و ہی لا تقبل الرفض پھر اگر سونے والے نے ایک رکعت پوری ادا کی تو انکی نماز فاسد ہو جائیگی اسلیے کہ اسنے ایک رکعت زیادہ کر دی حالانکہ وہ رکعت
ترک کو قبول نہیں کرتی یعنی سونے میں جو رکعت ادا کی وہ غیر معتبر ہوئی اسکے عوض دوسری رکعت ادا کی تو اب پوری نماز میں ایک رکعت بڑھ گئی اور ایسا ہو نہیں سکتا
کہ قدر غیر معتبر کو ترک کر کے باقی کو صحیح کہا جاسے جیسے چار رکعتوں کی جگہ کوئی پانچ پڑھ دے تو نماز درست نہیں ہو سکتی اسی طرح یہ نماز بھی درست نہیں حق لو رکع
او سجد فنام فیہ اجزاءہ لحصول الرفع و الوضع بالاختیار اور اگر نمازی نے رکوع کیا یا سجدہ کیا اور رکوع یا سجدہ میں سو گیا تو اسکو کافی ہوگا واسطے پائے جانے
سر اٹھانے اور رکھنے کے اختیار کے ساتھ یعنی رکوع کے لیے جھکنا اور سر اٹھانا اور سجدہ کے لیے زمین پر سر رکھنا اور اٹھانا افعال اختیاری ہیں انکے بیچ میں سو جانا
مضر نہیں و لہا واجبات لا تفسد بترکہا اور نماز کے کچھ واجب ہیں جنکے ترک سے نماز فاسد یعنی باطل نہیں ہوتی ہم شارح نے لا تفسد سے قہستانی کے قول کو رد کیا
لہ دانستہ ذکر کیا ہے کہ واجب کے ترک سے نماز فاسد ہوتی ہے مگر باطل نہیں ہوتی وجہ رد یہ ہے کہ ائمہ فقہا عبادات میں فاسد اور باطل کو ایک ہی معنے میں
بولتے ہیں تو پھر اسکے کیا معنی کہ فاسد ہوتی ہے باطل نہیں ہوتی البتہ معاملات میں فاسد اور باطل جدا جدا معنی میں مستعمل ہیں فاسد انکو کہتے ہیں جس سے
کوئی وصف مرغوب جاتا رہے اور باطل وہ ہے جسمیں سے کوئی رکن مفقود ہو جاوے و تعاد وجوبا فی العمد و السہو ان لم یسجد لہ اور جس نماز میں واجب ترک ہوا ہو وہ
دوبارہ پڑھی جاسے بطور وجوب کے دانستگی میں اور بھول میں بشرطیکہ بھول کا سجدہ نہ کیا ہو یعنی اگر دانستہ واجب ترک کیا ہو یا سہو سے کیا مگر سجدہ سہو نہیں کیا
تو دونوں صورتوں میں اس نماز کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے و ان لم یعدہا یکون فاسقا آثما اور اگر اس نماز کو نہ دہراویگا تو فاسق اور گناہگار ہوگا اسلیے کہ ترک واجب
مکروہ تحریمی ہے اور مکروہ تحریمی کے ارتکاب سے فاسق اور گناہگار ہوتا ہے و کذا کل صلوٰۃ ادیت مع کراہۃ التحریم تجب اعادتہا اور اسیطرح جو نماز کراہت تحریمی کے ساتھ

اور کیجائے مثلاً بول یا براز کو بدقت روک کر یا جس کپڑے مین تصویر ہو اُسکو پہنکر نماز ادا کی تو ایسی نماز کا دُہرانا واجب ہے والمختار انہ جابر للاول لان الفرض لا یتکرر اور مختار یہ ہے کہ دوبارہ پڑھنا اس نماز کا پہلی نماز کے نقصان کا پورا کرنیوالا ہے اسلیے کہ فرض مکرر نہین ہوتا مقابل قول مختار کا مقابل قول ابی الیسر کا ہے کہ دوبارہ کی نماز کو فرض کہتا ہے نہ اول کو شارح کہتا ہے کہ نماز دوم اول کے نقصان کو زائل کرتی ہے جیسے سجدہ سہو سے نقصان دور ہوتا ہے تو وہ نماز فرض نہین ہے کیونکہ اگر اسکو فرض قرار دین تو اول نماز بھی فرض ہی تھی اسلیے کہ اسکے سب ارکان و فرائض ادا ہوے تو کیا وجہ کہ فرض نہو علاوہ اسکے فرض وقت اسکے سبب سے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے اس سے بھی معلوم ہوا کہ نماز اول فرض ہے تو ایک وقت مین دو فرض جمع ہو جائینگے حالانکہ ایک ہی فرض دوبار ایک وقت مین نہین ہو سکتا کذا فی الشامی تصرف اس سے معلوم ہوا کہ اگر امام ترک واجب کی جہت سے نماز کو دہرا دیوے تو اگر کوئی نیا مقتدی دوسری بار مین جماعت کا شریک ہوگا تو اُسکی نماز نہو گی کیونکہ جب امام کی نماز فرض نہین تو اقتدا فرض والیکا اُسکے پیچھے درست نہوگا وہی علی ما ذکرہ اربعۃ عشر اور نماز کے واجبات بموجب اس بیان کے جو مصنف نے بیان کیے ہین چودہ ہین یعنے واقع کے اعتبار سے یہ شمار نہین بلکہ اس سے بہت زائد ہین قراءۃ فاتحۃ الکتاب فیسجد للسھو بترک اکثرہا لا اقلہا اول واجب الحمد کا پڑھنا ہے تو نمازی اسکے اکثر کے چھوڑنے سے سجدہ سہو کرے نہ اسکے کمتر کے چھوڑنے سے ہم قہستانی مین ہے کہ امام اعظم کے نزدیک بالکل الحمد واجب ہے اور صاحبین کے نزدیک نصف سے زائد واجب ہے اسلیے باقی کو بھولنے سے سجدہ سہو واجب نہین تو شارح کا قول صاحبین کے مذہب پر ہے کذا فی الطحطاوی لکن فی المجتبی یسجد بترک آیۃ منہا وہو اولی لیکن مجتبی مین ہے کہ سجدہ سہو کرے الحمد کی ایک آیت چھوڑنے سے اور یہ بہتر ہے طحطاوی نے کہا کہ وجہ اولویت کی شاید الحمد کی مواظبت ہے اور مواظبت مفید ہے واجب ہونے کو قلت وعلیہ فکل آیۃ واجبۃ ککل تکبیرۃ عید وتعدیل رکن واتیان کل مین کہتا ہون اور مجتبی کے قول پر تو ہر آیت واجب ہے مثل ہر ایک تکبیر کے عید کی چھہ تکبیرون سے اور مثل اطمینان سے ادا کرنے رکن کے اور مثل بجالانے ہر واجب کے ہم طحطاوی نے کہا کہ تعدیل رکن کی برابر ہے تعدیل قومہ اور جلسہ کے کذا فی الحلبی اور اتیان کل کے یا یہ معنی ہین کہ واجبات مین سے ہر ایک واجب کا ادا کرنا واجب ہے یا یہ کہ ہر واجب کو اپنی جگہ پر ادا کرنا واجب ہے و ترک تکریرہ کل کما یاتی فیخفظ اور مثل ترک کرنے ہر واجب کے مکرر کرنے کے چنانچہ آگے آویگا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے طحطاوی نے کہا کہ مکرر نہ کرنا واجب کا واجب ہے مگر الحمد اس سے مستثنی ہے یعنے اگر سورہ کے بعد پھر الحمد کو مکرر پڑھیگا تو سجدہ سہو لازم نہوگا وضم اقصر سورۃ کالکوثر او ما قام مقامہا وہو ثلاث آیات قصار نحو ثم نظر ثم عبس وبسر ثم ادبر واستکبر وکذا لو کانت الآیۃ او الآیتان تعدل ثلاثا قصارا ذکرہ الحلبی اور واجب ہے ملانا الحمد کے ساتھ بہت چھوٹی سورہ کا مثل سورہ کوثر کے یا جو قائم مقام ہو چھوٹی سورہ کے اور اسکا قائم مقام تین چھوٹی آیتین ہین جیسے یہ تین آیتین سورہ مدثر کی (ثم نظر ثم عبس وبسر ثم ادبر واستکبر) اور اسی طرح قائم مقام چھوٹی سورہ کے ہے اگر ایک آیت یا دو آیتین تین چھوٹی آیتون کے برابر ہون ذکر کیا ہے اسکو حلبی نے ہم چھوٹی تین آیتون سے کم ملانا مکروہ تحریمی ہے کذا فی الشامی فی الاولیین من الفرض وہل یکرہ فی الاخریین المختار لا ملانا سورہ کا واجب ہے فرض کی دو پہلی رکعتون مین اور کیا ملانا سورہ کا پچھلی دو رکعتون مین مکروہ ہے مذہب مختار یہ ہے کہ مکروہ نہین یعنے مکروہ تحریمی نہین بلکہ خلاف سنت ہونے کی وجہ سے مکروہ تنزیہی ہے وفی جمیع رکعات النفل لان کل شفع منہ صلوٰۃ اور ملانا سورہ کا واجب ہے نفل کی سب رکعتون مین اسلیے کہ ہر ایک دوگانہ اُسکا نماز جداگانہ ہے ہم تو اگر نمازی نے چار رکعت کی نیت کی تو اس تحریمہ سے صرف دو رکعت اُسپر واجب ہونگی اور جب تیسری کو اُٹھیگا تو گویا نئی تحریمہ ہوگی اور اگر ان دوگانون مین کسی مین فساد ہوگا تو صرف وہی فاسد ہوگا نہ دوسرا وکل الوتر احتیاطا اور ملانا سورہ کا واجب ہے وتر کی ہر رکعت مین براہ احتیاط ہم یعنی جب وتر مین آثار سنت ہونیکے ظاہر ہوئے کہ نہ اسکے لیے اذان دیجاتی ہے نہ تکبیر کہی جاتی ہے تو احتیاط اسی کی مقتضی ہے کہ قرأت کے باب مین اُسپر سنت کا حکم جاری کیا جاوے کذا فی الشامی وتعیین القراءۃ فی الاولیین من الفرض علی المذہب اور واجب ہے معین کرنا قرأت کا فرض کی پہلی دو رکعتون مین مذہب مشہور کے بموجب ہم فرض سے مراد بیان وہ ہے جو تین رکعتون یا چار کا ہو اور تعیین اور چیز ہے اور سورہ ملانا دوسری چیز تو یہ قول شارح کا مکرر نہین اب معلوم کرنا چاہیے کہ فرض قرأت کے باب مین تین قول ہین اول یہ ہے کہ قرأت کی جگہ خاص پہلی دو رکعتین ہین بدائع مین اسکی تصحیح کی ہے دوسرا قول یہ ہے کہ محل

قرأت فرض ہی دو رکعتین میں اور نفلون میں تو اسکی سب رکعتون میں اور وتر کی سب رکعتون میں واجب ہی اور مذہب مشہور یہ ہی کہ پہلی دو رکعتون میں قرأت کے لئے [illegible]
معین کرنا افضل ہی نہ واجب اور یہ قول ضعیف ہی وتقدیم الفاتحة علی کل السورة اور واجب ہی مقدم کرنا الحمد کا تمام سورت پر یہانتک کہ اگر دو حرف سورت کے پڑھ لے پھر
الحمد پڑھے تو سجدہ سہو کرے کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ حرف سے مراد اتنی مقدار ہی جو پڑھنا ہوتی ہی لیکن اگر الحمد پڑھ [illegible]
سورة نہ ہوئی وکذا ترک تکریرها قبل سورة الاولیین اور اسی طرح واجب ہی مکرر نہ پڑھنا الحمد کا پہلی دو رکعتون مین سورت سے پیشتر تو اگر [illegible] بعد اسکے
پڑھا تو سجدہ سہو واجب ہوگا بسبب تاخیر سورہ لازم کے اور پہلی رکعتون کی اسلئے قید لگائی کہ اگر پچھلی رکعتون مین سورہ سے پیشتر مکرر پڑھ لیگا تو سجدہ سہو [illegible]
ورعایة الترتیب بین القراءة والرکوع وفیما یتکرر اما فیما لا یتکرر ففرض کما مر فی کل رکعة کالسجدة وفی کل الشفع کعدد رکعاتہا اور واجب ہی لحاظ رکھنا ترتیب کا درمیان قرأت
اور رکوع کے اور درمیان اُن افعال کے جو ہر رکعت مین مکرر ہوتے ہین جیسے سجدہ ہی اور جو افعال ہر رکعت مین مکرر نہین ہوتے تو انمین ترتیب فرض ہی چنانچہ
اسکی ترتیب کا بیان گذر چکا اور ترتیب واجب ہی اُن افعال مین جو کل نماز مین مکرر ہوتے ہین مثل عدد نماز کی رکعتون کے ہر ترتیب [illegible] صورت مسبوق مین ظاہر ہوتا ہی
مثلاً چار رکعتون مین اگر اسکو ایک رکعت آخر کی ملی تو اب وہ کھڑا ہو کر اول قرأت والی دو رکعتین ادا کرے [illegible] قرأت والی کو [illegible]
یعنی پھر اسکے اور کوئی فعل ہر رکعت مین مکرر نہین ہوتا حتی لو نسی سجدة من الاولی قضاہا ولو بعد السلام قبل الکلام لکنہ یتشہد ثم یسجد للسہو ثم یتشہد یہانتک کہ اگر
ایک سجدہ پہلی رکعت کا بھول گیا تو اسکو قضا کرے اگرچہ بعد سلام پھیرنے کے قضا ہو لیکن کلام سے پیشتر قضا کرے یعنی اسوقت تک کوئی مفسد نماز کا نہ کیا ہو لیکن
اس سجدہ کی قضا کے بعد فقط التحیات پڑھے پھر سجدہ سہو کرے پھر التحیات اور درود [illegible] پڑھکر سلام پھیرے لانہ [illegible]
اسلئے پڑھے کہ التحیات مع قعدہ باطل ہوجاتی ہی سجدہ صلبی اور سجدہ تلاوت کیطرف عود کرنے سے ہم سجدہ صلبی خود نماز کے سجدہ کو کہتے ہین جو اسکا جزو ہی [illegible]
باطل ہونے قعدہ کی یہ ہی کہ قعدہ اخیرہ اور ارکان نماز مین ترتیب شرط ہی یعنی جب کل ارکان ہو چکین اسوقت قعدہ اخیرہ [illegible]
اور قعدہ کے بعد اسکو ادا کیا تو قعدہ مذکور اخیرہ نہوا تو وہ اور اسکا تشہد باطل ٹھہرے اسلئے دوسرا تشہد واجب ہوا اور سجدہ تلاوت سے قعدہ [illegible] باطل
ہونے کی یہ وجہ ہی کہ جب سجدہ تلاوت نماز کے اندر واقع ہوا تو اسکو حکم سجدہ صلبی کا دیا گیا کذا فی الشامی [illegible]
لتفسد بخلاف [illegible] لیکن سجدہ سہو التحیات کو باطل کرتا ہی نہ قعدہ کو یہانتک کہ اگر بعد سر اٹھانے کے سجدہ سہو سے سلام پھیر لیگا تو نماز فاسد نہوگی بخلاف
ان دو سجدون کے کہ انکے بعد سلام پھیرنے سے نماز فاسد ہوجائیگی بسبب نہ پائے جانے قعدہ اخیرہ کے جو فرض ہی [illegible]
شارح نے [illegible] کی جگہ [illegible] الصیغة [illegible] وتعدیل الارکان ای تسکین الجوارح قدر تسبیحة [illegible]
اور واجب ہی تعدیل ارکان کی یعنی ساکن کرنا اعضا کا مقدار سبحان اللہ کہنے کے رکوع مین اور سجدہ مین اور اسی طرح واجب ہی تعدیل [illegible]
مین رکوع اور سجدہ سے یعنی قومہ اور جلسہ مین بنا بر اس قول کے کہ پسند کیا ہی اسکو کمال الدین محقق نے ثم بحر الرائق مین کہا [illegible] مواظبتہ [illegible]
صلے اللہ علیہ وسلم کی اُسپر تو وہ چارون چیزون یعنے رکوع اور سجدہ اور قومہ اور جلسہ مین یکسان ہی کذا فی الشامی [illegible]
واجب ومکمل الواجب سنة لیکن مشہور یہ قاعدہ ہی کہ فرض کی تکمیل کرنے والی چیز واجب ہی اور واجب کی تکمیل کرنے والی سنت ہی
یعنے چونکہ تعدیل سے تکمیل ہوتی ہی تو رکوع اور سجدہ جو فرض ہین انمین تعدیل واجب ہونی چاہیے اور قومہ اور جلسہ جو واجب ہین انمین تعدیل
مسنون ہونی چاہیے ہم یہ شارح کا اعتراض ہی کمال الدین بن حلبی نے اسکا یہ جواب دیا ہی کہ جب دلیل کی اقتضا کے موافق تعدیل واجب ہوئی
تو قاعدہ کی مخالفت کچھ مضر نہین کذا فی الشامی وعند الثانی الاربعة فرض اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک چارون فرض ہین یعنے فرض
عملی ہین کہ انکے نہونے سے نماز درست نہین ہوتی والقعود الاول ولو فی نفل فی الاصح اور واجب ہی اول قعدہ گو نفل مین ہو صحیح تر قول مین ہم

امام محمد نقل مین ہر دوگانہ کے بعد قعدہ فرض کہتے ہین اسوجہ سے کہ ہر دوگانہ نماز علٰحدہ ہی تو اُسکا قعدہ وہی اخیرہ ہوا اور صحیح تر قول یہ ہی کہ نفلون مین بھی قعدہ
اول واجب ہی کیونکہ جب قعدہ کے تیسری رکعت کو اُٹھا تو معلوم ہو گیا کہ وہ قعدہ اخیرہ نہین اسلیے فرض نرہا کذا فی الشامی ولذا لو زاد علے التشہد
اور اسی طرح واجب ہی قعدہ اول مین التحیات سے زیادہ نہ پڑھنا شامی نے کہا کہ اگر قعدہ اول مین التحیات تمام کرکے بمقدار اللھم صلی علی محمد کے کوئی چیز پڑھیگا
تو واجب فوت ہو جائیگا والمراد بالاول غیر الاخیر اور مصنف نے قعدہ اول سے وہ مراد لیا جو اخیر نہو ہم یہ شارح نے اسلیے کہا کہ اگر آٹھ یا دس یا زائد نفل رکعتون کو
ایک تحریمہ سے پڑھیگا تو سواے قعدہ اخیرہ کے سب پیشتر کے قعدون کا یہی حکم ہی یعنے واجب ہونگے لکن یرد علیہ لو استخلف مسافر سبقہ الحدث مقیما فان القعود الاول
فرض علیہ وقد یجاب بانہ عارض لیکن اول سے غیر اخیرہ مراد لینے پر یہ اعتراض ہوتا ہی کہ اگر کوئی مسافر امام بے وضو ہو کر مقیم کو اپنا خلیفہ کر دے تو اس صورت
مین اس مقیم پر پہلا قاعدہ امام کی نیابت کی وجہ سے فرض ہی اور اسکا جواب یہ ہی کہ یہ فرضیت عارضی ہی اسیطرح اگر کوئی مسبوق مغرب کی تیسری یا دوسری
رکعت مین ملا تو بوجہ متابعت امام کے اُسپر وہ قعدہ فرض ہو گا جو اُسکے حق مین اخیر نہین والتشہد ان یسجد للسہو بترک بعضہ ککلہ وکذا فی کل قعدۃ فی الاصح
اور واجب ہین دونون تشہد یعنے دونون قعدون مین التحیات کا پڑھنا اور سجدہ کرے سہو کا بعض تشہد چھوڑنے سے یعنے اگرچہ نصف سے کم چھوڑا ہو کذا
فی الطحطاوی مثل کل تشہد کے چھوڑنے کے اور اسیطرح واجب ہی تشہد ہر قعدہ مین صحیح تر قول مین ہم اور قول ضعیف یہ ہی کہ سواے اخیر قعدہ کے اور جگہ مین
تشہد سنت ہی اس قول سے شارح نے تعریض کی کہ مصنف اگر تشہد کو بصیغہ تثنیہ نہ کہتا تو اچھا تھا کیونکہ اگر مفرد لاتا تو اسم جنس ہوتا اور ہر تشہد کو شامل ہوتا چنانچہ
بحر الرائق مین اسکی طرف اشارہ کیا ہی کذا فی الحلبی افاد تکررہ عشرًا لکن ادرک الامام فی تشہدی المغرب وعلیہ سہو فسجد معہ وتشہد ثم تذکر سجود تلاوۃ
فسجد معہ وتشہد ثم سجد للسہو وتشہد معہ ثم قضے الرکعتین بتشہدین وقع لہ کذلک وجوب تشہد کی قید ہر قعدہ مین اسلیے لگائی کہ بعض اوقات
تشہد دس بار مکرر ہوتا ہی مثلاً ایک شخص نے مغرب کی دو تشہدون مین امام کا اقتدا کیا یعنے پہلے قعدہ مین اُسکا شریک ہوا حالانکہ امام پر سہو تھا
تو اُسنے امام کے ساتھ سجدہ سہو کیا اور تیسرا تشہد پڑھا پھر امام کو سجدہ تلاوت یاد پڑا اور سجدہ کیا تو مقتدی نے بھی اُسکے ساتھ سجدہ کرکے تشہد چہارم پڑھا
اب چونکہ سجدہ تلاوت سے پیشتر کے قعدے اور تشہد باطل ہو گئے تو امام نے پھر سجدہ سہو کو دوہرایا اور مقتدی نے اُسکے ساتھ تشہد پنجم پڑھا پھر مقتدی
نے اپنی باقی دو رکعتون کو دو تشہدون سے پڑھا تو سات تشہد ہوے اب جو امام کو پیش ہوا تھا وہی مقتدی کو پیش آیا یعنے ان دو رکعتون مین اسکو سہو
ہوا تو سجدہ سہو کرکے آٹھوان تشہد پڑھا پھر معلوم ہوا کہ سجدہ تلاوت بھی اسکے ذمہ ہو گیا تھا تو اُسکو ادا کرکے نوان تشہد پڑھا اور چونکہ اس سجدہ سے پہلے کے
قعدے اور تشہد بیکار ہو گئے اور سجدہ سہو بعد قعدہ اخیرہ کے چاہیے اسلیے سجدہ سہو کرکے دسوان تشہد پڑھا تو یہ سب تشہد واجب ہین خصوصیت تشہد
کی نہین قلت ومثل التلاوتیہ تذکر الصلبیۃ فلو فرضنا تذکرہا ایضا لہ زید اربع اخر لما مر مین کہتا ہون اور سجدہ تلاوت کی مثل ہی یاد ہونا سجدہ صلبی کا
تو اگر ہم فرض کرین اسکا بھی یاد پڑنا امام و مقتدی دونون کو تو چار تشہد اور بڑھ جاوینگے اُسی وجہ سے جو گذر چکی کہ صلبی سجدہ کے بعد پھر سجدہ
سہو کرنا پڑیگا م صورت اسکی یہ ہی کہ امام نے صورت مذکورہ بالا مین پانچوین تشہد کے بعد سجدہ صلبی کو یاد کیا اور اسکو ادا کرکے چھٹا تشہد پڑھا پھر سجدہ
سہو کرکے ساتوان تشہد پڑھا تو امام کے سات تشہد ہوے اور چونکہ مقتدی کو اپنی باقی نماز مین بھی اسی طرح سات تشہد پڑھنے پڑے اور سات امام کے
ساتھ پڑھ چکا ہی تو اُسکے چودہ تشہد ہوے اسلیے شارح نے کہا کہ چار اور بڑھ جاوینگے یعنے پہلے دس تھے اور اس صورت مین چودہ ہونگے ولو فرضنا
تعدد التلاوتیۃ والصلبیۃ لہما ایضا لزیدت ایضا اور اگر فرض کرین تعدد سجدہ تلاوت اور سجدہ صلبی کا بھی امام اور مقتدی کے لیے تو بھی تشہد
اور بھی بڑھ جاوینگے م صورت اسکی یہ ہی کہ صورت مفروضہ بالا مین امام کو ساتوین تشہد کے بعد ایک سجدہ صلبی اور یاد پڑا تو اُسنے اسکو ادا کرکے
آٹھوان تشہد پڑھا پھر قبل سجدہ سہو کے ایک سجدہ تلاوۃ دوسرا یاد کیا تو اسکو بھی ادا کیا اور نوان تشہد پڑھا اب سب کے بعد سجدہ سہو کیا

اور دونوں تشہد پڑھیگا تو اس صورت میں چھ تشہد ہونگے [illegible] امام کے ہمراہ اسیطرح مقتدی کے ہونگے تو مقتدی کو دو تشہد ہو جائینگے [illegible] اگر اسی صورت میں امام [illegible] سجدہ صلبی کے بعد تشہد پڑھکر سجدہ سہو بھی کرے اور تشہد دوبارہ پڑھ کر دوسرا سجدہ تلاوت کرے اور دوسرا تشہد پڑھکر سجدہ سہو کرے اور [illegible] تشہد پڑھے تو قول [illegible] کی نسبت کرنا تو تشہد زیادہ ہونگے شامی نے [illegible] درمختار کے نسخوں میں ست کی جگہ [illegible] ساتھ تشہد زیادہ [illegible] ہونے کی صورت یہ ہے کہ امام نے ساتوین تشہد کے بعد ایک سجدہ صلبی یاد کیا اسکو ادا کرکے ایک تشہد پڑھا پھر سجدہ سہو کرکے دوسرا تشہد پڑھا پھر سجدہ صلبی یاد کرکے اسیطرح دو تشہد پڑھے تو چار تشہد ہوئے ایسا سجدہ کہ [illegible] تمام قرات ایک ایک یاد کرتا گیا اور ہر ایک میں مع سجدہ سہو دو دو تشہد پڑھتا گیا تو چونکہ ایک سجدہ تلاوت اول ادا کرچکا تھا [illegible] تیرہ تیرہ سجدون میں مسابقت ہوتی [illegible] اور چار پہلے ہوچکے تھے [illegible] کل تشہد [illegible] اور اسیطرح مقتدی کے ہونگے تو مقتدی کے کل ساتھ تشہد ہو جائینگے اور جب ان ساتھ پر جو وہ پڑھا ہو چکا ہے شارح کے پہلے قول میں تو کل [illegible] اور ان پر چار اور بڑھاو جنکو شارح اگلے قول میں ذکر کیا ہو تو کل تشہد [illegible] ہونگے اور انہین [illegible] شارح نے واجبات کی تمامی پر کیا ہو جہان کہا ہو کہ اسکو ضرب دو [illegible] میں جیسا انکا بیان گذر چکا تو معلوم ہوا کہ جن نسخوں میں ستون ہو وہی صحیح ہے [illegible] اور [illegible] ساجدا وان لم یسجد بما معہ نقضہ القعدۃ [illegible] تفصیلہا فیزاد ادا رائح اخر [illegible] اور اگر ہم فرض کریں اقتدا کرنا مقتدی کا امام سے سجدہ کی حالت میں اور مقتدی نے ان دونوں سجدون کو امام کے ساتھ ادا کیا مقتضائے قواعد یہ ہو کہ مقتدی ان کا اعادہ کرے تو اس صورت میں چار تشہد اور واجب ہو جائینگے سو اسکو سمجھ لے م طحطاوی نے کہا کہ صورت اسکی یہ ہو کہ امام مغرب کی دوسری رکعت کے اول سجدہ میں تھا کہ مقتدی نے اقتدا کیا مگر دونوں سجدہ میں شریک نہوا بلکہ بیٹھکر تشہد میں شریک ہوا ورمراد شارح کے قواعد سے صرف ایک قاعدہ ہو وہ یہ ہو کہ جس شخص کو بعد اقتدا کے نماز میں کچھ فوت ہو جاوے تو وہ فوت ہوئے ارکان کا اعادہ کرے جیسے لاحق کہ وہ بھی جتنی نماز رہجاتی ہو اسکو دوہراتا ہو لیکن شامی نے کہا کہ یہ صورت اسطرح ہے کہ طحطاوی نے فرض کی نہیں یعنے اسلیے کہ مقتدی پر جو متابعت امام کی دونوں سجدون میں واجب تھی مگر اب جو اسنے وہ سجدہ نکیے اور بعد فراغت امام کے دوسری رکعت کو مع اسکے دونوں سجدون کے پڑھ لیا تو اسکی نماز میں کسی طرح کا نقصان نہیں رہا چنانچہ تجنیس میں بتصریح موجود ہو کہ اگر امام کو سجدہ میں پایا اور اقتدا کرکے سجدہ میں شریک نہوا بلکہ باقی نماز میں شریک رہا اور بعد فراغت امام کے وہ رکعت پڑھ لی تو نماز درست ہو پھر ان دونوں سجدون کو مکرر ادا کرنے کے کیا معنی کسی نے یہ ذکر نہیں کیا کہ ایسی صورت میں مقتدی اس رکعت میں تین یا چار سجدے کرے تو بدون نقل فقہائے معتبر کے کیسے کہا جاوے کہ ان دونوں سجدون کا ادا کرنا علاوہ رکعت کے لازم ہو ہان اگر امام کا اقتدا سجدہ سہو میں کیا اور امام کا شریک انمین نہوا تو اپنی نماز پڑھنے کے بعد انکو استحسان کی رو سے ادا کرلے انتہی بتصرف وعلم اس سے بہت ملے [illegible] واللہ اعلم اور میں نے کسی کو نہ دیکھا کہ اس تفصیل پر آگاہ کیا ہو واللہ اعلم م اگر کثرت تشہد کے لیے شارح اتنا کھیر اند کرتا اور صرف اسقدر کہدیتا کہ تشہد زیادہ بھی ہوسکتے ہیں چنانچہ کوئی ہزار رکعت نفل ادا کرے ایک سلام سے تو اسمین پانسو تشہد ہوسکتے ہیں تو نہایت آسان اور مبالغہ سے خالی ہوتا و لفظ السلام مرتین فالثانی واجب علی الاصح برہان دون علیکم وتنقضی قدوۃ بالاول قبل علیکم علی المشہور عندنا وعلیہ الشافعیۃ خلافا للتکملۃ اور واجب ہر لفظ السلام دو بار یعنے دوسرا واجب ہو صحیح تر قول میں کذا فی البرہان نہین واجب ہو لفظ علیکم اور ہو چکتا ہو اقتدا پہلے سلام پر بیشتر علیکم سے مذہب مشہور پر ہمارے نزدیک اور اسی پر ہیں شافعی مذہب والے بخلاف شارح تکملہ کے کہ انسے دوسرے سلام پر اقتدا کا تمام ہونا صحیح کہا ہو م متن نے جو لفظ السلام کہا اسمین اشارہ ہو کہ اور کوئی لفظ اسکے قائم مقام نہیں ہوتا بشرطیکہ نمازی اسکے بولنے پر قادر ہو اور دوسرے سلام کو بعضون نے

مسنون کہا ہو اسلیے شارح نے اصح کی قید لگائی کذا فی الشامی فلو اتم به بعده قبل قوله علیکم لم یجز وهل تنقطع التحریمة بالاول ام بالثانی جزم فی الجوهرة والبرهان وغیرهما بالاول وصحح شارح التکملة الثانی وعلیه فیصح الاقتداء قبله المعتمد عند الشافعیة انه لو اقتدی به بعد شروعه فی السلام وقبل علیکم لم یصح القدوة ذکره الرملی الشافعی نے باب سجود السهو میں اگر اقتدا کیا امام کا بعد لفظ سلام کے اور پیشتر علیکم کہنے کے تو جائز نہوگا اور نماز کی تحریمہ سلام اول پر منقطع ہوجاتی ہو یا دوسرے پر جوہرہ اور برہان اور ان دونوں کے سوا اور کتابوں میں تو اول پر یقین کیا ہو یعنے سلام اول پر تحریمہ تمام ہوجاتی ہو اور شارح تکملہ نے دوسرے کی تصحیح کی ہو کہ دوسرے سلام پر تحریمہ کا انقطاع ہوتا ہو اور اس قول پر اقتدا دوسرے سلام سے پیشتر درست ہوگا اور شافعی مذہب والون کے نزدیک معتمد یہ ہو کہ اگر اقتدا کیا امام کا بعد شروع کرنے امام کے سلام کو اور پیشتر علیکم کہنے سے تو اقتدا صحیح نہوگا ذکر کیا ہو اسکا رملی شافعی نے سجدہ سہو کے باب میں ہم شامی نے کہا کہ یہ عبارت فلو اتم سے آخر تک در المختار کے بعض نسخون میں ہو وقراءة قنوت الوتر وهو مطلق الدعاء وکذا تکبیرة قنوته اور واجب ہو پڑھنا قنوت وتر کا اور قنوت مطلق دعا ہو یعنے ہر ایک دعا سے حاصل ہوتا ہو خصوصیت اللهم انا نستعینک الخ کی نہین کہ اس خاص دعا کا پڑھنا سنت ہو اور اسی طرح واجب ہو قنوت وتر کے لیے الله اکبر کہنا ہم بعضون نے اس الله اکبر کہنے کو سنت کہا ہو کذا فی الحلبی اور زیلعی نے کہا ہو کہ اسکے ترک کرنے سے سجدہ سہو واجب ہو کذا فی الشامی وتکبیرة رکوع الثالثة زیلعی اور واجب ہو الله اکبر کہنا تیسری رکعت وتر کے رکوع کا کذا فی الزیلعی ہم زیلعی مین اس مسئلہ کا وجود نہ اسجگہ ہو نہ سجدہ سہو کے بیان مین اس سے معلوم ہوا کہ شارح کا بیان صحیح نہین یعنے یہ تکبیر رکوع کی واجب نہین بلکہ سنت ہو وتکبیرات العیدین وکذا احدها اور واجب ہین تکبیرین دونون عید کی جو چھ بار الله اکبر کہنا ہو ہر رکعت مین تین بار اور اسیطرح واجب ہو انمین سے ایک یعنی ہر تکبیر واجب جدا گانہ ہو یہ نہین کہ چھو ون ملکر واجب ہون طحطاوی نے کہا کہ اسیطرح واجب ہین تکبیرین ایام تشریق کی چنانچہ انکا بیان آگے آویگا وتکبیر رکوع رکعة الثانیة کلفظ التکبیر فی افتتاحه اور واجب ہو تکبیر عید کی دوسری رکعت کے رکوع کی جیسے واجب ہو الله اکبر کہنا عید کی نماز کے شروع مین یعنے اگر سواے الله اکبر کے اور کسی لفظ سے شروع کریگا تو مکروہ تحریمی ہوگا کذا فی الشامی لکن الاشبه وجوبه فی کل صلوته بحر فلیحفظ لیکن مشابہ ترجیح یہ ہو کہ الله اکبر کہنا ہر نماز کے شروع مین واجب ہو کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے والجهر للامام والاسرار للکل فیما یجهر فیه ویسر اور واجب ہو پکار کر پڑھنا امام کو ان نمازون مین کہ پکار کر پڑھا جاتا ہو یعنے صبح اور مغرب اور عشا اور جمعہ وغیرہ مین اور واجب ہو آہستہ پڑھنا سبکو یعنی امام کو بالاتفاق اور تنہا کو صحیح تر قول مین ان نمازون مین کہ آہستہ پڑھی جاتی ہین چنانچہ ظہر اور عصر اور پچھلی رکعت مغرب کی وغیرہ وبقی من الواجبات ایقاع کل واجب او فرض فی محله اور باقی رہے واجبات مین سے واجبات آیندہ یعنی ایک واجب ادا کرنا ہر واجب یا فرض کا اسکے محل مین فلو اتم القراءة فمکث متفکرا سهوا ثم رکع او تذکر السورة فی الرکوع فضمها قائما اعاد الرکوع وسجد للسهو تو اگر نمازی قراءت کو تمام کرکے بھولے سے سوچتا رہگیا پھر رکوع کیا تو سجدہ سہو کرے یا یہ صورت ہوئی کہ سورہ کو ملانا بھول گیا اور رکوع کرنے مین اسکو یاد ہوا سو اسنے سورہ کو کھڑے ہوکر ملایا تو رکوع دوبارہ کرے اور سجدہ سہو کرے ہم پہلی صورت مثال ہو فرض کی تاخیر کی اسکی موقع سے یعنے بعد قراءت کے رکوع فورًا فرض تھا تو اسنے رکوع کو اسکے محل سے ٹلا دیا اور دوسری مثال ہو واجب کو اسکی جگہ سے ٹالنی کی یعنے ضم سورہ واجب تھا بعد الحمد کے اسمین ایک رکوع زائد حائل ہو گیا شامی نے کہا کہ شارح کی عبارت مین ضعف ہو (اعاد الرکوع سجد للسهو) کہتا تو خوب تھا یعنے اس عبارت سے وہم یہ ہوتا ہے کہ اعادہ رکوع اور سجدہ سہو دونون مسئلون سے متعلق ہو حالانکہ اعادہ رکوع صرف مسئلہ دوم سے متعلق ہو اور سجدہ سہو دونون سے وترک تکریر رکوع وتثلیث سجود اور واجب ہو ترک کرنا رکوع کے مکرر کرنے کو اور سجدہ کے سہ بارہ کرنے کو یعنے اگر ایکبار رکوع کرکے پھر اعادہ اسکا کریگا یا دو سجدون کی جگہ تین کریگا تو سجدہ سہو لازم ہوگا وترک قعود قبل ثانیة او رابعة اور واجب ہو ترک کرنا قعدہ کا دوسری یا چوتھی رکعت سے پہلے تو اگر پہلی رکعت مین قعدہ کریگا

اور چار رکعت والی نماز میں تیسری رکعت پڑھنے کو کھڑا ہو گیا تو سجدہ سہو لازم ہو گا کیونکہ زیادتی فصل درمیان فرضین کے واجب ہے ترک کرنا ہر زیادتی کا بیچ دو فرضون کے جیسے شامی میں ہے اور دو فرضون کی کچھ قید نہیں فرض اور واجب کے بیچ میں بھی زیادتی کا یہی حکم ہے مثلاً قعدہ اولی کے تشہد میں زیادتی کی اور تیسری رکعت کو نہ اٹھا تب بھی سجدہ سہو لازم ہو گا اور زیادتی میں تاخیر رہنا بھی داخل ہے مع انضمام الفاتحۃ یہ واجب ہے چپ رہنا مقتدی کا تو اگر مقتدی امام کے پیچھے قرارت پڑھیگا تو قرارت کروہ تحریمی ہو گی مگر اصح قول میں نماز فاسد نہو گی اور اگر بھول کر پڑھیگا تو سجدہ سہو لازم ہو گا کیونکہ مقتدی پر سہو نہیں ہے

و متابعۃ الامام یعنی فی المجتہد فیہ اور واجب ہے امام کی پیروی اُن افعال میں جنمین اختلاف مجتہدین ہے ہم مجتہد فیہ سے یہ مراد ہے کہ جسکی بنا دلیل معتبر شرعی پر ہو جسکی رو سے مجتہد کو غیر کی مخالفت جائز ہو مثلاً امام نے عید کی تکبیرین تین سے زیادہ کہین جیسے شافعی پانچ کہتے ہین یا دو تو یہ سے سہو کے سلام سے پیشتر کیے یا وتر مین قنوت بعد رکوع کے پڑھا تو ایسے امور مین پیروی امام کی واجب ہے اسی طرح جن امور مین اتفاق ہے انمین متابعت بطریق اولی واجب ہے لا فی المقطوع بنسخہ نہیں واجب ہے متابعت اس فعل مین جسکا منسوخ ہونا قطعی ہے جیسے نماز جنازہ مین امام نے پانچ تکبیرین کہین تو پانچوین مین اتباع نکرے اسلیے کہ ہرچند آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پانچ اور سات اور نو اور زیادہ تکبیرین مروی ہین مگر آخر فعل آپ کا چار تکبیرین تھین تو یہ فعل پیشتر کے افعال کا ناسخ ہوا کذا فی الشامی عن الامداد او بعدم سنیتہ کقنوت فجر بالیقین ہوا اس فعل کے نہ مسنون ہونے کا تو اسمین بھی متابعت امام کی واجب نہیں جیسے فجر کا قنوت یعنے اس صورت مین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم پر بد دعا ایک مہینے تک اُٹھائی پھر اسکا مسنون ہونا منسوخ ہو گیا تو اسمین بھی متابعت امام کی نکرے طحطاوی نے کہا کہ اس تقدیر پر کہ قنوت فجر پہلے سنت تھا اب منسوخ ہو گیا یہی مثال مقطوع النسخ کی بھی ہو سکتی ہے وانما الفسد لمخالفتہ فی الفروض کما بسطناہ فی الخزائن اور نماز صرف فرض میں امام کی مخالفت کرنے سے فاسد ہوتی ہے چنانچہ ہمنے اسکو خزائن الاسرار مین شرح بیان کیا ہے شامی نے کہا کہ فساد نماز واقع مین فرض کے ترک سے ہوتا ہے نہ متابعت کے ترک سے مگر چونکہ ترک متابعت سے ترک فرض لازم آتا ہے اسلیے نماز کے فساد کو مخالفت کیطرف منسوب کیا اور فرض کی قید سے معلوم ہوا کہ واجب یا سنت کے ترک سے نماز فاسد نہیں ہوتی قلت فبلغت اصولہا نیفا و اربعین مین کہتا ہون کہ اصول واجبات کے کچھ اوپر ۴۰ ہو گئے ہم یعنے چودہ واجب مصنف نے بیان کیے تھے اور ۲۸ شارح نے زاید کیے تو کل ۴۲ ہو گئے اور انکی تفصیل شامی نے یون بیان کی ہے کہ الحمد کو ماتن نے ایک واجب کہا شارح نے چھودن آیتون کو جدا جدا واجب بیان کیا تو پانچ واجب اسمین بڑھے اسی طرح عیدین کی چھو٘ون تکبیرون کو ماتن نے ایک کہا اور شارح نے ہر ایک کو علیحدہ کہا تو پانچ انمین زیادہ ہوے اور تعدیل ارکان کو ایک واجب ماتن نے شمار کیا اور شارح نے رکوع اور سجدہ اور قومہ اور جلسہ مین چارون جگہ تعدیل کو واجب کہا تو تین واجب اسمین زیادہ ہوے تو کل تیرہ[۱۳] ہوے چودھوان[۱۴] نہ مکرر پڑھنا فاتحہ کا پہلے سورہ کے پندرھوان[۱۵] ترتیب قرارت اور رکوع مین سولھوان[۱۶] ترتیب ما مدور رکعات مین سترھوان[۱۷] بیچ کی التحیات پر زیادتی نکرنی اٹھارھوان[۱۸] تکبیر قنوت انیسوان[۱۹] تکبیر قنوت کے رکوع کی بیسوان[۲۰] تکبیر رکوع دوم دوگانہ عید کی اکیسوان[۲۱] عید کے دوگانہ کے شروع مین اللہ اکبر کہنا بائیسوان[۲۲] ہر فرض و واجب کو اسکے محل پر ادا کرنا تئیسوان[۲۳] ترک کرنا تکرار رکوع چوبیسوان[۲۴] ترک کرنا تثلیث سجدہ کا پچیسوان[۲۵] ترک کرنا قعدہ کا دوسری یا چوتھی رکعت سے پیشتر چھبیسوان[۲۶] ترک کرنا زیادتی کا بیچ مین دو فرضون کے ستائیسوان[۲۷] چپ رہنا مقتدی کا اٹھائیسوان[۲۸] پیروی امام کی اور چونکہ ان واجبات مین واجبات ضرب اور تفصیل کی نہین اسلیے شارح نے انکو اصول واجبات کہا انتہی و بالبسط اکثر من مائۃ الف اذا اخذ بانج ید ۴ من ضرب تعدد المتروب مثلا و ترک اقتص سنہ ذریادۃ فیہ و علیہ فرے کامل اور پھیلانے سے تعداد واجبات کی ایک لاکھ سے زیادہ ہو جائیگی اسلیے کہ ایک واجب یعنے تشہد ۹۳ واجب پیدا کرتا ہے یعنی پانچ واجب مفصلہ ذیل کے ضرب کرنے سے ۲ تشہدون مین جنکا بیان اوپر گذر یعنی جہان شارح

نے کہا ہے کہ تشہد کبھی دس بار مکرر ہوتا ہے انتہی اور وہ پانچ واجب یہ ہیں اول قعدہ مغرب دوم اسکی التحیات سوم التحیات کو ناقص نہ پڑھنا چہارم اسکے کلمات کے اثنا میں زیادتی نکرنی پنجم اسکے تمام کرنے پر کچھ زیادہ نہ کرنا تو چونکہ ہر تشہد میں ۱۰ تشہدون سے یہ پانچون واجب ضرور ہونے چاہئین اسلیے پانچ کو ۱۰ مین ضرب کیا ۰ ۹ ۳ ہوئے ہم شامی نے کہا کہ ان واجبات مذکورۂ بالا مین سو سے زیادہ سجدہ ہین اور ہر سجدہ مین تین واجب ہین تعدیل اور دونون ہاتھون کا زمین پر رکھنا اور دونون زانو کا رکھنا ان تین کو سو مین ضرب کرنے سے تین سو ہوتے ہین اور پہلے واجبات مین ملانے سے ۷۰۰ کے قریب ہوجاتے ہین اور جب اس رقم کو بقیہ ۲۴ واجبات مین ضرب کردگے تو ۵ ۲ ہزار سے زائد ہونگے اور چونکہ مقتدی کی متابعت کچھ اوپر ۲ فرض ہین اور کچھ اوپر ۴۰ واجبات مین واجب ہے یعنے کچھ اوپر ۲۶ جگہ واجب ہے تو اب اگر اوپر کے مجموعہ کو ۶ مین ضرب کرو تو ۵ لاکھ سے زائد واجب ہو سکتے ہین حالانکہ ابھی اور واجبات ہین مثلاً آنکھ پر سجدہ کرنا اور رکوع مین قراءت نہ پڑھنا اور التحیات اور سلام سے پیشتر کھڑا نہونا وغیرہ پس انہین ضرب دینے سے تعداد اور بھی بڑھ جائیگی اسلیے شارح نے کہا والتتبع ینفی الحصر فتبصر اور تلاش واجبات کی نفی کرتی ہے حصر کو یعنے تلاش سے معلوم ہوتا ہے کہ لاتعد ولاتحصی ہین تو اسکو خوب دیکھ بھال لو ہم شامی نے کہا کہ ان واجبات مین اکثر صورتین فرضی اور عقلی ہین کہ کبھی خارج مین نہین پائی جاتی اور انکی تلاش سے بجز تضییع اوقات اور کچھ فائدہ نہین اور اگر ضرورت شارح کے کلام کے بیان کی نہوتی تو بہتر تھا کہ اس سے پہلو تہی کیجاتی انتہی مترجم نے بھی اسلیے مختصر ترجمہ پر کفایت کی اور شامی کی عبارت مین بہت کچھ تصرف کیا تاکہ صرف مطلب عبارت شارح کا ظاہر ہوجاے جو کوئی تفصیل اس مقام کی چاہے وہ شامی کو دیکھے فیلغز ای واجب لیستوجب ۰ ۹ ۳ واجبا تو چیستان پوچھی جاتی ہے کہ وہ کونسا واجب ہے جو ۰ ۹ ۳ واجبون کا مستوجب ہوتا ہے جس سے ۳۹۰ واجب لازم آتے ہین ہم جواب اس چیستان کا وہی قاعدہ اول مغرب کا ہے مقتدی کے حق مین بتفصیل مذکورۂ بالا وسننہا اور نماز کی سنتین یہ ہین جو آگے مذکور ہوتی ہین

ترک السنۃ لایوجب فسادا ولاسہوا بل اساءۃ لوعامدا غیر مستخف ترک کرنا سنت کا نہ تو نماز کے فساد کا موجب ہوتا ہے نہ سجدۂ سہو کا بلکہ اساءت یعنے برا کرنے کا موجب ہے اگر نمازی نے دانستہ ترک کیا ہو اور سنت کو ہلکا نہ سمجھا ہو ہم یعنے اگر سنت نادانستگی مین ترک ہوا تو کچھ برائی بھی نہوگی اور اگر سنت کو حقیر جانیگا تو کافر ہوگا چنانچہ نہر الفائق مین بزازیہ سے منقول ہے کہ اگر سنت کو حق نجانیگا تو کافر ہوگا اسلیے کہ حق نجاننا حقیر سمجھنا ہے وقالوا الاساءۃ ادون من الکراہۃ اور فقہا نے کہا ہے کہ اساءت کم ہے بہ نسبت کراہت کے ہم شامی نے کہا کہ مراد کراہت سے تحریمی کراہت ہے یعنے اساءت مین ملامت بہ نسبت مکروہ تحریمی فعل کے کمتر ہے اور مکروہ تنزیہی سے زیادہ ہے اسلیے کہ تلویح مین ہے کہ سنت موکدہ کا چھوڑنا حرام سے قریب ہے اور نہر الفائق مین ہے کہ حکم سنت کا یہ ہے کہ اسکے ترک پر ملامت کیجاسے اور کسی قدر گناہ بھی لاحق ہو اور طحطاوی نے کہا کہ اساءت کے معنے ترک اولی ہین تو وہ اور کراہت تنزیہی ایک ہوئی ثم ہی علی ما ذکرہ ثلاثۃ وعشرون پھر یہ سنتین بموجب مصنف کے بیان کے ۲۳ ہین اور واقع مین زیادہ ہین چنانچہ شارح بیان کریگا رفع الیدین للتحریمۃ فے الخلاصۃ ان اعتاد ترکہ اثم سنت ہے اٹھانا دونون ہاتھون کا تحریمہ کے لیے یعنے تکبیر سے پیشتر اور بعضون نے کہا کہ تکبیر کے ساتھ اٹھاوے خلاصہ مین ہے کہ اگر ہاتھ نہ اٹھانے کا عادی ہوگا تو گناہگار ہوگا اور اگر کبھی ایسا ہوجاوے تو گناہگار نہوگا ونشر الاصابع اے ترکہا بحالہا اور سنت ہے تکبیر کے وقت پھیلا رکھنا انگلیون کا یعنے انکو بحال خود چھوڑنا کہ نہ بہت ملی ہون نہ بہت پھیلی وان لایطاطئ راسہ عند التکبیر فانہ بدعۃ اور سنت ہے تکبیر کے وقت اپنے سر کو نہ جھکانا کیونکہ سر جھکانا اسوقت بدعت ہے طحطاوی نے کہا کہ ظاہرا تمام قیام مین سر جھکانا ایسا ہی ہے وجہر الامام بالتکبیر بقدر حاجۃ للاعلام بالدخول والانتقال وکذا بالتسمیع والسلام اور سنت ہے پکار کر کہنا امام کا اللہ اکبر کو بقدر اسکی حاجت کے خبردار کرنے کے لیے دخول اور انتقال پر یعنے اسقدر پکار کر کہے کہ مقتدیون کو نماز مین داخل ہونے اور ایک رکن سے دوسرے کی طرف جانے کی خبر ہوجاوے اور اسیطرح سنت ہے پکار کر کہنا سمع اللہ لمن حمدہ اور سلام کا ہم طحطاوی نے کہا کہ اگر امام حاجت سے زیادہ پکار کر کہیگا تو مکروہ ہوگا شامی نے کہا

نہ کرے اور اس صورت میں ہو کہ حاجت زیادتی بلند آواز کی ہو اور مکبر تو ایسے شخص کے پیچھے ایک سنت تو ادا ہو گی اور اونچا پکارنا کہ درمیان صفوں میں آواز پہنچاوے تو مکروہ
ہو گا جب یہ معلوم کر لیا چاہیے کہ جب امام شروع میں اللہ اکبر کہے تو اگر اسکی نیت صرف لوگوں کو خبردار کرنے کی ہو گی تو اسکی نماز نہ ہو گی اور نہ کسی مقتدی کی
ہو گی بلکہ خبردار کرنے کے ساتھ نیت اپنی نماز کی تحریمہ کی بھی کرے اسیطرح مکبر جو امام کی آواز دور سے لوگوں کو پہنچاتا ہو وہ بھی اگر فقط خبردار کرنے کی نیت سے
اللہ اکبر کہیگا تو نماز نہ اسکی ہو گی اور نہ اس شخص کی جو اسکی آواز پر اقتدا کریگا بلکہ پکار کر کہنے کے ساتھ تکبیر تحریمہ کا قصد کریگا تو نماز ہو گی اور بدون حاجت کے ایکا
اس کو پکار کر کہنا مکروہ ہے والمؤتم والمنفرد یسمع نفسہ اور منفرد اور مقتدی ہو تو اتنا پڑھے کہ اللہ اکبر اتنی آواز سے کہے کہ اپنے آپ سن لے والثناء والتعوذ
والتسمیۃ والتأمین وکونہن سرا اور مسنون ہے سبحانک اللہم پڑھنا اور اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہنا اور بسم اللہ کہنا اور الحمد کے بعد آمین کہنا اور ان سب کا
آہستہ ہونا یعنی آہستہ کہنا سنت ہے علیحدہ ہر ایک کا پڑھنا سنت جداگانہ ہے ووضع یمینہ علی یسارہ وکونہ تحت السرۃ للرجال لقول علی
رضی اللہ عنہ من السنۃ وضعہما تحت السرۃ ولخوف اجتماع الدم فی رؤس الاصابع اور مسنون ہے رکھنا اپنے داہنے ہاتھ کا بائیں پر اور مسنون ہے مردوں کو
رکھنا انکا ناف کے نیچے بسبب فرمانے علی مرتضیٰ کے کہ سنت ہے رکھنا دونوں ہاتھوں کا ناف کے نیچے اور بسبب خوف خون جمع ہو جانے کے انگلیوں کے
پوروں میں یعنی حکمت ہاتھوں کے کھلے نہ رکھنے میں یہ ہے کہ زیادہ لٹکے رہنے سے انگلیوں میں خون نہ اتر آوے وتکبیر الرکوع وکذا الرفع منہ بحیث
یستوی قائما والتسبیح فیہ ثلاثا والصاق کعبیہ واخذ رکبتیہ بیدیہ فی الرکوع وتفریج اصابعہ للرجل ولا یندب التفریج الا ہنا ولا الضم
الا فی السجود اور مسنون ہے رکوع کے لیے اللہ اکبر کہنا اور اسی طرح مسنون ہے رکوع سے سر اٹھانا اسطرح پر کہ برابر کھڑا ہو جاوے اور مسنون ہے رکوع میں
تین بار سبحان ربی العظیم کہنا یعنی تین بار سے کم کہنا مکروہ تنزیہی ہے اور مسنون ہے دونوں ٹخنوں کا ملانا یعنی اگر بلا عذر ہو سکے اور مسنون ہے پکڑنا اپنے دونوں زانو
کا اپنے دونوں ہاتھوں سے رکوع کے اندر اور مسنون ہے پھیلانا اپنی انگلیوں کا مرد کو اور نہیں مستحب ہے کشادہ رکھنا انگلیوں کا مگر رکوع کے اندر اور
نہ ملا ہوا رکھنا مگر سجدہ کے اندر وتکبیر السجود وکذا الرفع منہ بحیث یستوی جالسا وکذا التکبیر والتسبیح فیہ ثلاثا ووضع یدیہ ورکبتیہ فی السجود
اور مسنون ہے سجدہ کے لیے اللہ اکبر کہنا اور اسی طرح مسنون ہے سجدہ سے اٹھنا اسطرح کہ برابر بیٹھ جاوے اور ایسے ہی مسنون ہے سجدہ سے اٹھنے کو تکبیر
کہنا اور مسنون ہے سجدہ میں تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہنا اور مسنون ہے دونوں ہاتھوں اور زانوؤں کا رکھنا سجدہ میں ہم اکثر فقہا نے ہاتھوں اور زانوں
کا زمین پر رکھنا مسنون کہا ہے اور فقیہ ابو اللیث نے فرض کہا ہے اور فتوی عدم فرضیت پر ہے اور فتح القدیر میں اسکو واجب کہا ہے سو جبکہ مطابق حدیث
کے ہے اور اسیپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت فرمائی ہے بحر الرائق میں کہا کہ انشاء اللہ وجوب کا قول سب اقوال سے بہتر اور متوسط ہے بسبب اسکے
موافق ہونے کے اصول سے کذا فی الشامی فلا تلزم طہارۃ مکانہما عندنا تجنیس پس لازم نہیں پاک ہونا ہاتھ اور زانو کی جگہ کا ہم حنفیوں کے نزدیک کذا فی المجتبیٰ
یعنی جب انکا رکھنا سجدہ میں فرض نہیں تو اگر ناپاک جگہ پر رکھے جاوینگے تو نماز فاسد نہ ہو گی ہم شامی نے کہا کہ ان دونوں اعضا کے مکان کی طہارت
کا شرط نہونا روایت ضعیفہ ہے صحیح یہ ہے کہ اگر انکی جگہ بھی ناپاک ہو گی تو نماز فاسد ہو گی کیونکہ اعضا کا نجاست سے لگنا ایسا ہے جیسے نجاست کا اٹھانا
الا اذا سجد علی کفہ کما مر مگر جس صورت میں کہ سجدہ اپنی ہتھیلی پر کریگا اسوقت پاک ہونا اسکی جگہ کا شرط ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا وافتراش
رجلہ الیسری فی تشہد الرجل اور مسنون ہے بچھانا اپنے بائیں پاؤں کا مرد کے تشہد میں یعنی التحیات پڑھنے میں مسنون ہے مرد کو بائیں پاؤں
کو بچھانا والجلسۃ بین السجدتین اور مسنون ہے بیٹھنا دونوں سجدوں کے درمیان میں طحطاوی نے کہا کہ ماتن نے اول سر اٹھانا
سجدہ سے مسنون کہا تھا شارح نے اسمیں یہ قید لگائی کہ اسطرح سر اٹھاوے کہ برابر بیٹھ جاوے تو اس قید سے بیٹھنا مکرر ٹھہرا ہے لیکن اگر
شارح کی قید کا لحاظ نکرو تو سر اٹھانا جدا سنت ہے اور جلسہ جدا ووضع یدیہ فیہا علی فخذیہ کالتشہد للتوارث اور مسنون ہے رکھنا اپنے

دونون ہاتھون کا جلسہ مین اپنے دونون زانوون پر جیسے التحیات مین ہاتھون کا رکھنا زانوون پر مسنون ہی بسبب توارث کے یعنے اکابر سے
اسی طرح پہونچا ہی طحطاوی نے کہا کہ ہاتھ ایسی طرح رکھے کہ انگلیون کی پورین گھٹنون کے پاس ہون وہذا مما اغفلہ اہل المتون والشروح
لما فی امداد الفتاح للشرنبلالی اور یہ یعنی جلسہ کا مثل التحیات کے بیٹھنے کے ہونا اس قسم سے ہی کہ متن اور شرح والون نے اسکا ذکر نہین کیا چنانچہ
شرنبلالی کی امداد الفتاح مین ہی قلت یاتی مغریا للمنیۃ فافہم مین کہتا ہون اور یہ ذکر منسوب منیہ کی طرف آگے آویگا تو اسکو سمجھ لے ہم شاید فافہم
سے یہ اشارہ ہی کہ کلام فقہا سے اس جلسہ کا حال مثل تشہد کے جلسہ کے نکلسکتا ہی اسطرح کہ اگر ان دونون مین کچھ مخالفت ہوتی تو اسکو
بیان کر دیتے جیسے جلسہ اخیرہ مین دونون پانون کے ایکطرف نکالنے کو بیان کرتے ہین تو جب مطلق بیان کیا تو معلوم ہوا کہ یہ جلسہ مثل جلسہ
تشہد کے ہی کذا فی الشامی والصلوٰۃ علی النبی فی القعدۃ الاخیرۃ وفرض الشافعی قول اللہم صل علی محمد اور مسنون ہی درود پڑھنا نبی صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم پر قعدہ اخیرہ مین اور فرض کہا ہی امام شافعی نے کہنا اللہم صل علی محمد کا یعنے انکے نزدیک قعدہ اخیرہ مین درود اسقدر فرض ہی
ونسبوہ الی الشذوذ ومخالفۃ الاجماع اور محدثین نے اس قول کو شاذ اور مخالف اجماع کے کہا ہی ہم طحاوی اور ابوبکر رازی اور خطابی اور بغوی اور
ابن منذر اور ابن جریر طبری نے اسکو شاذ کہا ہی لیکن بحر الرائق مین منقول ہی کہ بعض صحابہ اور تابعین سے روایت موافق امام شافعی کے پائی جاتی ہی
تو اس صورت مین شاذ کہنا بلا وجہ ہی کذا فی الشامی والدعاء بما یشبہ الفاظ القرآن والسنۃ لا کلام الناس اور مسنون ہی درود کے بعد اور قبل سلام کے ایسی چیز
کی دعا جسکا مانگنا بندون سے محال ہو جو دعا کہ اس باب مین مسنون ہی اسکا ذکر فصل آئندہ مین آویگا و بقی بقیۃ تکبیرات الانتقالات سوی
تکبیرۃ القنوت علی قول اور سنتون مین سے باقی رہی اور تکبیرین ایک رکن سے دوسرے رکن مین جانے کی یعنے رکن کے بدلنے کے لیے
اللہ اکبر کہنا مسنون ہی یہان تک کہ قنوت کے لیے اللہ اکبر کہنا ایک قول کے بموجب طحطاوی نے کہا کہ اس تکبیر کے مسنون ہونے کا قول ضعیف
ہی بلکہ وہ واجب ہی جیسا پہلے بیان ہوا والتسبیح للامام والتحمید لغیرہ اور مسنون ہی سمع اللہ لمن حمدہ کہنا امام کو اور ربنا ولک الحمد کہنا
امام کے غیر کو یعنے مقتدی اور تنہا پڑھنے والے کو وتحویل الوجہ یمنۃ ویسرۃ للسلام اور پھیرنا منھ کا داہنے اور بائین سلام کے وقت ہم اور مسنون
ہی سلام مین ابتدا کرنا داہنے سے اور امام کو نیت مردون اور فرشتون کی کرنی اور پست کہنا دوسرے سلام کا بہ نسبت اول کے کذا فی الشامی
ولہا اداب اور نماز کے کچھ آداب ہین ترکہ لا یوجب اساءۃ ولا عتابا کترک سنۃ الزوائد لکن فعلہ افضل آداب کا ترک کرنا نہ مکروہ تنزیہی ہونیکا
موجب ہی اور عتاب کا باعث جیسے چھوڑنا سنت زوائد کا عتاب و کراہت کا موجب نہین لیکن کرنا ادب کا افضل ہی ہم نماز مین ادب اسکو کہتے ہین
جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یا دو بار کیا ہو اور اسپر مداومت نفرمائی ہو جیسے رکوع اور سجدہ مین تین بار سے زیادہ تسبیح کہنا اور
علیہ مین کئی تعریفین ادب کی کر کے آخر کو کہا کہ ظاہر ادب اور مستحب ایک ہی چیز ہین اور سنت زائدہ اسکو کہتے ہین جو موکد نہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و
سلم نے اسکو بطور عادت کے کیا ہو جیسے آپ کی سیرت لباس اور نشست و برخاست مین یا نماز چاشت اور اسکا مقابل سنت ہدی ہی یعنی سنت موکدہ
جیسے اذان اور جماعت ہی کذا فی الشامی نظرہ الی موضع سجودہ حال قیامہ والی ظہر قدمیہ حال رکوعہ والی ارنبۃ انفہ حال
سجودہ والی حجرہ حال قعودہ والی منکبیہ الایمن والایسر عند التسلیمۃ الاولی والثانیۃ لتحصیل الخشوع مستحب ہی دیکھنا نمازی کا
کھڑے ہونیکے وقت اپنے سجدہ گاہ کیطرف اور رکوع کے وقت اپنے دونون پانون کی پشت کیطرف اور سجدہ کرنے مین اپنی ناک کی نوک کی طرف اور قعود کی
حالت مین اپنی گود کی طرف اور پہلے سلام پھیرنے کے وقت اپنے داہنے شانے کی طرف اور دوسرے سلام کے وقت اپنے بائین شانہ کیطرف
یہ سب آداب ہین واسطے حاصل کرنے خشوع اور انکسار کے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر اگر ان جگہون مین کوئی ایسی چیز ہوگی جس سے دل ہٹے تو انکی طرف دیکھنا

مستحب ہے کیونکہ اس سے اسکا رد ہو جاتا ہے جو تعجب سے پیدا ہوا ساکن غمہ عند التثاؤب ولو بیدہ ففضیبہ فان لم یقدر غطاہ بظہر
یدہ الیسری وقیل بالیمنی لو قائما والا فیسراہ یعنی مستحب ہے اپنا منہ بند کرنا جماہی لینے کے وقت اگرچہ منہ کو دانت کے پکڑنے سے بند کیا ہو اگر نہ بند
ہو سکے منہ کو اپنا بائیں ہاتھ کی پیٹھ سے چھپاوے اور بعضوں نے کہا کہ اگر کھڑا ہو تو داہنے کی پیٹھ سے چھپاوے اور نہیں تو بائیں کی پیٹھ سے کہا
فی المجتبی مرویہ منہ کے بند کرنے کی ہے کہ جماہی لینا نماز میں اور خارج نماز کے مکروہ ہے اور کھڑے ہونے میں داہنا ہاتھ اسلیے کہا کہ حرکت ایک ہاتھ کی ہو
دونہ بائیں ہاتھ کو داہنے کے نیچے سے نکالنے میں دونوں ہاتھوں کو حرکت ہوگی اور بعض نسخوں میں لفظ تغطیہ بصیغہ تثنیہ ہے مگر چونکہ دونوں منہ کا دبانا
کی دفع کے لیے دانت سے وتثاؤب بصیغہ مفرد درست ہے کذا فی الشامی اور دکھنا ہاتھ کو چھپاوے اپنی آستین سے ان التغطیہ بلا ضرورۃ کروہ آستین
سے منہ اسوقت چھپاوے کہ جب بلا دانت ہاتھ اسے آستین سے منہ بند ہوا اسلیے کہ منہ کا چھپانا بدون ضرورت کے کروہ ہے اگر جو منہ کو دانت سے دباکر جماہی
رد کی سکتا تھا مگر اسوقت رد کا بلکہ ہاتھ یا آستین سے منہ کو چھپایا تو کروہ ہوگا کذا فی الخلاصہ فائدہ ترکیب جماہی کے دور کرنے کی یہ نہایت عمدہ ہے کہ اپنے
دل میں سوچے کہ انبیاء علیہم السلام نے جماہی نہیں لی قد دری اور شامی نے ذکر کیا کہ ہمنے اسکا بارہا امتحان کیا فورا جماہی دفع ہوگئی واخراج کفیہ من کمیہ
عند التکبیر للرجل الا لضرورۃ کبرد اور مستحب ہے اپنی دونوں آستینوں میں سے دونوں ہاتھوں کا باہر کرنا مرد کو اللہ اکبر کہنے کے وقت یعنی شروع نماز
میں مگر کسی ضرورت سے مثل سردی کے باہر نکالنا ہاتھوں کا مستحب نہیں رہتا ودفع السعال ما استطاع لانہ بلا عذر مفسد فیجتنبہ اور مستحب ہے رفع کرنا
کھانسی کا اپنے مقدور بھر اسلیے کہ کھانسنا بلا عذر مفسد نماز ہے یعنی جبکہ اس سے حروف پیدا ہوں کذا فی العینی تو اس سے اجتناب کرے والقیام للامام
والمؤتم حین قیل حی علی الفلاح خلافا لزفر فعندہ حی علی الصلوۃ ابن کمال اور مستحب ہے کھڑا ہونا امام اور مقتدی کو جبکہ تکبیر میں حی علی الفلاح
کہا جاوے بخلاف قول زفر کے کہ انکے نزدیک حی علی الصلوۃ کہنے کے وقت کھڑا ہونا مستحب ہے کذا ذکرہ ابن کمال شامی نے کہا کہ یہ نقل قول زفر کی
درست نہیں بلکہ حسن بن زیاد اور زفر کا قول یہ ہے کہ قد قامت الصلوۃ کہنے کے وقت کھڑا ہو ان کان الامام بقرب المحراب والا فیقوم کل صف ینتہی
الیہ الامام علی الاظہر حی علی الفلاح کے وقت کھڑا ہونا اسوقت مستحب ہے کہ امام محراب کے پاس ہو اور اگر محراب سے دور ہو یعنی صفوں کے پیچھے سے
اپنی جگہ جانا چاہے تو جس صف میں امام پہنچے وہی کھڑی ہو جاوے ظاہر قول میں وان دخل من قدام قاموا حین یقع بصرہم علیہ اور اگر امام آگے
کی جانب سے داخل ہو تو لوگ اسوقت کھڑے ہوں جب انکی نظر امام پر پڑے الا اذا اقام الامام بنفسہ فی مسجد فلا یقفوا حتی یتم اقامتہ ظہیریہ
جبکہ امام خود مسجد میں تکبیر کہے تو مقتدی کھڑے نہوں یہانتک کہ امام اقامت پوری کرے کذا فی الظہیریہ شامی نے کہا کہ شارح کو نفی المسجد
الف لام کے ساتھ اور بلا تنوین کہنا مناسب تھا بصیغۃ النفی وان خارجہ قام کل صف ینتہی الیہ بحر اور اگر امام مسجد کے باہر ہو تو جس صف تک
پہونچے وہ کھڑی ہو کذا فی البحر شامی نے کہا کہ اس قول کو ہم نے بحر الرائق میں نہ پایا بلکہ نہر الفائق میں مذکور ہے وشروع الامام فی الصلوۃ
مذ قیل قد قامت الصلوۃ ولو اخر حتی اتمہا لا باس بہ اجماعا وہو قول الثانی والثلاثۃ وہو اعدل المذاہب کما فی شرح المجمع لمصنفہ وفی القہستانی
معزیا للخلاصۃ انہ الاصح اور مستحب ہے نماز شروع کرنا امام کا جبکہ قد قامت الصلوۃ کہا جاوے اور اگر نماز کے شروع کرنے میں تاخیر کی یہانتک
کہ موذن نے اقامت تمام کر لی تو اسمیں کچھ مضائقہ نہیں بالاتفاق اور وہ یعنی تاخیر کرنا امام ابو یوسف اور ائمہ ثلاثہ کا قول ہے اور وہی درست تر
مذاہب کا ہے جیسا کہ شرح مجمع میں اسکے مصنف نے ذکر کیا ہے اور قہستانی میں منسوب بخلاصہ یوں ہے کہ تاخیر کرنا ہی صحیح تر قول ہے اسلیے کہ اس
سے نمازیوں پر اشتباہ نہ ہوگا اور موذن بھی امام کے ساتھ نماز شروع کر سکیگا فرع مسئلہ لحقہ شارح کا لو لم یعلم ما فی الصلوۃ من فرائض
وسنن اجزاہ قنیہ اور اگر نمازی نے یہ نہ جانا کہ جو فرض مثلا ادا کرتا ہے اسمیں فرض کیا افعال ہیں اور سنت کیا تو یہ نماز اسکو کافی ہوگی کذا فی القنیہ

فصل

اس فصل مین نماز کے ادا کرنے کا بیان شروع سے آخر تک اس طریق پر ہی جو سلف سے منقول چلا آیا ہی واذا اراد الشروع فی الصلوٰۃ کبر لو قادرا للافتتاح ای قال وجوبا اللہ اکبر اور جب نمازی نماز شروع کرنا چاہے تو شروع نماز کے لیے تکبیر کہے اگر کہنے پر قادر ہو یعنے بر او جوب لفظ اللہ اکبر کہے طحطاوی نے کہا کہ قادر کی قید سے عاجز نکل گیا اور اللہ اکبر کہنے کے وجوب سے یہ نکلا کہ اگر اللہ کبیر یا اللہ اکبر یا اللہ الکبیر کہیگا تو واجب ادا نہو گا ولا یصیر شارعا بالمبتدا فقط کاللہ لا باکبر فقط ہو المختار اور نماز کا شروع کرنے والا نہوگا صرف مبتدا کہنے سے جیسے فقط اللہ کہے اور خبر کچھ نہ کہے اور نہ صرف اکبر کہنے سے شروع کرنے والا ہوگا یہی قول مختار ہی شامی نے کہا کہ یہی قول امام محمد کا ہی اور یہی ظاہر الروایۃ ہی امام اعظم سے اور وجہ شروع کرنیوالا نہونے کی یہ کہ شروع نماز کی شرط پورا جملہ ہی تو صرف مبتدا یا خبر کہنے سے شرط نپائی جاویگی فلو قال اللہ مع الامام واکبر قبلہ او ادرک الامام راکعا فقال اللہ قائما واکبر راکعا لم یصح فی الاصح پس اگر مقتدی نے لفظ اللہ امام کے ساتھ کہا اور لفظ اکبر کو امام کے فارغ ہونے سے پیشتر کہہ لیا یعنے ہنوز امام نے اکبر کو پورا نہین کیا تھا کہ مقتدی کہہ چکا یا مقتدی نے امام کو رکوع مین پایا تو لفظ اللہ تو کھڑے ہوئے کہا اور اکبر رکوع مین تو دونون صورتونمین اسکا اقتدا درست نہوگا صحیح تر قول مین م پہلی صورت مین اقتدا اسلیے صحیح نہوا کہ امام بوجہ ناتمام ہونے اللہ اکبر کے ابھی نماز کا شروع کرنے والا نہین ہوا تھا کہ مقتدی نے اسکا اقتدا کر لیا تو خارج نماز کا اقتدا ہوا اور دوسری صورت مین شرط تحریمہ مفقود ہی یعنے حالت قیام مین پورا جملہ چاہیے تھا وہ نہوا اسلیے اقتدا بھی صحیح نہوا شامی نے کہا کہ جیسے اقتدا صحیح نہین ویسے ہی مقتدی خود اپنی نماز کا شروع کرنے والا بھی نہوگا کیونکہ اُسنے قصد شریک ہو کر پڑھنے کا کیا تھا یعنے تنہا پڑھنے کی نیت پہلے ہی نہ تھی کما لو فرغ من اللہ قبل الامام جیسے اقتدا صحیح نہین جبکہ فارغ ہوا مقتدی لفظ اللہ کے کہنے سے پہلے شروع کرنے امام کے یعنے امام نے تکبیر تحریمہ ابھی شروع نہین کی کہ مقتدی اللہ کہہ چکا تو اقتدا صحیح نہوگا ولو ذکر الاسم بلا صفۃ صح عند الامام خلافا لمحمد رح اور اگر صرف اسم ذات کو یعنے لفظ اللہ کو ذکر کیا بدون صفت یعنی اکبر کے تو صحیح ہی امام کے نزدیک برخلاف محمد کے طحطاوی نے کہا کہ یہ مسئلہ مکرر ہو گیا اور باوجود مکرر ہونے کے ضعیف ہی کیونکہ ظاہر الروایت پر مبنی نہین کذا ذکرہ الحلبی م اگر پہلی صورت کو یعنے صرف مبتدا کے ذکر کرنے سے شروع کرنیوالا نہونے کو منفرد یا امام کے لیے محمول کرین اور اس صورت کو حالت اقتدا پر تو مکرر نہین ہوتا بالحذف او مد احدی الہمزتین مفسد وتعمدہ کفر وکذا الباء فی الاصح اللہ اکبر وجوبا کہے ہمزون کے حذف کرنے کے ساتھ یعنے اللہ اور اکبر کے ہمزون کو بڑھا کر نہ کہے اسلیے کہ کھینچکر پڑھنا ان دو ہمزون مین سے ایک کا مفسد ہی شروع نماز کا اگر نادانستگی مین بڑھا کر پڑھا ہوا ور جانکر انکو مد کرنا کفر ہی اور اسیطرح ب کا بڑھانا لفظ اکبر سے صحیح تر قول مین مفسد ہی م مقابل اسکا وہ ہی جو حلبی نے شرح منیہ مین ذکر کیا ہی کہ ب کا بڑھانا مفسد نہین کذا فی الطحطاوی وشرط کونہ قائما فلو وجد الامام راکعا فکبر منحنیا ان الی القیام اقرب صح ولغت نیۃ تکبیرۃ الرکوع اور شرط ہی اللہ اکبر کہنا کھڑے ہو کر یعنے فرض نماز مین باوجود قدرت کھڑے ہو کر تحریمہ کرنا چاہیے پس اگر امام کو رکوع مین پایا اور جھکے ہوئے اللہ اکبر کہا تو اگر یہ جھکنا قیام سے قریب ہوگا یعنے اسقدر جھکا ہوگا کہ ہاتھون سے گھٹنون کو نہ پکڑ سکے تو شروع صحیح ہوگا اور تکبیر رکوع کی نیت لغو ہوگی م صورت اسکی یہ ہی کہ مقتدی نے جو اللہ اکبر کہا اس سے رکوع کی نیت کی نہ نماز کے شروع کی تو یہ تکبیر تحریمہ کی ہو جائیگی اور رکوع کی نیت لغو ہوگی اسلیے کہ تکبیر تحریمہ فرض و شرط ہی اور رکوع کی تکبیر نفل ہی اور چونکہ یہ نفل فرض کے محل مین واقع ہوئی اسلیے فرض کی طرف پھیری گئی کذا فی الشامی مختصرا فروع مسائل ملحقہ شارح کے کبر غیر عالم بتکبیر امامہ ان اکبر رائہ انہ کبر قبلہ لم یجز والا جاز محیط مقتدی نے اللہ اکبر کہا اور یہ نہین جانتا کہ امام اللہ اکبر کہہ چکا ہی یا نہین تو اگر اسکی رائے غالب یہ ہی کہ مین نے امام سے پہلے اللہ اکبر کہا ہی تب تو اقتدا درست نہوگا ورنہ جائز ہوگا کذا فی المحیط یعنے اگر گمان غالب یہ ہوگا کہ امام کے ساتھ یا اسکے بعد اللہ اکبر کہا ہی یا کچھ گمان ہی نہو کہ پہلے کہا یا پیچھے تو اقتدا درست ہوگا کذا فی الشامی ولو اراد بتکبیرہ التعجب او متابعۃ المؤذن

[illegible] اگر اذان میں شروع اللہ اکبر کہنے سے قصد تعجب کا کیا یا موذن کے جواب دینے کا ارادہ کیا تو شروع کرنا نماز کا نہو گا کیونکہ تعجب کرنا اور
جواب اذان کا دینا اجنبی باتین ہین اور نماز کی منافی ہین تو انسے شروع درست نہو گا ویجزم الراء لقوله صلى الله عليه وسلم الاذان جزم والاقامة
جزم والتكبير جزم م یعنی وصرف الاذان اور اللہ اکبر کی رکو جزم کیجے بسبب فرمانے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ اذان جزم ہے
اور اقامت جزم ہو اور اللہ اکبر کہنا جزم ہو کذا فی الفتح اور یہ حدیث باب الاذان مین گذری م اذان جزم ہو یعنے کلمات کے آخر پر حرکت نہین یہ
حدیث ابراہیم نخعی سے موقوفا اور مرفوعا مروی ہو وانا التیسیر شارعا بالنیۃ عند التکبیر لا به وحده ولا بها وحدها بل بهما اور بات یون ہو کہ شروع
کرنے والا نیت سے ہوتا ہو اللہ اکبر کہنے کے وقت نہ صرف اللہ اکبر کہنے سے اور نہ صرف نیت سے بلکہ دونون چیزون سے م یعنے چونکہ نیت بھی
صحت نماز کی شرط ہو اور تحریمہ بھی اور نیت تحریمہ سے پیشتر بھی جائز ہو بشرطیکہ کوئی اجنبی فعل مثل کھانے پینے کے بیچ مین واقع نہو تو اس سے یہ
وہم ہوتا ہو کہ شاید صرف نیت کافی ہو اسلیے ماتن نے تصریح کر دی کہ نیت تحریمہ کے وقت ہونی چاہیے کذا فی الشامی ولا يلزم العاجز عن النطق
كاخرس وامى تحريك لسانه وكذا فى حق القراءة هو الصحيح لتعذر الواجب فلا يلزم غيره الا بدليل فتكفى النية اور جو شخص کہ بولنے سے عاجز ہو جیسے گونگا
اور امی اسکو اللہ اکبر کہنے کے لیے اپنی زبان کا ہلانا ضرور نہین اور اسی طرح قرارت کے حق مین زبان کا ہلانا ضرور نہین یہی صحیح ہو زبان کا ہلانا لازم
نہین بسبب دشوار ہونے واجب کے تو نہین لازم ہو گا واجب کا غیر بدون دلیل کے اسلیے نیت کافی ہو گی م یعنی اللہ اکبر کہنا اور قرارت واجب ہو اور
یہ واجب عاجز سے ادا نہین ہو سکتا تو دوسری چیز یعنے زبان ہلانے کو اسپر لازم کرنا بدون دلیل کے کیسے درست ہو اسلیے عاجز کی نیت ہی نماز مین کافی
ہو لکن ینبغى ان يشترط فيها القيام وعدم تقدمها على القيام لانها مقام التحريمة ولم اره لیکن سزاوار یہ ہو کہ عاجز کی نیت مین قیام شرط ہو اور نماز سے پیشتر نہو کیونکہ
نیت اس صورت مین قائم مقام تحریمہ کی ہو اور مین نے اسکو دیکھا نہین م یعنے چونکہ عاجز کے حق مین نیت کافی ہو تحریمہ کی کچھ ضرورت نہین اس سے
یہ نکلا کہ نیت قائم مقام تحریمہ کے ہو گئی تو شارح نے بہ تبعیت مصنف نہر الفائق کے کہا ہو کہ تحریمہ کی شرطین یعنے قیام اور مقدم نہونا عاجز کی نیت مین ملحوظ
ہونا چاہیے مگر مین نے اسکی تصریح نہین دیکھی شامی نے کہا کہ عاجز کی نیت کا قائم مقام تحریمہ کے ہونا بدون دلیل کیسے مانا جاوے کیونکہ نیت اور تحریمہ دونون
شرطین علحدہ ہین تو جب ایک شرط کسی عذر سے ساقط ہو گئی اور دوسری پر اکتفا کی گئی تو اس سے یہ کیسے لازم آیا کہ دوسری شرط ساقط کے قائم مقام ہو گئی
ثم فى الاشباه فى قاعدة التابع تابع فالمفتى به لزومه فى تكبيرة وتلبية لا قراءة پھر اشباہ مین اس قاعدہ کے بیان مین کہ تابع تابع رہتا ہو یہ ہو کہ فتوے
اسپر ہو کہ زبان ہلانا عاجز پر لازم ہو اللہ اکبر کہنے اور لبیک کہنے مین اور لازم نہین قرارت مین م شامی مین محیط سے منقول ہو کہ قرارت فرض قطعی ہو اور
تلبیہ فرض ظنی تو چاہیے کہ تلبیہ مین بطریق اولے لازم نہو ورفع يديه قبل التكبير وقيل معه ماسا بابهاميه شحمتى اذنيه اور اٹھاوے اپنے دونون ہاتھ اللہ اکبر
کہنے سے پہلے اور بعضون نے کہا کہ اللہ اکبر کے ساتھ ہی اٹھاوے لگانے والا دونون انگوٹھون کو دونون کانون کی لو سے م اللہ اکبر سے پہلے
ہاتھون کا اٹھانا منسوب ہو طرفین کیطرف اور صاحب ہدایہ نے اسکی تصحیح کی ہو اور خلاصہ اور محیط وغیرہ مین ہو کہ جب اللہ اکبر کہنا شروع کرے اسیوقت ہاتھون
کا اٹھانا شروع کرے اور جب اسکو تمام کرے اسیوقت اسکو تمام کرے اور تیسرا قول یہ ہو کہ بعد اللہ اکبر کے اٹھاوے اور یہ سب اقوال حدیث شریف مین مروی
ہین کذا فی الشامی هو المراد بالمحاذاة لانها لا تتيقن الا بذلك کانون تک ہاتھون کا اٹھانا ہی مراد ہو محاذات سے جو ظاہر الروایۃ اور بعض احادیث
مین وارد ہو اسلیے کہ محاذات بدون اسطرح اٹھانے کے یقینی نہو گی م یعنے بعض احادیث مین جو حذو اذنیہ آیا ہو یعنے دونون کانون کے برابر ہاتھ
اٹھاوے اس سے مراد یہی ہو کہ انگوٹھے کانون کی لو کو لگین اور شانون تک اٹھانے مین برابری کانون کی ثابت نہین اور جن حدیثون مین شانون تک
اٹھانا مروی ہو اس حالت پر محمول ہو کہ ہاتھ سردی کے سبب کپڑون کے اندر ہون اور ابن ہمام نے دونون حدیثون مین توفیق اسطرح کی ہو کہ [illegible]

مونڈھون کے برابر کرنے سے کانون کی محاذات انگوٹھون سے ہوجاتی ہے کذا فی الشامی بتصرف وتستقبل بکفیہ القبلۃ وقیل خدیہ اوراپنی دونون ہتھیلیون
کو قبلہ کی طرف متوجہ کرے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہتھیلیون کا رخ دونون رخسارون کی طرف کو رکھے والمراۃ ولو امۃ کما فی البحر لکن فی النہر عن السراج
انہا ہنا کالرجل وفی غیرہ کالحرۃ اور عورت اگر لونڈی ہو چنانچہ بحرالرائق مین ہے لیکن نہر الفائق مین سراج سے منقول ہے کہ لونڈی اس مقام مین یعنے
رفع یدین مین مرد کے برابر ہے اور دوسرے افعال مثل رکوع اور سجدہ مین مثل آزاد بی بی کے ہے ترفع بحیث یکون رؤس اصابعہا حذاء منکبیہا وقیل
کالرجل عورت اپنے ہاتھ اسطرح اٹھادے کہ اسکی انگلیون کے برابر اسکے دونون شانون کے ہوجائین اور حسن نے امام اعظم سے روایت کی
کہ عورت مثل مرد کے ہے ہاتھ اٹھانے مین مگر اول قول کو ہدایہ مین صحیح کہا ہے وصح شروعہ ایضا مع کراہۃ التحریم بتسبیح وتہلیل وتحمید وسائر کلم التعظیم
الخالصۃ لہ تعالی ولو مشترکۃ کرحیم وکریم فی الاصح اور نیز صحیح ہے شروع کرنا نمازی کا نماز کو کراہت تحریمی کے ساتھ سبحان اللہ کہنے اور لا الہ الا اللہ
کہنے اور الحمد للہ کہنے سے اور سب اللہ تعالی کے خالص تعظیم کے کلمات سے اگرچہ مشترک ہون مثل رحیم اور کریم کے صحیح تر قول مین م تعظیم مین
خالص کی قید اسلیے لگائی کہ جو کلمات شامل ہون دعا اور حاجت پر وہ نکل جائین شامی نے کہا کہ لہ تعالی متعلق تعظیم سے ہے نہ خالص سے ورنہ
اسکے بعد ولو مشترکۃ نہ نبیگا اور اصح قول کا مخالف ذخیرہ اور خانیہ مین ہے کہ شروع نماز کو خالص لفظ اللہ اکبر سے مخصوص کیا ہے وخصہ الثانی باکبر وکبیر منکرا
ومعرفا زاد فی الخلاصۃ والکبار مخففا ومثقلا اور مخصوص کیا ہے شروع کو امام ابو یوسف نے لفظ اللہ اکبر و کبیر سے خواہ انکو نکرہ بے الف لام کے بولے یا الف
لام کے ساتھ خلاصہ مین کبار کو بھی تخفیف اور تشدید کے ساتھ زیادہ کیا ہے م کبار بضم اول وتخفیف موحدہ خواہ تشدید آن بمعنی کبیر ہے یعنے ابو یوسف رح
کے نزدیک اللہ اکبر یا اللہ الاکبر یا اللہ کبیر یا اللہ الکبیر یا اللہ کبار یا اللہ الکبار کہنے سے شروع نماز صحیح ہوجائیگا اور الفاظ سے صحیح نہو گا شامی نے کہا کہ
باب مین صحیح طرفین کا قول ہے چنانچہ نہر الفائق مین ہے کما صح لو شرع بغیر عربیۃ ای لسان کان جیسے کہ صحیح ہے اگر نماز کو شروع کیا عربی کے سوا دوسری
زبان مین کوئی سی زبان ہو وخصہ البردعی بالفارسیۃ لمزیتہا بحدیث لسان اہل الجنۃ العربیۃ والفارسیۃ الدریۃ بتشدید الراء قہستانی اور خاص
کیا ہے دوسری زبان کو احمد بن حسین بردعی نے فارسی کے ساتھ بسبب اسکے فائق ہونے کے اس حدیث سے کہ زبان جنت والون کی عربی ہے اور دری
فارسی ہے اور لفظ دری رار مہملہ کی تشدید سے ہے کذا فی القہستانی م محشی اس حدیث کی تخریج کے درپے نہین ہوے اور دری منسوب ہے درکیطرف یعنی دروازہ کا
یہ زبان ان لوگون کی ہے جو بادشاہی دروازون پر رہتے ہین اور فارس نام ایک قلعہ کا ہے جسکی طرف ایک قوم منسوب ہے ان لوگون کی زبان عربی کے
بعد اشرف اور مشہور تر ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وشرطا عجزہ اور صاحبین نے دوسری زبان مین شروع نماز کے صحیح ہونے کے لیے عاجز ہونا
نمازی کا عربی مین تکبیر کہنے سے شرط کیا ہے وعلی ہذا الخلاف الخطبۃ وجمیع اذکار الصلوٰۃ اور اسی خلاف پر ہین خطبہ اور سب ذکر نماز کے یعنی امام اعظم رح کے نزدیک
اور زبانون مین خطبہ اور ثنا اور دوسری دعائین درست ہین اور صاحبین کے نزدیک عربی سے عاجز ہونے کی صورت مین درست ہین طحطاوی نے
کہا کہ معتمد امام کا قول ہے واما ما ذکرہ بقولہ او اسلم او لبی او سمی عند ذبح او شہد عند حاکم او رد سلاما ولم ار لو شمت عاطسا او قرا عاجزا فجائز اجماعا
اور جو امور کہ نماز کے ذکر مین داخل نہین اور انکو مصنف نے اپنے قول مین ذکر کیا ہے یعنے خواہ ایمان لایا یا لبیک کہا یا سلام کیا یا ذبح کے
وقت خدا تعالی کا نام لیا یا کسی حاکم کے سامنے گواہی دی یا جواب سلام کا دیا یا قراءت پڑھی عربی سے عاجز ہو کر تو یہ سب باتین باتفاق امام اور
صاحبین کے غیر زبان مین جائز ہین شارح نے کہا کہ اگر چھینک کا جواب غیر زبان مین دیا تو اسکا حکم مین نے نہین دیکھا شامی نے
حلبی سے نقل کیا کہ سلام کے جواب اور چھینک کے جواب مین کچھ فرق نہین معلوم ہوتا قید القراءۃ بالعجز لان الاصح رجوعہ الی قولہما
وعلیہ الفتوی مصنف نے قراءت مین عربی سے عاجز ہونے کی قید لگائی اسلیے کہ صحیح تر ہے رجوع کرنا امام کا صاحبین کے قول کی طرف اور

... عن ابی یوسف و عن المعلی الشروع فی القراءۃ بلسان غیر عربیۃ ولا باس بہ ... قولہ الا ان الراجح ... کالتلبیۃ یجوز اتفاقا فظاہرہ کالمتن یدل ...

البدائع والمجانۃ ... واعتمدہ الکثیرون من الشافعیۃ شیخ الاسلام ... کتب قنیہ اور صغری نے شروع نماز کی تکبیر کو قراءت کے اعتبار ...

غیر زبان میں اسکے صحیح ہونے کے لیے بھی قید عربی سے عاجز ہونیکی اتفاقی ہونا تو اس ... کا کوئی ساتھ ہو جسے بہشتی زیور یا اس ...

متن کے دعوے کو قوت دیتی ہے کہ تکبیر شروع کو تاتارخانیہ میں تلبیہ کے مانند ٹھہرایا ہے کہ غیر زبان میں بالاتفاق جائز ہے پس شامی تحریر کا احتمال ...

متن وغیرہ الا انہ ... ہے کہ صاحبین نے امام کے قول کیطرف رجوع کیا ہے نہ یہ کہ امام نے صاحبین کیطرف رجوع کیا ہو تو انکو ... قراءت ...

سی کہ ... والدلیل پر یہ امر مشتبہ ہو گیا ہے یہانتک کہ شرنبلالی پر بھی اسکی سب کتابون میں شبہ ہو گیا ہے یہ مشہور ہے کہ امام و صاحبین ...

سب ذکر اور تکبیر جو ہے وہ دوسری زبان میں بالاتفاق درست ہوتے ہیں کہ نمازی عربی سے عاجز ہو اور امام کے نزدیک سوا قراءت کے سب ذکر ...

باوجود قدرت عربی کے غیر زبان میں جائز ہیں تو فقط امام صاحب نے قراءت کے باب میں صاحبین کے قول کیطرف رجوع کیا ہے اسوجہ سے کہ قرآن ...

خاص عربی منظوم کا نام ہے جو بنقل متواتر ہم تک پہونچا ہے تو فارسی وغیرہ میں وہ منقول خاص باقی نہ رہیگا باقی رہا شروع کا حال تو اسمین امام صاحب کی دلیل

قوی ہے جیسے وہ یہ فرماتے ہین کہ شروع میں مطلوب ذکر اور تعظیم ہے یہ ہر زبان میں حاصل ہو سکتا ہے خصوصیت عربی کی نہین پس مثل ... شروع کو

قراءت کے مانند ٹھہرایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام نے صاحبین کا قول شروع نماز مین اختیار کیا حالانکہ ایسا نہین کیونکہ تاتارخانیہ میں شروع

کو تلبیہ کے موافق کہا ہے جو بالاتفاق دوسری زبان مین درست ہے اور اس متن مین بھی شروع نماز میں قید عاجزی کی نہین لگائی جیسے قراءت مین

لگائی ہے تو تاتارخانیہ کی ظاہر عبارت اور اس متن کی عدم تقیید اس بات کی دلیل ہین کہ صاحبین نے شروع نماز مین امام کا قول اختیار کیا ہے نہ یہ کہ امام

نے صاحبین کا قول لیا ہو جیسا عینی نے سمجھا کذا فی الشامی بتصرف لا یصح ان اذن بہا علی الاصح وان علم انہ اذان وذکرہ المعلی عن ...

الزیلعی التعارف نہین صحیح ہے اگر اذان دی غیر عربی میں صحیح تر قول کے بموجب اگرچہ لوگ یہ جانین کہ وہ اذان ہے ذکر کیا ہے اسکو حدادی نے اور

زیلعی نے تعارف کا اعتبار کیا ہے یعنے اذان فارسی میں ہو اور لوگ جان جاوین کہ اذان ہوتی ہے تو درست ہوگی ورنہ جائز نہوگی کیونکہ اذان سے

مقصود خبر کرنا نماز کا ہے وہ حاصل نہین ہوا فروع مسائل ملحقہ شارح کے قرا بالفارسیۃ او التوراۃ او الانجیل ان قصۃ تفسد وان ذکرا لا قراءت پڑھے

فارسی مین یا قرآن کی جگہ توریت یا انجیل پڑھے اگر کوئی قصہ پڑھا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور اگر ذکر پڑھا تو فاسد نہو گی عم ہدایہ مین کہا کہ فارسی

مین قراءت سے نماز فاسد نہین بالاختلاف بشرطیکہ جسقدر قراءت سے نماز درست ہو جاسے اسقدر عربی مین پڑھلی ہو اور قاضیخان نے کہا کہ صاحبین

کے نزدیک نماز فاسد ہو جاتی ہے فتح القدیر مین ان دونون قول مین یون توفیق کی کہ اگر فارسی مین قصون کی جگہ یا امر و نہی کی جگہ سے پڑھیگا تو نماز فاسد

ہو جائیگی اور اگر ذکر اور تنزیہ کے مقام کو پڑھیگا اور اسی پر اکتفا کریگا تب بھی فاسد ہوگی کہ نماز قراءت سے خالی رہجائیگی اور کسی قدر قرآن

اسکے ساتھ ملایگا تو فاسد نہوگی کذا فی الشامی والحق بہ ای البحر الشاذ اور بحر الرائق مین فارسی مین قراءت پڑھنے کے ساتھ قرآن کی روایت شاذ

کو ملحق کیا ہے یعنے روایت شاذ کا حکم بھی اسی تفصیل سے ہے جیسا فارسی قراءت مین مذکور ہوا لکن نے النہر الاوجہ انہ لا یفسد ولا یجزی بہ النہی لیکن نہرالفائق

مین ہے کہ موجہ تر یہ ہے کہ روایت شاذ نماز کو فاسد نہین کرتی اور نہ قراءت واجب سے کافی ہوتی ہے جیسا کہ بچہ کر کے پڑھنا قرآن کا مثلاً یون کہنا

الم ح م ذ ل ق ل اسکہ وہ بھی مفسد نہین اور نہ مقدار واجب کو کافی ہو۔ قرآن مجید کی روایات مشہور سات ہین اور ائمہ قراءت دس

ہین تو متواتر روائتین دس تک ہو سکتی ہین پس جو روایت کہ ان دسون روایتون سے خالی ہوگی وہ شاذ ہے نہر الفائق مین کہا کہ وجہ اسکے مفسد

ہونیکی یہ ہے کہ روایت شاذ کے قرآن ہونے مین شک ہے تو شک سے نماز فاسد نہین بخلاف فارسی کے کہ وہ ہرگز قرآن نہین کیونکہ عرف مین قرآن خاص عربی

زبان ہی کو کہتے ہین ویجوز کتابۃ آیۃ او آیتین بالفارسیۃ لا اکثر اور درست ہی لکھنا ایک آیت یا دو آیتون کا فارسی مین نہ زیادہ کا طحطاوی نے حلبی سے
نقل کیا کہ اسکی وجہ یہ ہی کہ ایک یا دو آیت قلیل ہی اور قلیل معاف ہی نہ کثیر تو بدون ضرورت کے کثیر معاف نہو گا اور ضرورت کی صورت مین زیادہ کے
لکھنے مین بھی کچھ مضائقہ نہین ویکرہ کتب التفسیر تحتہ بہا اور مکروہ ہی لکھنا قرآن کی تفسیر کا قرآن کے نیچے فارسی مین طحطاوی نے کہا کہ اسکی وجہ یہ ہی کہ شریعت
مین حکم ہی قرآن کے خالی رکھنے کا غیر قرآن سے اور فتح القدیر مین کافی سے منقول ہی کہ لکھنا قرآن کا اور تفسیر ہر حرف کی اور ترجمہ اسکے نیچے لکھنا جائز ہی اس سے
معلوم ہوا کہ کراہت سے تنزیہی کراہت مراد ہی اور فارسی کی کچھ قید نہین ہر زبان کا یہی حکم ہی مترجم کے نزدیک بہتر طریق یہ ہی کہ قرآن مجید متن مین اور ترجمہ
حاشیہ پر لکھے تا کہ اس کراہت سے بچے ولو شرع بمشوب بحاجتہ کتعوذ وبسملۃ وحوقلۃ واللہم اغفرلی او ذکرہا عند الذبح لم یجز اور اگر نماز کو شروع کیا ان
لفظون سے جو مخلوط ہین نمازی کی حاجت کے ساتھ تو شروع درست نہو گا جیسے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہنا کہ یہ قائم مقام دعا کے ہی گویا کہ یہ کہا کہ الٰہی مجکو پناہ
دے شیطان سے اور جیسے بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کرنا کہ یہ بھی برکت کے واسطے ہی تو گویا یون کہا کہ الٰہی تو میرے واسطے برکت کر اور جیسے لاحول ولا قوۃ
الا باللہ سے شروع کرنا کہ واقع مین یہ بھی دعا ہی تو گویا یون کہیگا کہ الٰہی مجکو اپنی معصیت سے پھیر دے اور اپنی طاعت پر قوت دے کہ سوا تیرے اور کسیکو
یہ طاقت نہین اور جیسے اللہم اغفرلی کہنا کہ صریح دعاء مغفرت کی پس ان سب سے نماز کا شروع جائز نہین یا ذکر کیا اللہم اغفرلی کو ذبح کے وقت تو ذبح درست
نہو گا بخلاف اللہم فقط فانہ یجوز فیہما فی الاصح کیا اللہ بخلاف صرف لفظ اللہم کے کہ شروع اور ذبح دونون مین جائز ہی صحیح تر قول مین مثل
یا اللہ کے کہ وہ بھی شروع اور ذبح مین درست ہی باتفاق شامی اور طحطاوی نے کہا کہ اصح کی قید سے ان لوگون کا قول نکل گیا جو عدم صحت شروع اور
ذبح کے قائل ہین چنانچہ جوہرہ مین اس قول کی تصحیح کی ہی اور اللہم بمعنی یا اللہ ہی ووضع الرجل یمینہ علی یسارہ تحت سرتہ آخذا رسغہا بخنصرہ
وابہامہ ہو المختار اور رکھے مرد یعنے بعد تحریمہ کے اپنا داہنا ہاتھ بائین پر نیچے اپنی ناف کے پکڑنے والا بائین ہاتھ کی کلائی کو داہنی چھنگلی اور انگوٹھے
سے یہی مختار ہی یعنے چھنگلی اور انگوٹھے کا حلقہ کرکے بائین ہاتھ کی کلائی کو پکڑ لے اور باقی تین انگلیان اسپر پھیلا دے اور بعضون نے کہا کہ خنصر اور
بنصر اور ابہام سے حلقہ کرے دو کو پہونچے پر رکھے مگر مختار اول طور ہی اور وجہ مختار ہونے کی یہ ہی کہ بعض احادیث مین ہاتھ رکھنا دوسرے ہاتھ پر مروی
ہی اور بعض مین پکڑنا تو اسطرح رکھنے مین دونون باتین حاصل ہین کذا فی الشامی متصرف وتضع المرأۃ والخنثی الکف علی الکف تحت ثدیہا اور
رکھے عورت اور خنثی مشکل داہنی ہتھیلی کو بائین ہتھیلی پر اپنی دونون پستان کے نیچے شامی نے کہا کہ منیہ کے بعض نسخون مین تحت ہی اور بعضون مین علی
یعنی پستان کے اوپر رکھے مگر بہتر تھا کہ یون کہتا کہ سینہ پر رکھے کہ اکثر فقہا نے سینہ پر رکھنا لکھا ہی نہ پستان پر اور خنثی اسکو کہتے ہین جسمین مرد اور عورت
دونون کی علامت ہو پس اگر مرد کی علامت کو قوت ہو گی تو اسکو حکم مردون کا ہو گا اور اگر عورت کی علامت کو غلبہ ہو گا تو اسکا حکم عورتون کا سا ہی اور
اگر کسی علامت کو غلبہ اور قوت نہو تو وہ خنثی مشکل ہی کما فرغ من التکبیر بلا ارسال فی الاصح ہاتھ رکھے بمجرد فارغ ہونے کے اللہ اکبر کہنے سے بدون ہاتھ
لٹکانے کے صحیح تر قول مین شامی نے کہا کہ ظاہر الروایت یہی ہی اور اسکا مقابل نوادر مین امام محمد سے مروی ہی کہ ثنا پڑھنے کے وقت دونون ہاتھون
کو لٹکا رکھے جب سبحانک اللہم الخ سے فارغ ہو جاوے تو ہاتھ باندھ لے ہم کاف کما فرغ کا مبادرت کا کاف کہا تا ہی وھو سنۃ قیام اور ہاتھون کا باندھنا سنت
ہی قیام کی یعنی شیخین کے نزدیک اور امام محمد کے نزدیک قرارت کی سنت ہی اسلیئے ثنا مین انکے نزدیک ہاتھون کا لٹکانا اور انکو نہ باندھنا اسوقت تک درست
ہی کہ قرارت شروع کرے ظاہرہ ان القاعد لا یضع ولم ارہ اور ہاتھون کے باندھنے کو سنت قیام ٹھہرانے سے ایسا ظاہر ہوتا ہی کہ بیٹھنے والا اپنے ہاتھ
باندھے اور مین نے اسکو مصرح نہین دیکھا ثم رایت فی مجمع الانہر المراد من القیام ما ہو الاعم لان القاعد یفعل کذلک پھر مین نے مجمع الانہر مین دیکھا
کہ مراد قیام سے وہ ہی جو عام ہی حقیقی اور حکمی سے اسلیئے کہ بیٹھنے والا بھی ایسا ہی کرتا ہی یعنے ہاتھ وہ بھی باندھتا ہی تو معلوم ہوا کہ قیام خواہ حقیقی ہو یا

یعنی ہاتھ کا باندھنا ہر سنت ہر جس قیام میں جیسے نفل میں بیٹھنا اور نہ سواری پر نہ ہو ۔ تحت کی قید سے نکل گیا ہر تمام مقام قیام کے ہر لہ القرار فیہ ذکر مسنون
حیث حالۃ الثناء و فی القنوت و تکبیرات الجنازۃ یعنی ہاتھ باندھنا اس قیام کی سنت ہر جسمین طول ہوا اور اسمین کوئی ذکر مشروع ہو یعنی جسکے
پڑھنے کا حکم ہو خواہ وہ ذکر فرض ہو یا واجب یا سنت اس سے یہ نکلا کہ ہاتھ باندھنا ثنا پڑھنے کے وقت اور قنوت کے اندر اور جنازہ کی تکبیروں مین کیونکہ ان
قیاموں میں ذکر مشروع پایا جاتا ہر ہم اسطرح خطبہ پڑھنے کے وقت ہاتھ باندھنا چاہیئیں کہ وہی ذکر مشروع سے خالی نہین ہوتے لا یسن فی قیام خلی عن ذکر
و بعد رفع من رکوع والاجن تکبیرات العیدین لعدم الذکر ما لم یطل القیام فیضع یعنی ہاتھ باندھنا مسنون ہر تو باندھنا ایسے قیام میں جو کہ رکوع کے درمیان کے قیام ہین یسبب نہ
ہونے قیام کے یعنی اگرچہ قومہ مین ذکر مسنون سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد کہا جاتا ہر مگر چونکہ اس قیام میں طول نہین تو ہاتھ باندھنا مسنون
نہین اور نہین مسنون عیدین کی تکبیروں مین ہاتھ کا باندھنا بسبب نہ ہونے ذکر کے جبتک کہ قیام کو طول نہ دے اور اگر طول دے تو ہاتھ باندھ لے کذا فی السراج
اسطرح سی شرح کا اور ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہر کہ صلوۃ التسبیح کے قومہ مین ہاتھ کا باندھنا مسنون ہوا سوجہ سے کہ اسمین طول اور ذکر مسنون دونون ہین و قرا کما کبر بلا

اللھم الا کا جل ثناءک الا فی الجنازۃ مقتصرا علیہ فلا یضم وجہت وجھی الا فی النافلۃ ولا تفسد بقولہ وانا اول المسلمین فی الاصح اور پڑھے بجرد تکبیر کہنے کے سبحانک اللھم
بحمدک و تبارک اسمک و تعالی جدک ولا الہ غیرک کلمہ و جل ثناءک کو نہ پڑھے بعد و تعالی جدک کے و جل ثناءک کے سوائے نماز جنازہ کے کہ اسمین اس لفظ کا زیادہ کرنا مسنون
ہر و جا لیک الکفایۃ و الا ہو اسی ثنا پر یعنی اسمین وجہت وجھی الخ نہ ملاوے بجز نماز نفل کے کہ اسمین اسکا ملانا ثناء کے ساتھ جائز ہر اور نماز فاسد نہین ہوتی صحیح تر
قول مین نمازی کے اس کہنے سے وانا اول المسلمین یعنی میں پہلا ہون سب مسلمانون کا ہم غبہ مین کہ اگر جل ثناءک بھی کہیگا تو نماز مین کچھ حرج نہو گا اور وجہت
وجھی پوری اسطرح ہر (وجہت وجھی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لاشریک لہ وبذلک امرت
وانا اول المسلمین) اسکو نفل نماز مین ثنا کے ساتھ ملاے اور متاخرین نے اسکو اختیار کیا ہر کہ تحریمہ سے پیشتر اسکو کہہ لے اور راجح قول کا مقابل وہ ضعیف قول ہر کہ نماز
فاسد ہو جاتی ہر اسلیے کہ انا اول المسلمین اسکی طرف سے جھوٹ ہوتا ہر بحر الرائق میں ہر کہ احادیث صحیحہ مین اسکا پڑھا جانا ثابت ہر تو مفسد نماز نہین ہو سکتا علاوہ اسکے
جھوٹ اسوقت ہو کہ نمازی اپنے حال کی خبر دیتا ہو اسکی غرض تو صرف قصد تلاوت ہر تو جھوٹ کیسے ہو گا کذا فی الشامی ملتقطا الا اذا شرع الامام فی القراءۃ سواء کان
مسبوقا او مدرکا و سواء کان امامہ یجہر بالقراءۃ اولا فانہ لا یاتی بہ لما فی النہر عن الصغری ادرک الامام فی القیام یثنی ما لم یبدأ بالقراءۃ تکبیر تحریمہ کہنے ہی ثنا پڑھے
مگر جب امام قرارت پڑھنے لگا ہو تو اسوقت مقتدی ثنا نہ پڑھے خواہ مقتدی کچھ نماز ہو جانے کے بعد ملا ہو یا شروع سے امام کا شریک ہو اور برابر ہر کہ امام کا
قرارت پکار کر پڑھتا ہو یا نہین اسلیے کہ نہر الفائق میں صغری سے منقول ہر کہ امام کو مقتدی نے قیام مین پایا تو ثنا پڑھے جبتک کہ امام نے قرارت شروع کی ہو حلبی
نے حلبی سے نقل کیا کہ عبارت متن سے معلوم ہوتا تھا کہ جب امام آہستہ پڑھنے کی صورت مین قرارت شروع کر دے تب بھی ثنا کا پڑھنا جائز ہر اسلیے شارح نے
متن کی عبارت کو قول صحیح کیطرف پھیر دیا قیل نے المخالفۃ لنفی اور بعضون نے کہا کہ امام کے آہستہ پڑھنے کی صورت مین ثنا پڑھ لے حلبی نے اس قول کے
ضعیف ہونے کی وجہ یہ بیان کی ہر کہ جب مقتدی سے امام کے پیچھے قرارت ساقط ہو گئی جو فرض تھی تو ثنا جو نفل ہر بطریق اولی ساقط ہونی چاہیے ولو ادرکہ راکعا او ساجدا
ان اکبر رایہ انہ یدرکہ اتی بہ اور اگر امام کو رکوع یا سجدہ کرتے پایا تو اگر مقتدی کا گمان غالب ہو کہ ثنا پڑھ کر امام سے ملجائیگا تو ثنا پڑھ لے طحطاوی نے شرنبلالی
سے نقل کیا کہ اگر امام کو رکوع مین پایا تو تحریمہ کہکے رکوع کرے اور ثنا کو ترک کرے اور اگر سجدہ مین پاوے تو بعد تحریمہ کے ثنا پڑھے اور سجدہ مین شریک ہو
اور یہی حال قعدہ کا ہر و کما استفتح تعوذ بلفظ اعوذ علی المذہب اور جب کہ دعا شروع یعنی ثنا کی پڑھ چکے شیطان سے پناہ مانگے اعوذ کی لفظ سے
بنا بر مذہب قوی کے یعنی اعوذ پڑھے بدون اس بات کے کہ ثنا مین اور اسمین تاخیر کرے یا کوئی اور چیز پڑھے اور اعوذ باللہ کہے استعیذ باللہ نہ کہے
اگرچہ ہدایہ مین استعیذ لکھا ہر سرا قید للاستفتاح ایضا فہو کالتنازع اعوذ پڑھے آہستہ شارح نے کہا کہ سرا ثنا پڑھنے کی بھی قید ہر یعنی دونون کو آہستہ پڑھے

تو یہ لفظ مثل تنازع کے ہوا یعنی جیسے دو فعل ایک اسم مین تنازع کرتے ہین فاعل اور مفعول ہونے مین ویسے لفظا سرّاً و فصلون تعوذ اور قراءت کے اجاب
دونون کی قید واقع ہوا ہی تو تنازع کے مشابہ ہوا اور خود تنازع اسلیے نکہا کہ تنازع مفعول لہ اور تمیز اور حال مین ہوتا اور سرًّا یہان حال ہی یا مفعول
مطلق فعل محذوف کا فالقراءۃ فلو تذکرہ بعد الفاتحۃ ترکہ ولو قبل اکمالہا تعوذ وینبغی ان یستانفہا ذکرہ الحلبی اعوذ پڑھے قراءت کے لیے اس سے یہ نکلا کہ اگر بعد الحمد کے اعوذ کا نہ پڑھنا
یاد پڑا تو اسکو ترک کرے اور اگر الحمد کے پورا کرنے کے پیشتر یاد ہوا تو اعوذ پڑھ لے اور چاہیے یون کہ الحمد کو از سر نو پڑھے ذکر کیا ہی اسکو حلبی نے ہم شامی نے
کہا کہ اصل مسئلہ خلاصہ مین مذکور ہی حلبی نے اسکو بے موقع سمجھ لیا اسلیے ایسا لکھا یہ کیسے ہو سکتا ہی کہ قراءت کو جو فرض ہی چھوڑ کر اعوذ پڑھے جو سنت ہی پس تحقیق اس
باب مین وہ ہی جو فقیہ ابو جعفر نے نوادر مین بیان کی ہی کہ اگر تکبیر کے بعد قراءت شروع کر دے اور ثنا اور تعوذ کو بھول گیا تو انکو ترک کرے اسلیے کہ انکے پڑھنے کا موقع
جاتا رہا ولا یتعوذ التلمیذ اذا قرء علی استاذہ ذخیرہ اسی لا لیبین فلیحفظ اور اعوذ نہ پڑھے شاگرد جب اپنے استاد کے پاس سبق پڑھے کذا فی الذخیرہ یعنے اعوذ پڑھنا اسکو
مسنون نہین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی چونکہ اعوذ پڑھنا قراءت قرآن کے لیے مسنون ہی اسلیے اور عبارت کے پہلے پڑھنا مسنون نہوگا فیاتی بہ المسبوق عند
قیامہ لقضاء ما فاتہ لقراءتہ لا المقتدی لعدمہا پس اعوذ پڑھے مسبوق جسوقت کھڑا ہو اپنی باقی نماز پورا کرنے کو اعوذ پڑھے اسلیے کہ اسکو باقی نماز مین قراءت
پڑھنی ہوگی نہ اعوذ پڑھے مقتدی بسبب نہ پڑھنے قراءت کے ویؤخر الامام التعوذ عن تکبیرات العید لقراءتہ بعدہا اور امام اعوذ کو عید کی تکبیرون سے پیچھے
پڑھے بوجہ قراءت پڑھنے کے بعد تکبیرون کے ہم طرفین کے نزدیک اعوذ قراءت کا تابع ہی اور امام ابو یوسف کے نزدیک ثنا کا تابع ہی تو انکے نزدیک ثنا کے بعد پڑھنا
چاہیے اس صورت مین تکبیرون سے پہلے اعوذ پڑھنا ہوگا اور خلاصہ مین اسکو اصح کہا ہی مگر قاضی خان اور ہدایہ و کافی وغیرہا کا مختار طرفین کا قول ہی اور زرح
منیہ مین کہا کہ اسکو ہم لیتے ہین کذا فی الشامی وکما تعوذ سمی غیر المؤتم بلفظ البسملۃ لا مطلق الذکر کما فی ذبیحۃ ووضوء سراً فی اول کل رکعۃ ولو جہریۃ اور بطور اعوذ پڑھنے کے
غیر مقتدی یعنے امام اور تنہا پڑھنے والا اللہ کا نام لے بلفظ بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ مطلق ذکر جیسے ذبیحہ اور وضو مین مطلق ذکر کافی ہی خصوصیت بسم اللہ کی نہین
بسم اللہ کہے ہر رکعت کے شروع مین آہستہ سے اگرچہ رکعت جہری ہو ہم غیر مقتدی کی قید اسلیے لگائی کہ مقتدی قراءت نہین پڑھتا اور ہر رکعت کے شروع
مین اسلیے بسم اللہ پڑھے کہ ہر رکعت نماز مستقل کی جگہ ہی اور جہری کی قید منیہ کے قول کے رد کرنے کے لیے ہی کہ بسم اللہ سری نماز مین پڑھے نہ جہری مین حالانکہ یہ
قول غلط ہی کذا فی الطحطاوی لا تسن بین الفاتحۃ والسورۃ مطلقاً ولو سریۃ ولا تکرہ اتفاقاً نہین مسنون ہی بسم اللہ کہنا الحمد اور سورہ کے درمیان مین مطلق خواہ
پہلی ہر رکعت ہو یا اور کوئی اگرچہ نماز سری ہو اور نہین مکروہ ہی بسم اللہ کہنا سورہ پر بالاتفاق ہم شامی نے کہا کہ وجہ نہ مکروہ ہونیکی یہ ہی کہ بعض کے نزدیک بسم اللہ
ہر سورہ کی آیت ہی تو بسم اللہ کہہ لینے سے شبہہ اختلاف جاتا رہیگا بلکہ ذخیرہ اور مجتبی مین تصریح کی کہ سورہ سے پیشتر اسکا کہہ لینا اچھا ہی وما صححہ الزاہدی من وجوبہا
ضعفہ فی البحر اور زاہدی نے جو بسم اللہ کے واجب ہونے کی یعنے الحمد کے شروع مین تصحیح کی ہی اسکو بحر الرائق مین ضعیف کہا ہی اسوجہ سے کہ مخالف ظاہر مذہب
کے ہی جو متون اور شروح اور فتاوی مین مذکور ہی اور نہر الفائق مین کہا کہ حق یہ ہی کہ دونون قول مرجح ہین وہی آیۃ واحدۃ من القرآن کلہ انزلت للفصل
بین السور اور بسم اللہ ایک آیت ہی تمام قرآن مین سے اتری ہی سورتون مین جدائی کرنے کو شامی نے کہا کہ تو الحمد کے شروع مین تبرک کے لیے مذکور ہی فما فی النمل
بعض آیۃ اجماعاً تو جو سورہ نمل مین بسم اللہ الرحمن الرحیم ہی وہ آیت کا ٹکڑا ہی بالاتفاق یعنے شروع آیت انہ من سلیمان سے ہی اور انتہا الا تعلوا علی واتونی مسلمین پر ولیست من
الفاتحۃ ولا من کل سورۃ فی الاصح اور بسم اللہ الحمد کا جز نہین اور نہ ہر سورۃ کا صحیح تر قول مین ہم شارح کو مناسب تھا کہ من الفاتحۃ کے بعد فی الاصح کو ذکر کرتا تا
حلوانی کے قول کا رد ہوتا کہ اُسنے لکھا ہی کہ اکثر مشائخ کے نزدیک بسم اللہ فاتحہ کا جز ہی اور ہر سورہ کا جز سوا سورہ توبہ کے تو امام شافعی فرماتے ہین تو انکے
خلاف دفع کرنیکو غیر الاصح کہنا فقہا کا دستور نہین فتحرم علی الجنب ولم تجز الصلوٰۃ بہا احتیاطاً پس بسم اللہ پڑھنا حرام ہی جنب کو اور اسیطرح حائض اور نفسا کو اور نہین
جائز ہی صرف بسم اللہ سے نماز احتیاط کی راہ سے ہم شامی نے کہا کہ احتیاطاً دونون مسئلون کی علت ہی یعنے چونکہ بسم اللہ بوجہ متواتر لکھے جانے کے قرآن کا جز معلوم ہوتی ہی

اسلیے احتیاطاً اسکا پڑھنا جنب کو حرام ہے اور یہ اسوجہ سے کہ امام ابوحنیفہ قرآن نہیں کہتے تو قرآن ہونا اسکا مشکوک ٹھہرا اسیلیے احتیاطاً آیت ہونی کی حیثیت سے نماز جائز نہوگی کیونکہ فرضیت قرات یقینی ہے وہ مشکوک چیز کے پڑھنے سے ادا نہوگی وفیہ نظر لانہ یکفر جاحدہا بالشبہۃ اختلاف مالک فیہا اور سبب یہ کہ منکر کافر نہیں اسوجہ سے کہ آمین امام مالک کے اختلاف کا شبہ ہے یعنی اس شبہ سے کسی قرآن نہ ہوا اگر آیت منکرہ قرآن ہوتا تو کما حقی قرآنیت اصل ہوا نا او منفردا الفاتحہ اور بسم اللہ پڑھتے ہیں نمازی اگر امام یا اکیلا ہو تو فاتحہ پڑھے یعنی مقتدی ہو تو نہ پڑھے وقرا بعدہا وجوبا سورۃ او ثلث آیات او رکعۃ تعدل ثلث آیات او آیتان تعدل ثلث آیات تحامیا عن کراہۃ التحریم وذکرہ الحلبی ولا ینتفی التنزیہیۃ الا بالمسنون اور پڑھے بعد الحمد کے واجب ہونے کی راہ سے کوئی سورۃ قرآن کی یا تین آیتیں اور اگر ایک آیت یا دو آیتیں بڑی ہوں تین چھوٹی آیتوں سے تو کراہت تحریمی زائل ہو جائیگی ذکر کیا ہے اسکو حلبی نے اور کراہت تنزیہی دور نہوگی مگر مسنون قرات سے ہم سورۃ کہنے سے اشارہ ہے کہ الحمد کے بعد فرضوں میں افضل ایک ہی سورۃ کا پڑھنا ہے اور اگر دو یا زیادہ پڑھیگا تب بھی جائز ہے نہیں اور قرات مسنون یہ ہے کہ فجر اور ظہر میں طوال مفصل پڑھے اور عصر اور عشا میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل کذا فی الشامی

وامن بمد او قصر وامالۃ اور آمین کہے الف کی مد کے ساتھ اور قصر کے ساتھ اور امالہ کے ساتھ ہم آمین مد کے ساتھ بروزن یاسین آیا اور قصر کے ساتھ امین بروزن قرین ہے اور امالہ کے ساتھ یمین بروزن ... کہیں ہے ان تینوں طرح سے کہنا جائز ہے ولا تفسد بمد مع تشدید او حذف یاء بل بقصر مع احدہما او بہما وہذا مما انفرد بتجریرہ اور نماز فاسد نہیں ہوتی مد الف سے تشدید میم کے ساتھ یا حذف یٰ کے ساتھ بلکہ فاسد ہوتی ہے قصر سے تشدید یا حذف کے ساتھ اور ان دونوں کے ساتھ اور یہ وہ تنقیح ہے کہ آمین میں ہی تنہا ہوں اور کسی نے نہیں بیان کی ہم حاصل یہ ہے کہ آمین کی آٹھ صورتیں شارح نے بیان کیں پانچ سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور تین سے فاسد ہو جاتی ہے جن سے نہیں ہوتی انہیں سے تین تو اوپر بیان کر دیں مع انکے وزن کے چوتھی صورت الف کو مد کے ساتھ اور میم کو مشدد پڑھنا یعنی آمین بروزن ضالین پانچویں صورت الف کو مد پڑھنا اور یٰ کو دور کر دینا جیسے آمن بروزن ضامن تو ان پانچوں صورتوں میں نماز فاسد نہوگی اسلیے کہ قرآن میں یہ الفاظ یعنے امین اور آمین اور آمن موجود ہیں اور امالہ بھی جائز ہے اور تین صورتیں نماز کی مفسد ہیں اول الف مقصور پڑھنا مع تشدید میم یعنی امّین دوسرے الف کو مقصور پڑھنا مع حذف یٰ یعنے امن تیسرے الف کو مد پڑھنا تشدید اور حذف دونوں کے ساتھ یعنے آمّن یہ الفاظ قرآن میں نہیں ہیں اسلیے مفسد ہیں حلبی نے کہا کہ ایک صورت مفسد نماز اور رہ گئی یعنے الف کو مقصور پڑھنا تشدید اور حذف دونوں کے یعنے امّن تو اگر شارح یوں کہتا او بہما او بالقصر معہما تو سب آجاتے الامام سرا کالماموم والمنفرد ولو فی السریۃ اذا سمعہ ولو من مثلہ فی نحو جمعۃ وعید آمین کہے امام آہستہ مثل مقتدی اور تنہا پڑھنے والے کے اگرچہ مقتدی نماز سری میں ہو بشرطیکہ مقتدی امام کی آمین سنے خود جیسے مقتدی سے یا بواسطہ سنے مثل جمعہ اور عید میں یعنے انبوہ کثیر کی جماعت میں امام کی آمین بلاواسطہ نہ سنے بلکہ دوسرے مقتدی سے سنے ہم امام مالک کے نزدیک آمین صرف مقتدی کہے نہ امام اور امام شافعی کے نزدیک امام و مقتدی دونوں پکار کر آمین اسلیے مصنف نے کہا کہ سب آمین آہستہ کہیں اور بعضوں نے کہا مقتدی نماز سری میں آمین نہ کہے اگرچہ امام کی آمین سنے کذا فی الشامی واما حدیث اذا امن الامام فامنوا فمن التعلیق بمعلوم الوجود فلا یتوقف علی سماعہ منہ بل یحصل بتمام الفاتحۃ بدلیل اذا قال الامام ولا الضالین فقولوا آمین اور یہ جو صحیحین کی حدیث میں آیا ہے کہ جب امام آمین کہے تو آمین کہو کہ جسکا آمین کہنا فرشتوں کے آمین کہنے سے موافق پڑیگا اسکے پیشتر کے گناہ بخشے جائینگے تو آمین مقتدیوں کا آمین کہنا شرط معلوم الوجود پر معلق ہے اسلیے امام سے سننے پر موقوف نہ رہیگا بلکہ فاتحہ کے تمام ہونے پر حاصل ہوگا دوسری حدیث کی دلیل سے کہ جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو کہ فرشتے آمین کہتے ہیں تو جسکی آمین موافق ہوگی فرشتوں کی آمین کے اسکے پیشتر کے گناہ بخشے جائینگے اس حدیث کو عبد الرزاق اور نسائی اور ابن حبان نے روایت کیا ہے ہم یعنے صحیحین کی حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ مقتدی امام سے سنکر آمین کہیں اور شارح کے بیان سے پایا جاتا ہے کہ دوسرے مقتدی سے سنکر آمین کہیں حالانکہ یہ حدیث کے

مخالف ہی تو شارح اسکا جواب دیتا ہی کہ حدیث مین آمین کہنے کو ایک شرط معلوم الوجود پر مشروط کیا ہی یعنے جگہ آمین کہنے کی مقرر کردی ہی بدلیل دوسری حدیث کے
کہ جب امام ولا الضالین کہے تو آمین کہو اس سے یہ غرض ہی کہ جب الحمد کا تمام ہونا معلوم کرو تو آمین کہو بس آمین کہنا امام سے سننے پر موقوف نہین بلکہ الحمد کی تمامی
معلوم کرنے پر ہی خواہ امام سے سنکر تمامی کا علم ہو یا مقتدی سے سنکر کذا فی الطحطاوی ملتقطا **ثم کما فرغ یکبر مع الانحطاط للرکوع** پھر قرارت سے فارغ ہوتے ہی رکوع
کے لیے اللہ اکبر کہے جھکنے کے ساتھ ہی یعنی مسنون یہ ہی کہ جھکنا اور اللہ اکبر کہنا ایک ساتھ شروع ہون **ولا یکرہ وصل القراءۃ بتکبیرۃ** اور مکروہ نہین قرارت کا ملا دینا
رکوع کے اللہ اکبر مین یعنی آخر حرف قراءت کو لام اللہ اکبر مین ملانا مکروہ نہین مثلاً سورہ نشرح کا خاتمہ فارغب پر ہی تو اگر اسکی ب کو اللہ اکبر مین زیر سے ملا کر پڑھیگا تو
مکروہ نہوگا ھ شامی نے تاتارخانیہ سے اس باب مین یہ تفصیل ذکر کی ہی کہ اگر آخر سورہ مین ثنا ہو مثلاً کبرہ تکبیرا تو ایسی صورتمین ملانا بہتر ہی ورنہ جدا کرنا بہتر ہی جیسے
سورۂ کوثر کا اخیر کہ اُسکو ملانا بہتر نہین **ولو بقی حرف او کلمۃ فاتمہ حالۃ الانحنار لا باس بہ عند البعض منیۃ المصلی** اور اگر قرارت مین سے کوئی حرف یا کلمہ باقی رہا اور
اُسکو جھکنے کی حالت مین پورا کیا تو بعض کے نزدیک کچھ مضائقہ نہین کذا فی منیۃ المصلی شامی نے کہا کہ یہ قول ضعیف ہی معتمد وہی ہی کہ سب قرارت کو پوری کرکے رکوع
کرے **ویضع یدیہ معتمدا بہما علی رکبتیہ ویفرج اصابعہ للتمکن** اور اپنے دونون ہاتھون کو دونون زانو پر سہارا دے کر رکھے اور ہاتھون کی انگلیون کو پھیلا دے
تمکن کے لیے یعنی تاکہ گھٹنون کو اچھی طرح پکڑ سکے طحطاوی نے کہا کہ ہاتھون کا رکھنا اور اُنسے گھٹنون کا پکڑنا اور انگلیون کا کشادہ رکھنا سنت ہی **ویسن الصاق
کعبیہ ونصب ساقیہ وبسط ظہرہ وتسویۃ ظہرہ بعجزہ غیر رافع ولا منکس راسہ** اور مسنون ہی رکوع مین اپنے دونون ٹخنون کا ملانا اور دونون پنڈلیون کا سیدھا
کھڑا رکھنا اور اپنی پشت کا پھیلانا اور پشت کو سرین کے برابر رکھنا بدون سر کے اُبھارنے یا نیچے ڈالنے کے یعنی سر بھی کمر کے برابر رہے نہ اونچا ہو نہ نیچا شامی نے کہا
کہ پنڈلیون کو کمان کیطرح کرنا جیسے اکثر عوام کرتے ہین مکروہ ہی اور شارح کو مناسب تھا کہ لفظ یسن کو یضع کے پیشتر لاتا تاکہ وضع اور زانو کے پکڑنے وغیرہ سنتون
کو شامل ہوتا اور یہ سب سنتین مردون کے حق مین ہین اور عورتین رکوع مین تھوڑا جھکین اور انگلیان نہ پھیلا دین بلکہ ملی رکھین اور ہاتھ گھٹنون پر رکھ لین یعنی
پکڑنا انکو مسنون نہین اور اپنے گھٹنون کو جھکا لین اور بازوون کو علحدہ نکرین **ویسبح فیہ واقلہ ثلثا فلو ترکہ او نقصہ کرہ تنزیہا** اور رکوع مین تسبیح کہے اور کمتر
تسبیح تین بار ہی پس اگر تسبیح کو ترک کریگا یا کم کریگا تو مکروہ تنزیہی ہوگا ھ امام احمد کے نزدیک ایکبار تسبیح واجب ہی اور حلبی بھی وجوب کیطرف مائل ہی تو تسبیح
ضرور کہنی چاہیے تاکہ اختلاف سے بچا رہے **وکرہ تحریما اطالۃ رکوع او قراءۃ لادراک الجائی ای ان عرفہ والا فلا باس بہ** اور مکروہ تحریمی ہی رکوع یا قرارت کا
دراز کرنا اس غرض سے کہ آنیوالا نماز مین ملجاے یعنے اگر امام اُسکو پہچان کر طول دے تو مکروہ ہوگا ورنہ کچھ مضائقہ نہین شامی نے کہا کہ اس صورتمین طول بقدر
ہی کہ دوسرے مقتدیون پر بار نہو اور لفظ لا باس سے معلوم ہوا کہ طول نہ دینا افضل ہی **ولو اراد التقرب الی اللہ تعالی لم یکرہ اتفاقا لکنہ نادر وتسمی مسئلۃ الریاء فینبغی
التحرز عنہا** اور اگر امام نے طول قرارت یا رکوع سے صرف اللہ تعالی کا تقرب ارادہ کیا نہ آنیوالے کا ملجانا تو مکروہ نہوگا بالاتفاق مگر خالص تقرب الٰہی کی نیت
ہونی کمیاب ہی اور یہ مسئلہ مسمی بہ مسئلہ نمود ہی تو اس سے احتراز چاہیے **واعلم ان مما ینبنی علی لزوم المتابعۃ فی الارکان انہ لو رفع الامام راسہ من الرکوع والسجود
قبل ان یتم الماموم التسبیحات الثلاث وجب متابعتہ وکذا عکسہ فیعود ولا یصیر ذلک رکوعین** اور جاننا کہ ارکان مین امام کی پیروی کے لازم ہونے پر
یہ مسئلہ مبنی ہی کہ اگر امام نے اپنا سر رکوع یا سجدہ سے اُٹھایا پیشتر اس سے کہ مقتدی تین بار تسبیح پوری کرے تو مقتدی کو امام کی متابعت واجب ہی یعنی
جسقدر تسبیح رہگئی ہو اُسکو ترک کرکے امام کے ساتھ ہی سر اُٹھاے اور یہی طرح حکم ہی اسکے عکس کا یعنی اگر مقتدی نے امام کی تسبیحین پوری ہونے سے پیشتر سر
اُٹھا لیا مثلاً رکوع سے تو متابعت امام کی واجب ہی یعنی پھر سے رکوع مین چلا جاے اگر نجائیگا تو مکروہ تحریمی کا مرتکب ہوگا اور یہ دو رکوع نہونگے کیونکہ دوبارہ کا
رکوع پہلے کی تکمیل کے لیے ہی نہ جداگانہ مستقل کذا فی الحلبی **بخلاف سلامہ او قیامہ لثالثۃ قبل اتمام الموتم للتشہد فانہ لا یتابعہ بل یتمہ لوجوبہ ولو لم یتم جاز**
بخلاف امام کے سلام پھیرنے اور تیسری رکعت کے لیے اُٹھنے کے کہ مقتدی کی التحیات پوری کرنے کے پیشتر مقتدی متابعت امام کی نکرے بلکہ التحیات کو

امام کے پیچھے واجب ہونے التحیات کے اور اگر التحیات پوری نہ کر چکا اور امام نے ساتھ سلام پھیر دیا یا تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو گیا تو جائز ہوگا۔ سو مقتدی
کے پیچھے التحیات واجب ہے متابعت بھی واجب ہے تو ایک واجب کو ترک کرکے دوسرے کو کرنا با کراہت درست ہوگا کذا فی البحر و الرئیس گنہگار ہوگا اور نماز درست ہوگی
کراہت تحریمی کے ساتھ کیونکہ التحیات کے پورا کرنے سے متابعت بالکل نہ جاتی بلکہ نہیں تاخیر واقع ہوگی اور متابعت کرنے سے التحیات کا بقیہ فوت
ہو جائیگا اور یہ پوری تقریر شامی میں ہے و لو سلم والمؤتم فی ادعیۃ التشہد تابعہ لانہا سنۃ والناس عنہ غافلون اور اگر امام سلام پھیرے اور مقتدی تشہد کی
دعائیں پڑھتا ہو تو امام کی متابعت کرے کیونکہ دعائیں مسنون ہیں واجب نہیں کہ انکا پورا کرنا ضرور ہو اور لوگ اس امر سے غافل ہیں یعنے دعائیں پڑھتے
رہتے ہیں امام کے ساتھ سلام نہیں پھیرتے سنت کے لیے واجب میں تاخیر کرتے ہیں شامی نے کہا کہ دعائیں درود بھی داخل ہے ثم یرفع رأسہ
من رکوعہ سمعا پھر رکوع سے اپنا سر اٹھا دے سمع اللہ لمن حمدہ کہتا ہوا یعنی سر اٹھانے کے ساتھ ہی یہ الفاظ شروع کرے نہ جھکے ہوئے نہ سیدھا ہو کر
ولو لوجیہ لو ابدل النون لاما تفسد ولو الجیہ میں ہے کہ اگر نون کو لام سے بدلا کر کہا یعنی لمن حمدہ کی جگہ لمل حمدہ کہیگا تو نماز فاسد ہوگی اسلیے کہ معنی لغو ہو گیا
شامی نے کہا کہ ذخیرۃ الاصل میں ہے کہ فالبا فاسد ہوگی علی شان جینہ نے کہا کہ انکا حکم تو ستے آدمی کہ سا ہو یعنے اگر قادر ہو نون کا صحیح کہنے پر تو فاسد ہوگی ورنہ یقینہ بجزم
احد ترکیک قولان اور کیا وقف کرے حمدہ کی ہ پر جزم یا حرکت سے آمین دو قول ہیں یعنی جو لوگ اس ہ کو سکوت کے لیے کہتے ہیں وہ جزم پر وقف کرتے ہیں اور
جو ضمیر کہتے ہیں وہ ضمہ اشباع کے ساتھ کہتے ہیں کذا فی الشامی و یکتفی بہ الامام وقالا یضم التحمید سرا و یکتفی بالتحمید المؤتم اور کفایت کرے سمع اللہ لمن
حمدہ پر امام اور صاحبین نے کہا کہ ملاوے ربنا و لک الحمد آہستہ سے ملا دے اور کفایت کرے ربنا و لک الحمد پر مقتدی طحطاوی نے کہا کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ حدیث
میں وارد ہوا ہے کہ جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا و لک الحمد کہو و افضلہ اللہم ربنا و لک الحمد ثم حذف الواو ثم حذف اللہم فقط اور تحمید کے کلمات میں سے افضل اللہم
ربنا و لک الحمد ہے پھر حذف کرنا واو کا یعنے اللہم ربنا لک الحمد پھر حذف کرنا صرف اللہم کا بدون حذف واو کے یعنی ربنا و لک الحمد شامی نے کہا کہ اسکے بعد چوتھی صورت
یہ ہے کہ اللہم اور واو دونوں محذوف ہوں یعنے ربنا لک الحمد اور واو میں اختلاف ہے بعض زائد کہتے ہیں اور بعض واو عطف و یجمع بینہما لو منفردا علی المعتمد
یسمع رافعا و یحمد مستویا اور ان دونوں کو جمع کرے اگر تنہا پڑھتا ہو مذہب معتمد پر یعنے سمع اللہ لمن حمدہ کہے سر اٹھاتے وقت اور تحمید کہے سیدھا ہو کر و یقوم
مستویا لما مر من انہ سنۃ او واجب او فرض اور کھڑا ہو سیدھا برابر اس وجہ سے کہ پیشتر گذری کہ یہ قیام سنت ہے یا واجب یا فرض یعنی سنت ہے بقول طرفین اور
واجب ہے بموجب اختیار کمال الدین صاحب فتح القدیر کے اور فرض ہے بقول امام ابو یوسف رح کے کذا فی الطحطاوی ثم یکبر مع الخرور و یسجد واضعا رکبتیہ اولا
لقربہما من الارض ثم یدیہ الا لعذر ثم وجہہ مقدما انفہ لما مر لکن فیہ اعتبار الآخر الرکعۃ باولہا ضاما اصابع یدیہ لتتوجہ للقبلۃ پھر اللہ اکبر کہے جھکنے کے ساتھ ہی اور
سجدہ کرے اسطرح کہ اپنے دونوں گھٹنے زمین پر اول رکھے کیونکہ زمین سے قریب وہی ہیں پھر اپنے دونوں ہاتھ رکھے مگر کسی عذر سے اگر ہاتھ پہلے رکھے گھٹنوں سے
تو مضائقہ نہیں پھر اپنا منہ یعنی پیشانی رکھے اسطرح کہ پہلے ناک ہے اسی دلیل سے کہ گذری یعنی ناک بہ نسبت پیشانی کے زمین سے قریب ہے پیشانی کو رکھے دونوں
ہتھیلیوں کے بیچ میں ایسے طور پر کہ انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر ہو جائیں واسطے اعتبار کرنے رکعت کے آخر کے اسکے اول پر یعنے جیسے شروع رکعت اول میں
تحریمہ کے وقت سر دونوں ہتھیلیوں کے بیچ میں تھا آخر میں بھی ویسا ہی ہو جاوے اور دوسری تیسری وغیرہ رکعتوں کو اول پر قیاس کر لیا جیسوں تحریمہ ہے
اور اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو ملی رکھے تاکہ سب قبلہ کیطرف متوجہ رہیں و یعکس نہوضہ اور عکس کرے سجدہ سے اٹھنے میں یعنی سجدہ سے سر اٹھانے میں اول پیشانی
اٹھائے پھر ناک پھر ہاتھ پھر گھٹنے و سجد بانفہ ای علی ما صلب منہ و جبہتہ حد ہا طولا من الصدغ الی الصدغ و عرضا من اسفل الحاجبین الی القحف اور سجدہ
کرے اپنی ناک سے یعنی ناک کے اس مقام سے کہ سخت ہے طحطاوی نے بحر الرائق سے نقل کیا کہ اگر ناک کے نرم مقام پر سجدہ میں اکتفا کریگا تو جائز نہوگا بالاتفاق
اور سجدہ کرے اپنی پیشانی سے پیشانی کی حد طول میں ایک کنپٹی سے دوسری تک اور عرض میں دونوں ابروؤں سے لیکر کھوپڑی تک اور جنھوں نے حد

پیشانی کی یہ لکھی ہے کہ بھوؤن کے اوپر سے سر کے بال جمنے تک ہے اور یہ حد واضح تر ہے کذا فی الشامی ووضع اکثرہا واجب وقیل فرض کبعضہا وان قل اور رکھنا
اکثر پیشانی کا سجدہ مین واجب ہے اور بعضون نے کہا فرض ہے جیسے بعض پیشانی کا رکھنا فرض ہے اگرچہ قلیل ہو حم کہین اختلاف ہے کہ سجدہ مین اکثر پیشانی کا
رکھنا فرض ہے یا کسیقدر کا اور راجح دوسرا قول ہے مگر اکثر پیشانی کا رکھنا واجب ہے مواظبت کی وجہ سے کذا فی البحر اور معراج مین ہے کہ پیشانی کی سب اطراف کا
رکھنا شرط نہین بالاجماع تو اگر بعض اطراف پر اکتفا کریگا گو قلیل ہو تو سجدہ جائز ہوگا کذا فی الشامی وکرہ اقتصارہ فی السجود علی احدہما ومنعا الاکتفاء
بالانف بلا عذر والیہ صح رجوعہ وعلیہ الفتوی کما حررناہ فی شرح الملتقی اور مکروہ تحریمی ہے اکتفا کرنا سجدہ مین پیشانی اور ناک مین سے ایک پر اور صاحبین نے
منع کیا ہے ناک پر اکتفا کرنے کو بدون عذر کے اور صاحبین کے قول کیطرف صحیح ہوا ہے رجوع کرنا امام کا اور اسی پر فتوی ہے کہ صرف ناک پر سجدہ کرنے سے سجدہ ادا
نہوگا چنانچہ ہمنے شرح ملتقی مین اسکی تنقیح کی ہے وفیہ یفترض وضع اصابع القدم ولو واحدۃ نحو القبلۃ والالم تجز والناس عنہ غافلون اور شرح ملتقی مین ہے کہ
فرض ہے پانون کی انگلیون کا رکھنا اگرچہ ایک ہی ہو قبلہ کیطرف ورنہ سجدہ درست نہوگا اور لوگ اس سے غافل ہین حم شامی نے سراج سے نقل کیا کہ اگر سجدہ
مین دونون پانون زمین سے اٹھ جائینگے تو سجدہ درست نہوگا اور اگر ایک اٹھ جائیگا تو درست ہو جائیگا اور اسی پر فتوی ہے اور برجندی اور قہستانی
مین ہے کہ قبلہ رخ رکھنا پانون کی انگلیون کا سنت ہے اور اس سنت کا ترک مکروہ ہے کما یکرہ تنزیہا بکور عمامتہ الالتعذر وان صح عندنا بشرط کونہ علی جبہتہ
کلہا او بعضہا کما مر جیسے مکروہ تنزیہی ہے سجدہ کرنا اپنی پگڑی کے پیچ پر بدون کسی عذر کے اگرچہ ہمارے نزدیک درست ہے بشرطیکہ پیچ ساری پیشانی پر ہو
یا تھوڑی پر چنانچہ گذر گیا کہ سجدہ بعض پیشانی پر فرض ہے یعنے اگر پیچ ڈھلک کر ماتھے پر آگیا ہوگا تو اسپر سجدہ کرنا مکروہ تنزیہی ہے نہ یہ کہ سر کے پیچ
پر ہو اسلیے کہ اسپر تو سجدہ درست نہین چنانچہ مصنف بیان کرتا ہے اما اذا کان الکور علی راسہ فقط وسجد علیہ مقتصرا ای ولم تصب الارض جبہتہ ولا
انفہ علی القول بہ لا یصح لعدم السجود علی محلہ اور جس صورت مین کہ پیچ صرف نمازی کے سر پر ہو اور سجدہ کرے اسپر اکتفا کرکے یعنے زمین کو نہ اسکی پیشانی
لگے اور نہ ناک اس قول کے بموجب کہ ناک پر اکتفا درست ہے سجدہ درست نہوگا بسبب نہونے سجدہ کے اپنے مقام پر یعنی محل سجدہ ناک اور ماتھا ہے
توجب یہ دونون یا ایک زمین پر نہ لگے تو سجدہ جائز نہوا وبشرط طہارۃ المکان وان یجد حجم الارض والناس عنہ غافلون اور پیچ پر سجدہ کرنے مین یہ
شرط ہے کہ سجدہ کی جگہ پاک ہو اور یہ کہ پیچ کے نیچے سے زمین کی سختی نمازی کو معلوم ہوتی ہو اور لوگ اس شرط سے غافل ہین حم شامی نے کہا کہ زمین کے
حجم معلوم ہونے سے یہ مراد ہے کہ اگر نمازی سجدہ مین زور کرے تو سر زیادہ نیچے کو نہو ولو سجد علی کمہ او فاضل ثوبہ صح لو المکان المبسوط علیہ
ذلک طاہرا والا لم یعد سجودہ علی طاہر فیصح اتفاقا اور اگر سجدہ کرے اپنی آستین پر یا بچھے ہوئے کپڑے پر تو درست ہوگا بشرطیکہ جس جگہ آستین
یا بچھا ہوا کپڑا پھیلا ہے وہ پاک ہو اور اگر وہ جگہ پاک نہو گی تو سجدہ درست نہوگا جبتک کہ دوبارہ پاک جگہ پر سجدہ نکرے اور پاک جگہ پر سجدہ دوبارہ
کرنے سے بالاتفاق درست ہو جائیگا طحطاوی نے کہا کہ شارح مفسدات نماز مین ذکر کریگا کہ ناپاک جگہ مین سجدہ کرنا نماز کا مفسد ہے گو دوبارہ
پاک جگہ پر کرے تو یہ بیان اسکے مخالف ہے اور یہ جو فرق کیا گیا ہے کہ یہان سجدہ کی جگہ مین آڑ ہے اور وہان بدون حائل کے سجدہ ہے تو یہ وجہ بعید ہے
وکذا الحکم فی کل متصل ولو بعضہ ککفہ فی الاصح وفخذہ ولو بعذر لا رکبتیہ لکن صحح الحلبی انہا کفخذہ اور اسی طرح حکم ہے ہر چیز کا جو نمازی سے ملی ہو یعنی اسپر
سجدہ صحیح ہے بشرطیکہ اسکے نیچے کی جگہ پاک ہو اگرچہ متصل چیز نمازی کا جز ہو مثل اسکی ہتھیلی صحیح تر قول مین اور اسکی ران اگر کسی عذر سے
ران پر سجدہ کرے مثلا پشت کے درد کی وجہ سے نہین صحیح ہے سجدہ زانو پر لیکن حلبی نے تصحیح کی ہے کہ گھٹنا بھی مثل ران کے ہے یعنے عذر سے
اسپر سجدہ درست ہے اور بلا عذر دونون پر درست نہین کذا فی الطحطاوی وکرہ بسط ذلک ان لم یکن ثمہ تراب او حصاۃ او حر او
برد لانہ ترفع اور مکروہ ہے بچھانا آستین وغیرہ متصل چیز کا سجدہ کے لیے اگر سجدہ کی جگہ مٹی یا کنکر یا گرمی یا سردی نہو اسلیے کہ یہ فعل تکبر ہے

یعنی ... کہ اگر بیٹھنا ... سجدہ تو وہ جائز ہی ... والا لیکن ترجمہ نماز وہ ترتیب افضل لانا ... جو مختصر تو تشہد پڑھا اور ان نمازوں میں ... اور ... جیسا
... ہو تو جائز ہی ... کے سجدہ ... کراہت نہ درست ... مقابلہ نہیں اور اس صورت میں کپڑا ... کرو ... جو ... اور اگر ... کراہت ... گرمی سے
... ہو ... اور ... [illegible] ... گرد وغبار سے ... زمین میں ... کہ اگر کپڑا ... بچانے کے لئے کرے مٹی سے کہ اپنے چہرہ سے
بچانے کے لیے ... سجدہ ... اور اگر ... علامت ... کرنے کو ہو تو مکروہ نہیں کہ اس کی حفاظت ... سے ... کراہت ...
نہیں ... کی ... کپڑا بچھانے کی سجدہ کے لیے ہم نے اس دلیل سے کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک
چھوٹا بوریا ... رہتا تھا جس پر آپ سجدہ کرتے تھے اور امام اعظم سے مروی ہے کہ جب وہ مسجد حرام میں آئے تو کپڑے پر سجدہ کیا ایک شخص نے انکو منع کیا
اور ... کہا کہ ... کہا کہ خراسانی ہو آپ نے فرمایا کہ کیا تو نے مجھ سے سیکھا ہے اور مجھی کو سکھاتا ہے کیا تم چٹائیوں پر نماز نہیں پڑھتے اس نے
کہا پڑھتے تو ہیں آپ نے فرمایا کہ اس پر سجدہ جائز ہے ہو اور خرقہ پر نا جائز ہو حالانکہ زمین پر آپ کچھ ہو ... چیز پر سجدہ ... الا مباح کراہت نہیں جو نمازی کے
... خشوع ... لکنہ تحت قدمیہ وسجد علی ذیلہ ... قرب للتواضع اور اگر نماز کے لیے تنہا کرتا بچھا دے تو دے کے شانوں کو اپنے پاؤں کے
نیچے کرے اور سجدہ دامن پر کرے اسلیے کہ یہ فعل تواضع سے زیادہ قریب ہے اور نیز شیطان کا خلاف بھی ہے کہ وہ اکثر دامن کی نجاست کا وسوسہ
ڈالا کرتا ہے کذا فی الطحطاوی وان سجد للزحام علی ظہر ... ہو قید احترازی لم ... مصل صلوتہ التی ہو فیہا جاز للضرورۃ اور اگر بھیڑ کے سبب سے سجدہ
کرے پشت پر پڑھنے والے اسکی نماز کے یعنی جس نماز کو وہ خود پڑھ رہا ہے اسی کے پڑھنے والے کی پشت پر سجدہ کرے تو درست ہوگا ضرورت کی وجہ
شارح نے کہا کہ پشت کی قید احترازی ہے یا نہیں اسکا حکم میں نے نہیں دیکھا طحطاوی نے کہا قہستانی سے منقول آگے آتا ہے کہ سجدہ عذر ازدحام کے باعث
رانوں پر درست ہے یعنی تو قید مذکور اتفاقی ہے وان لم یصلہا بل صلی غیرہا او لم یصل اصلا وکان فرجۃ لا یصح اور اگر دوسرا شخص وہی نماز نہ پڑھتا ہو بلکہ
اسکے سوا دوسری پڑھتا ہو یا سرے سے نماز ہی نہ پڑھتا ہو یا فرجہ ہو یعنی ازدحام بہت ہے مگر نمازی کے سامنے کشادگی سجدہ کے لیے موجود ہے تو ان صورتوں
میں دوسرے شخص کی پشت پر سجدہ صحیح نہ ہوگا وشرط فی الکفایۃ کون رکبتی الساجد علی الارض وشرط فی المجتبی سجود المسجود علیہ علی الارض فالشروط خمسۃ اور شرط
کیا ہے کفایہ میں سجدہ کرنے والے کے دونوں گھٹنوں کا ہونا زمین پر اور مجتبی میں شرط کیا ہے سجدہ کرنا اس شخص کا زمین پر جس پر سجدہ کیا جاوے تو کل شرطیں
جواز سجدہ کی پانچ ہوئیں یعنے اول انبوہ کثیر ہونا کہ فرجہ سجدہ کے لیے نہ ہو دوم سجدہ دوسرے نمازی کی پشت پر ہونا سوم سجدہ کرنے والے اور سجدہ دیے گئے کا
ایک نماز میں شریک ہونا چہارم سجدہ کرنے والے کے گھٹنوں کا زمین پر ہونا پنجم مسجود علیہ کا سجدہ زمین پر ہونا لکن نقل القہستانی الجواز ولو الثانی
علی ظہر الثالث وعلی ظہر غیر المصلی بل علی ظہر کل ماکول بل علی غیر الظہر کالفخذین للعذر لیکن قہستانی نے جواز سجدہ کا نقل کیا ہے کہ دوسرا شخص تیسرے کی پشت پر
سجدہ کرے اور اگرچہ نماز نہ پڑھنے والے کی پشت پر کرے بلکہ ہر ماکول کی پشت پر سجدہ کا جواز بلکہ پشت کے سوا اور چیز پر مثلا اپنی دونوں رانوں پر بعذر
انبوہ کی جہت سے جواز نقل کیا ہے غرضکہ قہستانی کے نزدیک سجدہ اونچی جگہ پر کرنے والے کے لیے صرف کثرت ازدحام شرط ہے اور قہستانی نے جلابی سے
نقل کیا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ نماز میں تاخیر کرے یہانتک کہ ازدحام کم ہو مگر یہ اس صورت میں ممکن ہے کہ نماز جماعت نہ ہو ولو کان موضع سجودہ ارفع من موضع
القدمین بمقدار اللبنتین منصوبتین جاز سجودہ وان اکثر لا الا لزحمۃ کما مر اور اگر نمازی کے سجدہ کی جگہ قدموں کی جگہ کی نسبت کھڑی کردہ دو اینٹوں کے
برابر اونچی ہو تو اسکا سجدہ درست ہوگا اور اگر اسقدر سے سجدہ کی جگہ زیادہ بلند ہوگی تو سجدہ درست نہ ہوگا مگر انبوہ کے باعث سے جیسا کہ مذکور ہوا کہ
انبوہ کی حالت میں پشت پر سجدہ درست ہے حالانکہ پشت دو اینٹوں کی بلندی سے زیادہ اونچی ہوتی ہے المراد لبنۃ بخاری وہی ربع ذراع ...
... فمقدار ارتفاعہما نصف ذراع ثنتا عشرۃ اصبعا ذکرہ الحلبی اور دو اینٹ سے مراد بخارا کی اینٹ ... [illegible]

انگشت ہوتی ہے تو مقدار دونوں کی اونچائی کی نصف ہاتھ ہوا یعنی بارہ انگشت ذکر کیا ہے اسکو حلبی نے مع یہ بلندی ایک بالشت کی ہوتی ہے مستوسط الہا
ویظهر عضدیه فی غیر زحمة **ویباعد بطنه عن فخذیه** لیظهر کل عضو بنفسه بخلاف الصفوف فان المقصود اتحادهم حتی کانهم جسد واحد اور ظاہر کرے
اپنے دونوں بازوؤں کو بدون ازدحام ہونے کی صورت میں اور دور رکھے اپنے پیٹ کو دونوں زانوؤں سے تاکہ ہر عضو خود بخود ظاہر ہو جاوے
یعنے ایک کو دوسرے پر سہارا نہ رہے بخلاف صفوں کے کہ انکے اندر اپنے بازو چپٹائے رکھے علیحدہ نکرے اسلیے کہ مقصود صفوں سے سب لوگوں کا ایک
ہو جانا ہے یہانتک کہ گویا ایک ہی جسم ہیں اور یہ مقصود بازوؤں کے ملے رہنے سے خوب حاصل ہوتا ہے **مستقبل باطراف اصابع رجلیه القبلة** وکرہ
ان لم یفعل ذلک اور متوجہ کرے اپنے پانوں کی انگلیوں کے سروں کو قبلہ کیطرف اور مکروہ تنزیہی ہے اگر قبلہ رخ نہ کریگا اسلیے کہ قبلہ رخ کرنا سنت ہے
کذا فی الشامی کما یکرہ لو وضع قدما ورفع اخری بلا عذر جیسے مکروہ ہے اگر ایک پانوں کو رکھا اور دوسرے کو بدون عذر اٹھا لیا امام طحطاوی نے کہا کہ
ظاہر یہ کراہت تحریمی ہے اسلیے کہ یہ فعل عبث اور لغو ہے تو اسکا کرنا مکروہ تحریمی ہوگا **ویسبح فیه ثلاثا** کما مر اور تسبیح پڑھے یعنے سبحان ربی الاعلی کے
سجدہ میں تین بار چنانچہ اوپر گذر ارکوع کے بیان میں کہ اگر بالکل تسبیح کو ترک کریگا یا تین بار سے کم کہیگا تو مکروہ تنزیہی ہوگا **والمرأة تنخفض فلا تبدی**
عضدیها وتلصق بطنها بفخذیها لانه استر وحرر نا فی الخزائن انها تخالف الرجل فی خمسة وعشرین اور عورت سجدہ میں پست ہو یعنی اپنے بازوؤں کو
ظاہر نکرے اور اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے ملا رکھے اسلیے کہ یہ امر اسکے لیے زیادہ پردہ کا ہے اور ہمنے خزائن الاسرار میں لکھا ہے کہ عورت مرد کے
مخالف ہے پچیس باتوں میں ہم شامی میں ان مواضع کو خزائن سے مع اپنی تحقیق کے اسطرح ضبط کیا ہے ۱ عورت تحریمہ میں ہاتھ اٹھاوے اپنے
شانوں کے برابر ۲ ہاتھ آستینوں سے باہر نہ نکالے ۳ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی دوسری ہتھیلی پر رکھے ۴ ہاتھ پستان کے نیچے باندھے ۵ رکوع میں تھوڑا
جھکے ۶ رکوع میں ہاتھوں پر سہارا نہ دے ۷ رکوع میں ہاتھوں کی انگلیوں کو نہ پھیلاوے بلکہ ملی رکھے ۸ رکوع میں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے
انکو پکڑے نہیں ۹ اپنے گھٹنوں کو رکوع میں جھکاوے ۱۰ رکوع میں سمٹی رہے ۱۱ سجدہ میں اپنی بغلیں نہ کھولے یعنی اسمیں بھی سمٹی رہے ۱۲ سجدہ میں
اپنے دونوں ہاتھ بچھاوے ۱۳ التحیات میں دونوں پانوں داہنی طرف کو نکالکر سرین پر بیٹھے ۱۴ التحیات میں ہاتھوں کی انگلیاں ملی رکھے ۱۵ جب کوئی امر
نماز میں پیش آوے تو تالی بجاوے یعنی مردوں کی طرح سبحان اللہ نکہے ۱۶ مرد کی امامت نہ کرے ۱۷ عورتوں کی جماعت مکروہ ہے ۱۸ عورتوں کی جماعت میں
امام عورت بیچ میں کھڑی ہو نہ آگے بڑھکر ۱۹ مکروہ ہے اسکا حاضر ہونا جماعت میں ۲۰ مردوں کے ساتھ میں عورت پیچھے کھڑی ہو ۲۱ عورت پر جمعہ فرض
نہیں لیکن اگر پڑھ لیگی تو صحیح ہو جائیگا ۲۲ عورت پر عید کی نماز واجب نہیں ۲۳ عورت پر ایام تشریق میں نمازوں کے بعد تکبیر واجب نہیں ۲۴ عورت
کو مستحب نہیں کہ نماز فجر خوب اجالا ہونے کے بعد پڑھے ۲۵ نماز جہری میں پکار کر نہ پڑھے بلکہ جن لوگوں کے نزدیک عورت کی آواز داخل ستر ہے انکے
نزدیک نماز فاسد ہو جائیگی اور بحر الرائق میں ذکر کیا ہے کہ عورت پانوں کی انگلیوں کو سجدہ میں کھڑی نہ رکھے طحطاوی نے دو باتیں اور زیادہ
کی ہیں کہ عورت اذان نہ دے نہ مسجد میں اعتکاف کرے اور یہ مخالفت عورتوں کی مردوں سے صرف نماز میں ہے ورنہ عورت بہت سے مسائل
میں مردوں سے علیحدہ ہے جنکا بیان اشباہ کے احکامات میں ہے **ثم یرفع راسه مکبرا ویکفی فیه مع الکراهة ادنی ما یطلق علیه اسم الرفع**
کما صحح فی المحیط لتعلق الرکنیة بالادنی کسائر الارکان پھر نمازی سجدہ سے اپنا سر اٹھاوے اللہ اکبر کہتا ہوا اور کافی ہے سر اٹھانے میں کراہت تحریمی کے
ساتھ نہایت کم سر اٹھانا جسپر نام اٹھانے کا بولا جاوے چنانچہ اسکی تصحیح کی ہے محیط میں اتنا اٹھانا کافی ہے بسبب متعلق ہونے رکنیت کے ادنی کے ساتھ
مثل تمام ارکان کے یعنے ادنی بھی آخر رکن ہی کہلائیگا تو جن لوگوں کے نزدیک اٹھانا رکن ہے انکے نزدیک بھی سب رکن پائے جائینگے **بل لو سجد علی**
لوح فنزع فسجد بلا رفع اصلا صح بلکہ اگر سجدہ کیا تختی پر پھر وہ نکال لی گئی سر کے نیچے سے پھر سجدہ کیا بدون کچھ بھی سر اٹھانیکے تو صحیح ہے

[illegible]

یعنی اُن سب کو ایک سا ادا کرے فی الہدایہ ذکر فی الصلوۃ مبسوطہ اما اذا وجہ الحدیث کو روایت ہیں ایک تصحیح کی ہو کہ ساتھ ہی

اور بیٹھنے کے قریب ہو جاتا ہے تب تو سر اٹھانا صحیح ہو گا ورنہ درست نہ ہو گا اور بحر الرائق اور فتح القدیر میں ہو قال کما صحح ہو ان تم السجدۃ المنسوبۃ تم

والرفع عند محمد علیہ الفتوی چونکہ دو سجدوں کے بیچ میں اتنا سر اٹھانا جسے سے امام محمد کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہو اور امام ابو یوسف کے نزدیک سجدہ ہو جاتا

ہو جتنا کہ زمین سے اٹھانا ہو کہ اگر یہ دیکھتا کوئی بے وضو ہو جاوے تو بعد وضو کے امام محمد کے نزدیک اس سجدہ کو اعادہ ہو چاہیے اور امام ابو یوسف کے

نزدیک ایک دوسرا اوس میں کیا اتنے اعادہ نہیں چاہیے کذا فی البحر الرائق کا مقتدیہ ان فائتہ جیسے سجدہ تلاوت سر اٹھانے سے پورا ہوا بالاتفاق امام محمد

کے نزدیک بھی جیسا کہ یہ کہا کر تو فرق تلاش کرنا چاہیے کہ ابو یوسف کے نزدیک سجدہ تلاوت صرف سر رکھنے سے کیوں نہیں ہوا اور نماز کا سجدہ کیوں ہو جاتا

والجلوس بین السجدتین مطمئنا المراد بہ یعنی قنیہ کے تتمہ میں ہو بیٹھے دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان سے یعنی بقدر ایکبار سبحان اللہ

کہنے کے اس دلیل کے باعث کہ ذکر ہو چکی بیٹھنا یہ جلسہ یا سنت ہو یا واجب یا فرض اور رکھے اپنے دونوں ہاتھ دونوں رانوں پر جیسے التحیات میں رکھتے

ہیں کذا فی فتح القدیر ولیس بینہما ذکر مسنون وکذا لیس بعد رفعہ من الرکوع دعاء وکذا لا یاتی فی رکوعہ وسجودہ بغیر التسبیح علی المذہب وما ورد محمول

علی النفل اور دونوں سجدوں کے درمیان میں کوئی ذکر مسنون نہیں اور اسی طرح رکوع سے سر اٹھانے کے بعد کوئی دعا مسنون نہیں اور ایسا ہی نہ کہے

اور رکوع و سجدہ میں تسبیح کے سوا اور کچھ نہ کہے بموجب معتمد مذہب کے اور جو ذکر یا دعائیں کہ اُن مواضع میں وارد ہیں وہ نفل نماز پر محمول ہیں مثلاً دعا دونوں سجدوں کے

درمیان ابو داود کی حدیث میں یہ وارد ہو اللھم اغفرلی وارحمنی وعافنی واھدنی وارزقنی اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد یہ دعا وارد ہو اللھم ربنا لک الحمد ملا السموات

وملا الارض وملا ما بینہما وملا ما شئت من شیء بعد اھل الثناء والمجد احق ما قال العبد وکلنا لک عبد لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد

روایت کیا ہو اسکو مسلم اور ابو داود وغیرہ نے اور بیچ رکوع کی دعا کو مسلم نے روایت کیا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع کرتے تھے تو یہ فرماتے تھے اللھم لک

رکعت وبک امنت ولک اسلمت خشع لک سمعی وبصری ومخی وعظمی وعصبی اور اسی حدیث میں دعا سجدہ کو روایت کیا ہو کہ جب آپ سجدہ کرتے تھے تو یہ فرماتے تھے

اللھم لک سجدت وبک امنت ولک اسلمت سجد وجہی للذی خلقہ وصورہ وشق سمعہ وبصرہ تبارک اللہ احسن الخالقین تو شارح کہتا ہو کہ یہ دعائیں نفل پر محمول ہیں یعنی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکو نماز تہجد یا دوسری نفلوں میں پڑھا کرتے تھے تو نفل نماز میں یہ دعائیں مستحب ہیں نہ فرض میں شامی نے حلبیہ سے نقل کیا کہ ان دعاؤں

کے التزام سے کچھ ضرر بھی نہیں گو مشائخ نے اسکی تصریح نہیں کی اسلیے کہ قواعد شرعیہ التزام مذکور کے مخالف نہیں اور قرات اور تسبیح اور تکبیر اور فرضوں اور نفلوں میں

یکساں ہی ہیں تو یہ دعائیں اگر یکساں ہوں تو کیا حرج ہو ویکبر ویسجد ثانیۃ مطمئنا اور جلسہ کے بعد اللہ اکبر کہے اور دوسرا سجدہ اطمینان سے کرے ویکبر للنہوض

علی صدور قدمیہ بلا اعتماد وقعود استراحۃ ولو فعل لا باس بہ اور دوسرے سجدہ کے بعد اللہ اکبر کہے اٹھنے کے لیے اپنے دونوں پاؤں کی چھاتی کے بل بدون زمین پر

سہارا دینے اور آرام کے لیے بیٹھنے کے اور اگر سہارا دیگا تو کچھ مضائقہ نہیں شامی نے کہا کہ لو فعل سے سہارا دینا مراد ہو چنانچہ بحر الرائق میں ہو مگر شارح کی عبارت سے

استراحت کا بیٹھنا بھی ہو سکتا ہو لیکن اُس میں یہ خلل ہو کہ جلسہ استراحت سے تاخیر فرض کی یعنی قیام کی لازم آتی ہو ویکرہ تقدیم احدی رجلیہ عند النہوض اور مکروہ ہو اٹھنے

کے وقت اپنا ایک پاؤں آگے بڑھانا والرکعۃ الثانیۃ کالاولی فیما مر غیر انہ لا یاتی بثناء ولا تعوذ فیہا ولم یشرع الا مرۃ اور دوسری رکعت مثل اول کے ہو ان باتوں میں جو

گذر گئیں یعنی ارکان اور واجبات اور سنن میں دونوں یکساں ہیں بجز اسکے کہ دوسری رکعت میں ثنا اور اعوذ نہ پڑھے اسلیے کہ ثنا اور اعوذ صرف ایکبار مشروع ہو بیٹنا

ولا یسن موکدا رفع یدیہ الا فی سبع مواطن کما ورد بناء علی ان الصفا والمروۃ واحد نظرا للسعی اور مسنون نہیں تاکید کے ساتھ اٹھانا اپنے دونوں ہاتھوں کا مگر سات جگہ

میں چنانچہ حدیث میں وارد ہوا ہو اس بنا پر کہ صفا اور مروہ بلحاظ سعی کے ایک ہیں کہ رفع یدین حدیث میں سات جگہ مذکور ہو اور کلام مصنف اور نظم آئندہ میں آٹھ

شمار کیے ہیں اسلیے شارح نے دونوں میں مطابقت کے لیے کہا کہ صفا اور مروہ کو بلحاظ سعی کے حدیث میں ایک فرمایا ہے اسلیے سات جگہ ہوئیں اور مصنف اور ناظم

نے انکو دو شمار کرکے آٹھ کیا ہے اور سنت میں مؤکدہ کی قید اسواسطے لگائی تاکہ معلوم ہو کہ دعا وغیرہ میں رفع یدین مستحب ہے وسنۃ مؤکدۃ ثلثۃ فی الصلوٰۃ تکبیرۃ افتتاح وقنوت وعید وخمسۃ فی الحج استلام الحجر والصفا والمروۃ وعرفات والجمرات تین تو نماز میں ہیں یعنی رفع یدین تکبیر تحریمہ کے لیے اور قنوت کے لیے اور عید کی تکبیروں کے لیے اور پانچ حج میں ہیں یعنی حجر اسود کے بوسہ دینے کے وقت اور صفا پر اور مروہ پر اور عرفات ومزدلفہ پر اور اولیٰ اور وسطی جمروں پر کنکر مارنے کے وقت ویجمعہا علی ہذا الترتیب بالنثر فقعس صمج وبالنظم لابن الفصیح ف فتح قنوت عید استلم الصفا مع مروۃ عرفات والجمرات اور جمع کرتا ہے ان مواضع کو اس ترتیب مذکور پر نثر میں یہ کلمہ فقعس صمج یعنے آٹھ حرف ہیں جنمیں سے ہر حرف ہر جگہ کے شروع کا حرف ہے مثلاً ف فتح کا اور ق قنوت کا آخر تک اور نظم میں ان جگہوں کو ابن فصیح کا شعر جامع ہے فتح یعنے شروع نماز اور قنوت اور تکبیر عید اور استلام حجر اسود اور صفا مروہ کے ساتھ اور عرفات اور جمرات والرفع بحذاء اذنیہ کالتحریمۃ فی الثلثۃ الاول واما فی الاستلام والرمی عند الجمرتین الاولی والوسطی فانہ یرفع حذاء منکبیہ ویجعل باطنہما نحو الحجر والکعبۃ اور ہاتھوں کا اٹھانا اول کے تین مقاموں میں یعنے تحریمہ اور قنوت اور عید کی تکبیروں میں اپنے دونوں کانوں کے برابر ہو مثل تحریمہ کے اور حجر اسود کے بوسہ دینے اور اول اور درمیانی جمروں کے کنکر مارنے میں ہاتھوں کو اپنے دونوں شانوں کے برابر اٹھا دے اور ہاتھوں کے اندر کیطرف یعنی ہتھیلیاں بوسہ میں حجر اسود کیطرف اور کنکر مارنے میں کعبہ کیطرف کرے شارح نے مثل تحریمہ اسواسطے کہا کہ اسکی کیفیت مشہور ہے گو تین مقاموں میں وہ بھی داخل ہے اور جمرہ اولی اور وسطی کو اسلیے مخصوص کیا کہ جمرہ اخیرہ کے پاس دعا نہیں اسلیے کہ دعا ہی کنکر مارنے کے بعد ہے جسکے بعد کنکر مارنا ہے کذا فی الطحطاوی واما عند الصفا والمروۃ وعرفات فیرفعہما کالدعاء والرفع فیہ وفی الاستسقاء مستحب اور صفا اور مروہ پر اور عرفات میں ہاتھوں کو اٹھا دے مانند دعا مانگنے کے اور دعا میں ہاتھوں کا اٹھانا اور مینہ کی طلب میں ہاتھ اٹھانا مستحب ہے فیبسط یدیہ حذاء صدرہ نحو السماء لانہا قبلۃ الدعاء ویکون بینہما فرجۃ تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے سینہ کے برابر آسمان کیطرف پھیلا دے اسلیے کہ آسمان دعا کا قبلہ ہے یعنے جیسے کعبہ نماز کا قبلہ ہے ویسے ہی آسمان دعا کا قبلہ ہے تو کوئی یہ وہم نہ کرے کہ کریم متعال جس سے دعا مانگتے ہیں وہ اوپر کی جانب ہے کذا فی الطحطاوی اور دونوں ہاتھوں میں دعا کے وقت کسی قدر فرجہ رہے گو تھوڑا ہی ہو والاشارۃ بمسبحۃ لعذر کبرد یکفی اور انگشت شہادت سے اشارہ کرنا دعا کے وقت کسی عذر مثل سردی کی جہت سے کافی ہے یعنے ایک طریق دعا کا دعاء تضرع میں جو آگے آتا ہے اسمیں خنصر اور بنصر کا بند کرنا اور بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ کرنا اور صرف انگشت شہادت سے اشارہ کرنا کافی ہے اگر سردی وغیرہ کا عذر ہو والمسح بعدہ علی وجہہ سنۃ فی الاصح شرنبلالیہ اور بعد دعا کے ہاتھوں کا اپنے منھ پر پھیر لینا سنت ہے صحیح تر قول میں کذا فی الشرنبلالیہ وفی الوتر البحر الدعاء اربعۃ دعاء رغبۃ یفعل کما مر ودعاء رہبۃ یجعل کفیہ لوجہہ کالمستغیث من الشیء ودعاء تضرع یعقد الخنصر والبنصر ویحلق ویشیر بمسبحتہ ودعاء الخفیۃ ما یفعلہ فی نفسہ اور بحر الرائق کے باب الوتر میں ہے کہ دعا چار طرح کی ہے اول دعاء رغبت یعنی کسی چیز کی طلب جیسے جنت کی طلب مثلاً تو دعاء رغبت میں کرے چنانچہ گذرا یعنی ہاتھوں کو آسمان کیطرف پھیلا دے دوسری دعاء رہبت یعنی خوف جیسے دوزخ سے بچنے کی دعا اسمیں ہتھیلیوں کی پشت اپنے منھ کیطرف کرے جیسے کسی چیز سے زیاد چاہنے والا کرتا ہے شامی نے کہا کہ بحر الرائق میں ظہر کفیہ ہے اور یہی صواب ہے شاید شارح کے قلم سے ظہر کا لفظ رہ گیا انتہی اسلیے مترجم نے ترجمہ میں لفظ مذکور کا لحاظ رکھا تیسری دعاء تضرع ہے کہ اسمیں نہ کسی چیز کی خواہش ہو نہ کسی چیز کا خوف بلکہ صرف اظہار اپنی عاجزی اور ذلت کا سامنے خدا تعالی کے ہو جیسے یہ کہنا کہ الٰہی میں تیرا بندہ عاجز و مسکین ذلیل وحقیر ہوں تو ایسی دعا میں اپنی خنصر اور بنصر کو بند کرے اور بیچ کی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ کرے اور اپنی انگشت شہادت سے اشارہ کرے چوتھی دعا پوشیدہ ہے جو اپنے دلمیں دعا مانگے یعنے اس دعا میں ہاتھ اٹھانا نہیں اسلیے کہ ہاتھ اٹھانا علامت اعلان کی ہے تو دعا خفیہ نہ رہیگی کذا فی الشامی وبعد فراغہ من سجدتی الرکعۃ الثانیۃ یفترش الرجل رجلہ الیسرے فیجعلہا بین الیتیہ ویجلس علیہا وینصب رجلہ الیمنی ویوجہ اصابعہ فی المنصوبۃ نحو القبلۃ ہو السنۃ فی الفرض والنفل اور بعد اپنے فراغت ہونیکے دوسری رکعت کے دونوں سجدوں سے مرد اپنا بایاں پاؤں بچھا دے اور اسکو اپنے دونوں سرینوں کے تلے کرے اور اسپر بیٹھ جاوے اور داہنے پاؤں کو کھڑا کرے اور اپنی انگلیوں کو کھڑے پاؤں کی [illegible] قبلہ کیطرف کرے یہی سنت ہے [illegible]

اور نفل میں تمام حکموں میں قیام فرض سے منقول ہو کہ بچھے پاؤں کی انگلیوں کو بھی قبلہ رخ رکھے جیسے سجدہ میں رکھیں اور نفل میں سنونہ جو چکی قیام سے زیادہ ہے کہ اس میں حیثیت قول یہ ہو کہ جیسے پاؤں سے مشقت ہے کذا فی الجمعہ اور شیخ منادی علی تحفۃ المنہی و یسار علی الیسری و یبسط اصابعہ مفرجہ قلیلاً جاعلاً اطرافہا عند رکبتیہ و لا یاخذ الرکبۃ ہو الاصح لتتوجہ الی القبلۃ اور رکھے اپنا داہنا ہاتھ داہنی ران پر اور بایان ہاتھ بائیں ران پر اور پھیلا دے ہاتھوں کی انگلیاں تھوڑی کشادہ رکھکر اور کرے انگلیوں کے سرے دونوں گھٹنوں کے پاس اور نہ پکڑے زانو کو یہی صحیح تر ہو اسلئے نہ پکڑے تاکہ انگلیاں سب قبلہ رخ رہیں کیونکہ پکڑنے کی صورت میں زمین کیطرف متوجہ ہو جائینگی اور ہر چند زانو کو پکڑنا بھی جائز ہو مگر افضل نہ پکڑنا ہی کذا فی الشامی عن البحر

ولا یشیر بسبابتہ عند الشہادۃ و علیہ الفتوی کما فی الوالجیۃ والتجنیس وعمدۃ المفتی وعامۃ الفتاوی لکن المعتمد ما صححہ الشراح ولا سیما المتاخرون

کالکمال والحلبی والبہنسی والباقانی وشیخ الاسلام جد وغیرہم انہ یشیر لفعلہ علیہ الصلوۃ والسلام ونسبوہ لمحمد والامام بل فی متن درر البحار وشرحہ غرر الاذکار المفتی بہ عندنا انہ یشیر باسطاً اصابعہ کلہا اور اشارہ نکرے اپنی سبابہ انگلی سے اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کہنے کے وقت اور اسی پر فتوی ہو چنانچہ ولوالجیہ اور تجنیس اور عمدۃ المفتی اور اکثر فتاوون میں ہو مگر قول معتمد وہ ہو جسکی تصحیح کی ہو شارحین نے خصوص متاخرین مثل کمال اور حلبی اور بہنسی اور باقانی اور شیخ الاسلام جد اور انکے سوا اوروں نے کہ اشارہ کرے بسبب اشارہ کرنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور نسبت کیا ہو ان لوگوں نے اس قول کو امام محمد اور امام اعظم کیطرف بلکہ درر بحار کے متن اور اسکی شرح غرر الاذکار میں ہو کہ مفتی بہ ہم حنفیون کے نزدیک یہ ہو کہ اشارہ کرے اپنی سبابہ سے سب انگلیون کو کھلا رکھکر کرم شامی نے کہا کہ درر بحار اور اسکی شرح سے یہ نہیں پایا جاتا کہ اشارہ کرنے میں انگلیاں سب کھلی ہون بلکہ غرر الاذکار میں تصریح ہو کہ مفتی بہ اشارہ کرنا ہو سبابہ سے ترپن کے عقد کی صورت پر جیسے امام شافعی اور امام احمد فرماتے ہیں سبابہ کو لا الٰہ کہنے کے وقت اٹھا دے اور الا اللہ کہنے کے وقت رکھدے اور یہی قول ہو امام اعظم اور محمد کا اور بہت آثار و احادیث اس کیفیت پر دال ہیں انتہی تو شارح کا باسطاً اصابعہ شرح سے نقل کرنا غلط ہو خلاصہ یہ کہ اس مقام پر حنفیون میں دو ہی قول ہیں ایک یہ کہ تمام التحیات میں اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کے پیشتر تک انگلیاں کھلی رکھے اور جب اس کلمے کو کہے تو ترپن کا عقد کرکے اشارہ کرے یعنی حرف لا پر سبابہ اٹھا دے اور الا اللہ پر رکھدے یہ دوسرا قول متاخرین کے نزدیک معتمد ہو اسوجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث صحیحہ میں ثابت ہوا ہو اور ہمارے تینوں اماموں سے اسکا منقول ہونا صحیح ہو اور یہ جو شارح نے لکھا ہو کہ کھلی انگلیاں رکھکر اشارہ کرے اور اس زمانہ کے عوام میں یہی رواج ہو رہا ہو تو میں نے کسی کو نہیں سنا کہ اس قول کا قائل ہو بجز شارح کے بتبعیت شرنبلالی عن البرہان پس جب شارح کا کلام جمہور شارحین اکابرین اور پچھلون کے مخالف ٹھہرا تو

بسبب جمہور علما میں عمل انہی پر کرنا چاہیے یعنی ترپن کا عقد کرکے اشارہ کرے نہ انگلیون کو کھلی رکھکر وفی الشرنبلالیۃ عن البرہان الصحیح انہ یشیر بمسبحتہ وحدہا یرفعہا عند النفی ویضعہا عند الاثبات واحترزنا بالصحیح عما قیل لا یشیر لانہ خلاف الدرایۃ والروایۃ وبقولنا بالمسبحۃ عما قیل یعقد عند الاشارۃ انتہی اور شرنبلالیہ میں برہان سے منقول ہو کہ صحیح یہ ہو کہ تنہا انگشت شہادت سے اشارہ کرے یعنی دونوں سبابہ سے اشارہ نکرے اور اشارہ کرنے میں انگشت شہادت کو نفی یعنی حرف لا کہنے کے وقت اٹھا دے اور اثبات یعنی الا اللہ کہنے کے وقت رکھدے اور ہم نے جو اس قول میں صحیح کی قید لگائی تو اس سے ہم نے اس قول غیر صحیح سے احتراز کیا کہ اشارہ نکرے اسکے صحیح نہونے کی یہ وجہ ہو کہ اشارہ نکرنا خلاف ہو عقل اور نقل کے اور تنہا انگشت شہادت کہنے سے یہ غرض کہ اس قول سے احتراز ہو کہ اشارہ کے وقت ترپن کا عقد کرے تمام ہوا قول شرنبلالی کا میں اوپر معلوم ہو چکا کہ اشارہ کرنا بدون عقد کے کتب مذہب کے خلاف ہو بلکہ ایسی طرح اشارہ کرنیکا کوئی قائل نہیں اور اشارہ کا نہ کرنا خلاف عقل ہو یعنی اسلئے کہ اشارہ کرنے سے نفی اور اثبات جو زبان سے نکلتا ہو وہ نفی اور اثبات کے موافق ہو جاتا ہو جو انگلی کے اشارہ سے کیا جاتا ہو اور یہ امر یعنی مطابقت قولی اور فعلی عقلاً عمدہ ہو اور اشارہ کا نکرنا اسکے خلاف پڑتا ہو اور مخالف نقل ہونا اسطرح ہو کہ امام محمد نے موطا اور کتاب مشیخت میں روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ کرتے تھے پھر کہا کہ ہم کرتے ہیں

جو کچھ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور یہی قول ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کا اور کتاب الامالی مین منقول ہے کہ امام ابو یوسف بھی اشارہ کرتے تھے جب تینون امام اشارہ پر متفق ہوگئے اور احادیث صحیحہ سے اسکا ثبوت قرار واقعی ہوگیا تو اب اگر کوئی جاہل اپنے نفس کی شامت سے کسی روایت ضعیف پر عمل کرکے اشارہ نکرے تو وہ قطعًا تارک سنت ہوگا وفی العینی عن التحفۃ الاصح انہا مستحبۃ وفی المحیط انہا سنۃ اور عینی مین تحفہ سے منقول ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ اشارہ کرنا مستحب ہے اور محیط مین ہے کہ وہ سنت ہے م علامہ نجم الدین زاہدی نے نقل کیا ہے کہ متفق ہین ہمارے تینون امامون کی کہ اشارہ کرنا سنت ہے اور سیطرح معدن شرح کنز مین ہے **ویقرء تشہد ابن مسعود** وجوبا کما بحثہ فی البحر لکن کلام غیرہ یفید ندبہ وجزم شیخ الاسلام الجد بان الخلاف فی الافضلیۃ ونحوہ فی مجمع الانہر اور پڑھے وہ التحیات جو مروی ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بطور وجوب چنانچہ بحث کیا ہے اُسکو بحر الرائق مین لیکن کلام اورونکا سوائے صاحب بحر فائدہ دیتا ہے اُس تشہد کے مستحب ہونیکا اور شیخ الاسلام جد نے یقین کیا ہے کہ خلاف افضل ہونے مین ہے اور اسکے مثل ہے مجمع الانہر م التحیات کو تشہد اسلیے کہا کہ مشتمل ہے دو شہادتون پر اور عبداللہ ابن مسعود کا تشہد یہ ہے (التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ) بحر الرائق کی بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی تشہد کا پڑھنا واجب ہے مگر اُسکے حواشی مین خیر الدین رملی نے کہا کہ تشہد نماز مین واجب ہے لیکن غیر معین واجب ہے نہ خاص اور نہر الفائق مین ہے کہ اس خاص تشہد کا پڑھنا بہتر ہے جیسے وترون مین دعا قنوت واجب ہے اور الفاظ مخصوصہ اللہم انا نستعینک الخ سنت ہین اور امام ابو حنیفہ کا قول یہ ہے کہ اگر التحیات مین کچھ کمی یا زیادتی کریگا تو مکروہ ہوگا اسلیے کہ نماز کے ذکر محصور اور معدود ہین اُنسے تجاوز نچاہیے انتہی کذا فی الشامی والطحطاوی **ملتفتا ویقصد بالفاظ التشہد معانیہا مرادۃ لہ علی وجہ الانشاء** کانہ یحیی اللہ تعالی ویسلم علی نبیہ وعلی نفسہ واولیائہ **لا الاخبار عن ذلک** ذکرہ فی المجتبی اور قصد کرے تشہد کے الفاظ سے اُنکے معنی جو بطور انشا کے نمازی کو مقصود ہون یعنی اُنکا ایجاد اسیوقت تصور کرے اسطرح کہ گویا نمازی اللہ تعالی کو تحیت پہونچاتا ہے اور اپنے نبی اور اپنے نفس اور احباب پر سلام بھیجتا ہے نہ قصد کرے تشہد کے الفاظ سے خبر دینا اور حکایت کرنا اُس حال کا ذکر کیا ہے اسکو مجتبی مین م یعنی جو قصہ معراج مین واقع ہوا تھا اسکی حکایت کا قصد نکرے اور وہ قصہ یہ ہے کہ شب معراج مین جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقام قرب پر فائز ہوے تو آپکو بیٹھنے کا ارشاد ہوا آپ نے فرمایا (التحیات للہ والصلوات والطیبات) یعنے جیسے کوئی بادشاہون کے پاس جاکر اول ثنا کرتا ہے پھر خدمت پھر مال نذر کرتا ہے ویسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادتین زبانی اور بدنی اور مالی پیشکش کین جناب احدیت سے بطور خلعت شاہی ارشاد ہوا (السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ) یعنی یہ ہمارا سلام خاص تمپر ہو اے نبی اور رحمت اور برکتین اللہ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس تکریم خاص الخاص کو ملاحظہ فرمایا بمقتضاے جود و کرم یہ نہ چاہا کہ ضعفاء امت بھی اس سے بے بہرہ رہین عرض کیا (السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین) یعنی سلام خاص ہم سب پر اور اللہ تعالی کے نیک بندون پر ہو علینا مین سب گنہگاران امت کو بھی شامل کر دیا کہ کوئی اس سلام خصوصیت التیام سے محروم نرہے ہو لنعم ما قیل ؎ چہ غم دیوار امت را کہ باشد چون تو پشتیبان ✽ چہ باک از موج بحر آنرا کہ باشد نوح کشتیبان ✽ جب ملائکہ مقربین نے یہ جود و کرم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھا تو بولے (اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ) تو غرض مصنف کی یہ ہے کہ التحیات پڑھنے مین اس قصہ کی حکایت مدنظر نکرے بلکہ یہ ارادہ کرے کہ مین خود اللہ تعالی کے حضور مین تحیت پیش کرتا ہون اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اپنے اوپر اور دوستون پر سلام بھیجتا ہون وظاہرہ ان ضمیر علینا للحاضرین لا حکایۃ سلام اللہ تعالی اور ظاہر کلام مصنف کا یہ ہے کہ ضمیر علینا موجود شخصون یعنی امام اور مقتدی اور ملائکہ کیطرف ہے نہ نقل سلام اللہ تعالی کی طحطاوی نے کہا کہ صواب یہ ہے کہ شارح نقل سلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتا چنانچہ تم ہم نے جو قصہ مذکور کیا اُس سے ظاہر ہے کہ السلام علینا مقولہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا وکان علیہ الصلوۃ والسلام یقول فیہ انی رسول اللہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشہد مین یون فرمایا کرتے تھے انی رسول اللہ یعنی بجاے ان محمدا عبدہ ورسولہ کے انی رسول اللہ کہتے تھے م نقل کیا ہے اسکو رافعی نے شافعی لوگون سے مگر حافظ ابن حجر نے اسکو رد کیا ہے کہ اسکی کچھ اصل نہین بلکہ تشہد کے الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر اسیطرح مروی ہین کہ آپ اشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ فرمایا کرتے تھے ہان اگر تشہد سے اذان کی شہادتین مراد ہون تو یہ قول صحیح ہے اسلیے کہ ثابت ہوا ہے کہ آپ نے سفر مین ایکبار اذان کہی تو ایسا فرمایا اور بخاری مین سلمۃ بن الاکوع کی حدیث مین بھی مذکور ہے

کہ آپ نے التحیات میں اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا رسول اللہ فرمایا مگر یہ نہ کہا کہ یہ زیادہ کرے التحیات میں کہ آخر نماز میں ہو الا جمعی ... التحیات فی القعدۃ

الاولی ... اور درمیانی قعدہ فرض میں بھی التحیات پر کچھ نہ پڑھے اور صحیح یہ ہے کہ سب کے نزدیک مختار یہ ہے کہ یہ قول مشہور ہے اور امام ... ہے

تو قعدہ اولیٰ میں درود کو لازم نہ جاننے میں اور شامی کو مناسب تھا کہ یہاں کی جگہ باتفاق کہہ کر نماز ادا کرے اگر چہ یہ زیادہ ... نہیں ...

... تشہد کے بعد اور درود پڑھنا واجب ہوگا اور سہوا یہ واجب علیہ سجود السہو اذا قال اللہم صل علی محمد فقط علی المذہب المختار ...

بل لتاخیر القیام ... بعد کہ التحیات میں زیادہ پڑھ دیا تو بعض سجدہ سہو واجب ہوگا بلکہ حضرت اللہم صل علی محمد کہا مذہب مختار یہ ہے کہ سجدہ سہو ...

نہیں ہوگا قیام کے لیے دیر کرنے سے صرف اللہم صل علی محمد اسلیے کہا کہ بعض نے یوں کہا ہو کہ جبتک علی آل محمد نہ کہیگا سجدہ سہو واجب نہوگا اور ...

امام نے اور حلبی نے کہا کہ آسی پر اکثر ہیں اور یہی صحیح ہے اور بعضوں نے کہا کہ جبتک تاخیر بقدر ادا کرنے ایک رکن کے نہوگی سجدہ سہو واجب نہوگا ...

اور تاتارخانیہ میں ہے کہ صاحبین کے قول پر سجدہ سہو واجب نہیں جبتک کہ حمید مجید تک نہ پہونچے کذا فی الشامی ... الا ... سکت ...

فیتم مثل المفرغ عند سلام الامام وقیل یتم وقیل یکرر کلمۃ الشہادۃ اور اگر مقتدی پہلے امام سے پیشتر التحیات پڑھ چکے تو چپکا رہے بالاتفاق اور مسبوق بعد ...

آہستہ آہستہ پڑھے کہ امام کے سلام پھیرنے کے وقت پڑھنے سے فراغت پاوے اور بعض نے کہا ہے کہ التحیات کو پورا کرے اور چپ ہو رہے اور بعضوں نے کہا کہ چپ

رہے کلمہ شہادت کو مکرر پڑھتا رہے شامی نے کہا کہ ان سب اقوال کی تصحیح ہوئی ہے اور قعدہ اگر آخر کا ہو تو یہی مسبوق و مقتدی برابر ہیں ... واکتفی المفترض فیما بعد

الاولیین بالفاتحۃ فانہا سنۃ علی الظاہر ولو زاد لا باس بہ اور فرض پڑھنے والا اکتفا کرے الحمد پر دو پہلی رکعتوں کے بعد کی نماز میں یعنی تیسری اور چوتھی رکعت میں

اسلیے کہ الحمد کا پڑھنا ان رکعتوں میں سنت ہے ظاہر روایت پر اور اگر الحمد سے زیادہ نہیں پڑھیگا یعنی سورہ ملا دیگا تو کچھ مضائقہ نہیں شامی نے کہا کہ ...

کہ پچھلی رکعتوں میں قراءت بدون کسی اندازہ کے مشروع ہے اور الحمد پر اکتفا کرنا مسنون ہے واجب نہیں تو سورہ زیادہ ملانا سورہ کا خلاف اولی ہوگا ...

قراءۃ الفاتحۃ وصحح العینی وجوبہا وصحح تثلیثا وسکوت قدرہا وفی النہایۃ قدر تسبیحۃ فلا یکون مسیئا بالسکوت علی المذہب لثبوت التخییر عن علی وابن مسعود وہو

مختار ہے چاہے الحمد پڑھے اور الحمد کے وجوب کی تصحیح کی ہے عینی نے اور چاہے تین بار سبحان اللہ کہے اور چاہے بقدر تین بار سبحان اللہ کہنے کے چپ رہے ...

چپ رہنا بقدر ایکبار سبحان اللہ کہنے کے ہے اس سے یہ نکلا کہ چپ رہنے سے ظاہر روایت کے موجب برا کرنیوالا نہوگا مختار اسلیے ہے کہ اختیار دینا حضرت علی اور

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہما سے ثابت ہے عینی نے وجوب فاتحہ کی تصحیح کی ہے اسکا مقابل ظاہر الروایۃ ہے یعنی اختیار مذکور کہ وہ صحیح ہے ... الصارف ...

عن الوجوب اور یہی تخییر پھیرنے والی ہے مواظبت کو واجب ہونے سے یہ جواب اس سوال کا کہ صحیحین میں ابو قتادہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر ...

نماز میں پہلی دو رکعتوں میں تو الحمد اور دو سورتیں پڑھا کرتے تھے اور پچھلی دو میں صرف الحمد تو اس حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مواظبت الحمد پر پائی جاتی ہے اور

مواظبت بدون ترک کے دلیل ہے واجب ہونیکی اس سے معلوم ہوا کہ الحمد پڑھنا پچھلی دو میں واجب ہے شارح جواب دیتا ہے کہ حضرت علی اور ابن مسعود سے مروی ہے کہ دونوں کہتے

تھے کہ نمازی کو پچھلی دو رکعتوں میں اختیار ہے چاہے قرآن پڑھے چاہے چپ رہے چاہے سبحان اللہ کہے اور یہ اختیار قیاس سے معلوم ہو نہیں سکتا تو ان حضرتوں سے ...

ہونا ایسا ہی ہوا جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعا ہو پس یہ تخییر مذکور سے صاف ظاہر ہے کہ حدیث مذکور بعد میں مواظبت مفید وجوب نہیں اگر مفید وجوب ہوتی تو

اختیار دیا جاتا اور اس جواب سے رد ہوا قول عینی کا کذا فی الشامی ولیفعل فی القعود للثانی الافتراش کالاول وتشہد ایضا وصل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ...

قعدہ میں بائیں پاؤن بچھا دے مثل اول قعدہ کے اور التحیات بھی پڑھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح افتراش کی تعیین کا ...

تاکہ سب احکام سابقہ میں دونوں قعدے یکساں رہتے اور کیفیت درود کی شرح منیہ میں اسطرح مذکور ہے کہ امام محمد سے کسی نے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کیونکر

بھیجیں انھوں نے فرمایا کہ یوں کہے اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید وبارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراہیم وعلی

آل ابراہیم انک حمید مجید) اور یہی طرح درود کا موافق ہے بخاری و مسلم وغیرہما کے کذا فی الشامی وصحح زیادۃ فی العالمین وتکرار انک حمید مجید اور درست ہے زیادہ
کرنا فی العالمین کا یعنے بعد کما بارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم کے ایکبار جیسے کہ مالک اور مسلم اور ابوداؤد کی روایت میں ہے اور پہلے جملہ میں یعنے کما صلیت کے
بعد یہ لفظ احادیث صحیحہ میں ثابت نہیں ہوا کذا فی الشامی اور درست ہے تکرار کرنا انک حمید مجید کا یعنی ایکبار کما صلیت کے بعد اور ایکبار کما بارکت کے بعد جیساکہ
اوپر مترجم نے دونوں جگہ لکھا ہے وعدم کراہۃ الترحم ولو ابتداء اور صحیح ہے نہ مکروہ ہونا ترحم کا اگرچہ ابتدا ہی میں ہو یعنی اگر بدون اللّٰہم صل الخ کے شروع سے اللّٰہم ارحم
محمدا وآل محمد کما رحمت علی ابراہیم الخ کہا تو مکروہ نہوگا اسیطرح اگر دونوں جملہ درود مذکور الصدر پر وارحم محمدا وآل محمد زیادہ کیا تو جائز ہوگا فیض میں کہا کہ اس جملہ کا
ترک کرنا بہتر ہے احتیاطا اور نووی نے اذکار میں کہا کہ اسکا بڑھانا بدعت ہے اور اسکی وجہ غالبا یہ ہے کہ دعا رحمت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تشہد میں کسی معتبر
طریق سے ثابت نہیں ہوئی کذا فی الشامی مختصرا وندب السیادۃ لان زیادۃ الاخبار بالواقع عین سلوک الادب فہو افضل من ترکہ ذکرہ الرملی الشافعی وغیرہ اور مستحب ہے
سیدنا کہنا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اسم شریف پر اسلیے کہ خبر دینا حقیقت حال کا عین طریق ادب چلنا ہے پس سیدنا
کہنا بنسبت اسکے چھوڑ دینے کے افضل ہے ذکر کیا ہے اسکو رملی شافعی وغیرہ نے ہم طحطاوی نے کہا کہ لفظ زیادت کو حذف کرنا بہتر ہے اسلیے مترجم نے اسکو ترجمہ میں نہیں شامل کیا
اور یہ جو کہا کہ خبر دینا واقع کا ادب کی راہ چلنا ہے اس سے یہ غرض ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سید الاولین والآخرین ہیں تو آپ کے لیے سیدنا بڑھانا مطابق نفس الامر
کے اور مقتضائے ادب ہے اس سے معلوم ہوا کہ درود جو اوپر گذرا اسمیں آٹھ جا سیدنا بڑھاوے کیونکہ چار جا آپ کا نام مبارک ہے اور چار جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام
کا وما نقل لا تسودونی فی الصلوۃ فکذب وقولہم لا تسیدونی بالیاء لحن ایضا والصواب بالواو اور یہ جو منقول ہے کہ نماز میں مجکو سید مت کہو تو یہ حدیث جھوٹ ہے اور بعض نے جو
لا تسیدونی یا تحتانیہ سے نقل کیا ہے وہ جھوٹ ہونے کے سوا غلط بھی ہے اور صحیح واو سے ہے کیونکہ اسکا مصدر وادی ہے وخص ابراہیم لسلامہ علینا او لانہ سمانا المسلمین او لان
المطلوب صلوۃ یتخذہ بہا خلیلا اور مخصوص ہوے حضرت ابراہیم علیہ السلام تشبیہ میں بسبب انکے سلام کرنیکے ہم اہل اسلام پر یا اسلیے کہ حضرت ابراہیم نے ہمارا نام مسلمان
رکھا یا اسوجہ سے کہ مطلوب وہ رحمت ہے جس سے خدا تعالی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خلیل کرے ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر سوال کی یہ ہے کہ صلوۃ وبرکت میں تشبیہ
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کیوں دی اور انبیاء کرام صلوات اللہ علیہم کے ساتھ کس وجہ سے نہ دی شارح نے اس سوال کے تین جواب دیے اول یہ کہ آپکے ساتھ تشبیہ
سبب یہ ہے کہ آپنے معراج کی شب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا تھا کہ اپنی امت کو میرا سلام پہونچانا دوم یہ کہ حضرت ابراہیم نے ہمارا نام مسلمان رکھا چنانچہ خدا
خبر دیتا ہے (ہو سماکم المسلمین) تو انکے عوض میں ہماری طرف سے تشبیہ ہوئی سوم یہ کہ مطلوب اس صلوۃ سے یہ ہے کہ اس سے اللہ تعالی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا خلیل کرے
جیسے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل کیا ہے اور بعض لوگوں نے اور جواب بھی دیے ہیں منجملہ انکے ایک یہ ہے کہ تشبیہ آپکے ساتھ اسوجہ سے ہے کہ آپ جد امجد ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
اور فضائل میں تشبیہ باپ دادوں کے ساتھ مرغوب ہوتی ہے اور ایک یہ کہ آپ باقی رسولوں سے افضل ہیں اس جہت سے تشبیہ دیگئی اور ایک یہ ہے کہ اہل اسلام کی ملت آپکی
سے ملتی جلتی ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے (ملۃ ابیکم ابراہیم) اور ایک یہ کہ آنحضرت صلعم کو آپکی اتباع کا حکم ہوا جیسے ارشاد ہے (ان اتبع ملۃ ابراہیم حنیفا) کذا فی الشامی وعلی ال
فالتشبیہ ظاہر او راجع لآل محمد او المشبہ بہ قد یکون ادنی مثل مثل نورہ کمشکوۃ او روجہ اخیر یہ یعنی جب صلوۃ سے مطلوب صلوۃ خاصہ ہو تو تشبیہ ظاہر ہے یعنی وجہ
خلت ہے یا تشبیہ رجوع کرنیوالی ہے آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف یا مشبہ بہ کبھی کمتر ہوتا ہے جیسے قرآن مجید میں ہے کہ کہاوت نور خدا کی جیسے قندیل میں چراغ یہ ظاہری
ہے سوال مشہور کا جو علمائے قدیم وجدید کرتے ہیں اسکی تقریر یہ ہے کہ قاعدہ مقررہ ہے کہ مشبہ بہ مشبہ سے وجہ شبہ میں اعلی ہوتا ہے اور یہاں یہ بات نہیں اسلیے کہ جو رحمت
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکی آل کو حاصل ہے وہ حضرت ابراہیم اور آپکی آل کی رحمت اور برکت سے اعلی ہے اسلیے کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جو کوئی مجھپر ایکبار درود
اللہ تعالی اسپر دس بار رحمت بھیجتا ہے اور اسکی دس برائیاں دور کرتا ہے اور دس درجہ بلند کرتا ہے اور یہ بات حضرت ابراہیم یا دوسرے پیغمبر کے حق میں وارد نہیں تو شارح
اسکا جواب یہ دیا کہ یا تو وجہ شبہ صلوۃ خاصہ ہے جو موجب خلت ہے یا یہ کہ تشبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شریک نہیں مشبہ صرف آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم

تمہارا نام مسلمان رکھا ... تمہارے باپ ابراہیم ... کی ایک روایت ہے

یہ کہ شب قدر بھی مشہور ہے کہ جو شب قدر ہے وہ بھی بہت شباہت نور الٰہی کی چراغ سے رکھتی ہوئی ہو جاتا کہ دو چراغ کو آپس مین دوست کچھ نسبت نہین مگر یہ کہ تو چراغ مصطفوی ہے
اپنی جگہ پر شبہ بین ہے سینے انکو مشبہ ہے کر دیا جیسے بیان ذبیحہ کا بیان تمام لکھا بار نبی علیہ السلام پر رحمت و برکت کا ہونا جملہ خصوص مین واضح ہو رہا ہے مقصد
موجب سے شبہ ہر کر دیا گیا کہ اوسی انشا کی وجہ ہی فرض ہے وہ لا مرقی شعبان تاریخ ہجری مرۃ واحدۃ اتفاقا فی العمر وہ درود فرض ہی عمر بھر مین ایک بار اتفاق سے
عمر کی ہیئت او سپر جو شعبان سے سن دوہجری مین ہو الخ درمختار مین کہا کہ جو مفصول لکھی یعنی فرضیت درود کی موجب ہے کہ امر قطعی الثبوت پر عمل ہو وہ اسی سے یکبار اوسکی
فرضیت قطعی ہی مصرف سنی نہین تو اسکا منکر کافر ہو کا جو اسے مراد وہ آیت ہے یعنی یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما جو دوسرے سال ہجری مین نازل ہوئی وہ بعضون نے کہا
شب معراج مین فرض ہوئی صلوۃ ثابت من الذین فرضا یعنی اگر نمازی اپنی نماز مین بالغ ہوا ہو تو تشہد وغیرہ مین درود پڑھا تو یہ درود قائم مقام فرض کا ہو گا یعنی اسکے بعد ادا فرض
نہ ہو گا کذا فی النہر مختار فی المجتبی الوجوب من النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یصلی علی نفسہ درمختار مین ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب نہین کہ خود اپنے اوپر صلوۃ بھیجین ہم
نہر الفائق مین اسکی وجہ یہ ہے کہ یا ایہا الذین آمنوا مین رسول علیہ السلام شامل نہین بخلاف یا ایہا الناس اور یا عبادی کے کہ اسمین سب شامل ہوتے ہین چنانچہ
اصول مین معلوم ہو چکا ہے اور حکمت آپ پر واجب نہونے کی یہ ہے کہ درود دعا ہے اور دعا اپنے نفس کے لیے ہر شخص کا جی چاہتا ہے اور اپنی خیر مانتا ہے تو اسمین کچھ تکلف اور مشقت
نہین اور خطاب شرعی کا وجوب اسی امر مین ہوتا ہے جسمین کچھ مشقت اور طبیعت کو کلفت ہو کذا فی الشامی واختلف الطحاوی والکرخی فی وجوبہا علی السامع والذاکر
کلما ذکر صلی اللہ علیہ وسلم والمختار عند الطحاوی تکرار الوجوب کلما ذکر ولو اتحد المجلس فی الاصح اور اختلاف کیا ہے طحاوی اور کرخی نے درود کے واجب ہونے مین
سننے والے اور ذکر کرنیوالے پر جتنے بار کہ مذکور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک ہو اور طحاوی کے نزدیک مختار مکرر ہونا وجوب صلوۃ کا ہے جتنے بار کہ ذکر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو اگرچہ ایک ہی مجلس مین ہو صحیح تر قول مین ہم شامی نے کہا کہ وجوب صلوۃ مین اختلاف ذکر کیا سلام کا ذکر نکیا حالانکہ آیت مین صلوۃ اور سلام دونون ہین
اسلیے کہ مراد تسلیم سے آیت مین حکم ماننا ہے اور اصح کی قید اسلیے لگائی کہ کافی مین تصحیح اسکی ہے کہ اتحاد مجلس کی صورت مین ایکبار صلوۃ کافی ہے اور شرح مقدمہ ابی اللیث مین وجوبہا
کے مکرر ہونے کو طحاوی کے نزدیک بطور کنایہ کہا ہے نہ بطور یقین یعنے اگر بعض صلوۃ پڑھ لینگے تو کل پر سے وجوب ساقط ہو گا لا لان الامر یقتضی التکرار بل لانہ تعلق
وجوبہا بسبب متکرر وہو الذکر فیتکرر بتکررہ وتصیر دینا بالترک فیقضی لانہا حق عبد کالتشمیت یہ وجوب کا مکرر ہونا اسلیے نہین کہ صیغہ امر تکرار کا مقتضی ہے بلکہ اسلیے ہے
کہ وجوب صلوۃ ایک سبب مکرر سے متعلق ہے یعنے ذکر سے تو جب سبب مکرر ہو گا وجوب بھی مکرر ہو گا اور درود کے ترک کرنے سے ذمہ پر قرض ہو جائیگا تو اسکی قضا
ہو گی اسلیے کہ صلوۃ حق عبد ہے جیسے جواب دینا چھینک کا بندہ کا حق ہے اور اسکی قضا ہوتی ہے ہم بیان ایک سوال ہوتا تھا کہ وجوب صلوۃ امر کے سبب سے ہے حالانکہ
اصول مین ثابت ہو چکا ہے کہ امر کا صیغہ مقتضی تکرار وجوب کا نہین تو مکرر صلوۃ کا پڑھنا کس طرح واجب ہوا شارح نے جواب دیا کہ یہ تکرار امر کے تقاضے سے نہین بلکہ سبب کے مکرر
ہونے سے اور سبب صلوۃ ذکر نام شریف کا تو جب نام شریف مکرر ہو گا وجوب صلوۃ بھی مکرر ہو گا اور چھینک کے جواب کی تشبیہ صرف قضا مین ہے نہ باقی احکام مین کذا فی الشامی
والطحاوی بخلاف ذکرہ تعالی بخلاف ذکر اللہ تعالی کے کہ وہ حق پروردگار ہے اسکی قضا نہوگی طحاوی نے کہا کہ یہ کیا ضرور ہے کہ جو حق حق تعالی کا ہو اسکی قضا نہو جیسا نماز روزہ
حق اللہ ہین اور انکی قضا ہوتی ہے تو مراد شارح کی یہ ہے کہ خداوند جلشانہ کا نام مکرر کرنا واجب ہے اور ایک مجلس مین نام کے مکرر ذکر ہونے سے ایکبار ثنا کافی ہے چنانچہ
بحر الرائق مین ہے انتہی ملخصا والمذہب استحبابہ ای التکرار وعلیہ الفتوی اور مذہب مشہور مستحب ہونا ہے تکرار کا یعنی ایکبار صلوۃ واجب ہے اور دوبارہ ذکر شریف ہونے سے
صلوۃ مستحب ہے اور اسی پر فتوی ہے والمعتمد من المذہب قول الطحاوی کذا ذکرہ الباقانی تبعا لما صححہ الحلبی وغیرہ اور مذہب معتمد قول طحاوی کا ہے کہ ہر بار صلوۃ واجب ہے
ایسا ذکر کیا ہے اسکو باقانی نے بہ تبعیت تصحیح حلبی وغیرہ کے ورجحہ فی البحر باحادیث الوعید کرغم وابعاد وشقاء وبخل وجفاء اور ترجیح دی ہے قول طحاوی کو بحر الرائق مین وعید
کی حدیثون سے جیسے وعید ذلیل ہونے اور دور ہونے اور بدبخت ہونے اور بخل اور ستم کی ہم یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پر صلوۃ نہ پڑھنے والے پر ان الفاظ سے
وعید احادیث مین آئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ صلوۃ ہر بار آپکے نام مبارک کے مذکور ہونے پر واجب ہے وعید حدیث کی حدیث رغم انف رجل ذکرت عندہ فلم یصل علی

اور ابعاد کی یہ ہے (بعد من ذکرت عنده فلم یصل علیک) اور شقا کی یون ہے (من ذکرت عنده فلم یصل علی فقد شقی) اور بخل کی حدیث کے یہ الفاظ ہین (البخیل من ذکرت عنده
فلم یصل علی) اور جفا کے الفاظ یون وارد ہین (من الجفاء ان اذکر عند الرجل فلم یصل علی) کذا فی الطحطاوی من الحلبی ثم قال فتکون من جفانی العمر واجبا کلما ذکر علی التصحیح پھر صاحب بحر نے
اس ترجیح کے بعد کہا کہ درود پڑھنا فرض ہے عمر بھر مین اور واجب ہے جتنے بار کہ ذکر نام مبارک کا ہو مذہب صحیح پر وحرام عند فتح التاجر متاعه ونحوه اور حرام ہے وقت کھولنے
تاجر کے اپنے اسباب کو اور اسی جیسے دوسرے وقتون مین یعنی مکروہ تحریمی ہے شامی نے کہا کہ یہ مصور تہین ہے کہ تاجر کو اس درود کے پڑھنے سے خریدار کا جتانا اپنے اسباب
کی ترجیح منظور ہو اور اگر اسکا مقصود صرف درود ہوگا تو مکروہ نہوگا اور اسمین ملحق ہے ذکر اللہ تعالی کا جس سے تعظیم مقصود نہو بلکہ دوسرے کو جتانا اپنے اسباب کا رواج
کرنا مدنظر ہو تو وہ بھی مکروہ تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی وسنة فی الصلوة اور مسنون ہے درود پڑھنا نماز مین یعنی قعدہ اخیرہ کے تشہد کے بعد ومستحبة فی کل اوقات الامکان اور
درود پڑھنا مستحب ہے سب امکان کے وقتون مین یعنی جسوقت کہ کوئی مانع شرعی نہو ہمین درود پڑھنا مستحب ہے ہم علما نے اوقات درود کی تصریح اسطرح کی ہے روز جمعہ
شب جمعہ روز شنبہ روز یکشنبہ روز پنجشنبہ وقت صبح وقت شام مسجد مین گھسنے کے وقت مسجد سے نکلنے کے وقت قبر شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے
وقت صفا کے اور مروہ پر جمعہ وغیرہ کے خطبہ مین بعد جواب اذان کے تکبیر کے وقت دعا مانگنے کے شروع اور درمیان اور آخر مین دعاء قنوت کے بعد تلبیہ سے فارغ
ہونیکے وقت اجتماع کے وقت جدا ہونیکے وقت وضو کرنیکے وقت کان بولنے کے وقت چیز کے بھول جانیکے وقت وعظ کہنے کے وقت حدیث کے پڑھنے کی ابتدا مین
اسکے انتہا کے وقت مسئلہ یا فتوی لکھنے کے وقت تصنیف کے وقت ہر درس دینے والیکو ہر پڑھنے والیکو ہر منگنی کرنیوالیکو ہر نکاح پڑھنے والیکو ہر نکاح پڑھوانے
والیکو سب ضروری کامون کے پیشتر آنحضرت صلعم کے نام لکھنے کیوقت کذا فی شرح دلائل الخیرات للفاسی شامی نے کہا کہ ان مواضع مین سے اکثر کی تصریح کتب حنفیہ مین
موجود ہے ومکروہ فی صلوة غیر تشهد اخیر اور درود پڑھنا مکروہ ہے نماز مین بجز اخیر تشہد کے کہ اسمین مسنون ہے شامی نے کہا کہ استثنا کرنا قنوت وتر کا بھی چاہیے کہ اسکے آخر مین
درود مشروع ہے چنانچہ بحرالرائق مین ہے اور ایسے ہی نماز جنازہ کو استثنا کرنا چاہیے کہ اسمین بھی درود مسنون ہے حنفیہ درود پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سات جگہ مکروہ
ہے حالت جماع حالت بول و براز ترویج مبیع مین لغزش قدم کے وقت تعجب کے وقت ذبح کے وقت چھینکنے کے وقت کذا فی الشرعة فلذا استثنی فی النهر من قول الطحاوی
ما فی تشهد اول اور چونکہ سوا تشہد اخیر کے نماز مین درود مکروہ ہے تو اسلیے نہر الفائق مین طحاوی کے قول سے استثنا کیا ہے اس نام مبارک کو جو تشہد اول مین ہے یعنے بموجب
قول طحاوی کے جس جگہ نام مبارک آوے درود واجب ہے مگر قعدہ اول مین باوجود نام پاک آنیکے درود واجب نہین بلکہ مکروہ تحریمی ہے کذا فی الشامی وحسن صلوة علیه لئلا
یتسلسل اور مستثنی کیا ہے اس نام کو جو ضمن مین درود شریف کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو تا کہ تسلسل نہو یعنی درود پڑھنا خالی نام مبارک سے نہین تو اگر ہر نام پر
درود واجب ہو تو سلسلہ درود کا ختم نہو شامی نے کہا کہ اس صورت کا بھی استثنا کرنا چاہیے کہ نام مبارک قرات یا خطبہ مین سنے اسلیے کہ سننا قرات اور خطبہ کا واجب ہے
اور اگر خود قرآن پڑھتا ہو اور نام مبارک آوے تو افضل یہ ہے کہ قرات نچھوڑے بعد فراغت قرات کے اختیار ہے چاہے درود پڑھے چاہے نہ پڑھے بل خصه فی درر البحار
بغیر الذاکر لحدیث من ذکرت عنده فلیصل علی فلیحفظ بلکہ درر البحار مین درود کے واجب ہونیکو خاص کیا ہے نام لینے والیکے سوا پر بسبب حدیث من ذکرت عنده کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
ہم بعض علما نے طحاوی کے قول پر اعتراض کیا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لینے سے درود واجب ہو تو سلسلہ درود کا تمام نہوگا اسلیے کہ درود خالی نام پاک سے نہین
ہوتا درر البحار مین طحاوی کیطرف سے یہ جواب دیا کہ وجوب اسپر ہے جو نام مبارک کو سنے نہ نام لینے والے پر اسلیے کہ حدیث شریف مین جو وعید وارد ہے وہ نام کو سنکر درود پڑھنے
والے پر ہے مثلا البخیل من ذکرت عنده فلم یصل علی یعنی بخیل وہ ہے جسکے سامنے میرا ذکر ہو اور مجھپر درود نہ پڑھے اس حدیث مین من موصولہ سے مراد وہ ہے جسکے روبرو نام
لیا گیا تو چاہیے کہ نام لینے والا اور کوئی ہو اور وجہ وجوب کی یہ وعیدین ہین جو احادیث مین مذکور ہین تو معلوم ہوا کہ وجوب سننے والے ہی پر ہے وازعاج الاعضاء برفع الصوت
جهل وانما هی دعاء له والدعاء یکون بین الجهر والمخافتة لذا اعتمده الباجی فی کنز العفاة اور اعضا کا ہلانا آواز کی بلندی کے ساتھ جہالت ہے بلکہ درود تو آدمی کے حق مین دعا ہے اور
دعا مانگنا درمیانہ جہر اور اسرار کے ہوتا ہے یعنے نہ چیخ کر نہ بہت آہستہ اسیطرح اعتماد کیا ہے اسپر باجی نے کنز العفاة مین ہم یعنی درود پڑھنے مین چیخنا اور ہاتھ پانون یا گردن کا

[illegible] قرآن سننے [illegible] مکروہ تحریمی [illegible] حدیث [illegible]

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] الدعاء لا یرد بین الاذان والاقامۃ [illegible] درود شریف

بعض اوقات مقبول نہیں ہوتا [illegible] باوجودیکہ [illegible] درود شریف [illegible]

درود شریف کے مقبول [illegible] حدیث [illegible] انس رضی اللہ تعالی عنہ سے [illegible] فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

[illegible] مقبول ہوتا [illegible] حدیث میں ثواب [illegible] قبول کے ساتھ مقید کیا [illegible] نکلتا ہے کہ [illegible]

ہم درود شریف پڑھنا [illegible] اعمال مقبول [illegible] مقبول ہوتے ہیں [illegible] درود شریف [illegible] فرمایا کہ درود شریف [illegible]

ثواب [illegible] بسبب [illegible] خالی ہوکر [illegible] ثواب [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

ساتھ [illegible] درجات زیادہ [illegible] درود شریف نامقبول نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی [illegible]

[illegible] درود کے بعد دعا [illegible] عربی کے سوا دوسری زبان میں دعا کرے [illegible] اپنے ماں باپ اور استاد کے لیے [illegible]

مسلمان [illegible] بادشاہ [illegible] سلام کرتا ہے [illegible]

اسکے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ پر درود پڑھنا مقبول ہے تو اس سے توقع ہے کہ اسکے بعد دعا بھی مقبول ہو اور دوسری زبان میں دعا کی حرمت [illegible]

[illegible] تعلیل [illegible] دوسری زبانیں [illegible] تعظیم [illegible] ابو السعود نے کہا کہ [illegible] نماز کا شروع کرنا غیر زبان میں جائز ہے تو دعا کیسے حرام ہوگی

کذا فی الطحطاوی شامی نے [illegible] کہا کہ غیر زبان میں دعا مکروہ ہے نہ حرام و تحریم سوال العافیۃ مدی الدہر او خیر الدارین و دفع شرہما والمستحیلات العادیۃ کنزول المائدۃ

قیل والشرعیۃ اور حرام ہے مانگنا [illegible] عمر کے سب وقتوں میں [illegible] دونوں جہان کی [illegible] دونوں جہان کی برائیوں کا [illegible]

کا جو عادۃ محال ہیں جیسے اترنا دستر خوان کا آسمان سے اور بعضوں نے کہا کہ محال شرعی بھی مانگنی حرام ہیں جیسے دیکھنا پروردگار کا دنیا میں [illegible]

[illegible] کا مانگنا اسلیے حرام ہے کہ خدا تعالی نے کسی حکمت کے سبب سے آدمی میں امراض کو پیدا کیا ہے جسکا فائدہ [illegible] حکمت کو باطل کرتا [illegible]

ہے اور خیر دارین کی طلب [illegible] حرام ہے کہ بدون شر کے آدمی کو خالی ہونا محال ہے [illegible] اگر خیر سے یہ ارادہ کرے کہ جو [illegible] اللہ

تعالی کے نزدیک [illegible] خیر ہو تو مضائقہ نہیں چنانچہ اس قسم کی دعا حدیث میں وارد ہے اللہم انی اسئلک من الخیر کلہ ما علمت منہ وما لم اعلم واعوذ بک من الشر کلہ ما علمت منہ

وما لم اعلم کذا فی الطحطاوی [illegible] والحق حرمۃ الدعاء بالمغفرۃ للکافر لا لکل المؤمنین کل ذنوبہم [illegible] کافر کی مغفرت کے لیے حرام ہے [illegible] سب مومنین کے

تک سب گناہوں کے بخشے جانے کی کذا فی البحر یہ رد ہے امام قرافی وغیرہ کا جو یہ کہتے ہیں کہ کافر کی مغفرت کی دعا کرنے سے کافر ہوجاتا ہے کیونکہ اللہ تعالی نے تو انکی عدم مغفرت

کی خبر دی ہے پھر دعاء مغفرت [illegible] اللہ تعالی کی اس خبر میں [illegible] اور رد ہے یہ بھی کہتے ہیں کہ سب ایمانداروں کے سب گناہوں کی مغفرت کی دعا حرام ہے اسلیے کہ اس دعا سے

تکذیب ان صحیح حدیثوں کی لازم آتی ہے جن میں تصریح ہے کہ کچھ مومنین دوزخ میں اپنے گناہوں کے سبب سے بالضرور عذاب پاوینگے تو شارح نے اس قول کو رد کیا ہے کہ دعاء مغفرت

کافر سے کافر نہیں ہوتا بلکہ گنہگار [illegible] کہ دشمنان خدا اور رسول کے لیے بہتری چاہتا ہے اسلیے دعا مذکور حرام ہے [illegible] مومنین کے کل گناہوں کی مغفرت عقلا جائز ہے [illegible]

آیت [illegible] ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء اور ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا [illegible] تو جائز ہے [illegible] شفقت برادران دینی کی جہت سے [illegible] ایسی دعا مانگے جو جائز الوقوع ہو

کو نفس الامر میں واقع نہ ہو کذا یستفاد من الشامی والطحطاوی بالادعیۃ المذکورۃ فی القرآن والسنۃ لا بما یشبہ کلام الناس دعا پڑھے ان دعاؤں

سے جو مذکور ہیں قرآن اور حدیث میں نہ اس سے کہ لوگوں کے کلام کے مشابہ ہوں طحطاوی نے کہا کہ قرآنی دعا اگر پڑھے تو نیت قرآن [illegible] کہ قرات

قرآن سوائے قیام کے دوسرے رکن میں مکروہ ہے [illegible] دعا مسنون نماز کے آخر میں پڑھنا بہت اچھا ہے [illegible] حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ مجکو ایک دعا تعلیم فرمائیے کہ نماز مین اُسکو پڑھون آپنے یہ دعا تعلیم فرمائی (اللھم انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا و لا یغفر الذنوب الا انت فاغفرلی مغفرۃ من عندک وارحمنی انک انت الغفور الرحیم) تو است والونکو چاہیے کہ خاص اسی دعا کو پڑھا کرین مضطرب فیہ کلامھم ولاسیما المصنف والمختار کما قالہ الحلبی ان ماھو فی القرآن او فی الحدیث لا یفسد وما لیس فی احدھما ان استحال طلبہ من الخلق لا یفسد و الا یفسد لو قبل قدر التشھد دعا کے باب مین فقہا کا کلام پریشان ہے خصوص مصنف کا کہ کہین کچھ ہے اور کہین کچھ اور مختار بموجب قول حلبی کے یہ ہے کہ جو دعا قرآن یا حدیث مین ہے وہ مفسد نماز نہین اور جو دعا کہ قرآن یا حدیث مین سے کسی مین نہین تو اگر اُسکا مانگنا خلق سے محال ہے مثلا اغفر لعمی یعنے میرے چچا کی مغفرت کر تو مفسد نماز نہو گی اور اگر اُسکا مانگنا خلق سے محال نہو گا جیسے یون کہنا کہ الٰہی مجکو نمک دے یا تیل دے وغیرہ تو مفسد نماز ہو گی بشرطیکہ دعاء مذکورہ مقدار التحیات سے پیشیر ہو ولا تتم بہ ما لم یتذکر سجدۃ فلا تفسد بسوال المغفرۃ مطلقا ولو لعمی او لعمرو وکذا الرزق ما لم یقیدہ بمال ونحوہ لاستعمالہ فی العباد مجازا اور اگر مقدار التحیات سے پیشتر نہ پڑھے بلکہ اسقدر کے بعد پڑھے تو نماز اس سے پوری ہو جائیگی یعنی کراہت تحریمی کے ساتھ کذا فی الطحطاوی نماز پوری ہو گی جبتک کہ سجدہ نماز یا تلاوت یاد نہ پڑے تو فاسد نہو گی دعاے مغفرت سے مطلقا یعنی خواہ وہ دعا قرآن مین ہو یا نہو اگرچہ دعا یون کرے کہ الٰہی بخشدے میرے چچا یا عمرو کو اور اسیطرح فاسد نہو گی نماز طلب رزق سے اگر اسکو مقید مال وغیرہ سے نکریگا واسطے مستعمل ہونے رزق کے بندون مین بطور مجاز کے ہم سجدۂ تلاوت اور سجدۂ نماز کے یاد نہ پڑنیکی قید اسلیے لگائی کہ اُنکے یاد ہونے سے قاعدہ اخیرہ باطل ہو جاتا ہے تو دعا نماز کے بیچ مین واقع ہو گی اسلیے مفسد ہو گی اور طلب رزق مین مال کی قید اسلیے لگائی کہ رزق تو خاص خدا تعالیٰ کا کام ہے بندہ صرف اُسکا سبب یعنی مال پہونچا سکتا ہے اسلیے رزق مقید بمال سے نماز فاسد ہو گی مثلا یون کہنے سے کہ الٰہی مجکو مال روزی کر اور چونکہ بندے کے اختیار مین سبب رزق کا ہے نہ رزق اسلیے شارح نے بتلادیا کہ رزق دینے کا استعمال بندون کے حق مین مجازا ہوا کرتا ہے حقیقۃ ثم یسلم عن یمینہ و یسارہ حتی یری بیاض خدہ پھر سلام پھیرے منھ پھیر کر داہنے اور بائین کو بقدر کہ سفیدی اُسکے رخسار کی پیچھے کے نماز پڑھنے والیکو دکھائی دیوے یعنی داہنے رخسار کی داہنی طرف کو منھ پھیرنے مین اور بائین کی بائین طرف کو پھیرنے مین ہم کال سلام پھیرنے مین یہ کہنا ہے داہنے اور بائین السلام علیک ورحمۃ اللہ تو اگر صرف السلام علیکم یا سلام علیکم کہیگا تو کافی ہو گا مگر تارک سنت ہو گا اور داہنے بائین کو منھ پھیرنا بھی سنت ہے کذا فی الطحطاوی ولو عکس سلم عن یمینہ فقط ولو تلقاء وجھہ سلم عن یسارہ اخری اور اگر اُلٹا کیا یعنی بائین طرف اول سلام پھیرا اور داہنی طرف پیچھے تو سلام پھیرے صرف اپنے داہنی طرف اور اگر سلام پھیرا اپنے سامنے کیطرف تو دوسرا سلام بائین طرف کو پھیر دے یعنی سامنے کا سلام قائم مقام داہنی طرف کے ہو جائیگا ولو نسی الیسار اتی بہ ما لم یستدبر القبلۃ فی الاصح اور اگر بائین کو سلام پھیرنا بھول گیا تو اسکو ادا کرلے جبتک کہ قبلہ کو پشت نہ پھیری ہو صحیح تر قول مین اور نہ کلام کیا ہو شامی نے کہا کہ بحر الرائق مین ہے کہ سلام کو ادا کرلے جبتک کہ مسجد سے نہ نکلا ہو گو قبلہ کو پشت کرلی ہو اسلیے شارح نے اصح کی قید لگا دی کہ بحر الرائق کا قول نکلجاوے وتنقطع التحریمۃ بتسلیمۃ واحدۃ برہان وقد مر اور منقطع ہو جاتی ہے تحریمہ ایک طرف کے سلام پھیرنے سے کذا فی البرہان اور یہ مسئلہ پیشتر گذر یعنی واجبات نماز مین بیان ہو چکا ہے کہ اقتدا اتمام ہو جاتا ہے سلام اول پر پیشتر لفظ علیکم کے وفی التاتارخانیۃ ما شرع فی الصلوۃ مثنی فلواحد حکم المثنی فیحصل التحلیل بسلام واحد کما یحصل بالمثنی وتتقید الرکعۃ بسجدۃ واحدۃ کما تتقید بسجدتین اور تاتارخانیہ مین ہے کہ جو چیز نماز مین دو مشروع ہوئی ہے تو اُنمین سے ایک کے لیے حکم دو کا ہے اسلیے یہ نکلا کہ نماز سے حلال ہونا ایک سلام سے حاصل ہو جاتا ہے جیسے دو سے حاصل ہوتا ہے اور رکعت ایک سجدہ سے مقید ہو جاتی ہے جیسے دو سے ہوتی ہے یعنی اگر قعدہ اخیرہ بھولکر مثلا کھڑا ہو گیا اور ایک رکعت زائد پڑھی تو جبھی رکعت مذکور کو ایک سجدہ سے مقید کریگا فرض باطل ہو جائینگے الامام ان اتم التشھد کما مر والمقتدی سلام پھیرے امامکے ساتھ ہی اگر التحیات پڑھ چکا ہو چنانچہ گذر گیا یعنی التحیات پوری نکی ہو تو اُسکو پوری کرکے سلام پھیرے اسلیے کہ التحیات بھی واجب ہے اور متابعت امام بھی واجب ہے حالانکہ دوسری ترجیح اول پر نہین کذا فی الحلبی ولا یخرج المؤتم بخروج سلام الامام بل بتقھقہ وحدثہ عمدا لانتفاء حرمتھا فالسلام اور نہین نکلتا ہے مقتدی نماز سے امام کے سلام جیسی چیز سے بلکہ اُسکے قہقہا مارنے اور قصدا بے وضو ہو جانے سے مقتدی نماز سے باہر ہو جائیگا بسبب نہ رہنے حرمت نماز کے تو اسوقت مقتدی سلام نہ پھیرے

الٰہی مین نے ظلم کیا اپنی جان پر بہت ظلم اور کوئی نہین بخشتا گناہون کو سوا تیرے پس بخشدے مجھکو مغفرت اپنی طرف سے اور رحم کر مجھ پر بیشک تو ہی ہے بخشنے والا مہربان ۱۲

اگر امام سے سبقت کی ... سلام پھیر دیا ... امام کے بعد سلام پھیرے ... تو کوئی نقصان نہیں ... نماز ... اس صورت میں مقتدی کی نماز ... [illegible]

اور اگر ... پھیرے ... پس ... مقتدی ... پلٹ گئے ... پھیرے ... [illegible]

مقتدی کی ... امام ... مقتدی نے تشہد پڑھ لیا ہو ... امام سے پہلے سلام پھیر لیا ... تو نماز درست

ہوگئی ... کیونکہ متابعت امام کی ... مقتدی ... امام ... صرف امام کی نماز فاسد

ہوجائیگی مقتدی کی نہوگی کیونکہ وہ تو منافی کے پیش ہونے سے پہلے ہی نماز سے علیحدہ ہوگیا ہو کہ تحریمہ مع الامام وقالا الافضل فیہما بعدہ سلام پھیرنے مثل تکبیر تحریمہ کے

امام کے ساتھ ہی پھیرے اور صاحبین نے کہا کہ افضل تحریمہ اور سلام میں یہی ہو کہ بعد امام کے ہو قالوا السلام علیکم ورحمۃ اللہ ہو السنۃ سلام پھیرے تو کہے السلام

علیکم ورحمۃ اللہ ان الفاظ کو کہنا سنت ہو وصرح الحدادی بکراہۃ علیکم السلام وانہ لا یقول معہا وبرکاتہ اور حدادی نے تصریح کی ہو علیکم السلام کہنا مکروہ ہو نیز اور

اس بات کی کہ وبرکاتہ بعد رحمۃ اللہ نکہے یہ بیان سلام پھیرنے میں ہو نہ التحیات میں کہ وجعلہ النووی بدعۃ وردہ الحلبی اور وبرکاتہ کہنے کو نووی نے بدعت

قرار دیا ہو اور حلبی شارح منیہ نے نووی کے قول کو رد کیا ہو یہ کہکر کہ سنن ابی داؤد میں بروایت وائل بن حجر باسناد صحیح یہ لفظ وارد ہو پھر بدعت کیسے ہو سکتا ہو

حقانی الحاوی القدسی اور حاوی قدسی میں ہو کہ یہ لفظ کہنا بہتر ہو وسن جعل الثانی اخفض من الاول وخصہ فی المنیۃ بالامام واقرہ المصنف اور دسنت ہو

دوسرے سلام کو بہ نسبت اول کے پست کہنا منیہ میں اس بات کو امام کے لیے خاص کیا ہو یعنی مقتدی اور منفرد دونوں طرف یکسان آواز سے سلام پھیرے

اور ثابت رکھا ہو منیہ کے قول کو مصنف نے وینوی الامام بخطابہ السلام علی من فی یمینہ ویسارہ ممن معہ فی صلوتہ ولو جنا او نساء ا اسلام التشہد فیہم

لعدم الخطاب والحفظۃ فیہما بلا نیۃ عدد کالایمان بالانبیاء اور نیت کرے امام اپنے خطاب السلام علیکم سے سلام اُن لوگون پر جو اسکے داہنے اور بائین طرف اسکے

نماز میں شریک ہیں گو جن یا عورتیں ہون اور سلام تشہد کا یعنی السلام علینا امام ہو سب مسلمانون پر بسبب نہونے خطاب کے اور نیت کرے فرشتون محافظون کے

دونون سلامون میں بدون نیت شمار کے جیسا ایمان لانا انبیا علیہم السلام پر بدون شمار کے ہو محافظ فرشتون کی تعداد میں اختلاف ہو بعض کہتے ہیں کہ ہر مومن کے

ساتھ دو ہیں اور بعضون کے نزدیک چار اور کسی کے نزدیک پانچ اور کسی کے دس اور کسی کے ایک سو ساٹھ اور اسکا پورا بیان فیہ کی شرحون میں ہو کذا فی الشامی و

قدم القوم لان المختار ان خواص بنی آدم وہم الانبیاء افضل من کل الملئکۃ وعوام بنی آدم وہم الاتقیاء افضل من عوام الملئکۃ والمراد بالاتقیاء من اتقی الشرک فقط کالفسقۃ

کما فی البحر عن الروضۃ واقرہ المصنف اور مصنف نے اول قوم کو یعنی آدمیون کو مقدم کیا فرشتون سے اسلیے کہ مختار یہ کہ بنی آدم کے خواص جو انبیا ہیں وہ سب فرشتون

سے افضل ہیں اور بنی آدم میں کے پرہیزگار عوام فرشتون سے افضل ہیں اور مراد پرہیزگارون سے وہ لوگ ہیں جو صرف شرک سے پرہیز کرتے ہیں جیسے فاسق چنانچہ

بحر میں روضہ سے منقول ہو اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہو قلم کتاب روضۃ العلما امام ابی الحسن بخاری کی تالیف ہو اُنہین لکھا ہو کہ امت کا اجماع ہو اسپر کہ انبیا سب

مخلوق سے افضل ہیں اور اُنہین سے افضل سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور بعد انبیا کے سب خلق سے افضل خواص ملائکہ ہیں جیسے جبریل اور اسرافیل اور میکائیل اور

عزرائیل اور حاملین عرش اور روحانی اور رضوان اور مالک علیہم السلام اور صحابہ اور تابعین اور شہدا اور صالحین باقی فرشتون سے افضل ہیں اب اسکے بعد اختلاف ہو

امام صاحب تو فرماتے ہیں کہ سب اہل اسلام باقی فرشتون سے افضل ہیں اور صاحبین کہتے ہیں کہ باقی فرشتے عوام مسلمانون سے افضل ہیں غرضکہ بشر تین قسم میں خواص

مثل انبیا اور اوساط مثل صحابہ وعلما اور عوام مثل باقی لوگون کے اور فرشتے دو قسم ہیں خواص جو اوپر مذکور ہوے اور عوام جو انکے سوا ہیں تو فضلیت بالاتفاق تین

درجہ تک ہو یعنی سب میں افضل خواص بشر ہیں پھر خواص ملائک پھر اوساط بشر اور اسکے بعد اختلاف ہو امام کے نزدیک باقی لوگ افضل ہیں عوام ملائک سے اور

صاحبین کے نزدیک عوام ملائک افضل ہیں کذا فی الشامی تنبیہ قلت وفی مجمع الانہر تبعا للقہستانی خواص البشر واوساطہ افضل من خواص الملئکۃ واوساطہ عند

اکثر المشائخ میں کہتا ہون اور مجمع الانہر میں بہ تبعیت قہستانی مذکور ہو کہ خواص بشر افضل ہیں خواص ملائکہ سے اور اوساط بشر افضل ہیں اوساط ملائکہ سے اکثر

مشائخ کے نزدیک ہم شامی نے کہا کہ اس عبارت مین لف ونشر مرتب ہی تو آمین اور روضہ کی عبارت مین کچھ منافات نہین اتنا فرق ہی کہ آمین اوفی بشر کا ذکر نہین کیا
اسوجسے کہ انمین اختلاف ہی چنانچہ اوپر بیان ہوا وفی تغیر الحفظۃ قولان اور کیا محافظ فرشتے بدلتے رہتے ہین یا نہین انمین دو قول ہین ہم بعض علما فرماتے ہین کہ بدلتے
رہتے ہین کیونکہ حدیث صحیح مین بخاری و مسلم کی وارد ہی کہ تمپر رات کو اور دن کو فرشتے پیاپے آتے ہین اور نماز صبح اور عصر مین جمع ہوجاتے ہین پھر جو تم مین رہے ہوتے ہین
وہ اوپر چڑھ جاتے ہین الحدیث اس حدیث مین قاضی عیاض وغیرہ نے جمہور علماسے نقل کیا ہی کہ مراد ان فرشتون سے محافظ یعنی کرام کاتبین ہین اور دوسرا قول یہ ہی کہ
وہ دونون فرشتے آدمی کی زندگی تک نہین بدلتے اسلیے کہ حضرت انسؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے اپنے ایماندار بندہ پر دو فرشتے معین
کیے ہین کہ وہ اسکا عمل لکھا کرتے ہین جب وہ مرجاتا ہی تو وہ جناب الٰہی مین عرض کرتے ہین کہ فلان شخص مرگیا ہمکو تو اجازت دے کہ ہم آسمان پر چڑھ آوین اللہ جلشانہ فرماتا ہی کہ میرا
آسمان فرشتون سے پر ہی جو میری تسبیح پڑھتے ہین پھر وہ عرض کرتے ہین کہ تو ہم زمین مین ٹھہرین اللہ تعالی فرماتا ہی کہ میری زمین میرے مخلوق سے پر ہی جو مجکو پاکی سے یاد
کرتے ہین پھر وہ دونون عرض کرتے ہین کہ اب ہم کہان رہین اللہ تعالی فرماتا ہی کہ میرے بندہ کی قبر پر ٹھہرو اور میری تکبیر اور تہلیل اور میرا ذکر کرو اور ان سبکو میرے بندہ کے
لیے قیامت تک لکھتے رہو کذا فی الشامی ویفارقہ کاتب السیئات عند جماع وخلاء وصلاۃ اور علیحدہ ہوجاتا ہی آدمی سے لکھنے والا برائیونکا وقت صحبت کرنے اور پاخانہ پھرنے
اور نماز پڑھنے کے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح اس عبارت مین بحر الرائق کا تابع ہوا حالانکہ مفارقت جماع اور بیت الخلا مین دونون فرشتے کرتے ہین چنانچہ شرح جوہرہ مین ہی تو
تخصیص کاتب سیئات کی کیا ہی ہان نماز مین چونکہ کاتب سیئات اپنے لکھنے کی چیز نہین پاتا تو علیحدہ ہونا خاص اسکا گنجائش رکھتا ہی والمختار ان کیفیۃ الکتابۃ والمکتوب فیہ
مما استاثر اللہ بعلمہ اور مختار یہ ہی کہ کیفیت فرشتون کے لکھنے کی اور جس چیز مین وہ لکھتے ہین اسکا حال ان اشیا مین ہی جنکا علم اللہ تعالی کو مخصوص ہی نعم فی حاشیۃ الاشباہ انکتب
فی رق بلا حرف کثبوتہا فی العقل وہو احد ما قیل فی قولہ تعالی والطور وکتاب مسطور فی رق منشور ہان حاشیہ اشباہ مین ہی کہ کاتب اعمال ورق مین بدون حرفونکے
لکھتے ہین جیسے معلومات عقل مین بدون حرفون کے رہتے ہین اور یہ قول ایک ہی ان اقوال مین سے جو اس آیت کی تفسیر مین کیے گئے ہین (والطور وکتاب مسطور
فی رق منشور) یعنی قسم ہی طور کی اور قسم ہی کتاب لکھی ہوئی کی کشادہ ورق مین یعنی لوح محفوظ کی ہم شامی نے کہا کہ جب قول مختار شارح لکھ چکا تھا تو اسکے مقابل کے لکھنے کی
ضرورت نہ تھی وصحح النیسابوری فی تفسیرہ انہما یکتبان کل شئ حتی انینہ اور نیشاپوری نے اپنی تفسیر مین اس امر کی تصحیح کی ہی کہ وہ دونون فرشتے ہر چیز کو لکھتے ہین یہانتک
کہ آدمی کے آہ کرنے اور کراہنے کو بھی لکھتے ہین شامی نے کہا کہ اس سے یہ نکلتا ہی کہ ضروری چیزون کو مثل سانس لینے اور نبض وغیرہ کی حرکت کو بھی لکھتے ہین قلت وفی
تفسیر الدمیاطی یکتب المباح کاتب السیئات ویمحی یوم القیامۃ مین کہتا ہون اور تفسیر دمیاطی مین ہی کہ مباح چیز کو بدیون کا کاتب لکھتا ہی اور قیامت کے دن مٹا دیگا ہم
اوپر جو بیان کیا تھا کہ دونون کاتب ہر چیز کو لکھتے ہین اب اسکی تفصیل کی خلاصہ یہ کہ اعمال تین قسم ہین ایک وہ جنمین ثواب ہو دوم وہ جنمین عذاب ہو سوم مباح جنمین
نہ ثواب ہو نہ عذاب تو ثواب کے اعمال کو کاتب حسنات کا لکھتا ہی اور باقی کو کاتب سیئات کذا فی الشامی وفی تفسیر الکازرونی المعروف بالاخوین الاصح ان الکافر ایضا
تکتب اعمالہ الا ان کاتب الیمین کالشاہد کاتب الیسار اور تفسیر کازرونی محشی بیضاوی مین جو اخوین کے نام سے مشہور ہی لکھا ہی کہ صحیح تر قول یہ ہی کہ کافر کے اعمال بدہی
لکھے جاتے ہین مگر داہنا کاتب مثل گواہ کے رہتا ہی بائین پر ہم یعنی جب کافر کے اعمال بد ہی لکھے جاتے ہین تو ضرورت داہنے فرشتے کی کیا ہی اسلیے شارح نے جواب دیا کہ وہ
گویا بائین کا گواہ ہی طحطاوی نے کہا کہ شارح نے یہ قول نہر الفائق سے نقل کیا ہی اور نسخون مین کازرونی کی جگہ جازمی بجائے مہملہ ہمیم در آخر ہی اور یہی صحیح ہی وفی البرہان
ان ملائکۃ اللیل غیر ملائکۃ النہار وان ابلیس مع ابن آدم بالنہار وولدہ باللیل اور برہان مین ہی کہ رات کے فرشتے غیر ہین دن کے فرشتون کے بسبب حدیث صحیحین کے جو اوپر گذری
اور یہ کہ ابلیس ہی ابن آدم کے ساتھ رہتا ہی دن کو اور اسکی اولاد ساتھ رہتی ہی رات کو طحطاوی نے کہا کہ ابلیس کی اولاد مین کئی قول ہین بعضون کے نزدیک اسکی جورو سے ہوتی ہی
اور بعضون کے نزدیک وہ انڈے دیتا ہی اور بعض کہتے ہین کہ اسکی ایک ران مین علامت نر ہے اور دوسری مین علامت مادہ وہ خود اپنی ذات سے صحبت کرتا ہی وفی صحیح
مسلم ما منکم من احد الا وقد وکل اللہ بہ قرینہ من الجن وقرینہ من الملائکۃ قالوا وایاک یا رسول اللہ قال وایای ولکن اللہ اعاننی علیہ فاسلم فلا یامرنی الا بخیر وضمہا اور صحیح مسلم مین ہی

کہ جو پہلے کوئی دعا نہیں پہونچی تو یہ مقرر کیا ہوا ہے سلام نماز کا جس سے بعض ہوئی جو نماز کے آخر میں ہے ... جو بعد ہے وہ بعد اس کے
قرآن مجید میں ہوا اور آپ پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں ... مقرر کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو ... دیا تو وہ نماز کے
اس سے ... بات سمجھی نہیں گئی شامی نے کہا کہ سلام ہے ... اور مقصد دونوں سے مروی ہے ... احتمال ہے اور ہمیشہ مقرر ...
... اور ہمیشہ ... سعادت سے ہوگا ... کہ اللہ تعالیٰ ... فرشتوں ... سے کیا ...
ہوں وھو ینوی القوم السلام علی الامام فی التسلیمۃ الاولی ان کان فی جہتہا والا ففی الثانیۃ وینوی فیہما لو محاذیا اور مقتدی قوم اور فرشتوں کی نیت
زیادہ کرے سلام میں اپنے امام ... طرف کے سلام میں اگر امام ... ہو ورنہ بائیں طرف کے سلام میں نیت امام کی کرے اور اگر امام اس کے سامنے ہو تو دونوں سلاموں میں
کی نیت کرے وینوی المنفرد الحفظۃ فقط الم یقل الکتبۃ لیعم الممیز ولا کتبہ اور منفرد صرف محافظ فرشتوں کی نیت کرے شامی کہتا ہے ... کاتبین ...
... کہ مراد ... سے ... شامی نے کہا کہ ... میں مراد محافظوں سے ... محافظین اعمال ...
... حسنات ... اور ان کا ثواب ... ثواب تعلیم کا ہوگا ... تو اس سے معلوم ہوتا ہے ... حسنات ہوتا ہے
... کا شریعۃ الخ ... الا القہار ... اور قسم ... یہ بات کی کہ یعنی سلام میں نیت قوم اور محافظین کی کرنی مسنون ہے
... ہوگی کہ ... نیت ہی نہیں کرتا بجز علماء کے ... کلام ... احتمال ہے کہ وہ نیت کرتے ہوں یقینی نہیں ہم وقت میں شارح کا قول درست ہے اگر
... سلام میں کیا نیت کی تو کوئی جواب شافی ... السنۃ الا بقدر اللہم انت السلام الخ اور مکروہ ہے فرضوں کے بعد سنتوں کی تاخیر
کرنی مگر بقدر پڑھنے اللہم انت السلام الخ کے ہم پوری دعا یہ ہے (اللّٰہم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذا الجلال والاکرام) یعنی فرض پڑھنے کے بعد ... بقدر
دیر کرے جس میں یہ دعا یا اس کے برابر کوئی اور پڑھے زیادہ دیر کرنی مکروہ ہے اس وجہ سے کہ مسلم اور ترمذی میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم بعد سلام کے اتنا ہی بیٹھتے تھے کہ یہ کلمات فرمالیں شامی نے کہا کہ احادیث میں جو وظائف بعد نمازوں کے آئے ہیں ان حدیثوں میں یہ ذکر نہیں کہ سنتوں سے پیشتر
ان کو پڑھنا چاہیے بلکہ اسی پر محمول ہیں کہ بعد سنتوں کے پڑھے جائیں کیونکہ سنتیں فرضوں کی تابع ہیں ان سے اجنبی نہیں تو جو ذکر سنتوں کے بعد ہوگا وہ فرضوں سے بعد
کہلائیگا وقال الحلوانی لا باس بالفصل بالاوراد واختارہ الکمال قال الحلبی ان ارید بالکراہۃ التنزیہیۃ ارتفع الخلاف اور حلوانی نے کہا کہ کچھ مضائقہ نہیں فرضوں اور
سنتوں میں وظیفوں کے فاصلہ کرنے کا اور پسند کیا ہے اس قول کو کمال الدین محقق نے حلبی نے کہا کہ اگر کراہت سے تنزیہی کراہت مراد لیجائے تو خلاف دور ہو جائے
یعنی جو لوگ فصل کو مکروہ کہتے ہیں ان کے قول اور حلوانی کے قول میں اختلاف جاتا رہے تو دونوں قائلوں کے نزدیک مقدار اللہم انت السلام الخ سے زیادہ
بیٹھنا مکروہ تنزیہی ہوگا قلت وفی حفظی حملہ علی القلیلۃ میں کہتا ہوں اور میری یاد میں حلوانی کے قول کا محمول کرنا ہے تھوڑے وظائف پر یعنی
حلوانی نے جو فاصلہ اوراد کو لا باس کہا ہے تو اوراد سے مراد تھوڑے وظائف ہیں بقدر اللہم انت السلام الخ کے تو اس تقریر سے بھی خلاف جاتا رہا ویستحب ان یستغفر
ثلاثا ویقرأ آیۃ الکرسی والمعوذات ویسبح ویحمد ویکبر ثلاثا وثلثین ویہلل تمام المائۃ ویدعو ویختم بسبحان ربک اور مستحب ہے کہ تین بار استغفار پڑھے اور آیۃ الکرسی اور معوذات یعنی
سورۂ ناس اور سورۂ فلق اور سورۂ اخلاص پڑھے اور سبحان اللہ ۳۳ بار اور الحمد للہ ۳۳ بار اور اللہ اکبر ۳۳ بار کہے یہ تینوں کلمے ملکر ۹۹ ہوئے تو سو پورا کرنے کو ایک بار لا الہ
الا اللہ کہے اور دعا مانگے اور دعا کو سبحان ربک الآیۃ پر تمام کرے ہم کیفیت استغفار کی امداد الفتاح میں یوں ہے (استغفر اللہ العظیم الذی لا الہ الا ہو الحی القیوم واتوب
الیہ) اور سو پورا کرنے کے لیے بعض احادیث میں یوں وارد ہے (لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شئ قدیر) اور ان چاروں کلمات کو سو بار
پڑھنا تسبیح فاطمی کہلاتا ہے وفی الجوہرۃ یکرہ للامام التنفل فی مکانہ لا للمؤتم اور جوہرہ میں ہے کہ مکروہ ہے امام کو نفل پڑھنا اپنی جگہ میں نہ مقتدی کو یعنی مکروہ تنزیہی ہے
چنانچہ خانیہ کی عبارت اس پر دال ہے کذا فی الشامی وقیل یستحب کسر الصفوف اور بعضوں نے کہا کہ مستحب ہے امام کو نفل پڑھنے کے لیے صفوں کا چیرنا

شامی نے کہا کہ بدائع اور ذخیرہ میں اس قول کو امام محمد سے نقل کیا ہی اور محیط میں تصریح کی ہی کہ صفوں کا چیرنا سنت ہی اور حلیہ میں کہا کہ ان سب سے بہتر یہ ہی کہ نفلیں اپنے گھر میں پڑھے اگر کسی مانع کا خوف نہو وفی الخانیۃ یستحب للامام التحول لیمین القبلۃ یعنی یسار المصلی لتنفل او ورد او رخانیہ میں ہی کہ مستحب ہی امام کو پھرنا قبلہ کے داہنی طرف یعنی نمازی کے بائیں طرف نفل پڑھنے یا وظیفہ پڑھنے کو وخیرہ فی المنیۃ بین تحویلہ یمینا وشمالا وامامًا وخلفا وذہابہ لبیتہ واستقبالہ الناس بوجہہ ولو دون عشرۃ مالم یکن بحذائہ مصل ولو بعیدا علی المذہب اور منیہ میں امام کو اختیار دیا ہی چاہے واہنے کو پھرے چاہے بائین کو چاہے آگے اور پیچھے کو چاہے گھر کو جاوے چاہے لوگوں کیطرف اپنا منہ کرے اگرچہ جماعت دس سے کم ہووے بشرطیکہ امام کے سامنے کوئی نمازی نہو گو دور نماز پڑھتا ہو ظاہر مذہب کے؛ وجب ہم ملیہ میں اختیار دینے کی وہ صورت ہی جسمین فرضوں کے بعد سنتین ہون اور لوگون کے طرف منہ کرنے کی وہ صورت ہی کہ فرضون کے بعد سنتین نہون اور دس مردون سے کم کی قید اسلیے لگائی کہ جن لوگون نے یہ کہا ہی کہ دس مردون کی جماعت ہو تو منہ کرے نہین تو نکرے اُن لوگون کا قول بے اصل ہی اور یہ جو کہا کہ امام کے سامنے کوئی نمازی نہو اگرچہ دور ہی پڑھتا ہو تو یہ ذخیرہ میں مذکور ہی مگر حلیہ مین یون کہا ہی کہ جب امام کے اور نمازی کے بیچ مین کوئی تیسرا شخص ہو جسکی پشت نمازی کی جانب ہو تو امام کے منہ پھیرنے مین کچھ کراہت نہین تیسرا شخص بجاے سترہ کے ہو جائیگا چنانچہ فقہانے تصریح کی ہی کہ اگر ایک شخص کے منہ کیطرف نماز پڑھے اور دونون کے درمیان تیسرا شخص ہو جسکی پشت نمازی کیطرف ہو تو مکروہ نہوگا اور شاید ظاہر مذہب مین امام محمد نے تیسرے شخص کے حائل ہونیکی اسلیے قید نہین لگائی کہ اُسکا حال تو معلوم ہی ہی انتہی کذا فی الشامی

فصل

یہ فصل ہی قرارت کے احکام مین چونکہ اور ارکان کے نسبت قرارت سے زیادہ احکام متعلق تھے اسلیے انکو جداگانہ بیان کیا ویجہر الامام وجوبا بحسب الجماعۃ فان زاد علیہ اساء اور پکار کر پڑھے امام بطور واجب موافق جماعت کے یعنی جسقدر جماعت ہو اُسیقدر آواز بلند کرے پھر اگر حاجت سے زیادہ پکار کر پڑھیگا تو بُرا کریگا ہم وجہ جہر کی مواظبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی جہر پر کذا فی الطحطاوی ولو ائتم بہ بعد الفاتحۃ او بعضہا سرا اعاد ہا جہرا بحر لکن فی آخر شرح المنیۃ ائتم بہ بعد الفاتحۃ یجہر بالسورۃ ان قصد الامامۃ والا فلا یلزمہ الجہر اور اگر اقتدا کیا نمازی کا کسی نے بعد کل فاتحہ یا تھوڑی سی فاتحہ آہستہ پڑھنے کے تو فاتحہ کو جہر سے اعادہ کرے کذا فی البحر لیکن آخر شرح منیہ مین ہی کہ اقتدا کیا نمازی کا بعد فاتحہ کے تو وہ سورہ کو پکار کر پڑھے اگر امام ہونیکا قصد کرے ورنہ پکار کر پڑھنا اُسکو ضرور نہین ہم بحر الرائق مین وجہ اعادہ کرنے کی یہ لکھی ہی کہ دوسرے کے اقتدا کی سبب سے جہر اُسپر واجب ہو گیا اب اگر صرف باقی قرارت کو پکار کر پڑھتا ہی تو ایک ہی رکعت مین آہستہ پڑھنا اور پکار کر پڑھنا جمع ہوا جاتا ہے حالانکہ یہ امر بُرا ہی اور اگر آہستہ پڑھتا ہی تو جہر کے واجب ہونیکے بعد آہستہ پڑھنا واجب کا ترک ہی اسلیے اعادہ جہر سے ضرور ہوا اور اس قول کو خلاصہ سے نقل کیا ہی اور خلاصہ مین اصل سے منقول ہی پس قول شرح منیہ کا جو شارح نے لکھا ضعیف ہی اور یہ جو کہا کہ اگر امامت کا قصد کرے یہ بھی ضعیف ہی کیونکہ نیت امامت کا اعتبار بجز عورتون کے امام ہونے کے اور کسی جا نہین کذا فی الطحطاوی فی الفجر واولی العشائین اداء وقضاء وجمعۃ وعیدین وتراویح ووتر بعدہا ای فی رمضان فقط للتوارث اما جہر کرے نماز فجر مین اور مغرب اور عشا کی پہلی دو رکعتون مین ادا پڑھے یا قضا اور جمعہ اور دونون عید کی نماز مین اور تراویح مین اور تراویح کے بعد کے وترون مین یعنی صرف رمضان کے وتر مین پکار کر پڑھے بسبب توارث کے یعنی سلف سے ایسا ہی منقول چلا آتا ہی قلت فی تقییدہ بعدہا نظر لجہرہ فیہ وان لم یصل التراویح علی الصحیح کما فی مجمع الانہر مین کہتا ہون کہ مصنف نے جو وتر مین بعدہا کی قید لگائی تو اُسمین کلام ہی اسلیے کہ امام وتر مین جہر کریگا اگرچہ اُسنے تراویح نہ پڑھی ہو مذہب صحیح پر چنانچہ مجمع الانہر مین ہی یعنی مصنف کے قول سے ایسا وہم ہوتا ہی کہ جہر اُس صورت مین ہی کہ وتر بعد تراویح پڑھنے کے پڑھے حالانکہ قبل تراویح اگر وتر جماعت سے پڑھے تو اسمین جہر واجب ہی شامی نے شارح کا جواب یہ دیا کہ تراویح رمضان مین ہوتی ہی اور اُسکے بعد کے وتر بھی رمضان ہونگے تو بعدہا سے یہ مطلب ہوا کہ رمضان کے وتر مین جہر کرے نہ اور وترون مین نعم فی القہستانی تبعا للقاعدی لاسہو بالمخافتۃ فی غیر الفرائض کعید ووتر نعم الجہر افضل ہان قہستانی مین بہ تبعیت قاعدی مذکور ہی کہ سواے فرضون کے اور جہری نمازون مین آہستہ پڑھنے سے سجدہ سہو نہین ہی مثل عید اور وتر کے ہان جہر افضل ہی ہم شامی اور طحطاوی نے کہا کہ قہستانی نے بعد اس عبارت کے یہ کہا ہی کہ اصح یہ ہی کہ عید اور وتر مین بھی جہر کرے یعنی

جو دیکھا چنانچہ اکثر کتب میں ہے تو وہ یسر فی غیرہا وکان علیہ [illegible] فی الاصل قرأت کی [illegible] آہستہ [illegible] منفرد کو [illegible]
اوقات میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب نمازوں میں جہر کرتے تھے پھر ظہر و عصر کی نمازوں میں ترک کیا بسبب [illegible]
سب نمازوں میں جہر قرأت تھے اور مشرک آپکو ایذا دیتے یعنی اللہ جل شانہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے تھے [illegible]
و لا تخافت بہا وابتغ بین ذلک سبیلا یعنی مت کل نمازوں میں جہر کرو اور نہ آہستہ پڑھو بلکہ ان دونوں کے درمیان [illegible]
دن کی نمازوں میں آہستہ پڑھو بعد اسکے آپ ظہر اور عصر میں آہستہ پڑھا کرتے تھے کیونکہ ان دونوں وقتوں میں ایذا دیتے تھے [illegible] اور مغرب میں تو کفار
کھانے میں مشغول رہتے اور عشاء اور فجر میں سوتے ہوتے اسلیے ان تین وقتوں میں آپ پکار کر پڑھا کرتے اور جمعہ اور عیدین میں [illegible]
نہ ہوتا تھا اسلیے پکار کر پڑھی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی **کمتنفل بالنہار فانہ یسر** جیسے نفل پڑھنے والا دن کو کہ وہ بھی آہستہ پڑھے **وخیر المنفرد فی الجہر وہو افضل ویکتفی**
بادناہ اور مختار ہے تنہا پڑھنے والا جہر میں اور جہر کرنا اسکے لیے افضل ہے اسلیے کہ نماز جماعت کی صورت پر ہو جائیگی اور کفایت کرے وہ ادنی جہر پر یعنی بہت زیادہ آواز سے پڑھے
یہ اختیار اس صورت میں ہے کہ منفرد ادا پڑھتا ہو فی الجہریۃ **ویخافت حتما علی المذہب** ورنہ سری میں آہستہ پڑھے بطور وجوب کے مذہب پر یعنی اگر [illegible]
[illegible] **کمتنفل باللیل منفردا** فانہ مخیر [illegible] نفل للفرض [illegible] جیسے مختار ہے آہستہ اور پکار کر پڑھنے میں رات کو نفل پڑھنے والا تنہا [illegible] اگر امام ہو جیسے تراویح کو
جماعت سے پڑھے تو جہر کرے بسبب تابع ہونے نفل کے واسطے فرض کے یعنی جہر میں نفل فرضوں کی تابع ہے کذا فی الزیلعی **ویخافت** المنفرد **حتما** ای وجوبا **ان قضی الجہریۃ فی وقت**
المخافتۃ کان یصلی العشاء بعد طلوع الشمس کذا ذکرہ المصنف بعد عد الواجبات قلت وہکذا ذکرہ ابن الملک فی شرح المنار فی بحث القضاء علی الاصح کما فی الہدایۃ اور آہستہ پڑھے
منفرد بطور وجوب کے اگر قضا پڑھے جہری نماز کو آہستہ پڑھنے کے وقت میں مثلا عشاء کی نماز سورج نکلنے کے بعد پڑھے ایسا ذکر کیا ہے اسکو مصنف نے بعد واجبات کے شمار کرنے کے
میں کہتا ہوں اور اسیطرح ذکر کیا ہے اسکو ابن الملک نے شرح منار میں قضا کی بحث کے ذیل میں آہستہ پڑھے صحیح تر قول کے بموجب چنانچہ ہدایہ میں ہے ہم وقت مخافتہ کی
قید اسلیے لگائی کہ اگر جہری نماز کو جہر کے وقت میں قضا کرے تو مختار ہے چاہے آہستہ پڑھے چاہے پکار کر کذا فی الحلبی لکن تعقبہ غیر واحد [illegible]
[illegible] لیکن اس قول پر اعتراض کیا ہے بہتوں نے اور ترجیح دی ہے منفرد کے اختیار دینے کو آہستہ اور پکار کر پڑھنے میں جیسے وہ شخص کہ جہر کی ایک رکعت
نہ پاوے اور کھڑا ہو کر اسکو پڑھنے لگے کہ اسکو بھی اختیار ہے چاہے آہستہ پڑھے چاہے پکار کر طحطاوی نے کہا ہے کہ مغرب اور عشاء اور فجر کے مسبوق کا بھی یہی حال ہے اسلیے
کہ مسبوق مثل منفرد کے ہے قضا کے اقوال میں **وادنی الجہر اسماع غیرہ وادنی المخافتۃ اسماع نفسہ ومن بقربہ** اور ادنی درجہ جہر کا سنانا غیرہ کو ہے یعنی جو اسکے قریب ہو
کذا فی الشامی اور ادنی درجہ آہستگی کا سنانا ہے اپنے آپ کو اور اپنے قریب کے شخص کو فلو سمع رجل او رجلان فلیس بجہر والجہر ان یسمع الکل خلاصۃ پھر اگر ایک یا دو
آدمیوں نے قرأت کو سنا تو جہر نہوگا جہر یہ ہے کہ سب سنیں کذا فی الخلاصۃ ثم قہستانی نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ اگر جماعت بہت ہو اور سب کو آواز نہ پہنچے تو چاہیے
کہ جہر نہو شامی نے اسکے جواب میں کہا کہ کل سے مراد کل آدمی صف اول کے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ جواب ناتمام ہے کیونکہ صف اول بھی بعض اوقات بہت طویل
ہوتی ہے کہ کل صف میں آواز نہیں پہنچتی تو بہتر یہ ہے کہ کل سے مراد گرد و پیش کے سب آدمی لیے جائیں جو نہ بہت دور ہوں نہ نزدیک یا یہ کہ کل سے مراد [illegible]
سے [illegible] سنیں نہ صرف ایک یا دو **ویجری ذلک المذکور فی کل ما یتعلق بنطق کتسمیۃ علی ذبیحۃ ووجوب سجدۃ تلاوۃ وعتاق وطلاق واستثناء**
وغیرہا فلو طلق او استثنی ولم یسمع نفسہ لم یصح فی الاصح اور جاری ہے یہ مذکور یعنی ادنی درجہ آہستہ کہنے کا یہ ہے کہ آپ سنے اور پاس والا سنے ہر ایک بات میں
جو بولنے سے علاقہ رکھتی ہے مثلا بسم اللہ کہنا ذبیحہ پر اور واجب ہونا سجدہ تلاوت کا اور آزاد کرنا اور طلاق دینا اور ان شاء اللہ کہنا اور سوا اسکے پھر اگر طلاق دی یا ان شاء اللہ
طلاق دینے خواہ آزاد کرنے کے بعد کہا اور اپنے آپ نہ سنا تو طلاق اور استثنا درست نہوگا صحیح تر قول میں ہم استثنا کی صورت یہ ہے کہ اپنی زوجہ کو کہا انت طالق
ان شاء اللہ یعنی تو طالق ہے اگر خدا چاہے یا غلام کو کہا انت حر ان شاء اللہ یعنے تو آزاد ہے اگر خدا چاہے اور ان شاء اللہ اسی طرح کہا کہ اپنے آپ نہ سنا تو استثنا صحیح نہوگا اور

نہیں جاتی جیسے بیٹی اور غلام آزاد ہو جاوے اور اسی کی قید اسلئے لگائی کہ اگر کسی نے ادنیٰ درجہ کلام کا حروف صحیح کو نکالنا ٹھہرایا ہے اگر ایسا آہستہ پڑھا کہ آپ نے سنا نہیں تو کرخی کے قول کے
بموجب پڑھنا مذکور صحیح ہوگا کذا فی الشامی وقیل فی تحدید الجہر ان یسمع غیرہ والمخافتۃ ان یسمع نفسہ اور بعض نے کہا ہے کہ جیسے تصرفات میں مثلاً مشتری کا شرط ہے ططحاوی نے کہا کہ
اسی قول کی بھی تصحیح ہوئی ہے اور مثل نیت کے ایلا و ظہار و استثنا وغیرہ میں ایسا ہی ہے یعنی موقوف ہوں ولو ترک السورۃ فی الاولیین اتی بہا وجوبا
وقیل ندبا مع الفاتحۃ جہرا فی الاخریین لانہ قضاء اور اگر کسی نے پہلی دو رکعتوں میں مثلاً سورہ کو چھوڑ دیا اگرچہ دانستہ ترک کیا ہو تو واجب
ہے یا بقول بعض مستحب ہے کہ سورہ کو مع الحمد کے پچھلی دو رکعتوں میں جہر سے پڑھے اسلئے کہ اگر صرف سورہ کو پکار کر پڑھیگا اور الحمد کو آہستہ تو ایک رکعت میں جہر اور آہستہ
پڑھنا جمع ہوگا اور یہ غیر مشروع ہے اور دونوں کا ایک رکعت میں جمع لازم آتا ہے شارح نے استحباب کو قیل کر کے بیان کیا تاکہ معلوم ہو کہ صحیح قول وجوب ہے کیونکہ وجوب کی طرف جامع
صغیر میں امام محمد نے اشارہ کیا ہے کذا فی الشامی ولو تذکرہا فی الرکوع قرأہا واعاد الرکوع اور اگر سورہ کو یاد کیا رکوع کے اندر تو کھڑا ہو کر سورہ کو پڑھے اور رکوع دوبارہ
کرے اسلئے کہ ترتیب درمیان ان ارکان کے جو مکرر نہیں فرض ہے تو اگر دوبارہ رکوع نہ کریگا تو نماز فاسد ہو جائیگی کذا فی الشامی ولو ترک الفاتحۃ فی الاولیین لا یقضیہا
فی الاخریین للزوم تکرارہا اور اگر پہلی دو رکعتوں میں الحمد کو ترک کیا تو اسکو پچھلی دو میں قضا نکرے بسبب لازم آنے تکرار فاتحہ کے یعنے پچھلی رکعتوں میں فاتحہ دو بار
ہو جائیگی حالانکہ مکرر نہ پڑھنا فاتحہ کا واجب ہے ولو تذکرہا قبل الرکوع قرأہا واعاد السورۃ اور اگر فاتحہ کو رکوع کے پیشتر یاد کیا تو فاتحہ پڑھے اور سورہ کو دوبار
پڑھے بطور وجوب اسلئے کہ ترتیب فاتحہ اور سورہ میں واجب ہے کذا فی الططاوی شامی نے کہا کہ قبل رکوع قید نہیں اسلئے کہ اگر رکوع کے اندر یاد کرے تب بھی اسکو
یہی کرنا چاہیے جو سورہ کے یاد پڑھنے میں کیا تھا لیکن جب سورہ کو کھڑے ہو کر پڑھنا واجب ہے تو فاتحہ تو سورہ کی نسبت زیادہ موکد ہے وفرض القراءۃ آیۃ علی المذہب
ہی لغۃ العلامۃ وعرفا طائفۃ من القرآن مترجمۃ اقلہا ستۃ احرف ولو تقدیرا کلم یلد اور فرض قرأت کا جسکے پڑھنے سے نماز صحیح ہو جاوے ایک آیت ہے ظاہر مذہب پر یعنے
بقول امام اعظم اور صاحبین کے نزدیک تین آیتیں چھوٹی یا انکے برابر بڑی آیت فرض ہے کذا فی الططاوی آیت لغت میں بمعنی علامت ہے اور عرف فقہا میں ایک جماعت ہے
قرآن سے بیان کرنیوالی یعنی جسکی ابتدا اور انتہا کا اعتبار کیا گیا ہے کذا فی الحلبیہ عن حاشیۃ الکشاف اس جماعت میں کم سے کم چھ حرف ہوں اگرچہ تقدیرا ہوں مثل لم یلد کے
کہ اصل میں پانچ حرف ہیں مگر چونکہ اصل میں لم یولد تھا اسلئے تقدیرا چھ حرف ہوئے الا اذا کانت کلمۃ فالاصح عدم الصحۃ وان کررہا اور اگر جس صورت میں کہ آیت ایک
کلمہ ہو تو صحیح ترمذہب درست نہ ہونا نماز کا ہے کہ اس آیت کو نمازی چند بار کہے مثلاً مدہامتان یا ق یا ن وغیرہ کہ انکو چند بار کہنے سے بھی نماز صحیح نہوگی الا اذا حکم حاکم بجوازہ کذا فی القہستانی
لیکن اگر کوئی حاکم حکم کردے تو ایک کلمہ کی آیت سے بھی نماز جائز ہوگی ذکر کیا اسکو قہستانی نے نظم سے صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو نماز
صحیح پڑھے تو آزاد ہے پھر اسنے نماز پڑھی جسمیں قرأت ایک کلمہ کی آیت پڑھی خواہ اسکو مکرر پڑھا ہو یا نہیں بعد اسکے اس مقدمہ کی نالش ایسے حاکم کے یہاں ہوئی جو اس
طرح کی قرأت سے صحت نماز کا قائل ہے تو اسنے اس غلام کی آزادی کا حکم کیا پس اب نماز کی صحت کا حکم آزادی کے ضمن میں ہو جائیگا کذا فی الشامی ولو قرأ آیۃ طویلۃ
فی الرکعتین فالاصح الصحۃ اتفاقا لانہ یزید علی ثلث آیات قصار قالہ الحلبی اور اگر ایک آیت طویل دو رکعتوں میں پڑھی تو اصح یہ ہے کہ صحیح ہونا ہے نماز کا باتفاق امام اور صاحبین
کے اسلئے کہ اسقدر پڑھنا زیادہ ہے تین چھوٹی آیتوں سے کہا ہے اسکو حلبی نے ہم یعنی جب آیت طویل جس صورت میں تین آیتوں سے زائد ہوگی تو صاحبین کے قول پر
بھی نماز درست ہوگی کذا فی الططاوی وحفظہا فرض عین متعین علی کل مکلف اور یاد کرنا ایک آیت کا فرض عین ہے یعنے ہر شخص عاقل بالغ مسلمان پر فرض متعین
ہے وحفظ جمیع القرآن فرض کفایۃ وسنۃ عین افضل من التنفل اور یاد کرنا سب قرآن کا فرض کفایہ ہے یعنی کچھ مسلمانوں کے یاد کرنے سے اوروں کے ذمے یاد کرنا
فرض نرہیگا اور سب قرآن کا یاد کرنا سنت ہے ہر شخص مکلف کے لیے افضل ہے نفل پڑھنے سے ہم شامی نے کہا کہ اسمیں اشارہ ہے کہ سنت بھی کبھی عین ہوتی ہے اور کبھی کفایہ
مثلاً تراویح کا پڑھنا سنت عین ہے اور اسکی جماعت ہر محلہ میں سنت کفایہ ہے تنبیہ قرآن کو بھول جانا حرام نہیں مگر جبکہ ایسا بھول جاوے کہ قرآن سے دیکھکر بھی
نہ پڑھ سکے کذا فی شرح المنیہ وتعلم الفقہ افضل منہ اور سیکھنا فقہ کا افضل ہے ان دونوں سے یعنی نفل پڑھنے اور باقی قرآن کے یاد کرنے سے ہم فقہ سے مراد وہ

مسائل دینیہ جو ضروری ہیں کسی شخص کی صحبت سے ہوں ورنہ بقدر حاجت کا سیکھنا تو فرض ہے اور باقی قرآن سے یہ غرض ہے کہ بقدر قرأت کا یاد کرنا فرض ہے اور واجب
اسکے سوا باقی کو یاد کرنے سے بہتر ہے سیکھنا فقہ کا اور اس میں یہ شرط ہے کہ کچھ ترک نہ ہو قرآن کا یاد کرنے ہوں اگر کوئی یاد کرتا ہے تو اس صورت میں بہتر ہے سیکھنا فقہ کا
منہ و حفظ فاتحۃ الکتاب و سورۃ واجب علی کل مسلم لکن نقص شئ من القرآن بعد حفظہ یاد کرنا الحمد کا اور ایک چھوٹی سورۃ کا واجب ہے ہر مسلمان پر اور مکروہ
تحریمی ہے کم کرنا کسی چیز کا واجب میں سے سبب ترک کرنے یا فراموشی کے سنت میں سے کسی چیز کا مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی ویسن فی السفر مطلقا ای حالۃ قرار او فرار کذا فی
الہدایۃ و غیرہ و عن ابی یوسف فی الہدایۃ و غیرہ من التفصیل وردہ فی البحر و حررنا فی النہر انہ الفاتحۃ و جوبا و ای سورۃ شاء اور مسنون ہے سفر میں برابر ہے
یعنی خواہ حالت اطمینان ہو یا جلدی کی پڑھنا الحمد کا بطور وجوب اور جس سورت کو کہ مسافر چاہے شارح نے کہا کہ سفر کو اسی طرح مطلق کہا ہے جامع صغیر میں اور اطلاق
نقل کی ہے بحر الرائق میں اور ہدایہ وغیرہ کی تفصیل کو صاحب بحر الرائق نے رد کیا ہے اور صاحب بحر کے قول کو نہر الفائق میں رد کیا اور قول منقح بیان کیا کہ جو کچھ ہدایہ میں
تفصیل ہے وہی منقح ہے ہدایہ میں یہ تفصیل ہے کہ اگر مسافر جلدی میں ہو تو الحمد اور جس سورت کو چاہے پڑھے اور اگر اطمینان سے ہو تو وہ فجر میں مثل سورۃ بروج کے پڑھے اور
ظہر مثل فجر کے ہے اور عصر اور عشا میں بروج سے چھوٹی سورتیں پڑھے اور مغرب میں بہت چھوٹی صاحب بحر نے اسکو رد کیا کہ اس تفصیل کی کچھ اصل نہیں جامع صغیر میں اطلاق
مثل متون کے مذکور ہے علاوہ اسکے مثل سورۃ بروج کے مسافر کے لیے معین کرنے کو کوئی دلیل چاہیے حالانکہ کوئی دلیل منقول نہیں تو ظاہر یہی ہے کہ حالت قرار و جلدی دونوں
میں حکم یکسان ہو صاحب نہر الفائق نے کہا کہ مراد صاحب ہدایہ کی مثل سورۃ بروج سے طوال مفصل میں سے تعیین کسی حد خاص کی نہیں جب مراعاۃ سنت کی مسافر سے ممکن ہے تو کیا
وجہ کہ اسکی رعایت کرنے نہیں اور وہ جو باکی قید جو شارح نے لگائی تو اس وہم کے رفع کے لیے ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ سفر میں الحمد کا پڑھنا سنت ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ بعد الحمد کے قرأت واجب کی
جو کسی صورت کو مسافر چاہے اسکا پڑھنا مسنون ہے کذا فی الطحطاوی والشامی و فی الضرورۃ بقدر الحال اور مسنون ہے کہ پڑھے ضرورت میں بقدر گنجائش حال کے مثلاً کہ وقت
تنگ ہو کہ قرأت مسنون پڑھنے سے نماز قضا ہوتی ہے تو اتنی قرأت پڑھے جس سے نماز کامل ہو جائے اور یہی حال ہے اگر خوف جان یا مال کا ہو کذا فی الطحطاوی ویسن فی الحضر لامام

ومنفرد ذکرہ الحلبی والناس عنہ غافلون طوال المفصل من الحجرات الی البروج فی الفجر والظہر اور مسنون ہے حضر میں یعنی مقام کرنے کی صورت میں امام اور منفرد کو پڑھنا طوال
مفصل کا جو سورۃ حجرات سے سورۃ بروج تک ہے فجر اور ظہر کی نماز میں امام اور منفرد دونوں کے لیے مسنون ہے اسکو حلبی نے ذکر کیا ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں یعنے اکثر
خبر نہیں کہ منفرد کے حق میں قرأت مسنون امام کے مثل ہے اور طوال بکسر طا جمع ہے طویل کی اور مفصل کے معنی تفصیل کے ہوئے قرآن کے آخر کے ساتویں حصہ کی سورتیں مفصل
کہلاتی ہیں یا سو جسے کہ نہیں بسم اللہ فصل کے لیے بہت جگہ ہے یا سو جسے کہ انمیں منسوخ آیتیں بہت کم ہیں پھر مفصل کی تین قسمیں ہیں طوال یعنی لمبی اور اوساط یعنے
درمیانی اور قصار یعنی چھوٹی سورۃ حجرات سے سورۃ بروج تک طوال مفصل ہیں اور وہاں سے آخر لم یکن تک اوساط مفصل اور وہاں سے آخر قرآن تک قصار مفصل
منہا الی آخر لم یکن اوساطہ فی العصر والعشاء وباقیہ قصارہ فی المغرب اور سورۃ بروج سے آخر لم یکن تک اوساط مفصل نماز عصر اور عشا میں پڑھنا مسنون ہے اور
باقی مفصل سورتیں یعنی لم یکن سے آخر قرآن تک قصار مفصل مغرب میں پڑھنا مسنون ہے اور اسطرح کی قرأت کا مسنون ہونا اثر سے ثابت ہے یعنی حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعری
کو نامہ لکھا کہ فجر اور ظہر میں طوال مفصل پڑھا کرو اور عصر اور عشا میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل کذا فی الشامی ای فی کل رکعۃ سورۃ مما ذکر ذکرہ الحلبی یعنی ہر رکعت میں
ایک سورہ ان سورتوں میں سے کہ مذکور ہوئیں پڑھے ذکر کیا ہے اسکو حلبی نے واختار فی البدائع عدم التقدیر وانہ یختلف بالوقت والقوم والامام اور بدائع میں نہ اندازہ کرنے کو
پسند کیا ہے اور یہ کہ حال قرأت کا مختلف ہوتا ہے وقت اور قوم اور امام کے باعث سے یعنی صاحب بدائع نے کہا ہے کہ قرأت میں کوئی حد مقرر نہ ملی مختار ہے تو فجر میں کبھی چھوٹی
سورہ پڑھے کبھی بڑی اسیطرح اور نمازوں میں اور یہ اختلاف وقت پر منحصر ہے یعنی اگر وقت میں گنجائش ہے تو زیادہ پڑھے ورنہ کم اور قوم پر منحصر ہے کہ اگر مقتدی طول نہ دلانے تو
زیادہ پڑھے ورنہ کم اور امام پر منحصر ہے کہ خوش آواز ہو تو لوگوں کو زیادہ پڑھنا ناگوار نہیں ہوتا ورنہ گھبراتے ہیں وفی الحجۃ یقرأ فی الفرض بالترسل حرفا حرفا وفی التراویح بین بین وفی النفل لیلا
لہ ان یسرع بعد ان یقرأ کما یفہم اور فتاوی حجت میں ہے کہ فرض نماز میں قرأت ٹھہر ٹھہر کر ہر حرف کو جدا پڑھے اور تراویح میں نہ ٹھہر کر پڑھے نہ جلد بلکہ متوسط طور پر پڑھے

اور رات کی نفلون یعنی تہجد مین نمازی کو جائز ہی کہ جلد پڑھے لیکن اتنا کہ سمجھ مین آوے شامی نے کہا کہ رات کی قید نا لگا اسلیے لگائی کہ تہجد والون کی عادت زیادہ قرآن
پڑھنے کی ہوتی ہی تو جلد پڑھنے سے انکا ورد پورا ہو سکتا ہی مگر جلدی کے یہ معنی کہ مد زیادہ نہ کھینچے نہ یہ کہ سمجھ مین نہ آوے ورنہ حرام ہوگا بسبب ترک کرنے ترتیل کے
ویجوز بالروایات السبع لکن الاولی ان لا یقرء بالغریبۃ عند العوام صیانۃ لدینہم اور جائز ہی پڑھنا قرآن کا ساتون روایتون مین مگر بہتر یہ ہی کہ روایت غریب عوام کے سامنے
نہ پڑھے واسطے حفاظت اُنکے دین کے ہم یعنی ہر چند ساتون روایتین صحیح اور فصیح ہین مگر غریب روایت عوام کے سامنے نہ پڑھنی چاہیے جیسے روایت ابی جعفر اور ابن عامر
اور حمزہ اور کسائی کی کہ اُسکو سنکر عوام ہنستے ہین اور ہنسنا قرآن پر بیدینی ہی اسلیے اُنکے دین کے بچانیکے لیے روایت غریب نہ پڑھے وتطال اولی الفجر علی ثانیتہا بقدر الثلث
وقیل النصف ندبا فلو فحش لاباس بہ فقط اور زیادہ کیجاے پہلی رکعت صرف فجر کی دوسری رکعت پر بقدر سوم حصہ کے اور بعض نے کہا بقدر نصف کے از راہ استحباب کے پس اگر
پہلی رکعت مین زیادتی بہت کردیگا مثلاً پہلی مین دس گنی رکعت پڑھی بہ نسبت دوسری کے تو کچھ مضائقہ نہین ہم یعنی پہلی رکعت مین اتنی قرارت پڑھے کہ اُسکی زیادتی دوسری رکعت
کی قرأت سے بقدر سوم حصہ دونون قرارتون کے ہوجاے مثلاً پہلی رکعت مین ۴۰ آیتین پڑھین اور دوسری مین ۲۰ تو دونوںمین ۶۰ آیتین ہوئین اور اول مین ۲۰ زائد ہین دوسری سے
اور وہ تہائی ہین ۶۰ کی اور اگر اول مین ۴۵ پڑھین اور دوسری مین ۱۵ تو پہلی مین ۳۰ زائد ہونگی بہ نسبت دوسری کے اور وہ نصف ہین کل قرارت کی اور فقط سے یہ مراد ہی کہ یہ حکم
صرف فجر کی نماز مین ہی نہ دوسری نمازون مین وقال محمد اولی الکل حتی التراویح قیل وعلیہ الفتوی اور امام محمدؒ نے فرمایا ہی کہ سب نمازون کی اول رکعت دوسری سے بڑی کرنا مستحب ہی
یہانتک کہ تراویح کی بھی کہتے ہین کہ فتوی اسی قول پر ہی ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ اختلاف جمعہ اور عیدین کے سوا دوسری نماز مین ہی اور ان دونون مین بالاتفاق دونون رکعتین برابر
پڑھنی چاہئین اور حلیہ مین امام محمدؒ اور شیخین کی دلیلین نقل کر کے کہا کہ فتوی شیخین کے قول پر ہونا چاہیے واطالۃ الثانیۃ علی الاولی یکرہ تنزیہا اجماعا ان بثلاث آیات
ان تقاربت طولا وقصرا والا اعتبر الحروف والکلمات واعتبر الحلبی فحش الطول لاعدد الآیات اور دوسری رکعت کا زیادہ کرنا اول پر بقدر تین آیتون کے مکروہ تنزیہی ہی بالاتفاق
اگر آیتین دونون رکعتون کی بڑی اور چھوٹی ہونے مین قریب قریب ہون اور اگر ایک سی آیتین نہون تو اعتبار حروف اور کلمات کا ہوگا یعنی اس صورت مین دوسری رکعت کے کلمات اور
حروف اول سے زیادہ نہون اور حلبی نے بہت سی زیادتی کا اعتبار کیا ہی نہ شمار آیتون کا یعنی دوسری رکعت اول سے بہت نہ بڑھنے پاوے واستثنی فی البحر ما وردت بہ السنۃ واستظہر فی
النفل عدم الکراہۃ مطلقا اور بحر الرائق مین استثنا کیا ہی اُن سورتون کو جو حدیث مین وارد ہین یعنی اُنکے پڑھنے مین کراہت نہین جیسے جمعہ اور عیدین کی اول رکعت مین سبح اسم اور دوسری
مین ہل اتٰک پڑھنا حالانکہ پہلی مین اُنیس ۱۹ آیتین ہین اور دوسری مین چھبیس ۲۶ اور ترجیح دی ہی نفل مین عدم کراہت کی مطلقا یعنی حدیث مین وارد ہو یا نہو وان باقل لا یکرہ لانہ
علیہ الصلوۃ والسلام صلی بالمعوذتین اور اگر زیادتی دوسری رکعت کی تین آیتون سے کم ہو تو مکروہ نہین اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہی معوذتین سے یعنی فجر کی اول
رکعت مین سورۂ فلق اور دوسری مین سورۂ ناس پڑھی حالانکہ دوسری مین چھہ آیتین ہین اور اول مین پانچ ولا یتعین شیٔ من القرآن لصلوۃ علی طریق الفرض بل
تعین الفاتحۃ علی وجہ الوجوب اور نہین متعین ہی قرآن مین سے کچھ کسی نماز کے لیے بطور فرض کے کہ اُسکے بدون نماز درست نہو بلکہ متعین ہی فاتحہ ہر نماز مین بطور واجب ہونے کے
ویکرہ التعیین کالسجدۃ وہل اتی لفجر کل جمعۃ بل یندب قرأتہما احیانا اور مکروہ ہی معین کرنا کسی سورت کا نماز کے لیے جیسے جمعہ کی فجر مین پہلی رکعت مین الم سجدہ اور دوسری مین سورۂ دہر
پڑھنا بلکہ کبھی کبھی ان دونون کا پڑھنا مستحب ہی ہم طحاوی اور اسبیجابی نے اسمین قید لگائی ہی کہ اگر معین سورہ کے پڑھنے کو واجب جانے اور دوسری کو جائز نہ سمجھے تو اسطرح کی تعیین مکروہ ہی
اور اگر باتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معین کو پڑھے اور بعض اوقات دوسری سورتون کو بھی پڑھے یا سوا معین سورتون کے دوسری اُسکو یاد نہون یا اُنکا پڑھنا اُسکو سہل پڑتا ہو تو مکروہ نہین
اور ہدایہ مین وجہ کراہت کی یہ لکھی ہی کہ معین کرنے سے چھوڑنا باقی قرآن کا اور وہم معین سورہ کے فضل ہونے کا لازم آتا ہی کذا فی الشامی مختصرا والمؤتم لا یقرء مطلقا ولا الفاتحۃ فی السریۃ
اتفاقا وما نسب لمحمد ضعیف کما بسطہ الکمال اور مقتدی قرأت نہ پڑھے نہ جہری نماز مین نہ سری مین اور نہ الحمد پڑھے سری نماز مین باتفاق امام اور صاحبین کے اور جو قول کہ امام محمد کیطرف منسوب ہی
کہ سری نماز مین مقتدی کو احتیاطا الحمد کا پڑھنا مستحب ہی وہ ضعیف ہی چنانچہ اُسکو کمال نے مشرح بیان کیا ہی ہم کمال الدین نے فتح القدیر مین کہا کہ امام محمد نے اپنی کتاب آثار مین فرمایا ہی کہ امام
کے پیچھے پڑھنا ہمارے نزدیک کچھ نہین خواہ نماز جہری ہو یا سری فان قرء کرہ تحریما وتصح فی الاصح پس اگر مقتدی قرارت پڑھیگا تو مکروہ تحریمی ہوگا اور نماز صحیح ہوگی صحیح تر قول مین وفی در البحار عن مبسوط

خود پڑھا وہ [illegible] مقتدی [illegible] امام کے پیچھے قرات پڑھنے سے منع
فاسد ہوتی ہے [illegible] قرات کا منع ہونا [illegible] صحابہ سے مروی ہے اسلیئے منع کرتے ہیں [illegible] امام کے پیچھے قرات مقتدی کو
قرات سے منع کرنا اسی صحابہ سے آثار [illegible] حضرت علی مرتضیٰ اور عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم [illegible] قول
[illegible] ویستمع [illegible] ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ [illegible] وان قرئ القرآن فاستمعوا
وانصتوا لعلکم ترحمون [illegible] قرات امام کی سنتے جب جہر [illegible] اور چپ رہتے جب آہستہ پڑھے بسبب قول حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ ہم امام کے پیچھے پڑھا کرتے تھے
پس یہ آیت نازل ہوئی جب قرآن پڑھا جاوے تو اسکو سنو اور چپ رہو [illegible] اس قول سے استدلال کی [illegible] ظاہر ہے کہ جہر میں سننا اور [illegible] سکوت
[illegible] مگر سکوت خاص نہیں اسلیئے [illegible] مطلقا واجب ہوگا کذا فی الشامی وان [illegible] قرأ الامام آیۃ ترغیب او
ترهیب وکذا الامام لا یشتغل بغیر القرآن [illegible] اور اگر امام آیت ترغیب پڑھے یعنی جس میں ذکر رحمت و جنت اور ثواب کا ہو یا آیت
ترہیب پڑھے جس میں ذکر دوزخ اور عذاب کا ہو تب بھی نہ سوال ثواب کا کرے نہ عذاب سے پناہ مانگے بلکہ سکوت کرے اور اسیطرح امام بھی سوائے قرآن کے آیت ترغیب و
ترہیب کے پڑھنے کے دوسری دعا میں مشغول نہ ہو اور جو کچھ اس باب میں حدیث میں وارد ہوا ہے وہ حالت انفراد میں نفل پڑھنے پر محمول ہے جیسے کہ پیشتر اسکی نظیر اجابت کے
بیان میں گذری اور یہ مسئلہ خاص شارح نے کہا [illegible] یعنی ابو داؤد میں بروایت حذیفہ رضی اللہ عنہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات نماز
پڑھی تو جس آیت رحمت پر گذرے وہاں توقف فرما کر اپنے لیے سوال کیا اور جس آیت عذاب پر گذرے وہاں توقف کرکے پناہ مانگی تو یہ نماز نفل پر محمول ہے کذا فی الشامی

وکذا الخطبۃ فلا یأتی بما یفوت الاستماع ولو کتابۃ او رد سلام وان صلی الخطیب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا اذا قرأ آیۃ صلوا علیہ فیصلی المستمع سرا فی نفسہ
وینصت بلسانہ عملا بامری صلوا وانصتوا اور اسیطرح حکم ہے خطبہ کا یعنی امام کے خطبہ پڑھنے کے وقت وہ بات نکرے جس سے سننا جاتا رہے اگرچہ لکھنا یا سلام کا جواب
دینا ہی ہو اور اگرچہ خطبہ پڑھنے والا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے یعنی اسوقت بھی سکوت کرے مگر جبکہ خطیب یہ آیت پڑھے (صلوا علیہ) تو سننے والا خطبہ کا
پوشیدہ اپنے دل میں درود پڑھے اور زبان سے سکوت کرے تاکہ دونوں امروں پر عمل ہو یعنی ایک حکم صلوا علیہ کا اور دوسرا انصتوا کا تو دل میں درود کہنے سے دونوں
کی تعمیل ہو جائیگی شامی نے کہا کہ جو امر نماز میں حرام ہے وہ خطبہ میں بھی حرام ہے اور خطبہ جمعہ کا ہو یا نکاح کا یا عید کا سب میں سکوت واجب ہے اور ظالم حاکموں کے نام
اور تعریف خطبہ میں داخل نہیں والبعید من الخطیب والقریب سیان فی افتراض الانصات اور خطیب سے دور کا شخص اور نزدیک کا برابر ہیں سکوت کرنے کے فرض ہونے
میں ہم شارح نے سکوت کو فرض کہا تبعیت ہدایہ کے اور نہر الفائق میں اسکو واجب کہا ہے طحطاوی نے کہا کہ وجوب ہی بہتر ہے اسلیئے کہ ترک سکوت مکروہ تحریمی ہے فرع
مسائل متفرقہ شارح کے یجب الاستماع للقراءۃ مطلقا لان العبرۃ لعموم اللفظ واجب ہے سننا قرات کے قرآن کا ہر حال میں یعنی نماز میں اور خارج نماز سے اسلیئے کہ اعتبار عموم
لفظ کا ہے یعنی آیت فاستمعوا ہر چند نماز کے باب میں نازل ہوئی ہے چنانچہ پیشتر بیان ہوا مگر احکام میں اعتبار الفاظ کے عام ہونیکا ہے نہ سبب کے خاص ہونیکا پھر یہ حکم وجوب
استماع کا بیعذری میں ہے اور عذر کی صورت میں سننا واجب نہیں مثلا گھر میں لڑکا قرات کرتا ہے اور آدمی اپنے کاروبار میں پہلے سے مصروف ہیں تو انپر سننا واجب نہوگا
اسیطرح جو شخص بازار میں تلاوت کرنے لگے تو بازاری اور کاروبار کرنیوالوں پر سننا واجب نہوگا کذا فی الشامی فرع لا باس ان یقرأ سورۃ ویعیدہا فی الثانیۃ [illegible]
اس بات کا کہ پڑھے ایک سورت ایک رکعت میں اور پھر دوبارہ وہی پڑھے دوسری میں ہم لا باس کے لفظ سے معلوم ہوا کہ ایسا کرنا ترک اولی یعنی مکروہ تنزیہی ہے اور اضطرار
کی صورت میں بلا کراہت جائز ہے مثلا پہلی رکعت میں سورۂ ناس پڑھ گیا تو دوسری میں پھر اسی کو پڑھے ورنہ الٹا پڑھنا لازم آویگا کذا فی الشامی وان یقرأ فی الاولی
من محل وفی الثانیۃ من آخر ولو من سورۃ ان کان بینہما آیتان فاکثر اور اسکا بھی مضائقہ نہیں کہ پہلی رکعت میں ایک جگہ سے پڑھے اور دوسری میں دوسرے مقام سے
اگرچہ دونوں مقام ایک ہی سورت میں سے ہوں بشرطیکہ دو قرات مقامون میں دو آیتوں یا زیادہ کا فاصلہ ہو تو اگر ایک آیت کا فاصلہ ہوگا تو مکروہ ہوگا [illegible]

الفصل بسورۃ قصیرۃ اور مکروہ ہی دونون رکعتون کی قرأت مین چھوٹے سورہ کا فاصلہ کرنا مثلاً پہلی رکعت مین سورۃ کافرون اور دوسری مین تبت پڑھے اور سورۃ نصر کا فاصلہ رہا تو مکروہ ہوگا ہان اگر بیچ مین بڑے سورہ کا فاصلہ ہوگا تو مکروہ نہین وان یقرأ منکوسًا اور مکروہ ہی یہ کہ قرآن کو الٹا پڑھے مثلاً پہلی رکعت مین سورۂ اخلاص اور دوسری مین تبت پڑھے ہم وجہ کراہت یہ ہی کہ ترتیب سورتون کے تلاوت کی واجبات مین سے ہی اور لڑکون کے لیے جو ترتیب بدلکر پڑھاتے ہین تو تعلیم کی ضرورت کے سبب سے ہی کذا فی الشامی الا اذا ختم فیقرأ من البقرۃ الٹا پڑھنا مکروہ ہی مگر جبکہ قرآن کو ختم کرے تو سورۂ بقرہ سے پڑھے اسلیے کہ حدیث مین اسطرح سے ختم کی خوبی وارد ہی وفی القنیۃ قرأ فی الاولی الکافرون وفی الثانیۃ الم ترا وتبت ثم ذکر یتم وقیل یقطع ویبدأ اور قنیہ مین ہی کہ اول رکعت مین سورۃ کافرون پڑھے اور دوسری مین سورۃ فیل یعنی خلاف ترتیب یا سورۂ تبت یعنی چھوٹی سورت کا فاصلہ چھوڑ کر شروع کی پھر یاد آیا کہ ترتیب بدل گئی یا چھوٹی سورۃ رہگئی تو انھین سورتون کو تمام کرے اور قول ضعیف ہی کہ انکو چھوڑ دے اور دوسری سورت پڑھے جسمین بے ترتیبی وغیرہ لازم نہ آوے شامی نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ اگر سہوًا ترتیب بدل جاے یا چھوٹی سورۃ کا فاصلہ ہوجاے تو مکروہ نہین ولا یکرہ فی النفل شیٔ من ذلک اور نفل مین ان باتون مین سے کوئی مکروہ نہین ہم یعنی بے ترتیب پڑھنا اور چھوٹی سورۃ کا فاصلہ چھوڑنا نفل مین درست ہی حلبی نے اسپر اعتراض کیا کہ ترتیب سورہ کی واجبات تلاوت سے ہی تو جب نماز کے باہر بے ترتیبی مکروہ ہی تو نماز کے اندر کیون نہوگی طحطاوی نے جواب دیا کہ نفل مین چونکہ گنجایش زیادہ ہی اسلیے اسکی ہر رکعت ایک فعل مستقل ہی تو بے ترتیب پڑھنا ایسا ہوا کہ ایک شخص نے کوئی آیت قرآن کی پڑھی اور چپ ہو گیا تھوڑی دیر کے بعد دوسری آیت اسکے اوپر کی پڑھی تو جیسے اسطرح کا پڑھنا مکروہ نہین ایسے ہی نماز نفل مین مکروہ نہین وثلث تبلغ قدر اقصر سورۃ افضل من آیۃ طویلۃ اور تین آیتین کہ بقدر چھوٹی سورت کے ہون ایک بڑی آیت سے افضل ہین ہم شامی نے کہا کہ افضلیت سے مراد کثرت ثواب ہی اور ثلاث مبتدا ہی بتقدیر مضاف یعنی قرأت ثلاث اور بعض نسخون مین بثلاث ہی تو اس صورت مین تقدیر الصلوۃ بثلاث ہوگی وفی سورۃ بعض سورۃ العبرۃ للاکثر وبسطناہ فی الخزائن اور پوری سورت اور تھوڑی سورت پڑھنے مین اعتبار اکثر کا ہی باعتبار آیات کے یعنی اگر اکثر آیتین پڑھی ہونگی تو سورۃ کامل شمار ہوگی ورنہ ناقص اور ہمنے اس ذکر فروع کو خزائن الاسرار مین شرح بیان کیا ہی

باب الامامۃ

یہ باب ہی امامت کے بیان مین ہی صغری وکبری فالکبری استحقاق تصرف عام علی الانام وتحقیقہ فی علم الکلام امامت دو قسم ہی ایک چھوٹی ایک بڑی بڑی امامت مستحق ہونا تصرف عام کا ہی خلق پر اور اسکی تحقیق علم کلام مین مذکور ہی ہم طحطاوی نے کہا کہ اس تعریف مین یہ خلل ہی کہ استحقاق تصرف امامت کا اثر ہی نہ اسکی حقیقت بلکہ حقیقت اسکی وہ ہی جو مقاصد مین مذکور ہی کہ امامت ریاست عامہ ہی لوگون کے دین ودنیا کے مصالح کی حفاظت کے لیے بطور نیابت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اور ریاست عام کی قید سے قاضی اور امراء نکل گئے کہ انکی ریاست اہل اسلام پر عام نہین ہوتی بلکہ خاص مسلمانون پر ہوتی ہی اور خلق سے مراد مسلمان ہین اور جو انکے حکم مین ہین مثل ذمی وغیرہ کے ونصبہ اہم الواجبات اور قائم کرنا امام کا مسلمانون پر زیادہ ضروری واجبات مین سے ہی اسلیے کہ بہت سے واجبات شرعی امامت پر موقوف ہین اور یہین وجہ عقائد نسفیہ مین کہا ہی کہ مسلمانون کے لیے ایک امام ضرور چاہیے کہ انکین احکام جاری کرے اور ان کو سزائین اعمال بد کی دے اور دشمنون کو زیر کرے اور انکے لشکرون کو سامان دے اور انسے صدقات وصول کرے اور گردن کشون کے سر دبائے اور چورون اور رہزنون کو زیر کرے اور جمعہ اور عید قائم کرے اور حقوق کے ثابت کرنے کی گواہیان سنے اور جن بچون کے ولی نہین انکے نکاح کردے اور مسلمانون مین غنیمتون کے مال تقسیم کردے انتہی فلذا قدموہ علی دفن صاحب المعجزات صلی اللہ علیہ وسلم اور اسی وجہ سے کہ امام کا مقرر کرنا اہم واجبات سے ہی صحابہ رضی اللہ عنہم نے خلیفہ مقرر کرنے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن پر مقدم کیا ہم یعنی وفات شریف دوشنبہ کے روز ہوئی اور سہ شنبہ کے دن یا بدھ کی رات خواہ دن مین دفن ہوئے کذا فی الحلبی طحطاوی نے کہا کہ یہ سنت ابھی تک باقی ہی کہ کوئی خلیفہ دفن نہین ہوا جبتک کہ دوسرا اسکی جگہ قائم نہین ہوچکا ویشترط کونہ مسلمًا حرًا ذکرا عاقلا بالغا قادرا قرشیا اور شرط ہی ہونا امام یعنی خلیفہ کا مسلمان آزاد مذکر صاحب عقل بالغ قدرت والا قریشی کے نسب سے ہم مسلمان اسوجہ سے کہ کافر کو مسلمان پر ولایت نہین اور آزاد بایں وجہ کہ غلام کو خود اپنے نفس پر ولایت نہین تو دوسرے پر کیسے ہوگی اور مرد اسلیے کہ عورتون کو

خصوصیت رضی اللہ عنہم ... ہے لیکن ... سے ... حیثیت ... تعصب ہو سکتی ... عاقل ہو بالغ ہو اسلیے کہ مجنون اور بچہ کو اپنی ذات پر بھی ولایت نہیں ... سے یہ غرض ہے کہ ... بادی کرنے اور ... اہل اسلام ... پر قدرت رکھتا ہو ... امام کے عزم کرنے کی غرض فوت ہو جائیگی اور قریشی ہونا اسوجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ امام قریش میں سے ہیں جیسے کذا فی الشامی اور جمہور نے امامت کے لیے شجاعت کو بھی شرط کیا ہے اور بعض نے عادل ہونا امام کا شرط (لا) ہاشمیا علویا معصوما نہیں شرط ہے امام کا ہاشمی ہونا یا اولاد حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہونا یا گناہوں سے معصوم ہونا امام کا ... شیعوں نے کہی ہے کہ امام کو ہاشمی ہونا ضرور ہے اور اس سے یہ مطلب ہے کہ خلافت حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی باطل ٹھہرے اور ... کہنے سے یہ مطلب کہ خلافت عباسیوں کی باطل ہو ... اثنا عشری شیعوں اور اسماعیلیوں کا قول ہے جیسے کہ شارح کو مناسب تھا کہ لفظ لا تینوں جگہ لاتا یعنی یوں کہتا لا ہاشمیا ولا علویا ولا معصوما ... کہ تینوں شیعوں کے تینوں فرقوں کے قول جدا جدا ہیں نہ یہ ایک ہی کا قول ہے ویکرہ تقلید الفاسق اور مکروہ ہے حاکم بنانا بدکار کا مکروہ تحریمی ... اشارہ ہے کہ عادل ہونا امام کا شرط نہیں ویعزل بہ الا لفتنۃ اور امام قابل معزول ہو جاتا ہے فسق سے یعنی اگر امامت کے وقت میں اس پر فسق طاری ہو گیا تو اس سے معزول ہو جانیکے قابل ہے ... تو معزول ہوگا مگر جب خوف فساد کا ہو تو اسکو معزول نہ کیا جائے ... اور واجب ہے کہ ایسے امام کے حق میں دعا ... کیجاوے وتصح سلطنۃ متغلب للضرورۃ اور صحیح ہے سلطنت زبردستی حاکم بننے والے کی بسبب ضرورت کے ... عقد امامت دو طرح سے منعقد ہوتا ہے اول یہ کہ خلیفہ خود اپنی جگہ دوسرے امام کو کر دے جیسے حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو خلیفہ کیا تھا دوسرے یہ کہ زمرہ علما اور صاحبان رائے و تدبیر کسی کے ہاتھ پر بیعت کریں تو اگر یہ دونوں صورتیں نہوں اور کوئی شخص زبردستی والی ہو جاوے تو اسکی سلطنت صحیح ہوگی ضرورت کی وجہ سے یعنی تاکہ اہل اسلام میں فتنہ

(و) کذا صبی ای ... ان الی تفویض امور التقلید ... والی ... السلطان فی الرسم ... والی فی الحقیقۃ ہو الوالی لعدم صحۃ اذنہ بقضاء وجمعۃ کما فی الاشباہ عن البزازیۃ اور اسیطرح درست ہو سلطنت لڑکے کی ضرورت کی وجہ سے اور چاہیے کہ کاروبار حکومت کے ایک حاکم کے سپرد کیے جاویں جو تک سلطان کا ہو اور بادشاہ ظاہر میں تو وہ لڑکا ہو اور حقیقت میں والی مذکور کیونکہ اسکی اجازت قضا اور جمعہ میں درست نہیں چنانچہ اشباہ میں بزازیہ سے ... اگر والی مذکور کو حقیقت میں بادشاہ کہیں تو اسکا حکم دینا قضا اور جمعہ کے لیے درست ہوگا کیونکہ ان دونوں میں ایسے شخص کا اذن صحیح نہیں جسکو ولایت ہو لیکن یوں کہنا چاہیے کہ یہ شخص ایک خاص وقت تک حقیقت میں سلطان ہو یعنی لڑکے کے بالغ ہونے تک اس مدت کی قید سے یہ فائدہ ہوگا کہ جب وہ لڑکا بالغ ہونے کے بعد حاکم مستقل ہوگا تو اس والی کے معزول کرنے کی حاجت نہوگی کذا فی الشامی وفیہا بلغ السلطان او الوالی یحتاج الی التقلید جدیدا در بزازیہ میں ہے کہ اگر سلطان یا والی بالغ ہو وے تو حاجت پڑیگی نئے سرے سے اسکو حاکم بنانے کی

(و) الصغری ربط صلوۃ المؤتم بالامام بشروط عشرۃ اور امامت صغری وابستہ ہونا مقتدی کی نماز کا ہے امام کی نماز سے دس شرطوں کے ساتھ ... شارح نے جو دس شرطیں مذکور کی ہیں سو اقتدا کی ہیں نہ امامت کی البتہ نور الایضاح میں چھ شرطیں امامت کی مذکور لکھی ہیں تندرست مردوں کے لیے اول مسلمان ہونا دوم بالغ ہونا سوم عاقل ہونا چہارم مرد ہونا پنجم عذروں سے سلامت ہونا جیسے نکسیر اور پیشاب کے جاری رہنے اور توتلا ہونے وغیرہ سے ششم موجود ہونا شروط نماز کا مثل طہارت اور ستر عورت وغیرہ کے مگر چونکہ امامت بغیر اقتدا کے ہو نہیں سکتی اسلیے جو شرطیں شارح نے اقتدا کی لکھی ہیں وہ امامت کی بھی ہو سکتی ہیں لہذا موقوف ہونے امامت کے اقتدا پر اسیطرح یہ چھ شرطیں اقتدا کی بھی ہو سکتی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ کل شرطیں امامت اور اقتدا کی سولہ ہیں مگر چونکہ دس مقتدی کے ساتھ قائم ہیں اور چھ امام کی تو بہتر ہے کہ دس کو شرطیں اقتدا کی ٹھہراویں اور چھ کو امامت کی کذا فی الشامی نیۃ المؤتم الاقتداء شرط اول نیت اقتدا کی کرنی مقتدی کو واتحاد مکانہما اور دوسری شرط متحد ہونا امام و مقتدی کے مکان کا تو اگر سوار امام پیادہ کا اقتدا کریگا یا بالعکس تو جائز نہوگا اور اگر امام و مقتدی کے بیچ میں آڑ ہو تو کچھ حرج نہیں اگر مقتدی پر حال امام مشتبہ نہو وصلوتہما اور تیسری شرط متحد ہونا دونوں کی نماز کا بحر الرائق میں کہا کہ اس سے یہ غرض ہے کہ اگر مقتدی امام کی نماز کی نیت سے اقتدا کرے تو درست ہو جاوے یہ تعبیر اسلیے کی کہ اقتدا متنفل کا فرض پڑھنے والے کے پیچھے اس عبارت میں داخل ہو جاوے اس شرط کو نور الایضاح میں خوب لکھا ہے کہ مقتدی سوائے امام کے فرض کے اور کوئی فرض نہ پڑھتا ہو کذا فی الشامی عن الحلبی وصحۃ صلوۃ امامہ

اور چوتھی شرط صحیح ہونا امام کی نماز کا مقتدی کے گمان مین تو اگر مقتدی کی دانست مین امام کی نماز فاسد ہوگی تو اُسکا اقتدا صحیح نہوگا وعدم محاذاۃ امراۃ اور پانچوین شرط ہے
نہ برابر ہونا عورت کا کیونکہ عورت کا برابر ہونا ان شرطون کے ساتھ جو آگے مذکور ہونگی مفسد نماز ہے وعدم تقدمہ بعقبہ اور چھٹی شرط ہے نہ آگے بڑھنا مقتدی کا اپنے امام سے بلحاظ
ایڑیون کے تو اگر ایڑیان برابر بھی ہونگی تو اقتدا درست ہوگا اگرچہ پانؤن بڑا ہونے کی جہت سے مقتدی کی انگلیان آگے بڑھی ہوئی ہون وعلمہ بانتقالاتہ اور ساتوین شرط ہے جاننا
مقتدی کا امام کے ایک رکن سے دوسرے مین جانیکو خواہ دیکھنے سے یا آواز سنکر یا دوسرے مقتدیون کو دیکھ کر یہ علم حاصل ہو وبحالہ من اقامۃ وسفر اور آٹھوین شرط ہے جاننا مقتدی کا
امام کے حال کو یعنی اُسکے مسافر یا مقیم ہونیکو یہ جاننا نماز سے پہلے ہو یا پیچھے تو اگر ایسی صورت ہو کہ امام نے چار رکعت والی نماز مین دو پر سلام پھیر دیا اور لوگون کو معلوم نہوا کہ اُسنے
بھول کر دو پڑھین یا سفر کی جہت سے تو نماز نہوگی ومشارکتہ فی الارکان اور نوین شرط ہے شریک ہونا مقتدی کا امام کے ساتھ ارکان نماز مین یعنی ہر رکن کو اُسکے ساتھ ادا کرنا
تو اگر کسی رکن کو چھوڑ دیگا تو نماز باطل ہوجائیگی پس اقتدا بھی نرہیگا وکونہ مثلہ او دونہ فیہا وفی الشرائط کما بسطہ فی البحر اور دسوین شرط ہے ہونا مقتدی کا امام کے مانند یا اُس سے
کمتر ارکان مین اور نماز کی شرطون مین چنانچہ شرح مذکور ہے بحر الرائق مین ہم ارکان مین برابری ہونے سے یہ غرض کہ اُنکی بجاآوری مین برابر ہو مثلاً اگر امام اشارہ سے ارکان
ادا کرتا ہو اور مقتدی بھی اشارہ ہی سے کرتا ہو تو اقتدا درست ہے کیونکہ دونون ارکان کے ادا کرنے مین یکسان ہین اور کمتر کی مثال یہ کہ اشارہ سے نماز پڑھنے والا رکوع اور سجود
کرنیوالے کا اقتدا کرے اور شرائط مین یکسان ہونیکی یہ صورت ہے کہ ننگا آدمی دوسرے ننگے کا اقتدا کرے یا سب شرطون کا جامع شخص کسی اپنے جیسے کا اقتدا کرے اور شرطون مین
کم ہونے کی یہ مثال ہے کہ امام مین سب شرطین ہون اور مقتدی مثلاً ننگا ہو شامی نے کہا کہ دسوان شرطین اصل نسخہ بحر الرائق مین نہین بلکہ بعض نسخون کے حاشیہ پر بخط مؤلف
پائی جاتی ہین قیل وثبوتہا بارکعوا مع الراکعین کہتے ہین کہ امامت وجماعت کا ثبوت اس آیت سے ہے (ارکعوا مع الراکعین) یعنی رکوع کرو رکوع کرنیوالون کے ساتھ یعنی شریک جماعت ہو
اس صورت مین جماعت سنت موکدہ نہ رہیگی بلکہ واجب یا فرض ہوگی اور بعضون نے مثل قاضی بیضاوی کے اسکے معنی یہ کہے ہین کہ خضوع کرو عاجزی کرنیوالون کے ساتھ
تو اس صورت مین ثبوت امامت کا اس آیت سے نہوگا ومن حکمہا نظام الالفۃ وتعلم الجاہل من العالم اور جماعت کی حکمتون مین سے ہے الفت کا منتظم رہنا اور جاہل کا عالم سے
سیکھنا ہم یعنی جماعت کے مشروع ہونے مین یہ حکمت ہے کہ پانچ وقت محلہ والون اور ہمسایون سے ملاقات ہوگی تو باہم الفت مستحکم ہوگی اور جو شخص افعال نماز کو نہ جانتا ہوگا وہ
دوسرے واقفکار سے سیکھ لیگا اور ایک حکمت یہ بھی ہے کہ تنہا پڑھنا نفس پر شاق ہوتا ہے جماعت مین دل نہین گھبراتا کذا فی الطحطاوی ہی افضل من الاذان عندنا خلافاً للشافعی
قالہ العینی امامت ہم حنفیون کے نزدیک اذان سے افضل ہے یعنی امامت مین زیادہ ثواب ہے بخلاف امام شافعی رح کے کہ اُنکے نزدیک اذان کہنے مین زیادہ ثواب ہے کہا ہے اسکو عینی نے
اور بعض علما دونون کو برابر کہتے ہین کذا فی الحلبی وقول عمر لولا الخلافۃ لاذنت ای مع الامامۃ اذ الجمع افضل اور فرمانا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کہ اگر خلافت نہوتی تو مین اذان
کہا کرتا اسکے یہ معنی ہین کہ امامت کے ساتھ کیونکہ جمع کرنا امامت اور اذان کا افضل ہے ہم یعنی حضرت عمرؓ کے قول سے فضیلت اذان کی نہین پائی جاتی کیونکہ اُسکے معنی یہ ہوسکتے
ہین کہ امامت بھی کرتا اور اذان بھی کہتا کہ دونون باتون کے جمع ہونے مین بلاشبہہ فضیلت ہے خلافت کو مانع اسلیے فرمایا کہ کاروبار خلافت مین مشغول ہونے سے انتظار
اوقات نماز کا نہین ہوسکتا اسلیے صرف امامت پر اکتفا کیا کذا فی الشامی وقال بعضہم اخاف ان ترکت الفاتحۃ ان یعاتبنی الشافعی او قرأتہا یعاتبنی ابو حنیفۃ فاخترت الامامۃ اور
بعض علما نے کہا ہے کہ مجکو خوف ہے کہ اگر مین فاتحہ کو حالت اقتدا مین چھوڑ دون تو امام شافعی مجھپر عتاب نہ کرین اور اگر اُسکو پڑھون تو امام اعظم غصہ نہ فرمائین اسلیے مین نے امامت
کو اختیار کیا ہم یہ گویا دوسری دلیل ہے امامت کے افضل ہونے کی کہ امامت کی وجہ سے نماز بلا خلاف درست ہوجاتی ہے والجماعۃ سنۃ موکدۃ للرجال قال الزاہدی ارادوا
بالتاکید الوجوب الا فی جمعۃ وعید فشرط اور جماعت مردون کے لیے سنت موکدہ ہے زاہدی نے کہا کہ فقہا نے تاکید سے وجوب مراد لیا ہے یعنی جو لوگ سنت موکدہ کہتے ہین اُنکے
قول مین اور جو لوگ واجب کہتے ہین اُنکے قول مین کچھ فرق نہین دونون کا مآل ایک ہے کیونکہ تاکید سے غرض واجب ہونا ہے مگر جمعہ اور عیدین مین جماعت شرط ہے اُن دونونکے
صحیح ہونے کی وفی التراویح سنۃ کفایۃ وفی وتر رمضان مستحبۃ علی قول اور تراویح مین جماعت سنت کفایہ ہے کہ محلہ مین کچھ لوگون کے ادا کرنے سے سب کے ذمہ سے ادا ہوجاتی ہے
اور رمضان کے وترون مین جماعت مستحب ہے ایک قول پر اور دوسرے قول کے موجب نہین بلکہ وترون کو مکان پر ادا کرنا چاہیے کذا فی الشامی وفی وتر غیرہ وتطوع

کیونکہ استحسان کی رو سے اختلاف ہے۔ رمضان کے سوا کے وتر نفل ہیں اور نماز نفل میں جماعت مکروہ ہے بطور تداعی کے عنقریب ہم اسکی تحقیق بیان کرینگے۔ و تداعی سے
یہ غرض ہے کہ چار یا زیادہ مقتدی ایک امام کے پیچھے نماز پڑھیں کذا فی الطحطاوی اور تداعی نہ ہو اگر تین مقتدی ہوں تو کچھ مضائقہ نہیں کسی مسجد میں جماعت کا تکرار
مکروہ نہیں ویکرہ تکرار الجماعۃ باذان و اقامۃ فی مسجد محلۃ لا فی مسجد طریق اور مکروہ ہے تکرار کرنا جماعت کا اذان اور اقامت کے ساتھ محلہ کی مسجد میں نہ شارع عام کی مسجد میں یا
ایسی مسجد میں جسکا نہ امام ہو نہ موذن علم مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے اسلیے کہ کافی نے کہا ہے کہ جماعت دوبارہ جائز نہیں اور مجمع میں ہے کہ جماعت کو مباح نہیں ...
...ہو جاوے اور مسجد محلہ سے مراد وہ ہے کہ جسکا امام اور جماعت مقرر موجود ہیں کہ اگر اہل محلہ بدون اذان و اقامت کے جماعت دوبارہ کریں یا مسجد شارع ہو تو دوسری جماعت
بلا کراہت جائز ہو گی بالاتفاق جیسے اس مسجد میں جسکا امام و موذن نہیں اور آدمی گروہ گروہ آکر نماز پڑھتے ہوں تو افضل یہ ہے کہ ہر گروہ اذان و اقامت جداگانہ سے نماز پڑھے فتح میں کہا
کہ دوسری اذان کی قید سے احتراز ہوا اس صورت سے کہ محلہ کی مسجد میں دوبارہ جماعت بدون اذان پڑھی جاوے کہ اسکا پڑھنا مباح ہے بالاتفاق اور جماعت دوم کے
مکروہ ہونے کی یہ دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم میں صلح کرا دینے کو نکلے تھے تو نماز کے وقت مسجد میں تشریف لیگئے دیکھا جماعت ہو چکی تھی آپ اپنے مقام پر واپس
تشریف لائے اور گھر والوں کو جمع کرکے نماز پڑھی پس اگر جماعت دوم مسجد میں درست ہوتی تو مسجد کی جماعت چھوڑ کر آپ گھر میں کیوں نماز پڑھتے علاوہ اسکے جماعت
ثانی کے جائز رکھنے میں جماعت کی کمی بھی مقصود ہے کیونکہ جب لوگوں کو معلوم ہوگا کہ دیر کرکے جاوینگے تو بھی جماعت فوت نہوگی اگر اول نہ پہنچیں گے دوسری پا لینگے تو اول جماعت میں
آنے میں سستی کرینگے تو اس تعلیل سے یہ نکلتا ہے کہ مسجد محلہ میں تکرار جماعت کو بدون اذان کے بھی مکروہ ہے اور اسیکا موید ظہیریہ میں ہے کہ اگر کچھ لوگ ایک مسجد میں آئے جس میں جماعت
ہو چکی ہو تو وہ تنہا نماز پڑھیں اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اور اسیوجہ سے شیخ سندی تلمیذ ابن الہمام نے اپنے رسالہ میں ذکر کیا ہے کہ یہ جو اہل حرمین جدا جدا امام کے پیچھے چاروں ایک ہی
وقت میں پڑھتے ہیں یہ بالاتفاق مکروہ ہے اور شرنبلالی غزنوی جو ۵۵۱ھ میں حج کو گئے تھے تو ان جماعتوں کے باب میں انکا صریح کیا تھا اور بعض مالکیوں نے فتوی
دیا ہے کہ تکرار جماعت مسجد محلہ میں چاروں مذہب کے علما کے قول پر ناجائز ہے مگر اس میں مشکل یہ ہے کہ مسجد مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے لیے نمازی مقرر نہیں تو انکو مسجد محلہ کیسے
کہ سکتے ہیں بلکہ انکا حال مثل مسجد شارع عام کے ہے اور پیشتر گذر چکا کہ شارع عام کی مسجد میں تکرار جماعت بالاتفاق مکروہ نہیں اور شرح منیہ میں امام ابو یوسف سے منقول ہے
کہ جب دوسری جماعت پہلی جماعت کی صورت پر نہو تو مکروہ نہوگی ورنہ مکروہ ہو گی اور یہی قول صحیح ہے اور تاتارخانیہ میں ولوالجیہ سے منقول ہے کہ اس قول کو ہم لیتے ہیں اور
بزازیہ میں ہے کہ محراب سے ہٹکر کھڑے ہونے میں پہلی جماعت کی صورت بدل جاتی ہے کذا فی الشامی مختصرا چونکہ اس زمانہ میں جماعت دوم کے باب میں بہت بحث رہتی ہے اسلیے مترجم نے
استیعاب روایات کو مناسب سمجھا اور مجکو کراہت و عدم کراہت جماعت دوم میں تردد تھا کہ ایک روز خود بخود صلوۃ خوف کا خیال دل میں گذرا کہ نصف فوج مقابل دشمنوں کے
رہتی ہے اور نصف امام کے ساتھ پڑھتی ہے تو اگر مرضی شارع کی دوسری جماعت کے لیے ہوتی تو نصف کو ایک امام کے ساتھ پڑھنے کا اور نصف کو دوسرے امام کے ساتھ پڑھنے
کا حکم ہوتا ایسے تکلف کی اجازت نہوتی اس روز سے مجکو وہ تردد رفع ہو گیا اور معلوم ہوا کہ جماعت دوم کا مکروہ ہونا ہی ارجح ہے واقلہا اثنان واحد مع الامام ولو ممیزا او ملکا
او جنیا فی مسجد او غیرہ اور کمتر جماعت دو شخص ہیں یعنی ایک مقتدی امام کے ساتھ اگرچہ مقتدی لڑکا تمیزدار ہو یا فرشتہ ہو یا جن ہو نماز مسجد میں ہو یا غیر مسجد میں اسلیے کہ جماعت
دو آدمیوں سے ہونے کی یہ وجہ ہے کہ ایک حدیث ہے جسکو سیوطی نے جامع صغیر میں روایت کیا ہے کہ دو اور اس سے زیادہ جماعت ہیں اور بحرالرائق میں جو یہ مضمون بیان کیا ہے کہ جماعت اجتماع
سے ماخوذ ہے چونکہ دو میں بھی اجتماع ثابت ہے اسلیے جماعت بھی پائی جاوے گی اور یہ حکم اور فرضوں میں ہے سوائے جمعہ کے کیونکہ جمعہ میں امام کے سوا تین آدمی لائق امام ہونے
کے مقتدی ہونے چاہییں کذا فی الشامی وفی الصحیح امامۃ الجنی اشباہ اور صحیح ہے امام ہونا جن کا کذا فی الاشباہ اسلیے کہ جن بھی مکلف ہے اور فرشتہ کی امامت درست نہیں کیونکہ
فرشتہ مکلف نہونے کی وجہ سے نفل پڑھیگا اور فرض پڑھنے والے کا اقتدا نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کا امام ہونا اوقات کی تعلیم
کے لیے مخصوص تھا اور یہ بھی احتمال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نماز کا اعادہ فرمایا ہو کذا فی الطحطاوی وقیل واجبۃ وعلیہ العامۃ ای عامۃ مشائخنا و
بہ جزم فی التحفۃ وغیرہا قال فی البحر وہو الراجح عند اہل المذہب اور بعضوں نے کہا کہ جماعت واجب ہے اور اسی قول پر ہیں اکثر ہمارے علما اور اسی کا یقین کیا ہے تحفہ

وغیرہا میں بحر الرائق میں کہا کہ یہی روایت وجوب کی قوی ہی اہل مذہب کے نزدیک طحطاوی نے نہر الفائق سے نقل کیا کہ یہی قول سب میں ٹھیک اور قوی تر ہی اور اسی لیے اجناس میں کہا ہی کہ جو کوئی جماعت کو حقارت کے باعث چھوڑ دے تو اسکی گواہی مقبول نہیں اور بعضون کے نزدیک جماعت فرض کفایہ یا فرض عین ہی فتنبہ اللہ تعجب

ثمرتہ یظہر فی الاثم بترکہا مرۃ علی الرجال العقلاء البالغین الاحرار القادرین علی الصلوٰۃ بالجماعۃ من غیر حرج پھر جماعت مسنون ہی یا واجب ہی مردون عاقل اور بالغ اور آزاد اور جماعت کی نماز پر بدون کسی دقت کے قدرت رکھنے والون پر شارح نے کہا کہ واجب اور مسنون ہونے کا ثمرہ اس صورت مین ظاہر ہوتا ہی کہ اگر جماعت کو ایکبار چھوڑیگا تو وجوب کے قول پر گنہگار ہوگا اور مسنون ہونے کے قول پر گنہگار نہو گا اور حرج سے مراد عذر شرعی ہی جو مانع حضور جماعت ہو جیسے مرض یا بہت بوڑھا ہونا وغیرہ

اور نور الایضاح میں لکھا ہی کہ اگر کوئی شخص عذر سے جماعت میں حاضر نہو اگر اسکی نیت میں یہ تھا کہ عذر نہوتا تو حاضر ہوتا تو اسکو جماعت کا ثواب ملیگا کذا فی الشامی ولو فاتتہ ندب طلبہا فی مسجد آخر الا المسجد الحرام ونحوہ اور اگر نمازی کو مسجد محلہ میں جماعت نملے تو مستحب ہی کہ جماعت کی تلاش اور دوسری مسجد میں کرے اگر مسجد حرام اور اسی جیسی دوسری مسجدون میں اگر جماعت نملے تو تلاش جماعت کی مستحب نہیں اسلیے کہ ان مسجدون میں جماعت کی نماز سے ان مسجدون میں نماز پڑھنی زیادہ ثواب رکھتی ہی بسبب حدیث ابن ماجہ کے جو انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کا گھر میں نماز پڑھنا ایک نماز کا ثواب ہی اور مسجد محلہ میں پڑھنا پچیس نمازون کا ثواب ہی اور مسجد جامع میں پانسو کا اور بیت المقدس میں پانچ ہزار کا اور میری اس مسجد مدینہ میں پچاس ہزار کا اور مسجد حرام میں لاکھ کا ثواب ہی کذا فی الحلبی فلا تجب علی مریض ومقعد وزمن ومقطوع ید ورجل من خلاف ذکرہ الحدادی ومفلوج وشیخ کبیر عاجز واعمی پس اسی وجہ سے کہا کہ جماعت واجب ہی بدون حرج کے اس سے یہ نکلا کہ واجب نہین بیمار اور اپاہج اور وہ شخص کہ ہاتھ اور پیر ایکطرف کا یا ایک ہاتھ اور ایک پاؤن مخالف جانب سے کٹا ہو یا فقط ایک پاؤن ہی کٹا ہو ذکر کیا ہی اسکو حدادی نے اور واجب نہیں فالج زدہ اور بہت بوڑھے عاجز اور اندھے پر اگرچہ کوئی اسکو پکڑ کر لیجا سکے والاعمی اور ایسا ہی حال ہی عاجز کا اگر اسکے پاس سواری موجود ہو تو بھی جماعت واجب نہیں فتح القدیر میں کہا کہ جماعت بالاتفاق اسپر واجب نہیں اور جو مختار ہی وہ یہ ہی کہ اسپر جمعہ امام کے نزدیک واجب نہیں اور صاحبین کے نزدیک واجب ہی کذا فی الشامی و زمانہ علی الاصح حال ہی و عنہما اسطر وطین و برد شدید وظلمۃ کذلک اور واجب نہیں جماعت اس شخص پر جسکو جماعت میں مینہ اور کیچڑ اور سخت سردی اور سخت اندھیرا حائل ہو اور مراد یہ کہ جب مینہ اور کیچڑ کثرت سے ہو تو جماعت واجب نہیں اگر بہت سخت ہو تو مانع ہوگا اور اندھیرے کا سخت ہونا اس طرح کہ رستہ نہ سوجھے عن ریح لیلاً لانہاراً اور خوف علی مال او من غریم او ظالم او مدافعۃ الاخبثین او آندھی رات کے وقت مانع ہی دن میں نہیں یا حائل ہو خوف اپنے مال پر چور وغیرہ سے یا خوف ہو قرضدار سے یا کسی ظالم سے یا مانع ہو دبانا دو پلید چیزون کا یعنی بول و براز کا اسیطرح ریح روکنا کذا فی الشامی وارادۃ سفر وقیامہ بمریض وجوع بحضرۃ طعام تتوقہ نفسہ ذکرہ الحدادی اور مانع حضور جماعت ہی ارادہ سفر کا یعنی خوف قافلہ کے چلے جانے کا بشرط شرکت جماعت کے اور مریض کی خبر لینے یعنی جس صورت میں کہ مریض اسکے چلے جانے سے ایذا ہو اور سامنے آنا کھانے کا کہ جسکی طرف نمازی کا نفس مشتاق ہو ذکر کیا ہی اسکو حدادی نے کذا اشتغالہ بالفقہ لا بغیرہ کذا جزم بہ الباقانی تبعاً للبہنسی ای الا اذا واظب تکاسلاً فلا یعذر ویعزر ولو باخذ المال یعنی یحبسہ عنہ مدۃ اور اسیطرح مانع وجوب جماعت ہی مشغول ہونا نمازی کا فقہ میں نہ غیر فقہ میں ایسا ہی یقین کیا ہی اسکو باقانی نے بتبعیت بہنسی کے یعنی بجز اس صورت کے کہ اگر فقہ کی مشغولی میں ترک جماعت پر مداومت کریگا کسل کی راہ سے تو معذور نہ ہوگا اور تعزیر دیا جائیگا اگرچہ سزا مال لینے سے ہو یعنی اسکے مال کو چند روز اس سے روک دیا جاوے علم فقہ سے مراد مسائل ضروریہ دینی کے ہیں اور مشغول ہونا عام ہی کہ سیکھنے سے ہو یا سکھلانے سے یا تصنیف کرنے سے طحطاوی نے کہا کہ مال کے ضبط کرنے کی سزا قول ضعیف ہی چنانچہ باب التعزیر میں مذکور ہوگا ولا لقبل شہادتہ الا بتاویل بدعۃ الامام او عدم مراعاتہ اور قبول نکیجائے گواہی جماعت کے ترک کرنیوالے کی مگر بسبب تاویل بدعت امام کے یا نہ رعایت کرنے امام کے یعنی اگر تارک جماعت کا عذر بیان کرے کہ امام بدعتی ہی اسلیے جماعت میں حاضر نہیں ہوتا یا امام رعایت مذہب مقتدی کی نہیں کرتا ان امور میں جو موجب نماز کے باطل ہونے کے ہیں تو ان عذرون سے گواہی قبول ہوگی والاحق بالامامۃ تقدیماً بل نصباً مجمع الانہر الاعلم باحکام الصلوٰۃ فقط صحۃ وفساداً بشرط اجتنابہ للفواحش الظاہرۃ وحفظہ قدر فرض وقیل واجب وقیل سنۃ اور زیادہ مستحق امامت کا آگے بڑھنے میں جماعت کو امام مقرر کرنے میں

تعالیٰ بھی یہ شخص توجہ رکھے ورنہ دوسرے لوگوں کے پیچھے پڑھنے کی ضرورت ہے [illegible] وہ شخص جو تین بار بیان کیا گیا ہے اسکے سبب سے جو زیادہ عالم ہے

سنتوں سے واقف ہو یعنی اسکو قرأت کی مقدار جو سنت ہے وہ معلوم ہو اور جنابت وغیرہ کے مسائل یاد رکھتا ہو تاکہ نماز میں فساد نہ ہو اسلئے کہ مسائل بھی ہر ایک کو

سامنے بھی ضرورت ہوتی ہے امامت میں یہ کوئی مسئلہ کرتا ہو وہ مقدار جس کا یاد کرنا فرض ہے اسکا جاننا اور جس کا یاد کرنا سنت ہے بقدر ضرورت کے جاننا بعض نے کہا ہے

کہ احادیث و مسائل و سنن القدیر میں ہے اور یہی ظاہر ہے جیسے کہ بیان امامت میں ہے اور ہم کو الفاظ سنت سے مناسب ہے ثم الاحسن تلاوۃ و تجویدا للقرأۃ ثم

الاورع ای اکثر اتقاء للشبہات والتقویٰ اتقاء المحرمات اگر علم میں برابر ہوں تو پھر مستحق امامت کا وہ ہے جو قرأت اور قرأت کی تجوید میں زیادہ اچھا ہو اور زیادہ بچنا والا

یعنی جو شبہوں سے بہت بچے اور تقویٰ حرام چیزوں سے بچنا ہے تلاوت اور تجوید سے غرض یہ ہے کہ حروف اور مخارج اور مد اور شدہ وغیرہ کو خوب جانتا ہو اور [illegible]

مرتبہ میں اسلئے کہا کہ قرأت کی احتیاج صرف ایک رکن میں ہوتی ہے اور علم کی احتیاج سب رکنوں میں ہے پھر شارح نے ورع اور تقویٰ میں فرق بتایا کہ ورع شبہوں سے بچنے

کو کہتے ہیں اور تقویٰ حرام چیزوں سے بچنے کو اور شبہہ اسکو کہتے ہیں جسکی حلت اور حرمت میں شک ہو ثم الاسن ای الاقدم اسلاما فیقدم شاب علی شیخ اعلم پھر مستحق امامت زیادہ

عمر والا ہے یعنی جو اسلام میں پیشتر ہو نہیں مقدم کیا جاوے جوان اس بوڑھے پر کہ چند روز سے مسلمان ہوا ہو وقالوا یقدم الاقدم ورعا وفی النہر عن الزاد وعلیہ یقاس سائر الخصال

فیقال یقدم اقدمہم علما ونحوہ وحینئذ فقلما یحتاج للقرعۃ اور فقہا نے کہا ہے کہ مقدم کیا جاوے وہ شخص جو پیشتر ورع میں ہو یعنی جسکی دو بہت دنوں کا ہو وہ اس پر مقدم ہے جسکا ورع کم

مدت کا ہو اور نہر الفائق میں زاد الفقیر سے منقول ہے کہ ورع کے اوپر سب خصلتوں کا قیاس ہوگا یعنی یوں کہا جاویگا کہ مقدم کیا جاوے وہ جسکا علم سب سے پیشتر ہو اور مثل اسکے یعنی

مثلا جسکو فن قرأت مدت سے آتا ہو وہ اس سے مقدم ہے جسکو چند روز سے آتا ہو اور اسوقت میں یعنی جبکہ ہر خصلت کے پیشتر ہونیکا لحاظ کیا جاوے تو قرعہ ڈالنے کی احتیاج کم ہوگی

اس نے آگے بیان کیا ہے کہ اگر چند مستحق امامت سب خصلتوں میں برابر ہوں تو انمیں قرعہ ڈالا جاوے شارح کہتا ہے کہ جب خصال میں لحاظ پیشتر ہونیکا کیا جاوے تو بضرورت قرعہ ڈالنے

کی کم ہوگی کیونکہ ایسا بہت کم ہوگا کہ چند آدمیوں میں ورع اور علم اور قرأت ایک ہی مدت سے ہووے ہوں ثم الاحسن خلقا بالضم الفۃ بالناس پھر مستحق امامت وہ ہے جو خوش خلق زیادہ

ہو شارح نے کہا کہ خلق بضم خاء معجمہ لوگوں سے ملنساری کو کہتے ہیں ثم الاحسن وجہا ای اکثرہم تہجدا پھر زیادہ خوبصورت یعنی لوگوں میں زیادہ تہجد گذار ہو یہ تفسیر شارح نے

فروم کے ساتھ کی اسلئے کہ کثرت تہجد کو خوبصورتی لازم ہے کیونکہ حدیث میں وارد ہے کہ جو شب کو زیادہ نماز پڑھیگا دن کو اسکا چہرہ حسین ہوگا صاحب بدائع نے کہا کہ اس تکلف کی

کچھ حاجت نہیں خوبصورتی ظاہری مراد لینی چاہیے کہ خوبصورت کی امامت سبب ہے جماعت کی کثرت کا کذا فی الشامی زاد فی الزاد ثم اصبحہم ای اسمحہم وجہا وزاد الفقیہ بیان تھا

زیادہ کیا ہے کہ پھر سب میں کا زیادہ صبیح یعنے چہرہ میں زیادہ بشاش مستحق ہے ثم اصبحہم مشتق ہے سماحت سے سماحت کے معنی یہ ہیں کہ جس سے ملے کشادہ پیشانی اور خندہ روئی سے

تو یہ بات حسن ظاہری سے علاوہ ہے مگر خوش خلقی میں اور اسمیں ظاہرا کچھ فرق نہیں معلوم ہوتا ثم اکثرہم حسبا پھر مستحق وہ ہے جو سب میں زیادہ حسب کی رو سے ہو بعض

نسخوں میں نسبا نون کے ساتھ ہے مگر چونکہ اسکا ذکر پیشتر ہو چکا اسلئے باء موحدہ کا نسخہ صحیح معلوم ہوتا ہے قاموس میں ہے کہ حسب وہ بزرگی ہے جسکو آدمی اپنے آبا یا مال یا دین

یا کرم وغیرہ کے سبب سے شمار کرے ثم الاشرف نسبا پھر وہ مستحق ہے جو خاندان میں زیادہ شریف ہو مثلا سید مقدم ہے اور لوگوں پر زاد فی البرہان ثم الاحسن صوتا برہان

میں یہ زیادہ کیا ہے کہ پھر جسکی آواز زیادہ اچھی ہو یعنی اگر صفات گذشتہ میں برابری ہو تو خوش آواز مقدم کیا جاویگا وفی الاشباہ قبیلہ ثم الاحسن زوجۃ اور اشباہ میں

تھوڑا سا پہلے مثل کے بیان کیا ہے کہ پھر مستحق وہ ہے جسکی بی بی زیادہ اچھی ہو اسلئے کہ بی بی کے اچھے ہونے سے [illegible] زیادہ ہوگا اور یہ اسی

صورت میں ہے کہ لوگوں یا ہمسایوں میں اس امر کی شہرت ہو ورنہ یہ مطلب نہیں کہ بقیہ صفات میں برابری کے وقت ہر شخص اپنی بی بی کے اوصاف بیان کرے کذا فی

الشامی ثم الاکثر مالا ثم الاکثر جاہا پھر وہ مستحق ہے جو زیادہ مال میں یعنی مال حلال جسکے پاس زیادہ ہو اور اگر مال حرام ہوگا تو وہ شخص فاسق ہوگا کذا فی الطحطاوی پھر

وہ ہے جو زیادہ جاہ میں یعنے لوگوں کے دلوں میں اسکی جگہ زیادہ ہو ثم الانظف ثوبا پھر وہ جسکے کپڑے زیادہ ستھرے اور اسلئے کہ یہ دلیل ہے کثرت جماعت کی

ثم الاکبر راسا والاصغر عضوا پھر جسکا سر بڑا ہو اور دوسرے عضو چھوٹے ہیں کیونکہ سر کا بڑا ہونا اور دوسرے عضو کا مناسب ہونا دلیل ہے زیادتی عقل کی کذا فی سرگ

موقع سے ہو بمعہ قطع نہو کذا فی الطحطاوی ثم المقیم علے المسافر پھر مقدم کیا جاوے مقیم مسافر پر طحطاوی نے کہا کہ شاید یہ اُس صورت مین ہی کہ مقتدی سب مقیم ہون یا مقیم
اور مسافر ملے جلے ہون اور جس صورت مین کہ سب مسافر ہون صرف ایک مقیم ہو تو وجہ اولی ہونے مقیم کی ظاہر نہین اور شامی نے بحرالرائق سے نقل کیا کہ مقیم اور مسافر دونون
برابر ہین کسی کو اولویت نہین ثم الحر الاصلی علے المعتق پھر مقدم کیا جاوے آزاد اصلی اُس شخص پر جو غلام ہو کر آزاد ہوا ہو یعنی اگر اور صفات مین دو شخص مساوی ہین مگر ایک اصل سے
آزاد ہی اور دوسرا غلام تھا اب آزاد ہو گیا ہی تو جو اصلی مقدم ہوگا اسلیے کہ غلام کو بسبب خدمت آقا کے اتنی مہلت نہین ملتی کہ تحصیل علم کرے ثم المتیمم عن حدث علی المتیمم عن جنابۃ پھر
مقدم کیا جاوے وہ جسنے حدث سے تیمم کیا ہی اُس شخص پر جسنے جنابت سے تیمم کیا ہی اسلیے کہ بیوضو ہونا خفیف ہی بہ نسبت جنابت کے فائدہ ایک کام کی بات ہی لا یقدم احد فی
التزاحم الا بمرجح جب چند شخص کسی امر شرعی یا عادی مین ایک دوسرے سے مزاحم ہون تو کسی کو بدون مرجح مقدم نکیا جاوے ومنہ السبق الی الدرس والافتاء والدعوی اور
اسباب ترجیح مین سے ہی پیشتر آنا پڑھنے کے لیے یا فتوی لینے کو قاضی کے سامنے دعوی بیان کرنے کو یعنے دو طالب علم ایک اُستاد سے پڑھتے ہین تو اول اُسکو پڑھاوے جو پیشتر
آیا ہو اسیطرح مفتی کے یہان فتوی پوچھنے والون مین تقدیم اُسکی ہو جو پہلے آوے شامی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ افتا کی جگہ استفتا ہوتا چنانچہ مترجم نے ترجمہ مین معنی استفتا ہی کے لکھے
ہین فان استووا فی المجیٔ اقرع بینہم انتہی کلام الاشباہ پھر اگر آنے مین برابر ہون یعنی سب ایک ساتھ آئے ہون تو انمین قرعہ ڈالا جاوے جسکا نام پیشتر نکلے اُسکو مقدم کیا جاوے
تمام ہوا کلام اشباہ کا و فی الفصل الثانی والثلثین من حظر التاتارخانیۃ و فی طلبۃ العلم یقدم السابق فان اختلفوا و ثمہ بینۃ فبہا والا اقرع بینہم معاً کما فی الحرقی والغرقی لو لم یعرف
الاول و جعل کانہم ماتوا معاً انتہی اور بتیسوین فصل کتاب الحظر تاتارخانیہ مین مذکور ہی کہ طالب علمون کے سبق مین مقدم کیا جاوے پیشتر آنیوالا یعنی اگر وہ سب ایک دوسرے کے
بعد آئے ہون اور وہان کچھ دلیل پیشتر آنے کی ہو تو اُسی پر عمل ہوگا ورنہ قرعہ ڈال لیا جائیگا جیسے سب کے ایک ساتھ آنے مین قرعہ ڈالا جاتا ہی چنانچہ ایک ساتھ جلنے والون
اور ڈوبنے والون مین جب اول نہین معلوم ہوتا اور یہ ٹھہرا لیا جاتا ہی کہ گویا وہ سب ساتھ ہی مرے ہین تمام ہوا قول تاتارخانیہ کا مترجم تشبیہ جلنے والون اور ڈوبنے والون کی
صرف اسمین ہی کہ درصورت نہ معلوم ہونے ترتیب کے ایسا کیا جاتا ہی کہ سب ایک ساتھ ہین اور قرعہ ڈالنے مین تشبیہ نہین اسلیے کہ جلنے اور ڈوبنے والون مین قرعہ نہین ہوتا
کذا فی الشامی و فی المحاسن القرار لابن وہبان و قیل ان لم یکن للشیخ معلوم جاز ان یقدم من شاء و اکثر مشائخنا علی تقدیم الاسبق و اول من سنہ ابن کثیر اور ابن وہبان کی
محاسن القرار مین ہی کہ بعض علما کا قول یہ ہی کہ اگر استاد کو طالب علمون کے آنے کا حال معلوم نہو تو جائز ہی کہ جسکو چاہے مقدم کرے اور ہمارے اکثر مشائخ پیشتر آنیوالے کی
تقدیم پر ہین اور اول جسنے یہ طریقہ مقرر کیا ابن کثیر ہیں سمہودی نے جواہر العقدین مین یہ روایت کی ہی کہ ایک انصاری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین کچھ پوچھنے
آیا اور ایک آدمی ثقیف کی قوم کا اُسکے بعد آیا آپنے فرمایا کہ انصاری تجھسے پہلے سوال کر رہا ہی اتنا بیٹھ جا کہ اُسکی حاجت روا ہو اس سے معلوم ہوا کہ یہ طریقہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا اور ابن کثیر نے اسمین متابعت آپ کی اختیار کی کذا فی الشامی فان استووا یقرع بین المستوین او الخیار الی القوم فان اختلفوا اعتبر اکثرہم یعنی
اگر مستحقین امامت برابر ہون یعنی کسی مین وجہ زیادتی اور ترجیح کی موجود نہو تو برابر صفات والون مین قرعہ ڈالا جاوے یا مقتدیون کو اختیار ہی کہ جسکو چاہین امام بناوین
پھر اگر اختیار مین مقتدی مختلف ہون کچھ کسیکو چاہین کچھ دوسرے کو تو اعتبار اُنکے اکثر کا ہی یعنی جس امام کو بہت مقتدی پسند کرین وہی امامت کرے ولو قدموا غیر الاولی اساؤا
بلا اثم اور اگر مقتدی اولی کے سوا دوسرے کو پیش امام کر دینگے تو برا کرینگے بدون گناہ کے یعنی ترک سنت کی وجہ سے برا کرینگے اور گنہگار نہ ہونگے واعلم ان صاحب البیت
ومثلہ امام المسجد الراتب اولی بالامامۃ من غیرہ مطلقاً الا ان یکون معہ سلطان او قاض فیقدم علیہ لعموم ولایتہما صرح الحدادی بتقدیم الوالی علی الراتب اور
جان کہ گھر کا مالک امامت کیواسطے بہتر ہی دوسرے لوگون سے ہر حال مین یعنی گو دوسرا اُس سے عالم اور زیادہ قاری ہو تب بھی مالک مکان افضل ہی اور مالک کے مانند ہی
امام معین مسجد کا یعنی وہ بھی اپنے غیر سے بہتر ہی اگرچہ غیر اُس سے صفات گذشتہ مین فائق ہو مگر اُس صورت مین کہ ہووے مالک یا امام معین کے ساتھ بادشاہ یا قاضی کہ بادشاہ
یا قاضی مالک وغیرہ پر مقدم ہوگا بسبب عام ہونے ولایت و تصرف بادشاہ اور قاضی کی تصریح کی ہی حدادی نے والی کے مقدم کرنے کی امام معین پر والمستعیر والمستاجر احق
من المالک یعنے عاریت اور مکان کا عاریت لینے والا اور کرایہ دار زیادہ حقدار ہین بہ نسبت مالک کے اُسوجہ سے کہ پیشتر گذری ہم شامی نے کہا کہ شارح کو بلام کہنا مناسب نہ تھا کیونکہ اور پر

[illegible] حدیث کو ذکر [illegible] امام [illegible] نفرت [illegible]

دلوں میں قوما وہم لہ کارہون [illegible] الفساد فیہ [illegible] امامتہ مکروہ لہ تحریما [illegible] حدیث [illegible]

ہوا حق [illegible] اگر کوئی شخص ایک قوم کا امام ہو [illegible] لوگ اس سے ناخوش ہوجاتے ہیں تو [illegible] نفرت [illegible]

زیادہ حق امامت [illegible] شخص کو امام ہونا مکروہ تحریمی ہے بسبب حدیث [illegible] اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز نہیں قبول کرتا جو ایک قوم کی امامت کرے [illegible]

نفرت رکھتے ہوں اور اگر امام مذکور زیادہ حقدار امام ہونے کا ہو تو [illegible] نفرت کرنا مکروہ ہے [illegible] مکروہ تنزیہا امامۃ عبد [illegible]

[illegible] وتقدیم [illegible] فالکراہۃ تنزیہیۃ [illegible] مکروہ تنزیہی ہے امام ہونا غلام کا اگرچہ آزاد ہوگیا ہو کذا فی [illegible]

شاید کہ اسکی وجہ وہی ہے جو ہم [illegible] بیان کرچکے ہیں یعنی [illegible] کا مقدم ہونا آزاد شدہ پر اولی ہے کیونکہ کراہت [illegible] تنزیہی ہے اور وہ ترک اولی ہے [illegible]

پس [illegible] ایک نسخہ میں [illegible] واعرابی ومثلہ ترکمان [illegible] دیہاتی اور مکروہ ہے امامت

بدوی کی اور مثل بدوی کے قوم ترکمان اور کرد اور جاہل آدمی ہیں یعنی امامت مکروہ ہے اور علت کراہت غلبہ جہالت ہے اور لوگوں کا تنفر انکی امامت سے وفاسق

واعمی ونحوہ الاعشی نہر اور مکروہ ہے امامت فاسق اور اندھے کی اور مثل اندھے کے ہے وہ شخص جسکو رات اور دن میں کم سوجھتا ہو کذا فی النہر اندھے کی امامت کی

کراہت [illegible] نجاست کے ہے صاحب نہر الفائق نے بحث کی راہ سے کہا کہ اس امر میں کم سوجھا آدمی بھی ایسا ہی ہے الا ان یکون ای غیر الفاسق اعلم القوم

فہو اولی [illegible] سابق کے شخصوں سے سوا فاسق کے زیادہ عالم قوم کا ہو تو اس صورت میں اسکا امام ہونا اولی ہے [illegible] فاسق کا استثنا [illegible]

ہونے کے بھی اسکی امامت خالی کراہت سے نہیں کیونکہ امامت میں اسکی تعظیم ہے حالانکہ شرعا [illegible] مفتی ابو السعود [illegible] تعلیل [illegible]

کہ امامت فاسق کی مکروہ تحریمی ہے [illegible] امامت میں ہر چند عالم ہونے سے علت کراہت یعنی [illegible] نجاست سے موجود رہتی ہے [illegible]

باقی رہی یعنی ابن ام مکتوم [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو مدینہ منورہ میں اپنا نائب کیا تھا نماز پڑھانے کو کیونکہ [illegible] زیادہ

لائق موجود نہ تھا کذا فی الطحطاوی والشامی ومبتدع ای صاحب بدعۃ وہی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندۃ بل بنوع شبہۃ اور مکروہ ہے امامت مبتدع یعنی

بدعت والے کی اور بدعت اعتقاد کرنا ہے خلاف اس بات کے جو مشہور ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ بروجہ عناد [illegible] اعتقاد [illegible] کسی قسم

کے شبہہ سے [illegible] شمنی نے تعریف بدعت کی یہ کی ہے کہ جو چیز کسی قسم کے شبہہ [illegible] سے پیدا ہو مخالف اس حق کے جسکی تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے [illegible] بات

علم ہو یا عمل یا حال اور اس چیز کو دین [illegible] صراط مستقیم ٹھہرالیا ہو اس تعریف میں بدعت صرف اعتقاد کا نام نہیں جیسا شارح کی تعریف سے مفہوم ہوتا ہے [illegible]

من قبلتنا لا یکفر بہا حتی الخوارج الذین یستحلون دماءنا واموالنا وسب اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم وینکرون صفاتہ تعالیٰ وجواز رؤیتہ لکونہ عن تاویل وشبہۃ [illegible]

ہمارے قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں وہ بدعت سے کافر نہیں ہوتے یہانتک کہ فرقہ خارجیوں کا بھی کافر نہیں جو ہماری جان اور مال حلال جانتے ہیں اور گالی دینا اصحاب

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو روا سمجھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی صفات کے اور اسکی دیدار کے جواز کے منکر ہیں یہ لوگ کافر نہیں بسبب ہونے [illegible] اعتقاد کے تاویل و شبہہ سے [illegible]

[illegible] معنی بنالینے سے یعنی انکا اعتقاد اس جہت سے ہے کہ [illegible] معنی نص کو اپنے مطلب کے موافق بنالیا جو معنی سلف صالحین سے مروی ہیں [illegible] طحطاوی نے کہا کہ انکار

صفات الٰہی مذہب معتزلہ کا ہے نہ خارجیوں کا [illegible] اگر خارجی سے وہ مراد ہو جو طریقہ اہلسنت سے خارج ہو تو شارح کا قول [illegible] صفات [illegible] درست ہے بدلیل قبول

شہادتہم الا الخطابیۃ خارجی کافر نہیں بدلیل مقبول ہونے انکی گواہی کے یعنی اگر کافر ہوتے تو کافر کی گواہی مسلمان پر مقبول نہیں انکی بھی نہ ہوتی حالانکہ انکی گواہی

مقبول ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ مسلمان ہیں لیکن بدعتی ہیں بجز فرقہ خطابیہ کے کہ انکی گواہی مقبول نہیں طحطاوی نے کہا کہ وجہ انکی گواہی مقبول نہ ہونے کی

یہ نہیں کہ وہ کافر ہیں بلکہ یہ وجہ ہے کہ وہ اپنے ساتھ والوں کے لیے جھوٹی گواہی دینے کو درست سمجھتے ہیں [illegible]

یعنی بدعتیون کو کافر کہتے ہین حم شامی نے کہا کہ معتمد اسکے خلاف ہے چنانچہ بحر الرائق مین خلاصہ سے بعض فروع ایسے ذکر کیے ہین جنسے بدعتیون کا کفر پایا جاتا ہے مگر اسکے بعد کہا
کہ مذہب معتمد یہ ہے کہ اہل قبلہ مین سے کسیکو کافر نہ کہا جاوے وان انکر بعض ما علم من الدین ضرورۃ کفر بہا کقولہ ان اللہ تعالی جسم کالاجسام وانکار صحبۃ الصدیق فلا یصح
الاقتداء بہ اصلا فلیحفظ اور اگر بدعتی منکر ہو کسی ایک بات کا جو دین مین ضروری جانی گئی ہے تو وہ اس بدعت سے کافر ہو جاویگا مثلاً اسکا یہ کہنا کہ اللہ تعالی جسم ہے مانند اجسمون
کے اور انکار کرنا صحبت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یعنی جسکی خبر قرآن مجید مین ہے اذ یقول لصاحبہ لاتحزن کذا فی الحلبی تو ایسے بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنی ہرگز درست نہین اسکو
یاد رکھنا چاہیے و و لد الزنا اور مکروہ ہے امامت ولد الزنا کی کیونکہ لوگون کو اُس سے نفرت ہوتی ہے ہذا ان وجد غیرہم والا فلا کراہۃ بحر بحثا یہ مکروہ اُن لوگون کی امامت سے وقت ہے
کہ اُنکے سوا دوسرے امام اُنسے بہتر موجود ہوا اور اگر اُنسے بہتر کوئی اور وہان نہین تو کراہت بھی نہین ایسا ذکر ہے بحر الرائق مین بحث کی راہ سے وفی النہر عن المحیط صلی خلف فاسق
او مبتدع نال فضل الجماعۃ اور نہر الفائق مین محیط سے منقول ہے کہ اگر نماز پڑھے پیچھے فاسق یا بدعتی کے تو جماعت کا ثواب پاویگا حم اس سے معلوم ہوا کہ تنہا پڑھنے سے اسکے
پیچھے پڑھنا بہتر ہے کذا فی الشامی وکذا تکرہ خلف امرد وسفیہ اور اسیطرح مکروہ تنزیہی ہے نماز پیچھے بے ریش کے اور پیچھے کم عقل کے حم شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ امرد سے مراد خوبصورت
ہے کہ محل فتنہ ہوتا ہے اور جب سب مین زیادہ عالم وہی ہے اور خوف شہوت یا لوگون کی نفرت کا نہ ہو تو نماز بلا کراہت صحیح ہے اور سفیہ اُسکو کہتے ہین جو تصرف بمقتضائے شرع یا عقل
کے موافق خوب نکر سکتا ہو ومفلوج وابرص شاع برصہ اور مکروہ ہے نماز پیچھے فالج زدہ اور برص والے کے جسکا برص پھیل گیا ہو حم برص ایک مرض ہے کہ بدن پر اُسکے مخالف رنگ
کے داغ سفید یا سیاہ ہو جاتے ہین اور وجہ کراہت وہی تنفر ہے وشارب الخمر واکل الربو ونمام ومراء ومتصنع اور مکروہ ہے نماز پیچھے شرابخوار اور سود کھانے والے اور چغل خور
اور ریاکار اور تکلف والے کے حم شامی نے حلبی سے نقل کیا کہ یہ پانچون فاسق مین آگئے انکو علیحدہ لکھنا تکرار بیفائدہ ہے اور فرق ریاکار اور تکلف مین یہ ہے کہ ریاکار وہ ہے جسکا
مقصود لوگون کی نمائش ہو خواہ اطاعت کو اچھی طرح ادا کرے یا نہین اور متکلف وہ ہے کہ بناوٹ اور تکلف سے طاعت کو اچھی طرح ادا کرے تو متکلف خاص ہے بہ نسبت ریاکار
کے ومن ام باجرۃ قہستانی اور مکروہ ہے نماز اسکے پیچھے جو امامت کرے مزدوری لیکر کذا فی القہستانی حم یہ مسئلہ متقدمین کے مذہب پر مبنی ہے کہ طاعتون پر اجرت لینا باطل ہے اور
مفتی بہ متاخرین کے نزدیک یہ ہے کہ تعلیم قرآن اور اذان اور امامت پر اجرت لینا درست ہے ضرورت کی وجہ سے کیونکہ مفت یہ امور کوئی نہین کرتا تو اگر اُنپر اجرت لینے کو ناجائز کہا
جاوے تو یہ باتین بالکل موقوف ہو جائین زاد ابن ملک ومخالف کشافعی لکن فی وتر البحر ان تیقن المراعاۃ لم یکرہ او عدمہا لم یصح وان شک کرہ ابن ملک نے اتنا زیادہ کہا ہے کہ مکروہ
ہے نماز پیچھے مخالف مذہب مثلاً شافعی کے لیکن بحر الرائق کے وتر کی بحث مین یہ تفصیل ہے کہ اگر مقتدی یقین کرے مراعات امام کا یعنی یہ جانے کہ فروض مین جو شرطین اور
رکن مقتدی کے اعتقاد مین ہین امام اُنکی رعایت کریگا تو اقتدا مکروہ نہوگا یا عدم مراعات کا یقین کرے تو اقتدا صحیح نہوگا اور اگر شک کریگا مراعات اور عدم مراعات مین تو
اس صورت مین اقتدا مکروہ ہوگا حم ملا علی قاری نے اپنے رسالہ اہتدا فی الاقتدا مین کہا کہ ہمارے اکثر علما کا مذہب یہ ہے کہ اقتدا حنفی کا مثلاً شافعی کے پیچھے جائز ہے بشرطیکہ شافعی
خلاف کی جگہون مین احتیاط کرے یعنے فصد اور نکسیر کے بعد مثلاً وضو کرلے اور اگر احتیاط نکرے تو اقتدا درست نہوگا حاصل یہ کہ رعایت کرنیوالے کے پیچھے بلا کراہت درست ہے
ورنہ مکروہ ہے شامی نے کہا کہ تفصیل بحر الرائق کی معتمد ہے کہ محققین کا میلان اُسی طرف ہے اور قواعد مذہب بھی اسی کے شاہد ہین ویکرہ تحریما تطویل الصلوۃ علی القوم زائدا علی
قدر السنۃ فی قراءۃ واذکار رضی القوم اولا لاطلاق الامر بالتخفیف نہر اور مکروہ تحریمی ہے طول دینا نماز کا قوم پر قرات اور ذکرون مین مقدار سنت سے زیادتی کرکے قوم راضی ہو یا نہین یہ
بڑھانا مکروہ ہے بسبب مطلق ہونے امر کے واسطے خفیف پڑھنے نماز کے کذا فی النہر حم صحیحین مین ہے کہ جب کوئی تم مین سے لوگون کو نماز پڑھاوے تو چاہیے کہ تخفیف کرے کیونکہ
لوگون مین کمزور اور بیمار اور بوڑھے بھی ہین الحدیث صاحب بحر الرائق نے اس سے یہ نکالا کہ تخفیف کے ساتھ پڑھنا واجب ہے اسلیے شارح نے ترک تخفیف یعنی تطویل کو مکروہ تحریمی
کہا وفی الشرنبلالیۃ ظاہر حدیث معاذ انہ لایزید علی صلوۃ اضعفہم مطلقا ولذا قال الکمال الا لضرورۃ اور شرنبلالیہ مین ہے کہ ظاہر حدیث معاذ رضی اللہ عنہ کا یہ ہے کہ امام نہ زیادہ کرے
قرات کو ضعیف ترین مقتدی کی نماز سے مطلقاً یعنی اگرچہ قرات مسنون سے کم ہو اور اسی وجہ سے کمال الدین نے فتح القدیر مین کہا ہے کہ قدر مسنون سے کم نکرے مگر ضرورت کی
جہت سے حم مراد حدیث معاذ سے حدیث مسلم کی ہے کہ حضرت معاذ رض نے سورہ بقرہ عشا کی نماز مین شروع کی تو ایک مقتدی نے سلام پھیر کر تنہا نماز پڑھی اور آنحضرت صلی اللہ

[illegible]

[illegible] کذا في التبيين [illegible] مکروہ ہے [illegible] جماعة النساء وحدهن [illegible]

[illegible] اگرچہ نماز تراویح کی جماعت ہو سوائے نماز جنازہ کے [illegible]

[illegible] تو ایک عورت کے فارغ ہونے سے باقی عورتوں کی نماز فوت ہو جائیگی [illegible]

[illegible] سب کو فضیلت فرض کی فوت ہوگی اور یہ مسئلہ اس صورت میں ہے کہ جنازہ پر صرف عورتیں ہوں [illegible]

[illegible] اور اگر نماز جنازہ میں مردوں کی امام ہوئی تو نماز دوبارہ نہ پڑھی جاوے بسبب ساقط ہونے فرض کے

[illegible] عورت کی نماز [illegible] یعنی مردوں کی نماز [illegible] تو تنہا امام کی نماز ہوئی اسی سے فرض ساقط ہوگیا [illegible] مگر اس صورت میں اعادہ [illegible] چاہیے

عورت [illegible] امام خلیفہ کردے اور امام کے پیچھے مرد اور عورتیں ہوں کیونکہ خلیفہ کرنے سے نماز سب کی فاسد ہوجاتی ہے [illegible] سب کی نماز فاسد ہونے کی یہ بیان کی کہ

جب امام نے ایسے شخص کو خلیفہ کیا جو لائق امامت نہیں تو خود اسکا مقتدی ٹھہرا اسلیے اسکی نماز فاسد ہوئی اور امام کی نماز کے فساد سے سب مقتدیوں کی نماز فاسد ہوگئی [illegible] قاضی خان

[illegible] اگر عورتیں باوجود کراہت کے جماعت کریں تو امام عورت انکے بیچ میں کھڑی ہو [illegible] اگر آگے بڑھکر کھڑی ہوگی تو گناہ گار ہوگی

[illegible] امام میں مذکر و مونث برابر ہیں اور بیچ میں کھڑے ہونے سے یہ مراد ہے کہ [illegible] برابر [illegible]

صف کی ایڑیوں سے [illegible] اور خنثی کے آگے بڑھنے کی یہ وجہ ہے کہ اگر اسکو مرد فرض کریں تو عورتوں کی برابری سے اسکی نماز فاسد ہوجائیگی اسی وجہ سے [illegible]

كذا في الطحطاوي [illegible] جیسے ننگے آدمی کہ امام انکے بیچ میں کھڑا ہو [illegible] جماعت مکروہ تحریمی ہے كذا في الفتح [illegible] بیچ میں کھڑے ہونگے

[illegible] تشبیہ ننگوں اور عورتوں کی جماعت میں صرف بیچ میں کھڑے ہونے سے ہے ہر وجہ سے نہیں کیونکہ ننگوں کو بیٹھ کر نماز پڑھنا افضل ہے بخلاف عورتوں کے

كذا في البحر اور وجہ کراہت جماعت کی [illegible] الجماعة [illegible]

[illegible] مکروہ ہے حاضر ہونا عورتوں کا جماعت میں اگرچہ حاضر ہونا جمعہ میں یا عید میں [illegible] اگرچہ بوڑھی عورت ہو یا جوان

[illegible] مکروہ ہے [illegible] بسبب خرابی زمانہ کے [illegible]

کیونکہ [illegible] عورتیں جماعت میں حاضر ہوتی تھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے منع فرمایا [illegible] حضرت عائشہ

[illegible] آپ نے جواب دیا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ حال معلوم ہوتا جو عمر کو معلوم ہوا تو انکو اجازت مسجد میں جانے کی نہ دیتے [illegible]

عورتوں کا نکلنا جماعتوں میں مکروہ ہے كذا في الطحطاوي ويكره امامة الرجل لهن في بيت ليس معهن رجل غيره ولا محرم منه [illegible]

[illegible] في المسجد لا يكره [illegible] امام ہونا مرد کا عورتوں کو [illegible]

اور نہ کوئی محرم امام کی عورتوں میں ہو مثلاً امام کی بہن یا زوجہ یا لونڈی تو اگر عورتوں کے ساتھ انہیں سے جنکا ذکر ہوا کوئی ہو یا مرد انکی امامت مسجد میں کرے تو مکروہ نہ ہوگا کذا فی البحر یعنی مرد اگر عورتوں کا امام ہو تو خلوت سے کہ مکان میں نہو یہانتک کہ مسجد میں ہو تو دروازہ مسجد کا کھلا ہونا چاہیے اور جماعت گوشہ مسجد میں نہو اور اگر خلوت میں جماعت ہو تو دوسرے مرد یا محرم عورت کا ہونا ضرور ہے کذا فی القہستانی ولیقف الواحد ولو صبیا اما الواحدۃ فتتاخر محاذیا ای مساویا لیمین امامہ علی المذہب اور کھڑا ہو ایک مقتدی اگرچہ لڑکا ہو محاذی یعنی برابر امام کے اسکے داہنی طرف مذہب قوی پر یعنی بخلاف اُس قول کے کہ امام محمد سے منقول ہے کہ مقتدی اتنا پیچھے ہٹکر کھڑا ہو کہ اسکی انگلیاں امام کی ایڑی کے پاس ہوں شارح نے کہا کہ اگر مقتدی صرف ایک عورت ہو تو وہ پیچھے امام کے کھڑی ہو شامی نے کہا کہ امام کو چاہیے کہ مقتدی کو داہنی طرف کھڑا ہونے کے لیے کہدے ولا عبرۃ بالراس بل بالقدم فلو صغیرا فالاصح مالم یتقدم اکثر قدم المؤتم لا تفسد اور اعتبار نہیں سر کا یعنی سجدہ کی حالت میں اگر مقتدی کا سر بوجہ درازقد ہونے کے امام سے آگے نکلتا ہو تو اسکا اعتبار نہیں بلکہ قدم کا اعتبار ہے کہ مقتدی کا قدم امام سے آگے نہ نکلے پھر اگر قدم امام کا چھوٹا ہو تو صحیح تر قول یہ ہے کہ جبتک اکثر قدم مقتدی کا آگے نہ بڑھیگا تو نماز فاسد نہو گی یعنی پنجوں کا بڑھنا ضرر نہیں کرتا فلو وقف عن یسارہ کرہ اتفاقا وکذا یکرہ خلفہ علی الاصح لمخالفۃ السنۃ پھر ایک مقتدی اُسکے بائیں طرف کھڑا ہو تو مکروہ تنزیہی ہے بالاتفاق اور اسیطرح مکروہ تنزیہی ہے کھڑا ہونا امام کے پیچھے صحیح تر قول میں بسبب مخالفت کرنے طریقہ سنت کے والزائد یقف خلفہ فلو توسط اثنین کرہ تنزیہا وتحریما لو اکثر اور ایک سے زائد مقتدی کھڑے ہوں امام کے پیچھے پس اگر امام دو کے بیچ میں کھڑا ہوگا تو مکروہ تنزیہی ہوگا اور اگر دو سے زائد کے بیچ میں کھڑا ہوگا تو مکروہ تحریمی ہوگا شامی نے کہا کہ اس سے مستفاد ہوا کہ صف سے آگے بڑھ کر کھڑا ہونا امام کو واجب ہے چنانچہ ہدایہ اور فتح القدیر سے ظاہر ہوتا ہے ولو قام واحد بجنب الامام وخلفہ صف کرہ اجماعا اور اگر ایک شخص امام کے برابر کھڑا ہو اور پیچھے امام کے جماعت ہو تو مکروہ ہے بالاتفاق ہم اگر ایک مقتدی امام کے برابر کھڑا ہو پھر دوسرا آیا تو بعضوں نے کہا کہ امام آگے بڑھجاوے ایسا ذکر میں اور بعضوں نے کہا کہ مقتدی اول پیچھے کو ہٹے اور بعضوں نے کہ دوسرا مقتدی نیت باندھکر پہلے کو ہٹالے اور بے نیت اگر ہٹا دیگا تب بھی مضائقہ نہیں اور اگر دوسرا مقتدی امام کے بائیں جانب کھڑا ہو جاوے تو امام دونوں کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ کردے اور یہ امر بہتر ہے اسلیے کہ امام متبوع ہے نہ تابع اور صف کرنا پیچھے امام کے مقتدیوں کا کام ہے نہ امام کا اس لحاظ سے امام کا اسی جگہ رہنا بہتر ہے اور اسکی موید ہے حدیث مسلم کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہ ایک غزوہ میں میں ہمراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گیا آپ نماز کو کھڑے ہوئے میں آپکے بائیں طرف آکر کھڑا ہوا آپنے میرا ہاتھ پکڑ کر داہنی طرف کو کھڑا لیا اسکے بعد ابن عمر آئے اور آپکے بائیں جانب کھڑے ہوئے آپنے اُنکے دونوں ہاتھ پکڑے اور ہم دونوں کو پیچھے ڈھکیلا یہانتک کہ ہم لوگ آپکے پیچھے کھڑے کیا کذا فی الشامی ولیصف اولیصفہم الامام بان یامرہم بذلک قال الشمنی وینبغی ان یامرہم بان یتراصوا ویسدوا الخلل ویسووا مناکبہم اور صف باندھیں پیچھے مقتدیوں کی صف کرادے امام اسطرح کہ انکو حکم کرے صف باندھنے کا شمنی نے کہا کہ امام کو چاہیے کہ مقتدیوں کو امر کرے کہ ایک دوسرے سے ملے رہیں اور دو شخصوں کے بیچ میں کی جگہ کو بند کریں اور اپنے شانوں کو برابر رکھیں ویقف وسطا اور امام درمیان میں کھڑا ہو یعنی ایسی طرح کھڑا ہو کہ داہنے اور بائیں دونوں طرف صف مساوی ہو شامی نے مبسوط سے نقل کیا کہ سنت ہے امام کا کھڑا ہونا محراب میں تاکہ دونوں طرفیں برابر ہو جاویں اور اگر امام ایکطرف صف کے کھڑا ہوگا تو مکروہ ہوگا اور جب امام کے دونوں طرف برابر ہوں تو اب جو مقتدی آوے وہ داہنے طرف ملے اور اگر صف کے بیچ میں جگہ چھوٹی ہو تو اُسمیں کھڑا ہو جاوے اور اگر صف بھر چکی ہو تو دوسرے مقتدی کا انتظار کرے کہ اسکے ساتھ ملکر پیچھے کھڑا ہو اور اگر اس اثنا میں امام رکوع کردے تو کسی مسئلہ جاننے والے کو صف میں سے کھینچ کر اپنے برابر کرلے اور اگر ایسا شخص اُسکو نہ ملے تو امام کے پیچھے اُسکی سیدھ میں اکیلا کھڑا ہو جاوے ضرورت کے لیے وخیر صفوف الرجال اولہا فی غیر جنازۃ ثم وثم اور بہتر صف مردوں کی سب سے پہلے ہے سوا جنازہ کے پھر دوسری تیسری سے بہتر ہے پھر تیسری چوتھی سے اور علی ہذا القیاس ہم بحرالرائق میں وجہ اولویت صف اول کی یہ لکھی ہے کہ اخبار میں وارد ہے کہ اللہ تعالی جب رحمت جماعت پر نازل فرماتا ہے تو اول امام پر نازل کرتا ہے پھر وہ رحمت امام کے بعد اُس شخص پر ہوتی ہے جو صف اول میں امام کی سیدھ پر ہو پھر داہنی طرف والوں پر پھر بائیں طرف والوں پر پھر صف دوم پر اسیطرح اور غیر جنازہ کی قید اسلیے لگائی کہ جنازہ میں سب سے پچھلی صف بہتر ہے اسلیے کہ منظور جنازہ میں زیادہ ہونا صفوں کا ہے تو اگر پہلے بہتر ہو تو آدمیوں کی قلت کی صورت میں کوئی پیچھے کھڑا ہونا پسند نکرے کذا فی الشامی ولو صلی علی رفوف المسجد ان وجد فی صحنہ مکانا کرہ کقیامہ فی صف خلف

صف میں جگہ نہ پاوے [illegible] اور صف کے پیچھے اکیلا کھڑا ہو [illegible]
[illegible] کو کھینچ لے [illegible]
[illegible] سب صفوں میں پہنچیں تو اس صورت میں کراہت نہیں [illegible]
[illegible] تو نماز فاسد ہوگی [illegible] صف کے پیچھے کھڑا ہو [illegible]
[illegible] حدیث شریف میں [illegible] جو شخص صف کو قطع کرے [illegible] کذا فی الشامی تحت [illegible]
صورتوں میں [illegible] اکیلے صف کے پیچھے کھڑے ہونے کی کراہت کو شافعیوں نے بھی صراحت کردیا ہے قال السیوطی فی بسط الکف فی اتمام الصفوف [illegible]
[illegible] الذی [illegible] سیوطی شافعی نے اپنی کتاب بسط الکف فی اتمام الصفوف
میں بیان کیا ہے کہ [illegible] جماعت کے ثواب کو فوت کرتا ہے ثواب سے مراد [illegible] اصل برکت جماعت کو فوت نہیں کرتا کیونکہ تضعیف دوسری چیز ہے برکت
کے سوا اور جماعت کی برکت یہ ہے کہ نمازیوں میں سے کامل شخص [illegible] ناقص [illegible] جماعت کی نماز تنہا پڑھنے سے ستائیس گنی
زیادہ ہے جو فرجہ چھوڑنے سے یہ ثواب نہیں ملتا اور اصل برکت جماعت کی ملتی ہے یعنی کامل شخصوں کے اخلاص کے سبب سے رحمت نازل ہوتی ہے اُسمین حاضرین شریک ہوجاتے
ہیں کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ شافعیوں کے نزدیک تضعیف بھی ملتی ہے مگر کراہت کے ساتھ [illegible] فرجہ فی الاول [illegible] الثانی للتعقیبیہ ہم [illegible] اگر نمازی اول
صف میں فرجہ پاوے نہ دوسری میں تو اسکو جائز ہے [illegible] دوسری صف کا بسبب قصور کرنے دوسری صف والوں کے [illegible] جب کوئی شخص نماز میں داخل ہونا چاہے اور
اگلی صفوں میں جگہ دیکھے تو پہلی صف والوں کے سامنے گویا [illegible] جگہ میں جا کھڑا ہو کیونکہ پہلی صف والوں کا قصور ہے کہ انہوں نے جگہ کو نہ بھرا [illegible] اگلی نماز کے
آگے کو گذرنا کچھ مضائقہ نہیں کسلیے کہ حدیث میں وارد ہے کہ جب کوئی شخص فرجہ دیکھے تو اسکو خود بند کردے اور اگر نہ بند کرے تو دوسرا شخص اسکی گردن پر ہو کر [illegible] آگے
کچھ تعظیم نہیں رہی اخرجہ فی الفردوس عن ابن عباس [illegible] الحدیث من سد فرجۃ غفرلہ اور حدیث میں ہے کہ جو شخص فرجہ بند کرے اسکی مغفرت ہوگی [illegible] خیارکم الینکم مناکب
فی الصلوۃ [illegible] حدیث صحیح میں آیا ہے کہ تم میں بہتر وہ ہیں جو نماز میں زیادہ نرم شانہ ہوں یعنی اگر کوئی صف میں داخل ہونے کے لیے انکے شانہ پر ہاتھ رکھے تو وہ شانہ
کو نرم کردیں اور اسکو جگہ دے دیں [illegible] دخول داخل یجنبہ فی الصف [illegible] اور اس حدیث کے مضمون سے معلوم ہوتی ہے جہالت
اُس شخص کی جو [illegible] جب کوئی صف میں داخل ہو [illegible] اُسکے برابر آنا چاہے اور گمان کرتا ہے کہ دوسرے کو جگہ دینی [illegible] جیسا شرح بیان کیا ہے [illegible]
بحرالرائق میں فتح القدیر سے نقل کیا ہے کہ ریا کا گمان اسلیے ہے کہ نمازی دوسرے کے لیے حرکت کرتا ہے حالانکہ یہ بات نہیں بلکہ دوسرے کو جماعت کی فضیلت ملنے پر مدد دیتا ہے اور
فرجہ کے بند کرنے کے حکم کی تعمیل کرتا ہے لکن نقل المصنف وغیرہ عن القنیۃ وغیرہا ما یخالفہ لیکن مصنف اور دوسرے لوگوں نے قنیہ اور اور کتابوں سے وہ مضمون نقل کیا ہے جو مخالف
نقل بحرالرائق کے ہے یعنی مصنف وغیرہ نے بحوالہ صاحب قنیہ لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے صف کے آدمیوں کو ہٹایا اور وہ اسکے لیے جگہ دینے کو ہٹ گیا تو اسکی نماز فاسد
ہوجائیگی اسلیے کہ اُسنے نماز میں خارج شخص کا کہنا مانا طحطاوی نے کہا کہ شارح کو اس مسئلہ کا مذکور نہ کرنا بہتر تھا اسلیے کہ مخالف حدیث کے ہے یعنی جب حدیث سے ثابت ہے کہ
دوسرے کو جگہ دینے کے لیے ہٹنا افضل ہے تو پھر فساد نماز کے کیا معنی ثم نقل تصحیح عدم الفساد فی مسئلۃ من جذب من الصف فتأخر فقیل ثم فرق فلیحرر پھر مصنف نے نہ فاسد ہونے
نماز کی تصحیح کی نقل کی اس مسئلہ میں کہ ایک شخص صف میں سے کھینچا گیا اور وہ پیچھے ہٹ آیا تو کیا اسمیں اور پہلے مسئلہ میں کچھ فرق ہے اسکی تنقیح چاہیے ہم مسئلہ قنیہ کی دو صورتیں
کہ ایک نمازی سے دوسرے نے کہا کہ آگے بڑھ وہ آگے بڑھ گیا یا دوسرے نے صف میں ملنے کے لیے اول کو ہٹایا اور اُسنے جگہ دیدی تو بقول صاحب قنیہ نماز فاسد ہوگی مخلوق کے
امر کا امتثال پایا گیا اور اگر بدون کہے امر کے نمازی نے جگہ دی تو اس مسئلہ میں اور اسمیں کچھ فرق نہیں طحطاوی نے کہا کہ اگر اس مسئلہ کی تفصیل بار بیان کیا جاوے تو خوب ہے یعنی
دونوں مسئلوں میں اگر ہٹنے والا یہ سمجھے کہ میں اطاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کرتا ہوں تو نماز دونوں جگہ فاسد نہوگی اور اگر خیال امر شرعی کا نہ کرے صرف نمازی کی شرکت

ہونے والیکی خاطر سے ہٹے تو نماز فاسد ہوگی الرجال ظاہرہ یعم العبید صف باندھیں امام کے پیچھے پہر شارح نے کہا کہ ظاہر قول مصنف کا یعنی الرجال عام ہے غلاموں کو کہ مرد آزاد ہوں یا غلام یہ قید اسلیے لگائی تاکہ معلوم ہو کہ حلبیہ میں جو لڑکوں کو بالغ غلاموں پر مقدم بیان کیا ہے سو درست نہیں اسلیے کہ حدیث میں وارد ہے کہ مجہسے قریب بالغ عاقل رہیں اس سے معلوم ہوا کہ بالغ ہونا آزادی پر مقدم ہے ثم الصبیان ظاہرہ تعددہم فلو واحدا دخل فی الصف مردوں کے پیچھے لڑکے صف باندھیں صبی کے صیغے کا ظاہر یہ ہے کہ لڑکے کئی ہوں تو پیچھے صف کریں پس اگر ایک لڑکا ہو تو صف میں داخل کیا جاے ہم حلبی نے کہا کہ یہ حکم ہے پیچھے والیکے لیے ہے کہ اگر اکیلا ہو تو اگلی صف میں ملجاے مثلاً خنثیٰ اکیلا ہو تو لڑکوں کی صف میں ملجاوے ہاں جس صورت میں کہ اسکے ملنے سے برابر والیکی نماز جاتی ہو تو پیچھے رہے جیسے اکیلی عورت مردوں کی صف کے پیچھے ہو تو وہ پیچھے ہی رہے کیونکہ اگر صف میں کہڑی ہوگی تو اسکے برابر والے مرد کی نماز درست نہوگی کذا فی الشامی ثم الخناثی ثم النساء پہر لڑکوں کے پیچھے صف کریں خنثیٰ پہر صف کریں عورتیں قالوا الصفوف الممکنۃ اثنا عشر لکن لا یلزم صحۃ کلہا المعاملۃ الخناثی بالاضر فقہاے کہا کہ صفیں جو ہو سکتی ہیں بارہ ہیں لیکن لازم نہیں درست ہونا اُن سب کا بسبب معاملہ خنثوں کے ساتھ مضر تربات کے ہم بارہ صفیں اسطرح ہو سکتی ہیں کہ مقتدی یا مذکر ہوگا یا مؤنث یا خنثیٰ پہر ہر ایک یا بالغ ہوگا یا نابالغ تو چھ قسم کے مقتدی ہوے پہر اُنمیں سے ہر ایک آزاد ہوگا یا غلام پس بارہ ہوے اُنکی تفصیل ترتیب حلبیہ میں یوں مذکور ہے کہ اول صف آزاد بالغ کریں دوم آزاد لڑکے سوم غلام بالغ چہارم غلام لڑکے پنجم آزاد بالغ خنثیٰ ششم آزاد لڑکے خنثیٰ ہفتم غلام بالغ خنثیٰ ہشتم غلام لڑکے خنثیٰ نہم آزاد عورتیں بالغ دہم آزاد عورتیں نابالغ یازدہم لونڈیاں بالغ دوازدہم لونڈیاں نابالغ شارح کہتا ہے کہ ان سب صفوں کا صحیح ہونا ضرور نہیں کیونکہ خنثیٰ صحت صف کو ضرر کرتے ہیں اسلیے کہ خنثیٰ کا برابر ہونا دوسرے خنثیٰ کے یا اُسکے پیچھے کہڑا ہونا صحیح نہیں کہ شاید اگلا عورت ہو اور پچھلا مرد یا برابر والوں میں سے ایک خنثیٰ مرد ہو اور دوسرا عورت شامی نے امداد الفتاح سے نقل کیا کہ بالغ خنثوں کو ایک صف میں اسطرح کہڑا کریں کہ دو شخصوں کے بیچ میں کوئی چیز آڑ ہو یا فاصلہ ایک شخص کا چہوٹا رہے کیونکہ اُنکا برابر کہڑا ہونا ایک دوسرے کی نماز کو مضر ہے اور ایک ہی صف میں آزاد اور غلاموں کو جمع کردیں اور ایک دوسرے کے پیچھے ہونے میں بہی ضرر ہے واذا حاذتہ ولو بعضو واحد وخصہ الزیلعی بالساق والکعب امرأۃ ولو امۃ مشتہاۃ حالا کبنت تسع مطلقا او ثمان وسبع لو ضخمۃ او ماضیا کعجوز اور جبکہ محاذی ہو کوئی عورت مرد کے اگرچہ مقابلہ ایک ہی عضو سے ہو اور زیلعی نے خاص کیا ہے محاذات کو ساتھ پنڈلی اور ٹخنے کے گو عورت لونڈی ہو طحطاوی نے کہا کہ یہ شارح نے اسلیے کہا تاکہ معلوم ہو کہ لونڈی کا حکم اس باب میں مختلف نہیں اور شاید ولو امۃ بتشدید میم ہو یعنی اگرچہ عورت مذکورہ مرد محاذی کی ماں یا کوئی اور محرم ہو تو اُس محاذات سے مرد کی نماز فاسد ہوگی بہ تین شرطوں کے پائے جانے سے اول شرط عورت کا مشتہاۃ یعنی قابل جماع ہونا ہے خواہ اُسوقت ہو جیسے نو برس کی لڑکی مطلق یعنی دبلی ہو یا پتلی اور آٹھ اور سات برس کی لڑکی بشرطیکہ موٹی تازی ہو خواہ بزمانہ ماضی مشتہاۃ ہو مثلاً بوڑہیا ہو ظاہر کلام شارح اسپر دلالت کرتا ہے کہ محاذات یعنی برابری اور سیدہ عورت کے کسی عضو کی مرد کے کسی عضو کے ساتھ مفسد نماز ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ قاضیخان نے تصریح کی ہے کہ عورت کے عضو سے مراد اُسکا قدم ہے یعنی عورت کا قدم اگر مرد کے کسی عضو کی سیدہ یا برابری میں ہوگا تو نماز مرد کی فاسد ہوجائیگی خواہ عورت اور مرد برابر کہڑے ہوں خواہ عورت آگے ہو اور مرد اُسکے پیچھے اور یہ جو شارح نے مشتہاۃ ہونیکے لیے برسوں کی تعداد مذکور کی ہے تو طحطاوی نے کہا کہ قول معتمد نہیں کیونکہ اس زمانہ کی عورتیں ہرگز نو برس تک کی عمر میں قابل صحبت نہیں ہوتیں چنانچہ زیلعی وغیرہ نے تصحیح اس امر کی کی ہے کہ مشتہاۃ میں اعتبار عمر کا نہیں جس عمر میں لیاقت وطی کی ہوجاوے اُسیکا اعتبار ہے کذا فی الشامی والطحطاوی ملتقطا ولا حائل بینہما اقلہ قدر ذراع فی غلظ اصبع او فرجۃ تسع رجلا دوسری شرط محاذات کی یہ ہے کہ عورت اور مرد میں کوئی آڑ نہو کمتر آڑ بلندی میں ایک ہاتھ اور موٹائی میں ایک انگشت ہے یا یہ کہ دونوں میں فاصلہ اتنا نہ چہوٹا ہو کہ ایک آدمی کی گنجائش رکہتا ہو کہ آڑ یا فاصلہ ہونیکی صورت میں نماز فاسد نہوگی اور یہ اس صورت میں ہے کہ دونوں برابر ہوں اور اگر عورت آگے ہوگی تو فاصلہ مذکورہ مانع فساد نہوگا البتہ آڑ مانع ہوگی فی صلوۃ وان لم تتحد کنیتہا ظہرا بمصلی عصر علی الصحیح سراج فانہ یصح نفلا علی المذہب بحر ویحیی مطلقۃ تخرج الجنازۃ تیسری شرط محاذات کی ہونا مرد اور عورت کا ہے نماز مطلق یعنی رکوع سجدہ والی میں خواہ نماز عید ہو یا وتر یا نفل اگرچہ صورتیں دونوں کی نماز ایک نہو جیسے عورت کا نیت کرنا ظہر کے لیے پیچھے عصر پڑہنے والیکے کہ بشرط محاذات دونوں کی نماز فاسد ہوگی صحیح قول یہ کذا فی السراج اسلیے کہ یہ نماز عورت کی نفل ہو کر صحیح ہے مذہب قوی کے بموجب کذا فی البحر اور عنقریب یہ مسئلہ مذکور ہوگا شارح نے کہا کہ مطلق کی قید سے نماز جنازہ نکلگئی

[illegible]

[illegible] عورت [illegible] فاسد ہوگی [illegible] محاذات [illegible] عورت [illegible] نماز [illegible]

[illegible] حقیقت میں نماز نہیں [illegible] امام [illegible] مشترک [illegible]

[illegible] امام [illegible] عورت [illegible] شرکت [illegible] محاذات [illegible]

سے [illegible] عورت [illegible] محاذی مرد کی [illegible] امام [illegible]

شرط نہیں کہ عورت شریک نماز ہو [illegible] محاذات ہوگی [illegible] فاسد ہوگی [illegible]

[illegible] ایک امام [illegible] تیسرے شخص کے مقتدی ہوں [illegible]

عورت [illegible] محاذات امام کے سلام پھیرنے کے بعد [illegible] تو کسی کی نماز فاسد نہ ہوگی اسلیے کہ تحریمہ دونوں کا امام کے پیچھے ہے بخلاف دوسری صورت کے

محاذات کے امام کے بعد [illegible] فاسد نہیں [illegible] منفرد [illegible] محاذات [illegible] شرکت [illegible] بخلاف محاذات [illegible]

مفسد نہیں یعنی اگر مرد و عورت بے وضو ہو کر وضو کرنے گئے اور راہ میں محاذات ہوئی تو نماز کی مفسد نہ ہوگی شامی نے کہا تو اس اشتراک کی قید سے معلوم ہوا کہ محاذات نماز پڑھنے والی

کی اس جگہ نماز میں ہے جو عورت کی نماز نہیں پڑھتا مثلاً دونوں سجدہ سہو پڑھتے ہیں یا ایک مقتدی امام کا ہے اور دوسرا منفرد تو اس صورت میں محاذات مکروہ ہوگی نماز کی

مفسد کذا فی الفتح ملخصاً وہی ہے کہ اکثر کو مکروہ ہے بظاہر کہ مکروہ تحریمی ہو بسبب مخالفت شہوت کے واتحدت الجہۃ فلو اختلفت کما فی جوف الکعبۃ ولیلۃ مظلمۃ فلا فساد پانچویں شرط

محاذات کی یہ ہے کہ جہت دونوں کے قبلہ کی ایک ہو تو اگر جہت مختلف ہو جیسے کعبہ کے اندر مثلاً کہ ایک کا منہ ایک دیوار کی طرف ہو اور ایک کا دوسری دیوار کی طرف اور جیسے

اندھیری رات میں دونوں نے نماز قبلہ کی اٹکل کر کے پڑھی اور مختلف سمت کو پڑھی تو اس صورت میں محاذات سے نماز فاسد نہ ہوگی بلکہ مکروہ ہوگی فسدت صلوتہ لو مکلفا

والا فلا فاسد ہوگی نماز مرد کی اگر وہ عاقل بالغ ہوگا ورنہ نہیں تو فاسد نہ ہوگی یعنی چھٹی شرط فساد نماز کی عاقل و بالغ ہونا ہے جزم فسدت صلوتہ جزا ہے اذا حاذتہ کی اور تحیث کی قید سے

معلوم ہوا کہ اگر محاذات لڑکے کے ساتھ ہوگی تو اسکی نماز فاسد نہ ہوگی اور مرد کی نماز فاسد ہوگی اس سے یہ نکلا کہ عورت کی نماز فاسد نہ ہوگی بشرطیکہ مرد محاذی امام نہ ہو ورنہ

دونوں کی فاسد ہوگی کذا فی الشامی ان نوی الامام وقت شروعہ لا بعدہ امامتہا وان لم تکن حاضرۃ علی الظاہر ولو نوی امرأۃ معینۃ او النساء الا ہذہ صلت خلفہ والا

نیۃ فسدت صلوتہا لا لو بتأخرت الیہا بان اخر قدمہ تأخر اثر کالا فرض المقام فتح ساتویں شرط محاذات سے نماز فاسد ہونے کی یہ ہے کہ نماز مرد کی اسوقت فاسد ہوگی جب امام

اپنے شروع کے وقت عورت کی امامت کی نیت کرے نہ نماز شروع کرنے کے بعد یعنی نیت امامت عورت کی اگر بعد نماز شروع کرنے کے کریگا تو اقتدا عورت کا صحیح نہ ہوگا تو مرد

محاذی کی نماز بھی فاسد نہ ہوگی نیت امامت عورت کی امام نے کی ہو اگرچہ عورت اسوقت موجود نہ ہو قول ظاہر ہے اور اگر امام نے نیت کی معین عورت کی امامت کی یا اور عورتوں کی

نیت کی سوائے اس عورت کی تو عمل کریگی اسکی نیت یعنی معین عورت کے سوا دوسرے کی محاذات پہلی صورت میں اور جسکو استثنا کیا اسکی محاذات دوسری صورت میں

مفسد نہ ہوگی اور اگر امام نے اس عورت کی نیت کی ہوگی تو عورت کی نماز فاسد ہوگی جیسے اگر امام نے اسکو اشارہ کیا پیچھے ہٹنے کا اور پیچھے نہ ہٹی تو اس صورت میں بھی اسکی نماز

فاسد ہوگی اسلیے کہ عورت نے فرض مقام کو ترک کیا کذا فی الفتح صاحب شامی نے کہا کہ اکثر فقہا اسپر ہیں کہ جمعہ اور عیدین میں عورت کی اقتدا کی صحت کے لیے نیت امام شرط نہیں

یہی قول صحیح ہے جیسا کہ خلاصہ میں ہے اور جنازہ میں تو بالاتفاق شرط نہیں مگر قہستانی میں عدم اشتراط کو عدم محاذات پر منحصر کیا ہے یعنی جمعہ اور عیدین میں اگر عورت نے اقتدا کیا

اور کسی مرد کی محاذات نہیں تو اسکا اقتدا صحیح ہوگا گو امام نے اسکی نیت نہ کی ہو ورنہ نہیں اور کہ عدم اشتراط امام اعظم کا اول قول ہے تو اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ شرط ہونا نیت

کا پچھلا قول ہے اور عمل اور فتوی پچھلے قول پر ہوتا ہے اور شرط کو نہ ماننا اور فقہا نے شرط کیا ہے یعنی آٹھویں شرط بیان کی ہے ہونا عورت کا قابل [illegible] معلوم ہو [illegible]

اگر مجنون عورت کی محاذات ہوگی تو مفسد نماز نہوگی کیونکہ اُسکی نماز منعقد ہی نہین ہوتی شامی نے کہا کہ ماتن کے قول فی صلوٰۃ سے اس شرط کے ذکر کی حاجت نہ تھی وکونہما فی
مکان واحد اور دسوین شرط ہی ہونا مرد اور عورت کا ایک مکان مین یعنی اگر مرد مثلاً قد آدم بھر اونچی دکان مین ہو اور عورت نیچے ہو تو فساد نماز نہوگا نہر الفائق مین کہا کہ یہ شرط
ہر چند محاذات کی لفظ سے معلوم تھی مگر مشائخ نے توضیح کے لیے اسکو ذکر کر دیا فی رکن کامل و نوین شرط یہ ہی کہ محاذات ایک رکن کامل کے ادا کرنے مین ہو شامی نے کہا کہ
خانیہ مین یہ ہی کہ محاذات مفسد ہی کم ہو یا زیادہ یعنی رکن کامل کی شرط کا اعتبار نہین فالشروط عشرۃ پس محاذات سے مرد کی نماز فاسد ہونے کی شرطین دس ہین چنانچہ
مترجم نے انکو شمار کے ساتھ لکھا ہی اور اگر اشتراک در تحریمہ اور اشتراک در ادا کو دو قرار دو تو گیارہ ہو جاتی ہین اور پیچھے ہٹنے کے لیے امام کے اشارہ نہ کرنے کو جدا ٹھہراؤ تو بارہ
ہوتے ہین اب معلوم کرنا چاہیے کہ ایک عورت کی محاذات سے تین مردون کی نماز فاسد ہو سکتی ہی ایک اُسکی جو عورت کی داہنے طرف ہو ایک بائین طرف والے کی ایک پیچھے کھڑا ہونے
والیکی اس سے زیادہ کی نماز فاسد نہوگی کیونکہ جنکی نماز فاسد ہوئی وہ حائل ہونگے درمیان عورت اور دوسرے نمازیون کے ومحاذاۃ الامرد الصبیح المشتہی لا یفسدہا علی المذہب
تضعیف لما فی جامع المحبوبی ودرر البحار من الفساد لانہ فی المرأۃ غیر معلول بالشہوۃ بل بترک فرض المقام کما حققہ ابن الہمام اور محاذی ہونا بے ریش لڑکے خوبصورت لائق شہوت
کا نماز کو فاسد نہین کرتا قوی مذہب پر شارح نے کہا کہ ماتن کا یہ کہنا ضعیف بنانا ہی اس قول کا جو جامع محبوبی اور درر البحار مین مذکور ہی یعنی نماز کا فاسد ہونا اور وجہ ضعف
کی یہ ہی کہ نماز کے فاسد ہونے کی علت عورت مین شہوت نہین تا کہ اُسی علت سے امرد کی محاذات کی مفسد ٹھہرایا جاے بلکہ وجہ فساد چھوڑنا فرض مقام کا ہی جیسا کہ اسکو ابن ہمام
نے ثابت کیا ہی یعنی اگر وجہ فساد کی عورت کی محاذات مین شہوت ہوتی تو چاہیے تھا کہ بڑھیا اور ماں بہن اور دوسرے محرم کی محاذات سے فساد نہوتا حالانکہ اُنسے بھی ہوتا ہی
اس سے معلوم ہوا کہ علت فساد یہی ہی کہ جہان عورت کو کھڑا کرنا فرض تھا اُس جگہ نہ کھڑا کیا ولا یصح اقتداء رجل بامرأۃ وخنثی وصبی مطلقا ولو فی جنازۃ ونفل علی الاصح اور نہین صحیح
ہی اقتدا مرد کا پیچھے عورت اور خنثیٰ اور لڑکے کے کسی نماز مین اگرچہ نماز جنازہ اور نماز نفل مین ہو صحیح تر قول کے بموجب طحطاوی نے کہا کہ ماتن کی اس عبارت مین خلل ہی اسلیے کہ مراد
رجل سے اگر بالغ ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہی کہ نابالغ کا اقتدا پیچھے عورت اور خنثیٰ کے درست ہی اور اگر رجل سے مراد مرد ہو خواہ بالغ ہو یا نابالغ تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ اقتدا
نابالغ کا پیچھے نابالغ کے صحیح نہین حالانکہ دونون باتین غیر واقع ہین تو بہتر یہ تھا کہ عبارت اسطرح ہوتی کہ درست نہین اقتدا مذکر کا عورت اور خنثیٰ کے پیچھے اور نابالغ لڑکے کے
پیچھے کذا فی الحلبی اور علی الاصح راجع ہی طرف مرد بالغ کی اقتدا کرنے کو نفل نماز مین ہدایہ مین کہا کہ تراویح اور سنتون مین مشائخ بلخ نے لڑکے کے پیچھے اقتدا کو جائز کہا ہی اور مختار یہ ہی
کہ کسی نماز مین لڑکے کے پیچھے اقتدا بالغ کا درست نہین خواہ تراویح ہو یا عید یا وتر یا کسوف وخسوف وغیرہ اسلیے کہ لڑکے کے ذمے کوئی نماز نہین اسکو حکم نماز کا صرف عادت پڑنے کے
لیے کیا جاتا ہی اور اگر لڑکے کی نماز بالفرض نفل ہو تو اقتدا فرض پڑھنے والے کا نفل پڑھنے والیکے پیچھے لازم آویگا اور یہ بھی درست نہین اور نفلون مین اسلیے اقتدا جائز نہوا کہ بالغ
کی نفل قوی تر ہی کہ شروع کرنے سے واجب ہو جاتی ہی کذا فی النہر وکذا لا یصح الاقتداء بمجنون مطبق او متقطع فی غیر حالۃ افاقتہ وسکران او معتوہ ذکرہ الحلبی اور اسیطرح درست
نہین اقتدا پیچھے مجنون دائمی یا مجنون منقطع کے سوا رحالت افاقہ کے یا پیچھے متوالے کے یا پیچھے مدہوش کے ذکر کیا ہی اسکو حلبی نے مطبق بضم میم وکسر موحدہ وہ جنون جسمین کبھی ہوش
نہوتا ہو اور منقطع وہ کہ کبھی افاقہ ہوتا ہو اور کبھی جنون اور وجہ عدم جواز اقتدا کی یہ ہی کہ مجنون مکلف نہین اور متوالے اور مدہوش مین ثبوت نیت کا نہین ولا طاہر بمعذور ہذا ان
قارن الوضوء الحدث او طرء علیہ بعدہ وصح لو توضأ علی الانقطاع وصلی کذلک اور نہین صحیح ہی اقتدا طاہر کا پیچھے معذور کے یہ اُس صورت مین ہی کہ جب وضو کے ساتھ ہی حدث
ہوا ہو یا بعد وضو کرنے کے یعنی نماز سے پیشتر حدث اُسپر طاری ہوا ہو اور اقتدا درست ہی بشرطیکہ عذر نہونے پر وضو کیا ہو اور نماز اسیطرح پڑھی ہو یعنی تمام نماز مین عذر نہوا ہو تو اب طاہر کا
اقتدا معذور کے پیچھے درست ہو جائیگا ام طحطاوی نے کہا کہ ماتن کو مناسب تھا کہ بجاے طاہر کے صحیح کہتا اسلیے کہ معذور کو طاہر کے مقابل ڈالنے سے معلوم ہوتا ہی کہ معذور طاہر نہین ہوتا حالانکہ
شرعاً وہ طاہر ہی کالاقتداء بمفتصد من خروج الدم وکاقتداء امرأۃ بمثلہا وصبی بمثلہ ومعذور بمثلہ وذی عذرین بذی عذر لا عکسہ کذی انفلات ریح بذی سلس لان مع الامام حدثا ونجاسۃ
جیسے درست ہی اقتدا صحیح آدمی کا پیچھے فصد کھلانے والیکے کہ خون کے نکلنے سے مامون ہوا اور جیسے صحیح ہی اقتدا عورت کا پیچھے اپنی مثل یعنے دوسری عورت کے اور اقتدا لڑکے کا دوسرے
لڑکے کے پیچھے اور اقتدا عذر والیکا اپنی مثل کے پیچھے اور اقتدا دو عذر والیکا ایک عذر والے کے پیچھے نہین صحیح ہی اسکا عکس یعنے اقتدا کرنا ایک عذر والیکا دو عذر والے کے پیچھے مثلاً اقتدا کرنا

الیہ [illegible] شخص کے پیچھے [illegible] درست نہیں [illegible] ایک [illegible] دوسرے نجاست کا [illegible]
صورت [illegible] امامت [illegible] کے پیچھے اسوقت صحیح ہو [illegible] معذور [illegible]

تاکہ [illegible] ایک [illegible] کے پیچھے صحیح ہو درست نہیں کذا فی [illegible] الا ان یکون امامہ [illegible] مستحاضہ [illegible]
مستحاضہ [illegible] یعنی [illegible] مرد کو اقتدا کرنی پیچھے اپنے مثل کے درست ہو مگر تین شخصوں کو اقتدا اپنے مثل کے پیچھے درست نہیں اول خنثی مشکل کا اقتدا دوسرے خنثی
مشکل کے پیچھے درست نہیں اس احتمال سے کہ شاید مقتدی مرد ہو اور امام عورت دوم اقتدا الضالۃ کا اپنے مثل کے پیچھے سوم اقتدا مستحاضہ کا مستحاضہ کے پیچھے
دونوں [illegible] بسبب احتمال حیض کے یعنی شاید امام کو وہ دن حیض کا ہو لیکن اگر یہ احتمال دور ہو جاوے اسطرح کہ یقین ہو مستحاضہ کا تو اقتدا درست ہوگی [illegible]
اس عورت کو کہتے ہیں جسکو دنوں کا شمار بھولگیا ہو اور وہ اپنی عادت حیض کو بھول گئی ہو تو ایسی عورت کے امام ہونے میں شبہہ ہوگا کہ شاید وہ امام دن حیض کا ہو اور مستحاضہ
یہ صورت [illegible] اسلیے کہ دونوں مستحاضہ ہونے کا احتمال حیض نہیں ہو سکتا ہاں یوں ہو سکتا ہے کہ ایک عورت کی عادت چند روز کے حیض کی تھی مثلاً ایکبار پھر حیض کی تو پہلے دس تک
سکے دونوں میں دونوں احتمال ہو سکتے ہیں یعنی اگر خون دس تک منقطع ہوگا تو یہ دن حیض کا ہوگا اور اگر دس سے بڑھ جائیگا تو مستحاضہ کا ہوگا تو ایسی مستحاضہ کی امامت
درست نہ ہوگی شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ میں نے مجتبیٰ کی عبارت میں یہ قول پایا کہ اقتدا مستحاضہ کا مستحاضہ کے پیچھے جائز ہو اور ضالہ کا اقتدا ضالہ کے پیچھے جائز نہیں اور اس نسخہ
میں کسیطرح کا اشکال نہیں اور رہا [illegible] یہ ہو اور یہ اسکی خبر قول شارح ای احتمال ہو یعنی مفسر کیا یعنی مجتبیٰ کے قول کی تفسیر اسطرح ہو کذا فی الشامی ولا حافظ آیۃ من
القرآن بغیر حافظ لہا او بعالامی او یعنی درست ہو اقتدا اس شخص کا جسکو ایک آیت قرآن کی یاد ہو پیچھے اسکے جسکو ایک آیت بھی یاد نہو اور یہی امی کہلاتا ہو ولا امی
بآخرس لصحۃ الامی علی التحریمۃ فیفسد [illegible] بلکہ [illegible] جائز ہو اقتدا امی کا پیچھے گونگے کے بسبب قادر ہونے امی کے تحریمہ پر تو صحیح ہوگا اسکا عکس یعنے اقتدا گونگے کا پیچھے امی کے
درست ہو شامی نے کہا اس تعلیل سے یہ سمجھا جاتا ہو کہ اگر امی تحریمہ پر قادر نہو تو اسکا اقتدا گونگے کے پیچھے درست ہوگا کیونکہ اب کوئی وجہ ترجیح امی کی گونگے پر باقی نہ رہی ولا
مستور عورۃ بعار ولو امام الساعۃ بھم یا [illegible] والسبین [illegible] الامام [illegible] جائزۃ اتفاقاً وکذا [illegible] بمثلہ [illegible] صحیح اور نہیں صحیح ہو اقتدا ننگی کے پیچھے ہونے شخص کا پیچھے ننگے کے
تو اگر امام ہوا برہنہ شخص برہنہ اور کپڑے پہنے ہوؤں کا تو امام کی نماز اور اسکی مثل کی یعنے برہنہ مقتدیوں کی جائز ہو بالاتفاق اور اسیطرح درست ہو نماز زخم والے کی ساتھ
دوسرے زخمی اور تندرست کے یعنی اگر زخمی امام ہو ایک زخمی اور تندرست کا تو نماز دونوں زخمیوں کی جائز ہو بالاتفاق کی قید اسلیے لگائی کہ اگر امی امام ہو چند امی اور قاریوں کا
تو امام کے نزدیک سب کی نماز فاسد ہوتی ہو تو ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص برہنہ کی امامت کو امی کی امامت پر قیاس کرکے سب کی نماز کو فاسد کہے اور وجہ فرق کی دونوں مسئلوں میں
بحر الرائق میں یوں بیان کی ہو کہ امی کو ممکن تھا کہ اپنی نماز قراءت کے ساتھ کر لیتا قاری کو امام کرکے کیونکہ امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہو حدیث کی رو سے تو جب اسنے ایسا نکیا
تو نماز اسکی فاسد ہوتی اسلیے سب کی نماز فاسد ہوگی اور ستر عورت اور طہارت کا یہ حال نہیں کہ امام کا ستر اور طہارت مقتدی کے لیے کافی ہو اسواسطے کپڑے پہنے والوں کی
نماز برہنہ کے پیچھے اور تندرست کی نماز زخمی کے پیچھے نہ ہوگی کذا فی الشامی بتصرف ولا قادر علی رکوع وسجود بعاجز عنہما لبناء القوی علی الضعیف اور نہیں
درست ہو اقتدا رکوع اور سجدہ پر قدرت رکھنے والے کا پیچھے اس شخص کے جو رکوع اور سجدہ سے عاجز ہو یعنی نماز اشارہ سے پڑھتا ہو بسبب بنا ہونے قوی کے ضعیف پر یعنی کہ
رکوع وسجود پر قوی حال ہو اور اشارہ سے پڑھنے والا ضعیف تو قوی کی بنا ضعیف پر نہیں ہو سکتی ولا مفترض بمتنفل وبمفترض فرضاً آخر لان اتحاد الصلوتین شرط
عندنا اور نہیں صحیح ہو اقتدا فرض پڑھنے والے کا پیچھے نفل پڑھنے والے کے اور پیچھے دوسرا فرض پڑھنے والے کے اسلیے کہ دونوں نمازوں کا ایک ہونا شرط ہو ہمارے نزدیک ہم
پیشتر اس باب کے شروع میں گذر چکا کہ اتحاد امام ومقتدی کی نماز سے یہ غرض ہو کہ مقتدی امام کی نماز کی نیت سے نماز میں داخل ہو سکے یعنی اگر یہ نیت کرے کہ میں امام کی
نماز پڑھتا ہوں تو اس نیت سے شریک ہو سکے تو اس سے معلوم ہوا کہ امام کی نماز مقتدی کی نماز کو متضمن ہونی چاہیے وصح ان معاذاً کان یصلی مع النبی صلی اللہ علیہ
وسلم نفلاً وبقومہ فرضاً اور صحیح ہوا ہو کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نفل پڑھا کرتے تھے اور اپنی قوم کے ساتھ فرض پڑھتے تھے

غم یہ جواب ہے امام شافعی کے استدلال کا یعنی صحیحین مین جو وارد ہے کہ حضرت معاذ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز عشا پڑھتے تھے پھر اپنی قوم مین آکر انکو عشا پڑھایا کرتے
تھے تو اس سے امام شافعی نے استدلال کیا کہ فرض والیکا اقتدا پیچھے نفل والیکے درست ہے کیونکہ حضرت معاذ فرض اول پڑھ جاتے تھے تو اپنی قوم مین جو نماز پڑھتے تھے وہ
نفل ہوتی تھی اور مقتدی انکے پیچھے فرض پڑھتے تھے شارح جواب دیتا ہے کہ ثابت ہوا ہے کہ حضرت معاذ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نفل پڑھتے تھے اور امام ہوکر
فرض پڑھتے تھے اسلیے کہ جب معاذ کی قوم نے انکی شکایت بحضور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تو آپ نے انکو یہ ارشاد فرمایا کہ اے معاذ یا تو تم میرے ساتھ نماز پڑھو یا اپنی قوم پر تخفیف
کرو دواحمد اس سے یہ نکلا کہ جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فرض نماز پڑھ لین تو امامت قوم کی نہین کرسکتے لیکن اگر آپکے ساتھ نفل پڑھین تو بالاجماع امامت کرسکتے ہین
تو معلوم ہوا کہ حضرت معاذ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نفل پڑھا کرتے تھے نہ فرض ولا ناذر بمتنفل ولا بمفترض ولا بناذر لان کلا منہما کمفترض فرضا آخر اور نہین درست
ہے اقتدا نذر کرنیوالے کا نفل پڑھنے والے کے پیچھے اسلیے کہ نذر واجب ہے تو قوی کی بنا ضعیف پر نہین ہوسکتی اور نہ نذر کرنیوالیکی اقتدا فرض پڑھنے والے اور دوسرے نذر
کرنیوالے کے پیچھے درست ہے اسلیے کہ ہر ایک ان دونون امام اور مقتدی سے ایسا ہے جیسا دوسرا فرض پڑھتا ہو یعنی اتحاد نماز کا جو شرط اقتدا کی ہے ان دونون مسألون مین
نہین پایا جاتا الا اذا نذر احدہما عین منذور الآخر للاتحاد اقتدا نذر کی نماز پڑھنے والیکا دوسرے نذر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے جائز نہین مگر اُس صورت مین
کہ ایک نے وہی نذر کی ہو جو دوسرے نے کی تو اب اقتدا درست ہوگا بسبب اتحاد کے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ زید نے مثلاً کوئی نذر کی اور عمرو نے کہا کہ جو نذر زید نے کی ہے وہی مین
کرتا ہون تو جبکہ دونون کی نذر ایک ہوئی تو گویا دونون نے نماز معین کی نذر کی اسیوجہ سے اتحاد پایا گیا بخلاف اُس صورت کے کہ دونون نے نذر نماز کی جداگانہ کی کہ انہین
دونون کے ذمے کے واجب علیحدہ ہین اور کوئی ایک دوسرے سے قوی نہین کذا فی الشامی ولا ناذر بحالف لان المنذورۃ اقوی فصح عکسہ وبحالف ومتنفل اور نہین درست ہے
اقتدا نذر کی نماز پڑھنے والیکا پیچھے قسم کے نماز پڑھنے والیکے اسلیے کہ نذر کی نماز قوی تر ہے قسم کی نماز سے تو صحیح ہے اُسکا عکس یعنی بحالف ومتنفل یعنی قسم کی نماز والیکا اقتدا نذر کی نماز والیکے
پیچھے درست ہے اور قسم کی نماز والیکے پیچھے اور نفل پڑھنے والیکے پیچھے درست ہے ہم صورت قسم کی یہ ہے کہ ایک شخص نے مثلاً قسم کھائی کہ مین دو رکعت نماز پڑھونگا تو یہ دوگانہ نفل ہوگا
اسلیے قسم کی نماز والیکو اختیار رہتا ہے چاہے دوگانہ پڑھ کر قسم سچی کرے خواہ ترک کرے اور کفارہ دے بخلاف نذر کی نماز کے کہ وہ واجب ہوتی ہے اور نہین جہت نذر مع الاثم والیکے
پیچھے نہین پڑھ سکتا اور قسم والا نذر والے اور قسم والے اور نفل والیکے پیچھے اقتدا کرسکتا ہے حلبی نے کہا کہ شارح کا قول وبحالف عطف ہے بناذر محذوف پر جو کہ عکسہ مین سمجھا جاتا
ہے کذا فی الشامی ومصلیا رکعتی طواف کناذرین اور دو شخص پڑھنے والے دوگانہ طواف کے مثل دو نذر کے نماز پڑھنے والون کے ہین یعنی ایک کا اقتدا دوسرے کے پیچھے جائز
نہین بسبب اختلاف سبب کے یعنی ایک کا طواف دوسرے کے طواف کا غیر ہے اور اگر دوگانہ طواف کو مسنون کہین جیسا بعض فقہا کا قول ہے تو اس قول کے بموجب اقتدا درست
ہوگا کذا فی الشامی ولو اشترکا فی نافلۃ فافسداہا صح الاقتداء لان افسادہا منفردین اور اگر دو شخص شریک ہوے نماز نفل مین پھر دونون نے اسکو فاسد کردیا تو اقتدا صحیح ہے مثلاً دونون
دوگانہ تراویح امام کے پیچھے پڑھتے تھے پھر اُس دوگانہ کو فاسد کردیا تو اُسے ایک دوسرے کے پیچھے پڑھ سکتے ہین کیونکہ نماز متحد ہے نہ اُس صورت مین جبکہ اسکو فاسد کیا دونون
نے تنہا کہ اس صورت مین اقتدا جائز نہین بسبب اختلاف سبب کے ولو صلیا الظہر ونوی کل امامۃ الآخر صحت لان نویا الاقتداء والفرق لا یخفی اور اگر دو شخصون نے نماز ظہر پڑھی
اور ہر ایک نے دوسرے کی امامت کی نیت کی تو نماز درست ہوگی نہ صحیح ہوگی اگر دونون نے اقتدا کی نیت کی اور فرق پوشیدہ نہین ہم فرق یہ ہے کہ امام اپنے حق مین منفرد ہوتا ہے
اور بدون غیر کی اقتدا کے امام نہین ہوتا تو جب دونون نے امامت کی نیت کی اور مقتدی کوئی نہوا تو دونون منفرد رہگئے اور نماز درست ہوئی اور اقتدا کی نیت مین عدم
جواز کی وجہ یہ ہے کہ مقتدی کی نماز بدون نیت اقتدا کے صحیح نہین ہوتی اور اقتدا ایسے شخص کے پیچھے صحیح نہین جسنے اپنی نماز غیر کی نماز پر مبنی کی ہو اور یہان دونون نے اپنی نماز کو
دوسرے کی نماز پر مبنی کیا ہے اسلیے اقتدا ایک دوسرے کے پیچھے صحیح نہوا تو نماز بھی درست نہوئی کذا فی الحلبی ولا لاحق ولا مسبوق بمثلہما لما تقرر ان الاقتداء فی موضع
الانفراد مفسد کعکسہ اور نہین درست ہے اقتدا لاحق اور مسبوق کا پیچھے مثل ان دونون کے اس وجہ سے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ اقتدا کرنا انفراد کی جگہ مین مفسد ہے جیسے کہ اسکا عکس
مفسد ہے یعنی منفرد ہونا اقتدا کی جگہ مین ہم لاحق وہ ہے جسکو امام کے ساتھ شریک ہونے کے بعد کسی عذر سے درمیان کی نماز یا آخر کی فوت ہوگئی ہو تو یہ شخص امام کے فارغ

[illegible] نہ پڑھی جائے [illegible]

[illegible] جو قرآن اچھا پڑھ سکتا ہو [illegible]

[illegible]

[illegible] فی الوقت [illegible]

[illegible]

[illegible] ازکم [illegible] اقامت کرنے سے [illegible]

[illegible] وقت کے [illegible]

[illegible] فی الوقت [illegible] والامام [illegible]

[illegible] اگر مسافر [illegible] وقت کے اندر [illegible] وقت نکل جانے تو اقتدا صحیح [illegible]

[illegible] کا اقتدا پہلے دو رکعت میں کرے تو [illegible]

[illegible] نفل پڑھنے والے کے پیچھے ہو جائیگا حالانکہ فرض والے کا اقتدا نفل والے کے پیچھے جائز نہیں [illegible]

[illegible] مسافر [illegible] فرض ہو تو اقتدا فرض والے کا واجب والے کے پیچھے ہوگا [illegible]

[illegible] اگر مسافر [illegible] کیونکہ قرأت [illegible] فرض ہو تو اقتدا فرض والے کا سنت والے کے پیچھے لازم [illegible]

فی الشامی والانزال [illegible] اترنے والے کا پیچھے سوار کے اور نہ اقتدا سوار کا پیچھے [illegible]

[illegible] سوار ہو تو اگر مقتدی امام کے ساتھ ایک جانور پر ہو تو اقتدا درست ہوگا [illegible] اقتدا کی [illegible] تو نہیں اختلاف مکان ہے اور شرائط اقتدا سے

[illegible] سے معلوم ہوا کہ سوار اترے ہوئے شخص کا اقتدا کریگا تب بھی جائز نہوگا کذا فی الشامی ولا غیر الالثغ بای الالثغ علی الاصح کذا فی البحر

المجتبیٰ اور نہیں درست ہے اقتدا غیر توتلے کا توتلے کے پیچھے صحیح قول کے بموجب جیسا کہ بحر الرائق میں مجتبیٰ سے منقول ہے وہم الشیخ برہان الدین نے شخص کو کہتے ہیں جسکی زبان

سے ایک حرف کی جگہ دوسرا نکلے مثلاً رکی جگہ غین یا لام بولے ہندی میں اسکو توتلا کہتے ہیں اور صحیح کی قید اسلئے لگائی کہ خلاصہ اور تاتارخانیہ اور ظہیریہ میں توتلے کی امامت کو

صحیح لکھا ہے کذا فی الشامی [illegible] الحلبی [illegible] والاصح صلوٰۃ [illegible] الاقتداء بمن یحسنہ او ترک جہدہ [illegible] بالفرض

الالثغ فیہ ہذا ہو الصحیح المختار فی حکم الالثغ [illegible] اور ابن شحنہ نے تصحیح کی ہے کہ توتلا ہمیشہ کی وجہ کا کوشش کرنیکا بعد امی کے مانند ہے یعنی جیسے توتلے کے سوا دوسرے کی

امامت نکرے اور صحیح ہوگی اسکی نماز جبکہ اسکو اقتدا ایسے شخص کا جو قرآن اچھا پڑھے ممکن ہو یا وہ کوشش کرنا چھوڑ دے یا بقدر فرض قرأت وہ آیتیں پڑھ لے جنہیں تتلا تا ہو

یہی تصحیح صحیح اور مختار ہے توتلے کے حکم میں اور حاصل تصحیح یہ ہے کہ توتلے کو ہمیشہ واجب ہے کہ صحیح الفاظ میں کوشش کرے اگر بعد کوشش کے صحیح الفاظ نہ نکال سکے تو نماز اسکی جائز

ہوگی اور اگر کوشش کے بدون پڑھیگا تو نماز فاسد ہوگی چنانچہ جیسا ذخیرہ میں ہے مگر یہ اس صورت میں ہے کہ بقدر فرض ایسی آیتیں نہ پڑھ سکے جنہیں نہ تتلا دے اور اگر پڑھ سکتا ہو

اُسپر کوشش کرنا ضرور نہیں اور دوسرے صحیح پڑھنے والے کا اقتدا لازم ہے کذا فی الشامی ہو کذا من لا یقدر علی التلفظ بحرف من الحروف ولا یقدر علی اخراج الفاء الا بتکرار [illegible]

اُس شخص کا جو کوئی حرف حروف تہجی سے نہ بول سکے یا ت کو بدون مکرر کرنے کے نہ نکال سکے ہم پلہ ایسے شخص کو بھی ہمیشہ کوشش کرنا چاہیئے ورنہ اسکی نماز صحیح نہوگی مثلاً

بعض لوگوں سے ث اور ع اور ض اور ظ نہیں ادا ہوتے تو انکو کوشش کرنا انکی تصحیح میں واجب ہے اور چونکہ الثغ کو مغرب وغیرہ میں خاص کیا ہے اس شخص کے لیے جو ر

نہ بول سکے اسلئے شارح نے ہر حرف کے نہ بول سکنے کو اس قول میں عام کر دیا اور ت کی تکرار سے بتایا کہ ہکلانا بھی تتلانے میں داخل ہے کذا فی الشامی تصرف

واعلم انہ اذا فسد الاقتداء بای وجہ کان لا یصح شروعہ فی صلوٰۃ نفسہ لانہ قصد المشارکۃ وہی غیر صلوٰۃ الانفراد علی الاصح محیط وادعی فی البحر انہ المذہب اور جان لے
کہ جب اقتدا فاسد ہو کسی طرح پر فاسد ہو یعنی خواہ عورت اور لڑکے کی امامت سے ہو یا دوسری باتون سے جو اوپر مذکور ہوئین تو نہین صحیح ہی شروع کرنا مقتدی کا خود اپنی
نماز مین اگرچہ نفل ہی ہو اسلیے کہ مقتدی نے دوسرے کی شرکت کا قصد کیا تھا اور شرکت مین پڑھنا غیر ہی تنہائی کی نماز کا نہین صحیح ہی شروع قول صحیح پر کذا فی المحیط اور
بحر الرائق مین دعوی کیا کہ عدم صحت شروع مذہب ہی ہم وجہ عدم صحت شروع یہ ہی کہ جب اُس نماز مین جسکا مقتدی نے ارادہ کیا اُسکا شروع صحیح نہوا تو غیر مین کیسے
صحیح ہوگا کذا فی الشامی قال المصنف لکن کلام الخلاصۃ یفید ان ہذا قول محمد خاصۃ مصنف نے کہا لیکن خلاصہ کا کلام اس بات کا مفید ہی کہ عدم صحت شروع قول
ہی خاص امام محمد کا ہم خلاصہ مین یہ مضمون ہی کہ جس جگہ مین اقتدا صحیح نہین تو کیا مقتدی خود اپنی نماز کا شروع کرنیوالا ہوجاتا ہی یا نہین امام محمد کے نزدیک نہین ہوتا
اور شیخین کے نزدیک ہوجاتا ہی کذا فی الشامی قلت وقد ادعی فیما مر بعد تصحیح السراج خلافہ ان المذہب انقلابہا نفلا فتامل مین کہتا ہون کہ صاحب بحر نے بیان گذشتہ مین
یعنی عورت کے محاذات کے مسئلہ مین دعوی کیا ہی کہ مذہب بدل جاتا ہی نماز کا نفل سے بعد تصحیح سراج کے خلاف عدم صحت کو سو تامل کرلے اس تناقض کو ہم صاحب بحر
نے محاذات مین سراج سے نقل کیا تھا کہ اگر مرد عصر پڑھتا ہو اور عورت نے ظہر کی نیت سے اُسکا اقتدا کیا اور محاذی ہوئی تو مرد کی نماز باطل ہوگی کیونکہ اقتدا ہر چند
فرض مین صحیح نہوا اگر نفل مین بموجب مذہب کے درست ہوا تو اس سے صاف ظاہر ہی کہ جب اقتدا فرض مین فاسد ہوا تو شروع بالکل فاسد نہوا بلکہ نفل مین اقتدا باقی رہا
اور صحت شروع مذہب ٹھہرا ورنہ نماز مرد کی کیون فاسد ہوتی اور یہان دعوی عدم صحت شروع کا کرتا ہی تو دونون کلامون مین صریح تناقض ہوا کذا فی الشامی وحینئذ
فالاشبہ ما فی الزیلعی انہ متی فسد لفقد شرط کطاہر بمعذور لم ینعقد اصلا وان لاختلاف الصلاتین ینعقد نفلا غیر مضمون وثمرتہ الانتقاض بالقہقہۃ اسوقت مین یعنی جب
کلام صاحب بحر کا نقل مذہب مین مختلف ہوا تو مشابہ تر قواعد فقہیہ سے وہ قول ہی جو زیلعی مین ہی کہ جس صورت مین اقتدا فاسد ہو بسبب نہ پائے جانے کسی شرط
کے چنانچہ اقتدا طاہر کا پیچھے معذور کے تو اس صورت مین نماز اصل سے منعقد نہو گی اور اگر دو نمازون کے مختلف ہونیکی جہت سے اقتدا فاسد ہو تو نماز مقتدی کی
نفل غیر مضمون منعقد ہوگی یعنے اُسکو فاسد کرنے سے قضا اُسکے ذمہ لازم نہوگی اور ثمرہ خلاف کا وضو کا ٹوٹنا ہی قہقہہ سے یعنی صحت شروع کے قول پر وضو ٹوٹ جائیگا
کیونکہ قہقہہ اثنائے نماز مین پایا جائیگا اور عدم صحت کے قول پر وضو نجائیگا ہم زیلعی کی تفصیل سے دونون قولون مین توفیق ہوگئی یعنی عدم صحت کی تصحیح اُس صورت پر
محمول ہی کہ فساد اقتدا کسی شرط کے معدوم ہونے سے ہو اور صحت کی تصحیح اُسپر محمول ہی کہ اقتدا فرضیت مین نہ رہی نفل مین باقی رہی ویمنع من الاقتداء صف من النساء
بلا حائل قدر ذراع او ارتفاعہن قدر قامۃ الرجل مفتاح السعادۃ اور منع کرتی ہی اقتدا سے عورتون کی صف بدون ایسے حائل کے جو بقدر ایک ہاتھ کے ہو یا بدون
اُنکے مرتفع ہونے کے آدمی کے قد کے برابر کذا فی مفتاح السعادۃ ہم عورتون کی صف اگر پوری ہو تو جتنی صفین مردون کی اُنکے پیچھے ہونگی سب کی نماز فاسد ہوگی اور
اگر تین عورتین ہونگی تو مردون کی پچھلی صفون مین سے تین تین محاذیون کی نماز آخر صف تک فاسد ہوگی اور اگر دو عورتین ہونگی تو صرف اول صف کے دو مردون کی
نماز جائیگی جو اُنکے پیچھے سیدھ مین ہونگے اسیطرح ایک عورت سے بھی پیچھے ایک ہی مرد کی نماز فاسد ہوتی ہی نہ آخر صفوف تک اور قیاس اسکا مقتضی ہی کہ اگر عورتین تین
یا پوری صف ہون تب بھی انکے محاذی مردون کی ایک ہی صف مین نماز فاسد ہو پچھلی صفون مین فساد نہ پھیلے اسلیے کہ اُس ایک صف کے مرد اپنے پیچھے کے مردون کے لیے
حائل ہوجاتے ہین جیسے ایک یا دو عورتون ہوتے ہین مگر اس قیاس کو استحسان کی وجہ سے ترک کیا کیونکہ حضرت عمرؓ سے موقوفا اور مرفوعا ثابت ہی کہ جس شخص کے درمیان
اور اُسکے امام کے بیچ مین نہر یا رستہ یا عورتون کی صف ہو تو اُسکی نماز نہین تو معلوم ہوا کہ شارح نے جو حائل اور ارتفاع کا اعتبار کیا ہی یہ ایک یا دو عورتون کے لیے ہی
صف مین بسبب حدیث مذکور کے حائل کا اعتبار نہین کذا فی الشامی او طریق تمر فیہ العجلۃ آلۃ یجرہا الثور یا رستہ عام نافذ جسمین گاڑی گذر سکے مانع اقتدا ہی شارح نے کہا کہ
عجلۃ بفتحتین وہ آلہ ہی جسکو بیل کھینچتے ہین او نہر تجری فیہ السفن ولو زورقا ولو فی المسجد یا مانع اقتدا ہی نہر جسمین کشتیان چل سکین اگرچہ چھوٹی کشتی یعنے ڈونگی ہو اور اگرچہ
نہر مسجد مین ہو او خلاء ای فضاء فی الصحراء او فی مسجد کبیر جدا کمسجد القدس یسع صفین فاکثر الا اذا اتصلت الصفوف فیصح مطلقا کان قام فی الطریق ثلثۃ

اور اگر امام اور مقتدی کے درمیان ایسی چیز حائل ہو جو سماع یا رویت سے مانع ہو تو اقتدا درست نہیں کیونکہ مقتدی کو امام کا حال مشتبہ ہو جاتا ہے بخلاف اسکے اگر دیوار وغیرہ چھوٹی ہو

اور جہت سے کہ تھوڑی تھوڑی دور پر صفین ہوں تو جائز ہے اور اگر صفون کے درمیان بڑا فاصلہ ہو تو صحیح ہے کہ اقتدا صحیح نہیں

اور اگر ایک شخص کھڑا ہو یا تین شخص کھڑے ہوں تو صفین متصل ہو جاتی ہیں اور اگر دو شخص کھڑے ہوں تو اسمین اختلاف ہے ایک شخص یا دو شخص

کے سبب متصل ہوتے یا نہین ایک شخص کے پیچھے کھڑا ہونے سے صفین متصل نہیں ہوتین اور تین شخص کے پیچھے کھڑے ہونے سے صفین متصل

اتصال ثابت ہو جاتا ہے اور دو کا اختلاف ہے اور یہی قول صحیح ہے اور نہر مین صورت اتصال یہ ہے کہ اسکے پیچھے صفین ہون یا کشتیان باہم ملی ہوئی

ہو جائین اور صحرا کی قید اسلیے لگائی کہ بڑی مسجد مین اگرچہ فاصلہ ہو اقتدا مانع نہیں اور گھر صحیح تر قول مین مثل مسجد کے ہے اگرچہ بڑا ہو اتصال صفوف سے

اقتدا صحیح ہے اور بیابان مثل جنگل کے ہے اور بڑے گھر کی صورت مین بعض نے یہ کہا ہے کہ اسمین فاصلہ مانع ہوگا اور بعضون نے سادہ کہا ہے کہ قول اول مختار ہے اور الی اقتداء

والحائل لا یمنع الاقتداء ان لم یشتبہ حال امامہ بسماع او رویۃ ولو من باب مشبک یمنع الوصول فی الاصح اور حائل جیسے دیوار کے درمیان امام و مقتدی کے مانع اقتدا

نہین بشرطیکہ مقتدی پر حال اسکے امام کا اسکی آواز سننے یا اسکو دیکھنے کے سبب سے مشتبہ نہو اگرچہ دیکھنا جالی دار دروازہ سے ہو جو مانع امام تک پہنچنے کا ہو

صحیح تر قول مین امام طحاوی نے ابو سعود سے نقل کیا ہے سننا امام کی آواز کا یا مکبر کی آواز کا یکسان ہے اور دیکھنا عام ہے اس سے کہ امام کو دیکھے یا دوسرے مقتدی کو

دیکھے ولم یختلف المکان حقیقۃ کمسجد وبیت فی الاصح قنیہ ولا حکما عند اتصال الصفوف اور حائل مانع اقتدا نہین بشرطیکہ مکان مختلف نہو حقیقت مین جیسے مسجد

گھر صحیح تر قول مین کذا فی القنیہ اور نہ حکماً مکان جدا ہو صفون کے ملنے کے وقت یعنی اگر درمیان مین رستہ یا نہر ہو تو ہر چند دونون کنارے رستہ یا نہر کے مکان مختلف

ہین مگر صفون کے اتصال کی صورت مین حکماً ایک ہی مکان ہین اسلیے مانع اقتدا نہین ولو اقتدی من سطح دارہ المتصلۃ بالمسجد لم یجز لاختلاف المکان درر وبحر واقرہ

المصنف لکن تعقبہ فی الشرنبلالیۃ ونقل عن البرہان وغیرہ ان الصحیح اعتبار الاشتباہ فقط قلت وفی الاشباہ وزواہر الجواہر ومفتاح السعادۃ وتصحیح القدوری

والنصاب والخانیۃ انہ الاصح وفی النہر عن الزاد انہ اختیار جماعۃ من المتاخرین اور اگر اقتدا کیا اپنے اس مکان کی چھت سے جو مسجد کے ساتھ ملا ہوا ہو تو جائز نہوگا بسبب

اختلاف مکان کے کذا فی الدرر والبحر وغیرہما اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے مگر اعتراض کیا ہے اس قول پر شرنبلالیہ مین اور برہان وغیرہ سے نقل کیا کہ

صحیح قول اعتبار کرنا صرف مشتبہ ہونے امام کے حال کا ہے نہ اختلاف مکان کا مین کہتا ہون اور اشباہ اور زواہر الجواہر اور مفتاح السعادۃ اور تصحیح القدوری اور

نصاب اور فتاوی قاضیخان مین ہے کہ یہی قول صحیح تر ہے اور نہر الفائق مین زاد سے منقول ہے کہ یہی قول اختیار ہے ایک جماعت متاخرین کا اور فتاوی عالمگیری مین ہے

کہ مسجد کا ہمسایہ اگر امام مسجد کے پیچھے اپنے گھر مین اقتدا کرے تو درست ہے بشرطیکہ اسکے اور مسجد کے درمیان شارع عام نہو اور مکان صفون سے بھرا ہوا ہو صحیح اقتدا

متوضئی لا ماء معہ بمتیمم ولو مع متوضئی بسور حمار یجتبی و بحر اور صحیح ہے اقتدا کرنا وضو والے کا جسکے ساتھ پانی نہین تیمم والے کے اگرچہ ساتھ وضو کرنے والے گدھے کے جھوٹے

پانی سے ہو کذا فی المجتبی والبحر مقتدی کے ساتھ پانی نہونے کی قید اسلیے لگائی کہ اگر پانی اسکے ساتھ ہوگا تو امام کو پانی بتلا سکیگا اس صورت مین اقتدا صحیح نہوگا کیونکہ

تیمم امام کا اسکے نزدیک باطل ہے اور یہ اسوقت ہے کہ امام نے تیمم پانی کے نہونے کی بابت سے کیا ہو اور اگر اور سبب سے کیا ہوگا تو اقتدا درست ہوگا گدھے کے جھوٹے

پانی سے وضو کرنے کے ساتھ تیمم کرنے کے یہ معنی کہ اول وضو کیا پھر تیمم کیا اور اگر وضو کرکے فرض پڑھی اور اسکے بعد تیمم کیا اور دوبارہ فرض پڑھی تو اقتدا درست ہوگا کیونکہ

کہ اوسے فرض مین شک ہو گیا کذا فی الطحاوی وغاسل بماسح ولو علی جبیرۃ اور درست ہے اقتدا دھونے والے کا پیچھے مسح کرنے والے کے اگرچہ مسح شکستہ عضو کی

بندش پر ہو یعنی جو شخص پاؤن کو دھوتا ہو وہ موزہ پر مسح کرنے والے کا اقتدا کر سکتا ہے اور جو شخص غسل یا وضو مین تمام اعضا کو دھوتا ہے وہ ایسے شخص کا اقتدا

کر سکتا ہے جسکے ایک عضو پر کھپاچ بندھی ہو وقائم بقاعد یرکع ویسجد لانہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی آخر صلوتہ قاعدا وہم قیام وابو بکر یبلغہم تکبیرہ وبہ علم جواز

رفع المؤذنین اصواتہم فی جمعۃ وغیرہا یعنی اصل الرفع اما افراطہ فمکروہ فی زماننا بحیث انہ فسد اذا اصباح لحق بالکلام الفتح اور درست ہے اقتدا کھڑے شخص کا

پیچھے بیٹھنے والے کے جو رکوع اور سجدہ کرتا ہو یعنے اشارہ سے نہ پڑھتا ہو اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخر نماز بیٹھ کر پڑھائی اور مقتدی کھڑے تھے
اور حضرت ابوبکر صدیق لوگون کو آواز آپ کے اللہ اکبر کی پہونچاتے تھے اور اس تکبیر کے پہونچانے سے معلوم ہوا جائز ہونا موذنون کی آوازون کے بلند کرنیکا
جمعہ وغیرہ مین یعنی اصل بلند کرنا جائز ہے اور یہ جو ہمارے زمانہ مین موذنون نے رائج کر لیا ہے سو بعید نہین کہ مفسد انکی نماز کا ہو کیونکہ کھینچنا کلام کے ساتھ لحن ہے
کذا فی فتح القدیر ثم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آخر نماز اسطرح پڑھائی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آپ نے ارشاد فرمایا کہ لوگون کو نماز پڑھاوین جب
حضرت صدیق نے تحریمہ کر لی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ افاقہ مرض سے پایا تو آپ حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے سہارے سے اٹھ کر جماعت مین
تشریف لائے اور حضرت صدیق کے بائین طرف بیٹھے حضرت صدیق قرأت سے رک گئے اور پیچھے کو ہٹے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے اور لوگون کو بیٹھے ہوئے
نماز پڑھائی اور صدیق اکبر آپ کے اللہ اکبر کی آواز لوگون کو سناتے رہے اور یہ نماز ظہر کی تھی اور مکبر کا آواز بلند کرنا باتفاق درست ہے جبکہ جماعت مین امام کی آواز نہ پہونچے
اور اگر حاجت مکبر کی نہو تو مکبر کا بولنا چارون مذہب مین مکروہ ہے کذا فی الدرر والحلیۃ و قائم باحدب وان بلغ حدبہ الرکوع علے المعتمد وکذا باعرج وغیرہ اولی اور درست ہے
اقتدا کھڑے ہونے والیکا پیچھے کوبہ نکلے ہوئے کے اگرچہ اسکا کوبہ رکوع کو پہونچ گیا ہو قول معتمد پر یعنی شیخین کے قول پر بخلاف محمد رح کے اور اسیطرح قائم کا اقتدا پیچھے لنگڑے
کے درست ہے کیونکہ لنگڑا اور کبڑا بیٹھے ہوئے شخص سے کم نہین اور غیر لنگڑے کا بہتر ہے یعنے لنگڑے کے سوا دوسرے کا امام ہونا بہتر ہے شامی نے کہا کہ اسمین خصوصیت لنگڑے کی نہین بلکہ تیمم اور
داغدار اور کبڑے کا غیر انکی نسبت کراہت مین اولی ہین وموم بمثلہ الا ان یومی الامام مضطجعا والموتم قاعدا او قائما ہو المختار اور صحیح ہے اقتدا اشارہ سے پڑھنے والیکا پیچھے اپنے مثل کے
مگر یہ کہ امام لیٹ کر اشارہ کرتا ہو اور مقتدی بیٹھ کر یا کھڑا ہو کر اشارہ کرتا ہو کہ اس صورت مین اقتدا صحیح نہین اسوجہ سے کہ مقتدی امام کی نسبت قوی الحال ہے کذا فی البحر یہی قول مختار
ہے و متنفل بمفترض فی غیر التراویح فی الصحیح خانیۃ وکانہ لانہا سنۃ مخصوصۃ بصیغۃ فیراعی وضعہا الخاص للخروج عن العہدۃ اور درست ہے اقتدا نفل پڑھنے والیکا پیچھے فرض پڑھنے والیکے
سوا تراویح کے صحیح قول مین کذا فی الخانیہ یعنے تراویح مین اقتدا فرض پڑھنے والیکے پیچھے صحیح نہین اور غالبا عدم صحت کی وجہ یہ ہے کہ تراویح سنت مخصوص ہے تو اسکے عہدہ سے
باہر آنے کے لیے اسکی وضع خاص کا لحاظ کیا جائیگا اسمین یہ اعتراض ہے کہ نفل کی ہر رکعت مین قرأت فرض ہے اور فرض کے دوگانہ اخیر مین سنت تو اخیر دوگانہ مین اقتدا فرض والیکا
پیچھے سنت والیکے لازم آویگا حالانکہ یہ درست نہین اسکا یہ جواب ہے کہ مقتدی اقتدا کی جہت سے امام کا تابع ہے قرأت کے باب مین اسی جہت سے قرأت اسکے حق مین ان دونون
رکعتون مین سنت ہو گئی کذا فی الطحطاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے صح اقتداء متنفل بمتنفل صحیح ہے اقتدا نفل پڑھنے والیکا پیچھے نفل پڑھنے والیکے ومن یری الوتر واجبا بمن یراہ
سنۃ اور صحیح ہے اقتدا اس شخص کا جو وتر کو واجب سمجھتا ہے پیچھے اس شخص کے جو وتر کو سنت سمجھتا ہے یعنے اس شرط سے کہ امام وتر کو ایک سلام سے پڑھے کذا فی الطحطاوی ومن
اقتدی فی العصر وہو مقیم بعد الغروب بمن احرم قبلہ للاتحاد اور درست ہے اقتدا اس شخص کا کہ وہ مقیم ہے اور عصر کی نماز مین غروب کے بعد ایسے شخص کا اقتدا کرے جسنے نیت عصر کی غروب
کے پیشتر کی ہو بسبب متحد ہونے دونون کی نمازون کے مقیم کی قید اسلیے لگائی کہ اگر مسافر بعد وقت نکلنے کے اقتدا کریگا تو جائز نہو گا چنانچہ پیشتر گذر طحطاوی نے کہا کہ للاتحاد تینون
مسئلون کی علت ہے نفل مین تو اتحاد ظاہر ہے اور وتر مین اسلیے کہ اعتقاد اختلاف مین ہے نہ اصل وتر ہونے مین اور تیسرے مسئلہ مین دونون کی نماز عصر ہے اُن دونون کی ادا و ظاہر
حدث امامہ وکذا کل مفسد فی رای مقتد بطلت فیلزم اعادتہا لتضمنہا صلوۃ المؤتم صحۃ وفسادا اور جبکہ ظاہر ہو جاے مقتدی کو بے وضو ہونا اسکے امام کا تو اسکی نماز باطل ہو گی
یعنی سرے سے منعقد نہو گی تو لازم ہو گا اسکا اعادہ کیونکہ نماز امام کی مقتدی کی نماز کو متضمن ہے صحت اور فساد مین شارح نے کہا اور ایسا ہی حکم ہے ظاہر ہونے ہر مفسد کا مقتدی کے
اعتقاد مین ہم یعنی اگر گواہون سے یا امام کے اقرار سے معلوم ہوا کہ امام نے بے وضو نماز پڑھی یا کوئی اور مفسد نماز اس سے سرزد ہوا تو مقتدی کو فرض پھر پڑھنی چاہیئن اسلیے کہ امام
کی نماز کے فاسد ہونے سے مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو جائیگی اور لفظ باطل اور اعادہ کا ماتن کے کلام مین بے محل ہے اسلیے کہ باطل اصطلاح مین اسکو کہتے ہین جو منعقد ہو کر فاسد ہو
اور اعادہ اس مقام پر بولتے ہین کہ جبر نقصان کے لیے دوبارہ پڑھے اور یہان یہ صورت متحقق نہین ہان اگر یہ کہا جاے کہ مجازا ایسا کہدیا ہے تو ہو سکتا ہے کذا فی الطحطاوی
کما یلزم الامام اخبار القوم اذا امہم وہو محدث او جنب او فاقد شرط او رکن ہل علیہم اعادتہا ان عدلا نعم والا ندبت وقیل لا لفسقہ باعترافہ ولو زعم انہ کافر لم یقبل منہ لان الصلاۃ

دلیل ہے علم میں سے جو خبر دینے تک نہ ہو تو امام کو خبر دیا تو امام کو بشکلہ و امام ہوا کہ نماز کہ وہ بیوضو تھا تو آپ نے پانچ میں یا کسی شرط ادا کرنی کا ہو کیا وہ سبب مقتدی پرتا ہوا

ادا ہو جانا ہو نماز امام کے خبر دینے سے جواب یہ ہو کہ اگر امام کو کہ جو ان کا سبب ہو دعا کرے ادا میں تعاون وہ مستحب ہو وہ ضعفون سے کہ ان کو وہ نہیں تو بسبب نہ تو نہ

امام کے اپنے قول سے نہیں کر سکتا ہو امام نے امامت بیوضو ہو بنا یا کہ نیوز میں امامت کی دو صحیح ہو کر تو کہ ادا کرو یا تو خود بھی زبان سے فاسق ہو گیا و دنیا کے امام سے فاسق کا

قول معتبر نہیں ہے اسی لیے تک خبر دینے سے اعادہ نماز کا نہیں وہ اگر احتمال ہو کہ امام نے ہزار وجہ سے قریب کیا تو اعادہ کریں کذا فی الشامی وہ اگر امام نے نماز پڑھانے کے بعد کہا کہ

شخص کا فر ہو گیا تو قول اسکا نہ مانا جائیگا کیونکہ نماز پڑھنا مسلمان ہونے کی دلیل ہے اور امام پر حکم کیا جائیگا مسلمان ہونے کا ہے یہ کیونکہ اس کلام سے وہ مرتد ہو گیا بالتقدیر

اور کہا جاوے اور وصول علی الاصح وتستین الالایزہ بحر عن المعراج وصحح فی مجمع الفتاوی عدمہ بعد ما لو من ثبت معتدہ تحکم نہ صحیح مرتبہ سے اقتدا کی امام کے ذمہ

خبر دینا مستحب ہے کہ بعد مدت میں زبان سے کہہ کر یا خط لکھ کر یا قاصد بھیجکر لازم ہو صحیح تر قول کے بموجب اگر مقتدی معین ہیں یعنی معلوم ہیں اور اگر معلوم نہوں تو خبر دینا لازم

نہیں کذا فی البحر عن المعراج حلبی نے کہا کہ اگر تھوڑے معلوم ہوں اور تھوڑے نامعلوم تو معلوم کو خبر دینا لازم ہے اور تحقیق کی ہو کہ مجمع الفتاوی میں نہ خبر دینے کی صحت یعنی خواہ

نماز کو فاسد ہونا بالاتفاق ہو یا اختلاف فیہ بسبب ہونے اس فعل امام کے خطا کے طور پر سبب سے وہ کہ دی گئی ہو لیکن شرح میں تصحیح دلیکی میں نماز دو بسبب خبر دینا صحیح لازم

شرح وقایہ اور مجمع البحرین شرح کنز الدقائق میں مذکور ہو تو تصحیح الفتاوی کا قول انکے سامنے قابل التفات نہیں شامی نے کہا کہ الفتاوی مستحق انجاست ہو اور ملا الامام مستحق ہو

سے واذا اقتدی امی وقاری بامی تفسد صلوٰۃ الکل لقدرۃ علی القرءۃ بالاقتداء بالقاری سواء علم بہ اولا نواہ اولا علی المذہب او استخلف الامام امیا فی الاخریین

ولو فی التشہد الا بعدہ فتصح بخروجہ بصنعہ تفسد صلوتہم لان کل رکعۃ صلوۃ فلا تخلوعن القراءۃ ولو تقدیرا اور جب اقتدا کیا ایک امی اور ایک قاری نے پیچھے امی کے تو نماز سب کی

فاسد ہو گی بسبب قادر ہونے امیون کے قرات پر قاری کے پیچھے پڑھنے سے برابر ہو کہ امام کو علم قاری کا ہو یا نہو اور نیت قاری کی کی ہو یا نہ کی ہو بنا بر مذہب قوی کے

شامی نے زیلعی سے نقل کیا کہ وجہ اسکی یہ ہو کہ فرائض کا مال علم در حالت سے بدلتا نہیں تو جب علم شرط نہوا تو نیت بھی بطریق اولیٰ شرط نہو گی تتمتی یا خلیفہ کرے امام

کسی امی کو پچھلی دو رکعتون میں اگرچہ تشہد میں خلیفہ کرے فاسد ہو گی نماز سب کی اسلیے کہ ہر رکعت نماز علیحدہ ہو تو خالی نہو گی کوئی رکعت قرات سے اگرچہ قرات تقدیری

ہو اور امی میں قرات تقدیری بھی نہیں کیونکہ وہ اہل ہی نہیں تو امام نے ایسے کو خلیفہ کیا جسمین صلاحیت امامت کی نہیں اسلیے نماز مقتدیون کی فاسد ہو گی اور امام کی نماز

عمل کثیر کی جہت سے فاسد ہو گی اور مقتدیون کی نماز امام کی نماز پر مبنی تھی کذا فی البحر شارح نے کہا اور بعد تشہد کے خلیفہ کرنے سے تو نماز درست ہو گی بسبب خارج ہونے

امام کے اپنے فعل یعنی استخلاف سے وصحت لو صلی کل من الامی والقاری وحدہ فی الصحیح اور صحیح ہو نماز اگر پڑھی ہر ایک امی اور قاری نے تنہا قول صحیح میں تم قول

صحیح کا مقابل قول ابو حازم کا ہو کہ نماز امی کی اس صورت میں بھی جائز نہیں بقیاس مسئلہ گذشتہ اور ہدایہ میں قول اول کو صحیح کہا ہو کذا فی الشامی بخلاف حضور الامی

بعد افتتاح القاری اذا لم یقتد بہ وصلی منفردا فانہا تفسد فی الاصح لما مر بخلاف آنے امی کے بعد شروع کرنے قاری کے جبکہ قاری کا اقتدا نکرے اور تنہا

نماز پڑھے کہ نماز امی کی فاسد ہو گی صحیح تر قول میں اسوجہ کے سبب سے کہ گذر گئی یعنی امی نے باوجود قدرت علی القراءۃ کے قرات کو ترک کیا اگر قاری کے پیچھے پڑھتا تو

اسکی قرات اسکی بھی قرات ہو جاتی واعلم ان المدرک من صلاہا کاملۃ مع الامام واللاحق من فاتتہ الرکعات کلہا او بعضہا لکن بعد اقتدائہ اور بیان کر مدرک وہ مقتدی ہو

جسنے نماز کی پوری رکعتین امام کے ساتھ پڑھی ہون اور لاحق وہ مقتدی ہو جسنے کل رکعات یا تھوڑی سی رکعتین امام کے ساتھ نہ پڑھی ہون مگر اقتدا کر چکنے کے بعد یہ رکعتین

فوت ہوئی ہون بعذر کغفلۃ وزحمۃ وسبق حدث وصلوۃ خوف ومقیم ائتم بمسافر فوت ہونا کل یا بعض رکعات کا کسی عذر سے ہو مثلا غفلت سے یا بھیڑ سے یا وضو جاتے رہنے

سے یا خوف کی نماز سے یا مقیم کا اقتدا کرے مسافر کے پیچھے تو غفلت کی صورت یہ ہو کہ مقتدی اقتدا کے بعد غافل ہو گیا یہانتک کہ امام نے سب نماز یا بعض پڑھ لی اور

انبوہ کی صورت یہ ہو کہ مثلا جمعہ میں اقتدا کیا اور لوگون کی کثرت کے باعث ایک رکعت امام کے ساتھ نہ پڑھ سکا اور بیوضو ہو جانے سے مقتدی اور امام دونوں لاحق ہو سکتے

ہیں امام کے لاحق ہونیکی یہ صورت ہو کہ جب امام بیوضو ہو گیا تو کسیکو خلیفہ کر گیا تھا اسکے اس اثنا میں کل یا بعض رکعات پڑھ لین اور خوف کی نماز ظاہر ہو کہ امام نے

کرکے ایک کو نماز پڑھاوے اور دوسرے کو مقابل دشمن کے کھڑا کرے جب پہلا حصہ نصف نماز امام کے ساتھ پڑھ لے تو وہ دشمن کے سامنے جاوے اور دوسرا امام کے پیچھے اقتدا کرے چنانچہ صلوۃ خوف مین بیان ہوگا تو پہلا حصہ لاحق ہوگا جو شارح نے مراد لیا ہی اور دوسرا حصہ مسبوق ہی وہ مراد نہین اور مقیم جو مسافر کے پیچھے پڑھے یعنی چار رکعت والی نماز مین مقیم کو امام کے فارغ ہونیکے بعد دو رکعتین اور پڑھنی پڑینگی ان دونو مین مقیم کا حکم لاحق کا ہی وکذا بلا عذر بان سبق امامہ فی رکوع او سجود فاتہ یعنی رکعۃ اور اسیطرح ہی فوت ہونا رکعات کا بلا عذر اسطرح کہ مقتدی اپنے امام سے پیشتر ایک رکوع اور سجدہ کرلے تو وہ ایک رکعت قضا کریگا اور اس رکعت کے پڑھنے مین لاحق ہوگا وحکمہ کمؤتم فلا یاتی بقراءۃ ولا سہو ولا یتغیر فرضہ بنیۃ اقامتہ ویبدأ بقضاء ما فاتہ اور حکم لاحق کا مقتدی کیطرح ہی یعنی فوت شدہ رکعت مین قراءت نہ پڑھے اور اگر اسکے پڑھنے مین کچھ سہو ہوجاوے تو سجدہ سہو نکرے اور اسکا فرض نہ بدلیگا اقامت کی نیت سے یعنی اگر مسافر لاحق ہوگیا اور فوت شدہ نماز کو پڑھنے مین نیت اقامت کی کرے تو وہی رکعتین اسکے ذمہ رہینگی چار نہوجائینگی اور شروع کرے ادا کرنا فوت شدہ کا یعنی لاحق اول وہ رکعت پڑھے جو فوت ہوگئی پھر امام کی متابعت کرے عکس المسبوق مسبوق کے برعکس یعنے چارون باتون مذکورۂ بالا مین لاحق مسبوق کے برعکس ہی تو مسبوق اپنی باقی نماز مین قراءت پڑھیگا اور اگر اسمین سہو کریگا تو سجدہ سہو کرنا پڑیگا اور نیت اقامت سے اسکا فرض بدل جائیگا دو کی جگہ چار رکعتین پڑھنی ہونگی اور اول امام کی متابعت کریگا بعد اسکے فارغ ہونیکے باقی نماز پڑھیگا ثم تابع امامہ ان امکنہ ادراکہ والا تابعہ ثم صلی ما نام فیہ بلا قراءۃ ثم ما سبق بہ بہا ان کان مسبوقا ایضا پھر لاحق بعد ادا کرنے فوت شدہ نماز کے اپنے امام کی متابعت کرے اگر امام کا پالینا اسکو ممکن ہو ورنہ متابعت امام نکرے پھر اگر لاحق مسبوق بھی ہو تو اول وہ نماز بے قراءت پڑھے جسمین مثلا سو گیا ہو اسکے بعد وہ پڑھے قراءت کے ساتھ جسمین مسبوق ہی اور صورت لاحق اور مسبوق ہونیکی یہ ہی کہ ایک شخص مثلا ظہر کی دوسری رکعت مین شریک ہوکر لاحق ہوگیا یعنی تیسری اور چوتھی رکعت اسکو نہ ملی تو اب وہ تیسری اور چوتھی کو بلا قراءت پڑھے پھر اول رکعت کو قراءت کے ساتھ پڑھے شامی نے کہا کہ شارح کی عبارت فہم مطلب سے قاصر ہی بہتر تعبیر یون تھی کہ شارح یون کہتا (ویبدأ بقضاء ما فاتہ بلا قراءۃ عکس المسبوق ثم تابع امامہ ان ادرکہ ثم ما سبق بہ) یعنی شروع کرے قضائے مافات کو بدون قراءت کے برعکس مسبوق کے پھر متابعت امام کی کرے اور اگر اسکو نماز مین پاوے پھر وہ نماز پڑھے جسمین مسبوق ہوگیا ہی تاکہ عبارت مختصر اور تفہیم غرض کے لیے واضح تر ہوتی غرضکہ شارح کا قول والا تابعہ الخ بے موقع ہی اسلیے مترجم نے اسکا ترجمہ اور طور پر کیا ولو عکس صح واثم لترک الترتیب اور اگر لاحق اسکا عکس کرے یعنی اول وہ رکعت پڑھے جسمین مسبوق ہوا پھر وہ جسمین لاحق ہوا تو نماز صحیح ہوگی اور گناہگار ہوگا بسبب ترک ترتیب رکعات کے جو واجب ہی اور امام زفر کے نزدیک اسکی نماز صحیح نہوگی کیونکہ ترتیب رکعات انکے نزدیک فرض ہی کذا فی الشامی والمسبوق من سبقہ الامام بہا او ببعضہا اور مسبوق وہ مقتدی ہی جس سے پیشتر امام سب رکعتین یا بعض رکعتین پڑھ چکا ہو یعنی مثلا اگر اخیر رکعت کے رکوع کے بعد ملا ہوگا تو سب رکعتون مین مسبوق ہوگا ورنہ بعض مین غرضکہ مقتدی چار طرح کے ہوے اول مدرک دوم لاحق سوم مسبوق چہارم وہ جو لاحق بھی ہی اور مسبوق بھی وہو منفرد حتی یثنی ویتعوذ ویقرأ وان قرأ مع الامام لعدم الاعتداد بہا لکراہتہا مفتاح السعادۃ اور مسبوق منفرد ہوتا ہی یہانتک کہ وہ سبحانک اللہم الخ اور اعوذ اور قراءت پڑھے اگرچہ امام کے ساتھ اسنے قراءت پڑھی ہو کیونکہ امام کے پیچھے قراءت مکروہ ہونیکی جہت سے اسکا کچھ شمار نہین وجود وعدم برابر ہی کذا فی مفتاح السعادۃ فیما یقضیہ ای بعد متابعتہ لامامہ فلو قبلہا فالاظہر الفساد اور مسبوق منفرد ہی اس نماز مین کہ قضا کرے یعنے وہ نماز جو امام کے ساتھ نہین ملی اسکے پڑھنے مین منفرد ہی شارح نے کہا کہ فوت شدہ کو ادا کرے بعد متابعت اپنے امام کے یعنی امام کے فارغ ہونیکے بعد پڑھے پس اگر قبل متابعت کے یعنے اثناء متابعت مین پڑھیگا تو ظاہر تر نماز کا فاسد ہونا ہی اسلیے کہ منفرد ہونا اقتدا کے محل مین درست نہین ویقضی اول صلوتہ فی حق قراءۃ وآخرہا فی حق تشہد فمدرک رکعۃ من غیر فجر یاتی برکعتین بفاتحۃ وسورۃ وتشہد بینہما وبرابعۃ الرباعی بفاتحۃ فقط ولا یقعد قبلہا اور مسبوق قراءت کے باب مین اول اپنی نماز کا اور تشہد کے باب مین آخر اپنی نماز کا پڑھے یعنی فوت شدہ نماز کو قراءت کے حق مین شروع نماز سمجھے اور تشہد کے حق مین امام کے ساتھ پڑھی ہوئی کو بھی ملالیوے اب شارح اسپر تفریع کرتا ہی کہ پانیوالا ایک رکعت کا فجر کے سوا دوسری نمازون مین سے بقیہ نماز اسطرح پڑھے کہ دو رکعتین اول فاتحہ اور سورہ کے ساتھ اور انکے درمیان مین تشہد کے ساتھ ادا کرے یعنی ایک رکعت مع الحمد وسورہ پڑھکر بیٹھے کیونکہ تشہد دو رکعتون کے بعد ہوتا ہی اور اسنے ایک امام کے ساتھ پڑھ لی ہی پھر تیسری رکعت مع الحمد وسورہ پڑھے اور چوتھی رکعت چار رکعت والی نماز کی صرف الحمد کے ساتھ ادا کرے اور اس سے پیشتر یعنے تیسری کے آخر مین نہ بیٹھے مستصفی مین سے ہی کہ امام اعظم کے نزدیک مسبوق اسطرح پڑھے

ہے کہ جو مقتدی ... پہلے امام کے ... سہو ... قول ... اسی سے ہے ... اور خلیفہ کرنا بھی اسکو ... الا

ان یتم صلوتہ ... مقتدی ... جیسا کہ ... مسبوق منفرد ہو کر پڑھے اسی طرح ...

... سے ... مقتدی ہے اور منفرد کے پیچھے ... خلیفہ کرنا مسبوق کو حالت مسبوق ہونے ہی میں ... اقتدا ...

... مسبوق کے پیچھے اقتدا جائز نہیں ... سے ... کا مسئلہ مستثنیٰ ہے ...

خلیفہ کرے ... بخلاف مسبوق کو امام کے سلام سے پیشتر ... اور بعد سلام امام کے جب مسبوق

... مسبوق ... اگر دو مسبوق ہوں ایک ساتھ شریک جماعت ہوئے انہیں سے ایک جو ...

باقی ... اگر ... دیکھ کر ... اسکے ... تو درست ہوگا ... کہ اس ... کی ضرورت نہیں کیونکہ اسمیں اقتدا کی نیت ...

یاتی بتکبیر التشریق ... اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مسبوق تکبیرات تشریق کہے بالاتفاق یعنی عرفہ کی صبح سے تیرھویں کی عصر تک ہر فرض با جماعت کے بعد

جو تکبیر ... مسبوق بھی ... امام ... تکبیر ... کبر ... فیہا ... مفسدۃ و قطعہا ... ناقص وقاطع ...

بخلاف المنفرد ... تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر مسبوق ... کرکے ... اپنی نماز کی ... قطع کرنے کی ...

اور ... نماز ... بخلاف منفرد کے کہ ... عنقریب آویگا ... قام الی قضاء ما سبق بہ وعلی الامام سجدتا سہو ...

... ان یعود ... الامام ... مسئلہ ... مسبوق مقتدی کے ... اگر مسبوق کھڑا ہوا اس نماز کو پڑھنے جو اس سے پیشتر ...

حالانکہ امام پر دو سجدے سہو کے ہیں اگرچہ سہو مسبوق کے مقتدی ہونے سے پہلے ہوا ہو تو مسبوق پر واجب ہے کہ عود کرے یعنی امام کے ساتھ سجدہ سہو میں شریک ہو جاوے

اور مسبوق کو چاہیئے کہ امام کے سلام کے بعد صبر کرے یہانتک کہ ... کہ امام کے ذمے سہو نہیں ... قضاء ... کے لیے اٹھنے میں جلدی نہ کرے جب امام دوسری طرف

سلام پھیرے اسوقت اٹھے ولو قام قبل السلام ... ان قبل قعود الامام قدر التشہد ... وان بعدہ ... اور اگر مسبوق امام کے سلام سے پیشتر کھڑا ہو گیا تو کیا معتبر

ہوگا اسکا ... قیام و رکوع وغیرہ کرنا اسکا جواب یہ ہے کہ اگر بقدر تشہد امام کے بیٹھنے سے پیشتر کھڑا ہو کر پڑھنے لگے گا تو اسکا ... معتبر نہیں اور اگر بعد بیٹھنے امام

کے بقدر تشہد کھڑا ہوا ہوگا تو معتبر ہوگا وکرہ تحریما الا بعذر کخوف حدث وخروج وقت فجر وجمعۃ وعید ومعذور وتمام مدۃ مسح ومرور ما بین یدیہ اور مکروہ تحریمی ہے کھڑا ہو جانا

مسبوق کو بقدر مقدار تشہد بیٹھنے امام کے مگر کسی عذر کی جہت سے مکروہ تحریمی نہیں جیسے خوف ہو بے وضو ہو جانے کا در صورت توقف اور خوف جاتے رہنے وقت فجر اور جمعہ

اور عید اور معذور کا یعنی امام کے ساتھ سلام تک ٹھہرنے اور پھر اپنی باقی نماز پڑھنے میں آفتاب نکل آویگا یا جمعہ کا وقت خواہ عید کا نہ رہیگا یا معذور والے شخص کو وقت

باقی نہ رہیگا اور خوف پورا ہو جانے مدت مسح موزوں کا اور خوف گذرنے کسی گذرنیوالے کا اسکے سامنے کہ ان صورتوں میں اگر مسبوق کھڑا ہو جائیگا تو کھڑا ہونا مکروہ

تحریمی نہوگا ہم بدون عذر کھڑا ہونا مکروہ تحریمی اسلیئے ہوا کہ امام کی متابعت سلام میں واجب ہے کھڑا ہو جانے سے وہ چھوٹ جائیگی کذا فی الشامی حلبی نے کہا کہ خروج

اور تمام اور مرور کا عطف حدث پر ہے اور جمعہ اور عید اور معذور کا فجر پر ... فرغ قبل سلام امامہ ثم تابعہ فیہ صحت پھر اگر مسبوق اپنی بقیہ نماز سے فارغ ہوا امام کے

سلام سے پیشتر پھر سلام میں اسکی متابعت کی تو نماز صحیح ہوگی ہم بعض فقہاء نے کہا ہے کہ اس صورت میں نماز فاسد ہوگی کیونکہ مسبوق جب کھڑا ہو گیا تو بقیہ کے

پڑھنے میں منفرد ہو گیا اب پھر اقتدا کیسے کریگا مگر فتوی اسپر ہے کہ نماز فاسد نہوگی اسلیئے کہ اقتدا کیا ہے بعد فراغت پانے کے ارکان سے تو ایسا ہوا اگر امام بوجہ کہ

سوقت میں حدث کیا کذا فی البحر والفتح ولو لم یعد کان علیہ ان یسجد للسہو فی آخر صلوتہ استحسانا اور اگر مسبوق عود نکرے اور امام کے ساتھ سجدہ سہو میں شریک نہو

تو اسکو چاہیئے کہ اپنی نماز کے آخر میں سجدہ سہو کرے براہ استحسان قید بالسہو لان الامام لو تذکر سجدۃ صلبیۃ او تلاوتیۃ فرضت المتابعۃ ... قید لگائی سہو کی

یعنی اوپر کے قول میں کہ امام پر سہو کے سجدے ہیں اسلیئے کہ اگر امام کو سجدہ خود نماز کے اندر کا یا سجدہ تلاوت کا یاد ہوگا تو اس سجدہ میں مسبوق کو متابعت امام کی

فرض ہے ورنہ نماز فاسد ہو جائیگی اسلیے کہ سجدۂ صلبی فرض ہے اور سجدۂ تلاوت گو واجب ہے مگر چونکہ یہ سجدہ قعدۂ اخیرہ کو معدوم کر دیتا ہے اسلیے اُسکے بعد کا قعدہ فرض ہے تو متابعت امام کی فرض میں فرض ہے اُسکے نکرنے سے نماز فاسد ہو جائیگی کذا فی الحلبی وہذا کلہ قبل تقییدہ ما قام الیہ بسجدۃ اما بعدہ فتفسد فی صلبیۃ مطلقا وکذا تلاوۃ وسہو ان تابع والا لا اور یہ سب یعنی مسبوق کا عود کرنا اور سجدۂ سہو اور صلبی اور تلاوت میں امام کی متابعت کرنی اُسوقت تک ہے کہ جس رکعت کو مسبوق کھڑا ہوا ہے اُسکو سجدہ کے ساتھ مقید نکیا ہو اور سجدہ سے مقید کرنے کے بعد تو صلبی سجدہ میں نماز مطلقاً فاسد ہو گی خواہ متابعت کرے یا نکرے کیونکہ وہ منفرد ہو گیا حالانکہ اُس سے دو رکن سجدہ اور قعدہ رہگئے اور بعد رکعت پورا کرنے کے متابعت سے عاجز ہے لہٰذا نماز فاسد ہو گی کذا فی الحلبی اور اسیطرح نماز فاسد ہو گی سجدۂ تلاوت اور سجدۂ سہو میں اگر مسبوق متابعت کریگا اسلیے کہ ایک رکعت کو پورا کرنے سے حالت انفراد مستحکم ہو چکی اب وہ متروک نہیں ہو سکتی اور متابعت سے اُسکا ترک لازم آتا ہے کذا فی الشامی اور اگر متابعت نکریگا تو نماز فاسد نہو گی کیونکہ سجدۂ سہو تو واجب ہے اور سجدۂ تلاوت سے جو قعدۂ اخیرہ جاتا رہا تو ایسے وقت گیا کہ مسبوق پکا منفرد ہو چکا تھا وہ مسبوق پر لازم نہو گا اور یہی وجہ نماز فاسد نہو گی کذا فی الحلبی ولو سلم ساہیا ان بعد امامہ لزمہ السہو والا لا اور اگر مسبوق نے بھول کر سلام پھیرا تو اگر بعد امام کے پھیرا ہے تب تو اُسپر سجدۂ سہو لازم ہے کیونکہ وہ اس حالت میں منفرد ہے اور اگر ایسا نہیں یعنے امام سے پیشتر پھیر دیا اُسکے ساتھ ہی پھیرا تو سجدۂ سہو لازم نہیں کیونکہ وہ دونوں صورتوں میں مقتدی ہے اور مقتدی کے سہو سے مقتدی پر کچھ لازم نہیں ولو قام امامہ لخامسۃ فتابعہ ان بعد القعود تفسد والا لا حتی یقید الخامسۃ بسجدۃ اور اگر مسبوق کا امام پانچویں رکعت کو کھڑا ہو گیا اور مسبوق نے اُسکی متابعت کی تو اگر امام بعد قعدۂ اخیرہ کے کھڑا ہوا ہے تو مسبوق کی نماز فاسد ہو گی کیونکہ انفراد کی جگہ میں اقتدا کریگا اور اگر امام نے قعدۂ اخیرہ نہیں کیا اور کھڑا ہو گیا تو نماز مسبوق کی فاسد نہو گی اسلیے کہ امام کی نماز بھی پوری نہیں ہوئی تو متابعت سے کچھ ضرر نہیں جبتک کہ امام پانچویں رکعت کو سجدہ سے مقید کرے کیونکہ پانچویں رکعت کا سجدہ کرنے سے امام کی نماز نفل ہو جائیگی اسلیے مسبوق کی نماز فاسد ہو گی ولو ظن الامام السہو فسجد لہ فتابعہ فبان ان لا سہو فالاشبہ الفساد لاقتدائہ فی موضع الانفراد اور اگر امام نے اپنے ذمہ سہو کا گمان کر کے سجدۂ سہو کے لیے کیا اور مسبوق نے اُسکی متابعت کی پھر ظاہر ہوا کہ امام پر سہو نہ تھا تو اشبہ ترقوا عدفقہ سے فاسد ہونا نماز مسبوق کا ہے بسبب اقتدا کرنے مسبوق کے انفراد کی جگہ میں ہم شامی نے فیض سے نقل کیا کہ عدم فساد پر فتویٰ ہے اور فقیہ ابو اللیث نے عدم فساد کی وجہ بیان کی کہ اس زمانہ میں قاریوں پر جہالت غالب ہے

باب الاستخلاف

یہ باب ہے خلیفہ کرنے کے احکام میں یعنی اگر امام کو اثنائے صلوٰۃ میں مانع صلوٰۃ پیش آوے اور وہ دوسرے شخص کو اپنا نائب کر دے اُسکے احکام اس باب میں مذکور ہیں طحطاوی نے کہا کہ سین اور تا استخلاف میں زائد ہیں کیونکہ مقصود بیان خلیفہ کا ہے نہ طلب کرنا خلیفہ کا اور چونکہ استخلاف اُس حدث کے ہونے پر مشروط ہے جو بنا کا مانع ہوا اسلیے شارح نے عنوان میں بنا ہی کو ذکر کیا اور کہا اعلم ان لجواز البناء ثلثۃ عشر شرطا جان لے کہ بنا کے جائز ہونے کے لیے تیرہ شرطیں ہیں کون الحدث سماویا پہلی شرط ہونا حدث کا ہے آسمانی یعنی حدث میں اور اُسکے سبب میں بندہ کو اختیار نہ ہو اگر حدث اختیاری ہو گا تو بنا درست نہو گی نماز نئے سر سے پڑھنی پڑیگی من بدنہ دوسری شرط ہونا حدث کا نمازی کے بدن سے یعنی خارج سے نجاست مانع نماز نہ لگے غیر موجب لغسل تیسری شرط یہ ہے کہ وہ حدث موجب غسل کا نہو مثلاً سو جانے سے انزال نہو گیا ہو ولا نادر وجود اور چوتھی شرط ہے حدث کا نادر الوجود نہ ہونا اس سے کھلکھلا کر ہنسنا اور بیہوشی نکل گئی ولم یؤد رکنا مع حدث اور پانچویں شرط یہ ہے کہ نمازی نے کوئی رکن حدث کے ساتھ نہ ادا کیا ہو مثلاً سجدہ میں حدث ہوا اور اپنا سر بقصد ادا اُٹھایا تو نماز از سر نو پڑھے او مشی اور چھٹی شرط یہ ہے کہ کوئی رکن چلنے کے ساتھ نہ ادا کیا ہو مثلاً جب نماز میں سے وضو کرنے گیا اور ہٹ کر آنے میں قرأت پڑھتا آیا تو بنا نہ ہو سکیگی ولم یفعل منافیا اور ساتویں شرط یہ ہے کہ کوئی فعل مخالف نماز نہ کیا ہو مثلاً کھانا نہ کھایا ہو یا پانی نہ پیا ہو ورنہ از سر نو نماز پڑھے او فعلا لہ منہ بد اور آٹھویں شرط یہ ہے کہ کوئی کام ایسا بھی نہ کیا ہو جس سے نمازی کو چارہ ہو مثلاً پانی پاس تھا اور بلا ضرورت دور چلا گیا ولم یتراخ بلا عذر کزحمۃ اور نویں شرط یہ ہے کہ بدون عذر کے دیر نہ کی ہو عذر جیسے انبوہ کا ہونا تو اگر بدون انبوہ کے مقدار ادا کرنے رکن کے توقف کریگا مثلاً تو نماز فاسد ہو جائیگی اور بنا جائز نہو گی ولم یظہر حدثہ السابق کمضی مدۃ مسحہ اور دسویں شرط یہ ہے کہ اس حدث سے پیشتر کا کوئی حدث ظاہر نہوا ہو جیسے گذر جانا مدت نمازی کے موزہ کی مسح کی کہ اس صورت میں بھی نماز فاسد

باب الاستخلاف

[illegible]

[illegible] ذکر [illegible] شافعی [illegible]

[illegible] امام میں حائل [illegible] مقتدی [illegible]

[illegible] مقتدی [illegible] امام [illegible]

[illegible] امام نے اپنے شخص کو خلیفہ کیا ہو [illegible] خلیفہ [illegible]

[illegible] امام [illegible] آگے پیش ہو [illegible] امام [illegible]

اختیار [illegible] ورنہ اسکے سبب میں [illegible] ایک ہی دفعہ سے [illegible] اور اس سے نمازی کے خون نکلا اور مثل جو وضو ہو جانے نمازی کے چھینک سے جیسے چھینک سے قول

[illegible] شافعی کے مثال [illegible] اس مسئلہ میں اختلاف ہے ابو یوسف اور طرفین میں ابو یوسف کے نزدیک بندہ سے مراد نمازی ہے [illegible]

[illegible] اختیار نہو ان کے نزدیک وہ منافی ہوگا اور طرفین کے نزدیک جو فعل ایسا ہو کہ کسی بندہ کے اختیار میں نہو وہ آسمانی ہوگا اور چھینک کے مانند کہ انسان [illegible]

طرفین کے ان عذرات سے جو وضو ہو نہیں بنا درست نہیں غیر مانع للبناء کما قدمناہ ولو بعد التشهد بیانی بالسلام [illegible] او جاز لہ ذلک ولو فی جنازة باشارة

او جر الی المحراب ولو مسبوق امام کو حدث [illegible] اور جو مانع بنا کا نہو جیسا کہ اسکو مقدم بیان کر دیا یعنی اس حدث میں وہ تیرہ شرطیں ہوں جو اوپر مذکور ہوئیں

تو امام نے کسی مقتدی کو اپنا خلیفہ کرے اگرچہ بعد تشہد کے حدث ہو تب بھی خلیفہ کرے تاکہ خلیفہ سلام پھیرے یعنی امام کو خلیفہ کرنا درست ہے کو نماز جنازہ میں ہو

خلیفہ کرے مقتدی کو اشارہ سے یا محراب کی طرف کھینچنے سے اگرچہ مقتدی مسبوق ہو ویشیر باصبع لبقاء رکعة وباصبعین لرکعتین والید علی رکبتہ لترک رکوع وعلی جبہتہ

لسجود وعلی فمہ لقراءة وعلی جبہتہ ولسانہ لسجود تلاوة [illegible] اور امام اشارہ کرے خلیفہ کی طرف ایک انگلی سے ایک رکعت باقی رہنے کے لیے اور انگلیوں سے

اشارہ کرے دو رکعتیں رہنے کا اور رکھے اپنا ہاتھ زانو پر رکوع کے چھوٹ جانے کے لیے اور پیشانی پر سجدہ کے رہجانے کے لیے اور منہ پر قرات کے رہجانے کے لیے اور

پیشانی اور زبان دونوں پر ہاتھ رکھے سجدہ تلاوت کے چھوٹ جانے کے لیے اور فقط سینہ پر ہاتھ رکھے سہو کے واسطے اگر امام کے ذمہ ہو مالم یجاوز الصفوف لو فی الصحراء

مالم یتقدم فحدہ السترة او موضع السجود علی المعتمد کالمنفرد خلیفہ کرے امام اسوقت تک کہ صفوں سے نہ نکل جاوے اگر جنگل میں ہو اور صورتیکہ آگے نہ بڑھے کہ اسکی حد سترہ ہے

کی جگہ معتمد قول پر مثل منفرد کے امام یعنی خلیفہ کرنے کی مدت امام کو جنگل میں اسوقت تک ہے کہ صفوں سے تجاوز نکرے یہ صورت داہنے یا بائیں اور پیچھے کی جانب میں ہوگی

اور آگے کی طرف میں حد سترہ سے بڑھنا ہے اور اگر سترہ نہو تو سجدہ کی جگہ سے تجاوز کرنا اسکے بعد نماز باقی رہیگی اور خلیفہ کرنا درست نہوگا اور اسی طرح منفرد کے لیے سترہ حد ہے

اور اگر سترہ نہو تو سجدہ کی جگہ یعنی اگر منفرد کو شبہ ہوا بے وضو ہونے کا اور وہ سترہ سے یا سجدہ کی جگہ سے آگے بڑھ گیا پھر معلوم ہوا کہ وضو نہیں گیا تو اب بنا کر سکیگا کہ نماز

فاسد ہوگئی اور منفرد کے لیے ہر طرف اتنا ہی فاصلہ معتبر ہے جتنا آگے کی طرف کذا فی الطحطاوی وما لم یخرج من المسجد او الجبانة او الدار لو کان یصلی فیہ ومتی

[illegible] لم یجاوز [illegible] ولم یتقدم احد لو بنفسہ فسدت صلاتہ [illegible] اور اسوقت تک کہ مسجد یا جبانہ یا مکان سے باہر ہو اگر امام انہیں سے کسی میں نماز

پڑھتا ہو اسلیے کہ امام اپنی امامت پر باقی ہے جبتک اس حد سے تجاوز نکرے اور جبتک کہ اور کوئی امام کی جگہ پر نیت امامت آگے نہ بڑھ گیا ہو کہ خود ہی بڑھا ہو بدون

اشارہ امام کے اگرچہ امام حد مذکور سے نہ بڑھا ہو یعنی امام کی جگہ اگر کوئی شخص مقتدیوں سے امامت کی نیت کر کے جا کھڑا ہو گا تو اسوقت اسکی امامت باقی نہ رہیگی اگرچہ

ابھی صفوں سے یا مسجد سے نہ نکلا ہو وہ مقتدی امام ہو جائیگا [illegible] نماز کی جگہ امام کو کہتے ہیں جو جنگل میں بنائی جائے کذا فی المغرب طحطاوی نے کہا

کہ بہتر تھا کہ شارح ولم یتقدم کی جگہ ولم یتقدم کہتا اور اس تقدم کو اختلاف حکمی کہتے ہیں [illegible] صلوة القوم [illegible] مقتدیا [illegible] اگرچہ مقتدی کے

کھڑا ہو جانے کے امام کی جگہ میں امام کسی فوت شدہ نماز کو یاد کر لیگا یا کلام کر لیگا تو قوم کی نماز فاسد نہوگی اسلیے کہ امام مقتدی ہو گیا اپنے خلیفہ کا تو قوم کی نماز اسکی نماز پر باقی رہی

[illegible]

ولو کان الماء فی المسجد لم یحتج للاستخلاف اور اگر پانی مسجد کے اندر ہو تو حاجت خلیفہ کرنے کی نہین کیونکہ خلیفہ کرنا جائز ہو نہ واجب اور امام جبتک مسجد مین رہے یہی امامت
پر قائم ہی تو ہو سکتا ہی کہ وضو کرکے پھر امام ہو جاوے شامی نے کہا کہ بعض نسخون مین اتنا مضمون زائد ہی کہ اگر اس صورت مین خلیفہ کردیگا تو اُسکی نماز فاسد ہو گی والاستیناف
افضل تحرزا عن الخلاف اور از سرنو پڑھنا امام کا افضل ہی واسطے بچنے کے خلاف سے ہم امام شافعی رح کے نزدیک استخلاف جائز نہین اُس سے نماز فاسد ہو جاتی ہی اسلیے کہا کہ نماز کو
نئے سرسے پڑھنا افضل ہی تاکہ سب کے نزدیک نماز ہو جاوے پھر استیناف کی یہ صورت ہی کہ کوئی کام نماز کے مخالف کرکے پہلی نماز کو قطع کردے اور وضو کے بعد جدا نیت کرے
کذا فی الشامی وتعین الاستیناف ان لم یکن تشہد لجنون او حدث عمدا او خروجہ من المسجد بظن حدث او احتلام بنوم او تفکر او نظر او مس بشہوۃ او اغماء او قہقہۃ لندرتہا اور
متعین ہی از سرنو پڑھنا اگر بقدر تشہد نہ بیٹھا بسبب جنون کے یا دانستہ حدث کرنے کے یا حدث کے گمان پر مسجد سے باہر نکلنے کے یا بسبب احتلام ہو جانے کے سونے سے یا فکر سے
یا دیکھنے یا شہوت کے ساتھ چھونے سے یا بسبب بیہوشی کے یا کھلکھلا کر ہنسنے کے کیونکہ اس قسم کے واقعات نادر ہین اور شرط استخلاف اور بنا کی عدم ندرت ہی چنانچہ مذکور ہوا وکذا

یجوز لہ ان یستخلف اذا حصر عن قراءۃ قدر المفروض لحدیث ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالی عنہ فانہ لما احس بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم حصر عن القراءۃ فتاخر فتقدم النبی صلی اللہ علیہ
وسلم واتم الصلوۃ فلو لم یکن جائزا لما فعلہ بدائع اور اسی طرح جائز ہی امام کو خلیفہ کرنا جبکہ بند ہو جاوے قدر فرض قرأت کے پڑھنے سے بسبب حدیث حضرت ابو بکر رضی اللہ
تعالی عنہ کے اُنھون نے جب آہٹ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پائی تو قرأت سے بند ہوے اور پیچھے ہٹ گئے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھکر نماز کو
تمام کیا تو اگر یہ امر جائز نہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسکو نکرتے کذا فی البدائع ہم فرض کے مقدار کی قید اسلیے لگائی کہ اگر بعد پڑھنے مقدار فرض کے رُکیگا تو خلیفہ کرنا
بالاجماع ناجائز ہوگا کذا فی الہدایہ وقالا تفسد اور صاحبین نے فرمایا کہ قرأت فرض سے رُک جانے کے باعث نماز فاسد ہو جائیگی تو از سرنو پڑھے خلیفہ نکرے ہم وجہ فساد
یہ ہی کہ یہ عذر نادر الوجود ہی اور شرط استخلاف یہ ہی کہ نادر نہو کذا فی الشامی ولیس الخلاف لو حصر ببول او غائط او اس خلاف کے برعکس ہی اگر امام بباعث پیشاب یا
پاخانہ کے نماز سے رک جاے یعنی صاحبین کے نزدیک استخلاف جائز ہی اور امام اعظم کے نزدیک ناجائز ولو عجز عن رکوع وسجود ہل یستخلف کالقراءۃ لم ارہ اور اگر امام عاجز
ہو رکوع اور سجود سے تو کیا خلیفہ کردے جیسے قرأت کے رُکنے مین کرتا ہی اس مسئلہ کا حکم مین نے نہین دیکھا ہم شامی نے کہا کہ مین نے شارح کے ہاتھ کا لکھا خزائن الاسرار
کے حاشیہ پر دیکھا کہ ظاہر کلام فقہا سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ اس مسئلہ مین خلیفہ نکرے کیونکہ استخلاف خلاف قیاس ثابت ہوا ہی یعنی بسبب عمل کثیر ہونے کے تو
جہان وارد ہی اُسی جگہ جائز ہوگا نہ دوسری جگہ مین لخجل ای لاجل خجل او خوف اعتراہ قرأت سے رُکنا بسبب خجالت کے ہو یا بسبب خوف کے کہ امام کو پیش آیا ہو
لا یستخلف اجماعا لو نسی القراءۃ اصلا لانہ صار امیا او اصابہ عطف علی المنفی بول کثیر ای نجس مانع من غیر سبق حدثہ فلو منہ فقط بنی خلیفہ نکرے اجماعا اگر بھول جاے قرأت
کو سرے سے اسلیے کہ امام اس صورت مین امی ہو گیا اور قوم کی نماز باطل ہو گئی تو اگر منفرد کو یہ صورت پیش ہوگی تو بھی بنا نہ کرسکیگا کذا فی الشامی یا لگ جاے امام کو پیشاب
بہت یعنی نجاست مانع نماز کی اُسکے حدث سابق کے سوا مین سے تو اگر صرف حدث سابق ہی سے نجاست لگے تو بنا کرلے شارح نے کہا کہ او اصابہ عطف ہی منفی پر یعنی لو نسی پر ہم
صورت مسئلہ کی یہ ہی کہ امام کو مثلاً نکسیر پھوٹی اور زائد از قدر درم اُسکے کپڑے کو لگ گئی تو اُس نجاست سے نماز فاسد نہو گی وضو کے ساتھ کپڑا دھوکر بنا کر سکتا ہی ہان اگر
خارج سے نجاست مانع لگیگی تو مفسد ہو گی او کشف عورتہ فی الاستنجاء او المراۃ ذراعہا للوضوء اذا لم یضطر لہ فلو اضطر لم تفسد یا کھولے اپنی برہنگی استنجا کرنے مین یا عورت
کھولے اپنا ہاتھ وضو کے لیے تو نماز فاسد ہو گی اور استخلاف اور بنا درست نہو گا بشرطیکہ کشف عورت کے لیے مضطر نہو پس اگر ناچار کھولنا پڑے یعنی ڈھانپے ہوے استنجا
یا وضو ممکن نہو تو نماز فاسد نہو گی او قرأ فی حالۃ الذہاب او الرجوع لادائہ رکنا مع حدث او مشی یا پڑھے قرأت وضو کے لیے جانے کی حالت مین یا واپس آنے کی حالت
مین تو نماز فاسد ہو گی بسبب ادا کرنے نمازی کے رکن نماز کو حدث کے ساتھ جانے کی صورت مین یا چلنے کے ساتھ واپس آنے کی صورت مین حالانکہ شرط بنا یہ تھی کہ ادا ے
رکن نہ حدث کے ساتھ ہو نہ چلنے کے ساتھ غرضکہ ان صورتون مین بھی استخلاف و بنا درست نہین بخلاف تسبیح فی الاصح بخلاف سبحان اللہ کہنے کے صحیح تر قول مین کہ اس سے
نماز فاسد نہو گی ہم شامی نے کہا کہ فی الاصح قرأت اور تسبیح دونون سے متعلق ہی اور اصح کا مقابل قرأت مین زیلعی کا قول ہی کہ جانے مین قرأت پڑھیگا تو فاسد

پانی وضو کے وقت پہنچے تو نماز فاسد ہو گی اور الطلب للماء بالاشارۃ و شرح وقاہ الماں والفات ورپانی کی اشارہ سے یا اسکو منع تعالیٰ سے قرۃ

لا النظا ماء ہی بسبب مخالفت ہونے ان دونوں باتوں کے نماز سے عم شر نبلالی نے چاہیئے مسئلہ میں یہ اعتراض کیا اگر کرتا ہے دونوں کا مجماب نمازسے سعدیہ سے قرۃ

اسمی سے نماز کے منی نماز سے منع ہو جاتا ہے پانی کو نماز سے اٹھنے میں نماز سے بعد شیخ شمس نے جواب دیا کہ پانی کو اٹھانا اور قبول کرنا نماز کے سے یہ شیخ

جفنسہ ہو جاتا ہے وہ سلام کے درمیان سکے یعنی کہ وہ ساتھ پانی کے کسٹے درمیان کہ اٹھنا نماز سے ایجاب و قبول کیچہ کرتا تو جب نماز تمامی سے نماز سے ہو گی اور

ایجاب و قبول کے ساتھ نہ ہو شے سے بغیر قید کی فاسد ہوگی نزدیک ان دونوں صورتوں میں بھی ہے اعتماد دیا ہاتھ میں یا دو پانی کی طرف ہو تو مخیر میں والنسیان او

وجہ آتی وہ مختار کے واسطے منع البناء کی اختیار یا بعد میں یا قریب کے پانی سے دوسرے پانی کیفیت اگر تہ وضو سے تک دو تک پانی قریب سے پانی کو چھوڑ کے

جب سے یا انہیں خود تغیر ہونے کی جہت سے یا بسبب نسیان ہونے کی جہت سے دوسرے پانی پر جانا منع نہیں ہے کیونکہ پانی کنوئیں سے کھینچنا بنا کو منع ہے

کھینچنا بعض نے کہا قریب کا پانی کو نسیان ہو تو اسکو ترک کرے اور دور والے پر جاوے کیونکہ کنوئیں سے پانی کھینچنا منع بنا ہے اور عناہ کی قید اسلیئے لگائی کہ

بعض نے کہا ہے کہ اگر دوسرا پانی نہ ہو تو کنوئیں سے پانی نکالنا منع بنا نہیں ہے یہ قول غیر مختار ہے او مکث قدر اداء رکن وان لم ینو الاداء بعد سبق الحدث

او الحدث بنوم او رعاف یا توقف کیا بمقدار ادائے رکن کے اگرچہ قصد رکن کے ادا کا کیا ہو بعد پیش ہونے حدث کے مگر حدث کی جہت سے توقف کرنا منع بنا نہیں جیسے

نیند یا نکسیر کے باعث مثلاً توقف کرنا لیکن بدون عذر بعد حدث کے مقدار ادائے رکن کے توقف کرنا منع بنا ہے اور بنا کا جواز اسی سے وابستہ ہے تو وضو لیکن سنۃ

و بنی علی ما مضی بلا کراہۃ و تیم صلوتہ ثمہ و ہو اولی تقلیلا للمشی او یعود الی مکانہ لیتحد مکانا کمنفرد فانہ مخیر فی ہذا کما ان فرغ خلیفتہ و الا عاد الی مکانہ حتما

بینہما مانع الاقتداء کالمقتدی اذا سبقہ الحدث اور جب کہ درست ہوا امام کو بنا کرنا بسبب نہ پائے جانے موانع بنا کے تو وضو کرے فوراً یعنی بلا توقف بقدر رکن کے

ہر سنت کے وضو کی سنتوں سے اور بنا کرے اس نماز پر جو پڑھ چکا ہے بدون کراہت کے اور تمام کرے اپنی نماز اسی جگہ جہاں وضو کیا اور وہاں تمام کرنا بہتر ہے تا کہ

کم ہوئے رفتار کے یا پھر آوے اپنی جگہ پر تا کہ جگہ کل نماز کی ایک ہو مثل منفرد کے کہ وہ بھی مختار ہے چاہے باقی نماز وضو کی جگہ پڑھے چاہے جگہ چلا آوے جہاں پڑھتا

تھا اور یہ سب یعنی امام کو اختیار کا ہونا اسوقت ہے کہ امام کا خلیفہ اس اثنا میں نماز سے فارغ ہو چکا ہو اور اگر فارغ نہ ہوا ہو تو امام واپس آوے اپنی جگہ پر یقیناً جس جگہ

پڑھتا تھا اسی جگہ یا اسکے قریب جہاں سے اقتدا درست ہو جاوے وجوباً بشرطیکہ امام میں اور اسکے خلیفہ میں کوئی امر مانع اقتدا ہو جیسے مقتدی جس صورت میں کہ

اسکو حدث پیش ہو تو وضو کر کے اسکو بھی اپنی جگہ چلا جانا واجب ہے بشرطیکہ مانع اقتدا ہو اور امام تنہا ہو ورنہ وضو کی جگہ سے بھی اقتدا کر سکتا ہے والمرام اقران تعمد

علا منافیا فیہا بعد جلوسہ قدر التشہد ولو بعد سبق حدثہ تمت لتمام فرائضہا مع فسادہا لترک واجب السلام اور جان کہ اگر نمازی دانستہ کوئی کام مخالف نماز کے کرے

بعد بیٹھنے کے مقدار تشہد کے اگرچہ بعد حدث ہو جانے کے کرے تو نماز اسکی تمام یعنی درست ہو گی بسبب پورا ہونے فرضوں نماز کے اور نماز اعادہ کی جاوے گی بسبب

چھوٹنے واجب سلام کے عم طحطاوی نے کہا کہ تمت کے معنی صحت کے ہیں کیونکہ تمام تو جب ہوتی کہ نقصان ترک واجب کا نہ رہتا ولو وجد المنافی بلا صنعہ قبل القعود

بطلت اتفاقاً اور اگر عمل مخالف نماز بدون صنعت نمازی کے یعنی بے اختیاری سے بیٹھنے کے پیشتر پایا جاویگا تو باتفاق امام اور صاحبین کے نماز باطل ہو گی

عم شامی نے کہا کہ منافی سے غرض وہ فعل ہے جو حدث اسمانی مذکور الصدر کے سوا ہو کیونکہ ہر چند وہ بھی قیاس کی رو سے مخالف ہے مگر شرع نے اسکا مخالف

نہیں اعتبار کیا ولو بعدہ بطلت فی المسائل الاثنی عشریۃ عند الامام و قالا صحت ورجحہ الکمال و فی شرنبلالیۃ و الاظہر قولہما بالصحۃ فی الاثنی عشریۃ اور اگر فعل

مخالف بے اختیار بعد بیٹھنے مقدار تشہد کے پایا جاویگا تو نماز باطل ہو گی مسائل دوازدہ گانہ میں امام کے نزدیک اور صاحبین نے فرمایا کہ درست ہو گی اور ترجیح دی ہے

کمال نے صاحبین کے قول کو اور شرنبلالیہ میں ہے کہ ظاہر تر قول صاحبین کا ہے نماز کی صحت کا مسائل دوازدہ گانہ میں اور وجہ باطل ہونے نماز کی امام کے نزدیک یہ ہے کہ

نماز سے باہر آنا باختیار خود امام کے نزدیک فرض ہے بموجب تخریج بردعی کے تو جبتک باختیار خود نماز سے باہر آنا نہ پایا جاویگا اسوقت تک جو فعل مخالف نماز ہے بے اختیار

سرزد ہو گا وہ نماز کے اندر ہو گا اسی لیے نماز باطل ہو گی اور صاحبین کے نزدیک خروج بصنعہ فرض نہین تو قعدۂ اخیرہ پر فرائض نماز تمام ہو جائینگے اسلیے نماز صحیح ہو گی اور کرخی کے
قول کے بموجب امام رح کے نزدیک بھی خروج بصنعہ فرض نہین تو اس صورت مین وجہ بطلان نماز یہ ہی کہ فرض مین تغیر ہوتا ہی مثلاً تیمم والے نے بعد قعدۂ اخیرہ کے پانی پر
قدرت پائی تو اسکے حق مین پہلے فرض تیمم تھا اب متغیر ہو کر وضو ہو گیا کذا فی الشامی وہی ما ذکرہ بقولہ کما تبطل لو فرغ بالفاء کما فی الدرر کان اولی بقدرۃ المتیمم علی الماء
او روہ بارہ مسئلے یہ ہین جو مصنف اپنے قول آئندہ مین مذکور کرتا ہی چنانچہ باطل ہوتی ہی نماز بسبب قادر ہونے تیمم کرنیوالیکے پانی پر یعنی بباعث نہ ملنے پانی کے یا نہ استعمال
کر سکنے کے تیمم کر کے نماز پڑھی قعدۂ اخیرہ کے تشہد کے بعد پانی یکایک نظر آگیا یا اسکے استعمال پر قادر ہو گیا تو امام صاحب کے نزدیک نماز باطل ہو گی اور صاحبین کے نزدیک
صحیح شارح نے کہا اگر مصنف لفظ کما کی جگہ ف کے ساتھ تفریع کرتا جیسا درر مین ہی تو اچھا ہوتا اسلیے کہ کما سے یہ وہم ہوتا ہی کہ اوپر جو بطلان نماز کا مذکور ہی وہ ان مسائل کے
سوا مین ہی حالانکہ وہ انہین مسائل مین مخصوص ہی ثم یہ پہلا مسئلہ ہی بارہ مین کا واما مسئلۃ رویۃ المتوضی المؤتم لمتیمم الماء نفیہا خلاف زفر فقط وتتقلب نفلا او مسئلہ پانی دیکھنے
وضو والے مقتدی کا پیچھے تیمم والیکے انہین صرف خلاف زفر کا ہی کہ انکے نزدیک نماز فاسد نہین ہوتی اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک اسکا وصف باطل ہو جاتا ہی یعنی نفل ہو جاتی ہی
یہ جواب ہی زیلعی کے اعتراض کا کنز پر اعتراض زیلعی کا یہ تھا کہ اول مسئلہ مین جو قدرت تیمم کے خلاف ہی اس سے کچھ فائدہ نہین اسلیے کہ اگر وضو کرنیوالا تیمم والیکے پیچھے پڑھتا ہو اور وہ
پانی دیکھ لے تب بھی نماز باطل ہوتی ہی کیونکہ اسکے عندیہ مین امام پانی پر قدرت رکھتا ہی تو تیمم سے امام کی نماز درست نہوگی گو واقع مین امام کی نماز پوری ہی شارح نے جواب دیا کہ
ذکر ان مسائل کا ہی جنمین اختلاف مابین امام اعظم رح اور صاحبین رح کے ہی اور اس مسئلہ مین تینون مین کچھ اختلاف نہین سبکے نزدیک فاسد ہو جاتی ہی البتہ خلاف زفر کا ہی کہ وہ
فاسد نہین کہتے کذا فی الشامی ومضی مدۃ مسحہ ان وجد ماء ولم یخف تلف رجلہ من برد والا فیمضی علی الاصح کما مر فی بابہ دوسرا مسئلہ بارہ مین کا گذر نا مدت نمازی کے
مسح کا ہی جس صورت مین کہ پانی پاوے اور اپنے پاوٴن کے جاتے رہنے کا سردی کے سبب سے خوف نکرے اور اگر مدت مسح کے پورا ہونے پر پانی نہ پاوے یا پانی ہو مگر سردی
کے مارے دھو نہ سکے تو نماز پڑھی جاے صحیح تر قول کے بموجب جیسا کہ باب المسح مین گذرا وتعلم امی آیۃ ای تذکرہ او حفظہ بلا صنع ولو کان الامی مقتدیا بقاری علی ما
علیہ الاکثر لکن فی الظہیریۃ صحح الصحۃ قال الفقیہ وبہ ناخذ تیسرا مسئلہ سیکھنا امی کا ہی آیت کو یعنی خود اسکو یاد آگئی یا دوسرے سے سنکر یاد ہو گئی بدون اختیار کے اگرچہ امی
مقتدی ہو قاری کے پیچھے تو مقتدی کی نماز فاسد ہو گی امام کے نزدیک بنا بر اس قول کے جسپر اکثر فقہا ہین لیکن ظہیریہ مین صحت نماز کی تصحیح کی ہی فقیہ ابو اللیث نے کہا
کہ ہم اسی قول کو لیتے ہین ہم بحر الرائق مین کہا کہ وجہ صحیح ہونے مقتدی کی نماز کی یہ ہی کہ امام کی قرات اسکی قرات ہی تو اسکی نماز کا شروع کامل طور پر تھا تو آخر مین آیت
کے سیکھنے سے قوی کی بنا ضعیف پر لازم نہین آتی اس سے معلوم ہوا کہ اگر نمازی منفرد ہو گا تو مسئلہ مختلف فیہ باقی رہیگا ووجود العاری ساترا تصح بہ الصلوٰۃ
چوتھا مسئلہ پانا برہنہ کا ایسے لباس کو جس سے نماز درست ہو یعنی پاک ہو اور ستر عورت کے لیے کافی ہو مثلہ لو صلی بنجاستہ فوجد ما یزیلہا او عتقت الامۃ ولم تتقنع فوراً او
اس مسئلہ کے مانند ہی اگر نماز پڑھی نجاست کے ساتھ پھر بعد تشہد کے اس چیز کو پایا جو نجاست دور کرے تو اس صورتمین بھی امام اعظم کے نزدیک نماز باطل ہو گی یا لونڈی
بعد تشہد کے آزاد ہوئی اور اسنے فوراً سر کو نہ چھپا لیا تب بھی نماز جاتی رہیگی ہم یہ دو مسئلے شارح نے زائد کیے ہین ونزع الماسح لخفہ الواحد بعمل یسیر فلو بکثیر تمت اتفاقاً
پانچوان مسئلہ نکالنا مسح کرنیوالیکا اپنے ایک موزہ کو تھوڑے سے عمل سے مثلاً موزہ ڈھیلا تھا ادنی حرکت سے پاوٴن سے نکل گیا تو نماز باطل ہو جائیگی پس اگر
عمل کثیر سے نکالیگا تو نماز پوری ہو جائیگی باتفاق امام اور صاحبین کے کیونکہ عمل کثیر مین نماز سے اپنے اختیار سے باہر آنا پایا جاتا ہی وقدرۃ مومی علی الارکان چھٹا
مسئلہ قادر ہونا اشارہ سے پڑھنے والیکا رکوع اور سجدہ پر مفسد نماز ہی امام صاحب کے نزدیک وتذکر فائتۃ علیہ او علی امامہ وہو صاحب ترتیب والوقت متسع
ساتوان مسئلہ یاد ہونا قضا نماز کا اپنے ذمہ اگر منفرد یا امام ہو یا اپنے امام کے ذمہ اگر مقتدی ہو حالانکہ وہ یعنی جسکے ذمے قضا نماز ہی صاحب ترتیب ہی اور وقت وسیع ہی
یعنی فائتہ اور وقتی دونون پڑھ سکتا ہی تو اگر وقت تنگ ہو گا تو نماز باتفاق تمام ہو جائیگی ہم قضا نماز کے یاد ہونے سے امام کے نزدیک نماز قطعاً باطل نہین ہوتی بلکہ اسکا
فساد موقوف رہتا ہی اگر بعد اسکے پانچ نمازین وقتی اور پڑھ لیگا باوجود قضا کے یاد ہونے کے تو یہ نماز بھی جائز ہو جائیگی اور اگر قضا شدہ کو ادا کریگا تو باطل ہو جائیگی

تو دیا اس داخل کئے گئے ہیں یعنی صورت وہ اسکو ذکر کرنا اب مقصود ہے جو قضا نمازون کے بیان مین ہے تفصیل انکی انشاء اللہ تعالیٰ وقتضیہ الفائت کی بیان مین آویگی
الا قسام دلیل کو ان سترہ بیچ بعد التشہد باجماع وہو الاصح کذا فی الہدایہ اور یہ مسئلہ انکے نزدیک ہے کہ جو مسئلہ ترتیب کا ہو تشہد کے بعد پیچھے
بعض انکا نام کا ہونا ہے اور خرچہ ہونا اس کا بعد تشہد کے ہو تو بھی اسکو فاسد نہ ہوگی یہ قول صحیح ہے چنانچہ آگے آویگا اور یہ بھی امر ہے کہ یہ مسئلہ
جو چیز نماز کو فاسد کرتی ہے اسکا شارح نے ذکر کیا اور یہ بارہ مسائل ہیں جو تشہد کے بعد ہیں علاوہ اسکے قبل تشہد کے بھی بات ہے
صحت جمعہ امام صاحب کے نزدیک اور بیان مقصود بیان کرنا ان صورتون کا ہے جنمین امام اور صاحبین میں اختلاف ہے اور صرف بعد تشہد کے ہو اور یہ
ساتھ صاحبین کے فاسد نہ ہو تو معلوم ہوا کہ یہ صورت خلافی نہیں کذا فی الطحطاوی و الشامی وطلوع الشمس سے الفجر نون سے آفتاب کا نکل آنا فجر کی نماز مین بعد تشہد
کہ امام کے نزدیک فاسد ہو اور نماز عید اور دخول وقت من الثلاثۃ میں معنی القضا اور داخل ہو جانا آفتاب کا بعد تشہد کے اور قضا پڑھنے والے پر تینون
وقتون مین سے ایک کا آجانا یعنی طلوع خواہ استوا یا غروب کا وقت ہو جانا قضا نماز کے تشہد کے بعد یہ صورتین شارح نے زیادہ کی ہین اور دخول وقت العصر
یا ان یکون فی قعدۃ الی ان صار ظل کل شیء مثلیہ فی الجمعۃ بخلاف الظہر فانہا لا تبطل دسواں مسئلہ وقت عصر کا داخل ہونا جمعہ کی نماز مین اسطرح کہ امام قعدہ مین ٹھہرا رہا
یہانتک کہ سایہ دو مثل ہو گیا تو امام اعظم کے نزدیک نماز فاسد ہوگی بخلاف ظہر کی نماز کے کہ وقت عصر کے آجانے سے وہ باطل نہین ہوتی امام کی رائے مین یہ مسئلہ مفروض
کیا ہے کہ امام کے نزدیک وقت عصر دو مثل پر ہوتا ہے اور صاحبین کے نزدیک ایک مثل پر تو وقت عصر کے جمعہ مین داخل ہونے سے خلاف کی صورت کیسے نکلی
شارح نے اسکی صورت کو بیان کر دیا کہ یون ہو سکتی ہے کہ امام قعدہ مین بیٹھا رہے کذا فی الطحطاوی وزوال عذر المعذور بان لم یعد فی الوقت الثانی گیارھوان
مسئلہ دور ہونا عذر معذور کا اسطرح کہ دوسرے وقت مین پھر نہ عود کرے ہم معذور کا عذر اگر تشہد کے بعد دور ہو گیا تو دیکھنا چاہیے کہ اگر عذر مذکور آئندہ نماز کے وقت تک
تک موقوف رہا تو امام اعظم کے نزدیک وہ نماز جسکے تشہد کے بعد عذر موقوف ہو گیا فاسد ہوگی اسکی قضا کرے اور اگر عذر مذکور دوسرے وقت مین عود کیا تو نماز صحیح ہے
کذا فی البحر وکذا خروج وقتہ شارح نے یہ مسئلہ زیادہ کیا اور یہی حکم ہے معذور کے وقت نکلنے کا یعنی اگر بعد تشہد وقت نماز جاتا رہیگا تو معذور کی نماز فاسد ہوگی اسلئے کہ وقت
کے نکلجانے سے معذور کی طہارت باطل ہو جاتی ہے وسقوط جبیرۃ عن برء بارھوان مسئلہ گرجانا جبیرہ کا اچھا ہونے کے بعد جبیرہ وہ کھپاچین ہین جنسے ٹوٹے عضو کو
باندھتے ہین تو اگر نمازی نے وضو کرنے مین مثلاً جبیرہ پر مسح کر لیا تھا اور بعد تشہد جبیرہ گر گئی تو مسح جاتا رہیگا اور نماز بھی فاسد ہو جائیگی و ہٰذا لا تنقلب الصلوۃ
فی ہٰذہ المواضع العشرین نفلا اذا بطلت الا فی ثلث فیما اذا تذکر فائتۃ او طلعت الشمس او خرج وقت الظہر فی الجمعۃ کما فی الجوہرۃ وزاد فی الحاوی
والمومی اذا قدر علی الارکان ویزاد مسئلۃ المؤتم بتیمم کما قدمنا وانظاہران زوال المانع بعید دخول الاوقات المکروہۃ فی القضا کذلک ولم ار ہ جاننا چاہیے کہ نماز
ان بیس جگہون مین جب باطل ہو جاتی ہے تو نفل نہین ہو جاتی بجز تین صورتون کے ایک اس صورت مین کہ فوت شدہ نماز یاد کرے دوسرے یا آفتاب فجر کی نماز مین نکل آوے
سوم یا وقت ظہر جمعہ مین جاتا رہے چنانچہ جوہرہ مین ہے حاوی قدسی مین چوتھی صورت زیادہ کی ہے کہ اشارہ سے پڑھنے والا جب قادر ہو رکوع اور سجدہ پر تو اسکی نماز بھی
نفل ہو جائیگی شارح کہتا ہے اور مسئلہ باوضو مقتدی کا پیچھے تیمم والے کے زیادہ کرنا چاہیے یعنی ان نمازون مین جو نفل ہو جاتی ہین کیونکہ اختلاف ہے کذا فی الطحطاوی چنانچہ
ہمنے پیشتر بیان کیا اور ظاہر یہ ہے کہ آفتاب کا ڈھلنا عیدین مین اور اوقات مکروہہ کا داخل ہونا قضا مین ایسا ہی ہے اور مین نے اسکو منصرح نہین دیکھا امام شارح نے بیس جگہ
اسلئے کہا کہ بارہ مسئلے ماتن نے لکھے تھے آٹھ شارح نے زیادہ کیے اول پانا اس چیز کا جو نجاست کو دور کرے جبکہ نجس کپڑے سے نماز پڑھتا ہو دوم سر ڈھانکنا لونڈی کا
سوم یاد کرنا مقتدی کا امام کی فوت شدہ نماز کو جبکہ امام صاحب ترتیب ہو چہارم آفتاب کا ڈھلنا عیدین مین پنجم وقت طلوع کا داخل ہونا قضا مین ششم ٹھیک دوپہر ہو جانا
قضا مین ہفتم وقت غروب کا آجانا قضا مین ہشتم معذور کے وقت کا نکلجانا اور بحر الرائق مین ان سب صورتون کو بھی بارہ مین داخل کر دیا ہے یعنی اول اور دوم کو
برہنہ کے مسئلے مین اور چہارم اور پنجم اور ششم اور ہفتم کو مسئلہ طلوع مین اور اخیر صورت کو وقت مسح کے گذر جانے مین باقی رہی تیسری صورت اسکو محشی نے ترتیب

مسئلہ مین داخل کیا ہی شامی نے کہا کہ اس داخل کرنے مین صریح تکلف ہی حلبی نے کہا کہ ان مسئلون کو شارح نے ظاہر کہا ہی انمین صحیح دیکھنے کی حاجت نہین انکا حکم وہی ہی جو شارح نے لکھا اسلیئے کہ جب اوقات مکروہہ خالف نفل کے مکروہ ہونے کے نہین یعنی ابتداء نفل انمین جائز ہی تو بقاے نفل کے مخالف کیسے ہونگے ولو استخلف الامام مسبوقاً او لاحقاً او مقیماً وہو مسافر صح والمدرک اولی اور اگر خلیفہ کرے امام کسی مسبوق یا لاحق کو یا خلیفہ کرے مقیم کو اور خود مسافر ہو تو درست ہو یعنی بوجہ شریک ہونے کے تحریمہ مین اور مدرک کو خلیفہ کرنے کے لیے بہتر ہی اسلیئے کہ امام کی نماز کے تمام کرنے پر زیادہ قادر ہی ہم مسبوق کا حکم آگے مذکور ہوتا ہی مگر لاحق اور مقیم کا حکم لکھنا ضروری ہی پس اگر لاحق کو خلیفہ کیا جاوے تو اسکو چاہیے کہ لوگون کو اشارہ سے منع کر دے کہ میری متابعت نہ کرنا جبتک کہ مین فوت شدہ نماز کو نہ پڑھ چکون پھر اول فوت شدہ نماز کو پڑھے اسکے بعد جہان سے امام کی نماز رہی ہو اسکو پڑھے اہمین مقتدی اسکی متابعت کرین فارغ ہونے تک اور اگر مقیم کو خلیفہ کیا مسافر نے اور مقتدی مسافر اور مقیم ملے جلے ہین تو اسکو چاہیے کہ دو رکعتون کے بعد کسی مسافر کو خلیفہ کر دے کہ وہ سلام پھیرے پھر مقیم مقتدی دو رکعتین باقی اکیلے اکیلے بدون قرارت کے پڑھ لین اور بہتر یہ ہی کہ جب امام مسبوق یا لاحق کو خلیفہ کرے تو وہ قبول نہ کرین اور امام کے حق مین بھی بہتر ہی کہ مدرک کے سوا دوسرے کو خلیفہ نہ کرے کذا فی الشامی

ولو جہل الکمیۃ قعد فی کل رکعۃ احتیاطاً اور اگر مسبوق یہ نجانے کہ کتنی رکعتین امام نے پڑھی ہین تو ہر رکعت مین بیٹھے براہ احتیاط یعنی اس احتمال سے کہ شاید وہ رکعت امام کی آخر رکعت ہو ہم یہ مسئلہ شارح نے مجمل بیان کیا اسکی تفصیل یہ ہی کہ اگر مسبوق خلیفہ اور دوسرے مقتدی امام کی نماز کی مقدار نجانتے ہون مثلاً سب مسبوق ہون تو خلیفہ ایک رکعت پڑھکر بیٹھے پھر کھڑا ہو کر اپنی باقی نماز پڑھ لے اور مقتدی اسکا ساتھ اس باقی مین نہ دین بلکہ اسکے فارغ ہونے تک صبر کرین جب وہ سلام پھیر چکے اسوقت اپنی اپنی باقی نماز تنہا پڑھ لین کذا فی النہر الفائق ولو مسبوقاً برکعتین فرضنا القعدتین اور اگر خلیفہ مسبوق ہی دو رکعتون سے تو ہم دو قعدہ اسپر فرض کہینگے یعنی ایک قعدہ امام کی نیابت کی وجہ سے اور دوسرا خود اسکا قعدہ اخیرہ ولو اشار لہ انہ لم یقرء فی الاولیین فرضت القراءۃ فی الاربع اور اگر امام نے اشارہ کیا مسبوق کو کہ مین نے پہلے دوگانہ مین قرارت نہین پڑھی تو چارون رکعتون مین قرارت مسبوق پر فرض ہوگی یعنی دو مین بوجہ نیابت امام کے اور دو مین خود اسکی نماز مین ہم اس مسئلہ کی چیستان پوچھی جاتی ہی کہ کونسا نمازی ہی جسپر چارون رکعتون مین قرارت فرض ہی فلو اتم المسبوق صلوۃ الامام قدم مدرکاً للسلام پھر جب مسبوق امام کی نماز تمام کر چکے تو کسی مدرک کو آگے کر دے تاکہ وہ سلام پھیر دے ثم لو اتی بما ینافیہا کضحک تفسد صلوتہ دون القوم المدرکین لتمام ارکانہا وکذا تفسد صلوۃ من حالہ کحالہ للمنافی فی خلالہا پھر یعنی بعد تمام کرنے امام کی نماز کے اگرچہ مدرک کو خلیفہ کیا ہو یا نہین اگر مسبوق وہ حرکت کرے جو مخالف نماز ہو مثلاً ہنسنا تو مسبوق کی نماز فاسد ہوگی نہ مدرک مقتدیون کی بوجہ پورا ہو جانے ارکان نماز مذکور کے اور اسیطرح فاسد ہوگی نماز اس شخص کی جسکا حال مثل حال مسبوق کے ہو بسبب پائے جانے حرکت مخالف نماز کے درمیان مسبوقون کی نماز کے وکذا تفسد صلوۃ الامام الاول المحدث ان لم یفرغ فان فرغ بان توضأ ولم یبق علیہ شیء لا تفسد فی الاصح لما مرانہ کموتم اور اسیطرح فاسد ہوگی نماز امام اول بیوضو کی اگر وہ نماز سے فارغ ہوا ہو صحیح تر قول مین بسبب اس بیان کے کہ گذرا کہ امام مذکور مثل مقتدی کے ہی جبتک خلیفہ فارغ نہوا ہو ورنہ مثل منفرد کے ہی پس اگر امام اول فارغ ہو گیا ہو اسطرح کہ وضو کر کے خلیفہ کا شریک ہو گیا ہو اور کوئی رکعت فوت نہوئی ہو تو نماز فاسد نہوگی ہم شامی نے کہا کہ فی الاصح عدم فراغت کیصورت سے متعلق ہی اور اسکا مقابل روایت ابی حفص کی ہی کہ اس صورت مین بھی امام مذکور کی نماز پوری ہی وتفسد صلوۃ مسبوق عند الامام لقہقہۃ امام وحدثہ العمد فی ای قعودہ قدر التشہد الا اذا قید رکعتہ بسجدۃ لتاکد انفرادہ اور فاسد ہوتی ہی نماز مسبوق کی امام اعظم کے نزدیک بسبب کھلکھلا کر ہنسنے اور دانستہ حدث کرنے اسکے امام کے بعد بیٹھنے امام کے بقدر تشہد کے مگر جبکہ مقید کرے مسبوق اپنی رکعت کو سجدہ سے تو اب اسکی نماز فاسد نہوگی بوجہ مستحکم ہو جانے اسکے انفراد کے ہم یعنی اگر مسبوق متابعت امام کی ترک کر کے اپنی نماز پڑھنے مین مشغول ہوا اور ایک رکعت کا سجدہ کر چکا تو اسوقت اگر امام بعد تشہد کے کوئی حرکت بیوضو ہونیکی دانستہ کریگا تو مسبوق کی نماز فاسد نہوگی کیونکہ مسبوق بسبب ایک رکعت پڑھ لینے کے منفرد ہو چکا امام کے پیچھے نہین کہ حرکت امام کی اسکی نماز کے اثنا مین واقع ہو ولو تکلم امامہ او خرج من مسجدہ لا تفسد اتفاقاً لانہما منہیان لا مفسدان ولذا یلزم المدرکین السلام ویقومون فی القہقہۃ بلا سلام اور اگر بعد تشہد کے مسبوق کا امام بول پڑا یا مسجد سے نکل گیا تو مسبوق کی نماز باتفاق

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] امام [illegible]

[illegible] نماز [illegible] فاسد [illegible]

[illegible] نماز فاسد نہیں ہوتی ولو لاحقا فی فسادہ وصلوۃ [illegible]

[illegible] امام [illegible] مقتدی [illegible]

[illegible] فساد [illegible] بحر الرائق [illegible] نماز [illegible]

[illegible] امام کی نماز فاسد ہو [illegible] نماز [illegible]

الامام [illegible] رکوعہ او سجودہ [illegible] بالمرفع راسہ [illegible]

[illegible] اور اگر امام بے وضو ہو گیا اپنے رکوع یا سجدہ میں [illegible]

[illegible] امام کی [illegible] نماز [illegible]

[illegible]

[illegible] سر [illegible]

[illegible] نماز فاسد [illegible]

[illegible] نماز [illegible]

ترک سجدۃ صلبیۃ او تلاوۃ فاتذکرہا فی رکوع [illegible] اعادۃ [illegible] بسقوط النسیان [illegible]

[illegible] اور اگر [illegible] رکوع یا سجدہ میں [illegible] سجدہ نماز کا [illegible]

[illegible] رکوع [illegible] سجدہ [illegible]

[illegible] سجدہ [illegible] رکوع اور سجدہ [illegible]

[illegible] سجدہ سہو [illegible] ترتیب [illegible]

[illegible] سجدہ [illegible] واجب [illegible] سجدہ سہو [illegible]

[illegible] الامام [illegible]

ای الامام [illegible] ولا ینبغی [illegible] فسدت صلوۃ المقتدی اتفاقا دون الامام علی الاصح [illegible]

[illegible] اتفاقا اور اگر ایک شخص [illegible] امام [illegible] مسجد [illegible]

[illegible] امامت [illegible] امام کی [illegible] مسجد سے خارج [illegible]

[illegible] امام [illegible] مقتدی [illegible] امام کی امامت [illegible] مقتدی [illegible]

کی نماز فاسد ہوگی بالاتفاق، نہ نماز امام کی صحیح تر قول کے موجب بسبب باقی رہنے امام کے امام اور مقتدی کے بلا امام یہ فاسد ہونا نماز مقتدی کا اور نہ فاسد ہونا امام کی نماز کا اس صورت مین ہے کہ امام نے اسکو خلیفہ نکیا ہو اور اگر نابالغ مذکور کو خلیفہ کر دیگا تو امام اور خلیفہ دونون کی نماز بالاتفاق باطل ہوگی ہم صحیح کا قول مقابل ہے کہ بعض کے نزدیک صرف امام کی نماز فاسد ہوگی اور بعض کے نزدیک دونون کی اور خلیفہ کرنے مین یہ قول ہے کہ تشہد اخیر کے پہلے ہو اور اگر بعد قدر تشہد کے قعدہ کے خلیفہ کریگا تو امام کی نماز فاسد نہوگی بسبب خارج ہونے امام کے اپنے فعل اختیاری سے کذا فی الشامی ولو ام رجل رجلاً فاحدثا وخرجا من المسجد تمت صلوٰۃ الامام وبنی علی صلوٰتہ وفسدت صلوٰۃ المقتدی لما مر اور اگر ایک شخص دوسرے کا امام ہوا اور دونون بے وضو ہوگئے اور مسجد سے باہر نکلے تو امام کی نماز پوری ہے اور اپنی نماز پر بنا کرے اور مقتدی کی نماز فاسد ہوگئی بسبب اسوجہ کے کہ گذری یعنی امام کی امامت قائم ہے اور مقتدی بلا امام رہگیا کذا فی الطحطاوی واخذہ رعاف یکث الی انقطاعہ ثم یتوضأ ویبنی لما مر نمازی کی نکسیر پھوٹی اسکے بند ہونے تک توقف کرے پھر وضو کرکے بنا کرے اسوجہ کے سبب سے کہ پیشتر ہوئی یعنی توقف کرنا عذر کے لیے مانع بنا نہین واللہ تعالیٰ اعلم

باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا

یہ باب ہے اُن امور کے بیان مین جو نماز کو فاسد کرتے ہین اور جو اسکے اندر مکروہ تحریمی یا تنزیہی ہین عقبہ بالعارض الاضطراری بالاختیاری مصنف نے عارض اضطراری کے بعد اختیاری کو ذکر کیا ہے یعنی عوارض دو قسم ہین ایک بے اختیار جسکا بیان باب سابق مین گذرا دوسرے اختیاری جسکو مصنف اس باب مین ذکر کرتا ہے یفسدہا التکلم ہو النطق بحرفین او بحرف مفہم کع وق امرا ولو استعطف کلبا او ہرۃ او ساق حمارا لا لتنفس لانہ صوت لا ہجا لہ فاسد کرتا ہے نماز کو کلام کرنا کلام بولنا ہے دو حرف کا یا ایک حرف مطلب سمجھانے والے کا مثل ع اور ق امر کے صیغے کہ اول کے معنی ہین حفاظت کر اور دوسرے کے ہین بچا تو اس سے یہ نکلا کہ ایک حرف بے معنی کا بولنا کلام مین داخل نہوگا کذا فی الشامی اور اگر کتے یا بلی کو بلانا چاہا یا گدھے کو ہانکا تو نماز فاسد نہوگی اسلیے کہ یہ آوازین ہین جنکے ہجے نہین اور کلام مین حرفون کا ہونا چاہیے ہرچند یہ آوازین مفسد نہین مگر مکروہ ہین کذا فی الطحطاوی عمدہ وسہوہ قبل قعودہ قدر التشہد سیان کلام کا دانستہ کرنا اور سہو سے کرنا پہلے بیٹھنے نمازی کے مقدار تشہد کی یکسان ہے ہم قبل قعود کے اسلیے قید لگائی کہ بعد قعود کے کلام عمداً ہو یا سہواً مفسد نہین وسواء کان ناسیا او نائما او جاہلا او مخطیا او مکرہا ہو المختار اور برابر ہے کہ کلام صادر ہو نسیاناً یعنی بھول گیا کہ نماز پڑھتا ہے یا سوتے ہین کلام کیا یا نجاننے کی صورت مین یعنی اسکو معلوم نہ تھا کہ کلام مفسد نماز ہے یا چوک کر کلام کیا کہ قصد قرات خواہ ذکر کا تھا اسکی جگہ کلام صادر ہوا یا حالت اکراہ مین کلام کیا اسطرح کہ کسی نے زبردستی اس سے کلام کرایا تو ان سب قسمون کے کلام سے نماز فاسد ہوگی یہی مختار ہے جاننا چاہیے کہ فقہا اور اصولیون اور اہل لغت کے نزدیک سہو اور نسیان مین کچھ فرق نہین مگر حکما یہ فرق بیان کرتے ہین کہ سہو اسکو کہتے ہین کہ کوئی چیز قوت مدرکہ سے جاتی رہے لیکن حافظہ مین باقی رہے اور نسیان یہ ہے کہ مدرکہ اور حافظہ دونون سے جاتی رہے اسکے معلوم کرنے کو پھر سبب جدید کی احتیاج پڑے اور سہو اور خطا مین یہ فرق ہے کہ سہو والا آگاہ کرتے ہی خبردار ہو جاتا ہے اور خطا والا متنبہ نہین ہوتا اور اگر ہوتا ہے تو مشقت کے بعد شامی نے کہا کہ ہو المختار صرف سونے کی حالت کے کلام کیطرف راجع ہے اسلیے کہ اسی مین اختلاف فقہا رمذہب مذکور ہے چنانچہ فخر الاسلام نے عدم فساد کو اختیار کیا ہے اور بقیہ صورتون مین حنفیون کا خلاف نہین بلکہ اور مذہب والون کا ہے وحدیث رفع عن امتی الخطاء محمول علی رفع الاثم اور یہ حدیث کہ اُٹھا لیا گیا میری امت سے چوکنا محمول ہے گناہ کے اٹھا لینے پر محلبی نے کہا کہ یہ حدیث ان الفاظ سے کسی کتاب حدیث مین نہین پائی گئی بلکہ ابن ماجہ اور ابن حبان اور حاکم نے ان الفاظ سے روایت کی ہے (ان اللہ وضع عن امتی الخطاء والنسیان وما استکرہوا علیہ یعنی اللہ تعالیٰ نے اٹھا رکھا میری امت سے چوکنا اور بھولنا اور جسپر وہ زبردستی کیے جائین غرضکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام کرنا بھولے یا چوکے یا زبردستی سے مفسد نماز نہو اسلیے شارح نے کہا کہ اس حدیث کے یہ معنی ہین کہ بھول اور چوک اور زبردستی سے اخروی حکم مراد ہے یعنی گناہ کا دور ہونا تو فساد نماز جو دنیوی حکم ہے مراد نہ ہوگا ورنہ تعمیم لازم آویگی کذا فی فتح القدیر وحدیث ذی الیدین منسوخ بحدیث مسلم ان صلوتنا ہذہ لا یصلح فیہا شئ من کلام الناس اور حدیث ذی الیدین کی منسوخ ہے مسلم کی اس حدیث سے کہ ہماری اس نماز مین آدمیون کا کوئی کلام مناسب نہین جو ذی الیدین کے دونون ہاتھ یا ایک لنبا تھا اس جہت سے ذی الیدین کہلائے انکا نام عمیر اور لقب خرباق

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] حضرت صلی اللہ علیہ [illegible]

[illegible] لوگون نے [illegible]

[illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

[illegible] ارشاد فرمایا کہ اس نماز مین کوئی کلام آدمیون کا مناسب نہین [illegible]

اور [illegible] حدیث الا السلام [illegible] التحلیل ای تخرج من الصلوٰۃ [illegible] فانہ یفسد مگر سلام بھیرنا بھولکر [illegible]

باہر آنیکو [illegible] کے خیال سے [illegible] کہ سلام مفسد نماز نہین بخلاف السلام علی انسان للتحیۃ [illegible]

فانہ یفسد [illegible] بخلاف سلام کے کسی آدمی پر تعظیم کے لیے یا سلام [illegible]

تراویح [illegible] یا سلام کیا حالت قیام مین [illegible] جنازہ کی نماز کے کہ تینون سلام مفسد نماز مین مطلقاً اگرچہ [illegible] علیکم نہ کہا ہو اور اگرچہ بھولکر [illegible]

تو مفسد ہے مطلقاً خواہ دانستہ ہو یا بھولکر اور سلام نماز سے باہر آنے کا مفسد نہین اگر دانستہ ہو [illegible] سلام تحیت سے اسلیے [illegible]

مفسد ہے کہ نمازی نے قطع نماز کی نیت کی [illegible] حالت قیام کو سلام اسلیے مفسد ہے کہ قیام اسکا محل نہین اور چونکہ جنازہ مین سلام کھڑے ہونے کی حالت مین ہوتا ہے اسلیے [illegible]

مین سلام سہواً کرنا معاف ہے جیسے سلام تحلیل قعدہ مین سہواً معاف ہے [illegible] السلام [illegible]

فاسد کرنیوالا ہے [illegible] یا سلام کا زبان سے اگرچہ [illegible] تو فاسد کرتا [illegible] جواب دینا بلکہ مکروہ ہے [illegible] سلام کی نیت سے [illegible]

[illegible] فاسد ہوتی ہے [illegible] فی النہر عن صدر الدین الغزی انہ قال اور نہر الفائق مین صدر الدین غزی سے [illegible]

ان لوگون کو جمع کیا ہے جنپر سلام کرنا مکروہ ہے [illegible] سلام کرنا [illegible]

لوگون پر [illegible] ظاہر کرتا ہون مین ستون [illegible] شروع ہے [illegible] جنکو مین نے اس جا ذکر کیا ہے انکے سوا اور لوگون پر سلام کرنا [illegible]

ذاکر [illegible] خطیب [illegible] نماز پڑھنے والا اور تلاوت قرآن کرنیوالا اور [illegible] ذکر الٰہی مین مشغول اور حدیث بیان کرنیوالا اور خطبہ پڑھنے [illegible]

جو شخص ان پانچون کیطرف کان لگا دے اور [illegible] ان سب پر سلام کرنا مکروہ ہے [illegible]

یاد کرنے یا سمجھنے کے لیے اور قاضی بیٹھنے والا اسپر حکم دینے کے لیے [illegible] سلام نہ کرین کیونکہ سلام تحفہ ملاقات کا ہے [illegible]

کذا فی الشامی اور جو لوگ بحث کرین علم شرعی مین [illegible] سلام مت کر [illegible] اجنبیات [illegible]

اذان دینے والا یا تکبیر کہنے والا اور علم شرعی کا سکھانے والا اسیطرح اجنبی عورتین جوان سلام کے حق مین منع [illegible]

بدون کراہت جائز ہے [illegible] شطرنج [illegible] اور جو لوگ [illegible]

معصیت مین [illegible] جیسے جواری اور شراب [illegible] غیبت کرنیوالا [illegible] اور جو شخص [illegible]

[illegible] ابتداء بسلام مت کرو [illegible]

پیشاب پاخانہ کرتے ہوئے شرمگاہ کو اور اُس شخص کو جو حالت براز یا بول میں ہو کہ اُسپر سلام کرنا اور دونوں سے زیادہ بُرا ہے ودع اکلا الا اذا کنت جائعا ؛ وتعلم منہ انہ چھوڑ دیتے کھانا ہوے

لیس بمنع ؛ اور چھوڑ دے کھانیوالے کو مگر جس صورت میں کہ تو بھوکا ہو اور اُسکا حال جانتا ہو کہ وہ کھانے سے منع نکریگا تو ان دونوں کے ساتھ اُسپر سلام مکروہ نہیں

ورنہ مکروہ ہو وقد زدت علیہ المتفقہ علی استاذہ کما فی القنیۃ والمغنی ومطیر الحمام والحقۃ فقلت سے کذلک استاذ مغن مطیر ؛ فہذا اختتام والزیادۃ تنفع صاحبہا

کہتا ہو کہ مین نے شمار مذکور پر تین شخص اور زیادہ دئیے اول شاگرد کا سلام استاد پر یعنی جب استاد مشغول پڑھانے میں ہو دوم گانے والا سوم کبوتر اڑانے والا اور مین نے

انکو ایک شعر پڑھا کر تعداد مذکورہ سابق میں ملا دیا تو مین کہتا کہ یہی حکم ہو استاد اور مغنی اور کبوتر اڑانے والے کا اور یہ خاتمہ ہو اُن لوگوں کا جنپر سلام مکروہ ہو اور یہ میلز یادہ کرنا مفید ہو

اور بعضون نے اِن لوگون کو بھی بڑھایا ہو بکر دا آدمی کھٹا کر نیوالا اور لغو اور جھوٹ بسنے والا اور جو بازار میں قصداً لوگوں کی برائیون پر نظر ڈالے اور جو لوگون کو گالیان

دے اور جو اجنبیات کو تا ہو کذا فی العالمگیریۃ وصرح فی الضیاء بوجوب الرد فی قولہ سلام علیکم بجزم المیم اور ضیاء معنوی میں تصریح کی ہو واجب ہونے جواب سلام

کی بعض ان صورتون میں اور نہ واجب ہونے جواب کے سلام علیکم کہنے میں میم سلام کے جزم کے ساتھ ہم شامی نے ظہیریہ سے نقل کیا کہ لفظ سلام یا اسطرح ہو کہ

السلام علیکم یا یون ہو کہ سلام علیکم ان دونون کے سوا اور طرح پر کہنا جیسے عوام کہتے ہین سلام نہوگا اور نہ اُسکا جواب واجب ہو شارح نے خزائن الاسرار میں جلال الدین

سیوطی کی نظم لکھی ہو جنمین وہ لوگ مذکور ہے ہین جنپر جواب سلام واجب نہین چنانچہ کہا کہ سلام کا جواب دینا اُن لوگون پر واجب نہین جو نماز میں مصروف ہو جو کھانے میں یا

پینے میں یا قرأت یا دعا یا ذکر یا خطبہ یا لبیک کہنے میں یا قضاء حاجت یا تکبیر یا اذان میں مشغول ہو یا سلام کرنے والا لڑکا یا مستانا یا عورت جوان یا فاسق یا سوتا ہوا یا

اونگھنے والا یا جماع کی حالت میں ہو یا حکم کا خواہان ہو یا حمام میں ہو یا دیوانہ ہو کذا فی الشامی والتنحنح بحرفین بلا عذر اما بہ بان نشا من طبعہ فلا او بلا غرض صحیح فلو لتحسین صوتہ

او لیہتدی امامہ او للاعلام انہ فی الصلوٰۃ فلا فساد علی الصحیح اور فاسد کرتا ہو نماز کو کھنکھارنا دو حرفون سے بدون عذر کے یعنی اُح اُح کرنا بلا عذر مفسد نماز ہو اور اگر زیادہ

حرف نکلین تو بطریق اولی مفسد ہو اور بدون حروف کے کھنکھارنا بلا عذر مفسد نہین بلکہ مکروہ ہو کذا فی الشامی اور کھنکھارنا عذر کے ساتھ اسطرح کہ نمازی کی طبیعت سے

خود بخود بدون تکلف پیدا ہو وہ مفسد نہین یا مفسد نماز ہو کھنکھارنا بدون کسی غرض صحیح کے پس اگر اپنی آواز کی درستی کے لیے کھنکھارے یا اسلیے کہ امام کو ہدایت ہو جائے کہ غلطی

کو چھوڑ کر صواب اختیار کرے یا کھنکھارنے سے یہ بتلانا منظور ہو کہ میں نماز میں ہوں تو ان صورتوں میں نہ فساد ہو نہ کراہت مذہب صحیح پر ہم قیاس اسکا مقتضی ہو کہ کھنکھارنا مفسد ہو

کیونکہ وہ کلام ہو اور کلام مفسد ہو مگر غرض صحیح میں کھنکھارنے کا مفسد نہونا نص کے سبب سے اختیار کیا گیا یعنی سنن ابن ماجہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہو کہ میں آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو بارہ حاضر ہوا تھا ایکبار دن میں اور ایکبار رات میں تو جسوقت میں آتا اور آپ نماز پڑھتے ہوتے تو میرے لیے کھنکھار دیتے اس سے معلوم ہوا کہ

غرض صحیح کے باعث کھنکھارنا مفسد نہین کذا فی الشامی والدعاء بما یشبہ کلامنا خلافا للشافعی اور فاسد کرتا ہو نماز کو دعا مانگنا اُن الفاظ سے جو مشابہ ہوں آدمیون کی

گفتگو سے برخلاف امام شافعی کے ہم دعا مشابہ لوگون کی گفتگو کے وہ ہو جو نہ قرآن میں ہو نہ حدیث میں اور اُسکا مانگنا بندون سے محال نہو جیسے الٰہی مجھکو نمک دے تیل

دے وغیرہ تو اگر ایسی دعا ہو جو قرآن یا حدیث میں ہو یا اُسکا طلب کرنا بندون سے محال ہو تو اُس سے نماز فاسد نہوگی کذا فی البحر والانین ہو قولہ آہ بالقصر والتأوہ ہو قولہ

آوہ بالمد والتافیف اف او تف والبکاء بصوت یحصل بہ حروف لوجع او مصیبۃ قید للاربعۃ الا لمریض لا یملک نفسہ عن انین وتأوہ لانہ حینئذ کعطاس وسعال

جشاء وتثاؤب وان حصل حروف للضرورۃ اور فاسد کرتا ہو نماز کو انین یعنی آہ کہنا نمازی کا الف کے قصر سے اور تأوہ یعنی مد الف سے آوہ کرنا اور مفسد نماز ہو تافیف یعنی اف

یا تف کرنا اور مفسد ہو رونا ایسی آواز سے کہ اُس سے حروف پیدا ہون بسبب درد یا مصیبت کے شارح نے کہا کہ درد یا مصیبت چارون کی قید ہو یعنی انین اور آوہ کرنا اور اف

کرنا اور حروف آمیز آواز سے رونا درد یا مصیبت کے باعث مفسد ہو مگر اُس مریض کے لیے مفسد نہین جو اپنے نفس کو آہ کرنے سے نہین روک سکتا اسلیے کہ اُسکا آہ کرنا اُسوقت ایسا ہو

جیسا چھینکنا اور کھانسنا اور ڈکار لینا اور جمائی لینا اگرچہ حروف پیدا ہون کہ یہ امور مفسد نہین ضرورت کی جہت سے ہم اف اسم فعل ہو مبنی نہی یعنی تنگ آمد کرا در میں ہمت سے

لغت ہین یعنی ضمہ ہمزہ کے ساتھ ف کی تینون حرکتین مخفف اور مشدد اور تنوین سے اور بلا تنوین جائز ہین نہر الفائق میں کہا کہ رونا آنسوؤن سے بلا آواز یا آواز کے

[illegible] نہیں کہ فی شتائی الا الذکر الجنۃ اور اللہ [illegible] آنے [illegible] میں بیٹھے [illegible] آخری [illegible]

[illegible] قراءت [illegible] کیوں نہیں [illegible]

[illegible] حرکت [illegible] آواز [illegible]

[illegible] خشوع [illegible] معلوم ہوا کہ [illegible] خوش [illegible]

[illegible] لوگوں کے کلام [illegible] تشمیت عاطس

[illegible] العاطس [illegible] نمازی کا [illegible]

[illegible] نفس [illegible] تشمیت [illegible]

[illegible] تشمیت [illegible] نمازی [illegible] عاطس [illegible] تشمیت

[illegible] لوگوں کے کلام میں داخل ہو گیا اسلیئے اگر اپنے نفس کو خطاب [illegible]

[illegible] بعد التشمیت [illegible] آمین کہا [illegible] نماز فاسد ہو [illegible]

[illegible] نماز [illegible] جواب [illegible]

[illegible] نماز فاسد [illegible] آمین کہا [illegible]

وجواب خبر سوء بالاسترجاع علی المذہب [illegible] جواب خبر کا دیا [illegible] انا للہ وانا الیہ راجعون [illegible]

[illegible] لوگوں کے کلام [illegible] علی المذہب کی قید [illegible] عدم فساد کی تصحیح [illegible]

اور شرح [illegible] الحلیۃ والبحر وکذا الفسد [illegible] الجواب [illegible] لا الہ الا اللہ [illegible]

[illegible] نمازی نے قصد کیا ہو جواب [illegible] قرآن کا ہو مثلاً [illegible]

خدا کے ساتھ کوئی معبود [illegible] لا الہ الا اللہ یعنی کوئی معبود نہیں سوا خدا تعالیٰ [illegible]

[illegible] نماز فاسد ہو جائیگی [illegible]

قرآن [illegible] امام ابی یوسف [illegible] قرآن [illegible]

[illegible] جواب کی قید کا فائدہ شارح آگے بیان کریگا اور الخطاب کقولہ لمن اسمہ یحیی او موسیٰ یا یحیی خذ الکتاب

بقوۃ [illegible] ذلک [illegible] خطاب [illegible]

[illegible] یحیی [illegible] یا یحیی خذ الکتاب بقوۃ یعنی اے یحیی پکڑ کتاب کو زور سے [illegible] موسیٰ [illegible]

[illegible] یحیی یا موسیٰ [illegible]

[illegible] خطاب کی صورت میں سب کے نزدیک نماز فاسد [illegible] امام ابو یوسف [illegible] قرآن [illegible] لوگوں کے کلام میں [illegible]

[illegible] خطاب [illegible] وکذا فی الشامی [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible]

وسلم [illegible] رسول اللہ [illegible] جل جلالہ [illegible] صلی اللہ علیہ

وسلم کا نام سنا اور آپ پر درود پڑھا [illegible] نماز فاسد ہوگی [illegible]

کیا ہوگا ہم یعنی اگر بقصد تعظیم اور ثنا کے کہیگا تو نماز فاسد ہوگی اور کہنا اسقدر معتبر ہو کہ اپنے آپ سن سکے اور اگر ایسی طرح کہا کہ خود بھی نہ سنا تو نماز فاسد نہوگی کذا فی الشامی والطحطاوی
ولو سمع ذکر الشیطان فلعنہ تفسد وقیل لا اور اگر نمازی نے ذکر شیطان کا سنا اور اسکو لعنت کیا تو نماز فاسد ہوگی اور قول ضعیف یہ ہو کہ فاسد نہوگی ولو حوقل لدفع الوسوسۃ
ان لامور الدنیا تفسد لا لامور الآخرۃ اور اگر نمازی نے لاحول پڑھی وسوسہ کے دور ہونیکے لیے تو اگر امور دنیا کے لیے دفع وسوسہ ہو تو فاسد ہوگی نہ امور آخرت کے
لیے ولو سقط شیئ من السطح فبسمل او دعی لاحد او علیہ فقال آمین تفسد اور اگر چھت میں سے کوئی چیز گری سو نمازی نے کہا بسم اللہ یا کسی کے لیے دعائے خیر یا دعائے بد ہوئی
اور نمازی نے کہا آمین تو نماز فاسد ہوگی ولا تفسد فی الکل عند الثانی والصحیح قولہما اعلا بقصد المتکلم اور نہیں فاسد ہوتی ہو نماز کل صورتوں میں امام ابو یوسف کے نزدیک اور صحیح قول
طرفین کا ہو بسبب عمل کرنیکے متکلم کے قصد پر چونکہ الفاظ گذشتہ یا قرآن میں یا ثنا اور یہ دونوں بجز خطاب کی صورت میں ابو یوسف کے نزدیک تو بدون تکلم کے متغیر نہیں ہوتے
اسلیے نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن شیطان کو لعنت کرنے میں اگر ان الفاظ کو ذکر کیا جو قرآن میں ہیں تب تو شامی کا قول بجا ہو اور اگر دوسرے الفاظ سے لعنت کیا تو وہ جملہ
نہ ثنا ہوگا نہ قرآن تو ظاہر امام ابو یوسف کے نزدیک بھی فاسد ہوگی اگر کوئی محشی لکھے یہ نہیں مجھتی لو امتثل امر غیرہ فقیل لہ تقدم فتقدم او دخل فرجۃ الصف احد فوسع لہ
فسدت بل یمکث ساعۃ ثم یتقدم برأیہ قہستانی معزیا للزاہدی ومرد یانی فقنیۃ یہانتک کہ اگر نمازی اپنے غیر کا امر مانیگا مثلا اس سے کسی نے کہا کہ آگے بڑھ اور وہ آگے
بڑھ گیا یا جماعت کے فرجہ میں کوئی گھسا اور نمازی نے اسکو جگہ دی تو اسکی نماز فاسد ہو جائیگی بلکہ ایک ساعت توقف کرے پھر اپنی تجویز سے آگے بڑھے کذا فی القہستانی
منسوب بزاہدی اور یہ مسئلہ باب امامت میں گذر گیا اور آگے آویگا تو خبردار رہنا وقید بقصد الجواب لانہ لو لم یرد جوابہ بل ارادا علامہ بانہ فی الصلوۃ لا تفسد اتفاقا ابن ملک
وتبعہ الزاہدی وغیرہ واقرہ المصنف وغیرہ ان کے جملوں سے قید جواب کے قصد کی لگائی اسلیے کہ اگر نمازی جواب متکلم کا ارادہ نہ کریگا بلکہ یہ جتانا چاہیگا کہ میں نماز کے اندر ہوں
تو نماز بالاتفاق فاسد نہوگی بیان کیا ہو اسکو ابن ملک نے اور مصرح ہو منتقی میں وفتحہ علی غیر امامہ الا اذا اراد التلاوۃ او مفسد نماز ہو نمازی کا لقمہ دینا اپنے امام کے سوا
دوسرے شخص کو یعنی قراءت میں رکنے والے کو بتانا مگر جس صورت میں کہ ارادہ کرے تلاوت کا نہ تعلیم کا تو مفسد نہوگا ہم یہ صورت شامل ہو مقتدی کے ایک دوسرے کے
بتانے کو یا یہ کہ مقتدی منفرد کو بتادے یا بالعکس یا یہ کہ نمازی اس شخص کو بتاوے جو نماز نہیں پڑھتا ہو تو ہر صورت بتانیوالیکی نماز فاسد ہوگی کیونکہ بتانا تعلیم ہو بدون حاجت
کے جو نماز کا منافی ہو وکذا الاخذ الا اذا تذکر فتلا قبل تمام الفتح اور اسیطرح مفسد نماز ہو لقمہ کا لینا نمازی کا مگر جبکہ نمازی خود یاد کرکے پڑھے پہلے پورا ہونے لقمہ دینے کے تو
مفسد نہوگا یعنی اگر نمازی کو دوسرا شخص بتاوے تو اگر وہ اسکا بتایا ہوا پڑھیگا تو نماز فاسد ہوگی اور اگر ہنوز بتانیوالا بتا نہ چکا تھا کہ خود یاد آگیا اور پڑھا تو فاسد نہوگی
بخلاف فتحہ علی امامہ فانہ لا یفسد مطلقا لفاتح واخذ بکل حال الا اذا سمعہ المؤتم من غیر مصل ففتح بہ تفسد صلوۃ الکل بخلاف لقمہ دینے نمازی کے اپنے امام کو کہ وہ مفسد
نماز نہیں مطلقا یعنی نہ لقمہ دینے والیکی نماز کا مفسد ہو نہ لینے والیکی نماز کا ہر حال میں یعنی برابر ہو کہ امام اسقدر پڑھ چکا ہو جس سے نماز درست ہو جاتی ہو یا نہ پڑھ چکا ہو یا ایک
آیت سے دوسری کی طرف چلا گیا ہو یا نہیں لقمہ دینا پہلے ہی بار ہو یا دوسری تیسری بار کسیطرح مفسد نماز نہیں ہاں اگر مقتدی نے کسی نماز پڑھنے والے سے لقمہ کو سنکر
اپنے امام کو بتایا اور امام نے لے لیا تو سب کی نماز فاسد ہوگی ہم اسلیے کہ جب مقتدی نے خارج آدمی کا بتایا ہوا لیا تو اسکی نماز فاسد ہو گئی اب اگر امام کو بتاویگا اور وہ لیگا
تو امام کی نماز فاسد ہوگی اور اسکے فساد کی جہت سے سب کی نماز باطل ہوگی کذا فی الشامی حلبی نے کہا کہ غیر مصلی سے یہ مراد ہو کہ مقتدی جس نماز کو پڑھتا ہو اسمیں اسکا شریک نہو
خواہ دوسری پڑھتا ہو یا بالکل کوئی نہ پڑھتا ہو وینوی الفتح لا القراءۃ اور لقمہ دینے والا مقتدی نیت بتانے کی کرے نہ قراءت کی کیونکہ قراءت پیچھے امام کے ممنوع ہو لقمہ دینا
ہم مقتدی کے حق میں فورا لقمہ دینا مکروہ ہو بلکہ توقف کرے تا کہ امام دوبارہ پڑھ کر خود نکال لے اسیطرح امام کے حق میں مکروہ ہو کہ قراءت میں رکے اور الجھے کہ مقتدی کو
بتانا ہی پڑے بلکہ اسکو چاہیے کہ متشابہ کو چھوڑ کر دوسری آیت پڑھنے لگے جسکے ملانے سے معنی نہ بگڑتے ہوں یا دوسری سورۃ شروع کر دے یا اگر قراءت بقدر واجب
پڑھ چکا ہو تو رکوع کر دے کذا فی الشامی ولو جری علی لسانہ نعم اذا کان یعتادہا فی کلامہ تفسد لانہ من کلامہ والا لا لانہ قرآن اور اگر نمازی کی زبان سے
نعم یا آرے نکل گیا تو اگر اس کلمہ کا عادی ہو یعنی گفتگو میں اسکا تکیہ کلام ہو تو نماز فاسد ہوگی اسلیے کہ یہ الفاظ اسکے کلام کے متصور ہونگے اور اگر تکیہ کلام نہیں

ہو نہ سکے گی کیونکہ بغیر قرآن پڑھی ... ایک ... دونون کا امام ہو تو اسکے قول کی وجہ سے قرآن نہیں ہو سکتی
اور اکثر ... و تصح ... الا اذا کان ... قول ... البعد ... و ینبغی ان ... تعمد و مفسد ... [illegible]
... ثابت ہے ... ایک ... نماز فاسد ہے ... متون ... [illegible]
... نماز فاسد ہوتی ... متون ... شرح منیہ ... نماز ... [illegible]
... قول ... نماز ... مفسد ... نماز کی ... [illegible]
... فائدہ ... نماز ... [illegible]
ہے ہو کسی چیز کا مفسد نماز نہیں ہے ... کسی نے شمار کی ... عمل کر ... نیت کی ... منہ مین باقی ہو تو اسکے نگلنے سے نماز فاسد ہو گی و یفسدہا ... [illegible]
صلوة الی ... ارکان ... تکبیر ... بخلاف نیة الظہر بعد رکعة الظہر الا اذا تلفظ بالنیة ... مطلقا اور فاسد
کرتا ہے نماز کو ... نمازی کا ایک نماز سے دوسری نماز ... کسی ... نماز پڑھتا ہو پھر ... تکبیر کہکر نیت ... اسکے ... یعنی ... مقتدی
اور تکبیر ... کرے تو از سر نو پڑھنے والا ہو جائیگا یعنی جس نماز کو اول شروع کیا تھا وہ فاسد ہو جائیگی مثلاً فجر کی نماز پڑھتا تھا ایک رکعت کے بعد ... تکبیر کہکر
سے نیت ختم کر دی ہو تو فجر کی نماز فاسد ہو جائیگی بخلاف نیت ظہر کے بعد ایک یا دو رکعت ظہر کے یعنی اگر ایک ہی نماز کی نیت دوبارہ کی تو پہلی نماز فاسد نہو گی مثلاً ظہر کی نماز پڑھتا تھا
ایک رکعت کے بعد پھر اسی ظہر کی نیت کی تو اول رکعت باطل نہو گی مگر ان صورتون میں کہ نیت کے الفاظ منہ سے کہے تو ان صورتون میں از سر نو پڑھنے والا ہو جائیگا مطلقاً یعنی خواہ
غیر نماز کی نیت کرے خواہ اسی کی کرے لفظ نیت سے پہلی نماز فاسد ہو گی کیونکہ نیت کا لفظ کلام ہے اور کلام نماز کا مفسد ہے کذا فی الشامی و قراءته من مصحف ای قراءة القرآن
... و مفسد نماز ہے نمازی کا پڑھنا مصحف کو دیکھکر یعنی جسمین قرآن لکھا ہو خواہ مصحف ہو یا محراب ہو یا زمین سے دیکھکر پڑھنا مفسد ہے مطلقاً خواہ تھوڑا پڑھے یا بہت امام ہو
یا منفرد بدون دیکھے پڑھنا اسکو ممکن ہو یا نہیں ہر صورت مین مفسد ہے اسلیئے کہ یہ پڑھنا تعلیم ہے امام اعظم کے نزدیک دیکھکر پڑھنے مین وجہ فساد کی دو طرح سے ذکر کیگئی اول یہ جو بیت کی
وہ یہ ہے کہ اسمین قرآن کا اٹھانا اور اسکو دیکھنا اور ورق لوٹنا پڑتا ہے یہ عمل کثیر ہے اور دوسری وجہ جو کافی نے بتبعیت سرخسی تصحیح کی ہے وہ یہ ہے کہ اسطرح پڑھنا تعلیم ہے یعنی گویا قرآن
سکھایا جاتا ہے اور نمازی سیکھتا ہے اور تعلم و تعلیم نماز کی مفسد ہے کذا فی الشامی الا اذا کان حافظا لما قراءہ و قرأ بلا حمل ہان اگر حافظ ہو اسکا جسکو دیکھکر پڑھا اور بدون قرآن اٹھانے
کے پڑھا تو ان صورتون میں نماز فاسد نہو گی کیونکہ دونون وجہین فساد کی ان صورتون مین مفقود ہین وقیل لا تفسد الا بآیة استظهرہ الحلبی اور ایک قول یہ ہے کہ نماز فاسد نہو گی مگر
ایک آیت سے اور ظاہر کہا ہے اسکو حلبی نے یعنی اسوجہ سے کہ ایک آیت سے امام کے نزدیک نماز جائز ہوتی ہے وجوزہ الشافعی بلا کراہة وہما بہا للتشبہ باہل الکتاب ای ان قصد
فان التشبہ بہم لا یکرہ فی کل شیء بل فی المذموم وفیما یقصد بہ التشبہ کما فی البحر اور جائز رکھا ہے دیکھکر پڑھنا امام شافعی نے بدون کراہت کے اور صاحبین نے اسکو جائز
رکھا ہے کراہت کے ساتھ بسبب مشابہت اہل کتاب کے کہ وہ بھی نماز مین توریت و انجیل دیکھکر پڑھتے ہین یعنی اگر نمازی قصد تشبہ کا کریگا تو کراہت ہو گی کیونکہ
مشابہ ہونا اہل کتاب سے ہر چیز مین مکروہ نہین مثلاً کھانا اور پینا اور دوسری ضروریات بدنی مسلمانون اور اہل کتاب مین یکسان ہین تو مشابہت سے کچھ حرج نہین
بلکہ بری بات مین مشابہت مکروہ ہے اور اس چیز مین مکروہ ہے جس سے قصد مشابہ ہونیکا کیا جاے چنانچہ بحر الرائق مین ہے ویفسدہا کل عمل کثیر لیس من اعمالہا ولا لاصلاحہا
اور فاسد کرتا ہے نماز کو ہر عمل کثیر جو نماز کے اعمال مین سے نہو اور نہ نماز کی اصلاح کے لیئے ہو جو نماز کے اعمال مین سے ہو یعنی اگر مثلاً رکوع یا سجدہ زیادہ کر دیا تو یہ مفسد نہوگا اگرچہ
عمل کثیر ہے کہ نماز کے اعمال مین سے ہے اسیطرح اصلاح کے لیئے عمل کثیر مفسد نہین جیسے بے وضو ہو جانے سے وضو کو جانا کذا فی الشامی وفیہ اقوال خمسة اصحہا ما لا یشک بسببہ
الناظر من بعید فاعلہ انہ لیس فیہا اور عمل کثیر کی تعریف مین پانچ قول ہین انمین سے صحیح تر یہ ہے کہ عمل کثیر وہ ہے کہ جسکے سبب سے دور کا دیکھنے والا اسکے کرنیوالے کی بابت
شک نہ کرے کہ وہ نماز کے اندر نہین ہے اور دور سے دیکھنے والے سے یہ مراد ہے کہ جسکے سامنے نماز شروع کی ہو حاصل یہ کہ عمل کثیر وہ ہے کہ اسکے کرنیوالا دیکھنے والے کی نظر مین

بظن غالب معلوم ہو کہ نماز نہیں پڑھتا یہ ایک قول ہوا اور دوسرا قول یہ ہے کہ جو کام عادت میں دو ہاتھوں سے کیا جاتا ہو وہ کثیر ہے اگرچہ نمازی اسکو ایک ہاتھ سے کرے جیسے پگڑی یا پاجامہ کا باندھنا اور جو ایک ہاتھ سے کیا جاتا ہو وہ قلیل ہے اگرچہ نمازی دو ہاتھوں سے کرے جیسے ٹوپی کا پہننا یا اُتارنا تیسرا قول یہ ہے کہ تین حرکتیں متصل بہم کثیر ہیں ورنہ قلیل چوتھا قول یہ ہے کہ عمل کثیر وہ ہے کہ کرنیوالے کا مقصود ہو یعنی جسکے لیے جداگانہ مجلس کرتا ہو پانچواں قول یہ ہے کہ عمل کثیر وہ ہے جسکو نمازی خود بہت سمجھے کذا فی الشامی مختصراً

وان شک انہ فیہا ام لا فقلیل لکنہ یشکل بمسئلۃ المس والتقبیل فتأمل اور اگر دیکھنے والا تردد کرے کہ کام کرنیوالا نماز میں ہے یا نہیں تو وہ عمل قلیل ہے لیکن مشکل پڑتی ہے مسئلہ چھونے اور بوسہ لینے سے سو اسکو سوچ لے ہم صورت مس اور تقبیل کی یہ ہے کہ ایک عورت نماز پڑھتی ہے اُسکے شوہر نے اُسکو شہوت سے چھودیا خواہ بدون شہوت کے اُسکا بوسہ لیا تو نماز عورت کی فاسد ہوجاتی ہے حالانکہ عورت سے اس صورت میں کوئی فعل سرزد نہیں ہوا چنانچہ یہ مسئلہ مع اسکے جواب کے شارح فروع میں ذکر کریگا فلا تفسد برفع یدیہ فی تکبیرات الزوائد علی المذہب وما روی من الفساد فشاذ پس نہیں فاسد ہوتی ہے نماز نمازی کے اُٹھانے سے دونوں ہاتھوں کو رکوع کرنیکے وقت اور اُس سے سر اٹھانے کے وقت مذہب قوی کے موجب اور جو فساد کہ روایت کیا گیا ہے وہ مخالف ہے روایت اور درایت کے ہم طحطاوی نے کہا کہ تکبیرات زوائد سے مراد رکوع کرنیکا اور اس سے سر اٹھانے کا وقت ہے اور اُنکو تکبیرات زوائد کہنا خلاف اصطلاح فقہا ہے اسلیے کہ فقہا کی اصطلاح میں تکبیرات عیدین کو زوائد کہتے ہیں اور روایت فساد وہ ہے جو مکحول نے حضرت امام سے کی ہے کہ رکوع کے وقت اور اُس سے سر اٹھانے کے وقت ہاتھوں کا مفسد ہے اور وجہ اسکے شاذ ہونے کی یہ ہے کہ عمل کثیر صحیح قول کے موجب وہ ہے جو دیکھنے والے کی نظر میں معلوم ہو کہ اسکا کرنیوالا نماز میں نہیں ہے نہ وہ کہ دونوں ہاتھوں سے کیا جائے کذا فی الشامی ولا یفسدہا سجودہ علی نجس وان اعادہ علی طاہر بخلاف یدیہ ورکبتیہ علی الظاہر اور فاسد کرتا ہے نماز کو سجدہ کرنا نمازی کا ناپاک چیز پر اگرچہ اسکو پاک چیز پر پھر ادا کیا ہو بخلاف دونوں ہاتھوں اور گھٹنوں کے کہ اگر انکو نجس پر رکھا ہو گا تو نماز فاسد نہوگی ظاہر روایت پر ہم فساد نماز سجدہ کی صورت میں قول طرفین کا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک صرف سجدہ فاسد ہوتا ہے نہ نماز اسلیے اگر طاہر چیز پر پھر سجدہ کرلیگا تو ابو یوسف کے نزدیک نماز صحیح ہوجائیگی اور طرفین کے نزدیک جب بھی صحیح نہیں کیونکہ انکے نزدیک نماز قابل قسمت نہیں جب اُسکا ایک جز فاسد ہوا کل فاسد ہوگئی اور ہاتھوں اور گھٹنوں کے مسئلہ میں عدم فساد اس جہت سے ہے کہ انکا زمین پر رکھنا نماز میں شرط نہیں کذا فی الشامی

ویفسدہا اداء رکن حقیقۃ اتفاقا او تمکنہ منہ بسنتہ وہو قدر ثلث تسبیحات مع کشف عورۃ او نجاسۃ مانعۃ او وقوع زحمۃ فی صف نساء او امام امام عند الثانی وہو المختار فی الکل لانہ احوط قالہ الحلبی اور فاسد کرتا ہے نماز کو حقیقت میں ادا کرنا ایک رکن کا باتفاق امام ابو یوسف اور محمد کے یا قادر ہونا نمازی کا ادائے رکن پر موافق سنت کے یعنی بقدر تین دفعہ سبحان اللہ کہنے کے وقت کو فاسد کرتا ہے امام ابو یوسف کے نزدیک برہنگی کے کھلے رہنے کے ساتھ یا نجاست نماز کی مانع کے لگجانے کی صورتوں میں یا بھیڑ کے باعث عورتوں کی صف میں جا پڑنے یا امام کے آگے ہوجانے کی صورت میں اور یہی قول مختار ہے ان سب مسئلوں میں کیونکہ زیادہ احتیاط والا ہے بیان کیا ہے اسکو حلبی نے ہم حاصل یہ ہے کہ اگر نمازی کی برہنگی بقدر ربع عضو کہ مانع نماز ہے کھل گئی پس اگر حقیقت میں اُسنے کوئی رکن ادا کرلیا تب تو ابو یوسف اور محمد دونوں کے نزدیک نماز فاسد ہوگی اور اگر واقع میں ادا نہیں کیا مگر اتنا عرصہ لگا کہ ادا کرسکتا تھا یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کے موافق دیر لگی تو ابو یوسف کے نزدیک نماز فاسد ہوجائیگی اس سے معلوم ہوا کہ اگر اسقدر سے کم دیر تک برہنگی کھلیگی تو نماز کسی کے نزدیک فاسد نہوگی اور یہی حال ہے اگر نجاست بدن پر لگ گئی یا اتفاقاً نجاست پر کھڑا ہو گیا یا عورتوں کی صف میں کسی طرح سے جا پڑا یا امام سے آگے نکل گیا تو اگر ان صورتوں میں کوئی رکن ادا کریگا تو بالاتفاق نماز فاسد ہوگی اور اگر اتنا ٹھہرا کہ رکن ادا کرسکتا تھا تو ابو یوسف کے نزدیک فاسد ہوگی طحطاوی نے کہا کہ زحمت کی قید اتفاقی ہے

وصلوتہ علی مصلی مضرب نجس البطانۃ بخلاف غیر مضرب ومبسوط علی نجس ان لم یظہر لون او ریح اور فاسد کرتا ہے نماز کو نماز پڑھنا نمازی کا سی ہوئی جانماز پر جسکا استر ناپاک ہے بخلاف بدون سی ہوئی کے اور بخلاف بچھی ہوئی کے ناپاک پر اگر رنگ یا بو نجاست کا ظاہر نہو کہ اس صورت میں نماز فاسد نہوگی ہم یعنی اگر ناپاک زمین یا فرش وغیرہ پر کوئی پاک کپڑا بچھایا تو اگر کپڑا ایسا باریک ہے کہ اُسمیں سے رنگ یا بو نجاست کی معلوم ہوتی ہے تو نماز درست نہوگی اور اگر گاڑھا ہے تو درست ہوگی شامی نے کہا کہ باریک کپڑا اُسجگہ حائل شمار نہوگا جہاں نجاست سجدہ یا قدم کی جگہ ہوگی کیونکہ اس صورت میں سجدہ یا قیام نجاست پر ہوگا ورنہ مطلق بو کا آنا مفسد نماز نہیں نجاست قریب ہو یا بعید

وتحویل صدرہ عن القبلۃ اتفاقا بغیر عذر اور فاسد کرتا ہے نماز کو پھیر لینا نمازی کا اپنے سینہ کو قبلہ کی جانب سے بالاتفاق بدون عذر کے ہم شامی نے کہا کہ منہ کا پھیرنا مکروہ ہے نہ مفسد خواہ سارا منہ پھیرے یا تھوڑا فلو ظن حدثہ فاستدبر القبلۃ ثم علم عدمہ ان قبل خروجہ من المسجد لا تفسد

[illegible] پشت پھیری بسبب عذر [illegible] اگر مسجد سے نکلنے سے پیشتر [illegible]
[illegible] بسبب [illegible] ہونے [illegible] فروع مسائل حنفیہ [illegible] مستقبل القبلہ [illegible]
[illegible] نماز فاسد ہوگی [illegible]
[illegible] ایک صف [illegible] تو فاسد ہوگی اگرچہ [illegible]
اور [illegible] مسجد میں ہو تو جبتک [illegible] صفون سے باہر ہوا ہو گا فاسد نہوگی ورنہ فاسد ہوجائیگی
جیسے ایک آن [illegible] صفون کی مقدار چلنے سے فاسد ہوتی ہو کذا فی الشامی اور بعض فقہا نے کہا کہ بحالت عذر مین چلنے سے نماز فاسد نہین ہوتی اگرچہ بہت چلے
اور [illegible] ہوجاوے جبتک کہ قبلہ کیطرف پشت نکرے بوجہ استحسان کے ذکر کیا ہو اسکو قہستانی نے طحطاوی نے کہا کہ قہستانی مین حالت عذر [illegible] حالت عذر
[illegible] یشترط فی المفسد الاختیاری [illegible] وقال الحلبی الخ اور کیا شرط ہو عمل مفسد مین نمازی کا قادر ہونا اختیاری مین [illegible] شرط ہو اور حلبی سے کہا کہ عمل [illegible]
اختیاری [illegible] شرط نہین [illegible] مشروط نہونا معتمد ہو اسلیئے کہ شارح اسی پر [illegible] قول متفرع کرتا ہو فان من دفع او جذبتہ الدابۃ [illegible] ووضع علیہا
[illegible] فی فمہ [illegible] وقبلہا بدونہا فسدت کیونکہ جس نمازی کو دھکا لگا یا اُسکا سواری کے جانور نے کھینچا اور
اس دھکے یا کھینچنے سے وہ چند قدم چلا یا اپنی جگہ سے اُٹھا کر سواری پر رکھ دیا گیا یا نمازی کی جگہ سے نکالدیا گیا یا نمازی عورت کی پستان تین بار چوسی گئی یا ایک بار
چوسی گئی اور اسکا دودھ اترا یا مرد نے نمازی عورت کو شہوت سے چھوا یا بدون شہوت کے اُسکا بوسہ لیا تو سب صورتون مین نماز فاسد ہوگی حالانکہ عمل اختیاری کسی مین
نہین پایا جاتا شامی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ مسہا او قبلہا کی جگہ مست اور قبلت بصیغہ مجہول کہتا جیسے اس سے اوپر کے افعال تھے لا لو قبلتہ ولم یشتہہا والفرق ان
فی تقبیلہ معنی الجماع نہین فاسد ہوگی نماز مرد کی اگر عورت نے اُسکا بوسہ لیا اور مرد کو اُسکی خواہش نہ تھی اور فرق دونون مسئلون مین یہ ہو کہ مرد کے بوسہ لینے مین
جماع کے معنی ہین یعنی اگر عورت نماز پڑھتی تھی اور شوہر نے بوسہ لیا تو عورت کی نماز اسلیئے فاسد ہوگی کہ فاعل جماع کا مرد ہوتا ہو تو جب دواعی جماع مین سے کوئی عورت
کے ساتھ کریگا تو اُسکی نماز فاسد ہوجائیگی اور اگر مرد نماز پڑھتا ہو اور عورت نے بوسہ لیا تو عورت فاعل جماع کی نہین اسلیئے اُسکی طرف سے دواعی کا پایا جانا داخل جماع
نہین جبتک کہ مرد کو شہوت نہو کذا فی الشامی [illegible] فرمی [illegible] لا [illegible] لانہ مخاصمۃ او تادیب او ملاعبۃ وہو عمل کثیر ذکرہ الحلبی نمازی
کے پاس ایک پتھر ہو اُسنے اسکو ایک پرند پر پھینکا تو نماز فاسد نہوگی اور اگر کسی انسان پر پھینکا تو فاسد ہوگی جیسے کسیکو مارنا اگرچہ ایک دفعہ ہی مارے اسلیئے
کہ مارنا یا پتھر پھینکنا انسان پر یا باہم خصومت ہو یا ادب دینا یا کھیل کرنا ہر حال عمل کثیر ہو ذکر کیا ہو اسکو حلبی یعنی شارح منیہ نے ط طحطاوی نے کہا کہ منیہ مین
یون ہو کہ اگر پتھر زمین سے اُٹھا کر پھینکا تو نماز فاسد ہوگی اور اگر اپنے پاس سے پھینکا تو فاسد نہوگی تو اس سے ظاہر پرند و انسان مین فرق نہین معلوم ہوتا
اور اگر پاس سے پھینکنے کو عمل کثیر قرار دیجیے تو پرند پر پھینکنے سے بھی نماز فاسد ہوجائیگی بقی من المفسدات ارتداد بقلبہ باقی رہے مفسدات نماز سے اشیاء
آئندہ اول مرتد ہونا نمازی کا اپنے دل مین یعنی نیت یا اعتقاد کفر کرنے سے نماز باقی رہتی ہو وموت دوسرا مفسد نماز کا مرجانا ہو نمازی کا شامی نے کہا کہ اسکا ثمرہ اس
مسئلہ مین معلوم ہوتا ہو کہ اگر بعد قعدۂ اخیرہ کے امام مرگیا تو نماز مقتدیون کی باطل ہوگئی نئے سرے سے اُنکو پڑھنی چاہیے وجنون واغماء اور مفسد نماز ہو جنون اور بیہوشی
اور انکا حکم مفصل صلوۃ مریض کے آخر مین آویگا وکل موجب لوضوء او غسل اور مفسد نماز ہو ہر فعل موجب وضو کا یا غسل کا ام شامی نے کہا کہ شارح نے بہ تبعیت صاحب
نہر الفائق موجب وضو کو مفسد لکھدیا حالانکہ ہر موجب وضو مفسد نماز نہین چنانچہ استخلاف اور بنا کے بیان مین مذکور ہوچکا کہ حدث اتفاقی سے نماز فاسد نہین
ہوتی تو بہتر تھا کہ شارح یون کہتا کہ ہر حدث عمد مفسد ہوتا ہو وترک رکن بلا قضاء اور مفسد نماز ہو چھوڑنا کسی رکن کا بدون ادا کے مثلاً ایک سجدہ چھوڑ دیا
اور سلام پھیر دیا [illegible] اسکو ادا نہ کیا تو نماز فاسد ہوجائیگی او شرط بلا عذر یا مفسد نماز ہو چھوڑنا کسی شرط کا بدون عذر کے مثلاً وضو یا ستر عورت یا استقبال

قبلہ بلا عذر نکیا تو فاسد ہو گی اور عذر کے ساتھ ان باتون کا کرنا مفسد نہین ومسابقۃ المؤتم برکن لم یشارکہ فیہ امامہ کان رکع ورفع راسہ قبل امامہ ولم یعدہ معہ او بعدہ وسلم مع الامام اور مفسد نماز ہے پہلے کر لینا مقتدی کا کسی رکن کو جسمین اُسکا امام اُسکا شریک نہوا ہو مثلاً مقتدی نے رکوع امام سے پیشتر کیا اور امام کے رکوع سے پیشتر اپنا سر اُٹھا لیا اور پھر اُس رکوع کو امام کے ساتھ یا اُسکے بعد دوبارہ نہ کیا اور امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو مقتدی کی نماز نہو گی قہ طحطاوی نے کہا کہ امام کے ساتھ سلام پھیرنے کی قید کی کچھ حاجت نہین ومتابعۃ المسبوق امامہ فی سجود السہو بعد تاکد انفرادہ اما قبلہ فیجب متابعتہ اور مفسد نماز ہے پیروی کرنا مسبوق کا اپنے امام کو سجدۂ سہو مین بعد مستحکم ہونے انفراد مسبوق کے اور پیشتر مستحکم ہونے انفراد کے تو متابعت واجب ہے قہ صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ مسبوق امام کے سلام پھیرنے سے پیشتر یا بعد مثلاً اُٹھ کھڑا ہوا اور ایک رکعت پڑھ چکا یعنی سجدہ رکعت مذکور کا کر لیا اُسوقت امام نے سجدہ سہو کیا تو اب مسبوق اگر اس سجدہ مین امام کا شریک ہوگا تو اسکی نماز فاسد ہو جائیگی کیونکہ محل انفراد مین اقتدا کرنا مفسد ہے ہان جبتک اُسنے رکعت جداگانہ کا سجدہ نہین کیا تب تک انفراد پختہ نہین ہوا اسوقت اگر امام سجدہ سہو کرے تو مسبوق پر متابعت واجب ہے وعدم اعادتہ الجلوس الاخیر بعد اداء سجدۃ صلبیۃ او تلاوتیۃ تذکرہا بعد الجلوس اور مفسد نماز ہے دوبارہ نکرنا نمازی کا قعدہ اخیرہ کو بعد ادا کرنے سجدہ نماز یا سجدہ تلاوت کے جو یاد آیا ہو بعد قعدہ کے قہ اسلئے کہ سجدہ صلبی اور سجدہ تلاوت سے قعدہ باطل ہو جاتا ہے تو اگر دوبارہ نکریگا تو ایک رکن نماز کا یعنی قعدہ اخیرہ چھوٹ جاویگا اور نماز فاسد ہو جائیگی طحطاوی نے کہا کہ یہ صورت ترک رکن مین داخل ہے اسکو جدا لکھنا ضرور نہ تھا وعدم اعادۃ رکن اداہ نائما اور مفسد نماز ہے دوبارہ نکرنا نمازی کا اُس رکن کو جسکو سونے کی حالت مین ادا کیا تم طحطاوی نے کہا یہ صورت ترک شرط مین داخل ہے یعنی نمازی کا ادا کرنا حالت اختیار مین شرط نماز ہے اور سونے کی حالت مین یہ شرط چھوٹ جاتی ہے لیکن مترجم کے نزدیک ترک شرط مین بلا عذر کی قید تھی وہ یہان متحقق نہین اسلئے یہ صورت جدا ہے وقہقہۃ امام المسبوق بعد الجلوس الاخیر اور مفسد نماز ہے کھلکھلا کر ہنسنا مسبوق کے امام کا بعد قعدہ اخیرہ کے یعنی اگر امام قدر تشہد کے بعد قعدہ اخیرہ مین زور سے ہنس پڑیگا تو اسکی نماز اور مدرکون کی نماز پوری ہو جائیگی مگر مسبوق کی نماز فاسد ہو جائیگی کہ یہ فعل امام کا اُسکی نماز کے درمیان مین واقع ہوگا چنانچہ اسکی تفصیل پہلے باب مین گذر گئی ومنہا مد الہمزۃ فی التکبیر کما مر اور ایک مفسد نماز کا ہمزہ کا کھینچنا ہے اللہ اکبر کہنے مین چنانچہ پیشتر گذرا ہم یعنی اللہ اکبر رکوع اور سجدہ کے لیے بعد ہمزہ اگر کہیگا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور تکبیر تحریمہ مین تو سرے سے نماز کا شروع ہی صحیح نہین فساد تو شروع کے بعد ہوا کرتا ہے کذا فی الشامی ومنہا القراءۃ بالالحان ان غیر المعنی والا لا الا فی حرف مد ولین اذا فحش والا لا بزازیۃ اور ایک مفسد نماز ہے قرأت کا پڑھنا الحان سے یعنی زبر و زیر و پیش کو نغمون کی رعایت سے بڑھا کر پڑھنا کذا فی فتح القدیر الحان سے پڑھنا مفسد ہے اگر معنی کو بدل دے مثلاً رب العلمین کو رآب العلمین پڑھتے اور اگر معنی نہ بدلین تو مفسد نہین مگر حروف مد اور لین مین اگر حد سے زیادہ الحان کریگا تو باوجود معنی نہ بدلنے کے نماز فاسد ہو جائیگی اور اگر حد سے زیادہ نہو گا تو نماز فاسد نہو گی کذا فی البزازیہ قہ الف واو یا تینون حرف علت کے حروف کہلاتے ہین انکے پہلے کی حرکت اگر انکے موافق ہوتی ہے یعنی واو کے پہلے پیش اور الف کے پہلے زبر اور یا کے پہلے زیر ہو تو انکو حروف مد کہتے ہین اور اگر ناموافق حرکت ہو یعنی واو کے پیشتر یا یا کے پہلے زبر ہو مثلاً تو حرف لین کہلاتے ہین تو حرف لین حرف دو ہین کیونکہ الف سے پہلے سوائے زبر کے اور کچھ نہین ہو تا غرضکہ حروف علت مین اشباع زائد از حد مفسد نماز ہے ومنہا زلۃ القاری اور ایک نماز کا مفسد قاری کی لغزش یعنی غلط پڑھنا ہے قہ جاننا چاہیے کہ قرأت مین غلطی سے نماز فاسد ہونے کے چند قاعدے ہین کہ اگر انکو جان لیا جاوے تو حکم ہر غلطی کا معلوم ہو سکتا ہے کہ اُس سے نماز فاسد ہوئی یا نہین تو ان قواعد کے ضبط کرنے کے لیے ہم کہتے ہین کہ غلطی یا تو اعراب مین ہو گی یعنی زیر زبر پیش سکون مین اور اسی مین داخل ہے مشدد کو تخفیف سے پڑھنا اور اسکا عکس اور مد والیکو قصر سے پڑھنا اور اسکا عکس یا غلطی حروف مین ہو گی یعنے ایک حرف کی جگہ دوسرے کو ادا کرنا یا کسی حرف کا زیادہ کرنا یا کم کرنا یا مقدم موخر کرنا یا غلطی کلمات مین ہو گی کہ ایک کلمہ کی جگہ دوسرے کو پڑھنا یا زیادہ و کم کرنا یا مقدم موخر کرنا یا غلطی جملون مین ہو اسیطرح یا غلطی وقف مین ہو کہ وصل کی جگہ وقف کیا جاوے اور وقف کی جگہ وصل اب متقدمین کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ جس غلطی سے معنی ایسے بگڑ جائین کہ انکا اعتقاد کرنا کفر ہوتا ہو تو اُس غلطی سے نماز فاسد ہو جائیگی خواہ

کسی قسم کی غلطی ہو اور اگر غلطی سے ایسی تبدیلی نہیں ہوتی جیسے ... تو نماز فاسد نہیں ہوتی بہت کی تبدیلی معنوں میں آجاتی ہے جیسے اعراب کی جگہ ... پڑھنا
یا کسی بھی لفظ کو بدلنا جیسے سرائل پڑھنا سرابیل کی جگہ تو اس صورت میں بھی نماز فاسد ہو جاتی ہے اور اگر غلطی سے معنوں میں بہت تبدیلی نہیں ہوتی تو طرفین
کے نزدیک اس صورت میں دیکھنا چاہیے کہ ویسا لفظ قرآن میں ہے یا نہیں اگر نہیں ہے تب بھی نماز فاسد ہوگی اور اگر قرآن میں وہ لفظ ہے تو
طرفین کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی اور یہی قول امام طحاوی اور ابو یوسف کے نزدیک فاسد ہوگی اور اگر غلطی سے معنی نہ بگڑیں اور ویسا لفظ قرآن میں نہ ہو تو طرفین
کے نزدیک فاسد ہوگی جیسے قوامین کی جگہ قیامین پڑھنا دونوں کے معنی ایک ہیں حالانکہ قیامین قرآن میں نہیں اور ابو یوسف کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی
یہ قاعدے متقدمین کے ہیں اور ابن مقاتل اور ابن سلام اور اسماعیل زاہد اور ابو بکر بلخی اور ہندوانی اور حلوانی وغیرہ متاخرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اعراب میں
غلطی کرنی کسی طرح کی ہو نماز کی مفسد نہیں اگرچہ اسکا اعتقاد کفر ہو کیونکہ اکثر آدمی اعراب کی تمیز نہیں کر سکتے اور اگر غلطی حرف کی تبدیل میں ہو تو اگر دونوں
حرفوں میں فرق باسانی معلوم ہو سکتا ہو مثلاً ص کی جگہ ط پڑھنا تو متاخرین کا اتفاق ہے کہ نماز کا مفسد ہے اور اگر فرق مشکل سے معلوم ہوتا ہو جیسے ض کی جگہ
ظ پڑھنا تو اکثر کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن متاخرین کے قواعد منضبط نہیں اسلئے نماز کے باب میں متقدمین کا قول اختیار کرنے میں زیادہ احتیاط ہے

کیونکہ قواعد بھی درست ہیں اور اکثر فروع ہمارے دونوں میں متقدمین کے قول پر معمول ہیں کذا فی الشامی من شرح المنیۃ فلو فی اعراب او تخفیف مشدد وعکسہ او بزیادۃ حرف
فاکثر نحو الصراط الذین او بوصل حرف بکلمۃ نحو ایاک نعبد او بوقف وابتداء لم تفسد وان غیر المعنی به یفتی بزازیۃ پس اگر غلطی اعراب میں ہو جیسے نعبد کی ب کو زبر پڑھنا
یا تخفیف سے پڑھنے میں مشدد کے جیسے تلّوا کی جگہ تلوا پڑھنا اور مشدد پڑھنے میں مخفف کے جیسے اعینیا کو اعیّنیا پڑھنا یا غلطی ہو ایک حرف یا زیادہ کے
بڑھا دینے کی جیسے الصراط الذین بجائے صراط الذین کے یعنی الف اور لام کی زیادتی سے پڑھنا یا غلطی ہو ایک حرف کے ملانے کی دوسرے کلمہ میں جیسے ایاک
نعبد میں ایا جدا پڑھکر ٹھہرنا اور ک کو نعبد میں وصل کرنا یا غلطی ہو وقف کرنے اور ابتدا کرنے کی جیسے لا اله پر مثلاً وقف کرنا اور الا الله سے ابتدا کرنا تو ان سب صورتوں
میں نماز فاسد نہ ہوگی اگرچہ معنی بدل جائیں اسی کا فتوی دیا جاتا ہے کذا فی البزازیہ شامی نے کہا کہ شارح کی ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ سب مسائل میں عدم
فساد پر فتوی بزازیہ میں منقول ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ بزازیہ میں صرف اعراب کی غلطی میں اگرچہ معنی بھی بگڑ جائیں فتوی عدم فساد کا مذکور ہے اور باقی
صورتوں میں درصورت بگڑ جانے معنی کے تو اکثر مشائخ کے نزدیک فساد مذکور ہے جیسا کہ متقدمین کا قول ہے اور احتیاط اسی میں ہے الا تشدید رب العلمین

وایاک نعبد فبترکہ تفسد مگر تشدید رب العلمین کی ب اور ایاک نعبد کی ی کی تشدید ترک کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے ولو زاد کلمۃ او نقص کلمۃ او نقص حرفا او قدمہ او بدله
بآخر نحو من ثمرہ اذا اثمر واستحصد تعالی جد ربنا انفرجت بدل انفجرت ایاب بدل اواب لم تفسد ما لم یتغیر المعنی اور اگر زیادہ کیا ایک کلمہ کو مثلاً من ثمرہ اذا اثمر
کلمہ واستحصد زیادہ کر دیا یا ناقص کیا کلمہ کو اسکی مثال شارح نے نہیں لکھی شامی نے کہا جیسے جزاء سیئۃ سیئۃ مثلها میں جزاء سیئۃ مثلها پڑھا دوسری سیئۃ کو
چھوڑ کر یا کم کیا ایک حرف کو جیسے تعالی جد ربنا بدون ی کے آخر میں یا مقدم کیا حرف کو دوسرے سے جیسے انفرجت عوض میں انفجرت کو یا بدلا کسی
حرف کو دوسرے سے جیسے ایاب جگہ اواب کے تو نماز فاسد نہ ہوگی جبتک کہ معنی نہ بدلیں ہم شارح کے کلام میں لف ونشر مرتب ہے اسلئے مترجم نے تسہیل کے واسطے
ہر مثال کو اسکے موقع پر ترجمہ کر دیا اور واضح ہو کہ تغیر معنی کی صورت میں نماز طرفین کے نزدیک فاسد ہوتی ہے اور ابو یوسف کے نزدیک اس صورت میں کہ لفظ مغیر
قرآن میں نہ ہو فاسد ہوگی ورنہ فاسد نہ ہوگی الا ما یشق تمیزہ کالضاد والظاء فاکثرہم لم یفسد یا حرف کے بدلنے سے درصورت بدل جانے معنی کے نماز فاسد
ہوتی ہے مگر ایسے حروف کے مبادلے سے جنہیں تمیز دشوار ہے مثلاً ضاد اور ظا کے بدلنے سے کہ اکثر فقہا نماز کو فاسد نہیں کہتے ہیں شامی میں حلیہ سے منقول ہے کہ اگر ایسی
تبدیل دانستہ کریگا تو نماز فاسد ہوگی اور اگر بے اختیار زبان سے نکل گیا یا تمیز حروف کو نہیں جانتا تو فاسد نہ ہوگی بزازیہ میں کہا کہ یہ قول سب اقوال سے

درست تر ہے اور یہی مختار ہے وکذا لو کرر کلمۃ وصحح الباقانی الفساد ان غیر المعنی نحو رب رب العلمین للاضافۃ کما لو بدل کلمۃ بکلمۃ وغیر المعنی نحو ان الفجار

لفی جنات وتامہ فی المطولات اور اسی طرح فاسد نہین ہوتی نماز اگر مکرر کرے کسی کلمہ کو اور تصحیح کی ہی باقانی نے فساد نماز کی اگر معنی بدل جائین جیسے رب العلمین
بسبب اضافت جیسے فاسد ہوتی ہی نماز اگر بدل دے ایک کلمہ کو دوسرے سے اور معنی بگڑ جائین جیسے آن الفجار لفی جنات پڑھنا لفی جحیم کی جگہ اور پورا بیان
اسکا بڑی کتابون مین ہی م شامی نے کہا کہ ظاہر کلام ظہیریہ سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ مکرر پڑھنا ایک کلمہ کا اس صورت مین مفسد ہی کہ پڑھنے والا مضاف مضاف الیہ
کو جانتا ہو اور اگر نجانتا ہو یا قصد اضافت نکیا ہو بلکہ تصحیح مخارج کے لیے کلمہ کو دوبارہ کہا ہو یا زبان سے بے ساختہ نکلگیا ہو تو چاہیے کہ نماز فاسد نہ ہو اور
مفسدات نماز سے وہ صورتین بھی ہین جو اس باب سے پیشتر ہوچکین مثلاً عورت کا محاذی ہونا اور خلیفہ ایسے کو بنانا جو قابل امامت نہ ہو اور امام کا مسجد سے
باہر چلا جانا بدون خلیفہ کرنے کے اور حدث کے بعد نمازی کا ایک رکن کی مقدار ٹھہرنا یا حالت حدث اور رفتار مین ایک رکن کو ادا کرنا یا اثناء نماز مین کسی فعل
مخالف نماز کا صادر ہونا وغیرہ تو غالباً یہ باتین شارح نے انکو اسلیے یہان ذکر نہین کیا کہ پیشتر بیان ہوچکا ہی ولا یفسد ہا نظرہ الی مکتوب وفہمہ
ولو مستفہما وان کرہ اور نہین فاسد کرتا نماز کو دیکھنا نمازی کا لکھی چیز کو اور سمجھ جانا اسکا اگرچہ دانستہ سمجھا ہو ہرچند دانستہ سمجھنا مکروہ ہی اسلیے کہ لکھے کو
سمجھنا نماز کے اعمال مین سے نہین اس سے یہ نکلا کہ اگر اتفاقاً نظر لکھے پر پڑ گئی اور سمجھ مین بدون قصد کے آگیا تو مکروہ بھی نہین کذا فی الطحطاوی ومرور
مار فی الصحراء او فی مسجد کبیر بموضع سجودہ فی الاصح اور نہین فاسد کرتا نماز کو گذرنا کسی گذرنے والے کا جنگل مین یا بڑی مسجد مین نمازی کے سجدہ کی جگہ مین
کو صحیح تر قول مین ہم یعنی نمازی کے قدمون سے سجدہ کی جگہ تک مین سے کسی کا گذر جانا مفسد نماز نہین اور اسکا مقابل قول تمرتاشی کا ہی کہ قدمون سے لیکر اس
جگہ تک گذرنا مفسد نہین جہانتک نمازی کی نظر پڑے جبکہ وہ سجدہ کے مقام کو تاکتا ہو غرضکہ فساد نماز تو دونون صورتون مین نہین لیکن گذرنے والے پر
گناہ کا ہونا صحیح قول مین قدمون سے لیکر سجدہ تک کی جگہ مین گذرنے سے ہوگا اور تمرتاشی کے قول پر اس جگہ مین بھی گذرنے سے ہوگا جہان نمازی کی نظر
پڑے سجدہ گاہ کو تاکنے کی حالت مین کذا فی الشامی او مرورہ بین یدیہ الی حائط القبلۃ فی بیت ومسجد صغیر فانہ کبقعۃ واحدۃ مطلقاً ولو امراۃ او کلبا
یا مفسد نماز نہین گذرنا گذرنے والے کا سامنے نمازی کے اسکے قدمون سے لیکر دیوار قبلہ تک گھر مین اور چھوٹی مسجد مین کہ گھر اور چھوٹی مسجد مثل ایک
مکان کے ہین یعنی مقدار دو صفون کے فاصلہ ہونا ان دونون مین مانع اقتدا نہین جیسے جنگل اور بڑی مسجد مین مانع ہوتا ہی مفسد نماز نہین گذرنا گذرنے والے کا
مطلق تھا وہ عورت ہو یا کتا م شامی نے کہا کہ اسمین رد ہی ظاہریہ کے قول پر جو کہتے ہین کہ گذرنا عورت یا کتے یا گدھے کا مفسد ہی اور اشارہ ہی
اس امر کی طرف کہ اس باب مین جو کچھ مروی ہی وہ منسوخ ہی چنانچہ حلیہ مین اسکو ثابت کیا ہی او مرورہ اسفل من الدکان امام المصلی لو کان
یصلی علیہا ای الدکان بشرط محاذاۃ بعض اعضائہ وکذا سطح وسریر وکل مرتفع دون قامۃ المار وقیل دون السترۃ کما فی غرر الاذکار
یا مفسد نماز نہین گذرنا گذرنے والے کا مکان کے نیچے نمازی کے سامنے کو جبکہ وہ دوکان پر نماز پڑھتا ہو بشرط برابر آجانے بعض اعضا گذرنے والے کے
بعض اعضاء نمازی کو اور یہی حکم فساد کا ہی چھت اور تخت اور ہر اونچی چیز کا جسکی بلندی گذرنے والے کے قد سے کم ہو اور قول ضعیف یہ ہی
کہ مقدار سترہ یعنی ایک ہاتھ سے کم ہو جیسا کہ غرر الاذکار مین ہی م بحر الرائق مین اس قول ضعیف کو غلط کہا ہی اسوجہ سے کہ اگر مقدار سترہ کا اعتبار
ہوتا تو سوار کا نکلنا نمازی کے سامنے مکروہ نہوتا کہ وہ تو غالباً ہاتھ سے اونچا ہی ہوتا ہی کذا فی الشامی وان اثم المار لحدیث البزار لو یعلم المار
ماذا علیہ من الوزر لوقف اربعین خریفا فی ذلک المرور لو بلا حائل ولو ستارۃ ترتفع اذا سجد وتعود اذا قام اگرچہ اس گذرنے مین گذرنیوالا گنہگار
ہوتا ہی بسبب حدیث بزار کے کہ اگر گذرنے والا جانے کہ اسپر کیا گناہ ہی تو ٹھہرا رہے چالیس برس اور گناہ اسوقت ہی کہ گذرنا بدون آڑ کے ہو
اگرچہ آڑ ایسا سترہ ہو کہ سجدہ کرنے کے وقت دور ہوجاتا ہو اور قیام کے وقت پھر سترہ ہوجاتا ہو م حلیہ مین کہا کہ اس مسئلہ مین چار صورتین
ہین اول یہ کہ گذرنے والے کو گنجایش ہی کہ نمازی کے سامنے کو نہ گذرے اور نمازی نے راستہ روکا نہین تو اس صورت مین اگر گذرے گا تو

گناہ صرف گذرنے والے پر ہوگا دوم یہ کہ دوسری طرف کو راستہ نہیں اور نمازی نے راستہ روک لیا ہو تو اس صورت میں گناہ نمازی پر ہوگا سوم یہ کہ کئی طرف سے
راستہ ہو مگر گذرنے والا اور طرف کو بھی جا سکتا ہو تو اب گذرنے سے دونوں گنہگار ہونگے چہارم یہ کہ نمازی نے راستہ نہیں روکا اور گذرنے والے
کو اور طرف راہ نہیں تو کسی پر گناہ نہیں اور صورت سترہ کی یہ ہو کہ مثلاً ایک انگشت کے برابر موٹی ہو یا اور کوئی چیز جیسے مینا لکڑی ہو جب نمازی سجدہ
کرتا ہو تو دوسری حرکت سے اسکی گردن بالکل سیدھی ہو جاتی ہو اور جب کھڑا ہوتا ہو پھر سترہ ہو جاتی ہو تو اسطرح کی آڑ سے بھی گذرنے والے پر گناہ نہیں
اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اعتبار سترہ کا قیام کی حالت میں ہے کذا فی الشامی والطحطاوی ولو کان فرجة فللداخل ان یمر علیٰ رقبته من لم یسد الفرجة
مترجم لفظ فرجہ اور اگر صف میں کوئی جگہ خالی ہو تو نماز میں آنیوالے کو جائز ہے کہ جس شخص نے اس جگہ کو بند نہیں کیا اسکی گردن کو پھلانگ کر چلا جاوے
کیونکہ اس نے اپنی عزت آپ کھو دی تو خبردار ہو جانا چاہیئے اسکے سامنے سے گذرنا گناہ نہیں م شامی نے کہا کہ اگر ایک شخص نمازی کے سامنے گذرنا
چاہتا ہو اور اسکے ساتھ کوئی چیز قابل سترہ کر دینے کے ہو تو اسکو نمازی کے سامنے رکھ دے اور دوسری طرف جا کر اسکو اٹھا لے اور اگر دو شخص ہوں
تو ایک نمازی کے سامنے کھڑا ہو جاوے دوسرا اسکی آڑ سے نکل جائے پھر دوسرا کھڑا ہو جائے تاکہ اول شخص اسکی آڑ سے گذر جائے انتہیٰ ان دونوں مسئلوں سے معلوم
کہ ایک طرف سے سامنے نمازی کے کھڑا ہو جانا یا ہاتھ بڑھا کر اسکے سامنے سے چیز کا اٹھا لینا موجب گناہ کا نہیں ویقرز بابراء الامام وکذا المنفرد فی الصحراء
ونحوہ سترة بقدر ذراع طولاً وغلظ اصبع للتبدوہ لاتاخر القرب بدون ثلٰثة اذرع علی حذاء حاجبیه الا یمن حنیفیه والا یمن افضل اور کھڑا کرے امام بطور استحباب
کذا فی البدائع اور اسی طرح تنہا پڑھنے والا جنگل میں اور مثل جنگل میں یعنی بڑی مسجد میں کھڑا کرے ایک سترہ مقدار ایک ہاتھ کی لمبائی میں اور ایک انگل کی
موٹائی میں تاکہ دکھائی دے گذرنے والے کو یعنے گذرنے والے کو سوجھے قریب اپنے تین ہاتھ کے فاصلے کے اندر مقابل ایک ابرو کے نہ دونوں آنکھوں کے بیچ کے
سامنے اور داہنی ابرو کے مقابل کھڑا کرنا بہتر ہے کہ مطابق سنت ہے م طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ بدون ثلٰثة اذرع کی جگہ قدر ثلٰثة اذرع کہتا
کیونکہ حلبی میں ہے کہ سنت یہ ہے کہ فاصلہ درمیان نمازی اور سترہ کے تین ہاتھ سے زیادہ نہ ہو اور ایک ہاتھ کا طول اور انگلی کی موٹائی بیان اقل
مقدار کا ہے کہ اس سے کم نہو اور بحر الرائق میں کہا کہ مذہب قوی کے موجب موٹائی کا کچھ اعتبار نہیں ولا یکفی الوضع ولا الخط وقیل یکفی فیخط طولاً وقیل کالمحراب
اور کفایت نہیں کرتا رکھ دینا سترہ کا یعنی زمین پر لٹا دینا مثل لاٹھی وغیرہ کا اور نہ کافی ہے خط کھینچنا اور بعض فقہا نے کہا کہ اگر سترہ پاس نہو تو خط کھینچنا کافی ہے
تو خط کھینچے نمازی طول میں یعنی سیدھا اور بعض نے کہا کہ مثل محراب کے یعنی بشکل کمان کھینچے م فتح القدیر میں در صورت نہونے سترہ کے خط کھینچنے پر یقین کیا ہے
اور کہا ہے کہ اتباع سنت ہر حال بہتر ہے علاوہ اسکے خط کچھ نہ کچھ نظر آتا ہے تو کافی ہوگا اور یہ قول امام محمد سے مروی ہے اس سے یہ نکلتا ہے کہ اگر کتاب یا کپڑا اپنے
سامنے رکھدیگا تب بھی سترہ ہو جائیگا ویدفعه هو رخصة فترکه افضل بدائع قال الباقانی فلو ضربه فمات لا شیٔ علیه عند الشافعی رضی اللہ عنه خلافاً لنا فاطلق تقیم من کتبنا
بتسبیح او جهر قراءة او اشارة ولا یزاد علیهما عندنا قهستانی لا بهما فانه یکره اور ہٹا دے نمازی گذرنے والے کو یعنے جبکہ سترہ نہو یا سترہ ہو لیکن وہ سترہ کے اندر کو
گذرتا ہو تو ہٹا دے سبحان اللہ کہنے یا پکار کر پڑھنے سے اگرچہ نماز سری ہو یا اشارہ سے ہاتھ یا آنکھ یا سر کے شارح نے کہا کہ ہٹانا رخصت ہے
عزیمت نہیں پس ترک دفع بہتر ہے اسلیئے کہ دفع کرنا نماز کے اعمال سے نہیں کذا فی البدائع باقانی نے کہا کہ اگر نمازی نے گذرنے والے کو مارا اور وہ
مر گیا تو اسپر کچھ نہیں نہ دیت نہ قصاص امام شافعی رح کے نزدیک بخلاف ہمارے مذہب کے جیسا کہ سمجھا جاتا ہے ہماری کتابوں سے یعنی خصوصت
فقط اشارہ ہے نہ جنگ و محاربہ اور نہ زیادہ کیا جاوے ان باتوں پر ہمارے نزدیک یعنی کپڑا پکڑ کر کھینچنا یا مارنا ہمارے نزدیک درست نہیں کذا فی القہستانی
نہ دفع کرے سبحان اللہ کہنے اور اشارہ دونوں سے کہ دونوں باتوں کا جمع کرنا مکروہ ہے اسلیئے کہ مقصود ایک سے حاصل ہے م یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ گذرنیوالے
سے جنگ کرے کہ وہ شیطان ہے تو یہ منسوخ ہے چنانچہ زیلعی نے سرخسی سے نقل کیا ہے کہ یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا جب نماز کے اندر کلام کرنا مباح تھا اب اسکی

اجازت نہین کذا فی الشامی مختصرا والمرأۃ تصفق لا ببطن علی بطن اور عورت گذرنیوالے کو ہٹانے کے لیے تالی بجاوے نہ اسطرح کہ ہتھیلی ہتھیلی پر لگے بلکہ کیفیت تالی بجانے کی بحرالرائق مین یون منقول ہو کہ پشت داہنے ہاتھ کے انگلیون کی بائین ہاتھ کے اندر طرف یعنی ہتھیلی پر مارے شامی اور طحطاوی نے کہا کہ اسطرح تالی بجانے کی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی دونون ہاتھ اپنی جگہ سے ٹل جاتے ہین اس سے تو یہی بہتر ہو کہ بائین ہاتھ کو اپنی جگہ رہنے دے اور داہنے ہاتھ کی انگلیون کے اندر کیطرف کو بائین کی پشت پر مار دے کہ اسمین عمل تھوڑا ہو ولو صفق او سبحت لم تفسد وقد ترکا السنۃ تاتارخانیۃ اور اگر ہٹانے کے لیے مرد نے تالی بجائی یا عورت نے سبحان اللہ کہدیا تو نماز فاسد نہو گی لیکن دونون نے طریق مسنون کو ترک کیا کذا فی تاتارخانیہ وکفت سترۃ الامام للکل اور کافی ہو سترہ امام کا کل مقتدیون کے لیے یعنے اگر امام کے سامنے سترہ ہوگا تو جو کوئی مقتدیون کی صف کے سامنے کو گذریگا اُسپر کچھ گناہ نہو گا ولو عدم المرور والطریق جاز ترکہا وفعلہا اولی اور اگر گذرا اور راستہ نہو یعنی ایسی جگہ نماز پڑھے جہان کوئی گذرتا نہو اور مُنھ راستہ کی طرف نہو تو ترک کرنا سترہ کا جائز ہو اور کھڑا کرنا سترہ کا ایسی جگہ بھی بہتر ہو م راستہ کیطرف مُنھ نہ کرنے کی قید اسلیے لگائی کہ راستہ کی طرف کو نماز پڑھنا سترہ کے ساتھ اور بدون سترہ کے دونون طرح مکروہ ہو کیونکہ راستہ چلنے کے لیے بنا ہو تو اسمین ایسی چیز نہ چاہیے جو اُسکے مناسب نہو کذا فی البحر وکرہ تعم التنزیہیۃ التی مرجعہا خلاف الاولی فالفارق الدلیل فان نہیا ظنی الثبوت ولا صارف فتحریمیۃ والا فتنزیہیۃ اور مکروہ ہو لٹکانا کپڑے کا شارح کہتا ہو کہ کراہت شامل ہو تنزیہی کو جسکا مآل ترک اولی ہو پس فرق کرنیوالی چیز کراہت تحریمی اور تنزیہی مین دلیل ہو یعنے اگر دلیل کراہت وہ ممانعت شرعی ہو جسکا ثبوت ظنی ہو اور کوئی پھیرنے والا تحریم سے استحباب کیطرف نہو تب تو کراہت تحریمی ہو ورنہ کراہت تنزیہی ہو م بحرالرائق مین کہا کہ مکروہ دو قسم ہو ایک مکروہ تحریمی جو واجب کے رتبہ مین ہو یعنی جسطرح ثبوت واجب کا دلیل ظنی سے ہوتا ہو اسی طرح ثبوت مکروہ تحریمی کا دلیل ظنی سے ہوتا ہو دوم مکروہ تنزیہی جو ایسا نہو تو جب فقہا کی عبارتمین لفظ مکروہ پایا جاوے تو اُسکی دلیل کو دیکھنا چاہیے اگر دلیل مذکور نہی ظنی ہو تو تحریمی ہو ورنہ تنزیہی شامی نے کہا کہ بدون دلیل کے بھی اُسکا حال معلوم ہو سکتا ہو اسطرح کہ اگر وہ مکروہ ترک واجب کو متضمن ہو تو تحریمی ہو گا اور اگر ترک سنت کو متضمن ہو تو تنزیہی ہو گا سدل تحریما للنہی ثوبہ ای ارسالہ بلا لبس معتاد وکذا القباء بکم الی وراء ذکرہ الحلبی مکروہ تحریمی ہو لٹکانا نمازی کا اپنے کپڑے کو بسبب ممانعت کے یعنی چھوڑ دینا کپڑے کا بدون پہننے معمولی کے اور اسی مین داخل ہو قبا کا پہننا ایسی طرح کہ آستین پشت کی جانب ہو یعنی اُسکی کشادہ بغلون مین سے ہاتھ نکال کر آستین کو پیچھے ڈالدے یہ بھی سدل مین داخل اور مکروہ ہو ذکر کیا ہو اسکو حلبی نے م طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ تحریما للنہی کو بعد ثوبہ کے لکھتا تاکہ لفظ سدل جو مضاف ہو اور ثوبہ جو مضاف الیہ ہو ان دونون مین فاصلہ نہ پڑتا اور سدل کی صورت کرخی نے یہ بیان کی ہو کہ مثلاً چادر یا دوسرا کپڑا سر خواہ شانہ پر رکھ کر اُسکے کنارے چھوڑ دے تو کرتہ کے دامنون کا لٹکنا اور عمامہ کے شملہ کا لٹکنا اسمین داخل نہین کذا فی الشامی کشدّ ومندیل یرسلہ من کتفیہ فلو من احدہما لم یکرہ کحالۃ عذر وخارج صلوۃ فی الاصح مثل ڈوپٹہ اور رومال کے کہ اُسکو اپنے دونون مونڈھون سے لٹکا دے تو مکروہ ہو گا پس اگر ایک مونڈھے سے لٹکا لیگا تو مکروہ نہو گا جیسے عذر کی حالت مین اور نماز سے باہر صحیح تر قول مین سدل مکروہ نہین م شد بفتح شین معجمہ و دال مشدد ایک کپڑا ہو جسکو مونڈھون پر ڈالتے ہین اور خارج نماز سدل مکروہ تحریمی نہین بشرطیکہ تکبر کے لیے نہو کذا فی الشامی عن النہر وفی الخلاصۃ اذا لم یدخل یدہ فی کم الفرجی المختار انہ لا یکرہ ومفادہ یرسل الکم لو یمسک خلاف والاحوط الثانی قہستانی اور خلاصہ مین ہو کہ جب نمازی اپنا ہاتھ فرجیہ کی آستین مین نہ ڈالے تو مختار یہ ہو کہ مکروہ نہین اور کیا اس صورت مین آستین کو لٹکا رہنے دے یا پکڑ لے اسمین اختلاف ہو زیادہ احتیاط کی بات آستین کا پکڑ لینا ہو کذا فی القہستانی م شامی نے کہا کہ خلاصہ مین عدم کراہت کو مختار کہا ہو اسپر کسی نے سواے بزازی کے اُسکی موافقت نہین کی بلکہ صحیح وہ قول ہو جو قاضی خان اور جمہور فقہا کہتے ہین کہ فرجیہ کو بدون آستین مین ہاتھ ڈالنے کے پہننا مکروہ ہو کیونکہ سدل اس صورت مین بھی موجود ہو وکرہ کفہ ای رفعہ ولو لتراب کمشمر کم او ذیل

واعتبہ بحر کی تیمم و کجبیدہ وتحتی ذا صاحبہ وذا واحس بمنع صنوۃ اور کردہ تحریمی ہے کپڑے کا اوپر اٹھانا اگرچہ مٹی میں بھر جانے کے سبب سے ہو جیسا کہ مکروہ ہے
دامن یا آستین کا نیچے یا دامن چڑھانے اور مکروہ تحریمی ہے کھیلنا نمازی کو اپنے کپڑے سے اور بدن سے بسبب ممانعت کے مگر جبکہ ہو کسی کام کے لیے تو
مکروہ نہیں ہے جیسا کہ سبب ہے کہ پیشانی سے پسینہ پونچھ ڈالا تو عمل قلیل ہے اور مکروہ ہوتا ہے اور کچھ منافع نہیں کپڑے کا پھیلانا اور
اہانت نماز کے یا ہرم شامی نے کہا کہ آستین چڑھانے کی شرط کرنے میں یہ صورت بھی داخل ہے کہ آستین اور کام کے لیے چڑھائی تھی یا دھونے کے لیے چڑھائی تھی
اور کمر بستے کے لیے جلدی میں آستین نماز میں شریک جماعت ہو گیا تو یہی صورت میں افضل ہے کہ عمل قلیل سے آستین اتارے اور عبث کے
باب میں ہی وہ حدیث ہے جسکو قضاعی نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تین چیزیں مکروہ کی ہیں نماز کے اندر
عبث کرنا اور روزہ میں فحش باتیں کرنی اور قبرستان میں ہنسنا وصلوتہ فی ثیاب بذلۃ یلبسہا فی بیتہ ومہنۃ ای خدمتہ ان لہ غیرہا والا اور مکروہ تنزیہی ہے
کذا فی البحر نماز پڑھنا نمازی کا بیٹھے پیچھے کپڑوں میں جنکو گھر میں پہنتا ہے اور کام کرتے کپڑوں میں بشرطیکہ اسکے پاس اور کپڑے ہوں ورنہ مکروہ نہ ہوگا اور بذلہ
بالموحدہ کے اور زاء ساکن ذال معجمہ سے بمعنی خدمت اور ابتذال ہے اور مہنہ بفتح میم سکون ہاء مطلعت تفسیر ہے یعنی وہ کپڑے جنکو پہنکر دوسروں کے پاس نہ جاوے
کذا فی الشامی واخذ درہم ونحوہ فی فیہ لم یمنعہ من القراءۃ فلو منعہ تفسد اور مکروہ ہے درم اور اسی جیسی چیز کا منہ میں لینا جو نمازی کو قراءت سے مانع نہ ہو
اور اگر قراءت کی مانع ہو یعنی اسطرح کہ بالکل پڑھ نہ سکے یا ایسے الفاظ نکلیں جو قرآن کے الفاظ نہوں تو نماز فاسد ہو جائیگی ہرم شامی نے قاضی خان سے نقل کیا
کہ کسی چیز کا منہ میں لینا جو مانع قراءت نہو مکروہ تنزیہی ہے وصلوتہ حاسرا ای کاشفا راسہ للتکاسل ولا باس بہ للتذلل واما للاہانۃ فکفر اور مکروہ
ہے نماز پڑھنا نمازی کا سر کھولکر سستی کی وجہ سے اور کچھ مضائقہ نہیں سر کھولنے کا انکسار کے لیے اور نماز کی اہانت کے لیے تو سر کھولنا کفر ہے ہرم شامی نے بعض
علماء سے نقل کیا کہ گرمی کی وجہ سے بھی ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے ولو سقطت قلنسوتہ فاعادتہا افضل الا اذا احتاجت لتکویر او عمل کثیر اور اگر گرجائے نمازی کی ٹوپی
تو اسکا دوبارہ سر پر رکھ لینا افضل ہے مگر جس صورت میں کہ محتاج ہو لپیٹنے کی یا عمل کثیر کی تو اعادہ افضل نہیں وصلوتہ مع مدافعۃ الاخبثین او احدہما
او الریح للنہی اور مکروہ تحریمی ہے نماز پڑھنا نمازی کا بول و براز کے دباؤ کے ساتھ یا دونوں میں سے ایک کے دباؤ کے ساتھ یا ہوا کے روک رکھنے کے ساتھ
اور یہ کراہت بباعث ممانعت کے ہے یعنی ابوداؤد کی حدیث کے باعث کہ نہیں حلال ہے کسیکو جو ایمان رکھتا ہو اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر کہ نماز پڑھے
اس حال میں کہ پیشاب کو دبائے ہو یہانتک کہ اس سے ہلکا ہو جاوے اور اسی جیسا ہے پاخانہ کا ضبط کرنے والا کذا فی الشامی وعقص شعرہ للنہی عن کفہ
ولو بجمعہ او ادخال اطرافہ فی اصولہ قبل الصلوٰۃ اما فیہا فیفسد اور مکروہ ہے بالوں کا جوڑا کرنا بسبب منع کے انکے اوپر اٹھانے سے اگرچہ جوڑا کرنا انکے
اکٹھا کرنے سے ہو یا انکے سروں کو جڑوں میں کر لینے سے ہو نماز کے پیشتر اور نماز میں جوڑا کرنا نماز کا مفسد ہے ہرم عقص بفتح اول بالوں کے گوندھنے کو
کہتے ہیں یہاں یہ مراد ہے کہ بالوں کو سر پر جمع کر کے گوندھے یا چوٹی کر کے سر کے گرد لپیٹ لے خواہ گدی پر باندھ
باندھ لے یا دوسرے باندھے خواہ چنیا ڈھیلی کو دھکر سر کے گرد لپیٹ لے خواہ گدی پر باندھے
باندھے کہ سجدہ میں زمین پر نہ گریں تو یہ سب باتیں مکروہ ہیں کیونکہ طبرانی کی حدیث میں اس سے ممانعت وارد ہے اور حلیہ میں نقل کیا کہ ہرچند بموجب مضمون
احادیث کے کراہت تحریمی ہونی چاہیے مگر اجماع اسپر ہے کہ یہ فعل مکروہ تنزیہی ہے اور نماز کے اندر اسکے مفسد ہونیکی یہ وجہ ہے کہ بالاجماع عمل کثیر ہے کذا فی الشامی
وقلب الحصا للنہی الا للسجود التام فیرخص مرۃ وترکہا اولی اور مکروہ ہے کنکروں کا ہٹانا بسبب نہی کے مگر واسطے پورا سجدہ کرنے نمازی کے تو نہیں
سوا ایک دفعہ ہٹانے کی اجازت ہے اور ترک ایک دفعہ کا بھی بہتر ہے ہرم صحاح ستہ میں معیقیب سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کنکروں کو
مت ہٹا جبکہ تو نماز پڑھتا ہو اگر بالضرور ہٹانا ہی ہو تو ایکبار ہٹانے اور پورا سجدہ کرنے کی قید اسلیے لگائی کہ اگر بالکل سجدہ نہو سکے بدون ہٹانے تو جب
کنکروں کو ہٹا دے گو ایک دفعہ سے زیادہ ہٹانے پڑیں کذا فی الشامی وفرقعۃ الاصابع وتشبیکہا ولو منتظر الصلوٰۃ او ماشیا الیہا للنہی ولا

یکرہ خارجہا لحاجۃ اور مکروہ تحریمی ہی اُنگلیان چٹکانی اور ایک ہاتھ کی اُنگلیون کو دوسرے کی اُنگلیون مین ڈالنا اگرچہ نمازی ہو منتظر نماز کا یا جانے والا نماز کیطرف تب بھی مکروہ ہی بباعث نہی کے اور مکروہ نہین نماز کے باہر بسبب کسی حاجت کے ھم ابن ماجہ نے مرفوعا روایت کیا کہ اپنی اُنگلیان مت چٹکا جبکہ تو نماز پڑھتا ہو اور مجتبی مین حدیث نقل کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اس سے کہ آدمی اپنی اُنگلیان چٹکاتے جسوقت کہ مسجد مین نماز کا منتظر بیٹھا ہو اور ایک روایت مین ہی کہ جسوقت نماز کے لیے جاتا ہو اور احمد اور ابوداؤد وغیرہما نے تشبیک کی ممانعت کی حدیث نقل کی ہی اور خارج نماز سے یہ مراد ہی کہ نماز کو نہ جاتا ہو اور نہ مسجد مین اُسکا منتظر ہو اور حاجت یہ کہ جوڑون کا آرام دینا ہو مثلاً اس سے معلوم ہوا کہ بدون حاجت کھیل کے طور پر اُنگلیون کا چٹکانا یا ایک پنجہ کا دوسرے مین ڈالنا مکروہ تنزیہی ہی کذا فی الشامی والتخصر وضع الید علی الخاصرۃ للنہی ویکرہ خارجہا تنزیہا اور مکروہ تحریمی ہی تخصر یعنی ہاتھ کا کولے پر رکھنا بسبب نہی کے اور باہر نماز کے مکروہ تنزیہی ہی ھم صحیحین وغیرہما مین مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مین کولے پر ہاتھ رکھنے سے ممانعت فرمائی اور خارج نماز کی کراہت بحث ہی صاحب بحر کی کذا فی الشامی والطحطاوی والالتفات بوجہہ کلہ او بعضہ للنہی اور مکروہ تحریمی ہی سارا چہرہ یا تھوڑا پھیر کر نماز مین دیکھنا بسبب نہی کے ھم ترمذی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بچ نماز مین التفات سے کیونکہ التفات نماز مین موجب ہلاکی ہی کذا فی الشامی وببصرہ یکرہ تنزیہا وبصدرہ تفسد کما مر اور بدون مُنہ پھیرنے کے آنکھ سے اِدھر اُدھر دیکھنا مکروہ تنزیہی ہی اور سینہ کو پھیر کر دیکھنا بدون عذر کے مفسد نماز ہی چنانچہ مفسدات نماز مین بیان ہوا وقیل قائلہ قاضی خان تفسد بتحویلہ والمعتمد لا اور قاضی خان نے کہا ہی کہ نماز فاسد ہوتی ہی مُنہ کے پھیرنے سے اور معتمد یہ ہی کہ فاسد نہین ہوتی بلکہ مکروہ تحریمی ہی واقعاؤہ کالکلب للنہی اور مکروہ تحریمی ہی نمازی کا بیٹھنا مثل کتے کے بسبب نہی کے ھم اقعا کی تفسیر طحطاوی نے بیان کی ہی کہ دونون سرین پر بیٹھے اور رانون کو کھڑا کرکے دونون گھٹنے چھاتی سے لگائے اور دونون ہاتھ زمین پر رکھے اور چونکہ یہ نشست کتے کی نشست کے مشابہ ہی اسلیے یہی صحیح تر ہی اور حدیث مین اسی نشست کی ممانعت ہی اور کرخی نے یہ تفسیر کی ہی کہ دونون پانون کو کھڑا کرکے اُنکی ایڑیون پر بیٹھے اور دونون ہاتھ زمین پر رکھے زیلعی نے کہا کہ یہ نشست مکروہ تحریمی نہین بلکہ چونکہ مخالف نشست مسنون کی ہی اسلیے مکروہ تنزیہی ہی کذا فی الطحطاوی وافتراش الرجل ذراعیہ للنہی اور مکروہ تحریمی ہی بچھانا مرد کا اپنے دونون ہاتھون کو واسطے نہی کے یعنی حدیث مسلم مین ممانعت وارد ہی وصلوٰتہ الی وجہ انسان ککراہۃ استقبالہ فالاستقبال لو من المصلی فالکراہۃ علیہ ولا فعل المستقبل ولو بعیدا ولا حائل اور مکروہ تحریمی ہی نماز پڑھنا نمازی کا کسی آدمی کے مُنہ کی طرف جیسے مکروہ ہی مُنہ کرنا نمازی کیطرف پس اگر مُنہ کرنا نمازی کی طرف سے ہوگا تو کراہت اُسپر ہوگی ورنہ دوسرے شخص پر جو نمازی کی طرف کو مُنہ کریگا اگرچہ مُنہ کرنے والا دور ہو اور نمازی مین اور اُسمین کوئی آڑ نہو ھم طحطاوی نے کہا کہ استقبالہ کی ضمیر نمازی کی طرف ہی اور استقبال ضمیر مفعول کی طرف مضاف ہی اور آڑ نہ ہونے کی قید اسلیے لگائی کہ آڑ کی صورت مین کراہت نہین ہی مثلاً نمازی کا مُنہ دوسرے کے مُنہ کی طرف ہی مگر دونون کے بیچ مین ایک اور شخص ہی جسکی پشت نمازی کی طرف ہی تو مکروہ نہ ہوگا ورد السلام بیدہ او برأسہ کما مر اور مکروہ تنزیہی ہی جواب سلام کا دینا اپنے ہاتھ سے یا اپنے سر سے جیسا پیشتر مفسدات مین گذرا فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا لا بأس بتکلم المصلی واجابتہ برأسہ کما لو طلب منہ شیئ او اری درہما وقیل اجید فاوما بنعم او لا او قیل کم صلیتم فاشار بیدہ انہم صلوا رکعتین کچھ مضائقہ نہین نمازی کے بولنے یا جواب دینے مین اپنے سر سے جیسے کسی نے نمازی سے کوئی چیز مانگی یا روپیہ دکھلایا اور پوچھا کہ کھرا ہی پس نمازی نے اشارہ سے ہان یا نہین کیا یا نمازی سے پوچھا گیا کہ تم نے کتنی رکعتین پڑھی ہین اور اُسنے ہاتھ سے اشارہ کر دیا کہ ہم نے دو رکعتین پڑھی ہین ھم لفظ لا بأس سے اشارہ ہوا کہ بہتر یہی ہی کہ سر یا ہاتھ سے اشارہ نکرے کذا فی الطحطاوی اما لو قیل لہ تقدم فتقدم او دخل احد الصفوف فوسع لہ فورا فسدت ذکرہ الحلبی وغیرہ خلافا لما مر عن البحر اور اگر نمازی سے کسی نے کہا کہ آگے بڑھ جا پس وہ آگے بڑھا یا کوئی شخص صفون مین داخل ہوا اور نمازی نے فوراً اُسکو جگہ دیدی تو نماز فاسد ہوجائیگی

ذکر کیا اور اکثروں نے بغیر [illegible] قول کے مطلق [illegible] البحر الرائق میں ہے [illegible]

[illegible] وکرہ التربع [illegible]

بغیر عذر [illegible] مکروہ تنزیہی ہے چار زانو بیٹھنا [illegible]

کہ [illegible] جب ترک کرے جلسہ مسنون کے اور مکروہ نہیں ہے چار زانو بیٹھنا نماز کے باہر اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست

اصحاب کے ساتھ اکثر چار زانو ہوتی تھی اور اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نشست بھی نقل کیا ہے اس حدیث کو شرح منیہ میں ابن ہمام

سے [illegible] ان لوگوں کے قول کا جو کہتے ہیں کہ چار زانو بیٹھنا نماز کے باہر مکروہ ہے اس وجہ سے کہ جابر لوگوں کی نشست ہے کذا فی الشامی

والتثاؤب [illegible] وسلی الانبیاء من الشیطان والانبیاء محفوظون منہ اور مکروہ ہے جمائی لینا اگرچہ نماز کے باہر ہو ذکر کیا ہے اسکو مسکین نے اسلیے

کہ جمائی لینا شیطان کی طرف سے ہے اور انبیاء علیہم السلام اس سے محفوظ ہیں اور صحیحین میں مروی ہے کہ جمائی لینا شیطان کی طرف سے ہے تو جب کوئی

تم میں سے جمائی لے تو چاہیے کہ اسکو جہاں تک ہو سکے روکے شامی نے کہا کہ جمائی کی کراہت کو کسی نے یہ نہیں لکھا کہ تحریمی ہے یا تنزیہی مگر ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے

کہ اگر اپنے آپ آئے تو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر دانستہ جمائی لے تو مکروہ تحریمی ہو کیونکہ یہ فعل عبث ہے اور عبث مکروہ تحریمی ہوتا ہے وتغمیض عینیہ للنہی الا

لکمال الخشوع اور مکروہ تنزیہی ہے کذا فی البحر بند کرنا اپنی آنکھوں کا بسبب نہی کے مگر کمال خشوع کے لیے بند کرنا مکروہ نہیں ہے نہی کی حدیث کو

ابن عدی نے بسند ضعیف روایت کیا ہے اور بدائع میں وجہ کراہت یہ مذکور ہے کہ سجدہ کا دیکھنا مسنون ہے اور آنکھوں کے بند کرنے سے یہ

سنت ترک ہو جاتی ہے تو اسلیے لیا اور بحر الرائق میں کراہت کو تنزیہی کہا کذا فی الشامی تحریر وقیام الامام فی المحراب لا سجودہ فیہ

وقدماہ خارجہ لان العبرۃ للقدم مطلقا وان لم یشتبہ حال الامام ان علل بالتشبہ وان بالاشتباہ ولا اشتباہ فلا اشتباہ فی نفی الکراہۃ اور مکروہ ہے

کھڑا ہونا امام کا محراب میں نہ سجدہ کرنا امام کا محراب میں حالانکہ دونوں پاؤں اسکے محراب کے باہر ہوں اسلیے کہ اندر اور باہر ہونے میں اعتبار

قدم کا ہے امام کا کھڑا ہونا محراب میں مطلق مکروہ ہے اگرچہ حال امام کا مقتدیوں پر مشتبہ نہ ہو خواہ محراب مسجد میں سے ہو یا نہ ہو اگر علت مکروہ ہونے کی اہل کتاب کی

مشابہت کو ٹھہرایا جاوے اور اگر علت کراہت امام کے مشتبہ ہونے کو کہا جاوے اور محراب میں کھڑا ہونے سے کچھ اشتباہ نہ ہوتا ہو تو مکروہ ہونے میں کچھ نہیں ہے

حاصل یہ ہے کہ امام محمد نے جامع صغیر میں امام کے محراب میں کھڑا ہونے کو مکروہ لکھا ہے اور کچھ تفصیل نہیں کی اسلیے اس کراہت کے سبب میں مشائخ نے

اختلاف کیا بعض نے تو یہ کہا کہ محراب ایک جداگانہ حجرے کی طرح ہے تو اسمیں کھڑا ہونا اہل کتاب کے مشابہ ہوتا ہے کہ وہ بھی اپنے امام کا مکان جداگانہ بناتے

ہیں اور ہدایہ میں اسی پر اکتفا کیا ہے اور مختار امام سرخسی کا بھی یہی ہے اور بعض فقہا نے کراہت کا سبب یہ بیان کیا کہ امام کا حال داہنے اور بائیں کے مقتدیوں

پر مشتبہ رہیگا اسلیے مکروہ ہے شارح کہتا ہے کہ اگرچہ کراہت اہل کتاب کی مشابہت ہے تو ہر صورت سے مکروہ ہے مقتدیوں پر مشتبہ ہو یا نہ ہو اور اگر وجہ کراہت

اشتباہ حال امام ہے تو جس صورت میں اشتباہ نہ ہوگا مکروہ بھی نہ رہیگا کذا فی الشامی وانفراد الامام علی الدکان للنہی وقدر الارتفاع بذراع ولا باس بما دونہ

وقیل ما یقع بہ الامتیاز وھو الاوجہ ذکرہ الکمال وغیرہ اور مکروہ ہے کھڑا ہونا امام کا تنہا چبوترہ پر بسبب نہی کے یعنی حدیث حاکم کے کہ منع فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے اس سے کہ امام کھڑا ہو اوپر پر اور لوگ اسکے پیچھے ویسے ہی رہیں کذا فی الطحطاوی اور اندازہ کی گئی ہے بلندی ایک ہاتھ کی اور کچھ مضائقہ نہیں

ایک ہاتھ سے کم بلندی کا اور بعض کا قول مقدار ارتفاع میں یہ ہے کہ جس سے امتیاز ہو جائے اور یہی قول موجہ زیادہ ہے ذکر کیا ہے اسکو کمال الدین

محقق وغیرہ نے ہم بدائع میں کہا کہ ظاہر الروایۃ بھی دوسرا قول ہے اور حدیث کے اطلاق کے مناسب ہے طحطاوی نے کہا کہ دکان بفتح دال و تشدید کاف وہ بھی

جگہ جو بیٹھنے کے لیے بنائی جاوے اور مقتضائے حدیث یہ ہے کہ کراہت تحریمی ہو کذا فی الشامی وکرہ عکسہ فی الاصح اور مکروہ ہے اسکا عکس صحیح قول میں یعنی

کھڑا ہونا مقتدیون کا اونچے مکان پر اور صرف امام کا پستی مین ہونا ہم طحطاوی نے کہا کہ غالباً کراہت تنزیہی ہی اسلیے کہ نہی تو خاص پہلی ہی صورت مین وارد ہی
اور وجہ کراہت یہ ہی کہ اسمین امام کی حقارت ہی اور راجح قول ظاہر الروایۃ ہی اور اُسکا مقابل قول طحطاوی کا ہی کہ یہ صورت مکروہ نہین کذا فی الشامی ہٰذا کلہ عند

عدم العذر کجمعۃ وعید فلو قاموا علی الرفوف والامام علی الارض او فی المحراب لضیق المکان لم یکرہ کما لو کان معہ بعض القوم فی الاصح وبہ جرت العادۃ فی جوامع المسلمین
اور یہ کراہت تینون مسئلون مین وقت نہونے عذر کے ہی مثل انبوہ جمعہ اور عید کے دن کے تو اگر بھیڑ اور کثرت کے باعث مقتدی بالاخانون پر کھڑے ہون اور
امام زمین پر یا محراب مین کھڑا ہو بسبب تنگی جگہ کے تو مکروہ نہوگا جیسے اس صورت مین مکروہ نہین کہ امام کے ساتھ مقتدیون مین سے بعض ہون صحیح تر
قول مین یعنے اگر امام چبوترہ پر ہو اور اسکے ساتھ کچھ مقتدی بھی ہون تو مکروہ نہوگا اور اسی بات کی عادت ہو گئی ہی جامع مسجدون اہل اسلام مین یعنی اگر تنگی کے

باعث امام کو محراب مین یا بلندی پر کھڑا ہونا ہوتا ہی تو اسکے ساتھ دو ایک مقتدی بھی کھڑے ہو جاتے ہین ومن العذر ارادۃ التعلیم او التبلیغ کما بسط فی البحر
اور عذر مین سے ہی ارادہ کرنا امام کا تعلیم کو یا مقتدی کا قصد کرنا امام کی آواز پہونچانے کو دوسرے مقتدیون تک چنانچہ مفصل بیان کیا ہی اسکو بحر الرائق
مین ہم یعنی اگر امام تنہا بلندی پر اسلیے کھڑا ہو کہ مقتدی اسکے افعال دیکھ کر سیکھین یا مقتدی اسلیے کھڑا ہو کہ اللہ اکبر پکار کر کہے تو مکروہ نہوگا اس سے
معلوم ہوا کہ بدون عذر کے تنہا کھڑا ہونا ایک مقتدی کا اونچی جگہ پر مکروہ ہی کذا فی الشامی وقدمنا کراہۃ القیام فی صف خلف صف فیہ فرجۃ للنہی وکذا

القیام منفردا وان لم یجد فرجۃ بل یجذب واحدا من الصف ذکرہ ابن الکمال لکن قالوا فی زماننا ترکہ اولی فلذا قال فی البحر یکرہ وحدہ الا اذا لم یجد فرجۃ
اور ہم پیشتر باب الامامۃ مین لکھ آئے ہین مکروہ ہونا قیام کا ایک صف مین پیچھے ایسی صف کے جسمین فرجہ ہو بسبب نہی کے اور اسی طرح مکروہ ہونا قیام
کا تنہا اگرچہ صف مین جگہ نپاوے بلکہ ایک نمازی کو صف مین سے اپنے برابر کھینچ لے ذکر کیا ہی اسکو ابن کمال نے لیکن کہا ہی صاحب قنیہ وغیرہ نے کہ
ہمارے زمانے مین نہ کھینچنا بہتر ہی یعنے لوگون مین جہل زیادہ ہی اکثر لوگ ناواقفی کی جہت سے لڑ پڑتے ہین اور یہین وجہ بحر الرائق مین کہا کہ مکروہ ہی
تنہا کھڑا ہونا مگر اس صورت مین کہ صف مین جگہ نپاوے تو تنہا کھڑا ہونا مکروہ نہین یعنے دوسرے نمازی کے کھینچنے کو صاحب بحر نے ذکر نہین کیا ولبس

ثوب فیہ تماثیل ذی روح وان یکون فوق راسہ او بین یدیہ او بحذائہ یمنۃ او یسرۃ او محل سجودہ تمثال ولو فی وسادۃ منصوبۃ لا مفروشۃ
اور مکروہ ہی نمازی کو پہننا اس کپڑے کا جسمین تصویرین جاندار کی ہون اور مکروہ ہی کہ ہووے نمازی کے سر پر یعنے چھت مین یا سامنے یا برابر داہنے
خواہ بائین یا سجدے کی جگہ مین کوئی تصویر اگرچہ کھڑے گدے مین ہو جسپر نہ چلتے ہون نہ تکیہ کرتے ہون نہین مکروہ ہی اگرچہ بچھے ہوئے گدے پر تصویر ہو تمثال
تمثال صرف جاندار کی صورت کو کہتے ہین اور تصویر عام ہی جاندار کی ہو یا بیجان کی اور جاندار کی تصویر کا گھر مین رکھنا مکروہ تحریمی ہی کیونکہ حدیث مین وارد ہی
کہ فرشتے داخل نہین ہوتے اُس گھر مین جسمین کتا یا تصویر ہو کذا فی النہر برابر ہی کہ تصویر کپڑے مین ہو یا برتن مین یا دیوار مین واختلف فیما اذا کان
التمثال خلفہ والاظہر الکراہۃ اور اختلاف ہی اس صورت مین کہ تصویر نمازی کے پیچھے ہو اور ظاہر تر کراہت ہی اسلیے کہ جامع صغیر مین امام محمد رحمہ نے
اسکی کراہت کی تصریح کی ہی اور یہ کتاب انکی آخر تالیف ہی تو غالباً اسمین اُن امور کو لکھا ہوگا جو منقح ہو چکے ہونگے کذا فی الطحطاوی ولا یکرہ لو کانت تحت

قدمیہ او محل جلوسہ لانہا مہانۃ او فی یدہ عبارۃ الشمنی بدنہ لانہا مستورۃ بثیابہ اور مکروہ نہین اگر تصویر نمازی کے دونون پانون کے نیچے یا بیٹھنے کی جگہ مین ہو
کیونکہ اس صورت مین تصویر ذلیل ہی یا تصویر ہاتھ کے اندر ہو تب بھی مکروہ نہین کہ وہ نمازی کے کپڑون مین پوشیدہ ہی شارح نے کہا کہ شمنی کی عبارت مین
فی یدہ کی جگہ فی بدنہ ہی یعنی اسکے بدن مین تصویر کا ہونا مکروہ نہین ہم یعنے متن کی عبارت مین یہ اشکال ہی کہ اگر ہاتھ مین تصویر ہوگی تو ایک ہاتھ کو دوسرے
پر رکھنے کی سنت ادا نہو سکیگی حالانکہ ترک سنت مکروہ ہی پھر عدم کراہت کا قول کیسے درست ہوگا ہان اگر تصویر ہاتھ مین لٹکی ہو یا گدی ہوئی ہو تو ہو سکتا ہی

کذا فی شرح المنیۃ او علی خاتمہ بنقش غیر مستبین قال فی البحر ومفادہ کراہۃ المستبین لا المستتر بکیس او صرۃ او ثوب آخر واقرہ المصنف او کانت صغیرۃ لا تتبین

تفصیل وعضاء بدالقلت ارباد ادی میں الا جس ذکر ہو چکی یا تصویر نیازی کی آڑ میں پر ہو جس میں نقش ہے تب بھی کروہ ہوگی جو اراقی ہے کہ مسئلہ
ستارہ ہے کہ جبر تصویر کا نقش ظاہر ہو وہ کروہ ہو ورنہ وہ کہ تفصیل یا بدہ یا دوسرے کپڑے میں چھپی ہو اور ثابت رکھا ہو اسکو مصنف نے التصویر چھوٹی ہو کہ
آگے وحشاکی تفصیل دیکھئے وانکی تفسیر چھوٹی ہو جب وہ کھڑا ہو دو تصویر زمین پر دیکھی الا تصوف ظاہر ہے اسکے اعضا ہیں یا معلوم ہوتے ہوں تب بیان کروہ ہوگی
ذکر کیا ہو اسکو بعلی نے اور مقطوعۃ الرأس او الوجہ او ممحوۃ عضو لا تعیش بدونہ او لغیر ذی روح لا یکرہ لانہا لا تعبد یا تصویر سر کی ہو یا چہرہ کٹا ہو یا کسی ایسے
عضو مٹا دیا ہو جسکے بدون اس صورت کا جاندار نہ رہے یا تصویر بے جان چیز کی ہو تو کروہ ہوگی کیونکہ یہ سب مذکور چیزیں عبادت میں کبھی نہیں شامل
ہوا کہ سر کا نام ہو اس سے کہ اسکو مٹا دیا ہو یا اسپر دیا ہو یا اسکو دھاگے سے کاٹ دیا ہو یا گیرو مثلا اور سیاہی خواہ سرخی پھیر دی ہو سب صورتوں سے
کراہت جاتی رہیگی وجہ جبرئیل مخصوص بغیر المہانۃ کما بسطہ ابن الکمال اور حدیث جبرئیل علیہ السلام کی مخصوص ہو اس تصویر کے باب میں جو ذلیل نہو چنانچہ شرح میں بیان
کیا ہو اسکو ابن کمال نے یہ جواب ہو ایک سوال مقدر کا اسکی تقریر یہ ہو کہ اگر تصویر کی کراہت اس وجہ سے ہو کہ جس جگہ نماز ہوتی ہو وہان فرشتے بسبب تصویر کے
نہ آئینگے چنانچہ حدیث جبرئیل میں جسکو مسلم نے روایت کیا ہو مذکور ہو کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا تھا کہ فلان
ساعت میں حاضر خدمت ہونگا جب وہ ساعت آئی تو جبرئیل نہ آئے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اسکا رسول وعدہ خلافی نہیں کرتا اور عصا جو آپکے
ہاتھ میں تھا اسکو زمین پر ڈالا پھر دیکھا تو ایک کتے کا بچہ چارپائی کے نیچے تھا آپ نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ یہ کب آگیا انھون نے عرض کیا کہ مجھکو خبر نہیں
پھر وہ بچہ نکالا گیا اسوقت جبرئیل تشریف لائے آپ نے فرمایا کہ میں تمہارے وعدہ کا منتظر تھا تم وعدہ پر نہ آئے انھون نے عرض کیا کہ میرے اندر آنے کا یہ بچہ
مانع ہوا جو آپکے گھر میں تھا ہم ایسے گھر میں نہیں جاتے جسمیں کتا یا تصویر ہو تب تو تصویر ذلیل ہو یا غیر ذلیل دونوں صورت میں کراہت ہونی چاہیے کیونکہ حدیث
میں لفظ صورت عام مذکور ہو اور اگر وجہ کراہت مشابہت عبادت ہو تو جس صورت میں تصویر سامنے یا سر کے اوپر ہو اسی وقت کروہ ہونی چاہیے نہ و بنیے
یا کہیں اور سے میں شارح جواب دیتا ہو کہ کراہت کی وجہ یہی ہو کہ نماز کی جگہ میں فرشتون کا گذر نہیں ہوتا اور حدیث جبرئیل میں ہر چند لفظ تصویر عام ہو گر وہ اسی
تصویر سے مخصوص ہو جو ذلیل نہو اسکی خصوصیت دوسری حدیث سے ہو جسکو نسائی اور ابن حبان نے روایت کیا ہو کہ جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی آپ نے فرمایا کہ اندر آؤ انھون نے عرض کیا کہ میں اندر کیسے آؤن آپ کے گھر میں تو ایک پردہ ہو جسمین
تصویرین ہین اگر آپکو اسکا رکھنا منظور ہو تو انکے سر کاٹ ڈالیے یا انکے گدے اور بچھونے بنوا لیجیے انتہی کذا فی الشامی واختلف المحدثون فی امتناع ملائکۃ الرحمۃ بما
علے النقدین فنفاہ عیاض واثبتہ النووی اور اختلاف کیا ہو اہل حدیث نے رحمت کے فرشتون کے نہ آنے میں بسبب ان تصویرونکے جو درہم یا اشرفی
پر ہوتی ہین تو قاضی عیاض مالکی نے امتناع کی نفی کی ہو اور نووی شافعی نے اسکو ثابت رکھا ہو شامی نے کہا کہ قول قاضی عیاض کے موافق علماء حنفی
نے بھی تصریح کی ہو چنانچہ فتح القدیر میں کہا کہ چھوٹی تصویر کا رکھنا گھر میں مکروہ نہیں یعنے جو تصویر اتنی چھوٹی ہو کہ اس سے نماز مکروہ نہوتی ہو تو اسکا رکھنا
گھر میں مکروہ نہیں اور جو نماز میں کراہت پیدا کرتی ہو اسکا رکھنا بھی مکروہ ہو فائدہ یہ حکم تصویر کے رکھنے کا ہو لیکن بنانا تصویر جاندار کا چھوٹی ہو یا بڑی قطعی
سے حرام ہو کہ اسمین مشابہت اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے ہو چنانچہ نووی نے شرح مسلم میں اسپر اجماع نقل کیا ہو ذکرہ تنزیہا عد الآی والسور والتسبیح بالید
فی الصلوٰۃ مطلقا ولو نفلا اما خارجہا فلا یکرہ کعدہ بقلبہ او بغمزۃ انا ملہ وعلیہ یحمل ما جاء من صلوٰۃ التسبیح اور مکروہ تنزیہی ہو شمار کرنا آیتون اور سورتون اور
سبحان اللہ کہنے کا ہاتھ سے یعنے انگلیون پر یا تسبیح ہاتھ میں لیکر کذا فی البحر مطلق نماز میں اگرچہ نفل نماز ہو اور مکروہ نہیں ہو شمار کرنا باہر نماز
سے جیسے مکروہ نہیں شمار کرنا نمازی کا اپنے دل میں یا پورون کے دبانے سے اور اسی پر محمول ہو صلوٰۃ التسبیح جو حدیث میں مذکور ہو یعنے اسمین
بھی شمار دل سے کرے یا ایک ایک پور کو دبا تا جاوے فرع مسئلہ لحقہ شارح کا لا بأس باتخاذ المسبحۃ لغیر ریاء کما بسط فی البحر کچھ مضائقہ نہیں

تسبیح رکھنے کا بدون ریا کے جیسا کہ شرح بیان کیا ہے بحر الرائق میں ہم سبحہ بکسر میم صیغہ آلہ کا ہے اور بحر الرائق اور حلیہ وغیرہ میں سبحہ بضم سین ہے جسکو اصطلاح عوام میں تسبیح کہتے ہیں یعنی کچھ دانے ایک ڈورے میں پروئے ہوئے اور دلیل جواز تسبیح رکھنے کی وہ حدیث ہے جو ابوداؤد و ترمذی اور نسائی وغیرہم نے سعد ابن ابی وقاص سے روایت کی ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک عورت کے پاس گیا جسکے سامنے کچھ گٹھلیاں یا کنکریاں تھیں جنپر وہ وظیفہ پڑھتی تھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھکو اس سے آسان تر اور افضل بتلائے دیتا ہوں اسطرح پڑھو (سبحان اللہ عدد ما خلق فی السماء سبحان اللہ عدد ما خلق فی الارض وسبحان اللہ عدد ما بین ذلک وسبحان اللہ عدد ما ہو الخالق والحمد للہ مثل ذلک واللہ اکبر مثل ذلک ولا الہ الا اللہ مثل ذلک ولا حول ولا قوۃ الا باللہ مثل ذلک) تو اس حدیث میں اُسکو کنکریوں یا گٹھلیوں پر شمار کرنے سے منع نہ فرمایا بلکہ طریق آسان اور افضل ارشاد کر دیا اگر کسی چیز پر شمار کرنا مکروہ ہوتا تو بیان فرما دیتے اور تسبیح میں اس حدیث کے مضمون سے اتنی ہی زیادتی ہوتی ہے کہ گٹھلی وغیرہ کو ایک دھاگے میں پرو لیتے ہیں اسطرح کی زیادتی منع میں کچھ اثر نہیں کرتی علاوہ ازیں تسبیح کا رکھنا صوفیہ اخیار سے منقول ہے ہاں اگر نمود اور شہرت کے لیے رکھے تو البتہ مکروہ ہے کذا فی الشامی لا یکرہ قتل حیۃ وعقرب ان خاف الاذی اذ الامر للاباحۃ لانہ منفعۃ لنا فالاولی ترک الحیۃ البیضاء لخوف الاذی مکروہ نہیں نمازی کو مار ڈالنا سانپ یا بچھو کا اگر نمازی ایذا اسے ڈرے کیونکہ امر قتل کے مباح کرنے کے لیے اسلیے کہ ہمارے فائدہ کیواسطے ہے تو بہتر ہے چھوڑ دینا سفید سانپ کا ایذا کے ڈر سے ہم صحیحین میں ہے کہ نماز کے اندر دو سیاہ چیزوں کو قتل کرو یعنی سانپ اور بچھو کو تو یہاں اعتراض ہوتا تھا کہ جب حکم اُنکے مارنے کا ہے تو چاہیے تھا کہ انکا مارنا مستحب ہوتا اور ماتن نے صرف عدم کراہت پر اکتفا کیا شارح اسکا جواب دیتا ہے کہ یہ امر حدیث میں اباحت کے لیے ہے کہ اسمیں ہمارا ہی نفع ہے اور سفید سانپ کو نہ مارنے کی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں اسکو جن فرمایا ہے تو جنات کے آسیب سے محفوظ رہنے کے لیے اُسکا نہ مارنا اولی ہوا کہ اُسکے مارنے میں ہمارا ضرر ہے اور نہایہ میں ہے کہ بدون خوف ایذا کے مارنا سانپ اور بچھو کا نماز کے اندر مکروہ ہے کذا فی الشامی مطلقاً ولو بعمل کثیر علی الاظہر ولکن صحح الحلبی الفساد سانپ اور بچھو کا مار ڈالنا نماز میں مطلق مکروہ نہیں اگرچہ عمل کثیر سے مارے اور یہ قول ظاہر تر ہے لیکن حلبی نے تصحیح نماز کے فاسد ہونے کی کی ہے در صورت عمل کثیر کے ولا یکرہ صلوٰۃ الی ظہر قاعد او قائم ولو یتحدث الا اذا خیف الغلط بحدیثہ اور مکروہ نہیں نماز پڑھنا بیٹھے ہوئے شخص یا کھڑے ہوئے کی پشت کیطرف اگرچہ وہ باتیں کرتا ہو مگر جس صورت میں کہ خوف بہک جانے کا ہو اُسکی باتوں سے تو البتہ مکروہ ہے ولا الی مصحف او سیف مطلقاً او شمع او سراج او نار توقد لان المجوس انما تعبد الجمر لا النار الموقدۃ قنیہ اور مکروہ نہیں نماز قرآن کیطرف یا تلوار کیطرف کو مطلق یعنی لٹکی ہوئی ہو یا رکھی ہوئی ہو یا نماز پڑھنا موم کی بتی کیطرف یا چراغ کیطرف یا آگ کیطرف جو روشن ہو اسلیے کہ آتش پرست عبادت چنگاری کی کرتے ہیں نہ جلتی آگ کی کذا فی القنیہ ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ جملہ ہی اور چراغ اور آگ تینوں کی علت ہے اور آگ سے مراد وہ ہے جسمیں صرف شعلہ ہو اور دھی آگ نہو تا اگر کوئلہ یا چنگاری بھی ہوگی تو خالی کراہت سے نہیں کذا فی الغایہ او علی بساط فیہ تماثیل ان لم یسجد علیہا لما مر یا مکروہ نہیں نماز اُس فرش پر جسمیں تصویریں ہوں بشرطیکہ تصویروں پر سجدہ نکرے مکروہ نہیں بسبب اس وجہ کے کہ پیشتر گذری یعنی فرش پر تصویر کا ہونا اُسکی ذلت کا باعث ہے فروع مسائل لحقہ شارح کے یکرہ اشتمال الصماء والاعتجار والتلثم والتختم مکروہ ہے اشتمال صما یعنی چادر کو بدن میں سر سے پانوں تک ایسی طرح لپیٹنا کہ کہیں سے ہاتھ باہر نہ نکلے اور مکروہ ہے اعتجار یعنی دوپٹہ یا پگڑی کو سر سے باندھنا اسطرح کہ بیچ میں سے سر کھلا رہے اور وجہ کراہت ان دونوں امر کی یہ ہے کہ حدیث میں ان سے نہی وارد ہے اسلیے کراہت تحریمی معلوم ہوتی ہے کذا فی الشامی اور مکروہ ہے ڈھاٹا باندھنا اسطرح کہ ناک اور منہ ڈھک جائے کیونکہ آتش پرست آگ کی عبادت کیوقت ایسا ہی کرتے ہیں اور مکروہ ہے ڈورکی سانس کے ساتھ ریشہ لگا لنا ہم تختم بتائے فوقانیہ ونون وخائے معجمہ ہے اور بعض نسخوں میں تختم ہے یعنی انگوٹھی کا پہننا نماز میں عمل قلیل کے ساتھ مکروہ ہے طحطاوی نے ابوالسعود سے نقل کیا کہ ڈھاٹے کا باندھنا مکروہ تحریمی ہے اور تحرز کرکے ریشہ لگانے کا حکم مثل کھنکھارنے کے ہے چنانچہ اسکی تفصیل گذر چکی کذا فی الشامی وکل عمل قلیل بلا عذر کتعرض القملۃ قبل الاذی اخذ مکروہ تنزیہی ہے ہر عمل قلیل بدون عذر کے مثلاً جوں کا مار ڈالنا پہلے کاٹنے کے و ترک کل سنۃ و مستحب اور

[illegible] اور تب [illegible] مکروہ تحریمی ہوگی [illegible]
ان فی الصلوۃ [illegible] مکروہ [illegible] عذرات [illegible] مذہب [illegible]
[illegible] ایک شخص [illegible] مکروہ تحریمی [illegible]
[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] وقت [illegible]
کا جواب [illegible] یہ حکم [illegible] جواب [illegible] ان فی الصلوۃ [illegible]
ہو [illegible] ایک جواب [illegible] کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلئے تھا کہ [illegible]
کوئی [illegible] کی حفاظت کرتا تو اگر اب بھی کوئی شخص اسی طرح کی ضرورت میں مبتلا ہو تو اسکو بچہ کا اٹھانا مکروہ نہیں البتہ بدون حاجت [illegible]
کذا فی الشامی ومباح ہے نماز کا توڑنا [illegible] قیمت ایک درہم [illegible] اگرچہ نماز فرض ہو [illegible]
صاحب کا [illegible] ایسی چیز کا جسکی قیمت ایک درہم یعنی پانچ آنہ ہوں خواہ وہ چیز نمازی کی ہو یا کسی دوسرے
کی ہو اسی طرح اگر خوف ہو کہ بھیڑیا کوئی بکری اٹھالیجائیگا تو جائز ہے کہ نماز توڑ کر بھیڑیے کو دفع کرے کذا فی نور الایضاح [illegible]
ان لم یخف فوت وقت وجماعۃ اور مستحب ہے نماز کا توڑ دینا پاخانہ اور پیشاب کے دباؤ کے وقت اور ہوا خارج ہونے کے [illegible] اگر خوف ہو وقت کے [illegible]
سکنے کا [illegible] شامی نے کہا کہ بول و براز کے دباؤ کے ساتھ نماز پڑھنی مکروہ تحریمی ہے تو اسکے توڑنے کو واجب کہنا چاہیے نہ مستحب اگرچہ باعث فوت ہو جا
وخلاف سے [illegible] کی یہ صورت ہے کہ نماز پڑھنے میں کسی عورت اجنبی نے [illegible] تو مستحب ہے کہ نماز کو توڑ دے کیونکہ اس صورت میں امام شافعی کے نزدیک [illegible]
دیکھ [illegible] ومعرفۃ وحریق اور واجب ہے نماز توڑ دینا واسطے فریاد رسی فریاد خواہ اور ڈوبتے اور جلتے آدمی کے [illegible] کذا فی [illegible]
لیے نماز کا توڑنا فرض ہو [illegible] اسکے ہو اندھے کو کنویں میں گرنے [illegible] الاستغاثۃ الا فی النفل [illegible]
اجابہ نہیں جائز ہے نماز فرض کا توڑنا واسطے پکارنے ماں یا باپ کے بدون فریاد خواہی کے مگر نفل نماز میں اگر ماں یا باپ پکارے تو جواب دینا واجب ہے
گو فریاد خواہی کے واسطے نہ پکارا ہو کذا فی الشامی بحر اگر ماں یا باپ کو معلوم ہو کہ وہ نماز پڑھتا ہے تو کچھ مضائقہ نہیں جواب نہ دینے کا اور اگر معلوم نہ ہو تو جواب دے
ماں باپ سے مراد اصول ہیں گو اوپر کے ہوں جیسے دادا یا نانا یا نانی یا دادی سو تب بھی یہی حکم ہے یہانتک بیان نماز کے اندر کے مکروہات کا تھا اب مصنف
وہ مکروہات بیان کرتا ہے جو نماز کے باہر ہوں مگر نماز کے توابع میں سے ہوں وکرہ تحریما استقبال القبلۃ بالفرج ولو فی الخلاء والمدبۃ لتعوذہ کذا استدبارہا
فی الاصح اور مکروہ تحریمی ہے بول و براز کے وقت شرمگاہ کا منہ کرنا قبلہ کو اگرچہ پاخانہ کے اندر ہو اور اسیطرح مکروہ تحریمی ہے پشت پھیرنا قبلہ کیطرف کو صحیح
قول شارح نے کہا کہ لفظ خلاء الف مدودہ کے ساتھ پاخانہ کے مکان کو کہتے ہیں اور وجہ کراہت کی یہ ہے کہ صحاح ستہ میں مروی ہے کہ جب تم پاخانہ پھرو تو قبلہ
کیطرف منہ نہ کرو نہ پشت بلکہ اسکو داہنی طرف کر لو یا بائیں اور یہ حکم دونوں صورت دونوں کو یکساں ہے اور کراہت بول و براز کے وقت ہے پانی سے استنجا کرنے
کے وقت کراہت تحریمی نہیں اور استقبال فرج کی قید سے یہ نکلا کہ اگر سینہ قبلہ کی جانب ہوا اور شرمگاہ کو جانب قبلہ سے پھیر کر پیشاب کر لیا تو کراہت [illegible]
کذا فی الشامی کما کرہ لبالغ امساک صبی لیبول نحوہا جیسے مکروہ تحریمی ہے بالغ شخص کو پیشاب کرانا بچہ کا قبلہ کی طرف کو اسلیے کہ بالغ کو بچہ کے ساتھ
ایسا فعل کرنا حرام ہے جو بچہ پر بالغ ہونے کے بعد حرام ہو مثلاً حریر یا زیور پہنانا لڑکے کو حرام ہے کذا فی الشامی وکما کرہ مد رجلیہ فی نوم او غیرہ
الیہا ای عمدا لانہ اساءۃ ادب قالہ ملا باکیر اور جیسے مکروہ ہے دونوں پاؤں کا پھیلانا سونے میں یا سوائے سونے کی حالت کے قبلہ کی طرف
اپنے پاؤں پھیلانا دانستہ مکروہ ہے اسلئے کہ یہ بے ادبی ہے کہا ہے اسکو ملا باکیر نے اور طحطاوی نے کہا کہ عمداً کے یہ معنی کہ بدون عذر اور سہو کے پھیلا [illegible]

تو اگر عذر سے یا بھول کر پھیلاویگا تو مکروہ نہوگا اور دونون پانون کے مانند ہی حکم ایک پانون کے پھیلانیکا اور بالغ اور لڑکا اس حکم مین برابر ہین شامی
نے کہا کہ وجہ کراہت کو بے ادبی قرار دینے سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ کراہت تنزیہی ہو مگر آگے آویگا کہ قبلہ کیطرف پانون پھیلانے سے آدمی کی گواہی قبول
نہین ہوتی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ کراہت تحریمی ہی او الی مصحف او شئی من الکتب الشرعیۃ الا ان یکون علی موضع مرتفع عن المحاذاۃ
فلا یکرہ قالہ الکمال یا مکروہ ہی پانون پھیلانا قرآن مجید کے یا کسی کتاب شرعی کیطرف یعنی تفسیر وحدیث وفقہ اور انکے اصول کی کتاب کیطرف مگر یہ کہ کتاب
موصوف کسی اونچی جگہ پر ہو پانون کی سیدھ سے تو پانون پھیلانا مکروہ نہوگا کہا ہی اسکو کمال الدین محقق نے شامی نے کہا کہ ظاہرا اگر کتاب بہت دور
رکھی ہو تب بھی کراہت نہوگی کما کرہ غلق باب المسجد الا لخوف علی متاعہ بہ یفتی اور جیسے مکروہ ہی قفل لگانا مسجد کے دروازہ کو مگر اپنے اسباب کے ڈر سے اگر قفل
لگادے تو مکروہ نہین اسی پر فتوی ہی م شامی نے کہا کہ غلق کی جگہ اغلاق کہنا چاہیے تھا کیونکہ قاموس مین ہی کہ غلق باب لغت خراب ہی اغلاق باب فصیح ہی اور وجہ
کراہت یہ ہی کہ دروازہ بند کرنے سے نمازیون کو نماز سے روکنا پایا جائیگا حالانکہ اللہ تعالی فرماتا ہی (ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ) اور خوف
متاع کی صورت مین بھی اوقات نماز مین بند کرنا مکروہ ہوگا کذا فی البحر وکرہ تحریما الوطی فوقہ والبول والتغوط لانہ مسجد الی عنان السماء واتخاذہ طریقا بغیر عذر
وصرح فی القنیۃ بفسقہ باعتیادہ اور مکروہ تحریمی ہی صحبت کرنا مسجد کی چھت پر اور بول وبراز کرنا اسلیے کہ وہ مسجد ہی تحت الثری سے لیکر آسمان کی سطح تک اور
مکروہ ہی ٹھہرا دینا مسجد کو راستہ بدون عذر کے اور قنیہ مین تصریح کی ہی آدمی کے فاسق ہوجانے کی مسجد کو راستہ بنالینے کی عادت کرنے سے یعنے اگر عادت
کریگا کہ راستہ مسجد ہی مین ہو کر چلے تو فاسق ہوجائیگا وادخال نجاسۃ فیہ وعلیہ فلا یجوز الاستصباح بدہن نجس فیہ ولا تطیینہ بنجس ولا البول والفصد
ولو فی اناء مکروہ ہی اندر لیجانا نجاست کا مسجد مین اور اس بنا پر متفرع ہوا کہ جائز نہین چراغ جلانا ناپاک تیل سے مسجد کے اندر اور نہ استرکاری کرنا مسجد کا ناپاک
گارے سے اور نہ پیشاب کرنا اور فصد کھلوانا اگرچہ برتن کے اندر پیشاب اور خون لیا جاوے م فتاوے عالمگیری مین ہی کہ جس آدمی کے بدن پر نجاست
لگی ہو وہ مسجد کے اندر نجاوے اور جس گارے مین ناپاک پانی پڑا ہوا اس سے مسجد کا لیسنا مکروہ ہی ویحرم ادخال صبیان ومجانین حیث غلب تنجیسہم والا فیکرہ اور
حرام ہی داخل کرنا لڑکون اور مجنونون کا مسجد مین جبکہ گمان غالب ہو کہ مسجد کو ناپاک کر دینگے اور اگر ایسا نہو تو اندر لیجانا انکا مکروہ ہی م شامی نے کہا کہ مراد حرام
ہونے سے مکروہ تحریمی ہی اور وجہ اندر نہ لیجانے لڑکون اور دیوانون کی یہ ہی کہ حدیث مرفوع مین آچکا ہی کہ اپنی مساجد کو لڑکون اور دیوانون اور بیع وشرا
اور شور وغل اور شمشیر کشی اور اقامت حدود سے علیحدہ رکھو اور جمعون مین انکو خوشبو سلگا کر معطر کرو کذا فی البحر اس سے معلوم ہوا کہ در صورت گمان نجس نہونے کے لڑکون
کا لیجانا مکروہ تنزیہی ہی وینبغی لداخلہ تعاہد نعلہ وخفہ وصلوتہ فیہما افضل اور مسجد مین جانیوالے کو چاہیے دیکھ بھال لینا اپنے جوتے اور موزہ کو کہ آلودہ نجاست تو نہین
اور نماز پڑھنا نمازی کا جوتون اور موزون کو پہن کر بشرطیکہ طاہر ہون افضل ہی م وجہ افضلیت یہ ہی کہ طبرانی نے حدیث روایت کی ہی کہ نماز پڑھو جوتون
کو پہن کر اور یہود کی مشابہت مت کرو شامی نے کہا کہ عمدۃ المفتی مین ہی کہ جوتا پہن کر مسجد مین جانا اس زمانہ کے عرف مین داخل بے ادبی ہی اور خوف
مسجد کی فرش کے آلودگی کا بھی ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین یہ خوف نتھا کیونکہ مسجد شریف مین اسوقت کنکرین بچھی ہوئی تھین لا یکرہ
ما ذکر فوق بیت جعل فیہ مسجد بل ولا فیہ لانہ لیس بمسجد شرعا مکروہ نہین اشیاء مذکورہ یعنے جماع اور بول اور براز اس گھر کی چھت پر جسمین نماز پڑھنے کی جگہ
بنائی گئی ہی بلکہ خود اس جگہ مین یہ چیزین مکروہ نہین اسلیے کہ وہ مسجد شرعی نہین م یعنی مسجد شرعی وقف اور اذان عام سے ہوتی ہی اور گھر مین ایک جگہ
لیپ پوت کر نماز کے لیے کر لینے سے مسجد نہین ہوجاتی واما المتخذ لصلوۃ جنازۃ او عید فہو مسجد فی حق جواز الاقتداء وان انفصل الصفوف رفقا
بالناس لا فی حق غیرہ بہ یفتی نہایۃ اور وہ مکان جو نماز جنازہ یا عید کے لیے مقرر کیا جاوے سو وہ مسجد ہی اقتدا کے درست ہونے کے حق مین اگرچہ
صفون مین انفصال ہو جواز اقتدا مین اسکو مسجد اسلیے قرار دیا گیا کہ لوگون پر آسانی ہو مکان مذکور مسجد نہین ہی جواز اقتدا کے سوا دوسری چیزون کے

[illegible] صحن بھی مسجد کے حکم مین ہے اور اسی طرح وضو خانہ [illegible] مسجد [illegible]

[illegible] سے نماز کے لیے کسی بات مین حکم مسجد نہین [illegible] کی ہر کہ فنا مسجد بہرباب مین حکم مسجد کا رکھتی ہی کذا فی شامی

قولہ دخول الجنب و فعل النقش [illegible] والمدرسہ و مساجد حیاض و اسواق [illegible] مسجد [illegible] جنب [illegible]

اور [illegible] کو جیسے حمام [illegible] مسجد کے فنا مین اور خانقاہ اور مدرسہ مین اور حوضون کی مسجدین اور بازار کی مسجدین [illegible]

[illegible] مسجد [illegible] مکان [illegible] حوض کے پاس بنا دیتے ہین [illegible]

[illegible] اور بازار کی مسجدیں [illegible] نماز کے لیے بنالیتے ہین جیسے سوداگرون کی مسجدے

مین ہوا کیونکہ ان مکانون کو حکم مسجد کا نہین اور شامی [illegible] حکم مسجد مین [illegible] گرا مین اعتکاف کیا جاے

قولہ فی الشامی ولا باس بنقشہ خلا محرابہ فانہ یکرہ لانہ یلہی المصلی ویکرہ التکلف بدقائق النقوش ونحوہا خصوصا فی جدار القبلۃ قالہ الحلبی

وفی حظر المجتبی وقیل یکرہ فی المحراب دون السقف والمؤخر انتہی وظاہرہ ان المراد بالمحراب جدار القبلۃ فلیحفظ اور کچھ مضائقہ نہین مسجد کے نقش کرنیکا

سوا محراب کے کہ محراب کا نقش کرنا مکروہ ہی اسلیے کہ نمازی کو لہو مین ڈالتا ہی یعنی خشوع کو مخل ہی اور مکروہ ہی تکلف کرنا باریک نقش و نگار اور انکے

مثل سے خصوصا قبلہ کی دیوار مین کہا ہی اسکو حلبی نے اور مجتبی کے باب الحظر مین ہی کہ بعض فقہا نے کہا کہ نقش و نگار محراب مین مکروہ ہی نہ چھت اور پچھلی دیوار

مین [illegible] قول مجتبی کا اور ظاہر اس قول کا یہ ہی کہ محراب سے مراد قبلہ کی دیوار ہی تو اسکو یاد کرلینا چاہیے ہم [illegible] پچھلی دیوار اور چھت کو کراہت سے مستثنی کرنے

سے اور نیز سبب کراہت کو عدم خشوع قرار دینے سے معلوم ہوتا ہی کہ محراب سے غرض مصلی کے سامنے کی دیوار ہی اسلیے کہ خشوع کا نہ [illegible] امام کو

[illegible] صف اول کے [illegible] کیونکہ خشوع سب کے لیے مستحب ہی اور اسکو علت کراہت قرار دینے سے معلوم ہوا کہ یہان مراد کراہت تنزیہی

ہر کما فی الشامی [illegible] لو بمالہ الحلال لا من مال الوقف فانہ حرام وضمن متولیہ لو فعل النقش والبیاض الا اذا خیف طمع الظلمۃ فلا باس بہ کافی [illegible]

او کان الاحکام البناء او الواقف فعل مثلہ لقولہم بعمر الوقف کما کان وتمامہ فی البحر مضائقہ نہین نقش کرنا مسجد کا چونہ اور سونے کے پانی سے اگر نقش کرنیوالا

اپنے مال حلال سے کرے نہ مال وقف سے اسلیے کہ مال وقف سے نقش کرنا حرام ہی اور ضامن ہوگا مسجد کا متولی اگر نقش و نگار یا سفیدی مال وقف سے

کریگا مگر جبکہ خوف ہو لالچ ظالمون کا یعنی مال وقف بہت سا جمع ہو اور ڈر ہے کہ ظالم چھین لینگے تو اسوقت نقش کرنیکا مضائقہ نہین کذا فی الکافی و

[illegible] صورت مین ضمان نہ ہوگا کہ نقش وغیرہ عمارت کی مضبوطی کے لیے ہون یا خود وقف کرنیوالے نے اسطرحکے نقش بنوائے ہون تو اس صورت مین بھی

ضمان نہ ہوگا بسبب قول فقہاکے کہ وقف کی تعمیر ویسی کیجاوے جیسے پہلے تھی اور اسکا پورا بیان بحر الرائق مین ہی اور مال حلال کی قید اسلیے لگائی کہ مال حرام سے

مسجد کا نقش و نگار مکروہ تحریمی ہی اور مسجد سے غرض اندرون مسجد ہی اس سے معلوم ہوا کہ خارج مسجد کی زینت کرنی مکروہ ہی کذا فی الشامی [illegible]

تحفہ شارح کے مساجد کے احکام مین افضل المساجد مکۃ ثم المدینۃ ثم القدس ثم قبا ثم الاقدم ثم الاعظم ثم الاقرب سب مسجدون مین افضل مسجد مکہ [illegible]

کیونکہ اسمین کعبہ ہی جسکی شان مین اللہ تعالی فرماتا ہی (اول بیت وضع للناس) پھر مدینہ منورہ ہی جسکی شان مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک

نماز میری اس مسجد مین برابر ہی ہزار نمازون کے اسکے سوا دوسری مسجدون مین بجز مسجد حرام کے پھر مسجد مقدس یعنی بیت المقدس ہی کہ تصریح ثواب کے الحاق

کی اسکے اندر حدیث مین موجود ہی پھر مسجد قبا بضم قاف والف مقصورہ یا ممدودہ ہی جسکی شان مین آیت (لمسجد اسس علی التقوی من اول یوم) الآیۃ ہی ان چارون

مسجدون کے بعد افضل وہ مسجد ہی جو قدیم تر ہو پھر وہ ہی جو زیادہ بڑی ہو پھر وہ جو قریب تر ہو ہم یہ ترتیب حلیہ مین اجناس سے نقل کی ہی اور بحر الرائق

مین بعد بیت المقدس کے جامع مسجدون کو اور انکے محلہ کی مسجدون کو اور انکے بعد شارع عام کی مسجدون کو لکھا ہی اور شارع عام کی مسجدون سے وہ مسجدین مراد ہین جنکا امام اور موذن معین نہین اور جامع مسجدون سے یہ غرض ہی کہ جنمین وسعت زیادہ اور جماعت بہت ہوتی ہو اور انمین سے افضل وہ ہی جو زیادہ قدیم ہو جیسے مسجد قبا ہی پھر وہ جسمین جماعت زیادہ ہوتی ہو پھر وہ جو قریب تر ہو کذا فی الشامی ومسجد استاذہ لدرسہ او لسماع الاخبار افضل اتفاقا اور مسجد اپنے اُستاد کی اُس سے پڑھنے کے لیے یا حدیث سننے کے کیواسطے افضل ہی یعنی قدیم تر اور اعظم اور اقرب سے بالاتفاق اسلیے کہ اسمین دو ثواب ہین ایک جماعت دوسرے تحصیل علم ومسجد حیہ افضل من الجامع اور مسجد نمازی کے محلہ کی افضل ہی مسجد جامع سے م شامی نے کہا کہ مسجد جامع سے مراد یہ ہی کہ جسکی جماعت بہ نسبت محلہ کی مسجد کے زیادہ ہوتی ہو بلکہ خانیہ مین ہی کہ اگر محلہ کی مسجد مین کوئی موذن نہو تو نمازی اُسمین جاکر اذان کہے اور نماز پڑھے اگرچہ تنہا ہو اسلیے کہ محلہ کی مسجد کا اسکے ذمہ حق ہی اور اگر محلہ مین دو مسجدین ہون تو جو پیشتر بنی ہو اسمین جاے اگر فاصلہ برابر ہو ورنہ قریب کی مسجد مین جاے والصحیح ان ما الحق بمسجد المدینۃ ملحق بہ فی الفضیلۃ نعم تحری الاول اولی وہو مائۃ فی مائۃ ذراع ذکرہ ملا علی فی شرح لباب المناسک اور صحیح یہ ہی کہ مسجد مدینہ منورہ مین جسقدر لاحق کی گئی ہی وہ ثواب مین اصل مسجد کے ساتھ ملحق ہی یعنی مقدار لاحق مین بھی ایک نماز کا ثواب ہزار کی برابر ہی ہان اول مسجد کی اٹکل کرنی بہتر ہی اور اصل مسجد سو ہاتھ کا طول اور اتنا ہی عرض ہی ذکر کیا ہی اسکو ملا علی قاری نے لباب المناسک کی شرح مین م اندنون مین اصل مسجد کی شناخت کے لیے سلطان روم مرحوم نے ستونون پر لکھوا دیا ہی تاکہ ہر شخص سہولت سے تمیز کرلے کہ مسجد مبارک اسقدر تھی اور اس مسئلہ کا ذکر شروط صلوۃ مین قبلہ کی بحث سے پیشتر گذر چکا وہان دیکھنا چاہیے ویحرم فیہ السوال ویکرہ الاعطاء مطلقا وقیل ان تخطی اور حرام ہی مسجد مین سوال کرنا اور مکروہ ہی سائل کو مسجد مین دینا ہر حال مین اور بعض نے کہا کہ اگر سائل گردنون پر لوگون کی پہلانگے تو مکروہ ہی ورنہ مکروہ نہین م شارح نے باب الحظر والاباحۃ مین اسی پچھلے قول پر اکتفا کیا ہی چنانچہ کہا کہ مکروہ ہی سائل مسجد کو دینا مگر جسوقت کہ وہ لوگون کی گردنین نہ پہلانگے قول مختار ہی اسلیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی نماز کے اندر دی اللہ تعالی نے انکی تعریف کی اس آیت مین ویؤتون الزکوۃ وہم راکعون یعنی دیتے ہین خیرات اُسوقت مین کہ وہ رکوع کرتے ہون کذا فی الطحطاوی والنشاد ضالۃ او شعر الا ما فیہ ذکر اور مکروہ ہی کھوئی چیز کا تلاش کرنا مسجد مین اور مکروہ ہی مسجد مین شعر پڑھنا مگر جن اشعار مین ذکر ہو انکا پڑھنا مکروہ نہین م گم ہوئی چیز کا مسجد مین تلاش کرنا اسلیے مکروہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسیکو دیکھو کہ مسجد مین گم ہوئی چیز کو ڈھونڈھتا ہی تو کہو کہ خدا تعالی اُسکو تجھپر واپس نکرے یعنی خدا کرے کہ تجھکو وہ چیز نملے اور ابو اللیث سمرقندی نے شعر مین یہ تفصیل کی کہ اگر اشعار مین وعظ اور خدا تعالی کی نعمتون اور حکمتون کا ذکر اور متقیون کی صفت کا بیان ہو تو انکا پڑھنا بہتر ہی اور اگر اُنمین ذکر زمانون اور امتون کا ہو تو مباح ہی اور اگر کسی مسلمان کی ہجو یا بیہودہ کی باتین ہون تو حرام ہی اور اگر خط وخال کا وصف ہو تو پڑھنا مکروہ ہی اور ابو داؤد اور ترمذی کی حدیث مسجد مین شعر خوانی کی ممانعت کی برے اشعار پر محمول ہی کذا فی الشامی ورفع صوت بذکر الا للمتفقہۃ اور مکروہ ہی مسجد مین بلند کرنا آواز کا ذکر سے مگر فقہ سیکھنے سکھانے والونکو آواز کا بلند کرنا مکروہ نہین م ذکر جہری مین قید اس بات کی ہونی چاہیے کہ جسمین خوف ریا یا نمازیون کی ایذا کا ہو اور اگر اُنسے خالی ہو تو بعض علما کے نزدیک ذکر جہری ہی افضل ہی اسلیے کہ اُسکا فائدہ سننے والون کو بھی ہوتا ہی اور خود ذکر کرنیوالا بیدار دل رہتا ہی اور نشاط زیادہ پاتا ہی اور اکثر علما ذکر خفی کو ترجیح دیتے ہین اسوجہ سے کہ حدیث مین وارد ہی خیر الذکر الخفی یعنے بہتر ذکر آہستہ ذکر کرنا ہی کذا فی الطحطاوی والشامی بتصرف والوضوء الا فیما اعد لذلک اور مکروہ ہی مسجد کے اندر وضو کرنا اسلیے کہ اُسکے پانی سے گھن آتی ہی کہ اکثر تھوک اور رینٹ سے خالی نہین ہوتا کذا فی الشامی مگر وضو کرنا اُس مقام مین جو وضو کے لیے بنایا گیا ہو مکروہ نہین طحطاوی نے کہا کہ یہی حکم بدون جنابت کے نہانے کا ہی وغرس الاشجار الا لنفع کتقلیل نز تکون للمسجد اور مکروہ ہی مسجد مین درختون کا لگانا مگر کسی نفع کے لیے مکروہ نہین جیسے کم کرنا رطوبت کا اور وہ درخت یعنی انکی لکڑی اور پھل مسجد کا ہو گام نز بفتح نون وتشدید زا اسجہ زمین کی رطوبت کو سے کہتے ہین

لگاوے مسجد میں گو کہ جب مسجد کے ستون بابت رطوبت کے نقصان پہنچتے ہوں تو اس رطوبت کے اُس کو درختونکے لگنے کی جگہ ضرورت نہیں ہے مسجد میں نفس
نفع کے لئے لگانا جائز ہے اور خلاصہ میں اور تتمہ میں ہے کہ اگر لوگون کو درخت کے سایہ سے آرام ہوتا ہو اور اسکے مسجد میں لگانے والے جماعت میں خلل پڑے تو مکروہ ہے مقصد
نہیں ہے اگر کوئی خاص اپنے نفع کے لیے لگاوے کانٹے کہیں درکری آپ لیا کرے یا صحن میں خلل ہوتا ہو اور درختونکے باعث نمازیونکے ساتھ مشابہت
ہوتی ہو تو کہ وہ مکروہ ہے الاکل وغیرہ الا المعتکف وشرب یعنی مکروہ ہے مسجد کے اندر کھانا اور سونا مگر اعتکاف والے اور مسافر کو یہ سب مکروہ نہیں ہیں وخلاف اکل نحو ثوم یعنی
مکروہ ہے کھانا اس چیز کا مثل لہسن وغیرہ کے بسا اوقات کر وہ مسجد میں آ جاتا ہے جیسے پیاز کچا یا پیاز اور مولی وغیرہ جن سے بدبو آتی ہو اور منع کیا جاوے ایسا شخص
مسجد میں گھسنے سے اور اسی طرح ہر شخص کو بدبو دار چیز یا اگرچہ زبان ہی سے ایذا دے مسجد سے منع کیا جاوے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کہ
درختون میں سے کھاوے وہ ہماری مسجد کے پاس نہ پھٹکے اسلیئے کہ جس چیز سے انسانون کو ایذا ہوتی ہے اس سے فرشتون کو ایذا ہوتی ہے آتی اور ایذا دینے والا
سے مراد گندہ دہن اور گندہ بغل ہیں یا جسکے پسینے سے یا کپڑے کی بدبو سے تکلیف ہوتی ہو اور زبانی ایذا سے غرض غیبت اور چغلی وغیرہ ہے کذا فی الطحطاوی و
فی المعقد الا المعتکف بشرطہ اور مکروہ ہے مسجد میں ہر معاملہ یعنی معاوضہ مثل بیع و شرا کے کذا فی الشامی مگر اعتکاف والے کو بیع و شرا درست ہے بوجہ اسکی ضرورت کے
ہم شرط یہ ہے کہ اس چیز کی حاجت اسکو یا اسکے عیال کو ہو اور ایک یہ کہ متاع کو مسجد میں نہ نکالے کذا فی الطحطاوی والکلام المباح وقیدہ فی الظہیریۃ بان
یجلس لاجلہ لکن فی النہر الاطلاق اوجہ اور مکروہ ہے مسجد میں کلام مباح کرنا اور ظہیریہ میں قید لگائی ہے کہ کلام ہی کے خاطر مسجد میں بیٹھے یعنی اگر مسجد میں
عبادت کے لیے بیٹھا اور اُسکے بعد کلام دنیا کا کیا تو مکروہ نہوگا لیکن نہر الفائق میں ہے کہ کراہت کو مطلق رکھنا موجہ تر ہے خواہ کلام کے لیے بیٹھا ہو یا عبادت
کے لیے دونون صورتون میں کلام مباح مکروہ ہے ہم شامی نے کہا کہ صاحب نہر کی بحث مخالف منقول ہے اور اسمین حرج بھی بہت ہے وتخصیص مکان لنفسہ
ولیس لہ ازعاج غیرہ منہ ولو مدرسا واذا ضاق فللمصلی ازعاج القاعد ولو مشتغلا بقراءۃ او درس بل ولاہل المحلۃ منع من لیس منہم عن الصلوۃ فیہ اور مکروہ ہے
خاص کرنا کسی جگہ کا اپنے لیے اور نہیں جائز ہے اسکو ہٹا دینا غیر شخص کا اس جگہ سے اگرچہ غیر مدرس ہی ہو اور اگر جگہ تنگ ہو تو نمازی کو جائز ہے ہٹا دینا
بیٹھنے والے کو بیٹھنے والا اگرچہ قرات یا درس میں مشغول ہو بلکہ تنگی کی صورت میں اہل محلہ کو اختیار ہے کہ جو شخص اس محلہ والون سے نہو اسکو مسجد میں نماز سے
منع کریں ہم شامی نے کہا کہ اگر کسی کے بیٹھنے سے صف میں خلل پڑتا ہو تو اسکا اُٹھا دینا بھی نمازیون کو جائز ہے ولہم نصب متول وجعل المسجدین واحدا و
عکسہ لصلوۃ لا لدرس او ذکر اور جائز ہے محلہ والون کو مقرر کرنا متولی کا مسجد کے کامون کے لیے اگرچہ قاضی مقرر نکرے اور جائز ہے دو مسجدون کا ایک
کر لینا اور ایک مسجد کا دو کر لینا نماز کے لیے نہ درس اور ذکر کے لیے کیونکہ مسجدین درس اور ذکر کے لیے نہیں بنائی گئیں اگرچہ درس اور ذکر انمین جائز ہے
کذا فی التنبیہ فی المسجد عظۃ وقرآن فاستماع العظۃ اولی اور مسجد میں وعظ اور تلاوت قرآن ہو تو سننا وعظ کا بہتر ہے ہم شامی نے کہا کہ یہ حکم عوام کے لیے ہے اور
جو لوگ آیات قرآنی کے معانی اور نکات اور احکام شرعی سمجھ سکتے ہوں اُنکے حق میں قرآن کا سننا بہتر بلکہ ضرور ہے ولا ینبغی الکتابۃ علی جدرانہ ولو بقرآن اور مناسب
نہیں لکھنا قرآن اور ما شیا قابل التعظیم کا مسجد کی دیوارون پر یعنی اسلیئے کہ گر کر پامال ہونے کذا فی البحر اور مثل اسکے ہے رقعون پر لکھکر دروازون
پر چپکانا کذا فی الطحطاوی ولا باس بنبش خفاش وحمام لتنقیتہ اور کچھ مضائقہ نہیں چمگادڑ اور کبوتر کے گھونسلے کا پھینک دینا واسطے مسجد کی صفائی کے ہم
طحطاوی نے کہا کہ لتنقیتہ جواب سوال ہے اسکی تقریر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رہنے دو پرندون کو اُنکے گھر دن میں تو دور کرنا گھونسلون کا
مخالف ہے اس امر کے شارح نے جواب دیا کہ یہ دور کرنا صفائی کے لیے ہے جو شرعاً مطلوب ہے اس سے معلوم ہوا کہ حدیث کا حکم غیر مسجد کے لیے مخصوص ہے

باب الوتر والنوافل

یہ باب ہے وتر اور نوافل کے بیان میں ہم وتر بفتحہ اور کسرہ واو لغت میں طاق عدد کو کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں تین رکعتون کا نام ہے چنانچہ آگے

آتا ہے اور نفل کے معنی لغت میں زیادتی کے ہیں اور شرعًا نفل اُس عبادت کو کہتے ہیں جسکے کرنے سے ثواب ہو اور نکرنے سے عذاب نہو کلّ سنۃ نافلۃ ولا عکس
ہر سنت نفل ہے اور اسکا الٹا نہیں یعنی ہر نفل سنت نہیں ہوتی یہ جملہ شارح نے اسلیے بیان کیا کہ اس باب میں ذکر سنتوں کا بھی ہے حالانکہ عنوان میں صرف
وتر اور نوافل مذکور ہیں سنتوں کی تصریح نہیں کی تو تصریح نکرنے کا عذر کر دیا کہ سنتیں نفل ہوتی ہیں ہو فرض عملا و واجب اعتقادا و سنۃ ثبوتا لہذا وفقوا بین
الروایات وتر فرض ہے عمل کے لحاظ سے اور واجب ہے اعتقاد کے اعتبار سے اور سنت ہے ثبوت کی راہ سے اسطرح سے توفیق کی ہے فقہا نے روایتوں میں عملا فرض ہے
اسکے یہ معنی کہ عمل میں اسکا حال فرائض کا سا ہوتا ہے کہ چھوڑنے سے گناہگار ہوتا اور اُسکے قضا اور ترتیب کا واجب ہونا جیسے فرضوں میں ہے ویسی ہی وتر میں ہے اور
اعتقادًا واجب ہونے کے یہ معنی کہ اسکے واجب ہونے کا اعتقاد پر ضرور ہے اور ثبوتًا سنت ہونے سے یہ غرض کہ ثبوت اسکا حدیث سے ہے نہ قرآن سے چنانچہ مسلم نے
روایت کی کہ اوتروا قبل ان تصبحوا یعنی وتر پڑھو پہلے اس سے کہ صبح کرو اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے تو اس حدیث سے وجوب وتر کا ثابت ہوا اور توفیق بین الروایات
سے یہ مراد کہ امام اعظم سے وتر کے باب میں تین روایتیں مروی ہیں ایک فرض ہونیکی دوسرے واجب ہونیکی تیسری سنت ہونیکی تو انکی تطبیق اسطرح ہوئی کہ فرض عمل کی راہ
سے ہے اور واجب اعتقاد کی راہ سے اور سنت ثبوت کی راہ سے کذا فی الشامی لتقدار علیہ فلا یکفر بضم فسکون ای لا ینسب الی الکفر جاحدہ اور اس توفیق پر یہ متفرع
ہوا کہ کافر نہ کہا جائیگا منکر وتر کا شارح نے کہا کہ لا یکفر بضم تحتانی اور سکون کاف ہے یعنی منسوب بکفر نہیں ہوتا اور ضمیر علیہ کی محشیوں نے توفیق کیطرف پھیری ہے
اور رائن نے شرح منح الغفار میں فلا یکفر کو تفریع وتر کے فرض عملی ہونیکی قرار دیا ہے وتذکرہ فی الفجر مفسد لہ کعکسہ بشرطہ خلافا لہما و لکنہ یقضی ولا یصح قاعدًا ولا
راکبًا اتفاقًا اور دوسری تفریع وتر کے فرض عملی ہونے پر یہ ہے کہ فجر کے فرضوں میں اسکا یاد آنا صاحب ترتیب کی فجر کا مفسد ہے مثل اسکے عکس کے یعنی اگر وتر
میں یاد ہوگا کہ کوئی نماز ذمہ پر ہے تو وتر فاسد ہونگے بموجب شرط فساد کے یعنی جبکہ وقت تنگ نہو اور نمازیں چھ نہو گئی ہوں کہ ان صورتوں میں ترتیب
ساقط ہو جاتی ہے اور نماز فاسد نہیں ہوتی بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک وتر ان کے یاد ہونے سے فجر کی نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ وتر انکے نزدیک
سنت ہیں لیکن وتر قضا کیے جاتے ہیں اور بیٹھکر اور سوار ہو کر درست نہیں ہوتے بالاتفاق یعنے ہر چند سنتوں کی قضا نہیں اور بیٹھکر اور سواری پر جائز
ہیں مگر صاحبینؒ کے نزدیک وتر باوجود سنت ہونے کے ان باتوں میں سنت سے علیحدہ ہیں وہو ثلث رکعات بتسلیمۃ کالمغرب حتی لو نسی القعود لا یعود ولو عاد
ینبغی الفساد کما سیجئ وتر تین رکعتیں ہیں ایک سلام سے مثل نماز مغرب کے یہانتک کہ اگر بیچ کے قعدہ کو بھول کر کھڑا ہو گیا تو پھر نہ بیٹھے اور اگر پھر بیٹھ جائیگا تو چاہیے
کہ نماز فاسد ہو جاے چنانچہ آگے آویگا مثل مغرب سے یہ معلوم ہوا کہ بیچ کا قاعدہ واجب ہے اسمیں درود نہ پڑھے اور نماز کے فاسد ہونے کی یہ وجہ ہے کہ قیام
فرض کو چھوڑ کر واجب کے لیے بیٹھنا نہیں چاہیے اور نماز نفل میں چونکہ ہر دوگانہ علیحدہ نماز ہے اسلیے اگر کھڑا بھی ہو جائے تب بھی بیٹھ جائے کذا فی الطحطاوی ولکنہ یقرأ
فی کل رکعۃ منہ فاتحۃ الکتاب وسورۃ احتیاطًا وتر مثل مغرب کے ہیں لیکن نمازی اسکی ہر رکعت میں الحمد اور ایک سورہ یا تین آیتیں احتیاطا پڑھے
وجہ احتیاط کی یہ ہے کہ صاحبینؒ وتر کے سنت ہونیکے قائل ہیں تو اس لحاظ سے احتیاط اسکی مقتضی ہے کہ سب رکعتوں میں قراءت پڑھی جاوے والسنۃ السور الثلث
وزیادۃ المعوذتین لم یختر ہا الجمہور اور مسنون تین سورتیں ہیں یعنی اول میں سورہ اعلیٰ اور دوسری میں سورہ کافرون اور تیسری میں اخلاص اور زیادتی معوذتین
کو جمہور فقہا نے پسند نہیں کیا یعنی تیسری رکعت میں بعد سورہ اخلاص کے سورہ فلق اور ناس پڑھنا مختار نہیں ویکبر قبل رکوع ثالثۃ رافعا یدیہ کما مر ثم یضع وقیل
کالداعی وقنت فیہ اور اللہ اکبر کہے پہلے تیسری رکعت کے رکوع کرنیکے اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاکر جیسا کہ گذرا یعنی تکبیر تحریمہ کیطرح کانوں تک ہاتھ اٹھاوے پھر ہاتھ باندھ لے
اور بعض نے کہا کہ کھلے رکھے دعا مانگنے والے کیطرح یعنی چھاتی تک اٹھاوے اور ہتھیلیاں آسمان کیطرف رکھے یہ قول امام ابو یوسف کا ہے اور ضعیف ہے اور دعا کرے
اسمیں ہم شامی نے کہا کہ ضمیر فیہ کی وتر کیطرف ہے یا قبل رکوع کے وبین الدعاء المشہور ویصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بہ یفتی اور مسنون ہے دعا مشہور اور درود پڑھے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی پر فتوی ہے ہم دعاء قنوت مشہور یہ ہے اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ

... قنوت ... (اور حضرت امام حسن بن علی رضی
سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت کے لیے مجھ کو یہ دعا سکھائی اللہم اهدنی فیمن هدیت وعافنی فیمن عافیت وتولنی فیمن تولیت وبارک لی
فیما اعطیت وقنی شر ما قضیت فانک تقضی ولا یقضی علیک وانہ لا یذل من والیت ولا یعز من عادیت تبارکت ربنا وتعالیت نستغفرک ونتوب الیک ...
... نے کہا کہ بہتر ہے ان دونوں دعاؤں کو قنوت میں ملالیا کرے اور ... بعد دعاء قنوت کے بحر الرائق میں کہا کہ مثل التحیات کے درود
ابو داؤد اور حلبی نے کہا کہ مستحب یہ ہے کہ یوں کہے (وصلی اللہ علی سیدنا محمد النبی وآلہ وسلم) اور نسائی کی روایت میں ان الفاظ ...
بہرحال درود پڑھنا بہتر ہے کیونکہ طبرانی میں حضرت علی مرتضیٰ سے مروی ہے کہ ہر دعا رکی رہتی ہے جب تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھا جاوے شامی
نے کہا کہ جو شخص دعاء قنوت پڑھنا نہ جانتا ہو تو وہ اسکی جگہ یہ آیت پڑھے ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار یا تین بار (اللہم اغفرلی) کہے
یا تین بار (یا رب) کہے ... ملحق بالکسر بمعنی لاحق ونحفد بدال مهملة بمعنی نسرع فان قرأ بذال معجمة فسدت خانیة لانه کلمة مهملة اور صحیح ...
الی حدیث مرسل میں دعاء ... الجد بکسر جیم وتشدید دال بمعنی حق کے بعد لفظ ... ملحق بمعنی لاحق ... نحفد بفتح نون اور کسرہ فا اور
ضمہ دال مہملہ ہے اسکے معنی ہیں ہم جلدی کرتے ہیں پس اگر نمازی اس کلمہ کو دال معجمہ سے پڑھیگا تو نماز فاسد ہو جائیگی کذا فی الخانیہ شاید فساد نماز اسلیے ہے کہ یہ کلمہ
بے معنی ہے مگر طحطاوی نے کہا کہ یہ کلمہ بے معنی نہیں اسلیے کہ براق کی صفت میں حدیث میں مذکور ہے یحفد بالیفی استعانت لیتا تھا چلنے میں اپنے دونوں بازوؤں سے
مخافتا علی الاصح مطلقا ولو اماما لحدیث خیر الدعاء الخفی دعاء قنوت پڑھے آہستہ صحیح تر قول کے بموجب مطلقا اگرچہ امام ہو بوجہ اس حدیث کے کہ بہتر دعا
آہستہ ہے ہم اس علت کے بیان کرنے سے معلوم ہوا کہ آہستہ پڑھنا واجب نہیں اور مطلقا سے یہ غرض ہے کہ امام ہو یا مقتدی یا اکیلا ادا پڑھتا ہو یا قضا
رمضان کے وتر ہوں یا غیر رمضان کے سب صورتوں میں آہستہ پڑھے کذا فی الشامی وصح الاقتداء فیه فی غیرہ اولی ان لم یتحقق منه ما یفسدها فی اعتقادہ
الاصح کما بسط فی البحر بشافعی مثلا لم یفصله بسلام لا ان فصله علی الاصح فیهما للاتحاد وان اختلف الاعتقاد اور درست ہے وتر میں اقتدا حنفی کا پیچھے شافعی
کے مثلا جو وتر کو سلام سے جدا نکر دے یعنی دو رکعت پر سلام نہ پھیر دے تو وتر کے غیر میں اقتدا بطریق اولی درست ہے بشرطیکہ امام سے کوئی ایسا امر تحقق نہ ہو جو
نماز کا مفسد ہو مقتدی کے اعتقاد میں صحیح تر قول میں چنانچہ شرح بیان کیا ہے اسکو بحر الرائق میں نہیں درست ہے اقتدا اگر جدا کیا امام نے وتر کو دوگانہ کے
بعد سلام پھیرنے سے صحیح تر قول کے بموجب دونوں میں یعنی اقتدا میں اور فاصلہ سلام نہونے میں اقتدا درست ہے بسبب اتحاد نیت کے اگرچہ اعتقاد امام اور مقتدی کا
مختلف ہے امام سنت ہونے کا معتقد ہے اور مقتدی واجب ہونے کا مگر نیت دونوں کی وتر ہی پڑھنے کی ہے ہم غیر وتر میں وجہ اولویت کی یہ ہے کہ نفل اور فرض میں نیت
دونوں کی ایک ہوگی بخلاف وتر کے کہ امام سنت کی نیت کریگا اور مقتدی وتر کی تو جب اختلاف کے ساتھ اقتدا درست ہوا تو اتحاد میں بطریق اولی درست ہونا چاہیے
اور مثل شافعی سے یہ غرض ہے کہ جو وتر کے مسنون ہونے کا معتقد ہو اور قول اصح کا مقابل اقتدا میں یہ ہے کہ اقتدا درست نہیں اسلیے کہ نفل والے کے پیچھے اقتدا
واجب پڑھنے والیکا درست نہیں اور سلام سے فاصلہ کرنے میں قول صحیح کا مقابل یہ ہے کہ باوجود فاصلہ کے اقتدا جائز ہے کذا فی الشامی ولا ینوی الوتر لا الوتر الواجب
کما فی العیدین للاختلاف اور اسی وجہ سے یعنی بوجہ اختلاف کے مقتدی نیت وتر کی کرے نہ نیت وتر واجب کی جیسے عیدین میں بسبب اختلاف وجوب اور
مسنون ہونے کے نیت واجب کی نکرے ہم یعنی نیت واجب کی اگر نکریگا تو امام اور مقتدی کی نیت متحد ہو جائیگی ویاتی المؤتم بقنوت الوتر ولو بشافعی یقنت
بعد الرکوع لانه مجتهد فیه لا الفجر لانه منسوخ بل یقف ساکتا علی الاظهر مرسلا یدیه اور مقتدی دعاء قنوت پڑھے اگرچہ پیچھے شافعی کے مقتدی ہو جو رکوع کے
بعد دعا پڑھتا ہے اسلیے کہ مقام قنوت پڑھنے کا مختلف فیہ ہے اور مختلف فیہ مسئلہ میں متابعت امام غیر حنفی کی درست ہے نہ قنوت پڑھے نماز فجر میں اسلیے کہ فجر میں
قنوت کا پڑھنا منسوخ ہے اور منسوخ چیز میں اقتدا درست نہیں بلکہ چپکا کھڑا رہے ظاہر تر قول کے بموجب ہاتھوں کے لٹکائے ہوئے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی

نماز مین عرب کے چند قبیلون پر جنھون نے ستر یا اسی قاریون کو مار ڈالا تھا رکوع کے بعد دعا بد فرماتے تھے جب آپ نے انپر فتح پائی تو دعا کو ترک فرمایا اس
سے معلوم ہوا کہ منسوخ ہوگئی کذا فی الامداد وطحطاوی نے کہا کہ مصیبت کے وقت مین اب بھی فجر کی نماز مین اگر کوئی دعا پڑھے تو کچھ مضائقہ نہین ولو نسی ای
القنوت ثم تذکرہ فی الرکوع لا یقنت فیہ لفوات محلہ ولا یعود الی القیام فی الاصح لان فیہ رفض الفرض للواجب اور اگر نمازی قنوت کو بھول گیا پھر
رکوع مین اسکو یاد کیا تو رکوع مین اسکو نہ پڑھے بسبب جاتے رہنے اسکے محل کے یعنی اسکا پڑھنا محض قیام مین تھا وہ جاتا رہا اور نہ رجوع کرے قیام کیطرف صحیح
روایت مین یعنی رکوع کو چھوڑ کر قنوت پڑھنے کے لیے پھر نہ کھڑا ہو اسلیے کہ اسمین قنوت واجب کے لیے فرض رکوع کو چھوڑنا ہے ہم دوسری روایت امام سے یہ ہے کہ
پھر قیام کرکے قنوت پڑھے اور دوبارہ رکوع کرے مگر صحیح تر پہلی روایت ہے فان عاد الیہ وقنت ولم یعد الرکوع لم تفسد صلوتہ لکون رکوعہ بعد قراءۃ تامۃ
وسجد للسہو قنت او لا لزوالہ عن محلہ پس اگر نمازی نے قیام کیطرف عود کیا اور قنوت پڑھ کر دوبارہ رکوع نکیا تو اسکی نماز فاسد نہوگی بسبب ہونے اسکے رکوع
سابق کے پوری قراءت کے بعد اور سجدہ کرے سہو کا قنوت پڑھا ہو یا نہ پڑھا ہو بسبب ٹل جانے قنوت کے اپنی جگہ سے ہم اس مسئلہ کی چار صورتین ہوسکتی ہین ایک یہ کہ
رکوع مین قنوت پڑھا دوسری یہ کہ رکوع سے سر اٹھا کر پڑھا اور رکوع پھر سے کیا تیسری یہ کہ سر اٹھا کر پڑھا اور رکوع دوبارہ نکیا چوتھی یہ کہ بالکل قنوت نہ پڑھا نہ رکوع
مین نہ اس سے کھڑا ہو کر تو چارون صورتون مین سجدہ سہو اسوجہ سے ہے کہ قنوت اپنی جگہ پر نہ رہا کذا فی الحلبی رکع الامام قبل فراغ المقتدی من القنوت قطعہ وتابعہ ولو لم یقرء
شیئا ترکہ ان خاف فوت الرکوع معہ بخلاف التشہد لان المخالفۃ فیما ہو من الارکان او الشرائط مفسدۃ لا فی غیرہا اور امام نے رکوع کیا پیشتر مقتدی کے فارغ ہونیکے قنوت سے
تو مقتدی باقی قنوت کو ترک کرے اور امام کی پیروی کرے اور اگر مقتدی نے قنوت مین سے کچھ نہ پڑھا ہو تو قنوت کو ترک کرے اگر ڈرے کہ امام کے ساتھ رکوع نملیگا بخلاف تشہد کے
یعنی اگر تشہد کچھ باقی رہگیا ہو تو اسکو پورا کرکے امام کی متابعت کرے قنوت کو ترک کرے اسلیے کہ امام کی مخالفت ان امور مین کہ ارکان مین یا شرائط نماز کی مفسد ہے غیر ارکان وشرائط
مین مخالفت کرنی کذا فی الدرر شامی نے کہا کہ یہ تعلیل رکیک ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ متابعت مذکورہ فرض ہے حالانکہ متابعت بدون تاخیر ان فرائض وواجبات مین واجب
ہے جہان کوئی دوسرا واجب پیش نہو تو وجہ فرق تشہد اور قنوت مین یہ کہنی چاہیے کہ قنوت کا پڑھنا سنت ہے اور رکوع مین امام کی متابعت واجب تو جب واجب وسنت مین تعارض
ترک واجب کا ہو تو سنت کو ترک کرنا چاہیے اور تشہد کا پورا کرنا واجب ہے اور امام کی متابعت بھی واجب تو ایک واجب کے لیے دوسرے کو چھوڑنا ضرور نہین قنت فی اولی
الوتر او ثانیتہ سہوا لم یقنت فی ثالثتہ اما لو شک انہ فی ثانیتہ او ثالثتہ کررہ مع القعود فی الاصح والفرق ان الساہی قنت علی انہ موضع القنوت فلا یتکرر بخلاف الشاک ورجح الحلبی
تکرارہ لہما نمازی نے وتر کی پہلی رکعت یا دوسری مین بھولکر قنوت پڑھ لیا تو وہ تیسری رکعت مین قنوت نہ پڑھے اور اگر اسے شک کیا کہ وہ وتر کی دوسری رکعت پڑھتا ہے یا
تیسری مین ہے تو قنوت کو مکرر کرے بیٹھنے کے ساتھ صحیح تر قول مین یعنی قنوت پڑھ کر قعدہ کرے پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت اور پڑھے اور اسمین قنوت پڑھے کیونکہ دونون رکعتون پر
احتمال ہے کہ تیسری ہو اور فرق یہ ہے کہ بھولنے والے نے قنوت پڑھا اس خیال سے کہ مقام قنوت کا وہی ہے اسلیے اب قنوت مکرر نہوگا بخلاف شک کرنیوالے کے اور حلبی نے
ترجیح دی ہے مکرر قنوت پڑھنے کی دونونکو یعنی بھولنے اور شک کرنیوالے کو ہم شامی نے کہا کہ حلیہ اور بحر الرائق مین بھی موافق حلبی کے قول کے ہے والمسبوق یقنت مع امامہ
فقط ویصیر مدرکا بادراک رکوع الثالثۃ اور مسبوق صرف قنوت پڑھے اپنے امام کے ساتھ کیونکہ اسکی آخر نماز وہی ہے اور جب ایکبار امام کے ساتھ پڑھ چکا تو دوبارہ پڑھنا
مشروع نہین اور مسبوق ہو جاویگا پانیوالا قنوت کا تیسری رکعت وتر کی رکوع پانے سے یعنی جب مسبوق نے تیسری رکعت کا رکوع پایا تو گویا کل رکعت اسکو ملگئی اب باقی دو رکعتون مین
اگر قنوت پڑھیگا تو بے جگہ ٹھہریگا اسلیے کہ اسکی جگہ تیسری رکعت ہے جو ہو چکی کذا فی الطحطاوی ولا یقنت لغیرہ الا لنازلۃ فیقنت الامام فی الجہریۃ وقیل فی الکل
اور قنوت نہ پڑھے وتر کے سوا دوسری نماز مین مگر کسی مصیبت کے وقت کہ امام قنوت پڑھے جہری نمازون مین اور بعض فقہا کا قول یہ ہے کہ یہ سب نمازون مین پڑھے
جہری ہون یا سری ہم نماز جہری مین قنوت پڑھنا بحر الرائق مین شرح نقایہ سے مذکور ہے مگر اشباہ مین غایہ سے منقول ہے کہ مصیبت کے وقت امام نماز فجر مین قنوت پڑھے اور عبارت
شارح منیہ سے بھی بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ حنفیون کے نزدیک قنوت مصیبت کا خاص فجر کی نماز مین ہے نہ اور کسی نماز جہری یا سری مین بلکہ سری نمازون مین تو بجز امام شافعی کے اور کوئی

فان قنوت پڑھنے میں [illegible] سہو [illegible] تو [illegible] [illegible]
[illegible] قنوت کا [illegible] بعد [illegible] اسکی تصریح کی ہو کذا فی الشامی مختصرا [illegible]
تکبیر [illegible] امام [illegible] قعدہ اولی [illegible] تشہد [illegible] زیادہ [illegible] تکبیر [illegible] رکن [illegible] قیام خامسہ [illegible] پانچ باتیں [illegible] امام کی متابعت
لیکن [illegible] اگر امام [illegible] تو مقتدی بھی [illegible] اور اگر [illegible] تو وہ بھی [illegible] کذا فی [illegible] دوم قعدہ اول [illegible] تشہد [illegible] سجدہ تلاوت [illegible] سجدہ
[illegible] اگر امام [illegible] چیزوں کو [illegible] تو مقتدی بھی [illegible] اور اگر سہواً [illegible] تو مقتدی بھی [illegible] امام کی متابعت کرے اور چار چیزیں ایسی ہیں [illegible]
امام کی [illegible] یعنی اگر امام انکو کرے تو مقتدی نہ کرے [illegible] زیادہ کرنا تکبیر عید کا مثلاً امام [illegible] تکبیر کہے تو مقتدی اسکا ساتھ [illegible] دوم زیادہ کرنا تکبیر جنازہ [illegible] اگر امام
چار تکبیروں سے زیادہ کرے تو مقتدی متابعت نہ کرے سوم زیادہ کرنا کسی رکن کا مثلاً دو بار رکوع کرنا یا تین بار سجدہ کرنا چہارم کھڑا ہونا امام کا پانچویں رکعت کے لیے [illegible]
[illegible] صورت [illegible] زیادہ [illegible] داخل [illegible] بیان [illegible] ضرورت [illegible] وثمانیۃ تفعل مطلقا الرفع للتحریمۃ والثناء وتکبیر الانتقال والتسبیح [illegible] والتشہد والسلام وتکبیر التشریق
[illegible] اور آٹھ باتیں ہیں کہ [illegible] یعنی امام انکو کرے یا نہ کرے مقتدی انکو کرے اول ہاتھوں کا اٹھانا تکبیر تحریمہ کے لیے دوم ثنا یعنی سبحانک اللهم [illegible] سوم تکبیر انتقال یعنی ایک
رکن سے دوسرے رکن میں جانیکو [illegible] کہنا چہارم سمع اللہ لمن حمدہ کہنا اگر امام نہ کہے تو مقتدی ربنا لک الحمد کہے پنجم تسبیح رکوع اور سجدہ کی ششم [illegible] یعنی التحیات [illegible]
میں کہ امام [illegible] لیکن اگر قعدہ اولی میں امام [illegible] تو مقتدی کو اسکی متابعت چاہیے جیسا کہ پہلے گذرا ہفتم سلام پھیرنا یعنی اگر امام بول پڑے یا [illegible]
تو مقتدی سلام پھیر لے کذا فی الطحطاوی ہشتم تکبیر تشریق وسن مؤکدا اربع قبل الظہر واربع قبل الجمعۃ واربع بعدہا بتسلیمۃ وفی تسلیمتین لم تنب عن السنۃ ولو
نذر اربعا بتسلیمۃ [illegible] بتسلیمتین [illegible] اور سنت مؤکدہ ہیں چار رکعتیں پہلے ظہر کے اور چار پہلے جمعہ کے اور چار بعد جمعہ کے ایک سلام سے اور اگر دو سلام
سے پڑھیگا تو سنت کے قائم مقام نہوگی اور اسلیے اگر چار رکعتوں کی نذر ایک سلام سے کر گیا تو نذر سے باہر نہوگا دو سلاموں کے ساتھ پڑھنے سے اور اسکے عکس میں
یعنی نذر کی دو سلاموں سے پڑھنے کی اور ایک سلام سے چاروں کو پڑھا تو نذر سے باہر ہو جائیگا ورکعتان قبل الصبح وبعد الظہر والمغرب والعشاء اور سنت
مؤکدہ ہیں دو رکعتیں صبح کے پیشتر اور دو ظہر کے بعد اور دو مغرب کے بعد اور دو عشاء کے بعد شرعت البعدیۃ لجبر النقصان والقبلیۃ لقطع طمع الشیطان شروع ہوئی
ہیں بعد کی سنتیں واسطے پورا کرنے نقصان کے یعنی فرائض میں کسی عذر مثلاً نسیان وغیرہ سے اگر کمی ہوئی ہوگی تو آخرت میں بعد کی سنتیں اسکی کمی کو پورا کر دینگی اور
مشروع ہوئی ہیں پہلے کی سنتیں واسطے قطع کرنے شیطان کی طمع کے یعنی جب آدمی سنتوں کو پڑھیگا تو شیطان کہیگا کہ جو چیز اسپر فرض نہ تھی اسکو اسنے ترک نہ کیا تو فرض کو
کیسے ترک کریگا اور ان سنتوں کی مؤکد ہونے کی یہ وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انپر مواظبت فرماتے تھے چنانچہ مسلم میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ آپ ظہر کے پیشتر
چار رکعتیں اور بعد ظہر دو رکعتیں اور بعد مغرب دو اور بعد عشاء دو اور قبل فجر کے دو پڑھا کرتے تھے اور بحر الرائق میں ہے کہ سنت مؤکدہ مثل واجب کے ہے کہ اسکے ترک کرنے
سے گناہ ہوتا ہے اور تارک مستحق ملامت ٹھہرتا ہے بشرطیکہ بلا عذر ترک کرے کذا فی الشامی وندب اربع قبل العصر وقبل العشاء وبعدہا بتسلیمۃ وان شاء رکعتین کذا
بعد الظہر لحدیث الترمذی من حافظ علی اربع قبل الظہر واربع بعدہا حرمہ اللہ علی النار اور مستحب ہیں چار رکعتیں پہلے عصر اور چار پہلے عشاء کے اور چار بعد عشاء کے ایک
سلام سے اور اگر چاہے تو دو رکعتیں پڑھے اور اسیطرح ظہر کے بعد چاہے چار ایک سلام سے پڑھے چاہے دو رکعتیں پڑھے بسبب حدیث ترمذی کے کہ جو کوئی محافظت
کرے چار رکعتوں پر ظہر سے پہلے اور چار پر بعد نماز ظہر کے تو اللہ تعالی اسکو آگ پر حرام کر دیتا ہے یعنی اسکو دوزخ میں نہ ڈالیگا وست بعد المغرب لیکتب من الاوابین
بتسلیمۃ او ثنتین او ثلاث والاول ادوم واشق اور مستحب ہیں چھ رکعتیں مغرب کے بعد تاکہ نمازی اوابین سے لکھا جاوے یعنی رجوع کرنیوالوں میں اللہ تعالی کی طرف چھ رکعتیں ایک سلام
سے مستحب ہیں یا دو سے یا تین سے اور اول صورت یعنی ایک سلام سے پڑھنا زیادہ دیرپا اور بہت مشکل کا ہوتا ہے وجہ اسکے مشکل ہونیکی یہ ہے کہ نفس کو ایک ہی تحریمہ پر
دیر تک [illegible] شامی نے خیر الدین رملی سے نقل کیا کہ افضل یہ ہے کہ ہر شفعہ پر سلام پھیرا جاوے [illegible] المؤکدۃ [illegible] المستحب [illegible] بتسلیمۃ [illegible] الکمال [illegible]

شمار کیجاویگی سنت موکدہ مستحب سے اور ادا کیجاویگی دونون ایک سلام سے کمال نے پسند کیا ہے کہ ابن ہمام کمال الدین نے فتح القدیر مین ذکر کیا ہے کہ چار رکعتین جو بعد ظہر کے پڑھی جاتی ہین
کے مستحب ہین اسمین اختلاف ہے کہ وہ چارون جداگانہ مستحب ہین سوا دو رکعت سنت موکدہ کے یا انکے ساتھ شمار کیجاتی ہین پھر اگر مع سنت موکدہ کے ملکر چار شمار
ہوتی ہین تو انکے ساتھ ایک ہی سلام مین ادا ہو جاتی ہین یا نہین تو اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ ایک سلام سے دونون ادا نہونگی اور خود کمال الدین نے یہ اختیار کیا ہے کہ جب نمازی
چار رکعتین ایک سلام خواہ دو سے پڑھیگا تو وہ سنت موکدہ اور مستحب دونون سے کافی ہونگی کذا فی الشامی وحرر اباحۃ رکعتین خفیفتین قبل المغرب واقرہ فی البحر والمصنف اور
کمال الدین نے نہایت عمدہ تنقیح کے ساتھ ثابت کیا ہے مباح ہونا دو ہلکی سی رکعتون کا مغرب سے پیشتر اور ثابت رکھا ہے اسکو بحرالرائق مین اور مصنف نے بھی حاصل تقریر کمال کا یہ ہے
کہ قبل مغرب کے دو رکعتین نہ مستحب ہین نہ مکروہ بلکہ اختصار کے ساتھ اگر پڑھی جائین تو مباح ہین کذا فی الشامی ملتقطا والسنن اکدھا سنۃ الفجر اتفاقا ثم الاربع قبل الظہر

فی الاصح لحدیث من ترکہا لم تنلہ شفاعتی ثم الکل سواء اور سنتون مین موکد زیادہ فجر کی سنتین ہین بالاتفاق پھر چار ظہر کے پہلے کی صحیح تر قول مین بسبب اس حدیث کے کہ جو کوئی
ظہر کی سنتون کو چھوڑ دیگا نہین پہنچیگی اسکو میری شفاعت پھر سب سنتین برابر ہین ہم فجر کی سنتین زیادہ موکد اسلیے ہوئین کہ صحیحین مین حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کسی نفل نماز کی اتنی خبرگیری نفرماتے جتنی فجر کی دو رکعتون کی فرماتے کذا فی الشامی طحطاوی نے کہا کہ عدم شفاعت سے مراد غالبًا شفاعت خاص ہے جو زیادتی
درجات کے لیے ہوگی ورنہ شفاعت عظمی تو سبکے لیے عام ہوگی وقیل لوجوبہا فلا تجوز صلوتہا قاعدا ولا راکبا اتفاقا بلا عذر علی الاصح اور بعض فقہاء نے سنت فجر کے
واجب ہونیکو کہا ہے تو نہین جائز ہے پڑھنا اسکا بیٹھکر اور سواری کی حالت مین بالاتفاق بدون عذر کے صحیح تر قول کے بموجب ہم واجب ہونیکی صورت مین بیٹھکر اور سواری پر ناجائز
ہونا ظاہر ہے اور سنت موکدہ کہنے کی صورت مین اسلیے ناجائز ہے کہ یہ سنتین ہم پلہ واجب ہین کذا فی الطحطاوی ولا یجوز ترکہا لعالم صار مرجعا فی الفتاوی بخلاف
باقی السنن فلہ ترکہا لحاجۃ الناس الیہ فتواہ اور نہین جائز ہے چھوڑنا فجر کی سنتون کا اس عالم کو جسکے پاس سب لوگ فتوی پوچھنے آتے ہون بخلاف باقی سنتون کے
کہ اسکو انکا ترک کرنا درست ہے بسبب حاجت لوگونکے اسکے فتوی کیطرف ہم شامی نے کہا کہ اسکے معنی یہ ہین کہ فتوی دینے کی حالت مین لوگونکے ہجوم کے باعث اور سنتونکو
ترک کر دے اور بعد فراغت پانیکے پڑھ لے جیسے جماعت کے فوت ہونیکے خوف سے ترک درست ہے ویخشی الکفر علی منکرہا اور خوف کفر ہے سنت فجر کے منکر پر یعنی جو کوئی
شروعیت کا منکر ہو بوجہ کسی شبہہ یا تاویل کے ورنہ قطعًا کافر ہوگا کہ جس چیز پر اجماع ہے اسکا منکر ہونا کفر ہے کذا فی الشامی وتقضی اذا فاتت معہ بخلاف الباقی اور سنت فجر
قضا پڑھی جائے جبکہ فوت ہوگئی ہون فرض کے ساتھ بخلاف باقی سنتونکے کہ انکی قضا نہین ہم شامی نے کہا کہ وقت قضا ان سنتونکا زوال سے پیشتر ہے تو بعد زوال قضا نہ پڑھی
جائین اگرچہ فرض کے ساتھ ہون اور اگر تنہا فوت ہوئی ہون تو طلوع آفتاب سے پیشتر انکی قضا نچاہیے ولو صلی رکعتین منفردا مع ظن ان الفجر لم یطلع فاذا ہو طالع او صلی اربعا

فوقع رکعتان بعد طلوعہ لا تجزیہ عن رکعتیہا علی الاصح تجنیس لان السنۃ ما واظب علیہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم تحریمۃ مبتداۃ اور اگر نماز پڑھی دو رکعتین نفل اس گمان سے کہ فجر نہین
طلوع ہوئی پھر دیکھا تو صبح ہو گئی یا نماز پڑھی چار رکعتین اور دو رکعتین بعد آفتاب نکلنے کے ہوئین تو اسکو دو رکعتون سے فجر کی سنتون کی کافی نہونگی قول اصح پر کذا
فی التجنیس اسلیے کہ سنت وہ ہے جسپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جدا تحریمہ سے مواظبت فرمائی ہے ہم حوالہ تجنیس کا صرف متعلق دوسرے مسئلے سے ہے اور مسئلہ اول
خلاصہ مین مذکور ہے اور علامہ شارح نے دوسرے مسئلہ کی بیان کی ہے اور تجنیس مین پہلے مسئلہ مین سنت فجر سے کافی ہونا لکھا ہے اور نہر الفائق مین اسکی وجہ بیان کیا ہے

کذا فی الشامی وتکرہ الزیادۃ علی اربع فی نفل النہار وعلی ثمان لیلا بتسلیمۃ لانہ لم یرد والافضل فیہما الرباع بتسلیمۃ وقالا فی اللیل المثنی افضل قیل وبہ یفتی
اور مکروہ ہے زیادہ پڑھنا چار رکعتون سے ایک سلام مین دن کی نفلون کو اور آٹھ سے زیادہ رات کی نفلون کو اسلیے کہ اس قدر سے زیادہ حدیث مین وارد نہین
اور افضل رات دن دونون مین چار چار رکعتون کا پڑھنا ہے ایک سلام سے اور صاحبین نے فرمایا کہ دو دو کا پڑھنا افضل ہے کہتے ہین کہ فتوی صاحبین کے قول پر
ہے ہم اس فتوی کو معراج مین عیون کیطرف منسوب کیا ہے اور نہر الفائق مین علامہ قاسم کے قول سے امام کے قول کو ترجیح دی ہے کذا فی الشامی مختصرا ولا یصلی علی
النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی القعدۃ الاولی فی الاربع قبل الظہر والجمعۃ وبعدہا ولو صلی ناسیا فعلیہ السہو وقیل لا شمنی اور درود نہ پڑھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

تو بہ ہو لیکن بہتر وہ ہے کہ پچھلی چار سنتوں میں اور جمعہ کے بعد کی چار میں اور اگر جمعہ کے بعد دو پڑھے تو پڑھے ... ومن صححہ ...
الدر فی الاشمی مع شامی نے کہا کہ جمعہ کے بعد چار رکعتوں میں صرف ... حدیث سجود کا لازم ... نہیں کیونکہ ... اور سنتوں ... علیہ ...
... فتح اذا قام الی الثالثۃ ... الا ما اکد ... اشبہت الفریضۃ اور جب تیسری رکعت کے لیے ان سنتوں ... کھڑا ہو ...
سبحانک اللھم ... واسطے کہ ... واجب ... فرض کے مشابہ ہو گئی ہیں ... السراج ...
... وقیل لا یأتی ... القنیہ اور باقی نوافل چار رکعت والی نہیں ...
... اگرچہ ... نماز ... ہوا اسلیے کہ ... نوافل کا ... اور بعض ... کہتے ہیں کہ سب ... نہیں ...
اس قول کو ... اسواسطے شامل کیا کہ اسکا وجوب ما قبل ... وہ بھی نفل ہے کذا فی ... الرکوع والسجود ... طول القیام
لما فی المجتبی ... النہر ... رکوع اور دیر تک سجدہ کرنا زیادہ اچھا ہے بہ نسبت بہت قیام کرنے کے چنانچہ مجتبی میں ہے اور
تحقیق ... بحر الرائق میں ... اعتراض کیا ہے ... قیام ... طول کی خوبی اس
باعث سے ہے کہ اس میں قراءت ... اگرچہ تمام قرآن کو ... فرض ہو گی بخلاف رکوع اور سجدہ کی تسبیحوں کے دوسری وجہ یہ ہے
کہ قراءت ... فضیلت میں ... تیسری وجہ یہ ہے کہ موضوع مسئلہ کا نماز نفل ہے اور اسکی سب رکعتوں میں قراءت واجب ہے کذا فی الشامی ...
عن المعراج ... ہذا قول محمد ... مذہب الامام افضلیۃ القیام ... البدائع قلت ... المجتبی ... اور صاحب نہر الفائق نے ...
نقل کیا کہ کثرت رکوع و سجود کا افضل ہونا قول ہے امام محمد کا اور ... مذہب امام کا افضل ہونا قیام کا ہے اور تصحیح کی ہے اسکی بدائع میں ...
و کیا ہے ... اپنے نسخہ میں منسوب امام محمد ... پس ... نسخہ ... اور مجتبی ... واقع ہوا ہے ...
قیام الآخر ... افضل کا القاری ... زیادہ قیام کرنا افضل ہے ... قاری کے اسکا حکم ... میں نے دیکھا امام شیخ ... محشی نے کہا کہ ... حکم
قاری ہے تو اسکا قیام ... افضل ہے ... تحیۃ رب المسجد ... رکعتان ... ادا الفرض ... وغیرہ ...
ہو تحیۃ المسجد یعنی تحفہ رب مسجد کے لیے اور وہ دو رکعتیں ہیں اور پڑھنا نماز فرض کا یا غیر فرض کا اور ... داخل ہونا نمازی کا مسجد میں فرض کی نیت سے ...
مقام ہو جاتا ہے تحیۃ المسجد کے بدون نیت کے ... رب کی قید اسلیے لگائی کہ تحفہ دینے کے قابل صاحب خانہ ہوتا ہے نہ مکان تو معلوم ہوا کہ تحیۃ المسجد بحذف مضاف
ہے کذا فی ... ولا تسقط بالجلوس عند ... اور ... ہر آدمی کو ہر روز کے لیے ایک بار تحیۃ المسجد پڑھنا یعنی جب کسی بار سے مسجد میں جا بیٹھے
تو تحیۃ المسجد ایک بار اول ... میں یا اور کسی مرتبہ میں پڑھ لے اور ساقط نہیں ہوتا تحیۃ المسجد مسجد میں بیٹھنے سے ہمارے نزدیک کذا فی البحر اور یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ
جب کوئی مسجد میں آوے تو نہ بیٹھے یہانتک کہ دو رکعتیں پڑھے تو یہ بیان امر بہتر کا ہے کیونکہ ابن حبان کی حدیث میں وارد ہے کہ آپ نے ابوذر کو فرمایا کہ تحیۃ المسجد
دو رکعتیں ہیں ... انکو پڑھ لے کذا فی الشامی قلت وفی الضیاء عن القوت من لم یتمکن ... الحدث او غیرہ فیقول ... الکلمات ... الاربع ...
اور ضیاء معنوی میں قوت القلوب سے منقول ہے کہ جو شخص قادر نہ ہو تحیۃ المسجد پر بسبب وضو نہ ہونے یا کسی اور عذر کے ... مستحب ہے ... چار تسبیحوں کا ... یعنی
سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کو چار بار کہنا مستحب ہے اگر کسی وجہ سے تحیۃ المسجد نہ پڑھ سکے ولو تکلم بین السنۃ والفرض لا یسقطہا ولکن ینقص ثوابہا
وقیل تسقط وکذا کل عمل ینافی التحریمۃ علی الاصح قنیہ اور اگر کلام کیا درمیان سنت اور فرض کے خواہ سنتیں فرض سے پہلے کی ہیں یا پیچھے کی تو بولنا ساقط نہیں
کرتا سنت کو مگر سنتوں کا ثواب کم کر دیتا ہے اور بعض فقہا نے کہا کہ سنتیں ساقط ہو جاتی ہیں یعنی انکو دوبارہ پڑھے اگر پہلے کی سنتیں ہوں کذا فی ... ہر عمل جو
تحریمہ کے خلاف ہے ... قول کے بموجب ساقط نہیں کرتا سنت کو ... ثواب کم کر دیتا ہے کذا فی القنیہ وفی الخلاصۃ لو اشتغل ببیع او شراء او اکل اعادہا ...

اور خلاصہ مین ہی کہ اگر مشغول ہوا بیع یا شرا یا کھانے مین تو سنتون کو پھر سے پڑھے اور اگر مشغول ہوا ایک لقمہ یا ایک گھونٹ مین تو سنتین باطل نہونگی ولو جیء بطعام
ان خاف ذہاب حلاوتہ او بعضہا تناولہ ثم سنن الا اذا خاف فوت الوقت اور اگر کھانا لایا گیا تو اگر نمازی خوف کرے دور ہونے اسکے مزہ کا یا کچھ
لذت جاتی رہنے کا تو اسکو کھالے پھر سنتین پڑھے مگر جبکہ ڈرے وقت کے جاتے رہنے سے تو اول سنتین پڑھے پھر کھانا کھاوے ہم کہتے ہین عمل مخالف
نماز کی جہت سے سنتون کو ساقط نہین کرتا چنانچہ کھانے کا بے مزہ ہوجانا بھی عذر ہے تو اسکے لیے سنتون کو تاخیر کرسکتا ہے ولو آخرہا لآخر الوقت لا تکون سنۃ
وقیل تکون اور اگر سنتون کو موخر کیا آخر وقت تک تو وہ سنتین نہونگی اور ایک قول یہ ہے کہ سنتین ہوجائینگی ہم شامی نے کہا کہ قول آخر ہی صحیح ہے اسلیے کہ پہلا
قول بنی ہے اسپر کہ عمل مخالف کرنیسے سنتین ساقط ہوجاتی ہین اور اصح یہی ہے کہ ساقط نہین ہوتین فرع سے مسائل لمحقہ شارح کے الاسفار بسنۃ الفجر افضل وقیل لا خوب چاندنی مین
پڑھنا سنت فجر کا افضل ہے اور ایک قول یہ ہے کہ خوب روشنی مین پڑھنا افضل نہین بلکہ اول وقت پڑھنا افضل ہے ہم شامی نے کہا کہ موید قول ثانی کا بحر الرائق کا قول ہے خلاصہ سے
منقول ہے کہ فجر کی سنتین تین امر مین مخصوص ہین اول سورہ کافرون اور اخلاص کا پڑھنا دوم انکو اول وقت مین پڑھنا سوم اپنے گھر پر یا مسجد کے دروازہ پر پڑھنا اور
حدیث سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے چنانچہ حضرت عائشہ رض سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب آپکو فجر معلوم ہوتی تھی تو اٹھکر دو رکعتین ہلکی سی پڑھتے پھر
داہنی کروٹ پر لیٹ رہتے یہانتک کہ موذن تکبیر کے لیے آپکی خدمت مین آتا اسوقت آپ باہر نکلتے رواہ الشیخان نذر السنن واتی بالمنذور فہو السنۃ وقیل لا نذر کیا سنتونکو پھر ادا
کیا نذر کی نماز کو تو وہ سنت ہی ہوگی اور بعض فقہا نے کہا کہ سنت نہوگی ہم نہر الفائق مین کہا کہ نذر کے سبب سے اسکا سنت ہونا جاتا رہیگا جیسے کوئی مثلاً ظہر کی سنتونکی نیت کرکے
توڑ دے پھر انکو دوبارہ پڑھے تو وہ سنت ہی رہینگی گو توڑنے سے وجوب کا وصف زائد ہوجائیگا اسیطرح یہان وجوب نذر کے سبب سے ہوا ہے اصلی واجب نہین کہ سنت نرہین اراد
النوافل ینبغی نعم اصلیہا وقیل لا ارادہ کیا نوافل کا تو انکو نذر کرنے پھر پڑھنے اور ایک قول یہ ہے کہ نذر نکرے ہم نفل کی قید سے معلوم ہوا کہ سنتونکو نذر نکرے اور وجہ نذر کرنیکی یہ ہے کہ نفلین
جب نذر کی نماز ہوجائینگی تو انکے پڑھنے سے واجب کا ثواب ملیگا اور قول راجح یہ ہے کہ نذر نکرے اسلیے کہ نذر کے سبب سے عبادتین ثقیل ہونگی اور نفس پر شاق ہونا پایا جائیگا علاوہ اسکے مسلم کی
حدیث مین نذر سے نہی وارد ہے کذا فی الشامی مختصرا ترک السنن ان راہا حقا اثم والا کفر ترک کیا سنتونکو اگر انکو حق سمجھتا ہے تب تو ترک سے گناہگار ہوگا ورنہ کافر ہوجائیگا یعنی حقارت کی
وجہ سے والافضل فی النفل غیر التراویح المنزل الا لخوف شغل عنہا والاصح افضلیۃ ما کان اخشع واخلص اور نماز نفل مین سوا تراویح کے بہتر ہے مکان پر پڑھنا مگر بوجہ مشغول ہوجانے
کے انسے اور صحیح تر قول افضل ہونا اس صورت کا جسمین خشوع اور اخلاص زیادہ ہو ہم وجہ مکان پر بہتر ہونیکی یہ ہے کہ صحیحین مین مروی ہے کہ بہتر نماز آدمی کی اسکے گھر مین ہے سوا
فرض نماز کے تو اسکی رعایت پر ضرور ہے ہان جسوقت خوف ہو کہ گھر پر اور کامون مین لگ جائیگا اور سنتین یا نفل چھوٹ جائینگی تو اس صورت مین بہتر ہے کہ مسجد مین پڑھے اور اصح یہ ہے
کہ خشوع واخلاص اگر مسجد مین زیادہ ہوتا ہو تو وہان پڑھے ورنہ گھر پر پڑھے اور تراویح کو اسلیے استثنا کیا کہ وہ جماعت سے پڑھی جاتی ہین اور جماعت مسجد مین ہوتی ہے اسیطرح تحیۃ المسجد
اور نماز سورج گہن کی اور نوافل اعتکاف والیکی اس حکم سے مستثنی ہین کذا فی الشامی وندب رکعتان بعد الوضوء یعنی قبل الجفاف کما فی الشرنبلالیۃ عن المواہب اور مستحب
ہین دو رکعتین بعد وضو کے یعنی قبل اعضا کے خشک ہونے کے چنانچہ شرنبلالیہ مین ہے مواہب سے ہم اور مثل وضو کے غسل کے بعد بھی دوگانہ مستحب ہے کذا فی الطحطاوی اور
تحیۃ الوضوء مین بھی سورہ کافرون اور اخلاص مستحب ہے کذا فی الشامی وندب اربع فصاعدا فی الضحی علی الصحیح من بعد الطلوع الی الزوال ووقتہا المختار بعد ربع النہار
اور مستحب ہین چار رکعتین اور چار سے زیادہ چاشت مین قول صحیح پر طلوع کے بعد سے زوال تک اور اسکا وقت مختار یعنے افضل پہر دن چڑھے کے بعد ہے وفی المنیۃ اقلہا رکعتان
واکثرہا اثنا عشر واوسطہا ثمان وہو افضلہا کما فی الذخائر الاشرفیۃ لثبوتہ بفعلہ وقولہ علیہ الصلوۃ والسلام واما اکثرہا فبقولہ فقط اور منیہ مین ہے کہ کمتر نماز چاشت دو رکعتین
ہین چنانچہ بخاری مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ کو ان دو رکعتونکی وصیت کی کذا فی الشامی اور زیادہ رکعتین چاشت کی بارہ ہین چنانچہ ترمذی اور
نسائی مین بسند ضعیف مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی بارہ رکعتین پڑھیگا اسکے لیے اللہ تعالی جنت مین سونیکا محل تیار کریگا کذا فی الشامی اور اوسط
رکعتین چاشت کی آٹھ ہین اور وہی افضل ہین جیسا کہ ابن الشحنہ کے ذخائر اشرفیہ مین ہے بسبب ثابت ہونے آٹھ رکعتون کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل

[illegible] اور [illegible] سے [illegible] ہے [illegible]

[illegible] ہے [illegible] اس صورت میں [illegible]

[illegible] میں [illegible]

[illegible] سے [illegible]

[illegible] ایک سلام سے [illegible]

[illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

[illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

[illegible]

[illegible] اکثر رکعتیں [illegible] بیان [illegible]

اگر رات کے تین حصہ کرے تو بیچ کا حصہ [illegible] افضل ہے اور اگر [illegible] آدھی شب افضل ہے [illegible] جاننا چاہیئے کہ نماز تہجد [illegible] افضل ہے

افضل ہے اور اسکی فضیلت [illegible] فرض کے نماز تہجد ہے پھر اسمیں اختلاف ہے کہ نماز تہجد [illegible]

یا سنت کیونکہ قولی دلیل [illegible] معلوم ہوا [illegible] اسکی [illegible] سے معلوم ہوتی ہے [illegible]

گفتگو کے [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] فرض [illegible] معلوم ہوتا ہے [illegible] حنفیہ میں [illegible]

اسکی رکعتوں کی تعداد میں اختلاف ہے [illegible] کوئی رات سے جاگے اور اپنی گھر والی کو جگادے [illegible] دو رکعتیں پڑھیں

تو وہ دونوں اللہ کے بہت ذکر کرنے والوں میں لکھے جاتے ہیں [illegible] ابو داؤد کی حدیث میں معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کا [illegible] رکعتیں [illegible] اور زیادہ [illegible] رکعتیں [illegible] اس صورت میں [illegible]

[illegible] رکعتیں ہیں اور [illegible] اور اکثر [illegible] ایک تہائی شب کی جاگے اور دو تہائی سووے تو چاہیئے کہ بیچ کی تہائی میں

جاگے اور اگر نصف شب جاگے تو آخر نصف میں جاگے اور بہتر یہ ہے کہ رات کے چھ حصہ کرکے پہلے تین حصہ میں سووے اور چوتھے اور پانچویں میں جاگے اور

چھٹے میں سووے کیونکہ [illegible] اللہ تعالیٰ کو سب نمازوں سے محبوب [illegible] داؤد کی نماز ہو کہ وہ آدھی رات سوتے پھر تہائی رات جاگتے پھر چھٹا حصہ

سوتے [illegible] کل عبادة لم الليل [illegible] مستحب ہے

عید فطر اور عید قربان کی [illegible] شب [illegible] رمضان المبارک کا اور دس راتوں [illegible]

اور [illegible] راتوں میں عبادت [illegible] تمام شب یا اکثر شب عبادت [illegible] نماز نفل پڑھے یا تلاوت قرآن کرے یا ذکر

تسبیح اور درود [illegible] نماز جماعت سے پڑھنے [illegible]

بیداری کا ثواب [illegible] استخارہ [illegible] جب کوئی امر پیش آوے [illegible]

[illegible] رکعتیں نفل پڑھے [illegible] اس دعا کے اول آخر میں حمد و صلوة [illegible]

اور بہتر ہے کہ اول رکعت میں سورة [illegible] پڑھے اور دوسری میں اخلاص [illegible] رکعت میں [illegible]

[illegible]

کوئی بھی تجھ سے سوال کرے اور توفیق ہدایت والوں کی اور اعمال یقین والوں کی اور خلوص توبہ والوں کا اور جلد جدوجہد والوں کا اور کوشش خوف والوں کی اور طلب رغبت والوں کی اور عبادت پرہیزگاروں کی اور معرفت اہل علم کی یہاں تک کہ میں تجھ سے ڈروں الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ایسے خوف کا جو مجھ کو تیری نافرمانی سے روکے تا کہ میں عمل کروں تیری اطاعت کے سبب سے وہ کام جس کا میں مستحق ہوں تیری خوشنودی کا اور تا کہ میں خلوص کروں

لہ دعاء استخارہ کے بعد با طہارت قبلہ رخ سو رہے پس اگر خواب میں سفیدی یا سبزی دیکھے تو اس کام کو کرے کہ اچھا ہے اور اگر سیاہی یا سرخی دیکھے تو نہ کرے کہ برا ہے کذا فی الشامی

و اربع صلوٰۃ التسبیح بثلثمائۃ تسبیحۃ و فضلھا عظیم اور مستحب ہیں چار رکعتیں صلوٰۃ التسبیح کی تین سو تسبیح کے ساتھہ اور ثواب اسکا بہت ہے ہم صلوٰۃ التسبیح کے پڑھنے کے دو طور احادیث سے ثابت ہیں اول جو ترمذی میں بروایت عبد اللہ بن مبارک مروی ہے یہ ہے کہ قبل الحمد کے پندرہ بار سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہے اور بعد سورہ ملانیکے دس بار پھر رکوع میں دس بار پھر قومہ میں دس بار پھر سجدہ میں دس بار پھر جلسہ میں دس بار پھر دوسرے سجدہ میں دس بار اسیطرح چاروں رکعتوں میں پچہتر پچہتر بار پڑھے کل تین سو دفعہ ہو جائینگے اور حضرت ابن عباس سے اسطرح مروی ہے کہ الحمد سورہ کے بعد پندرہ بار رکوع میں دس بار قومہ میں دس بار سجدہ اول اور جلسہ اور سجدہ دوم میں دس دس بار بعد سجدہ دوم کے دس بار کہکر دوسرے رکعت کو اٹھے پس دونوں طور میں اتنا فرق ہے کہ اول میں صرف قیام میں پچیس بار کہنا ہوتا ہے پندرہ بار قرات سے پیشتر اور دس بار قرات کے بعد اور دوسرے میں قیام میں پندرہ بار بعد قرات کے ہے اور دس بار بعد سجدہ دوم کے اور چونکہ حنفی بعد سجدہ دوم کے بیٹھنا مکروہ کہتے ہیں اسلیے شرح منیہ اور قنیہ میں اول ہی روایت کو اختیار کیا ہے کہ اسمیں حاجت دوسرے سجدہ کی بعد جلسہ کے نہیں پڑتی مگر جب معلوم ہو گیا کہ دونوں طور حدیث سے ثابت ہیں تو مناسب یہ ہے کہ کبھی اسطرح پڑھے کبھی اسطرح اب کئی باتیں اور قابل سننے کے ہیں اول یہ کہ حضرت ابن عباس سے سوال ہوا کہ اس نماز کے لیے کچھ سورتیں معین ہیں آپ کو معلوم ہیں تو فرمایا کہ اول میں الہاکم التکاثر دوسری میں سورہ عصر تیسری میں کافرون چوتھی میں اخلاص دوم یہ کہ اس نماز کا وقت کوئی نہیں سوا اوقات مکروہہ کے جب چاہے پڑھے لیکن فتاوی عالمگیری میں مضمرات سے نقل کیا ہے کہ ظہر سے پیشتر پڑھے سوم اس نماز میں اگر سہو ہو جاوے تو سجدہ سہو کے بعد پھر تسبیح کا پڑھنا ضرور نہیں ہاں اگر کسی جگہ خود تسبیح کو بھول جاوے تو دوسرے ہی رکن میں اسکو پڑھ لے مثلا رکوع میں بھول جاوے تو قومہ میں نہ پڑھے کہ چھوٹا رکن ہے بلکہ سجدہ اول میں بیس بار پڑھ لے تا کہ شمار ہر رکعت میں پچہتر ہو جاوے چہارم یہ کہ رکوع اور سجدہ میں اول سبحان ربی العظیم اور سبحان ربی الاعلیٰ کہے اسکے بعد اسکی تسبیح پڑھے پنجم یہ کہ شمار تسبیحات کا انگلیوں پر نہ کرے بلکہ دل میں گنتا جاوے یا انگلی کی پوروں کو دباتا جاوے ششم اس نماز کی التحیات کے بعد قبل سلام کے یہ دعا پڑھے (اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ تَوْفِیْقَ اَھْلِ الْھُدٰی وَ اَعْمَالَ اَھْلِ الْیَقِیْنِ وَ مُنَاصَحَۃَ اَھْلِ التَّوْبَۃِ وَ عَزْمَ اَھْلِ الصَّبْرِ وَ جِدَّ اَھْلِ الْخَشْیَۃِ وَ طَلَبَ اَھْلِ الرَّغْبَۃِ وَ تَعَبُّدَ اَھْلِ الْوَرَعِ وَ عِرْفَانَ اَھْلِ الْعِلْمِ حَتّٰی اَخَافَکَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مَخَافَۃً تَحْجُزُنِیْ عَنْ مَعَاصِیْکَ حَتّٰی اَعْمَلَ بِطَاعَتِکَ عَمَلًا اَسْتَحِقُّ بِہٖ رِضَاکَ وَ حَتّٰی اُنَاصِحَکَ بِالتَّوْبَۃِ خَوْفًا مِّنْکَ وَ حَتّٰی اُخْلِصَ لَکَ النَّصِیْحَۃَ حُبًّا لَّکَ وَ حَتّٰی اَتَوَکَّلَ عَلَیْکَ فِی الْاُمُوْرِ حُسْنَ ظَنٍّ بِکَ سُبْحَانَ خَالِقِ النُّوْرِ) ہفتم اسکی تسبیح میں (ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) بھی ملا لینا چاہیے کہ اس سے ثواب بہت ہوتا ہے ہشتم اسکے حدیث میں اگرچہ بعض طرق ضعیف ہیں مگر کثرت طرق سے درجہ حسن کو پہونچ گئی ہے اور بہت صحابہ نے اسکو روایت کیا ہے نہم شارح نے جو کہا کہ اسکا ثواب بہت ہے یہ اسوجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس کو فرمایا کہ اگر تم اسکو پڑھوگے تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ پہلے اور پچھلے اور پرانے اور نئے دانستہ اور نادانستہ چھوٹے اور بڑے پوشیدہ اور ظاہر سب بخش دیگا اور آخر کو فرمایا کہ اگر تمہارے گناہ کف سمندر کے برابر ہونگے تو اللہ تعالیٰ معاف فرمائیگا کذا فی الشامی ۱۲ مصرف و اربع صلوٰۃ الحاجۃ و قیل رکعتان و فی الحاوی اثنا عشر

بسلام واحد و بسطناہ فے الخزائن اور مستحب ہیں چار رکعتیں نماز حاجت کی اور ایک قول یہ ہے کہ دو رکعتیں ہیں اور حاوی میں ہے کہ وہ بارہ رکعتیں ہیں ایک سلام سے اور مشرح بیان کیا ہے ہمنے اسکو خزائن الاسرار میں ہم تجنیس اور ملتقط اور خزانۃ الفتاوے وغیرہ میں نماز حاجت کی چار رکعتیں لکھی ہیں بلکہ تجنیس میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ انکو بعد عشا کے پڑھے اور اول رکعت میں بعد الحمد کے آیۃ الکرسی تین بار اور باقی رکعتوں میں الحمد اور اخلاص اور معوذتین ایک ایک بار پڑھے اور اس باب میں ایک حدیث مرفوع نقل کی ہے اور شرح منیہ میں مذکور ہے کہ نماز حاجت کی دو رکعتیں ہیں چنانچہ ترمذی میں عبد اللہ بن ابی اوفیٰ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسکو کوئی حاجت خدا تعالیٰ یا کسی بندہ سے ہو تو چاہیے کہ اچھی طرح وضو کرے پھر دوگانہ نماز پڑھے پھر اللہ تعالیٰ کی ثنا کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے پھر یہ دعا کرے (لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَسْئَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ وَ عَزَائِمَ مَغْفِرَتِکَ وَ الْغَنِیْمَۃَ مِنْ کُلِّ بِرٍّ وَ السَّلَامَۃَ مِنْ کُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِیْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَہٗ وَ لَا ھَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَہٗ وَ لَا حَاجَۃً ھِیَ لَکَ رِضًا اِلَّا قَضَیْتَھَا یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ

[illegible] بی جماعت ہی [illegible] اگر کوئی [illegible] [illegible]

[illegible] نماز کی حاجت مجبوری کے لیے [illegible] رکعتوں کی [illegible]

[illegible] واجب نہیں [illegible] قرأت فرض ہے [illegible] رکعتوں میں کوئی سی دو ہوں [illegible] پڑھیں [illegible]

واجب ہے [illegible] جیسے فرض [illegible] سے [illegible] کیونکہ فرض [illegible]

[illegible] جن میں اول دو رکعتوں میں فرض [illegible] بیان کیا ہے کذا فی الشامی وکل النفل [illegible]

[illegible] نماز نفل کی ہر رکعت میں [illegible] اسلیے کہ نفل کا ہر شفعہ علیحدہ نماز ہے لیکن [illegible]

[illegible] سوکہ [illegible] پس [illegible] پہلے [illegible] قعدہ اولی [illegible] اور تیسری رکعت میں [illegible]

[illegible] شارح نے پہلے لکھا ہے کہ سنن [illegible] سب [illegible] فرض میں تو انہیں دونوں [illegible] کی قرأت کا فرض [illegible] ہر رکعت میں نفل ہونیکے سبب ہے

[illegible] پڑھا [illegible] بسبب مشابہت فرض کے کذا فی الشامی وکل [illegible] اور فرض عملی [illegible] قرأت وتر کی ہر رکعت میں احتیاطاً [illegible]

[illegible] ولزم النفل شرع فیہ بتکبیرۃ الاحرام او بقیام الثالثۃ [illegible] قصداً [illegible] لازم ہو جاتی ہے وہ نفل جسکو شروع کیا ہو تکبیر تحریمہ [illegible] ایک دوگانہ پورا کر کے تیسری [illegible]

[illegible] شروع کیا ہو صحیح طور پر [illegible] صحیح شروع سے وہ صورت [illegible] جسمیں شروع فاسد ہو جیسے [illegible] عورت کے پیچھے شروع کرنا اور قصداً [illegible]

[illegible] گمان سے کیا ہو [illegible] گمان سے کہ میرے ذمہ فرض ظہر [illegible] فرض کی [illegible] ادا [illegible] تو یہ نماز نفل ہو جائیں [illegible]

کذا فی الشامی حاصل یہ کہ شروع صحیح قصداً کے بعد اگر نماز فاسد ہو جائیگی تو اسکی قضا لازم ہوگی [illegible]

[illegible] لیکن قضا لازم نہوگی جبکہ شروع کیا النفل [illegible] فرض [illegible] نفل کو توڑ کر [illegible] فرض کی نیت سے [illegible]

کی نیت سے اقتدا کیا امام [illegible] کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص [illegible] فرض ظہر [illegible] امام [illegible] نفل [illegible] تو نفل کو توڑ کر

فرض ظہر کی نیت سے اقتدا کر لیا تو اس نفل کی قضا لازم نہوگی [illegible] فرض کے [illegible] نفل کو توڑ کر دوسری نفل سے اقتدا [illegible] لازم نہوگی [illegible]

[illegible] امام کے ساتھ [illegible] دونوں صورتوں میں حاصل ہے کذا فی الشامی [illegible] قضا لازم نہوگی جبکہ اقتدا کرے [illegible]

ایک شخص نے [illegible] کی فرض [illegible] گمان سے کہ [illegible] نہیں پڑھی [illegible] ایک اور شخص نے [illegible] نفل [illegible] اسکے ذمہ نہیں اور نماز کو توڑ دیا

تو اسپر قضا [illegible] مقتدی پر [illegible] بحر الرائق میں [illegible] مقتدی [illegible] اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں [illegible] قضا لازم [illegible]

[illegible] عورت یا بے وضو کے [illegible] شروع نماز کا صحیح نہیں [illegible] ابو السعود [illegible] وجوب قضا [illegible] شروع صحیح ہوا [illegible]

[illegible] نماز فاسد ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی [illegible] المختار [illegible] مقتدی [illegible] امام [illegible] فاسد کر دے

تب قضا لازم نہوگی اور اگر مقتدی نے نماز کا توڑ [illegible] تو اسکو قضا لازم ہوگی [illegible] صورت [illegible] متعلق [illegible]

[illegible] نماز [illegible] دغیرہ کے پیچھے اقتدا سے متعلق نہیں کذا فی الشامی [illegible] شروع سے لازم ہو جاتی ہے [illegible]

[illegible] طلوع آفتاب [illegible] ظاہر روایت [illegible] اعظم [illegible] فان افسدہ حرم لقولہ تعالی ولا تبطلوا اعمالکم [illegible]

[illegible] نفل کو فاسد کر دینا تو حرام ہے [illegible] بسبب ارشاد خداوندی [illegible] اعمال کو [illegible]

سے فاسد کرنا حرام نہیں جیسے [illegible] شروع کرنا [illegible] فاسد کرنا اچھا ہے اور واجب ہے قضا اس نفل کی [illegible]

[illegible] نماز میں [illegible] اور نماز پڑھنے والی عورت [illegible] لازم [illegible]

خود فاسد کر دیگا تب بھی قضا واجب ہوگی کذا فی الشامی (ونعم ان ما وجب علی العبد باشرہ نوعان ما یجب بالقول وہو النذر ویسمی واجبا بالقول وہو الشروع فی النوافل کما
اور جاننا چاہیے کہ بندہ پر جو چیز اسکے لازم کر لینے سے واجب ہوتی ہے دو قسم پر ہے ایک وہ کہ قول سے واجب ہو تو وہ نذر ہے اسکا حکم آگے آئیگا دوسرا یہ کہ فعل سے
واجب ہو اور وہ شروع کرنا ہے نفلوں میں اور شاعر کا قول ان نوافل کو جمع کرتا ہے جو شروع کرنے سے واجب ہو جاتی ہیں (سبع من النوافل سبع تلزم الشارع اخذا
لذلک مما قالہ الشارع صوم صلوٰۃ طواف حجہ رابع عکوفہ عمرۃ احرامہ السابع) یعنی نفلوں میں سے سات ہیں جو شروع کرنیوالے کو لازم ہو جاتی ہیں یہ حاصل ہے اس
قول کا کہ فرمایا ہے اسکو شریعت مقرر کرنیوالے علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اول نماز نفل دوم روزہ نفل سوم طواف نفل چہارم حج نفل پنجم اعتکاف کرنا معتکف کا ششم عمرہ
نفل ہفتم احرام نفل ہے طواف شروع کرنے سے سات پھیرے پورے کرنے لازم ہونگے اور اعتکاف کی صورت اسوقت ہو سکتی ہے جب اسکی میعاد اقل ایکدن ہو یعنے جن
لوگوں کے نزدیک اعتکاف میں روزہ شرط ہے انکے نزدیک تمام دن اقل مدت ہوگا اور قول راجح یہ ہے کہ اعتکاف میں روزہ شرط نہیں تو اقل اعتکاف ایک ساعت ہے
اس صورت میں قضا لازم نہوگی کیونکہ شروع اعتکاف میں جسقدر دیر لگیگی اسیقدر سے اعتکاف ادا ہو جاویگا ہاں فتح القدیر میں ہے کہ عشرہ رمضان کا اعتکاف شروع
کرنے سے لازم ہو جاتا ہے تو اس مسئلہ کو اسپر محمول کر سکتے ہیں اور احرام کی صورت یہ ہے کہ بدون تعیین حج یا عمرہ کے احرام شروع کرے تو صحیح ہوگا اور لازم ہو جائیگا پھر
اسکو اختیار ہے کہ حج یا عمرہ میں سے جسکے لیے چاہے اسکو کرے کذا فی الشامی (وقضی رکعتین لو نوی اربعا غیر مؤکدۃ علی اختیار الحلبی وغیرہ و نقض فی خلال الشفع
الاول والثانی ای وتشہد للاول والا فیفسد الکل اتفاقا) اور قضا کرے دو رکعتیں اگر نیت چار رکعتوں غیر مؤکدہ کی کی ہو بموجب اختیار حلبی وغیرہ کے اور توڑ دے نماز کو
اول دوگانہ کے درمیان یا دوسرے کے شارح نے کہا کہ دوسرے میں توڑنے کی یہ شرط ہے کہ دوگانہ اول کا تشہد پڑھ لیا ہو یعنے بمقدار تشہد بیٹھ لیا ہو ورنہ دونوں دوگانے
فاسد ہو جاوینگے بالاتفاق اسلئے کہ دوگانہ اول اسوقت صحیح ہو کہ اسکا فاسد پایا جاتا کذا فی الشامی حلبی نے کہا کہ یہ حکم غیر مؤکدہ نفلوں کا ہے اور اگر مؤکد سنتوں میں سے چار رکعت
والی کی نیت کرکے اول یا دوم دوگانہ کو توڑ دیگا تو بالاتفاق چار رکعتیں قضا کرے کیونکہ وہ ایک ہی سلام سے مشروع ہیں اور انکے دونوں دوگانوں کو حکم ایک ہی نماز کا ہے
اور درمیان کی قید اسلیے لگائی کہ آخر قعدہ پر اگر توڑیگا تو کچھ لازم نہوگا (والاصل ان کل شفع صلوٰۃ الا بعارض اقتداء او نذر او ترک قعود اول) اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ہر دوگانہ
نفل کا نماز علیحدہ ہے مگر بسبب عارضہ اقتدا یا نذر یا چھوڑنے قعدہ اولی کے ہے یعنی ان تین صورتوں میں ہر دوگانہ جدا نہیں چاروں کا ایک حکم ہے اقتدا کی صورت یہ ہے کہ مثلاً ظہر کے
پڑھنے والے کے پیچھے نفل کی نیت کرکے توڑے تو چار رکعتیں قضا کرنی چاہییں کذا فی الشامی (کما یقضی رکعتین لو ترک القراءۃ فی شفعیہ او ترکہا فی الاول فقط او الثانی
او احدی رکعتی الثانی او احدی رکعتی الاول والاول واحد الثانی لا تتجیر لان الاول لما بطل لم یصح بناء الثانی علیہ فہذہ تسع صور) لزوم رکعتین جیسے دو رکعتیں
قضا کرے اگر قرأت ترک کرے نفل کے دونوں دوگانوں میں یا قرأت ترک کرے صرف اول کے دوگانہ میں یا دوسرے دوگانہ میں یا دوسرے کی ایک رکعت میں یا پہلے کی ایک
رکعت میں یا پہلے دوگانہ میں اور دوسرے کی ایک رکعت میں نہ اسکے سوا اور صورتوں میں ان صورتوں میں قضا رکعتین اسلئے ہوئی کہ اول دوگانہ جب باطل ہو گیا تو دوسرے
دوگانہ کا بنا کرنا اسپر درست نہوا پس یہ نو صورتیں ہیں دو رکعتوں کے لازم ہونیکی (وقضی اربعا فی ستۃ صور لو ترک القراءۃ فی احدی کل شفع او فی الثانی واحدی الاول
وبصورۃ القراءۃ فی الکل تبلغ ستۃ عشر) اور قضا کرے چار رکعتیں چھ صورتوں میں اگر ترک کرے قرأت کو ہر دوگانہ کی ایک ایک رکعت میں یا دوسرے دوگانہ میں مع ایک رکعت اول کے اور ہر رکعت
میں قرأت کی صورت ملانے سے سولہ صورتیں ہو جاتی ہیں ہم ان صورتوں کا نام مسائل ثمانیہ ہے جنمیں سے چند میں قضا دو رکعت کی لازم آتی ہے اور دو میں قضا چار کی چنانچہ ماتن نے تین
انکو ذکر کیا ہے مگر چھ صورتیں حقیقت میں بموجب تقسیم عقلی کے نو ہیں اور دو صورتیں پہلے کو جو دی ہیں اس حساب سے کل صورتیں پندرہ ہوئیں اور اگر چاروں رکعتوں میں قرأت پڑھنے
کی صورت بھی ملا لیجاوے تو سولہ ہونگی مگر اس صورت اخیر میں قضا لازم نہیں یعنی پندرہ ہی صورتیں ہیں اور مزید توضیح کے لیے ہم اسکا نقشہ لکھ دیتے ہیں چار رکعتوں کے
لیے چار خانہ مقرر کرکے قرأت کی جگہ ق اور ترک قرأت کی جگہ صفر رکھینگے اور ترتیب یہ رکھینگے جو شارح اور ماتن نے اختیار کی ہے اور باقی خانہ میں کیفیت لکھتے ہیں
کہ قضا دو کی چاہیے یا چار کی اور اسکی تفصیل شرح شامی میں ہے جو چاہے اسکو ملاحظہ کرے لیکن باقی الازم الفقید بیلیر وہ صورت باقی رہی جس میں نماز بے نقص ہے

رکعت اول	دوم	سوم	چہارم	کیفیت
۰	۰	۰	۰	دو رکعتیں لازم ہونگی
۰	۰	ق	ق	"

رکعت ۱	رکعت ۲	رکعت ۳	رکعت ۴	[illegible]
ق	ق	.	.	[illegible]
ق	ق	ق	.	"
ق	ق	.	ق	"
ق	.	ق	ق	"
.	ق	ق	ق	"
.	ق	ق	.	"
.	.	.	ق	"
ق	.	ق	.	[illegible]
.	ق	.	ق	"
ق	.	.	ق	"
.	ق	ق	.	"
ق	.	.	.	"
.	ق	.	.	"
ق	ق	ق	ق	جائز و صحیح ہوگی

اگر پہلی [illegible] صورت [illegible] ایک رکعت [illegible] قرأت [illegible]
[illegible] دوگانہ کو فاسد کردیا [illegible]
تیسری رکعت کے بیچ [illegible] صورت [illegible] پہلی دو [illegible] قرأت ترک کی [illegible]
چوتھا اور تیسری کے بیچ [illegible] دو رکعتیں قضا کرے کذا فی السهو [illegible]
[illegible] کیا یا قید کیا سجدہ [illegible]
اور پہلی سجدہ [illegible] بیٹھے [illegible] ترک کرکے تیسری رکعت [illegible] سجدہ کرنے سے فاسد
کردی یا بعد سجدہ کے [illegible] فاسد [illegible] تو اسکا حکم یہ ہے کہ امام [illegible] کے نزدیک دو رکعتیں قضا کرے اور امام ابو یوسف کے
نزدیک چار کذا فی النوادر [illegible] اور اسکا حکم [illegible]
[illegible] تشہد کا [illegible]
[illegible] قضا کرے [illegible]
کی قضا لازم [illegible] چار کی لازم ہوگی [illegible] التشہد [illegible] اور قضا [illegible]
قدر التشہد ثم نقض لانہ لم یشرع فی الثانی [illegible] قضا [illegible] چار رکعتوں کی [illegible]
کے پھر توڑ دیا نماز کو اسلیے کہ اسنے شروع نہین کیا دوسرے دوگانہ کو اور پہلا تمام ہوچکا او شرع فی فرض
ظانا انہ علیہ فذکر اداءہ انقلب نفلا غیر مضمون لانہ شرع مسقطا لا ملتزما یا قضا نہین اگر شروع کیا
فرض کو اس گمان سے کہ فرض مذکور اسکے ذمہ ہے پھر یاد آیا کہ ادا کرچکا تو یہ فرض نفل ہوجائیگا بدون قضا لازم آنے کے درصورت فاسد کرنے کے اسلیے کہ اسنے نماز کو شروع
کیا تھا اپنے اوپر سے فرض ساقط کرنیکو نہ دوسری نماز اپنے ذمے لینے کو او صلی اربعا فاکثر ولم یقعد فیہا استحسانا لانہا [illegible] جعلها صلاۃ واحدۃ [illegible]
یا قضا نہین اگر پڑھین چار رکعتین یا زیادہ یعنی چھ یا آٹھ اور بیچ مین نہ بیٹھا قضا نہین استحسان کی وجہ سے اسلیے کہ نمازی نے کھڑے ہوجانے سے ہر دوگانہ کو جدا
نہ رکھا بلکہ ایک نماز کردیا تو قعدہ اولی واجب ہوگیا اور آخر کا قعدہ فرض ٹھہرا [illegible] قیاس کی رو سے شفع اول فاسد ہونا چاہیے کیونکہ ہر دوگانہ نماز جدا ہے تو دوگانہ کے
بعد کا قعدہ فرض ہے اور فرض کے ترک سے نماز نہین ہوتی مگر جب یہ دوگانہ کے بعد پھر کھڑا ہوگیا تو اسنے سب نماز کو ایک کردیا اسلیے بیچ کا قعدہ استحسانا [illegible] کے قعدہ
کیطرح واجب ہوگیا اور اخیر قعدہ فرض ٹھہرا وفی التوشیح صلی الف رکعۃ ولم یقعد الا فی آخرہا صح خلافا لمحمد ویسجد للسہو [illegible] اور توشیح مین ہے کہ نماز پڑھی ہزار
رکعتین اور نہ بیٹھا مگر سب سے آخر مین تو صحیح ہوگی بخلاف امام محمد کے کہ انکے نزدیک قعدہ ترک کرنے سے شفع باطل ہوجاتا ہے اور سجدہ سہو کرے بسبب ترک واجب یعنی
بیچ کے قعدون کے اور دعاء استفتاح اور اعوذ نہ پڑھے کسی دوگانہ کے شروع مین کیونکہ یہ دونون ابتداء نماز مین ہوتی ہین اسکو یاد رکھنا چاہیے [illegible] ایک نسخہ مین [illegible]
توشیح کے تشریح [illegible] لکھا ہے اور ایک نسخہ مین توشیح [illegible] شامی نے کہا [illegible] زیادہ مشہور ہے یہ کتاب شرح ہدایہ کی ہے تالیف سراج ہندی کی [illegible]
علی القیام قاعدا الا من عذر ابتداء وکذا بناء بعد الشروع بلا کراہۃ فی الاصح کعکسہ [illegible] غیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] النصف [illegible] اور نفل پڑھے [illegible]
باوجود قدرت [illegible] کے قیام پر نفل پڑھے [illegible] بغیر عذر [illegible] بیٹھ کر پڑھے [illegible] وقت ابتداء کرنے کے اور اسیطرح [illegible] بنا کرنیکے بعد شروع [illegible]
[illegible] اور تمام بیٹھ کر کرے بدون کراہت کے صحیح تر قول مین [illegible] بیٹھ کر دوگانہ نفل کو شروع کرنا اور کھڑے ہوکر تمام کرنا جائز [illegible]
بیٹھ کر نفل پڑھنے مین ثواب اور لوگون کا سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آدھا ہوتا ہے مگر عذر کی جہت سے آدھا نہین ہوتا بلکہ پورا ثواب ہوتا ہے [illegible]

تعریف اور اسکا مقابل درر اور وقایہ وغیرہ کا قول ہے کہ انھون نے کراہت پر یقین کیا جو بنا کی صورتین بسبب خلاف صاحبین کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلیے استثنا
لیا کہ آپکا ثواب قیام اور قعود مین یکسان ہے بسبب آپکی شرافت کے کذا فی الطحطاوی ولا یصلی بعد صلوٰۃ مفروضۃ مثلہا فی القراءۃ او فی الجماعۃ اور نمازی نہ پڑھے بعد فرض
نماز کے ایسی نماز کہ مثل ہو نماز سابق کی قراءت مین یا جماعت مین ہم ابن ابی شیبہ نے حضرت عمرؓ سے یہ الفاظ روایت کیے ہین لا یصلی بعد صلوٰۃ مثلہا یعنی نہ پڑھی جاوے بعد نماز کے
کوئی نماز مثل اُسکے اور ظاہر کلام امام محمد کا یہ ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے اور چونکہ ظاہر حدیث اجماعاً مراد نہین کیونکہ صبح کی اور ظہر کی نماز اسیطرح پڑھی جاتی ہے کہ انکے پیشتر ویسی ہی سنتین
ہین اسلیے ضرور ہوا کہ اس حدیث کو کسی خاص صورت پر حمل کیا جاوے یعنے مثل ہونا مطلقاً مراد نہین بلکہ قراءت یا جماعت مین مثل ہونا مراد ہے تو اگر ظہر کے بعد چار سنتین اسطرح
پڑھے کہ اول کی دو مین قراءت پڑھے اور دوسرے دوگانہ کو خالی مثل فرض کے تو یہ نماز مکروہ ہوگی اسیطرح دوسری بار جماعت سے پڑھنا ایسا ہی نماز کا مکروہ ہے کذا فی الشامی
مختصر اولاتعاد عند توہم الفساد للنہی اور نہ دوہرائی جائے نماز وقت وہمی ہونے فساد کے بسبب ممانعت کے ہم یعنے اگر ایکبار نماز پڑھ لی پھر وسوسہ کے باعث شبہہ ہوگیا کہ یہ نماز
فاسد ہوئی تو اس نماز کا اعادہ کرنا مکروہ ہے ہان اگر خلل نماز کا ثابت ہو مثلاً کوئی واجب چھوٹ گیا تو اس صورتمین اعادہ واجب ہے اور نہی سے مراد وہی حدیث ہے جو اوپر گذری
کذا فی الشامی وما نقل ان الامام قضا صلوٰۃ عمرہ فان صح نقول کان یصلی المغرب والوتر اربعا بثلاث قعدات اور یہ جو نقل کیا گیا ہے کہ امام اعظم رحمہ نے اپنی عمر کی نماز قضا کی تو
اگر یہ نقل صحیح ہے تو ہم کہتے ہین کہ امام صاحب مغرب اور وتر کو چار رکعتین تین قعدون سے پڑھا کرتے تھے ہم یہ جواب ہے ایک سوال کا تقریر سوال یہ ہے کہ امام صاحب کا نماز عمر کو قضا کرنا
حدیث مذکور کے مخالف ہے اسلیے کہ ایسا تو ہوا نہوگا کہ امام صاحب نے اپنی پیشتر کی نمازون مین کوئی واجب چھوڑ دیا ہو یا کسی مکروہ کے مرتکب ہوے ہون تاکہ اعادہ انکا واجب ہو جاے
بلکہ غالباً انکی قضا بنظر احتیاط اور توہم فساد تھی تو یہ قضا حدیث مذکور کے مخالف ٹھہری اور اگر یہ کہیے کہ قضا کی سب رکعتون مین آپ نے قراءت پڑھی تاکہ نفل ہو جاوین تو مغرب
اور وتر کی تین رکعتین نفل ٹھہرینگی حالانکہ نفل تین رکعت موضوع نہین تو اسکا جواب شارح نے یہ دیا کہ اول تو نقل عمر کی نماز قضا کرنے کی امام سے صحیح نہین اور اگر صحیح ہو تو
وتر اور مغرب کو آپ چار رکعتین تین قعدون سے پڑھتے تھے یعنے تیسری رکعت پر بھی بیٹھ کر تشہد پڑھ لیتے تھے تاکہ اول کی نماز اگر صحیح ہو تو یہ نماز نفل ہو جاے اور قعدہ کا زیادہ
ہو جانا نفل کو باطل نہین کرتا اور اگر پہلے کی نماز نہوئی تو یہ نماز فرض ہوگی اور ایک رکعت کی زیادتی فرض کو باطل نہین کرتی شامی نے کہا کہ جواب اول ہی درست ہے
کہ یہ روایت صحیح نہین ویقعد فی کل نفلہ کما فی التشہد علی المختار اور بیٹھے نمازی تمام نفل مین جیسے تشہد مین بیٹھتا ہے قول مختار پر ہم فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ اسی پر فتوے
ہے اور بعضون نے کہا کہ چار زانو بیٹھ کر نفل پڑھے اور بعضون نے کہا گوٹ مار کر اور یہ اختلاف افضلیت مین ہے نہ جواز مین یعنے مختار یہ ہے کہ تشہد کی صورت پر بیٹھ کر پڑھنا افضل
ہے گو اور طرح پر پڑھنے سے بھی ادا ہو جائیگی مگر تشہد مین کسی کا اختلاف نہین سب کے نزدیک نفل مین بھی التحیات کے لیے اسیطرح بیٹھے جیسے فرضون مین بیٹھتے ہین کذا
فی الشامی ویتنفل المقیم راکبا خارج المصر محل القصر مومیا فلو سجد اعتبر ایماء لانہا انما شرعت بالایماء الی ای جہۃ توجہت دابتہ ولو ابتداء عندنا ولو علی نجس
نجس کثیر عند الاکثر اور نفل پڑھے مقیم حالت سواری مین شہر کے باہر یعنے ایسی جگہ کہ وہان مسافر کو قصر کرنا پڑے اشارہ سے پس اگر وہ کسی چیز یا زمین پر سجدہ کریگا
تو یہ سجدہ کرنا بھی اشارہ مین متصور ہوگا کیونکہ سواری پر نماز صرف اشارہ سے مشروع ہوئی ہے نفل پڑھے جسطرف کو اسکی سواری کا جانور جاتا ہو اگرچہ نفل کے
شروع کرنے کے وقت ہو ہمارے نزدیک یعنی سواری پر نماز پڑھنے مین استقبال قبلہ شرط نہین نہ نیت کے وقت نہ درمیان مین بخلاف امام شافعی کے کہ انکے نزدیک نیت کے
وقت قبلہ رخ ہونا ضروری ہے کذا فی الشامی یا اگرچہ اسکے زین پر نجاست بہت ہو تب بھی نفل درست ہوگی اکثر کے نزدیک ہم شامی نے کہا کہ یہی ظاہر مذہب ہے اور یہی اصح ہے
اور اگر جانور یا رکاب پر نجاست ہو تب بھی یہی حکم ہے بسبب ضرورت کے اور مقیم کی قید سے معلوم ہوا کہ مسافر کو بطریق اولیٰ سواری پر نفل نماز درست ہے ولو سیرہا بعمل قلیل لا باس بہ
اگر سواری کے جانور کو تھوڑے سے عمل سے ہانکا تو اسکا مضائقہ نہین یعنی اس سے نماز فاسد نہوگی و افتتح المتنفل راکبا ثم نزل بنی وفی عکسہ لا لان الاول ادی کامل بما وجب ناقصا
بعکسہ اور اگر شروع کیا نفل کو حالت سواری مین پھر اتر پڑا تو اسی پہلی نماز کو پورا کرلے جتنی باقی ہو اور اسکے عکس مین یعنے شروع کیا زمین پر پھر سوار ہو گیا تو بنا نکرے اسلیے
کہ اول ادا کی گئی زیادہ کامل بہ نسبت نماز واجب کے اور دوسری اسکی عکس ہے ہم یعنے پہلی صورتمین نیت ایسی نماز کی ہوئی جسمین رکوع اور سجدہ اشارہ سے تھا اور جب اسکو ترک ادا کیا

[illegible] نسبت [illegible] ہو [illegible] صورت [illegible] وجہ کے [illegible]

[illegible] خارج المصر [illegible] اذا [illegible] لا [illegible]

[illegible] افضل کو [illegible] داخل [illegible] اشارہ سے [illegible]

[illegible] تمام [illegible] قول [illegible] اکثر [illegible] سواری پر [illegible]

اگر تمام کرے کذا فی الهندیة وفی [illegible] الی القبلة [illegible] اور یہ سبب قبلہ کیطرف کو کھڑا ہو کر یا بیٹھ کر جب نفل کو سواری پر شروع کیا ہو [illegible]

نماز کو قبلہ رخ کھڑا ہو کر پڑھے یا بیٹھ کر ولو رکب فسد لانه عمل کثیر بخلاف النزول اور اگر نفل کو زمین پر شروع کیا پھر سوار ہو گیا تو فاسد ہو جائیگی اسلئے کہ سوار ہونا

عمل کثیر ہے بخلاف اترنے کے سواری سے کہ عمل قلیل ہے ممکن ہے اسطرح کہ دونوں پاؤں ایک طرف کو کر کے کھسک پڑے ہم یہ مسئلہ شارح سے کر اسلئے بیان

لیا کہ پہلے علت فساد یہ لکھی تھی کہ کل ظہر پڑھا کر کے ضمیمہ طور پر ادا درست نہیں اور یہاں علت فساد عمل کثیر کو ٹھہرایا کذا فی الشامی ولو صلی علی

دابة فی شق محمل وهو یقدر علی النزول بنفسه لا تجوز الصلوٰة علیها اذا کانت واقفة الا ان یکون عیدان المحمل علی الارض بان رکز تحته

خشبة اور اگر نماز پڑھی اونٹ پر محمل کے ایک طرف میں حالانکہ وہ اپنے آپ اس پر سے اتر سکتا ہو تو اسکی نماز اونٹ پر درست نہیں اگر اونٹ ٹھہرا ہو مگر یہ کہ پائے

محمل کے زمین پر ہوں مثلاً محمل کے نیچے لکڑی کا ڈنڈا ہو جس سے محمل زمین پر ٹھہر جائے اونٹ کی پشت پر نہ رہے ہم یہاں سے نماز فرض اور واجب کا بیان ہوا تو اسکو

یہ سمجھ جاننا چاہیئے کہ فرض واجب سواری پر بدون ضرورت جائز نہیں اور ضرورتیں یہ ہیں کہ خوف ہو چور کا یا درندہ کا اترنے کی صورت میں یا زمین پر کیچڑ وغیرہ

ہو چنانچہ آگے آتا ہے اور محمل میں نماز کا حال ایسا ہے جیسا خود سواری پر تو ٹھہری ہوئی سواری پر نماز اشارہ سے پڑھے بشرطیکہ ٹھہرانے کے قبلہ کی طرف کو اگر

ممکن ہو ورنہ حتی الوسع قبلہ جانب رکھنا چاہیئے اور چلتی سواری کو اگر ٹھہرانے پر قادر ہو تو نماز درست نہیں اور اگر خوف وغیرہ عذروں کے باعث ٹھہرا نہ سکے

تو جسطرح پڑھ سکے پڑھ لے اور قدرت کے وقت اس نماز کا اعادہ اسکے ذمہ نہیں جیسے بیمار کے ذمہ اعادہ نہیں کذا فی الشامی واما الصلوٰة علی العجلة ان کان

طرف العجلة علی الدابة وهی تسیر اولا تسیر فهی صلوٰة علی الدابة فتجوز فی حالة العذر المذکور فی التیمم لا فی غیرها اور گاڑی پر نماز کا یہ حال ہے کہ اگر گاڑی کا

جوا جانور پر ہو اور گاڑی چلتی ہو یا نہ تو وہ نماز سواری ہی پر ہے یعنے جائز ہوگی حالت عذر میں جسکا ذکر تیمم میں ہوا نہ دوسری حالت میں ہم عجلة النعتین ہو جملا دیکی

گاڑی کو کہتے ہیں جو کہ اچھی کیطرح ہوتی ہے کذا فی المغرب اور عذر جسکا ذکر تیمم میں ہوا خوف مال و نفس یا عورت کو خوف کسی بدکار کا ومن العذر المطر وطین یغیب فیه الوجه

ذهاب الرفقاء ودابة لا ترکب الا بعناء او بمعین ولو محرما لان قدرة الغیر لا تعتبر اور عذر میں داخل ہے مینہ کا برسنا اور کیچڑ ایسی کہ منہ غائب ہو جاوے یعنے لتھڑ جاوے

اور چلا جانا رفیقوں کا اور جانور کا ایسا ہونا جسپر بدون مشقت سوار نہ ہو سکے یا بدون مددگار کے سوار نہ ہو سکے اگرچہ مددگار محرم ہو اسلئے کہ غیر کی قدرت معتبر نہیں

شامی نے کہا کہ اگر کسی کے پاس سواری نہیں اور زمین سب گارا ہو رہی ہے کہ سجدہ نہیں کر سکتا تو وہ شخص کھڑا ہو کر اشارہ سے نماز پڑھے حتی لو کان مع امه مثلا فی شق محمل

واذا نزل لم تقدر ترکب وحدها جاز له ایضا کما افاده فی البحر یعنے یہانتک کہ اگر ہو وے مرد اپنی ماں کے ساتھ محمل کے ایکطرف میں اور جب وہ اتر جاوے تو اسکی ماں اکیلی

سوار نہیں رہ سکتی تو اس مرد کو بھی نماز پڑھنا محمل میں درست ہے چنانچہ بیان کیا ہے اسکو بحر الرائق میں تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ہم یعنے محمل کے دو سواروں میں سے ایک کا ایسا ہونا

کہ نہ ٹھہر سکے دوسرے کے حق میں عذر ہے وان لم یکن طرف العجلة علی الدابة جاز لو واقفة لتعلیلهم بانها کالسریر اور اگر گاڑی مثل ریل وغیرہ پر ہو تو نماز اسمیں جائز ہے

اگر وہ کھڑی ہو چلتی نہ ہو بسبب علت بیان کرنے فقہا کے کہ زمین پر کھڑی ہوئی گاڑی مثل تخت کے ہے ہم یہاں ریل کے اندر نماز پڑھنے کا حکم بیان کرنا ضروری ہے کیونکہ

علما ہند مختلف ہیں بعض کہتے ہیں کہ چلتی ریل میں نماز فرض و واجب درست نہیں اور بعض درست کہتے ہیں جو درست نہیں کہتے انکی تقریر یہ ہے کہ ریل ہر جگہ اپنے وقت پر

ٹھہرتی ہے کہ اسمیں آدمی نماز چھوٹی سورتوں سے سافروں کیطرح پڑھ سکتا ہے اور نماز کے ہر ایک وقت میں اتنی وسعت ہے کہ اسقدر عرصہ میں ریل کسی جگہ ضرور ٹھہرتی ہے [illegible]

سوا کوئی عذر نہین کہ ریل پر پڑھے اور بدون عذر کے سواری پر نماز جائز نہین اور جو درست کہتے ہین اُنکی دلیل یہ ہو کہ نمازی کا عاجز وقت ارادہ نماز اور اُسکے شروع کرنے کے معتبر ہو گو قبل خروج وقت کے اُسکا عذر جاتا رہنا متوقع ہو پس چلتی ریل پر سے اُترنے سے عاجز ہونا عذر صریح ہو پھر کیا وجہ کہ نماز جائز نہو حالانکہ اگر نمازی تیمم سے اول وقت نماز پڑھ لے اور جانے کہ وقت کے باقی رہتے پانی ملجائیگا تو اسکی نماز ہوجائیگی کوئی اسکے عدم جواز کا قائل نہین کیونکہ جسوقت نماز ادا کی اُسوقت پانی پر قادر نہ تھا یہ دونون طرف کی دلیلین ہین پھر جو مترجم نے کتب فقہ کیطرف رجوع کیا تو معلوم ہوا کہ قول نماز کے جائز کہنے والونکا درست ہو چنانچہ شامی نے اسکی ایک نظیر لکھی ہو کہ مسافر قافلہ حجاج مین جو عذر کے سبب اُتر نہین سکتا اور توقع زوال عذر کی قبل خروج وقت رکھتا ہو کیا اسکو درست ہو کہ مثلاً عشا کی نماز اونٹ پر یا محمل مین اول وقت پڑھ لے یا اُسوقت تک توقف کرے کہ سب قافلہ عشا کے لیے اُترے پس میرے نزدیک ظاہر یہ ہو کہ اول وقت پڑھ لے جیسے تیمم سے اول وقت نماز درست ہو گو توقع ہو کہ وقت کے زوال سے پیشتر پانی ملجائیگا انتہی مختصراً تو معلوم ہوا کہ نماز کے جواز مین کچھ تردد نہین ہان اگر وقت کے باقی رہنے تک توقف کرے اور ریل کے ٹھہرنے پر نماز پڑھے تو یہ صورت احتیاط کی ہو چنانچہ حلیہ کے باب التیمم مین منتقی سے منقول ہو کہ اولی یہ کہ تیمم سے اول وقت نماز نہ پڑھے اور تاخیر کرے یہانتک کہ جب وقت جاتا دیکھے اُسوقت پڑھ لے هذا كله في الفرض والواجب بانواعه وسنة الفجر بشرط ايقافها للقبلة ان امكنه والا فبقدر الامكان لئلا يختلف بسيرها المكان یہ سب یعنے نہ قادر ہونا اُترنے پر اور محمل کے نیچے پایہ کا رکھنا یا گاڑی کا جا بہلون پر نہونا فرض اور واجب کی اقسام اور فجر کی سنتون کیلیے ہو بشرط ٹھہرا کرنے سواری کے قبلہ کی جانب اگر سوار کو ممکن ہو اور اگر جانب قبلہ ٹھہرا کرنا ممکن نہو تو جتنا ہوسکے ٹھہرا کرنا اسلیے شرط ہوا کہ مکان نماز سواری کے چلنے سے مختلف نہووے حاصل یہ ہو کہ مکان کا متحد ہونا اور قبلہ رخ ہونا سوائے نفل کے اور نمازون مین شرط ہو اگر ممکن ہو تو بدون عذر کے دونون امر ساقط نہونگے پس اگر قبلہ رخ سواری کو ٹھہرا کرسکے تو کرے باقی رہا یہ کہ اگر ٹھہرا کرسکتا ہو قبلہ رخ نہین کرسکتا تو ٹھہرا کرنا لازم ہو تاکہ اتحاد مکان سب نماز مین حاصل ہو اور اگر قبلہ رخ کرسکتا ہو اور ٹھہرا نہین کرسکتا تو حلیہ مین مذکور ہو کہ قبلہ رخ کرنا لازم ہو اور شارح کے قول بقدر الامکان سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہو اور واجب کے اقسام سے مراد وتر اور نماز نذر اور اُس نماز نفل کی قضا جسکو شروع کرکے توڑ دیا ہو كذا في الشامي واما في النفل فيجوز على المحمل والعجلة مطلقا فرادى لا جماعة الا على دابة واحدة اور نفل کا حال یہ ہو کہ درست ہو نماز نفل محمل پر اور گاڑی پر مطلقاً خواہ کھڑی ہو یا چلتی قبلہ رخ ہو یا نہ ہو اُترنے پر قادر ہو یا نہو لیکن تنہا پڑھنا نفل کا درست ہو نہ جماعت سے مگر ایک سواری یعنے ایکجانور پر جماعت سے بھی درست ہو خواہ مقتدی پیچھے بیٹھا ہو یا محمل مین برابر ہو كذا في الشامي ولو جمع بنيته فرضا ونفلا ولو تحية رجح الفرض لقوته وابطلها محمد والائمة الثلثة اور اگر جمع کیا نمازی نے نیت فرض اور نفل کو اگرچہ نفل تحیۃ المسجد ہو یا تحیۃ الوضو تو ترجیح دیا جائیگا فرض بسبب اُسکے قوی ہونے کے اور باطل کیا ہو اس نیت کو امام محمد اور آئمہ ثلثہ یعنے مالک و احمد و شافعی رحمہم نے یعنے فرض و نفل کی نیت ایک ساتھ کرنے سے فرض ہوجائیگا اور نفل کا ثواب نہ ملیگا بخلاف اُس صورت کے کہ کئی نفلون کی ایک ساتھ نیت کرے مثلاً تحیۃ المسجد اور تحیۃ الوضو اور نماز چاشت اور کسوف کی نیت ایک ہی دوگانہ مین کرے تو سب کا ثواب ملیگا كذا في الطحطاوي ولو نذر ركعتين بغير طهر لزماه به عنده اي ابي يوسف كما لو نذر بغير قراءة او عريانا او ركعة وكذا النصف ركعة عند ابي يوسف رح وهو المختار اور اگر نذر کی دو رکعتین بدون طہارت کے تو لازم ہونگی اُسپر طہارت کے ساتھ امام ابی یوسف کے نزدیک چنانچہ اگر نذر کی بغیر قراءت کے یا حالت برہنگی مین تو قراءت اور ستر عورت کے ساتھ لازم ہونگی یا نذر کی ایک رکعت اور اسیطرح آدھی رکعت اگر نذر کی تو دو رکعتین لازم ہونگی امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی مختار ہو طحطاوی نے کہا کہ ماتن نے ضمیر عندہ کی بموقع بیان کی کیونکہ اصطلاح یہ ٹھہری ہوئی ہو کہ عندہ کی ضمیر امام کی طرف ہو جبکہ کوئی قرینہ نہو واهدره الثالث اي محمد اور باطل کیا ہو اس نذر کو امام سوم یعنے امام محمد رح نے تو اُنکے نزدیک اس نذر سے اُسپر کچھ لازم نہوگا کیونکہ نذر معصیت کی ہو اور ابو یوسف کی دلیل یہ ہو کہ نماز کا لازم کرنا اُس چیز کا لازم کرنا ہو جسکے بدون نماز صحیح نہوتی ہو اور چونکہ عذر والے کے حق مین نماز بدون طہارت کے اور امی کے حق مین بدون قراءت کے عبادت ہو تو نذر معصیت نہوئی كذا في الشامي او نذر عبادة في مكان كذا فاداها في اقل

کی قضا نہیں [illegible] اور فصلوٰۃ اللہ [illegible] کی عبادت [illegible] ہے اس کی قضا نہیں [illegible] حضرت [illegible]

[illegible] سنت ہو جاتا ہے کہ [illegible] سنت ہے [illegible] آموں سے [illegible] عبادت [illegible]

[illegible] فیہ [illegible] اقتدا [illegible] اگر کسی عورت نے کسی عبادت کی مثل نماز اور روزہ [illegible]

[illegible] اس عورت کو [illegible] اس عبادت کی [illegible] اور عبادت کا واقع ہے جب عبادت [illegible]

جو فعل جو سنت ہے [illegible] حیضہا الا انہ [illegible] اگر عورت نے عبادت کی نذر [illegible] کے دن میں کی [illegible]

[illegible] اس [illegible] لازم ہوگی اس لیے کہ [illegible] کی [illegible] عبادت نماز روزہ [illegible]

[illegible] والتراویح سنۃ مؤکدۃ [illegible] الرجال والنساء اجماعاً تراویح سنت مؤکدہ ہے بسبب مواظبت خلفاء راشدین کے

اور عورتوں کے حق میں بالاجماع ہم خلفاء راشدین سے [illegible] کیونکہ تراویح کی مداومت [illegible] حضرت [illegible] کے درمیان ہوئی اور ان کے [illegible]

[illegible] اس پر [illegible] اس کا انکار نہیں کیا اور [illegible] کہ اکثر علماء نے اس کے مسنون ہونے پر اجماع نقل کیا ہے اور ان کے سنت مؤکدہ ہونے کی

[illegible] میں کی ہے اور اجماع کی [illegible] اس لیے [illegible] روافض کا قول قابل اعتبار نہیں جو صرف مردوں کے حق میں سنت بتلاتے ہیں [illegible] سنت ہی

نہیں کہتے اور [illegible] بروایت [illegible] حضرت [illegible] نے ابی ابن کعبؓ کو امام مردوں کا کیا تھا اور تمیم داری عورتوں کو نماز

پڑھاتے [illegible] کذا فی الشامی ووقتہا بعد صلوٰۃ العشاء الی الفجر قبل الوتر وبعدہ فی الاصح اور وقت تراویح کا نماز عشاء کے بعد ہے فجر تک وتر سے پہلے اور پیچھے

کے بعد صحیح تر قول میں [illegible] وقت تراویح میں تین قول ہیں اول یہ کہ تمام شب اس کا وقت ہے تو اس صورت میں آفتاب کے غروب سے صبح صادق تک وقت ہوگا دوسرا

قول یہ ہے کہ تراویح کا وقت عشاء اور وتر کے درمیان ہے یعنی عشاء کے بعد اور وتر سے پیشتر اور تیسرا قول ہے [illegible] نے ذکر کیا بحر الرائق میں کہا کہ پہلے قول کی تصحیح کسی

نے نہیں کی اور دوسرے کو خلاصہ میں صحیح کہا ہے اور نہایۃ البیان میں کہا کہ متوارث اور ماثور یہی ہے اور تیسرے قول کو ہدایہ و خانیہ اور محیط میں صحیح کہا ہے اور کافی

میں اسی کو جمہور کی طرف نسبت کیا ہے کذا فی الشامی فلو فاتہ بعضہا وقام الامام الی الوتر اوتر معہ ثم صلی ما فاتہ پس اگر نمازی کو کچھ تراویح فوت ہوں اور امام وتروں

کے لیے کھڑا ہو جائے تو وہ شخص امام کے ساتھ وتر پڑھ لے پھر وہ تراویح پڑھے جو فوت ہوگئی ہوں یہ تفریع تیسرے قول پر ہے اور دوسرے قول کے بموجب تراویح

کے ساتھ پڑھنے سے وقت تراویح کا تمام ہو جائیگا اور دونوں قولوں پر یہ مسئلہ متفرع ہے کہ جس شخص نے فرض عشاء نہ پڑھے ہوں تو وہ بدون فرض پڑھے جماعت

تراویح میں شریک نہ ہو ویستحب تاخیرہا الی ثلث اللیل او نصفہ ولا یکرہ بعدہ فی الاصح اور مستحب ہے دیر کرنا تراویح کا رات کی ایک تہائی تک یا اس کے نصف تک اور

نہیں مکروہ ہے تراویح بعد نصف شب کے صحیح تر قول میں اور قول ضعیف یہ ہے کہ بعد نصف شب کے تراویح مکروہ ہے کیونکہ تراویح تابع عشاء کی ہے تو جیسا عشاء مکروہ

ہے تو تابع بھی مکروہ ہونا چاہیے اور وجہ مکروہ نہ ہونے کی یہ ہے کہ تراویح نماز شب ہے اور افضل نماز شب میں یہی ہے کہ آخر شب میں ہو کذا فی الشامی مختصراً ولا تقضی اذا

فاتت اصلاً لا وحدہ ولا بجماعۃ فی الاصح فان قضاہا کانت نفلاً مستحباً ولیس بتراویح کسنۃ مغرب وعشاء اور تراویح جب فوت ہو جائے تو قضا اس کی بالکل نہیں

جماعت میں اور نہ تنہا صحیح تر قول میں پس اگر تراویح کو قضا پڑھیگا تو نفلیں مستحب ہو جائینگی اور تراویح نہ ہونگی جیسے مغرب اور عشاء کی سنتیں فوت ہو جائیں تو قضا نہیں کی

جاتیں [illegible] نے کہا کہ [illegible] بیان ہے اصلاً کا یعنی نہ جماعت میں [illegible] اور [illegible] قول کا مقابل یہ ہے کہ دوسری تراویح کے وقت آنے تک تنہا قضا پڑھ سکتا ہے

والجماعۃ سنۃ علی الکفایۃ فی الاصح فلو ترکہا اہل مسجد اثموا الا لو ترک بعضہم اور جماعت تراویح میں سنت کفایہ ہے صحیح قول میں اس سے یہ نکلا کہ اگر کسی مسجد والے

جماعت تراویح کو ترک کرینگے تو سب گنہگار ہونگے نہ جبکہ جماعت کو انہیں سے بعض نے چھوڑا ہو جماعت کو سنت کفایہ کہنے سے یہ اشارہ کیا کہ اصل تراویح

سب کے حق میں جدا جدا سنت ہے اگر کوئی تراویح کو چھوڑ دیگا تو گناہگار ہوگا اور سنت کفایہ سے مراد یہ ہے کہ بعض کے کرنے سے بقیہ کے ذمہ سے ادا ہو جائے [illegible]

فیہ افضل قالہ الحلبی اور جو نمازیں کہ جماعت سے مشروع ہیں انہیں مسجد افضل ہے کہا ہے اسکو حلبی نے ہم یعنی کسوف اور تراویح وغیرہ کو مسجد میں پڑھنا افضل ہے بہ نسبت گھر پڑھنے کے
وہی عشرون رکعۃ حکمتہ مساواۃ المکمل للمکمل اور تراویح بیس رکعت ہیں حکمت انکے بیس ہونے کی برابر ہونا مکمل بالکسر کا مکمل بالفتح سے ہے ہم یعنی نوافل فرائض کی تکمیل کیلئے ہوتی
ہیں اور چونکہ شمار فرائض پنجگانہ کا مع وتر کے بیس ہے اسلیے تراویح بھی بیس رکعتیں ہوئیں تو تکمیل کرنے والی تراویح ہیں اور تکمیل کیے گئے فرائض اور وتر یہ دلیل عقلی ہوئی اور دلیل
نقلی یہ ہے کہ ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضہ سے بسند ضعیف روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعتیں اور وتر پڑھتے تھے بعشر تسلیمات
لو فعلہا بتسلیمۃ فان قعد لکل شفع صحت بکراہتہ والا نابت عن شفع واحد بہ یفتی تراویح بیس رکعتیں ہیں دس سلاموں سے تو اگر انکو ایک سلام سے پڑھا اور ہر دوگانہ
پر بیٹھا تب تو کراہت کے ساتھ درست ہو جائینگی ورنہ ایک دوگانہ کی قائم مقام ہونگی اسی پر فتوی ہے ہم یعنے سلف سے انکا پڑھنا دس سلاموں سے مروی ہے اور
فقہانے تصریح کی ہے کہ رات کی نفلیں آٹھ سے زیادہ ایک سلام میں پڑھنا مکروہ ہیں اسلیے بیسوں کو ایک سلام سے پڑھنا مکروہ ہے یجلس ندبا بین کل اربعۃ بقدرہا
وکذا بین الخامسۃ والوتر ویخیرون بین تسبیح وقراءۃ وسکوت وصلاۃ فرادی نعم تکرہ صلوۃ رکعتین بعد کل رکعتین بیٹھے بطور استحباب کے درمیان چار رکعتوں کے
مقدار چار رکعتوں کے اور اسیطرح درمیان پانچویں ترویحہ اور وتر کے اور آدمی مختار ہیں چاہیں اس توقف میں تسبیح پڑھیں چاہیں قرآن چاہیں خاموش رہیں چاہیں نفلیں تنہا
پڑھیں ہاں مکروہ ہے ہر دوگانہ کے بعد دو رکعتیں پڑھنی اسلیے کہ توقف ہر ترویحہ کے بعد مشروع ہے نہ ہر دوگانہ کے بعد ہم قہستانی نے کہا کہ ترویحہ کے بعد تین بار کہے (سبحان
ذی الملک والملکوت سبحان ذی العزۃ والعظمۃ والقدرۃ والکبریاء والجبروت سبحان الملک الحی الذی لا یموت سبوح قدوس رب الملئکۃ والروح لا الہ الا اللہ
نستغفر اللہ نسألک الجنۃ ونعوذ بک من النار) کذا فی الطحطاوی والختم مرۃ سنۃ ومرتین فضیلۃ وثلاثا افضل ولا یترک الختم لکسل القوم اور تراویح میں پڑھنا تمام
قرآن کا ایکبار سنت ہے اور دو بار فضیلت ہے اور تین بار افضل ہے اور نہ چھوڑا جاوے تمام قرآن کا پڑھنا لوگوں کی سستی کی جہت سے ہم قرآن مجید کی آیتیں کچھ اوپر چھ ہزار
ہیں اور شمار تراویح کی رکعتوں کی چھ سو ہے اگر مہینا تیس دن کا ہو اس حساب سے اگر ہر رکعت میں دس آیتیں پڑھیگا تو مہینے میں ایک ختم ہو جائیگا کذا فی الطحطاوی لکن
فی الاختیار الافضل فی زماننا قدر ما لا یثقل علیہم واقرہ المصنف وغیرہ لیکن اختیار میں ہے کہ افضل ہمارے زمانہ میں اسقدر کا پڑھنا ہے کہ لوگوں پر گراں نہو اور ثابت رکھا ہے
اسکو مصنف وغیرہ نے وفی المجتبی عن الامام لو قرأ ثلاثا قصارا او آیۃ طویلۃ فی الفرض فقد احسن ولم یسیٔ فما ظنک فی التراویح اور مجتبی میں ہے امام اعظم سے کہ اگر فرض
میں تین آیتیں چھوٹی یا ایک آیت بڑی پڑھی تو اچھا کیا اور برا نہیں کیا تو کیا گمان ہے تیرا تراویح میں ہم یعنے جب فرض میں تین آیتیں پڑھنی بہتر ہیں تو تراویح
میں بطریق اولی احسن ہونگی وفی فضائل رمضان للزاہدی افتی ابو الفضل الکرمانی والوبری انہ اذا قرأ فی التراویح الفاتحۃ وآیۃ او آیتین لا یکرہ ومن لم یکن عالما
باہل زمانہ فہو جاہل اور زاہدی کی فضائل رمضان میں ہے کہ فتوی دیا ابو الفضل کرمانی اور وبری نے کہ جب تراویح کی ہر رکعت میں الحمد اور ایک آیت
خواہ دو آیتیں پڑھیں تو مکروہ نہوگی اور جو شخص اپنے زمانہ والوں سے واقف نہو وہ جاہل ہے ہم ایک آیت سے مراد بڑی آیت ہے جو تین چھوٹی آیتوں کے
برابر ہو اسی طرح دو آیتیں برابر تین آیتوں بلکہ ہونی چاہیں ورنہ مکروہ تحریمی ہوگا کذا فی الشامی حاصل شارح کی تقریر کا یہ ہے کہ اگر لوگ اسطرح کے سست اور
بد دل ہوں کہ تمام قرآن کے سننے کی تاب نہ رکھتے ہوں تو اس صورت میں اسقدر پر اقتصار کرنا چاہیے تاکہ مسجد جماعت سے خالی نہ رہیں ورنہ ایک ختم سے کم کرے
لسنت وجہ ہے ویاتی الامام والقوم بالثناء فی کل شفع ویزید الامام علی التشہد الا ان یمل القوم فیاتی بالصلوۃ ویکتفی باللہم صلی علی محمد لانہ الفرض عند الشافعی
ویترک الدعوات اور پڑھے امام اور قوم سبحانک اللہم ہر دوگانہ میں اور امام تشہد پر بڑھاوے درود اور دعا کو مگر یہ کہ قوم تھک جاوے تو صرف درود پڑھے اور آمین یعنی اللہم صلی علی
محمد پر اکتفا کرے اسلیے کہ درود فرض ہے امام شافعی کے نزدیک تو اسکا پڑھنا ضروری ہے اور چھوڑ دے دعاؤں کو ویجتنب المنکرات ہذرمۃ القراءۃ وترک تعوذ وتسمیۃ وطمانینۃ وتسبیح
واستراحۃ اور احتراز کرے غیر مشروع باتوں سے یعنی قرات کے جلد پڑھنے اور اعوذ اور بسم اللہ کے چھوڑنے اور اطمینان اور رکوع اور سجدہ کی تسبیح اور ترویحہ کے بعد توقف
کے چھوڑنے سے ہم ہذرمہ بروزن زمزمہ یعنی جلد پڑھنے کے ہے اور وہ بدل ہے منکرات سے کذا فی الطحطاوی وتکرہ قاعدا لزیادۃ تأکدہا حتی قیل لا تصح مع قدرۃ القیام

اور بھی بہت سی نوافل کا پڑھنا ثابت ہے سب نیا دو اکیلے ہوئے محروم رہے کہ بعض خواہشات کا ترک ضروری ہے مستحب میں اور جو دو دفعہ ہو جائے تو اور بیشتر ہی اخیر کو
پڑھنے کی جماعت اور پڑھنا لکھنے میں اور مکروہ پڑھنا بسند کرے تو بہتر ہے کہ خلاف سنت کے امر کے ہے کذا فی الشامی لا اکرہ التنفل قیاما من بعد کہ تہ و لم
تنفل بانفتین بیٹھ کر مکروہ ہے کہ قیام میں امام سے کو یکے بعد دیگر مشابہت کے ساتھ ان سے ہم بیٹھے مقتدی کا بیٹھا رہنا مذموم ہے کیونکہ اسکا
نماز کو تعمیر کرنا مکروہ ہے اسلئے کہ جماعت کسل کی ہے اسپر اللہ تعالی نے فرمایا ہے منافقوں کے حال میں اذا قاموا الی الصلوۃ قاموا کسالی کی نسبت نماز کو شرعت ہے
قوتیہ دو ہیں مستحب اسی قسم کی جہت سے حرکت مکروہ ہے اور وتر کو الجماعۃ فی الفرض ثم لیصلوا التراویح بجماعۃ فانہ تبع فضیلۃ دون اللسعۃ فتصلیبا سئلہ
نے جماعت فرض میں کی ہو تو تراویح کو جماعت سے نہ پڑھے اسلئے کہ جماعت تراویح کی تابع ہے جماعت فرض کی تو جس شخص نے فرض تنہا پڑھی ہوں وہ تراویح کو
امام کے ساتھ پڑھے ولو لم یصلہا ای التراویح بالامام او صلاہا مع غیرہ لہ ان یصلی الوتر معہ اور اگر نہ پڑھا تراویح کو امام کے ساتھ یا تراویح کو دوسرے کے
ساتھ پڑھا تو نماز کرنا جائز ہے کہ وتر کو امام کے ساتھ پڑھے حرام اس سے یہ ہے کہ فرض کو جماعت کے ساتھ پڑھا اور تراویح کو جماعت سے نہیں پڑھا تو وتر
جماعت سے پڑھ سکتا ہے لیکن اگر فرض تنہا پڑھے ہوں تو وتر کو جماعت سے نہ پڑھے کذا فی الشامی بحثی لو ترکہا الکل ہل یصلون الوتر بجماعۃ فلیراجع باقی رہا یہ مسئلہ کہ اگر
تراویح کی جماعت سب نے ترک کی ہو تو کیا سب لوگ وتر کو جماعت سے پڑھیں اسکا حکم تلاش کرنا چاہیے ہم شامی نے کہا کہ ظاہر وتر کو جماعت سے نہ پڑھے اسلئے کہ وتر
میں جماعت کا مسنون ہونا تراویح کی جماعت کے بعد سلف سے منقول ہے تو وتر کی جماعت تابع ہوئی تراویح کی جماعت کے ولا یصلی الوتر ولا التطوع بجماعۃ خارج
رمضان ای یکرہ ذلک علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعۃ بواحد کما فی الدرر ولا خلاف فی صحۃ الاقتداء اذ لا مانع نہرا اور نہ پڑھا جائے وتر اور نہ نفل
جماعت سے رمضان کے سوا اور دنوں میں یعنی جماعت وتر اور نفل کی ان دونوں میں مکروہ ہے بشرط کثرت کے اسطرح کہ چار شخص ایک کے پیچھے پڑھیں چنانچہ درر
میں ہے اور خلاف نہیں اقتدا کے صحیح ہونے میں کیونکہ کوئی مانع اقتدا کا نہیں کذا فی النہر ہم چار مقتدیوں کی قید اسلئے لگائی کہ ایک شخص یا دو مقتدی ہوں گے
تو بلا کراہت درست ہے شامی نے کہا کہ یہ جزئیہ اقتدا النفل میں درست ہے مگر ثواب جماعت کا نہیں لما فی الاشباہ عن البزازیۃ یکرہ الاقتداء فی صلوۃ رغائب
وبراءۃ وقدر الا اذا قال نذرت کذا رکعۃ بہذا الامام جماعۃ انتہی قلت وتتمۃ عبارۃ البزازیۃ من الامامۃ ولا ینبغی ان یتکلف کل ہذا التکلف لامر مکروہ اور اشباہ میں بزازیہ
سے ہے کہ مکروہ ہے اقتدا کرنا صلوۃ رغائب میں اور صلوۃ براءت اور صلوۃ قدر میں مگر جب مقتدی یوں کہے کہ میں نے اتنی رکعتیں اس امام کے پیچھے جماعت سے
نذر کی تمام ہوا قول اشباہ کا میں کہتا ہوں کہ باقی عبارت بزازیہ کی باب الامامۃ سے یہ ہے کہ نہیں چاہیے یہ کل تکلف ایک امر مکروہ کے لیے ہم رجب کے پہلے جمعہ
کی شب میں نماز نفل صلوۃ رغائب کہلاتی ہے یہ نماز سنہ ۴۸۰ھ میں ایجاد ہوئی اور علما نے اسکی برائی اور اسکے پڑھنے والوں کی حماقت میں کتابیں تالیف کیں اور فقیہ
کے شارحوں نے تصریح کی کہ جو کچھ اس باب میں مروی ہے سب باطل اور موضوع ہے اسکی جماعت کے لیے اہل رسم یہ حیلہ کرتے ہیں کہ رکعتوں کو نذر کر لیتے ہیں تاکہ جماعت
نفل کی نذر سے واجب کی ہو جائے اور صلوۃ براءت سے مراد پندرھویں شب شعبان کی نفلیں ہیں اور صلوۃ قدر سے ستائیسویں شب رمضان کی نفلیں
ہیں انمیں بھی جماعت مکروہ ہے تو جماعت سے نفل ادا کرنے کے لیے نذر کا تکلف نکرنا چاہیے کذا فی الشامی وفی التاتارخانیۃ لو لم ینو الامامۃ لا کراہۃ علی الامام فلیحفظ اور
تاتارخانیہ میں ہے کہ اگر امام امامت کی نیت نکرے تو اسکے حق میں کراہت نہوگی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وفیہ ای رمضان یصلی الوتر وقیامہ بہا اور رمضان میں
پڑھا جائے وتر اور قیام رمضان جماعت سے ہم قیام رمضان سے مراد تراویح ہے یعنی وتر اور تراویح کو جماعت سے پڑھے ہل الافضل فی الوتر الجماعۃ ام المنزل تصحیحان لکن نقل
شارح الوہبانیۃ ما یقتضی ان المذہب الثانی واقرہ المصنف وغیرہ اور کیا افضل وتر میں جماعت ہے یا گھر پر پڑھنا دونوں قولوں کی تصحیح ہوئی ہے لیکن شارح
وہبانیہ نے وہ عبارت نقل کی ہے جسکا مقتضا یہ ہے کہ گھر پر پڑھنے کا افضل ہونا مذہب ہے اور اسکو ثابت رکھا ہے مصنف وغیرہ نے ہم حلبی نے کہا کہ شارح نے
جو اوپر قاعدہ لکھا تھا کہ جو نمازیں جماعت سے مشروع ہیں انکو مسجد میں پڑھنا افضل ہے اسکے رو سے معلوم ہوتا ہے کہ قول اول ہی راجح ہے

باب ادراک الفریضہ

یہ باب ہے بیچ پانے فرض کے ساتھ جماعت فرض کا اس میں کلام ہے یعنی جس نے فرض کو نماز جماعت کے پایا اور اس کے متعلق مسائل [illegible]
مسائل بھی بعض متعلق شرح غایۃ کے شرع فی الاداء ... [illegible]
فی الحکم اور بعض شرح غایۃ میں ... اور ادا جماعت شروع کیا نماز فرض کو اور اس کے طور پر ہی فرض کی جماعت شروع ہو گئی اس کی جگہ میں تو وہ بیٹھ
فرض کو توڑ دے بسبب حاصل کرنے جماعت کے ثواب کے کہ فرض کی قید سے نماز نفل اور قضا کی نماز ... اور ادا نفل کا اگر فرض پڑھتا ہو
اور جماعت شروع ہو جاوے تو توڑ کر جماعت میں ملے اور اقامت سے فرض اسی جگہ میں شروع ہونے سے موذن کی اقامت ... شروع ایسے کہ جماعت ہو کر نماز
... بھی موذن کی ... ورنہ نماز کا درست ... اگر نماز ... جماعت سے جماعت شروع ہو جاوے تو توڑ دے
... کہ شروع فی الفریضۃ ... اور اقامۃ المؤذن ... تو شروع کرے اول پہلے اور اقامت سے شروع ہو جاوے اقامت موذن کی تو توڑ دے
ما بعدہ ... فوات جماعۃ ... درہم من المال ... النفل ... جنازۃ ... تمام کرے اگر ... جاوے اسکی ... اور ... یا
جانے ... نمازی ... کی یا خوف کرے ... ایک درہم کا مال سے یا ہووے نفل نماز میں اور جنازہ لایا جاوے اور ... ہونے نماز جنازہ کو
تو قطع کرے نفل کو سبب قضا کرنے نفل کے ... اگر فرض نماز پڑھتے میں جنازہ کی نماز کے نکلنے کا خوف ہو تو فرض کو قطع نہ کرے وہ ... نماز جنازہ سے کذا
... کے وجوب ... غرق اور حریق اور ... واجب یعنی فرض ہو تو نماز کا واسطے بچانے کے ... یا جلتے ... اور ... کے ... ابو ... فرض
یجیبہ ... فی النفل ان علم انہ فی الصلوۃ ... الاجابۃ اور اگر ایک نمازی کو اس کی ماں یا باپ فرض میں تو جواب نہ دے مگر کہ فریاد کیا جاوے
یعنی فریاد ... کے وقت جواب دے اور اس میں ماں باپ اور غیر برابر ہیں کذا فی الطحطاوی اور نفل نماز میں ... ماں باپ کو علم ہو کہ نماز پڑھتا ہے ... جواب
دے ورنہ جواب دے ... صاحب بحر الرائق نے کہا کہ نماز کا توڑنا کبھی حرام ہوتا ہے اور کبھی مستحب اور گاہے مباح اور گاہے واجب تو حرام بدون عذر کے توڑ دینا ہے
مستحب حصول جماعت یا اور کسی وجہ سے کمال کرنے کے لیے اور مباح فوت مال کے خوف سے اور واجب واسطے جان بچانے کے کذا فی الشامی نقلا عن البحر
شروع ... قطع لا للاعلال ... بتسلیمۃ واحدۃ ... الاصح ... المقتدی بالامام نماز کو قطع کرے تو کھڑا ہوا اسلیے کہ قطع ... ہوا واسطے ... کے
پھر تو ... اور کفایت کرے نماز توڑنے میں ایک سلام پر یہی صحیح تر ہے کذا فی الغایۃ اور اقتدا کرے امام کے پیچھے یعنی اپنی نماز کو حالت قیام میں کہ سلام
سے توڑ کر امام کا اقتدا کرے ... ان لم یقیدا الرکعۃ الاولی بسجدۃ او قیدہا ... غیر رباعیۃ ... لکن ... رکعۃ اخری ... الثالثۃ النفل
... کہ توڑنا ... امام کا اقتدا اس صورت میں ہے کہ پہلی رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو یا سجدہ کیا ہو غیر رباعی نماز میں جیسے فجر اور مغرب کی نماز میں یا چار رکعت والی
... سجدہ کیا ہو لیکن اس رکعت میں دوسری رکعت ملا دے بطور وجوب کے پھر اقتدا کرے واسطے حاصل کرنے نفل و جماعت کے حاصل اس مسئلہ کا یہ ہے کہ جب
ایک شخص نے فرض پڑھنے شروع کیے پھر اس کی جماعت شروع ہو گئی تو اگر ہنوز اول رکعت کا سجدہ نہیں کیا تو نماز کو توڑ کر اقتدا کرے اور اگر رکعت اول کا سجدہ کر چکا ہو
اور نماز فجر یا مغرب ہے تب بھی توڑ کر اقتدا کرے اور اگر ظہر یا عصر یا عشا کی نماز ہے تو ایک رکعت اس میں اور ملا کر توڑے اور اقتدا کرے تاکہ دو رکعت نفل ہو جاویں اور
جماعت بھی ملے اور اگر نماز فجر و مغرب میں اس رکعت کا سجدہ بھی کر چکا ہے تو اب اسی کو پورا کرے اور اقتدا نہ کرے کذا فی الشامی وان صلی ثلثا منہا ای الرباعیۃ اتمہا
ثم اقتدی بالامام متنفلا ویدرک بذلک فضیلۃ الجماعۃ حاوی الا فی العصر فلا یقتدی لکراہۃ النفل بعدہ اور اگر چار رکعتوں والی نماز سے تین پڑھ چکا ہو
اس کو اکیلا تمام کرے پھر اقتدا کرے امام کے پیچھے نفل پڑھنے والا اور حاصل کرے اس اقتدا سے ثواب جماعت کا کذا فی الحاوی مگر عصر میں اقتدا نہ کرے واسطے مکروہ
ہونے نفل کے بعد عصر کے اور یعنی چار میں سے تیسری کا سجدہ کر چکا ہے تو اکیلا تمام کرے اور جب تک سجدہ نہ کیا ہو تب تک توڑ کر اقتدا کرے کذا فی الشامی والشلبی [illegible]

او التطوع مطلقا [illegible] سنة الظهر وسنة الجمعة اذا اقیمت او خطب الامام فانه یتمها اربعا علی القول الراجح [illegible]

لانها صلوة واحدة [illegible] الی [illegible] نفل کردہ [illegible] سنت ظہر کی اور سنت جمعہ

جب جماعت شروع ہو جائے یا امام خطبہ پڑھنے لگے تو ان کو پورا کرلے یعنی چار رکعتیں پڑھے قول راجح پر اسلیے کہ وہ سنت ایک ہی نماز ہے [illegible] قطع کرنا ادا کرنے کے لیے نہیں

اور اس میں [illegible] اس قول کو ترجیح دی ہے [illegible] کمال نے [illegible] یہی ہے کہ اگر قطع کر دیا اور [illegible] پڑھی تو یہی [illegible]

قطع کرنے سے [illegible] اسکو دوبارہ [illegible] ادا کرنے کے لیے ہے اور کمال الدین نے اسکو ترجیح دی ہے کہ سنت کو دو رکعت پر [illegible]

(و) کره تحریما للنهی (خروج من لم یصل من مسجد اذن فیه) جری علی الغالب والمراد دخول الوقت اذن فیه او لا

اور مکروہ تحریمی ہے بسبب ممانعت کے نکلنا اس شخص کا جسنے نماز نہیں پڑھی اس مسجد سے جس میں اذان ہوگئی ہو شارح نے کہا کہ ان [illegible] اکثر پر [illegible]

نماز ہو جانے پر اذان ہوتی ہے اور مراد اذان ہونے سے وقت نماز کا آجانا ہے خواہ مسجد میں اذان ہوئی ہو یا نہ ہوئی اگر کسی شخص کو کسی مسجد میں نماز کا وقت ہو جائے

تو بدون نماز پڑھے اسمیں سے نکلنا مکروہ تحریمی ہے طحطاوی نے کہا کہ دخول وقت مراد لیا جاتا ہے صاحب بحر الرائق کی اور ممانعت کی حدیث ابن ماجہ نے روایت کی ہے

کہ جسنے مسجد میں اذان کو پایا پھر نکل گیا اور کسی کام کو نہیں نکلا اور پھر آنے کا ارادہ نہیں رکھتا تو وہ منافق ہے (الا من ینتظم به امر جماعة اخری) او کان الخروج لمسجد حیه

ولم یصلوا فیه او لاستاذه لدرسه او لسماع الوعظ او لحاجة ومن عزمه ان یعود (نهر) مگر نکلنا اس شخص کو مکروہ نہیں جس سے دوسری جماعت کا انتظام ہو یعنی دوسری جگہ کا امام یا مؤذن

ہو یا یہ کہ نکلنا اپنے محلہ کی مسجد کے لیے ہو اور اسمیں لوگوں نے نماز نہ پڑھی ہو یا نکلنا اپنے استاد کی سبق کے لیے ہو یا وعظ سننے کے لیے یا نکلنا ہو

یا کسی حاجت کے لیے ہو اور اسکا ارادہ ہو کہ پھر آوے گا تو مکروہ نہیں کذا فی النهر (و) لا (لمن صلی الظهر والعشاء) وحده (مرة) فلا یکره له الخروج بل ترکه للجماعة الا عند الشروع

فی الاقامة فیکره لمخالفة الجماعة بلا عذر بل یقتدی متنفلا لما مر اور مگر اس شخص کے لیے جسنے ظہر اور عشا کی نماز تنہا ایک مرتبہ پڑھ لی ہو تو اسکو نکلنا مکروہ نہیں بلکہ چھوڑنا

جماعت کا یعنی یہ فعل مکروہ ہوا کہ نماز کو تنہا پڑھ لیا اور جماعت کا انتظار نہ کیا مگر وقت شروع ہونے تکبیر کے کہ مکروہ ہے اس شخص کو نکلنا بسبب اسکی مخالفت کرنے کے

جماعت کو بدون عذر کے بلکہ وہ اقتدا کرے نفل پڑھنے والا بسبب اس وجہ کے کہ گذری یعنی نفل اور جماعت دونوں حاصل کرنے کے لیے کذا فی الطحطاوی (و) الا (من

صلی الفجر والعصر والمغرب مرة) فیخرج مطلقا (وان اقیمت) لکراهة النفل بعد الاولیین وفی المغرب احد المحظورین البتیراء او مخالفة الامام بالاتمام اور مگر اس شخص کو مکروہ

نہیں جو فجر اور عصر اور مغرب کی نماز ایک بار پڑھ چکا ہو تو وہ نکلے ہر حال میں اگرچہ تکبیر ہو جائے بسبب مکروہ ہونے نفل کے بعد فجر اور عصر کی نماز کے یعنی اگر ان دونوں

نماز کو پڑھ کر امام کا شریک بہ نیت نفل ہوگا تو نفل کا پڑھنا ان دونوں کے بعد مکروہ تحریمی ہے اور مغرب کی نماز میں اقتدا کی نیت سے دو ممنوع باتوں میں ایک ہوگی یا ایک رکعت نفل

یا امام کی مخالفت پورا کرنے سے بتیرا تصغیر ہے بتراء کی اور بتیرا اس ایک رکعت کو کہتے ہیں جسکے ساتھ دوسری نہ ہو یعنی اگر مغرب میں اقتدا بہ نیت نفل کریگا تو اس سے ملیگی

تو یعنی تیسری رکعت تنہا رہ جائے اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ مقتدی امام کے ساتھ تین رکعتیں پڑھ کر ایک چوتھی اور ملالے تو امام کی مخالفت لازم آتی ہے (و) فی النهر بحثا (یجب

خروجه لان کراهته لا صلوة اشد) اور نہر الفائق میں ہے کہ مناسب یہ ہے کہ جماعت ہونے کے وقت اسکا نکلنا واجب ہو اسلیے کہ ٹھہرنا اسکا مسجد میں بدون نماز کے زیادہ

مکروہ ہے بہ نسبت نفل پڑھنے کے یعنی محیط میں کہا ہے کہ مخالفت جماعت کا گناہ بہت بڑا ہے کذا فی الطحطاوی (قلت افاد القهستانی ان کراهة التنفل بالثلاث تنزیهیة وفی القنیة لو اقتدی

فیه لا باس) میں کہتا ہوں کہ قہستانی نے بیان کیا ہے کہ تین رکعتیں نفل پڑھنے کی کراہت تنزیہی ہے اور مضمرات میں ہے کہ اگر اقتدا کرلیا مغرب میں تو برا کیا اور قہستانی نے اپنے قول کی تائید

میں مضمرات کا یہ قول نقل کیا ہے لیکن قول قہستانی کا مردود ہے اسلیے کہ صاحب ہدایہ نے تصریح کراہت کی کردی ہے اور غایة البیان میں آیا ہے کہ تین رکعتوں نفل کا پڑھنا بدعت ہے اور

قاضیخان نے شرح جامع صغیر میں کہا کہ انکا پڑھنا حرام ہے اور صاحب بحر الرائق نے کہا کہ حدیث میں بتیرا سے ممانعت وارد ہے تو معلوم ہوا کہ انکا پڑھنا مکروہ تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی

(واذا خاف فوت رکعتی الفجر لاشتغاله بسنتها ترکها لکون الجماعة اکمل) اور جب نمازی ڈرے فوت ہونے جماعت دوگانہ فرض فجر کے بسبب اپنے مشغول ہونے سنت

اسکی سنتون مین تو سنتون کو ترک کرے واسطے ہونے جماعت کے کامل تر ہم یعنی جماعت کی نماز کا ثواب منفرد کی نماز سے پچیس یا ستائیس گنا ہے اسکے سوا وعید ترک جماعت کا
زیادہ ہے بہ نسبت وعید ترک سنت فجر کے کذا فی الشامی والا بان رجا ادراک رکعة فی ظاهر المذهب وقیل التشهد واعتمده المصنف والشرنبلالی تبعا للبحر لکن ضعفه فی النهر
لا یترکها بل یصلیها عند باب المسجد ان وجد مکانا والا ترکها لان ترک المکروه مقدم علی فعل السنة اور اگر خوف جماعت کے فوت ہونیکا نہو اسطرح کہ توقع کرے ایک رکعت کے
ملنے کا ظاہر مذہب مین اور ایک قول یہ ہے کہ توقع کرے التحیات ملنے کا اور اسی قول ثانی پر اعتماد کیا ہے مصنف اور شرنبلالی نے بہ تبعیت بحر الرائق کے لیکن اس قول
کو ضعیف کہا ہے نہر الفائق مین تو اس صورت مین سنتون کو ترک نہ کرے بلکہ انکو مسجد کے دروازہ کے پاس پڑھے اگر جگہ پاوے اور اگر جگہ نپاوے تو سنتون کو ترک کرے
اسلیے کہ مکروہ کا نکرنا سنت کے کرنے پر مقدم ہے یعنی سنتون کو جماعت کے بیچ مین پڑھنا مکروہ ہے اور ادا سنت مسنون تو مقدم یہ ہے کہ فعل مکروہ کو نکرے عم شامی نے کہا کہ
تضعیف صاحب نہر کی ضعیف ہے فتح القدیر مین اسکو قوی کہا ہے کہ اگر جماعت کی التحیات ہی ملے تو سنتون کو ترک نکرے اور شارح نے بھی نماز کے اوقات کے بیان مین
اسی پر یقین کیا ہے اور شرح منیہ مین بھی یہی ہے اور دروازہ مسجد سے یہ غرض ہے کہ مسجد کے باہر پڑھے اگر جگہ ہو اور اگر باہر جگہ نہو تو اندر مسجد کے کسی ستون کی آڑ مین پڑھے
اور سب سے زیادہ مکروہ یہ ہے کہ فرضون کی صف کے برابر کھڑا ہو کر پڑھے اور اس سے کم کراہت اسمین ہے کہ صف کے پیچھے بدون آڑ کے پڑھے اور اگر سنتین امام کے
شروع کرنے سے پہلے شروع کر چکا ہو تو جہان چاہے پڑھے کچھ کراہت نہین ثم ما قیل یشرع فیها ثم یکبر للفریضة او ثم یقطعها ویقضیها مردود بان درء المفسد مقدم علی
جلب المصلحة پھر جو یہ کہا گیا ہے کہ سنتون کو شروع کرکے پھر فرضون کے لیے اللہ اکبر کہہ لے یا اول سنتون کو شروع کرے پھر انکو توڑ دے تو یہ دونون قول رد
کیے گئے ہین اس دلیل سے کہ دفع کرنا خرابی کا مقدم ہے بہتری کے کھینچنے سے عم فقیہ اسمعیل زاہدی نے یہ کہا ہے کہ فجر کی سنتون کو شروع کرکے توڑ دے تاکہ انکی قضا واجب
ہو جاوے پھر فرض کے بعد قبل طلوع آفتاب انکو پڑھ لے کیونکہ وہ اب واجب ہین نہ سنت کہ قبل طلوع انکا پڑھنا مکروہ ہو تو اس قول کو امام سرخسی نے رد کیا ہے
کہ یہ واجب کچھ نذر کی نماز سے بڑھ کر نہین حالانکہ نماز نذر کا ادا بھی بعد فجر کے قبل طلوع ممنوع ہے چنانچہ امام محمد نے تصریح کی ہے علاوہ اسکے عبادت کو بقصد واجب کرنے
کے پڑھنا اور عمل کا باطل کرنا شرعاً ممنوع ہے تو اس خرابی کا دور کرنا ادا سنت کی مصلحت سے مقدم ہے کذا فی الطحطاوی ولا یقضیها الا بطریق التبعیة لقضاء فرضها
قبل الزوال لا بعده فی الاصح لورود الخبر بقضائها فی الوقت المهمل بخلاف القیاس فغیره علیه لا یقاس اور فجر کی سنتون کو قضا نہ پڑھے مگر بہ تبعیت اسکے فرضونکی قضا کرکے
زوال سے پیشتر نہ اسکے بعد صحیح تر قول مین اسلیے کہ حدیث مین انکا قضا کرنا مہمل وقت مین خلاف قیاس وارد ہوا ہے تو غیر اسوقت کا وقت مذکور پر قیاس نکیا جائیگا وقت
مہمل اسکو کہتے ہین جو کسی فرض کا وقت نہو اور یہ وقت طلوع سے لیکر زوال تک ہے اور حنفیون کے نزدیک رات دن مین اسکے سوا دوسرا وقت مہمل نہین اور حدیث سے
مراد قصہ لیلة التعریس کا ہے جو مسلم مین مفصل مروی ہے مجملاً یہ ہے کہ آخر شب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استراحت فرمائی اور حضرت بلال کو ارشاد کیا کہ پہرہ دیں وہ بھی سو گئے
یہانتک کہ صبح کی نماز قضا ہو گئی آپنے اس جگہ سے جلد سفر کیا اور آفتاب کے اونچا ہونیکے بعد فجر کی سنتین پڑھ کر فرض جماعت سے پڑھی تو شارح کہتا ہے کہ یہ قضا صرف اسیوقت مین منحصر
رہیگی اور وقت کو اسپر قیاس نکیا جائیگا اور صحیح تر قول کا مقابل یہ ہے کہ بعد زوال کے بھی تبعاً قضا درست ہے اور کافی مین ہے کہ بدون تبعیت فرض اجماعاً قضا نہین بخلاف سنة الظهر
وکذا الجمعة فانه ان خاف فوت رکعة یترکها ویقتدی ثم یاتی بها علی انها سنة فی وقته ای الظهر قبل شفعه عند محمد وبه یفتی جوهرة واما ما قبل العشاء فمندوب لا یقضی اصلا بلا خلاف
سنت ظہر اور اسیطرح جمعہ کی سنتونکے کہ اگر نمازی کو خوف ہو ایک رکعت کے نکلنے کا تو سنتون کو ترک کرکے امام کا اقتدا کرے پھر انکو پڑھ لے وقت ظہر مین اور وہ سنتین ہین
بالاتفاق انکو پڑھے بعد کی دو سنتون سے پیشتر امام محمد کے نزدیک اور اسیکا فتوی ہے کذا فی الجوهرة اور جو رکعتین کہ عشا کے پیشتر ہین وہ مستحب ہین انکو قضا نہ پڑھے ہرگز
ولا یکون مصلیا جماعة اتفاقا من ادرک رکعة من ذوات الاربع لانه منفرد ببعضها لکنه ادرک فضلها ولو بادراک التشهد اتفاقا لکن ثوابه دون المدرک
لفوات التکبیرة الاولی واللاحق کالمدرک لکونه مؤتما حکما اور نہین ہوگا نماز پڑھنے والا جماعت سے بالاتفاق جس شخص نے کہ پائی ایک رکعت چار رکعتون والی نماز سے
اسلیے کہ وہ شخص منفرد ہے بعض نماز مین لیکن وہ پائیگا ثواب جماعت کا اگرچہ جماعت مین التحیات ہی پاوے بالاتفاق مگر ثواب اس شخص کا مدرک یعنی شروع نماز سے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

امام صاحب بحر الرائق [illegible]

معلوم ہوا [illegible] فوت الوقت [illegible]

مستحبات سے تو انکو پڑھے [illegible] اور اگر وقت جانے کا خوف ہو تو نفل نہ پڑھے بلکہ فرض پڑھے [illegible]

مشقتا ولو صلی منفرداً علی الاصح لکونہا مکملات وداخل تحت قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام وزیادۃ الدرجات اور پڑھے سنتوں کو ہر حال میں اگرچہ تنہا پڑھتا ہو [illegible]

موجب اسلیے کہ سنتیں فرضوں کی تکمیل کرنے والی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں زیادتی درجات کے لیے ہیں ہم جاننا چاہیے کہ نفل [illegible] ایک سنت

مؤکدہ جو بارہ رکعتیں ہیں پانچوں نمازوں میں اور ایک غیر مؤکدہ جیسے عصر سے پہلے چار رکعتیں یا اور نوافل چہارم دو حالت خالی نہیں یا تنہا یا جماعت سے پڑھیگا

یا تنہا اگر جماعت سے پڑھے تو سنت مؤکدہ وقتا پڑھے یعنی بلا عذر انکو ترک کرنے کا اختیار نہیں اور اگر تنہا پڑھنا چاہتا ہے تب بھی ایک روایت میں یہی حکم ہے اور ایک روایت

میں اسکو اختیار ہے اسلیے ماتن نے کہا کہ اگرچہ منفرد ہی پڑھے تاہم سنتیں پڑھے صحیح تر قول کے موجب شامی نے کہا کہ نص شرعی میں جب تفرقہ منفرد اور جماعت کا نہیں تو

احوط یہی ہے کہ اختیار ترک کا ساقط ہو [illegible] اور ہاں اگر وقت کے جانے کا خوف ہو تو انکا ترک کر سکتا ہے [illegible] قول الدرر وان فاتہ الجماعۃ [illegible]

نمازی کو جماعت [illegible] اس مسئلہ سے کہ [illegible] اسکو خوب سوچ سمجھ [illegible] بیان ہوا کہ جسکو ایک رکعت فجر یا ظہر کے نکلنے کا خوف ہو وہ سنتیں فجر یا ظہر کی ترک کرے

تو اب یہ کہ [illegible] سنتوں کو پڑھے اگرچہ اسکو جماعت [illegible] جیسا صاحب درر نے کہا ہے ہم یہ اعتراض ماتن نے اپنی شرح منح الغفار میں کیا ہے [illegible]

اعتراض نہیں بلکہ درر کی عبارت کا مطلب غلط سمجھ لیا ہے انکے شرح کو خیال میں کیا انہوں نے مسئلہ یوں لکھا ہے کہ ایک شخص کو جماعت فوت ہو گئی اب فرض تنہا پڑھنے

چاہے تو سنتیں پڑھے یا نہیں بعض مشائخ نے کہا کہ نہ پڑھے اسلیے کہ سنتیں اسی وقت پڑھی جاتی ہیں کہ فرض جماعت سے پڑھی جاتی ہیں [illegible] سنتیں پڑھے اگرچہ

جماعت اسکو نہ ملی [illegible] اور صاحب نہر الفائق نے اسکا مطلب یہ سمجھ لیا کہ سنتیں ادا کرے اگرچہ ادا کرنے سے آگے کو جماعت نہ ملے [illegible]

اس سے فوت ہو [illegible] تاہم سنتیں پڑھے کذا فی الشامی فتنبہ ولو اقتدی بامام راکع فوقف حتی رفع الامام راسہ لم یدرک الرکعۃ [illegible]

من الرکن شرط ولم توجد فیکون مسبوقا فیاتی بہا بعد فراغ الامام بخلاف ما لو ادرکہ فی القیام ولم یرکع معہ فانہ یصیر مدرکا لہا فیکون لاحقا [illegible]

اقتدا کیا نمازی نے پیچھے امام رکوع کرنے والے کے اور توقف کیا یہاں تک کہ اٹھالیا امام نے اپنا سر تو مقتدی مذکور نے اس رکعت کو نہیں پایا اسلیے کہ شرکت [illegible]

جزو میں کسی رکن کے اقتدا کی شرط ہے اور وہ نہیں پائی گئی تو مقتدی اس صورت میں مسبوق ہوگا یعنی اس رکعت کو امام کے فارغ ہونے کے بعد پڑھے بخلاف اسکے

کہ اگر امام کو قیام میں پایا اور توقف کیا اور اسکے ساتھ رکوع نہ کیا تو وہ اس رکعت کا پانیوالا ہوگا یعنی مقتدی مذکور اس رکعت کے حق میں لاحق ہوگا [illegible]

امام کے فراغ سے پیشتر یعنی پہلے اسکو ادا کرے پھر متابعت امام کی بقیہ نماز میں کرے اور چونکہ مسبوق کے مسئلہ میں بعد الفراغ کی قید تھی اسکی مناسبت سے یہاں بھی قبل

الفراغ کہدیا حاصل یہ کہ اقتدا رکعت ملنے کے حق میں ابتداءً اسی وقت ثابت ہوتا ہے جب کوئی حصہ قیام کا یا رکوع کا تو پہلی صورت میں نہ جزو قیام میں شرکت

نہ رکوع میں اسلیے مسبوق ہوا اور دوسری صورت میں اقتدا ثابت ہو گیا گو رکوع میں ساتھ نہ دینے سے لاحق ہو گیا کذا فی الشامی مختصراً [illegible]

تجب المتابعۃ فی السجدتین وان لم یحتسبا لہ والا فسد تبر کہا اور جب اوپر کے مسئلہ متن مین مقتدی نے رکوع امام کے ساتھ نہ پایا تو واجب ہوا امام کی متابعت دونون سجدون
مین اگرچہ یہ دونون سجدہ اسکے حق مین شمار نہونگے یعنی آخر کو پوری رکعت مع دونون سجدون کے پڑھنی پڑیگی اور فاسد نہوگی نماز ان دونون سجدون کے ترک
سے ہم بعض نادانون جب رکوع نہین ملتا تو نیت توڑ دیتے ہین کہ دوسری رکعت سے شریک ہونگے اسلیے ماتن نے آگاہ کر دیا کہ اگر رکوع نملا تو اقتدا صحیح ہوگیا امام کی
متابعت سجدون مین واجب ہے گو انکے نکرنے سے نماز فاسد نہوگی فلو لم یدرک الرکعۃ ولم یتابعہ لکنہ اذا سلم الامام قام واتی برکعۃ فصلوتہ تامۃ وقد ترک واجبا النہر عن التجنیس
پھر اگر مقتدی نے رکوع نہ پایا اور امام کی متابعت سجدون مین نکی مگر جب امام نے سلام پھیرا تو اُسنے اُٹھ کر ایک رکعت پڑھ لی تو نماز اسکی پوری ہے اور اُسنے ترک واجب کیا
یعنے شروع اقتدا مین متابعت امام کی سجدون کے اندر واجب تھی اُسکا تارک ہوا کذا فی النہر عن التجنیس ولو رکع قبل الامام فلحقہ امامہ فیہ صح رکوعہ وکرہ تحریما ان اتی
الامام قدر الفرض اور اگر مقتدی نے رکوع کیا امام سے پیشتر پھر امام نے اُسکو رکوع مین جالیا تو مقتدی کا رکوع درست ہوگا اور مکروہ تحریمی ہے پہلے رکوع کرنا اگر امام
مقدار فرض پڑھ چکا ہو ہم مکروہ تحریمی اسوجہ سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رکوع اور سجدہ مجھسے پہلے مت کرو اور ایک حدیث مین فرمایا کہ جو شخص امام سے
پہلے رکوع کرتا ہے یا اپنا سر اُٹھاتا ہے اُسکو یہ خوف نہین کہ خدا تعالی اُسکا سر کہین گدھے کے سر سے نہ بدل دے اور مقدار فرض سے مراد قرات واجب ہے یعنی امام آیتین پڑھ چکا
ہو اسوقت مقتدی اُس سے پہلے رکوع کرے کذا فی الطحطاوی والا لا یجزیہ اور اگر امام نے مقتدی کو سجدہ مین نہ جالیا یعنی مقتدی نے جب اپنا سر اُٹھالیا تب امام نے
رکوع کیا یا مقتدی نے اسوقت رکوع کیا کہ ہنوز امام قرات واجب نہ پڑھ چکا تھا تو رکوع مذکور اُسکو کافی نہوگا دوبارہ رکوع کرنا چاہیے ورنہ نماز باطل ہوجائیگی
کذا فی الشامی ولو سجد المؤتم مرتین والامام فی الاولی لم تجزہ سجدتہ عن الثانیۃ وتمامہ فی الخلاصۃ اور اگر مقتدی نے سجدہ کیا دوبار اور امام پہلے ہی سجدہ مین ہے تو مقتدی
کا اُسکا سجدہ دوسرے سجدہ سے کافی نہوگا اور پورا بیان اسکا خلاصہ مین ہے مترجم یعنے اگر مقتدی نے دو سجدہ کیے اور امام نے ابھی ایک ہی کیا ہے تو مقتدی کا دوسرا
سجدہ معتبر نہین اُسکو سجدہ دوم کا اعادہ واجب ہے ورنہ نماز فاسد ہوجائیگی کذا فی البحر

باب قضاء الفوائت

یہ باب ہے احکام قضا پڑھنے فوت شدہ نمازون کا لم یقل المتروکات ظنا بالمسلمین خیرا اذ التاخیر بلا عذر کبیرۃ لا تزول بالقضا بل بالتوبۃ والحج مصنف نے فوائت کو
متروکات نہ کہا واسطے بہتری گمان کرنے کے مسلمانون پہ کیونکہ نماز مین بدون عذر تاخیر کرنا گناہ کبیرہ ہے کہ دور نہین ہوتا قضا پڑھنے سے بلکہ دور ہوتا ہے توبہ کرنے سے
یا حج کرنے سے م یعنی اگر متروکات کہتا تو چھوڑی ہوئی نماز مین مراد ہوتین جنکو نمازی نے چھوڑ دیا جان بوجھ کر اور چونکہ جان بوجھ کر نہ پڑھنا گناہ کبیرہ تھا اسلیے فوائت کہا
یعنی جو نمازین مسلمان سے رہگئین خود اُسنے نہین چھوڑین اور حج سے گناہ کبیرہ کا دور ہونا اُس قول کے بموجب ہے کہ حج مقبول سے گناہ کبیرہ دور ہوجاتا ہے چنانچہ کتاب الحج مین
آویگا کذا فی الطحطاوی ومن العذر العدو وخوف القابلۃ موت الولد لانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اخرہا یوم الخندق اور عذر مین سے ہے دشمن کا ہونا اور دائی جنائی کا بچہ کے مرنے
اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کے عذر سے تاخیر نماز کی فرمائی جنگ خندق کے دن م یعنے جس روز خندق کھودی اُس روز چار نمازین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
اوقات معینہ پر نہوئین یہانتک کہ کچھ رات گذرے آپنے حضرت بلال کو ارشاد فرمایا اُنھون نے اذان کہی پھر تکبیر کہی آپنے ظہر کی نماز پڑھی پھر تکبیر کہی پھر عصر پڑھی پھر تکبیر کہا اور مغرب
پڑھی پھر تکبیر کہی اور عشا پڑھی اس سے معلوم ہوا کہ دشمن کے محاصرہ کرنیسے نماز مین تاخیر درست ہے کذا فی الطحطاوی اب شارح قبل شروع ہونے مسائل باب کے چند اصطلاحین
فقہی بیان کرتا ہے ثم الاداء فعل الواجب فی وقتہ وبالتحریمۃ فقط بالوقت یکون اداء عندنا وبرکعۃ عند الشافعی پھر ادا کے یہ معنی ہین کہ واجب کو اسکے وقت مین کرنا اور بسبب صرف تحریمہ
کرنیکے وقت کے اندر ادا ہوگی ہمارے نزدیک اور ایک رکعت وقت مین ہونیسے ادا ہوگی امام شافعی کے نزدیک یعنی یہ ضرور نہین کہ ادا میں سب نماز یا تمام واجب وقت کے اندر ہو
بلکہ حنفیونکے نزدیک نماز کی تحریمہ اگر وقت مین ہوگی تو وہ نماز ادا ہی ہوگی اور امام شافعی کے نزدیک ایک رکعت وقت مین ہوجانیسے ادا کہلائیگی والاعادۃ فعل مثلہ فی وقتہ لخلل غیر الفساد
وقولہم کل صلوٰۃ ادیت مع کراہۃ التحریم تعاد وجوبا فی الوقت اما بعدہ فندبا اور اعادہ کے یہ معنی ہین کہ مثل واجب کو وقت واجب مین کرنا بسبب کسی خلل کے سوائے فاسد ہونے

[illegible] واجب ہو وقت کے [illegible] اور بعد وقت مستحب [illegible]
[illegible] اس صورت میں [illegible] معلوم ہوا [illegible]
[illegible] تفصیل [illegible] کہ جب ہو [illegible] وقت میں [illegible] مستحب [illegible]
بعد وقت کے صرف [illegible] بحر الرائق [illegible] شامی نے فتح القدیر [illegible] نقل کیا اور کہ واجب [illegible] کہ بحر الرائق کے [illegible]
اعتقاد کیا جاتا ہے کیونکہ [illegible] قول ہے [illegible] کے ساتھ ادا ہو [illegible] لازم ہوا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ادا [illegible] وقت کے [illegible]
صورتوں میں واجب ہو اور [illegible] قول [illegible] والقضاء فعل الواجب بعد وقته واطلاقه علی غیر الواجب [illegible] قبیل الظهر مجاز اور قضا کے معنی میں کہ واجب کو [illegible]
کے بعد کرنا اور غیر واجب پر قضا کا بولنا [illegible] سنتوں پر قضا کا کہنا مجاز ہے یعنے قضا صرف فرض و واجب کی ہوتی ہے اور سنت پر قضا کا بولنا مجاز ہے
[illegible] حقیقة الترتیب بین الفروض الخمسة والوتر اداء وقضاء لازم [illegible] المشهود من نام عن صلوة [illegible] ترتیب درمیان [illegible]
فرض اور وتر کے ادا اور قضا میں لازم ہے [illegible] ترتیب کے فوت ہونے سے بسبب خبر مشہور من نام عن صلوة کے [illegible]
ثابت ہوا [illegible] ترتیب [illegible] فرض [illegible] واجب اور چونکہ فرض اکثر اعتقادی کو بولا کرتے ہیں اور ترتیب [illegible]
عملی ہے اور [illegible] ساقط نہیں ہوتی اور ترتیب ساقط ہو جاتی ہے اور واجب کے فوت سے صحت فوت نہیں ہوتی بخلاف ترتیب کے اسلیے مصنف نے لازم
کہا کہ سب الفاظ کو تمام ہو شارح نے لزوم کی دلیل اس حدیث کو بتایا کہ پوری اسطرح ہے جو کوئی سو جاوے کسی نماز سے یا بھول جاوے اور اسکو یاد نہ آوے مگر وقت
[illegible] امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہو تو چاہیے کہ اس جماعت کی نماز کو پڑھ لیوے اور اسکے بعد اسکو پڑھے جسکو یاد کیا تھا پھر اسکا اعادہ کرے جسکو امام کے ساتھ پڑھا تھا کذا فی
فتح القدیر میں کہا کہ دعوی اسکے [illegible] کا نامقبول ہے کیونکہ اسکے مرفوع ہونے میں بھی اختلاف ہے [illegible] موقوف کہتے ہیں چہ جائیکہ مشہور ہو کذا فی الشلبی
وقضاء الفرض والواجب والسنة فرض وواجب وسنة لف ونشر مرتب اور قضا کرنا فرض اور واجب اور سنت کا فرض اور واجب اور سنت ہے [illegible] نے
کہا کہ اس عبارت میں لف ونشر مرتب ہے یعنی فرض کا قضا کرنا فرض ہے اور واجب نماز فوت شدہ کی قضا واجب ہے اور سنت کا قضا پڑھنا سنت ہے اور واجب [illegible]
نذر کی یا جس نفل کو شروع کرکے توڑ دیا [illegible] امام کے قول ہے کذا فی [illegible] وجمیع اوقات العمر وقت للقضاء الا الثلثة المنهیة کما مر اور سب وقت عمر کے وقت
ہیں قضا پڑھنے کے لیے مگر تین وقتوں منع کیے ہوئے کے جیسا کہ گذرا یعنی اوقات نماز میں بیان ہو چکا ہے کہ طلوع اور غروب اور استوا کے وقت میں نماز مکروہ تحریمی ہے
اور سوا ان تین وقتوں کے اور وقتوں میں قضا نماز صحیح ہے اگرچہ بعد صبح اور عصر کے ہو فلم یجز تفریع علی اللزوم [illegible] الا استثناء من اللزوم
فلا یلزم الترتیب اذا ضاق الوقت المستحب حقیقة اذ لیس من الحکمة تفویت الوقتیة لتدارک الفائتة [illegible] پس نہیں جائز ہے فجر اس شخص کی جسکو یاد ہو کہ اسنے وتر نہیں پڑھی بسبب
ہونے وتر کے امام کے نزدیک شارح نے کہا کہ یہ تفریع ہے لزوم ترتیب پر درمیان فرض اور واجب کے مگر یہ کہ تنگ ہو جاوے وقت مستحب واقع میں نہ نمازی کے گمان میں
یعنے یہ صورت لزوم ترتیب سے خارج ہے اسمیں ترتیب لازم نہ ہوگی کیونکہ حکمت کی بات نہیں ہے وقتی نماز کا فوت کر دینا واسطے تدارک فوت شدہ کے [illegible] جائز ہونے میں
[illegible] نماز فجر کا فاسد ہونا [illegible] آگے آویگا اور وقت کے تنگ ہو جانے سے یہ غرض ہے کہ اگر فوت شدہ نماز کو پڑھتا ہے تو وقت مستحب وقتی کے لیے نہیں رہتا مثلاً عصر
میں آفتاب زرد ہو جاتا ہے تو اس صورت میں ترتیب ساقط ہو جاتی ہے کیونکہ وقتی کو فوت کر دینا اور فائتہ کو ادا کرنے میں کچھ حکمت نہیں ولو لم یسع الوقت کل الفوائت
فالاصح جواز الوقتیة [illegible] اور اگر وقت گنجائش نہ رکھتا ہو سب فوت شدہ نمازوں کے لیے تو صحیح تر جائز ہونا وقتیہ کا ہے کذا فی المجتبی اور صورت اسکی یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص کے ذمہ نماز عشا
اور وتر ہو اور صبح کا وقت اتنا ہے کہ اسمیں وتر اور نماز صبح ہو سکتی ہے تو فقہا نے اسکو ترجیح دی ہے کہ جبتک وتر نہ پڑھ لیگا صبح کی نماز درست نہ ہوگی اور مجتبی میں لکھا
[illegible]

اگر جس شخص کے ذمہ عشا ہی اُسنے گمان کیا وقت فجر کی تنگی کا یعنی پڑھا فجر کی نماز کو اور وقت مین وسعت ہے تو نماز فجر کو مکرر پڑھے طلوع آفتاب تک اور فرض اسکا سب سے پچھلا
ہوگا صورت اسکی یہ ہے کہ نمازی نے یہ خیال کیا کہ وقت مین اتنی گنجائش نہین کہ عشا اور فجر دونون ہو جائین اسلیے اُسنے صرف فجر کی نماز پڑھی پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ وقت
اور باقی ہے اور اسمین بھی یہی خیال کیا کہ دونون نمازین نہونگی تو فجر کی نماز پھر پڑھے اسی طرح جتنی بار گنجائش ہو فجر کو پڑھے تو جو دوگانہ طلوع کے قریب ہوگا وہ فرض ہوگا اور باقی
نفلین ہونگی اور جب یہ خیال ہو کہ وقت مین گنجائش دونون نمازونکی ہے تو اول عشا پڑھے پھر فجر کذا فی الشامی او نسیت الفائتة لانہ عذر یا بھول جائے نماز فوت شدہ تب بھی
ترتیب لازم نہین اسلیے کہ بھولنا عذر ہے یعنی عذر آسمانی ہے کہ اسمین بندہ کو اختیار نہین اور فائتہ کا یاد پڑنے سے ہوتا ہے جبتک یاد نہ آویگی اُسکا وقت نہوگا کذا فی البحر او فاتت ست

اعتقادیة لدخولها فی حد التکرار المفضی للحرج یا فوت ہو جاین چھ نمازین فرض اعتقادی تب بھی ترتیب ساقط ہے واسطے داخل ہونے چھ کے اس شمار مین کہ جا پہنچتی ہو کر ہونے کو
اور پہونچانیوالی ہے تنگی کی طرف ہم یعنی چھ سے کمتر نمازون مین ہو سکتا ہے کہ کوئی نماز مکرر نہو جیسے ایکدن رات کی پانچ نمازین اور اگر فائتہ نمازین چھ ہونگی تو بالضرور ایک نماز مکرر
ہوگی اور تکرار کی صورت مین ترتیب کا واجب کرنا موجب حرج تھا اسلیے چھ نمازون کو جنمین قطعًا تکرار ہے ترتیب کے ساقط کرنے کا سبب ٹھہرایا اور اعتقاد کی قید اسلیے
لگائی کہ فرض عملی یعنے وتر نکلجاے ہر چند ترتیب اسمین اور دوسری نمازون مین فرض ہے مگر وتر کا شمار فوائت مین جداگانہ نہین اور شاید اسلیے نہین کہ اسکا کوئی وقت مستقل
نہین پھر ترتیب کا سقوط اس سبب سے فائتہ اور وقتی مین یا وہ فوت شدہ نمازون مین ہوتا ہے مگر دو وقتی نمازون مین ترتیب ساقط نہین ہوتی مثلًا جسکی چھ نمازین فوت

ہوگئی ہین تو عشا اور وتر کی ترتیب اسکو لازم ہے کذا فی الشامی بخروج وقت السادسة علی الاصح ولو متفرقة او قدیمة علی المعتمد لانہ متی اختلف الترجیح رجح اطلاق المتون بحر چھ
نمازونکے فوت ہونیسے ترتیب ساقط ہوگی ساتھ نکلنے چھٹی نماز کے وقت کے صحیح تر قول کے بموجب اگرچہ چھ نمازین متفرق ہون یا قدیم ہون مذہب معتبر پر اسلیے کہ جب ترجیح مختلف
ہوتی ہے تو متون کے اطلاق کو ترجیح دیجاتی ہے کذا فی البحر قول اصح کا مقابل یہ ہے کہ وقت چھٹی نماز کے داخل ہونیکا معتبر ہے امام محمد کے نزدیک اور متفرق کی مثال یہ کہ مثلًا چھ نمازین
صبح ہی کی فوت ہو گئین اور انکے بیچ کی نمازین بدون یاد آنے فوائت کے پڑھ لین اور قدیم کی مثال یہ کہ ایک شخص نے مثلًا ایک مہینا برابر نماز نہ پڑھی پھر اسنے کوئی نماز قضا نکی
اب اگر کوئی نماز نئی قضا ہوگی اور باوجود اسکی یاد کے دوسری نماز پڑھیگا تو دوسری درست ہو جائیگی کیونکہ یہ فائتہ پہلے کی نمازون فوت شدہ مین ملجائیگی اور بعضون نے
لکھا ہے کہ چھ نمازین حال کی فوت ہو جانے سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے پہلے فوائت کا اعتبار نہین اور تجنیس [illegible] پر فتوی لکھا ہے اور مجتبی مین قول اول کو اصح کہا ہے اور مراقی
اسپر فتوی بیان کیا ہے تو معلوم ہوا کہ اس مسئلہ مین فتوی اور تصحیح مختلف ہین مگر چونکہ متون فقہ مین مطلق چھ نمازون فوت شدہ کا اعتبار ہے خواہ نئی ہون یا پرانی اسلیے شارح نے کہا کہ ترجیح متون کے

اطلاق کو دینا چاہیے یعنی قول اول ہی معتمد ہے کذا فی البحر او ظن ظنا معتبرا ای یسقط لزوم الترتیب ایضا بالظن المعتبر کمن صلی الظہر ذاکرا لترکہ الفجر فسد ظہرہ فان قضی الفجر ثم

صلی العصر ذاکرا للظہر جاز العصر اذ لا فائتة علیہ فی ظنہ حال اداء العصر وہو ظن معتبر لانہ مجتہد فیہ یا گمان کیا گمان معتبر یعنے ساقط ہوتا ہے لزوم ترتیب گمان معتبر سے بھی مثلًا ایک
شخص نے ظہر کی نماز پڑھی یاد کر کے کہ مین نے فجر نہین پڑھی تو اسکی نماز ظہر فاسد ہوگئی پھر جب اسنے فجر کو قضا پڑھ لیا اور اسکے بعد عصر کو پڑھا حالانکہ ظہر اسکو یاد ہے تو اسکی
نماز عصر کی درست ہوگی اسلیے کہ اسکے گمان مین عصر کے ادا کرنے کے وقت اسپر کوئی نماز قضا نہین اور گمان معتبر ہے اسلیے کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے ہم یعنے اگرچہ گمان مین
تو واجب نہین جانتا اور بعد اسطرح نمازونکے پڑھنے کے جانا کہ ترتیب واجب ہے تو عصر کے فاسد ہونیکا حکم نہ دیا جائیگا کیونکہ آخر امام شافعی ترتیب کو مستحب کہتے ہین تو اسکا گمان

غیر معتبر نہ ٹھہرا اسلیے ترتیب ساقط ہوئی اور اس مسئلہ کا پورا بیان شامی مین ہے وفی المجتبی من جہل فرضیة الترتیب یلحق بالناسی واختارہ جماعة من ائمة بخاری وعلیہ یخرج ما فی القنیة

صبی بلغ وقت الفجر وصلی الظہر مع تذکرہ جاز ولا یلزم الترتیب بہذا العذر اور مجتبی مین ہے کہ جو شخص جاہل ہو فرض ہونے ترتیب سے وہ لاحق کیا جائیگا بھولنے والے سے یعنے
عذر جہالت سے بھی ترتیب ساقط کر دیجاتی ہے اور اختیار کیا ہے اسکو ایک جماعت نے بخارا کے امامون سے اور اسی قول پر متفرع ہے وہ مسئلہ جو قنیہ مین ہے کہ ایک لڑکا فجر کے
وقت بالغ ہوا اور اُسنے ظہر کی نماز پڑھی باوجود فجر کے یاد ہونیکے تو ظہر کی نماز درست ہوگی اور اس عذر سے اسپر ترتیب لازم نہوگی یعنے ترتیب کے فرض ہونیکا علم غالبًا اس عمر مین نہین
ہوتا تو جہالت کے عذر سے اسپر سے ترتیب ساقط ہوئی کذا فی النہر م ظن معتبر اور جہالت کو جداگانہ سبب ترتیب کے ساقط ہونیکا تصور کرنا چاہیے اسلیے کہ جب جہالت بھول [illegible]

[illegible] ہونی نہ صحیح ہے وقت کی [illegible] یا [illegible] پس سبب [illegible] سے فوت [illegible] کے سبب سقوط ترتیب کے تین سبب ہیں [illegible]

وقت میں گنجائش ہو اور بھول جاوے [illegible] الا بعذر ولزوم الترتیب بعد سقوطہ بکثرتہا [illegible] بعود الفوائت الی القلۃ

سبب قضا [illegible] ان لا یعود وهو [illegible] ترتیب [illegible] فوت کی کثرت کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہے فوت [illegible]

[illegible] بعض فوت ہو [illegible] مشہور ہے [illegible] ساقط [illegible] صورت اسکی یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص کے ذمہ سال بھر کی نمازیں قضا تھیں [illegible]

[illegible] لزوم ترتیب ان فوائت کی وجہ سے ساقط ہو گیا پس اس شخص نے ان نمازوں کو قضا پڑھتے پڑھتے [illegible] سے کم کر دیا یہانتک کہ مثلاً ایک ہی [illegible] کے ذمہ

تب بھی لزوم ترتیب عود نکریگا [illegible] اس نماز باقی کو یاد کرکے اگر کوئی نماز پڑھیگا تو وقتی جائز ہوگی اور وقتی کی قید اسلیئے لگائی کہ غیر معتمد قول یہ ہے کہ جب فوائت [illegible]

ہو جاویں تو ترتیب عود کرآتی ہے اور اسی قول کو ہدایہ میں پسند کیا ہے اور کافی میں اسکو [illegible] کیا ہے اور محیط اور سراج اور کافی میں فتوی اول قول پر ہے اور بعض [illegible]

پڑھنے کی قید اسلیئے کہ اگر کل کی قضا کر لیگا اور ایک نماز بھی اسکے ذمہ میں [illegible] تو صاحب ترتیب ہو جائیگا چنانچہ قہستانی نے اسکو نقل کیا ہے کذا

فی الشامی وکذا لا یعود الترتیب بعد سقوطہ بعد المسقطات الباقیۃ من النسیان والضیق [illegible] الوقت فی خلال الوقتیۃ لا تفسد وهو الاصح [illegible]

اسیطرح عود نہیں کرتی ترتیب بعد اسکے ساقط ہونے کے کسی گذشتہ ساقط کرنیوالی چیز کی وجہ سے یعنی بھولنے اور تنگی وقت کے سبب اگر ترتیب ساقط ہو جائیگی

تب بھی عود نکریگی یہانتک کہ اگر وقت جاتا رہیگا درمیان وقتی کے تو نماز وقتی فاسد نہوگی اور نماز میں ادا پڑھنے والا ہوگا یہی صحیح ہے کذا فی المجتبی یعنی تنگی وقت کے

باعث ترتیب ساقط ہو کر اگر وقت جاتا رہا تو ترتیب عود نکریگی یہانتک کہ اگر وقتی کے پڑھنے کے درمیان وقت جاتا رہیگا تو فاسد نہوگی کیونکہ ترتیب ساقط

ہو گئی اور یہ نماز وقتی ادا ہوگی نہ قضا ایسا ہی نسیان سے ساقط ہو کر پھر عود نکریگی اور بعض فقہا کے نزدیک جتنی نماز وقت میں ہوگی اسقدر ادا ہوگی اور جتنی وقت سے

خارج ہوگی وہ قضا ہوگی اور ایک قول یہ ہے کہ سب قضا ہوگی مگر صحیح یہ ہے کہ ادا ہوگی کذا فی الطحطاوی مختصرا لکن فی النہر والسراج عن الدرایۃ لو سقط للنسیان

والضیق ثم تذکر وتسع الوقت یعود اتفاقا ونحوہ فی الاشباہ فی بیان الساقط لا یعود فلیحرر لیکن نہر الفائق اور سراج میں درایہ سے ہے کہ اگر ترتیب نسیان اور

وقت کی تنگی سے ساقط ہو گئی پھر اسکو نماز فائتہ یاد ہوئی اور وقت میں گنجائش ہے تو ترتیب عود کریگی بالاتفاق اور مثل اسکے ہے اشباہ میں اس قاعدہ کے

بیان میں کہ ساقط چیز عود نہیں کرتی تو اسکی تنقیح کرنی چاہیئے حم تنقیح یہ ہے کہ وقت کی تنگی میں خلاف لفظی ہے کیونکہ مجتبی میں عدم عود کی تصریح اس صورت میں ہے

کہ وقت نکل گیا ہو اور درایہ میں عود کی تصریح اس صورت میں ہے کہ وقت میں گنجائش ہو دونوں کو جمع کریگی تو دونوں قولوں میں کچھ منافات نہیں اور اسیطرح

بھولنے کے بعد یاد کرنیکی صورت مجتبی میں اسپر محمول ہے کہ نماز پڑھنے کے بعد فائتہ یاد ہوئی ہو اور درایہ میں اسپر محمول ہے کہ نماز وقتی کے فارغ ہونے سے پیشتر یاد ہوتی ہو کذا

فی الحلبی وفساد اصل الصلوۃ بترک الترتیب موقوف عند ابی حنیفۃ سواء ظن وجوب الترتیب اولا فان کثرت وصارت الفوائت مع الفائتۃ ستا ظہر صحتہا بخروج

وقت الخامسۃ التی ہی سادسۃ الفوائت لان دخول وقت السادسۃ غیر شرط لانہ لو ترک فجر یوم وادی باقی صلواتہ انقلب صحیحۃ بعد طلوع الشمس والا فاسدۃ [illegible]

والسبب [illegible] ترتیب کے ملتوی ہونے کا امام ابو حنیفہ کے نزدیک برابر ہے کہ نمازی نے واجب ہونے ترتیب کا ظن کیا ہو یا نہیں پس اگر بہت ہو جاویں اور سب

نمازیں جنکا فساد موقوف ہے فائتہ کے ساتھ ملکر چھ ہو جاویں تو ظاہر ہوگی صحت ان پانچوں کی پانچویں نماز کے نکلنے کے وقت پر جو شمار میں چھٹی ہے نمازوں سے اسلیئے

کہ داخل ہونا چھٹی نماز کے وقت کا شرط نہیں کیونکہ اگر ایک شخص نے کسی روز کی فجر نہ پڑھی اور باقی نمازیں اس دن کی ادا کیں فجر کو یاد کرکے تو یہ نمازیں دوسرے

دن کے آفتاب کے طالع ہونے پر صحیح ہو جائینگی جب پہلے اگر دخول وقت چھٹی نماز کا شرط ہوتا تو دوسرے دن کے زوال پر صحیح ہوتیں شامی نے کہا کہ شارح نے تبعیت نہر الفائق

فساد اصل کہا حالانکہ امام کے نزدیک اصل نماز فاسد نہیں ہوتی بلکہ وصف فاسد ہو جاتا ہے یعنی نماز فرض نہیں رہتی نفل ہو جاتی ہے تو بہتر تھا کہ شارح اصل کی جگہ وصف

کہتا چنانچہ مترجم نے ترجمہ وصف کا کیا ہے اور صاحبین کے نزدیک فساد موقوف نہیں بلکہ امام محمد کے نزدیک اصل و وصف دونوں قطعا فاسد ہو جاتے ہیں

اور امام ابو یوسف کے نزدیک فقط وصف قطعًا فاسد ہوجاتا ہے دوسرے یہ کہ سادسۃ الفوائت کہنا مناسب نہین بلکہ سادستہ الصلوٰۃ درست ہے اسلیے کہ پچھلی پانچون فوت نہین
ہوئین کذا فی الطحطاوی والا بان لم تصر ستا لانظہر صحتہا بل تصیر نفلا وفیہا یقال صلوٰۃ تصحح خمسًا واخری تفسد خمسًا اور اگر فاسد نمازین بہت نہون یعنی چھ نہو جائین تو ان
نمازون پنجگانہ کی فرضیت ظاہر نہوگی بلکہ نفلین ہوجائینگی یعنے اگر نماز متروکہ فجر کو دوسرے فجر کے وقت مین بعد نماز یا قبل نماز طلوع سے پیشتر پڑھیگا تو جو نمازین موقوف الفساد
تھین وہ فاسد ہوجائینگی یعنے نفلین ہوجائینگی اور اگر نماز متروکہ کو طلوع شمس تک نہ پڑھیگا تو سب درست ہوجائینگی اور اسی چھٹی نماز مین یہ بھی معما کہا جاتا ہے کہ ایک نماز
پانچ نمازون کو درست کردیتی ہے اور دوسری نماز پانچ فرض کو فاسد کرتی ہے جواب اس معما کا یہ ہے کہ وہی نماز فائتہ ہے کہ اگر اسکو پانچوین نماز پڑھنے کے بعد اسکے وقت
نکلنے سے پیشتر قضا کریگا تو پانچون نمازین فاسد ہوجائینگی اور اگر وقت نکلنے کے بعد پڑھیگا تو پانچون نمازین صحیح ہوجائینگی اور دوسری نماز اسلیے کہا کہ وقت نکلنے کے بعد
پڑھی گئی ورنہ حقیقت مین ایک ہی ہے اور چونکہ صحت کا مدار وقت کے نکلنے پر ہے تو نماز کو صحیح کہنے مین شارح سے مسامحت ہوئی کذا فی الشامی ولو مات وعلیہ صلوات
فائتہ واوصی بالکفارۃ یعطی لکل صلوٰۃ نصف صاع من بر کالفطرۃ اور اگر ایک شخص مرا اور اسکے ذمہ نمازین فوت شدہ ہین اور وصیت کی کفارہ دینے کی
دیا جاے ہر نماز کے لیے آدھا صاع گیہون مانند صدقہ فطر کے ہے یعنے آدھا صاع گیہون یا آٹا یا ستو یا ایک صاع جو خواہ چھوارا یا انکی قیمت دیوے اور وصیت کرنی
اس شخص کو لازم ہوگی اگر وہ قادر تھا فوائت کے ادا پر اور ادا نہ کی اور صاع کا بیان فطرہ کے ذکر مین لکھا جائیگا انشاء اللہ تعالیٰ وکذا حکم الوتر والصوم وانما یعطی
من ثلث مالہ ولو لم یترک مالا یستقرض وارثہ نصف صاع مثلا وتدفعہ لفقیر ثم یدفعہ الفقیر للوارث ثم وثم حتی یتم اور ایسا ہی حکم ہے وتر اور روزہ کا یعنی انمین سے ہر ایک کے
عوض صدقہ فطر کے مانند دینا چاہیے اور یہ کفارہ میت کے مال کی تہائی سے دیا جاے اور اگر میت نے کچھ مال نچھوڑا ہو یا اتنا نہو کہ سب نمازونکے کفارہ کو کافی ہو تو میت کا
وارث یہ تدبیر کرے کہ نصف صاع گیہون مثلاً قرض لے اور اسکو فقیر کے حوالہ کرے پھر فقیر وہ گیہون وارث کو ہبہ کردے اور وارث پھر فقیر کو دیدے اسیطرح اتنی بار دادو ستد
ہو کہ کفارہ تمام ہوجاے ہم یہ حیلہ اس امر کا ہے جو اس زمانہ مین اسقاط کے نام سے مشہور ہو رہا ہے اور اہل ہند اس باب مین بالفعل یہ حیلہ استعمال کرتے ہین کہ عمر بھر کے نماز
روزہ کا حساب کرکے کفارہ کا نقد دام ٹھہرایا یا اناج معلوم کرلیا پھر فقیر کو وہ نقد یا غلہ زبانی دیکر اپنے ذمہ قرض لیا بعد اسکے اس قرض کی عوض ایک قرآن مجید فقیر کے حوالہ کرتے ہین
اور یہ اسقاط وارث کے ذمہ واجب نہین تبرع ہے مگر اسطرح کا تبرع خالی تکلف سے نہین ولو قضاہا ورثتہ بامرہ لم تجز لانہا عبادۃ بدنیۃ بخلاف الحج لانہ یقبل النیابۃ اور اگر
نمازون فوت شدہ کو میت کے وارثون نے اسکے حکم سے قضا پڑھا تو اسکی طرف سے درست نہوگی اسلیے کہ نماز عبادت بدنی ہے ہر مکلف کو حکم ہے کہ اپنے بدن سے اسکو بجا لائے
دوسرے کے ادا کرنے سے ادا نہوگی بخلاف حج کے اسلیے کہ وہ نیابت کو قبول کرتا ہے یعنی وارث کے حج کرنے سے فرض میت کے ذمہ سے ساقط ہوجاتا ہے اگرچہ میت نے اسکی وصیت
نکی ہو کیونکہ حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو اسکے مردہ باپ کیطرف سے حج کرنیکی اجازت فرمائی تھی کذا فی الطحطاوی ولو ادی للفقیر اقل من
نصف صاع لم تجز ولو اعطاہ الکل جاز اور اگر دیا وارث نے فقیر کو کمتر صاع سے تو جائز نہوگا اور اگر سب غلہ اسیکو دے دیا تو درست ہے یعنے صدقہ فطر سے اس کفارہ
مین اتنا فرق ہے کہ نصف صاع سے کم ایک فقیر کو فطرہ درست ہے اور کفارہ نماز روزہ کا درست نہین اور کفارہ یمین اور ظہار اور افطار مین بعدد شرط ایک کو سب
دینا درست نہین کذا فی الشامی ولو فدی عن صلوٰتہ فی مرضہ لا یصح بخلاف الصوم اور اگر فدیہ دیا میت نے اپنی نماز سے اپنے مرض موت مین تو صحیح نہوگا یعنی اسپر
واجب ہے کہ وصیت کرجاے بخلاف روزہ کے کہ اگر مرض موت مین روزہ کا فدیہ دیوے تو درست ہے لیکن اسکی صحت بعد موت کے ثابت ہوگی کذا فی الطحطاوی ویجوز
تاخیر الفوائت وان وجبت علی الفور لعذر السعی علی العیال وفی الحوائج علی الاصح اور جائز ہے تاخیر کرنا فوت شدہ نمازونکا اگرچہ واجب اسیوقت ہوتی ہین بسبب
عذر کمائی کے عیال کے لیے اور سعی کرنے کے اپنی حاجتون مین صحیح تر قول کے بموجب یعنی بہت سے فائتہ جنسے ترتیب ساقط ہوجاتی ہے انکو اگر زن و فرزند کے لیے کمائی کی جہت
سے یا اور کسی حاجت کے باعث تاخیر کرے تو جائز ہے تو جب اپنے کام سے جسقدر فرصت ملے اسیقدر قضا پڑھ لے انکو چھوڑنا نچاہیے کذا فی الطحطاوی وسجدۃ التلاوۃ
والنذر المطلق وقضاء رمضان موسع وضیق الحلوانی کذا فی المجتبیٰ اور سجدہ تلاوت یعنی نماز سے خارج تلاوت کا اور نذر مطلق اور رمضان کی قضا وسعت دیگئی ہے یعنی ان

[illegible]

[illegible] کا فرض ادا ہو چکا تھا [illegible] پس فرض ہوا کہ اس کو دوبارہ کرنا چاہیے [illegible]

[illegible] اور [illegible] ہو گیا [illegible] مسلمان ہو [illegible]

[illegible] باطل ہو جاتے ہیں [illegible] امام شافعی [illegible]

[illegible] احبطا العمل ... الردة ... بالموت علیہا [illegible] خلاف [illegible] امام شافعی [illegible]

[illegible] ہم کہتے ہیں کہ آیت میں دو کام ہیں [illegible] کا فائدہ دو فرمایا ہے عمل کا باطل ہونا اور [illegible]

[illegible] کہنا چاہیے ہم امام شافعی رحمہ نے فرمایا ہے کہ اس شخص پر اعادہ فرض لازم نہیں ہے کہ اسے [illegible]

[illegible] فاولئک حبطت اعمالہم فی الدنیا والآخرة واولئک اصحاب النار ہم فیہا خالدون تو اس آیت میں عمل کے باطل ہونے [illegible]

[illegible] ہے جبکہ وہ شخص اسی وقت مسلمان ہو گیا اور [illegible] پر نہیں مرا تو اسکا فرض نہیں باطل ہوا ہم جواب دیتے ہیں کہ

اس آیت میں دو شرطیں اور دو جزا ہیں [illegible] کے اول شرط مرتد ہونے کی جزا عمل کا باطل ہونا ہوا اور دوسری [illegible]

[illegible] کی جزا دوزخ میں ہمیشہ رہنا ہے کیونکہ پہلی آیت ومن یکفر بالایمان میں عمل کے باطل ہونے کو صرف کفر پر مشروط کیا ہے تو اس میں بھی یہی جاننا چاہیے

کذا فی الشامی مختصراً فرع مسائل متفرقہ شارح کہتے ہیں [illegible] بعد صلوٰة العشاء [illegible] ایک لڑکے کو احتلام ہوا [illegible] عشا کی نماز

پڑھ لینے کے بعد اور وہ جاگا فجر کے بعد تو اسکو لازم ہے عشا کا قضا پڑھنا کیونکہ جو اس نے پڑھی تھی وہ نفل ہو گئی تھی اور [illegible] بعد اسکے ہوا [illegible]

[illegible] خطاب شرعی کا [illegible] کذا فی الشامی [illegible] مریض [illegible] نماز [illegible] اپنے مرض میں [illegible] اشارہ سے [illegible]

نمازیں کہ اسکو فوت ہوئی تھیں اسکی صحت میں تو درست ہو گئی اور [illegible] پڑھے جب تندرست ہو جائے کثرت الفوائت نوی اول ظہر علیہ او آخرہ وکذا

الصوم لو من رمضانین ہو الاصح [illegible] ہو لیکن فوائت نیت کرے اول ظہر کی اپنے ذمہ یا آخر ظہر کی اور اسیطرح کا حال ہے اگر دو رمضانوں سے ہو یہی صحیح ہے [illegible]

[illegible] بہت سے فوائت کی [illegible] مثلاً ایک ہفتہ ظہر کی نمازیں قضا پڑھتی ہیں تو تعیین قضا میں ضروری ہے کہ مثلاً کون سے دن کی ظہر پڑھتا ہے اسلیے شارح نے کہا کہ

نیت سب سے اول ظہر کی کرے تو سب سے پہلے دن کی نماز ذمہ سے ادا ہو گی بعد اسکے دوسرے روز کے ظہر اول ہو جاویگی اسی طرح سب ادا ہو جاوینگی اور آخر

ظہر کی نیت سے بھی یہی فائدہ ہے اور دو رمضانوں کے روزے میں بھی اول رمضان یا آخر رمضان کی نیت سے تعیین ہو جاویگی اور اگر ایک رمضان کے کئی

روزے ہوں تو تعیین کی کچھ حاجت نہیں کذا فی الشامی [illegible] فی التاخیر [illegible] لا یظہر [illegible] چاہیے کہ اپنی قضا [illegible]

دوسرے شخص کو اطلاع نہ کرے یعنی قضا نماز چھپا کر پڑھے کیونکہ نماز کو وقت سے ٹالنا گناہ ہے تو اسکو ظاہر نہ کرے [illegible] امام شامی نے کہا کہ [illegible] قضا [illegible]

اعلان کرکے پڑھنا مکروہ تحریمی ہی

باب سجود السہو

یہ باب ہی سہو کے سجدونکے بیان مین من اضافۃ الحکم الی سببہ سجود سہو کی اضافت از قبیل اضافت حکم کے ہی طرف اُسکے سبب کے ہم اسپر یہ اشکال ہی کہ حکم تو وجوب ہی نہ سجدہ کرنا تو اُسکا جواب یہ ہی کہ یہ اضافت بتقدیر مضاف ہی یعنی اصل مین وجوب سجود السہو ہی کذا فی الشامی واولاہ بالفوائت لانہ لاصلاح مافات اور سہو کو فوائت کے متصل اسلیے بیان کیا کہ سجدۂ سہو واسطے درستی اُس امر کے ہی جو نماز مین فوت ہو گیا جیسے قضا پڑھنا نماز کا اُس نماز کی اصلاح ہی جسکا وقت جاتا رہا ہی

والنسیان والشک واحد عند الفقہا والظن الطرف الراجح والوہم الطرف المرجوح اور سہو اور نسیان اور شک ایک چیز ہین فقہا کے نزدیک اور ظن طرف غالب ہی اور وہم طرف مغلوب کا نام ہی یعنی حکم کے اعتبار سے تینون مین فرق نہین بحر الرائق مین کہا کہ لغت کی راہ سے نسیان اور سہو مین کچھ فرق نہین دونون کے معنی یہ ہین کہ نہ یاد آنا چیز کا حاجت کے وقت اور شک کے معنی یہ ہین کہ کسی چیز کے ہونے یا نہونے مین تردد کرنا بدون ترجیح کسی جانب کے اور اگر کسی جانب کو ان دونون مین ترجیح ہو تو اُسکو ظن کہینگے اور دوسرے کو وہم اور جمع الجوامع مین ہی کہ سہو اسکو کہتے ہین کہ معلوم چیز سے غفلت ہو جاے یعنی ادنی تنبیہ سے اُسپر آگاہ ہو جاے اور نسیان معلوم بات کے بالکل بھول جانے کو کہتے ہین کذا فی الشامی یجب لہ بعد سلام واحد عن یمینہ فقط لانہ المعہود وبہ یحصل التحلیل وہو الاصح بحر عن المجتبی واجب ہین نمازی پر دو سجدے واسطے سہو کے فقط ایک سلام کے بعد اپنے داہنی طرف سے اسلیے کہ داہنی طرف کو سلام پھیرنا سہو کے لیے پہلے سے چلا آتا ہی اور نماز کا حلال ہونا ایک سلام سے حاصل ہو جاتا ہی اور یہی صحیح تر ہی کذا فی البحر عن المجتبی ہم یجب کا فاعل قول ماتن کا سجدتان مع اپنے معطوف کے ہی اور ایک سلام کے بعد سجدۂ سہو کرنا قول اکثر فقہا کا ہی اور شمس الائمہ اور صدر الاسلام نے کہا ہی کہ دونون سلامون کے بعد سجدۂ سہو کرے اور ہدایہ مین اسکی تصحیح کی ہی اور فخر الاسلام نے ایک سلام کو اختیار کیا ہی مگر سامنے کیطرف نہ داہنے کو اسلیے شارح نے ایک سلام داہنے کو پھیرنا اصح کہا کذا فی الشامی مختصر الطحاوی نے کہا کہ لفظ فقط تاکید ہی بعد کی اور وجہ وجوب سجدۂ سہو حدیث ثوبان کی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سہو کرے نماز مین اُسکو چاہیے کہ دو سجدہ کرے وعلیہ لو اتی بتسلیمتین سقط عنہ السجود اور ایک سلام کے بعد سجدۂ سہو کرنے پر یہ متفرع ہوتا ہی کہ اگر دونون سلام پھیر دیگا تو اُسپر سے سجدۂ سہو ساقط ہو جائیگا کیونکہ سلام اول دو چیزونکے لیے ہی اول حلال ہونا نماز سے دوم تحیت واسطے قوم کے اور دوسرا سلام صرف تحیت کے لیے ہی تو مشابہ کلام کے ہوا اسیوجہ سے اگر دوسرا سلام بھی پھیر دے تو سجدۂ سہو کرے کذا فی الشامی یعنی اس صورت مین تدارک سجدۂ سہو سے نہین ہو سکتا نماز کے اعادہ سے ہوگا ولو سجد قبل السلام جاز وکرہ تنزیہا وعند مالک قبلہ فی النقصان وبعدہ فی الزیادۃ فیعتبر القاف بالقاف والدال بالدال اور اگر سجدۂ سہو کیا سلام سے پہلے تو جائز ہی اور مکروہ تنزیہی ہی اور امام مالک کے نزدیک پہلے سلام سے ہی نقصان کی صورت مین اور بعد سلام کے ہی زیادت کی صورت مین تو معتبر ہی اُنکے نزدیک قاف قبلیت کا نقصان کے قاف کے ساتھ اور دال بعد کی زیادتی کی دال کے ساتھ یعنی اگر نماز مین واجب کی کمی ہو تو سلام سے پیشتر سجدہ چاہیے اور اگر زیادتی ہو تو بعد سلام کے کہتے ہین کہ ہارون رشید کی مجلس مین امام ابو یوسف رح نے امام مالک سے کہا کہ اگر نماز مین واجب کی کمی اور زیادتی دونون ہوئی ہون تو سجدہ سلام کے بعد کرے یا پہلے امام مالک اسکے جواب مین حیران رہگئے کذا فی الطحطاوی سجدتان ویجب ایضا تشہد وسلام لان سجود السہو یرفع التشہد دون القعدۃ لقوتہا بخلاف الصلبیۃ فانہا ترفعہما وکذا التلاوۃ علی المختار واجب ہین دو سجدے اور نیز واجب ہی التحیات پڑھنا اور سلام پھیرنا اسلیے کہ سجدۂ سہو دور کرتا ہی التحیات کے پڑھنے اور سلام کو نہ قعدہ کو بسبب قوی ہونے قعدہ کے یعنے قعدہ اخیرہ فرض ہی اور سجدۂ سہو واجب تو واجب فرض کو نہین اُٹھا سکتا بخلاف سجدۂ نماز کے کہ وہ التحیات اور قعدہ دونون بیکار کر دیتا ہی اور اسیطرح سجدۂ تلاوت ہی قول مختار پر اور ایک قول یہ ہی کہ سجدۂ تلاوت مثل سجدۂ سہو کے ہی کیونکہ دونون واجب ہین اور وجہ قول مختار کی یہ ہی کہ ہر چند سجدۂ تلاوت واجب ہی مگر چونکہ قراءت کا تابع ہی اور قراءت رکن ہی اسلیے اُسکو بھی اُسیکا حکم ہو گیا کذا فی البحر شامی نے کہا کہ اُسکے یہ معنی کہ بعد سجدہ کرنیکے حکم قراءت حاصل کرتا ہی اور قبل سجدہ کرنیکے واجب ہی رہتا ہی ویاتی بالصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم والدعاء فی القعود الاخیر فی المختار وقیل فیہما احتیاطا اور زیادتی درود کی جو اللہ علیہ

[illegible]

[illegible] سجدہ سہو [illegible]

[illegible] واجب [illegible] سجدہ سہو واجب ہے [illegible]

[illegible]

[illegible] واجب ہونگے اسلیے کہ [illegible] سجدہ سہو [illegible]

[illegible] کذا فی الشامی کہ رکوع متعلق بترک واجب قبل قرأۃ الواجب لوجوب تقدیمہا جیسے رکوع کو قرات واجب سے

پہلے شارح نے [illegible] مثال ہو ترک واجب کی اسلیے کہ مقدم کرنا قرات کا واجب ہے [illegible] الرکوع [illegible]

الفاتحۃ [illegible] قرات [illegible] سجدہ کرنے کے بعد [illegible] قرات [illegible]

[illegible] رکوع کو دوبارہ [illegible] الحمد کے یاد کرنے کی صورت میں سورہ کا اعادہ [illegible]

[illegible] الحمد نہیں پڑھی [illegible] سورہ دوبارہ [illegible] قرات [illegible]

[illegible] تاخیر قیام الی الثالثۃ بزیادۃ علی التشہد [illegible]

رکعت کے لیے [illegible] رکن [illegible] التحیات [illegible] سجدہ سہو [illegible]

[illegible] مسئلہ کا بیان پہلے ہوچکا [illegible] سجدہ کے واجب ہونے [illegible]

[illegible] قرآن [illegible] سجدہ سہو واجب ہو [illegible]

[illegible] سجدہ سہو [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] سجدہ [illegible]

[illegible] القعدۃ [illegible]

[illegible]

١٧

[illegible]

سجدہ سہو جہر اور اخفا دونوں سے مطلق یعنی خواہ کم ہو یا زیادہ اور یہی ظاہر الروایت ہے اور اسی پر اعتماد کیا ہے حلوانی نے کہ صحیحین میں ابو قتادہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ اور دو سورتیں پڑھا کرتے تھے اور پچھلی دو میں صرف الحمد پڑھتے تھے اور کبھی ہمکو آیت سنا دیتے تھے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اخفا کی جگہ میں کسیقدر کلمات کا جہر کرنا درست ہے اور موجب سہو نہیں اسلیے شارح نے قول اول کو صحیح کہا کذا فی الشامی ہٰذا فی حق المنفرد متعلق بیجب والمقتدی بسہو امامہ ان سجد امامہ لوجوب المتابعۃ لا بسہوہ اصلاً سجدہ سہو کرنا واجب ہے واجب ہے منفرد پر اور مقتدی پر واجب ہے اسکے امام کے سہو سے بشرطیکہ امام سجدہ کرے بسبب واجب ہونے متابعت امام کے تو اگر امام پر سے سجدہ سہو کسی سبب سے ساقط ہو جاوے تو اس صورت میں مقتدی پر سجدہ نہوگا کذا فی الطحطاوی نہیں واجب ہے سجدہ مقتدی پر خود اُسکے سہو سے کسیطرح یعنی نہ سلام سے پہلے نہ سلام کے بعد کیونکہ سلام سے پہلے اگر سجدہ کریگا تو امام کی مخالفت لازم آئیگی و امام کے سلام کے بعد نماز سے خارج ہو جائیگا کذا فی الجسر والمسبوق یسجد مع امامہ مطلقاً سواء کان السہو قبل الاقتداء او بعدہ ثم یقضی ما فاتہ ولو سہا فیہ سجد ثانیاً اور مسبوق سجدہ کرے اپنے امام کے ساتھ ہر حال میں یعنی خواہ امام کو سہو مسبوق کی اقتدا سے پہلے ہوا ہو یا بعد اقتدا کے پھر مسبوق سجدہ سہو کے بعد اپنی باقی نماز پڑھے اور اگر اُس باقی میں سہو ہو جاوے تو دوبارہ سجدہ کرے اسلیے کہ خود اُسکی نماز حکم منفرد کی نماز کا رکھتی ہے تو گویا دوسری نماز ہوئی اور اگر امام کے ساتھ سجدہ نکیا اور اپنی نماز کے آخر میں کرلیا تو اُسکی باقی نماز میں سہو ہوا ہو یا نہو تو کافی ہوگا کذا فی البحر وکذا اللاحق لکن یسجد فی آخر صلوتہ ولو سجد مع امامہ اعادہ اور اسیطرح لاحق پر سجدہ واجب ہے اُسکے امام کے سہو سے مگر وہ سجدہ کرے اپنی نماز کے آخر میں اور اگر سجدہ کیا لاحق نے اپنے امام کے ساتھ تو دوبارہ سجدہ کرے اسلیے کہ اسنے التزام کیا تھا متابعت امام کا ساری نماز میں اور امام نے اپنی نماز کے آخر میں سجدہ کیا ہے تو وہ بھی ایسا ہی کرے کذا فی الطحطاوی والمقیم خلف المسافر کالمسبوق وقیل کاللاحق اور مقیم پیچھے مسافر کے مثل مسبوق کے ہے یعنی اُسکے ساتھ سجدہ کرے اور ایک قول کرخی کا یہ ہے کہ مقیم مثل لاحق کے ہے یعنی آخر نماز میں سجدہ کرے صورت اُسکی یہ ہے کہ مسافر امام ہوا اور اسکو سہو ہو تو مقتدی مقیم بھی سجدہ میں اُسکا ساتھ دے اور کرخی نے کہا کہ وہ سجدہ میں متابعت نکرے بلکہ دو رکعتیں باقی پڑھکر آخر میں سجدہ کرے سہا عن القعود الاول من الفرض ولو عملیاً اما النفل فیعود مالم یقیدہ بالسجدۃ ثم تذکرہ عاد الیہ وتشہد ولا سہو علیہ فی الاصح مالم یستقم قائماً فی ظاہر المذہب وہو الاصح فتح بھول گیا نمازی قعدہ اولیٰ فرض کا اور اُٹھنے لگا پھر بیٹھنے کو یاد کیا تو عود کرے بیٹھنے کیطرف یعنی وجوباً بیٹھ جاوے اور التحیات پڑھے اور صحیح تر قول میں اُسپر سہو نہیں بشرطیکہ جبتک پورا کھڑا نہیں ہوا ظاہر مذہب میں اور یہی صحیح تر ہے کذا فی الفتح شارح نے کہا کہ فرض عام ہے خواہ اعتقادی ہو جیسے نماز پنجگانہ خواہ فرض عملی ہو جیسے وتر اور اگر نفل ہو تو عود کرے قعدہ کے لیے جبتک کہ قیام کو سجدہ سے مقید نکیا ہو والا ای وان استقام قائماً لا یعود لاشتغالہ بفرض القیام وسجد للسہو لترک الواجب فلو عاد الی القعود وبعد ذلک تفسد صلوتہ لرفض الفرض لما لیس بفرض وصححہ الزیلعی اور اگر یہ صورت نہو یعنی پورا کھڑا ہو گیا ہو تو اب قعدہ کے لیے عود نکرے بسبب اُسکے مشغول ہو جانیکے قیام کے فرض میں اور سجدہ سہو کرے واسطے چھوڑنے واجب یعنے قعدہ اولیٰ کے پس اگر عود کریگا قعدہ کے واسطے بعد کھڑا ہو جانیکے تو اُسکی نماز فاسد ہو جائیگی بسبب چھوڑ دینے فرض کے اُس چیز کے لیے جو فرض نہیں یعنی قیام کو قعدہ کی خاطر چھوڑنے کی وجہ سے فاسد ہو جائیگی اور تصحیح کی ہے اس قول کی زیلعی نے وقیل لا تفسد لکنہ یکون مسیئاً ویسجد لتاخیر الواجب وہو الاشبہ کما حققہ الکمال وہو الحق بحر اور ایک قول یہ ہے کہ کھڑا ہو کر بیٹھ جانیسے نماز فاسد نہیں ہوتی مگر نمازی برا کرنیوالا ہوتا ہے یعنی گنہگار ہوتا ہے کذا فی الفتح اور سجدہ کرے تاخیر واجب کے لیے یعنے قعدہ واجب میں بیٹھنے کی تاخیر کرنے سے اور یہ قول مشابہ حق زیادہ ہے چنانچہ تحقیق کیا ہے اسکو کمال الدین نے اور یہی حق ہے کذا فی البحر کمال الدین محقق نے کہا ہے کہ قعدہ کیطرف رجوع کرنے سے صرف قیام کی زیادتی لازم آتی ہے جو نماز کی مخل نہیں کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ایک رکعت سے کم کی زیادتی مفسد نماز نہیں باقی رہا یہ کہ بیٹھ جانے سے فرض کو واجب کے لیے چھوڑنا لازم آتا ہے یہ بات بھی نہیں کیونکہ یہ ترک نہیں ہے بلکہ تاخیر ہے تو جیسے کسی کو رکوع میں یاد پڑے کہ سورت نہیں پڑھی اور وہ کھڑا ہو کر سورہ پڑھے تو نماز فاسد نہیں ہوتی ایسا ہی اس صورت میں بھی فاسد نہیں ہوگی کذا فی الشامی ملخصاً بتصرف وہذا فی غیر المؤتم اما المؤتم فیعود حتماً وان خاف فوت الرکعۃ لان القعود فرض علیہ بحکم المتابعۃ سراج اور یہ تفصیل کہ اگر سیدھا کھڑا ہو تو بیٹھ جاوے ورنہ عود نکرے غیر مقتدی کے لیے ہے یعنے امام و منفرد کے لیے اور مقتدی وجوباً بیٹھ جائے اگرچہ خوف ہو فوت ہونے تیسری رکعت کا امام کے ساتھ اسلیے کہ بیٹھنا اسپر فرض ہے بسبب متابعت کے کذا فی السراج صورت اُسکی یہ ہے کہ امام بعد دو رکعت کے بیٹھ گیا اور ایک مقتدی بھولکر سیدھا کھڑا ہو گیا امام کے ساتھ قعدہ کیا

[illegible] واجب ہو [illegible] سہو [illegible] بعد سجدہ کے [illegible] کذا فی الشامی [illegible]
[illegible] واجب ہو [illegible] مثلاً [illegible] سلام پھیرے [illegible]
[illegible] متابعت واجب ہو [illegible] فرض [illegible] کذا فی [illegible]
[illegible] فرض ادا ہو [illegible] متابعت [illegible] فرض ہو [illegible] اگر سجدہ [illegible]
[illegible] جس قدر [illegible] قعدہ [illegible] عن القعود الاخیر [illegible] قعدہ [illegible] التشہد [illegible]
القید بالسجدۃ [illegible] الرکعۃ قبل الرفع [illegible] القعود [illegible] قعدہ اخیرہ [illegible] رکعت [illegible]
[illegible] رکعت [illegible] کہ مقام ترک کا ہو اور سجدہ سہو [illegible] بیٹھے [illegible]
[illegible] التحیات [illegible] قعدہ اخیرہ [illegible] کلام کیا ہو اگر دونوں [illegible] قعدہ اور التحیات [illegible]

[illegible] فاسد ہو جاوے گی کذا فی الشامی [illegible] بالسجدۃ [illegible] قول فرضہ [illegible] التحیات [illegible]
اور اگر مقید کیا رکعت زائد کو سجدہ سے [illegible] فرض [illegible] نفل ہو [illegible] کہ امام محمد کے نزدیک [illegible] اسی پر فتوی ہے اسلیے کہ تمام ہونا
سجدہ کا [illegible] امام ابو یوسف کے نزدیک سر کے زمین پر رکھنے سے سجدہ ثابت ہو جاتا ہے اور امام محمد کے نزدیک سر اٹھانے سے [illegible] دلیل امام محمد [illegible]
[illegible] واجب ہوگا جب [illegible] کلام بیان شارح نے غلط کر دیا کیونکہ ظاہر کلام شارح سے معلوم ہوتا ہے کہ امام محمد بھی اسکے قائل ہیں [illegible] ہو جاتے ہیں
[illegible] پانچویں رکعت کے سجدہ کے حالانکہ ایسا نہیں ہے انکے نزدیک جب فرض [illegible] باطل ہو جاتی ہے اور مسئلہ مذکورہ میں اختیار شیخین کا [illegible]
[illegible] متعلق ہے کہ سجدہ بدون سر اٹھانے کے کامل نہیں ہوتا تو مطلب یہ ہے کہ فرض اصل سے باطل ہو جاتے ہیں وقت سر اٹھانے کے سجدہ سے امام محمد کے نزدیک [illegible]
ہو جاتے ہیں شیخین کے نزدیک [illegible] الحدث قبل رفعہ [illegible] خلافا لابی یوسف [illegible] صلوۃ [illegible] الحدث [illegible] نمازی کو [illegible] سر اٹھانے
سے [illegible] وضو کرے اور بنا کرے برخلاف ابو یوسف [illegible] کہ عجب نماز ہے کہ فاسد ہوگئی اور حدث نے اسکی اصلاح کر دی [illegible] صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص قعدہ [illegible]
[illegible] کرکے پانچویں رکعت کو [illegible] اور اسکے سجدہ میں تھا کہ حدث ہو گیا تو چونکہ امام محمد کے نزدیک [illegible] فرض [illegible] سجدہ سے [illegible] اسلیے اسکے فرض [illegible]
نہیں ہوئے تو وہ شخص وضو کرکے قعدہ اخیرہ کرے اور سجدہ سہو کرکے سلام پھیرے فرض پورے ہو جاینگے اور امام ابو یوسف کے نزدیک سجدہ کے لیے زمین پر [illegible]
نفل ہوگئے تو اب بنا فرض پر نہیں کر سکتا اور [illegible] فارسی [illegible] عجب [illegible] فرمایا [illegible] آپکے سامنے [illegible] نقل کیا
کیا اور نماز کو فاسد [illegible] اسلیے فرمایا کہ [illegible] امام محمد کے نزدیک [illegible] باطل ہو جاتی اگر نمازی سجدہ سے سر [illegible] اسلیے کہ امام ابو یوسف کے نزدیک [illegible] نماز فاسد ہو [illegible]

فاسد کہا کذا فی الشامی [illegible] العبرۃ للامام [illegible] سجدۃ [illegible] قعدہ [illegible]
اور اعتبار [illegible] قبل پانچویں رکعت کے سجدہ کے امام کا [illegible] مقتدیوں نے [illegible] سجدہ [illegible]
[illegible] انکے فرض نفل ہونگے جبتک سجدہ [illegible] اور اسی صورت میں [illegible] قعدہ آخرہ ترک کیا اور پانچویں رکعت [illegible]
مقید بھی کر دیا اگرچہ انکے فرض باطل ہوئے [illegible] نے کہا کہ [illegible] صورت میں [illegible] رکعت [illegible] اس صورت میں [illegible]
بھی [illegible] متابعت کی جہت سے [illegible] مقتدیوں کا سجدہ امام سے [illegible] اور سجدہ کی زیادتی سے نماز فاسد نہیں ہوتی [illegible] الامام [illegible]
اور مقتدی [illegible] رکوع اور سجدہ دونوں کرینگے تو نماز مقتدیوں کی فاسد ہو جاویگی [illegible] فاسد [illegible] الامام [illegible] بالسجدۃ
[illegible] لان النقصان بالفساد لا یجبر [illegible] رکعت اگرچہ [illegible] واجب [illegible] سجدہ [illegible]

سہو کا صحیح تر قول کے بموجب اسکے کہ نقصان فساد کا یعنی ترک قعدہ سے جو فساد ہوا اور فرض باطل ہو گئے وہ سجدہ سے پورا نہیں ہوتا مراد چھٹی رکعت سے رکعت زائد ہے
تو فجر میں) وہ چوتھی ہوگی اور یہ جو کہا کہ کراہت واتمام قصد سے مخصوص ہیں یہ جواب ہے اُس سوال کا کہ عصر کے اور فجر کے بعد نفل مکروہ ہے تو نے کیسے کہدیا کہ اگرچہ عصر اور فجر میں تو
بھی رکعت ملائے دوسرے یہ کہ ملانا رکعت کا ظہر و عشا میں واجب ہونا چاہیے کیونکہ نفل کا شروع کر کے پورا کرنا واجب ہے تو پھر کیسے کہا کہ اگر چاہے تو ملائے شارح نے دونوں کا
جواب دیا کہ خاص ہونا کراہت کا اور پورا کرنا اُس نفل میں ہے جو قصداً شروع کی ہو اور یہاں نفل بلا قصد شروع ہوئی ہے اور عصر کے اعتراض کا جواب نہر الفائق میں یوں بھی
دیا ہے کہ جب نمازی کے فرض باطل ہو گئے تو نفل بعد عصر کہاں ہوئی قبل عصر ہوئی جو مکروہ نہیں ہاں اگر عصر کے بعد کوئی قضا نماز پڑھتا ہو اور اسمیں یہ صورت پیش آوے تو مکروہ
ہے اور شارح نے مغرب کا ذکر نہ کیا تو حلیہ میں مذکور ہے کہ اسمیں پانچویں رکعت نہ ملاوے کیونکہ اول تو قبل مغرب نفلیں مکروہ ہیں دوسرے طاق نفلیں مطلقاً مکروہ ہیں کذا فی الشامی

وان قعد فی الرابعۃ مثلاً قدر التشہد ثم قام عاد وسلم ولو سلم قائماً صح ثم الاصح ان القوم ینتظرونہ فان عاد تبعوہ وان سجد للخامسۃ سلموا لانہ تم فرضہ اذ لم یبق علیہ الا السلام
وضم الیہا سادسۃ ولو فی العصر وخامسۃ فی المغرب ورابعۃ فی الفجر بہ یفتی لتصیر الرکعتان لہ نفلا والضم ہنا اکد اور اگر نمازی بیٹھا چوتھی رکعت میں مثلاً یعنی آخر رکعت میں خواہ وہ
تیسری ہو یا دوسری مقدار التحیات کے پھر کھڑا ہو گیا تو بیٹھ جاوے اور سلام پھیرے کیونکہ بیٹھ کر سلام پھیرنا مسنون ہے اور اگر کھڑا ہوا سلام پھیر دیگا تب بھی صحیح ہے پھر صحیح تر قول
یہ ہے کہ مقتدی امام کا انتظار کریں پس اگر عود کرے وہ بیٹھنے کی طرف تو اسکی متابعت کریں اور اگر امام سجدہ کرے پانچویں کے لیے یعنے رکعت زائد کے لیے تو مقتدی سلام پھیر دیں
اسلیے کہ اُسکا فرض تمام ہو گیا کیونکہ سلام کے سوا اور کچھ اُسپر باقی نہیں اور ملادے اُس رکعت میں چھٹی اگرچہ نماز عصر میں ہو اور پانچویں مغرب میں اور چوتھی فجر میں یہی فتوی
ہے اور ایک رکعت اسلیے ملادے تاکہ دو رکعتیں اسکی نفل ہو جائیں اور ملانا یہاں موکد زیادہ ہے ولا عہدۃ لو قطع ولا باس باتمامہ فی وقت کراہۃ علی المعتمد اور ضمان نہیں اگر
توڑ دے یعنے اگر دوسری رکعت ایک رکعت زائد میں نہ ملادے ایک ہی رکعت پر نماز قطع کر دے تو اُسپر قضا لازم نہ ہوگی کیونکہ اس نفل کو اُسنے قصداً شروع نہیں کیا اور کچھ مضائقہ
نہیں اُسکے پورا کرنے کا کراہت کے وقت قول معتمد پر یعنی رکعت زائد پر دوسری کا ملانا گو عصر و فجر کے بعد ہو مضائقہ نہیں کیونکہ یہ نفل قصداً شروع نہیں ہوئی علاوہ اسکے
نہ ملانے سے یا تو سجدہ سہو چھوٹ جایگا جو واجب ہے یا اگر سجدہ سہو ایک ہی رکعت پر کریگا تو مسنون طور پر ادا نہوگا اسلیے اس صورت میں ملانیکی زیادہ تاکید ہے چنانچہ بیان ہوا

وسجد للسہو فی الصورتین لنقصان فرضہ بتاخیر السلام فی الاولی وترکہ فی الثانیۃ اور سجدہ سہو کرے دونوں صورتوں میں یعنے رکعت زائد کا سجدہ نہ کیا ہو اور ویسے ہی بیٹھ گیا
ہو یا سجدہ کر لیا ہو اور دوسری رکعت ملائی ہو سجدہ کرے بسبب ناقص ہونے اُسکے فرض کے سلام کی تاخیر سے پہلی صورت میں اور ترک کرنے سلام کے دوسری صورت میں یعنے دوسری
صورت میں ہر چند سلام نماز کے آخر میں پھیرا مگر چونکہ فرضوں کا سلام خاص نہیں پھیرا اسلیے اسکو یہ سلام مخصوص فوت ہو گیا کذا فی الحلبی والرکعتان لاتنوبان عن السنۃ الراتبۃ
بعد الفرض فی الاصح لان المواظبۃ علیہما انما کانت بتحریمۃ مبتداۃ اور یہ دونوں رکعتیں زائد قائم مقام سنت موکدہ فرضوں کے بعد کی نہونگی صحیح تر قول میں اسلیے کہ موکدہ سنتوں کی
مداومت جدا تحریمہ سے ثابت ہوئی ہے نہ بلا قصد کے تحریمہ سے اور نہ ضمن میں دوسری نماز کے ولو اقتدی بہ فیہما صلاہما ایضا اور اگر نمازی اقتدا کرے پیچھے امام کے اُن دونوں
رکعتوں زائد میں تو انکو بھی پڑھے یعنی اگر امام چوتھی رکعت پڑھ کر اُٹھا اور دو رکعتیں اور پڑھیں تو ان دو میں اگر کوئی اُسکا مقتدی ہو تو وہ بھی چھ رکعتیں پڑھے وان افسد قضاہما
بہ یفتی نقایہ اور اگر مقتدی ان دونوں رکعتوں کو فاسد کر دے تو صرف اُن دونوں کی قضا کرے اسی پر فتوی ہے کذا فی النقایہ م شامی نے کہا کہ یہ پچھلی ہی صورت میں ہے یعنی اگر امام قعدہ آخرہ میں
بیٹھا ہو تو اُس صورت میں فاسد کرنے سے چھ رکعتیں قضا کرے ولو ترک القعود الاول فی النفل سہوا سجد ولم تفسد استحسانا لانہ لما شرع رکعتین شرع اربعا ایضا وقدمنا انہ
یعود ما لم یقید الثالثۃ بسجدۃ وقیل لا اور اگر چھوڑ قعدہ اولی کو نفل میں سہو سے تو سجدہ کرے اور یہ نماز فاسد نہوگی بوجہ استحسان اسلیے کہ اُسنے جب دو رکعتیں شروع کی ہیں اُسی
وقت چار کو بھی شروع کیا ہے اور ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ نمازی عود کرے قعود کی طرف جب تک کہ تیسری رکعت نفل کو سجدہ سے مقید نہ کیا ہو اور ایک قول یہ ہے کہ سیدھا کھڑے ہو جانے
کے بعد عود نہ کرے اسلیے کہ اب نفلیں مثل فرض کے ہو گئی ہیں م یعنے قیاس کی رو سے یہ نفلیں فاسد ہونی چاہییں کیونکہ ہر دوگانہ نماز علیحدہ ہے تو قعدہ اخیرہ جو فرض ہے اول
دوگانہ میں نہ پایا گیا مگر استحساناً فاسد نہیں ہوتیں واذا صلی رکعتین فرضا او نفلا وسہا فیہما فسجد لہ بعد السلام ثم اراد بناء شفع علیہ لم یکن لہ ذلک لان البناء یبطلہ

[illegible]

[illegible] سجدہ سہو [illegible] نماز سے خارج [illegible] سلام کے سبب [illegible]

[illegible] اقامت کی نیت [illegible] نماز میں داخل [illegible]

[illegible] الحرمة [illegible] سجدہ سہو [illegible]

[illegible] اس بنا پر جیسے سلام کے سبب سے نماز سے باہر ہو جاتا ہے [illegible]

[illegible] اقامت کی نیت کی [illegible] فرض دو کی جگہ چار ہو گئے [illegible]

الکتب کے مخالف ہے [illegible]

او کذا اذا نوی الاقامة [illegible] في خلال الصلوة [illegible] تمامہ في البحر الرائق [illegible] اور یہ حکم غلط ہے [illegible]

سہو بعد کو کرے [illegible] اسی طرح اقامت کی نیت سے [illegible] نماز کے درمیان میں [illegible]

[illegible]

سجدہ سہو کر لیگا تو دونوں باتیں [illegible] ان دونوں صورتوں میں سجدہ [illegible]

باطل ہو نہ فرض بدلیں [illegible] بعد سلام کے [illegible] شیخین کے نزدیک سلام کے سبب نماز سے خارج [illegible]

بالکل خارج ہو گیا اور سجدہ [illegible] ساقط ہو گیا پس وضو باطل [illegible] نیت اقامت کی صورت میں اگر فرض [illegible]

[illegible] سجدہ سہو نماز کے درمیان میں واقع ہو گا [illegible]

نماز میں داخل نہیں ہو سکتا اور اگر سجدہ سہو بعد نیت اقامت کے کرتا ہے تو سجدہ [illegible]

ساقط ہو گیا کذا في الشامي مختصرا [illegible] وسجد للسهو ولو مع سلامه ناويا للقطع لان نية تغيير المشروع لغو ما لم يتحول عن القبلة او يتكلم [illegible]

قطع نماز کی کرے جبتک کہ قبلہ سے نہ پھرے یا جبتک بات نہ کرے کیونکہ قبلہ کیطرف پھر جانے اور بات کرنے سے تحریمہ باطل ہو جائیگی اور سجدہ سہو نکر سکیگا شارح نے کہا کہ نیت قطع نماز کی
اسلیے معتبر نہوئی کہ مشروع چیز کے متغیر کرنے کی نیت باطل ہوتی ہی یعنے مشروع یہ تھا کہ سجدہ سہو سے نماز کو پورا کرتا اب بیچ مین نیت اسکے قطع کی کرنی لغو ٹھہریگی ولو نسی السہو
او سجدة صلبية او تلاوية يلزمه ذلك مادام في المسجد اور اگر نمازی سجدہ سہو کو بھول گیا یا سجدہ نماز کو یا سجدہ تلاوت کو لازم ہوگا اسپر یہ سجدہ کرنا جبتک کہ مسجد کے اندر ہو علامہ شامی نے کہا
کہ شارح کے کلام مین بالکل اتحاد جو تو ہو سکتا ہی کہ اسکے ذمہ ایک ہی ان تینون سے ہو یا دو ہون یا تینون ہون غرض بھولنے کے بعد جب یاد آوین اور مسجد کے اندر ہو تو اسپر انکا کرنا لازم ہی سلم
مصلي الظهر مثلا على راس الركعتين توهما اتمامها اتمها اربعا وسجد للسهو لان السلام ساهيا لا يبطل لانه دعاء من وجه سلام پھیرا ظہر کے پڑھنے والے نے مثلاً دو رکعتون پر نماز کے پورا ہونیکے
وہم سے تو انکو چار پورا کرے اور سجدہ سہو کرے اسلیے کہ سلام پھیرنا بھولے سے نماز کو باطل نہین کرتا کیونکہ سلام ایک وجہ سے دعا ہی یعنی اسوجہ سے کہ اس سے مومنین کے لیئے بھلے
امن مطلوب ہی اور دعا قاطع نماز نہین بخلاف ما لو سلم على ظن ان فرض الظهر ركعتان بان ظن انه مسافر او انها الجمعة او كان قريب عهد بالاسلام فظن ان فرض الظهر
ركعتان او كان في صلوة العشاء فظن انها التراويح فسلم او سلم ذاكرا ان عليه ركنا حيث تبطل لانه سلام عمدا بخلاف اس صورت کے کہ سلام پھیرا اس گمان پر کہ ظہر کے
فرض دو ہین اسطرح کہ خیال کر لیا کہ مین مسافر ہون یا یہ نماز جمعہ ہی یا اسکو مسلمان ہوئے تھوڑا عرصہ ہوا تھا اسنے گمان کیا کہ ظہر کے فرض دو ہی ہین یا یہ کہ نماز عشا مین مشغول تھا اسکو تراویح
گمان کر کے سلام پھیر دیا یا سلام پھیرا اس حال مین کہ اسکو یاد ہی کہ مجھپر ایک رکن باقی ہی کہ ان سب صورتون مین نماز باطل ہو جاتی ہی کیونکہ یہ سلام عمداً ہی سہو سے نہین ہم فرق پہلے
مسئلہ مین اور اس مسئلہ مین یہ ہی کہ وہان نماز کو پورا گمان کیا تھا اسلیے سلام سہو قرار دیا گیا اور یہان قطعاً دو پڑھا جانکر سلام پھیرا اسلیے عمداً ہوا اور نہ سلام دونون صورتون
مین عمداً سہو سے نہین کذا في الشامي وقيل لا تبطل حتى يقصد به خطاب آدمي اور ایک قول یہ ہی کہ نماز فاسد نہین ہوتی جبتک سلام سے کسی آدمی کا خطاب مقصود نہو
یہ قول دوسرا بحث ہی صاحب بحر کی اور قول اول پر معتمد ہونا یقین کیا ہی کذا في الشامي والسهو في صلوة العيد والجمعة والمكتوبة والتطوع سواء والمختار
عند المتأخرين عدمه في الاوليين لدفع الفتنة كما في جمعة البحر واقره المصنف وبه جزم في الدرر اور سہو نماز عید اور جمعہ اور فرض اور نفل مین برابر ہی یعنے ہر ایک کے لیے سجدہ سہو کرنا چاہیے
اور مختار متاخرین کے نزدیک نہونا سجدہ سہو کا ہی عید اور جمعہ مین واسطے دور کرنے فتنہ کے چنانچہ باب الجمعہ بحر الرائق مین ہی اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے اور اسی پر یقین
کیا ہی درر البحار مین ہم فتنہ سے مراد لوگون کا تردد ہی یعنے عید و جمعہ مین چونکہ مجمع بہت ہوتا ہی تو عجب نہین کہ سجدہ سہو کرنے سے لوگ تشویش مین پڑ جاوین اسلیے متاخرین نے
اختیار کیا ہی کہ نہ کرنا سجدہ کا ایسے مجمعون مین اولی ہی کذا في الطحطاوي واذا شك في صلوته من لم يكن ذلك اي الشك عادة له وقيل من لم يشك في صلوة
قط بعد بلوغه وعليه اكثر المشائخ بحر عن الخلاصة كم صلى استأنف بعمل مناف وبالسلام قاعدا اولى لانه المحلل اور جب شک کرے اپنی نماز مین وہ نمازی کہ شک کرنا اسکی
عادت نہو اور بعض فقہانے کہا ہی کہ اسنے کسی نماز مین کبھی شک نہ کیا ہو بعد بالغ ہونیکے یعنی یہ شک اول ہی مرتبہ کا ہو اور اسی قول پر ہین اکثر مشائخ کذا في البحر
عن الخلاصہ شک اس بات مین کرے کہ نماز کتنی رکعتین پڑھین تو وہ نماز کو از سر نو پڑھے اور اس نماز کو قطع کر دے کسی عمل مخالف نماز سے اور سلام سے قطع کرنا بیٹھکر
اعلی ہی اسلیے کہ سلام حلال کرنیوالا ہی یعنی نماز کی تحریمہ کے اٹھانے کے لیے ہی وان كثر شكه عمل بغالب الظن ان كان له ظن للحرج والا اخذ بالاقل لتيقنه وقعد
في كل موضع توهمه موضع قعوده ولو واجبا لئلا يصير تاركا فرض القعود او واجبه اور اگر بہت ہو شک کرنا نمازی کا یعنی نمازی کی رکعتون مین اکثر شک ہوجایا کرتا ہو
تو عمل کرے اپنے گمان غالب پر اگر اسکو گمان ہی واسطے دور کرنے تنگی کے اگر یقین کامل کے بموجب عمل کرنے کا حکم دیا جائے تو اسمین حرج ہوگا اسلیے گمان غالب پر عمل
کرے اور اگر گمان غالب اسکو نہو تو تھوڑی رکعتون کو اختیار کرے بسبب یقینی ہونے کمتر کے یعنی مثلاً تین اور چار مین اگر شک ہی تو تین یقینی ہین شبہہ چوتھی مین ہوگا اور بیٹھے ہر جگہ مین کہ خیال
کرے اس جگہ کو بیٹھنے کا مقام اگرچہ بیٹھنا واجب ہو اسلیے قعدہ کرے تارک قعدہ فرض یا واجب کا نہو مثلاً اول رکعت مین شک ہوا کہ یہ دوسری ہی یا اول اور گمان غالب
اول ہونے کا ہی تو اول سمجھے اور اسکے آخر مین قعدہ کرے کیونکہ اسکے وہم کے موجب یہ دوسری بھی ہی تو محل قعدہ ہی اسیطرح دوسری رکعت کے آخر مین قعدہ کرے کہ وہ باعتبار
ظن غالب کے دوسری ہی اسیطرح اگر غلبہ ظن اول ہونے کا نہوتا تو اقل پر بنا کرنے مین یہی صورت کرے ہر چند ہر رکعت پر بیٹھنا بدعت ہی مگر ترک واجب یا فرض کی ضرورت

سجدۃ السہو فی آخر الصلوۃ فی شأنی وہو شرح نوادر الصلوۃ ویکفیہ فی الشک قعدۃ واحدۃ اذا کان ہذا الشک بعد القراءۃ والتسبیح وکرر لی تفسیر وسبب فیہم
السجدۃ السہو فی باب سجود الشک سہوا علی الاخری مرتین حتی دخل فی الصلوۃ ناسیا رکن واجب سے کہ سبب نماز میں کو شک ہو کہ کرے دو سجدے یا ایک رکن کو چھوڑ
دو شک کی حالت میں قراءت اور تسبیح میں مشغول ہو گیا اور اسکو وغیرہ میں واجب تر اسپر سجدہ سہو کرنا سہو یون میں شک کی مقدار وقت طول ہے
حتی کہ ادا کرے ایک رکن کی وہ مقدار کہ سجدہ سہو کرے سبب تاخیر رکن کے جیسے کہ طرح کی صورت میں اور امام تیقن کے اعتبار کرنے کی صورت میں شک کیا ہے جیسا
یعنی تحری ہو جو سجدہ کرے اور اس سے سرنگون کرے تین سجدہ سہو نہیں کذا فی الفتح وفی البحر فی السراج انہ یسجد للسہو فی ہذا الفصل مطلقا وفی النہایۃ اطلق انہ
قصد رکن لیکن سراج میں ذکر کہ وہ سجدہ سہو کرے اصل سے اختیار کرنے میں مطلق خواہ مقدار رکن کی تاخیر کرے یا نہ کرے اور نہایۃ میں اگر تفکر قصد رکن کرے تو
سجدہ کرے ورنہ نہ کرے فروع مسائل مختصر شارح کے خیر دو دل بنا اصل اور اما دشک فی صدقہ کذبہ اعادہ احتیاطا خبر دی اسکو ایک عادل یعنی سچے آدمی نے کہ
آتنے چار رکعتیں نہیں پڑھیں اور آتنے شک کیا خبر دینے سچے اور جھوٹے ہونے میں تو اس نماز کو پھر سے پڑھے براہ احتیاط اور اگر نمازی کا یقین ہو کہ پوری چار پڑھی ہیں
تو مخبر کے قول پر خاطر نہ کرے کذا فی الطحطاوی ولو اختلف الامام والقوم فلو الامام علی یقین لم یعیدوا الا اعادوا بقولہم اور اگر اختلاف کیا امام نے اور مقتدیوں نے پس اگر امام
کو یقین ہو اپنے ٹھیک پڑھنے کا تو اعادہ نہ کرے اور اگر یقین ہو تو مقتدیوں کے کہنے کے بموجب نماز کا اعادہ کرے طحطاوی نے کہا کہ پہلی صورت میں قوم اعادہ کرے کیونکہ
ظن میں انکی نماز فاسد ہو گئی انہا ثانیۃ او ثالثۃ فقنت وقعد ثم صلی اخری وقنت ایضا فی الاصح شک کیا نمازی نے اس باب میں یہ کہ رکعت وتر کی دوسری ہے یا تیسری
تو دعائے قنوت پڑھے اور قعدہ کرے پھر اور رکعت پڑھے اور اسمیں بھی قنوت پڑھے صحیح تر قول میں مگر قول صحیح کا مقابل یہ ہے کہ دو بارہ قنوت نہ پڑھے کہ بدعت ہے اور اسکا
جواب یہ ہے کہ ترک واجب کی ضرورت سے دو بارہ قنوت پڑھنے میں ہے کذا فی الشامی شک ہل کبر للافتتاح او لا او احدث او لا او اصابہ نجاسۃ او لا او مسح رأسہ او لا استقبل ان کان
اول مرۃ و الا لا شک کیا کہ تحریمہ کی تکبیر کہی یا نہیں خواہ یہ شک کیا کہ حدث ہوا یا نہیں خواہ یہ کہ کپڑے پر نجاست لگی یا نہیں خواہ یہ کہ مسح اپنے سر کا کیا یا نہیں تو اگر یہ شک
اول مرتبہ ہے تو از سر نو کرے ورنہ نہیں ہم یعنی اول صورت میں نماز از سر نو پڑھے اور دوسری میں وضو کرے اور تیسری میں نجاست کو دھو کر پاک کرے اور چوتھی میں مسح کرے
اور اگر شک اول دفعہ نہ ہو تو اس شک کا کچھ اعتبار نہیں طحطاوی نے کہا کہ یہ حکم اثنائے وضو یا نماز میں شک ہونے کا ہے اور بعد فراغ کے شک کا اعتبار نہیں واختلف لو شک فی ارکان
الحج فظاہر الروایۃ البناء علی الاقل ملخصا لا الاشباہ فی قاعدۃ الیقین لا یزول بالشک اور اختلاف کیا گیا ہے اس صورت میں کہ شک کیا حج کے ارکان میں اور ظاہر روایت یہ ہے کہ کمتر پر
بنا کرے اگر شک کیا کہ طواف زیارت مثلا چار پھیرے پھرا ہے یا تین تو تین پر بنا کرے اور تجھکو چاہیے کہ اشباہ کو دیکھے اس قاعدہ کے ذکر میں کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا مگر
ظاہر روایت کا مقابل یہ ہے کہ غالب ظن پر عمل کرے کیونکہ رکن کا مکرر ہونا اور اسپر زیادتی کا ہونا حج کا مفسد نہیں اور بحر الرائق میں اس قول کو اکثر فقہا کی طرف منسوب کیا ہے کذا فی الطحطاوی

باب صلوۃ المریض

یہ باب بیمار کی نماز کے احکام میں ہے من اضافۃ الفعل لفاعلہ او محلہ ومناسبتہ کونہ عارض سماوی وتاخیر سجود التلاوۃ ضرورۃ اضافت صلوۃ کی مریض کیطرف ازقبیل
اضافت فعل کے ہے طرف فاعل کے یا اضافت فعل کی ہے طرف محل کے یعنی مریض یا فاعل نماز کا ہے یا محل نماز کا اور مناسبت اس باب کی سجدہ سہو سے ہوا مرض کا ہر
عذر آسمانی یعنی اس لحاظ سے سہو اور مرض دونوں یکسان ہیں اسلیے اس باب کو متصل سجدہ سہو کے بیان کیا پھر پیچھے رکھا سجدہ تلاوت ضرورت کی وجہ سے یعنی چاہیے
تھا کہ سجدہ سہو اور تلاوت پاس پاس بیان ہوتے کیونکہ دونوں جزو نماز ہوتے ہیں مگر صلوۃ مریض میں اس مناسبت کی رعایت کے سبب سے سجدہ تلاوت پیچھے
بیان ہوا کذا فی الطحطاوی من تعذر علیہ القیام ای کلہ لمرض حقیقی وحدہ ان یلحقہ بالقیام ضرر بہ یفتی قبلہا او فیہا ای الفریضۃ او حکمی بان خاف زیادتہ او بطوء
برئہ بقیام او دوران رأسہ او وجد لقیامہ الما شدیدا او کان لو صلی قائما سلس بولہ او تعذر علیہ الصوم کما مر صلی قاعدا او مستندا الی وسادۃ او انسان فانہ یلزمہ
ذلک علی المختار کیف شاء علی المذہب لان المرض اسقط عنہ الارکان فالہیئات اولی جس شخص پر کھڑا ہونا دشوار ہو یعنی سب قیام کر سکتا ہو بسبب کسی مرض یعنی حقیقی کے

اور تعریف اُس عذر کی جس سے نماز بیٹھ کر درست ہوتی یہ ہے کہ نمازی کو قیام سے ضرر پہونچے اسی پر فتویٰ ہے یہ دشواری قیام کی پہلے فرضون سے ہو یا خود فرضونکے
اندر خواہ قیام نہو سکے بسبب عذر حکمی کے اسطرح کہ خوف کرے بیماری کے بڑھ جانیکا یا اُسکے دیر کر اچھا ہونے کا کھڑا ہونے کے باعث یا گھومتا اپنے سر کا یا پاوے
اپنے قیام سے بہت سا درد یا ایسا ہووے کہ اگر نماز کھڑا ہو کر پڑھیگا تو پیشاب جاری ہو جائیگا یا روزہ رکھنا دشوار ہو جائیگا چنانچہ باب صفۃ الصلوۃ مین گذر چکا تو وہ
شخص بیٹھ کر نماز پڑھے اگرچہ تکیہ پر یا کسی آدمی پر سہارا دیکر بیٹھے کیونکہ یہ بیٹھنا اُسپر لازم ہے قول مختار کے بموجب اور بیٹھے جسطرح چاہے بموجب روایت مذہب کے
اسلیے کہ مرض نے مریض سے ارکان کو ساقط کر دیا تو ہیئتون کو بطریق اولیٰ ساقط کر دیگا یعنے کسی خاص صورت پر بیٹھنا اُسپر ضرور نہیں ہم شارح نے حقیقی اور حکمی کو صفت
مرض کی ٹھہرایا حالانکہ مرض دونوں صورتون مین حقیقی ہے اور یہ دونون لفظ صفتین عذر کی ہین جیسا کہ مترجم نے ترجمہ کیا اور ضمیر جارہ کی اگر مرض حقیقی کیطرف پھیری جاے
تو ہو نہیں سکتی کیونکہ مرض کی تعریف تو یہ ہے کہ جسکے بدن مین آنے سے اعتدالی مزاج کا جاتا رہے اور اگر عذر حقیقی کیطرف پھیرین تب بھی نہیں بن سکتی کیونکہ عذر حقیقی قیام
مین یہ ہے کہ کھڑا ہو تو گر پڑے ہان جس عذر سے نماز بیٹھ کر مباح ہے اُسکی طرف پھیر سکتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ شارح کی عبارت مین تسامح ہے کذا فی الشامی مختصراً وقال
زفر کالتشہد قیل وبہ یفتی اور امام زفرؒ نے فرمایا کہ بیٹھے مثل بیٹھنے التحیات کے کہتے ہین کہ اسی پر فتویٰ ہے ہم تجنیس اور خلاصہ مین اسپر فتویٰ مذکور ہے اسوجہ سے کہ مریض پر ایسا بیٹھنا
آسان ہے شامی نے کہا کہ یہ علت ناتمام ہے بلکہ آسانی تو اسمین ہے کہ کسی ہیئت خاص کا مقید نہو جیسا کہ قول اول ہے حاصل یہ کہ اگر التحیات کی وضع آسان یا برابر ہو تو بہتر
ہے کہ التحیات کیطرح بیٹھے ورنہ جونسی وضع اسکو سہل معلوم ہو اسطرح بیٹھے اور تشہد مین التحیات کی وضع ہو جائے پر رکوع و سجود نماز پڑھے بیٹھ کر رکوع اور سجدہ سے
یعنی اشارہ سے نہ پڑھے اسلیے کہ جن ارکان کو کامل ادا کر سکتا ہے اُنکو ناقص کرنا نہیں چاہیے بدون ضرورت کے وان قدر علی بعض القیام ولو متکئا علی عصا او حائط
قام لزوما بقدر ما یقدر ولو قدر آیۃ او تکبیرۃ علی المذہب لان البعض معتبر بالکل اور اگر قادر نہو نمازی تھوڑے قیام پر اگرچہ لاٹھی یا دیوار کے سہارے سے کھڑا ہو سکے تو کھڑا
ہو بطور وجوب کے جسقدر کہ قیام پر قادر ہو اگرچہ ایک آیت یا اللہ اکبر کی قدر ہو بموجب روایت مذہب کے کیونکہ بعض کا حکم مثل کل کے ہے یعنے جیسے کل قیام پر قادر ہونے سے
سارا قیام لازم ہے اسیطرح بعض پر قادر ہونے سے بعض لازم ہوگا ہم شامی نے ہندوانی سے نقل کیا کہ جس شخص کو تھوڑے سے قیام پر قدرت ہو تو اسکو حکم کیا جائے کہ
تکبیر تحریمہ کھڑا ہو کر کرے اور جسقدر قرارت کھڑا ہو کر پڑھ سکے اُتنی پڑھے پھر بیٹھ جائے اگر کھڑا نہ رہ سکے اور یہی مذہب صحیح ہے اسکے خلاف ہمارے ائمہ سے مروی نہیں اور
اگر کوئی شخص اسطرح نکریگا تو مجھے ڈر ہے کہ اسکی نماز درست نہو اور اگر بے سہارے کھڑا ہونے سے عاجز ہو تو سہارے سے کھڑا ہو ورنہ اسکی نماز کافی نہوگی اس سے معلوم
ہوا کہ جو لوگ ذرا سے عذر مین بیٹھ کر نماز پڑھنے لگتے ہین اور یقیناً بقدر دو چار آیتون کے کھڑا ہونے سے اُنکو کچھ ضرر نہیں ہوتا اُنکی نماز نہیں ہوتی اور طرفہ یہ کہ گھر سے اپنے پاؤن
چلکر آتے ہین اور فرض نماز مین بیٹھ کر نیت باندھتے ہین پس اِسکا یاد کرنا ضرور ہے کہ لوگ اس سے غافل ہین وان تعذرا لیس تعذرہما شرطا بل تعذر السجود کاف لا القیام و
اومأ بالہمز قاعدا وہو افضل من الایماء قائما لقربہ من الارض ویجعل سجودہ اخفض من رکوعہ لزوما ولا یرفع الی وجہہ شیئا یسجد علیہ فانہ یکرہ تحریما اور اگر رکوع
اور سجدہ دونون نہو سکین تو اشارہ کرے بیٹھ کر اور بیٹھ کر اشارہ سے پڑھنا افضل ہے کھڑے ہو کر اشارہ کرنے سے بسبب قریب ہونے بیٹھے ہوئے کے اشارہ کی زمین
سے یعنے مشابہت سجدہ کی اس صورت مین زیادہ ہے اور کرے اپنے سجدہ کو زیادہ پست بہ نسبت رکوع کے بطور لزوم کے یعنے بدون اسکے سجدہ جائز نہوگا اور نہ
اُٹھائے کوئی چیز اپنے چہرہ کیطرف تاکہ اُسپر سجدہ کرے کہ یہ فعل مکروہ تحریمہ ہے شارح نے کہا کہ رکوع اور سجدہ دونون کا متعذر ہونا شرط نہیں بلکہ سجدہ کا نہو سکنا اشارہ کے
لیے کافی ہے نہ قیام کا متعذر ہونا اور او ما ہمزہ سے ہے یعنے مہموز اللام ہے ہم شامی نے کہا کہ لا القیام عطف ہے ضمیر متصل وان تعذرا پر اور سجدہ کے لیے کوئی چیز اُٹھایا
لیے رہنا مکروہ تحریمی ہے لیکن اگر وہ چیز زمین پر رکھی ہو تو مکروہ نہیں اسلیے کہ ثابت ہوا ہے کہ حضرت ام سلمہؓ نے بیماری کی جہت سے ایک تکیہ پر سجدہ کیا اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو منع نہیں فرمایا فان فعل بالبناء للمجہول ذکرہ العینی وہو یخفض راسہ لسجودہ اکثر من رکوعہ صح علی انہ ایماء لا سجود الا ان یجد قوۃ الارض
والا یخفض لا یصح لعدم الایماء پس اگر کوئی چیز اُٹھائی جائے اور نمازی اپنا سر زیادہ پست کرتا ہو بہ نسبت رکوع کے تو سجدہ کرنا درست ہوگا اور یہ اشارہ ہے

[illegible] اگر [illegible] تو [illegible]
[illegible] قول [illegible]
[illegible]
[illegible] فی القنیۃ [illegible]
[illegible] والافضل [illegible]
[illegible] جیسا [illegible]
[illegible] اور مثال اس کی یہ ہے کہ [illegible]
اور دن [illegible] اشارہ رکوع اور سجدہ کا بیٹھے ہوئے [illegible]
ہوا تو جیسا کہ [illegible] اور قول مصنف کا مقابل ہے [illegible] مگر اس صورت میں کہ [illegible] ممکن نہو کذا فی الطحطاوی وان تعذر الایماء برأسہ
وکثرت الفوائت بان زادت علی یوم ولیلۃ سقط القضاء عنہ وان کان یفہم [illegible] ظاہر الروایۃ وعلیہ الفتوی کما فی الظہیریۃ لان مجرد العقل لا یکفی لتوجہ الخطاب [illegible]
اشارہ سر سے بھی دشوار ہو جائے اور فوائت بہت ہو جائیں اس طرح کہ زیادہ ہوں ایک دن اور رات پر تو ساقط ہو جاتی ہے اس مریض پر سے قضا اگرچہ سمجھتا ہو [illegible]
ظاہر الروایت میں اور قضا کے ساقط ہونے پر فتوی ہے جیسا کہ ظہیریہ میں ہے اسلئے کہ صرف عقل کا ہونا خطاب شرعی کے متوجہ ہونے کو کافی نہیں [illegible] مسئلہ چار طرح پر ہے
اول یہ کہ مرض دن رات سے زیادہ رہا اور اسکو ہوش نہ رہا تو اس صورت میں بالاتفاق حالت مرض کی نماز کی قضا نہیں دوسرے یہ کہ مرض و بیہوشی کے ساتھ دن رات
سے کم رہا یا یہ کہ دن رات رہا مگر عقل قائم رہی تو اس صورت میں نماز قضا پڑھے اجماعا تیسرے یہ کہ دن رات سے زیادہ مرض رہا اور عقل بھی رہی چوتھے یہ کہ دن رات سے
کم رہا اور عقل نہ رہی تو یہ دونوں صورتیں محل اختلاف ہیں ظاہر الروایہ میں قضا پڑھنا معلوم ہوتا ہے اور ہدایہ میں اسکی تصحیح کی ہے مگر صاحب ہدایہ نے اپنی کتاب تجنیس میں ترجیح
عدم قضا کو دی ہے اور قاضیخان وغیرہ محققین نے بھی عدم قضا کو ترجیح دی ہے کذا فی الطحطاوی وافاد بسقوط الارکان سقوط الشرائط عند العجز بالاولی ولا یعید [illegible]
ظاہر الروایۃ بدائع [illegible] یا ارکان کے ساقط ہونے سے عاجزی کے وقت ساقط ہونا شرائط کا بطریق اولی اور اعادہ نکرے ان نمازوں کا جو ارکان یا شرائط کے
ساقط ہونے سے پڑھے ظاہر الروایت میں کذا فی البدائع [illegible] جیسے ارکان عاجزی کے باعث ساقط ہو جاتے ہیں تو شرائط بطریق اولی ساقط ہو جائینگے مثلا استقبال قبلہ
اور ستر عورت اور طہارت نجاست حقیقی سے عاجزی کے وقت ساقط ہو جاتی ہیں ان وقت ساقط نہیں ہوتا شارح کو مناسب تھا کہ اس مسئلہ کو وان تعذر الایماء سے پیشتر
بیان کرتا کیونکہ ایماء کے متعذر ہونے سے تو نماز ہی ساقط ہو جاتی ہے اور اس سے پیشتر ذکر سقوط ارکان کا تھا تو انہیں کی ذیل میں اس مسئلہ کا ہونا بہتر تھا کذا فی الشامی
ولو اشتبہ علی مریض اعداد الرکعات والسجدات لنعاس یلحقہ لا یلزمہ الاداء ولو اداہ بتلقین غیرہ ینبغی ان یجزیہ کذا فی القنیۃ اور اگر مریض کو یاد نہ رہا کہ کتنی رکعتیں
یا [illegible] شمار [illegible] اونگھ کے کہ اسکو لاحق ہوتی ہے تو اسپر ادائے نماز لازم نہیں اور اگر ادا کریگا نماز کو دوسرے شخص کے بتلانے سے تو چاہیئے کہ کافی ہو اسکو کذا فی القنیہ
ہم اسمیں یہ اعتراض ہے کہ دوسرے کا بتلانا تعلیم و تعلم ہے اور وہ مفسد نماز ہے تو کافی کیسے ہوگا اسکا جواب یہ ہے کہ یہ تعلیم و تعلم نہیں بلکہ یاد دہانی اور خبردار کرنا ہے جیسے بیچ
کا شخص بڑے مجمع میں امام کی آواز اللہ اکبر کی دوسروں کو پہنچاتا ہے کذا فی الشامی ولم یوم بعینہ وقلبہ وحاجبہ خلافا لزفر رحمہ اللہ اور اشارہ نکرے اپنی آنکھ
اور دل اور ابرو سے بخلاف امام زفر رحمہ کے کہ انکے نزدیک سر سے اشارہ نہ کر سکے تو ابرو سے کرے اور اس سے عاجز ہو تو آنکھ سے کرے اور اس سے بھی عاجز ہو تو
دل سے کرے اور ہماری دلیل حدیث عمران اور ابن عمر کی ہے کہ اگر اشارہ سر سے نکر سکے تو اللہ تعالی اسکے عذر کو زیادہ تر قبول فرمانیکا مستحق ہے کذا فی البحر ولو عرض
لہ مرض فی صلوتہ یتم بما قدر علی المعتمد اور اگر لاحق ہوا نمازی کو مرض اسکی نماز میں تو تمام کرے نماز کو ان افعال سے جسپر قادر ہو قول معتمد کے موجب یعنی

خواہ بیٹھ کر رکوع اور سجدے سے یا اشارہ سے خواہ لیٹ کر اسلیے کہ بقیہ نماز ادنی ہو تو ادنی کی بنا اعلیٰ پر درست ہو کذا فی البحر اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ از سر نو پڑھے کذا فی الحلبی

ولو صلی قاعدا برکوع وسجود فصح بنی ولو کان یصلے بالایماء فصح لا یبنی الا اذا صح قبل ان یومی بالرکوع والسجود اور اگر نمازی پڑھے بیٹھ کر رکوع اور سجدہ سے پھر اچھا ہو گیا یعنے قادر ہو گیا کھڑا ہونے پر تو باقی نماز پہلی پر بنا کرے یعنے کھڑا ہو کر پوری کرے اور اگر اشارہ سے پڑھتا ہوا اور تندرست ہو جاوے یعنے رکوع اور سجدہ پر قادر ہو جاوے تو بنا کرے مگر اس صورت مین کہ رکوع اور سجدہ کے لیے اشارہ کرنے سے پیشتر ہی تندرست ہو گیا ہو ہم بنا نہ کرنی کی وجہ یہ ہو کہ رکوع وسجدہ والی نماز کی بنا اشارہ والی پر جائز نہین اقتدا پر قیاس کرنے سے

کما لو کان یومی مضطجعا ثم قدر علی القعود ولم یقدر علی الرکوع والسجود فانہ یستانف علی المختار لان حالۃ القعود اقوی فلم یجز بناؤہ علی الضعیف جیسے اگر اشارہ کرتا ہو لیٹا ہوا پھر قادر ہو جائے بیٹھنے پر اور نہ قادر ہو رکوع اور سجدہ پر کہ وہ نماز از سر نو پڑھے قول مختار کے موجب کیونکہ بیٹھنے کی حالت قوی تر ہے بہ نسبت لیٹنے کے اسلیے قوی کی بنا ضعیف پر جائز نہوئی

وللمتطوع الاتکاء علی شی کعصا وجدار مع الاعیاء ای التعب بلا کراھۃ وبدونہ یکرہ وکذا القعود بلا کراھۃ مطلقا ھو الاصح ذکرہ الکمال وغیرہ اور نفل پڑھنے والے کو جائز ہو سہارا دینا کسی چیز پر مثل لاٹھی یا دیوار کے ساتھ تھکنے کے بدون کراہت کے اور بدون تھکنے کے سہارا دینا کروہ تنزیہی ہو کہ ایک طرح کی بے ادبی ہو اور نفل پڑھنے والے کو جائز ہو بیٹھ جانا بدون کراہت کے ہر حال مین یعنے عذر سے ہو یا بے عذر یہی صحیح تر ہو ذکر کیا ہو اسکو کمال وغیرہ نے اور ہدایہ مین ہو کہ بدون عذر مکروہ ہو اور قول اصح یہ ہو کہ مکروہ نہین کیونکہ جب ابتدا اسکو بیٹھ کر پڑھنے کا اختیار تھا تو تمام کرنے کے لیے بیٹھ جانے کا اختیار کیون نہو گا کذا فی الشامی

وصلے الفرض فی فلک جار قاعدا بلا عذر صح لغلبۃ العذر واساءوا فالا ایصح الا بعذر وھو الاظھر برھان پڑھا نمازی نے فرضون کو چلتی کشتی مین بیٹھ کر بدون عذر کے تو صحیح ہو بسبب اکثر ہونے عذر کے یعنے دوران سر کھڑے ہونے سے اکثر ہوا کرتا ہو کذا فی الطحطاوی اور برا کیا کہ بیٹھ کر پڑھا اگر کھڑا ہونا ممکن تھا اور صاحبین نے فرمایا کہ فرض درست نہونگے بدون عذر کے اور یہی ظاہر تر ہو کذا فی البرہان ہم شامی نے حاوی قدسی سے نقل کیا کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہو

والمربوطۃ فی الشط کالشط فی الاصح اور بندھی ہوئی کشتی کنارہ مین مثل کنارہ کے ہو صحیح تر قول مین ہم یعنے اسمین فرض بیٹھ کر جائز نہین بالاتفاق پھر ظاہر ہدایہ اور نہایہ وغیرہ کا یہ ہو کہ کنارہ پر بندھی کشتی مین فرض کھڑے ہو کر درست ہین خواہ وہ زمین پر ٹھہری ہو یا نہین اور ایضاح مین ہو کہ اگر کشتی زمین پر ٹھہری ہو تب تو فرض درست ہونگے کہ اسکا حکم زمین کا سا ہو اور اگر ٹھہری نہو گی تو اگر نمازی اسپر سے کنارہ پر اتر سکتا ہو تو فرض درست نہونگے نیچے اتر کر پڑھے کیونکہ اسوقت مین اسکا حکم سواری کے جانور کا سا ہو اور اگر اترنا ممکن نہو تو کھڑے ہو کر پڑھنا درست ہو کذا فی الطحطاوی

والمربوطۃ بلجۃ البحر ان کان الریح یحرکہا شدیدا فکالسائرۃ والا فکالواقفۃ اور بندھی ہوئی موج دریا مین اگر ہوا اسکو سخت حرکت دیتی ہو تو وہ مثل جاری کے ہو اور اگر ہوا نہ ہلاتی ہو تو مثل کھڑی ہوئی کے ہو یعنے پہلی صورت مین نماز فرض بیٹھ کر جائز ہو اور دوسری مین جائز نہین کذا فی الطحطاوی

ویلزم استقبال القبلۃ عند الافتتاح وکلما دارت اور لازم ہو قبلہ رخ ہونا تکبیر تحریمہ کے وقت اور جبکہ کشتی گھوم جاوے ہم یعنے اسپر سب کا اتفاق ہو کہ قبلہ رخ رہے گو کشتی گھومتی جاوے اور اگر قبلہ رخ ہونا ممکن نہو تو نماز مین تاخیر کرے جب تک کہ خوف وقت کے جانے کا نہ ہو اور اگر خوف ہو تو ظاہر ہو کہ قبلہ عاجز شخص کے حق مین وہی ہوتا ہو جس طرف کو وہ قادر ہو کذا فی الشامی

ولو ام قوما فی فلکین مربوطتین صح والا اور اگر امام ہوا ایک قوم کا دو کشتیون بندھی ہوئی مین تو صحیح ہو ورنہ صحیح نہین ہم بندھی ہوئی سے یہ غرض ہو کہ پاس پاس ہون فاصلہ سے نہون کیونکہ پاس ہونے مین دونون کا حکم ایک مکان کا سا ہو کذا فی الشامی

ومن جن او اغمی علیہ ولو بفزع من سبع او آدمی یوما ولیلۃ قضے الخمس وان زاد وقت صلوٰۃ سادسۃ لا للحرج ولو افاق فی المدۃ فان لافاقتہ وقت معلوم قضے والا اور جو شخص مجنون ہوا یا بیہوش ہوا اگرچہ کسی درندہ یا آدمی کے خوف سے بیہوش ہوا ہو ایک دن رات تو وہ پانچ نمازین قضا پڑھے اور اگر بڑھ جاوے بیہوشی پر وقت چھٹے نماز کا تو قضا نہ پڑھے بسبب حرج کے اور اگر دن رات مین اسکو افاقہ ہوتا ہو تو اگر افاقہ کا وقت معین ہو تب تو قضا پڑھے ورنہ قضا نہ پڑھے ہم مثلا دن رات بیہوش رہتا ہو مگر صبح کو ہوش مین آتا ہو تو اول کی بیہوشی بیکار ہوگی اور قضا پڑھنی پڑیگی اور اگر وقت

ہوتی ہو سجدہ اور جب رکوع ہو ... اگر وہ ایسا ہو کہ اشارہ سے بھی نہ کر سکے تو نماز اس سے ساقط ہو جاتی ہے
اور جو نماز میں بیہوشی ہو جاوے یا شراب یا کسی دوسرے نشہ کی چیز سے بیہوشی کے وقت کی نمازیں کا حکم ہو کہ جب تک ہوش میں
آوے تو وہ پڑھے اور جو ہوش میں آگیا تو قضا ساقط نہیں ہوتی اسی طرح جب تک ہوش میں ہوا کرے سے ساقط
ہوتی ہو نماز امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک سوا جنگ کے کذا فی الطحطاوی اور بعضوں نے کہا کہ احوال خراسانی ہو اور قطعت
یداہ و رجلاہ من المرفق والکعب و بوجہہ جراحۃ صلی بغیر طہارۃ ولا تیمم ولا یعید ہو الاصح وقد مر انہ یمسح وقیل لا تصلوۃ علیہ وقیل یمسح
غسل موضع القطع اور اگر کٹے ہوں دونوں ہاتھ نمازی کے کہنی سے اور دونوں پاؤں ٹخنے سے اور اسکے چہرہ میں زخم ہو تو وہ نماز پڑھے بے وضو
اور تیمم کے اور اسکا اعادہ نہ کرے یہی صحیح تر ہو اور یہ مسئلہ گذر گیا تیمم میں اور بعضوں نے کہا کہ اس شخص پر نماز نہیں اور بعضوں نے کہا کہ تیمم
لازم ہو دھونا اسکی جگہ کا ہم یہ دونوں قول مقابل قول اصح کے ہیں اور لزوم غسل اس صورت میں ہو کہ اسکو وضو کرانے والا موجود ہو کذا
الطحطاوی فروع مسائل الحقہ شارح کے المکن الغریق الصلوۃ بالایماء بالاعمل کثیر لزمہ الاداء والا لا قادر ہو اور ڈوبتا آدمی نماز پڑھنے پر اشارہ سے
بدون عمل کثیر کے تو اسکو ادا پڑھنا لازم ہو اور اگر بدون عمل کثیر کے نہ پڑھ سکے تو ادا لازم نہیں قضا لازم ہو ہم بدون عمل کثیر کے اسطرح کہ کوئی چیز
سہارے کو مل گئی ہو یا تیرنا خوب جانتا ہو کذا فی الجواہر والطبیب بالاستلقاء لنزع الماء من عینہ صلی بالایماء لان حرمۃ الاعضاء کحرمۃ النفس حکم کیا
نمازی کو طبیب حاذق مسلمان نے چت لیٹے رہنے کا بسبب پانی نکال ڈالنے کے اسکی آنکھ سے تو وہ نماز اشارہ سے پڑھے اسلیے کہ حرمت اعضا کی
مثل حرمت نفس کے ہو یعنے جیسے جان کا بچانا فرض ہو ویسے ہی اعضا کا بچانا فرض ہو ہم نزع بفتح نون وسکون زا معجمہ و عین مہملہ یعنی نکالنا
اور بعض نسخوں میں نزع ہو بفتح موحدہ وسکون زا معجمہ و عین معجمہ یعنی بہنے ڈالنے کے کذا فی الطحطاوی مریض تحتہ ثیاب نجسۃ وکلما بسط شیئ تنجس
من ساعتہ صلی علی حالہ وکذا لو لم یتنجس الا انہ یلحقہ مشقۃ بتحریکہ ایک بیمار ہو جسکے نیچے نجس کپڑے ہیں اور جب کوئی چیز بچھائی جاتی ہو فورا ناپاک
ہو جاتی ہو تو وہ بیمار اسی حال پر نماز پڑھے اور اسی طرح اگر ناپاک فورا نہ ہوتے ہوں مگر انکے دور کرنے سے بیمار کو حرکت کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہو
تب بھی نماز انہیں ناپاک کپڑوں میں پڑھے کہ اسکے حق میں پاک ہیں واللہ اعلم

باب سجود التلاوۃ

یہ باب ہو سجدہ تلاوت کے احکام میں من اضافۃ الحکم الی سببہ سجدہ کی اضافت طرف تلاوت کے اضافت حکم کی ہو طرف اپنے سبب
کے ہم طحطاوی نے کہا کہ حکم تو وجوب سجدہ ہو نہ خود سجدہ تو اگر شارح حکم کی جگہ فعل کہتا تو مناسب تھا یا یہ کہ حکم بمعنی محکوم بہ یعنے فعل کے لیا جاوے
تجب بسبب تلاوۃ آیۃ ای اکثرہا مع حرف السجدۃ من اربع عشرۃ آیۃ اربع فی النصف الاول وعشر فی النصف الثانی واجب
ہو ایک سجدہ بسبب پڑھنے ایک آیت کے چودہ آیتوں سجدہ سے شارح نے کہا ایک آیت سے غرض اکثر آیت ہو لفظ سجدہ کے ساتھ اور چودہ
سجدوں میں سے چار قرآن مجید کے نصف اول میں ہیں اور دس نصف دوم میں ہم پس اگر آیت سجدہ کو لکھے یا ہجے کرے تو سجدہ واجب
ہوگا اسی طرح ساری آیت میں سے اگر کلمہ سجدہ کو پڑھے یا اکثر آیت پڑھے مگر کلمہ سجدہ کو چھوڑ دے تو سجدہ واجب نہوگا کذا فی الطحطاوی شامی
نے کہا کہ وجوب عام ہو خواہ تلاوت آیت نماز میں ہو یا نماز سے خارج اور یہ بات قابل یاد رکھنے کے ہو کہ سجدہ سورہ نمل میں رب العرش العظیم
پر اور سورہ ص میں حسن مآب پر اور حم سجدہ میں لا یسأمون پر ہو اور امام شافعی کے نزدیک تعبدون پر ہو مگر چونکہ وائل بن حجر اور ابن عباس
سے لا یسأمون پر مروی ہو اسلیے احتیاط اسی میں ہو کہ لا یسأمون پر سجدہ کیا جاوے کیونکہ سجدہ میں ایک آیت کی تاخیر مضر نہیں اور

ایک آیت کی تقدیم سے نماز فاسد ہوتی ہے اور یہی دلیل سورۂ ص مین بھی ہے گو زیلعی نے اناب پر سجدہ لکھا ہے منہ اور سنے الحج ا یا تا بیتہ
فقد لوتیۃ لا قترانہا بالرکوع وص خلافاً للشافعی رح واحمد رح والمفصل خلافاً لمالک رح لسجود المفصل ان چودہ سجدون مین سے پہلا سجدہ سورۂ حج کا
اور دوسرا سجدہ سورہ مذکور کا وہ تلاوت کا نہین بلکہ مراد اُس سے نماز کا سجدہ ہے بسبب متصل ہونے اُس سجدہ کے رکوع سے اور ایک
سجدہ سورۂ ص کا ہے بخلاف امام شافعی اور احمد رح کے کہ اُنکے نزدیک سورۂ ص مین سجدہ نہین اور حج مین وہ سجدہ مین غیر مشکوک
شمار ہیں جو کہ اُنکے نزدیک بھی چودہ ہے اور امام مالک رح نے فرمایا کہ مفصل صورتون مین سجدہ نہین یعنے سورۂ نجم اور اذا السماء انشقت اور
اقرا مین اُنکے نزدیک سجدہ نہین تو اُنکے نزدیک تعداد گیارہ ہے ہم اگر شافعی کے پیچھے حنفی نے نماز پڑھی اور اُسنے سورۂ حج کے دوسرے
سجدہ پر سجدہ کیا تو تابعت واجب ہے اور خارج نماز اگر سنیگا تو اُسپر سجدہ نہین کذا فی الطحطاوی بشرط سماعہا فالسبب التلاوۃ وان لم
یوجد السماع کتلاوۃ الاصم والسماع شرط فی حق غیر التالی ولو بالفارسیۃ اذا اخبر واجب ہے سجدۂ تلاوت بشرط سننے آیت سجدہ کے یعنی سبب
سجدہ کے تین ہین اول تلاوت اگرچہ سماع نپایا جاے جیسے پڑھنا بہرے آدمی کا دوم سننا آیت سجدہ کا یہ شرط ہے پڑھنے والے کے سوا
دوسرے شخص کے حق مین اگرچہ فارسی مین ہو جبکہ خبر دیا جاوے اور اگر اُسکو خبر نہو کہ آیت سجدہ ہے تو معذور ہے تیسرے سبب کو ماتن آگے بیان کرتا ہے اور
بشرط الائتمام ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ غیر التالی والمؤتم کہتا کیونکہ مقتدی کو سننا شرط نہین حالانکہ غیر تالی مین وہ بھی داخل ہے
او بشرط الائتمام ای الاقتداء بمن تلاہا فانہ سبب لوجوبہا ایضاً وان لم یسمعہا ولم یحضر بالمتابعۃ یا سجدۂ تلاوت واجب ہے بشرط مقتدی ہونے کے اُس
شخص کے پیچھے جو آیت سجدہ کو پڑھے کہ اقتدا کرنا بھی سبب ہے سجدہ کے واجب ہونے کا اگرچہ مقتدی آیت سجدہ کو نہ سنے اور نہ موجود ہوا آیت سجدہ
کے پڑھنے کے وقت یعنے امام نے اقتدا سے پہلے سجدہ کی آیت پڑھ لی ہو تب بھی سجدہ واجب ہے بسبب واجب ہونے متابعت امام کے ہم اقتدا
سے واجب ہونے مین یہ بھی شرط ہے کہ امام سجدہ کرے اور اگر امام سجدہ نہ کرے تو مقتدی پر واجب نہین اگرچہ آیت کو سنا ہو کذا فی شرح المنیہ
شامی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ فانہ سبب کی جگہ فانہ شرط کہتا تا کہ بشرط الاقتداء کے موافق ہوتا ولو تلاہا المؤتم لم یسجد المصلی اصلاً لا فی
الصلوٰۃ ولا بعدہا اور اگر پڑھے آیت سجدہ کو مقتدی تو نہ سجدہ کرے نماز پڑھنے والا ہرگز نہ نماز مین نہ بعد نماز کے ہم یعنے نہ خود پڑھنے والا سجدہ کرے
اور نہ امام اور نہ دوسرے مقتدی اُسکے ساتھ والے بخلاف الخارج لان الحجر ثبت للمنعین فلا یعدوہم ستے لو دخل معہم سقطت بخلاف خارج
کے کہ وہ سجدہ کرے اسلیے کہ روک دینے قرأت کی ممانعت ثابت ہوئی ہے سین مخصوصون کے لیے تو اُنسے تجاوز نہ کریگی یہانتک کہ اگر خارج نماز مین
داخل ہوگا اُنکے ساتھ تو اُسپر بھی سجدہ ساقط ہوجائیگا ہم خارج سے مراد وہ شخص ہے کہ بالکل نماز نہ پڑھتا ہو یا وہ کہ دوسری نماز پڑھتا ہو خواہ
اکیلا خواہ دوسرا امام ہو کذا فے الحلبی شامی نے کہا کہ علت مسئلہ کی جو شارح نے بیان کی اُسمین امام داخل نہین اسلیے کہ اُسکو ممانعت قرأت
کی نہین تو تعلیل وہ خوب ہے جو شرح منیہ مین ہے کہ اگر مقتدی کے پڑھنے سے امام سجدہ کرے تو متبوع تابع ہوجاویگا ولا تجب علی من تلاہا فی
رکوعہ او سجودہ او تشہدہ للحجر فیہا عن القراءۃ اور نہین واجب ہے سجدہ اُس شخص پر کہ پڑھے آیت سجدہ کو اپنے رکوع یا سجدہ مین یا التحیات
مین واسطے ممانعت کے ان ارکان مین قرأت سے ہم اور مرغینانی نے کہا کہ سجدہ واجب ہے اور نماز کے اندر اُسکو ادا کرے اور فرق اس مسئلہ
مین اور مقتدی کے مسئلہ مین یہ بیان کیا ہے کہ مقتدی کو امام کی جہت سے قرأت کی روک ہے اور امام کا تصرف اُسپر جاری ہے اسلیے اُسکے تصرف کا
اعتبار نہین بخلاف اس مسئلہ کے کہ یہان رکوع کرنے والا قرأت سے ممنوع ہے مثل جنب کے تو جیسے جنب کے پڑھنے سے سجدہ اُسپر واجب ہوتا ہے ویسا ہی
یہان بھی واجب ہونا چاہیے اور شامی نے وجوب ہی کو ترجیح دی ہے شرح درر الصلوٰۃ المقدمۃ تحریر ہے وفیہ التعیین سجدہ واجب ہے ساتھ

[illegible] چیت لیٹ کر [illegible] رہے [illegible] ہو [illegible] بیٹھ کر سجدہ کرے [illegible]

[illegible] سجدہ [illegible] سجدہ مشروع ہوئے مین یعنی [illegible] با الصلوٰۃ [illegible] السجود

[illegible] اور تشہد [illegible] اور قعود [illegible] سے

[illegible] سجدہ تلاوت کے اندر [illegible] سے [illegible]

[illegible] رکوع [illegible] اشارہ [illegible] اور اشارہ سے [illegible] رکوع مین [illegible]

[illegible] خارج نماز [illegible] اور اگر چہ آیت سجدہ حالت صحت مین پڑہتے اور بیماری مین

[illegible] ادا کرنے جائز ہوگا اور سواری پہ سجدہ اگر حالت سواری مین [illegible] واجب ہوا ہو تب تو سواری پر اشارہ سے ادا ہوجائیگا

[illegible] اور اگر سجدہ [illegible] واجب [illegible] ہوا ہو تو اسکا ادا کرنا سواری پر [illegible] اسلئے [illegible] وہی سجدہ مین تکبیرتین

[illegible] قیام مین [illegible] بلا رفع ید و تشہد و سلام اور سجدہ تلاوت ایک سجدہ ہے درمیان دو تکبیرون مسنون کے [illegible] کرے یعنے

[illegible] کو اور دوسری بار اٹھانے کو اور رکیا اتنا جہر کرے کہ اپنے آپ سنے اور امام اتنا کرے کہ اور ونکو آواز جاوے اور

[illegible] قیام سے یعنے کھڑا ہو کر سجدہ مین جانا اور بعد سجدہ کے کھڑا ہوجانا مستحب ہے بدون ہاتھ اٹھانے کے اللہ اکبر کہنے کے وقت

اور بدون التحیات اور سلام کے و فیہا تسبیح السجود فی الاصح اور سجدہ تلاوت مین تسبیح سجدہ کی ہے صحیح تر قول مین یعنے سبحان ربی الاعلیٰ

تین بار کہے ہم فتح القدیر مین لکہا کہ اگر نماز فرض کے اندر ہو تب یہ حکم ہے اور اگر نفل نماز ہو یا خارج نماز تو چاہے سبحان ربی الاعلیٰ کہے یا یہ دعا

پڑہے جو احادیث مین وارد ہے سجد وجہی للذی خلقہ الخ چنانچہ ہم نے باب صفۃ الصلوٰۃ مین لکہا ہے علی من کان متعلق تجب اہلا لوجوب الصلوٰۃ

لانہا من اجزائہا ادآء کالاصم اذا تلاہا او قضاء کالجنب والسکران والنائم واجب ہے سجدہ تلاوت اس شخص پر کہ ہووے اہل نماز کے واجب

ہونے کا ادا کرنے کے اعتبار سے یعنے اسی وقت اہل ہو جیسے بہرا آدمی اگر آیت سجدہ پڑہے یا قضا کے اعتبار سے اہل ہو یعنے اسوقت اہل نہ ہو

دوسرے وقت ہو جیسے جنب اور متوالا اور سونے والا شارح نے کہا کہ علی من متعلق ہے تجب سے اور وجوب سجدہ کے لیے نماز کے

وجوب کی اہلیت اسلیے معتبر ہوئی کہ سجدہ تلاوت نماز کے اجزا مین سے ہے یعنے جس صورت مین کہ آیت نماز کے اندر پڑہی جاوے تو یہ سجدہ

جزو نماز ہو جاتا ہم متوالے پر سجدہ کے وجوب کے لیے اسکی عقل قائم رکہی گئی تاکہ اسکو تنبیہ ہو اور سونے والا اگر آیت سجدہ پڑہے اور

بعد جاگنے کے اسکو کوئی خبر کردے تو اسپر لزوم سجدہ مین اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ سجدہ لازم ہے اور قول صحیح مین لازم نہین اگر سوتے اور بیہوش

سے سجدہ کی آیت کوئی شخص سنے تو اسکا حکم عنقریب آویگا فلا تجب علی کافر وصبی ومجنون وحائض ونفساء قرؤا او سمعوا لانہم لیسوا

اہلا لہا پس نہین واجب ہے سجدہ کافر پر اور نابالغ اور دیوانہ اور حیض و نفاس والی عورت پر خواہ وہ آیت سجدہ کو پڑہین یا سنین اسلیے

کہ یہ سب نماز کے اہل نہین نہ اسوقت ہین اور نہ اسکے بعد اور ایک نسخہ مین لکہا ہے یعنے ادا اور قضا دونون کے اہل نہین و تجب بتلاوتہم

یعنے المذکورین خلا المجنون المطبق فلا تجب بتلاوتہ لعدم اہلیتہ اور واجب ہے سجدہ تلاوت ان سب مذکورین کے پڑہنے سے سوا ایسا

مجنون کے جسکو افاقہ نہوتا ہو کہ اسکے پڑہنے سے سننے والون پر سجدہ واجب نہوگا بسبب اہل نہونے مجنون کے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح

کی تعلیل مین لڑکا بھی داخل ہے یعنے اسکے پڑہنے سے سننے والے پر سجدہ واجب ہوتا ہے حالانکہ وہ خود اہل نہین ہے اور مطبق بکسر با موحدہ

سے یہان وہ مجنون مراد ہے جسکو جنون ایک دن یا زیادہ تک جنون رہے ولو قصر جنونہ فکان یوما ولیلۃ او اقل تلزمہ بتلاوتہ ان کثر الخ

بل تلزم من سمعہ علے ما حررہ ملا خسرو ولکن جزم الشرنبلالی باختلاف الروایۃ ونقل الوجوب بالسماع من المجنون عن الفتاوے الصغری والجوہرۃ
قلت وبہ جزم القہستانی اور اگر کم ہوا جنون مجنون کا یعنے ایک دن اور رات ہوا یا اس سے کمتر تو اسپر سجدہ لازم ہی خواہ وہ خود پڑھے یا
دوسرے سے سنے اور اگر جنون ایک دن رات سے زیادہ ہوجائے تو سجدہ خود اسپر لازم نہین بلکہ اس شخص پر لازم ہی جو اس سے آیت
سجدہ کو سنے بموجب اس بیان کے کہ منقح بیان کیا ہی اسکو ملا خسرو نے لیکن یقین کیا ہی شرنبلالی نے اختلاف روایت پر دربارہ مجنون کے
اور نقل کیا ہی وجوب سجدہ کو مجنون سے سنکر فتاوے صغرے اور جوہرہ سے مین کہتا ہون اور اسی وجوب پر یقین کیا ہی قہستانی نے مع شرنبلالی نے کہا کہ
کہ مجنون سے آیت سجدہ سننے پر سجدہ تلاوت کے واجب ہونے مین دو روایتین ہین اور دونون کی تصحیح ہوئی ہی اور جوہرہ مین کہا کہ اصح یہ ہی کہ سجدہ
واجب نہین کذا فی الشامی لا تجب بسماعہ من الصدی والطیر ومن کل تال حرفا ولا بالتہجی اشباہ ولا من المؤتم لو کان السامع فی صلوتہ لے صلوۃ الامام
بخلاف الخارج کما مر نہین واجب ہی بسبب سننے سجدہ کی صدا یعنے گونج کی آواز سے جو پہاڑون اور جنگلون وغیرہ مین پلٹ کر ویسے ہی سنائی دیتی ہی اور نہین
واجب ہی پرندے سننے کے سبب یعنے طوطا یا مینا وغیرہ اگر آیت سجدہ پڑھے تو سننے والے پر اصح قول مین سجدہ واجب نہین اور واجب نہین سننے سے
ایک کلمہ پڑھنے والے کے اور نہ ہجے کے ساتھ پڑھنے والے کے سننے سے کذا فی الاشباہ طحطاوی نے کہا کہ ایک کلمہ کے سننے سے عدم وجوب کا مسئلہ
متن مین آگے مذکور ہی تو شاید شارح نے بیان مکرر اسلیے ذکر کیا تاکہ تنبیہ ہو اس بات پر کہ اس مسئلہ کا اسی جا ذکر کرنا مناسب تھا اور نہین واجب ہی
بسبب سننے کے مقتدی سے اگر سننے والا مقتدی کی نماز مین ہو یعنے وہی نماز پڑھتا ہو خواہ امام ہو یا دوسرا مقتدی اسکے ساتھ والا بخلاف خارج
سے نماز مقتدی سے کہ اسپر واجب ہوگا چنانچہ پیشتر گذرا وہی علے التراخی علے المختار ویکرہ تاخیرہا تنزیہا ویکفیہ ان یسجد عدد ما علیہ بلا تعیین ویکون
مؤدیا وتسقط بالحیض والردۃ ان لم تکن صلوتیۃ فعلی الفور لصیرورتہا جزءا منہا ویأثم بتاخیرہا ویقضیہا ما دام فی حرمۃ الصلوۃ ولو بعد السلام فتح
اور سجدہ تلاوت واجب ہوتا ہی تراخی کے طور پر مختار قول کے بموجب یعنے امام محمد کے نزدیک تمام عمر اسکا وقت ہی اور یہی قول مختار ہی اور امام ابو یوسف
کے نزدیک فورا واجب ہی یعنے تاخیر سے گناہگار ہوگا بشرطیکہ سجدہ مذکورہ نماز کے اندر کا نہ ہو کہ وہ اتفاقا واجب ہی فورا بسبب ہوجانے اس سجدہ
کے جزو نماز کا اور گناہگار ہوگا سجدہ تلاوت نماز کی تاخیر سے اور اسکو قضا بجالائے جب تک کہ نماز کی حرمت مین باقی رہے اگرچہ بعد سلام کے ہو
یعنے جب تک کوئی فعل مخالف نماز کے نہ کیا ہو کذا فی الفتح شارح نے کہا اور مکروہ تنزیہی ہی تاخیر کرنا سجدہ تلاوت کا جو نماز کے اندر نہو اور کافی ہی
قرآن پڑھنے والے کو کہ جسقدر سجدے اسپر ہون اسقدر سجدے بلا تعیین کرے اور ہوویگا ادا کرنیوالا یعنے تاخیر سے کراہت تنزیہی ہوگی یہ نہوگا کہ
قضا ہوجاوین اور ساقط ہوجاتا ہی سجدہ تلاوت حیض سے اور مرتد ہونے سے یعنے اگر عورت نے سجدہ کی آیت پڑھی اور سجدہ نہ کیا یہانتک کہ حائضہ ہوئی
تو اسپر سے سجدہ ساقط ہوجائیگا اور اسی طرح مرتد ہونے سے کذا فی التجنیس ثم ہذہ النسبۃ ہے الصواب وقولہم صلوتیۃ خطأ قالہ المصنف لکن فی العنایۃ
انہ خطأ مستعمل وہو عند الفقہاء خیر من صواب نادر یہ نسبت یعنے مصنف کا صلوۃ کہنا درست ہی اور اسکی جگہ فقہا کا قول صلاتیۃ کہنا غلط ہی کہا اسکو
مصنف نے مگر عنایہ مین ہی کہ صلوتیۃ کہنا غلط ہی لیکن مروج ہی اور یہ غلط مروج فقہا کے نزدیک بہتر ہی صحیح کم رائج سے کیونکہ انکی غرض صرف
احکام کا بتلانا ہی ان الفاظ مین جو عوام مین مشہور ہون اور وجہ غلطی کی یہ ہی کہ قاعدہ نسبت کا یون ہی کہ تا تانیث کو حذف کردیتے ہین پھر اگر
الف آخر مین ہو تو اسکو واو سے بدل کرتے ہین تو اس لحاظ سے صلویۃ کہنا بموجب قاعدہ کے درست ہوا بخلاف صلوتیۃ کے کہ اسمین ت
حذف کیا ہی نہ الف کو بدلا کذا فی الطحطاوی مختصرا ومن سمعہا من امام ولو باقتدائہ بہ فاتم بہ قبل ان یسجد الامام لہا سجد معہ فلو اتم بعدہ
لا یسجد اصلا کذا اطلق فی الکنز تبعا للاصل وان لم یقتد بہ اصلا سجدہا وکذا لو اقتدی بہ فی رکعۃ اخری علی ما اختارہ النہر وغیرہ وہو ظاہر الہدایۃ

[illegible] شخص نے آیت سجدہ [illegible] امام سے [illegible] [illegible] کیا پھر [illegible] [illegible] شخص [illegible]
[illegible] امام [illegible] امام کے پیچھے [illegible] امام سجدہ [illegible] کرے [illegible] ساتھ سجدہ کرے [illegible]
[illegible] اس رکعت میں کرے تو سجدہ [illegible] نماز کے بعد نماز کے [illegible] بیان کیا [illegible] کی [illegible] سے [illegible]
[illegible] سجدہ نماز [illegible] نماز کے اندر امام کی [illegible] نہیں ہو سکتی [illegible] امام کے پیچھے [illegible]
[illegible] سجدہ تلاوت کرے اور [illegible] دوسری رکعت میں [illegible] کرے [illegible] نماز سے فارغ ہونے کے بعد [illegible]
[illegible] اختیار کیا [illegible] وغیرہ [illegible] حاصل یہ کہ جب آیت سجدہ امام سے [illegible] اقتدا [illegible]
[illegible] سجدہ تلاوت کرے اور اگر اقتدا کرے اس رکعت میں جس میں امام نے آیت سجدہ پڑھی تو اگر سجدہ امام سے پیشتر [illegible] تو انکے ساتھ سجدہ [illegible]
[illegible] سے ساقط ہوگا اور اگر دوسری رکعت میں اقتدا کرے تو بعد نماز سے فارغ ہونے کے سجدہ کرے کذا فی الشامی [illegible] و لو تلاہا
[illegible] الصلوٰۃ سجد ہا فیہا لا خارجہا الا مراد اور اگر پڑھے آیت سجدہ کو نماز کے اندر تو سجدہ تلاوت نماز کے اندر کرے نہ خارج نماز کے بسبب
سکے کہ پیشتر بیان ہوا یعنے نماز کے اندر کا سجدہ تلاوت نماز کا جزو ہو جاتا ہے دسے البدائع واذا لم یسجد اثم فتلزمہ التوبۃ اور بدائع میں ہے کہ اگر نماز
کے اندر سجدہ تلاوت نہ کرے تو گناہ رہیگا پس لازم ہوگی اسکو توبہ اسلیے کہ ترک واجب کیا جسکی قضا ممکن نہین تو گناہ ثابت ہوگیا اور اس سے
مخلصی کی صورت بجز توبہ کے اور کچھ نہین کذا فے الطحطاوی الا اذا فسدت الصلوٰۃ لغیر الحیض فلو بہ تسقط عنہ السجدۃ ذکرہ فی الخانیۃ
فیسجد ہا خارجہا لانہا لما فسدت لم یبق الا مجرد تلاوۃ فلم تکن صلوٰتیہ مگر جبکہ فاسد ہو جاے نماز سواے حیض سے تو سجدہ تلاوت کرے خارج نماز
سے اسلیے کہ جب نماز فاسد ہو گئی تو صرف تلاوت ہی رہگئی اسلیے سجدہ مذکور نماز کے اندر کا نہ رہا اسی لیے خارج نماز سجدہ کرنے کا حکم ہوا
اور سواے حیض اسلیے کہا کہ اگر حیض سے نماز فاسد ہوگئی تو عورت پر سے سجدہ تلاوت ساقط ہو جائیگا ذکر کیا ہے اسکو خلاصہ مین ولو بعد ما سجدہا لم
یعدہا ذکرہ فے القنیۃ وتخالفہ ما فے الخانیۃ تلا ہا فی النفل فاسدہ قضاہ دون السجدۃ الا ان یحمل علے ما اذا کان بعد سجودہا اور اگر فاسد ہوئی نماز
بعد سجدہ کرنے کے تو اعادہ سجدہ کا نہ کرے ذکر کیا ہے اسکو قنیہ مین اور اسکے مخالف ہے وہ جو خانیہ مین ہے کہ آیت سجدہ پڑھی نماز نفل مین پھر
نفل کو فاسد کر دیا تو نفل کی قضا کرے نہ سجدہ کی یعنے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فساد نماز کی صورت مین سجدہ خارج نماز نہ کرے اور قنیہ کی
عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ کرے مگر یہ کہ محمول کیا جاے مسئلہ خانیہ کا اس صورت پر کہ فساد نفل کا بعد سجدہ تلاوت ہو تو اس صورت مین خانیہ
کے سجدہ کا اعادہ نہ ہوگا چنانچہ شارح نے قنیہ سے نقل کیا ہے و تؤدی برکوع وسجود غیر رکوع الصلوٰۃ وسجودہا فے الصلوٰۃ وکذا فی خارجہا ینوب
عنہا الرکوع فی ظاہر المروی بزازیۃ لہا اے للتلاوۃ اور ادا ہو جاتا ہے سجدہ تلاوت رکوع کرنے سے یا سجدہ کرنے سے واسطے تلاوت کے
سواے رکوع نماز کے اور اسکے سجدہ کے نماز کے اندر اور اسی طرح خارج نماز مین قائم مقام سجدہ کا ہو جاتا ہے رکوع ظاہر قول روایت کیے گئے
کذا فی البزازیۃ صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص نے نماز کے اندر آیت سجدہ پڑھی اور اسکے لیے رکوع کیا سواے نماز کے رکوع کے یا سجدہ کیا
سواے نماز کے سجدہ کے تو سجدہ تلاوت ادا ہو جائیگا اسی طرح خارج نماز مین رکوع یا سجدہ سے ادا ہوگا مگر رکوع مین یہ شرط ہے کہ فوراً ہو یا تاخیر
اور اگر تاخیر کریگا تو پھر سجدہ تلاوت کے واسطے سجدہ خاص چاہیے خواہ نماز کے اندر ہو یا نہ ہو کذا فی الشامی وتؤدی برکوع صلوٰۃ اذا کان الرکوع
علی الفور من قراءۃ آیۃ او آیتین وکذا الثلث علی الظاہر کما فی البحر ان نواہ ای کون الرکوع لسجود التلاوۃ علے الراجح اور ادا ہو جاتا ہے سجدہ
تلاوت نماز کے رکوع سے جبکہ رکوع ہووے ایک آیت کے پڑھنے سے پیشتر یا دو آیتوں سے اور اسی طرح تین آیتوں سے ظاہر قول کے بموجب

چنانچہ بحر الرائق مین ہی کہ اگر نیت کرے سجدہ کی یعنے نیت کرے رکوع کے ہونے کی سجدہ تلاوت کے لیے قول راجح پر ہم یعنی اگر آیت نماز مین پڑھی اور اُسکے بعد تین آیتون سے زائد نہین پڑھا اور رکوع کیا اور نیت کی کہ یہ رکوع سجدہ تلاوت کے لیے کرتا ہون تو سجدہ ادا ہو جائیگا طحطاوی نے کہا کہ اس رکوع مین نیت نماز کے رکوع کی بھی کرے ورنہ صرف تلاوت کا رکوع ہوگا نہ نماز کا وتودی بسجود ہا کذلک ای علی الفور وان لم ینوہ بالاجماع اور ادا ہوتا ہی سجدہ تلاوت نماز کے سجدہ سے اسی طرح یعنے فوراً سجدہ کرنے سے اگرچہ نیت نہ کی ہو کہ یہ سجدہ تلاوت کا ہی بالاتفاق ہم آیت سجدہ کے بعد فوراً سجدہ نماز کرنے کی صورت محشیون نے نہین لکھی غالباً اس سے مراد یہ ہی کہ رکوع مختصر کے بعد سجدہ کیا ورنہ ظاہر ہی کہ رکوع مع قومہ کے تین آیتون کی مقدار سے کم نہین پھر فوراً کیسے ہو سکتا ہی ولو نواہا فی رکوعہ ولم ینوہا المؤتم لم تجزہ ویسجد اذا سلم الامام ویعید القعدۃ ولو ترکہا فسدت صلوتہ کذا فی القنیۃ وینبغی حملہ علی الجہریۃ اور اگر نیت کی سجدہ تلاوت کی امام نے اپنے رکوع مین اور نہ نیت کی اسکی مقتدی نے تو مقتدی کو امام کی نیت کافی نہوگی اور سجدہ کرے مقتدی جبکہ امام سلام پھیرے اور اعادہ کرے قعدہ کو اور اگر قعدہ کو چھوڑ دیگا تو اسکی نماز فاسد ہوگی اسلیے کہ سجدہ تلاوت سے قعدہ اخیرہ لغو ہوجاتا ہی اگر اعادہ نکریگا تو فرض نماز کا رہجائیگا کذا فی القنیہ اور محمول کرنا چاہیے اس صورت کو نماز جہری پر اسلیے کہ نماز سری مین مقتدی کو کیسے معلوم ہوگا کہ امام نے آیت سجدہ پڑھی نعم لو رکع وسجد لہا فوراً ناب بلا نیۃ ہان اگر رکوع کیا اور سجدہ کیا واسطے نماز کے فوراً تو یہ سجدہ کرنا مقتدی کا قائم مقام سجدہ تلاوت کے ہو جائیگا بدون نیت کے بسبب متابعت امام کے ہم یعنے امام نے رکوع مین نیت سجدہ تلاوت کی نہ کی بلکہ سجدہ مین کی یا بالکل کہین نہ کی تو اس صورت مین مقتدی پر کچھ نہین خواہ مقتدی نیت کرے یا نہ کرے کذا فی الطحطاوی ولو سجد لہا فظن القوم انہ رکع فمن رکع رفضہ وسجد لہا ومن رکع وسجد سجدۃ اجزأتہ عنہا ومن رکع وسجد سجدتین فسدت صلوتہ لانہ انفرد برکعۃ تامۃ اور اگر سجدہ تلاوت کیا امام نے اور مقتدیون نے خیال کیا کہ امام نے رکوع کیا تو جو شخص رکوع مین ہو وہ رکوع کو ترک کر کے سجدہ تلاوت کرے اور جسنے رکوع کیا اور ایک سجدہ کیا تو اسکو یہ سجدہ تلاوت کے سجدہ سے کافی ہوگا اور جسنے رکوع کیا اور دو سجدے کیے تو اسکی نماز فاسد ہوگئی اسلیے کہ اُسنے ایک رکعت پوری تنہا پڑھ لی اور زیادتی ایک رکعت کی مفسد نماز ہی ولو سمع المصلی السجدۃ من غیرہ لم یسجد فیہا لانہا غیر صلوتیۃ بل یسجد بعدہا لسماعہا من غیر محجور اور اگر نماز پڑھنے والے نے آیت سجدہ کو اپنے غیر سے سنا تو نماز کے اندر سجدہ نہ کرے اسلیے کہ وہ تلاوت نماز کے اندر نہین بلکہ سجدہ کرے بعد نماز کے بسبب سننے آیت سجدہ کے اُس شخص سے جسپر روک نہین یعنے اگر روک والے سے سنا مثلاً مقتدی سے تو اُسکے سننے سے نہ بعد نماز کے سجدہ کرتا نہ نماز کے اندر چنانچہ پہلے گذرا ولو سجد فیہا لم یجزہ لانہا ناقصۃ للنہی فلا یتادی بہا الکامل واعادہ ای السجود لما مر لا الصلوۃ الا اذا تلا المصلی غیر المؤتم ولو بعد سماعہا سراج اور اگر نماز پڑھنے والے نے غیر سے سنکر نماز کے اندر سجدہ کیا تو یہ سجدہ اُسکو کافی نہوگا اسلیے کہ یہ سجدہ اُسکا ناقص ہی بسبب نہی کے تو اس ناقص سے کامل ادا نہوگا یعنی سننے کی حالت مین جس رکن کو ادا کرتا ہی اُسکو پورا کرنا اور اُسکے بعد دوسرا رکن ادا کرنا اُسکو لازم ہی اور اس بات کا مقتضی ہی کہ جو چیز اسپر اس نماز سے خارج سبب سے واجب ہوئی ہی اُسکے ادا کرنے مین مشغول نہو تو نہی ضمناً پائی گئی پس اگر سجدہ جسکا سبب اس نماز سے خارج ہی نماز کے اندر ادا کریگا تو ناقص ہوگا بسبب نہی ضمنی کے کذا فی الشامی اور اُس سجدہ کا اعادہ کرے بسبب اُس وجہ کے کہ گذری یعنے بسبب اُسکے ناقص ہونے کے مگر جبکہ پڑھا ہو اُسکو نمازی نے سوائے مقتدی کے اگرچہ بعد اُسکے سننے کے ہو تو وہ اعادہ سجدہ مذکور کا نہ کرے کذا فی السراج ہم صورت اسکی یہ ہی کہ ایک شخص نماز پڑھتا ہی اُسنے آیت سجدہ پڑھی خواہ پیشتر دوسرے سے سننے کے یا بعد سننے کے پھر اُسکے لیے سجدہ نماز کے اندر کیا تو اس صورت مین اس سجدہ کا اعادہ نہ کرے اور غیر مقتدی کی قید اسلیے لگائی کہ مقتدی کا آیت سجدہ کو پڑھنا معتبر نہین تو وہ بعد نماز کے سجدہ کرے سنی ہوئی آیت کے لیے کذا فی الشامی ودونہا ای الصلوۃ لان زیادۃ ما دون الرکعۃ لا یفسد الا اذا تابع المصلی التالی فتفسد لمتابعۃ غیر امام ولا یجزیہ عما سمع تجنیس وغیرہ نہ اعادہ کرے نماز کا اسلیے کہ زیادہ ہونا

ایک مجلس میں ... اگر پڑھنے والے ... تلاوت کرنے والے کی مجلس بدلنے سے جب تلاوت
کرنیوالے نے سجدہ کیا اس وقت ... ہو جاتا ہے بسبب ... تلاوت کرنے والے کی مجلس کی جگہ ...
... سجدہ واجب ... وان تلاہا فی غیر الصلوٰۃ فسجد ثم دخل فی الصلوٰۃ فتلاہا
سجد اخری ولو لم یسجد ... اختلاف المجلس اور اگر آیت سجدہ کو نماز سے خارج پڑھ کر سجدہ
کر لیا پھر نماز میں داخل ہوا اور اسی آیت کو نماز میں پڑھا تو دوسرا سجدہ کرے اور اگر اول سجدہ نہ کیا ہو تو یہ نماز کے اندر کا ایک سجدہ دونوں کو کافی ہے
اسلئے کہ نماز کے اندر کا سجدہ قوی تر ہے اپنے غیر کو اپنا تابع کر لیتا ہے اگرچہ مجلس بدل گئی ... صاحب ... کا تابع
ہوا اور بحر الرائق میں ... ایک سجدہ کافی ہوتا ہے تو اگر آیت سجدہ دوسری جگہ میں پڑھی اور نماز میں پھر اسی آیت کو دوسری
دفعہ نماز کے اندر سجدہ تلاوت کر لیا ... ساقط ہو گیا اسکے لیے دوسرا سجدہ بعد نماز کے کرنا چاہیے ولو لم یسجد فی الصلوٰۃ سقطتا
... اور اگر سجدہ نہ کیا نماز کے اندر تو دونوں سجدے ساقط ہونگے صحیح تر قول میں اور گناہگار ہوگا چنانچہ گذرا اسی باب میں ہم اور ایک قول یہ ہے
کہ سجدہ خارج نماز کا ساقط نہ ہوگا ... دونوں ساقط ہیں اسلیے کہ خارج کا سجدہ تابع ہے داخل کا کذا فی الحلبی ولو کررہا فی مجلسین تکررت
وفی مجلس واحد لا ... بل کفتہ واحدۃ ... اور اگر مکرر پڑھا آیت سجدہ کو دو مجلسوں میں تو سجدہ
مکرر ہوگا اور ایک مجلس میں مکرر پڑھا تو کافی ہے ایک سجدہ ... آیت کے ... بسبب جلد بجا لانے عبادت کے کذا فی الغنیۃ
بحر الرائق میں ہے کہ تاخیر میں زیادہ احتیاط ہے ... قاعدہ یہ ہے کہ وجوب سجدہ کا تین باتوں میں سے ایک کے باعث مکرر ہو جاتا ہے اول اختلاف تلاوت کا
دوم اختلاف سننے کا سوم اختلاف مجلس کا پہلے دو سے غرض بدلنا آیتوں کا ہے یعنی اگر ایک ہی مجلس میں مختلف آیتیں سجدہ کی پڑھیگا یا سنیگا تو
تعداد آیات کے برابر سجدے واجب ہونگے اور اختلاف مجلس دو قسم ہے ایک تحقیقی کہ ایک مجلس سے دوسرے میں دو قدم سے زیادہ چلا گیا ہو
اسمیں یہ شرط ہے کہ دونوں مکانوں کو ایک حکم نہ ہو مثلاً چھوٹی مسجد یا گھر کی مختلف جگہ نہوں کہ انکا حکم ایک ہی مکان کا ہے پس اگر ایک ہی آیت سجدہ کی مسجد
یا گھر کے کئی کونوں میں پڑھیگا تو سجدہ ایک ہی واجب ہوگا اور ایک قسم اختلاف مجلس کی حکمی ہے وہ یہ ہے کہ دونوں دفعہ کے پڑھنے کے درمیان میں
عمل کثیر کیا ہو مثلاً خرید و فروخت یا عقد نکاح یا کھانا یا تین قدم چلنا وغیرہ کیا ہو تو اس صورت میں بھی سجدہ مکرر ہو جائیگا اور اگر عمل قلیل
کیا ہو مثلاً آیت سجدہ پڑھ کر ایک گھونٹ پانی پیا یا ایک لقمہ کھا لیا یا ایک دو قدم چلا پھر اس آیت کو پڑھا تو سجدہ تلاوت ایک ہی کافی ہوگا اور مستحب
نہیں دوسرا سجدہ کرنا اس جگہ ہاں ایک کافی ہو کذا فی الشامی والاصل ان مبناہا علی التداخل دفعاً للحرج بشرط اتحاد الآیۃ والمجلس اور
اصل یہ ہے کہ بنا سجدہ کی تداخل پر ہے یعنی ایک سجدہ دوسرے کا تابع ہو جاتا ہے واسطے دور کرنے حرج کے یعنی تلاوت پر سجدہ واجب کرنے میں
سکھانے والوں اور سیکھنے والوں پر دقت ہوگی بنا تداخل پر اس شرط سے ہے کہ آیت اور مجلس متحد ہو یعنی ایک ہی آیت کو ایک ہی مجلس میں مکرر
پڑھنے سے ایک سجدہ سب کے لیے کافی ہوگا اسیطرح اگر ایک آیت کو خود پڑھا اور اسی کو اسی مجلس میں دوسرے سے سنا تب بھی ایک ہی سجدہ
واجب ہوگا وہو تداخل فی السبب بان یجعل الکل کتلاوۃ واحدۃ فتکون الواحدۃ سبباً والباقی تبعاً لہا وہو الیق بالعبادۃ لان ترکہا مع وجود سببہا
شنیع اور وہ یعنی مکرر سجدہ کا نہ کرنا تداخل ہے سبب میں اسطرح کہ کیا جاوے سب دفعہ کا پڑھنا مثل ایک تلاوت کے پس ایکبار کی تلاوت سبب
سجدہ کا ہوگی اور باقی تلاوتیں اسکے تابع ہونگی اور سبب میں تداخل کہنا لائق تر ہے عبادت کے لیے اسلئے کہ چھوڑنا عبادت کا باوجود پائے جانے اسکے
سبب کے برا ہے حاصل یہ کہ عبادت کے معاملہ میں ہم تداخل حکم میں نہیں کہ سکتے کیونکہ اسکے کہنے سے یہ خرابی لازم آتی ہے کہ سبب عبادت موجود ہو

اور عبادت متروک جانا نکہ عبادت کی کثرت مطلوب ہے اسلیے ہمنے سب سببون کو ایک کر لیا تاکہ یہ خرابی نہو کذا فی الشامی طحطاوی نے کہا کہ ضمیر ہو کی راجع ہو عدم
تکرار کی طرف جو مصنف کے قول لاتتکرر سے سمجھا جاتا ہی لا تداخل فی الحکم بان یجعل کل تلاوۃ سببا للسجدۃ فتداخلت السجدات فاکتفی بواحدۃ لانہ الیق بالعقوبۃ
لانہا للزجر وہو ینزجر بواحدۃ فیحصل المقصود والکریم یعفو مع قیام سبب العقوبۃ نہین تداخل ہی حکم مین اسطرح کہ کیجاوے ہر تلاوت سبب ایکسا جدا
سجدہ کا پھر سجدے ایک دوسرے مین آجاوین اور اکتفا کیجائے ایک سجدہ پر اسلیے کہ حکم مین تداخل ہونا زیادہ لائق ہی سزا کے لیے کیونکہ سزا زجر
کے لیے ہوتی ہی اور آدمی ایک سزا سے زجر پا جاتا ہی اور مقصود حاصل ہو جاتا ہی اور کریم متعال عفو کریگا باوجود قائم ہونے سبب سزا کے ہم یعنے
سزا اُن کا معاملہ عبادت سے جدا ہی اُنکی بنا دفع اور عفو پر ہی تو اُنکے ترک سے باوجود سبب کے کچھ خرابی نہین اور دنیا مین زجر کا مقصود ایک
سزا سے حاصل ہی اور آخرت مین کریم متعال سے توقع ہی کہ معاف کر دے اسلیے اُنمین تداخل حکم مین مناسب معلوم ہوا مثلاً ایک شخص نے شراب پی دوبار
تو ہر چند سبب دو ہین مگر سزا ایک ہی دیجاویگی اور دوسری بار کی سزا اسی مین داخل ہو جائیگی وافاد الفرق بقولہ فتنوب الواحدۃ فی تداخل السبب
عما قبلہا وعما بعدہا ولا تنوب فی تداخل الحکم الا عما قبلہا حتی لو زنی فحد ثم زنی فی المجلس حد ثانیا اور مصنف نے بتا دیا فرق درمیان تداخل
سبب اور تداخل حکم کے اپنے اس قول سے کہ قائم مقام ہوگا ایک سجدہ تلاوت سبب کے تداخل مین اپنے پیشتر کے اور بعد کے سجدون
کے یعنے اگر کسی شخص نے ایک مجلس مین ایک آیت سجدہ کی مثلاً پانچ بار پڑھی اسطرح کہ تین بار پڑھ کر سجدہ تلاوت کر لیا پھر دو بار پڑھی تو ایک ہی سجدہ
جو کیا ہی سبکی طرف سے کافی ہو گیا کیونکہ جب اول تلاوت کو ہمنے سبب قرار دیا تو چارون اُسکے بعد کی اُسکی تابع ٹھہرین تو جہان سجدہ کریگا وہ سبب کے بعد ہی
ہوگا اور نہین قائم مقام ہوگا سجدہ تداخل حکم کی صورت مین مگر اپنے پیشتر کے سجدون کے مثلاً پہلی صورت مین اگر پانچون تلاوتون کو جدا جدا سبب قرار دو
اور حکم کو متداخل کہو تو تین بار کی تلاوت کے بعد جو سجدہ کیا وہ ان تینون کا ہو گیا اب جو دو بار پیچھے سجدہ کے آیت کو پڑھا تو سبب جدید پیدا ہوا اسکے لیے
دوسرا سجدہ چاہیے جیسا سزا اُن مین ہوتا ہی کہ اگر زنا کیا پھر حد مارا گیا پھر اُسی مجلس مین زنا کیا تو دوبارہ حد مارا جائیگا کیونکہ دوسری حد کا سبب پایا گیا
اور ظاہر ہوا کہ پہلی حد سے زجر حاصل نہین ہوا کذا فی الشامی واسداء الثوب ذہابا وایابا وانتقالہ من غصن شجرۃ الی آخر وسبحہ فی نہر او حوض
تبدیل للمجلس او الآیۃ فیجب سجدۃ او سجدات اخری بخلاف زوایا مسجد وبیت وسفینۃ سائرۃ وفعل قلیل کاکل لقمتین وقیام ورد سلام ولذا لہ
یصلی علیہا لان الصلوۃ تجمع الاماکن ولو لم تصل تتکرر اور تانا تننا کپڑے کا جاتے اور آتے اور چلا جانا پڑھنے والے کا درخت کی ایک شاخ سے
دوسری پر اور تیرنا اُسکا نہر مین یا حوض مین بدلنا ہی مجلس کا یا آیت کا پس واجب ہوگا ایک اور سجدہ یا کئی سجدے یعنے مثلاً تانا تننے مین ایک ہی آیت
جاتے مین پڑھے اور وہی لوٹنے کے وقت تو ایسا ہوگا کہ گویا دو مجلسون مین پڑھی اور آیت کا بدلنا ہوگا سننے والے کے حق مین یعنے مثلاً
سننے والے نے اُسی آیت کو ایک شاخ پر سنا اور اسی کو دوسری پر تو ایسا ہوگا کہ گویا دو آیتون کو سنا بخلاف کونون مسجد اور گھر اور
کشتی چلنے والے اور فعل قلیل کے جیسے دو لقمون کا کھانا بیچ مین دو بار کی تلاوت کے اور کھڑا ہو جانا اور سلام کا جواب دینا کہ اس سے
مجلس نہین بدلتی اور اسی طرح سواری کے چلتے جانور پر اگر نماز پڑھتا ہو تو مجلس بدل نہو گی کیونکہ نماز اُن مجالس کو ایک کر دیتی ہی اسلیے کہ اختلاف
مکان کی صورت مین نماز فاسد ہو جاتی ہی تو ضرورت کی وجہ سے سب مکان ایک کیے جاتے ہین اور اگر سواری پر نماز نہ پڑھتا ہو تو سجدہ مکرر
ہو جائیگا کیونکہ سواری کا چلنا منسوب سوار کی طرف ہی تو ایسا ہوگا گویا خود چلتا ہی اور پڑھتا ہی کذا فی الشامی کما یتکرر لو تبدل مجلس سامع دون
تال حتے لو کرر راکبا یصلی وغلامہ یمشی تتکرر علی الغلام لا الراکب جیسے مکرر ہوتا ہی سجدہ سننے والے پر اگر بدل جائے مجلس سننے والے کی
یہانتک کہ اگر مکرر پڑھا آیت سجدہ کو سواری پر نماز پڑھتے ہوئے اور اُسکا غلام پیادہ چلتا ہی تو سجدہ مکرر ہوگا غلام پر نہ سوار پر

اگر پڑھنے والے نے دوسری مجلس میں اسی آیت کو پڑھا تو پڑھنے والے پر دو سجدے واجب ہونگے اور سننے والے پر ایک سجدہ واجب ہوگا اگر سننے والے کی مجلس
بدل گئی ہو اور سننے والے کی مجلس نہ بدلی ہو تو اولٰی یہ ہے کہ پڑھنے والا تلاوت کرنے والے کے ساتھ سجدہ کرے اور سننے والا
بھی ہر بار سننے والے پر ایک ہی سجدہ واجب ہوگا اور پڑھنے والے پر دو سجدے واجب ہونگے کیونکہ سننے والے کی مجلس بدلی نہیں ہے اور
اگر دونوں کی مجلس بدل گئی ہو تو دوسری صورت میں اس بات کا حکم ہے کہ سننے والے پر سبب بدلنے کی وجہ سے سجدہ واجب ہوگا
اس صورت میں حکم سننے والے پر برعکس ہوگا اور جب ایسا نہ ہو تو معلوم ہوا کہ سننا بھی سبب ہے
جیسے کہ بعض علماء نے کہا ہے کذا فی الخلاصۃ ولو الصلوٰۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذلک عند المتقدمین وقال المتاخرون تکرار اذا تعدد
سے ذکر اور درود پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسا ہی ہے متقدمین کے نزدیک اور متاخرین نے کہا ہے کہ درود بار بار پڑھا جائے
کے حقوق میں تداخل نہیں ہے یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم شریف پر درود کا حال مثل سجدہ تلاوت کے ہے کہ جیسے اتحاد مجلس کی صورت
میں سجدہ مکرر نہیں ہوتا ویسا ہی ایک مجلس میں مکرر نام پاک کے مذکور ہونے سے درود مکرر نہیں ہوتا اور متاخرین کے نزدیک مکرر ہوگا یہ
مسئلہ پہلے گذر چکا ہے کذا فی الشامی واما العطاس فالاصح انہ ان زاد علی الثلاث لا یشمتہ کذا فی الخلاصۃ اور چھینک کا حال صحیح تر یہ ہے کہ اگر تین بار سے
زیادہ ہو تو اسکا جواب نہ دے کذا فی الخلاصۃ ہم اصح کا مقابل یہ ہے کہ صرف ایکبار یرحمک اللہ کہے اور ایک قول یہ ہے کہ دس بار تک اور ایک یہ ہے کہ
ہر چھینک پر یعنی بار بار چھینکنے پر اسیقدر یرحمک اللہ کہے بشرطیکہ چھینکنے والا ہر دفعہ الحمد للہ کہے کذا فی الشامی وکرہ ترک آیۃ سجدۃ وقرأۃ باقی السورۃ لان فیہ
قطع نظم القرآن وتغییر تالیفہ واتباع النظم والتالیف مامور بہ بدائع ومفادہ ان الکراہۃ تحریمیۃ اور مکروہ ہے چھوڑ دینا آیت سجدہ
کا اور پڑھنا باقی سورت کا اسلیے کہ اس طرح پڑھنے میں عبارت قرآن مجید کے انتظام کا قطع کرنا اور اسکی ترکیب کا بگاڑنا ہے اور
اسکی عبارت وترکیب کے اتباع کا حکم ہے کذا فی البدائع اور اس سے معلوم ہوا کہ صرف آیت سجدہ کا چھوڑ دینا مکروہ تحریمی ہے
ہم اتباع نظم کا ارشاد اس آیت میں مذکور ہے (فَاِذَا قَرَأْنَاہُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَہٗ) یعنے جب ہم اسکو پڑھیں تو پیروی کر اسکے تالیف کی کذا
فی البحر لا یکرہ عکسہ ولکن ندب ضم آیۃ او آیتین الیہا قبلہا او بعدہا لدفع وہم التفضیل اذ الکل من حیث انہ کلام اللہ فی
رتبۃ وان کان لبعضہا فضیلۃ باشتمالہ علی صفات اللہ تعالے نہیں مکروہ ہے اسکا عکس یعنے صرف آیت سجدہ کو پڑھنا اور باقی سورہ
کو نہ پڑھنا لیکن مستحب ہے ملانا ایک آیت یا دو آیتوں کا اسکے ساتھ خواہ پیشتر سے ملاوے یا بعد کو واسطے دور کرنے وہم تفضیل کے
یعنے تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ اس آیت کو فضیلت ہے اور سب پر کیونکہ کل آیتیں اس لحاظ سے کہ اللہ تعالے کا کلام ہے ایک رتبہ میں ہیں
اگرچہ بعض آیتوں کو فضیلت ہے بسبب انکے شامل ہونے کے اللہ تعالے کی صفات پر واستحسن اخفاءہا من سامع غیر
متہیئ للسجود اور مناسب ہے نہ سنانا آیت سجدہ کا اس سننے والے کو جو سجدہ کے لیے آمادہ نہو ہم یعنے اگر سننے والا بیوضو ہو یا
اسپر سجدہ کرنا شاق ہو تو قاری آیت سجدہ کو آہستہ پڑھے ایسا ہی اس صورت میں کہ سننے والے کا حال معلوم نہ ہو کذا فی الخلاصۃ
واختلف التصحیح فی وجوبہا علی مشاغل العمل ولم یسمعہا والراجح الوجوب زجرا لہ عن تشاغلہ عن کلام اللہ تعالے فنزل
سامعا لانہ بعرضۃ ان یستمع اور مختلف ہوئی تصحیح سجدہ کے واجب ہونے میں اس شخص پر کہ کام میں مشغول ہو اور آیت کو نہ سنا ہو
راجح ہے سجدہ کا واجب ہونا اسکے زجر کے لیے کلام خدا کو چھوڑ کر کام میں مشغول رہنے کے باعث تو قائم مقام سننے والے کے ٹھہرایا گیا کیونکہ سننے
کے موقع پر ہے ہم شرح الغفار میں ہے کہ اس مسئلہ میں اصح عدم وجوب ہے اسلیے کہ سننا جو شرط ہے وجوب کے ایک قول پر وہ سبب ہے وہ یہاں نہیں

پایا نہیں گیا کذا فی الطحطاوی ولو سمع آیۃ سجدۃ من قوم من کل واحد منہم حرفاً لم یسجد لانہ لم یسمعہا من تال خانیۃ وقد افاد ان اتحاد التالی شرط اور اگر سنا آیت سجدہ کو ایک قوم سے یعنے انمین سے ہر ایک شخص سے ایک حرف آیت کا سنا تو سننے والا سجدہ نکرے اسلیے کہ اُسنے ایک پڑھنے والے سے اسکو نہین سنا کذا فی الخانیہ تو صاحب خانیہ نے تبلا دیا کہ پڑھنے والے کا ایک ہونا شرط ہی مہمۃ لکل مہمۃ یہ ایک مفید بات ہی ہر مہم اور امر ضروری کے لیے فی الکافی قیل من قرأ اٰیۃ السجدۃ کلہا فی مجلس وسجد لکل منہا کفاہ اللہ تعالے ما اہمہ وظاہرہ انہ یقرأہا ولاء ثم یسجد ویحتمل ان یسجد لکل بعد قرأتہا من غیر کراہۃ کافی مین ہی کہتے ہین کہ جو شخص سب سجدہ کی آیتون کو ایک مجلس مین پڑھے اور ہر ایک کے لیے انمین سے سجدہ کرے تو اللہ تعالے اسکو اسکے حادثہ سے بچاویگا اور ظاہر اس قول کا یہ ہی کہ چودہ آیتون کو پہلے پڑھ لے پھر سجدے کرے اور ہو سکتا ہی کہ سجدہ کرے ہر آیت کے لیے بعد اسکے پڑھنے کے اور یہ چودہ آیتون کا پڑھنا کروہ نہین ہم پہلے گذر چکا ہی کہ آیت سجدہ کے ساتھ ایک دو آیت پہلے یا پیچھے کی ملا لے تو اس سے یہ مفہوم ہوتا ہی کہ صرف آیات سجدہ کا پڑھنا اولی نہو کروہ تنزیہی ہو اسلیے شارح نے آگاہ کر دیا کہ مکروہ نہین اور انکا ملا کر پڑھنا ایسا ہو جیسا چند سورتین ملا کر پڑھ لے مختلف جگہون سے کذا فی الطحطاوی وسجدۃ الشکر مستحبۃ بہ یفتی لکنہا تکرہ بعد الصلوٰۃ لان الجہلۃ یعتقدونہا سنۃ او واجبۃ وکل مباح یؤدی الیہ فمکروہ اور سجدہ شکر کا مستحب ہی اسی پر فتوی ہی مگر مکروہ ہی نماز کے بعد اسلیے کہ جاہل سجدہ کو سنت یا واجب اعتقاد کرنے لگتے ہین اور جو مباح کہ نوبت پہونچاوے اسکے سنت یا واجب اعتقاد کرنے کی وہ مکروہ ہی سجدہ شکر کی صورت یہ ہی کہ آدمی کسی نعمت کے بعد اسکے شکر کے لیے سجدہ کرے تو یہ سجدہ صاحبین کے نزدیک مستحب ہی اور امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہی مگر فتوی صاحبین کے قول پہ ہی اور بعضون نے کہا کہ امام صاحب کے نزدیک مشروع نہین اور اشباہ مین ذکر کیا کہ معتمد یہ ہی کہ خلاف اس سجدہ کے مسنون ہونے مین ہی نہ جائز ہونے مین کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ ضمیر لکنہا کی مطلق سجدہ کیطرف ہی نہ سجدہ شکر کیطرف یعنے یہ مسئلہ جداگانہ ہی کہ نماز کے بعد سجدہ کرنا مکروہ ہی کیونکہ جاہل اسکو سنت یا واجب سمجھ لیتے ہین غرضکہ جو سجدہ بدون سبب ہو وہ نہ ثواب ہی نہ مکروہ مگر نماز کے بعد اسلیے مکروہ کہا گیا کہ جاہل اسکو سنت یا واجب اعتقاد نہ کر لین طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ سجدہ شکر کو بعد تمام ہونے سجدہ تلاوت کے احکام کے بیان کرتا ویکرہ للامام ان یقرأہا فی مخافتۃ ونحو جمعۃ وعید الا ان یکون بحیث تؤدی برکوع الصلوٰۃ وسجودہا اور مکروہ ہی امام کو آیت سجدہ کو آہستہ پڑھے یا جمعہ اور عید جیسے مجمع مین آیت سجدہ کی پڑھے مگر اسطرح پڑھنا کہ سجدہ ادا ہو جاوے نماز کے رکوع یا سجدہ سے مکروہ نہین ہم امام کو خفیہ پڑھنا اسلیے مکروہ ہی کہ اگر آیت پڑھنے کے بعد سجدہ نہ کریگا تو واجب کا تارک ہوگا اور اگر سجدہ کریگا تو مقتدیون کو اشتباہ پڑیگا اور یہی اشتباہ مجمع عظیم مین نہ پڑھنے کا سبب ہی اور اگر سجدہ آخر سورت مین ہو یا آیت سجدہ کے بعد تقدیر تین آیتون کے نہ پڑھے فوراً رکوع کر دے تو اس صورت مین مجمع مین یا خفیہ پڑھنے کا مضائقہ نہین مگر امام کو چاہیے کہ رکوع مین نیت سجدہ تلاوت کی نہ کرے ورنہ مقتدیون کو بھی کرنی پڑیگی اور جو کوئی نہ کریگا اسکو سلام کے بعد سجدہ کرکے قعدہ اخیرہ کا اعادہ کرنا پڑیگا کذا فی الحلبی ولو تلا علی المنبر سجد السامعون اور اگر آیت سجدہ کو منبر پر پڑھا تو سجدہ کرے اور سننے والے سجدہ کرین ہم خطیب کو اگر منبر پہ سجدہ ممکن ہو تو اسی جگہ کر لے ورنہ منبر سے اتر کر سجدہ کرے اور سننے والون کی قید اسلیے لگائی کہ جنّے نہ سنا ہو وہ سجدہ نہ کرے حالانکہ نماز مین مقتدی کے لیے سننا شرط نہین کذا فی الخانیہ

باب صلوٰۃ المسافر

یہ باب ہی نماز مسافر کے حکم مین من اضافۃ الشی الی شرطہ او محلہ اضافت صلوٰۃ کی مسافر کی طرف از قبیل اضافت چیز کے ہی طرف اسکی شرط کے یا اسکے محل کے یعنے مسافر یا شرط ہی نماز مخصوص یعنے قصری نماز کی یا اسکا محل ہی ابو سعود نے کہا کہ شرط نماز کی سفر ہی نہ مسافر کذا فی الطحطاوی ولا یخفے ان التلاوۃ عبادۃ والسفر عارض مباح الا لعارض فلذا آخر اور یہ امر مخفی نہین کہ تلاوت ایک پیش آنیوالی چیز ہی جو عبادت ہی مگر کسی مانع کی جہت سے اور سفر ایک امر عارضی مباح ہی مگر کسی مانع کے سبب سے اسلیے سفر کا حکم پیچھے بیان کیا گیا ہم یعنے اس باب مین اور سجدہ تلاوت مین

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] سفر [illegible] تو اُس سے معلوم ہوا کہ [illegible]

سفر [illegible] ظاہر ہو [illegible] سفر کیا [illegible] اُس سے ظاہر ہوا تو اُس سے معلوم ہوا [illegible]

[illegible] مشارکت کے لیے مستعمل ہیں اور ہو سکتا ہے کہ مشارکت بھی ملحوظ ہو [illegible] رفاقت ہی کے [illegible] اور ایک رفیق [illegible]

ہی [illegible] ظاہر [illegible] ہیں کذا فی الشامی من خرج من عمارة موضع اقامته من جانب خروجه وان لم یجاوز من جانب الآخر جو شخص نکلے اپنے وطن

کی عمارت کے گھروں سے جیسے اپنے نکلنے کی طرف سے آبادی کے باہر ہو جاوے اگرچہ دوسری طرف سے آبادی سے تجاوز نہ کیا ہو سفر شروع کرے کوئی محلہ مثلاً

مسجد میں ملا ہوا ہو حکم [illegible] کی آگے [illegible] ہیں وہ دو بڑے چار رکنوں والے فرض کو شامی نے کہا کہ عمارت سے [illegible] تاکہ خیمہ میں رہنے والے

بھی شامل ہیں اور آبادی سے باہر ہونے میں اُسی طرف کا اعتبار ہے جدھر سے مسافر نکلے تو اگر کوئی محلہ ایسا ہو کہ پہلے شہر میں ملا ہوا تھا اب جدا ہو گیا

تو جبتک اُس سے باہر نہ ہو جاوے قصر کرے اور باغ داخل آبادی نہیں اگرچہ انہیں بعض اوقات لوگ آکر رہتے ہوں یا رکھوالوں کی جھونپڑیاں ہوں مگر

الخانية ان کان بین الفناء والمصر اقل من غلوة ولیس بینهما مزرعة یشترط مجاوزته والا فلا اور خانیہ میں ہے کہ اگر فنا اور شہر کے درمیان دو سو گز سے کم فاصلہ

ہو اور دونوں کے درمیان کھیت نہ ہو تو اُسے باہر نکلنا قصر کے لیے شرط ہے ورنہ شرط نہیں ہم فنا شہر اُس میدان کو کہتے ہیں جو شہر کے نفع کے لیے ہو مثلاً

گھوڑ دوڑ کے پھیرنے اور مردوں کے دفن کرنے اور مٹی ڈالنے وغیرہ کے لیے تو اسطرح کا مکان اگر شہر سے متصل ہو اور بیچ میں کھیت نہ ہو تو قصر کے لیے شرط ہے کہ

اُس سے بھی تجاوز کر جائے ورنہ اُس سے تجاوز کرنا شرط نہیں غلوہ بفتح معجمہ ۳۰۰ ہاتھ سے ۴۰۰ ہاتھ تک کے فاصلہ کو کہتے ہیں کذا فی الطحطاوی قاصداً ولو کافراً

ومن طاف الدنيا بلا قصد لم يقصر مسيرة ثلثة ايام ولياليها من اقصر ايام السنة ولا يشترط سفر كل يوم الى الليل بل الى الزوال اپنی اقامت کی جگہ سے نکلے

قصد کرنے والا سفر کا اگرچہ حالت کفر میں قصد کیا پھر مسلمان ہو گیا تو اب وہ قصر سے پڑھے اور جو شخص دنیا کے گرد پھرے بدوں قصد سفر کے وہ قصر نہ کرے

یعنی اگر مثلاً دو منزل کی نیت کی اور جب دوسری منزل پر پہنچا تو پھر آگے کی نیت کی اسی طرح تمام دنیا میں پھرا تو قصر نہ کرے قصد کرے سفر تین دن کا

اُنکی راتوں کے برس کے سب سے چھوٹے دنوں میں سے اور نہیں شرط ہے سفر تمام دن کا رات تک بلکہ شرط ہے زوال تک ہم شامی نے کہا کہ لیالیہا کا حذف کرنا

مناسب ہے کیونکہ چلنا دن کا ساتھ رات کے معتبر نہیں ہاں اگر واو کی جگہ او کہتا تو بہتر ہوتا یعنی نیت سفر میں دن کی ہو یا تین راتوں کی دونوں صورتوں میں

قصر کرے اور سال کے سب سے چھوٹے دنوں سے مراد ان ملکوں کے دن ہیں جو معتدل ہوں یعنی جن میں دن بہت چھوٹے نہ ہو جاتے ہوں جیسے بلغار [illegible]

چھوٹے سے چھوٹا ایک گھنٹہ کا ہو جاتا ہے تو مصر میں سب سے چھوٹے دنوں میں صبح صادق سے زوال تک پونے سات گھنٹے [illegible]

[illegible] گھنٹہ کا ہوا تھی اور بریلی اور سہارنپور میں صبح صادق سے زوال تک ساڑھے چھ گھنٹہ سے کچھ زائد چھوٹے دنوں میں ہوتے ہیں اور [illegible]

جیسا عرض بلد ہوگا اسکے موافق بقدار کم و بیش ہوگی اور زوال تک سفر کی قید اسلیے لگائی کہ مسافر کو کھانا اور آرام [illegible] ضرورت ہوگا اگر [illegible]

کے چلنے میں یہ باتیں کریگا تو نصف روز بلاشبہ صرف ہوگا اسلیے زوال تک کا چلنا معتبر ہوا کذا فی الشامی بتصرف [illegible]

فرسخ اُنکے مذہب کے بموجب ہم فرسخ ۳ میل کا ہوتا ہے اور ایک میل چار ہزار قدم کا تو اس حساب سے فرسخ بارہ ہزار قدم کا ہوا تو جن لوگوں نے مدت سفر کو [illegible]

۱۸ یا ۱۵ فرسنگ کہا ہے اُسکا اعتبار نہیں اسلیے کہ ظاہر الروایة میں اعتبار تین دن کی مسافت کا ہے اور ہدایہ میں اسکو صحیح کہا ہے بالسیر الوسط مع الاستراحات المعتادة

تین دن کا فاصلہ ہو درمیانی چال سے ساتھ آراموں معتادکے ہم یعنے درمیان راہ میں معمولی استراحت کرتا چلے اور درمیانی چال سے مراد پیادہ پا اور اونٹ کی
چال ہے نہ چھکڑے اور گھوڑے کی کیونکہ چھکڑے کی چال بہت سست ہے اور گھوڑے کی تیز غرضکہ عادت اور معمول کے موافق تین ہلکی منزلیں مدت سفر کی ہیں کذا فی الشامی
بدائع میں کہا کہ منزلوں کا حال لوگوں کو معلوم ہوتا ہے شبہہ کی صورت میں انھیں کی طرف رجوع کرنا چاہیے حتے لو اسرع فوصل فے یومین قصر یہانتک کہ اگر جلد
چلا اور دو روز میں پہونچ گیا تو نماز قصر کرے یعنے تین دن کی راہ کو دو روز میں قطع کیا تو قصر کرنا چاہیے ولو لموضع طریقان احدہما مدۃ السفر والآخر اقل قصر
فے الاول دون الثانی اور اگر کسی جگہ کے دو راستے ہوں ایک مدت سفر ہو اور دوسرا کم تو نماز قصر کرے اول میں نہ دوسرے میں صلے الفرض الرباعی
رکعتین وجوبا لقول ابن عباسؓ ان اللہ فرض علے لسان نبیکم صلوۃ المقیم اربعا والمسافر رکعتین ولذا عدل المصنف عن قولہم قصر لان الرکعتین لیستا قصرا
حقیقۃ عندنا بل ہما تمام فرضہ والاکمال لیس رخصۃ فی حقہ بل اساءۃ جو شخص اپنی بستی سے بارادہ تین دن کے سفر کے باہر نکلے وہ چار رکعتوں والے
فرضوں کو دو رکعتیں پڑھے فرض ہونے کی راہ سے بسبب فرمانے حضرت ابن عباسؓ کے کہ اللہ تعالے نے فرض کی تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی
مقیم کی چار رکعتیں اور مسافر کی دو رکعتیں اور اسی لیے مصنف نے عدول کیا فقہا کے قول قصر سے یعنے یہ نہ کہا کہ نماز کو قصر کرے بلکہ یہ کہا کہ دو رکعتیں پڑھے
اسلیے کہ دو رکعتیں واقع میں قصر نہیں ہمارے نزدیک بلکہ دونوں رکعتیں مسافر کا پورا فرض ہے اور پوری نماز پڑھنی مسافر کے حق میں اجازت شرعی نہیں
بلکہ برائی اور مخالفت سنت کی ہے رخصت کے معنی یہ ہیں کہ حکم اصلی کسی وجہ سے بدلکر صورت تخفیف اور آسانی کی پیدا کرے تو یہ بات مسافر کی نماز میں نہیں
کیونکہ اصل میں اسکے لیے وہی رکعتیں فرض ہوئی ہیں نہ یہ کہ چار کی دو رہگئی ہوں بلکہ اول دو ہی رکعتیں سب کے لیے فرض ہوئی تھیں پھر مقیم کے حق
میں چار ہوگئیں جیسا کہ صحیحین میں حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہے کذا فی الشامی بتصرف قلت وفی شروح البخاری ان الصلوات فرضت لیلۃ الاسراء
رکعتین سفرا وحضرا الا المغرب فلما ہاجر علیہ الصلوۃ والسلام اطمان بالمدینۃ زیدت الا الفجر لطول القراءۃ فیہا والمغرب لانہا وتر النہار فلما استقر فرض الرباعیۃ
خفف فیہا فی السفر عند نزول قولہ تعالی فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوۃ وکان قصرہا فے السنۃ الرابعۃ من الہجرۃ وبہذا یجمع الادلۃ انتہی کلامہم
ملخصا میں کہتا ہوں اور بخاری کی شرحوں میں ہے کہ نمازیں شب معراج میں دو رکعتیں سفر اور اقامت کے لیے فرض ہوئیں سوائے مغرب کے پھر جب آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی اور مدینہ منورہ میں مطمئن ہوے دو رکعتیں زائد کی گئیں بجز فجر کے نماز کے کہ وہ دو ہی رہیں بسبب بڑی ہونے قرأت کے
نماز فجر میں اور بجز نماز مغرب کے کہ وہ بھی تین ہی رکعتیں رہیں اسلیے کہ وہ وتر ہیں دن کی یعنے دن سے قریب اور رات کے متصل ہیں اسلیے دن کا وتر کہا
پھر جب فرض چار رکعت کے ثابت ہوگئے تو سفر میں انمیں تخفیف کی گئی وقت اترنے اس ارشاد خداوندی کے کہ نہیں ہے تمپر گناہ اس سے کہ قصر کرو تم
نماز کو اور نماز کا قصر سنہ چار ہجری میں ہوا اور اس تقریر شارحین سے مطابق ہو جاتی ہیں دلیلیں تمام ہوا کلام بخاری کے شارحوں کا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
ہم یعنے ہماری دلیل جو قول ابن عباس رضہ کا ہے کہ مسافر کے لیے دو رکعتیں ہیں بلحاظ اس صورت کے ہے جسپر آخر کو نماز آٹھہری اور امام شافعی جو مسافر
کو پورا پڑھنا جائز بتاتے ہیں وہ اس لحاظ سے کہ بعد ہجرت کے رکعتوں میں زیادتی ہوئی کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ یہ دلیل امام شافعی کے مذہب پر
بنی ہے اسلیے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرض چار رکعت سفر اور حضر دونوں میں ہوگئے پھر سفر میں تخفیف ہوگئی حالانکہ یہ بات ہمارے مذہب کے خلاف ہے
اور نیز اس حدیث کے خلاف ہے جو حضرت عائشہ رضہ سے صحیحین میں مروی ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز سفر کی ہرگز زیادہ نہیں ہوئی اور آیت ان تقصروا
سے مراد نماز کی صورت کا قصر کرنا اور خوف کے وقت قصر کی طرح ادا کرنا ہے چنانچہ شرح منیہ میں مفصل مذکور ہے انتہی حضرت ابن عباس رضہ نے فرمایا کہ سب سے
پہلے قصر نماز عصر میں ہوا جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ انمار میں مقام عسفان پر قصر سے پڑھا کذا فی الطحطاوی ولو کان عاصیا بسفرہ لان
القبح المجاور لا یعدم المشروعیۃ مسافر چار رکعتوں والے فرض کو دو پڑھے اگرچہ اپنے سفر کے سبب سے معصیت کرنیوالا ہو مثلاً سفر اسلیے کرتا ہو کہ رہزنی

جب تک قصر کرے اپنے گھر آنے تک ساتھ ہو جانے سے ولی نہیں ہوتی اور مسافر شرعی ہونے کو تین منزل کا ارادہ شرط ہے

حیثیت میں ہوگا مگر اس صورت میں مدت سفر کے بیچ میں جو اس قسم کی نیت قصر کے شرعی ہونے کو مسافر کے لئے شرط ہے کذا فی الکفایہ

نہ ہو بلکہ مدخل ہو تو شرط ہے اس طرح کہ سفر کرے ہر ایک دن وہاں سفر ہی میں قصر کرتا رہے جب تک کہ داخل وطن یا اقامت کی جگہ

میں بشرطیکہ مدت سفر کی طے ہو چکا ہو اور اگر مدت سفر کی طے نہ ہوئی ہو اور نیت گھر کو پھر جانے کی ہو تو پوری نماز پڑھے بسبب منتقل ہونے سفر کے مع صورت مسئلہ کی جو کہ

کوئی شخص بارادہ سفر چار منزل کے اپنے شہر سے نکلا اور دو منزل جا کر پھرنے کی نیت کی تو اس صورت میں اسی وقت سے پوری نماز پڑھے اور اگر تین

منزل جا کر پھرے تو اپنے شہر میں آنے تک قصر کرے شامی نے کہا کہ جیسے ابتداء قصر کے لئے شہر سے نکلنا شرط ہے ویسے ہی انتہاء قصر کے لئے مدت سفر کا پورا

ہو جانا ضروری ہے اور نیت کی رو سے الصلوۃ او دخل مصرا او نوی الاقامۃ نصف شہر حقیقۃ او حکما لاجل کے الاقامۃ وبعد اولو دخل الحاج الشام

علم انہ لا یخرج الا بعد انقضاء نصف شوال او نوی الاقامۃ بموضع ماہ صالح لہا من مصر او قریۃ او صحراء دارنا وہو من اہل الاخبیۃ وقصر لیلے

مسافر جب تک کہ نیت اقامت کی کرے پندرہ دن ایک جگہ میں جو لائق اقامت کے ہو یعنے شہر یا گانوں میں یا دار الاسلام کے صحرا میں حالانکہ مسافر

خیمہ والوں میں سے ہو تو اگر مسافر خیمہ کے باشندوں میں سے نہ ہو اور نیت اقامت کی صحرا میں کرے تو اسکی نیت معتبر نہ ہوگی شارح نے کہا کہ اگرچہ نیت

اقامت کی نماز کے اندر کرے بشرطیکہ نماز کا وقت نہ نکلا ہو اور مسافر لاحق نہ ہو یعنے اس صورت میں فرض دو کی جگہ چار پڑھنے ہونگے اور اگر نماز پڑھنے میں

وقت نکل گیا اور اقامت کی نیت کی تو اس نماز کی چار رکعتیں پڑھنی نہ پڑینگی اسی طرح مسافر نے اگر مسافر کے پیچھے اقتدا کیا اور لاحق ہو گیا تو اس وقت

نیت اقامت معتبر نہ ہوگی پھر نیت اقامت پندرہ دن کی حقیقت میں ہو یا حکما دونوں معتبر ہیں حکما کی مثال بزازیہ وغیرہا میں ہے کہ اگر حاجی شام میں داخل

ہوا اور جانا کہ بعد دن قافلہ کی ہمراہی کے جو پندرھوین شوال کو چلیگا روانہ نہ ہوگا تو وہ پوری نماز پڑھے اسلیے کہ وہ مثل اقامت کی نیت کرنے والے کے

ہو گیا گو حقیقت میں نیت اقامت کی نہیں کی مگر چونکہ عزم روانگی کا قافلہ کے ساتھ کیا اسلیے ضمنا اور حکما اقامت کی نیت ہو گئی کذا فی الشامی

فیصلے رکعتین ان نوی الاقامۃ فی اقل منہ او من نصف شہر او نوی فیہ لکن فی غیر صالح لہا کبحر او جزیرۃ او نوی فیہ لکن بموضعین مستقلین

مکۃ و منی پس نماز پڑھے دو رکعتیں یعنے قصر کے ساتھ اگر نیت اقامت کی کرے کمتر پندرہ دن سے یا پندرہ دن کی اقامت کی نیت کرے اگر ایسی جگہ میں جو

قابل اقامت نہ ہو جیسے دریا میں یا جزیرہ میں یعنی جس جزیرہ میں آبادی نہ ہو یا اقامت کی نیت کرے قابل اقامت جگہ میں لیکن دو مستقل جگہ میں پندرہ دن

رہنے کی نیت کرے جیسے کہ اور منی میں شلا یعنے خواہ وہ دونوں شہر ہوں یا گانوں یا ایک شہر ہو ایک گانوں غرضکہ ان سب صورتوں میں مقیم نہ ہوگا

ولو دخل الحاج مکۃ ایام العشر لم تصح نیتہ لانہ یخرج الی منی وعرفۃ فصار کنیۃ الاقامۃ فی غیر موضعہا پھر اگر داخل ہوا حاجی مکہ میں دس دنوں میں

ذی الحجہ کے تو ان تاریخوں میں نیت اقامت درست نہ ہوگی اسلیے کہ وہ منی اور عرفات کو جائیگا تو ایسا ہوا جیسے نیت اقامت موضع اقامت

کے سوا میں کر لیے یعنے جب عزم نکلنے کا منی اور عرفات میں ہو تو نیت اقامت بے محل ہوگی وبعد عودہ من منی تصح کما لو نوی مبیتہ باحدہما او کان احدہما

تبعا للآخر بحیث تجب الجمعۃ علے ساکنہ للاتحاد حکما اور بعد رجوع کرنے کے منی سے نیت اقامت کی درست ہے جیسے درست ہے نیت اگر نیت کی

رات کے رہنے کی دونوں جگہ میں سے ایک میں یعنے مثلا یہ نیت کی کہ دن کو مکہ میں رہیگا اور رات کو منی میں تو درست ہے اسلیے کہ اقامت

میں رات کے رہنے کا اعتبار ہے تو جب منی میں داخل ہوگا مقیم ہو جائیگا یا دونوں جگہ میں سے ایک تابع ہو دوسرے کی اس طرح کہ واجب ہو جمعہ

اسکے رہنے والے پر بسبب اتحاد حکمی کے یعنے اگر ایک گانوں شہر کے اسقدر پاس ہو کہ اسمیں اذان جمعہ کی آواز آتی ہو تو دونوں میں اقامت کی

نیت کرنی مثلا یوں نیت کرنی کہ شہر میں دس روز اور گانوں میں پانچ روز رہونگا درست ہے اسلیے کہ دونوں حکم کی رو سے ایک ہیں اور لم یکن مستقلا

برانه کعبدٍ وامراۃ یانماز قصر پڑھے وہ شخص جو اپنی رائے مین مستقل نہو جیسے غلام اور عورت یعنے اگر کوئی شخص دوسرے کا تابع ہو تو نیت اقامت مین
آقا کا اعتبار ہو نہ تابع کا مثلاً غلام یا عورت نے نیت اقامت کی اور آقا یا شوہر نے نہ کی یا انکا حال معلوم نہوا کہ کی یا نہین تو غلام یا عورت قصر سے
نماز پڑھے کذا فے الشامی او دخل بلدۃ ولم ینو مدۃ الاقامۃ بل ترقب السفر غداً او بعدہ ولو بقی علی ذلک سنین الا ان یعلم تاخر القافلۃ
نصف شہر کما مر یا وہ شخص قصر کیے جاے جو کسی شہر مین داخل ہو کسی کام کو یا انتظار رفقا کے لیے اور مدت اقامت کی نیت نہ کرے بلکہ متوقع سفر کا ہو
کل یا پرسون اگرچہ اس توقع پر برسون رہے تب بھی قصر کرتا رہے مگر یہ کہ جانتے دیر کر چلنا قافلہ کا پندرہ روز چنانچہ بزازیہ کے مسئلہ مین گذرا ہم یعنے اگر
نیت مین تردد رہا اور ہر روز یہی جانا کہ کل جاؤنگا تو ایسی نیت سے اقامت نہوگی جب تک پختہ ارادہ پندرہ دن کی اقامت کا نہ کرے و کذا یصلی
رکعتین عسکر دخل ارض حرب او حاصر حصنا فیہا بخلاف من دخلہا بامان فانہ یتم او حاصر اہل البغی فے دارنا فی غیر مصر مع نیۃ الاقامۃ
مدتہا للتردد بین القرار والفرار اور اسی طرح دو رکعتین پڑھے وہ لشکر کہ داخل ہو زمین حرب مین یا محاصرہ کرے کسی قلعہ کا دار الحرب مین بخلاف
اس شخص کے کہ دار الحرب مین امن لیکر داخل ہو کہ وہ پوری نماز پڑھے کیونکہ امن کے باعث کوئی اُسکا مزاحم نہوگا کہ اسکو تردد ہو یا وہ لشکر قصر کرے جو
محاصرہ کرے باغیون کا دار الاسلام مین غیر شہر مین باوجود نیت اقامت کے مدت اقامت تک واسطے تردد کے درمیان ٹھہرنے اور کوچ کے ہم باغی انکو
کہتے ہین جو امام کی اطاعت نہ کرین کذا فے النہر شامی نے کہا کہ غیر مصر قید نہین ہے اگر شہر مین محاصرہ کے لیے فروکش ہون تب بھی نیت اقامت
درست نہوگی چنانچہ سراج مین مصرح ہے اور رملت مسئلہ جو شارح نے ذکر کی وہ بھی اسی کی مقتضی ہے انتہی بخلاف اہل الاخبیۃ کعرب وترکمان
فوذ ہافی المفازۃ فانہا تصح فے الاصح وبہ یفتی اذا کان عندہم من الماء والکلاء ما یکفیہم مدتہا لان الاقامۃ اصل بخلاف خیمون کے باشندون کے
مثل بدوون اور ترکمانون کے کہ نیت کرین اقامت کی جنگل مین کہ انکی نیت درست ہے صحیح تر قول مین اور اسی پر فتوی ہے بشرطیکہ انکے پاس پانی اور
چارہ اتنا ہو کہ مدت اقامت کے لیے کافی ہو اسلیے نیت درست ہے کہ اقامت اصل ہے یعنے ایک چراگاہ سے دوسرے مین جانے کے سبب سے اقامت
جاتی نہ رہیگی اور قول اصح کا مقابل قول ضعیف یہ ہے کہ وہ قصر کرین کیونکہ جنگل محل اقامت نہین کذا فی الطحطاوی والا اذا قصدوا موضعا بینہما مدۃ السفر
فیقصرون ان نووا سفرا والا اگر جب خیمے والے جائین ایسی جگہ کو کہ دونون جگہون مین فاصلہ مدت سفر کا ہو تو اس صورت مین قصر کرین بشرطیکہ
سفر کی نیت کرین اور اگر نیت سفر نہ کرین تو قصر بھی نکرین ولو نوی غیرہم الاقامۃ معہم لم یصح فی الاصح اور اگر نیت اقامت کرے غیر خیمہ والون کا انکے
ساتھ تو درست نہوگی صحیح تر قول مین والحاصل ان شروط الاتمام ستۃ النیۃ والمدۃ واستقلال الرای وترک السیر واتحاد الموضع وصلاحیتہ قہستانی اور
حاصل یہ ہے کہ شرطین پوری نماز پڑھنے کی مسافر کے لیے چھ ہین اول نیت اقامت کی دوم مدت اقامت پندرہ روز کی سوم راے کا مستقل ہونا یعنے
کسی کا تابع نہونا چہارم سیر کا ترک کرنا یعنے اگر جنگل مین ہو اور کسی شہر یا گانون کو دیکھکر اقامت کی نیت کرے تو چلنا موقوف کرنے سے نیت صحیح ہوگی
پنجم اقامت کی جگہ کا ایک ہونا ششم جگہ کا لائق اقامت ہونا کذا فی القہستانی فلو اتم مسافر ان قعد فی القعدۃ الاولی تم فرضہ ولکنہ اساء لو عامدا
لتاخیر السلام وترک واجب القصر وواجب تکبیرۃ افتتاح النفل وخلط النفل بالفرض وہذا لا یحل کما حررہ القہستانی بعد ان فسر اساء باثم واستحق النار
وما زاد نفل کمصلی الفجر اربعا پس اگر چار رکعتین پڑھین کسی مسافر نے تو اگر وہ قعدہ اولی مین بیٹھا ہے تب تو اُسکے فرض پورے ہو جائینگے مگر اُسنے برا کیا
کہ دو کی جگہ چار پڑھین اور دو رکعتین زائد نفل ہونگی جیسے فجر کی نماز کو کوئی چار پڑھے کہ اس صورت مین بھی دو فرض اور دو نفلین ہونگی شارح نے
کہا کہ برائی اس صورت مین ہے کہ دانستہ ایسا کیا ہو کیونکہ چار پڑھنے مین اتنی خرابیان ہوئین اول سلام مین دیر کرنا دوم قصر واجب کو ترک کرنا
سوم نفل کی تکبیر تحریمہ واجب کو چھوڑنا چہارم نفل کو فرض مین ملا دینا حالانکہ یہ چارون باتین حلال نہین چنانچہ قہستانی نے اسکو شرح بیان کیا ہے

[illegible] پورا کیا [illegible] تو اس سے معلوم ہوا [illegible]

[illegible] فرض [illegible] نفل [illegible] اقتدا [illegible]

[illegible] اور دو رکعتیں [illegible] فرض [illegible]

[illegible] فرض باطل ہونگے اگر نیت کرے اقامت کی پہلے اس سے کہ تیسری رکعت کو سجدہ کرے لیکن وہ اعادہ کرے قیام اور رکوع تیسری رکعت کا

سبب واقع ہونے اس قیام و رکوع کے نفل تو وہ قیام و رکوع فرض کا قائم مقام ہوگا اور اگر تیسری رکعت کے سجدہ میں نیت اقامت کر لیا تو فرض نفل

ہو جائیگا ہم شامی نے کہا کہ الا [illegible] استثنا دونوں صورتوں سے ہے یعنے اگر قعدہ اولی میں بیٹھا یا نہیں کہ تیسری رکعت میں قبل سجدہ نیت اقامت کر لی تو فرض

باطل ہونگے اور سجدہ کے اندر نیت کرنے سے نفل ہو جائیگا مذہب امام ابو یوسف کا ہے اور یہ خاص پچھلی صورت میں ہے کہ قعدہ اولی میں نہ بیٹھا ہو [illegible]

وصح اقتداء المقیم بالمسافر فی الوقت وبعده فاذا قام المقیم الی الاتمام لا یقرأ ولا یسجد للسهو فی الاصح [illegible] قدر [illegible]

وقیل لا [illegible] اور درست ہے اقتدا مقیم کا پیچھے مسافر کے وقت کے اندر اور بعد وقت کے یعنی نماز دونوں ایک ہی نماز کو وقت [illegible] مقیم [illegible]

پس جب کھڑا ہو بعد امام کے سلام پھیرنے کے تو باقی کی دو رکعتوں میں قراءت نہ پڑھے بلکہ [illegible] جب کھڑا ہو کر رکوع و سجدہ کرے اور [illegible] سجدہ [illegible]

بھی نہ کرے صحیح تر قول میں قراءت نہ پڑھے اسلیے کہ مقیم مثل لاحق کے ہے اور دونوں قعدہ فرض ہیں مقیم مذکور پر یعنے ایک امام کی تبعیت سے اور دوسرا بہ

سبب اپنی تبعیت سے اور بعضوں نے کہا کہ پہلا قعدہ اسپر فرض نہیں کذا فی القنیة ویندب للامام [illegible] بخلاف الخانیة وغیرها ان العلم بحال الامام شرط لکن فی

حاشیة الهدایة للهندی الشرط العلم بحاله فی الجملة لا فی حال الابتداء وفی شرح الارشاد ینبغی ان یخبرهم قبل شروعه والا [illegible] بعد سلامه عن القول [illegible] المسافرین [illegible]

[illegible] اتموا صلوتکم فانی مسافر [illegible] توهم انه سها اور مستحب ہے امام مسافر کو یہ کہنا مقتدیوں سے بعد دونوں سلام کے صحیح تر قول میں کہ اپنی نماز کو

پورا کر لو کہ ہم مسافر ہیں یہ قول اس وہم کے دور کرنے کے لیے مستحب ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ امام نے سہو کیا شارح نے کہا کہ یہ قول ماتن کا کہ امام کو واجب

ہے خبردار کر دینا اپنے حال سے مخالف ہے قول خانیہ وغیرہا کے کہ انمیں اقتدا کے لیے جاننا امام کے حال کا شرط ہے یعنے قول ماتن سے معلوم ہوتا ہے کہ مقتدیوں کو امام

کا حال معلوم نہیں کہ مسافر ہے یا مقیم اور خانیہ وغیرہا میں مذکور ہے کہ اقتدا کی شرط ہے معلوم ہونا امام کے حال کا تو دونوں میں اختلاف ہوا لیکن ہندی کے

حاشیہ ہدایہ میں ہے کہ شرط اقتدا امام کے حال کا معلوم ہونا ہے فی الجملہ خواہ ابتدا میں معلوم ہو خواہ انتہا میں یہ نہیں کہ شروع ہی میں معلوم ہو تو اس تقریر شامی

نے اختلاف ماتن اور خانیہ کے قولوں کا دفع کر دیا اور شرح ارشاد میں ہے کہ امام کو چاہیے یعنے مستحب ہے کہ مقتدیوں سے قبل اپنے شروع کرنے کے کہ دے

کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی مقتدی اسکا حال نجانتا ہو اور اگر شروع نماز سے پیشتر نہ کہے تو بعد سلام کے آگاہ کر دے ولو نوی الاقامة لا بحقیقة بل لیتم صلوة المقیمین

لم یصر مقیما اور اگر امام مسافر نیت اقامت کی کرے نہ حقیقت میں اقامت کے لیے بلکہ اس غرض سے کہ مقیم مقتدیوں کی نماز پوری پڑھا دے تو ایسی نیت سے

مقیم نہوگا یعنے اس صورت میں اسکے فرض چار نہونگے دو فرض اور دو نفلین ہونگی اور اگر مقتدی اسکے پیچھے اپنی نماز پوری کرینگے تو انکی نماز فاسد ہوگی

کیونکہ نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھینگے کذا فی الشامی وان اقتدی المسافر بالمقیم فیصح فی الوقت ویتم لا بعده فیما یتغیر لانه اقتداء المفترض بالمتنفل [illegible]

حق القعدة لو اقتدی فی الاولیین او القراءة لو فی الاخریین اور اقتدا کرنا مسافر کا پیچھے مقیم کے درست ہے وقت کے اندر اور مسافر اس صورت میں

چار رکعتیں پڑھے یعنے امام کی تبعیت کی جہت سے اسکے فرض بھی چار ہو جائینگے نہیں درست ہے اقتدا مسافر کا پیچھے مقیم کے بعد وقت کے ان نمازوں میں

کہ بدل جاتی ہیں یعنے ظہر و عصر و عشا میں اسلیے کہ اگر مسافر اول دوگانہ میں اقتدا مقیم کا کر لیگا تو فرض پڑھنے والے کا اقتدا ہوگا پیچھے نفل پڑھنے

فرض پڑھنے والے کے قعدہ اولے کے حق میں کہ وہ مقیم کے حق میں واجب ہے اور مسافر کے حق میں فرض اور اگر پچھلے دوگانہ میں اقتدا کر لیگا

تو قرات کے حق مین اقتدا مفترض کا متنفل کے پیچھے ہوگا کیونکہ قرات مقیم کے حق مین سنت آخر پچھلے دوگانہ مین اور مسافر کے حق مین فرض غرضکہ قضا نماز مین اقتدا مسافر کا مقیم کے پیچھے درست نہین چار رکعت والی نمازون مین اور فجر و مغرب کی نمازون مین درست ہے خواہ ادا ہون یا قضا ویاتی

المسافر بالسنن ان کان فی حال امن و قرار و الا بان کان فی خوف و فرار لا یاتی بہا ہو المختار لانہ ترک لعذر تجنیس قیل الا سنۃ الفجر اور مسافر ہو کر سنتون کو پڑھے اگر امن اور چین کی حالت مین ہو یعنے حالت خود کشی اور اطمینان مین اور اگر امن و قرار نہو اسطرح کہ خوف یا جلدی مین ہو تو سنتین نہ پڑھے یہی مختار ہے اسلیے کہ یہ چھوڑنا ہے عذر کے باعث کذا فی التجنیس ایک قول یہ ہے کہ فجر کی سنتین نچھوڑے یعنے اسوجہ سے کہ وہ مثل واجب کے ہین

والمعتبر فی تغییر الفرض آخر الوقت وہو قدر ما یسع التحریمۃ فان کان المکلف فی آخرہ مسافرا وجب رکعتان و الا فاربع لانہ المعتبر فی السببیۃ عند عدم الاداء قبلہ اور معتبر فرضون کے بدلنے مین آخر وقت ہے یعنے اسقدر کہ گنجایش تحریمہ کی رکھتا ہو تو اگر مسلمان عاقل بالغ آخر وقت مین مسافر ہوگا تو دو رکعتین واجب ہونگی اور اگر اسوقت مین مسافر نہوگا تو چار پڑھنی واجب ہونگی اسلیے کہ آخر وقت ہی معتبر ہے سبب ہونے مین وقت نہ ادا کرنے کے پہلے اسوقت سے ہم یعنے سبب وجوب نماز کا وقت کا آخر حصہ ہوتا ہے اگر اس سے پیشتر ادا نہ کرچکا ہو مثلاً اگر آخر وقت مین لڑکا بالغ ہوا یا کافر مسلمان ہوا یا مجنون ہوش مین آیا یا حائضہ پاک ہوئی تو اسوقت کی نماز انکو لازم ہوگی اسی طرح اقامت و سفر مین آخر وقت کا اعتبار کیا گیا کذا فی الشامی

الوطن الاصلی ہو موضع ولادتہ او تاہلہ او توطنہ یبطل بمثلہ اذا لم یبق لہ بالاول اہل فلو بقی لم یبطل بل یتم فیہما لا غیر وطن اصلی باطل ہوجاتا ہے اپنے جیسے وطن اصلی سے جبکہ اول وطن مین آدمی کے گھر والے نہ رہے ہون اور اگر رہے ہون تو باطل نہوگا بلکہ وہ شخص نماز پوری پڑھے دونون مین خواہ نیت اقامت کرے یا نہین نہین باطل ہوتا وطن اصلی دوسرے وطنون سے شارح نے کہا کہ وطن اصلی آدمی کے پیدا ہونے کی جگہ ہے یا شادی کرنے کا مقام یا وطن بنانے کا مکان ہم وطن کی تین قسمین ہین ایک وطن اصلی جسکی تعریف شارح نے بیان کی اسکو وطن اہلی اور وطن الفطرۃ بھی کہتے ہین دوم وطن اقامت یعنے وہ مکان جس مین پندرہ روز یا زیادہ کے ٹھہرنے کی نیت کرے اسکو وطن مستعار اور وطن حادث بولتے ہین تیسرا وطن سکنی جس مین پندرہ روز سے کم رہنے کی نیت ہو تو وطن اصلی مین آدمی مقیم کا حکم رکھتا ہے اگرچہ ایک ہی شب رہے مثلاً اثناء سفر مین وطن اصلی آگیا اور وہان منزل کی تو نماز پوری پڑھے اور اگر دوسرے مقام کو وطن اصلی بنالیگا تب اول وطن اصلی نرہیگا بشرطیکہ گھر والے بھی اول وطن سے اٹھ گئے ہون اور اگر گھر والے ایک جگہ رہتے ہون اور خود دوسری جگہ رہنے کا قصد کرلیا ہے تو دونون مقام وطن اصلی متصور ہونگے دونون مین نماز پوری پڑھے ویبطل وطن الاقامۃ بمثلہ و بالوطن الاصلی و بانشاء السفر اور باطل ہوجاتا ہے وطن اقامت اپنے جیسے وطن اقامت سے اور وطن اصلی سے اور سفر کر جانے سے ہم یعنے اگر ایک جگہ مین نیت پندرہ دن یا زیادہ کے رہنے کی کی ہے تو اگر اسکو چھوڑ کر دوسرے مقام مین نیت کریگا تو پہلا مقام وطن نہ رہیگا اسی طرح اگر وطن اصلی کو چلا جاویگا تب بھی وہ وطن نہ رہیگا اور یہی حال وطن اقامت سے سفر کر جانے کا ہے تو اگر ان حالتون مین وطن اقامت پر گذر ہوا اور نیت اقامت کی نہ کرے تو نماز قصر سے پڑھے کذا فی الشامی

والاصل ان الشیء یبطل بمثلہ و بما فوقہ لا بما دونہ اور قاعدہ یہ ہے کہ چیز اپنے مثل اور اپنے اوپر کی چیز سے باطل ہوتی ہے نہ اپنے سے کمتر سے یعنے سب مین قوی وطن اصلی ہے اس سے وطن اقامت وغیرہ باطل ہوجاتے ہین اور وطن اقامت سے وطن اصلی باطل نہین ہوتا

ولم یذکر وطن السکنی وہو ما نوی فیہ اقل من نصف شہر لعدم فائدتہ اور مصنف نے ذکر نکیا وطن سکنی کو یعنے اس مقام کو جسمین نیت پندرہ دن سے کم رہنے کی کی ہے بسبب اسکے نہ مفید ہونے کے یعنے وطن سکنی مین تغیر نہ مقیم کے لیے ہے نہ مسافر کے لیے اسلیے اسکے ذکر سے کچھ فائدہ نہین و ما صورہ الزیلعی ردہ فی البحر اور زیلعی نے جو صورت مسئلہ کی وطن سکنی کے لیے بنائی ہے اسکو بحر الرائق مین رد کیا ہے ہم زیلعی نے یہ صورت فرض کی ہے

اگر کوئی شخص اپنے شہر سے کسی گاؤں میں جاوے... اور ...گیا اور اُس گاؤں میں پندرہ دن سے کم رہنے کی نیت کی ... یہی
... وطن سکنیٰ ... بدون سفر کے باطل ہوا ... اپنے شہر میں گیا ...
... اُسکو سفر ... پھر گاؤں میں ... اسکا وطن ... گاؤں ...
وطن سکنیٰ ... اسلئے ... وطن سکنیٰ باطل ہوا ... دوسری جگہ
اقامت کی ... وطن سکنیٰ ہوا ... وطن اصلی کے سبب سے وطن سکنیٰ باطل ہوا
اور اُس گاؤں سے ... کوئی ... وطن سکنیٰ ... صاحب بحر الرائق نے اسکو
بعید ... جب ... نیت سفر ... گاؤں میں آیا ... اسکا سفر باقی ہے کیونکہ اقامت کی نیت نہیں کی ... سفر سے وطن اقامت باطل ہو جاتا ہے
... وطن سکنیٰ ... وطن سکنیٰ کیلیے ... پس یہ کہنا کہ وطن سکنیٰ کا کوئی ... نہین پایا گیا غلط ہے اسلیے کہ وہان تو اسکا مستقل سفر موجود ہے

اور پورا بیان اس مسئلہ کا شامی میں ہے والمعتبر نیۃ المتبوع لانہ الاصل لا التابع کامرأۃ وفاہا مہرہا المعجل وعبد غیر مکاتب وجندی اذا کان
یرتزق من الامیر او بیت المال واجیر واسیر وغریم وتلمیذ مع زوج ومولے وامیر ومستاجر الخ ونشر مرتب اور معتبر نیت متبوع کی ہے اسلیے
کہ وہ اصل ہے یعنے اقامت اور سفر پر قادر ہے نہین معتبر ہے نیت تابع کی مثلاً زوجہ کی نیت معتبر نہین شوہر کے ساتھ بشرطیکہ شوہر نے اسکو مہر معجل
دیدیا ہو اور اگر نہ دیا ہو تو وہ تابع شوہر کی نہوگی کیونکہ بدون ادائے مہر معجل شوہر اسکو سفر میں لیجانے پر قادر نہین اور زوجہ کو اختیار ہے کہ نہ جاوے
شوہر کے پاس بجائے اور مثلاً غلام کی نیت معتبر نہین آقا کے ساتھ بجز مکاتب کے اسلیے کہ مکاتب کو بدون اذن آقا کے سفر کا اختیار ہے تو اسپر
اطاعت آقا کی ضروری نہین اور لشکری کی نیت معتبر نہین امیر کے ساتھ جبکہ لشکری کا کھانا امیر سے ملتا ہو یا بیت المال سے اور اگر اپنے پاس
سے کھاتا ہو تو اسی کی نیت معتبر ہوگی اور مزدور کی نیت معتبر نہین مستاجر کے ساتھ شامی نے کہا کہ یہ اس صورت میں ہے کہ ورا ماہوار یا سالانہ ملتا ہو
اور اگر یومیہ پاتا ہو تو شام کے وقت اجرت فسخ کر سکتا ہے اسی لیے اعتبار اسکی نیت کا ہے کا نہ مستاجر کی اور قیدی کی نیت معتبر نہین قید کرنے والے
کے ساتھ اور قرضدار کی نیت معتبر نہین قرضخواہ کے ساتھ بشرطیکہ قرضدار مفلس ہو اور شاگرد کی نیت معتبر نہین استاد کے ساتھ جبکہ استاد کے ذمہ
کھانا ہو شارح نے کہا کہ عبارت متن مین لف ونشر مرتب ہے اسی لیے مترجم نے الفاظ نشر کو مناسب جگہ پر ترجمہ کیا شامی نے کہا کہ بیٹا بالغ اگر
باپ کی خدمت کرتا جاتا ہو تو اسکی نیت کا بھی اعتبار نہونا چاہیے قلت فقید المتیہ لملاحظۃ فی تحقیق التبعیۃ ثم لاحظہ شرطاً آخر تحقیق لذلک وہو الارتزاق
فی مسئلۃ الجندی ووفاء المہر فی المراۃ وعدم کتابۃ العبد مین کہتا ہون کہ قید ساتھ ہونے کی لحوظ ہے تبعیت کے ساتھ ہونے مین پھر ایک دوسری
شرط کے لحاظ سے جو تبعیت کو ثابت کرتی ہے وہ دوسری شرط لشکری کے مسئلہ مین کھانا ملنا ہے اور عورت کے مسئلہ مین مہر معجل کا دینا اور غلام کا مکاتب
نہونا ہے شامی نے کہا کہ تابع جب متبوع کے ساتھ ہو تو اپنے متبوع سے حال اقامت وسفر کا دریافت کرے اگر وہ بتادے تو اُسکے بموجب کار بند ہو
ورنہ جس حال پر ہو اُسی پر عمل کرے یعنے سفر کی صورت مین قصر کرے اور اقامت مین پوری نماز پڑھے دیہان جواب حادثہ جزیرہ کریدہ تمام
واللہ اور اس دوسری شرط کے لحاظ سے ظاہر ہوا جواب حادثہ جزیرہ کریدہ کا سنہ ایکہزار اسی مین ہم کریدہ بکسر کاف فارسی نام ایک جزیرہ کا ہے
اور حادثہ یہ تھا کہ ہزیمت اور شکست کے بعد لشکری تتر بتر ہو گئے یعنے نہ امیر کے ساتھ رہے نہ اُسکی طرف سے اُنکو کھانا ملا تو ہر ایک تابع نہ رہا مستقل ہو گیا
فاضل رحمتی طحطاوی نے کہا کہ شاید یہ جواب حادثہ کا شارح کے کتاب کی تالیف کے بعد ملحق کیا ہے کیونکہ تالیف کتاب سے ... مین فراغت پائی تھی
چنانچہ آخر کتاب مین خود لکھا ہے یا کسی شاگرد نے ملا دیا ہو ولا بد من علم التابع بنیۃ المتبوع فلو نوی المتبوع الاقامۃ ولم یعلم التابع

فهو مسافر حتے یعلم علی الاصح وفی الفیض وبه یفتی کما فی المحیط وغیرہ دفعا للضرر عنه اور ضرور ہو جانا تابع کا متبوع کی نیت کو پس اگر متبوع اقامت کی نیت کرے اور تابع کو معلوم نہو تو تابع مسافر رہیگا جب تک کہ اُسکو علم ہو صحیح تر قول کے موجب اور فیض مین ہو کہ اسی پر فتوے ہو چنانچہ محیط وغیرہ مین ہو واسطے دور کرنے ضرر کے تابع سے یعنے اُسکی بے علمی مین اگر اُسکو دو کی جگہ چار رکعتین لازم کیجائین تو اُسکا ضرر ہوگا فما فی الخلاصۃ عبدام مولاہ فنوے المولے الاقامۃ ان اتم صحت صلاتهما والا لا مبنی علی خلاف الاصح پس جو مسئلہ خلاصہ مین ہو کہ ایک غلام اپنے آقا کا امام ہوا اور آقا نے اقامت کی نیت کر لی تو اگر غلام چار رکعتین پڑھیگا تب تو دونون کی نماز صحیح ہوگی اور اگر پوری نہ پڑھیگا تو نماز دونون کی درست نہوگی غلام کی اسوجہ سے کہ اُسکو چار پڑھنی چاہیئین تھین دو پڑھین اور آقا کی اسوجہ سے کہ غلام کی نماز پر اُسکی بنا ہو تو یہ مسئلہ اصح قول کے خلاف پر مبنی ہو یعنے جس قول مین نیت متبوع کا علم تابع کو ضرور نہین والقضاء یحکی ای یشابه الاداء سفرا وحضرا لانه بعد ما تقرر لا یتغیر اور قضا نماز مشابہ ادا کے ہو سفر مین اور اقامت مین اسلیے کہ قضا بعد ثابت ہونے کے متغیر نہین ہوتی ہو یعنے اگر سفر کی نماز قضا ہو گئی اور اقامت مین اسکو پڑھنا چاہیے تو قصر سے پڑھے اور اقامت کی قضا کو سفر مین پوری پڑھے جیسے کہ اُنکو ادا پڑھتا کیونکہ جب وقت کے نکلنے سے نماز ثابت ہو گئی تو جیسے واجب ہوئی تھی ویسے ہی رہیگی تغیر نہ آویگا ہان وقت کے اندر بدل سکتی ہو نیت اقامت کرنے سے یا سفر کر دینے سے یا مقیم کے پیچھے مسافر کے پڑھنے سے کذا فی الشامی غیر ان المریض یقضے فائتۃ الصحۃ فی مرضه بما قدر مگر مریض حالت صحت کی قضا کو اپنے مرض مین جیسی ہو سکے ویسی پڑھ لے ہم یعنے مریض اگر صحت کی نماز مرض مین جھکر پڑھیگا تو درست ہوگی بباعث عذر کے اور مرض کی قضا کو تندرستی مین اگر جھکر پڑھیگا تو درست نہوگی کیونکہ عذر جاتا رہا کذا فی الطحطاوی فروع مسائل لحقہ شارح کے سافر السلطان قصر بادشاہ نے سفر کیا تو قصر سے پڑھے ہم یعنے نیت سفر کے ساتھ سفر شرعی کرنے سے وہ بھی مسافر ہو جاتا ہو یہ نہین کہ ممالک محروسہ اُسکے لیے بمنزلہ ایک شہر کے ہون کذا فی الشامی تزوج المسافر ببلد صار مقیما علی الاوجہ مسافر نے کسی شہر مین شادی کر لی تو وہ مقیم ہو گیا قول موجہ کے بموجب ہم یعنے گو اُس شہر کو وطن نہ بناوے نہ نیت اقامت کرے صرف شادی سے مقیم ہو جائیگا بحر الرائق مین وجہ یہ لکھی ہو کہ حدیث مین آیا ہو کہ جو شخص کسی شہر مین شادی کر لے وہ اسی شہر کا شمار ہوتا ہو اور بعض فقہا نے کہا کہ اگر پندرہ روز کے اندر چلے جانے کا ارادہ ہوگا تو مسافر نہو گا اور یہ اختلاف مرد مسافر کے باب مین ہو عورت اگر مسافر ہو تو صرف شادی سے مقیم ہو جائیگی بالاتفاق طهرت الحائض وبقی لمقصدها یومان تتم فی الصحیح وکذا صبی بلغ بخلاف کافر اسلم پاک ہوئی حائضہ سفر مین جبکہ منزل مقصود دو دن کی مسافت پر رہی تو وہ نماز پوری پڑھے صحیح قول مین اسی طرح اگر لڑکا دو منزل پہلے بالغ ہو تو وہ بھی پوری پڑھے بخلاف کافر کے کہ مسلمان ہو جبکہ منزل مقصود تک تین دن سے کم کی راہ رہی ہو تو وہ نماز قصر سے پڑھے ہم حائضہ اسلیے پوری پڑھے کہ وقت سفر کے وہ اہل ادا نہ تھی اسلیے حکم سفر کا اُسمین معتبر نہوا اور لڑکا پہلے سے مکلف ہی نہ تھا اور کافر کا عذر اختیاری تھا کہ ہر وقت مسلمان ہو سکتا تھا اسلیے اُسکے حق مین حکم سفر کا ابتدا سے معتبر ہوا اور حائضہ کا عذر آسمانی تھا اُسکا دور کرنا اُسکے قابو مین نہ تھا کذا فی الشامی

عبد مشترک بین مقیم ومسافر ان تهایا قصر فی نوبۃ المسافر والا فرض علیه القعود الاول وتیم احتیاطا ولا یاتم بمقیم اصلا وهو مما یلغز ایک غلام مشترک ہو مقیم اور مسافر مین اگر دونون نے اُسکی خدمت کی باری مقرر کر لی ہو تو وہ قصر سے نماز پڑھے مسافر کی باری مین اور اگر باری نہ ٹھہرائی ہو تو اُس غلام پر قعدہ اولے فرض ہوگا اور پوری نماز پڑھے احتیاط کی راہ سے کیونکہ جب اُسکے مالک دو ہین تو وہ ایک کے لحاظ سے مقیم ہو اور دوسرے کے اعتبار سے مسافر اور وہ غلام کسی مقیم کے پیچھے اقتدا نہ کرے مطلقا یعنے نہ وقت کے اندر نہ بعد وقت کے نہ اول دوگانہ مین نہ دوسرے مین اور یہ غلام کا حکم اُن مسائل سے ہو جو معما کے طور پر پوچھے جاتے ہین ہم یعنے اس مسئلہ مین یہ سوال ہو سکتے ہین کون شخص ہو کہ نماز فرض کی چار رکعتین پڑھے

اور دو میانی قعدہ واجب فرض ہوا اور کوئی شخص ہی کہ اسکو قعدہ اخیرہ بھی درست نہیں اور کونسا شخص ہی کہ جسکو قرأت کرنا حرام اور کونسا شخص ہی کہ جسکو قرأت مکروہ ہی نماز پڑھتے اور ایک روز چوری کذا فی الشعف روی شامی نے کہا اکثر اس مسئلہ کو بحث ہی شارح منیہ کی اور روایت مذہب غال انسان میں لمنہ مسئلہ

ام کہ فرض یوم ولیلہ فے طلاق ثلاث اورعین عشرون والثانیہ سبعۃ عشر والثالثۃ خمسۃ عشر والرابعۃ احد عشر ایک شخص نے اون اور وسے صحت اتو والثانیۃ ترکہ والثالثۃ یوم الجمعۃ والرابعۃ للمسافر واسہ اعلم ایک شخص نے اپنی چار بیبیون سے کہا کہ جو کوئی تم سے یہ بتاوے کہ ایک دن رات میں کتنی رکعتین فرض ہین تو اسکو طلاق ہی تو انمین سے ایک نے کہا کہ بیس رکعتین دن رات مین فرض ہین اور دوسری نے کہا سترہ اور تیسری نے پندرہ اور چوتھی نے گیارہ تو انکو طلاق ہوئی کیونکہ اول عورت کا جواب درست ہی کہ اسنے وتر دن کو باعث فرض عملی ہونے کے شامل کرلیا اور دوسری نے وتر دن کو چھوڑ کر سترہ کہا اور تیسری نے جمعہ کی روز کی رکعتین بتائین اور چوتھی نے مسافر کی رکعتین بتائین اور وتر کو ان دونو نے بھی شامل نہین کیا واسہ اعلم

باب الجمعہ

یہ باب ہی جمعہ کے احکام مین اور نام جمعہ اسلیئے نام رکہا گیا کہ یہ دن لوگون کے اجتماع کا ہی اور اکثر کا قول یہ ہی کہ جمعہ مدینہ مین فرض ہوا کہ آگی آیت مدنیہ اور مناسبت نماز جمعہ کی صلوۃ مسافر سے یہ ہی کہ دونون نمازین آدھی ہین یعنے جمعہ کی نماز ظہر کی نماز سے نسبت انتصاف رکھتی ہی اور مسافر کی نماز مقیم کی نماز سے کذا فی الطحطاوی مختصراً بتثلیث المیم والسکون ہے فرض عین یکفر جاحدہا لثبوتہا بدلیل قطعی کما حققہ الکمال وہی فرض مستقل آکد من الظہر ولیست بدلا منہ کما حررہ الباقانی معزیا للسری الدین ابن الشحنۃ لفظ جمعہ بضم جیم اور تینون حرکتون میم سے اور سکون میم سے ہی وہ فرض عین ہی کہ اسکا منکر کافر ہی بسبب اسکے ثابت ہونے کے دلیل قطعی سے یعنے آیہ (یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا) اسسے اور حدیث اور اجماع سے چنانچہ ثابت کیا ہی اسکو کمال الدین محقق نے اور وہ فرض مستقل ہی زیادہ موکد بہ نسبت ظہر کے اور نہین ہی عوض ظہر کا جیسا کہ تحقیق کی ہی اس امر کی باقانی نے سری الدین ابن شحنہ کیطرف نسبت کرکے جمعہ زیادہ موکد ہی بہ نسبت ظہر کے یعنے جمعہ مین جو تاکید آئی ہی وہ ظہر مین نہین چنانچہ احمد و حاکم نے ایک حدیث صحیح روایت کی کہ جو کوئی جمعہ کو تین بار بدون ضرورت کے ترک کرے اللہ تعالے اسکے دلپر مہر کر دیتا ہی اور ایک وجہ یہ ہی کہ جمعہ مین جو شرطین ہین وہ ظہر مین نہین اور یہ جو کہا کہ جمعہ ظہر کا عوض نہین یہ مخالف ہی اس قول کے جو شارح نے باب شروط الصلوۃ کے اندر نیت کی بحث مین لکھا ہی کہ جمعہ عوض ہی ظہر کا اور تحقیق حنفیون کے نزدیک یہی ہی کہ فرض وقت ظہر ہی ہی مگر حکم جمعہ کا اسلیئے ہوا کہ ظہر ساقط ہو جائے اور اسی وجہ سے اگر کوئی آدمی پیشتر فوت ہونے جمعہ کے نماز ظہر پڑھ لیگا تو ہمارے نزدیک کراہت تحریمی کے ساتھ درست ہوگی اسلیئے کہ اکتفا کرنا ظہر پر حرام ہی اور ظہر کے فرض وقت ہونے کی تصریح فتح القدیر وغیرہ مین مذکور ہی جسے کہ باقانی نے بھی شرح ملتقی مین اسکو اختیار کیا تو شارح نے جو تحقیق باقانی سے نقل کی شاید شرح نقایہ مین اسنے ایسا کہا ہو مگر ہماری تقریر سے معلوم ہو گیا کہ تحقیق مذکور ضعیف ہی کذا فی الشامی وسیجئ قد افتیت مرار العبد

صلوۃ الاربع بعدہا بنیۃ آخر ظہر خوف اعتقاد عدم فرضیۃ الجمعۃ وہو الاحتیاط فی زماننا واما من لا یخاف علیہ مفسدۃ منہا فالاولی ان لا یصلیہا انتہی کذا فی القنیۃ اور بحر الرائق مین ہی کہ مین نے چند بار فتوے دیا نہ پڑھنے چار رکعتون کا جمعہ کے بعد آخر ظہر کی نیت سے بسبب خوف معتقد ہونے جاہلون کے نہ فرض ہونے جمعہ کو اور یہی احتیاط ہی ہمارے زمانہ مین اور جس شخص کو کہ خوف خرابی عقیدہ کا جمعہ کی طرف سے ہو تو بہتر یہ ہی کہ یہ چار رکعتین اپنے گھر میں پوشیدہ پڑھ لے حموی طحطاوی نے کہا کہ یہ کلام مخالف ہی کمال الدین کے کلام سے جنسے یہ کہا ہی کہ جمعہ کے باب مین کسی قدر سبب اسکے واسطے طول دیا کہ بعض جاہل کہتے ہین کہ امام اعظم کے نزدیک جمعہ فرض نہین صاحب بحر الرائق نے کہا کہ یہ بلا ہمارے زمانہ مین تفصیل کا

یہان تک کہ بعض جاہل جمعہ کے بعد چار رکعتین اس نیت سے پڑھتے ہین کہ جو سب سے پچھلا ظہر میرے ذمہ ہوا ہو اور مین نے اُسکو ابھی نہ پڑھا ہو اُسکو
پڑھتا ہون تو چونکہ اسمین یہ خوف ہو کہ جاہل ایسکے معتقد نہو جائین کہ جمعہ فرض نہین اسلیے مین نے اس نماز کے نہ پڑھنے کا فتوی دیا **ویشترط لصحتہا**
سبعۃ اشیا اور شرطاہین واسطے صحیح ہونے جمعہ کے سات چیزین ہم نہر الفائق مین بیان کیا کہ جمعہ کے لیے کچھ شرطین واجب ہونے کی ہین یعنے جنکے
جمعہ آدمی پر واجب ہو جاتا ہو اور کچھ شرطین ادا کی ہین اور فرق ادا اور وجوب کی شرطون مین یہ ہو کہ ادا کی شرطون کے نہونے سے ادا صحیح نہین ہوتا
اور وجوب کی شرطین نہونے سے ادا درست ہو پھر صاحب نہر الفائق نے ایک قطعہ عربی کا جامع شرائط وجوب و ادا کا نقل کیا ہو جسکا ترجمہ مترجم نے
فارسی مین کر دیا اور وہ یہ ہو **قطعہ** شرط وجوب عقل و اقامت بلوغ دان ÷ ہیئذری است مردی و آزادی بعد ازان ÷ سلطان و وقت و خطبہ
جماعت ہم اذن و شہر ÷ یادش پے ادا کن و مگذار رائگان ÷ اس قطعہ مین چھ شرطین ادا کی مذکور ہین اور شارح نے خطبہ کا پیشتر نماز کے ہونا ایک
شرط جدا قرار دی ہو اسلیے تعداد سات ہوئی **الاولی المصر وہو ما لا یسع اکبر مساجدہ اہلہ المکلفین بہا وعلیہ فتوی اکثر الفقہاء مجتبی لظہور التوانی**
فی الاحکام پہلی شرط صحت کی شہر ہو یعنے وہ بستی جسکی سب سے بڑی مسجد مین اُسکے باشندے جنکو جمعہ کے ادا کرنے کا حکم ہو نہ سماوین یعنے عورتون
اور لڑکون اور مسافرون کے سوا اسقدر مسلمان ہون کہ بڑی سی بڑی مسجد مین نہ آسکین اور شہر کی اسی تعریف پر فتوے ہو اکثر فقہا کا کذا فی
المجتبی اس تعریف پر فتوے ہو بسبب ظاہر ہونے سستی کے احکام مین ہم یعنے ظاہر مذہب کی تعریف مین حدود کا قائم کرنا شہر ہونے کی شرط ہو اور چونکہ
حاکم سزاؤن کے قائم کرنے مین کوتاہی اور سستی کرتے ہین لہذا فتوے اس تعریف مذکورہ بالا پر ہوا کذا فی الطحطاوی **وظاہر المذہب انہ کل**
موضع لہ امیر وقاض یقدر علی اقامۃ الحدود کما حررناہ فیما علقناہ علی الملتقی اور ظاہر مذہب یہ ہو کہ شہر وہ بستی ہو جسمین ایک حاکم اور ایک قاضی
ہو کہ سزاؤن کے قائم کرنے پر قادر ہو چنانچہ ہمنے اسکو منقح بیان کیا ہو ملتقی الابحر کی شرح مین ہم امیر و قاضی سے مراد یہ ہو کہ اُسی شہر مین رہتے ہون
یہ نہین کہ کبھی دورہ کو چلے آتے ہون اور قاضی اقامت حدود پر قادر ہوا سکے یہ معنی کہ گو یا بالفعل قائم نہ کرتا ہو مگر اقامت پر قدرت ہو اور شارح نے
اسی تعریف کو صحیح کہا ہو کذا فی الشامی **وفی القہستانی اذن الحاکم ببناء الجامع فی الرستاق اذن بالجمعۃ اتفاقا علی ما قالہ السرخسی واذا اتصل**
بہ الحکم صار مجمعا علیہ فلیحفظ اور قہستانی مین ہو کہ اذن دینا حاکم کا واسطے بنانے جامع مسجد کے گانون مین اذن ہو جمعہ کے لیے بالاتفاق اوپر اُس
بیان کے کہ کہا ہو اُسکو سرخسی نے اور جب لگ جاوے اس اذن سے حکم تو ہو جائیگا اذن جمعہ کا بالاجماع تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم قہستانی مین مذکور ہو
کہ جمعہ پڑھنا قصبات اور بڑے گانون مین جنمین بازار ہون فرض واقع ہوتا ہو بلا اختلاف جبکہ مسجد جامع کے بنانے کا اذن حاکم یا قاضی نے دیا ہو
یا جمعہ کے ادا کرنے کا حکم دیا ہو کیونکہ ادا جمعہ مختلف فیہ ہو قصبات اور بڑے گانون مین تو جب مختلف فیہ پر حکم حاکم ہو گیا وہ مجمع علیہ ہو گیا کذا فی الشامی مختصرا
او فناءہ بکسر الفاء وہو ما حولہ اتصل بہ اولا کما حررہ ابن الکمال وغیرہ لاجل مصالحہ کدفن الموتی ورکض الخیل والمختار للفتوی تقدیرہ
بفرسخ ذکرہ الولوالجی یا شرط صحت جمعہ کی فناء مصر ہو بکسر فا اور فناء وہ جگہ ہو گرد شہر کے جو اُسکے منافع کے لیے مثل دفن کرنے مردون اور
دوڑانے گھوڑون کے ہو خواہ شہر سے متصل ہو یا نہین چنانچہ منقح بیان کیا ہو اُسکو ابن کمال وغیرہ نے اور مختار فتوی کے لیے اندازہ کرنا اُسکا ہو
ایک فرسنگ یعنی تین میل ذکر کیا ہو اسکو ولوالجی نے ہم شامی نے کہا کہ بعض محققین نے تو صرف فنا کی تعریف پر اکتفا کر کے مطلق چھوڑ دیا ہو اُسکی
کچھ حد مقرر نہین کی یعنے جس جگہ شہر کی کار آمد باتین ہوتی ہون وہ فنا ہو جیسے گھوڑون کا پھیرنا اور دوڑانا اور مردون کا دفن کرنا
اور فوج کا جمع ہونا اور چاندماری وغیرہ ہوتی ہو اور بعضون نے اُسکی مسافت بھی مقرر کر دی ہو اور مسافت کے باب مین نو قول ہین کسی
نے کہا کہ شہر کی آواز اسمین آتی ہو کسی نے کہا اذان سنائی دیتی ہو کسی نے کہا چار ہزار ہاتھ کا فاصلہ ہو کسی نے میل کا کسی نے دو کا

سے یہ ہین یعنے نرشاہ کو کسی شہر مین بادشاہ کسی شخص کو ... اور چونکہ یہ تو بہت ہی خوارق کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے یعنے [illegible] ہوا کہ صرف
خطبہ پڑھنے کیواسطے وہ الثانی السلطان ومن نصبہ او امر بہ ... وہ دوسری شرط صحت جمعہ کی بادشاہ ہو یا جو
متغلب ہو یا جس شخص مین درست ہو حکم کرنا عورت کو جمعہ کے قائم کرنے کا اور درست نہین ہو خود امام ہونا عورت کو جمعہ کا مگر نائب اسکو شخص ہی بناتے
کی شرط نہین ہوئی اگرچہ ہم اس سے راضی ہو جاسے یا جسکے پاس فرمان ہو اور اقامت جمعہ سے مراد خطبہ پڑھنا اور نماز پڑھانا ہو تو عورت مگر صحیح دو سو
اگر یہ دونون باتین کرینگے تو درست ہے اور اگر عورت خود خطبہ پڑھے یا نماز پڑھا دے تو درست نہو کیونکہ وہ امامت کی اہل نہین تنام میں ہے کہ عورت
جو بادشاہ ہوتی ہے تو تغلب ہی سے ہوتی ہے ایسے کہ امامت کبریٰ مین مرد ہونا شرط ہے تو شارح کو چاہیے تھا کہ ادنیٰ کہ دو قوا بعض اگرچہ متغلب عورت ہو
اور امورہ باقامتہا ومعبد اذن بنص اجمعوا ان لم تجز ان تحد والقضیۃ اور شخص ہو جسکو بادشاہ وقت نے جمعہ کی امامت کی اجازت دی ہو کوچہ
وہ غلام ہو یا کسی طرف کا عامل مقرر ہوا ہو تو اس غلام کے نکاح کیے ہوئے اور مقدمات کے فیصلے جائز ہونگے کیونکہ یہ دونون امر اس شخص کی طرف
ان ہوتے ہین جسکو ولایت ہو غیر پر اور غلام کو تو اپنے نفس پر بھی ولایت نہین غیر پر کیسے ہوگی کذا فے الطحطاوی ولا ینتخلف الخطیب الا نرخ
من جہۃ امام الاعظم او من جہۃ نائبہ بل یملک الاستنابۃ فی الخطبۃ فقیل لا مطلقا اے لضرورۃ او لا الا ان یفوض الیہ ذلک وقیل ان لضرورۃ
جاز والا لا وقیل نعم یجوز مطلقا بلا ضرورۃ لانہ علے شرف الفوات لتوقتہ فکان الامر بہ اذنا بالاستخلاف دلالۃ ولا کذلک القضاء اور اختلاف ہو تا خین
کا اس خطیب مین جو سلطان یا اسکے نائب یعنے بادشاہ اور قاضی القضاۃ کی طرف سے مقرر ہو کہ اسکو خطبہ پڑھنے کے لیے دوسرے شخص کو نائب
کرنا درست ہے یا نہین یعنے بدون اجازت حاکم کے اپنا نائب کر سکتا ہے یا نہین تو بعض نے کہا کہ درست نہین مطلقا یعنے ضرورت نائب کرنے کی ہو
یا ہو مگر اس صورت مین کہ خطیب مذکور کو یہ امر حاکم کیطرف سے تفویض کر دیا ہو تو خلیفہ کرنا درست ہوگا اور بعض نے کہا کہ اگر کسی ضرورت کی وجہ
اور یعنے خطیب خود کسی مرض یا ضرورت سے وقت پر خطبہ نہین پڑھ سکتا تو دوسرے کو نائب کرنا درست ہے اور اگر ضرورت نہین تو نائب کرنا بھی درست
نہین اور بعض نے کہا کہ ہاں درست ہے مطلقا یعنے اگرچہ بلا ضرورت ہو اسلیے کہ ادائے جمعہ ایک وقت مقرر پر موقوف ہونیکے سبب سے فوت ہو جانیکے
کنارہ پر ہے تو اجازت ادائے جمعہ کی اذن ہے خلیفہ کر لینے کا بطور دلالت کے اور نہین ہے ایسی قضاء یعنے جمعہ کے ادا کے لیے ایک وقت معین ہے کہ وہ گذر جائے
تو جمعہ جاتا رہے اسلیے جب حاکم نے ادائے جمعہ کی خطیب کو اجازت دی تو دلالۃ خلیفہ کرنے کی بھی اجازت ہوئی کیونکہ یہ تو حاکم جانتا ہے کہ اقامت جمعہ مین عذر
اور حادثے بھی خطیب پر آسکتے ہین تو بدون خلیفہ کرنے کے جمعہ کیسے ادا ہوگا اور قضا کے لیے کوئی وقت خاص نہین کہ اسکے گذر جانے سے خوف
اسکے فوت کا ہو تو حکم دینا قضا کا اجازت خلیفہ کرنے کی نہوگی کذا فی الشامی وھو الظاھر من عبارۃ ثم فقہ الباب الخ کل من ملک الجمعۃ
ملک اقامتہ غیرہ اور خطیب کو مطلقا دوسرے کا خلیفہ کر دینا ہی ظاہر ہے فقہا کی عبارتون سے چنانچہ بدائع مین ہے کہ جو شخص مالک ہے جمعہ کا
وہ اختیار رکھتا ہے اپنے غیر کے قائم کرنے کا یعنے جو خود اقامت کر سکتا ہے وہ دوسرے کو نائب کر سکتا ہے وفی النحفۃ فی تعداد الجمعۃ لابن حجر ما
انما یشترط الاذن لاقامتہا عند بناء المسجد ثم لا یشترط بعد ذلک بل الاذن مستصحب لکل خطیب وتمامہ فی البحر اور کتاب تحفہ فی تعداد الجمعۃ مین جو تالیف
ابن حجر ہاشمی کی ہے مرقوم ہے کہ اقامت جمعہ کا اذن صرف مسجد کے بنانے کے وقت شرط ہے پھر اسکے بعد شرط نہین بلکہ اذن ہر خطیب کے واسطے
ساتھ رہتا ہے اور پورا بیان اسکا بحر الرائق مین ہے م تحفہ بضم تون وسکون حیم نام کتاب کا ہے اور ابن حجر باشی بضم حیم [illegible]
کے اساتذہ مین سے ہے حاصل مسئلہ کا یہ ہے کہ جب بادشاہ اول بار اقامت جمعہ کی اجازت ایک شخص کو دیدے تو اس شخص کو اختیار ہے کہ
کو اجازت دیدے اور وہ غیر دوسرے کو اجازت دے اسی طرح اجازت در اجازت چلی جاسے یہ غرض نہین کہ بادشاہ جب امامت جمعہ

اذن کسی مسجد مین دے تو ہر شخص یا ہر خطیب کو اُس مسجد مین اجازت اقامت جمعہ کی ہوگئی اب ضرورت اجازت کی سلطان سے یا جسکو اُسنے اجازت
دی ہو اس سے نہین رہی جیسا کہ ظاہر عبارت شارح سے سمجھا جاتا ہو کذا فی الشامی وما قیدہ الزیلعی لا دلیل علیہ اور زیلعی نے جو قید لگائی ہو کہ خطیب
کو خلیفہ کرنا درست نہین مگر جبکہ بیوضو ہوجاے تو اسپر کوئی دلیل نہین فقہا کی عبارتون سے تو مطلق خلیفہ کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہو دوسرے یہ کہ یہ صورت
خاص نماز مین خلیفہ کرنے کی ہو خطبہ تو بے وضو بھی درست ہو حالانکہ ذکر یہ تھا کہ خطیب خطبہ کے لیے نائب کر سکتا ہو یا نہین کذا فی الشامی ثم اقامۃ الجمعۃ
سے مراد خطبہ اور نماز دونون ہین اور اجازت پر صرف خطبہ موقوف ہو نہ نماز تو اقامت جمعہ کے لیے خلیفہ کرنے سے مراد خطبہ کے واسطے خلیفہ کرنا ہی
نہ نماز کے لیے جیسا کہ بعض فقہا کو وہم ہوا ہی کذا فی المنح وما ذکرہ ملا خسرو وغیرہ ردہ ابن الکمال بفی رسالۃ خاصۃ برھن فیہا علی الجواز بلا شرط واطنب فیہا
وابدع واکثیر من الفوائد اور وہ جس بات کو ملا خسرو وغیرہ نے ذکر کیا ہو اُسکو ابن کمال نے ایک خاص رسالہ مین رد کیا ہو جسمین خلیفہ کرنے کا
جواز بدون شرط اذن سلطانی کے مدلل کیا ہو اور اس رسالہ مین لمبی تقریر نئے ڈھنگ پر بیان کی ہو اور بہت سے فوائد مندرج کیے ہین ثم ملا خسرو
نے بیان کیا ہو کہ خطیب کو نائب کرنا نہین پہونچتا جب تک کہ بادشاہ کی طرف سے اسکو نائب کر لینے کا اختیار نہ دیا گیا ہو وفی مجمع الانہر انہ جائز مطلقا
فی زماننا لانہ وقع فی تاریخ خمس واربعین وتسعمائۃ اذن عام وعلیہ الفتوے اور مجمع الانہر مین ہو کہ خلیفہ کرنا جائز ہو مطلق ہمارے زمانہ مین یعنی
خواہ ضرورت ہو یا نہو اسلیے کہ ۹۴۵ھ مین سلطان کی طرف سے اجازت عام ہوگئی ہو کہ ہر خطیب کو اختیار ہو کہ دوسرے شخص کو اپنا خلیفہ کر دے
اور اسی پر فتوے ہو شامی نے کہا کہ شاید شارح کے زمانہ کے علما کا فتوے مراد ہو تو یہ تصحیح ناتمام ہو کیونکہ اس زمانہ کے علما اہل تصحیح نہین بلکہ تصحیح والے
پیشتر کے لوگ ہین وفی السراجیۃ لو صلی احد بغیر اذن الخطیب لا یجوز الا اذا اقتدی بہ من لہ ولایۃ الجمعۃ ویؤید ذلک انہ یلزم اداء النفل بجماعۃ واقرہ شیخ الاسلام اور
سراجیہ مین ہو کہ اگر کسی نے نماز پڑھائی بدون اذن خطیب کے تو درست نہوگی مگر جبکہ اقتدا کرے اسکے پیچھے وہ شخص جسکو اختیار جمعہ کا ہو کیونکہ اقتدا
کرنے سے دلالۃ اجازت ہوجائیگی اور اگر والی آیا اور اقتدا نہ کیا تو امامت اس شخص کی ناجائز ہوگی اور تائید کرتا ہو عدم جواز کی یہ امر کہ لازم آتا ہی
نفل کا ادا کرنا جماعت سے اور ثابت رکھا ہو اسکو شیخ الاسلام نے ہم یعنی جب جمعہ بدون اذن کے ناجائز ہوا تو یہ نماز نفل ہوگی اور نفل جماعت
سے پڑھنی مکروہ تحریمی ہو حلبی نے کہا کہ مکروہ تحریمی جبھی ہو کہ نیت نفل سے شروع کیا ہو یہان تو نیت فرض سے شروع کیا ہو تو مکروہ کیسے ہوگی کذا
فی الطحطاوی مات والی مصر فجمع خلیفتہ او صاحب الشرط بضمتین حاکم السیاسۃ او القاضی الماذون لہ فی ذلک جاز لان توفیض
امر العامۃ الیہم اذن بذلک دلالۃ مر گیا حاکم کسی شہر کا یا جمعہ مین کسی فساد کے خوف سے نہ آیا کذا فی البدائع پس جمعہ پڑھا دیا اسکے خلیفہ نے یعنی
ولیعہد نے یا حاکم فوجداری نے یا قاضی نے جسکو اقامت جمعہ کی اجازت ہو تو درست ہو اسلیے کہ سپرد کرنا عوام کے امور کا انکو دلالۃ اجازت ہو اقامت
جمعہ کی شارح نے کہا کہ صاحب الشرط بالفتح شین معجمہ وراء مہملہ حاکم سیاست ہو یعنی جمع ہو شرطی کی ہم شامی نے کہا کہ بلکہ بتشدید میم ہو یعنی صیغہ ماضی باب
تفعیل سے فللقاضی القضاۃ بالشام ان یقیمہا وان یولی الخطباء بلا اذن صریح ولا تقریر الباشا سو درست ہو شام کے قاضی القضاۃ کو جمعہ
کا قائم کرنا اور خطیبون کو اختیار دینا بدون اجازت صریح اور بدون مقرر کرنے بادشاہ کے ہم شامی نے کہا کہ یہ اختیار اس قاضی القضاۃ کو ہی جسکو
قاضی المشرق والمغرب کہتے ہین تو قاضی شام اور مصر بدون اجازت اوروں کو اختیار نہین دے سکتے اگر انکو بھی اذن عام خطیبون کے تقرر
کا ہو تو مضائقہ نہین وقالوا یقیمہا امیر البلد ثم الشرطی ثم القاضی ثم من ولاہ قاضی القضاۃ اور فقہا نے ترتیب اقامت جمعہ کی اسطرح بیان
کی ہو کہ جمعہ کو حاکم شہر قائم کرے پھر حاکم سیاست پھر قاضی پھر وہ شخص جسکو قاضی القضاۃ نے مقرر کیا ہو ہم شامی نے کہا کہ حاکم سیاست کا مقدم
کرنا قاضی پر مخالف ہی فقہا کی تصریح کے نماز جنازہ مین کہ قاضی مقدم ہو حاکم سیاست پر ونصب العامۃ الامام غیر معتبر مع وجود من ذکر

ثابت ہے علاوہ اسکے خود جمعہ پڑھنا اور مقرر کرنا امام کا خطیب کا اشخاص مذکورین سے ہونے کی رو سے معتبر نہین ہے بدون اذن قاضی یا سلطان یا
جہت سے نائب کے اگر رعیت کسی کو خطیب کرلیگی تو اسکا اعتبار نہو گا اور اسکے نہ ہونے کی صورت مین مقرر کرنا درست ہوگا بسبب ضرورت کے
علم مراتی الفلاح مین بصورت منقول ہے کہ اگر حاکم کافر ہون تو مسلمانون کو قائم کرنا جمعہ کا درست ہے اور مسلمانون کی رضامندی سے قاضی بنائی
جاتی ہے اور الحاصل لازم ہے کہ مسلمان حاکم مسلمان سے درخواست کرین کذا فی الشامی وجازت الجمعة بمنی فی الموسم فقط لوجود الخلیفة او امیر الحجاز
او العراق او مکة ووجود الاسواق والسکک وکذا کل ابنیة نزل بہا الخلیفة اور جائز ہے جمعہ منٰی مین صرف ایام حج مین بسبب موجود ہونے سلطان کے یا امیر
یا امیر عراق یا حاکم مکہ کے اور بسبب موجود ہونے بازارون اور کوچون کے اور اسیطرح ان مقامات مین کہ سلطان فروکش ہو یعنی حج کے دنون مین منٰی
شہر کی گنتی کا ہے کہ بازار اور گلیان تعمیر ہوتی ہین اور سلطان یا حاکم عرب یا عراق کا یا شریف مکہ کا موجود ہوتا ہے اور بدون حاجیون کے اترنے کے
منٰی گاؤن کا حکم رکھتا ہے اور سلطان اگر اپنی حکومت مین دورہ کرے تو اگرچہ مسافر ہو مگر جس شہر مین فروکش ہو اسکو قائم کرنا جمعہ کا درست ہے کذا فی الطحطاوی
وعدم التعیید بمنٰی للتخفیف اور عید منٰی مین نہ پڑھنا تخفیف کے لیے ہے یہ جواب ہے اس سوال کا کہ اگر منٰی شہر ہے تو جن لوگون پر نماز عید واجب ہے
بلکہ وہ لوگ اسمین نماز عید کیون نہین پڑھتے حاصل جواب یہ ہے کہ عید کا نہ پڑھنا اسلیے نہین کہ منٰی شہر نہو بلکہ اسلیے ہے کہ حاجی افعال حج کے ادا کرنے مین
مشغول رہتے ہین عید پڑھنا انپر سے تخفیف کی جہت سے ساقط ہو گیا کذا فی الطحطاوی لا تجوز لامیر الموسم لقصور ولایتہ علے امور الحج حتے لو اذن لہ
جاز یعنی جائز نہین ہے جمعہ امیر موسم کے موجود ہونے کے وقت بسبب مختصر ہونے اسکی ولایت کے حج کے کامون پر یہانتک کہ اگر اسکو اجازت ہو اقامت
جمعہ کی تو درست ہے اور امیر موسم کو امیر الحاج بھی کہتے ہین پہلے یہ دستور تھا کہ سلطان روم حج کے ایام مین ایک شخص کو اختیار معاملات حج کا سپرد
کرکے روانہ فرماتا تھا اسی لیے اسکی ولایت قاصر تھی جمعہ اسکے باعث سے درست نہ تھا مگر اب یہ دستور ہے کہ حاکم شام کو امیر حج مقرر کیا جاتا ہے اور
چونکہ امیر شام کو ولایت عام ہوتی ہے تو اسمین اور امیر عراق مین کچھ فرق نہین وہ بھی اقامت جمعہ کر سکتا ہے کذا فی الشامی مختصرا ولا بعرفات
لانہا فضاء اور نہین جائز ہے جمعہ عرفات مین اسلیے کہ وہ جنگل ہے یعنے اسمین عمارت نہین صرف میدان ہے وتؤدی فی مصر واحد بمواضع کثیرة
مطلقا علے المذہب وعلیہ الفتوے شرح المجمع للعینی وامامة فتح القدیر دفعا للحرج اور ادا ہو جاتا ہے جمعہ ایک شہر مین بہت سی جگہون مین مطلقا یعنے
شہر بڑا ہو یا چھوٹا اور اسکے بیچ مین نہر فاصل ہو یا نہو اور جمعہ دو مسجدون مین ہو یا زیادہ مین مذہب صحیح یہ ہے اور اسی پر فتوے ہے چنانچہ عینی کی شرح
مجمع اور فتح القدیر کے باب الامامة مین مذکور ہے واسطے دور کرنے حرج کے ہم یعنے ایک جگہ پر جمعہ پڑھنے کو لازم کرنے مین بڑی دقت ہے کہ جو لوگ مسجد سے
بہت فاصلہ پر ہونگے انکو بہت مسافت طے کرنی ہوگی امام سرخسی نے ذکر کیا ہے کہ مذہب صحیح امام اعظم رح کا یہی ہے کہ ایک شہر مین دو جگہ یا زیادہ جمعہ
درست ہے اور اسی کو ہم لیتے ہین کیونکہ حدیث (لا جمعة الا فی مصر) مطلق ہے فقط شہر کو شرط جمعہ فرمایا ہے کذا فی الشامی وعلے المرجوح فالجمعة لمن سبق تحریمة
وتفسد بالمعیة والاشتباہ فیصلے بعدہا آخر ظہر وکل ذلک خلاف المذہب فلا یعول علیہ کما حررہ فی البحر اور قول ضعیف کے بموجب یعنے دو جگہ سے زیادہ
مین جمعہ کے ناجائز ہونے کے بموجب جمعہ اس شخص کا ہوگا جسکی تحریمہ اول ہوگی اور فاسد ہو جائیگا جمعہ تحریمہ کے ایک ساتھ ہونے اور اشتباہ پڑنے
سے تو پڑھے بعد سنتون جمعہ کے چار رکعتین آخر ظہر کی نیت سے اور یہ سب خلاف مذہب قوی کے ہے تو اسپر اعتماد نہ کیا جائے چنانچہ منقح بیان کیا ہے
اسکو بحر الرائق مین ہم ہرچند صاحب بحر نے فتوی ان چار رکعتون کے نہ پڑھنے کا دیا ہے اس خوف سے کہ اسمین جاہل جمعہ کی عدم فرضیت کے معتقد ہو
جائین مگر احتیاط ان رکعتون کے پڑھنے مین ہے تاکہ فرض ذمہ سے یقینا ساقط ہو جاے اسلیے کہ جمعہ اگرچہ قول قوی کے رو سے چند جگہ جائز ہے لیکن اسمین
شبہہ قوی ہے اسلیے کہ ناجائز ہونا چند جگہون مین بھی امام اعظم رح سے مروی ہے اور طحاوی اور تمرتاشی اور صاحب مختار نے اسکو اختیار کیا ہے

یا کسی صحابی یا تابعی سے جمعہ کے چند جا پڑھنے کا جواز ثابت نہین اور شرح منیہ مین عدم جواز کو امام رح سے ظاہر تر روایت بیان کیا ہی اور نہر الفائق مین دادی قدسی سے فتوی اسی قول پر نقل کیا ہی تو معلوم ہوا کہ یہ قول مذہب مین معتمد ہی نہ قول ضعیف اسی جہت سے شرح منیہ مین چار رکعتون کے پڑھنے کو احتیاط کہا ہی کیونکہ خلاف چند جگہ جمعہ کے جائز و ناجائز ہونے مین قوی ہی اور اگر بالفرض عدم جواز ضعیف ہو تب بھی خلاف سے باہر ہونا بہتر ہوتا ہی چہ جائیکہ قول مخالف آئمہ مذہب کا ہو کذا فی الشامی مختصراً وفی المجمع الانہر سخراً بالمطلب والاحوط نیۃ آخر ظہر ادرکتہ وقتہ لان وجوبہ علیہ باٰخر الوقت فتنبہ اور مجمع الانہر مین مطلب کیطرف منسوب یہ ہی کہ زیادہ احتیاط اسمین ہی کہ نیت یون کرے کہ سب سے پچھلا ظہر جسکا مین نے وقت پایا ہو اور ابھی ادا نہ کیا ہو اسلیے وجوب ظہر کا اسپر آخر وقت سے ہی پس آگاہ ہو جا ہم اس تعلیل مین خلل ہی کیونکہ وجوب ظہر اول وقت سے ہی اور اسلیے اس جملہ کو نہر الفائق مین ذکر نہین کیا شارح اسمین بحر الرائق کا تابع ہو گیا ہی کذا فی الطحطاوی اور فائدہ اس نیت کا یہ ہی کہ اگر جمعہ نہوا ہوگا تو پچھلا ظہر جمعہ کے روز کا ہوگا وہ اس نیت سے ادا ہو جائیگا اور اگر جمعہ درست ہوا ہوگا تو سب سے پچھلا ظہر قضا نمازون کا اس سے ادا ہو جائیگا اور نہ نفل ہوگی اور ترتیب شرح منیہ مین اسطرح مذکور ہی کہ اول سنتین ظہر کی پڑھے پھر چار رکعتین احتیاطی پڑھے پھر دو سنتین پڑھے اور چاہیے کہ چارون رکعتون مین سورہ ملا وے اگر قضا نماز اسکے ذمہ نہوا ور اگر قضا ہو تو پچھلی دو رکعتون مین سورہ نہ ملاوے بعض نسخون مین قتنبہ کی جگہ قنیہ ہی اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہی کیونکہ یہ عبارت قنیہ کی ہی کذا فی الشامی و الثالث وقت الظہر فتبطل الجمعۃ بخروجہ مطلقاً ولو لاحقاً بعذر نوم او زحمۃ علی المذہب لان الوقت شرط الاداء لا شرط الافتتاح اور تیسری شرط اسکے وقت ظہر کا ہی پس باطل ہوگا جمعہ وقت کے نکلنے سے مطلقاً یعنی اگرچہ بعد بیٹھنے کے مقدار تشہد کے وقت جاتا رہے تب بھی جمعہ باطل ہو جائیگا گو مقتدی لاحق ہو گیا ہو بسبب عذر سو جانے یا بھیڑ کے مذہب معتمد پر اسلیے کہ وقت شرط ہی ادا کی نہ شرط شروع کرنے کی مم بنا اور زمین ہی کہ مقتدی بھیڑ کے سبب سے رکوع سجدہ پر قادر نہوا یہانتک کہ امام نے سلام پھیر دیا پھر وقت عصر کا ہو گیا تو وہ جمعہ کی نماز پوری کرلے اسلیے شارح نے اس قول کو رد کیا کہ مذہب معتمد یہ ہی لاحق خواہ بھیڑ کی جہت سے ہو یا سو جانے سے اگر وقت ظہر کا نہ رہے تو جمعہ پورا نہ کرے کہ باطل ہو گیا بلکہ ظہر قضا پڑھے اسلیے کہ وقت ظہر ادا کی شرط ہی تو سب نماز وقت کے اندر ہونی چاہیے شروع کی شرط نہین کہ صرف وقت مین شروع کرنے سے جائز ہو جاے کذا فی الطحطاوی والرابع الخطبۃ فیہ فلو خطب قبلہ وصلے فیہ لم تصح اور چوتھی شرط صحت جمعہ کی خطبہ ہی وقت کے اندر پس اگر خطبہ وقت سے پہلے پڑھ لیا اور نماز وقت میں پڑھی تو جمعہ درست نہوگا ضم خطبہ بضم خا معجمہ بمعنے مفعول ہی مشتق ہی خطب سے جسکے معنی دو شخصون مین گفتگو ہونے کے ہین کذا فی الطحطاوی والخامس کونہا قبلہا لان الشرط سابق علیہ بحضرۃ جماعۃ تنعقد الجمعۃ بہم ولو کانوا صما او نیاما فلو خطب وحدہ لم یجز علی الاصح کما فی البحر عن الظہیریۃ لان الامر بالسعے للذکر لیس الا لاستماعہ والمامور جمع وجزم فے الخلاصۃ بانہ یکفی حضور واحد اور پانچوین شرط صحت جمعہ کی ہونا خطبہ کا ہی پہلے نماز جمعہ سے اسلیے کہ شرط چیز کی اس سے پیشتر ہوا کرتی ہی خطبہ ہووے سامنے ایسے لوگون کے جنسے جمعہ ہو جاوے یعنے مرد بالغ اور عاقل ہون اگرچہ بہرے یا سوتے ہوے ہون سو اگر خطبہ پڑھیگا اکیلا بدون کسی مقتدی کے حاضر ہونے کے تو درست نہوگا صحیح تر قول کے موجب چنانچہ بحر الرائق مین ہی ظہیریہ سے اسواسطے کہ حکم چلنے کا ذکر کی طرف نہین ہی مگر اس ذکر کے سننے کے لیے اور مامور لفظ جمع ہی اور یقین کیا ہی خلاصہ مین اسپر کہ کافی ہی حاضر ہونا ایک مقتدی کا مم یعنے آیت (فاسعوا الی ذکر اللہ) مین حکم سعی کا بصیغہ جمع وارد ہی تو ایک کا حاضر ہونا کافی نہوگا اور بہرون اور سوتے ہوؤن کے حاضر ہونے مین ہر چند سننا پایا نہین جاتا مگر بجا آوری سعی کے حکم کی موجود ہی اسلیے خطبہ کا پڑھنا انکے سامنے درست ہوا اور قول خلاصہ کا صحیح نہین اسلیے کہ حضور جماعت شرط ہی پھر ایک کا حاضر ہونا کیسے کافی ہوگا کذا فی الشامی وکفت تحمیدۃ او تہلیلۃ او تسبیحۃ للخطبۃ المفروضۃ مع الکراہۃ وقالا لا بد

[illegible] الحمد للہ کہنا [illegible] تو اس سے [illegible]
[illegible] واجب [illegible] فرض [illegible] الحمد [illegible]
[illegible] صاحبین نے فرمایا کہ [illegible] ذکر طویل [illegible] واجب کے [illegible]
آیت [illegible] ذکر [illegible] سنت [illegible] کراہت [illegible]
[illegible] معلوم ہوتا ہے [illegible] منہاج [illegible] المذہب [illegible]
[illegible] فتاویٰ [illegible] کفایت کرتا ہے [illegible] الحمد للہ کہا [illegible] تو اگر الحمد للہ کہا اپنی چھینک کے لیے یا تعجب کی راہ سے تو
خطبہ کے قائم مقام ہوگا مذہب قوی [illegible] میں کافی ہے الحمد للہ کہنا ذبیحہ پر وقت ذبح کے لیکن مصنف نے کتاب الذبائح میں ذکر کیا ہے کہ الحمد للہ کہنا
چھینکنے والے کا خطبہ کے قائم مقام ہوتا ہے [illegible] اس اختلاف کو [illegible] مصنف نے کتاب الذبائح میں کہا ہے اگر چھینک کی ذبح کرنے کے
وقت اور الحمد للہ کہا تو جانور حلال ہوگا صحیح تر قول میں [illegible] مذہب کے تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر چھینک کے لیے الحمد للہ کہا تو خطبہ
کے لیے کافی ہوگا اور [illegible] بیان کیا ہے کہ خطبہ کا قائم مقام [illegible] شامی نے کہا کہ تطبیق اس طرح ممکن ہے کہ کتاب الذبائح میں [illegible] روایت کے
بموجب ہے جو مقابل مذہب قوی ہے یعنی ایک روایت امام سے ہے کہ الحمد للہ کہنا چھینک والے کا کافی ہے خطبہ کے لیے ویسن خطبتان خفیفتان و
[illegible] قدر سورۃ من طوال المفصل یجلس بینہما بقدر ثلث آیات علی المذہب و تارکہا مسئ علی الاصح کترکہ قراءۃ قدر ثلث آیات
اور مسنون ہیں دو خطبے ہلکے مع ایک جلسہ کے ان دونوں کے درمیان میں مقدار تین آیتوں کے مذہب معتمد پر اور چھوڑنے والا اس جلسہ درمیانی
کا برا کرنے والا ہے صحیح تر قول کے بموجب شارح نے کہا کہ دونوں خطبوں کو اتنا لمبا کرنا کہ برابر ایک سورہ کے طوال مفصل سے ہو جائیں مکروہ ہے جیسے
بقدر تین آیتوں کے پڑھنے کا ترک کرنا خطیب کو مکروہ ہے یعنی اتنا طول دے کہ خطبہ طوال مفصل کی برابر ہو جائے اور نہ اتنا چھوٹا پڑھے کہ تین آیتوں
کی مقدار نہ رہے [illegible] شامی نے کہا کہ بعض خطیب جو دوسرے خطبہ میں درود پڑھنے کے وقت اپنا منہ دہنے اور بائیں کو پھیرتے ہیں تو ابن حجر نے
شرح منہاج میں لکھا ہے کہ یہ بدعت ہے یعنی اس کو ترک کرنا چاہیے تنبیہ آجکل یہ دستور ہو رہا ہے کہ جب خطیب خطبہ اول کو پڑھکر بیٹھتا ہے تو لوگ
ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے لگتے ہیں اسلیے اس مسئلہ کی تحقیق اس جگہ مناسب معلوم ہوتی ہے ابوداؤد میں حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم دو خطبے پڑھا کرتے تھے اس طرح کہ منبر پر چڑھ کر بیٹھتے جب تک کہ موذن فارغ ہو پھر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے پھر بیٹھتے اور کلام نہ کرتے پھر
کھڑے ہوتے اور خطبہ پڑھتے طحطاوی نے کہا کہ اس جلوس میں کوئی دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہوئی اور شمس الائمہ سرخسی نے
شرح ہدایہ میں فرمایا کہ خطیب کو درمیان دو خطبوں کے جدائی کے لیے جلسہ اتنا کرنا چاہیے کہ تمام اعضا اسکے قرار پاجائیں اور اس جلسہ میں دعا [illegible]
ہے اور صنعانی نے لکھا ہے کہ ہاتھ اٹھانا دعا کے لیے دو خطبوں کے درمیان میں غیر مشروع ہے اور جامع الخطیب میں ہے کہ ہاتھ اٹھانا دعا کے لیے دو خطبوں
کے بیچ میں حرام ہے اور شیخ عبد الحق نے شرح مشکوۃ میں حدیث مذکورہ بالا کے ذیل میں لکھا ہے کہ کلام نہ کرنے اسکے یہ معنی کہ نہ دعا مانگتے نہ دعا کے سوا اور کوئی
بات کرتے اور یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ جمعہ میں ساعت دعا کے قبول ہونے کی امام کے منبر پر چڑھنے کے وقت سے نماز کے پورا ہونے تک تو ملا علی قاری نے
اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ یہی وقت ہے کہ غیر امام کو کلام اسوقت میں حرام ہے اور دعا سے مراد وہ دعا ہے جو امام سب مسلمانوں کے لیے پڑھتا ہے خطبہ
نماز کے اندر پس اس سے نہیں ثابت ہو سکتا کہ امام یا سننے والے جلسہ کے اندر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگیں اور اس امر میں [illegible]
دہلی و رامپور و بریلی نے یہی لکھا کہ دونوں خطبوں کے بیچ میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا درست نہیں اگر کوئی بدون ہاتھ اٹھائے اپنے دل میں [illegible]
دعا مانگے تو اسکا مضائقہ نہیں چنانچہ بحر الرائق اور فتح الباری میں مصرح ہے اور عمارہ بن رویبہ نے جب بشر بن مروان کو خطبہ میں ہاتھ اٹھاتے دعا [illegible]

دکھایا تھا تو بد دعا دی تھی چنانچہ ترمذی مین مروی ہی اس سے معلوم ہوا کہ یہ بدعت خلفاء مروانیہ کے زمانہ مین پیدا ہوئی اللہ تعالی اتباع شریعت ہمکو اور سب
دینداروں کو نصیب کرے اور بے اصل بدعتوں سے محفوظ رکھے اور دین خالص پر ہمارا خاتمہ کرے آمین ویجہر بالثانیۃ لاکالاولے ویبدا بالتعوذ سرا اور
انکار کر پڑھے دوسرے خطبہ کو مگر نہ مثل اول کے یعنے اول کو زیادہ بلند آواز سے پڑھے اور دوسرے کو اس سے کم اور شروع کرے اول خطبہ کو اعوذ
باللہ من الشیطان الرجیم آہستہ کہکر یعنے اول اعوذ پڑھے پھر حمد و ثناے الٰہی پھر شہادتین پھر درود شریف پھر وعظ و نصیحت اور قرآن مجید کی آیت اور مجتبی
مین کہا کہ دوسرا خطبہ مثل اول کے ہی مگر اسمین وعظ کی جگہ مسلمانوں کے لیے دعا مانگے بحر الرائق مین کہا کہ دوسرے خطبہ مین ایک آیت کا پڑھنا مسنون ہی کذا
فی الشامی ویندب ذکر الخلفاء الراشدین والعمین لاالدعاء للسلطان وجوزہ القہستانی اور مستحب ہی ذکر کرنا خلفاء راشدین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے دو عم بزرگوار یعنے حضرت حمزہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم اجمعین کا نہین مستحب ہی دعا مانگنا خطبہ مین بادشاہ کے لیے اور جائز رکھا ہی
اسکو قہستانی نے ہم شامی نے کہا کہ جائز ہونے سے یہ اشارہ ہوا کہ مستحب نہین اور باب الامامۃ مین جو شارح نے لکھا ہی کہ دعا امام کی نیک بختی کے لیے
واجب ہی وہ اس قول کے مخالف نہین کیونکہ یہان خاص خطبہ کا ذکر ہی ویکرہ تحریما وصفہ بما لیس فیہ اور مکروہ تحریمی ہی صفت بیان کرنی بادشاہ کی
ایسے امور سے کہ اسمین نہون مثلاً عادل کہنا جس صورت مین کہ وہ ظالم ہو کیونکہ یہ وصف بیان کرنا خطیب کا جھوٹ ہوگا ویکرہ تکلمہ فیہا الالامر بمعروف
لانہ منہا اور مکروہ ہی کلام کرنا خطیب کا خطبہ کے اندر مگر امر بالمعروف کرنے کے لیے کلام مکروہ نہین کیونکہ یہ کلام تو خطبہ ہی سے ہی یعنے اچھی بات کا حکم
کرنا جزو ہی خطبہ کا طحطاوی نے کہا کہ کلام کی کراہت کو مطلق بیان کیا تو ظاہرا مکروہ تحریمی ہی ومن السنۃ جلوسہ فے مخدعہ عن یمین المنبر ولبس السواد
وترک السلام من خروجہ الے دخولہ فے الصلوۃ وقال الشافعے اذا استوی علے المنبر سلم مجتبے اور سنت ہی بیٹھنا امام کا اپنے حجرہ مین منبر کے داہنے
طرف اور پہننا سیاہ لباس کا اور نہ سلام کرنا خطبہ کے لیے نکلنے کے وقت سے نماز مین داخل ہونے تک اور امام شافعی رح نے فرمایا کہ جب منبر پر
بیٹھے تو سلام کرے کذا فے المجتبی ہم مخدع بروزن منبر قاموس مین لکھا ہی اور سیوطی نے بروزن مکتب اور مضمر بیان کیا ہی وہ خلوتخانہ ہی جو مسجد کے
اندر بنا ہو تو جن مسجدون مین ایسا مکان منبر کے داہنے طرف نہو وہان امام داہنی طرف بیٹھے اور قبل خطبہ کے محراب کے اندر خطیب کو نماز پڑھنا مکروہ
ہی کذا فی الشامی وطہارۃ وستر عورۃ قائما اور مسنون ہی دونون خطبون کا پڑھنا طہارت اور ستر عورت کے ساتھ کھڑا ہو کر یعنے یہ تینون باتین
مسنون ہین شرط نہین پس اگر خطبہ بیوضو پڑھیگا یا ہوا وغیرہ سے برہنگی کھلجائیگی یا بیٹھ کر پڑھیگا تو جائز ہوگا کراہت کے ساتھ اور اسکا اعادہ واجب
نہوگا کذا فی الطحطاوی وہل ہی قائمۃ مقام رکعتین الاصح لا وکرہ الزیلعی بل کشطرہا فے الثواب اور کیا خطبہ قائم مقام دو رکعتون کے ہی صحیح تر یہ ہی
کہ نہین ذکر کیا ہی اسکو زیلعی نے بلکہ ثواب مین نصف نماز جمعہ کے مانند ہی ہم یعنے یہ جو اثر مین وارد ہی کہ خطبہ نصف صلوۃ ہی اس سے بظاہر یہ معلوم
ہوتا ہی کہ ظہر کی دو رکعتون کے قائم مقام خطبہ ہی جیسے جمعہ کا دوگانہ قائم مقام اسکی دو رکعتون کے ہی تو اس سے یہ نکلتا ہی کہ نماز کی شرطین خطبہ مین
بھی ہونی چاہیئن شارح اس اثر کی تاویل بیان کرتا ہی کہ مراد اس سے یہ ہی کہ خطبہ کا ثواب جمعہ کی نماز سے آدھا ہوتا ہی نہ یہ کہ ظہر کی دو رکعتون کے قائم
مقام ہی اور نماز کی شرطین اسمین لازم آوین کذا فی الشامی ولو خطب جنبا ثم اغتسل وصلے جاز اور اگر خطبہ پڑھا حالت جنابت مین پھر نہایا اور نماز پڑھائی
جائز ہی یعنی نہانا فاصل متصور نہوگا کیونکہ نماز کے اعمال مین سے ہی لیکن بہتر ہی اعادہ کرنا خطبہ کا کذا فی البحر ولو فصل باجنبی فان طال بان رجع لبیتہ
فتغذی او جامع واغتسل استقبل خلاصہ اے لزوما لبطلان الخطبۃ سراج لکن سیجی انہ لایشترط اتحاد الامام والخطیب اور اگر خطبہ اور نماز مین فعل اجنبی کا
فاصلہ کیا تو اگر فاصلہ بہت ہوا اسطرح کہ امام اپنے گھر پر چلا آیا اور کھانا کھایا یا صحبت کی اور نہایا تو خطبہ از سر نو پڑھے کذا فی الخلاصۃ یعنے واجب ہی
از سر نو پڑھنا بسبب باطل ہو جانے خطبہ کے کذا فی السراج لیکن آگے آویگا کہ شرط نہین ہی ایک ہونا نماز پڑھانیوالے اور خطبہ پڑھنے والے کا یعنی بعض

سو جماعت کی شرط نہیں تو بعد خطبہ کے چلے گئے اور باقی رہے تو جمعہ جائز ہے اور اگر بعد تحریمہ کے چلے گئے تو امام جمعہ پورا کرے کذا فی شرح

اور اسی میں ہے اور اقل جماعت تین رجال ہیں سوائے امام کے اور جس شرط کے سبب سے جمعہ جائز ہو

اور یہ اسی وقت ہے کہ جمعہ کی جماعت ہو اور تین مرد جماعت کو شرط ہیں سوائے امام کے اس کے سبب سے کہ جو ان تینوں کے

سوا ہوں اسلیے کہ وہ بات کہ سوائے امام کے تین ہوں معلوم ہوا کہ ایک مرد اور دو عورتیں یا لڑکے کے سوا ہوں یہ

بہت نیسا وقت ہو جن تین مردوں کو جمعہ کا معلوم ہوا کہ اگر غلام یا مسافر یا بیمار یا امی یا گونگے ہوں تب بھی جمعہ درست ہوگا اور مردوں کی نیت

اور وہ تین قلیلین وہ کسی حال میں امام ہونے کی لیاقت نہیں رکھتے اور امام ابو یوسف کے نزدیک سوائے امام کے تین مرد شرط جماعت کے ہیں کذا فی

فان نفروا قبل سجود و بعد التحریمۃ بطلت پس اگر جماعت کے لوگ چلے جائیں پہلے سجدہ کرنے امام کے تو جمعہ باطل ہو جاوے گا اور ظہر کی نماز

از سر نو پڑھے اور صاحبین نے فرمایا کہ اگر تحریمہ کے بعد چلے جائیں تب جمعہ باطل ہوگا تو صاحبین کے نزدیک بعد تحریمہ کے اگر جائیں تو جمعہ باطل نہوگا

امام اسکو جمعہ کر کے وان بقی ثلثۃ رجال ولذا الی بالثالث او نفروا بعد سجود او عادوا او ادرکوہ راکعا او نفروا بعد الخطبۃ وصلی بآخرین لا تبطل اتما

جمعہ اور اگر جماعت میں تین مرد رہ گئے یا بعد سجدہ کرنے امام کے سب چلے گئے یا بعد تحریمہ یا خطبہ کے چلے گئے لیکن پھر چلے آئے اور امام کے ساتھ

رکوع میں شامل ہو گئے یا خطبہ کے بعد چلے گئے اور امام نے دوسرے مقتدیوں کے ساتھ نماز پڑھی جو خطبہ میں نہ تھے تو ان صورتوں میں جمعہ باطل

نہوگا اور امام اس نماز کو جمعہ ہی پورا کرے شارح نے کہا کہ ثلثۃ سے مرد مراد ہیں اسی لیے ماتن نے اس لفظ کو ت کے ساتھ ذکر کیا کہ مذکر میں سے ہیں

یا مذکر کے لیے ت کے ساتھ آتے ہیں طحطاوی نے کہا کہ یہ کیا ضرور ہے کہ مذکر پورے مرد ہوں لڑکے بھی تو اسی طرح ثلثۃ بولے جاتے ہیں مذکر کے

آدمیوں کے چلے جانے سے اسلیے جمعہ پڑھے کہ جماعت شرط ابتدا کی نہیں اور نفروا بعد الخطبۃ کے ذکر کی حاجت نہیں کیونکہ اسکو شارح پہلے کہہ چکا ہے کہ خطبہ میں

سننے والوں کے سوا ہوں والسابع الاذن العام من الامام وهو یحصل بفتح ابواب الجامع للواردین کافی فلا یضر غلق باب القلعۃ لعدو او لعادۃ قدیمۃ

لان الاذن العام مقرر لاهله وغلقه لمنع العدو لا المصلی نعم لو لم یغلق لکان احسن کما فی مجمع الانهر معزیا لشرح عیون المذاهب قال وهذا اولی مما فی

والمنح فلیحفظ اور ساتویں شرط صحت جمعہ کی اذن عام ہے امام کی طرف سے یا اسکے نائب کی طرف سے جو جمعہ کے قائم کرنے کا اختیار رکھتا ہے اور اذن عام

حاصل ہوتا ہے مسجد جامع کے دروازوں کے کھلے رکھنے سے واردوں کے لیے یعنی جنپر ادائے جمعہ چاہیے انکی روک نہو کذا فی الکافی اس سے معلوم

ہوا کہ صریح اذن مشروط نہیں دروازوں کا کھلا رہنا اور مکلفین جمعہ کا روکا نجانا کافی ہے تو نہیں ضرر کرتا بند کرنا دروازہ قلعہ کا دشمن کے سبب سے

یا عادت قدیم کی جہت سے اسلیے کہ اذن عام ثابت ہے شہر کے باشندوں کو اور بند کرنا دشمن کی روک کے لیے ہے نہ نمازیوں کے

کھلا چھوڑ دے یعنی جبکہ خوف دشمن کا نہو تو بہتر ہے چنانچہ مجمع الانہر میں ہے منسوب شرح عیون المذاہب کی طرف

قلعہ کا بہتر ہے اس قول سے جو بحر الرائق اور منح الغفار میں ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے بحر الرائق میں مذکور ہے

اپنے لشکر اور باشندگان قلعہ کے ساتھ جمعہ پڑھے تو جمعہ جائز نہوگا چنانچہ ماتن آگے بیان کرتا ہے فلو دخل امیر حصنا او قصره واغلق بابه

باصحابه لم تنعقد ولو فتحه واذن للناس بالدخول جاز وکره پس اگر داخل ہوا کوئی حاکم قلعہ میں یا اپنے محل میں اور بند کر دیا دروازہ قلعہ کا

کا اور نماز پڑھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ تو جمعہ منعقد نہوگا کیونکہ اذن بظاہر نماز کے وقت چاہیے اور یہ اس صورت میں حاصل نہوگا اور اگر

دروازہ کو کھولدیا اور لوگوں کو اندر آنے کی اجازت دی تو جمعہ درست ہوگا اور مکروہ ہوگا وجہ کراہت کی یہ ہے کہ

الطحطاوی فالامام فی دینه ودنیاه الی العامۃ محتاج فسبحان من تنزه عن الاحتیاج پس امام اپنے دین اور دنیا میں عوام کا محتاج ہے

وہ ذات جو احتیاج سے پاک ہے یعنی دنیا میں امام کو عوام کی حاجت ہے واسطے حفاظت سلطنت اور کاروبار ملکی اور فوج کشی وغیرہ کے اور دین کے امور
مثل جمعہ اور عیدین کے بدون عوام کے میسر نہیں تو دونوں میں محتاج عوام کا ہوا (وشرط لافتراضہا تسعۃ تختص بہا) اور شروط میں جمعہ کی
فرضیت کے لیے تو شرطیں جو خاص ہیں جمعہ کے لیے نو باتیں ہیں شرائط فرضیت کی گیارہ لکھی ہیں مگر چونکہ عقل و بلوغ خاص جمعہ کے لیے نہیں
بلکہ ہر نماز فرض کے واسطے ہیں اسلیے شارح نے نو کو خاص جمعہ کے لیے کہا (اقامۃ بمصر واما المنفصل عنہ فان کان یسمع النداء تجب علیہ عند محمد
وبہ یفتی کذا فی الملتقی وقدرہ بعض الولوالجیۃ تقدیرہ بفرسخ ورجح فی البحر اعتبار عودہ لبیتہ بلا کلفۃ) شرط اول فرضیت جمعہ کی مقیم ہونا ہے شہر میں
یعنے مسافر پر واجب نہیں نہ اسپر جو شہر یا متصل شہر کے مقیم نہو اور شہر سے علیحدہ رہنے والا اگر اذان کی آواز سنتا ہو تو جمعہ اسپر واجب ہے امام محمد کے
نزدیک اور اسی پر فتوے ہے ایسا مذکور ہے ملتقی میں اور بعضے نے ولوالجیہ سے نقل کیا ہے کہ گرد شہر کا انداز ایک فرسنگ ہے یعنے تین میل اور ترجیح دی ہے
بحر الرائق میں اعتبار کرنے نماز کے لوٹ آنے کو اپنے گھر بدون مشقت کے ہم پہلے بیان ہو چکا ہے کہ میل و فرسنگ وغیرہ کے فاصلہ کا کچھ اعتبار نہیں بلکہ
گرد شہر وہی ہے جسمیں اسکے منافع کی خبریں ہوتی ہوں (وصحۃ والحق بالمریض الممرض والشیخ الفانی) اور دوسری شرط فرضیت جمعہ کی تندرستی ہے
یعنے بیمار پر جمعہ واجب نہیں اور لاحق کیا گیا ہے بیمار سے بیمار دار یعنے جو بیمار کی خبر گیری کرتا ہو اسطرح کہ اگر مثلاً وہ چلا جائے تو بیمار کی کوئی خبر نہ لے
کذا فی الحلبیہ اور شامل کیا گیا ہے بیمار سے شیخ فانی یعنے بہت بوڑھا جو چلنے پھرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو (وحریۃ والاصح وجوبہا علی مکاتب ومبعض واجیر
ویسقط من الاجر بحسابہ ولو بعیدا والا لا) اور تیسری شرط وجوب جمعہ کی آزاد ہونا ہے کہ غلام پر جمعہ واجب نہیں اور صحیح تر قول یہ ہے کہ جمعہ واجب ہے
مکاتب پر اور اس غلام پر جسکا ایک حصہ آزاد ہو گیا اور بقیہ کے لیے کمائی کرتا ہو اور واجب ہے مزدور پر اور ساقط ہو جائیگی مزدوری اجرت کے
حساب سے اگر مزدور مسجد جامع سے دور ہو اور اگر پاس ہو گا تو مزدوری ساقط نہو گی ہم یعنے مثلاً اتنا دور ہے کہ نماز کو جانے اور آنے میں چوتھائی
دن یعنی ایک پہر لگتا ہے تو اس روز کی اجرت میں سے چہارم وضع ہو جائیگا اسکا مطالبہ مالک سے نہیں کر سکتا کذا فی الشامی (ولو اذن لہ مولاہ وجبت
وقیل یخیر جوہرہ ورجح فی البحر التخییر) اور اگر غلام کو آقا نے نماز کی اجازت دی تو جمعہ واجب ہے اور بعض فقہا نے کہا ہے کہ غلام کو اختیار ہے چاہے جمعہ پڑھے چاہے
ظہر پڑھے اپنے مقام پر اور ترجیح دی ہے بحر الرائق میں اختیار دینے کو (وذکورۃ محققۃ) اور چوتھی شرط جمعہ کے واجب ہونے کی مرد ہونا ہے یقیناً یعنے
عورتوں اور خنثے مشکل پر جمعہ واجب نہیں (وبلوغ وعقل ذکرہ الزیلعی وغیرہ ولیسا خاصین) اور پانچویں شرط جمعہ کے واجب ہونے کی بالغ
ہونا ہے اور چھٹی شرط عاقل ہونا یعنے لڑکے نابالغ اور مجنون پر واجب نہیں ذکر کیا ہے اسکو زیلعی وغیرہ نے اور یہ دونوں باتیں جمعہ کے لیے خاص
نہیں بلکہ ہر ایک فرض کی فرضیت کے لیے شرط ہیں (ووجود بصر فتجب علی الاعور) اور ساتویں شرط ہے موجود ہونا بینائی کا اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ
واجب ہے کانے پر شامی نے کہا اسیطرح واجب ہے چندھے پر مگر اندھے پر واجب نہیں اگرچہ اسکو پہونچانے والا میسر ہو (وقدرتہ علی المشی وجزم فی البحر
بان سلامۃ احدہما لہ کاف فی الوجوب لکن قال الشمنی وغیرہ لا تجب علی مفلوج الرجل ولا مقطوعہا) اور آٹھویں شرط فرضیت جمعہ کی قادر ہونا نمازی
کا ہے چلنے پر یقین کیا ہے بحر الرائق میں کہ درست ہونا ایک پانوں کا نمازی کے لیے کافی ہے واجب ہونے میں لیکن شمنی وغیرہ نے کہا ہے کہ واجب
نہیں اس شخص پر جسکی ٹانگ فالج زدہ ہو یا کٹی ہوئی ہو ہم شامی نے ابو مسعود سے ان دونوں روایتوں میں تطبیق اسطرح نقل کی ہے کہ مراد بحر الرائق کی
ایک پانوں کی سلامتی سے یہ ہے کہ لنگڑا ہی مانع مسجد کے جانے کا نہو اور غرض شمنی وغیرہ کی یہ ہے کہ مسجد تک نجا سکتا ہو اور شارح کو مناسب تھا کہ
بجائے احدہما کے احداہما کہتا اسلیے کہ رجل مؤنث ہے (وعدم حبس وعدم خوف وعدم مطر شدید ووحل وثلج ونحوہما) اور نویں شرط فرضیت جمعہ کی
محبوس نہونا ہے اور دسویں شرط خوف کا نہونا مثلاً حاکم یا چوروں وغیرہ سے اور گیارھویں شرط نہونا سخت بارش اور کیچڑ اور برف اور اسکے مثل کا جیسے شدت

[illegible] جمعہ [illegible] اور [illegible] جمعہ [illegible]
[illegible] جمعہ [illegible] ان [illegible]
[illegible] وقت فرضها من الوقت [illegible] بالفعل [illegible] سبب [illegible]
[illegible] اور جمعہ پڑھتے [illegible] جمعہ فرض واقع ہو [illegible] ظہر کے عوض [illegible]
[illegible] اور بحر الرائق مین ہو کہ جمعہ سب لوگون کے حق مین افضل ہو [illegible]
[illegible] افضل ہو [illegible] مقابل رخصت [illegible] رخصت مین شرع کیطرف سے تخفیف ہوئی [illegible]
[illegible] اور جمعہ [illegible] ظہر کا پڑھنا سہولت کی وجہ سے رخصت ہو اور جمعہ [illegible]
[illegible] جمعہ کو ادا کیا [illegible] جمعہ تو صحیح نہ رکھین اور اسپر ظہر لازم کرین تو اسپر [illegible]
[illegible] سہولت [illegible] ومشقت ہو جائیگی کذا فی الشامی وفیہا صلاحیتہ فیہاسن حلیۃ اما الغیر با لجارت لمسافر [illegible]
[illegible] بالطریق الاولی اور لیاقت امامت کی رکھتا ہو جمعہ مین وہ شخص کہ امام ہونے کے لائق ہو غیر جمعہ مین جائز ہو امام [illegible]
اور [illegible] اور جمعہ انکے حاضر ہونے سے بطریق اولے ہو امام شافعی نے فرمایا ہو کہ ان لوگون کی امامت تو صحیح ہو [illegible]
[illegible] تو جمعہ [illegible] اسلیے ماتن نے کہا کہ جمعہ انسے ہو جاتا ہو کیونکہ جب انہین لیاقت امام ہونے کی ہو تو لیاقت مقتدی ہونیکی اولی
اولی ہوگی کذا فی العنایۃ وحرم لمن لا عذر لہ صلوۃ الظہر قبلہا الا بعد ما فرغ [illegible] لکونہ سببا لتفویت الجمعۃ [illegible]
اور حرام ہو اُس شخص کو کہ عذر نہو ظہر کا پڑھنا جمعہ سے پیشتر جمعہ ہی کے دن مین شہر کے اندر لیکن بعد جمعہ کے ظہر کا پڑھنا مکروہ نہین کذا فی [illegible]
شارح نے کہا کہ پیشتر جمعہ کے ظہر پڑھنا اسلیے حرام ہو کہ ظہر سبب ہوتا ہو واسطے فوت کرنے جمعہ کے اور جمعہ کو فوت کرنا حرام ہو تو جو چیز حرام کا سبب ہو
وہ بھی حرام ہو مع شامی نے کہا فی یومہا متعلق ہو واقعا محذوف سے جو حال ہو ظہر کا یعنے اسی روز کا ظہر حرام ہو نہ اُس سے پیشتر کا [illegible]
[illegible] کہ اگر کا [illegible] مین قبل جمعہ ظہر پڑھ لیگا تو مکروہ نہوگا [illegible] قدوری وغیرہ کتب فقہ مین نماز ظہر کو قبل ادا جمعہ مکروہ لکھا ہو اور ماتن نے حرام [illegible]
بحر الرائق نے کراہت ہی ثابت کی ہو فان فعل ثم ندم وسعی الیہا [illegible] ولو کان فی المسجد لم یبطل الا بالشروع قید لقولہ الیہا [illegible]
مع فراغ الامام ولم [illegible] صلاتہ بطل [illegible] الاصح فالبطلان بہ مقید بامکان ادراکہا بان انفصل عن باب دارہ والامام فیہا [illegible] البعد [illegible]
فالاصح انہ لا یبطل سراج بطل ظہرہ لا اصل الصلوۃ ولا ظہر من اقتدی بہ ولم یسع اور کہا اولا فرق بین معذور وغیرہ [illegible]
غیر معذور نے جمعہ سے پیشتر ظہر پڑھ لیا پھر نادم ہوا اور جمعہ کیطرف سعی کی یعنے جمعہ پڑھنے کو چلا اسطرح کہ اپنے مکان کے دروازہ سے باہر [illegible]
ظہر باطل ہوگا یعنے فرضیت باطل ہوگی نہ اصل نماز بلکہ نماز نفل ہو جائیگی اور نہ باطل ہوگا ظہر اُس شخص کا جسنے غیر معذور [illegible] کے پیچھے نماز [illegible]
ہوگی اور جمعہ کے لیے سعی نکی ہوگی خواہ ظہر پڑھنے والے کو سعی کے بعد جمعہ ملے یا نہ ملے دونون صورت مین فرض ظہر باطل ہونگے بدون فرق کے [illegible]
معذور اور غیر معذور کے مذہب صحیح کے بموجب شارح نے کہا کہ ماتن نے چلنے کو سعی سے تعبیر کیا بسبب اتباع آیت کے یعنی آیت مین فاسعوا [illegible]
ماتن نے سعی کہا اور ماتن نے قید جمعہ کی طرف سعی کی اسلیے لگائی کہ اگر ظہر پڑھنے والا اپنے کام کو نکلے یا اُسوقت نکلے کہ امام کا فارغ ہونا اور اُسکا نکلنا [illegible]
ساتھ ہو یا امام نے جمعہ کو سرے سے قائم ہی نکیا ہو تو ظہر باطل نہوگا صحیح تر قول مین کیونکہ ان صورتون مین اُسکی سعی جمعہ کیطرف نہوگی پس باطل ہونا ظہر کا [illegible]
ہو جمعہ کے پاسکنے کے ساتھ تو اگر بعد مسافت کے سبب سے جمعہ کو نپایا تو صحیح مذہب یہ ہو کہ ظہر باطل نہوگا کذا فی السراج مع شامی [illegible]

شارح نے لکھا ہی سو صحیح ہین اور سراج کے مسئلہ مین جو منقول نقل کیا ہی تو یہ غلط ہی کیونکہ بحر الرائق مین کہا ہی کہ ایصال متعلق رکھنے سے وہ صورت بھی
شامل ہو گئی کہ جمعہ کو پایا ہو دوری فاصلہ کی جہت سے حالانکہ سعی کیوقت امام جمعہ پڑھتا تھا یا شروع ہی نہین کیا تھا اور یہ قول بعضون کا ہی اور درست یہ ہی کہ
یہی صحیح ہی اسلیے کہ نمازی جمعہ کیطرف چلا اُسوقت کہ جمعہ اسکا ابھی تک فوت نہین ہوا انتہی اور معذور کو ہر چند حکم سعی کا نہین توجہ ہی مگر جب اسکا ظہر ہو جانا
تو اپنے اوپر لازم کر لینے سے وہ بھی غیر مذکور کے حکم مین شامل ہو گیا وکرہ تحریماً لمعذور و مسجون و مسافر اداء ظہر بجماعۃ فی مصر یوم الجمعۃ
لتقلیل الجماعۃ وصورۃ المعارضۃ اور مکروہ تحریمی ہی معذور اور محبوس اور مسافر کو ادا پڑھنا ظہر کا جماعت سے شہر کے اندر جمعہ سے پہلے اور پیچھے بسبب
کم ہو جانے جماعت کے اور صورت مقابلہ کے ہم اداکی قید سے معلوم ہوا کہ ظہر قضا کی جماعت ان لوگون کو مکروہ نہین اسیطرح گاؤن والون کو جماعت
ظہر کی مکروہ نہین اور شہر مین وجہ کراہت یہ ہی کہ جمعہ کی جماعت کم ہو جائیگی یعنے معذورون کو پڑھتے دیکھکر اگر کوئی غیر معذور شریک ہو جائیگا تو جماعت جمعہ کی
کم ہو جائیگی اور دوسری وجہ معارضہ ہی یعنے حکم اقامت جمعہ کا ہی تو دوسری جماعت کی اقامت مقابلہ اور معارضہ حکم کی ہی کذا فی الطحطاوی والا ہذا یسن
تغلق یوم الجمعۃ الا الجامع اور مصنف نے ظہر کی نماز جماعت سے پڑھنے کو مکروہ تحریمی بتا کر یہ افادہ کیا کہ تمام مسجدین جمعہ کے روز بند کیجائین سوا
جامع مسجد کے یعنے اسلیے کہ مسجدین اجتماع کی جگہ ہین تو انکے بند رکھنے سے اجتماع کی نوبت ہی نہ پہنچیگی وکذا اہل مصر فاتتہم الجمعۃ فانہم
یصلون الظہر بغیر اذان ولا اقامۃ ولا جماعۃ اور اسیطرح مکروہ ہی جماعت سے ظہر پڑھنا شہر والون کو جنکو جمعہ نہ ملا ہو بلکہ وہ ظہر پڑھین بدون اذان و
تکبیر اور جماعت کے ویستحب للمریض تاخیرہا الی فراغ الامام وکرہ ان لم یؤخر ہو الصحیح اور مستحب ہی بیمار کو دیر کر کر پڑھنا نماز ظہر کا امام کے فارغ ہونے تک
جمعہ سے اور مکروہ تنزیہی ہی اگر تاخیر نہ کرے یہی صحیح ہی ومن ادرکہا فی تشہد او سجود سہو او تشہدہ علی القول بہ فیہا یتمہا جمعۃ خلافاً لمحمد کما یتم
فی العید اتفاقاً کما فی عید الفتح اور جو شخص جمعہ مین ملے التحیات کے اندر یا سجدہ سہو کے اندر یا سجدہ سہو کے تشہد مین وہ تمام کرے جمعہ یعنے
دوگانہ پڑھے شارح نے کہا کہ یہ ان لوگون کے قول کے موجب ہی جو سجدہ سہو جمعہ مین کرنے کو کہتے ہین یعنی متاخرین کے نزدیک اولیٰ یہ ہی کہ کثرت ازدحام
جمعہ وغیرہ مین سجدہ سہو نکرے تو اس قول کے موجب سجدہ سہو یا اسکے تشہد مین نہ ملیگا دوگانہ تمام کرے شیخین کے نزدیک بخلاف امام محمد کے انکے نزدیک
اگر ایک رکعت سے کمتر ملے تو جمعہ نہ تمام کرے بلکہ ظہر پورا کرے جیسے تمام کرے دوگانہ عید کا بالاتفاق چنانچہ فتح القدیر کے باب العید مین ہی یعنی اگر عید کے
تشہد یا سجدہ سہو مین ملے تو بالاتفاق دو رکعتین پوری کرے لکن فی السراج انہ عند محمد لم یصر مدرکا لہ لیکن سراج مین ہی کہ نمازی امام محمد کے نزدیک عید کا پانیوالا نہوگا
یعنی تشہد مین ملنے کی صورت مین عید کی نماز امام محمد کے نزدیک نہوگی بلکہ نفل پوری کرے اور عید کیطرح نہ پڑھے بلکہ بلا زائد تکبیرون کے پورا کرے شامی نے کہا
کہ قول اول صحیح ہی یعنے بالاتفاق عید کا دوگانہ پورا کرے وینوی جمعۃ لا ظہراً بالاتفاق فلو نوی الظہر لم یصح اقتداؤہ اور نیت کرے تشہد مین ملنے والا
جمعہ کی نہ ظہر کی بالاتفاق تو اگر ظہر کی نیت کریگا تو اسکا اقتدا درست نہوگا بالاتفاق ثم الظاہر انہ لا فرق بین المسافر وغیرہ نہر بحثاً پھر ظاہر یہ ہی کہ نہین فرق
ہی مسافر اور غیر مسافر مین کذا فی النہر بحثاً مع ظہیریہ مین ذکر کیا ہی کہ اگر مسافر تشہد مین جمعہ کے ملے تو وہ چار رکعتین پڑھے اسلیے شارح نے ذکر کیا کہ
مسافر اور غیر مسافر دونون برابر ہین شیخین کے نزدیک جمعہ ہی پورا کرین واذا خرج الامام من الحجرۃ ان کان والا فقیامہ للصعود شرح المجمع فلا صلوۃ
ولا کلام الی تمامہا وان کان فیہا ذکر الظلمۃ علی الاصح اور جب امام حجرہ سے نکلے اگر حجرہ ہو ورنہ امام کا کھڑا ہونا منبر پر چڑھنے کے لیے معتبر ہی
کذا فی شرح المجمع تو اسوقت سے نہ کوئی نماز ہی نہ کلام خطبہ کی تمامی تک اگرچہ خطبہ مین ذکر ظالمون کا ہو صحیح تر قول کے موجب ہم مقابل قول اصح کا
یہ ہی کہ جب ظالمون کا ذکر خطبہ مین ہو اسوقت کلام درست ہی اور کان کو ذکر لایا باعتبار مکان کے ہی کذا فی الطحطاوی خلا قضاء فائتۃ
لم یسقط الترتیب بینہا وبین الوقتیۃ فانہا لا تکرہ سراج وغیرہ لضرورۃ صحۃ الجمعۃ والا لا کوئی نماز خطبہ کے وقت جائز نہین

۱۲ اسلیے کہ اتحاد نماز امام اور مقتدی کا شرط ہی صحت اقتدا کی اور وہ اس صورت مین نہوا

[illegible] خطبہ جمعہ کے [illegible] سورہ [illegible]

[illegible] صاحب [illegible] خطبہ [illegible]

[illegible] خطبہ کے وقت [illegible]

[illegible] اگر امام خطبہ کے لیے [illegible] رکعت [illegible]

جو کچھ پڑھتا ہو امام کرے صحیح تر قول میں اور قراءت چھوڑ دے یعنی تشہد پڑھ لے جب پاؤں [illegible] کذا فی التجرید [illegible]

[illegible] فی الخطبۃ [illegible] صاحب [illegible] فرق [illegible]

مثل [illegible] حرام ہیں خطبہ کے اندر کذا فی الخلاصۃ [illegible] حرام ہے خطبہ کے وقت کھانا اور پینا اور کلام

[illegible] اگرچہ سبحان اللہ کہنا ہو یا سلام کا جواب دینا یا اچھی بات کا حکم کرنا ہو بلکہ واجب ہے آدمی پر کہ چپ رہے جو دور [illegible] کے درمیان

نزدیک اور دور کے شخصوں کے صحیح تر قول میں کذا فی المحیط اور قول ضعیف یہ ہے کہ جو خطبہ سے دور ہو تو کلام کا مضائقہ نہیں بعض نے کہا کہ

تسبیح کو ان کے قول پر متفرع کرنے میں کلام ہے اسلیے کہ تسبیح نماز میں حرام نہیں اور امر بالمعروف سے خطیب مستثنیٰ ہے جیسا کہ پیچھے بیان ہو

[illegible] من خیف الہلاک لانہ یجب حق الآدمی وہو محتاج الیہ والانصات حق اللہ تعالیٰ ومبناہ علی المسامحۃ [illegible] نہیں [illegible]

اور اس شخص کا جسکے ہلاک کا خوف ہو یعنے اگر کسی آدمی کو خطبہ کے وقت کنوئیں کے پاس دیکھے مثلاً اور خوف ہو کہ کنوئیں میں گر جائیگا تو اس پر

لازم ہے کہ اس شخص کو ہوشیار کر دے کیونکہ ہوشیار کرنا واجب ہے آدمی کے حق کی جہت سے اور آدمی اپنے حق کا محتاج ہے اور سکوت خطبہ کے وقت

اللہ تعالیٰ کے حق کے لیے ہے اور بنا اس حق کی درگذر پر ہے یعنے اللہ تعالیٰ غنی ہے اس سے درگذر فرماتا ہے وکان ابو یوسف رحمہ اللہ ینظر فی

کتابہ ویصححہ اور امام ابو یوسف رحمہ جب خطبہ سے دور ہوتے تو خطبہ کے وقت اپنی کتاب دیکھا کرتے اور قلم سے اسکو صحیح کیا کرتے حموی شامی نے

[illegible] یہ مبنی ہے قول ضعیف پر کہ اگر دور ہو تو کلام کرنا اور کتاب کا دیکھنا جائز ہے والاصح انہ لا باس بان یشیر برأسہ او بیدہ عند رؤیۃ منکر

اور صحیح تر یہ ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں اپنے سر یا ہاتھ سے اشارہ کرنے کا وقت دیکھنے بری بات کا یعنی زبان سے منع کرنا حرام ہے کذا فی الخلاصۃ والصواب

انہ یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند سماع اسمہ فی نفسہ اور صواب یہ ہے کہ درود پڑھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وقت سننے آپ کے اسم

مبارک کے اپنے جی میں یعنے آہستہ درود پڑھے کہ اپنے آپ سنے دوسرے کو آواز نجاوے اور امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ درود دل میں

پڑھے کذا فی الشامی ولا یجب تشمیت العاطس ولا رد السلام یعنے اور واجب نہیں جواب دینا چھینکنے والے کا اور نہ جواب دینا سلام کا اسی پر فتویٰ

ہے طحطاوی نے کہا کہ اگر چھینکنے والا الحمد للہ کہے تو آہستہ کہے کہ دوسرا نہ سنے وکذا یجب الاستماع لسائر الخطب کخطبۃ نکاح وختم وعید علی المعتمد

اسیطرح واجب ہے سننا سب خطبوں کا مثل خطبہ نکاح کے اور خطبہ ختم قرآن اور خطبہ عید کے قول معتمد پر وقالا لا باس بالکلام قبل الخطبۃ وبعدہا اذا

جلس عند الثانی اور صاحبین نے کہا کہ نہیں مضائقہ کلام کا خطبہ کے پیشتر اور بعد خطبہ کے یعنے جب امام ممبر پر بیٹھے تو جبتک خطبہ شروع کرے

اسوقت تک کلام کا مضائقہ نہیں اور امام ابو یوسف کے نزدیک جب امام بیٹھے اسوقت بھی کلام کا مضائقہ نہیں [illegible] کلام متعلق آخرت

[illegible] وغیرہ فیکرہ اجماعاً اور خلاف امام صاحب اور صاحبین کا اس کلام میں ہے کہ آخرت سے متعلق ہو اور غیر کلام آخرت یعنے دنیا کی کلام مکروہ

ہے بالاتفاق وعلی ہذا فالترقیۃ المتعارفۃ فی زماننا مکروہۃ عندہ لا عندہما اور اسی خلاف پر ترقیہ جو ہمارے زمانہ میں مروج ہے مکروہ ہوگا امام صاحب

کے نزدیک نہ صاحبین کے نزدیک اور ترقیہ اسکو کہتے ہیں کہ کبر امام کے سامنے کھڑا ہو کر اول یہ آیت پڑھتا ہے ان اللہ وملٰئکتہ [illegible]

ہو اُس وقت کہ امام خطبہ پڑھتا ہو تو تو نے لغو کیا
علی النبی) آخر تک پھر حدیث صحیحین کی پڑھتا ہو کہ جب تو نے اپنے ساتھی سے جمعہ کے روز کہا کہ خاموش
وما یفعلہ المؤذنون حال
تو پھر چند یہ پڑھنا کلام آخرت ہو مگر امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہو اور صاحبین کے نزدیک جائز کذا فی الشامی مختصراً
الخطبۃ من الترضی ونحوہ فمکروہ اتفاقاً وتمامہ فی البحر اور جو رضی اللہ عنہ اور مثل اسکے موذن خطبہ کے وقت کرتے ہیں سو یہ تو مکروہ ہو بالاتفاق اور
اسکا پورا بیان بحر الرائق میں ہو ہم موذنون کا دستور بعض عرب کے شہرون میں ہو کہ جب امام نام خلفا و اصحاب کا لیتا ہو تو وہ بآواز بلند رضی اللہ عنہ
کہتے ہیں اور جب سلطان کا نام لیتا ہو تو خلد اللہ ملکہ یا اور کلمہ دعا کو پکار کر کہتے ہیں تو یہ حرکت انکی مکروہ ہو طحطاوی نے کہا کہ بحر الرائق میں سوائے عجب کے
والعجب من المرقی ینہی عن الامر بالمعروف بمقتضی حدیثہ ثم یقول انصتوا رحمکم اللہ قلت الا ان یحمل علی
جسکو شارح بیان کرتا ہو اور کچھ بیان نہیں
قولہا فتنبہ اور تعجب ہو ترقیہ پڑھنے والے سے کہ منع کرتا ہو امر معروف سے اپنی حدیث کی مقتضا کے اعتبار سے پھر کہتا ہو چپ رہو خدا تعالیٰ تم پر
رحم کرے میں کہتا ہون مگر یہ کہ اسکا یہ کہنا محمول ہو صاحبین کے قول پر سو آگاہ رہنا م یعنے جب مرقی نے حدیث بیان کی تو اسکا مضمون اس بات
کو مقتضی ہو کہ امر بالمعروف سے بھی زبان بند کرنی چاہیے تو پھر آپ ہی اسپر عمل نہ کرنا اور لوگون کو خاموشی کا امر کرنا تعجب کی بات ہو ہان اسکا امر صاحبین
کے قول کے موافق درست ہو سکتا ہو کیونکہ وہ قبل خطبہ کے ترقیہ وغیرہ کرتا ہو اور صاحبین کے نزدیک قبل خطبہ امر بالمعروف کا مضائقہ نہین ووجب
السعی الیہا وترک بیع ولو مع السعی وفی المسجد اعظم وزراً بالاذان الاول فی الاصح وان لم یکن زمن الرسول بل فی زمن عثمان رض
اور واجب ہو جمعہ کی طرف جھپٹنا اور بیع کو ترک کرنا اگرچہ بیع چلتے چلتے کرتا ہو اذان اول کے ہونے پر صحیح تر قول میں اگرچہ یہ اذان عہد مبارک
میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ تھی بلکہ حضرت عثمان رض کے زمانہ میں ہوئی اور مسجد کے اندر یا اسکے دروازہ پر بیع میں مشغول رہنا بڑا گناہ ہو م بیع
سے مراد وہ امر ہو جو نماز جمعہ سے باز رکھے تو اگر سوا بیع کے کسی اور کام میں مشغول رہیگا اور سعی نکریگا تو مکروہ تحریمی ہوگا اور سعی کی حالت میں بیع کرنا
اگر خارج سعی نہو تو سراج میں کہا ہو کہ مکروہ نہیں چنانچہ شارح نے بھی آخر باب البیع الفاسد میں لاباس بہ لکھا ہو پھر اسمین اختلاف ہو کہ اذان اول
کونسی ہو تو بعض فقہا نے کہا کہ اذان اول وہ ہو جو منبر کے سامنے خطبہ سے پہلے ہوتی ہو اسلیے کہ باعتبار مشروع ہونے کے وہی اول ہو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے عہد مبارک اور خلافت حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رض میں بھی ایک اذان ہوتی تھی جب حضرت عثمان رض کے زمانہ میں آدمی بہت ہوئے
تو آپ نے زوراء پر ایک اذان اور بڑھادی اور صحیح تر قول یہ ہو کہ اذان اول وہی ہو جو وقت میں اول ہو یعنے جو اذان زوال کے بعد منارہ پر
ہوتی ہو کذا فی الشامی وافاد فی البحر صحۃ اطلاق الحرمۃ علی المکروہ تحریماً اور بحر الرائق میں حرمت کا بولنا مکروہ تحریمی پر صحیح بتایا ہو م اذان کے وقت بیع کو
صاحب ہدایہ نے حرام کہا ہو حالانکہ وہ مکروہ تحریمی ہو شارح صاحب ہدایہ کی طرف سے عذر بیان کرتا ہو کہ مکروہ تحریمی کو حرام کہنا صحیح ہو چنانچہ بحر الرائق
میں افادہ کیا کذا فی الشامی ویؤذن ثانیاً بین یدیہ ای الخطیب افاد بوحدۃ الفعل ان المؤذن اذا کان اکثر من واحد اذنوا واحداً بعد واحد
ولا یجتمعون کما فی الجلالی والتمرتاشی ذکرہ القہستانی اذا جلس علی المنبر اور موذن اذان دے دوسری بار سامنے خطیب کے جب وہ
منبر پر بیٹھے یعنے خطبہ پڑھنے کے لیے شارح نے کہا کہ ماتن نے فعل یؤذن کو بصیغۂ واحد لانے سے افادہ کیا کہ موذن جب ایک سے زیادہ
ہون تو اذان ایک بعد دوسرے کے کہیں سب ملکر نہ کہیں چنانچہ جلالی اور تمرتاشی میں ہو ذکر کیا ہو اسکو قہستانی نے م طحطاوی نے کہا کہ یہ
افادہ اسوقت ہو کہ یؤذن کو بصیغۂ معروف پڑھیں اور جس صورت میں مجہول پڑھین تو افادہ مذکور ظاہر نہوگا فاذا اتم اقیمت وکرہ الفصل بامر الدنیا
ذکرہ العینی جب امام خطبہ تمام کرلے تو تکبیر کہی جاسے اور مکروہ ہو فاصلہ کرنا خطبہ اور تکبیر میں کسی دنیا کے امر کو ذکر کیا ہو اسکو عینی نے م یعنے آخر خطبہ
کا متصل ہو تکبیر کے شروع سے اور امر دنیا کی قید اسلیے لگائی کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فاصلہ مکروہ نہین اور یہ جو دوسرے خطبہ میں خطیب

... جمعہ ... بہت تحقیق ہے کذا فی الشامی ... الرائق سے نقل کیا کہ مسنون ہے ... ہوا تو ...

... امام کو سورہ جمعہ اور منافقون پڑھنا ... سورہ ... بعض الاحیان ان ... بالقوم ... تخصیص ...

... مناسب نہیں کہ سوا خطیب کے دوسرا شخص لوگوں کو نماز پڑھا دے اسلیے کہ خطبہ اور نماز دونوں ایک ہی چیز ہیں کیونکہ ...

... دونوں کا فاعل ایک ہو مناسب ہے کذا فی الشامی فان فعل بان خطب صبی باذن

السلطان وصلی بالغ جاز ... ایک ... خطبہ پڑھے ایک لڑکا نابالغ سلطان کی اجازت سے اور نماز کوئی بالغ

پڑھاوے تو درست ہے ... اسلیے ... کہ ... لڑکے کا خطبہ پڑھنا جائز نہیں اور ماذون سلطان کی قید ... اولی ... ہیں ...

... اذن ... کذا فی ... لا باس بالسفر یومہا اذا خرج من عمران المصر قبل خروج وقت الظہر کذا فی ...

... جمعہ کے دن سفر ... جبکہ شہر کی آبادی سے پہلے نکلجانے وقت ظہر کے کذا فی ...

... داخل ہونے وقت ظہر کے ...

... جمعہ واجب ہو کذا فی الشامی وقال فی شرح المنیۃ والصحیح انہ یکرہ السفر بعد الزوال قبل ان یصلیہا ...

... کہ صحیح یہ ہے کہ سفر کرنا بعد زوال کے جمعہ پڑھنے سے پہلے مکروہ ہے اور زوال سے پیشتر مکروہ نہیں کیونکہ زوال کے

پیشتر ... واجب نہیں ہم اس قول کو شارح نے ظہیریہ کی تائید کے لیے بیان کیا اس غرض سے کہ معلوم ہوجاے کہ خانیہ کا قول ضعیف ہے کذا

فی الطحطاوی القروی اذا دخل المصر یومہا ان نوی المکث ثمہ ذلک الیوم لزمہ الجمعۃ وان نوی الخروج من ذلک الیوم قبل

وقتہا او بعدہ لا تلزمہ لکن فی النہر ان نوی الخروج بعدہ لزمتہ والا لا وفی شرح المنیۃ ان نوی المکث الی وقتہا لزمتہ وقیل لا لان ...

... جمعہ کے روز داخل ہوا اگر شہر میں آنے اس روز نیت ٹھہرنے کی کی تب تو اسپر جمعہ لازم ہوگا اور اگر اسی روز چلے جانیکی نیت ... جمعہ

وقت سے پہلے یا پیچھے تو جمعہ لازم نہ ہوگا لیکن نہر الفائق میں ہے کہ اگر جانے کی نیت بعد جمعہ کے وقت کے کریگا تو اسپر جمعہ لازم ہوگا اور نہیں تو لازم نہ ہوگا

شرح منیہ میں ہے کہ اگر ٹھہرنے کی نیت وقت جمعہ تک کریگا تو جمعہ لازم ہوگا اور ایک قول یہ ہے کہ لازم نہ ہوگا ہم شامی نے کہا کہ قروی بفتح قاف و سکون ...

... قریہ کیطرف ... لا تلزم ... مسافر ... یومہا علی عزم ان لا یخرج یومہا ولم ینو الاقامۃ نصف شہر ... جمعہ لازم نہیں اگر کوئی مسافر جمعہ کے

دن شہر میں اس ارادہ سے کہ اس روز روانہ نہوگا اور پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کی یعنے اگر نیت اقامت کریگا تو جمعہ واجب ہوجائیگا ویخطب

الامام بسیف فی بلدۃ فتحت بہ کمکۃ والا لا کالمدینۃ امام خطبہ پڑھے تلوار حائل کرکے اس شہر میں کہ تلوار سے فتح ہوا ہو جیسے کہ مکہ ہے اور اگر

تلوار سے فتح نہوا ہو تو وہاں تلوار لیکر خطبہ نہ پڑھے جیسے مدینہ منورہ ہے فی الحاوی القدسی اذا فرغ المؤذنون قام الامام والسیف فی یسارہ

وہو متکی علیہ حاوی قدسی میں ہے کہ جب مؤذن فارغ ہوجائیں خطیب کے سامنے اذان دینے سے تو خطیب کھڑا ہو اور تلوار اپنے بائیں ہاتھ میں لیکر

اسپر سہارا کرے ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ قول مخالف ہے تحقیق بحر الرائق کے کیونکہ اسمیں تلوار کا حائل کرنا لکھا ہے لیکن صاحب نہر الفائق نے یہ توجیہ

کی کہ تلوار کو حائل کرکے پھر اسکی نوک زمین پر ٹھہرا کر اسپر ہاتھ کا سہارا دے تاکہ دونوں باتیں حاصل ہوجائیں وفی الخلاصۃ ویکرہ ان یتکی علی

قوس او عصا اور خلاصہ میں ہے کہ مکروہ ہے خطیب کو سہارا لگانا کمان پر یا لاٹھی پر ہم حلبیہ میں خلاصہ پر اعتراض کیا کہ ابوداؤد کی حدیث سے

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خطبہ میں لاٹھی یا عصا پر سہارا دیکر کھڑا ہونا ثابت ہے پھر مکروہ کیسے ہوگا بلکہ محیط میں ہے کہ جیسے کھڑا ہونا خطبہ میں

سنت ہے اسی طرح عصا کا لینا بھی مسنون ہے کذا فی الشامی فروع مسائل ملحقہ شارح کے سمع النداء وہو یاکل ترکہ ان خاف فوت جمعۃ

او مکتوبۃ لاجماعۃ ایک شخص نے اذان سنی اور وہ کھانا کھاتا ہو تو کھانا ترک کرے اگر خوف ہو جمعہ کے نہ ملنے یا فرض نماز کے فوت ہونیکا نہ ترک کرے کھانا اگر خوف ہو
جماعت کے فوت ہونیکا کیونکہ ایسا کھانا جو رکھے سے بگڑ جاوے یا جسکی طرف آدمی کا دل مشتاق ہو وہ عذر ہو جماعت کے ترک کرنیکا چنانچہ گذرا رستانی سے یرید الجمعۃ
وحوائجہ ان معظم مقصودہ الجمعۃ قال ثواب السعی الیہا وبہذا یعلم من شرک فی عبادۃ فالعبرۃ للاغلب ایک گانون والا شہر کو چلا جمعہ کے قصد سے اور اپنی دوسری
حاجات کے لیے اگر زیادہ تر مقصود اُسکا جمعہ کا پڑھنا ہو تو اُسکو جمعہ کی طرف چلنے کا ثواب ملیگا اور اس سے معلوم ہوتا ہو کہ جو شخص عبادت مین شرک
اُسے یعنے دوسرا کوئی مطلب اُسمین ملائے خالص اللہ تعالے کے لیے نہ رکھے تو اعتبار غالب تر کا ہوگا مثلاً حج مین ارادہ تجارت کا کر لے تو ثواب عبادت
اُسی وقت ہوگا کہ مقصود غالب حج ہو کذا فی الشامی الافضل حلق الشعر وقلم الظفر بعدہا بہتر ہو بالون کا منڈوانا اور ناخن کا ترشوانا بعد نماز جمعہ کے م
تاتارخانیہ مین لکھا ہو کہ نماز جمعہ سے پیشتر بالون اور ناخون کا بنوانا اچھا نہین کیونکہ جمعہ مین کیفیت حج کی سی ہو تو جیسے حج مین بعد فراغت حج کے انکا بنوانا
چاہیے ایسے ہی جمعہ مین بعد نماز افضل ہو باقی بیان اس مسئلہ کا کتاب الحظر والاباحۃ جلد چہارم مین دیکھنا چاہیے لاباس بالتخطی مالم یاخذ الامام فی الخطبۃ
ولم یؤذ احدا الا ان لایجد الافرجۃ امامہ فیتخطی الیہا للضرورۃ مضائقہ نہین گردنون پر کو پھاندنا بشرطیکہ امام نے خطبہ شروع نہ کیا ہو اور بشرطیکہ کسی کو ایذا دے
مگر یہ کہ اُسکو سواے خالی جگہ کے اپنے سامنے کوئی جگہ نہو تو اس خالی جگہ کے بھرنے کو پھاند جاوے ضرورت کی وجہ سے م یعنے لوگون پر سے پھاندنا ایک
عمل ہو تو خطبہ کی حالت مین جائز نہین اسی طرح اور ون کو ایذا دینا درست نہین کہ پھاندنے مین کسی کا کپڑا دبا وے کسی کے بدن پر پانون رکھدے ان
اگر اگلی صف مین فرجہ چھوٹا ہو اور اُسکے بھرنے کے لیے کسی کو اس قسم کی ایذا دے تو ضرورت کی وجہ سے درست ہو بشرطیکہ اور کوئی جگہ نہو کذا فی الشامی
ویکرہ التخطی للسوال بکل حال اور مکروہ ہو گردنون پر سے پھاندنا سوال کے لیے ہر حال مین یعنے خواہ ایذا کسی کو ہو یا نہ ہو م مسجد مین سوال کرنے اور
سائل کے دینے مین اختلاف ہو کہ درست ہو یا نہین نہر الفائق مین کہا کہ اگر سائل نمازیون کے سامنے کو نہ گذرے اور نہ گردنون کو پھاندے اور نہ اصرار
کے ساتھ طلب کرے تب تو مانگنا اور اُسکو دینا درست ہو ورنہ مکروہ ہو کذا فی البزازیہ وسئل عنہ علیہ السلام عن ساعۃ الاجابۃ فقال ما بین جلوس الامام
الے ان یتم الصلوٰۃ وہو الصحیح وقیل وقت العصر والیہ ذہب المشائخ کما فی التاتارخانیہ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا حال دعا کے
قبول ہونے کی ساعت کا تو آپ نے فرمایا کہ وہ ساعت امام کے خطبہ کے لیے بیٹھنے سے لیکر اُس وقت تک ہو کہ نماز کو پورا کرے اور یہی صحیح ہو اور ایک
قول یہ ہو کہ وہ ساعت عصر کا وقت ہو اور اس قول کی طرف گئے ہین مشائخ چنانچہ تاتارخانیہ مین ہو م صحیحین مین ہو کہ جمعہ کے اندر ایک ساعت ہو
کہ جو مسلمان بندہ اُسمین کھڑا ہوا نماز پڑھے پھر اللہ تعالے سے کچھ مانگے تو اُسکو اللہ تعالے وہ چیز عنایت ہی کرتا ہو اس ساعت مین اختلاف ہو کہ کونسی
ہو اور سب اقوال بیالیس ہین جنمین سے دو قول صحیح ہین ایک تو یہ کہ وہ ساعت خطبہ کے لیے بیٹھنے کے وقت سے ہی نماز کے پورا ہونے تک چنانچہ
مسلم اور ابو داؤد نے حضرت ابو موسیٰؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہو تو اس قول کے بموجب دعا اپنے دل مین مانگے اسلیے کہ خطبہ مین سکوت کا حکم ہو
اور دوسرا قول یہ کہ ساعت مذکور جمعہ کی پچھلی ساعت ہو اُسکو مالک اور احمد اور ابو داؤد اور نسائی اور ترمذی نے جابر اور ابن جریر اور ابو ہریرہؓ
سے روایت کیا ہو اور غالباً مشائخ کی مراد یہی ساعت ہو جسکو شارح نے وقت عصر سے تعبیر کیا ہو کذا فی الشامی وفیہا سئل بعض المشائخ اللیلۃ
الجمعۃ افضل ام یومہا فقال یومہا اور تاتارخانیہ مین ہو کہ بعض فقہا سے سوال ہوا کہ جمعہ کی رات بہتر ہو یا جمعہ کا دن تو اُنھون نے فرمایا کہ
جمعہ کا دن افضل ہو اسلیے کہ رات کو فضیلت صرف نماز جمعہ کے باعث سے ہو اور نمازیون کو ہوتی ہو وذکر فی احکامات الاشتباہ مما اختص بہ
یومہا قرأۃ الکہف فیہ ومن فہم عطفہ علے قولہ ویکرہ افرادہ بالصوم وافراد لیلتہ بالقیام فقد وہم وفیہ تجتمع الارواح ویزار القبور ویامن المیت
من عذاب القبر ومن مات فیہ او فی لیلتہ امن من عذاب القبر ولا تسجر فیہ جہنم وفیہ یزور اہل الجنۃ ربہم تعالے اور اشباہ کے احکام جمعہ مین مذکور ہو

الذین اس سورت جمعہ کے روز مخصوص ہیں یا ایک سورۃ کہف کا پڑھنا جمعہ کے دن یا رات میں کیونکہ حدیث میں وارد ہو کہ جو کوئی سورۃ کہف جمعہ کو
پڑھے تو ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک محفوظ رہتا ہو بعض نے دن زیادہ کئے اور جس شخص نے قرات کہف کی مداومت اختیار کی واسطے اسکے اس کو نور
قیامت کے تک ہو اور جمعہ کو روزہ رکھنا اور تنہا اسکی رات کو جاگنا تو اسے خاص کی نفی اسلیے کہ مسنون چیز کو مکروہ میں شامل کر دیا اور جمعہ کے
دن صدقہ کا دگنا ہونا اور اسی دن میں قبروں کی زیارت ہونا اور مردوں کا عذاب قبر سے امن رہنا ہو اور جو شخص جمعہ کے دن یا رات
میں مرتا ہو وہ عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہو اور اس روز میں دوزخ گرم نہیں کیجاتی اور جمعہ کے روز جنت والے اپنے پروردگار جل شانہ کے دیدار سے
مشرف ہوتے ہیں هم اشباہ کے احکام جمعہ میں مذکور ہو کہ جمعہ بہت سی باتوں سے مخصوص ہو نماز جمعہ کا لازم ہونا اور اسکے لیے جماعت کا شرط ہونا
اور سوائے امام کے تین مردوں کا ہونا اور نماز سے پیشتر خطبہ کا ہونا اور خاص صورتوں کا پڑھنا اور نماز سے پیشتر سفر کا حرام ہونا سوائے اسکی شرط
کے اور مسنون ہونا اسکے غسل کا اور خوشبو لگانا اور اچھا لباس پہننا اور بال اور ناخن منڈوانے لیکن بعد جمعہ کے افضل ہیں اور مسجد کو خوشبو سے بسانا
اور جمعہ کی نماز کو سویرے سے جانا اور جب تک خطیب نکلے عبادت میں مشغول رہنا اور نہ مسنون ہونا دیر کرنے کا نماز جمعہ میں اور مکروہ ہونا
کا اور تنہا اسکی رات میں جاگنے کا اور اسمیں سورۃ کہف کا پڑھنا اور نہ مکروہ ہونا نفل کا اسکے ٹھیک دوپہر میں بموجب قول امام ابو یوسف کے
اور صدقہ ہو اور وقفہ کے دنوں میں اسکا بہتر ہونا اور انکار روز عید ہونا اور اسمیں دعا قبول ہونے کی ساعت کا ہونا اور اروح کا اس روز اکٹھا ہونا
قبروں کی زیارت کرنی اور مردے کا اس روز عذاب قبر سے محفوظ رہنا اور جو شخص اسکے دن یا رات میں مرجائے فتنہ قبر سے اسکا بچا رہنا اور اس روز دوزخ کا
گرم نہونا اور اس روز آدم علیہ السلام کا پیدا ہونا اور آنکا جنت سے نکلنا اور جنت والوں کو اس روز دیدار اللہ تعالی کا ہونا تمام ہوا قول شارح
امور میں سے اکثر باتیں اور شارح کے اقوال میں گذر گئے تھے مگر ایک جا جمع ہونے کے لحاظ سے سب کا ترجمہ کر دیا گیا اور دیدار کا جمعہ کو ہونا بعض اشخاص کے لیے ہو
اور بعض کو اس سے کم مدت میں اور بعض کو اس سے زیادہ میں ہوا کریگا یہانتک کہ عورتوں کو صرف عیدین میں ہوا کریگا کذا فی الطحطاوی

باب العیدین

یہ باب ہو دونوں عیدوں کے احکام میں هم مناسبت عید کی جمعہ سے یہ ہو کہ دونوں جماعت سے پڑھی جاتی ہیں اور قرات دونوں میں آواز بلند سے ہوتی
ہو اور نماز عید اسی پر واجب ہو جس پر جمعہ واجب ہو اور سوا خطبہ کے اور شرطیں بھی دونوں کی یکساں ہیں اور جمعہ مقدم اسلیے ہوا کہ اسکا ثبوت کتاب اللہ
سے ہو اور سال میں بہت ہوتا ہو کذا فی الشامی کسی نے کہا ان لله فیه عوائد الاحسان ولعوده بالسرور غالبا او تفاؤلا اس روز کا نام عید اسلیے رکھا گیا کہ اسمیں
اللہ تعالی کے انعام بندوں پر بار بار ہوتے ہیں اور اسلیے کہ یہ روز اکثر خوشی کے ساتھ رجوع کرتا ہو یا فال کے لحاظ سے کہ جیسا یہ آیا ہو ویسے ہی خوشی
کے ساتھ آوے هم لفظ عید اصل عود تھا واو کے ساتھ تو واو بسبب کسرہ ماقبل کے ی سے بدل گئی اب چونکہ عود کے معنی رجوع کے ہیں اسلیے عید
کے دن کو عید کہا گیا اسلیے ہو کہ اللہ تعالی نے جو کھانے پینے سے رمضان میں منع کر دیا تھا عید کے باعث آنکے انعام یعنی اللہ کے بندوں پر رجوع
کیا یا اسلیے کہ کہا اس دن میں خوشی کی عادت ہو اکرتی ہو یا یہ فال سمجھکر کہ خوشی کے ساتھ پھر آوے اسکا نام عید ہوا اور مستعمل ہونے کل یوم فیہ مسرۃ
ف عیاد و عید ضربان الجمعة و عید الحبیب ولیوم العید و الجمعة اور مستعمل ہوتا ہو لفظ عید اس روز کے لیے جسمیں خوشی ہوا اور اسی استعمال کے
سے یہ شعر کسی نے کہا ہو کہ تین عیدیں اکٹھی ہو گئیں یعنی دن حبیب کے دیکھنے کا اور روز عید اور جمعہ کا دن یعنی چونکہ تینوں اوقات خوشی کے ہیں
شاعر نے انکو عید کہا فادا تعالم یلزم الا صلوة احدہما وقیل الاولی صلوة الجمعة وقیل صلوة العید لان الثانی من الزوائد قلت ۔
اثر نقله من مذهب الغیر و نصیحة الترغیب فتنبه پس اگر جمعہ اور عید ایک روز پڑیں تو لازم نہیں مگر ایک کی نماز اور بعض نے کہا کہ نماز جمعہ کی بہتر ہو

بعض نے کہا کہ نماز عید کی ایسا ذکر ہی قہستانی مین تمرتاشی سے مین کہتا ہون کہ مین نے تمرتاشی کو دیکھا تو معلوم کیا کہ انھنے اس مسئلہ کو حنفی مذہب کے سوا کسی
اور کا قول نقل کیا ہی اور وہ بھی ضعیف کرکے سو آگاہ ہوجا قہستانی کے اس مجمل بیان کرنے کی غلطی پر ہم جامع صغیر مین ہی کہ اگر عید اور جمعہ ایک روز مین جمع ہون
تو عید سنت ہی اور جمعہ فرض اور دونون مین سے کوئی ترک نہ کیا جائے تو یہ دونون قول جو قہستانی مین ہین کہ جمعہ پڑھ لے یا عید پڑھے یہ حنفیون کا مذہب نہین
اور دوسرے مذہب والون کا بھی قول ضعیف ہی کذا فی الشامی ملتقطا وشرع فی الاولی من الہجرۃ اور مشروع ہوئی عید اول سال ہجری مین ہم ابو داؤد نے
حضرت انس رضہ سے روایت کیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ مین تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگ دو دن سال مین کھیلا کرتے ہین آپ نے
پوچھا کہ یہ کیسے دن ہین انھون نے عرض کیا کہ ہم انمین حالت کفر مین کھیلا کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے انکے عوض تمکو دو روز ان سے بہتر
بدل دیے اول عید اضحی دوم عید فطر کذا فی الطحطاوی تجب صلوتہما فی الاصح علے من تجب علیہ الجمعۃ بشرائطہا المتقدمۃ سوے الخطبۃ
فانہا سنۃ بعدہا واجب ہی نماز دونون عیدون کی صحیح تر قول مین اُس شخص پر جسپر جمعہ واجب ہی مع اُن شرطون جمعہ کے جو پہلے گذرین سوائے خطبہ کے
کہ وہ سنت ہی بعد نماز عید کے ہم اصح قول کا مقابل یہ ہی کہ نماز عید سنت ہی اور بظاہر دونون قولون مین مخالفت نہین اسلیے کہ سنت سے مراد سنت
موکدہ ہی جو بمنزلہ واجب ہی یا یہ کہ سنت سے یہ غرض کہ ثبوت اُسکا سنت سے ہی اور خطبہ عید کی نماز کے بعد سنت ہی یعنے اگر پیشتر پڑھیگا یا بالکل ترک
کردیگا تو نماز کا اعادہ نہوگا اور برا کریگا کذا فی الطحطاوی وفی القنیۃ صلوۃ العید فی القری تکرہ تحریما ای لانہ اشتغال بما لا یصح لان المصر شرط الصحۃ
اور قنیہ مین ہی کہ عید کی نماز گانوئن مین مکروہ تحریمی ہی یعنے اسلیے کہ عید پڑھنا گانوئن مین ایسی چیز مین مشغول ہونا ہی جو درست نہین اسلیے کہ صحت
عید کی شرط شہر ہی جو گانوئن مین مفقود ہی ہم یعنے گانوئن مین عید صحیح نہین اگر پڑھینگے تو عید نہوگی نماز نفل جماعت سے ہوگی اور وہ مکروہ ہی جماعت
کے ساتھ کذا فی الحلبی وتقدم صلوتہا علے صلوۃ الجنازۃ اذا اجتمعا لانہ واجب عینا والجنازۃ کفایۃ اور مقدم کی جاوے نماز عید کی جنازہ کی نماز
پر جبکہ دونون نمازین جمع ہوجائین اسلیے کہ عید واجب عین ہی یعنے ہر شخص پر اور جنازہ فرض کفایہ ہی کہ دوسرون کے پڑھنے سے ادا ہوجاتا ہی ہم واجب
سے مراد یہان وہ ہی کہ جسکا کرنا لازم ہو خواہ وجوب اصطلاحی کے طور پر ہو جیسا عید مین ہی یا فرضیت کے طور پر چنانچہ جنازہ مین کذا فی الطحطاوی
وتقدم صلوۃ الجنازۃ علی الخطبۃ وعلے سنۃ المغرب وغیرہا والعید علے الکسوف اور مقدم کیجاوے جنازہ کی نماز خطبہ عید پر اور
مغرب وغیرہ کی سنتون پر کیونکہ جنازہ کی نماز فرض ہی اور خطبہ عید اور سنتین مسنون ہین اور مقدم کیجاوے نماز عید نماز سورج گہن سے ہم یہ مسئلہ فرضی
ہی ورنہ سورج گہن اور عید ایک روز نہین پڑسکتی کیونکہ سورج گہن مہینے کی تمامی پر ہوتا ہی اور عید پہلی یا دسوین کو ہوتی ہی لکن فی البحر قبیل الاذان عن الحلبی
الفتوی علے تاخیر الجنازۃ عن السنۃ واقرہ المصنف کانہ الحاقا لہا بالصلوۃ لیکن بحر الرائق مین کچھ پیشتر اذان سے حلبی سے منقول ہی کہ فتوی ہے جنازہ کو موخر
کرنے پر ہی سنت سے اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے شاید اسوجہ سے کہ سنتین نماز فرض مین لاحق ہین یعنے فرضون کے تابع ہین لکن فی آخر احکام
دین الاشباہ ینبغی تقدیم الجنازۃ والکسوف حتے علے الفرض ان لم یضق وقتہ فتامل لیکن اشباہ کے احکام دین کے آخر مین ہی کہ مناسب ہی مقدم کرنا
جنازہ اور سورج گہن کا حتے کہ فرض پر بھی اگر فرض کا وقت تنگ نہو سو اسکو تامل کر سلے ہم یعنے جنازہ کی تاخیر مین مردہ کے بگڑنے کا خوف ہی اور
کسوف کی تاخیر مین آفتاب کے روشن اور صاف ہوجانے اور نماز کسوف کے نہ ملنے کا اندیشہ ہی اسلیے انکی تقدیم کو مناسب کہا مگر یہ بحث ہی صاحب
اشباہ کی تو قول مفتے بہ کے سامنے معتبر نہین ہوسکتی وندب بیوم الفطر اکلہ حلوا وترا ولو قرویا قبل خروجہ الیے صلوتہا واستیاکہ واغتسالہ
وتطیبہ بما ریح لا لون ولبسہ احسن ثیابہ ولو غیر ابیض اور مستحب ہی عید فطر کے دن کھالینا نمازی کا کوئی شیرینی گنتی مین طاق مثلاً ایک یا تین یا پانچ خرما
اگرچہ نمازی گانوئن کا رہنے والا ہو پیشتر اپنے جانے کے نماز عید کے لیے اور مستحب ہی مسواک کرنا اور غسل کرنا اور خوشبو لگانا اسکا ایسی چیز سے جسمین

[illegible]

[illegible] مستحب [illegible]

[illegible] مستحب ہوا [illegible]

[illegible] عید سے پیشتر کی

[illegible] جواب ہی سوال مقدر کا

یعنی [illegible] مستحب چیزوں [illegible] واجب [illegible] کہ بیان کام خروج سے پیشتر کی چیزوں میں تھا

تو [illegible] نماز کو جانے سے مستحب ہی [illegible] واجب ہی [illegible] والخروج الیہا ای [illegible]

منتشر وان وسعہم المسجد الجامع ہو الصحیح اور واجب [illegible] عید کی نماز کے لیے سنت ہی اگرچہ مسجد جامع سب لوگوں کی

گنجایش رکھتی ہو یہی صحیح ہی اور یہی جواب ہی سوال کا یعنے نماز عید کے لیے نکلنا تو واجب ہی تو سنت کیسے کہا ہی شارح نے جواب دیا کہ مطلق باہر

نکلنا واجب ہی اور گاؤں شہر کے [illegible] یا پیادہ نکلنا یا خاص عیدگاہ کو جانا واجب نہین بلکہ یہ سنت ہی کذا فی الشامی **ولا باس باخراج منبر**

الیہا لکن فی الخلاصۃ لا باس ببنائہ دون اخراجہ اور نہین مضائقہ منبر کے لیجانے کا عیدگاہ میں لیکن خلاصہ میں ہی کہ مضائقہ نہین منبر کے بنانے کا

عیدگاہ میں نہ اسکے باہر لیجانے کا یعنے منبر عیدگاہ میں لیجانا نہ چاہیے ہم خلاصہ اور ظہیریہ میں کہا کہ مشائخ کا اختلاف ہی عیدگاہ میں منبر لیجانے کا بعضون

نے کہا کہ مکروہ ہی اور بعضون نے کہا کہ مکروہ نہین اس سے معلوم ہوا کہ باہر لیجانا منبر کا سب کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہی جو لفظ لا باس سے سمجھا جاتا ہی اور

خلاصہ میں خواہر زادہ سے نقل کیا کہ ہمارے زمانہ میں منبر کا بنا دینا عیدگاہ میں بہتر ہی کذا فی الشامی ولا باس بالعود راکبا وندب کونہ من طریق آخر

اور مضائقہ نہین نماز کی کے لوٹنے میں سوار ہو کر اور مستحب ہی کہ واپس آنا دوسری راہ سے ہو بسبب حدیث بخاری کے کہ جب عید کا دن ہوتا تو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم راہ بدل دیتے تھے کذا فی الشامی واظہار البشاشۃ واکثار الصدقۃ والتختم والتہنئۃ بتقبل اللہ منا ومنکم لا تنکر وتستحب [illegible]

اور زیادہ کرنا خیرات کا اور انگوٹھی پہننا اور مبارکباد دینا اس لفظ سے کہ اللہ تعالے ہمسے اور تمسے قبول کرے انکار نہین کیا جاتا یعنی اسکی مبارکبادی

جائز ہی ہم شامی نے کہا کہ مبارکباد دینے میں امام ابوحنیفہ رح سے کچھ ثابت نہین ہوا مگر صاحب حلیہ نے ایت سے آثار صحیح سندون کے [illegible]

اسکے کرنے میں روایت کیے ہین پھر بیان کیا کہ یہ امر جائز اور مستحب ہی اور محیط میں ہی کہ مصافحہ کرنا بعد نماز عید کے [illegible] مکروہ ہی کیونکہ [illegible]

نے اسکو نہین کیا اور وہ طریق رافضیون کا ہی اس سے معلوم ہوا کہ معانقہ جو ہندوستان میں رائج ہی وہ بھی بے اصل اور مکروہ ہی **ولا یکبر فی طریقہا**

ولا یتنفل قبلہا مطلقا یتعلق بالتکبیر والتنفل کذا حررہ المصنف تبعا للبحر لکن تعقبہ فی النہر ورجح تقییدہ بالجہر اور نہ تکبیر کہے عید فطر کی راہ میں

اور نہ نفل پڑھے پیشتر نماز عید سے مطلق شارح نے کہا کہ مطلق کی قید تکبیر کہنے اور نفل پڑھنے دونوں سے علاقہ رکھتی ہی یعنے تکبیر کے متعلق نہ کہنے سے یہ

غرض کہ نہ آہستہ کہے نہ پکار کر اور نفل کے متعلق نہ پڑھنے سے یہ مراد کہ نہ عیدگاہ میں پڑھے نہ گھر پر ایسا ہی کیا ہی اسکو مصنف نے بہ تبعیت بحر الرائق کے

لیکن اعتراض کیا ہی اسپر نہر الفائق میں اور ترجیح دی ہی قید لگانے تکبیر کی آواز بلند سے ہم جاننا چاہیے کہ امام اور صاحبین کا خلاف اس مقام پر دو طرح

منقول ہی ایک قول یہ ہی کہ راہ میں تکبیر نہ کہے امام کے نزدیک اور آہستہ کہے صاحبین کے نزدیک اس قول کو صاحب خلاصہ نے اختیار کیا ہی اور

صاحب بحر الرائق نے اسکی تبعیت کی ہی اور اسی قول کو مصنف نے لیا ہی دوسرا قول یہ ہی کہ خلاف تکبیر کی صفت میں ہی یعنے امام کے نزدیک آہستہ پڑھے اور

صاحبین کے نزدیک پکار کر اور اس خلاف کو بدائع اور سراج اور ملتقی اور [illegible] وغیرہ کتب مذہب میں اسیطرح نقل کیا ہی صاحب نہر الفائق نے بحر الرائق پر

صریح اعتراض کوئی نہین کیا بلکہ اُسکے قول کو مسلم رکھا ہی بان پیشتر اُس سے یہ لکھا ہی کہ خلاف تکبیر کے آہستہ اور پکار کر کہنے مین ہی علامہ شامی نے حلیہ وغیرہ سے ثابت
کیا ہی کہ خلاصہ کا قول غریب اور کتب مشہور کے خلاف ہی اصح یہ ہی کہ صاحبین کے نزدیک تکبیر پکار کر کہے اور امام صاحب کے نزدیک آہستہ یہ نہین کہ امام کے نزدیک
بالکل نہ کہے زاد فی البرہان وقالا الجہر بہ سنۃ کالاضحی وہو روایۃ عنہ ووجہہا ظاہر قولہ تعالیٰ ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ علی ما ہدٰکم ووجہ الاول ان رفع الصوت
بالذکر بدعۃ فیقتصر علی مورد الشرع انتہے زیادہ کیا ہی برہان مین اسقدر کہ جہر سے کہنا تکبیر کا سنت ہی بقول صاحبین مثل عید اضحے کے اور جہر ایک روایت
ہی امام اعظم سے اور وجہ اس روایت جہر سے کہنے کی ظاہر اس ارشاد آلہی کا ہی اور تاکہ پورا کرو تم گنتی اور بزرگی بیان کرو اللہ تعالیٰ کی اسپر کہ تمکو دی ہدایت
کی یعنے اس آیت مین اُس روز نعمتون کا اظہار مقصود ہی اور جہر سے تکبیر کہنا بھی اظہار نعمت مین داخل ہی اور وجہ روایت اول کی یعنے جہر سے تکبیر نہ کہنے کی یہ ہی کہ بلند کرنا
آواز کا ذکر مین بدعت ہی پس اکتفا کیا جائیگا مشروع ہونے کے مقام پر ہم بحر الرائق مین ذکر کیا ہی کہ جہر سے تکبیر مسنون نہین مگر دشمن کے سامنے اور چورون کے
خوف سے اور اسی پر قیاس کیا ہی بعض فقہا نے آگ لگنے اور دوسرے خوف کے مقامات کو شامی نے کہا کہ نہر الفائق پر برہان کے قول کی کچھ زیادتی نہین
بجز اسکے کہ صاحب برہان نے یہ تصریح کی کہ تکبیر جہر سے سنت ہی نہ مستحب وکذا لا یتنفل بعدہا فی مصلاہا فانہ مکروہ عند العامۃ اور اسی طرح نہ نفل پڑھے
بعد نماز عید کے عیدگاہ مین کہ یہ نفل مکروہ ہی اکثر فقہا کے نزدیک یعنے مکروہ تحریمی ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اُسکا پڑھنا ثابت نہین ہوا کذا فی
الطحطاوی وان تنفل بعدہا فی البیت جاز بل یندب التنفل باربع اور اگر نفل پڑھے بعد نماز عید کے گھر مین تو جائز ہی بلکہ مستحب ہی چار رکعتین نفل پڑھنا
گھر پر ہم فتح القدیر مین کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر پر واپس تشریف لا کر دو رکعتین پڑھتے تھے اور قہستانی نے چار کو افضل کہا ہی وہذا للخواص اما العوام
فلا یمنعون من تکبیر ولا تنفل اصلا لقلۃ رغبتہم فی الخیرات بحر اور یہ حکم یعنے تکبیر نہ کہنے اور نفل نہ پڑھنے کا خواص کے لیے ہی یعنے جو کسل عبادت مین نہ کرین اور
عوام کو تکبیر کہنے اور نفل پڑھنے سے کسی حال مین منع نہ کیا جاوے بسبب کم ہونے اُنکی رغبت کے اچھی باتون مین کذا فی البحر یعنے خواہ تکبیر آہستہ کہین یا پکار کر
اور نفل عیدگاہ مین پڑھین پہلے نماز سے خواہ بعد نماز سے کذا فی الطحطاوی ہم عوام کو منع نکرنا بحث ہی صاحب بحر کی نہ روایت مذہب یعنے اسوجہ سے
منع نکیا جاسے کہ اگر اُسوقت روک دیا جاتا ہی تو پھر خیرات کے گرد نہین پھرتے سرے سے ترک کر دیتے ہین کذا فی الشامی وفی حاشیۃ بخط ثقۃ وکذا صلوٰۃ رغائب
وبراۃ وقدر اور بحر الرائق کے حاشیہ مین ایک معتبر کے ہاتھ سے لکھا ہوا ہی اور اسی طرح نہ منع کیا جائے عوام کو صلوٰۃ رغائب اور نماز شب برات اور نماز شب قدر سے
ہم صلوٰۃ الرغائب کا حال ہم آخر باب النوافل مین لکھ چکے ہین کہ جو اُسکے باب مین منقول ہی سب موضوع و باطل ہی پھر شارح نے جو یہ حکم حاشیہ سے نقل کیا شیخ
رحمتی محشی نے کہا کہ اُسپر اعتماد نہین ہو سکتا اسلیے کہ فقہا کا اتفاق ہی کہ حدیث موضوع پر عمل کرنا حرام ہی اور ان نمازونکی حدیث کے موضوع ہونیکی تصریح کر دی
ہی اور احکام فقہ گمنام حاشیون سے بیان نہین کیے جاتے خصوص وہ حواشی جنکا فساد ظاہر ہو کذا فی الشامی لان علیا رضی اللہ عنہ راٰی رجلا یصلی بعد العید فقیل
اما تمنعہ یا امیر المومنین فقال اخاف ان ادخل تحت الوعید قال اللہ تعالیٰ ارایت الذی ینہی عبدا اذا صلی اسلیے کہ حضرت علی رضہ نے ایک شخص کو بعد عید
کے نماز پڑھتے دیکھا تو کسی نے آپ سے کہا کہ اے امیر المومنین آپ اُس شخص کو منع نہین کرتے آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ ڈر ہی کہ کہین وعید مین نہ داخل ہو جاؤن اللہ
تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی کیا دیکھا تو نے اُسکو جو منع کرتا ہی بندہ کو جب وہ نماز پڑھے ہم یہ علت ہی اُس قول کی جو شارح نے بحر الرائق سے اوپر نقل کیا تھا کذا
فی الشامی ووقتہا من الارتفاع قدر رمح فلا تصح قبلہ بل تکون نفلا محرما الی الزوال باسقاط الغایۃ اور وقت نماز عید کا آفتاب کے ایک نیزہ اونچا
ہونے سے ہی زوال تک شارح نے کہا کہ اگر ایک نیزہ کی مقدار بلند ہونے سے پیشتر پڑھی جائیگی تو درست نہو گی بلکہ نفل حرام ہو گی اور زوال سے مراد شامل
ہی یعنے زوال کا وقت نماز عید کا وقت نہین ہم ایک نیزہ کی مقدار بارہ بالشت یعنے دو گز ہی کذا فی الشامی فلو زالت الشمس وہو فی اثنائہا فسدت کما
فی الجمعۃ کذا فی السراج قدمناہ فی الاثنے عشریۃ پس اگر ڈھل جاوے آفتاب اور نمازی عید کی نماز مین ہو تو اُسکی نماز فاسد ہو جائیگی جیسے جمعہ مین

سے کوئی تکبیر سنت فوت ہو جاتی تو سجدہ سہو ہے اور جیسے اکثر معتبر بیان کیا ہی اسکے موافق فتویٰ ہی جیسے مضمرات کے باب سجود سہو میں ہم
ہو ملت سے یہ غرض ہی کہ سنت فوت ہو جائیگا اور نماز نفل ہو جاتیگی کذا فی الشامی ویستحب الامام بہم بحیث یستمعون بین کل تکبیرتین مقدار ثلث تسبیحات
نہیں کی گئی ہو دونوں اوراوجہ سے مقدار ذلک لانہ لا یتوالی الا ان یسمع من التکبیر ما ینافی بالکل اور نماز پڑھنے والے لوگوں کو امام دو رکعتین عیدین کا ہوگا نماز
عید جماعت سے پڑھیگا اور زائد تکبیرین تین تین ہر رکعت میں اور اگر امام تین سے زائد کہے تو مقتدی اسکی متابعت کرے سولہ تکبیرون تک کیونکہ اسقدر
بھی حدیث میں منقول ہی مگر یہ کہ سولہ تکبیرون سے تو کل تکبیرین کہم بیٹھے اول نیت کرے دعا پڑھے پھر تکبیرین کہے پھر اعوذ پڑھے کہ وہ تابع قرأت ہے اور
امام سے زائد تکبیرین کہے تو دونوں رکعتوں کی ملا کر سولہ تک متابعت کرے اور اگر کبیر کی آواز پہنچتا ہو تو سولہ سے زائد بھی کہے کہ شاید کبیر نے غلطی کی ہو
اور عید کی جماعت سے بیٹھے ایک شخص سوا امام کے کوئی ہو کذا فی الفتاوی ویوالی ندبا بین القرأتین ویقرأ کالجمعۃ اور مستحب ہے کہ دونوں قرأت کو پیاپے
اور پڑھے مثل جمعہ کے یعنی سورۂ اعلیٰ اور غاشیہ ہم قرأتوں کے پیاپے کرنے سے یہ غرض کہ دوسری رکعت میں زائد تکبیرین بعد قرأت کے کہے تاکہ دونوں
رکعتوں کی قرأت میں فاصلہ تکبیرون کا نہو چنانچہ اگر پہلی رکعت میں بھول کر قرأت شروع کردے تو اگر الحمد اور سورہ پڑھ چکا ہو تب تو نماز کو تمام کرے اور اگر
صرف الحمد پڑھی ہو تو زائد تکبیرین کہے اور قرأت پھر سے پڑھے کذا فی الطحطاوی ولو ادرک المؤتم الامام فی القیام بعد ما کبر کبر فی الحال برأی نفسہ لانہ مسبوق وہ اگر مقتدی
نے امام کو قیام میں پایا بعد تکبیر کہنے کے تو مقتدی اسی وقت تکبیر کہے موافق اپنے مذہب کے اسلیے کہ وہ مسبوق ہے یعنی مسبوق اپنی نماز میں تابع امام کا نہیں تو حنفی تین
تکبیرین کہکر شامل ہو جاوے کذا فی الطحطاوی ولو سبق برکعۃ یقرأ ثم یکبر لئلا یتوالی التکبیر اور اگر ایک رکعت میں مسبوق ہوا ہو تو جب اسکو ادا کرے اول قرأت پڑھے پھر
تکبیر کہے تاکہ تکبیرین پیاپے نہو جاوین یعنے دوسری رکعت میں امام کے ساتھ بعد قرأت کے تکبیر کہی تھی تو اگر اپنی رکعت میں اول تکبیرین کہیگا تو تکبیرین پیاپے ہو جاوینگی
اور یہ امر صحابہ سے منقول نہیں کذا فی الطحطاوی فلو لم یکبر حتی رکع الامام قبل ان یکبر المؤتم لا یکبر فی القیام ولکن یرکع ویکبر فی الرکوع علی الصحیح
لان للرکوع حکم القیام فالاتیان بالواجب اولی من المسنون پس اگر مقتدی نے تکبیر نہ کہی یہانتک کہ امام نے رکوع کیا پہلے مقتدی کی تکبیر سے تو مقتدی
قیام میں تکبیر نہ کہے بلکہ رکوع کرے اور رکوع میں تکبیر کہے صحیح قول پر اسلیے کہ رکوع کے لیے قیام کا حکم ہے تو واجب چیز کا ادا کرنا بہتر ہے مسنون سے یعنی تکبیر
واجب کا کہنا رکوع کی تسبیح مسنون سے اولیٰ ہے اور بحر الرائق میں کہا کہ صحیح یہ ہے کہ رکوع میں تکبیر نہ کہے ہاں اگر یہ خوف ہو کہ قیام میں تکبیر کہوںگا تو امام رکوع
سے سر اُٹھالیگا تو اُسوقت رکوع میں کہے کذا فی الطحطاوی کما لو رکع الامام قبل ان یکبر فان الامام یکبر فی الرکوع ولا یعود الی القیام لیکبر فی ظاہر
الروایۃ فلو عاد ینبغی الفساد نہیں جیسے اگر رکوع کرے امام پہلے تکبیر کہنے سے تو امام تکبیر کہے رکوع میں اور نہ عود کرے قیام کیطرف تکبیر کہنے کو ظاہر روایت
میں پس اگر عود کرے تو چاہیے کہ نماز فاسد ہو کذا فی النہر اور حلبی نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوتی اسلیے کہ انتہا یہ ہے کہ اس صورت میں ترک فرض ہو جو واجب
کے لیے اور وہ مخل صحت نماز کا نہیں ویرفع یدیہ فی الزوائد وان لم یر امامہ ذلک الا اذا کبر راکعا کما مر فلا یرفع یدیہ علی المختار لان اخذ الرکبتین سنۃ
فی محلہ اور اپنے دونوں ہاتھ کانون تک اُٹھائے زائد تکبیرون میں اگرچہ اسکا امام رفع یدین کا معتقد نہو مگر جبکہ زائد تکبیرین رکوع کی حالت میں کہے تو ہاتھ نہ
اُٹھائے مذہب مختار پر چنانچہ اوپر گذرا اسلیے کہ پکڑنا دونوں زانو کا سنت ہے اپنے محل میں اور رفع یدین بھی سنت ہے مگر اسکا یہ محل نہیں تو جسکا محل ہے اسی کا اختیار کرنا
اولیٰ ہے کذا فی الطحطاوی ولیس بین تکبیراتہ ذکر مسنون ولذا یرسل یدیہ ویسکت بین کل تکبیرتین مقدار ثلث تسبیحات ویختلف بکثرۃ
الزحام وقلتہ اور نہیں ہے عید کی تکبیرات کے درمیان میں کوئی ذکر مسنون اور اسی لیے ان تکبیرون میں ہاتھ لٹکائے رکھے کیونکہ ہاتھ باندھنا اُس قیام
میں مسنون ہے جسمین کوئی ذکر مسنون ہو اور چپ رہے ہر دو تکبیرون میں مقدار تین بار سبحان اللہ کہنے کے شارح نے کہا کہ مقدار سکوت مختلف ہوتی ہے انبوہ کی
اسکی قلت کے لحاظ سے یعنی اگر انبوہ کثیر ہو تو وقفہ زیادہ کرے اور کم ہو تو کم اسلیے کہ مقصود یہ ہے کہ اشتباہ دور ہو جائے کذا فی البحر ویخطب بعدہا خطبتین وہما

سنة فلو خطب قبلها صح واساء لترک السنة وما یسن فی الجمعة ویکرہ یسن فیها ویکرہ اور خطبہ پڑھے بعد نماز عید کے دو خطبے اور وہ دونون سنت ہین پس اگر خطبہ پڑھا
پہلے نماز کے تو درست ہے اور برا کیا بسبب ترک کرنے سنت کے اور جو چیز کہ جمعہ مین مسنون اور مکروہ ہے وہی نماز عید مین مسنون اور مکروہ ہے ہم طحطاوی نے
لکھا کہ دو باتون کا فرق ہے ایک یہ کہ تکبیر کہنا قبل خطبہ کے عید مین مسنون ہے اور جمعہ مین نہین دوم یہ کہ بیٹھنا خطبہ سے پیشتر جمعہ مین مسنون ہے اور عیدین مین نہین والخطب
ثمان بل عشر یبدأ بالتحمید فی ثلث خطبة جمعة واستسقاء ونکاح وینبغی ان تکون خطبة الکسوف وختم القرآن کذلک ولم اره اور خطبے آٹھ ہین بلکہ دس انمین سے
تین کو الحمد للہ کہنے سے شروع کرے اول خطبہ جمعہ کو دوم طلب باران کے خطبہ کو سوم خطبہ نکاح کو اور چاہیے کہ خطبہ کسوف کا اور خطبہ ختم قرآن کا ایسا ہی ہو
یعنے الحمد للہ سے شروع ہو اور مین نے اسکا حکم مصرح نہین دیکھا ہم شامی نے کہا کہ طلب باران مین صاحبین کے نزدیک خطبہ ہے اور کسوف مین بموجب ایک قول کے
خطبہ ہے اسلیے شارح نے دس خطبہ بیان کیے ویبدأ بالتکبیر فی خمس خطبة العیدین او ثلث خطب الحج الا التی بمکة وعرفة یبدأ فیها بالتکبیر ثم بالتلبیة
ثم بالخطبة کذا فی خزانة ابی اللیث اور شروع کرے اللہ اکبر کہنے سے پانچ خطبون کو دونون عید کے خطبون کو اور حج کے تین خطبون کو مگر یہ کہ جو خطبہ مکہ اور
عرفہ مین ہو اسمین اول تکبیر کہے پھر لبیک کہے پھر خطبہ شروع کرے ایسا مذکور ہے خزانہ ابو اللیث مین یعنے جو خطبہ منے مین گیارھوین ذیحجہ کو ہوتا ہے اس مین لبیک
نہ کہے کذا فی الطحطاوی ویستحب ان یستفتح الاولی بتسع تکبیرات تترا ای متتابعات والثانیة بسبع ہو السنة وان یکبر قبل نزولہ من المنبر اربع عشرة
اور مستحب یہ ہے کہ شروع کرے پہلے خطبہ کو نو بار اللہ اکبر پیہم کہنے کے بعد اور دوسرے خطبہ کو سات بار کے بعد یہ سنت ہے اور مستحب ہے کہ منبر سے اترنے کے پیشتر چودہ بار
تکبیر کہے واذا صعد علیه لا یجلس عندنا معراج اور جب منبر پر چڑھے تو خطبہ سے پیشتر نہ بیٹھے ہمارے نزدیک کذا فی المعراج اسلیے کہ بیٹھنا اذان کے ختم کے انتظار کے
لیے ہے اور چونکہ عید مین اذان نہین اسلیے بیٹھنے کی حاجت نہین کذا فی الشامی ویعلم الناس فیها احکام صدقة الفطر لیؤدیها من لم یؤدها وینبغی تعلیمهم فی
الجمعة التی قبلها لیخرجوہا فی محلها ولم اره اور تعلیم کرے لوگونکو عید کے خطبہ مین صدقہ فطرہ کے احکام تاکہ صدقہ ادا کرے جسنے ادا نہ کیا ہو اور چاہیے
کہ لوگون کو عید سے پیشتر کے جمعہ مین یہ احکام بتادے تاکہ لوگ صدقہ فطر اسکے موقع پر دیدالین اور مین نے اس بات کو کہین مصرح نہین دیکھا ہم شامی نے کہا
کہ شارح نے اس مضمون کی حدیث باب صدقة الفطر مین بیان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیه وسلم عید فطر سے دو روز پیشتر خطبہ پڑھتے اور اسمین صدقہ فطر کے دینے
کو ارشاد فرماتے وہکذا کل حکم احتیج الیه لان الخطبة شرعت للتعلیم اور اسی طرح جس حکم کی حاجت ہو امام خطبہ جمعہ مین اسکی تعلیم کردے اس لیے کہ خطبہ تعلیم ہی کے
لیے مشروع ہوا ہے ولا یصلیها وحدہ ان فاتته مع الامام ولو بالافساد اتفاقا فی الاصح کما فی تیمم البحر وفیها یلغز ای رجل افسد صلوة واجبة علیه و
لا قضاء علیه اور نہ نماز پڑھے عید کی تنہا اگر عید فوت ہو امام کے ساتھ اگرچہ فوت ہونا فاسد کر دینے سے ہو بالاتفاق صحیح تر قول مین جیسا کہ مذکور ہے بحر الرائق
کے باب التیمم مین اور اسی مسئلہ مین چیستان پوچھی جاتی ہے کہ کونسا شخص ہے جو اپنے ذمہ کی نماز واجب کو فاسد کردے اور اسپر قضا نہو ہم اگر بلا عذر امام
کے ساتھ نہ پڑھیگا تو گناہگار ہوگا بسبب ترک واجب کے اور قول اصح کا مقابل قول امام ابو یوسف کا ہے کہ فاسد کر دینے سے قضا لازم ہے کذا فی الطحطاوی
ولو امکنه الذهاب الی امام آخر فعل لانها تؤدی بمصر واحد بمواضع کثیرة اتفاقا فان عجز صلی اربعا کالضحی اور اگر ممکن ہو اسکو جانا دوسرے امام کے
پاس تو چلا جائے اور دوسرے کے ساتھ نماز عید پڑھ لے اسلیے کہ نماز عید ایک شہر مین چند جگہ ادا کیجاتی ہے بالاتفاق پس اگر عاجز ہو یعنے دوسری جگہ جانے
سے تو چار رکعتین پڑھے مثل نماز چاشت کے یعنی یہ رکعتین عید کی قضا نہین بلکہ چاشت ہی ہین اور مثل اسلیے کہا کہ تکبیرین زائد انمین نہ کہے جیسے عید مین
کہا کرتے ہین کذا فی الشامی وتؤخر بعذر کمطر الی الزوال من الغد فقط فوقتها من الثانی کالاول وتکون قضاء لا اداء کما سیجیء فی الاضحیة
وحکی القهستانی قولین اور تاخیر کیجاے نماز عید کسی عذر سے مثلاً بارش وغیرہ سے دوسرے روز کے زوال تک فقط طحطاوی نے کہا کہ فقط عذر
اور زوال اور روز آیندہ تینون سے متعلق ہے یعنے صرف عذر سے تاخیر کی جاے نہ بلا عذر اور صرف زوال تک تاخیر ہو نہ بعد زوال اور صرف دوسرے

عذر کے ساتھ درست ہو جو زوال تک ہو یعنی وقت نماز عید کا دوسرے دن بھی اسی طرح ہو جیسے روزہ عید قضا ہو گی نماز عید ... تیسرے دن تک
ہوگا اور شامی نے دو قول نقل کیے ہیں ایک یہ کہ نماز دوسرے دن کی قضا ہو گی دوم یہ کہ ادا ہو گی اور شاید شامی کا اختلاف دونوں کا کہنا فی الحقیقۃ لفظی
واحکامہا احکام الاضحی لکن ہنا یجوز تاخیرہا الی ثالث یوم النحر بلا عذر مع الکراہۃ وبہ الی العذر یعنی ہماری نماز عید اضحیٰ کی اور اس کے متعلق
احکام عید فطر کے مثل احکام عید کے ہیں یعنی وقت اور صفت اور شرطیں دونوں کی یکسان ہیں لیکن عید قربان کی تاخیر کرنا قربانی کے تیسرے
دن تک یعنی بارھوین تاریخ کے زوال تک بدون عذر کراہت کے ساتھ درست ہے اور عذر کے ساتھ بے کراہت تاخیر جائز ہے تو عید قربان میں تاخیر
کرنے کو شرط جواز اور عید فطر میں نماز کی صحت کے لیے شرط ہو یعنی بدون عذر کے عید فطر کو دوسرے روز پڑھنا درست نہیں ویکبر جہرا اتفاقا فی
الطریق قبل وضعہ الشنشنہ یعمل الناس الیوم اور تکبیر کہے بلند آواز سے بالاتفاق راستہ میں اور ایک قول یہ ہے کہ عیدگاہ میں بھی تکبیر
جہر سے کہے اور اس قول پر عمل ہے لوگوں کا آج یعنی عیدگاہ میں تکبیر کہتے ہیں اور ایک روایت یہ ہے کہ عیدگاہ میں تکبیر کہتے جب کہ امام نماز پڑھ چکے
بعد نماز کے تکبیر کہتا کر کہے نہ تکبیر کہے گو کہ اور یعنی مسنون راستہ میں ہے نہ گھر میں اور بحر الرائق میں جو مکروہ لکھا ہے تو کراہت کی وجہ کوئی معلوم نہیں ہوتی
کذا فی الطحطاوی وندب تاخیر اکلہ عنہا وان لم یضح فی الاصح ولو اکل لم یکرہ ای تحریما اور مستحب ہے کھانا نمازی کا نماز عید اضحیٰ کے پیچھے اگرچہ قربانی نہ کرے
صحیح تر قول میں اور اگر کھا لیگا تو مکروہ تحریمی نہ ہوگا یعنی جن چیزون سے روزہ کا افطار ہوتا ہے انسے نماز کے بعد تک رکنا چاہیے کیونکہ صحابہ رضی سے
اخبار متواتر ہیں کہ عید قربان کی صبح کو لڑکون کو کھانا کھانے سے اور شیر خوارون کو دودھ سے روک دیتے تھے کذا فی الطحطاوی اور تحریما کی قید جو شارح
نے لگائی تو اسکی مقتضی ہے کہ شاید کھانے میں کراہت تنزیہی ہے حالانکہ ایسا نہیں اسلیے کہ بدائع میں کہا ہے کہ اگر چاہے کھالے چاہے نہ کھالے مگر مستحب یہ ہے
کہ نماز ہو چکنے تک نہ کھالے تاکہ قربانی میں سے کھالے کذا فی الشامی ویعلم الاضحیۃ وتکبیر التشریق فی الخطبۃ اور تعلیم کرے خطیب قربانی اور تکبیر
ایام تشریق کو خطبہ میں ہم اضحیہ بضم ہمزہ اور بکسر ہمزہ قربانی کو کہتے ہیں اور تشریق کے معنی گوشت کو دھوپ میں ڈالنے کے ہیں چونکہ ایام حج میں قربانی کا گوشت
بہت سکھایا جاتا ہے اسلیے دسوین تاریخ کے بعد تین دن ایام تشریق کہلاتے ہیں طحطاوی نے کہا کہ چونکہ تکبیر عرفہ کی فجر سے شروع ہوتی ہے اسلیے عرفہ سے
پیشتر کے جمعہ میں اسکے احکام بیان کرنے مناسب ہیں ووقوف الناس یوم عرفۃ فی غیرہا تشبیہا بالواقفین لیس بشیٔ اذ کذا فی وضع الشیٔ

فیتم انواع العبادۃ من فرض وواجب ومستحب فیفید الاباحۃ وقیل تستحب ذلک کذا فی مسکین وقال الباقانی لو اجتمعوا لشرف ذلک الیوم ولسماع وعظ
بلا وقوف وکشف راس جاز بلا کراہۃ اتفاقا اور ٹھہرانا لوگون کا عرفہ کے روز سوا سے عرفات کے واسطے مشابہت عرفات میں ٹھہرنیوالونکے کوئی عبادت
نہیں شارح نے کہا کہ شی نکرہ ہے نفی کے نیچے تو عام ہوگا سب قسمون عبادت یعنی فرض اور واجب اور مستحب کو یعنی یہ ٹھہرانا نہ فرض ہے نہ واجب نہ مستحب تو فائدہ
دیگا مباح ہونے کا اور قول ضعیف یہ ہے کہ یہ وقوف مستحب ہے ایسا ذکر کیا ہے ملا مسکین نے اور باقانی نے کہا ہے کہ اگر لوگ جمع ہون اسدن کی بزرگی اور وعظ
سننے کے لیے بدون ٹھہرنے اور سر کھولنے کے تو درست ہے بلا کراہت بالاتفاق ہم شرح منیہ میں کہا کہ عرفہ کی شام کو جو لوگ جامع مسجدون میں یا اور کسی باہر
کسی مکانوں میں جمع ہوتے ہیں اہل عرفات کی مشابہت پیدا کرنے کو تو یہ اجتماع مکروہ ہے ہان اگر اس روز طلب باران یا اور کسی مطلب کے لیے جمع ہون تو مکروہ
نہیں اور فتح القدیر میں کہا کہ اولیٰ یہ ہے کہ یہ اجتماع اگرچہ بدون وقوف اور سر کھولنے کے ہے تب بھی مکروہ ہو تاکہ عوام کے عقیدہ میں کوئی خرابی پیدا نہو اور درمختار
میں اسکو مکروہ لکھا ہے اور بحر الرائق میں کہا کہ ظاہر عبارت غایۃ البیان یہ ہے کہ یہ فعل مکروہ تحریمی ہے اور نہر الفائق میں ہے کہ عبارتیں فقہا کی ناطق ہیں کہ کراہت کو ترجیح ہے
اور دوسرے اقوال شاذ ہیں کذا فی الشامی ویجب تکبیر التشریق فی الاصح للامر بہ مرۃ وان زاد علیہا یکون فضلا قالہ العینی اور واجب ہے تکبیر تشریق صحیح
تر قول میں ایکبار بسبب اسکے مامور ہونے کے اور اگر زیادہ کہے ایکبار سے تو ہوگا ثواب کہا ہے اسکو عینی نے ہم اصح کا مقابل یہ ہے کہ تکبیر سنت ہے اور تکبیر کا

اس آیت مین ہو (واذکروا اللہ فی ایام معدودات) یعنے ذکر کرو اللہ کا گنتی کے دنون مین ایام معدودات سے مراد ایام تشریق ہین کذا فی الشامی صفتہ اللہ اکبر
اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد ہو الماثور عن الخلیل تکبیر کی صفت یون کہنا ہو اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد یہ
کلمات منقول ہین حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام سے ہم فقہا اسکا قصہ یون بیان کرتے ہین کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام جنت سے فدیہ حضرت اسماعیل کا لائے
اور ڈرے کہ کہین حضرت ابراہیم جلدی کرکے لڑکے کو ذبح نہ کردین تو یہ کہا اللہ اکبر اللہ اکبر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت جبرئیل کو دیکھا تو فرمایا لا الٰہ
الا اللہ واللہ اکبر اور جب حضرت اسماعیل کو خبر ہوئی فدیہ آنے کی تو فرمایا اللہ اکبر وللہ الحمد کذا فی الطحطاوی والمختار ان الذبیح اسمٰعیل وفی القاموس انہ الاصح قال
ومعناہ مطیع اللہ اور قول مختار یہ ہو کہ ذبیح حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہین اور قاموس مین ہو کہ یہی قول صحیح تر ہو اور لفظ اسماعیل کے معنی عبرانی مین مطیع
اللہ ہین یعنے اطاعت کرنے والا اللہ تعالی کا ہم اسمین اختلاف ہو کہ حکم ذبح کا حضرت اسحٰق علیہ السلام کی نسبت ہوا تھا یا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسبت
فقیہ ابو اللیث نے بستان مین ذکر کیا کہ قرآن وحدیث کے زیادہ مطابق یہی پڑتا ہو کہ حضرت اسمٰعیل ذبیح تھے کیونکہ قرآن مجید مین بعد قصہ ذبح کے ارشاد
فرمایا وبشرناہ باسحٰق اس سے صاف معلوم ہوتا ہو کہ جسکے ذبح کا حکم ہوا وہ اور ہو اور حضرت اسحٰق جدا ہون اور حدیث مین وارد ہو کہ انا ابن الذبیحین یعنے بیٹا ہون دو
ذبیحون کا ایک آپ کے باپ عبد اللہ ہین اور دوسرے جد امجد حضرت اسمٰعیل اور بالاتفاق ثابت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل
سے ہین کذا فی الطحطاوی عقب کل فرض عینی بلا فصل یمنع البناء ادی بجماعۃ او قضی فیہا منہا من عامہ لقیام وقتہ کالاضحیۃ مستحبۃ خرج جماعۃ النساء والعراۃ
لا العبید فی الاصح جوہرہ واجب ہو تکبیر تشریق ہر فرض عین کے پیچھے کہ ادا کیا جائے جماعت مستحب سے بدون ایسے فاصلہ کے جو مانع ہو بنا نماز کا یعنے اگر
فاصلہ ہو جائیگا اسطرح کہ بعد نماز مثلا بول پڑا یا مسجد سے باہر چلا گیا یا کچھ کھا لیا تو تکبیر ساقط ہو جائیگی شارح نے کہا کہ یا فرض قضا پڑھا جاوے ایام تکبیر مین ایام
تکبیر کا اسی برس سے تب بھی تکبیر واجب ہو بسبب قائم ہونے تکبیر کے وقت کے مثل قربانی کے کہ اگر اول روز نکرے دوسرے یا تیسرے روز کرے کہ وقت اس کا
تک باقی ہو اور جماعت مستحب کی قید سے عورتون کی جماعت اور ننگون کی نکل گئی کہ وہ مستحب نہین اور غلامون کی جماعت خارج نہین صحیح تر قول مین تو اسکے بعد
تکبیر واجب ہو کذا فی الجوہرہ اسلیے کہ آزاد ہونا جماعت مین شرط نہین ہم فرض عین کی قید سے فرض کفایہ کی جماعت یعنی جنازہ کی نکل گئی کہ اسکے بعد تکبیر واجب نہین
اور فرض قضا کی جماعت مین تکبیر واجب ہونے کی تین شرطین ہین اول یہ کہ قضا نماز تکبیر کے ایام کی ہو جسکو شارح نے منہا سے تعبیر کیا دوم یہ کہ قضا ایام تکبیر
مین پڑھے جسکو فیہا سے بیان کیا سوم یہ کہ اسی برس کی قضا ہو پہلے کی نہو جسکے لیے من عامہ کہا غرض کہ اس مسئلہ کی چار صورتین ہو سکتی ہین اول یہ کہ غیر
ایام کی تکبیر کی قضا ایام تکبیر مین پڑھے دوسرے یہ ایام تکبیر کی قضا غیر ایام تکبیر مین پڑھے تیسرے یہ کہ ایک سال کے ایام تکبیر کی قضا دوسرے سال کے ایام
تکبیر مین پڑھے چوتھے یہ کہ اسی سال کے ایام تکبیر کی قضا انہین دنون مین پڑھے تو تکبیر صرف اخیر صورت مین واجب ہو نہ اورون مین کذا فی الحلبی اولہ من فجر عرفۃ
واخرہ الی عصر العید بادخال الغایۃ فہی ثمان صلوات ابتدا تکبیر کی عرفہ کی فجر سے ہو اور آخر اسکا عید کے عصر تک حد کے شامل کرنے سے یعنی عصر مین بھی
واجب ہو تو یہ آٹھ نمازین ہوئین پانچ عرفہ کی اور تین عید کے دن کی ووجوبہ علی امام مقیم بمصر وعلی مقتد مسافر او قروی او امراۃ بالتبعیۃ لکن المراۃ
تخافت ویجب علی مقیم اقتدی بمسافر اور واجب ہو تکبیر کا امام پر جو شہر مین مقیم ہو اور مقتدی مسافر پر یا گانون کے رہنے والے مقتدی پر
یا مقتدی عورت پر ہو بسبب تبعیت امام کے لیکن عورت آہستہ تکبیر کہے یعنے اورون کو پکار کر کہنا واجب ہو اور ایک قول مین سنت ہو کذا فی الشامی
اور واجب ہو اس مقیم پر کہ اقتدا کرے مسافر کا وقالا بوجوبہ فور کل فرض مطلقا ولو منفردا او مسافرا او امراۃ لانہ تبع للمکتوبۃ الی عصر الیوم الخامس اخر
ایام التشریق وعلیہ الاعتماد والعمل والفتوی فی عامۃ الامصار وکافۃ الاعصار اور صاحبین نے وجوب تکبیر کو فرمایا ہو بعد پڑھنے ہر فرض کے مطلقا اگرچہ
تنہا ہو یا مسافر یا عورت اسلیے کہ تکبیر تابع فرض کی ہو تو جن لوگون پر نماز فرض ہو انپر تکبیر واجب ہونی چاہیے اور واجب ہو فجر عرفہ سے پانچوین دن کے

اور بعض نے کہا امام شافعی کے مذہب پر تیسری تاریخ کو صاحبین کے نزدیک وہ دنون جن میں تکبیر واجب ہو اور صاحبین کے قول پر فتویٰ
اور اسی پر عمل ہو اسی پر فتوے ہو سب شہرون اور کل زمانون میں یعنے اس وجہ سے کہ صاحبین کی دلیل قوی ہو کذا فی العیون
ان ایام میں تکبیر واجب ہو ... اور جو پڑھا جائے عند العید تکبیر کو بعد نماز عید کے اسلیے کہ مسلمان ایسا ہی کرتے چلے آئے ہین تو ضرور ہو انکی
پیروی کرنی ... پس کبھی مستحب کے لیے بولا جاتا ہو چنانچہ بحرالرائق مین بیان کیا ہو تو یہان بھی مستحب کی جگہ مستعمل ہوا ہو
اسلیے کہا کہ اتباع ضروری ہو طحطاوی نے کہا کہ واجب سے غرض یہان معنی اصطلاحی نہین بلکہ یہ معنی کہ اتباع ثابت ہو اور بحرالرائق کے قول سے ایسا
معلوم ہوتا ہو کہ واجب سے مراد اصطلاحی معنی ہین ولا یمنع العامة من التکبیر فی الاسواق فی الایام العشر وبه ناخذ بحر ومجتبی وغیرہ اور منع نہ کیے جاوین عوام
تکبیر کہنے سے بازارون مین عشرہ ذی الحجہ مین اور اسی کو ہم لیتے ہین کذا فی البحر والمجتبی وغیرہ طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ شارح بحر مین لکھتے کہ بحرالرائق
مین اس مسئلہ کو مجتبی سے نقل کیا ہو ویاتی المؤتم به وجوبا وان ترکه امام لاداء بعد الصلوة قال ابو یوسف رح صلیت بهم المغرب یوم عرفة فسهوت ان اکبر
فکبرهم ابو حنیفة اور مقتدی تکبیر کہے بطور وجوب اگرچہ انکے امام نے تکبیر نہ کہی ہو واسطے ادا ہونے تکبیر کے بعد نماز کے یعنے نماز کے بعد امام کی مخالفت
معتبر نہین تاکہ امام کے چھوڑنے سے مقتدی بھی چھوڑ دے امام ابو یوسف رح فرماتے ہین کہ مین نے لوگون کو نماز مغرب عرفہ کے روز پڑھائی تو تکبیر کہنا
بھول گیا پس امام ابو حنیفہ نے لوگون کو تکبیر کہلائی ہم اس حکایت سے کئی فائدے معلوم ہوئے اول یہ کہ امام اگر بھول جاوے تو مقتدی یاد دلادے
دوسرے یہ کہ تعظیم استاد کی انکے امر کی بجا آوری مین ہو چنانچہ امام ابو یوسف امام اعظم رح کے فرمانے سے پیش امام ہوے تیسرے یہ کہ جب استاد کو کسی شاگرد
کی نیکبختی اور فضیلت معلوم ہو تو لوگون کے سامنے انکی تعظیم کرے تاکہ اور لوگ انکی توقیر کرین چوتھے یہ کہ اگر استاد شاگرد کی تعظیم کرے تو شاگرد انکی حرمت فراموش
نہ کرے کذا فی الطحطاوی والمسبوق یکبر وجوبا کاللاحق لکن عقب القضاء لما فاته ولو کبر مع الامام لاتفسد ولو لبی فسدت اور مسبوق تکبیر کہے وجوبا مثل
لاحق کے لیکن پیچھے ادا کرنے اس نماز کے جو اس سے رہ گئی ہو اور اگر مسبوق یا لاحق امام کے ساتھ تکبیر کہیگا تو نماز فاسد نہوگی مگر دوبارہ تکبیر کہے کہ امام کے ساتھ تکبیر
اپنے محل پر نہین ہوئی اور اگر لبیک کہیگا امام کے ساتھ تو نماز فاسد ہو جاویگی کیونکہ لبیک آدمیون کے کلام کے مشابہ ہو کذا فی الشامی ویبدأ الامام بسجود السهو
لوجوبه فی تحریمتها ثم بالتکبیر لوجوبه فی حرمتها ثم بالتلبیة لوجوبها لعدمها خلاصة اور شروع کرے امام سجدہ سہو کو بسبب واجب ہونے سجدہ کے حالت بقاء
تحریمہ نماز مین یعنے سجدہ سہو ایسے وقت مین واجب ہو کہ اسوقت تک نماز کی تحریمہ باقی رہتی ہو اسی لیے سجدہ سہو مین اقتدا امام کا درست ہو پھر تکبیر کہے بسبب
واجب ہونے تکبیر کے نماز کی حرمت مین یعنے نماز کے بعد بلا فاصلہ پھر اگر امام احرام باندھے ہو تو لبیک کہے بسبب نہ واجب ہونے لبیک کے نماز کی تحریمہ اور
حرمت مین کذا فی الخلاصة وفی الولوالجیة لو بدأ بالتلبیة سقط السجود والتکبیر والله اعلم اور ولوالجیہ مین ہو کہ اگر شروع کریگا لبیک کہنا تو ساقط ہوگا سجدہ سہو اور
تکبیر کہنا اسلیے کہ لبیک کہنا لوگون کے کلام کے مشابہ ہو اور کلام نماز کو قطع کر دیتا ہو تو اس سے نماز قطع ہو جاویگی تو نہ تحریمہ باقی رہیگی جو شرط سجدہ سہو ہو اور نہ
اتصال باقی رہیگا جو تکبیر کے لیے چاہیے اسی لیے دونون ساقط ہونگے کذا فی الشامی والله اعلم

باب الكسوف

یہ باب ہو سورج گہن کی نماز کے ذکر مین مناسبتها من حیث الاتحاد والتضاد مناسبت صلوة کسوف کی نماز عید سے یا باعتبار اتحاد کے ہو یا باعتبار
ایک دوسرے کی ضد ہونے کے ہم اتحاد سے یہ غرض کہ عید اور کسوف دونون کی نماز مین جماعت سے دن کو بلا اذان اور تکبیر کے ہوتی ہین اور تضاد
سے یہ مراد کہ انسان کے دو حال ہین ایک سرور اور امن کا اور دوسرا اندوہ وخوف کا تو عید اکثر امن وسرور کا وقت ہو اور گہن خوف واندوہ کا ہو
کہ جماعت عید مین شرط ہو اور جہر سے پڑھنا واجب بخلاف کسوف کے کذا فی الشامی ثم الجمهور انه بالکاف والخاء للشمس والقمر جو اکثر فقہا کہتے ہین کہ کسوف

کاف سے سورج گہن ہے اور خسوف خ سے چاند گہن ہے اور بعض کا قول یہ ہے کہ کسوف اور خسوف دونوں کا استعمال چاند اور سورج گہن میں برابر ہے مگر جوہری نے
افصح قول اول کو کہا ہے پھر معلوم کرنا چاہیے کہ نماز کسوف قرآن و حدیث و اجماع سے ثابت ہے قرآن سے اسطرح کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (وَمَا نُرْسِلُ بِالْآيَاتِ
إِلَّا تَخْوِيفًا) یعنے ہم نشانیاں نہیں بھیجتے مگر ڈرانے کو یعنے تاکہ بندے ڈر کر اسکی اطاعت بجا لاویں اور اسکی طرف رجوع کریں اور رب کی طرف رجوع
سب سے زیادہ نماز کی حالت میں ہے اور بخاری کی حدیث میں ہے کہ سورج اور چاند کسی آدمی کی موت کے سبب سے نہیں گہنتے بلکہ یہ دونوں گہن خدا تعالیٰ
کی نشانیاں ہیں جب تم انکو دیکھو تو انکا نماز پڑھو اور خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو پڑھا ہے اور اس نماز پر امت کا اجماع بھی ہے کذا فی الطحطاوی

یصلے بالناس من یملک اقامۃ الجمعۃ بیان للمستحب وافی السراج لابد من شرائط الجمعۃ الا الخطبۃ وردہ فی البحر عند الکسوف رکعتین بیان لاقلہا وان
شاء اربعا او اکثر کل رکعتین بتسلیمۃ او کل اربع مجتبٰے نماز پڑھاوے لوگوں کو جو شخص کہ مالک ہو قائم کرنے جمعہ کا یعنے سلطان یا قاضی سورج گہن کے وقت دو رکعتیں
شارح نے کہا کہ سلطان یا نائب کی قید مستحب کا بیان ہے یعنے مستحب ہے کہ قاضی یا سلطان امام ہو انکا ہونا نماز کی شرط نہیں اور سراج میں جو یہ ہے کہ نماز کسوف
میں شرائط جمعہ کا ہونا ضرور ہے سوائے خطبہ کے تو اسکو بحر الرائق میں رد کیا ہے یہ کہکر اسبیجابی نے تصریح کردی ہے کہ سلطان کا ہونا مستحب ہے شرط نہیں اور
ماتن کا رکعتین کہنا بیان ہے اقل درجہ نماز کا اگر نمازی چاہے تو چار پڑھے یا زیادہ ہر دوگانہ پر سلام پھیرے یا چار چار پر کذا فی المجتبے وصفتہا کالنفل ای برکوع
واحد فی غیر وقت مکروہ بلا اذان ولا اقامۃ ولا جہر ولا خطبۃ اور نماز کسوف کا حال مثل نفل کے ہے یعنے ایک رکوع سے وقت مکروہ کے سوا دوسرے
وقتوں میں بدون اذان اور تکبیر اور بدون پکار کر پڑھنے اور خطبہ کے پڑھتے ہیں ایک رکوع کی قید اسلیے لگائی کہ امام شافعی کے نزدیک دو دو رکوع سے
پڑھتے ہیں اور اگر سورج گہن وقت مکروہ میں ہو مثلاً عصر کے بعد تو لوگ دعا میں مشغول ہوں نماز نہ پڑھیں اور عدم جہر کی قید اسلیے کی کہ صاحبین اس نماز
میں جہر کرنے کو فرماتے ہیں اور خطبہ اس نماز میں نہیں کیونکہ کسی اثر میں خطبہ منقول نہیں اور جو کسوف کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیم کی وفات
کے دن ہوا اور اسمیں آپ نے خطبہ پڑھا تو وہ اسلیے تھا کہ جو لوگ یہ وہم کرتے تھے کہ یہ گہن آپ کے لخت جگر کی موت کے باعث ہوا ہے انکا وہم دور فرمائیں
کسوف کی خصوصیت سے نہ تھا کذا فی الطحطاوی وینادی الصلوٰۃ جامعۃ لیجتمعوا اور پکار دیا جاوے یہ لفظ الصلوٰۃ جامعۃ تاکہ لوگ اکٹھے ہو جاویں یعنے بجائے اذان
ان لفظوں سے اعلام کر دیا چاہیے طحطاوی نے کہا کہ الصلوٰۃ مبتدا ہے اور جامعۃ خبر اور یہ جملہ مبنی الشاہد ویطیل فیہا الرکوع والسجود والقراءۃ والادعیۃ والاذکار

الذی ہو من خصائص النافلۃ ثم یدعو بعدہا جالسا مستقبل القبلۃ او قائما مستقبل الناس والقوم یؤمنون حتی تنجلی الشمس کلہا اور طول دے اس نماز میں رکوع اور
سجدہ اور قراءت اور دعاؤں اور ذکروں کو ایسا طول جو نفل نماز کے خواص سے ہے پھر دعا مانگے بعد اس نماز کے بیٹھا ہوا قبلہ رخ یا کھڑا ہو کر لوگوں کی طرف
منہ کرکے اور سب لوگ آمین کہیں دعا اسوقت تک مانگے کہ آفتاب بالکل صاف اور روشن ہو جائے ہم قراءت طویل اسقدر کہ پہلی رکعت میں سورۂ بقرہ اور
دوسری میں آل عمران پڑھے اور اگر یہ یاد نہوں تو انکے برابر دوسری سورتیں پڑھے طحطاوی نے کہا کہ مسنون یہ ہے کہ دعا اور نماز میں سارا وقت گہن کا پورا
ہو جائے تو اگر نماز کو خفیف پڑھے تو دعا کو طول دے اور دعا مختصر کرے تو قراءت طویل کرے اور رکوع اور سجدہ اگر چاہے چھوٹا کرے چاہے بڑا تو شارح نے جو یطیل کہا
اس سے یہ غرض کہ اگر اسکا دل چاہے تو طول دے اور دعا مانگنا کھڑے ہو کر اور لوگوں کی طرف منہ کرکے اچھا ہے اور کھڑے ہونے میں اگر لاٹھی یا کمان پر سہارا دے لے
تو بہتر ہے اور دعا کے لیے ممبر پر نہ چڑھے کذا فی النہر وان لم یحضر الامام الجمعۃ صلے الناس فرادی فی منازلہم تحرزا عن الفتنۃ کالخسوف للقمر اور اگر امام جمعہ
حاضر نہو یعنی جسکو اختیار جمعہ پڑھانے کا ہے وہ موجود نہو تو لوگ تنہا اپنے گھروں میں نماز پڑھیں واسطے بچنے کے جھگڑے سے یعنی بڑے مجمع میں پیش امام ہونیکا جھگڑا
ہوا کرتا ہے اسلیے گھروں پر تنہا پڑھ لینا بہتر ہے مثل چاند گہن کی نماز کے کہ اسکو بھی تنہا گھروں پر پڑھیں خواہ امام موجود ہو یا نہیں کیونکہ یہ نماز رات کو ہوتی ہے اسوقت
جمع ہونا لوگوں کا خالی حرج سے نہیں ہم ظہیریہ میں یہ ہے کہ اپنے اپنے محلہ کی مسجدوں میں تنہا پڑھ لیں اور اگر جمعہ کا امام اجازت دیدے تو محلہ کا امام

ہو وقت سنت ہے جیسا کہ کذا فی الطحطاوی والریح الشدیدۃ والظلمۃ القویۃ بالنہار والضوء القوی باللیل والفزع الغالب ونحو ذلک من الآیات المخوفۃ کالزلازل والصواعق وانتشار الکواکب والضوء الہائل باللیل والثلج والامطار الدائمۃ وعموم الامراض ومنہ الوباء من الطاعون وقوع الطاعون من آیۃ ای مصیبۃ ومحل ان ابرار الکسوف کذا فی الاشباہ یعنی اور بہت آندھی کے وقت یعنی دن کو یا رات کو اور وقت سخت تاریکی کے دن کو اور سخت روشنی ہو جانیکے رات کو اور وقت خوف غالب کے یعنی غیرہ سے جو مثل اسکے خوفناک حوادث کے وقت مثل زلزلون اور کڑک بجلیون کے وقت اور متواتر برف اور مینہ کے برسنے کے وقت اور بیماریون کی کثرت کے وقت اور سب آدمیون مین داخل ہو وبا کر ابتدا وہ کہ نماز کے واسطے وہ مرض طاعون کے اور یہ بھی جو کہا گیا ہے کہ یہ نماز بہت مستحب ہے اور بہت سے ہو جیسے طاعون ہو وہ وبا ہے اور اسکا عکس نہین یعنی یہ نہین کہ ہر وبا طاعون ہو اور اسکا بیان اشباہ مین ہے اور طاعون ایک خاص مرض وبائی کا نام ہے یعنے وبا عام ہے اور طاعون خاص اور یہ اوپر جو بیان ہوئی ان مین دوام کی قید اسلیے لگائی کہ انکا دوام ظاہر ہے تمت وفی العینی صلوٰۃ الکسوف سنۃ واختلفوا فی الاستسقاء وجوبا وصلوٰۃ الخسوف حسنۃ وکذا الظلمۃ اور عینی مین ہے کہ کسوف کی نماز سنت ہے اور استسقاء مین اختلاف کیا ہے انکے واجب ہونے کو اور چاند گہن کی نماز حسن ہے یعنے اہل اسلام کے نزدیک مستحسن ہے کذا فی الطحطاوی اور اسی طرح باقی نمازین آندھی وغیرہ کی اوقات مین حسن ہین اور نماز کسوف کے واجب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بصیغۂ امر ارشاد فرمایا کہ جب تم کوئی چیز ان حوادث مین سے دیکھو تو نماز کی طرف التجا لاؤ اور فتح القدیر مین کہا کہ امر اس حدیث مین استحباب کے لیے ہے کذا فی الطحطاوی وفی الفتح واختلف فی استنان صلوٰۃ الاستسقاء فلذا آخرہا واللہ تعالیٰ اعلم اور فتح القدیر مین ہے کہ اختلاف کیا گیا ہے نماز استسقاء کے مسنون ہونے مین تو اسی لیے مصنف نے اسکو پیچھے بیان کیا واللہ تعالیٰ اعلم

باب الاستسقاء

یہ باب ہے طلب باران کے ذکر مین اور مناسبت اسکی نماز کسوف سے یہ ہے کہ دونون مین اجتماع لوگون کا ہوتا ہے پھر استسقاء کے معنی لغت مین دوسرے سے پانی دینے کی درخواست ہے اور شریعت مین خشک سالی کے وقت خدا تعالیٰ سے مینہ کے طلب کرنے کو کہتے ہین ایک خاص صورت پر اور وہ ایسے مقام مین مشروع ہے جہان جھیلین اور نہرین کھیتون کے سینچنے اور چارپایون کے پانی پلانے کو نہون یا ہون مگر کافی نہون اور اگر کافی ہون تو دعا کیلیے باہر نکلین کذا فی الطحطاوی ہو دعا و استغفار لانہ السبب لارسال الامطار استسقاء دعا ہے اور مغفرت چاہنی گناہون سے اسلیے کہ درخواست مغفرت سبب ہے مینہ کے برسنے کا ہم یعنے امام کھڑا ہو کر قبلہ رخ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگے اور آدمی قبلہ کو منہ کر کے بیٹھے ہوئے آمین کہتے جائین اور وہ ان الفاظ سے دعا کرے (اَللّٰہُمَّ اسْقِنَا غَیْثًا مُغِیْثًا ہَنِیْئًا مَرِیْئًا مَرِیْعًا غَدَقًا عَاجِلًا غَیْرَ رَائِثٍ مُجَلِّلًا سَحًّا طَبَقًا دَائِمًا) اور جو الفاظ اسکے مانند ہون اور دعا آہستہ بھی کرے اور پکار کر بھی اور استغفار سبب ہے مینہ برسنے کا یعنے قرآن مجید مین ارشاد فرمایا (فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِّدْرَارًا) یعنے مغفرت چاہو اپنے رب سے کہ وہ ہے بہت بخشنے والا بھیجیگا تم پر مینہ کثرت سے برسنے والا تو اس آیت مین استغفار کو سبب مینہ برسانے کا فرمایا کذا فی الطحطاوی بلا جماعۃ مسنونۃ بل ہی جائزۃ وبلا خطبۃ وقالا تفعل کالعید وبل یکبر للزوائد خلاف طلب کرنا مینہ کا دعا ہے بدون جماعت مسنون کے بلکہ جماعت جائز ہے نہ مکروہ اور بدون خطبہ کے امام اعظم کے نزدیک اور صاحبین نے فرمایا کہ دعا کیجاے مثل عید کے یعنے امام دو گانہ نماز جہر سے بدون اذان اور تکبیر کے پڑھا دے پھر زمین پر کھڑا ہو کر تلوار یا عصا پر سہارا دے کر خطبہ پڑھے اور اکثر خطبہ استغفار ہو اور کیا تکبیر زائد اس دوگانہ مین کہے اسمین خلاف ہے یعنے امام محمد سے مروی ہے کہ زائد تکبیرین بھی کہے اور مشہور روایت صاحبین سے یہ ہے کہ تکبیرین نہ کہے کذا فی الشامی وقلب رداءہ خلافا لمحمد اور دعا ہے بدون چادر بدلنے کے بخلاف امام محمد کے یعنے امام کے نزدیک اور دعاؤن کیطرح اس دعا مین بھی چادر نہ بدلے اور امام محمد کے نزدیک چادر بدلے یعنی تھوڑا سا خطبہ پڑھ کر چادر پلٹ لے اسطرح کہ داہنی طرف بائین آجاے اور نیچے کا رخ اوپر جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم نے ایسا ہی کیا تھا شامی نے کہا کہ فتوی امام محمد کے قول پر ہو اور چادر صرف امام پلٹے نہ مقتدی ولا یحضر ذمی وان کان الراجح ان دعاء الکافر قد یستجاب
استدراجا واما قولہ تعالے وما دعاء الکافرین الا فی ضلال ففی الاخرۃ شرح مجمع اور دعا ہی بدون ساتھ ہونے کافر ذمی کے اگرچہ قول راجح یہ ہو کہ دعا کافر
کی کبھی قبول ہوتی ہو خلاف عادت اور یہ جو ارشاد خداوندی ہو کہ نہیں ہو دعا کافرون کی مگر بہکنا تو یہ آخرت میں ہو کذا فی شرح مجمع ہم اس امر میں اختلاف
ہو کہ دعا کافر کی مقبول ہوتی ہو یا نہیں تو بعض فقہا نے کہا کہ مقبول نہیں ہوتی آیت مذکورہ صدر کی دلیل سے اور نیز اسوجہ سے کہ کافر دعا خدا تعالی سے
نہیں مانگتا کیونکہ وہ اللہ تعالی کو پہچانتا ہی نہیں اور بعض فقہا نے کہا کہ دعا مقبول ہوتی ہو چنانچہ شیطان نے مہلت مانگی اور اسکی دعا مقبول ہوئی حالانکہ سب
مین بڑا کافر وہ ہی اور صدر شہید نے کہا کہ فتوی اسی پر ہو کہ دعا کافر کی مقبول ہوتی ہو خصوص جبکہ مظلوم ہو چنانچہ حدیث مین ہو کہ مظلوم کی دعا مقبول ہو
اگرچہ کافر ہو اور آیت کا جواب شارح نے دیا کہ وہ آخرت کی دعا ہو اسلیے کہ اس سے پہلے دوزخ والون کا ذکر ہو کہ جب فرشتون سے کہینگے کہ اللہ تعالی سے
دعا مانگو کہ ہمپر ایک دن عذاب ہلکا کردے تو وہ کہینگے کہ تمھارے پاس کیا پیغامبر بینات نہ لائے تھے وہ کہینگے کیون نہین فرشتے کہینگے کہ تم دعا مانگو اور
نہین ہو کافرون کی دعا مگر بہکنا کذا فی الطحطاوی وان صلوا فرادی جاز فھی مشروعۃ للمنفرد وقول التحفۃ وغیرہا ظاہر الروایۃ لا صلوۃ ای بجماعۃ اور
اگر سب لوگ تنہا نماز پڑھین تو درست ہو کیونکہ نماز تنہا کے لیے مشروع ہو اور تحفہ وغیرہ کا یہ کہنا کہ ظاہر روایت یہ ہو کہ استسقا مین نماز نہین اسکے یہ معنی
کہ جماعت کے ساتھ نماز نہین ویخرجون ثلثۃ ایام لانہ لم ینقل اکثر منہا متتابعات ویستحب للامام ان یامرہم بصیام ثلثۃ ایام قبل الخروج وبالتوبۃ
ثم یخرج بہم فی الرابع مشاۃ فی ثیاب غسیلۃ او مرقعۃ متذللین متواضعین خاشعین مناکسین رؤسہم اور جنگل کو جائین دعا کے لیے تین روز
برابر اسلیے کہ زیادہ تین روز سے منہ کی دعا کے لیے باہر جانا منقول نہین ہوا اور مستحب ہی امام کو کہ باہر نکلنے سے پیشتر لوگون کو تین دن روزہ رکھنے کا
اور گناہون سے خالص توبہ کرنے کا حکم کرے پھر چوتھے روز انکے ساتھ نکلے اسطرح کہ سب پیادہ پا نہ دھوے ہوے کپڑے پہنے یعنی پرانے یا پیوند لگے
ذلیلون کی صورت بنائے فروتنی اور عاجزی کرتے ہوے گردن جھکائے ہون ہم جنگل مین جانیکا حکم ان لوگون کو ہی جو کہ معظمہ اور مدینہ منورہ اور
بیت المقدس مکے باشندے نہون کہ انکے لیے حکم وہان کی افضل مساجد مین جانیکا ہی اور توبہ خالص سے یہ غرض کہ حقوق حقدارون کے بھی ادا کردین کہ
توبہ مین یہ شرط لگی ہوئی ہو کہ کسی کا حق ذمہ پر نہ رہے کذا فی الطحطاوی ویقدمون الصدقۃ فی کل یوم قبل خروجہم ویجددون التوبۃ ویستغفرون
للمسلمین ویستسقون بالضعفاء والشیوخ والعجائز والصبیان ویبعدون الاطفال عن امہاتہم اور ہر روز اپنے نکلنے سے پیشتر صدقہ دیوین
اور سرنو توبہ کرین اور مسلمانون کے لیے دعاء مغفرت کرین اور ضعیفون اور بوڑھون اور بڑھیون اور لڑکون کے ذریعہ سے منہ کی دعا کرین اور بچون کو
انکی ماؤن سے علحدہ کرین ہم ان لوگون کے ذریعہ کرنے کے یہ معنی کہ انکو آگے کردین تاکہ وہ دعا مانگین اور جوان آمین کہین کہ انکی دعا جلد مقبول
ہوتی ہو چنانچہ بخاری کی حدیث مین ہو کہ تمکو رزق اور فتح جو ملتی ہو تو تمھارے ضعیفون کی بدولت ہی ملتی ہو اور بچون کو مان سے جدا رکھنے مین یہ حکمت ہو
کہ رونا اور فریاد زیادہ ہو تاکہ لوگون کو رقت ہو اور اسکے سبب سے دریاے رحمت ایزدی جوش مین آوے کذا فی الشامی والطحطاوی ویستحب اخراج
الدواب اور مستحب ہی باہر نکالنا جانورون کا اسلیے کہ کبھی مینہ انھین کے سبب سے عنایت ہوتا ہو چنانچہ احمد نے روایت کیا ہو کہ حضرت سلیمان علیہ السلام
لوگون کے ساتھ مینہ کی دعا کو نکلے دیکھا تو ایک چیونٹی اپنی ٹانگین آسمان کی طرف اٹھائے ہو آپ نے فرمایا کہ لوٹ چلو کہ تمھاری دعا اس چیونٹی کی جہت
سے مقبول ہوئی کذا فی الطحطاوی والاولی خروج الامام معہم وان خرجوا باذنہ او بغیر اذنہ جاز اور بہتر ہی نکلنا امام کا لوگونکے ساتھ اور اگر لوگ نکلین
امام کی اجازت سے یا بدون اسکی اجازت کے تب بھی درست ہو ویجتمعون فی المسجد بمکۃ وبیت المقدس ولم یذکر المدینۃ کانہ لضیقہا اور
جمع ہووین مسجد الحرام مین مکہ معظمہ مین اور بیت المقدس مین اور ماتن نے مدینہ منورہ کو ذکر نہ کیا کہ وہان کے لوگ مسجد شریف مین جمع ہون شاید

بلکہ مسجد کے متعلق ہونے کی نسبت سے ذکر کیا گیا ہو وہم شامی نے کہا کہ یہ جو بعض نے کہا ہے کہ بارش سے مسجد میں آئے تو امام تک کے گھٹنوں سے زیادہ
نہیں کہ کوئی مثل کہ بیش تو ہو جاتے اور بلند ہونا ان کی مراد ایسے شعر ہے کہ وہ بارش مسجد مبارک میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کی جانب
ایسا کہ بہ جاوے کے لیے ہوتے آپ کے مثال دعا میں آجاتی ہو اور جو ایسی کو ان مساجد کے دروازہ وان پر مقرر کیا جاسے وان وامام اقتصر سے
واقعہ فہر یہ اس بالہ عام کیسے وہ نہ تدبیث مثل اور اگر مینہ کی بھری سے یا ملک کو نقصان کرے تو منا اللہ دین دعا کرنے کا اُسکے بند ہونے اور
ایسی جگہ منہ پڑت ہونے کے واسطے جہاں مفید ہو مینے یوں دعا کرے کہ الٰہی اب یہاں مینہ کو برسا مفید ہو وہان برسا اور یہاں سے اُسکو
ہٹا لے وان سے اقبل خروج ہے اب ان پر جو اشکر اللہ تعالے اور اگر باہر جانے سے بیشتر لوگوں کو مینہ عنایت ہو تو مستحب ہو کہ اللہ تعالے کے شکریہ
کے لیے باہر نکلیں یعنے جب قبل سوال کے مطلب پورا ہو گیا تو اب اس انعام کا شکریہ ہو کہ باہر نکل کر دعا کریں تاکہ مینہ خاطر خواہ برسے کذا
ف الشامی ملتقطاً

باب صلوۃ الخوف

یہ باب ہو نماز خوف کے بیان میں ہم اسکی مناسبت نماز استسقاء سے یہ ہو کہ دونوں خوف کے وقت ہوتے ہیں من اضافۃ الشئ لشرطہا اضافت صلوٰۃ
کی خوف کیطرف چیز کی اضافت ہو شرط کی طرف یعنے خوف شرط ہو اس نماز کی ہم بعضوں نے خوف کو سبب قرار دیا ہو اور کہا ہو کہ اضافت سبب کی ہو
طرف سبب کے شامی نے کہا کہ بظاہر خوف نماز کا سبب ہو اور دشمن کا موجود ہونا شرط ہو تو اگر خوف سے مراد دشمن کا ہونا ہو تو یہ اضافت شرط
کی طرف ہو اور اگر خوف کے حقیقی معنی مراد ہوں تو اضافت سبب کی طرف ہو ہے جائزۃ بعدہ علیہ السلام عندہما ای عند ابی حنیفۃ ومحمد
رحمہما اللہ تعالے خلافا للشافعی بشرط حضور عدو یقینا فلو صلوا لظنہ فبان خلافہ اعادوا والسبع والحیۃ عظیمۃ ونحوہا وحان خروج الوقت کما
فی مجمع الانہر ولم اره لغیرہ فلیحفظ قلت ثم رأیت فی شرح البخاری للعینی انہ لیس بشرط الا عند البعض عند التحام الحرب نماز خوف کی جائز ہو بعد آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے طرفین کے نزدیک یعنے امام اعظم رح اور محمد رح کے بخلاف امام ابو یوسف کے کہ اُنکے نزدیک جائز نہیں اسوجہ سے کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھنے کے ثواب حاصل کرنے کو یہ نماز شروع ہوئی تھی بعد آپ کے یہ بات جاتی رہی تو اب اُسکا ادا کرنا جائز نہ ہوگا
اور طرفین فرماتے ہیں کہ صحابہ رض نے آپ کے بعد اس نماز کو پڑھا ہو اسلیے جائز ہو بشرط موجود ہونے دشمن کے یقینا یا موجود ہونے درندہ یا اژدہا
اور اسکے مثل اور چیزوں کے مثلا آتشزدگی وغیرہ کے شارح نے کہا کہ یقینا کی قید ہم نے اسلیے لگائی کہ اگر لوگ دشمن کا موجود ہونا خیال کرکے پڑھینگے
پھر اسکے خلاف ظاہر ہوگا یعنے دشمن موجود نہ نکلیگا تو نماز از سر نو پڑھیں اور درست ہو یہ نماز جبکہ وقت جانے کو ہو چنانچہ مجمع الانہر میں ہو اور یہ قید
میں نے اور وں کے کلام میں نہیں دیکھی تو اس قید کو یاد رکھنا چاہیے پھر میں نے عینی کی شرح بخاری میں دیکھا کہ وقت نکلنے کے قریب ہونا اس
نماز کی شرط نہیں مگر بعض کے نزدیک جبکہ لڑائی اور قتال ہو رہا ہو ہم شارح نے عینی کا قول نقل کرکے بیان کر دیا کہ مجمع الانہر کی روایت پر عمل کرنا چاہیے
اسلیے کہ وہ بعض کا قول ہو کذا فی الشامی فیجعل الامام طائفۃ بازاء العدو ویصلی باخری رکعۃ فی الثنائی کمنہ الجمعۃ والعید یعنی
غیرہ لو زاد وذہبت الیہ وجاءت الاخری فصلے بہم ای النبی صلی اللہ علیہ وسلم وحدہ وذہبت الیہ وجاءت الطائفۃ الاولی
واتموا صلوتہم بلا قراءۃ لانہم لاحقون وسلموا ثم جاءت الطائفۃ الاخرے واتموا صلوتہم بقراءۃ لانہم مسبوقون تو کرے امام ایک
ٹولی مثلا دشمن کے مقابل اُسکے ڈرانے کے لیے اور نماز پڑھا دے دوسری ٹولی کو مثلا ایک رکعت دو رکعت والی نمازوں میں اور
اسی میں داخل ہو جمعہ اور عید اور دو رکعتیں پڑھا دے غیر ثنائی میں بطور وجوب کے یعنے اگر ایک پڑھاویگا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور جمل یعنے

یہ ٹولی دشمن کے سامنے یعنے بعد دوسرے سجدہ کے ایک رکعت پڑھنے کی صورت میں اور بعد التحیات کے دو رکعتوں کے پڑھنے میں اور آوے آٹولی پس
انکو امام پڑھادے باقی نماز یعنے جتنی نماز اسکو باقی ہو وہ اس ٹولی کے ساتھ پڑھکر امام اکیلا سلام پھیر دے بعد قعدہ اخیرہ کے پھر یہ آٹولی دشمن کے سامنے جاوے
براہ استحباب یعنی اگر یہ جاوین اور اسی جگہ بقیہ نماز تمام کرلین تو درست ہی اور آوے سب ٹولی اور اپنی نماز پوری کرین بدون قراءت کے اسلیے کہ وہ لاحق ہین
اور لاحق کا حکم مقتدی کا سا ہی اور سلام پھیرین پھر وہ اٹولی آوے اور اپنی بقیہ نماز پوری کرین بدون قراءت کے ساتھ اسلیے کہ وہ مسبوق ہین اور مسبوق منفرد
کا ایک حال ہی ہم صلوٰۃ خوف کی کیفیت مین علما کا اختلاف ہی اور متفق ہین ہی کہ جائز ہر کیفیت سے ہی مگر اختلاف اسمین ہی کہ بہتر کونسی ہی اور قرآن مجید مین جو کیفیت
مذکور ہی اُس سے زیادہ ترقریب یہ صورت ہی جو ماتن نے مذکور کی اور دو رکعتون کی نماز مین سفر کی نماز بھی داخل ہی اور عید کی قید سے شارح نے آگاہ کیا کہ صلوٰۃ خوف
صرف فرضون مین منحصر نہین واجب مین بھی ہوتی ہی کذا فی الشامی طحطاوی نے کہا کہ اگر دشمن بالفرض قبلہ کی طرف ہو تب بھی اس نماز مین کچھ فرق نہوگا
اسیطرح دشمن کے مقابل کی ٹولی اگر قبلہ کیطرف پشت کیے ہو تو کچھ حرج نہوگا اور دشمن کے مقابل جانا پیادہ معتبر ہی اگر سوار ہو کر جاوینگے تو نماز باطل ہوجاوگی
و ہذا ان تنازعوا فی الصلوٰۃ خلف واحد و الا فالافضل ان یصلے بکل طائفۃ امام اور یہ نماز اس کیفیت پر اُس صورت مین ہی کہ مقتدی ایک ہی امام
کے پیچھے نماز پڑھنے مین جھگڑا کرین ورنہ افضل یہ ہی کہ ہر ٹولی علیحدہ امام کے پیچھے نماز پڑھے ہم یعنے ایک ٹولی دشمن کے مقابل رہے اور ایک امام کے ساتھ نماز
پڑھے جب امام فارغ ہوئے تو یہ ٹولی دشمن کے سامنے چلی جاے اور دوسری ٹولی کے لیے امام کسی کو اجازت نماز پڑھانے کی دے کہ وہ انکو پڑھاوے اور
اگر وقت اتنا نہو تو وہی صورت ہی جو اوپر مذکور ہوئی کذا فی الشامی و ان اشتد خوفہم وعجزوا عن النزول صلوا رکبانا فرادی الا اذا کان ردیفا للامام فیصح
الاقتداء بالایماء اسلیے جہۃ قدرتہم للضرورۃ اور اگر زیادہ خوف لوگون کو اور عاجز ہون اُترنے سے تو نماز پڑھین حالت سواری مین تنہا رکوع اور سجدہ
کے لیے اشارہ کرکے جس طرف کو اُنسے ہوسکے بسبب ضرورت کے شارح نے کہا مگر وہ شخص کہ امام کے پیچھے سوار ہو ایک سواری پر تو اُسکا اقتدا امام کے
پیچھے صحیح ہوگا بسبب اتحاد مکان کے فسدت بمشی بغیر اصطفاف وسبق حدث و رکوب مطلقا و قتال کثیر لا بقلیل کرمیہ سہم اور یہ نماز فاسد ہوجاوگی
پیادہ چلنے سے جو دشمن کے سامنے صف باندھنے کے لیے نہو اور نہ بے وضو ہوجانے کے سبب سے ہو اور فاسد ہوگی سوار ہونے سے مطلق یعنے
خواہ صف باندھنے کے لیے ہو یا دوسرے مطلب کے لیے اور فاسد ہوگی بہت کُشت و خون کرنے سے نہ تھوڑا لڑنے سے مثلاً ایک تیر چلانے سے فاسد
نہوگی کیونکہ عمل قلیل ہی اور گھوڑے پر چڑھنا اور بہت لڑنا عمل کثیر ہین اُنسے فاسد ہوجاویگی ہم طحطاوی نے کہا کہ تیر چلانے کا عمل قلیل ہونا مسلم نہین کیونکہ
جو کوئی اسکو دیکھیگا یہی جانیگا کہ نماز نہین پڑھتا و السابح فی البحران امکنہ ان یرسل اعضاءہ ساعۃ صلے بالایماء و الا لا تصح کصلوٰۃ الماشی
و السائف و ہو یضرب بالسیف اور تیرنے والا دریا مین اگر اُسکو ممکن ہو کہ اپنے اعضاء ڈھیلے کر دے ساعت بھر تو نماز پڑھے اشارہ سے ورنہ نماز صحیح
نہوگی جیسے نماز پیادہ چلنے والے کی اور تلوار والے کی جبکہ تلوار سے مارتا ہو کہ اُنکی نماز بھی صحیح نہین فروع مسائل ملحقہ شارح کے الراکب ان کان مطلوبا
تصح صلوتہ و ان کان طالبا لا لعدم خوفہ سوار اگر مطلوب ہو یعنے اسکے پیچھے کوئی پکڑنے کو آتا ہو تو اُسکی نماز درست ہی سواری پر اور اگر طالب ہو یعنے
دوسرے کو پکڑنے جاتا ہو تو سواری پر اُسکی نماز درست نہین اسلیے کہ اُسکو کچھ خوف نہین شرعوا ثم ذہب العدو لم یجز انحرافہم و بعکسہ جاز لوگون نے
نماز خوف شروع کی پھر دشمن چلا گیا تو انکا اپنی جگہ سے ٹلنا درست نہین یعنے ہر ٹولی جہان کی تہان نماز پڑھ لے کذا فی الشامی اور اسکا عکس ہو تو درست ہی
یعنے شروع کے وقت خوف نہ تھا پھر ہوگیا تو اس صورت مین اگر کچھ لوگ دشمن کے مقابل چلے جاوینگے تو یہ جانا نماز کا مخل نہوگا بسبب ضرورت کے
کذا فی الطحطاوی لا تشرع صلوٰۃ الخوف للعاصی فی سفرہ کما فی الظہیریۃ و علیہ فلا تصح من البغاۃ اور مشروع نہین نماز خوف اُس شخص کے لیے جو
اپنے سفر کی جہت سے گناہگار ہو چنانچہ ظہیریہ مین ہی اور اس بنا پر نماز خوف باغیون سے درست نہوگی ہم یعنے جس شخص

یہ نماز ہمیشہ صحبت میں ہے بلکہ اور صورت کے لیے ہے کہ تو اسکی مشروعیت خوف جانا نہیں کذا فی الشامی نہیں وہ نماز الصلوة والسلام پڑھنا ہے اور
ذات الرقاع میں اور بطن نخل و عسفان وغیرہ میں ثابت ہوا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز خوف چار مقام پر پڑھی اول غزوہ ذات الرقاع میں
دوسرے بطن نخل میں تیسرے عسفان میں چوتھے غزوہ ذی قرد میں ہم ذات الرقاع کے معنی بیان کرتے ہیں واللہ اعلم غزوہ کا نام ذات الرقاع اسلیے ہوا
کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری سے بخاری میں روایت ہے کہ اس غزوہ میں ہمارے پاؤں زخمی ہوگئے تھے اور ناخن گر گئے تھے تو ہم پاؤں پر چیتھڑے لپیٹے تھے
اس سبب سے اسکو ذات الرقاع کہا یہ غزوہ چوتھے سال ہجری میں غزوہ خندق سے پہلے ہوا تھا اور بطن نخل ایک جگہ کا نام ہے اور عسفان مدینہ سے دو
منزل ہے ایک مقام ہے اور ذی قرد بفتح قاف و راء مہملہ و دال مہملہ ایک مقام ہے مدینہ کے قریب اس غزوہ کو غزوہ غابہ بھی کہتے ہیں یہ غزوہ
سنہ ۶ ہجری میں ہوا طحطاوی نے کہا کہ ابو داود نے قاضی عیاض سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز خوف چوبیس مرتبہ پڑھی اور شاید
چار مقام کہنے سے غرض یہ مراد ہے کہ چار بار غزوہ میں اتفاق ہوا اور بیس بار دوسرے مقاموں میں یا یہ کہ ان مقاموں میں چوبیس نمازیں خوف کی پڑھیں

باب صلوة الجنازة

یہ باب جنازہ کی نماز اور اسکے لواحق کے ذکر میں ہے مناسبت اسکی ماقبل سے یہ ہے کہ خوف و قتال کبھی نوبت موت کی پہونچاتے ہیں اور اسکو پیچھے اسلیے لایا
کہ یہ نماز ہر صورت سے نماز نہیں کیونکہ اسمیں رکوع اور سجدہ اور اذان و تکبیر کے ہوتی ہے دوسرے یہ کہ نماز آدمی کے آخر حال سے متعلق ہے کذا فی البحر وغیرہ
من اضافة الشی الی سببہ نماز کی اضافت جنازہ کیطرف چیز کی اضافت ہے اپنے سبب کیطرف یعنی میت سبب ہے اس نماز کا وہی بالفتح المیت و
بالکسر السریر وقیل لغتان اور جنازہ بفتح جیم مردہ کو کہتے ہیں اور بکسر جیم چارپائی یا تابوت ہے جسپر مردہ ہوتا ہے اور جسکو نعش کہتے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ
بفتح اور بکسر دونوں مردہ کو کہتے ہیں کذا فی الشامی والموت صفة وجودية خلقت لضد الحيوة وقيل عدمية اور موت ایک کیفیت وجودی ہے پیدا ہوئی ہے زندگی
کے مقابل اور ایک قول یہ ہے کہ کیفیت عدمی ہے ہم موت میں اختلاف ہے کہ وجودی چیز ہے یا عدمی جو وجودی کہتے ہیں انکی دلیل یہ ارشاد خداوندی ہے
(خلق الموت والحيوة) یعنی پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے موت اور حیات کو تو چونکہ پیدا کرنا ایک چیز کا موجود کرنا ہے اس سے معلوم ہوا کہ موت وجودی چیز ہے اور
انمیں اور حیات میں مقابلہ ضدین کا ہے کہ دونوں جمع نہیں ہوسکتیں اور جو لوگ عدمی کہتے ہیں انکی دلیل یہ ہے کہ زندہ چیز سے سوا حیات کو نفیست کر دینا نام
موت ہے تو عدمی ہوئی اور انمیں مقابلہ عدم اور ملکہ کا ہے اور اکثر محققین نے دوسرے قول کو یعنی عدمی ہونے کو اختیار کیا ہے اور آیت کے معنی یہ کیے
ہیں کہ مقدر کیا موت اور حیات کو کذا فی الشامی يوجه المحتضر وعلامته استرخاء قدميه واعوجاج منخره وانخساف صدغيه القبلة على يمينه هو السنة
منھ پھیرا جاوے وہ شخص جو مرنے کو ہو قبلہ کی طرف داہنی کروٹ پر اور یہ منھ پھیرنا سنت ہے شارح نے کہا کہ علامت موت کے قریب ہونیکی یہ ہے
کہ پاؤں اسکے ڈھیلے ہوجائیں اور ناک کا بانسہ ٹیڑھا ہو اور کنپٹیاں اندر کو دھنس جائیں ہم طحطاوی نے کہا کہ محتضر بصیغہ اسم مفعول ہے یعنی جسپر موت
حاضر ہوئی یا فرشتے موت کے آموجود ہوے وجاز الاستلقاء على ظهره وقدماه اليها وهو المعتاد في زماننا ولكن يرفع راسه قليلا ليتوجه
للقبلة وقيل يوضع كما تيسر على الاصح صححه في المبتغى وان شق عليه ترك على حاله والمرجوم لا يوجه مراج اور جائز ہے چت لٹانا پیٹھ
پر اس صورت میں کہ دونوں پاؤں اسکے قبلہ کی جانب ہوں اور یہی صورت رائج ہے ہمارے زمانہ میں لیکن اسکا سر تھوڑا سا اٹھا دیا جاوے
تاکہ جانب قبلہ اسکا منھ ہوجاوے آسمان کیطرف نہ رہے اور ایک قول یہ ہے کہ منھ قبلہ کی طرف کر دیا جائے جسطرح بن سکے صحیح تر قول یہ ہے
یعنی داہنی کروٹ پر ہو یا بائیں پر یا چت لٹانے سے اسی طرح منھ قبلہ کی طرف کر دینا چاہیے تصحیح کی ہے اس قول کی مبتغی میں اور اگر قبلہ رخ
کرنے میں اسکو تکلیف ہو تو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے اور جو شخص زنا کے سبب سے سنگسار ہو اسکا منھ قبلہ کی طرف نہ کیا جاے اسکے

زجر کے باعث سے کذا فی الطحطاوی و یلقن ندبا وقیل وجوبا بذکر الشہادتین لان الاولی لا تقبل بدون الثانیۃ عندہ قبل الغرغرۃ اور کیا
جاوے بطور استحباب اور ایک قول مین بطور وجوب ذکر شہادتین کا اسکے پاس غرغرہ سے پیشتر اسلیے کہ اول شہادت بدون دوسرے کے مقبول
نہین ہم تلقین کے معنی فہمائش کے ہین اور یہان یہ مراد ہی کہ مرنیوالے کے پاس اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمدا رسول اللہ اسیطرح پڑھا جاے
کہ وہ بھی آواز سنکر انھین کلمات طیبات سے رطب اللسان ہو یا اسکو یون کہا جاسے کہ ان کلمات کو دھیان کریا اور کسی طرح یاد دلایا جاسے اور یہ
یاد دہانی اسوقت تک ہی کہ جان حلق مین نہ آئی ہو ورنہ اسوقت شہادتین کو نہ بول سکیگا شامی نے نہر الفائق سے نقل کیا کہ تلقین بالاتفاق مستحب ہی اور جس
کسی نے واجب کہا ہی وہ مجازا کہدیا ہی اور بعض فقہا نے لکھا ہی کہ صرف لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کافی ہی اسلیے کہ حدیث شریف مین ہی کہ جسکا آخر کلام لا الٰہ الا اللہ
ہوگا وہ جنت مین داخل ہوگا اسلیے شارح نے کہا محمد رسول اللہ کی تلقین بھی چاہیے کہ صرف توحید کا اقرار بدون اقرار رسالت کے مقبول نہین طحطاوی نے
کہا کہ یہ تعلیل کافر کے حق مین ہی مسلمان کے لیے اقرار توحید کافی ہی واختلف فی قبول توبۃ الیاس والمختار قبول توبتہ لا ایمانہ والفرق فی البزازیۃ وغیرہا
اور جان کندنی کے وقت کی توبہ مقبول ہونے مین اختلاف ہی اور مختار یہ ہی کہ اسکی توبہ مقبول ہوتی ہی اور ایمان قبول نہین ہوتا اور فرق بزازیہ وغیرہا
مین مرقوم ہی ہم جان کندنی کی حالت مین ایمان تو بالاتفاق مقبول نہین چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہی (فلم یک ینفعہم ایمانہم لما راوا باسنا) اور توبہ
کے قبول اور عدم قبول مین اختلاف ہی مختار یہی ہی کہ توبہ مقبول ہوتی ہی اسلیے کہ قرآن مجید مین ارشاد ہی (ہو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ) اس آیت
مین قبول توبہ کو مطلق فرمایا اور ابو داؤد کی حدیث مین بھی مطلق مذکور ہی چنانچہ فرمایا کہ اللہ تعالے بندہ کی توبہ قبول کرتا ہی جبتک کہ جان اسکی حلق مین
غرغرہ نہ کرے کذا فی الشامی مختصرا من غیر امرہ بہا لئلا یضجر واذا قالہا مرۃ کفاہ ولا یکرر علیہ ما لم یتکلم لیکون آخر کلامہ لا الٰہ الا اللہ تلقین کیا جاسے بدون
حکم کرنے کے اسکو شہادتین کا تاکہ دق ہو کر انکار نکرے یعنے تلقین مین اسکو امر نہ کرین کہ یون کہ تاکہ وہ انکار نہ کر بیٹھے اور جب وہ ایک مرتبہ کہہ چکے
تو کافی ہی اور دوبارہ تلقین نہ کیا جاسے جبتک کہ اور کلام نہ بولے تاکہ آخر کلام اسکا لا الٰہ الا اللہ ہو یعنے اگر دوسرا کلام بعد کلمہ کے کرے تو پھر
تلقین چاہیے تاکہ آخر کلام کلمہ ہو ہند دوسری بات وندب قرأۃ یٰس والرعد اور مستحب ہی مرنے والے کے پاس سورۂ یٰس اور رعد کا پڑھنا ہم یعنے اسلیے
کہ یٰس کے پڑھنے کا حکم حدیث مین آیا ہی اور سورۂ رعد اسوجہ سے کہ حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ اس سے جان کا نکلنا آسان ہوتا ہی کذا فی الشامی
ولا یلقن بعد تلحیدہ وان فعل لا ینہی عنہ اور تلقین نہ کیا جاوے بعد دفن کرنے کے اور اگر کوئی تلقین کرے تو منع نہ کیا جاسے ہم چونکہ حدیث مین
آیا ہی کہ لقنوا موتاکم یعنے تلقین کرو اپنے مردون کو تو بعض محققین نے اس حدیث مین موت حقیقی مراد لیکر تلقین بعد موت کے جائز رکھی ہی اور بعض نے
بمقتضاے ظاہر آیت (انک لا تسمع الموتی) یعنے تو نہین سناتا مردون کو تلقین کو ناجائز کہا فتح القدیر مین بعد کلام طویل کے کہا کہ تلقین بعد دفن سے کچھ ضرر
نہین بلکہ اس سے فائدہ ہی کہ مردہ کو ذکر سے انس ہوتا ہی چنانچہ آثار مین وارد ہی طحطاوی نے کہا کہ ظاہر روایت یہ ہی کہ تلقین نہ کیجاے وفی الجوہرۃ انہ
مشروع عند اہل السنۃ اور جوہرہ مین ہی کہ تلقین مشروع ہی اہل سنت کے نزدیک کیونکہ اللہ تعالے مردہ کو قبر مین زندہ کرتا ہی چنانچہ احادیث مین
وارد ہی کذا فی الطحطاوی وکیفیتہ قولہ یا فلان یا ابن فلان اذکر ما کنت علیہ وقل رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا قیل یا رسول اللہ فان
لم یعرف اسمہ قال ینسب الی آدم وحوا اور کافی ہی کہنا تلقین کرنے والے کا اسطرح کہ ای فلان ای فلان کے بیٹے یاد کر ان باتون کو جنپر تو تھا یعنے
اللہ تعالے پر اور اسکے رسول ان پر ایمان کو یاد کر اور جب فرشتے سوال کرین تو یون کہنا کہ مین راضی ہوا اس سے کہ اللہ میرا رب اور اسلام میرا دین
اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم نبی ہین کسی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اگر مردہ کا نام معلوم نہو آپ نے فرمایا کہ منسوب کیا جاوے
آدم اور حوا علیہما السلام کی طرف یعنے مرد ہو تو یون کہنا چاہیے ای آدم کے بیٹے اور عورت ہو تو یون کہے کہ ای حوا کی بیٹی ومن لا یسأل یعنے

ان یلقن والاصح ان الانبیاء علیہم السلام لا یسألون ولا الاطفال واختلف فی اطفال المشرکین وقیل ہم خدم اہل الجنۃ اور جو شخص کہ قبر میں سوال نکیرین جاوے مناسب ہے کہ اسکو تلقین بھی کی جاوے اور صحیح یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے سوال نہین ہوگا اور مومنون کے بچون سے امام اعظم نے توقف فرمایا ہے اور انہوں نے مشرکین کے بچون کے باب مین کہا ہے کہ سوال ہوگا یا نہین اور وہ دوزخ میں جاوینگے یا جنت میں اور کہتے ہین کہ وہ جنت والون کے خادم ہونگے مترجم کہتا ہے کون سے سوال نہوگا وہ یہ ہین انبیاء اور شہید اور غازی اور صدیق اور بچے اور جو شخص روز جمعہ یا اسکی شب مین مرے اور جو شخص ہر شب کو سورۂ ملک پڑھے اور اطفال مشرکین مین اخبار کے تعارض کے باعث قول اصح یہی ہے کہ انکا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر سپرد کرنا چاہیے کیونکہ حدیث صحیح مین ہے کہ اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے جو کچھ اطفال مشرکین عمل کرتے ہین کذا فی الشامی ویکرہ تمنی

الموت وتمامہ فی النہر یعنی نے الخیر اور مکروہ ہے تمنا کرنی موت کی یعنی صدمات وغیرہ سے تنگ ہو کر یہ تمنا کرے کہ مین مرجاؤن اور اسکا پورا بیان نہر الفائق میں ہے اور کتاب الحظر والاباحۃ مین آگے آویگا مترجم نہر الفائق مین کہا ہے کہ اگر مجبوری موت مانگے تو یون دعا کرے الٰہی مجھکو زندہ رکھ جب تلک کہ زندگی میرے حق مین بہتر ہو اور مجھکو موت دے جس وقت کہ موت میرے حق مین بہتر ہو کذا فی الطحطاوی لفظ فی الخیر اکثر نسخون مین نہین

وما ظہر منہ من کلمات کفریۃ لیغتفر فی حقہ ویعامل معاملۃ موتی المسلمین حملا علی انہ فی حال زوال عقلہ ولذا اختار بعضہم زوال عقلہ قبل موتہ ذکرہ الکمال اور جو الفاظ کفر کے میت سے جان کنی مین سرزد ہون انکے لیے اسکے حق مین مغفرت مانگنی چاہیے اور اسکے ساتھ مسلمانون کے مردون کا سا معاملہ کرنا چاہیے یعنے اسوقت کے کفریہ الفاظ کہنے سے اسکو کافر نہ کہا جائیگا اس خیال سے کہ وہ اپنی عقل کے زائل ہونے کی حالت مین ہے اور اسی جہت سے بعض فقہا نے اختیار کیا ہے میت کی عقل کا جاتا رہنا اسکی موت سے پیشتر ذکر کیا ہے اسکو کمال الدین محقق نے مترجم کہتا ہے اس جہت سے عقل کا زائل ہونا پسند کیا ہے کہ ایسا نہو کہ مرنے کے درد سے یا شیطان کے دھوکے سے کلمات کفر قصدا اسکے منہ سے نکلیں اور خاتمہ کفر پر ہو تو اگر اسوقت مین عقل نہونے کا حکم کیا جائیگا تو ان کلمات سے کافر نہوگا کذا فی الشامی فاذا مات تشد لحیاہ وتغمض عیناہ

تحسینا لہ ویقول مغمضہ بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ اللہم یسر علیہ امرہ وسہل علیہ ما بعدہ واسعدہ بلقائک واجعل ما خرج الیہ خیرا مما خرج عنہ ثم تمد اعضاؤہ ویوضع علی بطنہ سیف او حدید لئلا ینتفخ ویحضر عندہ الطیب ویخرج من عندہ الحائض والنفساء والجنب پس جب وہ شخص مرجاوے تو اسکے جبڑے باندھ دیے جائین اور اسکی آنکھین بند کی جائین اسکے اچھا معلوم ہونے کو یعنے اگر منہ اور آنکھین کھلی رہینگی تو صورت خوفناک معلوم ہوگی اور کہے آنکھون کا بند کرنے والا بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ الٰہی تو اس مردہ پر اسکا معاملہ تجہیز وتکفین وغیرہ کا آسان کر اور آسان کر اسپر وہ حال جو اسکو آگے کو درپیش ہو یعنے سوال قبر اور احوال قیامت اسپر سہل کر اور اسکو مشرف کر اپنے دیدار سے اور جس چیز کی طرف وہ گیا ہے اسکو بہتر کر بہ نسبت اسکے جس سے وہ نکلا ہے یعنے آخرت کو اسکے حق مین دنیا سے بہتر کر پھر اسکے اعضا پھیلا دیے جائین اور اسکے پیٹ پر تلوار یا لوہا رکھدیا جاوے تاکہ پیٹ نہ پھولے شامی نے کہا کہ لوہا یا آئینہ یا خاصیت پیٹ کو پھولنے نہین دیتا اور اگر لوہا یا آئینہ نملے تو بھاری کچھ چیز رکھدی جاوے اور اسکے پاس خوشبو حاضر کیجاوے اور اسکے پاس سے حیض ونفاس والی عورتین اور ناپاک آدمی چلے جائین ویعلم بہ جیرانہ

واقاربہ ویسرع فی جہازہ اور اطلاع کیجاوے اسکے مرنے کی اسکو ہمسایون اور رشتہ دارون کو اور جلدی کیجاوے اسکے سامان کفن دفن مین کیونکہ حدیث مین وارد ہے کہ مسلمان کے مردہ کو اسکے گھر والون مین روکنا نہ چاہیے کذا فی الشامی ولا یقرأ عندہ القرآن الی ان یرفع لہ الغسل کذا فی القہستانی معزیا للنتف اور نہ پڑھا جاوے میت کے پاس قرآن یہانتک کہ اٹھایا جاوے نہلانے کو جیسا کہ قہستانی مین ہے نتف کی طرف منسوب ہے مترجم طحطاوی نے کہا کہ نتف مین نہیں ہے بصیغہ اثبات اور شامی نے کہا کہ میں نے بھی قہستانی کے دو نسخون مین لا دیکھا

دونون مین نہین پایا علاوہ اسکے اگر لاہو تو متن اور زیلعی کے قول مین اختلاف نہین رہتا اور نہ بحر الرائق کی توجیہ کی کچھ حاجت رہی جو شارح
آگے بیان کرتا ہی اس سے معلوم ہوا کہ کلمہ لا غلطی کاتب سے زیادہ ہوگیا ہی قلت و لیس فی المتن اسلے الغسل بل الی ان یرفع فقط و فسرہ فی البحر

برفع روحہ و عبارۃ الزیلعی و غیرہ تکرہ القراءۃ عندہ حتی یغسل و علله الشرنبلالی فی امداد الفتاح تنزیہا للقرآن من نجاسۃ المیت لتنجسہ بالموت
مین کہتا ہون کہ متن مین نہانے تک کی قید نہین بلکہ اسمین صرف اتنا ہی کہ پڑھا جاوے قرآن میت کے پاس اٹھائے جانے تک اور بحر الرائق مین
اٹھائے جانے کی تفسیر میت کی روح کے اٹھائے جانے سے کی ہی یعنے صرف جان نکلنے تک قرآن پڑھے بعد اسکے نہ پڑھے اور زیلعی وغیرہ کی عبارت
یہ ہی کہ مکروہ تحریمی ہی قرارت قرآن مردہ کے پاس یہانتک کہ نہلایا جاوے اور شرنبلالی نے امداد الفتاح مین اسکی علت یہ بیان کی ہی کہ اس صورت
مین قرآن کا علحدہ رکھنا ہی میت کی نجاست سے کیونکہ میت موت کے سبب سے نجس ہو جاتا ہی قیل نجاسۃ خبث و قیل حدث بعض فقہانے کہا کہ میت
کی نجاست حقیقی ہی اور بعض نے کہا کہ حکمی ہی ہم اول قول کی دلیل یہ ہی کہ آدمی خون کا پتلا ہی مثل دوسرے حیوانون کے تو جیسے دوسرے مردار نجس حقیقی
ہین ویسے ہی آدمی بھی ہوجاتا ہی اور یہی قول ہی اکثر فقہا کا اور یہی ظاہر تر ہی اور اسی کو کافی مین صحیح کہا ہی اور یہی وجہ ہی کہ اگر مردہ مسلمان نہلانے سے پیشتر
کنوئین مین گر جاوے تو پانی ناپاک ہوجاتا ہی اور نہلانے سے جو پاک ہو جاتا ہی تو یہ مسلمان کی تعظیم کے جہت سے ہی اور دوسرے قول کی دلیل یہ ہی کہ موت
کے باعث سے وضو جاتا رہتا ہی بسبب ڈھیلے ہوجانے مفاصل کے جیسے سونے سے جاتا رہتا ہی اور زندگی مین بیوضو ہونے سے جو صرف تھوڑے سے
اعضا دھوتے ہین اسکی وجہ یہ ہی کہ وضو ہر روز پانچ بار کرنی پڑتی ہی اگر تمام بدن دھویا کرتے تو بڑا حرج ہوتا اسلیے چند اعضا پر اقتصار کیا گیا اور مرنے
اور جنابت مین وہ حرج نہین اسلیے تمام بدن کا دھونا مشروع ہوا دوسرے یہ کہ حاکم نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا کہ اپنے مردون کو نجس مت جانو کہ مسلمان نہ زندہ نجس ہو جاتا ہو نہ مردہ شامی نے کہا کہ اس حدیث سے نہین معلوم ہوتا کہ مردہ کی
نجاست حکمی ہی بلکہ یہ معنی ہین کہ مسلمان مردہ نہلانے سے پاک ہو جاتا ہی اسکی نجاست دائمی نہین بخلاف کافر کے کہ وہ بعد نہلانے کے بھی پلید رہتا ہی غرضکہ مختار
اکثر فقہا کا قول اول ہی ہی و علیہ ینبغی جواز القراءۃ المحدث اور مردہ کی نجاست حکمی ہونے پر چاہیے کہ اسکے پاس قراءت درست ہو جیسے بیوضو کو قرآن
کا پڑھنا درست ہی ہم حاصل یہ کہ مردہ اگر ایسا کہا جاوے جیسا بیوضو آدمی ہوتا ہی تو اسکے پاس قرآن کا پڑھنا مکروہ نہین اور متن کا قول اسی پر محمول ہی
اور اگر مردہ جانورون کیطرح نجس ٹھہرایا جاوے تو مکروہ ہی اور زیلعی وغیرہ کا قول اس روایت پر محمول ہوگا طحطاوی نے کہا کہ مکروہ اسوقت ہی کہ مردہ
کے قریب پڑھا جاوے اور اگر دور پڑھا جاوے تو مکروہ نہین شامی نے کہا کہ اسمین یہ قید بھی ہونی چاہیے کہ مردہ پاک چادر سے چھپا نہو اور اگر

چھپا ہوا ہوگا تب بھی قرارت مکروہ نہوگی و یوضع کما مات کما تیسر فی الاصح و جمرہ مجمرہ وترا الی سبع فقط و کفنہ و عند موتہ فہی ثلث لا خلفہ

ولا فی القبر اور جبھی کہ مرجاوے رکھا جاوے جسطرح بن سکے صحیح تر قول مین تخت پر اور طاق مرتبہ بسایا ہو سات دفعہ تک فقط کذا فی الفتح یعنے اس سے
زیادہ نہ بسائین مثل اسکے کفن کے کہ وہ بھی طاق دفعہ بسایا جاوے اور اسکی موت کے وقت خوشبو بسانی چاہیے تو یہ تین وقت کا بسانا ہوا
نہ پیچھے اسکے اور نہ قبر مین ہم بسانے سے مراد یہ کہ کسی برتن مین آگ رکھکر اسپر خوشبو جلاوین اور اسکو مردہ یا کفن کے گرد پھراوین تو یہ بسانا تین
وقت چاہیے ایک جسوقت اسکی جان نکلے دوسرے غسل کے وقت سوم کفنانے کے وقت اور جنازہ کے پیچھے ایسی خوشبو نہ لیجائین کہ احادیث
مین منع وارد ہی کہ جنازہ کے پیچھے آگ مت لیجاؤ اور نہ قبر کو بسائین کہ قبر مین آگ لیجانی منع ہی اور یہ جو کہا کہ فورا مرنے کے تختہ پر رکھین یہ اس
صورت مین ہی کہ جان اسکی زمین پر نکلی ہو باین لحاظ کہ زمین کی تری سے اسکا بدن نہ بگڑ جاوے پھر تختہ پر رکھنا ایک قول یہ ہی کہ شمالا جنوبا رکھین قبر
کی طرح اور ایک قول یہ ہی کہ پاؤن قبلہ کیطرف کرین اور اصح یہ ہی کہ جیسے ممکن ہو ویسے رکھین کذا فی الشامی تتصرف و کرہ قراءۃ القرآن

شدہ والی تمام غسلہ طہارت الٰہیت کے تفصیل وعبادت و اسمین قبیل نماز اور مکروہ تحریمی ہے قرآن کا پڑھنا میت کے پاس تک غسل نہ دیا جاوے
لیکن اب میت جو کہ میت کو غسل دیا جاوے وہ اتفاق ہے یہ کہ نکلے غسل سے پیشتر کہ وہ ہم ستلاف انقاضی وہ کہ نہیں ہو وہ نکل
ہو کر غسل ہو چکے تو قرأت مکروہ نہیں کذا فی الطحطاوی و تستر عورتہ الغلیظۃ فقط علی الظاہر من الروایۃ وقیل مطلقا الغلیظۃ والخفیفۃ وصححہ
مرد ہو اور یہ چھپایا جاوے مردہ کی صرف شرمگاہ غلیظہ ظاہر روایت کے بموجب اور ایک قول یہ ہے کہ مطلق چھپائی جاوے خواہ غلیظ ہو یا
اور اس قول کی تصحیح ہوئی ہے زیلعی وغیرہ نے اسکو صحیح کہا ہم صورت غلیظہ قبل اور دبر ہے اور ناف سے زانو تک کو کہتے ہیں اور صورت
خفیفہ ناف سے لیکر گھٹنوں تک ہے تو قول صحیح یہ ہے کہ نہلانے میں ناف سے لیکر گھٹنوں تک ستر ڈالیں اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع
علی کو فرمایا لا تنظر الی فخذ حی ولا میت یعنی زندہ اور مردہ کی ران پر نظر مت ڈالو اس سے معلوم ہوا کہ مردہ کی ران دیکھنا حرام ہے کذا فی الطحطاوی و غسلہا تحت خرقۃ السترۃ
بعد لف خرقۃ مثلہا مثلہا علیٰ یدہ یعنی بعد لف کا لنظر اور دھوئے ہر جگہ کو تہمد کے نیچے بعد لپیٹنے ایک کپڑے مثل تہمد کے اپنے ہاتھوں پر بسبب حرام ہونے
ہاتھ لگانے کے مثل دیکھنے کے ہم شامی نے کہا کہ کیسہ کا مثل تہمد کے ہونا شرط نہیں بلکہ ایسا ہونا چاہیے جو چھونے کا مانع ہو کیونکہ بدون آڑ کے ہاتھ لگانا
شرمگاہ کو حرام ہے جیسے دیکھنا حرام ہے اس سے معلوم ہوا کہ بچوں کے لیے تہمد اور کیسہ ضرور نہیں و یجرد من ثیابہ کما مات و غسلہ علیہ السلام فی قمیصہ لخصوصیۃ
اور ننگا کیا جاوے اپنے کپڑوں سے فوراً مرنے کے اور نہلایا جانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ کی قمیص میں آپکے خواص سے ہے ہم فوراً مرنیکے
اسلیے ننگا کیا جاوے کہ کپڑوں کی گرمی سے بدن نہ متغیر ہو جاوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہلایا جانا قمیص میں اسلیے خواص سے ہوا کہ بیہقی نے روایت
کی ہے کہ بعد وفات شریف کے لوگوں کو تردد ہوا کہ آپ کو ننگا کریں جیسے اپنے مردوں کو کرتے ہیں یا مع کپڑوں کے نہلا دیں تو گھر کے گوشہ سے آواز آئی کہ آپ کو
مع کپڑوں کے نہلاؤ کذا فی الشامی و یوضأ من یؤمر بالصلوۃ بلا مضمضۃ و استنشاق للحرج وقیل یفعلان بخرقۃ وعلیہ العمل الیوم ولو کان جنبا او
حائضا او نفساء فعلا اتفاقا تتمیما للطہارۃ کما فی امداد الفتاح مستمدا من شرح المقدسی اور وضو کرایا جاوے وہ مردہ کہ حکم کیا جائے نماز کا بدون کلی
ناک میں پانی دینے کے بسبب حرج کے یعنی پانی منہ یا ناک میں ڈالکر اسکا نکالنا دقت ہے اور ایک قول یہ ہے کہ کلی اور ناک میں پانی دینا کپڑے سے
کرائی جاوے یعنی نہلانیوالا اپنی انگلی پر کپڑا لپیٹ کر دانتوں اور مسوڑھوں اور ناک کے نتھنوں میں پھیرے اور اسی پر عمل ہے اس زمانہ میں اور اگر میت
جنب یا حائض یا نفاس والی ہو تو دونوں باتیں کیجائیں بالاتفاق واسطے پورا کرنے طہارت کے جیسا کہ امداد الفتاح میں ہے شرح مقدسی سے مدد لیکر
ہم نماز کا حکم کیا جاوے اس سے یہ غرض کہ جو بچہ عقل ہو اسکو وضو کرانا چاہیے شامی نے کہا کہ یہ قید اچھی نہیں اسلیے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دیوانہ
شخص کو بھی وضو نکرایا جاوے حالانکہ مجنون بالاتفاق وضو کرایا جاتا ہے اسی طرح بچہ کو بھی وضو کرایا جاوے کیونکہ یہ وضو غسل میت کی سنت ہے اور
جنب کے لیے جو کلی اور ناک میں پانی دینے کو بالاتفاق لکھا ہے تو شامی نے کہا کہ میں نے بالاتفاق نہ امداد الفتاح میں پایا نہ شرح مقدسی میں ویبدأ
بوجہہ و مسح رأسہ اور شروع کیا جاوے اسکے چہرہ سے یعنی جنب کیطرح اول دونوں ہاتھ پہونچوں تک نہ دھوئے جائیں بلکہ پہلے منہ اور نتھنوں کو پونچھکر
منہ دھویا جائے اور مسح کیا جاوے اسکے سر پر یعنی وضو میں ہم شارح نے استنجا کو ذکر نکیا کیونکہ اسمیں اختلاف ہے طرفین کے نزدیک استنجا کیا جاوے اور
امام ابو یوسف کے نزدیک نکیا جاوے اور اسکی صورت یہ ہے کہ نہلانیوالا ہاتھ پر کیسہ لپیٹ کر شرمگاہ کو دھوئے کذا فی الشامی و یصب علیہ ماء مغلی
بسدر ورق النبق او حرض بضم فسکون الاشنان ان تیسر و الا فماء خالص مغلے اور اسپر وہ پانی ڈالا جاوے جسمین بیر کے پتے جوش دیے گئے
ہوں یا اشنان پڑا ہو اگر یہ چیزیں ملیں ورنہ پانی خالص جوش دیا ہوا ڈالا جاوے شارح نے کہا کہ سدر سے مراد بیری کے پتے ہیں اور حرض بضم حا میم
اور سکون را مہملہ اشنان ہے جو چھوٹی چھوٹی جڑیں ہوتی ہیں اس سے کپڑے دھوتے ہیں جیسے صابون سے صاف کرتے ہیں و یغسل راسہ

ولحیتہ بالخطمی بنت بالعراق ان وجد والا فبالصابون ونحوہ ہذا لو کان بہا شعر حتی لو کان امرد او اجرد لا یفعل اور دہویا جاوے سر اسکا اور داڑہی
اسکی گل خیرو سے اگر میسر ہو ورنہ صابون سے اور اسکے مثل یعنے ملتانی مٹی وغیرہ سے یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ چہرہ اور سر پر بال ہون یہانتک کہ اگر وہ شخص بے
ریش ہو یا سر پر بال نرکھتا ہو تو پہر نہ دہویا جاوے شارح نے کہا کہ خطمی ایک گہاس ہی عراق مین اور ہندوستان مین گل خیرو کہلاتا ہی ویضجع علی یسارہ
لیبدأ بیمینہ فیغسل حتی یصل الماء الی ما یلی التخت منہ ثم علی یمینہ کذلک ثم یجلس مسندا بالبناء للمفعول الیہ ویمسح بطنہ رفقا وما خرج منہ
یغسلہ ثم بعد اقعادہ ویضجعہ علی شقہ الایسر ویغسلہ وہذہ غسلۃ ثالثۃ لیحصل المسنون ویصب علیہ الماء عند کل اضجاع ثلاث مرات لما مر وان زاد علیہا
او نقص جاز اذ الواجب مرۃ اور لٹایا جاوے مردہ اپنی بائین کروٹ پر تاکہ پانی اول اُسکے داہنے جانب پر پڑے پہر نہلایا جاوے یہانتک کہ پانی بدن کے
اُس حصہ پر پہونچے جو تختہ سے ملا ہی پہر داہنی کروٹ پر لٹاکر اسیطرح پانی ڈالا جاوے کہ دوسری طرف تک پہونچ جاوے پہر مردہ کو بٹہلاوے یعنے نہلانے
والا اپنا سہارا دیکر اور سونتے اسکے پیٹ کو نرمی سے اور جو کچھ مردہ سے خارج ہو نہلانیوالا اسکو دہو ڈالے پہر بٹہانے کے بعد اسکو بائین کروٹ پر لٹاکر غسل
دے اور یہ تیسری بار کا غسل ہی تاکہ عدد مسنون حاصل ہو جاوے یعنے تین بار نہلانا سنت ہی وہ اس مرتبہ ہو جائیگا اور پہر لٹانے کے وقت مردہ پر تین بار
پانی ڈالا جاوے اسی وجہ سے کہ گذری یعنے مسنون تین بار دہونا ہی اور اگر تین بار سے زیادہ ہر دفعہ مین پانی ڈالیگا یا کم تب بہی غسل درست ہوگا اسلیے
کہ واجب تو ایکبار کا دہونا ہی شارح نے کہا کہ مسند الصیغۃ مجہول ہی ہم شارح نے پہلے لکہا تہا کہ اسپر جوش دیا ہوا پانی ڈالنا چاہیے بعد اسکے کہا کہ اول بائین
کروٹ پر لٹاکر پانی ڈالنا چاہیے تو پہلا بیان مجمل تہا اسکی تفصیل بیان کر دی کہ اسطرح ڈالا جاوے یعنے ترتیب وار اسطرح ہی کہ جب وضو سے فراغت ہو
تو سر اور داڑہی دہوئی جائے اور اسکے بعد بائین کروٹ لٹاکر وہ پانی جسمین بیری کے پتے جوش دیے ہون ڈالا جاوے کذا فی الشامی مختصرا ولا یعاد غسلہ
ولا وضوءہ بالخارج منہ لان غسلہ ما وجب لرفع الحدث لبقائہ بالموت بل لتنجسہ بالموت کسائر الحیوانات الدمویۃ الا ان المسلم یطہر بالغسل کرامۃ لہ وقد حصل
بحر شروح مجمع اور اسکے غسل اور وضو کا اعادہ نکیا جاوے بسبب خارج کے اسکے بدن سے یعنے اگر پیٹ دبانے سے کوئی نجاست خارج ہو تو اس
سے غسل یا وضو دوبارہ ضرور نہین اسلیے کہ نہلانا میت کا حدث کے دور کرنے کے لیے واجب نہین ہوا کیونکہ وہ تو موت کے باعث قائم
ہی بلکہ اس سبب سے نہلانا واجب ہوا ہی کہ میت ناپاک ہو گیا ہی مثل دوسرے حیوانون دموی کے مگر یہ کہ مسلمان پاک ہو جاتا ہی نہلانے سے اسکی تعظیم کی جہت
سے اور یہ طہارت تو نہلانے سے ہو چکی کذا فی البحر وشروح مجمع ہم یعنے مردہ کا نہلانا اس غرض سے ہی کہ مرنے سے ناپاک ہو جاتا ہی تو جب نہلا دیا اُسکی
نجاست دور ہو گئی اب جو کوئی نجاست اسکے بدن سے نکلیگی تو صرف وہی مقام دہو ڈالا جائیگا سارے غسل کا اعادہ ضرور نہین اور مردہ کا نہلانا
حدث کے دور کرنے کے لیے نہین کیونکہ موت خود ایک حدث ہی جو دور نہین ہو سکتا وینشف فی ثوب ویجعل الحنوط وہو بفتح الحاء العطر المرکب
من الاشیاء الطیبۃ غیر زعفران وورس لکراہتہما للرجال وجعلہما فی الکفن جہل علی راسہ ولحیتہ ندبا والکافور علی مساجدہ کرامۃ لہا
اور نہلانے کے بعد خشک کیا جاوے کسی پاک کپڑے سے اور حنوط ملا جائے اسکے سر اور داڑہی پر براہ استحباب اور کافور ملا جائے اُسکے سجدہ
کی جگہون مین یعنے جو مقام سجدہ مین زمین پر ٹکتے ہین اور وہ ماتہا اور ناک اور ہتہیلیان اور گہٹنے اور پانون ہین اُنپر کافور ملا جائے انکی تعظیم
کے لیے تاکہ جلد طعمہ خاک نہون شارح نے کہا کہ حنوط بفتح حاء مہملہ وضم نون عطر مرکب ہی خوشبودار چیزون سے سوائے زعفران اور ورس کے بسبب
مکروہ ہونے ان دونون چیزون کے مردون کو اور زعفران اور ورس کو کفن مین رکہنا جہالت ہی ولا یسرح شعرہ ای یکرہ تحریما ولا یقص
ظفرہ الا المکسور ولا شعرہ ولا یختن اور مردہ کے بالون مین کنگہی نہ کی جاوے یعنے کنگہی کرنا مکروہ تحریمی ہی اور نہ کترے جائین ناخن اُسکے سوائے
ٹوٹے ہوئے ناخن کے کہ وہ کتر کر پہینکدیا جاوے اور نہ بال کترے جائین اور نہ ختنہ کیا جاوے ہم نہر الفائق مین ہی کہ بعد موت کے تزئین

... ہیں اور ذکر ... باہم ہوتے ... نہ کفن میں ... کذا فی ... ان مین ... وجہ ... کہ ...
... اور ... وجہ ... اور ... انکے ... اونکو ... ہو ... اور کان ... میں ...
... میں ... رکھنے کو بعض ... سامنے پسند نہیں کیا اور ... اس ... کی ... کذا فی الشامی ... اوپر ...
... حصہ ... ابن ملک ... عورت ... دونون ہاتھ ... دونون پہلو میں ... انکی ... یا ... وہ پانی پر ... ہاتھ
رکھنا الخ ... غیرہ کا ذکر کیا ہو اسکو ابن ملک نے ونیمم زوجہا من غسلہا وخیمہا ... انظر الیہا علی الاصح منیۃ ...

الا نعۃ انتقضت ... لان علیا غسل فاطمۃ رضی اللہ عنہما قلنا انہ محمول علی بقاء الزوجیۃ لقولہ علیہ السلام کل سبب ونسب ینقطع بالموت الا سببی و
نسبی مع ان ابن مسعود رضی اللہ عنہ انکر علیہ شرح المجمع یعنی اور منع کیا جائے شوہر کو عورت کے نہلانے اور ہاتھ لگانے سے انکی طرف
دیکھنے سے صحیح تر قول کے بموجب کذا فی المنیۃ اور ائمہ ثلاثہ نے فرمایا کہ نہلانا جائز ہو اسلیئے کہ حضرت علی رض نے فاطمہ رض کو غسل دیا ہم
اسکے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ نہلانا حضرت مرتضے رض کا محمول ہو زوجیت کے قائم رہنے پر بسبب فرمانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ ہر سبب اور
نسب جاتا رہتا ہو موت سے مگر میرا سبب اور نسب کہ وہ نہین جاتا علاوہ اسکے بعض صحابہ نے اس نہلانے کا حضرت مرتضے پر انکار کیا ایسا ذکر ہو
عینی کے شرح مجمع میں ہم خانیہ میں ہو کہ اگر عورت کا محرم ہو تو وہ اسکو اپنے ہاتھ سے تیمم کرا دے اور اگر اجنبی ہو تو اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر تیمم کرا دے
اور اسکے ہاتھ نہ دیکھے لیکن اگر اجنبی خاوند ہو تو اسکو جائز ہو کہ ہاتھ دیکھے اور یہ غالبا اس نظر سے ہو کہ دیکھنا بہ نسبت ہاتھ لگانے کے خفیف تر ہو اور
حضرت فاطمہ رض کے غسل کو شرح مجمع میں جو خود مصنف مجمع کی تحریر ہو نقل کیا ہو کہ آپ کو حضرت ام ایمن نے غسل دیا تھا اور حضرت مرتضے رض کی
طرف جو منسوب ہوا تو اسکی وجہ یہ ہو کہ اسکے سامان کے آپ متکفل ہوے تھے اور اگر بالفرض آپ کا نہلانا ثابت ہو تو یہ آپکی خصوصیات میں سے ہو
کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ فاطمہ رض تمہاری زوجہ ہیں دنیا و آخرت میں اور حدیث جو شارح نے بیان کی وہ بھی دلیل
خصوص ہو سبب سے مراد اسمین قرابت سببی ہو جیسے زوجیت اور دامادی ہو اور نسب سے مراد قرابت نسبی ہو کذا فی الشامی مختصرا وہی لا تمنع
من ذلک ولو ذمیۃ بشرط بقاء الزوجیۃ بخلاف ام الولد والمدبرۃ والمکاتبۃ فلا یغسلونہ ولا یغسلہن علی المشہور مجتبے اور عورت نہ منع
کیجاے اپنے خاوند کے نہلانے سے اگرچہ ذمیہ یعنے کتابیہ ہو بشرطیکہ باقی رہنے نکاح کے بخلاف ام ولد اور مدبرہ اور مکاتبہ کے کہ یہ تینون
نہ آقا کو نہلا دیں اور نہ آقا انکو نہلا دے روایت مشہور کے بموجب کذا فی المجتبی ہم یعنے ام ولد اور مدبرہ میں مرنے کے بعد ملک باقی نہین تھی جو
موجب حلت وطی تھی اور اسی طرح مکاتبہ بعد ادا کرنے زر کتابت کے آزاد ہو جاتی ہو شامی نے کہا کہ یغسلونہ بصیغہ جمع مذکر غلط ہو صحیح یغسلنہ بصیغہ جمع
مونث چاہیے والمعتبر فی الزوجیۃ صلاحیتہا حالۃ الغسل لا حالۃ الموت فتمنع من غسلہ لو بانت قبل موتہ او ارتدت بعدہ ثم اسلمت او مست
ابنہ بشہوۃ لزوال النکاح اور معتبر زوجیت میں قابل ہونا اسکا ہو غسل کے وقت نہ موت کے وقت تو منع کی جاویگی وہ عورت شوہر کے نہلانے
سے جو بائن ہوئی ہو شوہر کی موت سے پیشتر یا مرتد ہوئی اسکی موت کے بعد پھر مسلمان ہو گئی یا چھو لیا شوہر کے بیٹے کو شہوت سے بسبب
جاتے رہنے ان عورتوں کے نکاح کے ہم یعنے پہلی صورتوں میں زوجیت وقت موت کے باقی نہ رہی اور پچھلی صورتوں میں موت کے وقت
نکاح تھا پھر جاتا رہا طحطاوی نے کہا کہ شارح نے فی الزوجیۃ بیا نسبت کہا مناسب یہ تھا کہ فی الزوجیۃ بدون سے کے کہتا وجاز لہا
غسلہ لو اسلم زوج المجوسیۃ فمات فاسلمت بعدہ لحل مسہا حینئذ باعتبار الحالۃ الحیوۃ اور جائز ہو مجوسی عورت کو نہلانا اپنے شوہر کا اگر
وہ مسلمان ہو کر مر گیا پھر وہ مسلمان ہوئی ہو اسکے بسبب حلال ہونے اسکے ہاتھ لگانے کے اس صورت میں حالت زندگی کا لحاظ کر کے

ہم یعنے اگر شوہر مسلمان ہوکر زندہ رہتا اور اُسکے مسلمان ہونے کے بعد اُسکی زوجہ مسلمان ہوتی تو نکاح قائم رہتا اور مرد کو ہاتھ لگانا درست ہوتا اسی طرح جب وہ اُسکے مرنے کے بعد مسلمان ہوئی تو اُس صورت مین بھی ہاتھ لگانا درست ہوا کذا فی الحلبی وجد رأس آدمی او احد شقیہ لا یغسل ولا یصلے علیہ بل یدفن الا ان یوجد اکثر من نصفہ ولو بلا رأس پایا گیا سر آدمی کا یا ایک نصف اُسکے دو آدھون مین سے تو نہ غسل دیا جاوے اور نہ اُسپر نماز پڑھی جاوے بلکہ دفن کردیا جاوے مگر جس صورت مین کہ نصف سے زائد پایا جاوے اگرچہ بدون سر کے ہو تو غسل دیا جاوے بحر الرائق مین کہا کہ اگر نصف دھڑ معہ سر پایا جاوے تب بھی غسل دیا جاوے والافضل ان یغسل المیت مجانا فان ابتغی الغاسل الاجر جاز ان کان ثمہ غیرہ والا لا لتعینہ علیہ وینبغی ان یکون حکم الحمال والحفار کذلک سراج اور افضل یہ ہی کہ نہلایا جاوے مردہ مفت پس اگر نہلانیوالا اجرت مانگے تو درست ہی اگر کوئی نہلانیوالا وہان اُسکے سوا بھی ہو اور اگر کوئی اور نہو تو اجرت درست نہین پس بسبب واجب عین ہوجانے نہلانے کے اُسپر اور چاہیے کہ حکم جنازہ کے اُٹھانیوالے اور گورکن کا بھی یہی ہو کہ اگر اور بھی ہون تو اجرت درست ہو ورنہ ناجائز کیونکہ اس صورت مین اُٹھانا اور قبر کھودنا اُنپر واجب ہوگا اور طاعت پر اجرت لینی درست نہین کذا فی السراج ولو غسل المیت بغیر نیۃ اجزأہ لطھارتہ لا لاسقاط الفرض عن ذمۃ المکلفین ولذا قال لو وجد میت فی الماء فلابد من غسلہ ثلاثا لانا امرنا بالغسل فتح کذا فی الماء بنیۃ الغسل ثلاثا فتح وتعلیلہ یفید انہم لو صلوا علیہ بلا اعادۃ غسلہ صح وان لم یسقط وجوبہ عنھم فتدبرہ اور اگر میت کو نہلایا بدون نیت کے تو کافی ہوگا اُسکے پاک ہوجانے کو نہ واسطے ساقط کرنے فرض کے مکلف شخصون کے ذمہ سے اور اسی جہت سے کہ نیت شرط طہارت نہین بلکہ شرط فرض کے ساقط کرنے کی ہی مصنف نے کہا کہ اگر کوئی مردہ بہت سے پانی مین پایا گیا تو اُسکو تین بار نہلانا ضرور ہو اسلیے کہ ہکو حکم ہی میت کے نہلانے کا پس اس مردہ کو غسل کی نیت سے تین بار پانی مین حرکت دے کذا فی الفتح اور فتح القدیر کا علت بیان کرنا اس بات کا مفید ہی کہ اگر لوگ اُسپر نماز پڑھین بدون تازہ غسل دینے کے تو درست ہوگا اگرچہ غسل کا وجوب اُنسے ساقط نہوگا تو اسکو سمجھ لینا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا کہ قول معتمد یہ ہی کہ نہلانے مین نیت شرط نہین چنانچہ خانیہ مین مذکور ہی کہ اگر مردہ کو نہلایا تو فرض اُنکے ذمہ سے ساقط ہوگا اگرچہ اُنکو نیت نہو اور پانی مین مردہ کا ملنا دوسری صورت ہی اسمین بدون نہلانے کے فرض ساقط نہوگا انتھے وفی الاختیار الاصل فیہ تغسیل الملائکۃ لآدم علیہ السلام وقالوا لولدہ ہذہ سنۃ موتاکم اور اختیار مین ہی کہ اصل غسل میت کے باب مین نہلانا فرشتون کا ہی حضرت آدم علیہ السلام کو اور اُنکی اولاد سے یہ کہنا کہ یہ طریق ہی تمھارے مردون کا ہم طحطاوی نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ یہ شریعت قدیم ہی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نہانے والے کا مکلف ہونا شرط نہین اور اسی وجہ سے اولاد آدم علیہ السلام نے آپ کے غسل کا اعادہ نکیا اور فرشتون کے غسل پر اکتفا کیا فروع مسائل ملحقہ شارح کے لو لم یدر امسلم ام کافر ولا علامۃ فان فی دارنا غسل وصلے علیہ والا لا اگر مردہ کا حال معلوم نہو کہ مسلمان ہی یا کافر اور کوئی نشانی پہچان کی نہین تو اگر اسطرح کا مردہ دار الاسلام مین ہو تو اُسکو نہلا کر نماز پڑھی جاوے اور اگر بے علامت دار الاسلام مین نپایا جاوے بلکہ دار الحرب مین ملے تو نہ نہلایا جاوے نہ نماز پڑھی جاوے ہم بدائع مین ہی کہ مسلمانون کی علامتین چار ہین اول خضاب دوم ختنہ سوم سیاہ لباس چہارم زیر ناف کے بالون کا مونڈنا لیکن اس زمانہ مین سیاہ لباس اور خضاب علامت اسلام نہین رہی اور ملک ہندوستان مین مونچھون کا کترانا اور بغل کے بالون کا مونڈنا اور بائین طرف پردہ کا ہونا بھی علامت مسلمان ہونے کی ہی اختلطوا بالکفار ولا علامۃ اعتبر الاکثر فان استووا غسلوا واختلف فی الصلوۃ علیہم ومحل الدفن مسلمانون کے مردے کافرون مین ملگئے اور کوئی پہچان نہین تو اعتبار اکثر کا ہوگا یعنے اگر مسلمان زیادہ ہین تو مسلمان قرار دیے جاوینگے نماز کے حق مین یعنے اُنپر نماز پڑھی جاوے اور دعا مین مسلمانون کی نیت کی جاوے اور اگر کافر زیادہ ہون تو نماز کسی پر نہ پڑھی جاوے نہلا کر اور کفن دیکر کفار کے قبرستان مین دفن کیے جاوین کذا فی شرح الطحطاوی پھر اگر شمار مین برابر ہون تو سب کو غسل دیا جاویگا اور اُنپر نماز پڑھنی اور اُنکے دفن کرنے کی جگہ مین اختلاف ہی

مر جاے تو اسکا ایک ... [illegible] ... جیسے ... دریا میں ... کسی صورت سے
ہو جاوے ... [illegible] ... اور بعض فقہا نے کہا کہ نماز پڑھی جاوے
کیونکہ ... [illegible] ... مسلمانوں کو قصد کرکے نماز پڑھے شامی نے کہا کہ مذہب یہی ہے ... [illegible]
ہی نہ معلوم ہوا ... دفن میں بھی اختلاف ہے بعض نے کہا کہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہوں اور بعض نے کہا کہ انکے لیے قبرستان
علیحدہ بنایا جاوے کہ زیادہ احتیاط اسی میں ہے کذا فی الہدایہ ... الواو الاحوط وفیها ... ظهرها الی القبلة لان وجه الولد
الی ظهرها جیسے اختلاف ہے دفن میں اس ذمی کتابیہ کے جو کسی مسلمان سے حاملہ ہو فقہا نے فرمایا کہ زیادہ احتیاط ہے اسکا دفن کرنا علیحدہ اور کیا جاوے اسکی پشت
قبلہ کیطرف اس وجہ سے کہ بچہ کا منہ ماں کی پشت کی جانب ہوتا ہے یعنی بچہ بسبب حیثیت اپنے باپ کے مسلمان ہے تو دفن میں اسکا لحاظ ہوگا کہ اسی طرح
دفن ہو کہ بچہ کا منہ قبلہ کی طرف رہے شامی نے کہا کہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ بچہ میں جان پڑ گئی ہو اور اگر جان نہ پڑی ہو یعنی حمل چار مہینے سے
کم کا ہو تو بالاتفاق کفار کے قبرستان میں دفن کی جاوے ماتت بین رجال او هو بین نساء یممه المحرم فان لم یکن فالاجنبی بخرقة ایک عورت مرگئی درمیان
مردوں کے یا مرد مرا عورتوں میں تو مردہ کو محرم تیمم کرا دے یعنی مردہ عورت کو مرد محرم تیمم کرا دے اور مرد میت کو عورت محرم تیمم کرا دے اور اگر محرم نہو
تو اجنبی کپڑے سے تیمم کرا دے یعنی اگر مردوں میں عورت کا محرم نہو یا عورتوں میں مرد کی کوئی محرم نہو تو اجنبی مرد یا عورت ہاتھ کو کپڑا لپیٹ کر مردہ کو تیمم
کرا دے ویمم الخنثی المشکل لو مراهقا والا فکغیره فیغسله الرجال والنساء اور تیمم کرایا جاوے خنثے مشکل اگر قریب بالغ ہونے کے ہو اور اگر قریب البلوغ نہو
تو وہ مثل اور بچوں کے ہے اسکو مرد خواہ عورتیں غسل دیویں یعنی بچہ ہونے کی صورت میں اسکے اعضا کو حکم برہنگی کا نہیں یمم لفقد ماء وصلی علیه ثم
وجده غسلوه وصلوا ثانیا وقیل لا مردہ کو تیمم کرایا گیا بسبب نہونے پانی کے اور اسپر نماز پڑھی گئی پھر لوگوں کو پانی ملا تو مردہ کو نہلاویں اور نماز دوبارہ
پڑھیں اور ایک قول یہ ہے کہ غسل ندیں اور نہ نماز کا اعادہ کریں ہم بعد تیمم و نماز کے پانی ملنے میں امام ابو یوسف کے نزدیک غسل و نماز دونوں چاہییں
اور امام صاحب کے نزدیک صرف غسل دیا جاوے نماز کا اعادہ نکیا جاوے اور شرح منیہ میں ہے کہ زندہ کے لحاظ سے نہ غسل چاہیے نہ نماز یعنی جیسے
زندہ آدمی پانی نہ ملنے سے تیمم کرکے نماز پڑھ لے پھر پانی پاوے تو وہ نماز کا اعادہ نہیں کرتا ایسا ہی یہاں بھی چاہیے شامی نے کہا کہ قول راجح
موافق اصول کے یہی ہے ویکفن سنة الکفن له ازار وقمیص ولفافة وتکره العمامة للمیت فی الاصح مجتبی واستحسنها المتاخرون للعلماء
والاشراف اور مسنون ہے کفن میں مرد کے واسطے تین کپڑے ایک ازار یعنی چادر سر سے لیکر پاؤں تک اور ایک قمیص یعنی کفنی گردن سے لیکر
پاؤں تک بدون آستین کے اور ایک پونی چادر اور مکروہ ہے پگڑی میت کے لیے صحیح تر قول میں کذا فی المجتبی اور اچھا جانا ہے اسکو پچھلے فقہا نے
علما اور سادات کے واسطے ہم اصل کفن دینا فرض کفایہ ہے اور تین کپڑوں کا کفن مسنون ہے اور محیط میں ہے کہ پگڑی کسی حال میں باندھی نہ جاوے
خواہ عالم ہو یا سید اور زاہدی نے کہا کہ اصح یہی ہے کہ عمامہ ہر حال میں مکروہ ہے کذا فی الشامی ولا باس بالزیادة علی الثلثة اور کچھ مضائقہ نہیں
تین کپڑوں سے زیادہ کرنے کا ہم یہ مسئلہ غایة البیان میں مرقوم ہے مگر مجتبے میں ہے کہ زائد کرنا تین سے مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی وتحسین
الکفن لحدیث حسنوا اکفان الموتی فانهم یتزاورون فیما بینهم ویتفاخرون بحسن اکفانهم ظهیریة اور اچھا کیا جاوے کفن بسبب اس حدیث کے
کہ اچھا کرو مردوں کے کفنوں کو کہ وہ آپس میں ملاقات کرتے ہیں اور اپنے کفنوں کے اچھا ہونے سے فخر کرتے ہیں یعنی خوش ہوتے ہیں وجہ
سے کفن موافق سنت کے ملا کذا فی الظهیریة ہم اچھے کفن دینے سے مراد کفن مثل ہے یعنی جیسے کپڑے جمعہ اور عید میں پہنتا تھا ویسے کا کفن
سفید اور ستھرا دینا چاہیے یہ مراد نہیں کہ بھاری دام کا ہو کیونکہ اس سے ابو داود ... کی حدیث میں ممانعت آئی ہے کذا فی الشامی ولها درع

اے قمیص وازار وخمار ولفافۃ وخرقۃ تربط بہا ثدیاہا وبطنہا اور عورت کے واسطے کفن مین مسنون پانچ کپڑے ہین ایک درع یعنے قمیص
اور ایک ازار اور ایک اوڑھنی اور ایک پوٹ کی چادر اور ایک سینہ بند جس سے عورت کی چھاتیان اور پیٹ باندھا جاوے ہم قہستانی مین درع اور
قمیص مین یہ فرق لکھا ہی کہ درع یعنے عورت کی کفنی کا گریبان چھاتی کی طرف ہوتا ہی اور مرد کی کفنی کا گریبان مونڈھون کی طرف اور اوڑھنی کی
مقدار تین ذراع ہی اور سینہ بند چھاتی سے رانون تک کذا فی الشامی وکفایۃ لہ ازار ولفافۃ فی الاصح ولہا ثوبان وخمار ویکرہ
اقل من ذلک اور کفن کفایہ مرد کے واسطے دو چادرین ہین صحیح تر قول مین اور عورت کے واسطے دو کپڑے اور ایک اوڑھنی اور اسقدر سے کمتر کفن دینا
باوجود قدرت کے مکروہ ہی ہم مرد کو دو کپڑے اسلیے کفایت ہوے کہ حالت حیات مین ادنے لباس مرد کا وہی کپڑے ہوتے ہین اور اسی لیے اگر دو
کپڑون مین نماز پڑھیگا تو بلا کراہت درست ہوگی بحر الرائق مین کہا کہ مناسب یہ ہی کہ تعیین دو کپڑون کی نہ کیجاے یعنے خواہ دو چادرین ہون خواہ کفنی
اور چادر ہو کفن کفایہ مین کافی ہونی چاہیے اور عورت کے دو کپڑون کا نام نہ لیا کہ کفنی اور چادر ہو یا دو چادرین ہون اس سے معلوم ہوا کہ عدم تعیین
ہی مناسب ہی شامی نے کہا کہ چونکہ مدار عورت کا ستر پر ہی اسلیے سواے اوڑھنی کے دو چادرین ہون تو بہتر ہی کہ انسے سر اور گردن چھپی رہیگی وکفن الضرورۃ
لہما ما یوجد واقلہ ما یعم البدن وعند الشافعی ما یستر العورۃ کالحی اور کفن ضرورت مرد اور عورت کے لیے وہ ہی جو میسر ہو اور اسکی کمتر مقدار وہ ہی جو سارے
بدن پر آجاوے اور امام شافعی کے نزدیک اسکی مقدار اتنی ہی کہ برہنگی کو چھپاوے مثل زندہ کے ہم کل بدن کے چھپانے کی دلیل مصعب بن عمیر رض
کا حال ہی کہ جب وہ احد کی لڑائی مین شہید ہوے تو انکے پاس بجز ایک چادر کے اور کچھ نہ تھا اور وہ اتنی تھی کہ اگر اس سے انکا سر ڈھانکتے تھے تو پانون
کھل جاتے تھے اور پانون ڈھانکتے تھے تو سر کھل جاتا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے سر ڈھانکنے کا حکم فرمایا اور پانون کو گھاس سے
چھپوا دیا تو اگر ستر عورت کافی ہوتا تو پانون پر گھاس ڈالنے کا حکم نہوتا کذا فی الطحطاوی تبسط اللفافۃ اولا ثم یبسط الازار علیہا وتقمص ویوضع
علی الازار ویلف یسارہ ثم یمینہ ثم اللفافۃ کذلک لیکون الایمن علی الایسر کفن دینے کی صورت یہ ہی کہ بچھائی جاے اول پوٹ کی چادر پھر
اسپر دوسری چادر اور مردہ کو قمیص پہنا کر دوسری چادر پر رکھا جاے اور اسکا بایان پلہ لپیٹ کر داہنا پلہ لپیٹین پھر پوٹ کی چادر اسیطرح کہ اول بائین
طرف پھر داہنی طرف مردہ پر لپیٹین تاکہ داہنے جانب بائین کے اوپر رہے وتلبس المرأۃ الدرع وتجعل شعرہا ضفیرتین علی صدرہا فوقہ اے الدرع
والخمار فوقہ اے الشعر تحت اللفافۃ ثم یفعل کما مر اور عورت کو کفنی پہنا کر اسکے بال دو حصے کر کے سینہ پر کفنی کے اوپر رکھدیے جائین اور بالون کے
اوپر اور چادرون کے نیچے اوڑھنی کیجاے پھر کیا جاے جیسے اگذرا یعنی ہر ایک چادر جدا جدا اسپر لپیٹی جاے اسطرح کہ بائین جانب نیچے ہو اور داہنی اوپر ہم
شارح نے سینہ بند کو ذکر نہین کیا کہ کہان ہونا چاہیے سو بحر الرائق مین تو یہ لکھا ہی کہ پوٹ کی چادر کے اوپر چاہیے تاکہ کفن کھلنے نپاے اور جوہرہ مین یہ ہی کہ اول
ازار لپیٹین اسکے اوپر سینہ بند باندھین اسکے اوپر پوٹ کی چادر لپیٹین اور یہی ظاہر ہی کذا فی الطحطاوی ویعقد الکفن ان خیف انتشارہ اور کفن باندھ
دیا جاوے اگر خوف ہو اسکے کھلجانیکا والخنثی المشکل کالمرأۃ فیہ اے الکفن اور خنثی مشکل کفن کے باب مین مثل عورت کے ہی یعنے احتیاطا اسکو پانچ کپڑے
کا کفن دیا جاوے کہ اگر بالفرض مرد ہی ہو تب بھی زیادتی کا کچھ مضائقہ نہین مگر حریر کا اور کسم اور زعفران کا رنگا ہوا کفن اسکو نہ دیا جاے کذا فی الشامی
والمحرم کالحلال والمراہق کالبالغ اور احرام والا مردہ مثل بے احرام کے ہی یعنے اسکا سر ڈھانکا جاوے اور اسکے کفن کو بسایا جاوے اور قریب البلوغ مثل بالغ
کے یعنی مرد قریب البلوغ کو بالغ مرد کیطرح تین کپڑون کا کفن دیا جاوے اور عورت کو پانچ کا ومن لم یراہق اذا کفن فی واحد جاز اور جو شخص کہ قریب البلوغ نہو
اگر کفن دیا جاوے ایک کپڑے مین تو درست ہی ہم علیہ مین ہی کہ جو بچہ حد شہوت کو نہ پہونچا ہو اسکے لیے سب سے بہتر یہ ہی کہ بالغ کیطرح کفن دیا جاوے اور اگر
فقط دو کپڑون کا کفن دیا جاوے تب بھی اچھا ہی اور ایک کا دیا جاوے تو درست ہی کذا فی الشامی والسقط یلف ولا یکفن کالعضو من المیت اور ساقط کا گرا بچہ ایک

اِنہین عضوون پیٹا جاے اور کفن مسنون انکو دیا جاے جیسے میت کو عضو اگر ہو تو اسکو بھی کپڑے مین لپیٹنا چاہیے اور کفن مسنون کی رعایت
نچاہیے اور یہی حال اُس بچے کا ہے جو مردہ پیدا ہو کذا فی الشامی و آدمی منبوش طری لم یتفسخ یکفن کالذی لم یدفن مرۃ بعد اخرے اور جو
آدمی مردہ کفن دیکر دفن کیا ہو اور وہ تازہ سڑا ہوا نہو پھٹا نہو تو اسکو کفن دیا جاے مثل اُس شخص کے کہ دفن نکیا گیا ہو یعنے تین کپڑون کا کفن اُسکو دینا
چاہیے پھر دفن ہو اگر ایکبار اُسکا کفن کسی نے چورا لیا تو دوبارہ دین اور اگر دوبارہ بھی چوری جاے تو سہ بارہ دین اور علیٰ ہذا القیاس جب تک
وہ مردہ پھٹ نہین جب تک کفن دیتے جاوین اُسکے خاص مال سے اور اگر اُسکا مال وارثون مین بٹ گیا ہو تو اُن سے مقدار کفن واپس لیا جاے کذا فی
الشامی و ان تفسخ کفن فی ثوب واحد اور اگر مردہ پھٹ گیا ہو تو اسکو ایک کپڑے مین کفن دیجاے ہم اور یہی حال کافر مردہ کا ہے کہ اگر اسکا کوئی محرم
مسلمان ہو تو اسکو ملا کر ایک کپڑے کا کفن دے کذا فی البدائع و اسے ہذا صار المکفنون احد عشر والثانی عشر الشہید ذکرہ فی الحجۃ اور یہ اسلئے کفن
والے شخص گیارہ ہوے اور بارہوان شہید ہے ذکر کیا ہے اُنکو حجۃ مین ہم یعنے پانچ متن مین مذکور کیے اول مرد بالغ دوم عورت بالغ سوم خنثی مشکل چہارم
جسکا کفن چوری گیا ہو اور تازہ سڑا ہو پنجم جو مردہ پھٹ گیا ہو اور شارح نے چھ بیان کیے اول احرام والا دوم مراہق مرد سوم مراہق عورت چہارم
بچہ غیر بالغ ششم پیٹ کا گرا بچہ یہ گیارہ ہوے اور شامی نے دو اور زیادہ کیے یعنے جو بچہ مردہ پیدا ہوا اور کافر مردہ تو انکو ملا کر تیرہ ہوے اور
شہید کے ساتھ چودہ ہوتے ہین ولا باس فی الکفن ببرود و کتان و فی النساء بحریر و مزعفر و معصفر لجوازہ لبسہن حال الحیوۃ واحب
البیاض او ما کان یصلے فیہ اور نہ الکنز مین کفن ہین یمنی چادرون اور کتان کے کپڑے کا اور عورتون کے کفن مین ریشمی کپڑے اور زعفران اور
کسم کے رنگے ہوے کا بسبب درست ہونے کفن کے اُس کپڑے سے جسکا پہننا حالت حیات مین جائز ہے اور سب سے بہتر کفن سفید ہے یا وہ رنگ جسمین مردہ
نماز پڑھا کرتا تھا وکفن من لا مال لہ علی من یجب علیہ نفقتہ وان تعدد وافعلی قدر میراثہم اور جس مردے کا کچھ مال نہو اُسکا کفن اُس شخص پر
واجب ہے جسپر اُس مرے کا نفقہ واجب ہے اور اگر ایسے شخص کئی ہون تو کفن اُنپر حصہ رسد موافق انکی میراث کے ہوگا یعنے جسطرح اُنپر نفقہ واجب ہے
اُسی حساب سے کفن واجب ہوگا چنانچہ تفصیل نفقہ کی باب النفقہ مین مذکور ہوگی کذا فی الشامی واختلف فی الزوج والفتوی علی وجوب
کفنہا علیہ عند الثانی وان ترکت مالا خانیۃ ورجحہ فی البحر بانہ الظاہر لانہ ککسوتہا اور اسمین اختلاف ہے کہ شوہر پر اُسکی زوجہ کا کفن واجب ہے یا نہین
اور فتوے شوہر پر زوجہ کے کفن کے واجب ہونے کا ہے امام ابو یوسف کے نزدیک اگرچہ عورت نے مال چھوڑا ہو کذا فی الخانیۃ اور ترجیح دی ہے
بحر الرائق مین کہ یہی ظاہر ہے اسلیے کہ کفن مثل زوجہ کے لباس کے ہے ہم اس باب مین فتوے مختلف ہے تجنیس اور شرح مجمع مین ہے کہ اگر عورت کا مال ہو
تو کفن زوج پر ہے اور اسی پر فتوے ہے اور شرح مجمع جو خود مصنف مجمع کی ہے اسمین یہ ہے کہ اگر عورت کے پاس مال نہو اور شوہر مالدار ہو تو اسپر
اُسکا کفن واجب ہے اور اسی پر فتوی ہے اور خانیہ مین بلا قید فتوے مذکور ہے یعنے عورت کے پاس مال ہو یا نہو اور شوہر مفلس ہو یا مالدار ہر صورت
مین اُسکا کفن شوہر پر واجب ہے اور اصل اسمین یہ ہے کہ جس شخص پر مردہ کے نفقہ کے لیے حالت حیات مین جبر کیا جاتا ہے اُسی پر وفات کے بعد کفن
کے لیے جبر ہوگا کذا فی الشامی مختصرا فان لم یکن ثمہ من تجب علیہ نفقتہ ففی بیت المال فان لم یکن بیت المال معمورا او منتظما فعلے
المسلمین تکفینہ فان لم یقدروا سالوا الناس لہ ثوبا فان فضل شیء رد للمتصدق ان علم والا کفن بہ مثلہ والا تصدق بہ مجتبیٰ وظاہرہ انہ لا یجب علیہم
الا سوال کفن الضرورۃ لا الکفایۃ اور اگر وہان ایسا شخص نہو جسپر مردہ کا نفقہ واجب ہو تو مردہ کا کفن بیت المال مین ہوگا اور اگر بیت المال مین روپیہ
پیسہ نہو یا ہو مگر انتظام کے ساتھ نہو یعنے جن مصارف مین اُسکا صرف ہونا چاہیے اُسمین صرف نہوتا ہو تو کفن مسلمانون پر واجب ہوگا یعنے جنکو مردہ
کا حال معلوم ہوگا اُنپر کفن دینا اُسکا واجب ہوگا اور اگر اُنسے بسبب مفلسی کے نہو سکے تو وہ مالدار آدمیون سے اُسکے لیے کپڑا مانگین پھر اگر اُس کپڑے

سے کچھ باقی بچے تو صدقہ دینے والے کو واپس کر دین اگر معلوم ہو کہ فلان شخص نے یہ کپڑا دیا تھا اور اگر معلوم نہو یا وہ واپس نہ لے تو اس باقی کپڑے
اس مردہ کی طرح کسی اور مفلس کو کفن دین اور اگر کوئی اور مردہ اس طرح کا نہ ملے تو اس کپڑے کو خیرات کر دین کذا فی المجتبی اور ثوب کہنے سے یہ
معلوم ہوتا ہی کہ واقف کارون پر صرف کفن ضرورت کا مانگنا واجب ہی نہ کفن کفایت کا طحطاوی نے کہا کہ کفن دینا فرض کفایہ ہی اگر واقف کار ذی قدرت نہ کرینگے
تو سب گناہگار ہونگے ولو کان فے مکان لیس فیہ الا واحد وذلک الواحد لیس لہ الا ثوب لا یلزمہ تکفینہ بہ اور اگر مردہ ایسی جگہ ہو جسمین صرف ایک
شخص ہو اور اُس ایک کے پاس بھی سوا ایک کپڑے کے دوسرا نہو تو اسپر لازم نہین کفن دینا اُس مردہ کا اُس کپڑے سے کیونکہ زندہ زیادہ حاجتمند ہو
ولا یخرج الکفن عن ملک المتبرع اور کفن احسان کرنے والے کی ملک سے خارج نہین ہوتا تو اگر مردہ کو مثلاً کوئی درندہ کھا جاوے تو اُسکا کفن اصل
مالک کو پہونچیگا مردہ کا وارث نہین پا سکتا کذا فی الشامی والصلوۃ علیہ صفتہا فرض کفایۃ بالاجماع فیکفر منکرہا لانہ انکر الاجماع فتنبہ کدفنہ
وغسلہ وتجہیزہ فانہا فرض کفایۃ اور جنازہ کی نماز کا حال یہ ہی کہ وہ فرض کفایہ ہی بسبب اجماع کے تو کافر ہوگا اُسکا انکار کرنے والا اسلیے کہ اُسنے انکار
کیا اُس امر کا جو اجماع سے ثابت ہی تو آگاہ رہنا جیسے مردہ کا دفن کرنا اور اُسکا نہلانا اور سامان دینا کہ یہ چیزین بھی فرض کفایہ ہین ہم شارح ہو
ماتن نے نماز کی صفت اور شرطین اور رکن اور سنتین اور اُسکی کیفیت اور اسکے لیے زیادہ مستحق شخص کا بیان کیا اگر سبب وجوب اور وقت اور مفسد
کا ذکر نہین کیا پس سبب نماز جنازہ کے واجب ہونے کا مسلمان مردہ ہی اور وقت اس نماز کا حاضر ہونا جنازہ کا ہی اور جو چیز اور نمازون کی مفسد ہی وہی اس
نماز کی مفسد ہی بجز عورت کی برابری کے کہ وہ نماز جنازہ کی مفسد نہین اور مکروہ وقتون مین یہ نماز مکروہ ہی اور اگر امام اسمین بے وضو ہو جاوے تو
اُسکو خلیفہ کرنا درست ہی کذا فی الشامی وشرطہا ستۃ اسلام المیت وطہارتہ مالم یہل علیہ التراب فیصلے علی قبرہ بلا غسل وان صلے علیہ اولا استحسانا
اور شرطین نماز جنازہ کی چھ ہین اول مسلمان ہونا مردہ کا دوم اُسکا پاک ہونا یعنے اُسکے بدن اور کپڑے اور مکان کا پاک ہونا اور طہارت اُسوقت تک
شرط ہی کہ اُسکو مٹی نہ دیجاوے اور مٹی دینے کے بعد اُسکی قبر پر نماز پڑھی جاے بدون غسل کے اگرچہ پیشتر نماز پڑھی گئی ہو قبر پر نماز پڑھنا بوجہ استحسان کے ہی
ہم وجہ استحسان کی یہ ہی کہ اول نماز چونکہ بدون طہارت ہوئی تھی باوجود قدرت کے اسلیے جائز نہوئی اور اب دفن کر دینے کے سبب سے طہارت
متعذر ہی اسلیے قبر پر نماز درست ہوگی کذا فی الطحطاوی وفے القنیۃ الطہارۃ من النجاسۃ فے ثوب وبدن ومکان وستر العورۃ شرط فے حق المیت
والامام جمیعا فلو ام بلا طہارۃ والقوم بہا اعیدت وبعکسہ لا اور قنیہ مین ہی کہ طہارت نجاست سے کپڑے اور بدن اور مکان کی اور چھپانا برہنگی کا
شرط ہی میت اور امام دونون کے حق مین پس اگر امام ہوا بدون طہارت کے اور مقتدی طہارت کے ساتھ ہون تو نماز پھر پڑھی جاوے اور اسکے
عکس مین یعنے مقتدی بے وضو ہون اور امام وضو سے اعادہ نکیا جاے اسلیے کہ صرف امام کی نماز سے سب کے ذمہ سے فرض ساقط ہو جائیگا اور
پہلی صورت مین امام کی نماز پر اورون کی نماز مبنی تھی جب اُسکی نہوئی تو کسی کی نہوئی ہم طہارت مکان سے غرض چارپائی کا پاک ہونا ہی اگر مردہ
چارپائی پر ہو اور اگر زمین پر ہو تو زمین کا پاک ہونا مراد ہی اور کپڑے اور بدن ابتدا مین پاک ہونا شرط ہی تو اگر بعد کفن کے مردہ سے نجاست نکلکر کفن
ناپاک ہو جاے یا بدن مردہ کا نجس ہو جاے تو دفع حرج کے لیے یہ نجاست مانع نماز نہین ہان اگر پہلے سے ناپاک کپڑے کا کفن دیا جائیگا تو نماز
درست نہوگی کذا فی الطحطاوی کما لو امت امراۃ ولو امۃ لسقوط فرضہا بواحد جیسے اگر امام ہوئی عورت نماز جنازہ مین اگرچہ لونڈی ہو تو نماز کا اعادہ
نکیا جاے بسبب ساقط ہونے فرض نماز کے ایک شخص سے یعنی نماز جنازہ ایک مرد یا عورت کے پڑھنے سے فرض ساقط ہو جاتا ہی تو اگر عورت امام ہوگی
مرد کی تو مرد کی نماز نہوگی اور عورت کی نماز سے فرض ساقط ہو جائیگا وبقی من الشروط بلوغ الامام تامل وشرطہا حضورہ ووضعہ وکونہ ہو او اکثرہ
امام المصلی وکونہ للقبلۃ اور باقی رہا شرطون مین سے بالغ ہونا امام کا اسکو سوچ لے یعنی یہ تیسری شرط ہی اور چوتھی شرط موجود ہونا مردہ کا ہی اور پانچوین

شرط ہو وہ فعل جنازہ ہی اور پاک ہو [illegible] نیت [illegible] کذا فی الطحطاوی دوسری شرط یہ ہے کہ مردہ پاک ہو [illegible] کے سامنے ہو [illegible]
اگر وہ مردہ کی شرم عورت [illegible] ظاہر ہو [illegible] تو نماز نہیں [illegible] امام کی شرط [illegible] طہارت کو [illegible] مکروہ [illegible]
سامنے ہونا مردہ کا امام کے حق میں شرط ہے [illegible] ایک ہو اور اگر زیادہ ہوں تو سب کا سامنے ہونا شرط نہیں ایک کا ہونا کافی ہے کذا فی الشامی فقط
صحیح [illegible] غائب [illegible] درست ہے نماز [illegible] غائب کے
سبب نہ پائے جانے [illegible] مثل سواری [illegible] یا عذر یا لوگوں کے [illegible] صورتوں [illegible] نہ پائے جانے
شرط کے جائز [illegible] نہیں ہے [illegible] کیونکہ مردہ مثل امام کے ہے [illegible] دوسری سے سبب صحیح ہونے نماز کے [illegible]
یہ معنی اس خیال سے کہ مردہ پاک ہو اور مسلمان ہو اور [illegible] عورت شرط ہو مردہ مثل امام کے ہے [illegible] امام نہیں کیونکہ اگر مردہ
امام ہوتا تو لڑکے پر نماز درست نہ ہوتی [illegible] قابل امام ہونے کے نہیں طحطاوی نے کہا کہ شرط اسلام سے معلوم ہوا کہ کافر پر نماز درست نہیں اور
طہارت کی شرط سے معلوم ہوا کہ غیر طاہر پر درست نہیں اور ستر عورت کی شرط سے معلوم ہوا کہ ننگے مردہ پر درست نہیں اور بلوغ امام کی شرط سے پایا گیا کہ
لڑکے کی امامت درست نہیں [illegible] وصلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی النجاشی لغوية او خصوصية اور نماز پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نجاشی پر لغوی [illegible]
ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے [illegible] یا تو صلوۃ کے معنے صرف دعا کے لیے جائیں یا یہ نماز غائب پر آپ کے خواص سے ہے نجاشی بکسر نون
و فتح جیم بالتشدید یا مخففہ حبشہ کا بادشاہ جسکا نام اصحمہ تھا اسکی خبر مرگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے معلوم ہوئی آپ نے اصحاب کو خبر دی
اور انکے ساتھ اسپر نماز پڑھی شامی نے کہا کہ لغوی معنے لینے بعید ہیں بلکہ یا تو اس نماز کو آپ کے خواص سے کہا جاوے یا یہ کہ جنازہ آپ کے سامنے
کر دیا گیا ہو کہ آپ دیکھتے ہوں اور دوسروں کو نظر نہ آتا ہو وصحت لو وضعوا الراس موضع الرجلين واساؤا ان عمدوا اور نماز جنازہ درست ہے اگر
لوگوں نے سر کو پانوں کی جگہ رکھدیا ہو اور انھوں نے برا کیا اگر دانستہ جنازہ کو الٹا رکھا یعنی سر جنازہ کا امام کے داہنے ہاتھ چاہیے اگر بائیں ہاتھ کر
پڑھینگے تو مکروہ تنزیہی ہے کذا فی الطحطاوی ولو اخطاؤا القبلة صحت ان تحروا والا لا كذا فى السعادة اور اگر چوک گئے قبلہ کو یعنی اور طرف کو نماز جنازہ
پڑھی تو درست ہوگی اگر قبلہ کی اٹکل کی ہے کی اور اگر بلا اٹکل پڑھی ہوگی تو درست نہ ہوگی کیونکہ اشتباہ قبلہ کی صورت میں اٹکل کرنا فرض ہے وركنها
شيئان التكبيرات الاربع فالاولى ركن ايضا لا شرط فلذا لم يجز بناء اخرى عليها والقيام فلم تجز قاعدا بلا عذر اور نماز جنازہ کے رکن دو چیزیں
ہیں اول چاروں تکبیریں دوم کھڑا ہونا شارح نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ پہلی بار اللہ اکبر کہنا بھی رکن ہے شرط نہیں اور اسی وجہ سے جائز
نہیں دوسرے تکبیر کی بنا اول اللہ اکبر کہنے پر اور جب کھڑا ہونا رکن ہوا تو نماز جنازہ بیٹھکر بدون عذر کے صحیح نہ ہوگی پہلے مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ امام
نے اول اللہ اکبر کہا پھر اس تکبیر سے نیت دوسرے اللہ اکبر کی بھی کرلی تو نماز صحیح نہ ہوگی کیونکہ اس صورت میں صرف تین دفعہ اللہ اکبر کہا گیا اور چاہیے چار
ہیں کذا فی الطحطاوی وسنتها ثلث التحميد والثناء والدعاء فيها ذكره الزاهدى وغيره وما فهمه الكمال من ان الدعاء ركن والتكبيرة الاولى شرط
ردہ فی البحر بتصريحهم بخلافه اور سنتیں اس نماز کی تین ہیں حمد و ثنا کرنا اور نماز میں دعا کرنا ذکر کیا ہے اسکو زاہدی وغیرہ نے اور جو کچھ کمال الدین محقق
نے سمجھا ہے کہ دعا رکن ہے اور تکبیر اول شرط ہے اسکو بحر الرائق میں رد کیا ہے بسبب تصریح کرنے فقہا کے اسکے خلاف پر [illegible] شارح کے قول سے معلوم ہوتا
ہے کہ ثنا اور چیز ہے اور تحمید دوسری چیز حالانکہ تفسیر ثنا کی خود آگے کریگا کہ سبحانك اللهم وبحمدك کہے اس سے معلوم ہوا کہ دونوں سے مراد ایک ہی
چیز ہے تو مناسب تھا کہ یوں ذکر کرتا کہ تیسری سنت درود ہے اور چونکہ نماز جنازہ کی حقیقت اور مقصود دعا ہے اسلیے کمال نے دعا کو رکن کہا اور
تکبیر اولے کو تحریمہ کے واسطے ہونے کی وجہ سے شرط کہا بحر الرائق میں کہا کہ یہ قول فقہا کی تصریح کے خلاف ہے چنانچہ محیط میں مصرح ہے کہ دعا

اور نہ مغفرت کی درخواست کیجاے نماز جنازہ مین لڑکے اور دیوانہ اور بے عقل کے لیے بسبب نہ مکلف ہونے ان لوگونکے ہم شامی نے کہا کہ مجنون اور معتوہ
سے وہ مراد ہین جو اصلی ہون یعنے موت تک اُنکے ہوش وعقل درست نہوئی ہو اور جو شخص کہ بعد بالغ ہونے کے دیوانہ یا بے عقل ہوا ہو تو اُسکے گناہ
دیوانگی یا بے عقلی سے ساقط نہین ہونگے اُنکے لیے مغفرت مانگی جاے بل یقول بعد دعاء البالغین اللھم اجعلہ لنا فرطا بفتحتین اے سابقا الی الحوض
لیھیء الماء وھو دعاء لہ ایضا بتقدمہ فی الخیر لاسیما وقد قالوا حسنات الصبی لہ لا لابویہ بل لھما ثواب التعلیم واجعلہ ذخرا بضم الذال المعجمۃ ذخیرۃ وشافعا
مشفعا مقبول الشفاعۃ بلکہ کہے عوض دعاء بالغون کے الٰہی کر اُسکو ہمارا فرط اور کر اُسکو ذخیرہ اور سفارش کرنے والا سفارش قبول کیا ہوا شارح نے
کہا کہ فرط فتحہ فا اور فتحہ را مہملہ سے بمعنے آگے بڑھنے والا حوض کوثر پر تاکہ پانی تیار کرے اور ذخر بذال معجمہ مضموم بمعنے ذخیرہ ہے اور مشفع بصیغہ مفعول
باب تفعیل بمعنے مقبول الشفاعت ہے اور یہ دعا لڑکے کے لیے بھی ہے واسطے آگے بڑھجانے لڑکے کے خیر کی طرف خصوص اُس صورت مین کہ فقہا نے کہا ہے
کہ لڑکے کی نیکیان لڑکے ہی کو ملتی ہین نہ اُسکے ماں باپ کو بلکہ ماں باپ کو ثواب تعلیم کا ملتا ہے ہم یہ [illegible] اس سوال کا کہ دعا تو میت کے لیے ہوتی ہے اس دعا
مین میت کا نفع کچھ نہین بلکہ نفع ماں باپ یا نمازیون کا ہے حاصل جواب یہ ہے کہ پانی کا تیار کرنا جب ہی ہوگا کہ جب اول وہ حوض پر پہونچیگا تو اسمین
اُسکے لیے دعا ہے آگے بڑھنے کی دوسرے یہ کہ ثواب حسنات کا فقہا کے قول کے بموجب لڑکے کو ملتا ہے تو اس صورت مین بھی دعا اُسکے لیے مفید ہوگی
اور یہ جو شارح نے بعد دعاء البالغین کے کہا سو صحیح نہین بلکہ بدل دعاء البالغین صحیح ہے جو کسی کسی نسخے مین پایا جاتا ہے یعنے بجاے دعاء بالغین کے یہ
دعا پڑھے چنانچہ مترجم نے ترجمہ صحیح لفظ کا کیا ہے اور شیخ اسماعیل نے ذکر کیا کہ بمقتضاے متون اور فتاوے کا اور صریح عبارت غرر الاذکار کی
یہ ہے کہ صغیر پر دعاء بالغین نہ پڑھی جاے بلکہ اسی دعا پر اکتفا کیجاوے پھر یہ دعا ہدایہ اور کنز مین اسطرح ہے اللھم اجعلہ لنا فرطا واجعلہ لنا اجرا واجعلہ لنا
ذخرا واجعلہ لنا شافعا ومشفعا اور اگر لڑکی ہو تو ضمیر بدل دے یعنے اجعلہ کی جگہ اجعلہا چارون جگہ کہے اور آخر مین شافعۃ ومشفعۃ کہے کذا فی الشامی
بتصرف ویقوم الامام ندبا بحذاء الصدر مطلقا للرجل والمراۃ لانہ محل الایمان والشفاعۃ لاجلہ اور کھڑا ہووے امام براہ استحباب بمقابل سینہ
میت کے ہر حال مین مرد اور عورت کے لیے اسلیے کہ سینہ جگہ ہے ایمان کی اور شفاعت نمازیون کی مردے کے لیے اُسکے ایمان ہی کے سبب سے ہے والمسبوق
ببعض التکبیرات لایکبر فی الحال بل ینتظر تکبیر الامام لیکبر معہ للافتتاح لما مر ان کل تکبیرۃ کرکعۃ والمسبوق لایبدأ بما فاتہ اور جسکو کچھ تکبیرین
امام کے ساتھ نہ ملی ہون یعنے اگر پیچھے شریک ہوا ہو وہ اُسیوقت تکبیر نہ کہے بلکہ امام کے اللہ اکبر کہنے کا منتظر رہے تاکہ اُسکی تکبیر کے ساتھ شروع
کی تکبیر کہے کیونکہ پیشتر گذر چکا ہے کہ ہر تکبیر مثل ایک رکعت کے ہے اور مسبوق اپنی فوت شدہ رکعتون سے شروع نہین کیا کرتا ہے یعنے اگر مسبوق کو
ایک دو رکعت رہجاتی ہین تو وہ بعد فارغ ہونے امام کے ادا کرتا ہے اسی طرح نماز جنازہ کی مسبوق کو تکبیرین پیشتر نہ کہنی چاہییں امام کے سلام
کے بعد کہنی چاہییں اور اگر مسبوق بدون انتظار امام کی تکبیر کے اللہ اکبر کہکر شریک ہو گیا تو شروع درست ہوگا مگر یہ تکبیر معتبر نہ ہوگی بعد سلام کے
اُسکو پھر سے کہے کذا فی الطحطاوی وقال ابو یوسف رح یکبر حین یحضر اور امام ابو یوسف نے فرمایا ہے کہ جب مقتدی حاضر ہو اُسی وقت تکبیر
کہے ہم صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ امام تکبیر تحریمہ کہہ چکا تھا کہ ایک شخص آیا تو طرفین کے نزدیک وہ تکبیر تحریمہ نہ کہے بلکہ جب امام دوسری تکبیر کہے
اُسوقت اللہ اکبر کہکے شریک ہو اور ایک تکبیر اُسکو فوت ہو گئی بعد سلام امام کے اُسکو کہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک جسوقت یہ شخص
آیا اُسی وقت تکبیر تحریمہ کہکر شریک ہو جاے اور دوسری تکبیر امام کے ساتھ کہے اس صورت مین مسبوق نہوگا کذا فی الشامی کما لاینتظر الحاضر فی
حال التحریمۃ بل یکبر اتفاقا للتحریمۃ لانہ کالمدرک جیسے انتظار نکرے وہ شخص جو موجود ہو تحریمہ امام کے وقت بلکہ تکبیر تحریمہ کہے باتفاق طرفین اور
ابو یوسف رح کے اسلیے کہ وہ شخص مثل مدرک کے ہے یعنی ایک شخص امام کے تحریمہ کیوقت موجود ہے مگر اُسکے ساتھ تکبیر تحریمہ نہین کہی تو وہ دوسری تکبیر کا انتظار نکرے

اسی وقت تو پھر کو شریک ہو جاسے جیسے کہ تحریمہ کے وقت موجود ہونے کے باعث وہ مدرک کے مانند ہو گیا کہ گویا امام کے ساتھ ہی ہے اسلئے کہ ہم نے بیان

کیا قولہ فلا بعد التربیع اتفاقا لفوات محلہ وان تیاسر مع الغیبۃ ہذا اتفاق ہے کہ مسبوق اور موجود شخص تکبیرین جس قدر انکو فوت ہوئی ہیں بعد فارغ ہونے امام کے

پہلے ہی وہ ادا کرے اگر وہ نہ کرین میت کے اٹھائے جانے سے پہلے اور فوت ہونے کی صورت یہ ہے کہ شلا امام نے تکبیر کہی تو ایک

اور یہ شخص شریک ہوا تیسری مین شریک ہوا تو وہ تکبیرین باقی بعد سلام کے کہے اور اوپر بیان ہو چکا کہ موجود شخص اگر تکبیر اولی امام نے کہی

اسکے پیچھے کہے اس سے کچھ فوت ہو گی کذا فی الشامی والشیخ والمشہور فی المدرک کبر الکل للحال فشاذ نہر اور مجتبے میں جو یہ ہے کہ مدرک یعنے

موجود وقت تحریمہ کے کل تکبیرین فوت شدہ اسی وقت کہلے تو یہ خلاف قیاس ہے کذا فی النہر مجتبے میں ہے کہ اگر امام نے تکبیر کہی اور ایک شخص

موجود تھا شریک نہوا یہانتک کہ دوسری تکبیر کہی تو یہ شخص تکبیر دوم مین امام کا شریک ہو جائے اور پہلی تکبیر کو اسی وقت کہلے اسی طرح اگر دوسری

اور تیسری مین شریک نہوا تو چوتھی مین شریک ہو کر فوت شدہ کو اسی وقت کہلے شارح نے کہا کہ یہ قول مخالف تصریح تھا کیونکہ اکثر نے یہی کہا ہے کہ بعد

سلام کے کہے کذا فی الشامی فلو جاء المسبوق بعد تکبیرۃ الامام الرابعۃ فاتتہ الصلوۃ لتعذر الدخول فی تکبیرۃ الامام وعند ابی یوسف یدخل لبقاء

التحریمۃ فاذا سلم الامام کبر ثلاثا کما لو کان حاضرا وعلیہ الفتوی ذکرہ الحلبی وغیرہ پس اگر مسبوق بعد امام کے چوتھی تکبیر کے آیا تو طرفین کے نزدیک اسکی نماز

فوت ہو گئی بسبب متعذر ہونے شرکت کے امام کی تکبیرین اور ابو یوسف کے نزدیک نماز مین داخل ہو جائے بسبب باقی رہنے تحریمہ کے اور جب امام

سلام پھیرے تو تین تکبیرین کہلے جیسے موجود شخص کہ چوتھی تکبیر تک امام کا شریک نہوا اور بعد چوتھی کے شریک ہو جاوے تو سلام کے بعد تین تکبیرین کہتا

ہے بالاتفاق اور اسی قول امام ابو یوسف پر فتوے ہے ذکر کیا ہے اسکو حلبی وغیرہ نے ہم یہ کہتے ہیں کہ طرفین کے نزدیک مسبوق کو انتظار امام کی تکبیر کا کرنا چاہیے تب

شریک ہو سکتا ہے اور چونکہ چوتھی تکبیر کے بعد کوئی تکبیر باقی نہین اسلئے انکی شرکت نہین ہو سکتی اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ کے نزدیک چونکہ قبل سلام تحریمہ باقی ہے

اسلئے شریک ہو سکتا ہے کذا فی الشامی واذا اجتمعت الجنائز فافراد الصلوۃ علی کل واحدۃ اولی من الجمع وتقدیم الافضل فالافضل وان جمع جاز

اور جبکہ کئی جنازے مجتمع ہو جاوین تو ہر ایک پر جدا جدا نماز پڑھنا بہتر ہے بہ نسبت سب پر ایک ساتھ نماز پڑھنے کے اور مقدم کرنا افضل شخص کا افضل ہے

یعنے اول سب سے افضل پر نماز پڑھے پھر اس سے کم فضیلت والے پر اور علی ہذا القیاس اور اگر جمع کرے یعنے سب پر ایک ہی نماز پڑھے تو درست ہے

ثم ان شاء جعل الجنائز صفا واحدا وقام عند افضلہم وان شاء جعلہا صفا مما یلی القبلۃ واحدا خلف واحد بحیث یکون صدر کل جنازۃ مما یلی

الامام لیقوم بحذاء صدر الکل وان جعلہا درجا فحسن لحصول المقصود پھر اگر چاہے تو ایک ساتھ نماز پڑھنے کی صورت مین سب جنازون کو ایک صف

کر دے اسطرح کہ ایک کا سر دوسرے کے پاؤن کی طرف ہو اور امام کھڑا ہو اس شخص کے سینے کے مقابل جو ان سب مین افضل ہو اور اگر چاہے

تو انکو قبلہ کیجانب ایک دوسرے کے پیچھے رکھکر صف بنا دے اسطرح کہ ہر جنازے کا سینہ امام کے مقابل رہے تاکہ امام سب کے سینے کے مقابل کھڑا ہو

اور اگر اس صورت مین زینے کیطرح صف کرے یعنے ایک کو دوسرے سے کچھ پیچھے کرے اسطرح کہ ہر جنازہ بہ نسبت پہلے کے تھوڑا سا بائین جانب کو

رہے تو بہتر ہے بسبب حاصل ہونے مقصود کے ہم طحطاوی نے کہا کہ حصول مقصود تینون کیفیتون کی علت ہے کہ جسطرح چاہے پڑھے مطلب سب مین

حاصل ہے وراعی الترتیب المعہود خلفہ حالۃ الحیوۃ فیقرب منہ الافضل فالافضل الرجل مما یلیہ فالصبی فالخنثی فالبالغۃ فالمراہقۃ والصبی الحر یقدم علی العبد

والعبد علی المرأۃ ولا ترتیبہم فی قبر واحد لضرورۃ فیعکس ہذا الترتیب فیجعل الافضل مما یلی القبلۃ قبا اور لحاظ رکھے ترتیب معمولی کا اپنے پیچھے زندگی کی حالت

یعنے اپنے پاس سب سے افضل شخص کا جنازہ کرے پھر اسکا جو اس سے کم ہو مثلا عالم فاضل کا جنازہ اپنے متصل کرے پھر اوروں کا اور اگر

علم و فضل مین برابر ہون تو بڑی عمر والے کو مقدم کرے کذا فی الشامی مرد کو اپنے پاس کرے پھر لڑکے کو پھر خنثے کو پھر عورت بالغہ وغیرہ

قریب البلوغ عورت کو اور آزاد لڑکا مقدم کیا جاوے بالغ غلام پر اور غلام مقدم کیا جاوے عورت پر اور انکی ترتیب ضرورت کی وجہ سے ایک قبر مین اُسکی
اُلٹی ہی یعنے اگر کسی ضرورت سے ایک قبر مین کئی مردے دفنائے جائین تو افضل شخص جانب قبلہ رہے کذا فی الفتح ضرورت کی قید اسلیے لگائی کہ دو شخصون
کا ایک قبر مین دفن کرنا درست نہین جب تک کہ اول مٹی نہو جاوے اور اگر دو کو ایک قبر مین ضرورت کی وجہ سے دفن کرین تو دونون کے درمیان مین
مٹی کی آڑ یا کچی اینٹین رکھدین تاکہ دو قبرون کی صورت ہو جاوے اور بعد مٹی ہو جانے مردہ کے قبر پر عمارت بنانی اور کھیتی درست ہی کذا فی الطحطاوی و
یقدم فی الصلوۃ علیہ السلطان ان حضر او نائبہ وہو امیر المصر ثم القاضی ثم صاحب الشرط ثم خلیفتہ ثم خلیفۃ القاضی ثم امام الحی فیہ ایہام وذلک ان تقدیم
الولاۃ واجب وتقدیم امام الحی مندوب فقط بشرط ان یکون افضل من الولی والا فالولی افضل کما فی المجتبی والشرح المجمع لمصنفہ اور مقدم کیا جاوے
مردے پر نماز پڑھنے کے لیے بادشاہ اگر موجود ہو یعنے اگر بادشاہ ہو تو نماز وہ پڑھاوے یا نائب اُسکا یعنے حاکم شہر کا پھر قاضی پھر حاکم سیاست پھر اُسکا نائب
پھر قاضی کا خلیفہ پھر امام محلہ کا شارح نے کہا کہ مصنف کے کلام مین ایہام ہی یعنے یہ وہم ہوتا ہی کہ امام ہونا حکام کا اور محلہ کی مسجد کے امام کا حکم یکسان ہی
حالانکہ حکم دونون کا مختلف ہی اور وہ اسطرح ہی کہ مقدم ہونا حاکمون کا واجب ہی اور محلہ کی مسجد کے امام کی تقدیم صرف مستحب ہی اس شرط سے کہ ولی
سے بہتر ہو اور اگر ولی بہتر ہو تو ولی ہی اولے ہی چنانچہ مجتبے اور مجمع کی شرح مین جو مصنف مجمع کی تالیف ہی ایسا ہی مذکور ہی وفی الدرایۃ امام المسجد الجامع اولی
من امام الحی ای مسجد محلتہ نہر اور درایہ مین ہی کہ امام مسجد جامع کا بہتر ہی محلہ کی مسجد یعنے میت کے محلہ کی مسجد کے امام سے کذا فی النہر ثم الولی بترتیب
عصوبۃ الانکاح الا الاب فیقدم علی الابن اتفاقا الا ان یکون عالما والاب جاہلا فالابن اولی پھر ولی موافق ترتیب عصبہ نکاح کرنے کے مستحق ہی
نماز پڑھنے کا بجز باپ کے کہ وہ مقدم ہی میت کے بیٹے پر بالاتفاق مگر یہ کہ بیٹا عالم ہو اور باپ میت کا جاہل تو اس صورت مین بیٹا اولے ہی ہم ایک نسخے
مین فالابن کی جگہ فالاسن ہی یعنے اگر قرابت مین دو ولی برابر ہون تو بڑا عمر مین بہتر ہی کذا فی الشامی فان لم یکن لہ ولی فالزوج ثم الجیران لیس لہ ولی اگر مردہ
کا ولی کوئی نہو تو عورت پر نماز پڑھنے مین شوہر اولے ہی پھر ہمسایہ کے لوگ احق ہین اجنبی شخصون مین ومولی العبد اولی من ابنہ الحر لبقاء ملکہ اور غلام کا
آقا بہتر ہی بہ نسبت اُسکے آزاد بیٹے کے بسبب باقی رہنے ملک آقا کے حم بیٹے کی قید اتفاقی ہی آقا میت کے سب اقارب سے بہتر ہی اور ملک سے مراد حکمی
ملک ہی ورنہ موت سے ملک منقطع ہو جاتی ہی کذا فی الشامی والفتوی علی بطلان الوصیۃ بغسلہ والصلوۃ علیہ اور فتوے اوپر باطل ہونے وصیت کے ہی
واسطے اپنے نہلانے اور نماز پڑھنے کے ہم یعنے مردہ نے وصیت کی کہ مجھکو فلان شخص نہلاوے یا مجھپر فلان شخص نماز پڑھے تو یہ وصیت باطل ہی اسی
طرح اگر وصیت کی فلان کپڑے کا کفن دیا جاوے یا فلان جگہ دفن کیا جاوے تو یہ بھی باطل ہی کذا فی الشامی ولہ ای المولی ومثلہ کل من یقدم
علیہ من باب اولی الاذن لغیرہ فیہا لانہ حقہ فیملک ابطالہ الا انہ اذا کان ہناک من یساویہ فلہ ای لذلک المساوی ولو اصغر سنا المنع
لمشارکتہ فی الحق اما البعید فلیس لہ المنع اور ولی کو اختیار ہی اذن دینے کا دوسرے شخص کو نماز جنازہ پڑھانے کے لیے اسلیے کہ امام ہونا اُسکا حق ہی تو اُسکو
اختیار ہی اُس حق کے باطل کرنے کا مگر جب وہان کوئی دوسرا ولی اُسکے برابر ہو تو اُس دوسرے مساوی کو اگرچہ عمر مین چھوٹا ہو اختیار روک دینے
غیر شخص کا ہی بسبب اُسکے شریک ہونے کے حق مین مگر بعید ولی کو روکنے کا اختیار نہین شارح نے کہا کہ مثل ولی کے دوسرے کو اجازت دینے مین
وہ لوگ بطریق اولے مختار ہین جو ولی پر مقدم ہین مثل سلطان اور قاضی وغیرہ کے م صورت مسئلہ کی یہ ہی کہ میت کے دو بیٹے ہین بڑے بیٹے نے
زید کو اجازت نماز پڑھنے کی دی تو چھوٹا بیٹا زید کو روک سکتا ہی مگر دور کا رشتہ دار نہین روک سکتا فان صلی غیرہ ای الولی ممن لیس لہ
حق التقدم علی الولی ولم یتابعہ الولی اعاد الولی ولو علی قبرہ ان شاء لاجل حقہ لا لاسقاط الفرض ولذا قلنا لیس لمن صلی علیہا ان یعید
مع الولی لان تکرارہا غیر مشروع پس اگر ولی کے سوا کسی اور شخص نے نماز پڑھی جسکو ولی پر مقدم ہونے کا حق نہ تھا اور ولی نے اُسکی متابعت نہ کی

نہ ولی تھی اگر پڑھ چکا نماز دوبارہ پڑھے اگرچہ پہلی نماز پڑھ چکا ہو بسبب اپنے حق کے نہ واسطے ساقط ہونے فرض کے کیونکہ فرض تو پہلی نماز سے بھی ساقط ہوگیا اگرچہ وہ تنہا
ولی نے پڑھی تو دوسری نماز جائز نہیں کیونکہ دوبارہ پڑھنا نماز کی اسکے حق کی جہت سے مشروع ہے اور اسی وجہ سے کہا کہ واسطے حق ولی کی جہت
سے پڑھے نہ فرض ساقط ہونے کو ہم کہتے ہیں کہ جو شخص نماز جنازہ پڑھ چکا ہو اسکو جائز نہیں کہ ولی کے ساتھ نماز دوبارہ پڑھے کیونکہ نماز جنازہ مین نفل مشروع نہیں
ہم نماز دوبارہ پڑھنا نفل ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز جنازہ نفل نہیں ہوا کرتی پڑھنا جائز نہیں اور یہ جو مروی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم پر کئی مرتبہ نماز پڑھی تو بسبب تعظیم ابوالسعود نے کہا ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت سے ہے اور اسی واسطے مین …
… لیس لمن … التقدم … مع … الولی بالصلوۃ … اور اگر صورت … نماز ایسے شخص نے پڑھی
جسکو ولی سے مقدم ہونے کا حق ہے مثلاً قاضی یا نائب اسکا یا امام محلہ کا امام نے پڑھی یا اس شخص نے پڑھی جسکو حق تقدم ولی پر نہیں مگر ولی
نے اسکے پیچھے پڑھ لی تو اس صورت مین ولی نماز دوبارہ نہ پڑھے اسلیے کہ مقدم حق تقدیم کا حاصل ہے وہ ولی کی نسبت نماز پڑھنے کے لیے
بہتر ہے ہم نے لکھا ہے کہ اول صورت کی ہوئی اور دوسری صورت مین عدم اعادہ کی وجہ یہ ہے کہ ولی کا پڑھنا پیچھے غیر شخص کے گویا اسکو اجازت
دینا ہے … کی روایت … الولی … ان لم یحضر من یتقدم علیہ لا یصلی غیرہ بعدہ وان حضر من لہ التقدم لکونہ … اور اگر ولی
نے نماز پڑھ لی … اس طرح کہ جو شخص اسپر مقدم … نہ آیا تو اب دوسرا شخص بعد ولی کی نماز کے اسپر نماز نہ پڑھے اگرچہ وہی
آجاوے جسکو ولی پر تقدم ہے کیونکہ ولی کی نماز ہو جب استحقاق کے ہو گئی الا و تقدم الولی بحضرۃ السلطان مثلاً اعاد السلطان کما فی المجتبی وغیرہ اور اگر نماز
پڑھی ولی نے سلطان کی موجودگی مین مثلاً تو اعادہ کرے سلطان چنانچہ مجتبی وغیرہ مین ہے وفیہ حکم صلوۃ من لا ولایۃ لہ کعدم الصلوۃ اصلا
فیصلے علی قبرہ ان شاء الامام … اور مجتبی مین ہے کہ حکم نماز اس شخص کا جسکو ولایت نہیں مانند نماز نہ پڑھنے کے ہے سرے سے تو ولی
اسکی قبر پر نماز پڑھے اگر چاہے جب تک مردہ پھٹا نہو ہم حلبی نے کہا کہ اسکے یہ معنے ہین کہ جب ایسے شخص نے نماز پڑھی جسکو ولایت نہیں تو جاوا
ولایت والے کے گویا نماز سرے سے نہیں ہوئی اس سے اسکو اختیار ہے کہ مردہ اگر دفن ہو گیا ہو تو قبر پر نماز پڑھ لے شامی نے کہا کہ
مین نے مجتبی مین یہ مسئلہ نہیں پایا وان دفن واھیل علیہ التراب بغیر صلوۃ او بہا بلا غسل او ممن لا ولایۃ لہ صلے علی قبرہ استحسانا ما لم یغلب
علی الظن تفسخہ من غیر تقدیر ھو الاصح وظاھرہ انہ لو شک فی تفسخہ صلے علیہ لکن فی النھر عن محمد لا کانہ تقدیما للمانع اور اگر مردہ بدون نماز
دفن کیا گیا اور اسپر مٹی دیدی گئی یا نماز پڑھی مگر بدون غسل کے یا ایسے شخص نے پڑھی جسکو ولایت نہ تھی تو نماز پڑھی جاوے اسکی قبر پر بدلیل استحسان جبتک
کہ گمان غالب اسکے پھٹنے کا نہو بدون مقرر کرنے کسی مدت کے یہی صحیح تر قول ہے اور ظاہر گمان غالب کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مردے کے
پھٹنے مین شک ہو تو اسپر نماز پڑھی جاوے لیکن نہر الفائق مین امام محمد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ شک کی صورت مین نماز نہ پڑھی جاوے تو گویا
یہ اسلیے کہا کہ مانع کو ترجیح دی ہم شامی نے کہا کہ من لا ولایۃ لہ متعلق ہے محذوف کے جو حال واقع ہے ضمیر بہا سے اور یہ مسئلہ مجتبی کے مسئلہ کے ساتھ
دوبارہ ہو گیا اور قبر پر نماز پڑھنا پہلی دونون صورتون مین یعنے جب بے نماز دفن کیا ہو یا نماز بدون غسل کے پڑھی ہو واجب ہے اور تیسری صورت
مین صرف ولی کو جائز ہے بسبب حق کے اور قول اصح کا مقابل مدت مین … بعض کے نزدیک اور بعض نے دس دن اور بعض نے ایک مہینا
کہا ہے اور وجہ اصح کی یہ ہے کہ پھٹنا متفاوت مدت مین ہوتا ہے بلحاظ موسم اور جگہ کے اسلیے مدت مقرر کر لی مناسب نہیں اور کانہ کی خبر محذوف
یعنے قال ذلک اور ترجیح مانع دیا یہ مطلب کہ شک کے باعث دو صورتین مساوی پیدا ہو گئین ایک پھٹنا مردہ کا جو مقتضی ہے نماز کے منع کا دوسری نہ پھٹنا
جو موجب ہے نماز پڑھنے کا تو پھٹنا جو مانع تھا اسی کو ترجیح دیگئی ولم تجز الصلوۃ علیھا راکبا ولا قاعدا بغیر عذر استحسانا اور نہیں جائز ہے

جنازے پر سوار ہوکر اور نہ بیٹھے ہوئے بدون عذر کے بدلیل استحسان ہم یعنے اگر عذر کے باعث سوار ہوکر پڑھین مثلاً گارے یا مینھ کے باعث نماز پڑھین یا بیٹھکر پڑھین کہ کھڑے ہونے کی طاقت نہو تو نماز درست ہوگی **وکرہت تحریما وقیل تنزیہا فی مسجد جماعۃ ہو ای المیت فیہ وحدہ او مع القوم و اختلف فی الخارجۃ عن المسجد وحدہ او مع بعض القوم والمختار الکراہۃ مطلقا خلاصۃ بناء علی ان المسجد انما بنی للمکتوبۃ وتوابعہا کنافلۃ وذکر وتدریس علم وہو الموافق لاطلاق حدیث ابی داؤد من صلی علی میت فی المسجد فلا صلوۃ لہ** اور مکروہ تحریمی ہی اور بعض کے نزدیک تنزیہی نماز جنازہ کی مسجد جماعت یعنے جامع مسجد یا محلہ کی مسجد مین کہ مردہ اسکے اندر ہو تنہا یا کل یا بعض نمازیون کے ساتھ اور اختلاف ہی مسجد سے باہر ہونے کی صورت مین تنہا مردہ باہر ہو یا کچھ نمازیون کے ساتھ باہر ہو اور قول مختار ہر صورت مین مکروہ ہوتا ہی کذا فی الخلاصہ اسوجہ سے کہ مسجد صرف نماز فرض وقتی اور اسکے توابع کے لیے بنی ہی جیسے نماز نفل اور یاد الٰہی اور عالم کا پڑھانا ہی اور یہی قول کراہت کا موافق ہی واسطے اطلاق حدیث ابو داؤد کے کہ جسنے نماز پڑھی مردے پر مسجد کے اندر تو اسکے لیے نماز نہین ہم شامی نے کہا کہ ابی داؤد کی روایت مین فلا شئی لہ ہی یعنی اسکو کچھ ثواب نہین اور ایک روایت مین فلا اجر لہ ہی اور ابن ابی شیبہ نے فلا صلوۃ لہ روایت کیا ہی اور شارح نے جو علت کراہت کی بیان کی ہی کہ مسجد نماز فرض وقت اور اسکے توابع کے لیے ہی تو یہ ظاہر نہین اسلیے کہ نماز جنازہ بھی ذکر اور دعا ہی اور مسجد بیشک ذکر اور دعا کے لیے ہوتی ہی ورنہ چاہیے کہ طلب باران اور کسوف کی دعا سے بھی مسجد مین منع کیا جاے اور اگر علت مسجد کے آلودہ ہونیکو ٹھہرایا جاوے تو جس صورت مین مردہ باہر مسجد کے ہو نماز مکروہ نہونی چاہیے باقی رہا حال حدیث کا تو اسمین تین احتمال ہوسکتے ہین ایک یہ کہ فی المسجد ظرف نمازی کا ہو دوم یہ کہ ظرف میت کا ہو سوم یہ کہ دونون کا ہو اگر نمازی کا ظرف کہو تو چاہیے کہ جس صورت مین نمازی باہر مسجد کے ہو اور میت اندر اُس نماز مین کراہت نہو اور اگر میت کا ظرف کہو تو جب میت باہر اور نمازی اندر ہو تب کراہت نہوگی اور اگر دونو کا ظرف کہو تو کراہت دونوکے اندر ہونے مین منحصر ہوگی اگر ایک باہر ہوگا اور ایک اندر تو کراہت نہوگی پھر قول مختار جو ہر صورت مین کراہت کا ہوتا ہی وہ کہان رہا لیکن میرے نزدیک اس حدیث سے مطلق کراہت اسطرح معلوم ہوتی ہی کہ فعل کا اثر کبھی ظاہر مین مفعول پر نہین ہوتا جیسے علم اور ذکر ہی اور کبھی ہوتا ہی جیسے ضرب وقتل ہی تو اگر ظرف پہلی قسم مین بولا جائیگا تو وہ فاعل کا ظرف ہوگا خواہ مفعول اُسمین ہو یا نہو مثلاً کہین کہ مین نے زید کو مسجد کے اندر ذکر کیا تو مسجد ظرف متکلم کا ہوگی خواہ زید اسکے اندر ہو یا نہین اور دوسری قسم مین ظرف متعلق بمفعول ہوگا گو فاعل اُسمین ہو یا نہین مثلاً اگر کہین کہ مین نے زید کو مسجد مین مارا تو مسجد زید کا ظرف ہوگی خواہ متکلم مسجد مین ہو یا نہو جیسے حرم کے اندر کوئی شخص شکار کے تیر مارے تو وہ قاتل صید حرم کہلائیگا گو خود باہر حرم سے ہو اب جو نماز جنازہ کو دیکھتے ہین تو اسکو اول قسم سے پاتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ مسجد نمازی کا ظرف ہی خواہ میت اُسمین ہو یا نہو اور اسی کی مؤید یہ روایت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب اصحاب کو خبر مرگ نجاشی کی سُنائی تو مسجد سے نکلکر مصلے مین تشریف لیگئے وہان اُسپر نماز پڑھی اگر مسجد مین جائز ہوتی تو پھر باہر نکلنے کے کیا معنے جنازہ تو مسجد کے اندر نتھا ہان یہ صورت رہگئی کہ مردہ مسجد کے اندر ہو اور نمازی باہر تو اسکی کراہت دلالۃ النص سے پائی جاتی ہی کیونکہ جب باوجود نماز جنازہ کے ذکر ودعا ہونے کے خود نماز مسجد مین مکروہ ہوئی تو مردہ کا اسمین داخل کرنا بطریق اولے مکروہ ہوگا کہ ایک فعل لغو ہی اور دھکا مسجد کی آلودگی کا جدا ہی پس معلوم ہوا کہ حدیث مذکور مؤید قول مختار کی ہی کہ نماز مسجد کے اندر ہر صورت مین مکروہ ہی پھر یہ کراہت اُس صورت مین ہی کہ بدون عذر کے مسجد مین نماز پڑھی جاوے اور اگر کسی عذر سے ہو تو مکروہ نہین اسی طرح مکروہ ہی نماز جنازہ شارع عام مین تمام ہوا قول شامی کا مختصراً **ومن ولد فمات یغسل ویصلے علیہ ویرث ویورث ویسمے ان استہل بالبناء للفاعل ای وجد منہ ما یدل علی حیوتہ بعد خروج اکثرہ حتی لو خرج راسہ وہو یصیح فذبحہ رجل فعلیہ الغرۃ فان قطع اذنہ فخرج حیا فمات فعلیہ الدیۃ** اور جو بچہ پیدا ہوکر مرجاوے اگر وہ آواز کرے تو نہلایا جاے اور اسپر نماز پڑھی جاوے اور وہ وارث ہوگا دوسرے کا اور اسکی میراث اورون کو ملیگی اور نام رکھا جائیگا شارح نے کہا کہ استہل بصیغہ معروف ہی اور اس سے مراد یہ ہی کہ بچے سے وہ بات پائی جاے جس سے اسکا زندہ ہونا معلوم ہو بعد اکثر بچے کے نکلنے کے یہان تک کہ اگر بچے کا سر نکلا اور وہ چیختا ہی اور اسی وقت اسکو کسی نے ذبح کر دیا تو اُسپر غرہ لازم ہوگا اور اگر

[illegible] اور رکھنا سے بچہ [illegible] نمازہ پڑھی جاوے [illegible] اور لڑکے کو بعد غسل دیکر کپڑے میں لپیٹ کے
چھوڑ دینے اس میں [illegible] یعنے اگر آدمی کا جز کم رکھنے بسبب اسکی تعظیم کے اور استعمال متعلق آدمی کرنیکو منع کرنے کے
وقت کنتے ہیں [illegible] پیدایش کے وقت بچہ کے [illegible] اسلیے شارح نے کہا کہ [illegible] زندگی کی علامت مثلاً حرکت کرنا
اذان کا واجب ہو [illegible] بیت میں ایسے بچے کا حکم زندہ کا ہو اسلیے وہ وارث اور مورث ہو سکتا ہو [illegible] میں [illegible]
[illegible] پیدایش [illegible] اسود مرا اور دنیا کا ہوا [illegible] جبکہ بچہ اکثر نہیں نکلا
اسکا حکم پیٹ کے بچہ کا ہو اور پیٹ کے بچے کے تلف کرنے میں [illegible] اسلیے لازم ہوا کہ سبب موت کا دیت ہوا اور قصاص [illegible]
واجب لازم ہوا [illegible] الشامی والیت لا یغسل ویسمی عند ابی یوسف وہو الاصح فیفتی بہ علی خلاف ظاہر الروایۃ اکرامًا لبنی آدم کما فی شرح المجمع [illegible]
علامت زندگی کی بعد پیدایش کے نہ پائی جاوے تو نہلایا جاوے اور نام رکھا جاوے امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول صحیح تر ہو اور اسپر فتوے
دیا جاوے بر خلاف ظاہر الروایۃ کے بسبب تعظیم بنی آدم کے چنانچہ شرح المجمع میں ہو اور اگر اعضا تمام نہ ہوں یا بعضی کی صورت بنی ہو اسکا حکم پورے بچے کا ہو
اور پورا ہو جسکی خلقت پوری ہو [illegible] مارنے میں اختلاف ہو چنانچہ شارح بیان کرتا ہو وفی النہر عن الظہیریۃ وإذا استبان بعض خلقہ غسل وحشر
ہو المختار [illegible] الفائق میں ظہیریہ سے منقول ہو کہ جب ظاہر ہو جاوے بعض پیدایش بچہ کی تو اسکو غسل دیا جاوے یہی قول مختار ہو اور اسکا حشر ہوگا
شامی نے کہا کہ ہو المختار کے بعد وحشر کہنا مناسب تھا اسلیے کہ ظہیریہ میں اسیطرح ہو غرضکہ حشر میں اختلاف ہو بعض فقہا نے کہا کہ اگر روح پڑی ہو تو حشر ہوگا
اور بعض نے کہا کہ اگر بعض خلقت بنی ہو [illegible] ہوگا ونسب الشارح الی محمد ودفن ولم یصل علیہ وکذا یرث ان انفصل حیا [illegible]
احد ابویہ [illegible] اسلام [illegible] اور جسپر علامت زندگی کی ظاہر نہ ہو تو غسل دیا جاوے اور نام رکھنے کے بعد
لپیٹا جاوے ایک کپڑے میں اور دفن کر دیا جاوے اور اسپر نماز نہ پڑھی جاوے اور اسیطرح وہ بچہ وارث نہو اگر [illegible] ہوا اور [illegible] وہ بچہ قید
کیا جاوے ساتھ ایکے ان باپ میں سے کسی ایک کے تو اسپر نماز نہ پڑھی جاوے اسلیے کہ وہ تابع ہو احد الابوین کا یعنے احکام دنیا میں اسکا تابع ہو اور احکام
آخرت میں بسبب اس قول کے کہ بچے کافروں کے بچے اہل جنت کے خادم ہونگے ہم خود بخود کی قید اسلیے لگائی اگر کسی نے مثلاً عورت کے پیٹ پر مارا اور
بچہ مردہ نکل پڑا تو وہ وارث اور مورث ہوگا کیونکہ شارع نے جب غرہ اسکے قاتل سے دلوایا تو معلوم ہوا کہ اسکی زندگی کا حکم کیا گیا الشامی و لو سبی بدونہ
فہو مسلم تبعا للدار او الساہی او بعد قا سلم ہو او اسلم الصبی وہو عاقل ای ابن سبع سنین صلی علیہ لصیرورتہ مسلما اور اگر بچہ بدون ماں یا باپ کے گرفتار آیا تو وہ مسلمان
ہو بتبعیت دار الاسلام جبکہ گرفتار کنندہ ذمی ہو یا بتبعیت گرفتار کنندہ کے جبکہ وہ مسلمان ہو خواہ وہ بچہ پکڑا گیا ماں باپ کے ساتھ پھر ماں یا باپ مسلمان
ہوا یا خود وہ لڑکا مسلمان ہو گیا حالانکہ وہ عاقل ہو یعنے سات برس کا ہو تو اسپر نماز پڑھی جاوے بسبب ہو جانے اس بچہ کے مسلمان یعنے بتبعیت ماں
یا باپ کے خواہ اپنے مسلمان ہو جانے سے ہم سات برس کے لڑکے کے مسلمان ہونے کی صحت قاری ہدایہ کیطرف منسوب ہو اور عنایہ میں عاقل [illegible] کہ
کہ نفع نقصان کو سمجھے اور یہ کہ اسلام ہدایت ہو اور اسکا اتباع بہتر ہو اور فتح القدیر میں ہو کہ صفت اسلام کی سمجھتا ہو یعنے ایمان اللہ تعالی اور اسکے
فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور قیامت اور تقدیر پر رکھتا ہو شامی نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہو کہ اگر اسکے سامنے ان امور کی تفصیل کی جاوے
اور اس سے انپر ایمان کا سوال ہو تو کہدے کہ میں ایمان لایا قالوا ولا ینبغی ان یسأل العامی عن الاسلام بل یذکر عندہ حقیقتہ وما یجب الایمان بہ ثم یقال ہل انت
مصدق بہذا فاذا قال نعم اکتفی بہ ولا یغتر بقولہ جواب الایمان والاسلام فتح فقہا نے کہا ہو کہ عامی آدمی سے اسلام کا حال نہ پوچھنا چاہیے بلکہ اسکے
سامنے اسلام کی حقیقت اور جسپر ایمان واجب ہو اسکو ذکر کرنا چاہیے پھر اس سے کہا جاوے کیا تو اسکی تصدیق کرتا ہو پس اگر وہ ہاں کہدے تو اس کے

مسلمان ہونے کے لیے اسی پر اکتفا کیجاسے اور اسکو مضر نہین سکوت کرنا جواب مین ان سوالات کے کہ ایمان کیا چیز ہے اسلام کیا ہے کذا فی الفتح کیونکہ عوام
اکثر ان تفصیلون سے ناواقف ہوتے ہین حالانکہ اقرار توحید و رسالت کا کرتے ہین ویغسل المسلم ویکفن ویدفن قریبہ کخالہ الکافر الاصلی اما المرتد
فیلقی فی حفرۃ کالکلب عند الاحتیاج فلو لہ قریب فالاولی ترکہ لہم من غیر مراعاۃ السنۃ فیغسلہ غسل الثوب النجس ویلفہ فی خرقۃ ویلقیہ فی حفرۃ ولیس
للکافر غسل قریبہ المسلم اور نہلاوے مسلمان اور کفن دیوے اور دفن کرے اپنے رشتہ دار کافر اصلی کو مثلاً اپنے ماموں کو حاجت کیوقت تو اگر اس کافر
کے اور رشتہ دار ہون تو بہتر ہے کہ مسلمان اس کافر مردے کو ان رشتہ دارون کے حوالہ کرے اپنے آپ متکفل غسل وغیرہ کا نہو حاجت کیوقت نہلاوے بدون
رعایت طریق سنت کے یعنی وضو نکراوے اور داہنے طرف سے شروع نکرے بلکہ ایسے غسل دے جیسے نجس کپڑا دھوتے ہین اور اسکو ایک کپڑے مین لپیٹے اور ایک
گڑھے مین ڈالدے یعنی رعایت کفن مسنون اور لحد کی نکرے شارح نے کہا کہ کافر اصلی کی قید اسلیے لگائی کہ مرتد کو کتے کیطرح گڑھے مین ڈالدے غسل و کفن
کچھ نکرے اور نہین جائز ہے کافر کو نہلانا اپنے رشتہ دار مسلمان کا ہم شامی نے کہا کہ مکروہ ہے کافر کا مسلمان کی قبر مین اترنا اسکے دفن کرنیکو واذا حمل الجنازۃ وضع
ندبا مقدمہا بکسر الدال وتفتح وکذا المؤخر علی یمینہ عشر خطوات لحدیث من حمل جنازۃ اربعین خطوۃ کفرت عنہ اربعین کبیرۃ ثم وضع مؤخرہا علی یمینہ کذلک ثم
مقدمہا علی یسارہ ثم مؤخرہا کذلک فیقع الفراغ خلف الجنازۃ فیمشی خلفہا اور جب کوئی شخص جنازہ اٹھاوے تو مستحب یہ ہے کہ جنازے کے اگلی جانب یعنے سرہانا اول اپنے داہنے
مونڈھے پر دس قدم رکھے پھر پچھلی جانب یعنے پیتیانا دس قدم داہنے مونڈھے پر رکھے پھر اگلی جانب بائین مونڈھے پر دس قدم رکھے پھر پچھلی جانب بائین مونڈھے پر
اسیطرح رکھے تو پچھلی جانب پر ۴۰ قدم سے فراغت ہوجائیگی اسوقت جنازے کے پیچھے چلے اور اسطرح اٹھانا اسلیے مستحب ہوا کہ حدیث شریف مین ہے کہ جو کوئی
جنازہ کو ۴۰ قدم اٹھاوے تو اسکا اٹھانا بھی گناہ کبیرہ کو دور کرتا ہے شارح نے کہا کہ لفظ مقدم بکسر دال ہے اور کبھی فتح بھی بولتے ہین اور یہی حال موخر کا ہے کہ کسر اور فتح ہے
اور فتح بھی دیتے ہین ہم گناہ کبیرہ سے مراد یا وہ صغیرہ ہین جو دوسرون کی نسبت سے بڑے ہون یا خود کبیرہ مراد ہو سکتے ہین اور کفرت بصیغہ معروف ہے فاعل اسکا
جنازہ ہے بتقدیر مضاف طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ حدیث کو بعد تمام کرنے کیفیت حمل جنازہ کے بیان کرتا اسلیے مترجم نے موقع پر اسکا ترجمہ کیا
وصح انہ علیہ السلام حمل جنازۃ سعد بن معاذ اور ثابت ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ سعد بن معاذ رض کا اٹھایا ہے ہم یہ صحابی بڑے جلیل القدر ہین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے انھین کی شان مین فرمایا کہ انکی موت سے عرش خداوندی ہل گیا وکرہ عندنا حملہ بین عمودی السریر بل یرفع کل رجل قائمۃ بالید لا علی
العنق کالامتعۃ ولذا کرہ حملہ علی ظہر دابۃ اور مکروہ ہے ہمارے نزدیک اٹھانا مردے کا چارپائی کی دو پٹی یا سرون کے بیچ مین سے پکڑ کر خواہ دو شخص اٹھاوین
یا چار بلکہ ہر شخص ایک ایک پایہ چارپائی کا ہاتھ سے پکڑ کر اٹھاوے شروع سے گردن پر نہ رکھ لے جیسے اسباب اٹھایا کرتے ہین اور اسوجہ سے مکروہ ہے لادنا مردے کا
پشت پر اور سواری کے جانور پر کیونکہ یہ طریق اسباب کے اٹھانے کا ہے جنازے مین مسنون یہ ہے کہ چار شخص ایک ایک پایہ اٹھا کر پٹی کو مونڈھے پر رکھین والصبی
الرضیع او الفطیم او فوق ذلک قلیلا یحملہ واحد علی یدیہ ولو راکبا وان کان کبیرا حمل علی الجنازۃ بچہ شیرخوار یا دودھ چھوٹا ہوا یا اس سے کچھ زیادہ
عمر کا اسکو ایک شخص اپنے دونون ہاتھون پر اٹھاوے اگرچہ اٹھانیوالا سوار ہو اور اگر لڑکا بڑا ہو تو کھٹولے یا چارپائی پر اٹھایا جاوے ویسرع بہا بلا خبب
اے عدو سریع ولو بہ کرہ اور جلد لیچلین جنازے کو بدون تیز جھپٹنے کے اور تیز جھپٹنے کے ساتھ چلنا مکروہ ہے بوجہ ایذاے مردہ اور ساتھ والون کے ہم جنازے مین اسقدر جھپٹنا
مسنون ہے کہ میت چارپائی پر ادھر ادھر حرکت نکرے کیونکہ حدیث مین وارد ہے کہ جنازہ کو جلد لیجاؤ کہ اگر صالح ہے تو جلد اسکو اچھی جگہ پہونچاؤگے اور اگر برا ہے
تو جلد اپنی گردنون سے برائی کو دور کروگے کذا فی الشامی وکرہ تاخیر صلوتہ ودفنہ لیصلی علیہ جمع عظیم بعد صلوۃ الجمعۃ الا اذا خیف فوتہا بسبب
دفنہ قنیہ اور مکروہ ہے مردے کی نماز اور دفن مین اسلیے دیر کرنا کہ جمعہ کے بعد بہت سے آدمی اسپر نماز پڑھین ہان جب یہ خوف ہو کہ اسکے دفن کی جہت سے جمعہ
فوت ہوجائیگا تو اس صورت مین دفن مین تاخیر مکروہ نہوگی کذا فی القنیہ کما کرہ لمتبعہا جلوس قبل وضعہا وقیام بعدہ جیسے مکروہ ہے پیچھے چلنے والونکو بیٹھنا پہلے

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھتے نہ تھے اور کھڑے رہتے جنازہ کے لیے کیونکہ ہم عبادہ بن صامت سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تک نہ بیٹھتے کہ جنازہ قبر میں
رکھا جاتا ایک یہودی عالم نے آپ کو خبر دی کہ ہم بھی اپنے مردون کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں پس آپ بیٹھ گئے اور فرمایا بیٹھو اور یہودیون کی مخالفت
کرو کذا فی الطحطاوی تو اس سے معلوم ہوا کہ کھڑا رہنا مکروہ تحریمی ہے ولا یقوم من فی المصلی لہا اذا رآہا قبل وضعہا اور مکروہ ہے جو لوگ
وا دوقیہ مسنون نہیں اور نہ کھڑا ہو جو شخص انتظار کی جگہ میں ہو جب جنازے کو دیکھے پیشتر اسکے رکھنے کے اور وہ شخص کھڑا ہو جب تک جنازہ ہو کر نہ
یہی قول مختار ہے اور جو کھڑا ہونے کے باب میں وارد ہے وہ منسوخ ہے کذا فی الزیلعی ہم یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ جب جنازہ کو دیکھو تو اسکے لیے
کھڑے ہو جاؤ یہانتک کہ تمہاری نظر سے غائب ہو یا زمین پر رکھا جاوے یہ حدیث منسوخ ہے اس حدیث سے کہ احمد نے حضرت علی سے روایت کی کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمکو جنازے کے لیے کھڑا ہونے کا حکم کیا تھا پھر آپ اسکے بعد بیٹھے رہے اور ہمکو حکم بیٹھے رہنے کا کیا اور مسلم نے بھی یہ مضمون
روایت کیا اور کہا کہ کھڑا ہونے کا حکم پہلے تھا پھر منسوخ ہو گیا کذا فی الشامی وندب المشی خلفہا الا ان یکون خلفہا نساء فالمشی امامہا احسن یعنی
افضل و مستحب ہے پیچھے چلنا جنازے کے اسلیے کہ جنازہ متبوع ہے اور متبوع تابع کے آگے ہوا کرتا ہے مگر یہ کہ ہو وین جنازے کے پیچھے عورتین تو اس صورت میں جنازے
کے آگے چلنا بہتر ہے کذا فی الاختیار ہم جنازہ کو متبوع اسلیے کہا کہ حدیث میں حکم ہے اتباع جنازہ کا اور لفظ اتباع پیچھے چلنے والے پر بولا جاتا ہے نہ آگے چلنے والے
پر کذا فی الشامی دیکھو خروج النساء تحریما وزجر النائحۃ ولا یترک اتباعہا لاجلہا مکروہ تحریمی ہے نکلنا عورتون کا جنازے کے ساتھ اور زجر کیجاے نوحہ کرنیوالی
اور اسی طرح چیخنے والی اور جنازہ کے ساتھ چلنا نہ چھوڑا جاے بسبب نوحہ کرنیوالی کے ہم حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتون کو جنازے کے ساتھ
دیکھکر پوچھا کہ تم اٹھانے والون کے ساتھ جنازے کو اٹھاوگی یا قبر میں اتارنے والون کے ساتھ مردے کو اتاروگی یا نماز پڑھنے والون کے ساتھ نماز پڑھوگی
انھون نے عرض کیا کہ ان باتون میں سے کوئی نکرینگے آپ نے فرمایا کہ ہٹ جاؤ گناہ کے ساتھ نہ ثواب کے ساتھ انتہے اور نوحہ والیکے سبب سے جنازے کا
ساتھ اسلیے نہ چھوڑا جاے کہ نوحہ بدعت ہے اور اتباع جنازہ سنت تو اگر بدعت کی جہت سے اس سنت کو چھوڑ دیا جاے تو جنازہ کے امور کا کفیل کون
ہو جاے کذا فی الطحطاوی ولا یمشی عن یمینہا ویسارہا ولو مشی امامہا جاز وفیہ فضیلۃ ایضا ولکن ان تباعد عنہا او تقدم الکل او رکب امامہا کرہ کما
کرہ فیہا رفع صوت بذکر او قراءۃ فتح اور نہ چلے جنازے سے داہنے اور بائین یعنے داہنے بائین چلنا اولے نہیں اور اگر جنازے کے آگے چلے تب بھی
درست ہے اور اسمین بھی فضیلت ہے لیکن اگر جنازے سے دور ہو گیا یا سب لوگ آگے بڑھ گئے یا جنازہ کے آگے سوار ہو لیا تو مکروہ ہے جیسے مکروہ ہے جنازے
کے ساتھ بلند کرنا آواز کا ذکر یا قرأت قرآن میں کذا فی الفتح ہم آگے چلنے میں فضیلت اس قول سے نکالی کہ پیچھے چلنا افضل ہے یعنے افضل صیغہ افعل
التفضیل ہے تو مطلق فضیلت آگے چلنے میں بھی ہوئی اور اتنا دور ہونا کہ وہ ہے کہ لوگ یہ سمجھیں کہ اکیلا جاتا ہے اور ذکر اور قرأت پکار کر نہ پڑھے اگر منظور ہے تو
اپنے دل میں پڑھے کذا فی الشامی ویحفر قبرہ فی غیر دارہ مقدار نصف قامتہ فان زاد فحسن ویلحد ولا یشق الا فی ارض رخوۃ اور کھودی جاے قبر
مردے کی اسکے مکان کے سوا دوسری جگہ میں بقدر نصف قد آدم عمق کے اور اگر زیادہ ہو تو بہتر ہے یعنے اسقدر گہرائی ادنی مرتبہ اور چھاتی تک اوسط درجہ
اور قد آدم سب میں افضل ہے اور لحد بنائی جاوے یعنے جانب قبلہ قبر کے گڑھا کھودا جاے تیسے ہوے مکان کی صورت اور شق نہ کیجاے یعنی قبر کے بیچ
مین گڑھا کیا جاے مگر زمین نرم میں اگر لحد نہ ٹھہرے تو شق بنائی جاوے ہم غیر دار کی قید کی ضرورت نہ تھی کہ خود ماتن آگے بیان کرتا ہے اور طول قبر بقدر
مردہ کے ہونا چاہیے اور عرض آدھا طول سے لحد بفتح وضم لام ہے اور شق اسلیے منع کیا کہ حدیث میں آیا ہے کہ لحد ہمارے لیے ہے اور شق غیروں کے لیے یعنی فقط
شق بنانا نہ چاہیے ولا یجوز ان یوضع فیہ مضربۃ وما روی عن علی فغیر مشہور ولا یجوز کذا فی الظہیریۃ اور نہیں جائز ہے کہ قبر کے اندر گدا رکھا جاوے اور جو حضرت علی سے مروی
ہے وہ مشہور نہیں اور اسپر عمل نہیں کذا فی الظہیریۃ ہم ظہیریہ میں بجاے علی کے ذکر حضرت عائشہ کا ہے کہ انھون نے گدا رکھوایا اور یہ مشہور نہیں یعنے ثابت نہیں ہوا

اور حدیثون سے اسکا خلاف ثابت ہی کہ حضرت ابن عباسؓ مکروہ جانتے تھے کہ مردے کے نیچے کوئی چیز ڈالی جاے اور حضرت ابو موسیٰ نے فرمایا کہ میرے
اور زمین کے درمیان کوئی چیز مت کرنا غرضکہ گدا اور تکیہ اور چٹائی سب کا حکم ایک ہی کسیکا رکھنا نچاہیے کذا فی الشامی ولا باس باتخاذ تابوت ولو من حجر
وحدید له عند الحاجة کرخاوة الارض ویسن ان یفرش فیه التراب اور کچھ مضائقہ نہین حاجت کیوقت مردے کے لیے تابوت بنانیکا اگرچہ پتھر یا لوہے
کا ہو مثلاً زمین کی نرمی کی جہت سے اور مسنون ہی کہ صندوق یا لحد مین مٹی بچھا دیجاوے شامی نے کہا کہ اگر حاجت کے سبب صندوق بنایا جاوے تو چاہیے
کہ اسکے نیچے مٹی بچھا دین اور دہنے اور بائین ہلکی اینٹین کچی رکھین اور ڈھکنے کے اندر کیجانب پر مٹی لیسدین تاکہ لحد کیصورت بنجاے اور بدون حاجت صندوق
بنانا مکروہ ہی مات فی سفینة غسل وکفن وصلی علیه والقی فی البحر ان لم یکن قریبا من البر فتح ایک شخص کشتی مین مرگیا تو غسل دیا جاے اور کفنایا جاے اور
نماز پڑھکر دریا مین ڈالدیا جاے اگر کشتی خشکی سے نزدیک نہو کذا فی الفتح ولا ینبغی ان یدفن المیت فی الدار ولو کان صغیرا لاختصاص هذه السنة بالانبیاء علیهم
السلام واقعات اور نہین چاہیے کہ مردہ مکان مین دفن کیا جاے اگرچہ بچہ ہو واسطے خاص ہونے اس طریق کے انبیا علیہم السلام کے ساتھ کذا فی
الواقعات ہم یعنے جس مکان مین مرے اُسمین دفن ہو یہ طریق مخصوص بہ انبیا علیہم السلام ہی اور ون کے لیے نہین چاہیے ویستحب ان یدخل من قبل
القبلة بان یوضع من جهتها ثم یحمل فیلحد وان یقول واضعه بسم الله وبالله وعلی ملة رسول الله ویوجه الیها وجوبا اور مستحب ہی کہ مردہ قبلہ کیجانب سے
قبر مین اُتارا جاے کہ وہ سمت معظم ہی اسطرح کہ جنازہ اُسی طرف رکھا جاے پھر اُٹھا کر لحد مین اُتارا جاے اور مستحب ہی کہ لحد مین اُتارنے والا مرد یکا یون کہے
بسم الله وبالله وعلی ملة رسول الله اور قبلہ کیطرف اسکا مُنہ کردیا جاے بطور وجوب شامی نے کہا کہ تحفہ مین مصرح ہی کہ قبلہ رخ کرنا مردہ کا سنت ہی وینبغی
کونه علی شقه الایمن ولا ینبش لیوجه الیها وتحل العقدة للاستغناء عنها ویسوی اللبن علیه والقصب لا الاجر المطبوخ والخشب لو حول المیت اما فوقه
فلا یکره ذکره ابن الملک اور مناسب ہی ہونا مردہ کا داہنی کروٹ پر اور قبر نہ اُدھیڑی جاے مردہ کے قبلہ رخ کرنے کے لیے یعنے بعد مٹی دینے کے اگر معلوم
ہو کہ مردہ قبلہ رخ نہین ہی تو قبر نہ اُدھیڑی جاے اور لحد مین مردہ کے کفن کی گرہ کھولدیجاے بسبب بے پروا ہونے کے اُس سے یعنے کفن کے کھلنے
کے خوف سے گرہ دی تھی وہ خوف جاتا رہا اور رکھی جاوین اُسپر کچی اینٹین اور نرکل نہ پکی اینٹین اور تختہ اگر گرد میت کے ہو لیکن اسکے اوپر تختہ رکھنا مکروہ نہین کہ
لیا ہی اسکو ابن ملک نے ہم کچی اینٹین اول لحد کے مُنہ پر کھڑی کیجائین اور انکی درزون پر نرکل یا ڈھیلے رکھدیے جائین تختہ نہ رکھین اور اگر اُڑانے پر تختہ
رکھا جاوے تو مکروہ نہین فائدہ یہ ایک کام کی بات ہی لحد ولبنات لحد النبی صلی الله علیه وسلم تسع نہستی شمار کچی اینٹون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی لحد شریف کا ۹ ہی ذکر کیا ہی اسکو بہنسی نے طحطاوی نے کہا کہ کچی اینٹون کے ساتھ نرکل کے سینٹے تھے وجاز ذلک حوله بارض رخوة کالتابوت اور جائز ہی
پکی اینٹ اور تختہ گرد میت کے نرم زمین مین جیسے صندوق درست ہی ویسجی ای یغطی قبرها ولو خنثی لا قبره الا لعذر کمطر اور ڈھانپی جاے قبر عورت کی
قبر مین اُتارنے کے وقت یہانتک کہ لحد کا مُنہ بند کیا جاے اگرچہ مردہ خنثی ہو نہ ڈھانپی جاے قبر مرد کی مگر کسی عذر سے مثلاً بارش کی جہت سے و
یہال التراب علیه ویکره الزیادة علی ما خرج منه التراب لانه بمنزلة البناء ویستحب حثیه من قبل راسه ثلثا وجلوس ساعة بعد دفنه
لدعاء وقراءة بقدر ما ینحر الجزور ویفرق لحمه اور بعد لحد بند کرنے کے اُسپر مٹی ڈالی جاوے اور مکروہ ہی زائد کرنا مٹی کا اُس مقدار سے جو قبر مین سے
نکلی ہو اسلیے کہ زائد مٹی بجاے عمارت کے ہی اور مستحب ہی مٹی دینا اسکے سر کی جانب سے تین بار یعنے دونون ہاتھون سے تین دفعہ مٹی دے اول دفعہ مین
کہے منها خلقناکم اور دوسرے مین کہے وفیها نعیدکم اور تیسری مین کہے ومنها نخرجکم تارة اخری چنانچہ ابن ماجہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل
اسیطرح مروی ہی اور مستحب ہی بعد دفن مردہ کے ایک ساعت توقف کرنا دعا اور قرارت کے لیے اسقدر کہ قربانی اونٹ کی ہو کر اسکا گوشت بٹ جاوے
ہم قبر کی مٹی سے زائد مٹی ڈالنی اسلیے مکروہ ہوئی کہ ابو داؤد کی حدیث مین اس سے ممانعت وارد ہی اور دفن کے بعد توقف کرنا بھی ابو داؤد مین

ہوتے تو قبر پر خیمہ نصب کیا ... جب دفن ہو چکتے تو اس کی قبر پر کھڑے ہوتے اور فرماتے کہ اپنے بھائی کے لیے ثبات قدم کی دعا مانگو اور مغفرت
طلب کی دعا کرو کیونکہ اب اس سے سوال ہوگا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ قبر پر سورۂ بقرہ کا اول و آخر پڑھنا مستحب ہے
اور اس میں کوئی حرج نہیں ... اور پکی اینٹ سے قبر کو بنانا مکروہ ہے ... پانی چھڑکنے کو قبر پر مستحب فرمایا ہے
چھڑکنا مستحب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد اور اپنے فرزند ابراہیم کی قبر پر چھڑکوایا ...
... و یرفع القبر ... قدر شبر ولا یجصص ... قبر پر عمارت بنانی ...
کرنے کے ... اس کے برابر ... ہیں کہ اونچا کرنا واجب ہے بقدر ایک بالشت کے ...
سبب ... کرنے سے ... امام محمد رحمہ
اللہ نے آثار میں روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کے چونا گچ کرنے سے منع فرمایا اور مسلم میں مروی ہے کہ آپ نے قبر چونا گچ کرنے اور اس پر عمارت بنانے
سے منع فرمایا کذا فی الشامی و لا یرفع علیہ بناء و قیل لا باس بہ وھو المختار کما فی کراہیۃ السراجیۃ اور نہ کہگل کیجائے قبر اور نہ اس پر کوئی عمارت
بنائی جائے اور ایک قول یہ ہے کہ کہگل کا کچھ مضائقہ نہیں اور یہی قول مختار ہے چنانچہ سراجیہ کے باب الکراہیۃ میں ہے ... شامی نے کہا کہ ... مناسب تھا
کہ وقیل لا باس بہ کو بعد ولا یطین کے بیان کرتا کیونکہ عبارت سراجیہ میں کہگل کرنے کو مختار کہا ہے چنانچہ انکی عبارت یہ ہے و ذکر فی تجرید ابی الفضل ان
تطیین القبور مکروہ والمختار انہ لا یکرہ یعنی ابو الفضل کی تجرید میں مذکور ہے کہ قبروں کا کہگل کرنا مکروہ ہے اور مختار یہ ہے کہ مکروہ نہیں اور اسی عبارت
کو منح الغفار میں سراجیہ کی طرف منسوب کیا ہے مگر قبر پر عمارت کا جواز میں نے کہیں نہیں دیکھا کہ کسی نے اسکو مختار کہا ہو جیسا کہ اُن کی ظاہر عبارت سے مفہوم
ہوتا ہے اور طحطاوی نے کہا کہ نہر میں البدائع ... سے منقول ہے کہ عمارت بنانا قبر پر زینت کیواسطے حرام ہے اور مضبوطی کے لیے بعد دفن کے مکروہ ہے لیکن
بنی ہوئی عمارت میں دفن کرنا مکروہ نہیں ... لا باس بالکتابۃ ان احتیج الیہا حتی لا یذہب الاثر ولا یمتھن اور سراجیہ کے باب الجنائز میں ہے
کہ کچھ مضائقہ نہیں لکھنے کا قبر پر اگر اسکی ضرورت ہو اس غرض سے کہ اس قبر کا نشان باقی رہے اور پامال نہو اور مسلم نے جابر سے روایت کیا کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا قبروں کے پکا کرنے اور ان پر لکھنے اور عمارت بنانے سے تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ ممانعت اسوقت ہے کہ حاجت نہو اور لا باس
کہنے سے اشارہ ہوا کہ باوجود حاجت کے نہ لکھنا بہتر ہے اور فتاوے محب میں ہے کہ قرآن کا لکھنا قبروں پر مکروہ ہے اس وجہ سے کہ بوسیدہ ہو کر کلمات
پامال نہوں اور یہی حال ہے دوسرے کلمات واجب التعظیم کا و لا یخرج منہا بعد اہالۃ التراب الا لحق آدمی کان تکون الارض مغصوبۃ او اخذت بشفعۃ

... یعنی اخراج و مساواۃ الارض کما جاز زرعہ والبناء علیہ اذا بلی و صار ترابا زیلعی اور بعد مٹی دینے کے مردہ قبر سے باہر نہ نکالا جاوے مگر
حق آدمی کے لیے مثلاً زمین غصب کی ہوئی ہو اور مالک مردے کا رہنا پسند نہ کرے یا جس زمین میں دفن کیا وہ شفعہ کے باعث دوسرے
... نہ چاہتا کہ اس زمین میں مردہ رہے اور اختیار دیا جائیگا مالک کو مردے کے نکالنے اور قبر کو زمین سے برابر کرنے میں یعنی مالک
کو دونوں باتوں کا حق رکھتا ہے چاہے مردے کو اندر رہنے دے اور صرف اوپر سے ہموار کردے اور چاہے اندر بھی نہ رہنے دے جیسے
قبر کا اور اس پر عمارت بنانی جبکہ مردہ پرانا ہو کر مٹی ہو گیا ہو کذا فی الزیلعی حامل ماتت و ولدھا حی یضطرب شق بطنھا من الایسر
و یخرج ولدھا ولو بالعکس وخیف علی الام قطع و اخرج لو میتا والا لا کما فی کراہیۃ الاختیار ایک عورت حاملہ مر گئی اور اسکا بچہ پیٹ میں زندہ حرکت کرتا ہے تو پیٹ بائیں
طرف سے چیر کر اسکے بچہ کو نکال لیا جاوے اور اگر معاملہ برعکس ہو یعنی بچہ مر گیا اور عورت زندہ ہے اور خوف ہے ماں کے مرجانیکا تو بچے کو کاٹ کر
نکال لیا جائے اور اگر بچہ زندہ ہو تو کاٹ کر نکالا جائے کیونکہ ماں کا مر جانا ... بچہ کو قتل کرا دینا امر کے لیے جائز نہیں کذا فی الشامی ...

کہا کہ شارح کا لو بیٹا کہنا زائد ہوا اسلیے کہ لو بالعکس سے اُسکا مردہ ہونا صاف ظاہر ہی ولو بلع مال غیرہ ومات ہل یشق قولان والاول لا ثم فتح اور اگر کوئی شخص

پرایا مال نگلکر مرگیا تو اسکا پیٹ چیرا جائے یا نہین اس باب مین دو قول ہین اور بہتر یہ ہی کہ ہان چیرا جائے کیونکہ اُسکی حرمت اُسکی تعدی کے سبب سے جاتی

رہی اس سے معلوم ہوا کہ اگر بلا تعدی اُسکے پیٹ مین مال چلا گیا ہوگا تو پیٹ نہ چیرا جائیگا کذا فی الشامی فروع مسائل ملحقہ شارح کے الاتباع افضل من النوافل

لو قرابۃ او جوار او فیہ صلاح معروف جنازہ کے ساتھ جانا افضل ہی بہ نسبت نفلون کے اگر میت کے ساتھ قرابت یا ہمسایگی ہو یا مردہ نیکبخت مشہور ہو وجہ افضل

ہونے کی یہ ہی کہ جنازہ کے ساتھ جانے مین سلوک زندہ اور مردہ دونون کے ساتھ ہی اسلیے اسکا ثواب زیادہ ہی کذا فی الطحطاوی ویندب دفنہ فی جہۃ موتہ

وتعجیلہ وستر موضع غسلہ فلا یراہ الا غاسلہ او من یعینہ وان رأے بہ ما یکرہ لم یجز ذکرہ لحدیث اذکروا محاسن موتاکم وکفوا عن مساویہم مستحب ہی دفن کرنا میت

کا اسکی موت کی جہت مین یعنے جس جگہ مرا ہو وہان کے قبرستان مین دفن کرنا مستحب ہی وہان سے دوسری جگہ نہ لیجانا چاہیے اور مستحب ہی جلدی کرنا دفن مین

اور مستحب ہی نہلانے کی جگہ چھپانا اسطرح کہ نہلانے والے یا اُسکے مددگار کے سوا اور کوئی نہ دیکھے اور اگر مردے سے کوئی امر ایسا دیکھے جو برا معلوم ہو مثلاً ہونٹ

کا برا ہونا یا رنگ سیاہ پڑنا تو اسکا بیان کرنا درست نہین بسبب اس حدیث کے کہ بیان کرو خوبیان اپنے مردون کی اور باز رہو اُنکی برائیون سے ہم شامی نے

لکہا کہ اگر میت بدعتی ہو تو اُسکے حال کے کہدینے کا مضائقہ نہین تاکہ اور لوگ بدعت سے باز رہین ولا بأس بنقلہ قبل دفنہ اور کچھ مضائقہ نہین مردے کو دوسری

جگہ لیجانیکا پیشتر اسکے دفن ہونے کے ہم یعنے دفن کرنے کے بعد بالاتفاق نقل درست نہین اور قبل دفن نقل کرنا بعض فقہا کے نزدیک تو درست ہی کتنا ہی

فاصلہ ہو اور بعض نے کہا کہ اگر مدت سفر دونون جگہ مین نہو تو نقل درست ہی اور امام محمد نے ایک یا دو میل کے فاصلے کی قید لگادی ہی کہ اسقدر دوری

تک نقل درست ہی اور اس سے زیادہ فاصلہ پر لیجانا مکروہ ہی کذا فی الشامی وبالاعلام بموتہ اور کچھ مضائقہ نہین میت کی مرنے کی خبر آپس مین ایک

دوسرے سے کہدینی تاکہ لوگ اسکا حق ادا کرین اور تجہیز و تکفین مین شریک ہون وبارثائہ بشعر او غیرہ لکن یکرہ الافراط فی مدحہ لاسیما عند جنازتہ لحدیث

من تعزی بعزاء الجاہلیۃ اور کچھ مضائقہ نہین مردے پر رونے کا شعر سے یا غیر شعر سے مگر مکروہ ہی زیادتی کرنی اُسکی تعریف مین خصوص اُسکے جنازے

کے پاس بسبب اس حدیث کے کہ جو کوئی واویلا کرے ایام جاہلیت کے رونے سے یعنے وہ ہم سے نہین ہم جاہلیت کے رونے سے مراد چیخنا اور نوحہ کرنا اور

پیٹنا اور کپڑا پھاڑنا ہی کہ یہ سب امور ناجائز ہین اور شعر سے رونے سے یہ غرض کہ ایسا شعر پڑھکر رونا جس سے اپنے غم کا اظہار یا مردے کے محاسن کا

شمار بدون مبالغہ ہو شامی نے کہا کہ شارح نے ارثا باب افعال سے لکھا حالانکہ مزید مستعمل نہین رونے کے معنی مین مجرد ہی آتا ہی مصدر اُسکا مرثیہ ہی

وبتعزیۃ اہلہ وترغیبہم فی الصبر اور کچھ مضائقہ نہین میت والونکی تسلی کرنے اور اُنکو صبر مین رغبت دلانے کی ہم شرح منیہ مین کہا کہ ماتم پرسی مستحب ہی

اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسنے صبر دلایا اپنے بھائی کو کسی مصیبت مین اللہ تعالی اُسکو قیامت کے دن کرامت کا لباس پہنادے گا

کذا فی الشامی وباتخاذ طعام لہم اور کچھ مضائقہ نہین میت کے گھر والون کے لیے کھانا پکوانے کا ہم فتح القدیر مین کہا کہ میت کے ہمسایون اور دور کے

رشتہ دارون کو مستحب ہی کہ میت کے گھر والون کے واسطے اتنا کھانا پکوائین جو اُنکو اُس دن اور رات مین شکم سیر کردے اور اس باب مین اصل وہ حدیث

ہی کہ حضرت جعفر رض کی خبر مرگ جب آئی تھی تو آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جعفر کے متعلقون کے لیے کھانا تیار کرو کہ وہ اپنے دھندے مین لگے ہین ہم

وبالجلوس لہا فی غیر مسجد ثلثۃ ایام واولہا افضلہا وتکرہ بعدہا الا لغائب اور کچھ مضائقہ نہین سوگ کے واسطے تین دن بیٹھنے کا مسجد کے سوا

دوسرے مکان مین اور اول روز یعنے جس روز مردہ دفن ہوا ماتم پرسی کے واسطے اور دنون سے بہتر ہی کیونکہ پہلے روز مین وحشت فراق

زیادہ ہوتی ہی تو تسلی ایسے ہی وقت مین مناسب ہی اور مکروہ ہی تعزیت بعد تین دن کے مگر غائب کے لیے مکروہ نہین یعنے اگر کسی شخص نے

تین دن کے بعد موت کی خبر سُنی اور اُسوقت وارثون کی تعزیت کو آیا تو مکروہ نہین اسی طرح اگر میت کا رشتہ دار موت کے وقت نہ ہو

دن ہے۔ اور تعزیت مستحب ہے یعنی اُسکے پاس تعزیت کو جانا مکروہ ہو کذا فی الشامی و تکرہ الضیافۃ من اہل المیت ... باب ... و القول ... اختیار

سے اور ... واحسن ... کہ تعزیت ... اور مکروہ ہو تعزیت دوبارہ بیٹھ گیا اگر تعزیت کرلی ہو تو دوسری بار جانا مکروہ ہو تعزیت کیلئے بیٹھنا

بیٹھنا میت کے پاس ... مکروہ ہو تعزیت کا اور مکروہ ہو تعزیت گھر کے دروازے کے پاس اور تعزیت میں یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ تیرا ثواب

زیادہ کرے اور تیرا صبر اچھا کرے اور تیری میت کو بخشے و بزیارۃ القبور و لو للنساء لحدیث کنت نہیتکم عن زیارۃ القبور الا فزوروہا اور یکو ...

یعنی قبروں کی زیارت کیا کرو ... عورتیں زیارت کریں بسبب اس حدیث کے میں نے تم کو منع کیا تھا قبروں کی زیارت سے اب آگاہ ہو کہ انکی زیارت

کیا کرو ... بعض نے کہا کہ عورتوں کو قبروں کی زیارت کرنی حرام ہے اور شارح نے لاباس بہا کہا خیر الدین رملی نے اسکی تفصیل خوب کی ہے کہ عورتیں

اس سبب سے جائیں کہ غم تازہ ہو جاوے اور رونا پیٹنا اپنے معمول کے موافق قبروں پر کریں تو ہرگز جائز نہیں اور یہی حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ لعنت کرے

ان عورتوں پر جو زیارت کرنے والی ہونگی تو اسمیں وہی عورتیں مراد ہیں جو قبروں پر امور نامشروع کریں اور اگر اس سبب سے جائیں کہ عبرت حاصل کریں یا تبرک

کیلئے صلحا کی قبروں پر جائیں تو اس صورت میں اگر عورتیں بوڑھی ہوں تو مضائقہ نہیں اور اگر جوان ہوں تو انکے حق میں زیارت مذکور مکروہ ہے اور مردوں کے

حق میں بدون حدیث بالا زیارت خود مستحب ہے اور افضل یہ ہے کہ جمعہ کو زیارت کرے یا اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن پیچھے کذا فی الشامی و یقول السلام علیکم دار

قوم مومنین و انا ان شاء اللہ بکم لاحقون و یقرأ یس و فی الحدیث من قرأ الاخلاص احد عشر مرۃ ثم وہب اجرہا للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات اور زیارت

کرنیوالا قبرستان میں یہ الفاظ کہے السلام علیکم سے لاحقون تک یعنی سلام ہو تم پر اے ایماندار قوم کے گھر والوں بیشک ہم اگر خدا نے چاہا تو تم سے ملینگے اور سورۃ یٰسین

پڑھے اور حدیث میں ہے کہ جو شخص سورۃ اخلاص گیارہ بار پڑھکر اسکا ثواب مردوں کو بخشدے تو مردوں کے شمار کے موافق اسکو ثواب دیا جائیگا حلبی نے کہا کہ

احد عشر کی جگہ احدی عشرۃ صواب ہے و یحفر قبرہ لنفسہ و قیل یکرہ والذی ینبغی ان لا یکرہ تہیئۃ نحو الکفن بخلاف القبر اور کچھ مضائقہ نہیں اپنے لیے قبر کھود رکھنے کا

اور بعض نے کہا کہ مکروہ ہے اور مناسب اقوال یہ ہے کہ کفن جیسے چیز کا تیار کر لینا مکروہ نہیں بخلاف قبر کے مروجہ قبر کے کھود رکھنے سے یہ ہے کہ بجائے سفر آخرت کی تیاری ہے

اور حضرت عمر بن عبد العزیز اور ربیع بن خثیم وغیرہما نے ایسا کیا بھی ہے اور جن لوگوں نے مکروہ کہا اسکی علت یہ بیان کی کہ آدمی کو یہ معلوم نہیں کہ کہاں مریگا

مریگا چنانچہ قرآن مجید میں مصرح ہے کہ خاص جگہ قبر کھودنا اُس کے خلاف ٹھہرتا ہو طحطاوی نے کہا قبر کھودنا قرآن کی نص کے مخالف نہیں اسلیے کہ اس سے کچھ

نتیجہ فائدہ ہوتا ہی ہو کیونکہ اگر خود وہاں نہ مرا تو دوسرے کے کام آویگی یکرہ المشی فی طریق ظن انہ محدث حتی اذا لم یصل الی قبرہ الا بوطء قبر ترک

مکروہ ہے چلنا قبرستان کے اُس راستے میں جسکو گمان کرے کہ یہ نیا راستہ ہے یہانتک کہ اگر میت کی قبر تک بدون کسی قبر کے روندنے کے نہ پہونچ سکے تو

اُسکے پاس جانا ترک کرے ولا یکرہ الدفن لیلا اور مکروہ نہیں دفن کرنا رات کو جسم شرح منیہ میں کہا کہ دن کو دفن کرنا مستحب ہے کذا فی الشامی ولا اجلاس

القارئین عند القبر وہو المختار اور نہیں مکروہ ہے قرآن خوانوں کو بٹھلانا قبر کے پاس اور یہی مختار ہے جسم نور الایضاح کی عبارت ہے کہ قرأت قرآن کیلئے

قبر کے پاس بیٹھنا اس غرض سے کہ تلاوت اچھی طرح ہو اور خوب سمجھ میں آوے اور باعث عبرت ہو قول مختار میں مکروہ نہیں کذا فی الشامی اس

نقل سے شامی کی غرض شاید یہ ہے کہ بٹھلانا جو شارح نے مختار لکھا ہے کہیں مصرح نہیں عظم الذمی محترم ذمی کی ہڈی حرمت رکھتی ہے یہانتک کہ قبر

میں کسی کافر ذمی کی ہڈی پائی جاوے تو اُسکو توڑا نہ جائیگا اور کسی قسم کا ہتک کیا جائیگا انما یعذب المیت ببکاء اہلہ اذا اوصی بذلک میت پر عذاب

ہوتا ہے اُسکے گھر والوں کے رونے سے بشرطیکہ میت نے رونے کی وصیت کی ہو جسم اس مسئلہ میں اختلاف ہے کچھ لوگوں کا قول یہ ہے کہ گھر والوں کے

رونے سے میت پر عذاب ہوتا ہے اسوجہ سے کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ میت کو گھر والوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے اور اکثر علما کا قول یہ ہے

کہ عذاب نہیں ہوتا کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ اور حدیث کے معنی یہ ہیں کہ اُس زمانہ کے لوگ نوحہ کرنیکی وصیت

کیا کرتے تھے اسلیے آپ نے ایسا فرمایا کذا فی البحر اور شامی نے کہا کہ حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے کہ آپ نے یہ ارشاد اسوقت فرمایا تھا کہ آپ ایک یہودی کی قوم پر گذرے جو اُس یہودی کو رو رہے تھے آپ نے فرمایا کہ اُسکو تو عذاب ہوتا ہے اور یہ لوگ اُسپر روتے ہیں کتب علی جبہۃ المیت او عمامتہ او کفنہ عہدنامہ یرجے ان یغفر اللہ للمیت مردہ کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہدنامہ لکھا گیا تو توقع ہے کہ میت کو اللہ تعالیٰ بخشدے ہم عہدنامہ کی دعا یہ ہے اَللّٰہُمَّ فاطر السموات والارض عالم الغیب والشہادۃ الرحمن الرحیم انی اعہد الیک فی ہذہ الحیوۃ الدنیا انی اشہد انک انت اللہ لا الہ الا انت وحدک لا شریک لک وان محمداً عبدک ورسولک فلا تکلنی الی نفسی فانک ان تکلنی الی نفسی تقربنی من الشر وتباعدنی من الخیر وانی لا اثق الا برحمتک فاجعل لی عہداً عندک توفینیہ یوم القیامۃ انک لا تخلف المیعاد اور اسکے الفاظ اور طرح بھی لوگون نے لکھے ہین باقی رہا اس دعا کا لکھنا مردہ کی پیشانی وغیرہ پر سو اُسکو بعض فقہا نے بقصد تبرک جائز لکھا ہے مگر ابن صلاح نے فتویٰ دیا ہے کہ قرآن اور اسما معظم مین سے کچھ نہ لکھا جاے کیونکہ کفن وغیرہ پر ان کلمات معظمہ کو لکھنا جان بوجھ کر مردہ کی نجاستون مین آنکو آلودہ کرنا ہے اور فتح القدیر مین ہے کہ قرآن اور اسما الٰہی کا لکھنا درہمون اور محرابون اور دیوارون پہ مکروہ ہے اسلیے کہ خوف اُنکے پانون تلے آنے اور اہانت کا ہے اس سے معلوم ہوا کہ مردہ کے بدن یا کفن پر لکھنا بطریق اولے مکروہ ہوگا جبتک کہ مجتہد سے ثابت نہو یا کسی حدیث صحیح مین اسکی صراحت نہو کذا فی الشامی مختصراً اوصی بعضہم ان یکتب فی جبہتہ وصدرہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ففعل ثم رئی فی المنام فسئل فقال لما وضعت فی القبر جاءتنی ملائکۃ العذاب فلما رأوا المکتوب علی جبہتی بسم اللہ الرحمن الرحیم قالوا امنت من عذاب اللہ کسی شخص نے وصیت کی کہ میری پیشانی اور سینہ پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھدینا سو لکھدی گئی بعد اسکے کسی نے اُسکو خواب مین دیکھکر اُسکا حال پوچھا اُسنے کہا کہ جب مین قبر مین رکھا گیا تو میرے پاس عذاب کے فرشتے آئے سو جب اُنھون نے میری پیشانی پر بسم اللہ لکھی دیکھی اُنھون نے کہا کہ تو خدا کے عذاب سے امون ہوا اھ چونکہ اوپر کے بیان سے معلوم ہو چکا ہے کہ لکھنا کلمات متبرکہ کا بخوف نجاست اور پامالی کے مکروہ ہے تو یہ واقعہ شاید اسطرح ہوا ہو کہ صرف انگشت شہادت سے بدون کسی سیاہی وقلم کے پیشانی پر بسم اللہ لکھدی ہو چنانچہ بعض فقہا اسطرح اُنگلی ہی سے لکھنا بسم اللہ کا پیشانی پر اور کلمہ طیب کا چھاتی پر بعد نہلانے کے کفن دینے سے پیشتر تجویز کرتے ہین مگر بہرحال کسی طرح ہوا ہو شرعی احکام کا مدار خواب پر نہین ہو سکتا واللہ اعلم

باب الشہید

یہ باب ہے شہید کے احکام مین ہم ہر چند شہید بھی مردہ ہے مگر اُسکو نماز جنازہ سے جدا باب کرکے اسلیے بیان کیا کہ جو فضیلت شہید کو ہے وہ دوسرے مردہ کو نہین کذا فی النہر فعیل بمعنی مفعول لانہ مشہود لہ بالجنۃ او فاعل لانہ حی عند ربہ فہو شاہد شہید وزن فعیل ہے بمعنی مفعول سو جہ سے کہ اسکے لیے جنت سامنے کی گئی یا بمعنی فاعل ہے کیونکہ وہ زندہ ہے اپنے پروردگار کے پاس تو وہ حاضر ہونے والا ہے ہم شہید مشتق شہود سے ہے یا شہادت سے تو شہود بھی ہو سکتا ہے کہ فرشتے اُسکی تعظیم کو آتے ہین اور جنت اُسکے سامنے پیش کیجاتی ہے اور شاہد بھی ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے پاس حاضر ہوتا ہے یا یہ کہ اُسکا خون اور زخم اُسکے شاہد موجود ہین ہو کل مکلف مسلم طاہر شہید جسکا حکم آگے مذکور ہے وہ ہر عاقل بالغ مسلمان پاک شخص ہے ہم یہ تعریف شہید کی باعتبار حکم آیندہ کے ہے مطلق شہید کی نہین چنانچہ آگے بیان ہوگا کہ شہید اور بھی ہوتے ہین عاقل بالغ کی قید سے معلوم ہوا کہ لڑکا اور دیوانہ نہلائے جاوینگے اور مسلم کی قید سے کافر نکلگیا کہ گو ظلماً مارا گیا ہو مگر شہید نہوگا اور پاک کی قید سے جنب اور حائضہ اور نفسا نکلگئی کہ یہ اگر شہید ہونگے تو اُنکو غسل دیا جاویگا فالحائض اذا رأت ثلثۃ ایام غسلت والا لا العدم کونہا حائضاً پس حیض والی عورت اگر تین روز خون دیکھے تو نہلائی جاوے ورنہ غسل نہ دیا جاوے بسبب نہونے اُس عورت کے حائضہ ہم یعنے اگر کوئی عورت مثلاً تین دن خون دیکھا پھر وہ ظلم سے مار گئی تو چونکہ اقل مدت حیض کی گذرنے سے وہ قطعاً ناپاک ہو گئی تھی اسلیے اُسکو غسل دینا چاہیے اور اگر خون دیکھنے کے دو روز کے بعد مار گئی تو غسل نہ دیا جائیگا کیونکہ بسبب کمتر مدت ہونے کے وہ ابھی حائضہ نہین ہو سکتی کہ شاید یہ خون استحاضہ کا ہو ولم یعد علیہ السلام غسل حنظلہ

مشہور نہیں ہے کہ جیسے حضرت آدم و ... حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ ... غسل کا سبب جو ہے وہ غسل کے فرشتون کے غسل سے
حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ کی بابت ہے حضرت ابی بن کعب ... جب شہید ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھا ہے فرشتون
نے انکو ... بیٹا ... تو ... کہ وہ ناپاکی کی حالت مین نکلے تھے آپ نے فرمایا کہ یہی وجہ ہے کہ فرشتون نے انکو غسل دیا تو یہ مین
جو فرشتون کا غسل دینا شہید کا غسل ہی اور ... واجب ہوتا تو چاہیے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حنظلہ کو دوبارہ ... امام شافعی
... جواب دیا ہے کہ غسل شہید واجب ہے ... کہ آدمی ہون چنانچہ حضرت آدم کے فرشتون کا غسل بطور جنازہ کے ... آدمی
فرشتون نے دیا تھا ... یہان تو جب غرض غسل یعنے طہارت فرشتون کے غسل دینے سے حاصل ہوگئی تو پھر بنی آدم کے غسل دینے کی کیا حاجت ہے
کذا فی الشامی مختصرا قتل ظلما نبیۃ حتی بجارحۃ ای بما یوجب القصاص ولم یجب بنفس القتل دیۃ بل قصاص شہید وہ پاک مسلمان مکلف ہو کہ ظلما
قتل کیا جائے ... یعنی ایسی چیز سے مارا جائے جو قصاص کی موجب ہو مثلا تلوار و چھری اور برچھی وغیرہ سے نہ لاٹھی اور پتھر کے ... اور اس سے
کہ ان دونون صورتون کی صورت مین قصاص لازم نہیں آتا ہے اسکے کہ شہید کو غسل دیا جائیگا اور نہ واجب ہووے خود اس قتل کے سبب مال بلکہ
واجب ہو قصاص ہے تو وجب المال بعارض کالصلح ادقتل الاب ابنہ لا تسقط الشہادۃ یہانتک کہ اگر مال واجب ہو کسی عارض کی جہت سے
نہ قتل کی وجہ سے جیسے قتل سے صلح کرنے مین کہ ہر چند قتل موجب قصاص ہے مگر قصاص ساقط ہو جاتا ہے صلح سے جو امر عارضی ہے یا قتل کیا باپ نے
بیٹے کو کہ یہان بھی نفس قتل سے قصاص ہی واجب ہے مگر باپ ہونے کی جہت سے قصاص نہیں لیا جاتا تو ان دونون صورتون مین شہادت ساقط ہوگی
یعنی انکو غسل دیا جائیگا ولم یرتث فلو ارتث غسل کما سیجی اور ایک شرط غسل نہ دینے کی یہ ہے کہ زخمی ہونے کے بعد زندہ رہا ہو یس اگر زندہ رہا ہو تو غسل
دیا جائیگا چنانچہ آگے مذکور ہوگا ارتثاث میدان جنگ سے اٹھا لانے کو کہتے ہین جبکہ زخمی مین جان باقی ہو اور یہ فعل مجہول ہے یستعمل ہوتا ہے کذا فی القاموس
اور شرع مین جو کیفیت ارتثاث کی ہے وہ آگے مذکور ہوگی وکذا یکون شہیدا لو قتلہ باغ او حربی او قاطع طریق ولو تسببا او بغیر آلۃ جارحۃ فان مقتولہم
بای آلۃ قتلوہ لان الاصل فیہ شہداء احد ولم یکن کلہم قتیل سلاح اور اسیطرح یعنے بشرط زندہ نہ پائے جانے کے شہید ہوگا اگر قتل کیا ہو اسکو باغی یا کافر
حربی یا راہزن نے اگرچہ قتل سبب سے ہو یا بدون اوزار زخم کرنیوالے کے ہو تب بھی شہید ہوگا کیونکہ ان لوگون کا مارا ہوا شخص شہید ہوتا ہے کسی چیز سے
انکو مارین اسلیے کہ اصل اس باب مین جنگ احد کے شہید ہین اور وہ سب ہتھیار سے نہیں مقتول ہوئے تھے قتل سبب کی مثال یہ ہے کہ مثلا کسی کافر یا
راہزن یا باغی سوار کے پاؤن تلے دبکر مسلمان مرگیا یا انھون نے کسی مسلمان سوار کے گھوڑے کو بھڑکا دیا یہانتک کہ وہ گرکر مرگیا یا مسلمان کے رہنے کی
جگہ مین آگ لگا دی اس سے مرگیا تو ان صورتون مین شہید ہوگا کذا فی الشامی متصرفا او وجد جریحا میتا فی معرکتہم المراد بالجراحۃ علامۃ القتل کخروج الدم
من عینیہ او اذنہ او حلقہ صافیا لا من انفہ او ذکرہ او دبرہ او حلقہ جامدا یا شہید ہوگا وہ شخص کہ پایا جائے زخمی مردہ ان لوگون کے میدان جنگ مین
شارح نے کہا کہ مراد زخم سے قتل کا نشان ہے خواہ ظاہر مین زخم ہو یا نہو مثلا نکلنا خون کا اسکی آنکھ سے یا کان سے یا حلق سے خون صاف کا نکلنا نہ نکلنا
خون کا اسکی ناک سے یا پیشاب کی جگہ یا مقام پاخانہ سے یا حلق سے خون بستہ کا نکلنا ہے یعنے خون جس مقام سے نکلتا ہو دیکھا جائے کہ اس مقام سے بدون
کسی مرض باطنی کے بھی نکلا کرتا ہے یا نہین اگر نکلتا ہو جیسے نکسیر تو اس صورت مین شہید نہ ہوگا اور اگر بدون مرض باطنی نہین نکلتا جیسے آنکھ یا کان سے تو یہ
خون علامت قتل ہے اس سے شہید ہوگا اور اگر خون منہ سے نکلتا ہو تو اگر سر سے اترتا ہو تب تو شہید نہ ہوگا اور اگر پیٹ سے چڑھتا ہو تو شہید ہوگا کیونکہ
بدون زخم باطنی کے پیٹ کیطرف سے خون نہیں آتا اور پہچان سر اور پیٹ کے خون کی یہ ہے کہ سر کا خون صاف ہوتا ہے اور پیٹ کا خون بستہ ہوتا ہے کذا فی البحر
والفتح شامی نے کہا کہ شارح کی عبارت مین قلب ہوگیا صواب یہ ہے کہ جامدا اول ذکر کرنا چاہیے اور صافیا آخر مین فیتفرع عنہ ما لا یصلح للنفی

ویزاد ان نقص ما علیہ عن کفن السنۃ **وینقص** ان زاد لاجل ان یتم کفنہ المسنون پس آتاری جائے شہید پر سے وہ چیز جو کفن کی لیاقت نہیں رکھتی اور زیادہ کیا جائے بشرطیکہ جو کپڑے اُسکے بدن پر ہون وہ کفن سنت سے کم ہون اور کم کیا جائے اگر اُسکا لباس زیادہ ہوتا کہ اُسکا کفن مسنون پورا ہو جائے ہم جو چیزین کفن کی لیاقت نہیں رکھتین وہ پوستین اور ٹوپی اور موزہ اور زرہ اور ہتھیار اور روئی دار کپڑے ہین لیکن اگر سوا پوستین اور روئی دار کے اور کپڑا نہو تو اُسکو نہ آتار جائے اور اُسکے سب کپڑے آتار لینے اور نیا کفن دینا مکروہ ہو کذا الشامی **ویصلی علیہ بلا غسل ویدفن** بدمہ وثیابہ لحدیث زملوہم بکلومہم اور نماز پڑھی جائے شہید پر بدون غسل کے اور دفن کیا جائے مع اپنے خون اور کپڑون کے بسبب اس حدیث کے کہ اُنکو کپڑون مین لپیٹو مع اُنکے زخمون کے ہم یہ ارشاد آپ نے شہداء احد کے باب مین فرمایا تھا روایت کیا ہو اُسکو احمد نے اور نیز اصحاب سنن نے روایت کیا ہو کہ شہداء احد کے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُنکے بدن سے لوہا اور پوستین آتار لو اور اُنکو مع اُنکے خون اور کپڑون کے دفن کرو وکذا فی الطحطاوی **ویغسل من** وجد قتیلا فی مصر او قریۃ فیما ای فی موضع تجب فیہ الدیۃ ولو فی بیت المال کالمقتول فی جامع وشارع **ولم یعلم قاتلہ** او علم ولم یجب القصاص فان وجب کان شہیدا اگر قتلہ اللصوص لیلا فی المصر فانہ لا قسامۃ ولا دیۃ فیہ للعلم بان قاتلہ اللصوص غایۃ الامر انہ عینہ لم تعلم فلیحفظ فان الناس عنہ غافلون اور غسل دیا جائے وہ شخص کہ پایا جائے مقتول شہر یا گانون مین اس جگہ مین کہ خونبہا واجب ہو اگرچہ بیت المال مین واجب ہو جیسے وہ شخص کہ مسجد جامع اور شارع عام مین مقتول ہو کہ اُسکی دیت بیت المال مین ہوتی ہو اور اُسکا قاتل معلوم نہو یا قاتل معلوم ہو مگر قصاص واجب نہو پس اگر قصاص واجب ہوگا تو وہ مقتول شہید ہوگا مثلاً وہ شخص جسکو چورون نے رات کو شہر کے اندر مار ڈالا ہو کہ اُسمین نہ تو محلہ والون پر قسم ہو نہ خونبہا بسبب معلوم ہونے اس امر کے کہ اُسکے قاتل چور ہین غایت امر یہ کہ قاتل معین معلوم نہین تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے کہ لوگ اس سے غافل ہین ہم یعنی قسامت اور دیت اسی صورت مین واجب ہوتے ہین کہ قاتل معلوم نہو اور جب چورون نے مارا تو قاتل معلوم ہین مگر خون اُنپر ثابت نہین ہو سکتا بھاگ جانے کے باعث سے اسلیئے اُنکا مقتول شہید ہوگا **او قتل بحد او قصاص** ای یغسل وکذا بتعزیر او افتراس سبع او جرح وارتث وذلک بان اکل او شرب او نام او تداوی ولو قلیلا او آوی خیمۃ او مضی علیہ وقت صلوۃ وہو یعقل ویقدر علی ادائہا او نقل من المعرکۃ وہو یعقل سواء وصل حیا او مات علی الایدی وکذا لو قام من مکانہ الی مکان آخر بدائع **یا قتل کیا جائے حد مین یا قصاص مین یعنے وہ بھی غسل دیا جائے اور اسیطرح جو شخص تعزیر مین مقتول ہو کیونکہ اُنکا قتل ہونا ظلم سے نہین یا درندہ کے پھاڑنے سے مرجائے یا زخمی ہوا اور زندہ رہے اور ارتثاث شرعی یہ ہو کہ کھاوے یا پیوے یا سووے یا دوا کرے اگرچہ یہ باتین تھوڑی ہی ہون ذراسا کھایا یا ذرا سا علاج کیا وغیرہ یا خیمہ مین جگہ لی یا گذرا اُسپر ایک نماز کا وقت اس حال مین کہ وہ ہوش رکھتا تھا اور نماز کے ادا کرنے پر قادر تھا یا میدان جنگ سے حالت ہوش مین اٹھایا گیا خواہ زندہ پہونچا ہو یا ہاتھون پر مرگیا ہو اور اسیطرح اگر اپنی جگہ سے اُٹھکر دوسری جگہ چلا گیا کذا فی البدائع ہم خیمہ مین جگہ لینے سے مراد یہ ہو کہ اُسپر خیمہ اُسی جگہ تان دیا گیا ہو ورنہ اگر وہ اٹھکر جاویگا تو یہ مسئلہ اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانیکا مسئلہ ایک ہوگا اور میدان جنگ سے ہوش کے ساتھ اُٹھائے جانے کی قید اسلیئے لگائی کہ بیہوشی مین اُٹھایا جائیگا تو گو دن رات گذر جائے غسل نہ دیا جائیگا اور زخمی ہونے کی جگہ سے اٹھائے جانیکا حکم ایسا ہی ہو جیسا میدان جنگ سے اُٹھایا جانیکا کذا فی الشامی **لا لخوف وطء الخیل** میدان جنگ سے اٹھایا گیا ہو نہ گھوڑون کے روندنے کی خوف سے یعنے اگر گھوڑون کے تلے پس جانے کے خوف سے اٹھایا جائیگا تو شہید ہی رہیگا اور غسل نہ دیا جائیگا **او اوصی بامور الدنیا وان بامور الآخرۃ لا تصیر مرتثا عند محمد وہو الاصح** جوہرہ لانہ من احکام الاموات **او باع او اشتری او تکلم بکلام کثیر والا فلا** یا وصیت کی دنیا کے امور کی تو مرتث شرعی پایا جائیگا اور غسل دیا جائیگا اور اگر امور آخرت کی وصیت کریگا تو مرتث یعنی زندگی سے منتفع نہوگا امام محمد کے نزدیک اور یہی صحیح تر ہو کذا فی الجوہرہ اسلیئے کہ وصیت امور اخروی کے باب مین اموات کے احکام سے ہو یا بیچا یا مول لیا یا بہت سا کلام کیا تو مرتث ہوگا اور اگر بہت کلام نہ کیا تو مرتث نہوگا

انکا غسل مردہ ہونا ثابت ہوا ... تو یہ شخص بھی شہید ہے ... کا حال جو کہ شہادت حسنکی ... بعد تھوڑا

[illegible] ... دنیا کے ... بعض کے ... نہ ہوئے کے پانی پلایا گیا ... ان کو کچھ نہیں ... یا نماز ... وغیرہ

اور انکا اس جیسا التفصیل اخیر ... مذکور ہے سب باتیں جنسے شہادت ناقص ہوتی ہے اس صورت میں ... گئی

ہوا ... اسی طرح ... ان میں ... کسی ... نے ... صورت میں شہید کامل ہوگا ... الشہید الکامل ... الآخرۃ

شہید الآخرۃ ... و سب ... شہید کامل ہے اب یہ ہیں جو دنیا اور آخرت دونوں میں شہید ہو اور صرف شہید آخرت جو ... ہو

اس شہید آخرت ہونا ... اور قتل ... وہ مقتول جو ظلماً مارا جاوے اور اسکا مارنے والا واجب ہو یعنی شہید آخرت ہیں

... شہید کامل کی جو مذکور ہوئیں ... سوم ... جیسے ... قتل ہوا ... عنسل واجب ہوا ... کا حشر

... کے مستحق ہوتا ... اور شہید دنیا ... کہ غسل دیا جاوے گا کہ اس صورت میں کہ جنب ہو یا نجاست خارجی سوا اسکے خون

کے لگی ہو ... یا آخرت ... کہ جو ثواب شہدا کے لیے ... ہوا ہو اسکو حاصل ہوگا کذا فی البرہان ... فاصاب ... والغریق والحریق

والغریب والمهدوم علیہ والمبطون والمطعون والنفساء و ... ذات الجنب ... طالب العلم ... والسرقی ... اللیل

واللہ تعالیٰ اعلم اور شہید آخرت ہو جو شخص کہ دشمن کا قصد کرے اور ہتھیار اپنے ہی مارے ... پانی میں ڈوبا ہوا اور جلکر ... سفر میں ... کا

گر گیا ہو اور پیٹ کی بیماری ... یا استسقا ... الشامی نے کہا کہ جو شخص ... اپنے شہر میں صابر ... حصول ثواب

ٹھہرا رہے وہ اگر اس مرض میں کسی اور مرض سے مرا ... تو بھی شہید ہوگا اور نفاس والی عورت خواہ جننے کے وقت مرے یا مدت نفاس میں اور جو شخص جمعہ

کی شب کو وفات پاوے اور ذات الجنب والا اور جو شخص اس حال میں مرے کہ علم کا طالب ہو یعنی علم میں مشغول ہو ... تالیف کرتا ہو یا پڑھتا ہو یا پڑھاتا ہو یا

سنتا ہو اور شہدا آخرت کو سیوطی نے بقدر تیس کے شمار کیا ہو واللہ اعلم جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب تثبیت میں ... اور مذکور ہوا اس طرح بیان کی ہے

پیٹ کی بیماری والا غریق ... مرنیوالا ذات الجنب والا جو عورت کہ اپنے حمل ... پیٹ کے اندر کی چیز سے مرجائے ... سفر میں مرنیوالا ... والا

اپنے گھروالوں کی حفاظت یا اپنے مال کی حفاظت یا اپنی جان کے بچانے میں مرنیوالا ظلم سے مرنیوالا عشق میں مرنیوالا ... پارسائی اور پوشیدگی کے ساتھ

جو شخص کے گلے میں پانی وغیرہ کا پھندا لگ کر ... ہوا ہو جسکو درندے نے پھاڑا ہو جسکو بادشاہ نے ظلماً قید کیا ہو یا زبردستی ... یا بادشاہ کے خوف سے

چھپا پھرتا ہوا اور مر گیا ہو اور جسکو سانپ بچھو وغیرہ نے کاٹا ہو جو علم شرعی کی طلب میں مرا ہو جو بہ نیت ثواب اذان دیتا ہو جو سچ بولتا ہو جو شخص اپنے ...

فرزند اور مملوکوں میں اللہ تعالیٰ کا حکم جاری کرتا ہو اور حلال کی کمائی سے انکو کھلاتا ہو جسکو جہاز میں متلی اور قے سے وفات ہو جو عورت غیرت پر صبر کرے

جو شخص ہر روز ... بار یہ کہے ... اللّٰھم بارک لی فی الموت وفی ما بعد الموت جو شخص نماز چاشت پڑھے اور ہر مہینے میں تین روزے رکھے اور وتر کو

نکیے سفر میں نہ ... جو شخص امت کے فساد کے وقت سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر ... جو شخص اپنے مرض موت میں ... بار کہے لا الٰہ الا انت سبحانک

انی کنت من الظالمین کذا فی ... شامی نے کہا کہ اس تعداد پر بعض علماء ... زیادہ کیے ہیں جو ... مرجائے ... المسکین ... اور جو ہر

جو ہر شب سورہ یٰس پڑھے جو شخص سواری کے جانور سے گر کر مرے ... طہارت کے ساتھ سووے اور مرجاوے جو شخص ... لوگوں کی ...

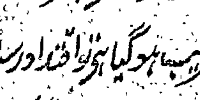
جو شخص ہر روز ... بار درود پڑھے جو شخص سچے دل سے اللہ کی راہ میں قتل ہونے کی دعا مانگا کرے جو شخص حاجت کے وقت مسلمانوں کے کسی شہر میں

غلہ لیجاوے جو شخص روز جمعہ کو وفات پاوے جو شخص صبح کو تین بار کہے اعوذ باللّٰہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم اور تین بار آیتیں سورۂ حشر کے آخر کی

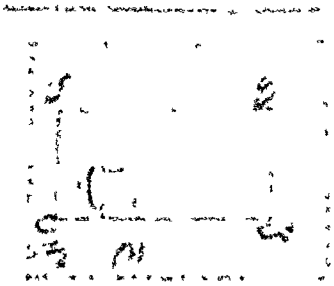
پڑھے اور اس روز وفات پاوے اور ان سب اشخاص کے لیے ثواب شہادت احادیث میں آیا ہے ... شامی میں ہے

باب الصلوٰۃ فی الکعبۃ

یہ باب ہی کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کی کیفیت مین نے الباب زیادۃ علے الترجمۃ وہو حسن اس باب مین مضمون بہ نسبت عنوان کے زیادہ ہی یعنے عنوان مین صرف کعبہ کے اندر نماز کا ذکر ہی اور عبارت مین ذکر کعبہ کے گرد اور اوپر نماز پڑھنے کا بھی ہی اور یہ اچھی بات ہی کہ عنوان سے زاید بیان کیا جاے اور معیوب یہ ہی کہ جس بات کا ذکر عنوان مین ہو اُسکا حال نہ بیان کیا جاے یصح فرض ونفل فیہا وفوقہا ولو بلا سترۃ لان القبلۃ عندنا ہی العرصۃ والہواء الی عنان السماء درست ہی فرض اور نفل کعبہ کے اندر اور کعبہ کے اوپر اگرچہ بدون سترہ کے ہو اسلیے کہ قبلہ ہمارے نزدیک میدان اور ہوا ہی آسمان کی سطح تک ہم امام مالک کے نزدیک کعبہ کے اندر فرض نماز درست نہین اسلیے کہ جب ایک طرفکو منہ کریگا دوسری جانب کو پشت ہو گی حالانکہ وہ بھی قبلہ ہی اور ہماری دلیل یہ ہی کہ واجب یہ ہی کہ کعبہ کے ایک جزو معین کیطرف منہ کیا جاوے اور یہ بات جس جزو کیطرف منہ کرکے نماز شروع کریگا حاصل ہو جائیگی وہی جزو معین قبلہ ٹھہریگا اُسکے غیر کیطرف پشت کرنا مفسد نماز نہو گا اور عرصہ اور ہوا سے مراد یہ کہ عمارت کعبہ قبلہ نہین بلکہ خالی جگہ اور اُسکے اوپر کی ہوا آسمان تک قبلہ ہی کذا فی الشامی وان کرہ الثانی للنہی وترک التعظیم اگرچہ مکروہ ہی دوسری صورت یعنے نماز پڑھنا اوپر خانہ کعبہ کے بسبب ممانعت کے اور بسبب نہونے تعظیم کے شرح ملتقی مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سات جگہ نماز پڑھنے سے منع فرمایا اوّل اونٹون کے بیٹھنے کی جگہ دوّم قبرستان سوّم نجاست ڈالنے کی جگہ چہارم شارع عام پنجم کمیلہ یعنے جانورون کے ذبح کرنے کی جگہ ششم خانہ کعبہ کے اوپر ہفتم حمام کے اندر منفردًا او بجماعۃ وان وصلیۃ اختلفت وجوہہم فی التوجہ الی الکعبۃ الا اذا جعل قفاہ الی وجہ امامہ فلا یصح اقتداء لتقدمہ علیہ صحیح ہی نماز کعبہ کے اندر تنہا یا جماعت سے اگرچہ کعبہ کیطرف منہ کرنے مین جماعت والونکے منہ جدا جدا طرف کو ہون مگر جبکہ مقتدی اپنی پشت امام کے چہرہ کیطرف کریگا تو اُسکا اقتدا درست نہو گا بسبب آگے بڑھجانے مقتدی کے امام سے یعنی جس صورت مین کہ مقتدی کی پشت امام کیطرف ہی تو دونونکا منہ ایک ہی طرف اور مقتدی کعبہ سے قریب ہی شارح نے کہا کہ ان متصلہ ہی شرطیہ نہین ویکرہ جعل وجہہ لوجہہ بلا حائل ولو بجنبہ لم یکرہ فہی اربع اور مکروہ ہی کرنا اپنے چہرہ کا مقابل چہرہ امام کے بدون آڑ کے اسلیے کہ مشابہ صورت پرستی کے ہی اور اگر امام کے پہلو کیطرف منہ کریگا تو مکروہ نہو گا تو یہ چار صورتین ہوئین جم یعنے صورت اوّل یہ ہی کہ مقتدی کا منہ امام کے منہ کیطرف ہو یہ صورت مکروہ ہی دوّم یہ کہ مقتدی کا منہ امام کے پہلو کیطرف ہو یہ بدون کراہت جائز ہی سوّم یہ کہ مقتدی کا منہ امام کی پشت کیجانب ہو یہ بھی بلا کراہت درست ہی چہارم یہ کہ مقتدی کی پشت امام کے منہ کیطرف ہو یہ صورت ناجائز ہی کذا فی الطحطاوی وتصح لو تحلقوا حولہا ولو کان بعضہم اقرب الیہا من امامہ ان لم یکن فی جانبہ لتاخرہ حکما اور درست ہی نماز اگر حلقہ کرین گرد کعبہ کے اگرچہ بعض مقتدی کعبہ سے زیادہ قریب ہون بہ نسبت اپنے امام کے بشرطیکہ امام کیطرف مین زیادہ قریب نہون اور کعبہ سے قریب شخصونکی نماز اسلیے درست ہی کہ وہ حکما امام سے پیچھے ہین ہم یہان سے حکم کعبہ کے باہر یعنے مسجد الحرام مین پڑھنے کا ذکر ہی کہ جماعت اُسمین گرد کعبہ کے حلقہ کیصورت درست ہی کہ عہد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آجتک اسی طرح نماز ہوتی آئی ہی پھر اس حلقہ کی جماعت مین سے اگر کوئی شخص امام کی نسبت کعبہ سے قریب ہو تو دیکھنا چاہیئے کہ اگر شخص مذکور اُسی طرف ہی جسطرف امام ہی تو اُسکی نماز نہو گی کیونکہ اس صورت مین وہ امام سے آگے بڑھا ہوا ہو گا اسلیے اُسکا تابع نہ ٹھہرا اور اگر دوسری جانب مین کعبہ سے قریب ہو گیا ہی تو اقتدا درست ہی اسلیے کہ آگے بڑھنا امام سے اُسوقت ہوتا ہی کہ دونونکی جہت متحد ہو جب جہت متحد نہوئی تو امام سے آگے بڑھنا بھی ثابت نہوا اسیوجہ سے اقتدا صحیح ٹھہرا کذا فی الشامی ولو وقف مسامتا لرکن فی جانب الامام وکان اقرب لم ارہ وینبغی الفساد احتیاطا لترجیح الامام وھذہ صورتہ



اور اگر کوئی مقتدی اُس کونے کی سیدھ مین کھڑا ہوا جو امام کی جانب مین ہی اور کعبہ سے بہ نسبت امام کے زیادہ قریب ہی تو مین نے اس مسئلے کا حکم نہین دیکھا اور احتیاط کی رو سے فاسد ہونا نماز مقتدی کا شایان ہی بسبب غالب ہونے امام کی جہت کے اور یہ صورت ہی کہ ہم اس مسئلے کے سمجھانے کے لیے ہم صورت مذکورۂ بالا کو حروف سے نشان کرتے ہین فرض کرو کہ ش ع ی ح خانہ کعبہ ہی اور رکن حجر گوشہ ح ہی اور فرض کرو



اندر ہو اور کعبہ کے سامنے کھڑا ہو اور مقتدی سب اُس کے گرد ہون تو جسکی پیٹھ امام کی پشت کی طرف ہو درست نہیں چونکہ یہ صورت ایسی ہی ہو کہ دو جگہ کھڑے ہون کا بیچ ہو مقتدی کی جہت امام کی جہت سے علیحدہ ہو اور جن دونون صورتون مین کہ امام کی جہت سے قریب ہو جانا تو امام کی نماز درست ہوگی اسلیے کہ جو جس جانب رخ کرے وہی اُسکی جہت ہو اور چونکہ جہت کی طرف امام ہو تو احتیاطاً اسی مین ہو کہ اسی جہت کو مقتدی کی جہت جدا نہ جانے تو مقتدی کو کعبہ سے قریب ہونا ایسا ہوا کہ اتحاد جہت کی صورت مین اپنے امام سے آگے بڑھ گیا اور جب مقتدیون کا پیٹ سامنے کو ہو تو صورت ہو کہ امام کی طرف کے مقتدی مقام مقتدیون مین جو امام کی نسبت کے درست ہو باقی مین طرفون مین کعبہ سے قریب ہون وکذا لو اقتدوا من خارجہا بامام فیہا والباب مفتوح صح لانہ کقیامہ فی المحراب اور اسیطرح درست ہو اگر مقتدی کعبہ کے باہر سے اقتدا کرین اس امام کے پیچھے جو کعبہ کے اندر ہو اور دروازہ کعبہ کا کھلا ہو اسلیے کہ امام کا کعبہ کے اندر ہونا ایسا ہی ہو جیسا محراب مین کھڑا ہونا اور امام کا کعبہ کے اندر ہونا امام ہو اس سے کہ مقتدیون مین سے کوئی اُسکے ساتھ ہو یا نہین اور یہ اقتدا اگر درست ہو مگر کراہت کے ساتھ اسلیے کہ امام کا قد آدم اونچا کھڑا ہونا مکروہ ہو اور دروازہ کے کھلے ہونے کی قید اسلیے لگائی کہ امام کے رکوع سجدہ کا حال مقتدی کو معلوم کرلین پس اگر دروازہ بند ہو اور کوئی کہ امام کے اللہ اکبر کی آواز پہونچاتا جائے تو اقتدا جائز ہونا چاہیے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ الحکیم الکریم

کتاب الزکوۃ

یہ کتاب ہو احکام زکوۃ کے بیان مین قرنہا بالصلوۃ فی اثنین وثمانین موضعا فی التنزیل دلیل علی کمال الاتصال بینہما وفرضت فی السنۃ الثانیۃ قبل فرض رمضان متصل بیان کرنا زکوۃ کا نماز سے ۸۲ جگہ قرآن شریف مین دلیل ہو دونون مین کمال کے درجے کے اتصال کی اور زکوۃ دوسرے برس فرض ہوئی رمضان کے فرض ہونے سے پیشتر ہم یہ بیان مناسبت کا شارح نے کردیا کہ ہر چند روزہ اور نماز عبادت بدنی ہین دونون ایک جگہ ہونی چاہیئین مگر چونکہ نماز و زکوۃ مین اتصال شدت سے ہو اسوجہ سے زکوۃ کو روزے پر مقدم کیا گیا طحطاوی نے کہا کہ شارح نے ۸۲ جگہ تبعیت صاحب نہر الفائق اور بحر الرائق کے لکھدیا جنھون نے اس شمار کو مناقب بزازیہ کیطرف منسوب کیا ہو حالانکہ یہ شمار غلط ہو صحیح یہ ہو کہ ۳۲ جگہ ایک ساتھ دونون کا ذکر قرآن مجید مین آیا ہو ہمارے استاد نے اسکو شمار کیا ہو ولا تجب علی الانبیاء اجماعا اور زکوۃ واجب نہین انبیا علیہم السلام پر بالاتفاق ہم مفتی ابو السعود نے وجہ انبیا علیہم السلام پر زکوۃ واجب نہونے کی یہ لکھی ہو کہ یہ بزرگوار اپنے پاس کی چیز کو ودیعت جانتے تھے خرچ کے موقع پر اسکو صرف کر ڈالتے تھے اور ہمیشہ صرف کرنے سے اسکو روکتے تھے دوسرے یہ کہ زکوۃ طہارت ہو اُس شخص کے حق مین جو آلودہ گناہ ہو اور انبیا علیہم السلام گناہون سے معصوم ہین کذا فی الطحطاوی بی لغۃ الطہارۃ والنماء وشرعا تملیک خرج الاباحۃ فلو اطعم یتیما ناویا الزکوۃ لا تجزیہ الا اذا دفع الیہ المطعوم کما لو کساہ بشرط ان یعقل القبض الا اذا حکم علیہ بنفقتہم مضمرات خلافا للثانی بزازیہ زکوۃ لغت مین پاک ہونے اور بڑھنے کو کہتے ہین اور شرعاً مالک کرنا ہو فقیر کو اُس حصہ مالی کا جسکو شارع نے معین کیا ہو شارح نے کہا کہ تملیک کی قید سے اباحت یعنی چیز کا مباح کر دینا نکلگیا تو اگر کسی یتیم کو بہ نیت ادا زکوۃ کوئی شخص کھانا کھلا دیوے تو کافی نہوگا بسبب نہونے تملیک کے مگر جبکہ کھانے کی چیز یتیم کو دیدالے تو کافی ہوگا جیسے کافی ہو ادائے زکوۃ کے لیے اگر کپڑا پہنا دے یتیم کو بشرطیکہ وہ قبض کو سمجھتا ہو یعنی چیز لینے کو سمجھتا ہو لیکن جب صورت میں کہ اُس شخص پر یتیمون کے نفقہ کا حکم ہوگیا ہو تو اب اُنکو کپڑا پہنانا ادائے زکوۃ مین کافی نہوگا کذا فی المضمرات بخلاف ابو یوسف کے کذا فی البزازیہ ہم چیز کے لینے کو سمجھنا کھانے اور لباس دونون سے متعلق ہو اور مسئلہ حکم نفقہ کی یہ صورت ہو کہ مثلاً قاضی نے یتیمون کا نفقہ کسی یتیم کے اُس شخص کے ذمہ کیا اب اگر یہ شخص نفقہ کی چیز کو زکوۃ مین شمار کریگا تو زکوۃ ساقط نہوگی اسلیے کہ حکم قاضی کی تعمیل تو خود واجب ہو پس ایک واجب سے دوسرا واجب کیسے ادا ہوگا اور ضمیر جمع کی نفقتہم مین مناسب نہین ضمیر مفرد چاہیے اسلیے کہ اُسکا مرجع یتیم بصیغہ مفرد مذکور ہو اور امام ابو یوسف کے نزدیک یا اجت

سے بھی اداے زکوٰۃ درست ہی کذافی الشامی اور فرق اباحت اور تملیک مین یہ ہی کہ اباحت سے چیز فقط مباح ہوجاتا ہی یہ نہیں کہ اسمین جو
تصرف چاہے وہ کرسکے اور تملیک سے سب طرح کے تصرف کا اختیار ہوتا ہی مثلاً اگر کھانا یتیم کو مباح کیا تو اُسکو اختیار اسکے کھالینے کا ہی نہ اور تصرف
کا اور اگر مالک کیا تو چاہے خود کھالے چاہے دوسرکو دیدالے یا بیچدے جزء مال خرج المنفعۃ فلو اسکن فقیرا دارہ سنۃ ناویا لا یجزیہ عینہ الشارع
وھو ربع عشر نصاب حولی خرج النافلۃ والفطرۃ زکوٰۃ مالک کرنا ہی مال کے ایک ایسا ٹکڑے کا کہ شارع نے اسکو ٹھہرادیا ہی اور وہ چالیسوان حصہ[1] مال
نقد کا ہی جسپر ایک سال گذر گیا ہو شارح نے کہا کہ مال کا حصہ کہنے سے نفع خارج ہوا یعنے وہ زکوٰۃ مین محسوب نہین ہوسکتا مثلاً اگر کسی فقیر کو اپنے گھر میں ایک
سال بہ نیت اداے زکوٰۃ رکھا تو کافی نہوگا کیونکہ اسکو نفع کا مالک کیا نہ مال کا اور چالیسوین حصہ کی قید سے صدقہ نفل نکل گیا کہ اُسکے باب مین کچھ تعیین ہی
نہین اور صدقہ فطر بھی نکلگیا اسلیے کہ وہ چالیسوان حصہ نہین ہوتا ہم طحطاوی نے کہا کہ جو چالیسوان حصہ شارح نے بیان کیا اور زکوٰۃ جانورون اور غلہ
کی بھی اسمین شامل ہی کیونکہ وہ قائم مقام چالیسوین حصہ کے ہی من مسلم فقیر ولو معتوھا غیر ہاشمی ولا مولاہ ای معتقہ ھذا معنی قول الکنز تملیک المال اے
المعھود اخراجہ شرعا مالک کرنا ہی مسلمان فقیر کو اگرچہ ناقص العقل ہو نہ اولاد ہاشم کو اور نہ انکے مولی یعنے آزاد کیے ہوے غلام کو اور یہی ہی مراد کنز کے
قول تملیک المال کی یعنی وہ مال جسکا نکالنا شرعاً معلوم ہی ہم مصنف نے زکوٰۃ کی تعریف مین تملیک جزء مال عینہ الشارع کہا ہی اور صاحب کنز نے تملیک المال کہا ہی
تو شارح کہتا ہی کہ مآل دونون تعریفون کا ایک ہی کیونکہ کنز مین المال سے مال معہود مراد ہی اور الف لام عہد کا ہی یعنی وہی مال جو شارع نے مقرر کیا ہی مع
قطع المنفعۃ عن الملک من کل وجہ فلا یدفع لاصلہ وفرعہ مالک کرنا ہی اسطرح کہ منفعت مالک کرنیوالے کی ہر وجہ سے منقطع ہوجاوے اس سے
یہ نکلا کہ زکوٰۃ کا دینے والا اپنی اصل یعنے مان باپ دادا دادی نانا نانی وغیرہ اور اپنی فرع یعنی بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی وغیرہ کو نہ دے کیونکہ انکو دینے مین
من وجہ اسکی منفعت باقی ہی لله تعالی بیان لاشتراط النیۃ مالک کرنا ہو خدا تعالی کے حکم کی تعمیل کے لیے شارح نے کہا کہ یہ بیان ہی نیت مشروط ہونیکا یعنی جب
یہ کہا کہ فقیر کو دینا خدا تعالی کی امر کی بجاآوری کے لیے ہو تو معلوم ہوا کہ زکوٰۃ مین نیت شرط ہی جیسے اور عبادات مقصودہ مین شرط ہی بالاجماع کذا فی البحر
وشرط افتراضھا عقل وبلوغ واسلام وحریۃ والعلم بہ ولو حکما لکونہ فی دارنا اور زکوٰۃ کے فرض ہونیکی شرط عاقل ہونا اور بالغ ہونا اور مسلمان ہونا
اور آزاد ہونا اور فرض ہونیکا جاننا ہی اگرچہ فرض ہونیکا علم حکم کی رو سے ہو جیسے مالدار کا دار الاسلام مین ہونا کہ یہان بے علمی عذر نہین ہوسکتی ہان اگر کوئی
کافر دار الحرب مین مسلمان ہوا اور چند سال وہان رہا اور اسکو زکوٰۃ کا حال معلوم نہوا تو اُسپر زکوٰۃ واجب نہوگی کذا فی الشامی ہم فرض ہونے مین
اتنی قیدون کے لگانے سے معلوم ہوا کہ لڑکے اور مجنون اور کافر اور غلام کے مال پر زکوٰۃ نہین وسببھا اے سبب افتراضھا ملک نصاب حولی
نسبۃ للحول لحولانہ علیہ تام بالرفع صفۃ ملک خرج مال المکاتب اور سبب اُسکا یعنے زکوٰۃ کے فرض ہونے کا پوری ملکیت نصاب حولی کی ہی شارح نے کہا
کہ حولی نسبت ہی حول کیطرف بمعنی سال اور اُس مال کو حولی اسلیے کہا کہ اُسپر سال گذر جاتا ہی اور لفظ تام رفع کے ساتھ صفت ہی ملک کی اس قید سے
مکاتب کا مال نکلگیا کہ اُسپر ملک کامل مکاتب کو نہین ہوتی اسیوجہ سے اُسکے مال پر زکوٰۃ نہین ہم سال سے مراد چاند کے بارہ مہینے ہین نہ سال شمسی کذا
فی الشامی اقول انہ خرج باشتراط الحریۃ علے ان المطلق ینصرف للکامل مین کہتا ہون کہ مکاتب تو نکل چکا ہی حریت کی شرط ہونے سے علاوہ
اسکے مطلق ملک سے فرد کامل یعنے ملک تام ہی مراد ہوگی ہم اس بیان سے شارح کی غرض یہ ہی کہ لفظ تام مصنف کی عبارت مین زائد ہی شامی
نے کہا کہ شارح کے قول مین کلام ہی کیونکہ مصنف سبب وجوب کی تعریف کرتا ہی جو جامع و مانع ہونی چاہیے تو اگر ملک مطلق بیان کیجاے
اور تام کی قید نہ لگائی جاے تو بلاشبہہ ملک مکاتب تعریف مین داخل ہوگی اور ذکر حریت کا شرط بیان مین سبب کی تعریف کا نقصان
دور نہین کرتا اور مطلق کا محمول ہونا فرد کامل پر ایسی جگہ ہوا کرتا ہی کہ کسی وجہ سے قید مذکور نہوتی ہو تو دفع اعتراض کے لیے یہ توجیہ

[1] نصاب لغت مین اصل کو کہتے ہین اور شریعت مین اُس مال کو کہتے ہین جس سے کم پر زکوٰۃ واجب نہو ۱۲ منہ کیونکہ مال نام خاص ہی سونے کے لیے یعنی اُن چیزونکو مال کہتے ہین جنکو حاجت کے لیے رکھ چھوڑتے ہین ۱۲

اگر چیز بیس برس کے بعد ملے یا اسکا گواہ مل جاوے تو گذشتہ زمانہ کی زکوٰۃ واجب نہیں بسبب خبیث مغصوب خلط ... الخ

متصل ہونے کے وہ مال ... واجب جو مال ... خبیث سبب سے جیسے چھینی ہوئی چیز کو

مال مین ملا دیا ... مال مغصوب ... مال مغصوب کی قیمت ... مال

ہو ... صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص نے کسی کا مال چھین کر اپنے مال مین ملا دیا کہ دونون جدا نہین ہو سکتے تو امام صاحب کے نزدیک

مال پر غاصب کا ملک ہو جاتا ہے ... اس شخص پر تاوان لازم ہے ... اسکی زکوٰۃ نہین ہوگی کیونکہ خلط سے جو سبب خبیث ہے وہ اس

مال مغصوب کا مالک ہو گیا ہے مگر سب کی زکوٰۃ دینے مین یہ شرط ہے کہ اسکے پاس اس مال مخلوط کے سوا اتنا مال ہو کہ اس سے تاوان ادا کر سکے ... مال

تو چونکہ اسکے مال مین غیر کا حق ملا ہوا ہے اسلئے اس مغصوب مال کی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی اور جو ... تلف کر ڈالنے کے نہین

... تو اس سے ملک ثابت ہوئی اور نہ زکوٰۃ واجب ہوگی کذا فی الشامی فارغ عن دین له مطالب من جهة العباد سواء کان لله

کزکوٰۃ وخراج ... او للعبد ولو کفالة او مؤجلا ولو صداق زوجته المؤجل للفراق ونفقة لزمته بقضاء او رضا بخلاف دین نذر وکفارة وحج لعدم المطالب سبب وجوب

زکوٰۃ ... قرض ... کہ قرض ... اللہ تعالیٰ کا ہو جیسے زکوٰۃ اور خراج

... یا قرض ... اگرچہ ... وقت فراق ... نفقہ ... قاضی کے حکم

سے یا ... لازم ہوا ہو بخلاف قرض نذر اور کفارہ اور حج کے ... ان قرضون کا طلب کرنے والا کوئی بندہ نہین

... زکوٰۃ ... حضرت عثمان غنی کے وقت تک زکوٰۃ امام لیا کرتا تھا پھر آپ نے

اپنی زکوٰۃ ... مالکون کے سپرد کر دیا ... تو گویا ... زکوٰۃ لینے کا اپنے مال سے وکیل ہو گیا اور قرض زکوٰۃ

سے زکوٰۃ کے واجب ہونے کی یہ صورت ہے کہ مثلاً ایک شخص کے پاس مال بقدر نصاب ہے اور اس پر دو برس گذر گئے تو اسپر دوسرے برس کی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی

اسلئے کہ پہلے برس کی زکوٰۃ اسکے ذمہ قرض ہے اسکو نکالنے کے بعد نصاب ناقص ہو جائیگی اور کفالت کے قرض کی یہ صورت ہے کہ کسی شخص نے ہزار روپیہ قرض

لئے اور دس آدمی اسکے کفیل ہوئے اور ان سب کے پاس ہزار ہزار روپئے ہین تو انمین سے کسی پر زکوٰۃ واجب نہین اسلئے کہ قرض دینے والے کو اختیار ہے کہ جس سے

چاہے اپنا قرض لے سکتا ہے اور مہر مؤجل بعض فقہا کے نزدیک مانع زکوٰۃ نہین کیونکہ عادت یہ ہے کہ اسکو کوئی مانگتا نہین اور قہستانی مین اسی کو صحیح کہا ہے

طحطاوی نے شارح کا قول مہر مؤجل کے باب مین ضعیف ہے شامی نے کہا کہ فارغ صفت نصاب کی ہے اور نقد نصب کے ساتھ عطف ہے کفالت پر دلالۃ

وجوب عشر وخراج وکفارۃ اور قرض الخ مین ... اور خراج اور کفارہ کے واجب ہونے کا یعنی اگر آدمی کے ذمہ قرض ہو ... کی پیداوار

سے وہ کچھ اخراج اسکے ذمہ واجب ہو یا کفارہ کسی قصور کا اسپر واجب ہو کیونکہ عشر و خراج متعلق پیداوار سے ہے جو ... زمانہ ... کے

متعلق ذمہ سے ہے ... مفلس اور ... مہلت ... طحطاوی نے کہا کہ یہ مسئلہ ... متعلق ...

شارح نے زیادہ کیا ہے وفارغ عن حاجته الاصلیة لان المشغول بها کالمعدوم وفسره ابن ملک بما یدفع عنه الهلاک تحقیقا کثیابه او تقدیرا کدینه

نصاب مذکور فارغ ہو اس شخص کی حاجت اصلی سے کیونکہ جو مال اصلی حاجتون مین لگا ہوا ہو وہ نہ ہونے کے برابر ہے اور حاجت ... سے مراد مال کو

ابن ملک نے یون بیان کیا ہے کہ جس سے آدمی اپنے اوپر سے ہلاک دفع کرے تحقیقاً جیسے اسکے کپڑے ہین یا ہلاک تقدیراً دفع کرے جیسے دین

حاجت اصلی کی چیزین ہیں خرچ روزمرہ مکان سکونت آلات حرب جاڑے گرمی کے کپڑے پیشہ ور کے اوزار ... سواری

اہل علم کے حق مین کتابین اور قرض کو ہلاک تقدیری اسلئے کہا کہ اسکی فکر مین آدمی شب و روز گھٹتا ہے اور ... قرض ... ادا

فرضخواہون کے ہاتھ سے ذلت اُٹھاتا ہی کذا فی الشامی نام ولو تقدیرا بالقدرۃ علی الاستنماء ولو بنائبہ نصاب مذکور بڑھنے والی ہو اگرچہ تقدیراً بڑہتے اسطرح کہ مالک اسکے بڑہانے پر قادر ہو گو اپنے نائب کے وسیلے سے بڑھا سکتا ہو مال زکوٰۃ دوطرح ہی ایک خلقی یعنے جسکی پیدائش دفع حاجت کیلیے ہی وہ تو چاندی اور سونا ہی تو ان دونون مین زکوٰۃ واجب ہوتی ہی خواہ آدمی تجارت کی نیت کرے یا نہین دوسرا فعلی کہ آدمی کی نیت سے زکوٰۃ کی لیاقت پیدا کرتا ہی اور وہ سوا نقدین کے اور چیزین ہین پھر مال کا بڑھانا دوطرح ہی ایک حقیقی تجارت اور جانورون کے بچے لینے اور ایک تقدیری یعنے تجارت وغیرہ کی قدرت ہونی اسطرح کہ مال اپنے ہاتھ مین ہو یا اپنے نائب کے ہاتھ مین کذا فی الطحطاوی والشامی ثم فرع علے سببہ بقولہ فلا زکوٰۃ علی مکاتب لعدم الملک التام ولا فی کسب ماذون ولا فی مرہون بعد قبضہ ولا فیما اشتراہ للتجارۃ قبل قبضہ پھر مصنف نے سبب وجوب پر اپنے اس قول سے تفریع کی کہ زکوٰۃ نہین مکاتب[۵۱] پر بسبب نہونے مکاتب کی ملک کامل کے یعنی جو مال مکاتب کے پاس ہی وہ مکاتب کی پوری ملکیت مین نہین کیونکہ اسمین حق اسکے آقا کا لگا ہوا ہی جبتک مال کتابت اسکے ذمہ ہی اور نہ اس غلام کی کمائی مین زکوٰۃ ہی جسکو آقا نے اجازت تجارت کی دیدی ہی بشرطیکہ مال غلام کے قبضے مین ہو کذا فی الطحطاوی اور نہ گرو رکھی ہوئی چیز مین زکوٰۃ ہی مرتہن سے لے لینے کے بعد یعنے اگر راہن نے اپنا مال کچھ برسون تک رہن رکھا تو بعد چھڑانے کے اسکی زکوٰۃ زمانہ رہن کی اسکے ذمہ نہین بسبب نہونے قبضے کے اور نہ مرتہن پر اسکی زکوٰۃ ہی کیونکہ اسکی ملک نہین اور نہین زکوٰۃ اس مال مین کہ اسکو تجارت کے لیے خریدا ہو بیشتر اسکے قبضہ کرنے کے یعنی اگر مشتری نے مال تجارت خریدا اور بعد برس روز کے مثلاً قبضہ کیا تو اس برس کی زکوٰۃ مشتری پر نہوگی ومدیون للعبد بقدر دینہ فیزکی الزائد ان بلغ نصابا اور نہین زکوٰۃ بندہ کے قرضدار پر بقدر اسکے قرض کے پس زکوٰۃ دے زائد قرض کی اگر وہ نصاب زکوٰۃ ہو مثلاً ایک شخص کے ذمہ سو روپیہ قرض ہین اور اسکے پاس مال زکوٰۃ دو سو روپیہ کا ہی تو سو کی زکوٰۃ دے کیونکہ قرض دیکر سو بچتے ہین جو نصاب سے زیادہ ہین اور اگر کم بچین یا کچھ نہ بچے تو زکوٰۃ نہین مثلاً ۱۰۰ کا مال ہو یا سو کا تو اول صورت مین قرضہ کے سو دیکر ۲۰ بچینگے جو نصاب سے کم ہین اور دوسری صورت مین کچھ نہ بچیگا تو ان دونون صورتون مین زکوٰۃ اسپر نہین وعروض الدین کالہلاک عند محمد ورجحہ فی البحر اور سال کے درمیان مین قرض کا ہو جانا مثل مال کے جاتے رہنے کے ہی امام محمد رح کے نزدیک اور ترجیح دی ہی اسکو بحر الرائق مین ہم صورت مسئلہ کی یہ ہی کہ ایک شخص کے پاس دوسو روپیہ کا مال زکوٰۃ ہی آٹھ مہینے کے بعد مثلاً اسکے ذمہ دوسو روپیہ یا ڈیڑھ سو قرض ہو گئے اور سال پورا ہونے کے بعد پھر دوسو ہو گئے تو امام محمد کے نزدیک نئے سر سے برس کا شمار کرے پچھلے برس کی زکوٰۃ اسپر نہین اور امام ابو یوسف کے نزدیک قرض مذکور مانع زکوٰۃ نہین اس سال کی بھی زکوٰۃ اسکے ذمہ ہوگی اور اگر قرض بعد تمام ہونے سال کے ہو جاوے تو اس سے زکوٰۃ بالاتفاق ساقط نہوگی کذا فی الطحطاوی ولو لہ نصب صرف الدین لایسرہا قضاء ولو اجناسا صرف لاقلہا زکوٰۃ فان استویا کاربعین شاۃ وخمس ابل خیر اور اگر مالدار کے پاس کئی مالون کی نصابین ہون تو قرض اس نصاب کیطرف لگایا جاویگا جس سے اداے قرض زیادہ آسان ہو اور اگر ایک قسم کے مال کی کئی جنسین ہون تو قرض اس نصاب مین لگایا جائیگا جسکی زکوٰۃ کمتر ہو اور اگر زکوٰۃ مین جنسین برابر ہون مثلاً چالیس بکریان اور پانچ اونٹ کہ دونون کی زکوٰۃ ایک بکری ہی تو مالدار کو اختیار دیا جائیگا کہ جس جنس کو چاہے دین مین رکھکر باقی جنس کی زکوٰۃ دے ہم کئی نصابون کی مثال یہ ہی کہ ایک شخص کے پاس روپے اشرفیان بھی بقدر نصاب ہین اور اسباب تجارت بھی بقدر نصاب اور جانور بھی تو اسکے قرضہ مین اول روپیہ اشرفیان محسوب ہونگی پھر اسباب تجارت پھر مویشی اور مختلف جنسون کی مثل یہ ہی کہ مثلاً جانورون کی کئی جنس بقدر نصاب ہون یعنی ۴۰ بکریان اور ۳۰ گائین اور پانچ اونٹ تو قرض مین بکریان خواہ اونٹ محسوب ہونگے گائین نہونگی کیونکہ ۳۰ گائونکی زکوٰۃ ایک برس کا بچھڑا ہی اور بکریون اور اونٹونکی زکوٰۃ ایک بکری جو کم قیمت ہی بچھڑے سے اور یہ صورت اسوقت ہی کہ صدقہ لینے والا موجود ہو ورنہ صاحب مال کو اختیار ہی چاہے دین کو مویشی کیطرف لگاکر روپیون اشرفیون کی زکوٰۃ دے چاہے اسکا الٹا کرے کذا فی الشامی وعن ثیاب البدن

[۵۱] مکاتب وہ غلام جسکو آقا نے کہا ہو کر اتنا روپیہ کما دے تو تو آزاد ہے ۱۲

(اثاث المنزل) جو اسباب ... وآلات المنزل ودور السکنی اور زکوٰۃ نہیں ان کے کپڑوں میں جو حاجت اصلیہ ...
... اور کتاب ... زکوٰۃ ... گھر کے اسباب اور ... گھوڑوں ... اور ... میں جو کہ ...
... الا اذا نوی بہا التجارۃ ... لاہلہا اذا لم تکن للتجارۃ ... کتب العلم لاہلہا ... وحدیث وتفسیر ...
... اور اسیطرح زکوٰۃ نہیں کتابوں میں اگرچہ ہوں اسکے پاس جو اہل ہو انکا یعنی جس شخص کے پاس ہوں جب وہ نہیں ہے
... تجارت کی نیت نہیں ہو ... زکوٰۃ لینا جائز ہے اگرچہ کتابیں کئی ... کے برابر ہوں ... تو ...
... کتابیں ... نصاب ہوں تو اسکو زکوٰۃ کا لینا جائز ہوگا کذا فی الطحطاوی کہ ... کتابیں نقہ ...
... نصاب ... ہونے سے ... زکوٰۃ کا لینا درست ہے ... کتابیں علوم دینی کی ہوں ... دو نسخوں سے زیادہ ہوں
تب بھی زکوٰۃ کا لینا درست ہے ... قول مختار ... نے کہا کہ دو نسخوں سے زیادہ ہونے کا قول ضعیف ہے زکوٰۃ کے نہ لینے میں ...
... تب بھی زکوٰۃ لینی درست ہوگی اور ... القہستانی اور ... الفائق میں اسکو مختار کہا ہے وکذا کتب ... الا ...
... فیہ الزکوٰۃ بخلاف ... اور اسیطرح زکوٰۃ نہیں حرفہ والوں کے آلات میں ...
جیسے ... کھال رنگنے کے لیے تو ... زکوٰۃ ... بخلاف اس چیز کے کہ باقی رہے جیسے صابن کہ برابر کئی نصاب کے ہو اگرچہ ... گذر جائے زکوٰۃ
ہوگی ... حرفہ والوں کے آلات دو قسم ہیں ایک وہ کہ کام کے بعد خود موجود رہیں جیسے بسولا اور سوہن وغیرہ دوسرے وہ کہ باقی نہ رہیں اور اس قسم کی دو
نوع ہیں ایک وہ کہ انکا اثر موجود رہتا ہے جیسے کسم اور زعفران کپڑا رنگنے میں اور کس اور تیل کھال رنگنے میں دوسرے وہ کہ اسکا اثر نہ رہے جیسے صابن ...
کے آلات میں زکوٰۃ نہیں ... دوسری کی پہلی نوع میں یعنے کسم وغیرہ میں زکوٰۃ ہے اور دوسری نوع میں نہیں اور بعض نسخوں میں ... کی جگہ عصفر ...
عصفر کسم کو کہتے ہیں جو کپڑا رنگنے میں کام آتا ہے ... کھال رنگنے میں قال الشامی ... الاشباہ الفقیہ لا یکون غنیا بکتبہ المحتاج الیہا الا فی دین العباد ...
اشباہ میں ہے کہ عالم اپنی حاجت کی کتابوں سے غنی نہیں ہوتا یعنی اسپر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اور زکوٰۃ کا لینا درست ہے مگر بندوں کے قرض میں ...
... زکوٰۃ کا قرض ادا کرنے کے لیے اسکی کتابیں فروخت کیجائینگی ولا فی مال مفقود وجدہ بعد سنین وساقط فی بحر اخرجہ بعدہا ومغصوب لا بینۃ
علیہ فلو لہ بینۃ تجب لما مضی الا فی غصب السائمۃ فلا تجب وان کان الغاصب مقرا کما فی الخانیۃ اور زکوٰۃ نہیں ہے گم شدہ مال میں جسکو کئی برس کے بعد پایا یعنی ایام
گذشتہ کی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی اور نہ اس مال میں جو دریا میں گرا اور بعد کئی برسوں کے نکالا اور نہ اس مال میں جو کسی نے چھین لیا اور اسپر گواہ نہیں ہیں
اگر ... گواہ ہوں تو ایام گذشتہ کی زکوٰۃ واجب ہوگی ... چھیننے میں ... سائمہ جانوروں کے غصب میں کہ زکوٰۃ واجب نہ ہوگی اگرچہ چھیننے والا
غصب کا مقر ہو جیسا خانیہ میں ہے سائمہ ان جانوروں کو کہتے ہیں جنکو ... اکثر ایام سال میں باہر جنگل میں چرا کے دودھ اور بچہ لینے کی غرض سے
... چونکہ بعد غصب ... اسکو حاصل نہ ہوگا اسلیے ان ایام کی زکوٰۃ اسکو دینی نہ ہوگی کذا فی الطحطاوی ومدفون ببریۃ نسی مکانہ ثم تذکرہ ...
... اور نہیں زکوٰۃ اس مال میں جو جنگل میں مدفون ہو ... کی جگہ بھول گیا ہو پھر اسکو یاد کیا ہو کیونکہ جنگل محفوظ نہیں ... مال ...
... میں زکوٰۃ نہیں ہے ... لوگوں کے پاس ہو کیونکہ اس صورت میں ... نسیان کا غالب ہے اور اگر ... پہچان والوں کے پاس امانت ہو تو زکوٰۃ واجب
ہوگی بخلاف المدفون فی حرز بخلاف اس مال کے کہ کسی محفوظ جگہ میں مدفون ہو کہ اسپر زکوٰۃ واجب ہے [illegible]
... وجہ یہ ہے کہ سب گھر کھود کر ... سکتا ہے لیکن اگر مکان بہت بڑا ہو تو اسمیں دفن کیا ہوا مال ... جیسا ... واختلف فی المدفون فی کرم وارض
... زمین ... مملوکہ ... دفن ہو ... اسپر زکوٰۃ واجب بتاتے ہیں انکی دلیل یہ ہے کہ تمام زمین کا کھودنا ممکن ہے

اور بعد واجب نہیں کتے وہ یہ کہتے ہیں کہ سب زمین کا کھودنا دشوار ہے یا خالی وقت سے نہیں کذا فی الطحطاوی ودین کان جحدہ المدیون سنین ولا بینۃ

علیہ ثم صارت لہ بان اقر بعدہا عند قوم وقیدہ فی مصرف الخانیۃ بما اذا حلف علیہ عند القاضی اما قبلہ تجب لما مضی اور نہیں زکوٰۃ اُس قرض میں

جسکا قرضدار نے برسوں انکار کیا تھا اور مالک کے پاس اُسپر گواہ نہ تھے پھر اُسکے پاس گواہ ہوگئے اسطرح کہ قرضدار نے برسوں کے بعد لوگوں کے سامنے

قرض کا اقرار کر دیا اور زکوٰۃ کے واجب نہونے کو مقید کیا ہے خانیہ کے باب المصرف میں اس امر سے کہ قرضدار منکر نے قسم لیلی ہو قاضی کے محکمے میں اس

سے یہ نکلا کہ قسم لینے سے پیشتر اگر منکر اقرار کر دیگا تو گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ واجب ہوگی وما اخذ مصادرۃ ای ظلما ثم وصل الیہ بعد سنین لعدم النمو

اور نہیں زکوٰۃ اُس مال میں کہ بطور ڈانڈ کے زبردستی لیا جاسے پھر مالک کو بعد چند برس کے ملے بسبب نہ بڑھنے مال مذکور کے حموی طحطاوی نے کہا

کہ لعدم النمو علت ہے مال مفقود سے لیکر مال مصادرۃ تک کی یعنے ان مالوں میں وجہ زکوٰۃ کے واجب نہونے کی یہ ہے کہ مالک کسیطرح بڑھا نہیں سکتا

والاصل فیہ حدیث علی لا زکوٰۃ فی مال الضمار وہو ما لا یمکن الانتفاع بہ مع بقاء الملک اور اصل ایسے اموال کی زکوٰۃ کے نہونے میں حدیث حضرت

علی رضی اللہ عنہ کی ہے کہ زکوٰۃ نہیں مال ضمار میں اور ضمار وہ مال ہے کہ ملک تو مالک کی باقی رہے مگر اُس سے فائدہ لینا اُسکو ممکن نہو ولو کان الدین علی مقر ملی او علی

معسر او مفلس ای محکوم بافلاسہ او علی جاحد علیہ بینۃ وعن محمد لا زکوٰۃ وہو الصحیح ذکرہ ابن ملک وغیرہ لان البینۃ قد لا تقبل او علم بہ قاضی

سیجی ان المفتی بہ عدم القضاء بعلم القاضی فوصل الی ملکہ لزم زکوٰۃ ما مضی وسنفصل الدین فی زکوٰۃ المال اور اگر قرض ایک شخص کا کسی مقر

تو انگر نادہند پر ہو یا تنگدست پر یا دیوالیے پر یعنے جسکے مفلس ہونیکا حکم مشتہر ہوچکا ہو یا ایسے منکر پر قرض ہو کہ اُسپر گواہ ہوں یا اُس قرض کو قاضی

جانتا ہو پھر اسطرح کا قرض مالک کی ملک میں آپہونچے تو اُسپر گذشتہ برسوں کی زکوٰۃ لازم ہوگی شارح نے کہا کہ امام محمد سے یہ منقول ہے کہ منکر پر قرض

ہو تو باوجود گواہ ہونے کے اُسپر زکوٰۃ لازم نہوگی اور یہی قول صحیح ہے ذکر کیا ہے اُسکو ابن ملک اور دوسرے لوگوں نے کیونکہ گواہ بعض وقت مقبول

نہیں ہوتے تو اُنکا ہونا نہونا برابر ہوا اور آگے آویگا کہ مفتی بہ یہ ہے کہ اگر قاضی اپنے علم کے بموجب کسی معاملہ میں حکم کر دیگا تو اُسکا حکم صحیح نہوگا اور دین کی

تفصیل ہم مال کی زکوٰۃ کے بیان میں عنقریب ذکر کرینگے یعنے دین تین قسم ہے قوی اوسط ضعیف تو جو قرض ضعیف ہو اُسپر زکوٰۃ نہیں کذا فی الشامی وسبب لزوم

ادائہا توجہ الخطاب یعنی قولہ تعالیٰ آتوا الزکوٰۃ اور زکوٰۃ کے ادا کرنے کے لازم ہونیکا سبب استوجہ ہونا خطاب یعنی ارشاد خداوندی کا ہے کہ زکوٰۃ دو یعنی

جب آیت میں خطاب مکلفون پر بصیغہ امر دینے کے لیے ہے تو ادا کرنا اُسکا لازم ہے شامی نے کہا کہ یہ سبب حقیقی ہے اور پہلے جو ملک نصاب کو سبب کہا تھا

وہ مجازی تھا وشرطہ ای شرط افتراض ادائہا حولان الحول وہو فی ملکہ وثمنیۃ المال کالدراہم والدنانیر لتعینہما للتجارۃ باصل الخلقۃ فتلزم الزکوٰۃ

کیفما امسکہما ولو للنفقۃ او السوم بقیدہا الآتی او نیۃ التجارۃ فی العروض اور شرط اُسکی یعنے ادائے زکوٰۃ کے فرض ہونیکی گذر جانا برس کا ہے اسطرح کہ مال

مالک کی ملک میں رہے اور نیز ثمن ہونا مال کا نقد کی زکوٰۃ میں جیسے روپے اشرفیاں ہیں بسبب متعین ہونے ان دونوں کے تجارت کے لیے اصل پیدائش میں

تو لازم ہوگی ان دونوں پر زکوٰۃ جسطرح اُنکو روک رکھیگا اگرچہ خرچ روزمرہ کے لیے روپیہ یا اشرفیاں رکھ چھوڑے یا جنگل میں چرانے کی قید آئندہ کے ساتھ یعنی جانوروں کی

زکوٰۃ کے ادا میں جیسے برس کا گذرنا شرط ہے ویسے ہی جنگل میں چرنا بھی شرط ہے یا شرط ہے نیت تجارت اسباب کی زکوٰۃ کے باب میں ہم پہلے جو شرطیں عقل وغیرہ کی

مذکور ہوئیں وہ صاحب مال میں تھیں اور یہ شرطیں خود مال کی ہیں مگر کھیتیوں اور پھلوں کی زکوٰۃ میں برس کا گذرنا شرط نہیں کذا فی الشامی ما صریحا او دلالۃ

من مقارنتہا لعقد التجارۃ کما سیجی او دلالۃ بان یشتری عینا بعرض التجارۃ او یوجر دارہ التی للتجارۃ بعرض فتصیر للتجارۃ بلا نیۃ صریحا اور اسباب میں نیت

تجارت یا صراحۃ ہو اور ضرور ہو متصل ہونا اس نیت کا عقد تجارت سے چنانچہ آگے آویگا یعنے عقد کیوقت نیت کرلے کہ جو چیز میری ملک میں آتی ہے وہ

تجارت کی ہے تو اگر کوئی چیز گھر کے کام کو مول لے پھر نیت تجارت کی کرلے تو تجارت کی نہوگی چنانچہ آگے آتا ہے یا نیت تجارت دلالۃ ہو اسطرح کہ مول لے

[illegible] تک کہ [illegible] ہو [illegible] سفر [illegible]
[illegible] الشرح [illegible] نیت [illegible]
[illegible] مال کو [illegible] نیت تجارت [illegible]
منافع تجارت کے [illegible] اسلیے کہ [illegible] مال ہونے پر دلالت نیت مقارن [illegible]
نفقہ کی حاجت ہونی کذا فی [illegible] المستصفے [illegible]
ہونے نیت تجارت کی اس پیداوار [illegible] زمین عشری ہو یا خراجی یا بدلی ہوئی یا مانگی ہوئی زمین ہو [illegible]
یا بدلی ہوئی ہو تو [illegible] کرایہ اور عاریت کی صورت میں اسوقت نیت درست نہوگی کہ زمین عشری ہو کیونکہ کرایہ اور عاریت کی زمین [illegible]
کرایہ دار اور مانگنے والے کے ہونی ہو اسلیے اگر پیداوار میں زکوۃ بھی لازم ہو تو دو حق جمع ہو جاوینگے ہان اگر زمین کو خراجی ہو تو خراج مالک پر
ہو تا ہو اگر کرایہ دار اور مانگنے والا نیت تجارت پیداوار میں کرینگے تو درست ہو گی کیونکہ اس صورت میں دو حق جمع نہونگے خراج اور عشر [illegible]
زکوۃ دوسرے پر کذا فی الطحطاوی و شرط صحۃ اداۂا نیۃ مقارنۃ له ای للاداء ولو کانت المقارنۃ حکما کما لو دفع بلا نیۃ ثم نوی والمال قائم فی
ید الفقیر او نوی عند الدفع للوکیل ثم دفع الوکیل بلا نیۃ او دفعہا لذمی لیدفعها للفقراء جاز لان المعتبر نیۃ الامر و لذا لو قال ہذا تطوع او عن کفارتی
ثم نواہ عن الزکوۃ قبل دفع الوکیل صح اور صحت ادائے زکوۃ کی شرط وہ نیت ہو جو ادا کے ساتھ متصل ہو اگرچہ متصل ہونا حکما ہو مثلا زکوۃ بے نیت
دی پھر نیت کی اسوقت کہ مال فقیر کے پاس سلامت ہو یا ایک شخص کو ادائے زکوۃ کا وکیل کیا اور وکیل مذکور نے روپیہ دینے کے وقت نیت ادا
زکوۃ کی کر لی پھر وکیل نے بلانیت مستحقوں کو حوالہ کیا یا زکوۃ کسی ذمی کو دی اس غرض سے کہ وہ فقیروں کو دیدا لے تو درست ہو اسلیے کہ نیت
حکم کرنے والے کی ہو اور اسی وجہ سے اگر وکیل سے کہا کہ یہ صدقہ نفل ہو یا میرے کفارہ کی عوض ہو پھر پیشتر اس سے کہ وکیل وہ مال کسی کو دے نیت
کر لی کہ زکوۃ کی طرف سے ہو تو درست ہو معلوم ہوئے اگرچہ وکیل دینے کے وقت نیت صدقہ نفل یا کفارہ موکل کی کرے مگر جو کچھ موکل اسکے دینے سے
پیشتر نیت کر لیگا وہی معتبر ہو گی اور ذمی کے دینے کی مثال اسلیے لکھی تا کہ معلوم ہو کہ عبادت مالی میں کافر کی نیابت جائز ہو بخلاف حج کے کہ وہ مرکب ہو
عبادت بدنی اور مالی سے اسمین کافر کو وکیل کرنا درست نہین کذا فی الشامی ولو خلط زکوۃ موکلیہ ضمن وکان متبرعا الا اذا وکله الفقراء اور اگر وکیل
نے اپنے موکلوں کی زکوتین باہم خلط کر دین تو وکیل ضمان دیگا اور مال مخلوط اگر فقیروں کو دیدا لے گا تو اپنی طرف سے احسان کرنے والا ہوگا
موکلوں کی طرف سے زکوۃ ادا نہو گی مگر اس صورت میں کہ وکیل مذکور کو فقیروں نے مال زکوۃ لینے کو اپنی طرف سے وکیل کیا ہو ضمان وکیل
اس صورت میں ہو کہ مالکوں نے اذن خلط کا نہ دیا ہو اور اگر اذن دیا ہو صراحۃ یا دلالۃ اذن ہو اسطرح کہ مالکوں کو عام عرف کا ہو اور وکیل نے
تعرض کیا تو اس صورت میں خلط جائز ہو کذا فی الطحطاوی وللوکیل ان یدفع لولدہ الفقیر و زوجتہ لا لنفسہ الا اذا قال ربہا ضعہا حیث شئت اور وکیل
کو جائز ہو کہ زکوۃ دیوے اپنے لڑکے محتاج اور اپنی زوجہ محتاج کو نہیں جائز ہو رکھ لینا خود اپنے لیے مگر جس صورت میں کہ مالک نے کہدیا ہو کہ
صرف کر زکوۃ کو جس موقع پر تو چاہے تو اس صورت میں اگر وکیل مصرف زکوۃ ہو اور اپنے لیے رکھ لے تو جائز ہو ورنہ جائز نہین کذا فی الشامی
ولو تصدق بدراہم نفسہ اجزأ ان کان علی نیۃ الرجوع وکانت دراہم الموکل قائمۃ اور اگر وکیل نے خود اپنے روپے زکوۃ میں دیدیے تو کافی
ہی بشرطیکہ وکیل کی نیت ہو کہ موکل کے روپیوں میں سے انکے بدلے لونگا اور موکل کے روپیہ بھی اسکے پاس موجود ہوں تو اگر موکل کے روپیہ
اسکے پاس اٹھ گئے ہوں یا اسنے نیت اپنے روپیوں کا عوض لینے کی نہ کی ہو تو موکل کی طرف سے یہ دینا کافی نہ ہوگا کذا فی الشامی

او مقارنة بعزل ما وجب كله او بعضه ولا يخرج عن العهدة بالعزل بل بالاداء للفقراء یا نیت اداے زکوٰۃ متصل ہو زکوٰۃ واجب کے علیحدہ کرنے
سے خواہ کل واجب کے علیحدہ کرنے سے متصل ہو یا بعض کے اور مالدار بری الذمہ نہوگا زکوٰۃ کو علیحدہ کر دینے سے بلکہ فقیروں کو دینے کی جہت سے
ذمہ پاک ہوگا م یعنے اگر زکوٰۃ کا مال جو علیحدہ کیا تھا ضائع ہو جائیگا تو زکوٰۃ ساقط نہوگی او تصدق بكله الا اذا نوى نذرا او واجبا آخر فيصح ويضمن
الزکوٰۃ یا اداے زکوٰۃ کی صحت کے لیے شرط ہے کل مال کا خیرات کر دینا مگر جس صورت مین کہ اس خیرات سے نیت کرے کسی نذر کی یا کسی دوسرے
واجب کی تو یہ خیرات اُسکی نیت کے موافق درست ہو جائیگی اور زکوٰۃ کا ضمان دے ح طحطاوی نے کہا کہ تصدق کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر مال کو
بعد زکوٰۃ واجب ہونے کے کسی غنی کو ہبہ کر دیگا تب بھی زکوٰۃ ساقط نہوگی جیسے نذر مین اُٹھا ڈالنے سے ساقط نہین ہوتی ولو تصدق ببعضه لا تسقط
حصته عند الثاني خلافا للثالث اور اگر بعض مال صدقہ کر دیا تو اس صدقہ کیے ہوے کی زکوٰۃ ساقط نہوگی امام ابو یوسف رح کے نزدیک بخلاف امام
محمد رح کے کہ اُنکے نزدیک ساقط ہو جائیگی اور امام ابو حنیفہ اُس مسئلہ مین امام محمد رح کے ساتھ ہین تو یہی راجح معلوم ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی واطلقه
فيعم العين والدين حتى لو ابرء الفقير عن النصاب صح وتسقط عنه اور ماتن نے تصدق کو مطلق رکھا تو وہ عام ہے موجود چیز اور دوسرے کے ذمے دین کو یہانتک
کہ اگر فقیر کو بری کر دیا نصاب سے تو صحیح ہوگا ابراء اور زکوٰۃ اُسکے ذمے سے ساقط ہوگی م یعنے مثلاً زید کا قرض ذمہ عمرو کے بقدر نصاب ہے اور عمرو مفلس ہے زید نے
کہدیا کہ مین نے تجکو قرض معاف کیا تو یہ معاف کرنا بھی صحیح ہے اور زید کے ذمہ سے زکوٰۃ بھی اُس نصاب کی ساقط ہوگی واعلم ان اداء الدين عن الدين والعين عن
العين وعن الدين يجوز واداء الدين عن العين وعن دين سيقبض لا يجوز اور جاننا چاہیے کہ ادا کرنا دین کا بعوض دین کے اور ادا کرنا موجود چیز کا بدلہ
موجود کے اور بدلہ دین کے درست ہے اور ادا کرنا دین کا بدلے موجود چیز کے اور بدلے اُس دین کے جو عنقریب قبضے مین آویگا درست نہین م مراد دین
سے وہ مال زکوٰۃ ہے جو دوسرے کے ذمہ ہو اور عین سے یہ مراد ہے کہ اُسکی ملک مین قائم ہو نقد ہو یا اسباب تو اس مسئلہ کی چار صورتین ہین اسلیے کہ زکوٰۃ دو
حال سے خالی نہین یا دین ہوگی یا عین اور جس مال کی زکوٰۃ دینی منظور ہے وہ بھی یا دین ہوگا یا عین لیکن چونکہ مال دو طرح کا ہو سکتا ہے ایک وہ کہ قبضے مین
نہ آوے ساقط ہو جاے اور ایک وہ کہ بعد زکوٰۃ اُسکے قبضہ کرنے کا استحقاق رہے تو اب پانچ صورتین ہو گئین جنمین سے تین مین ادا درست ہے اور دو مین
ناجائز پہلی صورت زکوٰۃ دین کا ادا کرنا اُس مال دین سے کہ ساقط ہو جاے جسکی مثال اوپر گذری یعنی مدیون مفلس کو نصاب بالکل معاف کر دیا دوسرے
ادا کرنا زکوٰۃ عین کا مال موجود سے مثلاً نقد یا اسباب بقدر نصاب ہے انمین سے مقدار واجب کو دیڈالا تو ادا درست ہے سوم اداے زکوٰۃ عین مال
دین کے عوض مثلاً ایک شخص دو سو روپیہ کا مالک ہے مگر کسیکو قرض دے رکھے ہین تو اُنکی زکوٰۃ مین پانچ روپیہ اپنے پاس سے دیدیے تو یہ ادا درست ہوا
اور جن صورتون مین ناجائز ہے انمین سے اول یہ ہے کہ مال موجود کی زکوٰۃ مین دین کو دینا مثلاً ایک شخص کے پاس ۲۰۰ روپیہ موجود ہین اُنکی زکوٰۃ پانچ
روپیہ ہوے اور اُسکے ۵ روپے کسی مفلس پر آتے ہین تو اُن روپیون کو اس مال موجود کی زکوٰۃ مین مجرا دینا جائز نہین دوسری صورت یہ ہے کہ ادا
کرے دین کو اُس مال دین کے عوض جو عنقریب مقبوض ہوگا مثلاً حامد کے ڈیڑھ سو روپیہ محمود کے ذمے قرض ہین حامد نے اُسکو ۵۰ روپیے
معاف کر دیے تو ان ۵۰ کی زکوٰۃ بھی اُسکے ذمے سے ساقط ہوئی لیکن اگر یہ نیت کرے گا کہ سو جو باقی رہے اُنکی زکوٰۃ بھی انھین پچاس
مین آ جاوے تو یہ درست نہوگا کیونکہ جب سو اُسکے قبضہ مین آئینگے تو عین ہو جائینگے اور عین کی زکوٰۃ دین سے درست نہین کذا فی
الشامی بتصرف وحيلة الجواز ان يعطي مديونه الفقير زكوته ثم يأخذها عن دينه ولو امتنع المديون مد يده واخذها لكونه ظفر بجنس حقه فان
مانعه رفعه للقاضي اور جواز کا حیلہ یعنی مال موجود کی زکوٰۃ کو دین سے ادا کرنے کی تدبیر یہ ہے کہ اپنے قرضدار محتاج کو اپنی زکوٰۃ حوالہ کرے
پھر اُس زکوٰۃ کو عوض اپنے قرض کے اُس سے لے لے اور اگر وہ نہ دیوے تو ہاتھ بڑھا کر چھین لے کیونکہ اُسکو اُسکے حق کی جنس مل گئی

دو شخص ہے تو قرضدار کو لینا چاہیے کہ اپنے حق کی تحصیل کے لیے ہاتھ بڑھاوے تو جائز ہے اگر محتاج قرابت کرے تو مقروض کے پاس بھیجا ہے
اور دوسرا یہ ہے کہ فقیر کو ... ہو جائیگی ... زکوۃ ادا ہو جائیگی ...
ہو تو فقیر کو ثواب ... اور اشباہ میں ہے کہ حیلہ زکوۃ سے کفن دینے کا یہ ہے کہ زکوۃ کو کسی محتاج کی ملک کر دے پھر وہ
محتاج اس سے مردہ کو کفن دے تو اس صورت میں ثواب دونوں کو ہوگا اور ایسا ہی حیلہ ہے زکوۃ کو مسجد کی تعمیر میں لگانے کا پس لیکر وہ مسجد کی تعمیر
میں خرچ کرے اور اسکا پورا بیان اشباہ کے حیلوں کے بیان میں ہے اور یہ حیلہ ہے زکوۃ کے دینے کو شرح ... ملتقی میں ہے
... واختلف فی وجوبہا فقیل علی التراخی ... وقیل فوری ... واجب علی الفور ... کما فی البحر ...
اور ... زکوۃ ... اگر تاخیر کرے تو گنہگار ہوگا اور اسی کو صحیح کہا ہے ... اور ایک قول یہ ہے کہ اسکا فرض ہونا فوری ہے
یعنی اسی وقت ادا کرنا واجب ہے اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ شرح وہبانیہ میں ہے فیأثم بتاخیرہا بلا عذر وترد شہادتہ لان الامر بالصرف الی الفقیر
معہ قرینۃ الفور وہی انہ لدفع حاجتہ وہی معجلۃ فمتی لم تجب علی الفور لم یحصل المقصود من الایجاب ... ومثلہ فی الفتح پس گنہگار
ہوگا اور ادائے زکوۃ میں بدون عذر تاخیر کرنے سے اور اسکی گواہی مقبول نہوگی بسبب فاسق ہو جانے کے اسلیے کہ زکوۃ کو فقیر پر صرف کرنے کے
امر کے ساتھ علی الفور ہونے کا قرینہ موجود ہے اور وہ قرینہ یہ ہے کہ امر فقیر کے دینے کا اسکی حاجت کے دور کرنے کو ہے اور اسکی حاجت سرعت موجود
ہے اگر زکوۃ علی الفور واجب نہو تو زکوۃ کے واجب کرنے سے مقصود کامل طور پر حاصل نہوگا اور اسکا پورا بیان فتح القدیر میں ہے قولہ فی التجارۃ ما اشتری
مثلا اشتراہ لہا فلو اشتراہ بعد ذلک خدمتہ ثم نواہ للتجارۃ لا یصیر للتجارۃ وان نواہ لہا ما لم یبعہ بجنس ما فیہ الزکوۃ والفرق ان التجارۃ عمل فلا تتم
بمجرد النیۃ بخلاف ... لانہا ترک العمل فیتم بہا ... جو مال تجارت کے لیے ہو مثلا غلام کہ اسکو مول لیا ہو تجارت کے لیے اور بعد اسکے
نیت کر لی اس سے خدمت لینے کی تو مجرد نیت خدمت سے تجارت کا نہ رہیگا پھر جس مال کو استعمال کے لیے نیت کی وہ تجارت کا نہوگا اگرچہ اسکو
تجارت کے لیے نیت کرے جبتک کہ اسکو ایسے مال کے عوض نہ بیچڈالے جسمیں زکوۃ ہوتی ہے یعنی مثلا غلام خدمت کی نیت سے مول لیکر تجارت کی نیت کی
تو صرف نیت سے تجارت کا نہوگا جبتک اسکے عوض لیا مال نہ ہو جسمیں زکوۃ ہے اور فرق دونوں صورتوں میں یہ ہے کہ تجارت ایک عمل ہے تو صرف نیت سے
پورا عمل نہوگا بخلاف اول صورت یعنی خدمت کے کہ وہ ترک عمل ہے اور ترک عمل نیت سے بھی کامل ہو جاتا ہے قولہ بجنس ما فیہ الزکوۃ کی قید سے یہ صورت
نکلگئی کہ مثلا غلام مذکور کو بعد نیت تجارت اپنی زوجہ کے مہر میں دیدیا یا قصاص کی صلح میں دیدیا یا عورت نے خلع کے عوض میں حوالہ کیا تو ان صورتوں
میں زکوۃ اسپر نہ آویگی اور ترک عمل میں صرف نیت کافی ہے مثلا مقیم اور روزہ دار اور کافر میں صرف نیت کافی ہے کیونکہ اقامت ترک سفر کا نام ہے اور روزہ
ترک افطار کا اور کفر ترک اسلام کا اور انکے مقابل میں صرف نیت کافی نہیں مثلا صرف نیت سے مسافر نہوگا اور نہ افطار کرنیوالا اور نہ مسلمان
کذا فی الشامی وما اشتراہ لہا ای للتجارۃ کان لہا لمقارنۃ النیۃ لعقد التجارۃ لا ما ورثہ ونواہ لہا لعدم العقد الا اذا تصرف فیہ ای ناویا فتجب الزکوۃ
لاقتران النیۃ بالعمل ... والنقدین والسائمۃ ... لو ورث سائمۃ لزمہ زکوتہا بعد حول نواہ اولا اور جو مال کہ تجارت کیواسطے مول لیا وہ تجارت
ہی کا ہوگا بسبب متصل ہونے نیت کے عقد تجارت سے نہیں ہوگا تجارت کا وہ مال کہ اسکا وارث ہوا اور نیت کی تجارت کی بسبب نہونے عقد کے نیت
کے ملنے میں کوئی عقد معاوضہ نہیں کہ اسکے باعث سے نیت کا اعتبار ہو مگر جب مال وراثت میں تصرف کرے بہ نیت تجارت یعنی بیع کے وقت مثلا
نیت کرے کہ جسکا عوض تجارت کے لیے ہے تو اب زکوۃ واجب ہوگی بدل پر بعد گذرنے برس کے بسبب متصل ہونے نیت کے عمل سے مگر سونا چاندی
اور چرائی کا جانور اگر میراث میں ملے تو اسپر زکوۃ لازم ہے اسلیے کہ حاشیہ میں ہے کہ اگر سائمہ کا وارث ہوا تو اسکی زکوۃ اسپر لازم ہے برس گذرنے کے بعد نیت سوم

کی کرے یا نکرے ہم چاندی سونا چونکہ اصل خلقت کے لحاظ سے تجارت کے لیے متعین ہین اسلیے میراث مین پانے سے انپر زکوۃ ہوگی خواہ تجارت
کی نیت کرے یا نہین اور سائمہ مین چونکہ پہلے سے صفت سوم موجود تھی اسلیے اب وارث کی نیت کی حاجت نہین غرضکہ برس گذرنیکے بعد ان تینون
پر زکوۃ لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی و ما ملکہ بصنعہ کہبۃ او وصیۃ او نکاح او خلع او صلح عن قود قید بالقود لان العبد للتجارۃ اذا قتلہ عبد خطا
و دفع بہ کان المدفوع للتجارۃ خانیہ وکذا کل ما قوبض بہ مال التجارۃ فانہ یکون لہا بلا نیۃ کما مر ونحوہ لہا کان لہا عند الثانی والاصح انہ لا یکون
لہا بحر عن البدائع اور جس چیز کا مالک اپنے فعل سے ہو یعنی جو مال کہ قبول کرنے پر اسکا مالک ہونا موقوف ہو مال کا بدلہ مال سے نہو جیسے ہبہ مین یا
یا وصیت مین یا مہر نکاح مین یا خلع کے عوض مین یا صلح بعوض قصاص مین اور اس مال مین نیت تجارت کی کرلے تو یہ مال امام ابو یوسف کے
نزدیک تجارت کا ہوجائیگا اور صحیح تر یہ ہے کہ تجارت کے لیے نہوگا کیونکہ تجارت مال کا حاصل ہونا ہے مال کے عوض اور ان معاملات مین مال بدون مال
کے ہاتھ لگتا ہے تو تجارت کے لیے نہ ٹھہرا کذا فی البحر عن البدائع شارح نے کہا کہ ماتن نے صلح مین قود کی قید اسلیے لگائی کہ تجارت کے غلام کو اگر کوئی غلام
براہ خطا مار ڈالے اور مقتول کے عوض غلام قاتل مقتول کے مالک کو حوالہ کیا جائے تو یہ غلام تجارت کا ہوگا بدون نیت مالک کے کذا فی الخانیہ اور
اسیطرح جو چیز مال تجارت کے عوض قبضے مین آوے تو وہ بھی تجارت کے لیے ہوگی بدون نیت کے چنانچہ اوپر گذرا کہ مال تجارت کے عوض دوسری چیز لینے مین
نیت تجارت ولالۃ موجود ہے تو نیت جدید کی حاجت نہین وفی اوائل الاشباہ ولو قارنت النیۃ ما لیس بدل مال بمال لا تصح علی الاصح اور شرح
اشباہ مین ہے کہ جب نیت متصل ہو اس چیز سے کہ مال کا مبادلہ مال سے نہین تو یہ نیت درست نہوگی مذہب صحیح کے بموجب ہم اس قول کو شارح نے
اصح قول کی تائید کے لیے بیان کیا لا زکوۃ فی اللآلی والجواہر وان ساوت الفا اتفاقا الا ان تکون للتجارۃ نہین ہے زکوۃ موتیون اور جواہر مین اگرچہ
ہزار کی قیمت کے ہون بالاتفاق مگر اس صورت مین کہ موتی اور جواہر تجارت کے لیے ہون تو انپر زکوۃ ہوگی ہم جواہر سے مراد یاقوت زمرد وغیرہ ہین اور
انپر زکوۃ نہونے کی وجہ یہ ہے کہ اصل پیدائش مین یہ چیزین ثمن نہین کذا فی الطحطاوی والاصل ان ما عدا الحجرین والسوائم انما یزکی بنیۃ التجارۃ بشرط
عدم المانع المودی الی الثنی وشرط مقارنتہا لعقد التجارۃ وہو کسب المال بالمال بعقد شراء او اجارۃ او استقراض اور قاعدہ کلیہ زکوۃ کے ہونے
کا یہ ہے کہ جو مال سوائے چاندی اور سونے اور چرائی کے جانورون کے ہے اسپر زکوۃ جبھی ہوگی جب تجارت کی نیت ہو بشرط نہونے مانع کے جس سے
دوبارہ زکوۃ کی نوبت پہونچے اور بشرط متصل ہونے نیت کے عقد تجارت سے اور عقد تجارت حاصل کرنا مال کا ہے عوض مال کے بذریعہ خرید کے عقد
کے یا اجارہ کے یا قرض لینے کے ہم طحطاوی نے کہا کہ ثنی بکسر مثلثہ ونون مفتوح والف مقصورہ ایک برس مین دو بار صدقہ لینے کو کہتے ہین تو اگر زمین
عشری کو بہ نیت تجارت مول لے تو اسمین زکوۃ نہوگی کہ عشر اور زکوۃ دونون جمع ہوجائینگی فلو نوی التجارۃ بعد العقد او اشتری شیئا للقنیۃ ناویا
ان وجد ربحا باعہ لا زکوۃ علیہ کما لو نوی التجارۃ فیما خرج من ارضہ کما مر پس اگر نیت کی تجارت کی بعد عقد کے یا مول لی کوئی چیز گھر مین رکھنے
کو اس نیت سے کہ اگر نفع ملیگا تو بیچ دینگے تو اسپر زکوۃ نہین بوجہ نہ متصل ہونے نیت کے عقد تجارت سے جیسے اگر نیت کی اس پیداوار مین جو پیدا ہو
اسکی زمین عشری یا خراجی مین تو اسپر بھی زکوۃ نہوگی کیونکہ یہان مانع موجود ہے یعنے عشر اور خراج مانع زکوۃ ہین وکما لو شری ارضا خراجیۃ ناویا التجارۃ
او عشریۃ وزرعہا او بذرا للتجارۃ وزرعہ لا یکون للتجارۃ لقیام المانع اور جیسا کہ اگر خرید کرے کوئی زمین خراجی بہ نیت تجارت کے خواہ اسکو بووے
یا نہین یا زمین عشری مول لے اور اسکو بووے یا بیج مول لیا تجارت کے لیے پھر اسکو بو دیا تو ان صورتون مین پیداوار تجارت کے لیے نہوگا بسبب موجود ہونے
مانع کے ہم یعنی اول صورت مین خراج اسکے ذمے ہے بسبب مالک ہونے کے خواہ بو دے یا نہین اور دوسری صورت مین عشر بونے والے پر ہے تو اگر زمین
عشری کو بہ نیت تجارت لیکر نہ بوئیگا تو اسکی زکوۃ واجب ہوگی اور عشر نہ دینا پڑیگا بسبب نہونے پیداوار کے اور تیسری صورت مین اسوقت مال تجارت کا نہوگا

[illegible] تو زکوٰۃ واجب ہوگی کذا فی [illegible]

باب السائمۃ

یہ باب چرنے والے جانوروں کی زکوٰۃ کے بیان میں ہو الاسامۃ جو شرط [illegible] الدرر المنتقی ذکر السائمۃ [illegible] اکثر الا [illegible] السائمۃ التی تکتفی بالرعی فی اکثر الحول لو زکوٰۃ فی المبیع والقرآن و والسمن ایم القولی فتعلق الحاجۃ والذین زکوٰۃ فیہا الا [illegible] الحمل والرکوب

لانہا والتجارۃ و [illegible] التجارۃ صاحبین سائمہ ان جانوروں کو کہتے ہیں اور شرعی جو اکتفا کرے سال بھر چرائی پر یعنی جنگل میں اور گھر

دیا نہ پڑے اس قید کو شمنی نے ذکر کیا ہو اکتفا کرے اکثر سال میں واسطے قصد دودھ کے اور نسل یعنی بچہ لینے کے ذکر کیا ہو اسکو زیلعی نے اور محیط میں

اتنا اور زیادہ کیا ہو و نیز اونٹنی اور مثال بچے کے لیے تاکہ شامل ہو صرف بدون کوئی لیکن ہدایہ میں ہو کہ اگر چرایا سوائم کو نیت کے لیے تو ان میں زکوٰۃ

نہیں ہو ایسا ہی اگر چرایا لادنے یا سواری کے لیے اور اگر تجارت کے لیے چرایا تو ان میں زکوٰۃ تجارت کی ہو اور شاید کہ اہل متون نے اس قید کو

اس لیے نہیں ذکر کیا کہ دونوں حکموں کی تصریح کرچکے ہیں ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ جس مال کی نیت تجارت کی ہو اس میں زکوٰۃ ہو اور مال کا لفظ

حیوانات کو بھی شامل ہو اور سوائم جو حمل اور رکوب کے لیے ہوں ان میں زکوٰۃ نہیں ہو قال الشامی فلو علفہا نصفہ لاتکون سائمۃ فلا زکوٰۃ فیہا

للشک فی الموجب پس اگر گھاس کھلایا جانوروں کو آدھے برس یعنی گھر پہ باندھ کر تو سائمہ نہوگی اور اسلیے زکوٰۃ بھی نہیں ہوگی کیونکہ موجب زکوٰۃ

یعنی سوم مشکوک ہو ہم پہلے جانوروں میں زکوٰۃ بشرط سوم ہوتی ہو تو جب نصف برس اپنی گرہ سے گھاس کھلایا تو سوم میں شک پڑ گیا و یبطل

حول زکوٰۃ التجارۃ بجعلہا للسوم لان زکوٰۃ السوائم و زکوٰۃ التجارۃ تختلفان قدرا و سببا فلا یبنی حول احدہما علی الآخر اور زکوٰۃ تجارت کا برس باطل

ہوجاتا ہو انکے سائمہ کرنے سے کیونکہ زکوٰۃ سوائم کی اور زکوٰۃ تجارت کی مختلف ہیں مقدار میں اور سبب میں تو ایک کا برس دوسرے کے برس پر

مبنی نہیں ہوسکتا ہم اس مسئلہ کی صورت یہ ہو کہ ایک شخص کے پاس تجارت کے مواشی ہیں چند روز بعد آئندہ انکو دودھ اور نسل کے لیے چرنے

چھوڑ دیا تو اب سال زکوٰۃ چرائی کے دن سے شروع ہوگا پہلے دن سال میں محسوب نہونگے کیونکہ زکوٰۃ تجارت کی مقدار چالیسواں حصہ ہو

اور سوائم کی زکوٰۃ جانور دینا پڑتا ہو اور دونوں زکوٰتوں کا سبب بھی مختلف ہو کہ تجارت میں نصاب مالی کا مالک ہونا سبب ہو اور سوائم

میں معدودین کا مالک ہونا کذا فی الطحطاوی فلو اشتری لہا ای للتجارۃ ثم جعلہا سائمۃ اعتبر اول الحول من وقت الجعل للسوم کما لو باع

السائمۃ فی وسط الحول او قبلہ بیوم بجنسہا او بغیر جنسہا او بنقد و لا نقد عندہ او بعروض و نوی بہا التجارۃ فانہ یستقبل حولا آخر جوہرہ و فیہا

لیس فی سوائم الوقف و الخیل المسبلۃ زکوٰۃ لعدم المالک و لا فی المواشی العمی و لا مقطوعۃ القوائم لانہا لیست سائمۃ پس اگر خریدا مواشی

کو تجارت کے لیے پھر چھوڑ دیا چرائی پر تو معتبر ہوگا اول سال جس وقت سے چرائی پر کیا ایسا ہی اگر بیچ دیا سوائم کو برس کے اندر یا برس پورا ہونے

سے ایک دن پہلے بدلے انکے جنس کے یا غیر جنس کے یا بدلے نقد کے اور نقد اسکے پاس موجود نہیں یا بیچا بدلے اسباب کے اور نیت کرلی

اسباب میں تجارت کی تو ان سب صورتوں میں نئے سرے سے برس شروع ہوگا کذا فی الجوہرہ اور اسمیں یہ بھی ہو کہ وقفی مواشی میں

زکوٰۃ نہیں اور نہ گھوڑوں میں جو فی سبیل اللہ کیے گئے بسبب نہونے مالک کے اور نہ اندھے مواشی میں اور نہ پاؤں کٹوں میں کیونکہ

وہ سائمہ نہیں ہم نقد پاس نہونے کی قید اسلیے لگائی کہ اگر اسکے پاس نقد نصاب ہوگی تو قیمت سوائم کی اسکے ساتھ ملاکر زکوٰۃ دینی ہوگی

نقد حال کے لیے نیا برس مقرر نہ کیا جائیگا اور بہتر یہ تھا کہ شارح لا نصاب عندہ کہتا تاکہ شامل ہوتا ہر طرح کے مبادلے یعنی جنسی اور

غیر جنسی کو اور گھوڑوں پہ صاحبین کے نزدیک بالکل زکوٰۃ نہیں اور ظہیریہ میں لکھا ہو کہ اندھے مواشی میں دو روایتیں ہیں اور

صاحبین کے نزدیک واجب ہی اور بحر الرائق مین بھی واجب لکھا ہی قالہ الشامی

باب

یہ باب ہی اونٹون کی زکوٰۃ کے بیان مین ہم طحطاوی نے کہا کہ لفظ باب تنوین کے ساتھ ہی اور اسکی خبر محذوف ہی نصاب الابل بکسر الباء وتسکن مونثۃ لا واحد لہا من لفظہا والنسبۃ الیہا ابلی بفتح الباء سمیت بہ لانہا تبول علے افخاذہا نصاب اونٹون کے پانچ ہین شارح نے کہا ابل بے کے کسرہ کے ساتھ ہی اور کبھی ساکن بھی کیجاتی ہی مونث مستعمل ہی اسکا واحد اس لفظ سے نہین آتا اور یاے نسبت لگانے سے ب کو فتح ہوجاتا ہی اور اونٹ کو ابل اسلیے کہتے ہین کہ رانون پر پیشاب کرتا ہی ہم یعنے ابل اور بول مین اشتقاق کبیر ہی اور وہ یہ ہی کہ اکثر حروف مین اشتراک ہو اور معنون مین مناسبت طحطاوی نے کہا کہ نصاب الابل مبتدا ہی اور خمس اسکی خبر خمس فیوخذ من کل خمس منہا الی خمس وعشرین بخت جمع بختی وہو الہ سنامان منسوب الے بخت نصر لانہ اول من جمع بین العربی والعجمی فولد منہما ولد فسمی بختیا وعراب شاۃ وما بین النصابین عفو نصاب اونٹون کے پانچ ہین پس لیجاوے ہر ایک پانچ پانچ سے پچیس تک ایک بکری خواہ اونٹ بختی ہون یا عربی شارح نے کہا کہ بخت جمع بختی کی ہی اور بختی دو کوہان والے اونٹ کو کہتے ہین منسوب ہی بخت نصر کیطرف اسلیے کہ اول اُسنے عربی اور عجمی اونٹون کو جمع کرکے نسل حاصل کی تھی اسلیے وہ بختی نسل کہلائی اور مابین ہر دو نصاب کے عفو ہی ہم یعنے جیسے پانچ پر ایک بکری ہی چھ سات پر بھی وہی ایک بکری ہی نو تک اور دس پر دو بکریان تو پانچ سے زیادہ اور دس سے کم پر کچھ زکوٰۃ نہین وہ معاف ہین وفیہا ای الخمس وعشرین بنت مخاض وہے التی طعنت فی السنۃ الثانیۃ وسمیت بہ لان امہا غالبا تکون مخاضا ای حاملا باخری اور اسمین یعنے پچیس اونٹون مین بنت مخاض ہی اور بنت مخاض وہ شتر مادہ ہی جسکو دوسرا برس لگا ہو یہ اُسکا نام اسلیے ہوا کہ مخاض کے معنی حاملہ کے ہین اور دوسرے برس اُسکی ماں اکثر حاملہ ہوتی ہی دوسرے بچے کی وفے ست وثلثین اسلے خمس واربعین بنت لبون وہی التی طعنت فی الثالثۃ لان امہا تکون ذات لبن لاخری غالبا اور چھتیس اونٹون مین پینتالیس تک بنت لبون ہی اور بنت لبون وہ اونٹنی ہی جسکو تیسرا برس لگا ہو اور اُسکے لفظی معنی ہین دودھ والی کا بچہ اسلیے کہ اُسکی ماں اکثر اس مدت مین دوسرا بچہ جنکر دودھ والی ہوتی ہی وفے ست واربعین الے ستین حقۃ بکسر وہی التی طعنت فے الرابعۃ وحق رکوبہا اور چھیالیس مین ساٹھ تک حقہ ہی حاے حطی کے کسرے اور حقہ وہ اونٹنی ہی جسکو چوتھا برس شروع ہوا ہو اور لائق ہوئی ہو سواری کے وفی احدی وستین الے خمس وسبعین جذعۃ بفتح الذال المعجمۃ وہی التی طعنت فی الخامسۃ لانہا تجذع اے تقلع اسنان اللبن اور اکسٹھ مین پچھتر تک جذعہ ہی ذال معجمہ کے فتح سے یعنے وہ اونٹنی جو پانچوین مین لگی ہو اور اُسکے لفظی معنی ہین توڑنیوالی تو جذعہ اسلیے نام ہوا کہ دودھ کے دانت اس عمر مین توڑتی ہی وفی ست وسبعین الے تسعین بنتا لبون وفی احدی وتسعین حقتان الے مائۃ وعشرین کذا کتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والی بکر رضی اللہ عنہ اور چھتر مین نوّے تک دو بنت لبون اور اکانوے مین حقہ ایک سو بیس تک ہی مکاتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا م لفظ کتب مصدر مضاف ہی اور بعض نسخون مین الی ابی بکر ہی یعنے کتابت رسول اللہ کی جو پہونچی طرف ابی بکر کے کیونکہ زکوٰۃ کا نامہ حضرت نے قریب وفات کے لکھوایا تھا اور جاری ہونے کی نوبت نہ آئی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا اس نامے کے موافق حضرت ابوبکر نے تعمیل کی اور شارح نے اس جملے کو بیان درج کیا آخر کلام مین نہین لکھا اسواسطے کہ بعد اسکے روایات مین کچھ اختلاف ہی اور ایکسو بیس تک اتفاق ہی مگر وہ جو حضرت مرتضی علی سے منقول ہی کہ پچیس پر پانچ بکریان بھی جائز ہین کذا فی الشامی ثم تستانف الفریضۃ عندنا فیوخذ فے کل خمس شاۃ مع الحقتین ثم فے کل مائۃ

خمس واربعین بنت مخاض وحقتان ثم فی کل مائۃ وخمسین ثلث حقاق یعنی ازسرنو زکوٰۃ کا حساب کیا جاوے یہانتک کہ ایک سو
پچپن پر ایک بکری مع دونوں حقوں کے پھر ایکسو پینتالیس میں بنت مخاض اور دو حقے پھر ایک سو پچاس میں تین حقے امام شافعی اور احمد کے نزدیک
جب ایک سو بیس پر ایک زیادہ ہو تو اسمیں تین بنت لبون ایک سو تیس تک اور ایکسو تیس میں ایک حقہ اور دو بنت لبون پھر ہر چالیس میں بنت
لبون اور ہر پچاس میں حقہ اور امام مالک سے دونوں قول منقول ہیں ایک جانب مذہب کے موافق اور دوسرا امام شافعی کے موافق کذا فی الفتح
ثم تستانف الفریضۃ بعد المائۃ والخمسین یعنی فی کل خمس شاۃ مع ثلث حقاق ثم فی کل خمس وعشرین بنت مخاض مع الحقاق ثم فی ست
وثلثین بنت لبون معہن ثم فی مائۃ وست وتسعین اربع حقاق الی مائتین پھر استیناف کیا جاوے زکوٰۃ مفروضہ کا بعد ڈیڑھ سو کے یعنی
ہر پانچ میں ایک بکری مع تین حقوں کے پھر پچیس میں بنت مخاض مع تین حقوں کے پھر چھتیس میں بنت لبون مع حقوں مذکور کے جب ایکسو
چھیانوے میں چار حقے دو سو تک ہم ماتن کے قول ثم فی کل خمس وعشرین سے لفظ کل حذف کرنا چاہیے کہ خلاف مقصود ہے کیونکہ لفظ کل تکرار کو
مقتضی ہے کہ اگر یہ عدد مکرر ہو دو بار یا تین بار تو بھی واجب لازم ہو حالانکہ یہ مراد نہیں ہے اور ایسے ہی ثم فی کل مائۃ وخمس واربعین ہے اون موقع
میں بجائے ثم کے واو مناسب ہے کیونکہ استیناف نہیں ہے بلکہ تتمہ پہلے استیناف کا ہے کذا فی الشامی اسلیے مترجم نے لفظ کل کا ترجمہ دونوں جگہ نہیں کیا
ثم تستانف الفریضۃ بعد المائتین ابدا کما تستانف فی الخمسین التی بعد المائۃ والخمسین حتی یجب فی کل خمسین حقۃ پھر ازسرنو زکوٰۃ
کا حساب شروع کیا جاوے دو سو کے بعد ہمیشہ اسطرح جیسے ڈیڑھ سو کے بعد پچاس میں کیا جاتا ہے یہانتک کہ واجب ہو ہر پچاس میں ایک حقہ
ہم مراد یہ ہے کہ جب زیادہ ہوں دو سو پر پانچ اونٹ تو انمیں ایک بکری اور چار حقے یا پانچ بنت لبون اور دو سو دس میں دو بکریاں چار حقے اور
دو سو پندرہ میں تین بکریاں چار حقے اور دو سو بیس میں چار بکریاں چار حقے پھر جب دو سو پچیس ہوں تو انمیں ایک بنت مخاض اور چار حقے دو سو پینتیس تک
اور دو سو چھتیس میں بنت لبون مع چار حقوں کے ہے دو سو پینتالیس تک پھر دو سو چھیالیس میں پانچ حقے دو سو پچاس تک پھر استیناف اسیطرح
کیا جاوے یہانتک کہ دو سو چھیانوے میں چھ حقے ہوں تین سو تک کذا فی الشامی والبحر وذکور الابل الا بالقیمۃ للاناث بخلاف البقر والغنم
فان المالک مخیر اور نہیں کافی نر اونٹ مگر بحساب قیمت مادہ کے یعنی مادہ کی قیمت زیادہ ہے اونٹوں میں بخلاف گائے بکری کے کہ ان دونوں
میں مالک کو اختیار ہے چاہے نر دے چاہے مادہ

باب زکوٰۃ البقر

یہ باب ہے زکوٰۃ گائے بیل کا من البقر بالسکون وہو الشق سمی بہ لانہ یشق الارض کالثور لانہ یثیر الارض ومفردہ بقرۃ والتاء للوحدۃ لقولہ بقرۃ بفتحتین
مشتق ہے بقر ساکن الاوسط سے جسکے معنی چیرنے کے ہیں اور وجہ تسمیہ یہ ہے کہ زمین کو پھاڑتا ہے جیسا اسکو ثور بھی کہتے ہیں اسلیے کہ زمین کو ادھیڑتا ہے
یعنی لائق زراعت کے کرتا ہے اور مفرد بقر کا بقرہ ہے اور ت تانیث کی نہیں ہے بلکہ وحدت کی ہے نصاب البقر والجاموس ولو متولدا من
وحشی واہلیۃ بخلاف عکسہ ووحشی بقر وغنم وغیرہا فانہ لا یعد فی النصاب ثلثون سائمۃ غیر مشترکۃ گائے کی جنس کی نصاب تیس عدد ہیں جنگل کے
چرنیوالے کہ مشترک نہوں شارح نے کہا اگرچہ وحشی نر اور اہلی مادہ سے پیدا ہوے ہوں بخلاف اسکے کہ مادہ جنگلی ہو اور نر اہلی اور بخلاف جنگلی گائے اور بکری
کے کیونکہ یہ نصاب میں شمار نہیں کیے جاتے اسلیے کہ جانوروں میں اعتبار مادہ کا ہے نر کا اعتبار نہیں ہم غیر مشترک کی قید اسلیے لگائی کہ اگر تیس مال
مشترک ہونگے تو انپر زکوٰۃ نہوگی کیونکہ ہر ایک کا حصہ نصاب سے کم ہوگا کذا فی الشامی وفیہا تبیع لانہ یتبع امہ ذو سنۃ کاملۃ وتبیعۃ انثاہ اور
تیس گائے میں جو دوسرے برس رونہ کا بچھڑا یا بچھڑی واجب ہے اسکو تبیع اسلیے کہتے ہیں کہ تبیع کے لفظی معنے میں ساتھ رہنے والا اور یہ بھی اپنی

مان کے ساتھ رہتا ہو ہم کا لۃ کی قید اسواسطے بڑھائی کہ بعض علمانے لکھا ہو کہ دوسری برس مین لگا ہو پس جب ایک برس کا پورا ہوگا تو دوسرے
برس خواہی نخواہی شروع ہوجاویگا کذا فی الشامی وفی اربعین مسن ذو سنتین او مسنۃ اور چالیس مین پورے دو برس کا نر یا مادہ جو مسن
سکے معنی دانت والا اور اسکو مسن اسلیے کہتے ہین کہ اس مدت مین دودھ کے دانت ٹوٹنے شروع ہوتے ہین اور نئے دانت نکلتے ہین وفیما زاد علی
الاربعین بحسابہ فی ظاہر الروایۃ عن الامام وعنہ لاشئ فیما زاد الے ستین اور جو زیادہ ہو چالیس سے اسی حساب سے زکوۃ بھی لیجاویگی مثلاً
یعنے اگر ایک زیادہ ہو تو چالیسوان حصہ ایک مسنہ کا اور دو مین بیسوان حصہ یہ مذہب ہی امام صاحب کا موافق ظاہر الروایت کے اور ایک روایت
امام صاحب سے یہ ہی کہ زیادہ مین کچھ نہین لازم آتا ساٹھ تک ففیہا ضعف ما فی ثلثین پس ساٹھ مین دونا اسکا ہی جو تیس مین لازم آتا ہی یعنے
دو تبیع وہو قولہما والثلثۃ وعلیہ الفتوے بحر عن الینابیع وتصحیح القدوری اور یہی ہی قول صاحبین کا اور باقی تینون امامون کا اور اسی پر فتوی
ہی کذا فی البحر ناقلاً عن الینابیع وتصحیح القدوری ثم فی کل ثلثین تبیع وفی کل اربعین مسنۃ الا اذا تداخلا کمائۃ وعشرین فتخیر بین اربع
اتبعۃ وثلث مسنات وہکذا پھر ہر تیس مین ایک تبیع اور ہر چالیس مین ایک مسنہ مگر اس صورت مین کہ دونون یعنے تبیع اور مسنہ متداخل ہون
جیسے ایک سو بیس کہ مالک مختار ہی چاہے چار تبیعہ دیوے چاہے تین مسنہ وعلی ہذا القیاس یعنے دو سو چالیس مین آٹھ تبیعہ یا چھ مسنہ قال الشامی
م متداخل سے یہ مراد ہی کہ ایسا عدد ہو جو تیس اور چالیس دونون پر پورا تقسیم ہوتا ہو تو تیس کے حساب سے چاہے تبیع دے چاہے چالیس کے
حساب سے مسنہ دے

باب زکوۃ الغنم

یہ باب ہی زکوۃ بھیڑ بکری کے بیان مین مشتق من الغنیمۃ لانہ لیس لہ آلۃ الدفاع فکانت غنیمۃ لکل طالب غنم بفتحتین مشتق ہی غنیمت سے اور
وجہ تسمیہ یہ ہی کہ غنم کے پاس ایسا اوزار نہین جس سے طالب کو ہٹا سکے پس گویا ہر طالب کے لیے غنیمت ہی اور سینگون کا عدم وجود برابر ہی
کیونکہ انسے مدافعت نہین کرسکتی نصابہا الغنم ضانا او معزا فانہما سواء فی تکمیل النصاب والاضحیۃ والربوا لا فی اداء الواجب والایمان اربعون وفیہا
شاۃ تعم الذکور والاناث نصاب غنم کی بھیڑ ہو یا بکری چالیس ہین اور چالیس مین زکوۃ ایک بکری ہی نر ہو یا مادہ شارح نے کہا کہ غنم بھیڑ بکری دونون
کو شامل ہی اسلیے کہ دونون برابر ہین نصاب کے پورا کرنے اور قربانی اور سود مین نہ اداے واجب مین اور قسمون مین مثلاً اگر آدہی بھیڑ
بکری ملکر چالیس ہون تو زکوۃ لازم ہوگی اگرچہ اکیلے کی پوری نصاب نہو اور سود مین اسطرح کہ اگر بھیڑی کا گوشت بدلے بکری کے گوشت کے زیادہ کم
بیچے تو حرام ہی اور اداے واجب اور قسم مین برابر نہین یعنے اگر کسی کے پاس چالیس بھیڑیان ہون تو اسپر ایک بھیڑی واجب ہوگی اس سے بکری
نہین لے سکتے یا کسی نے قسم کھائی کہ بھیڑی کا گوشت نہ کھاؤنگا تو بکری کا گوشت کھانے سے حانث نہوگا کذا فی الشامی وفی مائۃ واحدی
وعشرین شاتان وفی مائتین وواحدۃ ثلث شیاہ وفی اربع مائۃ اربع شیاہ وما بینہما عفو اور ایک سو اکیس مین دو بکریان اور
دو سو ایک مین تین بکریان اور چار سو مین چار بکریان اور ایک نصاب سے دوسرے نصاب تک جو عدد ہین وہ معاف ہین یعنے چالیس سے
جو زاید ہو ایک سو بیس تک اسمین کچھ نہین بشرطیکہ مالک ایک ہی ہو اور اگر تین مالک ہین تو تین بکریان لیجاوینگی ہر شخص سے ایک بکری ہی مگر جو
کہ اگر ایک سو بیس بکریان ایک شخص کی ہین تو ساعی کو نہین پہونچتا کہ انکو متفرق کرکے ہر چالیس پر ایک ایک بکری لے لے اور اگر چالیس بکریان دو
آدمی کی ہین تو انمین سے کسی پر زکوۃ نہین ہی اور ساعی کو نہین جائز کہ انکو جمع کرکے انپر زکوۃ لے لے اسلیے کہ ہر ایک کا حصہ نصاب سے کم ہی
کذا فی الشامی ثم بعد بلوغہا اربع مائۃ فی کل مائۃ شاۃ الے غیر النہایۃ پھر جب بکریان چار سو ہوگئین تو ہر سیکڑے پیچھے ایک بکری ہی بے انتہا تک

[illegible] الاشی من الحیوان [illegible] الاجماع [illegible] محمد [illegible]

[illegible] ذکرہ الکمال [illegible]

[illegible] سب [illegible] بچے [illegible]

[illegible] روایت [illegible]

[illegible] قول [illegible] ذکر کیا ہے اسکو کمال نے [illegible]

[illegible] پانچ برس کا [illegible] ایک برس کا [illegible]

[illegible] سائمۃ [illegible] القدوری [illegible] ثم عند الامام [illegible] والصاحب [illegible] الاصح [illegible]

[illegible] صاحبین کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الخانیۃ وغیرہا اور طحطاوی نے کہا کہ یہی پسندیدہ ہے [illegible]

[illegible] فتح القدیر میں قول امام کو ترجیح دی ہے اور صاحبین کی دلیل سے جواب دیا الهدایۃ [illegible]

[illegible] اور یہ قول باعتبار بحث کے قوی ہے جیسا تجرید [illegible] اسکے شاہد ہیں کذا فی الشامی [illegible]

[illegible] زکوۃ [illegible] کوئی نصاب بھی اسکے لیے مقرر ہے یا نہیں تو بعضوں نے تین اور بعضوں نے پانچ کہے ہیں لیکن اصح یہ ہے کہ کوئی نصاب

[illegible] وتمیر سائمۃ احترازا عن [illegible] للتجارۃ فقولها فلا کلام لانها من العروض [illegible]

[illegible] کہ تجارت کے نہوں پس اگر تجارت کے ہوں تو کچھ کلام نہیں زکوۃ کے واجب ہونے میں

کیونکہ وہ [illegible] اسباب کے ہیں [illegible] والعلوفۃ [illegible] للتجارۃ اور نہیں زکوۃ کام کرنیوالے جانوروں یعنی کھیتی کے بیل وغیرہ

میں اور [illegible] جانوروں میں زکوۃ ہے جب تک گھر والے جانور تجارت کے نہوں [illegible] قید تجارت کی نہیں [illegible]

[illegible] تجارت کے لیے نہیں ہو سکتے اگرچہ نیت بھی کرے اسلیے کہ حاجت اصلی میں مشغول ہیں کذا فی الشامی [illegible]

[illegible] البقرۃ وصورتہ ان یموت کل الکبار ویتم الحول [illegible] اور نہیں ہے زکوۃ بچوں میں خواہ

بکری کے ہوں یا [illegible] گائے کے اور مسئلہ کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ سب بڑے مر جاویں اور بچے باقی رہیں اور پھر برس گذر جاوے ہم بچوں پر

امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک زکوۃ نہیں واجب ہوتی اور امام ابو یوسف کے نزدیک انھیں میں سے ایک ادا کرے جاننا چاہیے کہ تعدد کے

[illegible] نصاب میں [illegible] امام ابو یوسف کے نزدیک ضروری ہے اور پچیس سے کم میں بالاتفاق کچھ لازم نہیں ہوتا [illegible] قول [illegible]

[illegible] الشامی [illegible] وجب ذلک لو احد ولو ناقصا فلو جید الیلزم الوسط [illegible] یعنی بچوں میں زکوۃ نہیں [illegible]

[illegible] ایک ہی [illegible] زکوۃ میں [illegible] واجب ہے اگرچہ ناقص ہو پس اگر وہ اول قسم کا ہے تو وسط لازم ہوگا اور اگر [illegible]

[illegible] کے ہلاک ہو جاوے تو زکوۃ ساقط ہو جاتی ہے یعنی طرفین کے نزدیک اور امام ابو یوسف کے نزدیک ایک بچے کے [illegible] لازم

[illegible] کیونکہ بڑے کے [illegible] ایک جز یعنی چالیسواں حصہ ساقط ہو گیا قال الشامی ولو تعدد الواجب وجب الکبار فقط ولا یکمل من الصغار

[illegible] الثانی اور اگر زکوۃ واجب متعدد ہو تو صرف بڑے ہی دیے جاویں اور چھوٹوں سے لا کر پورا کرنے کی حاجت نہیں بخلاف قول

ابو یوسف کے [illegible] بیان اسکا یہ ہے کہ جب کسی شخص کے پاس دو مسنہ اور ایک سو انتیس بکری کے بچے ہوں تو اس صورت میں واجب دو مسنہ

ہیں بالاتفاق اور اگر ایک مسنہ ہو اور ایک سو بیس بچے ہوں تو طرفین کے نزدیک ایک مسنہ لازم آتا ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک

ایک مسنہ اور ایک بچہ اور اسی طرح اگر ہوویں اکتھہ گاے کے بچے اور ایک تبیع کذا فی الشامی ولا فی عفو وهو ما بين النصب فی کل الاموال
اور نہیں زکوۃ اس عدد مین جو عفو ہی اور عفو وہ عدد ہی کہ درمیان دو نصابون کے ہو تمام قسم کے اموال مین ہم شیخین رح کا قول ہی یعنے واجب
بمقابلۂ نصاب کے ہی نہ عفو کے اور امام محمد رح اور زفر کہتے ہین کہ واجب بمقابلۂ کل عدد کے ہی اور نتیجہ خلاف اس صورت مین ظاہر ہوتا ہی کہ ایک
شخص کے پاس نو اونٹ ہین اور چار ہلاک ہوگئے تو شیخین رح کے نزدیک ایک بکری پوری لازم آویگی اور امام رح کے نزدیک ۵/۹ ایک بکری کے
لازم آوینگی اور چار نوین حصہ ساقط ہوجاوینگے قالہ الشامی وخصاہ بالسوائم اور صاحبین نے عفو کو خاص کیا ہی سوائم مین یعنی النقود مین ہم اسواسطے
کہ نقود مین جو دوسو درم سے زیادہ ہو صاحبین کے نزدیک معاف نہین ہی بلکہ چالیسوان حصہ کل کا لازم ہوتا ہی بخلاف امام اعظم رح کے کہ انکے
نزدیک بعد دوسو درہم کے جو زیادہ ہو وہ عفو ہی جب دوسو کے اوپر چالیس درہم زیادہ ہون تو ایک درہم زیادہ لازم آویگا یعنے چھ درم
ہوجاوینگے الغرض درم کی کسر امام صاحب کے نزدیک معاف ہی کذا فی الشامی ولا فی ہالک بعد وجوبها ومنع الساعی فی الاصح لتعلقها بالعین
لا بالذمة وان ہلک بعضه سقط حظه اور جو مال ہلاک ہوگیا ہو بعد وجوب زکوۃ کے اور منع کرنے ساعی کے اسمین زکوۃ نہین اصح مذہب پر یعنے
اگر برس گذر گیا اور ساعی نے طلب کیا اور مال والے نے انکار کیا یہانتک کہ مال ہلاک ہوگیا تو صحیح یہ ہی کہ زکوۃ ساقط ہوگئی کیونکہ زکوۃ معین
چیز سے علاقہ رکھتی ہی نہ ذمہ سے قالہ الشامی اور اگر بعض مال ہلاک ہوگیا تو اسی قدر کی زکوۃ ساقط ہوگئی ویصرف الہالک الی العفو
اولا ثم الی نصاب یلیه ثم وثم اور جو مال ہلاک ہوا وہ پہلے عفو کی طرف لگایا جاویگا پھر اس نصاب کی طرف جو اسکے متصل ہی پھر اسی طرح
اس نصاب کی طرف جو اس سے نیچے ہی ہم یعنے اگر مثلاً کسی شخص کے پاس تین نصابین اور کچھ شئ زائد ہو کہ نصاب کو نہ پہونچتی ہو پھر اسمین سے
کچھ ہلاک ہوجاوے تو وہ اولا عفو مین سے سمجھا جاویگا پھر جو زاید تھا اگر سب ہلاک ہوگیا تو وہی تین نصابون کی زکوۃ اسکے ذمہ واجب ہوگی
اور اگر زیادہ ہلاک ہوگیا تو یہ منصرف ہوگا اس نصاب کی طرف جو اسکے قریب ہی یعنے تیسری نصاب کے اور صرف دو نصابون کی زکوۃ
دیگا اور یہی حال ہی اگر نصاب اول تک ہلاک پہونچے کذا قالہ الشامی بخلاف المستہلک بعد الحول لوجود التعدی منه ومنه
مالو حبسها عن العلف او الماء حتی ہلکت فیضمن بدائع بخلاف اس صورت کے کہ قصداً ہلاک کردے بعد برس گذرنے کے کیونکہ تعدی اسکی
طرف سے پائی گئی اور تعدی مین شمار کیا جاویگا اگر جانورون کو گھاس یا پانی نہ دیا اور باندھ رکھا یہانتک کہ ہلاک ہوگئے پس زکوۃ کا
ضمان دیگا بدائع والتوی بعد القرض والاعارة واستبدال مال التجارة بمال التجارة ہلاک وبغیر مال التجارة والسائمة بالسائمة استہلاک
اور گم ہونا مال کا بعد قرض دینے کے یا عاریت کے یا بدلنے مال کے بدلے مال کے ہلاک شمار کیا جاتا ہی اور بدلنا مال کا اور کسی چیز کے ساتھ
سواے مال تجارت کے یا سائمہ کا بدلے سائمہ کے بمنزلہ استہلاک کے ہی ہم حکم نقود کا حکم مال تجارت کا ہی یعنے مثلاً کسی شخص کے پاس ہزار درہم
ہین پھر اسکے بدلے ایک غلام تجارت کا مول لیا یا اور کچھ اسباب تجارت کا خریدا پھر وہ ہلاک ہوگیا تو زکوۃ ساقط ہوگئی اور اگر غلام خدمت کا
خریدا تو ساقط نہین ہوتی اور بہتر یہ ہی کہ لفظ بالسائمة ساقط کر دیا جاوے تاکہ شامل ہو استبدال سائمہ کو غیر سائمہ سے درم ہون یا عروض کیونکہ
زکوۃ متعلق ہوتی ہی عین کے ساتھ اولا اور بالذات اور عین بدل گیا پس جب ہلاک ہوگیا عین یعنے سائمہ بدلا ہوا تو واجب ہوگی زکوۃ اور
پوشیدہ نہ رہے کہ یہ اسوقت ہی کہ بعد برس کے استبدال کرتا ہو لیکن جب برس کے اندر استبدال کر لیا تو جب تک اس عوض پر برس
نگذریگا زکوۃ واجب نہوگی یا یہ کہ اسکے پاس ان دراہم ثمن کے سوا اور دراہم ہون تو انکے ساتھ ملا کر سب کی زکوۃ دے کذا فی الشامی
وجاز دفع القیمة فی زکوة وعشر وخراج وفطرة ونذر وکفارة غیر الاعتاق وتعتبر القیمة یوم الوجوب وقالا یوم الاداء وفی السوائم یوم الاداء

جائز ہو یعنی ... قیمت ادا کرنا زکوٰۃ میں اور عشر میں اور خراج میں اور صدقہ فطر میں اور نذر میں اور کفارہ غیر اعتاق میں جائز ہے سوائے ... ادا کرنے
میں ... قیمت دینی اگرچہ ... جب ہی ہے کہ ... اسی سبب سے مثلاً تین بکریاں ... جو قیمت میں چار بکریوں ... کے برابر ہون ...
اور ... جائز ہے لیکن نصاب کی ... جب ... کے بدلے ... دیوے تو انکی قیمت معتبر ہے ...
ہے ... گیہوں کے ایک ... درہم ... بدلے پانچ درہم ... کے دیئے جائز ہیں ... اگر غیر جنس ... قیمت ...
... اور قیمت ... معتبر ... وقت وجوب زکوٰۃ کے ہے اور صاحبین ... کے نزدیک اس دن کی جس دن ادا کرتا ہے اور ...
کی قیمت معتبر ہوگی ... السائمۃ الذی ... فیہ ... المال ... اور مال کی قیمت وہان کی ... جس جگہ ...
... اور اگر ... جنگل میں ہو تو جو شہر وہان سے قریب ہو کذا فی الفتح اور اگر ایک غلام کو کسی شہر میں بھیجا تجارت کے لیے تو اسکی قیمت اس شہر کی
معتبر ہوگی نہ مالک کے شہر کی تجبر ... المصدق لا یاخذ الا الوسط وھو اعلی الادنی وادنی الاعلی ولو کلہ جیدا اخذ الجید ... زکوٰۃ لینے والا لیوے
اگر اوسط اور ... اوسط وہ ہو کہ اعلی سے کم درجہ کی ہو اور ادنی سے زیادہ درجہ کی ہو اور اگر سب اعلی قسم کی ہون تو اعلی ہی لیوے ... اگر ...
واجب ... ہو ... جانور ... سے اچھی چھانٹ کر نہ لیوے اور نہ سب سے بُری لیوے ... المصدق وکذا ان وجب ...
وجب ... من فضل ... المالک الادنی مع الفضل جبر ... الساعی لانہ ... بالقیمۃ او دفع الاعلی ورد الفضل بالجبر لانہ ...
ھو الصحیح سراج اور اگر زکوٰۃ کے مال میں مصدق اس عمر کا سائمہ نہ پاوے جو زکوٰۃ میں واجب ہوا ہے اور یہی حکم ہے اگر اس عمر کا یا اس صفت کا مال ...
موجود ہو پس قیاس ... کی ... تو مالک ادا کرے ادنے درجہ کا مع زیادتی کے ... مصدق ... ادا ... قیمت ...
کا ادا کرے اور زیادتی واپس کر لے بغیر جبر کے اسلیے کہ اس صورت میں مصدق مشتری ہے پس اسکی رضامندی ضرور ہے یہی صحیح ہے کذا فی ...
او دفع القیمۃ ولو دفع ثلث شیاہ سمان عن اربع وسط جاز یا مالک قیمت دیوے اور اگر تین بکریاں فربہ بدلے چار اوسط بکریون کے دیئے
تب بھی جائز ہے ... المستفاد ولو بھبۃ او ارث وسط الحول یضم الی نصاب من جنسہ فیزکیہ بحول الاصل اور جو مال درمیان برس کے ...
ہو اگرچہ بذریعہ ہبہ کے ہو یا وراثت کے وہ ملایا جاوے اسکے جنس کی نصاب کے ساتھ پھر اسکی زکوٰۃ دیجاوے اصلی نصاب کے برس کی تمامی پر ...
سوائم میں بچون کا پیدا ہونا درمیان سال کے اور تجارت کے مال میں نفع کا ہونا سب کا یہی حکم ہے جو مذکور ہوا بشرطیکہ اسکے پاس پہلی نصاب پوری ہو
اور اگر پہلی نصاب پوری نہ ہو تو جس وقت سے بچون یا مال مستفاد کے نصاب پوری ہوا اس وقت سے برس پورا کر کے بعد زکوٰۃ واجب ہوگی ...
اس صورت کے کہ شروع سال میں نصاب پوری ہو پھر بیچ میں ناقص ہو گئی پھر سال تمام پر پوری ہو گئی تو اس بیچ کے نقصان کا اعتبار نہیں
ہمارے نزدیک اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اصل کی بقا ضرور ہے یہان تک کہ اگر اصل نصاب ضائع ہو گئی تو مستفاد کا برس نئے سرے
شمار کیا جاویگا پھر اگر ایک روز پہلے بھی اصل نصاب میں سے کچھ ہاتھ آوے تو کل کی زکوٰۃ مستفاد سمیت دیوے ولو ادی زکوٰۃ نقدہ ثم اشتری
سائمۃ لا تضم اور اگر اپنے نقد کی زکوٰۃ دے کر اسکے بدلے سوائم خرید کرے تو یہ سوائم ملائے نجاوینگے صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص
کے پاس کچھ سوائم اور کچھ نقد مال ہے اسنے بعد ادائے زکوٰۃ نقد کے اسکے بھی سوائم خرید لیے تو ان نو خرید سوائم کو پہلے سوائم میں نہ ملایا جاویگا
بلکہ انکا برس نیا ہوگا امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک ملانا چاہیے اور ایسے ہی اگر سائمہ کی زکوٰۃ دے کر نقد کے بدلے
بیچا بر خلاف اسکے کہ اگر ادا کیا عشر غلہ یا زمین کا یا صدقہ فطر غلام کا پھر اسکو بیچ ڈالا تو قیمتیں بالاتفاق اصلی نصاب نقد کے ساتھ ملائی جاوینگی
اور فرق امام صاحب کے نزدیک یہ ہے کہ ثمن سائمہ کا مال زکوٰۃ کا بدل ہے اور بدل کو حکم مبدل منہ کا ہوتا ہے پس اگر ملایا جاتا تو تکرار زکوٰۃ

کا لازم آویگا ولو له نصابان مما لم يضم احدهما كثمن سائمة مزكاة والف درهم وورث الفا ضمت الى اقربهما حولا وربح كل يضم اليه اصله اور اگر اسکے پاس دو نصاب ایسے ہین کہ نہین ملائی جاتین جیسے ثمن سائمہ زکوٰۃ دی ہوئی کا اور ہزار درم اور وراثت مین ملے اسکو ایک ہزار تو ہزار وراثت کے اسکے ساتھ ملائے جاوینگے جسکا عنقریب برس پورا ہونے والا ہو اسلیے کہ ملانے مین تو دونون برابر ہین مگر قربت کی جہت سے قریب کو ترجیح ہو اور اسمین فقیرون کا فائدہ ہو کذا فی الشامی اور فائدہ ہر ایک کا اسکی اصل کے ساتھ ملایا جاوے یعنی اگرچہ اسکا برس پورا ہونے مین دیر ہو کیونکہ فائدہ اپنی اصل کے تابع ہو اور یہی حکم ہو بچے کا سوائم مین اخذ البغاة والسلاطين الجابرة زكوٰة الاموال الظاهرة كالسوائم والعشر والخراج لا اعادة على اربابها ان صرف الماخوذ فی محله الاتی ذکره والا يصرف فيه فعليهم فيما بينهم وبين الله اعادة غير الخراج لانهم مصارفه اگر باغیون نے اور ظالم بادشاہون نے اموال ظاہری کی زکوٰۃ لی جیسے سوائم اور عشر اور خراج پس مالکون کے ذمے دوبارہ دینا لازم نہوگا بشرطیکہ انھون نے اسکو صرف کیا ہو صرف کے موقع پر جسکا بیان باب المصرف مین آویگا یعنے فقیرون وغیرہ کو دیا ہو اور اگر اپنے موقع پر صرف نہین کیا تو مال والون کے ذمے دیانت کی راہ سے پھیر دینا لازم ہو سوا‌ے خراج کے کہ اسکا اعادہ لازم نہین اسلیے کہ وے لوگ خراج کے مصرف ہین کیونکہ خراج حق مقاتلین کا ہو اور اہل بغی اہل حرب سے مقابلہ کرتے ہین ہم مال ظاہری وہ کہلاتا ہو جسکی زکوٰۃ حاکم اہل اسلام لیتا ہو یا جو مال عشر لینے والے کے سامنے آوے واختلف فی الاموال الباطنة ففی الولوالجية وشرح الوهبانية المفتی به عدم الاجزاء اور اختلاف ہو اموال باطنیہ مین پس ولوالجیہ مین اور شرح وہبانیہ مین ہو کہ مفتی بہ عدم کفایت ہو ہم مال باطن نقود اور اسباب تجارت کو کہتے ہین یعنی اگر مال باطن کی زکوٰۃ باغیون نے لے لی تو فتوے اسپر ہو کہ مالک کی طرف سے کافی نہوگی اسکو پھر سے ادا کرنی چاہیے مگر یہ شرط ہو کہ عاشر کے سامنے نہ لیگئی ہو ورنہ مال ظاہر کی زکوٰۃ کا حکم ہوگا اور شارح کے کلام سے مفہوم ہوتا ہو کہ اموال ظاہری مین اختلاف نہین ہو حالانکہ انمین بھی اختلاف ہو اور تفصیل اسکی شامی مین ہو وفی المبسوط الاصح الصحة اذا نوی بالدفع لظلمة زماننا الصدقة عليهم لانهم بما عليهم من التبعات فقراء حتى افتى امير بلخ بالصيام لكفارة عن يمينه اور مبسوط مین ہو کہ اصح یہ ہو کہ درست ہو یعنی مالک پر دوبارہ دینا لازم نہین جبکہ مال باطنی کی زکوٰۃ باغیون اور ظالمون نے لے لی ہو بشرطیکہ نیت کرے ظالمون کے دینے سے انکے اوپر صدقہ کرنے کی اسواسطے کہ وہ لوگ فقیر ہین بسبب ان حقوق کے جو انکے پیچھے لگے ہین اور اسواسطے فتوے دیا گیا امیر بلخ کا کفارہ یمین مین کہ روزے رکھے ہم امیر بلخ یعنی موسے بن عیسے بن ہامان خراسان کے والی نے محمد بن سلمہ سے سوال کیا اپنے قسم کے کفارہ دینے سے پس محمد بن سلمہ نے روزے رکھنے کا فتوے دیا حالانکہ کفارہ قسم دس مسکینون کا کھانا یا کپڑا دینے کا یا بردہ آزاد کرنے کا ہو اور جب یہ امور میسر نہون تو روزہ رکھنے کا حکم ہو مگر چونکہ امیر مذکور کے پاس مال موجود لوگون کے حقوق سے زائد نہ تھا اسلیے اسکو فقیر بے دسترس تصور کیا گیا فتح القدیر مین ہو کہ اس تقدیر پر اگر کسی نے وصیت کی کہ ثلث مال اسکا فقرا کو دیا جاوے پھر وہ دیا گیا سلطان ظالم کو تو اسکی وصیت ادا ہوگئی ولو اخذها الساعی جبرا لم تقع زكوٰة لكونها بلا اختيار ولكن يجبر بالحبس ليودی بنفسه لان الاكراه لا ينافی الاختيار اور اگر لے لیا مصدق نے زکوٰۃ کو جبر تو زکوٰۃ نہوگی کیونکہ اسمین اختیار نہوا اور زکوٰۃ دینے مین نیت اور اختیار ضروری ہو لیکن مالک مال کا قید کیا جاوے تاکہ خود بذاتہ ادا کرے اسواسطے کہ دباؤ دینا اختیار کے منافی نہین ہم مختصر کرخی مین ہو کہ اگر امام نے صدقہ جبر لیکر مصرف مین صرف کیا تو کفایت کرتا ہو اسلیے کہ امام کو ولایت اخذ مال کی ہو پس اسکا لینا مالک کے دینے کے قائم مقام ہو گیا بحر الرائق مین ہو کہ مفتی بہ تفصیل ہو یعنے اگر اموال ظاہری مین سے لیا ہو تو فرض ادا ہو جاتا ہے اسواسطے کہ سلطان کو اور اسکے نائب کو ولایت اخذ مال کی ہو اور اگر اموال باطنی مین سے بزور لے لیا ہو تو ساقط

[illegible] ولو خلط السلطان المال المغصوب بماله ملكه فتجب الزكوة [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] الا اذا كان له مال غير ما استهلكه بالخلط [illegible]

[illegible] زکوۃ واجب ہوگا اس صورت میں کہ اسکے پاس ہو [illegible]

ادا کیا ہو تا [illegible] ورنہ زکوۃ نہیں لازم آویگی جیسا اس صورت میں کہ کل مال خبیث ہو کذا فی النہر [illegible]

[illegible] جب خبیث مال نصاب کو پہنچ جاوے تو زکوۃ لازم نہ ہوگی کیونکہ [illegible] مال کو تمام تصدق کرنا واجب ہے [illegible]

[illegible] وفي شرح الوهبانية عن البزازية انما يكفر اذا تصدق بالحرام القطعي [illegible]

ثم اتصدق [illegible] ليس بحرام قطعي لاستهلاكه بالخلط [illegible]

[illegible] حلال جانتے ہیں لیکن جب سب ایک سے [illegible]

انکو ملا دیا پھر سب کو [illegible] کافر نہ ہوگا کیونکہ یہ [illegible] حرام قطعی نہیں اسلیے کہ خلط کی وجہ سے گویا اسنے انکو ہلاک کر دیا اور بوجہ وجوب

ضمان اسکا مالک ہوگیا [illegible] صرف عدم کفر پر اختصار کیا اس میں اشارہ ہے کہ مال مخلوط میں تصرف کرنا بدون ادائے ضمان کے جائز نہیں [illegible]

اس وجہ سے مالک ہوگیا ظہیریہ میں ہے کہ کسی شخص نے مال حرام میں سے کسی فقیر کو کچھ دیا ثواب کی توقع سے تو کافر ہوا اور اگر فقیر جانتا ہو اور دعا دی

اور دینے والا آمین کہی تو دونوں کافر ہوگئے اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ اگر غیر شخص آمین کہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسکا حال بھی یہی ہے [illegible]

اس سے ناقض ہیں اور یہاں [illegible] شارح نے حرام قطعی کی قید لگا کر گویا ظہیریہ کے کلام کو مقید کر دیا اور [illegible] کر دیا کہ مراد حرام سے

حرام قطعی ہے جس میں کافر ہوتا ہے کذا فی الشامی ولو عجل ذو نصاب زكوته لسنين او لنصب صح لوجود السبب وكذا لو عجل عشر زرعه

او ثمره بعد الخروج قبل الادراك. اور مالک نصاب والا زکوۃ پیشگی چند سال کی ادا کرے یا چند نصابوں کی زکوۃ ادا کرے تو درست ہے کیونکہ

سبب زکوۃ یعنے نصاب موجود ہے اور ایسا ہی اگر عشر کھیتی کا یا ثمار کا پیشگی ادا کر دے نکلنے کے بعد پکنے سے پہلے تو درست ہے مثلاً کسی کے

پاس تین سو درہم ہیں اور اسنے دو سو درہم کی زکوۃ سو درہم بیس برس کے لیے ادا کیے تو درست ہے یا یہ کہ سو درہم ادا کیے بہ نیت دو سو

درم نصاب موجودہ و ۱۹ نصاب غیر موجود کے پھر اس برس میں وے نصاب اسکے پاس موجود ہوگئیں تو درست ہے اور اگر اس برس میں

موجود نہوئیں تو زکوۃ علحدہ ضرور ہے اور وہ سو درہم زکوۃ نصاب موجود کی یعنے دو سو درم کی بیس برس کے لیے ہوجاوینگے جیسا بحر میں

ہے کذا فی الشامی واختلف فيه قبل النبات وخروج الثمرة والاظهر الجواز وكذا لو عجل خراج راسه وتمامه في النهر اور اختلاف ہے اس

صورت میں کہ پیشگی دے پہلے کھیتی اگنے سے اور پھل نکلنے سے اور ظاہر یہ ہے کہ جائز ہے اور ایسے ہی اگر خراج جو سر اسم ذمیوں پر لگایا جاتا ہے

اپنی طرف سے کئی برس کا پیشگی ادا کرے تو جائز ہی اور اسکا پورا بیان نہر الفائق مین ہی ہم قہستانی مین کہا کہ ایسے ہی تعجیل خراج زمین کی چند سال کے لیے جائز ہی قولہ وکذا لو عجل معطوف ہی ولو عجل ذو نصاب پر وان وصلیہ الیسر الفقیر قبل تمام الحول او مات او ارتد وذلک لان المعتبر کونہ مصرفا وقت الصرف الیہ لا بعدہ یعنے نصاب کا پیشگی ادا کرنا جائز ہی اگرچہ فقیر قبل پورا کرنے برس کے تو انگر ہو جاوے یا مرجاوے یا مرتد ہو جاوے اسلیے کہ فقیر کا مصرف ہونا اُسوقت معتبر ہی جب زکوۃ اُسکو دیجائے دینے کے بعد کا اعتبار نہین ولو غرس فی ارض الخراج کرما فلم تیم الکرم کان علیہ خراج الزرع مجمع الفتاوی اور اگر خراجی زمین مین انگور بوئے تو جب تک انگور پورے نہون اُسکے ذمہ خراج کھیتی کا لازم ہوگا اسلیے کہ انگور بونے کی وجہ سے زمین زرعی کو گویا معطل کردیا تو کھیتی کا خراج واجب ہوا یہانتک کہ انگور پھل لاوے اُسوقت خراج انگور کا اُسکے ذمہ ہوگا اور کھیتی کا خراج فی جریب ایک صاع اور ایک درم ہی اور انگور کا خراج دس درم ہین اور یہ مسئلہ عشر و خراج کے مسائل مین چاہیے یہان تبعًا ذکر کردیا ہی کذا فی الشامی ولا شی فی مال صبی تغلبی بفتح اللام وبکسرہ نسبۃ لبنی تغلب بکسرہا قوم من نصاری العرب وعلی المرأۃ ما علی الرجل منہم لان الصلح وقع منہم کذلک اور نہین ہی زکوۃ تغلبی لڑکون کے مال مین تغلبی بفتح لام اور کسرہ بھی جائز ہی منسوب ہی بنی تغلب کیطرف لام کے کسرہ سے کہ ایک قوم ہی عرب کے نصارے مین سے اور اُنکی عورتون پر بھی اُسی قدر لازم ہی جسقدر اُنکے مردون پر یعنے نصف العشر اور اُنکے لڑکون کے مال مین زکوۃ نہین گر عشر لیا جاتا ہی دونا مسلمان کے لڑکون کی نسبت اسواسطے کہ تغلبیون سے اسی طرح صلح ٹھہری تھی ویوخذ فی زکوۃ السائمۃ الوسط لا الھرم ولا الکرائم اور سوائم کی زکوۃ مین اوسط لیا جاوے نہ بڈھا نہ بہت اُٹھا اور اسکا ذکر پہلے ہو چکا یعنے نہ دودھ پلاتی لیجاوے نہ گابھن نہ دانہ خوری کی نہ وہ کہ گلہ مین نسل کے لیے رہتا ہی ولا توخذ من ترکتہ بغیر وصیۃ لفقد شرطہا وہو النیۃ وان اوصی بہا اعتبرت من الثلث الا ان یجیز الورثۃ اور زکوۃ نہ لیجاوے ترکہ میت سے بدون اُسکی وصیت کے کیونکہ شرط زکوۃ کی نیت ہی اور وہ معدوم ہی اور اگر میت وصیت کر کے مرا ہو تو تہائی سے معتبر ہوگی نہ کل مال سے مگر یہ کہ وارث کل مال سے دینا جائز رکھین وحولہا ای الزکوۃ قمری بحر عن القنیۃ لا شمسی وسیجی الفرق فی العنین اور اداے زکوۃ مین جو سال معتبر ہی وہ قمری ہی نقل کیا ہی بحر مین قنیہ سے نہ سال شمسی اور انمین فرق باب العنین مین آویگا یعنے سال قمری ۳۵۴ روز کچھ اوپر ہی اور سال شمسی اسی سے گیارہ روز زیادہ ہی شک انہ ادی الزکوۃ اولا یودیہا لان وقتہا العمر اشباہ مالدار کو شک ہوا کہ زکوۃ ادا کی یا نہین تو اُسکو ادا کرے اسلیے کہ زکوۃ کا وقت تمام عمر ہی کوئی وقت مقرر نہین کہ بعد اُسکے قضا کہلاوے کذا فی الاشباہ ہم بحر مین واقعات سے منقول ہی کہ فرق ہی انمین اور نماز کے شک مین وقت گذرنے کے بعد اور یہان کے مسئلہ کی نظیر یہ ہی کہ نماز کا وقت موجود ہی اور مصلی کو شک ہوا کہ نماز پڑھی یا نہین تو اس صورت مین اعادہ لازم ہی

باب زکوۃ المال

یہ باب ہی زکوۃ مال کے بیان مین ال فیہ للمعہود فی حدیث ہاتوا ربع عشر اموالکم فان المراد بہ غیر السائمۃ لان زکوتہا غیر مقدرۃ بہا ال فی المال زکوۃ المال مین عہد کا ہی ایما اس مال کیطرف کہ حدیث شریف مین ہاتوا ربع عشر اموالکم مین مذکور ہی اور وہان مراد مال سے غیر سائمہ ہی سوائم کہ سوائم مین زکوۃ چالیسوان حصہ مقرر نہین ہی ہم یہ جواب ہی اسکا کہ کہتے ہین مال وہ ہی جس سے تو انگری حاصل ہو پس شامل ہوگا سوائم کو بھی اور اس سوال کا جواب اسطرح بھی دیا گیا ہی کہ مراد مال سے مال عرفی ہی اور عرفًا نقد اور اسباب کو مال کہتے ہین نہ سوائم کو کذا فی الشامی نصاب الذہب عشرون مثقالا والفضۃ مائتا درہم کل عشرۃ دراہم وزن سبعۃ مثاقیل والدینار عشرون قیراطا والدرہم اربعۃ عشر قیراطا والقیراط خمس شعیرات فیکون الدرہم الشرعی

مثقال کا فتویٰ ہو وہی درم ہم نے سنت درہم ہے کی نصاب بیس مثقال ہو اور چاندی کی دو سو درہم ہو دس درہم بوزن سات مثقال کے ہوتے
ہیں قیراط کا ہوا اور درہم چودہ قیراط کا اور قیراط پانچ جو کا تو درہم شرعی اس حساب سے ستر جو کا ہوا اور مثقال سو جو کا بس مثقال ساڑھے
ہوتے ہیں اور تین حصہ درم کا ہوا تو نصاب سونے کی بیس مثقال یعنے ساڑھے سات تولہ وزن دہلی ہوا اور نصاب چاندی کی دو سو درہم یعنی باون تولہ
ہیں دو روپیے کے حساب سے روپیہ انگریزی اور وہ دو روپیہ کا حساب ہے اور روپیہ یعنی قریب قریب حساب کے اشرفی یا اور یعنی اشرفی
اور وزن مہرہ شاہی روپیہ کا ہوا اور جاننا چاہیے کہ درم حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مختلف تھے یعنے دس مثقال کے دس درم یعنے چھ مثقال
یعنے پانچ کے دس درم حضرت عمرؓ نے سب کو جمع کر کے وزن ساوی اکال لیا تو سات مثقال کے دس درم ٹھیرے اور شامی میں ہے یاد رکھو
ہو وتیل یعنے نیٰ ابن الہد بونہم نے منقرضہ متفرقات البیوع اور یہ بھی کہا ہے کہ ہر شہر میں اُسکے وزن کے موافق فتویٰ دیا جاوے اور متفرقات جہت میں
اسکی تحقیق آ وےگی ہم شامی میں لکھا ہو اس فتوے کو تسلیم کیا ہے ولوالجیہ میں اور اسی کو لیا ہے سرخسی نے اور پسند کیا ہے مجتبیٰ اور جمع النوازل اور عیون المسائل
اور خانیہ اور فتح القدیر میں جیسا اسکے بعد میں کہتا ہوں کہ درم رائج الوقت کمتر ہونا چاہیے اس درم سے جو حضرت کے وقت میں کم ہے وزن کا
رائج تھا یعنے وزن سبعہ کا لیکن جمہور کا قول یہ ہے کہ درم چودہ قیراط کا ہوا اور اسپر کتب متقدمین و متاخرین متفق ہیں اور بحر میں ہے درم کی تحقیق کی ہے اسکو
زکوٰۃ سے کچھ علاقہ نہیں بلکہ عقود سے متعلق ہے یعنے عرف میں کونسا درم مراد ہوتا ہے جب مطلق بولیں والمعتبر وزنهما اداءً ووجوبًا لا قيمتهما اور زکوٰۃ
کے نصاب میں معتبر وزن سونے چاندی کا ہے باعتبار ادا کے اور وجوب کے نہ قیمت ان دونوں کی ہم شلا اگر برتن چاندی کا سو درم کے وزن کا
کسی شخص کے پاس ہوا اور خوبی ساخت کے اعتبار سے اسکی قیمت دو سو درم کی ہو تو اسپر زکوٰۃ نہ آوےگی جب تک وزن پورا دو سو درم کا نہو ولازم
مبتدا فی مضروب کل منهما ومعموله ولو تبرًا او حليًا مطلقًا مباح الاستعمال اولا ولو للتجمل والنفقة لانهما خلقا اثمانا فيزكيهما كيف كانا اللازم مبتدا
اسکی خبر آگے آتی ہے ربع عشر یعنے چالیسواں حصہ لازم ہے اس مال میں جو سونے چاندی کا سکہ ہو جیسے درم دینار روپیہ اشرفی یا ان سے کچھ بنا ہو
جیسے برتن یا تلوار کی کوتھی یا گلام اگرچہ سونے یا چاندی کی ڈلی ہو یا زیور بنا یا گیا ہو ہر حال میں یعنی اسکا استعمال مباح ہو یا نہو اگرچہ آرائش کے
لیے یا نفقہ کے لیے رکھا ہو اسلیے کہ سونا چاندی بحسب خلقت ثمنیت کے لیے موضوع ہیں تو اسکے اوپر زکوٰۃ ہر صورت میں ہوگی وفی عرض تجارة
قيمته نصابا الجملة صفة عرض وهو هنا ما ليس بنقد وما عدم صحة النية في نحو الارض الخراجية فلقيام المانع كما قدمنا لا لان الارض ليست من العرض
فتنبه اور چالیسواں حصہ لازم ہے اسباب تجارت میں جسکی قیمت نصاب کو پہونچی ہو شارح نے کہا کہ یہ جملہ صفت ہے عرض کی اور عرض سے مراد
یہ ہے کہ نقد نہو اور زمین خراجی میں جو نیت تجارت کی صحیح نہیں ہے وہ بسبب مانع کے ہے جیسا پہلے گذر چکا یعنے تکرار زکوٰۃ کا لازم آتا ہے اس بابت
سے کہ زمین پر اطلاق عرض کا نہیں ہوتا اس بات کو سمجھ لو من ذهب او ورق اے فضة مضروبة فافاد ان التقويم انما يكون بالمسكوك عملا
بالعرف من ذہب او ورق بیان ہے نصاب کا یعنی اسباب تجارت کی قیمت نصاب ہو سونے مضروب یا چاندی سکہ لگی ہوئی سے تو اس
سے معلوم ہوا کہ قیمت کرنا بجز سکہ کے دوسری چیز سے نہیں ہوتا کیونکہ یہی متعارف ہے مقوما باحدهما ان استويا فلو احدهما اروج تعين التقويم به
قیمت کی گئی ہو نصاب مذکور انمیں سے کسی ایک سے اگر دونوں برابر ہوں یعنے چلن میں پس اگر ایک رواج میں زائد ہو تو قیمت کرنے
کے لیے وہی متعین ہوگا ولو بلغ باحدهما نصابا دون الاخر تعين ما يبلغ به اور اگر پہونچے ایک کے ساتھ قیمت کرنے سے نصاب کو نہ دوسرے
کے ساتھ تو جسکے اعتبار سے نصاب کو پہونچے وہی متعین ہے قیمت کے تقرر کے لیے مثلا مال تجارت کی قیمت اگر چاندی سے کی جاتی ہے تو ساڑھے
باون تولہ کا ہوا ... ہونے سے کرنے میں ... تو قیمت چاندی سے ... بلغ باحدهما نصابا ... [illegible]

اقل قومہ بالانفع للفقیر سراج اور اگر پہونچے سونے چاندی مین سے ایک کے ساتھ تقویم کرنے سے نصاب اور خمس نصاب کو اور دوسرے کے
ساتھ قیمت کرنے سے کمتر کو تو انکو تقویم کرین اُسکے ساتھ جو فقیرون کے حق مین نافع ہو کذا فی السراج م یعنے اگر دراہم کے ساتھ قیمت کرین تو دو سو چالیس
درہم ہون اور دنانیر کے ساتھ تئیس دینار ہون تو دراہم کے ساتھ تقویم کرینگے کیونکہ اسمین چھ درہم لازم ہونگے بخلاف دنانیر کے کہ انمین واجب نصف
دینار ہے کہ مساوی ہے پانچ درم کو اور اگر دینارون سے ۴۸ کو پہونچے اور دراہم سے ایک سو چھبیس کو تو دینارون کے ساتھ تقویم ہوگی ہدایہ مین ہے کہ شرع
مین دینار دس درم کا ہوتا ہے فتح القدیر مین کہا ہے کہ دینار کی قیمت جو دس درہم لگائے جاتے ہین تو شرع مین ایسا ہی تھا ربع عشر خبر قولہ اللازم

وفی کل خمس بضم الخاء بحسابہ ففی کل اربعین درہما درہم وفی کل اربعۃ مثاقیل قیراطان ومابین الخمس الی الخمس عفو وقالا ما زاد بحسابہ وہی
مسئلۃ الکسور ربع عشر خبر ہے اللازم کی یعنے واجب سونے چاندی مین چالیسوان حصہ ہے اور ہر پانچوین حصہ نصاب مین اسی حساب سے واجب
ہے یعنے ہر چالیس درم پر ایک درم اور ہر چار مثقال پر دو قیراط اور ایک خمس سے دوسری تک معاف ہے اور صاحبین کہتے ہین کہ جتنا نصاب
سے زیادہ ہو سکی اسی حساب سے زکوٰۃ لیجاوے یعنے خمس تک کے جو کسور امام صاحب کے نزدیک معاف تھین وہ انکے نزدیک نہین اور یہ مسئلۃ الکسور ہے
ماخوذ ہے حدیث لاتاخذ من الکسور شیا یعنے نہ لے کسرون مین کچھ کذا فی الشامی وغالب الفضۃ والذہب فضۃ وذہب وما غلب غشہ منہما یقوم

کالعروض وتشترط فیہ النیۃ اور سونا یا چاندی اگر کسی ملونی کے ساتھ مخلوط ہون اور ملونی پر سونا یا چاندی غالب ہو تو اسکا حکم سونے چاندیکا ہے اسمین
لف ونشر مرتب ہے یعنے اگر سونا غالب ہو تو سونے کا حکم ہے اور چاندی غالب ہو تو چاندی کا حکم ہے تو اس مخلوط مین زکوٰۃ سونے چاندیکی لازم ہے یہانتک
کہ اگر بہ نیت تجارت بھی رکھا ہوگا تو زکوٰۃ نقدین کی لازم ہوگی نہ عروض کی اور اگر ملونی نقدین پر غالب ہو تو اسکی قیمت کیجاوے مثل اور اسباب تجارت
کے بشرطیکہ تجارت کی نیت ہو الا اذا کان یخلص منہ ما یبلغ نصابا او اقل وعندہ ما یتم بہ او کانت اثمانا رائجۃ وبلغت نصابا من ادنی نقد تجب کوتہ
فتجب والا فلانیۃ مشروط ہے مگر اس صورت مین کہ مخلوط مین اسقدر چاندی یا سونا جدا ہو سکتا ہے کہ نصاب کی مقدار کو پہونچے یا سونا چاندی اگرچہ
نصاب سے کم ہے لیکن جسقدر نصاب مین کمی ہے اُسکے پورا کرنے کو اسکے پاس کوئی تجارت کی چیز یا نقدین مین سے موجود ہے یا یہ کہ غالب الغش
ثمن مروج ہون اور قیمت مین اس ادنے نقد کے نصاب کے برابر ہون جسپر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو زکوٰۃ واجب ہوگی ورنہ نہین واجب ہوگی
واختلف فی الغش المساوی والمختار لزومہا احتیاطا خانیۃ ولذا لا تباع الا وزنا اور جو مال ایسا ہو کہ اسمین ملونی اور چاندی یا ملونی اور
سونا دونون برابر ہین اسمین اختلاف ہے مختار یہ ہے کہ زکوٰۃ لازم ہے احتیاطا کذا فی الخانیہ اور اسی جہت سے اُسکی بیع بغیر وزن کے نہین جائز ہے

تاکہ ربوا لازم نہ آوے واما الذہب المخلوط بالفضۃ فان غلب الذہب فذہب والا فان بلغ الذہب والفضۃ نصابا وجبت اور سونا جو چاندی مین مخلوط
ہو پس اگر سونا غالب ہو تو حکم سونے کا ہے اور اگر سونا غالب نہو پس اگر سونا یا چاندی نصاب کو پہونچے تو واجب ہے م شمنی مین اسطرح تقریر کی ہے
کہ اگر گھلا لیا سونا چاندی کے ساتھ پس اگر سونا نصاب کو پہونچے تو کل زکوٰۃ سونے کی دیجاویگی سونا غالب ہو یا مغلوب اسلیے کہ وہ عزیز ہے اور اگر
سونا نصاب کو نہ پہونچے پھر اگر چاندی نصاب کو پہونچ گئی تو کل کی زکوٰۃ چاندی کی زکوٰۃ ہوگی مین کہتا ہون کہ صورت سونے چاندی کے مخلوط
ہونے کی بارہ طرح ہو سکتی ہے یا یہ کہ سونا غالب ہو یا مغلوب یا برابر اور ہر صورت مین یا دونون حد نصاب کو پہونچین یا نہ پہونچین سونا فقط نصاب
ہو یا چاندی فقط نصاب ہو انمین سے دو صورتین ممتنع ہین ایک یہ کہ سونا غالب ہو اور چاندی فقط نصاب کو پہونچے دوسرے یہ کہ سونا چاندی
دونون برابر ہون اور چاندی فقط نصاب کو پہونچے باقی دس صورتین ممکن ہین اور تاتارخانیہ مین ہے کہ جب فضہ غالب ہو اور سونا مغلوب یعنی
دو ثلث چاندی اور ایک تہائی سونا یا زیادہ کل کا حکم چاندی کا نہوگا کیونکہ سونا قیمتی چیز ہے اپنے سے کمتر کا تابع نہین ہو سکتا بخلاف اسکے کہ سونا

غالب ہو اس سے یہ معلوم ہوا کہ جب چاندی نصاب کو پہونچے اور سونا نصاب سے کم ہو اسمین چاندی کی زکوٰۃ لازم آوے گی اختلاف نہین لیکن تعجب ہو کہ اس صورت مین کہ وہ سونا مخلوط قیمت مین کم ہو چاندی سے نہین تو کل کی زکوٰۃ سونے کی ہوگی واللہ اعلم تو اب اثنا دراین نقشہ سے حال ہو ایک کا معلوم ہوتا ہو جو حرث کا حکم ہے

نقشہ چاندی سونے کے احکام کا درصورت مخلوط ہونے کے کہ زکوٰۃ لازم ہے یا نہین

سونا غالب اور ہر ایک	چاندی غالب اور ہر ایک	دونون برابر اور ہر ایک
بقدر نصاب	بقدر نصاب	بقدر نصاب
حکم سونے کا ہوگا	حکم سونے کا	حکم سونے کا
سونا غالب اور فقط سونا	چاندی غالب اور فقط سونا	دونون برابر اور فقط سونا
بقدر نصاب	بقدر نصاب	بقدر نصاب
حکم سونے کا	حکم سونے کا	حکم سونے کا
سونا غالب اور فقط چاندی	چاندی غالب اور فقط چاندی	دونون برابر اور فقط چاندی
بقدر نصاب	بقدر نصاب	بقدر نصاب
ناممکن ہے	حکم چاندی کا	ناممکن
سونا غالب اور دونون سے کوئی	چاندی غالب اور دونون سے	دونون برابر اور کوئی بقدر
نصاب نہین	کوئی نصاب نہین	نصاب نہین
اسمین زکوٰۃ نہوگی	اسمین زکوٰۃ نہین	زکوٰۃ نہین

جاننا چاہیے کہ اسمین سے وہ صورت خارج ہو کہ سونا چاندی دونون ملکر پوری نصاب ہو جاوین تو یہ خاص صورت متن میں آوے گی وشرط کمال النصاب دو سالہ فی طرفی الحول فی الابتداء للانعقاد وفی الانتہاء للوجوب فلا یضر نقصانہ بینہما فلو ہلک کلہ بطل الحول واما الدین فلا یقطع الحول ولو مستغرقا اور شرط کیا گیا ہو پورا ہونا نصاب کا سال کے اول و آخر مین شروع مین انعقاد کے لیے اور آخر مین وجوب کے لیے پس نقصان نصاب کا اثنائے حول مین مانع وجوب زکوٰۃ کا نہین پھر اگر کل نصاب ہلاک ہو گئی تو برس کا حساب باطل ہو گیا یہانتک کہ اگر دوسرا مال اسی برس مین لاوے تو اسکے واسطے نیا برس شروع ہوگا کذا فی الشامی اور دین برس کو نہین توڑتا اگرچہ دین مستغرق ہو اور یہ قول امام ابو یوسف کا ہو اور امام محمد سے بھی ایسا منقول ہو جیسا مجمع مین ذکر کیا ہو مگر شارح نے شروع کتاب الزکوٰۃ مین بعد قول مصنف کے فلا زکوٰۃ علی مکاتب و مدیون للعبد الخ بیان کیا ہو کہ دین عارض ہو جانا مثل ہلاک نصاب کے شمار کیا جاتا ہو امام محمد کے نزدیک اور اسی کو بحر مین ترجیح ہے کذا فی الشامی وقیمۃ العرض للتجارۃ تضم الی الثمنین لان الکل للتجارۃ وضعا وجعلا اور زکوٰۃ کے ادا مین اسباب تجارت کی قیمت نقدین کے ساتھ ملائی جاوے اسلیے کہ سب مال تجارت کا ہے نقدین تو سب اصل وضع کے اور اسباب تجارت تاجر کی نیت کرنے سے ولضم الذہب الی الفضۃ وعکسہ بجامع الثمنیۃ قیمۃ وقالا بالاجزاء [illegible] ساتھ یا چاندی سونے کے ساتھ باعتبار قیمت کے کیونکہ دونون مین ثمنیت پائی جاتی ہو اور صاحبین کہتے ہین کہ ملائی جاوین [illegible]

ہین ہی فلو له مائة درہم وعشرة دنانیر قیمتها مائة واربعون تجب ستة عنده وخمسة عندهما فافهم پس اگر کسی کے پاس سو درہم اور دس دینار موجود
ہون کہ دیناروں کی قیمت ایک سو چالیس درہم ہون تو چھ درہم امام صاحب کے نزدیک (زکوٰۃ دینے والا ۱۲) واجب ہونگے اور پانچ صاحبین کے نزدیک
ہم یعنے نصف نصاب چاندی کی جو سو درہم ہین اسکی زکوٰۃ ڈھائی درم ہوئی اور دس دینار جو نصف نصاب سونے کی ہی امام صاحب کے نزدیک
باعتبار قیمت کے ملائے جائینگے اور قیمت انکی ایک سو چالیس درم مفروض ہین جسکی زکوٰۃ ساڑھے تین درم ہوے پس کل زکوٰۃ چھ درم ہوئی اور صاحبین
کے نزدیک اجزا کے اعتبار سے جمع ہوگی یعنی نصف نصاب چاندی کی ہی اور نصف سونے کی تو ایک نصاب ہو گئی اور چونکہ ایک نصاب دو سو درم کی ہوتی
ہی تو دو سو کی زکوٰۃ یعنی پانچ درم لازم ہونگے شامی نے کہا کہ بتبعیت نہر الفائق شارح نے پانچ درم کہے حالانکہ صورت مفروضہ مین صاحبین کے
نزدیک بھی چھ درم ہوتے ہین کیونکہ ہر نصف نصاب سے چالیسوان حصہ لازم ہی تو دس دینار کا چالیسوان حصہ دینار کی چوتھائی ہی اور
ڈھائی دینار[۵] چودہ درم کا مفروض ہی تو اسکی چوتھائی ساڑھے تین درم ہوے جسکو سو درم کی زکوٰۃ مین ملانے سے چھ درم ہوتے ہین اور شارح نے فافہم
کہنے سے قول کافی کا رد کیا جو یہ کہتے ہین کہ امام صاحب کے نزدیک وجوب اجزاء کے پورا ہونے سے ہی قیمت کا اعتبار نہین چنانچہ اگر کسی کے پاس
سو درم اور دس دینار ہون جنکی قیمت سو درم سے کم ہو تو زکوٰۃ واجب ہی حالانکہ قیمت کے اعتبار سے دو سو درم نہین مگر اجزا کے اعتبار سے نصف سونے
کی اور چاندی کی ملکر پوری نصاب ہی اور یہ قول کافی کا غلط ہی اسلیے کہ وجوب امام صاحب کے نزدیک قیمت ہی کی جہت سے ہی اور مثال بالا مین ہر چند
نصاب چاندی کی پوری نہین مگر جب سو درم کے دینار بنائے جائین تو دس دینار ہو کر کچھ بچ رہیگا تو سونے کی نصاب پوری ہو جائیگی غرضکہ امام صاحب
کے نزدیک قیمت کے اعتبار سے یہ مراد نہین کہ دونون نصاب پوری ہو سکے بلکہ یہ غرض ہی کہ دونون مین سے کسی کی پوری ہو جائے کذا فی الطحطاوی
تبصرة ولا تجب الزکوٰۃ عندنا فی نصاب مشترک من سائمة ومال تجارة اور نہین واجب ہوتی زکوٰۃ ہمارے نزدیک نصاب مشترک مین خواہ سائمہ
ہو یا مال تجارت ہم نصاب مشترک سے یہ مراد کہ جدا جدا ہر شخص کا مال زکوٰۃ کے لائق نہین بلکہ جب دونون کا مال ملا دین تو نصاب ہوتی ہی وان صحت
الخلطة فیه ای فی النصاب باتحاد اسباب الاسامة التسعة التی جمعها اوص من یشفع وبیانه فی شرح المجمع اگرچہ ملانا درست ہو گیا ہو نصاب مین بسبب
متحد ہونے سببون چرائی کے جو عدد مین نو ہین جسکی طرف ایما کرتا ہی جملہ اوص من یشفع کا اور اسکا بیان شرح مجمع مین ہی ہم عندنا کے لفظ سے اشارہ ہی طرف خلاف
امام شافعیؒ کے کہ انکے نزدیک زکوٰۃ واجب ہی اور اسباب تسعہ کہا حقیقت مین شروط تسعہ ہین مجازاً شرط کو سبب کہا اور اوص من یشفع مین ہمزہ اشارہ ہی طرف
اہلیت کے یعنے دونون شریک اہل ہون وجوب زکوٰۃ کے اور واو اشارہ ہی وجود اختلاط کیطرف شروع سال مین اور صاد قصداً اختلاط کیطرف یعنی اختلاط قصداً کیا
ہو اور میم اتحاد مسرح کیطرف یعنی جانا دونون مواشی کا چراگاہ مین ایک جگہ سے اور نون اشارہ انای واحد کیطرف یعنی وہ جسمین دودھ دوہا جاوے ایک ہو
ہی اتحاد راعی کیطرف کہ دونون کا چرانے والا ایک ہو اور شین اتحاد مشرب کیطرف یعنی پانی پینے کا کنوان یا تالاب ایک ہو اور ف اتحاد فحل کیطرف یعنے
ایک ہی نر دونون پر پڑا ہو اور عین اتحاد مرعی کیطرف یہ شرطین سوائم کے اختلاط کی ہین اور شروط اختلاط کی مال تجارت مین کتب شافعیہ مین مذکور ہین منجملہ
انکے یہ کہ دکان اور چوکیدار اور مکان حفاظت کا (جہین رکھے ۱۲) علیحدہ نہو کذا فی الشامی وان تعدد النصاب تجب اجماعاً ویتراجعان بالحصص وبیانه فی الحاوی
اور اگر نصاب متعدد ہو تو بالاجماع زکوٰۃ واجب ہی یعنے اگر قبل ملانے کے ہر ایک کا حصہ جدا جدا نصاب ہی تو زکوٰۃ دونون پر واجب ہی ہر ایک کے
مال کی اور آپس مین ایک دوسرے سے پھیر لیوین بحساب حصہ اپنے مال کے اور اسکا بیان حاوی مین ہی ہم قاضی خان نے حاوی سے زیادہ
بیان کیا ہی اسکی صورت یہ ہی کہ ان دونون کے پاس ایک سو تیئس بکریان ہین ایک کی دو تہائی اور ایک کی ایک تہائی پس زکوٰۃ واجب
دو بکریان ہوئین تو ہر ایک سے ایک ایک بکری مصدق ملے لے پھر دو تہائی مال والا تہائی اس بکری کی جو ایک تہائی والے نے دی ہی

[۵] کیونکہ اسکی قیمت ۱۴ درم فرض کی گئی ہی ۱۲

پہونچے اور ایک تہائی مال والے دو تہائی والے کی بکری کی کہ وہ ثلث والے نے دی ہو واپس لے تو ثلث ثلث کے بدلے میں ہوا اور اسکا باقی رہا ایک تہائی
تو تہائی بکری دو تہائی مال والے کی اسکا حصہ ہو وہ تہائی واپس لے گئے اور اسی سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ مرجع جو نہیں ہے ہو سکتا تو اصل یہ تقاضا کی دین
اور ان تجب احدہما نصابا زکوۃ دون الآخر یعنی اگر جو پہنچے صرف ایک کو ان دونوں میں سے مقدار نصاب کو تو وہ اپنے حصہ کی زکوۃ دیوے
اور دوسرے پر کچھ نہیں صورت یہ ہو کہ اسی بکریاں دو شخصوں کی مشترک ہیں اس کی ایک تہائی اس کی دو تہائی صدقہ دینا ہیں سے ایک بکری انہیں دو تہائی
والے کی زکوۃ دے تو ایک ثلث والا دوسرے سے بکری کی تہائی قیمت پھیر لیوے کیونکہ تہائی والے پر زکوۃ نہیں کذا فی الشامی عن المحیط ولو بینہ وبین
ثمانین رجلا ثمانون شاۃ لا شئ علیہ لانہ مما لا ینقسم خلافا لہما سراج اور اگر ایک شخص کے اور اسی آدمیوں کی شرکت میں اسی بکریاں ہوں یعنی نصف
نصف ہوں اس شخص پر کچھ لازم نہیں آتا کیونکہ یہ مال مشترک اس قبیل سے ہے کہ تقسیم نہیں ہو سکتا یعنی ہر بکری کا آدھا نہیں ہو سکتا بخلاف امام
ابو یوسف کے کذا فی السراج ہم تجنیس میں ہے کہ اسی بکریاں درمیان چالیس آدمیوں کے مشترک ہیں اس طرح کہ ایک شخص کی ہر بکری کا بین سے
آدھی اور دوسرا نصف باقی لوگوں میں ہے تو اس چالیس والے پر زکوۃ نہیں امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور یہی قول امام کا ہے اور اگر دونوں میں مشترک
ہوتے دونوں پر زکوۃ واجب ہوتی اسلیے کہ اس حالت میں تقسیم ہو سکتی ہے اور پہلی صورت میں تقسیم نہیں ہو سکتی یعنی چونکہ ہر ایک بکری نصف انصاف ہے
تو تقسیم نہیں ہو سکتی بدون اتلاف کے بخلاف اسکے کہ اس کے دو آدمیوں میں دو ذکر کئے گئے ہیں کذا فی الشامی واعلم ان الدیون عند الامام ثلثۃ قوی
ومتوسط وضعیف فتجب زکوتہا اذا تم نصابا وحال الحول لکن لا فورا بل عند قبض اربعین درہما من الدین القوی کقرض وبدل مال تجارۃ
فکلما قبض اربعین درہما یلزمہ درہم اور جان لے کہ دین امام صاحب کے نزدیک تین قسم کے ہیں ایک قوی دوسرا متوسط تیسرا ضعیف سو
زکوۃ دینوں واجب ہوتی ہے جب نصاب پوری ہو اور برس گذر جاوے لیکن علی الفور نہیں بلکہ چالیس درم دین قوی سے قبضہ کرے اور دین قوی کو
قرض یا مال تجارت کا بدل ہے سو ہر بار کہ چالیس درم وصول کرے ایک درم لازم آویگا یعنی پہلے چالیس پر ایک درم پھر جب چالیس اور وصول ہوں
تو دوسرا درم وعلی ہذا القیاس ہر چالیس پر ایک درم ہوگا کیونکہ امام کے نزدیک کسور معاف ہیں عن الشامی وعند قبض مأتین منہ لغیرہا ای من بدل
مال لغیر تجارۃ وہو المتوسط کثمن سائمۃ وعبید خدمۃ ونحوہا مما ہو مشغول بحوائجہ الاصلیۃ کطعام وشراب واملاک اور لازم ہے زکوۃ وقت قبضہ دو سو درم
کے بدل مال سے جو تجارت کے لیے نہو اور یہ دین متوسط ہے جیسے قیمت سائمہ کی یا خدمت کے غلام کی اور مثل اسکے ان چیزوں کی کہ حوائج
اصلی میں مشغول ہیں جیسے کھانا پینا املاک وغیرہ کی ہم املاک جمع ملک کی ہے یعنی مملوک مطلق یہ عطف عام کا ہے خاص پر اور عرف میں
اراضی کو کہتے ہیں اس صورت میں یہ عطف مباین کا ہے عن الشامی ویعتبر ما مضی من الحول قبل القبض فی الاصح اور گنا جاویگا برس
کے وہ ایام جو دین متوسط کے قبض سے پہلے گذر گئے اصح روایت میں ہم دین متوسط میں دو روایتیں ہیں روایت اصل یہ ہے کہ زکوۃ واجب ہے اور
ادا لازم نہیں یہانتک کہ قبض کرے دو سو درم اسوقت زکوۃ ادا کرے اور ابن سماعہ کی روایت ہے امام ابو حنیفہ سے یہ ہے کہ نہیں زکوۃ واجب ہیں
یہانتک کہ قبض کرے اور برس گذرے اسواسطے کہ یہ مال زکوۃ کے قابل بعد قبض کے ہوتا ہے تو بمنزلہ اس مال کے ہے جو ابھی پیدا ہوا اور یہ بنا اس پر ہے
کہ یہ ہے کہ جب اسنے حاجت کی چیز کی بیع پر اقدام کیا تو گویا مال تجارت کا بیع سے پہلے کر دیا حاصل یہ ہے کہ مبنی اختلاف کا دین متوسط میں یہ ہے
کہ وہ مال زکوۃ کا بعد قبض کے ہوتا ہے یا قبل اسکے پہلی صورت میں شروع برس گذرنا برس کا بعد قبض نصاب کے اور دوسری صورت میں ابتدا سال
وقت بیع سے ہے اور اصح یہی ہے اور بعض محشیوں نے اس جگہ خلط واقع ہوئی ہے اور دین قوی میں کچھ اختلاف روایت نہیں زکوۃ اسمیں اصل مال کے
برس سے واجب ہے مگر ادا اسوقت لازم ہے کہ چالیس وصول کرے کذا فی الشامی تصرف وتبدیلا الوارث دیا سلطہ رجل اور دین متوسط

مسئلہ مشکل ہوا اگر وارث ہوا اس دین کا جو کسی شخص کے ذمہ پر ہو ہم نصاب اسکی وقت وراثت سے معتبر ہو اور یہی ظاہر الروایت ہو مثلیہ پہلے جو ذکر ہوا
ہوا کہ دین قوی اور متوسط میں ادائے زکوٰۃ نہیں واجب مگر بعد قبض کے اس سے یہ معلوم ہوا کہ مورث اگر بعد چند سال کے مر گیا قبل قبض دین کے تو اسکو
وصیت اخراج زکوٰۃ کی قبضہ ہونے پر لازم نہیں ہو کیونکہ ادا اسکے ذمے ابھی لازم ہی نہیں ہوا اور وارث کے ذمے زکوٰۃ لازم ہو گی کیونکہ اسکی ملکیت
وراثت سے پہلے نہ تھی تو اسکا ابتدائے سال وقت موت سے ہو گا کذا فی الشامی وعند قبض مائتین مع حولان الحول بعدہ ای بعد القبض من دین ضعیف
وہو بدل غیر مال کمہر ودیۃ وبدل کتابۃ وخلع اور زکوٰۃ لازم ہو وقت قبضہ دو سو درم کے دین ضعیف سے اور گذر جانے سال تمام کے بعد قبض کے
اور دین ضعیف وہ ہو کہ بدل مال نہو جیسا مہر اور دیت اور بدل کتابت اور بدل خلع ہو الا اذا کان عندہ ما یضم الی الدین الضعیف کما مر چنانچہ ہو
اسکے پاس وہ مال کہ ملاوے دین ضعیف کے ساتھ جیسا پہلے گذر چکا ہم یہ استثنا ہو اشتراط حولان حول سے بعد قبض کے حاصل یہ کہ جب کہ کچھ حاصل ہوا اور
اسکے پاس پہلے سے نصاب ہو تو مقبوض کو نصاب کے ساتھ ملا کر زکوٰۃ ادا کرے اور مقبوض کے واسطے جدا سال بعد قبض کے شرط نہیں وقولہ کما مر اشارہ الی ما استفاد
فی اثناء الحول الخ کیطرف اور مراد یہ ہو کہ یہاں جو مذکور ہو وہ اسی قاعدے میں داخل ہو ورنہ کوئی تصریح پہلے بیان نہیں کی ولو ابرأ رب الدین المدیون
بعد الحول فلا زکوٰۃ سواء کان الدین قویا او لا خانیہ اور اگر معاف کر دیا دین کے والی نے مدیون کو بعد برس گذرنے کے تو زکوٰۃ نہیں برابر ہو کہ دین قوی ہو یا نہو
کذا فی الخانیہ وقیدہ فی المحیط بالمعسر اما الموسر فہو استہلاک فلیحفظ بحر اور محیط میں عدم زکوٰۃ کو ابراء دائن کی صورت میں مقید کیا ہو مدیون مفلس کے
ساتھ اس صورت میں ابراء بمنزلہ ہلاک کے ہوا لیکن اگر مدیون مالدار ہو تو یہ بمنزلہ قصداً ہلاک کرنے کے ہو یعنے زکوٰۃ واجب ہو گی یاد رکھو
کذا فی البحر قال فی النہر وہذا ظاہر فی انہ تقیید للاطلاق وہو غیر صحیح فی الضعیف کما لا یخفی نہر الفائق میں کہا اور یہ یعنے قول بحر کا وقیدہ الخ
ظاہر ہو اس باب میں کہ قول مذکور یعنے سواء کان الدین قویا او لا کہ دین کے اقسام ثلثہ کو شامل ہو اور عام نہیں ہو بلکہ مقید ہو مفلس کے ساتھ اور صحیح
نہیں ہو دین ضعیف میں کیونکہ دین ضعیف میں زکوٰۃ نہیں واجب ہوتی مگر بعد قبض نصاب کے اور گذرنے برس کے بعد قبض کے اس صورت
میں اسکا بری کرنا استہلاک ہوا وجوب سے پہلے پس زکوٰۃ کا ضامن نہو گا اور یہی حال دین متوسط میں ہو کذا فی الشامی وتجب علیہا ای علی المرأۃ
زکوٰۃ نصف مہر من نقد مردود بعد مضی الحول من الف کانت قبضتہ مہرا ثم ردت النصف لطلاق قبل الدخول فتزکی الکل لما تقرر
ان النقود لا تتعین فی العقود والفسوخ اور واجب ہو عورت پر زکوٰۃ نصف مہر نقد کی کہ ہٹایا گیا بعد برس روز کے اس ہزار میں سے کہ جسکو مہر
قبض کیا پھر ہٹایا آدھا بسبب طلاق قبل الدخول کے پس زکوٰۃ دیوے کل ہزار کی اسلیے کہ ٹھہر چکا قاعدہ ہو کہ نقد یعنے سونا چاندی عقود میں یعنے
بیع اور اجارہ اور نکاح وغیرہ میں اور فسوخ میں یعنے اقالہ اور خلع وغیرہ میں متعین نہیں ہیں ہم نقد کے لفظ سے احتراز ہو سامان سے اور
شارح نے جو من نقد زیادہ کیا اسکی ضرورت نہیں ہو کیونکہ من الف جو مصنف نے کہا ہو وہ اس مطلب کے ادا کے لیے کافی ہو صورت مسئلہ کی یہ ہو
کہ کسی عورت سے نکاح کیا ہزار درم کے مہر پر اور ہزار یعنے کل مہر اسکو دیدیا اور ایک برس گذر گیا پھر شوہر نے قبل الدخول طلاق دی عورت کو
نصف مہر پھیرنا پڑا تو عورت پر اس نصف مردود کی زکوٰۃ ہو مرد کے ذمے نہیں کیونکہ عقود میں نقد متعین نہیں ہوتے اسنے جو قبض کیا تھا وہ اسکی
ملک میں ہو گیا تھا اب جو ہٹانا پڑا تو بعینہ وہ پانسو ہٹانے ضرور نہیں ہیں بلکہ اسکی جگہ اور پانسو اگر دیوے تو درست ہو اسی جہت سے زکوٰۃ
اسی کے ذمے لازم ہوئی اور دین کا ذمہ پر لازم ہونا بعد سال گذرنے کے مانع زکوٰۃ نہیں کذا فی الشامی نقلا عن الولوالجیۃ وتسقط الزکوٰۃ
عن موہوب لہ فی نصاب مرجوع فیہ مطلقاً سواء رجع بقضاء او غیرہ بعد الحول لورود الاستحقاق علی عین الموہوب
ولذا لا رجوع بعد ہلاکہ اور ساقط ہوتی ہو زکوٰۃ موہوب لہ کے ذمے سے اس صورت میں کہ واہب نے بعد برس روز کے نصاب کو دیکر ہٹایا ہو

له یعنے کا اقالہ الحول الخ ... ۱۲

وجہ یہ ہے کہ شخص مکاتب سے بنا ہو یا غیر اسکے بیٹے کا حق متعلق ہو جس وقت موجب پر واقع ہوا اور اسی وجہ سے یہ بات کہ موجب کے
چھوٹے نہیں پہونچتا فیہ ہے الا انہ لاکرہ علے الواہب اتفاقًا ... موجب لہ کی قبضہ کرنے سے مقرر ہیں سوا اسکے ایک فی
الواہب ... الا اتفاق واجب نہیں ہے کیونکہ اسکی ملک منقطع ہو گئی تھی ... یہ تقریر زکوٰۃ کے لیے ایک حیلہ ہے اور اتفاق کے الفاظ میں
یہ ہو کہ موجب سے زکوٰۃ ساقط ہونے میں اختلاف ہے چنانچہ الامر ... موجب کے قول میں اگر فقیر کو کوئی چیز دیتا ہے کہ آپ اپنے اختیارات
سے ... ہو اور ... ایک کے ہوا ہم کہتے ہیں کہ ... میں فقیر نہیں ہوا کہ ... دیتا تو وہ شخص کے بیان الحق ہو سکے
چھوڑ لینا ... سے ... کے ... گے کذا فی الشامی ومنہا ان یہب النصاب قبل التمام بیوم اور ایک حیلہ ... زکوٰۃ ... ہر کہ مال ...
اپنے ... کو سال پورا ہونے سے ایک روز پہلے ... اور اس قسم کے حیلہ دفع زکوٰۃ کے لیے امام محمد کے نزدیک مکروہ ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ نہیں
ہے ... شیخ حمید الدین نے اختیار کیا ہے اور ایسا ہی اختلاف ہے دفع شفعہ کے حیلہ میں اور کہا گیا ہے کہ فتوی شفعہ کے باب میں
امام ابو یوسف کے قول پر ہے اور زکوٰۃ میں امام محمد کے قول پر اور اسکی تفصیل ... اور پسندیدہ ہے کذا فی الدر والبحر اور کتاب الشفعہ میں مصنف اسکو ... بیان کیا ہے

باب العاشر

یہ باب عشر لینے والے کے بیان میں ہے قیل ہذا من تسمیۃ الشی باسم بعضہ لو والا حاجۃ الیہ بل العشر علم لما یأخذہ العاشر مطلقا ذکرہ سعدی
آئی علم جنس ... کیا ہے کہ یہ نام رکھنا کسی چیز کا اسکے بعض حالات کے اعتبار سے ہے یعنی عاشر کبھی عشر لیتا ہے اور کبھی نصف العشر اور کبھی ربع
العشر پس چونکہ بعض حالتیں وہ ہیں کہ جنمیں عشر لیتا ہے تو اسی اعتبار سے اسکا نام عاشر رکھا گیا اور اسکی ... کچھ ضرورت نہیں بلکہ عشر
نام ہے اس چیز کا جو عاشر مال والوں سے لیتا ہے خواہ عشر ہو یا نصف العشر ذکر کیا ہے اسکو سعدی نے یعنی یہ علم جنس ہے اور شامی نے کہا کہ مناسب یہ ہے
کہ اسم جنس کہا جاوے کیونکہ علم جنس میں علمیت بضرورت ... کرتے ہیں جیسا اسامہ میں کہ منع صرف کا استعمال ہوتا ہے اور کوئی ... کا نہیں اور
یہاں کوئی ضرورت علم ماننے کی نہیں ہو حر مسلم بہذا یعلم حرمۃ تولیۃ الیہود وسائر الاعمال عاشر آزاد ہو مسلمان یعنی ... ہونے کا ذکر اس سے معلوم ہوا
کہ یہود کو عامل بنانا حرام ہے غیر ہاشمی لما فیہ من شبہۃ الزکوٰۃ اور عاشر ہاشمی نہ ہووے کیونکہ اسمیں زکوٰۃ کا شبہہ ہے کہ ہاشمیوں کو جائز نہیں ہے غیر ہاشمی
کی شرط ... نے نکالی ہے اسکے سوا اور کسی کتاب میں نظر نہیں آئی اور یہ مخالف ہے اسکے جو نہایہ وغیرہ میں ہے کہ ... ہاشمی صدقات پر مقرر
کیا جاوے تو ... اجرت لینا حلال نہیں اور اگر عامل مقرر کیا جاوے اور روزینہ کسی دوسری جگہ سے دیا جاوے ... اجرت تبرعاً کام کرے تو درست
ہے کذا فی الشامی قادر علی الحمایۃ من اللصوص والقطاع لان الجبایۃ بالحمایۃ وہ عاشر قدرت رکھتا ہو تجارت کے بچاؤ کی چوروں اور رہزنوں سے اسلیے
کہ لینا مال کا تجارت سے بسبب حمایت کے ہے یعنی امام جو مال لیتا ہے تو اموال کی حفاظت کے لیے لیتا ہے نصبہ الامام علی الطریق للمسافرین خرج
الساعی فانہ الذی یسعی فی القبائل لیاخذ صدقۃ المواشی فی اماکنہا مقرر کیا ہو عاشر کو امام نے راہ پر مسافروں کے لیے اس سے نکل گیا ساعی کیونکہ
ساعی وہ ہے کہ جو قبائل میں جاوے تا کہ مواشی کا صدقہ مواشی کے مکانوں پر پہونچکر وصول کرے لیاخذ الصدقات تغلیبا للعبادۃ علی غیرہا
اسکو امام نے مقرر کیا ہو تا کہ وصول کرے صدقہ اور چونکہ عاشر مسلمانوں سے صدقہ وصول کرتا ہے اور کفار سے خراج تو تعریف میں صرف صدقہ کا
ذکر کرنا صحیح ہے عبادت کو غیر عبادت پر غالب کر کے من التجار ہو جمع تاجر المارین باموالہم الظاہرۃ والباطنۃ علیہ لفظ تجار جمع تاجر کی جیسے فجار جمع فاجر کی یعنی عاشر
وصول کرے صدقے ان تاجروں سے کہ اسپر گذریں اپنے مال سمیت خواہ مال ظاہر ہو یا باطن جو مال کی دو قسمیں ہیں ظاہر اور باطن ظاہر مواشی اور
جو عاشر کے پاس تاجر لیکر آوے اور باطن سونا چاندی اور مال تجارت اپنے موقع پر کذا فی البحر اور بیان باطنہ سے مراد مواشی کے سوا ہیں ... المارین باموالہم کے

باب العاشر

ورنہ جو مال عاشر کے سامنے آیا تو وہ ایک قسم ظاہر کی ہی پس اسکو باطن کہنا مجاز ہی باعتبار پہلے حال کے کسواسطے کہ اموال باطنہ جو گھر مین ہین اگر عاشر
کو خبر بھی کرے تو اُنمین سے نہین لے سکتا جیسا بحر مین مصرح ہی اور باطنہ اور ظاہرہ کی تعمیم مین اشارہ عنایہ وغیرہ کی رد کیطرف ہی کہ مراد اموال باطنہ ہین کیونکہ
اموال ظاہرہ یعنی سوائم مین عاشر کے پاس آنے کی ضرورت نہین بلکہ عاشر خود جاکر وصول کرتا ہی اور اشارہ اسطرح ہوا کہ یہ مبنی ہی عاشر اور ساعی مین فرق کرنے
پر حالانکہ ان دونون مین فرق ہی جیسا گذر چکا کذا فی الشامی وما ورد فی ذم العشار محمول علے الاخذ ظلما اور وہ جو حدیث شریف مین عاشرون کی مذمت
مین وارد ہوا ہی (لا یدخل صاحب مکس الجنۃ رواہ ابو داود وغیرہ) یعنے نہ داخل ہوگا عشر لینے والا جنت مین سو یہ محمول ہی ظلم سے لینے پر فمن انکر تمام
الحول او قال لم انو التجارۃ او علی دین محیط او منقص للنصاب لان ما یاخذہ زکوٰۃ معراج وہو الحق بحر ولہذا اطلقہ المصنف پس جو شخص انکار
کرے برس کی تمامی کا یا کہے کہ مین نے تجارت کی نیت نہین کی یا کہے کہ میرے ذمہ دین محیط ہی یا اسقدر دین کہ بعد ادا کے مال بمقدار نصاب نہین رہتا
شارح نے کہا کہ دین کی تعمیم اسواسطے ہی کہ عاشر جو لیتا ہی بصیغۂ زکوٰۃ لیتا ہی کذا فی المعراج اور یہی حق ہی کذا فی البحر اور اسلیے مصنف نے دین کو مطلق
رکھا او قال ادیت الی عاشر آخر وکان عاشر اخر محققا یا کہا کہ مین دوسرے عاشر کو دے چکا اور دوسرا عاشر محقق ہوا او قال ادیت انا الی الفقراء
فی المصر لا بعد الخروج لما یاتی یا کہا کہ مین ادا کر چکا فقیرون کو شہر مین نہ شہر سے نکلنے کے بعد اسکی وجہ عنقریب آویگی وحلف صدق فی الکل بلا
اخراج براءۃ فی الاصح لاشتباہ الخط یعنے ان سب صورتون مذکورہ مین اگر بیان کو بحلف موکد کرے تو مانا جاوے بدون پیش کرنے چھٹی دوسرے
عاشر کے اسواسطے کہ خطوط مشتبہ ہوتے ہین اصح روایت مین اور یہی ظاہر الروایت ہی کذا فی البدائع حتی لو اتی بہا علی خلاف اسم ذلک العاشر
وحلف صدق وعدت عدما یہان تک کہ اگر چھٹی پیش کی برخلاف نام اُس عاشر کے اور قسم کھائی تو مانا جاوے اور چھٹی کالعدم شمار کیجاوے
ولو ظہر کذبہ بعد سنین اخذت منہ اور اگر ظاہر ہو دے جھوٹ مال والے کا چند سال کے بعد تو زکوٰۃ لی جاوے اُس سے الا فی السوائم والاموال
الباطنۃ بعد اخراجہا من البلدۃ استثناء ہی صدق سے یعنے قول مانا جاوے لیکن سوائم مین اور اموال باطنہ مین بعد نکالنے کے شہر
سے نہ مانا جاوے لانہا بالاخراج التحقت بالاموال الظاہرۃ فکان الاخذ فیہا للامام فیکون ہو الزکوٰۃ والاول ینقلب نفلا اسلیے کہ اموال مذکورہ
نکالنے کی جہت سے اموال ظاہرہ کے ساتھ ملحق ہو گئے پس حق لینے زکوٰۃ کا انمین امام کو ہوگا پس یہ اخذ زکوٰۃ ہوگا اور پہلا دیا ہوا نفل
ہو یا خذ منہ لقولہ لقول عمر لا تفتشوا علی الناس متاعہم لکنہ یحلفہ اذا اتہم اور لیوے زکوٰۃ کو عاشر مال والے سے بموجب اسکے بیان کے کیونکہ حضرت
عمر نے فرمایا ہی کہ نہ تفتیش کرو لوگون کی متاع کو لیکن مال والے کو عاشر قسم دیوے اگر اسکو متہم جانے وکل ما صدق فیہ مسلم مما مر
صدق فیہ ذمی لان لہم ما لنا اور امور مذکورہ مین سے جو امر ایسے ہین کہ انمین مسلمان کا قول مانا جاتا ہی کافر ذمی کا بھی قول انمین مانا جاتا
ہی کیونکہ اُنکے لیے وہ رعایت ملحوظ ہی جو ہمارے لیے ہی الا فی قولہ ادیت انا الی فقیر لعدم ولایتہ ذلک مگر ذمی کا یہ قول کہ مین نے فقیر
کو دیدیا مقبول نہوگا کیونکہ کافر کو اسکی ولایت نہین ہی اسواسطے کہ جو کچھ اُس سے لیا جاتا ہی وہ جزیہ ہی اور جزیہ مین جب ادا کا دعوے
کرے تو نہین مانا جاتا اس وجہ سے کہ اہل ذمہ کے فقرا اسکے مصرف نہین اور کافر کو مستحقون پر یعنے مسلمانون پر صرف کرنے کی ولایت نہین کذا
فی الشامی لا یصدق حربی فی شی اور کافر حربی کا قول کسی امر مین نہین مانا جاتا یعنے اسکی طرف التفات نہین اگرچہ گواہون سے ثابت
کرے افادہ الکمال الا فی ام ولدہ مگر اسکے ام ولدہ کے باب مین کہ اگر کسی باندی کو ام ولد ہونے کا اقرار کرے تو مانا جاویگا بخلاف
اقرار مدبر ہونے کے کہ وہ مقبول نہین اسلیے کہ دار الحرب مین مدبر کرنا صحیح نہین کذا فی البحر وقولہ لغلام یولد مثلہ لمثلہ ہذا ولدی
اور مگر اس صورت مین کہ کسی غلام کو کہے کہ یہ میرا بیٹا ہی اور وہ غلام ایسا ہو کہ اُس جیسا اس جیسے کا بیٹا ہو سکتا ہی یعنے اور پہلے سے

ووارث غصب او ریہ شخص کی تعداد کی تعداد کہ اللہ تعالیٰ جب ہو خوف ہے کہ ہم دست دو عرض عشوں کی تربیت ، او نون حصہ لینا
اپنی اموالنا ومحمد مال میں ہو کہ یہ مال کی حیثیت ہو کہ فی المعہود کی عشر ہوا عشق عشر ولد او زنق ثابت ہے
تو یہ نہیں ہو کہ اس بیان سے ہوتا ہو مگر یہ قول ہے دو محمد اسی او حیثیت و عشر لیا جاوے گا اسکے سوا
نے اور یہ بات نہیں میں عشر جمال حیثیت سے ہوتا ہو کہ ان میں و اسکے قولہ ادیت الی عاشر اخر وثمہ
عاشر اخر و مگر اس صورت میں کہ سکے عین دو اگر چہ کسی دوسرے عاشر کو ادا کیا ہو کوئی دوسرا اسی موقع سے النصاب مال
بحرم ہو خمسہ و ذکرہ الزیلعی تبعا للعینی بلفظ یعنی انہ اتی المصنف من اجل انکا قول اسلیے نہ جاوے کہ انکا ال جرت نہ انکو جانا دوسرے
یعنی ہر عاشر کو عشر دیتے دیتے انکے پاس کچھ نہیں کیا ہو اخمسہ ونے اور ذکر کیا انکو لیکن یہ ثابت ہے یعنی لفظ یعنی یعنی عشرا ہر کرنا
جاوے یوں ہی نقل کیا مصنف نے تجربت ہو قولہ لاخمسہ واسی طرح ہو بعض نسخ بحر میں زیادت افتتاح شرح الدرر اور دوسرے نسخوں میں التحقیق فی شرح الدر
ہو اور یہی صواب ہو اسلیے کہ عبارت اخمسہ کی مانند عبارت کنز کے ہو اور وہ عبارت جسکو شارح نے ذکر کیا ہو وہ عبارت امام محمد بن محمد
بخاری مشہور بہ شیخ کی ہو انکی کتاب منیرالاذہر شرح دررالبحار میں لکن جزم فی الغایۃ والنہایۃ لعدم قصد لتقیید و توجیہ اللہ لکن جزم الیہ یہ عنایہ میں اور
غایۃ البیان میں اسکے قول نہ ماننے کا اور بعض نے اسکو ترجیح دی ہو واخذ منا ربع عشر ومن الذمی ضعفہ سوا کان تغلبیا او لم یکن کما فی البحر عن
عن الظہیریۃ الی ضعفہ ومن الحربی عشر اور لیا جاتا ہے یعنے مسلمانوں سے چالیسواں حصہ اور کافر ذمی سے بیسواں حصہ خواہ وہ تغلبی ہو
یا ہو جیسا بحر بندی میں ہو منقول ظہیریہ سے اور حربی سے دسواں حصہ بدلک امر عمر اسیکا امر فرمایا حضرت عمرؓ نے ہم یعنے ان تینوں باتوں کا امر
ساعیون کو کیا بحر الرائق میں ہو کہ مسلمانوں سے جو لیا جاتا ہے وہ زکوۃ ہو اور ذمی سے دونا صدقہ اور کفار حربی سے بطور حفاظت دسواں حصہ اور یہ مال
جو کفار سے حاصل ہو جزیہ کے مصارف میں صرف کیا جاوے بشرط کون المال اکثر واحد نصابا لان ما دونہ عفو بشرط ہونے مال ہر ایک کے پاس
النصاب اسلیے کہ نصاب سے کم معاف ہو وبشرط جہالۃ قدر ما اخذوا منا اور بشرطیکہ ہمکو نہ معلوم ہو کہ وہ لوگ مسلمانوں سے کسقدر لیتے ہیں فان
اعلم اخذ مثلہ مجازاۃ یعنی اگر معلوم ہو تو اسی قدر لیا جاوے جسقدر وہ مسلمانوں سے لیتے ہیں واسطے مکافات کے ہم بھی لینا مقدار معین پر مجازاۃ ہو اصل لینا کیونکہ ہم لوگ
انسے بسبیل حق لیتے ہیں اور وہ لوگ ناحق حاصل یہ کہ چونکہ وہ لوگ حمایت اہل اسلام میں آگئے تو انسے مال لیا گیا پھر اگر یہ مقدار معلوم ہو کہ مسلمانوں سے کفار کتنا
لیتے ہیں تو اسی قدر مسلمان لوگ بھی انسے بطور مجازات کے لیوینگے مگر اس صورت میں کہ وہ کل لیتے ہوں اور اگر کمیت اور مقدار کفار کے لینے کی نہ معلوم
ہو تو عشر یعنے دسواں حصہ لیا جاوے گا اسواسطے کہ حمایت کی جہت سے حق لینے کا تو ثابت ہو چکا اور اعتبار مجازاۃ کا اسقدر ہو بس ذمی سے دونا تخفیف کیا گیا
کیونکہ حربی بچاو اور حفاظت کا ذمی سے زیادہ محتاج ہو وتمامہ فی الفتح الا اذا اخذوا الکل فلا ناخذہ بل نترک لہ ما یبلغہ مامنہ ابقاء للامان مگر اسصورت میں
کہ کفار مسلمانوں سے جو دارالحرب میں جاویں کل مال لیتے ہوں تو ہم لوگ کل مال نہ لیوینگے بلکہ اسقدر انکے پاس باقی چھوڑ دینگے کہ انکو انکے امن کی جگہ
پہونچا دیوے واسطے ثبوت حق امان کے ولا ناخذ منہم شیئا اذا لم یبلغ مالہم نصابا او ان اخذوا منا فی الاصح اور ہم نہ لیوینگے انسے کچھ جبکہ مال
نصاب کو نہ پہونچے اگرچہ وہ ہم سے لیتے ہوں اصح روایت میں لانہ ظلم ولا متابعۃ علیہ اسلیے کہ نصاب سے کم مال میں سے کچھ لینا ظلم ہو اور ظلم
میں کسی کا اتباع نہیں ہم اسمیں اتنی بات ہو کہ کفار جو کچھ ہم سے لیتے ہیں خواہ نصاب ہو یا ہو سراسر ظلم ہو ان کو یوں کہیں کہ قلیل مال سے لینا
صریح ظلم ہو یہ سب نقل دوالے جاتے ہیں کیونکہ نہیں ہاں صرف نفقہ کے واسطے ہو تو ہو کہ پھر اسمیں لینا مقتضائے امان کے مخالف ہو جب
[illegible]

بالمکارم اور اسلیے کہ اتمام مکارم اخلاق کے ہم زیادہ مستحق ہین ولا یوخذ العشر من مال صبی حربی الا ان یکونوا یاخذون من اموال صبیاننا
شیئا کما فی الکافی الحاکم اور نہ لیا جاوے عشر حربی کے لڑکے کے مال سے مگر اس صورت مین کہ وے لوگ ہمارے لڑکون کے مال مین سے
کچھ لیتے ہون جیسا کہ ہر حاکم کی کافی مین اخذ من الحربی مرۃ لایوخذ منہ ثانیا فی تلک السنۃ الا اذا عاد الی دار الحرب
حربی سے ایکبار عشر لیا گیا تو دوبارہ اُس سے اُس برس مین نہ لیا جاوے مگر یہ کہ دار الحرب کو اوٹ جاوے یعنے اور پھر دار الاسلام مین آوے تو دوبارہ
عشر لیا جاویگا لعدم جواز الاخذ بلا تجدد حول او عہد کیونکہ لینا جائز نہین جب تک نیا سال نہو یا نیا عہد نہو مع حربی کو قدرت نہ دی جاوے دار الاسلام
مین ٹھہرنے کی پورے برس بلکہ اسکو امام آتے وقت یہ کہدے کہ اگر تو یہان اقامت کریگا تو تجھپر جزیہ لگایا جاوے گا پھر اگر وہ اقامت کرے تو جزیہ
لگا دے پھر دار الحرب مین نجانے دے کذا فی الفتح ولو مر الحربی بعاشر ولم یعلم بہ العاشر حتی دخل دار الحرب ثم خرج ثانیا لم یعشرہ لما
مضی لسقوطہ بانقطاع الولایۃ اور اگر حربی گذرا عاشر پر اور عاشر کو خبر نہوئی یہانتک کہ وہ دار الحرب کو چلا گیا پھر دوبارہ دار الحرب سے
نکل آیا تو اُس سے پچھلا عشر نہ لے کیونکہ وہ ساقط ہو گیا ولایت کے منقطع ہونے سے یعنے دار الحرب مین جانے سے حکومت اہل اسلام کی اُسپر
نہین رہتی بخلاف المسلم والذمی لعدم المسقط ذکرہ الزیلعی بخلاف مسلمان اور ذمی کے کہ اگر بیخبری مین گذر جاوین پھر عاشر کو خبر ہو تو ان سے
عشر لیا جاوے کیونکہ یہان مسقط یعنے عشر کا ساقط کرنیوالا مفقود ہو ذکر کیا ہو اسکو زیلعی نے ویوخذ نصف عشر من قیمۃ خمر وجلود میتۃ کافر
کذا اقر المصنف متنہ فی شرحہ لو للتجارۃ وبلغ نصابا اور لیا جاوے بیسوان حصہ کافر کی شراب کی قیمت سے اور اُسکی مردار کی کھالون کی قیمت
سے اگر تجارت کے لیے ہون اور نصاب کو پہونچین شارح نے کہا کہ مصنف نے اسیطرح اپنے متن کو اپنی شرح مین ثابت رکھا ہو م خمر مضاف ہو
اور جلود میتہ دوسرا مضاف ہو اور کافر مضاف الیہ اسلیے خمر کو تنوین سے نہ پڑھنا چاہیے بلکہ ایک کسرہ ہو اور یہان یہ اشکال ہو کہ کھالین مثلی نہین
ہین بلکہ قیمت کی چیز ہین تو یہ سور کے مانند ہوئین نہ شراب کی تو اُنسے عشر نہ لینا چاہیے اور اسکا جواب یہ ہو کہ نجس عین کی قیمت مین جس سے بالکل انتفاع نہین
ہو سکتا اور اُس چیز کی قیمت مین کہ جس سے انتفاع ہو سکتا ہو فرق ہو اور خنزیر سے کسی وجہ سے انتفاع درست نہین اور جلود میتہ سے بعد دباغت کے
انتفاع درست ہو اور اسلیے اُنکو علما نے شراب کے مشابہ رکھا خنزیر کے مانند نہین رکھا کذا فی الشامی بالاختصار ویوخذ عشر القیمۃ من حربی بلا نیۃ تجارۃ ولا یوخذ
من المسلم شئ اتفاقا اور لیا جاوے دسوان حصہ قیمت شراب کا حربی سے بدون نیت تجارت کے اور نہ لیا جاوے مسلمان سے کچھ باتفاق م اسلیے کہ
مسلمان شراب کے مالک ہونے سے منع کیا گیا ہو تو اگر اُس سے عشر لیا جائیگا تو اُسکا قبضہ اُسپر اور مستحکم ہو جائیگا کذا فی الطحطاوی ولا یوخذ من خنزیرہ
مطلقا لانہ قیمی فاخذ قیمتہ کعینہ نہ لیا جاوے عشر کافر کے سور سے بالکل اسلیے کہ وہ قیمت والی چیزون سے ہو تو اُسکی قیمت کا لینا گویا اُسکا خود لینا ہو
م اسواسطے کہ حیوان کی قیمت کا حکم حیوان ہی کا ہو اسلیے اگر کسی نے ایک عورت سے نکاح کیا اور کوئی حیوان مہر ٹھہرایا جو ذمہ پر لازم آتا ہے چاہے
قیمت ادا کرے چاہے حیوان اور شراب کی قیمت کا حکم عین شراب کا سا نہین اسیواسطے اگر کسی ذمی نے شراب کے بدلے نکاح کیا پھر قیمت دینے لگا
تو عورت اُسکے لینے پر جبر نہ کیجاویگی سو اس جہت سے عشر شراب کی قیمت سے لیا گیا نہ نفس شراب سے کیونکہ مسلم اسکے مالک ہونے سے منع کیا گیا ہو
کذا فی شرح الجامع لقاضی خان بخلاف الشفعۃ لانہ لو لم یاخذ الشفیع بقیمۃ الخنزیر بطل حقہ اصلا فیتضرر ومواضع الضرورۃ مستثناۃ ذکرہ ابن سعد سے
یہ جواب ہو سوال مقدر کا تقریر سوال کی یہ ہو کہ قیمت کا حکم عین کا حکم نہین ہو کیونکہ اگر کسی ذمی نے اپنا گھر بدلے خنزیر کے دوسرے ذمی
کے ہاتھ بیچ دیا اور اُسکا شفیع مسلمان ہو تو وہ قیمت خنزیر کے بدلے لے سکتا ہو شارح نے اُسکا جواب یہ دیا کہ شفعہ کا حکم اسلیے خلاف ہو کہ اگر
شفیع خنزیر کی قیمت کے عوض مکان کو نہ لیوے تو اُسکا حق باطل ہوگا پس اُسکا نقصان ہوگا اور مواضع ضرورت مستثنا ہین کلیہ

ہے سے شئی ہو ستین ذکر کیا ہو کہ معدہ ہی سے حاصل یہ کہ بیان ہوا حق العبد کے لیے ہو کہ وہ متعلق ہو وہ حق شرع میں ضرورت نہیں کہ ثابت
مستغنی ہو کیونکہ شرع فی المعراج سن الثانی و لا یوخذ ایضا من مال فی بیتہ مشتقا اور نہ لیا جاوے اس مال سے جو بیت میں رکھے کر یں یہ حفظ انحفی
خواہ مسلمان ہو یا ذمی ہو یا حربی ہو و لا من مال البضاعۃ اور نہ لیا جاوے مال بضاعت سے مع بضاعت لغت میں ایک قسم مال کا ہے اور شرع
میں وہ مال جو مالک کسی کو تجارت کے لیے سپرد کرے اس شرط کہ نفع سب مالک کا ہو اور مال کو کچھ نہیں کہ اس کی اجرت ہو اور اگر مصنف بضاعت کی جگہ امانت کہتا
جیسا کہ ... نے کہا ہو کافی ہوتا اور جو ماعبد کو ذی کی ضرورت ہوتی الا ان تکون بحربی مگر یہ کہ وہ مال بضاعت کسی حربی کا ہو تو عشر لیا جاوے گا
و لا من مال مضاربۃ الا ان یربح المضارب فیعشر نصیبہ ان بلغ نصابا اور کچھ نہ لیا جاوے مال مضاربت سے مگر اس صورت میں کہ مضارب کو نفع
پس مضارب کے حصہ کا عشر لیا جاویگا اگر نصاب کی مقدار کو پہنچے و لا من کسب ماذون مدیون بدین محیط بمالہ و رقبتہ اور نہ لیا جاوے
عبد ماذون کی کمائی سے کہ مدیون ہو ایسے قرض کا کہ محیط ہو اسکے مال اور اسکی جان کو مع یہ قید اس لیے بڑھائی کہ یہ مسئلہ محل خلاف ہو امام صاحب
اور صاحبین میں امام صاحب کے نزدیک مولی غلام کی مقبوض چیز کا مالک نہیں ہو اور صاحبین کے نزدیک اسکی کمائی کا مالک ہو جیسے اسکی جان
کا بالاتفاق مالک ہو پس اگر عبد ماذون کی کمائی میں کوئی غلام ہو اور اسکو مولی آزاد کر دے تو امام صاحب کے نزدیک عتق جاری نہ ہوگا اور صاحبین
کے نزدیک جاری ہوگا سو اس حالت کا عبد ماذون اگر عاشر پر گذرا تو اس سے کچھ نہ لیا جاویگا مولی اسکے ساتھ ہو یا نہو امام صاحب کے نزدیک تو اس جہت
سے کہ مولی کی ملک میں نہیں اور صاحبین کے نزدیک اس جہت سے کہ دین سے فارغ نہیں او ماذون غیر مدیون لکن لیس معہ مولاہ یا عبد ماذون
قرضدار ہو لیکن اسکے ساتھ اسکا آقا نہیں تب بھی نہ لیا جاوے حلبی نے کہا ایسا ہی عبد مدیون کہ دین اسکا محیط نہو وے اور جس صورت میں کہ آقا اسکے ساتھ ہو
اور اسپر دین نہیں یا ہو لیکن محیط نہیں اسکے کسب کو جو زیادہ دین سے ہو اگر بمقدار نصاب ہو تو اسکا عشر لیا جاوے کذا فی المعراج علی الصحیح منہ
اشارۃ الی رد من قال یعشر عشر نہ لیا جاوے بنا بر روایت صحیح کے مسائل ثلثہ مذکورہ میں واسطے مفقود ہونے ملک ان تینوں کے یعنی مضارب اور بضاعت
والے اور غلام کے مع معراج میں ہو کہ ایضاح میں مذکور ہو کہ لینے میں شرط ہی حاضر ہونا ملک اور مالک دونوں کا پس اگر مالک بلا مال آوے تو نہ لیا جاوے
اور اگر مال بلا مالک آوے تب بھی نہ لیا جاوے و لذا لا یوخذ العشر من الوصی اذا قال ہذا مال الیتیم و لا من عبد و مکاتب اور اسی لیے یعنی بوجہ
نہونے ملک کے نہیں لیا جاتا ہو عشر وصی سے جب بیان کرے کہ یہ مال یتیم کا ہو اور نہ غلام سے جیسا گذر چکا اور نہ مکاتب سے کیونکہ اسکی ملک تام
نہیں مر علی عاشر الخوارج فعشروہ ثم مر علی عاشر اہل العدل اخذ منہ ثانیا لتقصیرہ بمرورہ بہم سو اگر گذرا باغیوں کے عاشر پر
پس انہوں نے اس سے عشر لے لیا پھر گذرا اہل حق کے عاشر کے پاس تو اس سے دوبارہ عشر لیا جاوے کیونکہ خوارج کے عاشر کے پاس
جانا یہ قصور اسی کا ہو بخلاف ما لو غلبوا علی بلد بخلاف اس صورت کے کہ خوارج یعنے باغی تسلط کر لیں بزور کسی شہر پر یعنے اس صورت میں اگر
وہ صدقات وصول کر لینگے تو دوبارہ دینے نہ آوینگے کیونکہ اس صورت میں قصور امام کا ہو نہ مالدار کا کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ تحفہ
شارح کا مر بعنب و رطاب للتجارۃ کبطیخ و نحوہ لا یعشرہ عند الامام الا اذا کان عند العاشر فقراء فیاخذ لیدفع لہم تاجر میوہ تر بقدر نصاب
تجارت کے لیے لیکر عاشر پر گذرا مثلا تربوز وغیرہ تو امام صاحب کے نزدیک عاشر اسکا عشر نہ لیوے مگر اس صورت میں کہ عاشر
کے پاس فقرا موجود ہوں تو مال والے سے عشر لے تاکہ انکو دیدے مع رطاب سے مراد جو چیزیں سال بھر میں نہ رہیں شرنبلالیہ میں کہ صورت
مسئلہ کی یہ ہو کہ کسی شخص کے پاس مال تجارت تھا تمامی سال کے نزدیک اسکے بدلے بقولات میں سے کچھ خرید لیا پس امام صاحب کے
نزدیک زکوۃ نہیں لیکن مالک کو کہا جاوے کہ بنفسہ زکوۃ ادا کرے اور صاحبین کے نزدیک مال میں سے اسی جنس کی زکوۃ لے لیجاوے

کیونکہ آخر حمایت امام کی اسکو شتمل ہو کذا فی البرہان اور امام کے قول کی وجہ مین کمال نے ذکر کیا ہو کہ اگر لیگا تو یہ چیزین ہری خراب ہو جاوینگی اور عامل کے ساتھ فقرا ہر وقت موجود نہین ہوتے ہان اگر عامل کے ساتھ فقرا ہون یا اپنے عملہ مین صرف کرنے کو لیتا ہو تو اسکو اجازت ہو کذا فی الشامی نہر بحثًا یہ مذکور ہو نہر الفائق مین بطریق بحث کے ہم نہر کی عبارت مین کوئی بات نہین کہ دلالت کرے بحث ہونے پر علاوہ برین ذکر کیا ہو اسکو کمال نے جیسا گذر چکا اور کمال کے کلام مین بھی کوئی لفظ دال بحث پر نہین ہو سوا اسکے جو کچھ کمال نے ذکر کیا ہو وہ شرح منظومہ مین مع زیادت مذکور ہو زیادتی یہ ہو کہ اگر مالک قیمت دینے پر راضی ہو تو قیمت لے لیجاے اور عنایہ مین باب العاشر مین یہ مذکور ہو کہ جب خضروات یعنی سبزی ترکاری لیکر عاشر پر گذرے اور عاشر فقرا کے لیے انمین سے بعینہا عشر لینا چاہے در صورت انکار کرنے مالک کے اعطا قیمت سے تو نہین لے سکتا اور فقرا کے واسطے کی ہمنے اسلیے قید لگائی کہ اگر اپنے عملہ کے لیے خضروات بعینہ لے لیوے تو جائز ہو اور مالک کے انکار کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر وہ قیمت دینے پر راضی ہو تو اسکے جواز مین کچھ کلام نہین فافہم واللہ اعلم کذا فی الشامی

باب الرکاز

یہ باب ہو دفینہ کے احکام مین الحقوہ بالزکوۃ لکونہ من الوظائف المالیۃ فقہانے رکاز کو زکوۃ کے ساتھ لاحق کیا کیونکہ یہ بھی وظیفہ مالیہ ہو ہم یہ جواب ہو اس سوال کا کہ اس باب کو کتاب الجہاد مین ذکر کرنا چاہیے تھا کیونکہ اسکے مصارف مصارف غنیمت کے ہین اور اسمین سے جو لیا جاتا ہو وہ زکوۃ نہین ہو کذا فی النہر اور اسکو عشر پر مقدم کیا اسلیے کہ رکاز محض قربت ہو اور عشر ایک مشقت ہو جسمین معنی قربت کے ہین کذا فی الطحطاوی ہو لغۃً من الرکز ای الاثبات بمعنی المرکوز رکاز باعتبار لغت کے ماخوذ ہو رکز سے یعنی ثابت کرنا اور بمعنی مرکوز کے ہو ہم شامی نے کہا کہ بمعنی المرکوز خبر بعد خبر ہو گی اور احتمال یہ ہو کہ حال ہو رکز سے یعنے رکاز رکز سے ماخوذ ہو درحالیکہ رکز سے مراد اسم مفعول ہو یعنے مرکوز اور یہ اولے ہو اسلیے کہ رکاز اسم جامد ہو مصدر نہین ہو وشرعًا مال مرکوز تحت ارض اور شرع مین رکاز وہ مال ہو کہ موجود ہو زمین کے نیچے ہم ظاہر عبارت دلالت کرتی ہو کہ یہ معنی لغوی نہین ہین اور منح مین مغرب سے منقول ہو کہ وہ معدن ہو یا کنز یعنے کان یا دفینہ اسلیے کہ یہ دونون مستقر ہین زمین مین اگرچہ راکز مختلف ہو انتہی اور بظاہر اس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ استعمال رکاز کا معدن اور دفینہ دونون مین حقیقی ہو اور مشترک باشتراک معنوی اور دفینہ کے ساتھ خاص نہین نہر الفائق مین کہا کہ اس تقدیر پر کلی متواطی ہو گی اور یہی مصنف کے باب کے عنوان کے مناسب ہو کذا فی الطحطاوی اعم من کون راکزہ الخالق او المخلوق مال عام ہو اس سے کہ زمین کے اندر رکھنے والا اسکا خالق ہو یا مخلوق فلذا قال معدن خلقی خلقہ اللہ تعالے ومن کنز ای مال مدفون دفنہ الکفار لانہ الذی یخمس لیس بسبب اسی عموم کے مصنف نے کہا کہ وہ عام ہو کان خلقی سے کہ اللہ تعالے نے اسکو زمین مین پیدا کیا ہو اور عام ہو کنز سے یعنے مدفون کہ زمین مین رکھا ہو کفار نے اسلیے کہ اسی کا خمس لیا جاتا ہو اگر مسلمان کا مال ہو گا تو اسکا حکم لقطہ کا ہو وجد مسلم او ذمی ولو قنا صغیرا انثی پائی کسی مسلمان یا ذمی نے اگرچہ مملوک صغیر عورت ہو یعنے حکم عام ہو پانے والا آزاد ہو یا مملوک کبیر ہو یا صغیر مرد ہو یا عورت مسلمان ہو یا نہو کذا فی النہر معدن نقد ونحو حدید پائی کان سونے یا چاندی یا لوہے کی یا اسکے مثل کی وہو کل جامد ینطبع بالنار ومنہ الزیبق اور لوہے کے مثل ہر چیز منجمد ہو کہ نرم ہو جاوے آگ سے اور اسی مین ہو پارہ ہم یہ قول امام محمد کا اور امام صاحب کا آخر قول ہو اور قول اول یہ تھا کہ پارہ مین کچھ نہین لازم آتا اور یہی قول آخر ہو امام ابو یوسف کا کیونکہ پارہ بمنزلہ رال وغیرہ کے ہو اور انمین خمس نہین ہو امام محمد اور امام صاحب کی دلیل یہ ہو کہ پارہ چشمہ سے نہین نکلتا اور نکالا جاتا ہو اور نکالا جاتا ہو اسکی دوسری چیز کے

باب الرکاز

چھوٹی ہوئی کسی کے واسطے ۱۲

[illegible] جب کسی [illegible] معدن [illegible]

[illegible] بالاتفاق خمس [illegible]

[illegible] کی [illegible]

[illegible] نہین ہوتے جیسے کانون [illegible] کی [illegible] قسم کی [illegible] دو قسمت [illegible]

[illegible] جاتی ہین آگ سے جیسے [illegible] سے [illegible] نہین ہوتین جیسے [illegible]

یاقوت وغیرہ [illegible] نہین جیسے پانی [illegible] ایک [illegible] پانی [illegible]

اور [illegible] جس سے کشتیون کو روغن کرتے ہین کذا فی الشامی [illegible]

[illegible] کیونکہ وہ بالاجماع

داخل حرم مراد [illegible] جو [illegible]

لیا جاتا [illegible] خمس [illegible] خمس [illegible] الرکاز

اوروجہ المعدن کا مسلمان یا ذمی کی پانی [illegible] حدیث [illegible] الرکاز خمس

اور یہ شامل ہر معدن کو جیسے پہلے گذرا [illegible] زمین کے مالک کے ہین [illegible]

زمین کسی کی مملوک ہو جو حاشیہ ابوسعود مین کہا کہ [illegible] مراد [illegible] پانے والے کی ہو کیونکہ پانے والے کی ملک ہوئی

تو اسمین خمس ہوگا جیسا مصنف آگے بیان کرتا ہو [illegible] شامی نے [illegible] کوئی وجہ معلوم نہین ہوتی کہ جب پانے

مالک زمین [illegible] تو خمس واجب ہو [illegible] واجب ہو کیونکہ علت وجوب دونون مین ایک ہو وہ یہ کہ معدن تمام اجزاء

مالک کی ملک ہو [illegible] مین [illegible] یقینا [illegible] شامی نے [illegible] رحمتی نے اس

یون دفع کیا کہ زمین مملوک کی معدن مین دو روایتین ہین روایت اصل ہو کہ اسمین خمس [illegible] مالک کی ہو اور جامع صغیر کی روایت

یہ ہو کہ اسمین خمس ہو اور چار خمس مالک کے ہین پس [illegible] قول مطابق روایت جامع صغیر کے ہو اور قول آیندہ موافق روایت اصل کذا فی

الشامی ملتقطا والاکمل [illegible] فلا واجد [illegible] زمین [illegible] کسی کی ملک [illegible] پس جو چیز پانے والے کی ہو والمعدن

لاشی فیہ ان وجدہ [illegible] اسکو اپنے گھر مین اور اپنی دکان مین جو معدن کے

لفظ مین احتراز ہو دفینہ سے اسلیے کہ اسکا خمس لیا جاتا ہو اگرچہ کسی کی ملک [illegible] گھر مین ہو اسلیے کہ وہ اجزاء زمین سے

نہین ہو جیسا بدائع مین ہو اور گھر اور دکان کی معدن مین [illegible] امام صاحب کے نزدیک ہو بر خلاف قول صاحبین کے کذا

الشامی و [illegible] الاصل [illegible] الکنز اور کچھ لازم نہین آتا اگر پاوے معدن اپنی اراضی مین اصل کی روایت کے موجب

اور اسی کو اختیار کیا ہو کنز مین جو غایۃ البیان مین کہا ہو کہ زمین [illegible] مین امام صاحب سے دو روایتین ہین روایت اصل کے موافق

ارض [illegible] کچھ فرق نہین [illegible] دونون مین کچھ لازم نہین آتا کیونکہ زمین جب اسکی طرف منتقل ہوئی تو بالکل مع اپنے تمام اجزاء کے

منتقل ہوئی اور معدن بھی اسی زمین کی شی کی ہو تو خمس لازم نہ آیا جیسے غنیمت جب اسکو امام کسی کے ہاتھ فروخت کر دے تو اور لوگون کا

حق اس سے ساقط ہو جاتا ہو اسلیے کہ وہ شخص اسکا مالک بمقابلہ عوض کے ہوا ہو جیسا کہا ہو جصاص نے اور جامع صغیر کی روایت

کے موافق ان مین فرق ہی اُسکی وجہ یہ ہی کہ دار مین کسی طرح کی شفقت اور رکھیرا مین تو خمس بھی لازم نہ آیا اور سب کا سب پانے والے کا ہوا نجلاف ارض کے کہ اُس مین مؤنت خراج او عشر کی لازم آتی ہی لپس اُسمین خمس لازم ہی اور کنز کے اختیار کرنے کو بیان کرنے سے ظاہر اشارح کو ترجیح روایت اصل کی مقصود ہی لیکن ہدایہ مین امام سے دو روایتین نقل کین اور وجہ فرق کی جامع صغیر کی روایت کے بموجب بیان کی اور اصل کے روایت کی وجہ نہین ذکر کی اس سے استدلال ہوسکتا ہی کہ صاحب ہدایہ نے روایت جامع کی اختیار کی اور علامہ نوح نے ذکر کیا ہی کہ قیاس بھی ترجیح روایت جامع صغیر کو چاہتا ہی دو وجہ سے اول یہ کہ جامع صغیر اُوپر معارضہ کے وقت مقدم ہوتی ہی دوسرے یہ کہ یہی قول صاحبین کا ہی متفق علیہ روایت کو اخذ کرنا اولے ہی حاصل یہ ٹھہرا کہ امام نے فرق کیا ہی وجوب خمس مین درمیان معدن اور دفینہ کے اور درمیان جنگل اور گھر کے اور درمیان زمین سلاح اور مملوک کے اور صاحبین نے کچھ فرق نہین کیا انمین وجوب کے باب مین کذا فے الشامی و لا شئ فی یاقوت وزمرد و فیروزج ونحوہا وجدت فی جبل ای فے معادنہا اور کچھ نہین عشر وغیرہ یاقوت اور زمرد اور فیروزہ اور اسکی مثل مین یعنے پتھر کی قسم جو نرم نہوسکتی ہو اور پہاڑون مین پائی جاوین مراد یہ ہی کہ اپنے معادن مین خواہ پہاڑ ہو یا نہو و لو وجدت دفین الجاہلیۃ ای کنزا خمس لکونہ غنیمۃ اور اگر پائے جاوین اشیائے مذکورہ یاقوت وغیرہ اور حالیکہ مدفون جاہلیت کے ہون یعنے کنز جسکا حکم آگے آویگا تو خمس لیا جاویگا کیونکہ وہ بمنزلہ غنیمت کے ہی کہ کفار کے پاس تھی پھر ہمارے قبضہ مین آگئی کذا فے البحر والحاصل ان الکنز یخمس کیف کان والمعدن ان کان ینطبع اور حاصل یہ ٹھہرا کہ دفینہ مین خمس لیا جاوے ہر حال مین اور معدنی جس صورت مین کہ آگ سے نرم ہوجاوے یعنے مائعات مین خمس ہی مثل رال وغیرہ کے اور جو نرم نہون انمین خمس لازم نہین و لا فی لولو ہو مطر الربیع اور کچھ نہین لازم موتیون مین کہ وہ بہار کے مینھ سے پیدا ہوتا ہی یعنے سیپ مین کہتے ہین کہ وہ ایک جانور ہی مچھلی کی قسم سے اللہ تعالے اُسمین موتی پیدا کرتا ہی کذا فے الکرمانی و عنبر حشیش یطلع فے البحر او خثے دابۃ اور نہ عنبر مین کہ وہ ایک قسم کا گھاس ہی کہ دریا سے اگتا ہی یا گوبر کسی چوپایہ کا ہی ہم شیخ داؤد انطاکی نے اپنے تذکرے مین لکھا ہی کہ صحیح یہ ہی کہ قعر دریا مین چشمے ہین وہ دہنیت باہر کیطرف دفع کرتے ہین وہ پانی پر جمتی ہی اُسکو دریائی موج کنارے پر ڈالتی ہی وہ عنبر ہی کذا فے الشامی و کذا جمیع مایستخرج من البحر من حلیۃ و لو ذہبا کان کنزا فے قعر البحر اور ایسے ہی سب چیزین جو دریا سے نکالی جاوین زیور وغیرہ کے لیے اگرچہ سونا ہو کہ دفینہ ہو قعر دریا مین یعنے کسی کا رکھا ہوا اور مراد یہ ہی کہ اُسپر علامت اسلام کی نہو لیکن مین نے اسکو نہین دیکھا قالہ الشامی لانہ لم یرد علیہ القہر فلم یکن غنیمۃ اس واسطے کہ اُسپر غلبہ اور تسلط کسی کا نہین وارد ہوا لپس غنیمت نہوا ہم حاصل یہ کہ محل خمس غنیمت ہی اور غنیمت وہ ہی کہ کفار کا مال ہو پھر مسلمانون نے اسکو بزور لے لیا ہو اور قعر دریا پر کسی کا زور اور غلبہ نہین ہوا لپس وہ مال غنیمت نہوا کذا قالہ قاضی خان و ما علیہ سمۃ الاسلام من الکنوز نقدا او غیرہ فلقطۃ سیجئ حکمہا اور جو دفینہ کہ اُسپر علامت اسلام کی ہو خواہ نقد ہو یا سوا اسکے لپس وہ لقطہ ہی کہ اُسکا حکم آگے آویگا ہم غیر نقد مین شامل ہین ہتھیار آلات اثاث البیت کپڑا وغیرہا اور غنیمت اسواسطے نہین ہوا کہ مسلمانون کا مال غنیمت نہین ہوتا اور لقطہ کا حکم جو آویگا وہ یہ کہ مسجدون کے دروازون پر اور بازارون مین پکارا جاوے یہان تک کہ گمان ہو کہ مالک اُسکی طلب سے بیٹھ رہا ہوگا پھر اگر خود فقیر ہی تو اپنے آپ صرف مین لے نہین تو کسی دوسرے فقیر کو دیدے بشرطیکہ جب طالب اُسکا آوے تو ضمان دے کذا فی الشامی و ما علیہ سمۃ الکفر خمس و باقیہ للمالک اول الفتح اور جو دفینہ ایسا ہو کہ اُسپر علامت کفار کی ہو تو اُس مین سے خمس لیا جاوے اور باقی اُس شخص کا ہی جو اول فتح اسلام مین اُسکا مالک ہوا امام کی تملیک سے ہم قاضی خان نے کہا کہ یہ خمس لینا بالاتفاق ہی

یعنے کنز وغیرہ اور وارث نہین ہو تو خمس مقرر کرنا اس مین ہو سکتا ہو بخلاف معدن کے اور لفظ شوامل ولا بیت المال سے ولی مراد ہو یعنی
اصل مالک نے وارث کا ہو گر وفادہ ہو اور نہین تو بیت المال کا ہو اور یہ اوجہ ہو مہر میں کہا ہو اگر وارث مالک معلوم نہ ہوا اسکے معدوم
ہونے تو اقتضے مالک زمین کا اس کو وارث ہو اور ابو الیسر نے کہا کہ بیت المال میں رکھا جاوے فتح القدیر میں کہا ہو کہ یہ موجب ہو تامل
کے ہو اتنا اسلئے کہ جو زمین مذکور ہو کنز زمین میں امانت ہو پس جب مالک اول زمین کا مالک ہوا تو جو اسمین رکھا ہوا سکا بھی مالک ہوا
اور اگر زمین کو وہ بیچ ڈالے تو فروخت سے جو چیز زمین کے اندر ودیعت ہو اسکی ملک سے نقل نہ ہوگی جیسے مچھلی کے پیٹ مین موتی
و تبا ان ملکت از قصد والا فللواجد یہ اس صورت میں ہو کہ زمین اسکی مملوک ہو اور اگر مملوک نہو جیسے جنگل وغیرہ تو پانے والے کا
ہو یعنے خمس نکالکر کما فی البحر یہ اشارہ ہو باقیہ للمالک کی طرف اور یہ صاحبین کا قول ہو اور ہدایہ وغیرہا سے اسکی ترجیح معلوم ہوتی ہو
لیکن سراج میں مذکور ہو کہ امام ابو یوسف نے کہا کہ باقی پانے والے کا ہو جیسا حال غیر مملوکہ زمین کا ہو اور اس پر فتوے ہو شارح نے
کہا کہ آج کل یہی مناسب ہو کیونکہ بیت المال کا انتظام نہین ہو و لو ذمیا فنا صغیرا انثے لا امن من اہل الغنیمۃ اگرچہ پانے والا ذمی ہو غلام
ہو صغیر ہو عورت ہو اسلئے کہ یہ سب اہل غنیمت مین یعنے امام غنیمت مین سے کچھ بطور عطا انکو دیا کرتا ہو شامی عن رحمتی خلا حربی
مستامن فانہ یسترد منہ ما اخذ یعنے پانے والے کا ہو سواے کافر حربی مستامن کے کہ لوٹا یا جاوے اس سے جو اسنے لیا کیونکہ غنیمت
مین اسکا کچھ حق نہین الا اذا عمل فے المفاوز باذن الامام علے شرط فلہ المشروط مگر جبکہ کام کرے جنگلون مین امام کے اذن
سے کسی شرط پر تو اسکو مشروط یعنے مقررہ ملیگا و لو عمل رجلان فے طلب الرکاز فہو للواجد اور اگر دو شخص ملکر کام کرین دفینہ کے طلب
مین تو وہ اسکا ہوگا جسنے پایا امر ظاہر اسکا دلالت کرتا ہو کہ دوسرے کو کچھ نہ ملیگا اور یہ اس صورت مین ہو کہ ایک نے کھودا پھر دوسرا آیا
اسنے باقی رہا ہوا کھودا اور نکالا لیکن اگر وہ دونون شترک ہون اسکی طلب مین سو باب الشرکۃ الفاسدہ مین آویگا کہ شرکت صحیح
نہین گھاس کھودنے اور شکار کرنے اور پانی بھرنے اور باقی مباحات مین جیسا پہاڑون مین سے میوہ چننا اور طلب کرنا کان کا اور
نکالنا انیشون کا مباح مٹی سے اسلئے کہ یہ شرکت متضمن ہو وکالت کو اور وکیل کرنا مباح چیز کے لینے کے لیے جائز نہین اور جو کچھ انمین
سے کسی نے حاصل کیا وہ اسی کا ہوگا اور جو دونون نے حاصل کیا وہ نصفا نصف ہوگا اگر یہ نہ معلوم ہو کہ کتنا کسکا ہو اور جو کچھ
ایک ہمراہی کی مدد سے ملے تو وہ اسی کا ہو اور ہمراہی کو اجر مثل ملیگا جسقدر ہوا امام محمد کے نزدیک اور امام ابو یوسف کے
نزدیک اسقدر کہ اس شئی کی نصف ثمن سے زیادہ نہو و ان کانا اجیرین فہو للمستاجر اور اگر وہ دونون مزدور ہون تو مال اسکا ہوگا
جسنے انکو اجرت پر رکھا و ان خلا عنہا اے العلامۃ او اشتبہ الضرب فہو جاہلے علی ظاہر المذہب ذکرہ الزیلعی لانہ الغالب
وقیل کاللقطۃ اور اگر خالی ہو علامت سے یا مشتبہ ہو سکہ تو وہ جاہلی ہو یعنے اسلام سے پہلے کا ظاہر مذہب پر ذکر کیا ہو اسکو
زیلعی نے کیونکہ غالب یہی ہو اسلئے کہ کفار حریص ہوتے ہین جمع اموال پر کذا فے الطحطاوی اور ایک قول یہ ہو کہ مال مذکور
لقطہ کے مانند ہو مع ہدایہ مین ایک قول یہ کہا ہو کہ اسکو مال اسلامی تصور کرینگے بہت زمانہ گذرنے کی جہت سے یعنے ظاہر یہ ہو
کہ آثار جاہلیت سے کچھ باقی نہین رہا اور ظاہر ہی کا اعتبار ہو جب تک اسکا خلاف معلوم نہو اور حق یہ ہو کہ اس ظاہر ہونے
کو نہ مانین بلکہ جاہلیت کے دفینے اب تک شہرون مین نکلتے رہتے ہین کذا فی فتح القدیر شامی نے کہا کہ اکثر نقود جنمین علامت
اہل حرب کی ہو اور اہل اسلام مین رائج ہو ظاہر یہ ہو کہ وہ قسم مشتبہ سے ہین لیکن ابن ملک نے شرح وقایہ مین جو ملا علی قاری کی ہو

دیکھ اُسمین کہا ہو کہ کفار کے درہم مسلمانون کے درہمون مین مخلوط ہونے کی صورت مین جیسا فی زماننا رواج ہو اسلامی آئین ہونے کے سبب اُسمین
ولاخمس رکاز اسے ماکان او کنزا وجد فی صحراء دارالحرب بل کلہ للواجد ولو مستامنا لانہ کالمتلصص اور نہ خمس لیا جاوے دو رکاز
کہ پایا جاوے دارالحرب کے جنگل مین خواہ معدن ہو یا دفینہ بلکہ کل پانے والے کا ہو اگرچہ وہ دارالحرب مین امن لیکر گیا ہو اسواسطے
کہ وہ شخص چور کی طرح ہو ولو دخلہ جماعۃ ذو منعۃ وظفروا بشیء من کنوزہم وجب الخمس لکونہ غنیمۃ اور اسی واسطے
اگر دارالحرب مین ایک جماعت شوکت والی داخل ہوا اور کچھ خزانہ یا معدن انکو دستیاب ہو تو خمس لیا جاویگا کیونکہ وہ غنیمت ہو یعنے
غلبہ اور قہر سے حاصل ہوا ہو وان وجدہ اے الرکاز مستامن فے ارض مملوکۃ لبعضہم ردہ الیہ مالکہ تحرزا عن الغدر اور اگر معدن
یا دفینہ کسی مستامن نے حربیون کی مملوکہ زمین مین سے پایا تو اسکو اُسکے مالک کو ہٹا دے غدر سے بچنے کے لیے م یعنے حربیون کے مال اُس
شخص مستامن پر بدون اُنکی رضامندی کے حرام ہین تو بدون اجازت کے کسی مال کا رکھ لینا خیانت ہوگا فان لم یردہ واخرجہ منہا
ملکہ ملکا خبیثا فسبیلہ التصدق بہ پس اگر نہ ہٹایا اسکو اور دارالحرب سے نکال لایا تو اُسکا مالک ہوجاویگا خبیث ملک سے کہ اُسکا
تصدق کرنا واجب ہو فلو باعہ صح لقیام ملکہ لکن لا یطیب للمشتری پس اگر کسی دوسرے شخص کے ہاتھ بیچ دیا تو درست ہو کیونکہ اُسکی ملک ثابت
ہو لیکن مشتری کو اچھا نہین م بخلاف اُس صورت کے کہ کسی سے ایک چیز بشراء فاسد خریدی پھر کسی کے ہاتھ بیچ دے تو مشتری
ثانی کے واسطے کچھ خرابی نہین ہو کیونکہ فسخ بیع اول کا اس صورت مین ممتنع ہوگیا کذا فے الحلبی عن البحر ولو وجدہ اے الرکاز غیرہ
اے غیر مستامن فیہا اے فے ارض مملوکۃ لہم حل لہ فلا یردہ ولا خمس لانہ کالمتلصص بلا فرق بین متاع وغیرہ اور اگر معدن یا دفینہ پایا
غیر مستامن نے حربیون کی زمین مملوکہ مین سے تو اسکو حلال ہو پس نہ ہٹا وے اور نہ اُس مین خمس لیا جاوے اسی وجہ سے کہ گذری یعنے
وہ مثل خفیہ لیجانے والے کے ہو کذا فے الدرر بدون فرق کے درمیان متاع اور غیر متاع کے م متاع کے معنون مین مختار
کا اختلاف ہو صحیح یہ ہو کہ متاع وہ ہو جس سے نفع لیا جاوے خواہ کپڑے ہون یا گھر کا اسباب یا کھانا یا برتن کذا فے الطحطاوی وما فی
النقایۃ من ان رکاز متاع ارض لم تملک یخمس سہو اور جو کچھ نقایہ مین ہو کہ رکاز زمین غیر مملوکہ کا خمس لیا جاوے وہ سہو ہو م نقایہ
کتاب ہو صدر الشریعہ کی اور یہی ہو وقایہ مین جو اُسکے دادا تاج الشریعہ کی کتاب ہو درر مین کہا ہو کہ یہ صحیح نہین ہو کیونکہ شراح
ہدایہ نے اور علما نے تصریح کی ہو کہ خمس واجب ہوتا ہو اُس چیز پر کہ غنیمت کے معنون مین ہو یعنے اہل حرب کے ہاتھ مین ہو پھر
مسلمانون کے پاس آجاوے قوت بازو سے اور وقایہ مین جو مذکور ہو وہ اس طرح کی صورت نہین ہو کیونکہ مستامن مثل چور کے ہو اور
زمین دارالحرب کی مسلمانون کے ہاتھ مین نہین آئی طحطاوی نے کہا کہ اضافت رکاز کی متاع کی صرف بیانی ہو الا ان یحمل علے متاعہم
الموجود فے ارضنا مگر یہ کہ مراد لیا جاوے متاع سے جو حربیون کا متاع دارالاسلام مین موجود ہو فرع مسئلہ تحفہ شارح کا للواجد
صرف الخمس لنفسہ واصلہ وفرعہ واجنبی بشرط فقرہم پانے والے کو جائز ہو خمس کا صرف کرنا اپنے نفس پر اور اپنی اصل مان باپ پر اور
اپنی فرع یعنے اولاد پر اور اجنبی پر بشرطیکہ محتاج ہون م یعنے وہ خود اگر محتاج ہو اور چار خمس مین اُسکا کام نہین
نکلتا تو خود سب کا سب رکھ لے اگر نصاب سے کم ہو اور اگر نصاب کو پہونچے تو خمس کا خرچ کر لینا اسکو جائز نہین کذا فے البحر
عن البدائع مین کہتا ہون کہ اسمین گفتگو ہو کیونکہ بعض اوقات نصاب سے زائد بھی کافی نہین ہوتا مثلاً جبکہ پانے والا قرضدار ہو
پس بہتر یہ ہو کہ حاجت ہی پر اقتصار کیا جاوے اور حاکم نے کافی مین کہا ہو کہ جسکو رکاز کا مال ملے اُسکو گنجائش ہو کہ صرف کرے خمس

[illegible] کو قبول کیے اور اگر [illegible] جو [illegible]

اور [illegible] عشر [illegible]

کذا افاده الشامی

باب العشر

یہ باب ہے دسویں کے احکام میں عشر کہتے ہیں دس میں سے ایک کو سے مراد وہ ہے جو عشر کی طرف منسوب ہے تاکہ شامل ہو نصف العشر اور ربع العشر کو کذا فی الحموی اور اسکو زکوۃ میں اسلیے ذکر کیا کہ اسکا مصرف وہی ہے جو زکوۃ کا ہے یجب العشر فی عسل وہاں قول واجب ہے دسوان حصہ شہد میں اگرچہ قلیل ہو شامی میں کہا اصل میں کسرہ ہے عین میں کیونکہ [illegible] ارض کی طرف اور [illegible] قول کی ضرورت نہیں اسلیے کہ مصنف کا قول بلا شرط نصاب اس سے مغنی ہے ارض غیر الخراج ولو غیر عشریۃ الجبل و مفازۃ عشر واجب ہے اس شہد میں کہ غیر خراجی زمین کا ہو اگرچہ غیر عشری بھی ہو جیسے پہاڑ و جنگل بخلاف الخراجیۃ لئلا یجتمع العشر والخراج بخلاف شہد زمین خراجی کے یعنے اسمین عشر نہین تاکہ نہ جمع ہو جاوین عشر و خراج ارض غیر الخراج کے لفظ میں اشارہ ہے کہ یہ شامل ہے زمین عشری کو اور اس زمین کو کہ نہ عشری ہو نہ خراجی جیسے پہاڑ و جنگل لیکن شامیہ میں ہے کہ پہاڑ عشری ہے یعنے اگر استعمال میں آوے تو عشری ہے کذا قال الشامی وکذا یجب العشر فی ثمرۃ جبل او مفازۃ ان حماہ الامام لانہ مال مقصود اور ایسا ہی عشر واجب ہے پہاڑی یا جنگلی میوہ میں اگر امام نے اسکی حفاظت کی اسلیے کہ وہ مال مقصود ہے امام کی حفاظت اسلیے مقصود ہے کہ عشر واجب ہو کیونکہ اخذ مال حفاظت ہی کی جہت سے ہے تو یہ علت اشتراط کی ہے یا یہ کہ وہ اس جنس سے ہے کہ جس سے غلہ حاصل کرنا زمین کا مطلوب ہوتا ہے تو یہ علت وجوب کی ہوئی کذا فی الشامی لا ان لم یحمہ لانہ کالصید عشر واجب نہوگا اگر امام نے اسکی حفاظت نہیں کی جیسا شکار کہ اسمین بھی عشر نہین ویجب فی مسقی سماء واسے مطر او سیح کنہر او رواجب ہے عشر اس زمین میں جو مینہ سے پانی دیگئی ہو یا جاری پانی سے مثل نہر کے سیح پانی کے جاری ہونے کو کہتے ہیں زمین پر یعنے نہر کا پانی یا نالون کا کذا فی المغرب بلا شرط نصاب راجع للکل بدون شرط نصاب کے یعنے کچھ ضرور نہین کہ پیداوار بقدر نصاب ہو اگر کمتر ہوگا تب بھی عشر واجب ہوگا شارح نے کہا کہ نصاب کا ہونا سب مذکورات کی طرف ہے یعنے شہد و پھل و غلہ و بلا شرط بقاء وحولان حول لان فیہ معنی المؤنۃ اور بدون شرط باقی رہنے تمام سال کے اور گذرنے برس کے اسواسطے کہ عشر میں معنی مونت الارض کے ہیں یعنے اجرت زمین کی تو یہ عشر عبادت محض نہوا ہم اگر پیداوار سال بھر میں کئی بار ہو تو ہر بار عشر واجب ہوگا اور ایسا ہی خراج مقاسمہ یعنے تہائی کا لیکن خراج موظف جو فی جریب ایک درہم یا مثل اسکے سالانہ مقرر ہوا کرتا ہے تو وہ برس روز میں ایکبار واجب ہوا کرتا ہے مکرر نہیں ہوتا اگرچہ زمین کا پیداوار کئی بار ہو کذا فی الشامی ولہذا کان للامام اخذہ جبرا ویوخذ من الترکۃ اور اسلیے امام کو گنجائش ہے کہ ان چیزون کا عشر زبردستی اور ترکہ سے لیا جا سکتا ہے ویجب مع الدین وفی ارض صغیر ومجنون ومکاتب ومادون ووقف اور واجب ہوتا ہے یہ عشر باوجود قرضداری کے اور لڑکے کی زمین میں اور مجنون کے اور مکاتب کی اور ماذون کی اور وقفی زمین میں عدم زمین کی ملک وجوب عشر کے لیے شرط نہین بلکہ پیداوار کی ملک شرط ہے اسلیے کہ عشر پیداوار میں ہے زمین میں نہین تو زمین کا مالک ہونا اور نہونا دونون برابر ہین اور زمین وقفی میں عشر اس صورت میں ہے کہ اہل وقف نے اسکو بویا ہو کذا فی الشامی

وتسمیتہ زکوٰۃ مجاز اور عشر کو زکوٰۃ کہنا مجازاً ہی حم ایسا ہی مفہوم ہوتا ہی عنایہ سے اور نہر مین اسی کی تقویت کی ہی لیکن عنقریب اس باب مین
کچھ گفتگو ہو چکی ہی الافی مالا یقصد بہ استغلال الارض مگر ان چیزون مین عشر نہین کہ زمین کے محاصل مین مقصود نہون نحو حطب وقصب
فارسی جیسے لکڑی اور نے حم قصب لغت مین نبات ساقدار گرہ والی کو کہتے ہین اور فارسی کے لفظ سے احتراز ہو گیا گنے اور قصب الذریرہ
جسکو قصب السنبل کہتے ہین کیونکہ ان دونون مین عشر ہی کما فی الجوہرہ اور سراج مین ہی کہ گنے کے رس مین عشر ہی نہ خود گنے مین کذا فی
الشرنبلالیہ وحشیش وتبن اور جیسے گھاس حر اور سوکھا حم فتح مین کہا مگر اتنی بات ہی کہ اگر اسکو کاٹ لیا دانہ کے انعقاد سے پہلے تو اسمین عشر
واجب ہی کیونکہ وہی مقصود ہو گیا اور ایک روایت امام محمد سے ہی کہ سوکھی گھاس مین عشر ہی کذا فی الشامی وسعف وصمغ وقطران وخطمی
واشنان اور جیسے کھجور کے پتے اور جیسے گوند اور قطران جو ایک درخت کا عصارہ ہی اور خطمی اور اشنان وشجر قطن وباذنجان اور جیسے گھاس کا
درخت اور بینگن کا درخت حم یعنے ان دونون کے درختون مین عشر نہین بلکہ جو کپاس اور بینگنون مین عشر ہی کذا قالہ الطحطاوی وبذر بطیخ وقثاء
وادویۃ حلبۃ وشونیز اور جیسے تربوز کے بیج اور ککڑی کے اور جیسے دوائیان مثل میتھی اور کلونجی کے حم کیونکہ تخم سے مقصود ترکاریان ہوتی ہین اور زمین
عشر لازم آتا ہی خود تخم مقصود نہین ہین خانیہ مین ہی کہ دواؤن مین عشر نہین ہی جیسے کیلہ اور ہلیلہ اور کندر مین کذا قال الشامی حتے لو اشغل
ارضہ بہا یجب العشر یہان تک کہ اگر زمین کو انھین چیزون مین لگا دیا تو عشر واجب ہو گا حم یعنی اگر کوئی شخص زمین کو نے اور گھاس
وغیرہ کے واسطے رکھتا ہو محاصل کے لیے اور اسی کو کاٹتا ہو اور بیچتا ہو تو اُس مین عشر ہو گا کذا فی غایۃ البیان والبدائع اور شرنبلالی مین
کہا کہ بیچنا کچھ شرط نہین اسی لیے قاضی خان نے مطلق رکھا یعنے بیچنے کی قید نہین لگائی کذا فی الشامی ویجب نصفہ فی مسقی غرب اے
دلو کبیر ودالیۃ اے دولاب لکثرۃ المؤنۃ اور نصف عشر یعنے بیسوان حصہ واجب ہی اُس زمین کی پیداوار مین جو چرس سے پانی دی گئی ہو
یا رہٹہ سے بسبب زیادتی محنت کے حم یہ وجہ ہی نصف العشر لازم آنے کی وفی کتب الشافعیۃ او سقاہ بماء اشتراہ اور کتب شافعیہ مین مذکور
ہی یا اُس صورت مین کہ پانی مول لیکر دیا ہو اور یہ ہمارے قواعد کے مخالف نہین ہی یعنے اُس صورت مین حنفیون کے نزدیک بھی بیسوان حصہ
لیا جاویگا کذا فی الشامی ولو سقی سیحا وبآلۃ اعتبر الغالب اور اگر پانی دیا اسکو نہر سے اور کسی آلہ سے یعنے چرس وغیرہ سے تو اعتبار کیا جاویگا
اکثر حم اگر اکثر چرس سے پانی دیا ہو گا تو بیسوان حصہ لیا جائیگا اور اگر باران سے یا نہر سے دیا ہو گا تو دسوان حصہ کذا فی الزیلعی ولو استویا
فنصفہ اور اگر دونون طرح پانی دینا برابر ہو تو نصف عشر ہی کیونکہ زیادتی مین شک واقع ہوا اور شک سے لزوم نہین ہوتا وقیل ثلثۃ
ارباعہ اور ایک قول یہ ہی کہ تین ربع عشر کے اس صورت مین لازم ہین حم غایۃ البیان مین کہا کہ یہی قول ہی ائمہ ثلثہ کا کہ نصف نصف دونون
وظیفون کا لیا جاوے یعنے چونکہ آدھی زمین نہر کی ہوئی تو دسوین حصہ کا آدھا لازم ہوا اور آدھی دولابی تو بیسوین حصہ کا
آدھا لازم ہوا اسی لیے تین ربع عشر کے ہوے اور زیلعی نے روایت اول یعنے لزوم نصف عشر کو ترجیح دی ہی سوائم پر قیاس کر کے
جس صورت مین آدھے برس گھر سے گھاس دیا ہو کذا فی الشامی بلا رفع مؤن اے کلف الزرع وبلا اخراج البذر لتصریحہم بالعشر
فی کل الخارج عشر اور نصف عشر لیا جاوے بدون مجرا کرنے اخراجات کھیتی کے اور بغیر نکالنے بیج کے اسلیے کہ علما نے تصریح کی ہی عشر کی
کل پیداوار سے حم یعنے عشر اول صورت مین اور نصف عشر دوسری صورت مین جو لازم ہی تو کل مین سے لازم ہی بغیر مجرا کرنے مزدوری
کمیرون اور خرچ بیلون کے اور نہرون کی کھدوائی اور اجرت محافظ وغیرہ کی کذا فی الدرر ویجب ضعفہ فی ارض عشریۃ لتغلبی
مطلقاً واجب ہی دونا عشر کا یعنے پانچوان حصہ اُس عشری زمین مین جو تغلبی کی ہو ہر صورت مین حم بنی تغلب قوم نصاری مین سے ہین

[illegible] نے لیا ہو اور [illegible] جب [illegible] کیا [illegible]

ہو [illegible] پانی [illegible] بیتے ہیں [illegible] اسلئے وجہ [illegible] کہ مسلمانوں کی نسبت [illegible] لیا ہو [illegible]
میں [illegible] اور اسلام اور اتباع [illegible] صحیح ہوا [illegible] امام [illegible] زمین [illegible] مسلمان [illegible]
[illegible] مسلمان ہوا تو [illegible] زمین [illegible] تضعیفی موجود [illegible] صاحبین کے نزدیک تضعیفی رہتی ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک عشری
ہو جاتی ہے [illegible] حال [illegible] خریدا ہو اس سے کسی مسلمان نے اور اگر خریدا تغلبی نے عشری زمین کو کسی [illegible] سے تو شیخین کے نزدیک
تضعیفی ہو جاوی [illegible] امام محمد کے نزدیک عشری باقی رہیگی کذا فی العینی [illegible] مسلم [illegible] لان التضعیف [illegible]
یا خرید زمین کو تغلبی سے کسی مسلمان نے یا ذمی نے اس جہت سے کہ تضعیف خراج ہے [illegible] تبدل [illegible] ذمی [illegible] تضعیفی
رہے تغلبی سے خریدے تو [illegible] تضعیفی رہتی ہے کذا فی العینی [illegible] اکثر [illegible]
[illegible] اور [illegible] تبدل [illegible] بالاتفاق اور تضعیف میں امام ابو یوسف کا [illegible] میں خلاف [illegible] کہ تغلبی مسلمان ہو جاوے
یا [illegible] سے کسی مسلمان نے [illegible] کیونکہ وہ [illegible] جیسا [illegible] بیان ہو چکا کذا [illegible] واخذ الخراج من ذمی غیر تغلبی
اشتری [illegible] عشریۃ من مسلم وقبضہا منہ للتنافی [illegible] لیا جاوے گا خراج اس ذمی سے جو تغلبی نہ ہو اور خریدا ہو اس نے عشری مسلمان سے
اور قبضہ کیا اسلئے کہ عشر میں اور کفر میں منافات ہے [illegible] ذمی سے خراج لیا اس صورت میں مذہب شیخین کا ہے اور امام محمد کے نزدیک عشری
رہیگی اور غیر تغلبی کی قید اسواسطے لگائی کہ عشری [illegible] شیخین کے نزدیک اور قبضے کی قید اسلیے لگائی کہ خراج
واجب نہیں ہوتا مگر زراعت کی قدرت سے اور زراعت پر قدرت نہیں حاصل ہو سکتی بدون قبض کے اور کفر منافی ہے عشر
کے اسلیے کہ عشر میں معنی عبادت کے ہیں حاصل یہ ہے کہ زمین عشری ہوتی ہے یا خراجی یا تضعیفی اور مشتری یا مسلم ہوگا یا ذمی یا تغلبی پس
جب مسلمان خریدے عشری یا خراجی کو تو بدستور اپنے حال پر رہتی ہے یا خریدے تضعیفی کو تب طرفین کے نزدیک بدستور رہتی ہے اور
امام ابو یوسف [illegible] کہتے ہیں کہ عشری ہو جائیگی اور جب تغلبی خریدے خراجی کو تو خراجی رہیگی اور تضعیفی کو خریدے تو تضعیفی رہیگی اور اگر
عشری کو کسی مسلمان سے خریدے تو تضعیفی ہو جائیگی شیخین کے نزدیک برخلاف قول امام محمد کے اور جب خریدے ذمی غیر تغلبی خراجی
یا تضعیفی کو تو بدستور رہیگی اور اگر عشری خریدے تو خراجی ہو جائیگی اگر ٹھہرے اسکی ملک میں امام اعظم کے نزدیک کذا قال الشامی
و [illegible] العشر من مسلم اخذہا منہ ای من الذمی بشفعۃ لتحول الصفقۃ الیہ او [illegible] لیا جاوے گا عشر مسلمان سے کہ لیا ہو زمین عشری کو ذمی سے
شفعہ کی وجہ سے واسطے تبدل عقد کے ذمی سے طرف مسلمان کے [illegible] گویا کہ مسلمان نے مسلمان سے لیا ذمی کا واسطہ
بیچ میں سے [illegible] کذا فی البحر وغیرہ او ردت علیہ لفساد البیع یا زمین رد کی گئی مسلمان پر بیع کے فساد کے سبب سے [illegible]
[illegible] یعنے جبکہ خریدا اسکو ذمی نے مسلمان سے بشراء فاسد پھر وہ زمین بجہت شراء فاسد ہونے کے رد کی گئی مسلمان پر تو وہ زمین عشری
نہ ہو گی بدستور [illegible] کیا ہو کہ رد [illegible] فسخ کی جہت سے بیع کان لم یکن ہو گئی اسلیے کہ حق مسلمان کا یعنی بائع کا اسطرح کی بیع سے منقطع نہیں
ہوا تھا کہ [illegible] استحقاق پھیر لینے کا اسکو ثابت ہے او بخیار شرط یا رد کی گئی ہو خیار شرط کی جہت سے [illegible] یعنے جس صورت میں کہ بائع کو
خیار تھا جیسا قاضی خان نے جامع صغیر کی شرح میں قید لگائی ہے اسلیے کہ خیار بائع کا منع کرتا ہے زوال ملک کو قالہ الشامی [illegible]
یا رد کی گئی ہو بخیار رویت بہرحال یعنے رد قضاء قاضی سے ہو یا بغیر اسکے کذا فی الشامی او عیب بقضاء یا رد کی گئی بجہت عیب کے قاضی کے

حکم سے ہم تو ان پانچون صورتون مین مسلمان سے عشر لیا جائیگا و لو بغیرہ لقیت خراجیہ لانہ اقالۃ لا فسخ اور اگر رد کی گئی بغیر حکم قاضی کے تو رہیگی خراجی اسواسطے کہ یہ اقالہ ہی نہ فسخ یعنے اقالہ بیع جدید ہوتا ہی غیر متعاقدین کے حق مین کذا فی الشامی و اخذ خراج من دار جعلت بستانا او مزرعۃ ان کانت لذمی مطلقًا اور لیا جاوے خراج گھر سے کہ بنا لیا ہو اسکو باغ یا کھیت اگر وہ گھر ذمی کا ہو ہر صورت مین ہم یعنی عشر کے پانی سے اسکو پانی دیا ہو یا خراج کے پانی سے اسلیے کہ ذمی خراج کے لائق ہی نہ عشر کے کذا فی البحر او لمسلم و قد سقاہا بماء الخراج یا وہ گھر مسلمان کا ہو لیکن مسلمان نے اسکو پانی دیا خراج کے پانی سے اسواسطے کہ مسلمان راضی ہو خراج کے ادا پر اسوجہ سے کہ اسنے خراج کا پانی اپنے کھیت کو دیا ہم خراج کا پانی یعنے وہ نہرین کہ عجمیون نے کھودین جیسے گنگا اور جمنا کی نہرین اور اسی کے مانند ہی سیحون اور جیحون و دجلہ و فرات برخلاف قول امام محمد کے اور عشر کا پانی مینہ اور کنوان اور چشمہ اور وہ دریا جو کسی کے تحت مین نہو کذا فی الملتقی و شرح عتابی نے اشکال کیا تھا کہ یہان مسلمان پر خراج لگانا ابتدائً لازم آتا ہی شارح نے اسکے جواب کیطرف اشارہ کیا کہ ممنوع ہی خراج بجبر لگانا ابتدائً مسلم پر اور یہان مسلمان نے چونکہ خراجی زمین سے پانی دیا خود خراج اختیار کیا جیسا زمین موات کو امام کی اجازت سے درست کرے اور پانی خراج کا دے تو خراج واجب ہوتا ہی کذا قال فی البحر و اخذ عشر ان سقاہا المسلم بمائہ او بہما لانہ الیق بہ اور لیا جاویگا عشر اگر پانی دیا زمین کو مسلمان نے عشر کے پانی سے یا دونون طرح کے پانی سے اسلیے کہ عشر لائق ہی مسلمان کو کیونکہ اسمین عبادت کے معنی پائے جاتے ہین و لا شیء فی دار و مقبرۃ و لو لذمی اور کچھ نہین لازم گھر مین اور مقبرہ مین اگرچہ ذمی کا ہو ہم کیونکہ حضرت عمر نے مساکن کو معاف کر دیا تھا اور اسی پر اجماع ہی صحابہ کا دوسری وجہ یہ ہی کہ رہنے مین نمو و زیادتی نہین اور خراج کا وجوب نمو کی جہت سے ہی اور اسی قیاس پر مقابر مین زیلعی اور اس بیان سے یہ ظاہر ہوا کہ پرانے اور نئے مین کچھ فرق نہین لیکن علمانے تصریح کی ہی کہ اگر کسی خراج زمین کو معطل رکھے تو اسپر خراج لازم ہی خانیہ مین ہی اگر خراجی زمین کو خرید کر کے گھر بنایا یا عمارت بنائی تو اسپر اس زمین کا خراج لازم ہوگا جیسا اس صورت مین کہ اسکو معطل رکھے اور ایسا ہی ذخیرہ مین ہی پھر کہا کہ فتادی ابو اللیث مین ہی کہ جب کرین خراجی زمین کو مقبرہ یا کرایہ کے لیے یا گھر فقیرون کے لیے تو خراج ساقط ہو جاتا ہی انتہی اور یہ دوسری روایت شاید کہ بنی ہی منفعت عامہ پر کذا قالہ الشامی و لا فی عین قیر اسے زفت اور کچھ نہین رال کے چشمے مین ہم اسلیے کہ رال زمین کا نما یعنے بڑھوتری نہین ہی یعنے زمین سے نہین پیدا ہوتی ہی بلکہ چشمہ ہی جوش مارتا جیسے پانی کا چشمہ تو اسمین عشر اور خراج نہین کذا فی البحر و لفظ دہن یعلو الماء مطلقًا اے فی ارض عشر او خراج اور کچھ نہین نفط مین کا روغن ہی کہ جو پانی پر آجاتا ہی کسی صورت مین یعنے رال وغیرہ زمین عشری مین ہو یا خراجی مین و لکن فی حریمہا الصالح للزراعۃ من ارض الخراج خراج لیکن خراج زمین کے چشمہ کے گرد و نواح مین جو صلاحیت کھیتی کی رکھتا ہو خراج لازم ہی لا فیہا لتعلق الخراج بالتمکن من الزراعۃ خراج نہین خود چشمہ مین اسلیے کہ خراج متعلق ہی کھیتی کی قدرت پر ہم یہ علت ہی الصالح للزراعۃ کی اور خراج موظف مین بن سکتی ہی اور خراج مقاسمہ کا حکم مانند حکم عشر کے کذا قالہ الشامی و اما العشر فیجب فی حریمہا العشری ان زرعہ و الا لا لتعلقہ بالخارج اور عشر واجب ہی عشری زمین کے چشمہ کے گرد و نواح مین بشرطیکہ بودے اور نہین تو نہین لازم کیونکہ عشر پیدا وار سے متعلق ہی و یوخذ العشر عند الامام عند ظہور الثمرۃ و بدو صلاحہا بان تامن العاہۃ و الفساد اور لیا جاوے عشر امام صاحب کے نزدیک وقت ظاہر ہونے پھل کے اور وقت ظاہر ہونے اسکی درستی کے یعنی گدرا ہونیکے کذا فی البرجندی اور نہر مین شرط کیا ہی کہ فساد سے مامون ہو جاوے ہم جوہرہ مین کہا ہی کہ اختلاف ہی عشر کے وقت مین جو کھیتون اور درختون مین سے لیا جاتا ہی پس امام ابو حنیفہ اور زفر کہتے ہین کہ اسوقت لیا جاوے کہ جب پھل ظاہر ہوا اور خرابی سے محفوظ ہو اگرچہ کٹنے کے لائق نہو یعنے اس درجہ کو پہونچے کہ اس سے انتفاع ہو سکے اور امام ابو یوسف کہتے ہین کہ جب کٹنے کے لائق ہو اور امام محمد کہتے ہین کہ جب کٹ جاوے اور کھلیان لگایا جاوے کذا فی الشامی

(حاشیہ:) ف اور نمک مین بھی کچھ نہین کذا فی الکافی و النہایہ وغیرہ ۱۲

اور یہی قول امام صاحب یعنی خراج کا لینا بھی مناسب ہے اور اچھا ہے اور نہیں جنہوں نے اپنی زمین ویسے ہی کہ عمارت اسکی آمدنی خراج کے واسطے
چھوڑ دی مضمون ہے کہ یہ حکم خراج مقاسمہ کا ہے اسلیے کہ خراج موظف ذمہ پر لازم ہوتا ہے پیداوار سے اسکو تعلق نہیں اور بعضون نے کہا کہ
امام ابو حنیفہ کا بھی ایسا ہی قول ہے اسلیے کہ امام یعنے حاکم کو جس کا حق ہے خراج کے اوسکے لیے ہیں اگر پیداوار کو مالک کھا جاوے تو امام خراج کو ادا کرے
کذا فی الذخیرہ فتاوی میں ہے کہ اگر ناواقفات میں ہے کہ عشر من البزازیہ کہ پیداوار کے کھانے کا درست نہیں قبل ادا کرنے خراج کے اور ایسا ہی قبل ادا کرنے
عشر کے کیونکہ مالک ملزم ادا عشر کا رکھتا ہے اور یہ قید حسن ہے کذا فی الشامی ولا یاکل من طعام العشر حتی یؤدی العشر وان اکل ضمن عشرہ
فی الفتاوی اور نہ کھاوے مالک ثمرات عشریہ سے یہانتک کہ ادا کرے عشر اور اگر کھا لیا تو اسکے عشر کا ضامن ہوگا کذا فی مجمع الفتاوی وقوم مشائخ
ہیں مضرات سے منقول ہے کہ اگر دستور کے موافق تھوڑا سا کھا لے تو اسپر کچھ نہیں فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ اسی قول کو ہم لیتے ہیں کذا
فی المضمرات وللامام حبس الخارج للخراج اور امام کو پہنچتا ہے کہ پیداوار کو روک رکھے واسطے وصول خراج کے دمن منع الخراج سنین لا یؤخذ
لما مضی عند ابی حنیفۃ خانیہ اور جس شخص نے خراج چند سال نہ ادا کیا ہو تو گذرے برسون کا خراج نہ لیا جاویگا امام صاحب کے نزدیک کذا فی
الخانیہ ہم اور یہ مسئلہ کتاب الجہاد کے باب الجزیہ میں شرح سے زائد مذکور ہے اور خانیہ کا یہ قول محمول ہے اس حالت پر کہ مالک زراعت سے عاجز ہو جیسا
اور دوسری عبارت سے خانیہ کی معلوم ہوتا ہے کذا فی الشامی مختصرا ومن مات وعلیہ عشر اوخراج اذا مات اخذ من ترکتہ وفی روایۃ لا بل
یسقط بالموت والاول ظاہر الروایۃ اور خانیہ میں ہے جسپر عشر یا خراج ہو جب مرجاوے تو اسکے ترکہ سے لیا جاوے اور ایک روایت یہ ہے کہ نہ لیا
جاوے بلکہ موت کی جہت سے ساقط ہو جاتا ہے اور اول ظاہر الروایۃ ہے مترجم شامی نے کہا کہ ذخیرہ میں ہے کہ نہیں ساقط ہوتا عشر بسبب مرنے
دوسرے شخص کے جسکے ذمہ ہو ظاہر الروایۃ میں اور ابن المبارک نے ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے کہ ساقط ہو جاتا ہے جیسے دو برسون کے بعد ہے کہ ساقط ہوتا ہے
خراج اسکے مرنے سے جسکے ذمہ خراج ہے جبکہ ہو خراج موظف ظاہر الروایۃ میں اور ابن المبارک نے کہا کہ ساقط ہو جاتا ہے پس معلوم ہوا کہ بنا دونوں
روایتون کے فرق ہے درمیان عشر و خراج کے اور مبسوط میں خراج موظف کی قید لگائی اس سے معلوم ہوا کہ خراج مقاسمہ ساقط نہیں ہوتا مانند
عشر کے ظاہر الروایۃ میں انتہی فروع مسائل ملتقط شارح کے تمکن ولم یزرع وجب الخراج دون العشر اور جو زمین کا قابض زراعت پر قادر ہو یا
تو خراج واجب ہے نہ عشر یعنے خراج موظف اور خراج مقاسمہ واجب نہیں ہوتا جیسا پہلے گذر چکا اور مصنف بھی باب العشر والخراج میں ذکر
کر چکا کذا قالہ الشامی ویسقطان بہلاک الخارج اور ساقط ہو جاتے ہیں دونون یعنے عشر اور خراج مقاسمہ پیداوار کے ہلاک ہو جانے سے لیکن
موظف اگر کھیتی کٹنے سے پہلے ہلاک ہو جاوے تو ساقط ہو جاتا ہے اور بعد کٹنے کے نہیں کذا قالہ الحلبی والخراج علی الغاصب ان زرعہا وکان جاحدا
ولا بینۃ لربہا اور خراج غاصب کے ذمہ پر ہے اگر بویا ہو زمین مغصوبہ کو اور وہ غصب سے انکار کرتا ہو اور مالک کے پاس گواہ نہون مترجم خانیہ میں ہے
کہ وہ زمین کہ اسکا خراج مقرر ہے کسی شخص نے اسکو غصب کر لیا اور غصب سے منکر ہے اور مالک کے پاس گواہ نہین اگر غاصب نے اسکو نہین بویا تو خراج
کسی پر نہین اور اگر غاصب نے بویا اور زراعت سے زمین ناقص نہین ہوئی تو خراج غاصب پر ہے اور اگر غاصب غصب کا مقر ہو یا مالک کے پاس
گواہ ہون اور زراعت کی وجہ سے زمین میں کچھ نقصان نہین آیا تو خراج مالک کے ذمہ ہے اور اگر زمین کو زراعت سے نقصان پہنچا ہو تو امام
صاحب کے نزدیک زمین کے مالک پر ہے نقصان تھوڑا ہو یا بہت کیونکہ گویا اس شخص نے زمین کو اجارہ دیا بدلے ضمان نقصان کے غاصب
کے ہاتھ اور یہی تفصیل ہے زمین عشری کی غصب میں کذا قالہ الشامی والخراج فی بیع الوفا علی البائع ان لم یقبضہ المشتری اور بیع بالوفا میں خراج
بائع پر ہے اگر زمین اسکے قبضہ میں رہے مترجم بیع بالوفا کا نام بیع الطاعت بھی ہے اسمین شرط ہوتی ہے کہ مبیع بائع کو پھیر دیجاتی ہے جب وہ ثمن مشتری کو

پھیر دے اور اسکا بیان آخر کتاب البیوع مین آویگا انشاء اللہ تعالیٰ ولو باع الزرع ان قبل ادراکہ فالعشر علی المشتری ولو بعدہ فعلی البائع اور اگر کھیتی کو بیچ دیا پس اگر پکنے سے پہلے بیچا تو عشر مشتری پر ہی اور اگر بعد پکنے کے تو بائع پر ہی حم اور یہ شامل ہی اس صورت کو کہ کھیتی کو بیچ دیا اور مشتری نے مالک کی اجازت سے پکنے تک بدستور رہنے دیا تو طرفین کے نزدیک عشر مشتری پر ہی اور ابو یوسف کے نزدیک ہری کٹی ہوئی کھیتی کی قیمت کے برابر تو بائع پر ہی اور باقی مشتری پر یہ حال کھیتی کی بیع کا ہی کذا فی الفتح اور اگر کھیت بدون کھیتی کے بیچا اور مشتری کے سپرد کر دیا اگر اسقدر مدت باقی رہی کہ اسمین کھیتی کر سکتا ہو تو عشر مشتری پر ہی نہین تو بائع پر اور مدت کے اندازہ کے باب مین فتویٰ تین مہینے پر ہی اور اگر بیچا پھر مشتری نے دوسرے کے ہاتھ اسنے تیسرے کے ہاتھ یہانتک کہ زراعت کا وقت جاتا رہا تو خراج کسی پر لازم نہوگا یعنے کسی کے ہاتھ میں اسقدر مدت نرہی کہ زراعت کرسکے دوسرے برس کے آنے سے پہلے کذا قالہ الشامی والعشر علی الموجر کخراج موظف وقالا علی المستاجر اور عشر اوپر اجارہ دینے والے کے ہی امام صاحب کے نزدیک جیسا خراج موظف بالاتفاق موجر پر ہی اور کہا ہی صاحبین نے کہ اجارہ لینے والے پر ہی حم یعنے اگر زمین کو اجارہ دیا تو عشر امام کے نزدیک موجر پر ہی اجرت مین سے جیسا تاتارخانیہ مین ہی اور صاحبین کے نزدیک مستاجر پر شرح فتح القدیر مین ہی کہ صاحبین کی دلیل یہ ہی کہ عشر کا تعلق پیداوار کے ساتھ ہی اور وہ مستاجر کا ہی اور امام صاحب کی دلیل یہ ہی کہ زمین کا نماء جیسا زراعت سے ہوتا ہی ویسا ہی اجارہ سے بھی ہوتا ہی تو یہان اجرت مقصود ہی جیسا پھل تو وہ حقیقت مین موجر کے پاس ہی اور وہی مالک بھی ہی تو عشر کے واجب ہونے کے لیے بھی اولیٰ ہی کمستعیر مسلم مانند عاریت لینے والے مسلم کے حم یعنے جیسا عاریت کی صورت مین کہ اگر کسی مسلمان نے زمین عاریت لی تو مستعیر کے اوپر خراج ہی اور زفر کے نزدیک عاریت دینے والے پر ہی کیونکہ جب اسنے اپنی طرف سے مستعیر کو بخششی اپنے قائم مقام کیا تو عشر اسی پر لازم ہوا جیسا موجر کا حال ہی ہم کہتے ہین کہ دہ بعینہ منفعت زمین کی حاصل کی کہ قائم مقام پیداوار کے ہوئی بخلاف معیر کے اور مسلم کی قید اسلیے لگائی کہ اگر ذمی عاریت لے تو عشر معیر پر ہی بالاتفاق کیونکہ اسنے حق فقرا کا عاریت لینے کی وجہ سے کھو دیا کذا فی درر البحار یعنے اسوجہ سے کہ کافر عشر کا اہل نہین ہی لیکن بدائع مین ہی کہ اگر کافر نے عاریت لی تو صاحبین کے نزدیک عشر اسکے ذمہ لازم ہوگا اور امام صاحب سے دو روایتین ہین ایک روایت مین تو ایسا ہی ہی اور ایک روایت مین مالک پر تامل کذا فی الشامی

وفی الحاوی بقولہما ناخذ اور حاوی مین ہی کہ صاحبین کے قول کو ہم اخذ کرتے ہین وفی المزارعۃ ان کان البذر من رب الارض فعلیہ ولو من العامل فعلیہما بالحصۃ اور جو زمین مزارعت پر دیجاوے پس اگر بیج مالک کیطرف سے ہو تو عشر اسپر ہی اور اگر مزارع کی طرف سے ہی تو دونون پر حصہ رسد ہی حم واضح ہو کہ عقد مزارعت اسکو کہتے ہین کہ زمین اور بیج اور بیل اور کام مین سے کچھ ایک شخص کا ہو اور کچھ دوسرے کا امام اعظم کے نزدیک مزارعت کی سب قسمین باطل ہین مگر صاحبین کے نزدیک تین صورتین جائز ہین اول یہ کہ زمین اور بیج ایک کے ہون اور بیل اور کام دوسرے کا دوسرے یہ کہ زمین ایک کی ہو باقی دوسرے کی تیسرے یہ کہ کام ایک کے ذمہ ہو باقی دوسرے کے باقی صورتین صاحبین کے نزدیک باطل ہین تو یہ تفصیل جو شارح نے بیان کی ہی نہ تو امام صاحب کے قول پر مبنی ہی نہ صاحبین کے اسلیے کہ امام صاحب کے نزدیک عشر مالک پر ہی خواہ بیج اسکا ہو یا نہو اور صاحبین کے نزدیک دونون پر ہی حصہ رسد اور یہی مذکور ہی اکثر کتب مین تو شارح کو مناسب تھا کہ اکثر کتب کی متابعت کرتا یہ حال عشر کا ہی اور خراج بالاتفاق مالک پر ہی کذا فی الطحطاوی والشامی ومن لہ حظ فی بیت المال وظفر بما ہو موجہ لہ اخذہ دیانۃ اور جسکا حق بیت المال مین ہو اور وہ خوش اسلوبی سے اسپر قابو پا گیا تو اسکا لے لینا اسکو دیانۃ جائز ہو حم شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہی کہ بیت المال کے حقدار کو پہونچتا ہی لے لینا جہان سے پاوے اگرچہ اس خاص مین سے نہو جو اسکے واسطے مقرر ہی اور یہ علما کے ظاہر کلام کے خلاف ہی ورنہ مدون کی چار قسمین کرنے کا کیا فائدہ ان امام کو البتہ پہونچتا ہی کہ وقت ضرورت ایک مین سے قرض لیکر دوسرے مصارف مین صرف کرے پھر جو قرض لیا اسکو اسکی جگہ رکھدے تو یہ مسئلہ البتہ یون چاہتا ہی کہ دوسری مدمین سے بھی امام کو

دو غایۃ البیان ... مسئلہ مذکور ... اُسکو اپنے ... پہونچتا ... ہو ... بیت ... مذکور

سکے لیے جائز ہو اسلیے کہ ... اگر ... تو لازم آتا ہو کہ کوئی ... اُسکو پہونچے کیونکہ بیت المال کی ... بہت ...

ہوتی بلکہ سب مال کو اُسکا ... کذا قال الشامی ... اور وارث ... اور جس شخص کے پاس کسی میت

کی غیر امانت ہو اور وہ مر گیا اور کوئی وارث نہیں تو اُسکو اپنے نفس پر یا اپنے سوا کسی اور پر صرف کرنا جائز ہو اگر مصرف ہو اسی طرح ... جب کسی کے پاس

ودیعت رکھی ہو اور جسنے ودیعت رکھوائی تھی یعنی مالک ہو اور وارث مر گیا ہو تو ودیعت رکھنے والیکو اپنی ذات پر خرچ کرنا ... اسلیے کہ اگر اسکو بیت المال میں دیگا

تو ضائع ہو جاوے گی کہ بیت المال والے مصارف میں صرف نہیں کرتے پس اگر یہ شخص مصرف زکوٰۃ ہو تو اپنی ذات پر صرف کرے ... مصارف صدقات مستحق

تو اور کسی ... جو مصرف ہو صرف کرے کذا فی الشامی و رفع النائبۃ والظلم عن نفسہ اولی اذا تحمل حصتہ الباقی ... کرتا ... ظلم کا اپنے نفس سے بہتر ہو

صورت میں کہ اُسکا حصہ باقی ... پر ... ہم نائبہ وہ جو بادشاہ وغیرہ کی طرف سے لازم ہو حق یا ناحق جیسا قنیہ میں جو منقول من البزدوی ... اور

بیان وہ ہو جو ناحق ہو اسواسطے ظلم کو بطور عطف تفسیری کے ذکر کیا اور اسمیں یہ بھی ہو کہ شمس الائمہ سرخسی سے منقول ہو کہ اگر کسی جماعت پر کوئی چیز ناحق

لگائی جاوے تو بعض کو ان میں سے پہونچتا ہو کہ اپنی ذات پر سے اُسکو دفع کرے جس صورت میں کہ اُسکا حصہ باقیوں پر نہ لگایا جاوے ورنہ بہتر ہو کہ

اپنی ذات پر سے نہ دفع کرے کذا قالہ الشامی و تصح الکفالۃ بہا اور نائبہ کی کفالت جائز ہو ہم نائبہ کی دو قسمیں ہیں ایک حق ایک ناحق قسم اول جیسے نہر

کھدوانا عوام کی منفعت کے لیے اور محلہ کے چوکیدار کی اجرت اور لشکر کو سامان دینے کے لیے امام جو مقرر کرتا ہو اور مسلمان قیدی جو کفار کے ہاتھ

اسیر ہیں انکا چھڑانا تو اگر ان اشیاء کی ضرورت ہو اور بیت المال میں کچھ نہو اور لوگوں پر اُسکو حصہ رسد بانٹ دیا جاوے تو اس قسم کے نائبہ کی کفالت بالاتفاق

جائز ہو دوسری قسم جو ناحق ہو جیسے اس زمانہ کے تاوان پس یہ بھی مطالبہ میں اشارہ دیون کے ہو اور صحت کفالت کے معنی نائبہ کے حق میں یہ ہیں کہ جس نے

جب اُسکے امر سے کفالت کی اور روپیہ دیدیا تو مطالبہ اپنے روپیہ کا اُس سے کر سکتا ہو نہ یہ کہ ظالم کو حق مطالبہ کا کفیل سے ثابت ہو جاوے کذا قال الشامی

و یوجر من قام بتوزیعہا بالعدل وان کان الاخذ باطلا اور ثواب پاتا ہو وہ شخص جو نائبہ کی تقسیم کر دے انصاف کی رو سے اگرچہ لینا باطل اور ناحق ہو

ہم یعنے ہر ایک پر بقدر اُسکی طاقت کے تقسیم کر دے اسلیے کہ اگر اُسکی تقسیم ظالم کے حوالہ ہوگی تو بہتیرے غربا کے ذمہ پر طاقت سے زیادہ لگا دیگا تو یہ ظلم

پر ظلم ہوگا اگر کوئی شخص انصاف سے اُسکو تقسیم کر دے تو ظلم میں کمی ہو جاوے گی اسی واسطے اُسکو اجر ہوگا اور ایسا آدمی فی زماننا مثل اکسیر کے ہو کذا قال الشامی

وہذا یعرف ولا یعرف کفا لمادۃ الظلم اور یہ مسئلہ سکھایا جاوے اور نہ بتلایا جاوے واسطے روکنے مادہ فساد کے مشار الیہ کلام میں مذکور نہیں اور اسکی

اصل قنیہ میں ہو اسطرح کہ کہا ابو جعفر بلخی نے جو لگاتا ہو بادشاہ رعیت پر اُنکی مصلحت کے لیے ہو جاتا ہو دین واجب اور حق مستحق مثل خراج کے اور

ہمارے مشائخ نے کہا کہ جو کچھ امام مقرر کر دے لوگوں پر اُنکی مصلحت کے لیے اُن سب کا یہی حکم ہو یہانتک کہ محافظوں کو رستوں پر معین کرنا اور چوروں

کی انسداد کے لیے چوکیدار مقرر کرنے اور پھاٹک لگانے اور کوچہ بندی کرنے اور یہ امر اب معلوم کر لینا چاہیے اور بتلانا نہ چاہیے فتنہ کے خوف سے

یعنی تا کہ حکام کو جرأت زیادہ ستانی پر نہو میں کہتا ہوں کہ اسمیں اتنی قید اور چاہیے کہ یہ اس صورت میں ہو کہ بیت المال میں اسقدر روپیہ نہ ہو کہ اُس

کام کے لیے کافی ہو جیسا باب الجہاد میں آویگا انشاء اللہ تعالیٰ کذا قال الشامی و یجوز ترک الخراج للمالک لا العشر اور جائز ہو چھوڑ دینا خراج کا مالک

کو نہ عشر کا ہم باب الجہاد میں متن اور شرح میں مذکور ہو کہ اگر بادشاہ یا نائب اُسکا خراج چھوڑ دے زمین والیکو یا بخشدے اگرچہ شفاعت ہی سے

ہو تو جائز ہو ابو یوسف کے نزدیک اور مالک کو حلال ہو اگر مصرف ہو ورنہ اُسکو تصدق کر دے اسی پر فتوی ہو اور حاوی میں جو ترجیح کر کے بیان

کیا ہو کہ اگر مصرف نہو تب بھی حلال ہو سو یہ مشہور کے خلاف ہو اور اگر عشر کو چھوڑ دے تو بالاجماع نہیں جائز ہو اور خود اُسکو فقیروں کو دیدے

کذا فی السراج ویجیٔ تمامہ مع بیان بیوت المال ومصارفہا فی الجہاد ونظمہا ابن الشحنۃ فقال اور اسکا بیان مع بیت المال کے اقسام اور مصارف
کے کتاب الجہاد مین آویگا اور اسکو محمد بن شحنہ نے نظم کیا ہو اور کہا ہو ــــ بیوت المال اربعۃ لکل ؛ مصارف بینہا العالمون ؛ بیت المال
چار قسم ہو ہر ایک کے لیے مصرف جدا گانہ ہو کہ انکو علما نے بیان کیا ہو م شرنبلالی نے اپنے رسالہ مین ذکر کیا ہو کہ علمانے کہا ہو کہ امام کو چاہیے
کہ ہر قسم کا بیت المال جدا رکھے اور آپس مین ایک دوسرے کو نہ ملاوے اور جب امام کو کسی مصرف کی ضرورت ہوا اور اس مصرف کے خزانہ مین سے مال
نہو جو اس کام کو پورا کر سکے تو دوسرے بیت المال سے قرض لیکر کارروائی کرے پھر جب اس مصرف کا مال آجاوے تو جس جگہ سے وہ مال قرض لیا
اسکو ادا کرے مگر جس صورت مین کہ مال صدقہ کا ہے یا غنیمت کا خمس اور اگر اسکو خراج والون پر صرف کیا ہو اور وے فقیر ہون تو کچھ ہٹانا نہ چاہیے
کیونکہ فقیر ہونے کی جہت سے وہ مستحق صدقہ کے ہین کذا قالہ الشامی ــــ فاولہا الغنائم والکنوز ؛ رکاز ثم بہا المتصدقون ؛ چار قسمون مین کا پہلا
بیت المال لغنائم والکنوز والرکاز ہی اور اسکو بیت المال الخمس والمعادن والرکاز کہتے ہین اور رکاز مین الف لام اور عاطفہ ضرورت شعر کی جہت سے
حذف کیا گیا اور بعد اسکے بیت المال المتصدقین ہو یہ دوسرا بیت المال ہی اور بہتر یہ تھا کہ بعدہ کہتا کیونکہ اول کیطرف ضمیر پھرتی ہو مگر یون کہا جاوے
کہ اولہا کا مضاف الیہ مونث ہو اس جہت سے گویا اول نے تانیث کا اکتساب مضاف الیہ سے کیا یا یہ کہ ضمیر غنائم وغیرہ کیطرف پھیری جاوے
حاصل یہ کہ دوسرا بیت اموال المتصدقین ہو یعنی زکوٰۃ سوائم کی اور اراضی کا عشر اور جو عاشر مسلمان تاجرون سے لیتا ہو کذا فی الشامی نقلا عن
البدائع ــــ وثالثہا خراج مع عشور ؛ وجالیۃ یلیہا العاملون ؛ اور تیسرا خراج ہی مع عشر بنی تغلب وغیرہم کے اور جزیہ کہ متولی ہوتے ہین اسکے کارپرداز
حاکم کے م بدائع مین کہا کہ تیسرا زمینون کا خراج اور جزیہ جو فی کس مقرر کیا جاتا ہو اور جو بنی نجران سے کپڑون پر صلح واقع ہوئی تھی اور جو صدقہ مضاعف
کہ بنی تغلب پر بصلح قرار پایا تھا اور وہ جو عاشر ذمی تاجرون سے لیتے ہین یا حربی ستامن سے اور شرنبلالی نے اپنے رسالہ مین زیلعی سے یہ زیادہ
کیا ہو کہ ہدیہ حربیون کا اور جو انسے بغیر قتال کے لیا جاوے یا کچھ بسبب مصالحہ واسطے ترک قتال کے لیا جاوے پہلے اس سے کہ لشکر کی انپر
چڑھائی ہو پس عشور سے مراد وہ ہو جو اہل ذمہ اور مستامنون سے لیا جاتا ہو اس قرینہ سے کہ خراج کے ساتھ ذکر کیا ہو اور وہ عشر جو مسلمانون سے
لیا جاتا ہو اسکا ذکر زکوٰۃ کے ساتھ مین آچکا دوسری قسم مین اور جالیہ اہل ذمہ ہین کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انکو عرب سے جلاوطن کر دیا تھا پھر عرف مین
جزیہ کو کہنے لگے ــــ ورابعہا الضوائع مثل مالا ؛ یکون لہ اناس وارثون ؛ اور چوتھا بیت المال ضوائع یعنے لقطون کا ہو مانند ان اشیا کے
کہ نہو انکا کوئی وارث م ضوائع جمع ضائعہ کی ہو یعنے لقطہ وقولہ مثل مالا الخ یعنے مانند اس ترکہ کے جسکا کوئی وارث بالکل نہو یا ہو لیکن اسپر رد
نہو سکتا ہو جیسے زوجین مین سے کوئی سا ہو اور ظاہر یہ ہو کہ مالا یکون بحذف حرف عطف معطوف ہین ضوائع پر اسواسطے کہ شرنبلالی نے دیت
مقتول کی کہ اسکا کوئی ولی نہو بھی اسی قسم مین شامل کی ہو اور دیت منجملہ ترکہ مقتول کے ہو اور اسی وجہ سے اسکا دین اسمین سے ادا کیا جاتا ہو کذا
قالہ الشامی ــــ فمصرف الاولین اتے بنص ؛ وثالثہا حواہ مقاتلون ؛ پس مصرف دونون پہلی قسمون کا منصوص ہو قرآن شریف مین مصرف الاولین
مین حرکت ہمزہ کی نقل کرکے لام کو دی واسطے ضرورت وزن کے یعنے مصرف قسم اول کا کہ بیت الخمس ہو مذکور ہو آیہ واعلموا انما غنمتم من شئی مین
اور اسکا بیان جہاد مین آویگا اور مصرف دوسری قسم کا یعنی بیت الصدقات کا مذکور ہو آیہ انما الصدقات للفقراء الخ مین اور اسکا بیان عنقریب آتا ہو
اور تیسری قسم یعنے خراج الاراضی وغیرہ لیتے ہین اسکو مقاتل ــــ ورابعہا فمصرفہ جہات ؛ تساوی النفع فیہا المسلمون ؛ اور چوتھی قسم کا مصرف
وہ صورتین ہین جنمین نفع سب مسلمانون کو پہونچتا ہو م یہ موافق ہو اسکے جو ابن ضیاء نے شرح غزنویہ مین بزدوی سے نقل کیا ہو یعنے یہ کہ صرف
کیا جاوے مسلمانون کے منافع مین مثل تعمیر پلون اور رباطاور مساجد اور ثغور یعنے اعداء کے روکنے کے درہ اور تنخواہ قاضیون اور علماء کے دینے

ما اور جان لو کہ جو کچھ تم غنیمت مین پاؤ تو اللہ کیلئے ہے اسکا خمس اور رسول کیلئے ۱۲

[illegible]

باب المصرف

ای مصرف الزکوٰۃ والعشر یہ باب ہے مصرف زکوٰۃ اور عشر کے خرچ کے مواضع کے بیان مین ہم سابق گذر چکا کہ عشر مراد منسوب الی العشر ہے یعنی عشر اور نصف عشر اور ربع العشر تو اس مین ہے کہ جو مصرف عشر کا ہے وہی مصرف صدقۂ فطر اور کفارہ اور نذر اور وہ اسباب ۔ قوت کا ہے

خمس المعدن مصرفہ کالغنائم اور معدن کے خمس کا مصرف مانند غنیمت کے ہے ہم یہ جملہ اقتصار زکوٰۃ وعشر کی وجہ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ خمس معدن کا ذکر اس جگہ مناسب نہین اگرچہ نہایہ اور معراج مین ذکر کیا ہے اور اولے یہ تھا کہ شارح خمس الرکاز کہتا تاکہ کنز کو بھی شامل ہوتا کیونکہ مصرف مین کنز بھی مثل معدن کے ہے کذا فی الشامی ہو فقیر وہو من لہ ادنی شئی ایک مصرف زکوٰۃ وعشر کا فقیر ہے اور فقیر وہ ہے جسکے پاس تھوڑا مال ہے ہم فقیر کو مقدم کیا آیۃ شریف کے اتباع سے اور اسلیئے کہ فقیر شرط ہے جمیع اقسام مین سوا عامل اور مکاتب اور مسافر کے اور شرح دررونہایہ میں ہے اور اسمین نے مراد اس سے کم اور ظاہر یہ تھا کہ اپنا یہ قول لایملک نصابا نامیا لیکن چونکہ تمیز فقیر اور مسکین مین مقصود ہے غنی مین اور فقیر میں اور مسکین کے معنی یہ ہین کہ اسکے پاس کچھ نہو تو اسکے مقابلے کی وجہ سے فقیر کے یہ معنی ہوئے کہ اسکے پاس کچھ مال ہو کذا فی الشامی مختصرا تدبیہ ای دون نصاب او قدر نصاب نام مستغرق فی الحاجۃ یعنی کم ہو نصاب نامی سے یا غیر نامی نصاب کے برابر ہو اور حاجت مین مشغول ہو جیسے رہنے کا گھر اور خدمت کا غلام اور پہننے کے کپڑے اور اپنے پیشہ کے آلات اور کتابین جسکو انکی ضرورت ہو پڑھانے میں یا اپنے لیئے اللتصحیح مین جیسا زکوٰۃ کے شروع مین بیان اسکا گذرا پس اگر یہ چیزین مستغرق بالحاجۃ ہین تو مالک کو مباح ہے زکوٰۃ کا لینا نہین تو حرام ہے بلکہ اس شخص پر زکوٰۃ کے سوا اور حقوق لازم ہونگے یعنی صدقۃ الفطر اور قربانی اور اپنے قریب محرم کا نفقہ کذا فی البحر وغیرہ ومسکین من لا شئی لہ علی المذہب دوسرا مصرف زکوٰۃ وعشر کا مسکین ہے یعنے وہ شخص جسکے پاس کچھ نہو بنا بر مذہب صحیح کے یعنے مذہب یہ ہے کہ مسکین زیادہ تنگ حال ہے فقیر سے اور بعض نے اسکے برعکس کہا ہے لیکن پہلا صحیح ہے کذا فی البحر اور یہی قول ہے اکثر سلف کا اور عطف سے معلوم ہوا کہ فقیر اور مسکین دو قسمین ہین مصرف کی اور یہی امام صاحب کا قول ہے اور امام ابو یوسف سے کہا کہ یہ دونون ایک ہی صنف ہین کذا فی الشامی عن النہر لقولہ تعالی او مسکینا ذامتربۃ بدلیل قول حق سبحانہ تعالے کے یا مسکین خاک مین ملا ہوا یعنے اپنی جلد مٹی مین لگی ہوئی جسکو کچھ پردہ نہین ہے کہ جس سے تمام ازار اسکے جسم ڈھک جاوین کی حبت سے یا اپنے پیٹ کو زمین سے لگا رکھا ہے بھوک کی شدت سے اور آیت شریف سے استدلال اسی بات پر موقوف ہے کہ ذامتربہ صفت کاشفہ ہے احترازی نہین ہے اور اکثر اسکے خلاف ہین یا فی فتح القدیر مین مذکور ہے وآیۃ السفینۃ للترحم اور آیہ سفینہ مین مساکین کا اطلاق واسطے ترحم کے ہے ہم جو لوگ فقیر کو زیادہ تنگ حال کہتے ہین وہ آیہ اما السفینۃ فکانت لمساکین یعملون فی البحر سے استدلال کرتے ہین کہ انکے پاس کشتی تھی پھر انکو مساکین فرمایا اسکا جواب دیا کہ انکو مساکین ترحما کہا ہے اور دوسرا جواب بھی دیا گیا ہے کہ وہ کشتی انکی ملک نہ تھی بلکہ وہ مزدور تھے یا عاریت تھی کذا فی الفتح اس صورت مین لام واسطے اختصاص کے ہوا نہ واسطے ملک کے کذا فی الشامی وعامل یعم الساعی والعاشر تیسری صنف مصرف کی عامل ہے اور یہ عام ہے ساعی اور عاشر کو ساعی وہ ہے کہ قبائل مین سوائم کا صدقہ لینے کو جاوے اور عاشر وہ جو امن سے عشر وغیرہ

یعنے کو مقرر کیا ہو فیعطی ولو غنیا لا ہاشمیا لانہ فرغ نفسہ لہذا العمل فیحتاج الی الکفایۃ والغنی لا یمنع من تناولہا عند الحاجۃ کابن السبیل بحر
عن البدائع سو عامل کو زکوۃ کے مال میں سے دیا جاوے اگرچہ غنی ہو لیکن ہاشمی نہو اسلیے کہ اُسنے اپنی ذات کو اسی کام میں لگا دیا ہی اسکو ضرورت
خرچ کی کہ اُسکو کافی ہو اور غنی کو ضرورت کے وقت اسکی مانعت نہیں ہی جیسے مسافر کذا فی البحر نقلا عن البدائع م یعنے عامل جو عمل کی
اجرت لیتا ہی اسلیے اگر زکوۃ ادا کرنے والے امام کو خود ادا کریں تو عامل کو کچھ نہیں ملیگا اور اگر عامل کے پاس سے مال ضائع ہو جاویگا سب مال عامل کا جمع کیا ہوا
تب بھی عامل کو کچھ نہ ملیگا لیکن اسمین شبہہ صدقہ ہونیکا ہی بدلیل ساقط ہونے زکوۃ کے مال والون کے ذمہ سے اسی جہت سے ہاشمی کو
لینا حلال نہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی قرابت کو میل کے شبہہ سے بھی بچانا چاہیے اور غنی کو حلال ہی کیونکہ غنی ہاشمی کے رتبے شرافت کو
نہیں پہونچتا تو اُسکے حق میں شبہہ معتبر نہوا زیلعی علاوہ برین عامل ہاشمی کو لینے سے مانعت صریح حدیث میں موجود ہی اور نہایہ میں ہی کہ اگر
عامل ہاشمی صدقات کے لینے کے واسطے مقرر کیا جاوے اور اُسکو اسمین سے روزینہ دیوین تو اُسکو لینا نہیں چاہیے اور اگر وہ یہ کام کرے
اور روزینہ دوسری جگہہ سے دیا جاوے تو کچھ مضایقہ نہین بحر مین کہا ہی کہ اس سے معلوم ہوا کہ اُسکو اس کام پر مقرر کرنا درست ہی اور اُسکو اجرت
صدقات سے لینا مکروہ ہی نہ حرام الخ مراد کراہت تحریم ہی کیونکہ علماء اسکو لا یحل سے تعبیر کرتے ہین کذا قالہ الشامی وبہذا التعلیل یقوی ما نسب
للواقعات من ان طالب العلم یجوز لہ اخذ الزکوۃ ولو غنیا اذا فرغ نفسہ لافادۃ العلم واستفادتہ لعجزہ عن الکسب والحاجۃ داعیۃ الی ما لا بد منہ کذا
ذکر المصنف اور اس توجیہ کے بیان سے قوی ہوتی ہی وہ روایت جو منسوب ہی واقعات کی طرف کہ علم شرعی کے طالب کو زکوۃ لینا جائز ہی اگرچہ
غنی ہو جب اپنے آپ کو لگا دے پڑھنے پڑھانے مین کیونکہ مشغولی کی جہت سے وہ کسب سے عاجز ہی اور حاجت ضروریات کیطرف ہوتی ہی ایسا ہی
ذکر کیا ہی مصنف نے م یعنے انسان کو بہت سی چیزون کی ضرورت ہوتی ہی اگر زکوۃ لینا اسکو جائز نہو اور کسب کی فرصت نہین تو جو اسکے پاس ہی
وہ فنا ہو جاویگا پھر وہ محتاج ہو جاویگا اور تعلیم اور تعلم سے باز رہیگا خیر ذہن سست ہو جاویگا اور یہ خاص مسلہ مخالف ہی اُسکے جو علما نے
غنی کو زکوۃ لینا مطلقا حرام کہا ہی اور اس مسلہ پر کسی نے اعتماد نہین کیا ہی کذا قالہ الطحطاوی شامی نے کہا کہ قول طحطاوی کا ٹھیک ہی اور بہتر یہ ہی کہ
طالب علم کو فقیر کی قید کے ساتھ مقید کرین اور طالب علم فقیر کو مال زکوۃ وغیرہ کے سوال کے لیے اجازت و رخصت دیجاوے اگرچہ وہ شخص کسب پر
قادر ہو بقدر عمالہ ما یکفیہ واعوانہ بالوسط یعنے عامل کو اجرت دیجاوے اُسکے عمل کے موافق بقدر کہ اُسکو اور اسکے عملہ کو کفایت کرے اوسط درجہ
پر اسلیے کہ خواہش نفسانی کا اتباع کھانے پینے مین حرام ہی کیونکہ اسراف ہی اور امام کے ذمہ ہی کہ ایسے آدمی کو بھیجے کہ جو اوسط پر راضی ہو درے
لکن لا یزاد علی نصف ما یقبضہ لیکن زر مقبوضہ کے آدھے سے زیادہ نہ دیا جاوے م یعنے اگرچہ کفایت تمام مال زکوۃ کو مستغرق ہو تو نصف سے
زیادہ نہ دیوین اسلیے کہ تنصیف عین انصاف ہی کذا فی البحر و مکاتب لغیر ہاشمی چوتھا مصرف زکوۃ کا مکاتب ہی کہ ہاشمی کا مکاتب نہو م کیونکہ
جب ہاشمی کے آزاد کیے ہوے غلام کو زکوۃ کا مال دینا درست نہین تو مکاتب مین تو کچھ عبدیت باقی ہی اُسکو بطریق اولے دینا جائز نہین اور
مکاتب کو زکوۃ کا مال لینا جائز ہی اگرچہ غنی کا مکاتب ہو یا مکاتب کے پاس اسقدر مال جمع ہو گیا ہو کہ اُسکی بدل کتابت کے سوا جو زائد ہو وہ
نصاب کو پہونچے کذا فی الشامی ولو عجز حل لمولاہ ولو غنیا اور اگر مکاتب عاجز ہو جاوے تو مال زکوۃ کا جو مکاتب کے پاس ہو اُسکے مولی کو حلال ہی
اگرچہ مولی غنی ہو م اسلیے مولی کی ملک مین جب آیا کہ پہلے مکاتب کی ملک مین آچکا ہو اسواسطے کہ مکاتب کو تصرف آزادانہ حاصل ہی اور
ملک کے تبدل سے احکام بدل جاتے ہین حضرت نے فرمایا لہا صدقۃ ولنا ہدیۃ کذا فی الشامی کفقیر استغنی وابن سبیل وصل لمالہ جسطرح
حلال ہی فقیر کو کہ غنی ہو جاوے یا مسافر کو کہ اپنے مال تک پہونچ جاوے م یعنے اگر فقیر کے پاس مال زکوۃ کا باقی ہو اور پھر اُسکو غنا حاصل ہو تو

[illegible]

ہو اُنکے پاس موجود ہو اُنکو حلال ہو کیونکہ اعتبار فقر و غنا کا ادا کے وقت ہو اور وقت ادا کے وہ فقیر تھا یہ مضمون ہے بدائع و شامی

وفتح القدیر و بحر و غیرہ میں لکھا ہے اور سکوت کیا ہے مصنف نے مؤلفۃ القلوب کے حال سے کیونکہ وہ ساقط ہوگئے حضرت ابوبکرؓ

کی خلافت میں اور سبب اسکا یہ ہے کہ دینا اُنکو مؤلفۃ القلوب کے طور پر تھا اور وہ لوگ کہ اُنکی خاطر داری سے اسلام کی تقویت تھی اور وہ

تین قسم تھے ایک قسم کفار سے کہ حضرت اُنکو اسوجہ سے عطا فرماتے تھے تاکہ ایمان لے آویں اور ایک قسم ایسے تھے کہ دفع شر کیلئے اُنکو

دیتے تھے اور ایک قسم اسلام لائے تھے لیکن ضعیف الایمان تھے حضرت اُنکو اسلئے دیتے تھے کہ ایمان پر ثابت رہیں اور جبکہ ان لوگوں کو دینا

اسلام کی عزت و غلبہ کے لیے تھا تو جب اسلام زیادہ ہو گیا اُنکے دینے کی حاجت نہیں رہی کذا فی الشامی اور نسخ کیا بقولہ صلی اللہ

علیہ وسلم لمعاذ خذہا من اغنیائہم و ردہا فی فقرائہم یعنی اس بات سے کہ مؤلفۃ القلوب کو دینا منسوخ کیا آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے معاذ بن جبل کو جو آخر میں ہے کہ صدقہ اُنکے اغنیاء سے لو اور دے دو اُنکے فقیروں کو اور الفاظ اس حدیث

شریف کے جیسا کہ فتح میں صحاح ستہ سے منقول ہیں یہ ہیں فاعلمہم ان اللہ افترض علیہم صدقۃ تؤخذ من اغنیائہم فترد علی فقرائہم اور جن

لفظوں سے کہ شرح میں نے یہ حدیث ہدایہ نقل کیا ہے سو حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ میں نے کسی سند میں نہیں دیکھا حاصل یہ ہے کہ ضمیر فقرائہم کی

مسلمین کیطرف پھرتی ہے تو مؤلفۃ القلوب میں سے کفار کو یا اغنیاء کو نہ دینا چاہئے اور یہ حدیث اجماع کی سند ہے ناسخ حضرت کی حیات میں

حدیث مذکور سے نہ ہوا بلکہ اہل اجماع نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تو اُنکا ثبوت صحابہ کی نسبت قطعی ہوا کہ کتاب اللہ کی ناسخ ہو سکے

اور بعضے میں اجماع کی سند اس آیت کو لکھا ہے جسکو حضرت عمرؓ نے وقت انعقاد اجماع کے پیش کیا تھا قل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء

فلیکفر اور اجماع کو ناسخ نہیں ٹھہرایا اسواسطے کہ موجب صحیح مذہب کے نسخ نہیں ہوتا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں اور اجماع

نہیں ہوتا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جیسا مصنف نے اسکو منح میں ذکر کیا ہے قالہ الشامی و مدیون لا یملک نصابا فاضلا

عن دینہ پانچواں مصرف زکوۃ کا مدیون ہے کہ اُسکے پاس دین کی مقدار سے زیادہ اسقدر مال نہو کہ نصاب کو پہنچے شامی نے کہا کہ آیت

شریف میں جو غارم کا ذکر ہے اُس سے مراد مدیون ہے و فی الظہیریۃ الدفع للمدیون اولی من الفقیر اور ظہیریہ میں ہے کہ مدیون کو دینا فقیر کی نسبت

زیادہ مناسب ہے کیونکہ اُسکو احتیاج زیادہ ہے و فی سبیل اللہ وہو منقطع الغزاۃ چھٹا مصرف زکوۃ کا خدا کی راہ میں صرف کرنا یعنی جو

غازی لشکر اسلام سے نہیں مل سکے فقر کی جہت سے یا نفقہ جاتے رہنے سے یا سواری وغیرہ کے نہونے سے تو اُنکو صدقہ لینا حلال ہے اگرچہ وہ

کسب کر سکتے ہوں اسلیے کہ اگر کسب میں مشغول ہونگے تو جہاد سے رہجائینگے کذا فی قہستانی و قیل الحاج اور ایک قول یہ ہے کہ فی سبیل اللہ

سے مراد منقطع الحاج ہے یعنے جو لوگ کسی وجہ سے قافلہ میں نہیں مل سکتے اور حاجی اگرچہ مفرد ہے لیکن مثنٰے محتاج ہے اور یہ قول امام محمد کا ہے اور پہلا

قول امام ابو یوسف کا اور مصنف نے اُسکو اختیار کیا ہے کنز کے اتباع سے غایۃ البیان میں ہے کہ یہی اظہر ہے اور اسبیجابی نے کہا کہ یہی صحیح ہے و قیل

طلبۃ العلم اور کہا گیا ہے کہ مراد فی سبیل اللہ سے طالب علم ہیں کذا فی الظہیریۃ والمرغینانی و فسرہ فی البدائع بجمیع القرب اور بدائع میں فی سبیل اللہ

کی تفسیر کی ہے کل قربات اور خیرات سے سو داخل ہے اس میں ہر شخص کہ خدا تعالی کی طاعت میں اور سبیل خیرات میں سعی کرے بشرطیکہ محتاج ہو

کذا فی الشامی و ثمرۃ الاختلاف فی نحو الاوقاف اور اختلاف کا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے اوقاف وغیرہ میں یعنے اختلاف حکم میں نہیں اسلیے کہ بشرط

احتیاج ان سب کو دینا جائز ہے خواہ غازی ہوں خواہ حاجی خواہ طالب علم مگر اختلاف لفظی ہے کہ اگر کوئی وقف کرے فی سبیل اللہ یا وصیت

کرے یا نذر کرے تو کیا مراد ہونی چاہیے کذا قالہ الشامی و یصرف و ابن السبیل و ہو کل من لہ مال لا معہ ساتواں مصرف مسافر ہے

یعنے وہ شخص کہ اسکا مال ہی اسکے ساتھ نہیں ہم یعنے وہ شخص مسافر ہو یا اپنے وطن میں ہو اسطرح پر کہ اسکا قرضہ لوگوں کے ذمہ ہو اور اُسکے
لینے پر قادر نہو کذا فی البحر عن النقایہ اور فتح القدیر میں کہا ہے کہ ابن السبیل کو قدر حاجت سے زیادہ لینا جائز نہیں اور اولیٰ یہ ہے کہ قرض
لے اگر قدرت ہو لیکن لازم نہیں اور نہ بچے ہوے کا صدقہ کرنا واجب ہے جیسے اسکو بعد مال پر قدرت ہو بخلاف فقیر کے کہ اسکو حاجت سے
زیادہ لینا بھی درست ہے کذا الشامی (ومنہ ما لو کان ماله مؤجلا او علی غائب او معسر او جاحد ولو له بینة فی الاصح) اور اسی قسم میں شامل ہے اگرچہ
اسکے پاس مال اُدھار یا کسی شخص غائب کے ذمہ ہے اگرچہ تقدیری ہے یا مفلس پر یا منکر پر اگرچہ اُسکے پاس گواہ بھی ہوں اصح روایت پر ہم یعنی
اگر مال مؤجل ہو اور اسکو نفقہ کی ضرورت ہو تو بقدر کفایت اس مدت مقررہ کے لیے زکوٰۃ کا لینا جائز ہے کذا فی البحر عن الخانیہ اور اگر مفلس پر
اسکا دین آتا ہو تو اصح اقوال میں زکوٰۃ لینا جائز ہے کیونکہ بمنزلہ مسافر کے ہے اور اگر مدیون اقرار کرتا ہو اگر ہو تو نہیں جیسا کہ فی الخانیہ اور فتح القدیر
میں ہے کہ اگر کوئی عورت فقیرہ کہ اسکا مہر اُسکے خاوند کے ذمہ بقدر نصاب آتا ہے اور خاوند مالدار ہے اسطرح کہ اگر عورت مانگے تو دیدے تو عورت کو
زکوٰۃ لینی جائز نہیں اور اگر جانے کہ مانگنے پر نہ دیگا تو جائز ہے بحر میں کہا کہ مہر سے مراد مہر معجل ہے اور اخذ زکوٰۃ سے منع نہیں کرتا کذا الشامی (و
یصرف المزکی الی کلهم او الی بعضهم ولو واحدا من ای صنف کان) زکوٰۃ دینے والے کو اختیار ہے کہ زکوٰۃ ان سب اقسام میں صرف کرے
یا بعض میں اگرچہ ایک ہی شخص ہو کسی قسم کا ہو (لان ال الجنسیة تبطل الجمعیة) اسلیے کہ الف لام جنسی جمع کے معنوں کو لغو کر دیتا ہے اور جنس سے بنا کرتے
صحت ہر ایک فرد پر اقتصار کرنے کی اقسام سبعہ مذکورہ میں سے لیکن جمیع اقسام سے بعض اقسام پر اقتصار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ مراد آیة شریفہ میں
بیان ان اصناف کا ہے جنکو دینا جائز ہے نہ کہ تعیین کذا فی البحر (وشرط الشافعی ثلثة من کل صنف) اور امام شافعی نے شرط کیا ہے کہ ہر ایک قسم میں سے
تین تین شخصوں کو دیوے (ویشترط ان یکون الصرف تملیکا) اور مصرف کا مراد شرط ہے کہ دینا زکوٰۃ کا بطور تملیک کے ہو نہ بطور اباحت کے جیسا
گذرا اول کتاب الزکوٰۃ میں اور فرق تملیک و اباحت میں مترجم نے اس جگہ بیان کیا ہے (لا) یصرف (الی بناء نحو مسجد) خرچ نکرے زکوٰۃ
مسجد وغیرہ کی بنا میں ہم مثل مسجد سے مراد پل اور سبیل اور سڑک اور نہر اور حج اور جہاد اور جو اس قسم کی چیزیں ہوں کہ جنمیں تملیک نہو کذا فی
الشامی عن الزیلعی (ولا الی کفن میت) اور نہ خرچ کرے میت کے کفن میں ہم اسلیے کہ میت میں معنوں تملیک کے نہیں ہو سکتے اسیواسطے اگر
میت کو کوئی درندہ کھا جاوے تو کفن کفن دینے والے کا ہوگا نہ وارث کا کذا فی النہر (وقضاء دینه) اور میت کے دین کے ادا کرنے میں
نہ صرف کرے ہم اسواسطے کہ زندہ کا دین ادا کرنا مدیون کی تملیک کو مقتضی نہیں مثلاً اگر کسی پر دین ہو اور مدیون مالک نہ ہو یعنی کوئی شخص دینی
تو ادا کردیا اپنا دیا ہوا اس سے ہٹا سکتا ہے اور مدیون اسکو نہیں لے سکتا جب زندہ کا دین ادا کرنا تملیک نہو تو مردہ کا بطریق اولی نہوگا
کذا فی الشامی (اما دین الحی الفقیر فیجوز لو بامره) لیکن دین زندہ محتاج کی طرف سے ادا کرنا جائز ہے مال زکوٰۃ سے اگر اسکی اجازت ہو ہم یعنے اسوجہ سے
کہ دین والے نے فقیر کو مالک کر دیا اور وہ اسکے فقیر کی طرف سے قبض کرلینے پھر اسکے دین میں مجرا کرلیا کذا فی الفتح (ولو اذن فمات فاطلاق الکتاب
یفید عدم الجواز وهو الوجه نهر) اور اگر فقیر اجازت دیکر مر گیا تو اطلاق کتاب قدوری کا مفید ہے عدم جواز کو اور یہی وجہ ہے کذا فی النہر ہم
کتاب سے مراد ہدایہ یا قدوری کیونکہ دونوں نے دین میت کو مطلق رکھ لیا ہے اور کوئی قید نہیں لگائی اور اصل بحث ابن ہمام کی ہے ہدایہ کی شرح میں
کہا ہے کہ اگر زکوٰۃ کے قصد سے کسی زندہ کا دین ادا کرے یا مردہ کا اسکے امر سے تو جائز ہے اور خانیہ کا بھی اسی کے موافق ہے لیکن ظاہر اطلاق
کتاب کا مفید ہے عدم جواز کو میت میں ہر حال میں اور خلاصہ سے بھی ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ اگر ادا کرے دین زندہ کا یا مردہ کا
بغیر اذن زندہ کے تو نہیں جائز ہے پس زندہ کو مقید رکھا اور مردہ کو مطلق اور وہ جواز الوجہ سے یہ غرض ہے کہ زکوٰۃ میں تملیک ضروری ہے

دینے میں امر دیگر شرط ہے تملیک نہیں ہوئی کیونکہ جب خود ہی مرنے والا اس وقت دیا ہو تو میت سے فرق نہیں جانا تو اسکے قبض کے وقت
میں تملیک کے لائق ہوا ہو بیٹے کو اور کرو فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور نہیں جائز صرف کرنا زکوٰۃ کا قیمت میں مثل کفن کے کہ بنوا دیوے گا
یا بیٹے کو زکوٰۃ کے مال سے غلام خرید کر آزاد کر دے تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی یا اپنے باپ کو مثلاً زکوٰۃ کی نیت سے خرید کے تب بھی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی بعد
تملیک و بدالیکن بسبب نہونے تملیک کے اور یہی حیز والظہیریہ ہے حت ہر سب مسائل مذکورہ کی تو اسکے لئے حیلہ یہ ہے کہ
شے الفقیر ثم یامرہ بفعل ہذہ الاشیاء اور یہ حیلے بیان کر چکے کہ حیلہ زکوٰۃ کی درستی کے لئے یہ ہے کہ کسی فقیر کو زکوٰۃ دے اور پھر اسکو
امورات مذکورہ میں اپنی طرف سے صرف کر دے کہ اس شخص کو زکوٰۃ کا ثواب ہوگا اور فقیر کو ثواب اس خیرات میں صرف کرنے کا
کذا فی التبیین ولیس لہ ان یخالف امرہ کذا ذکرہ والذاہر ہے مگر یہ بات کہ فقیر کو زکوٰۃ دینے والے کے امر کی مخالفت جائز ہے یا نہیں میں نے
اس مسئلہ کو کہیں نہیں دیکھا اور ظاہر یہ ہے کہ یہ مخالفت جائز ہے اسلئے کہ فقیر تو جب مالک ہو گیا تو اپنی ملک میں جو چاہے سو کرے کذا فی النہر
ولا یدفع الی اصلہ وان علا وفرعہ وان سفل اور نہ اس شخص کو زکوٰۃ دینا جائز ہے کہ انمیں اور دینے والے میں قرابت تولد کی ہو اسلئے کہ منافع املاک کے
آپس میں ملے جلے ہیں تو تملیک پوری نہ ہوگی کذا فی الہدایہ اور ولاد شامل ہے سب اصول کو یعنی ماں باپ دادا دادی نانا نانی
وغیرہم اور شامل ہے سب فروع کو یعنی بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی وغیرہم کو خواہ اولاد نکاح سے ہو یا زنا سے اور ایسا ہی ہے صدقہ واجبہ
جیسے فطرہ و نذر کفارہ لیکن صدقہ نفل جائز ہے بلکہ یہ مستحسن ہے کذا فی البدائع ماں باپ کے سبب حیلہ کرنا اسطرح کہ زکوٰۃ کا مال کسی فقیر کو دیدے
اور کہدے کہ انپر صرف کر دے مکروہ ہے کما فی القنیہ اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ یہ مسئلہ مشہور ہے اور اکثر کتابوں میں مذکور ہے ولو کان
الفقیر اگرچہ ولا دو الاملاک کسی فقیر کا ہو یعنی اسکو زکوٰۃ دینا تب بھی ناجائز ہے اور بینہما زوجیۃ ولو مبانۃ یا دینے والے اور لینے والے
میں رشتہ زوجیت کا ہو اگرچہ زوجہ الگ کی ہوئی ہو یعنی عدت میں ہو اگرچہ میں طلاق کی عدت ہو کذا فی النہر عن معراج الدرایہ
وقالا تدفع ہی لزوجہا اور صاحبین کہتے ہیں کہ عورت دے سکتی ہے اپنے خاوند کو بسبب فرمانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت ابن
مسعود کی زوجہ کو جب انھوں نے اپنا زیور دینا چاہا کہ تیرا خاوند اور اولاد زیادہ مستحق ہیں کذا فی الطحطاوی ولا الی مملوک المزکی
اور نہیں جائز زکوٰۃ دینا اپنے مملوک کو یا ایسے ناتے والے کے مملوک کو جنمیں قرابت ولاد یا زوجیت کی ہو کیونکہ بحر اور فتح میں کہا ہے
کہ اپنے بیٹے کے مکاتب کو دینا جائز نہیں جیسا اپنے بیٹے کو نہیں جائز شرنبلالیہ ولو مکاتبا او مدبرا اگرچہ مملوک مکاتب ہو یا مدبر ہو
یعنی اس وجہ سے کہ عبد اور مدبر میں تو تملیک نہوئی کہ وہ لیاقت مالک ہونے کی نہیں رکھتے اور مکاتب کے کسب میں مولے کا حق ہے
کذا فی الزیلعی ولا الی عبد اعتق المزکی بعضہ اور نہیں جائز زکوٰۃ دینا اس غلام کو کہ مزکی نے اسکے بعض کو یعنی نصف یا چوتھائی
وغیرہ کو آزاد کیا ہو سوا اس کے کہ ان کا لہ اور بنیہ وبین ابنہ فاعتق الاب حظہ معسرا لا یدفع لہ لانہ مکاتبہ او مکاتب ابنہ برابر ہے کہ ہوئے غلام
بتمامہ مزکی کا یا مشترک ہو انمیں اور اسکے بیٹے میں پھر آزاد کیا باپ نے اپنا حصہ بحالت مفلسی سو مزکی ایسے غلام کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا
اسلئے کہ وہ یا اسکا خود کا مکاتب ہے یا اسکے بیٹے کا ہے کیونکہ جب غلام بتمامہ اسکا ہے یا انمیں اور اسکے بیٹے میں مشترک ہے اور باپ
تو انگر ہے اور بیٹے نے اپنے حصہ کی قیمت کا ضمان باپ سے بھر لیا اور باپ نے غلام سے تو غلام باپ کا مکاتب ہوا کہ جب اسقدر
ادا کر دے تو آزاد ہو اور اگر باپ مفلس ہے یا تو انگر لیکن بیٹے نے غلام سے سعی کرانا اختیار کیا تو وہ مکاتب بیٹے کا ہوا اور بیٹے کے
مکاتب کو بھی زکوٰۃ دینا درست نہیں اور ہمنے جو تقریر کی اس سے واضح ہوا کہ لفظ معسرا کا قید احترازی نہیں ہے کیونکہ

شارح نے اس غلام کا نام مکاتب رکھا اس جہت سے کہ سعی کرنے مین مشابہ مکاتب کے ہے قالہ الشامی واما المشترک بینہ وبین الاجنبی فحکمہ
علم مما مر اور اگر غلام مشترک درمیان مزکی کے اور کسی اجنبی کے ہو تو اُسکا حکم معلوم ہوا بیان گذشتہ سے ہم بحر مین ہے کہ اگر غلام مشترک
دو شخصون اجنبیون مین ہو پس آزاد کیا ایک نے اپنا حصہ اور وہ مفلس ہے اور شریک ساکت نے سعی کرانی اختیار کی تو معتق اُسکو
زکوۃ دے سکتا ہے کیونکہ یہ مکاتب اُسکے شریک کا ہوا اور ساکت کو نہین پہونچتا کہ اُسکو زکوۃ دے کیونکہ اُسکا مکاتب ہے اور اگر معتق
توانگر ہو اور ساکت نے معتق سے ضمان لینا اختیار کیا تو ساکت غلام کو زکوۃ دے سکتا ہے اسلیے کہ یہ اجنبی ہے اور معتق زکوۃ نہین دیسکتا جب
اختیار کرے ضمان دینے کے بعد غلام سے سعی کرانا کیونکہ اس صورت مین وہ اسی کا مکاتب ہے کذا قالہ الشامی لانہ انما مکاتب نفسہ او غیرہ
اسواسطے کہ وہ غلام یا مکاتب اُسکا خود کا ہے یا غیر کا ہم اسکی توضیح بیان گذشتہ سے معلوم ہو سکتی ہے وقالا یجوز مطلقا اور صاحبین کہتے ہین
کہ جائز ہے ہر صورت مین ہم یعنے معتق مالدار ہو یا مفلس اور غلام تمامہ اُسکا ہو یا مشترک درمیان اُسکے اور اُسکے بیٹے کے یا اجنبی کے ہو کذا
قالہ الشامی لانہ حر کلہ او حر مدیون فافہم اسلیے کہ وہ غلام آزاد ہے تمامہ یا آزاد ہے اور قرضدار سو اسکو سمجھ لے ہم تمامہ آزاد ہے یعنے غیر مدیون
جبکہ کل عبد معتق کا ہو یا بعض اُسکا ہو مگر معتق توانگر ہو اور شریک اُس سے ضمان لے چکا ہو اور حر مدیون اُس صورت مین کہ معتق مفلس ہو
اس لیے کہ غلام شریک کے واسطے روپیہ کماویگا آزاد ہو کر واضح ہو کہ یہ مسئلے اسپر مبنی ہین کہ امام صاحب کے نزدیک شریک ساکت کو اختیار
ہے چاہے اپنا حصہ آزاد کرے چاہے مدبر یا مکاتب کرے چاہے غلام سے اپنے حصہ کا روپیہ کموا لے بشرطیکہ آزاد کرنے والا مفلس ہو اور اگر وہ مالدار
ہو تو شریک مذکور اُس سے تاوان بھی لے سکتا ہے اور صاحبین کے نزدیک مفلسی کی صورت مین بجز غلام سے کموانے کے اور مالداری کی صورت مین
بجز آزاد کنندہ سے ضمان لینے کے اور کچھ اختیار نہین رکھتا چنانچہ کتاب العتق مین آویگا اور فافہم کا اشارہ اسطرف ہے کہ ہمنے تحریر مطلق کی
اسطرح کی کہ جو اعتراض درر مین ہدایہ کی عبارت پر وارد کیا ہے یہان نہین وارد ہوتا اگرچہ شراح نے تکلف کرکے تاویلین کی ہین جیسا ملاحظہ
کتب ہدایہ و درر سے واضح ہے کذا فی الشامی ولا الی غنی یملک قدر نصاب فارغ عن حاجتہ الاصلیۃ من ای مال کان اور نہین جائز زکوۃ
دینا غنی کو کہ مالک ایسے نصاب کا ہو جو حاجت اصلی سے زاید ہو اگرچہ کسی مال کی ہو ہم واضح ہو کہ نصاب تین ہین ایک نامی جو دیون سے
زائد ہو اور حاجات سے فارغ وہ تو سب مالی چیزون کی واجب کرنے والی ہے مثل زکوۃ و کفارات وغیرہ کے دوسری نصاب غیر نامی
کہ دین اور حاجتون سے زائد ہو اُسکے باعث قربانی اور فطرہ اور محتاج قریبون کا نفقہ واجب ہوتا ہے اور زکوۃ کا لینا ایسے نصاب
کے مالک کو بھی حرام ہے جیسے مال کی نصاب نامی کے مالک کو حرام ہے اور ایک نصاب وہ ہے جسکے ہوتے سوال کرنا حرام ہے وہ غذا
ایک روز کی ہے اُسکو نصاب کہنا مجاز شرعی ہے کذا فی الطحطاوی اور تتارخانیہ مین صغرے سے منقول ہے کہ ایک شخص کے پاس گھر ہے کہ اُسمین
رہتا ہے لیکن اُسکی قدر حاجت سے زیادہ ہے کہ سب مکان رہنے مین مشغول نہین تو اُسکو لینا صدقہ کا صحیح روایت مین حلال ہے اور یہی مین
یہ ہے کہ امام محمد نے فرمایا کہ جسکے پاس زمین ہے کہ اُسکو بوتا ہے یا دکان کہ اُسکا کرایہ کھاتا ہے یا مکان ہے کہ کرایہ اُسکا تین ہزار ہین اور
اُسکے عیال کے نفقہ کو برس دن کے لیے کفایت نہین کرتا تو اُسکو زکوۃ کا لینا حلال ہے اگرچہ اُسکی قیمت نفقہ کو وفا کرتی ہو اور اسی پر
فتوے ہے اور شیخین کے نزدیک نہین حلال کذا قالہ الشامی کمن لہ نصاب سائمۃ لا تساوی مائتی درہم کما جزم بہ فی البحر والنہر
واقرہ المصنف قائلا وبہ یظہر ضعف ما فی الوہبانیۃ وشرحہا من انہ تحل لہ الزکوۃ وتلزمہ الزکوۃ الخ جیسا زکوۃ دینا جائز نہین اُس
شخص کو کہ اُسکے پاس سوائم کی نصاب ہو کہ دو سو درہم کی قیمت کو نہ پہونچتی ہو چنانچہ اسی پر بحر اور نہر مین جزم کیا ہے اور اسی کو مصنف

نے ثابت کیا یون تھکر اس سے نہ ہو کہ مصنف نے جو دہبانیہ اور اسکی شرح سے ذکر کیا ہو یعنے اسکو زکوۃ لینا حلال ہو اور اسکے اوپر زکوۃ
نہ لازم ہو اور نہ غیر میں کہ ظاہر نصاب نامی مین داخل ہو یعنی اونٹ ہیں اگر پانچ اونٹ کا مالک ہو یا کسی اور نصاب کو سوائم مین سے کسی مال
مین سے ہو تو اسکو زکوۃ مین سے دینا جائز نہین برابر ہو کہ دو سو درہم کو اسکی قیمت پہونچے یا نہ پہونچے اور ہدایہ کے شارحون نے اسکی تصریح
کی کذا قالہ الشامی قلت احمدت الشرنبلالیہ اسث الوہبانیۃ وہو وجیہ بان منع البحر وہم لیکن شرنبلالیہ مین وہبانیہ کے کلام پر اعتماد کیا اور
اور وہم کیا ہو کہ بحر مین جو مذکور ہو وہ وہم ہو اور شرنبلالیہ مین کہا ہو کہ جو بحر مین اسکے خلاف مذکور ہو سو وہ وہم ہو پس اس سے متنبہ ہو
حالانکہ صاحب بحر نے اسکے مخالف اشباہ و نظائر کے افتاء مین ذکر کیا ہو پس اپنے قول کا آپ ہی خلاف کیا اور مین نے کسی کو نہین دیکھا
ہدایہ کے شارحون مین سے کہ بحر کے موافق تصریح کی ہو بلکہ انکی عبارت سے اسکے برخلاف معلوم ہوتا ہو اور اکثر کتابون مین اسکی تصریح کی ہو
کہ اعتبار سوائم کی قیمت کا ہو اشباہ اور سراج اور وہبانیہ اور اسکی دونون شرحون اور ذخائر اشرفیہ اور جوہرہ مین مذکور ہو کذا فی غنیۃ ذوی
کہا کہ جب کسی شخص کے پاس پانچ اونٹ ہون کہ انکی قیمت دو سو درہم سے کم ہو تو اسکو زکوۃ لینا حلال ہو اور اسپر زکوۃ واجب بھی ہو
اور اس سے ظاہر ہوا کہ معتبر نصاب نقد کی ہو کسی مال سے جو وہ مال اپنی جنس کے اعتبار سے نصاب کو پہونچے یا نہ پہونچے انتہی قال فی غنیۃ
یہ شرنبلالیہ کے کلام کا خلاصہ بیان کیا ہو شامی مین اسکو زیادہ بسط سے بیان کیا ہو اور بحر کے کلام مین اور اسمین تطبیق کی ہو جو چاہے
دیکھ لے ولا الی مملوک اے اجنبی ولو مدبرا اور نہین جائز زکوۃ دینا غنی کے مملوک کو اگرچہ مدبر ہو اس سے معلوم ہوا کہ
فقیر کے مملوک کو دینا جائز ہو کما فی منیۃ المفتی اور مدبر کے حکم مین ام ولد ہو قالہ الشامی عن البحر اذ منا لیس فی عیال مولاہ او کان مولاہ
غائبا علی المذہب اگرچہ مملوک اپاہج اپنے مولے کی عیال مین نہو یا مولے اسکا غائب ہو تب بھی اسکو زکوۃ دینا درست نہین بنا بر مذہب
صحیح کے اور ذخیرہ مین کہا کہ روایت ہو ابو یوسف سے کہ اسکو زکوۃ دینا جائز ہو فتح القدیر مین کہا کہ اسمین نظر ہو کیونکہ وجہ امتناع کی یہ ہو کہ
زکوۃ عبد کی ملک نہین ہوتی بلکہ مولے کی ملک ہوتی ہو اور وہ غنی ہو اور اسکا جواب اسطرح دیا جا سکتا ہو کہ جس صورت مین کہ مولے
غائب ہو اور مملوک کسب پر قادر نہین تو ابن السبیل کے درجہ سے تو کم نہین ہو کہ جسکو زکوۃ لینا جائز ہو کذا فی الشامی لان الملک وقع
للمولاہ اس واسطے کہ عدم جواز زکوۃ اس جہت سے ہو کہ جو عبد کو دیا جاتا ہو وہ اسکے مولی کی ملک ہو جاتا ہو غیر المکاتب والماذون
المدیون بمحیط فیجوز غنی کے غلام کو زکوۃ دینا جائز نہین سوا مکاتب کے اور ماذون لہ کے جسپر دین اتنا ہو کہ اسکے رقبہ اور کسب کو محیط ہو
سو انکو زکوۃ دینا جائز ہو مکاتب کی وجہ پہلے گذر چکی اور ماذون لہ اس جہت سے کہ اسکے کسب کا مالک امام صاحب کے نزدیک مولی
نہین ہوتا اس صورت مین بخلاف صاحبین کے قول کے قالہ فی البحر ولا الی طفلہ بخلاف ولدہ الکبیر اور زکوۃ دینا جائز نہین غنی کے
لڑکے نابالغ کو بخلاف بالغ کے یعنے بالغ کو اگرچہ اپاہج ہو نفقہ کے مقرر ہونے سے پہلے زکوۃ کا دینا بالاجماع جائز ہو اور بعد تقرر کے
امام محمد کے نزدیک جائز ہو برخلاف امام ابو یوسف کے اور اسی قیاس پر باقی اقارب ہین اور غنی کی دختر خاوندوالی مین اختلاف ہو
اور صحیح جواز ہو اور یہی قول طرفین کا ہو اور ایک روایت امام ابو یوسف سے کذا فی النہر وابیہ وامراتہ الفقراء وطفل الغنیۃ فیجوز لانتفاء
المانع اور بخلاف غنی کے باپ کے اور اسکی بی بی کے بشرط فقیر ہونے کے بخلاف مالدار عورت کے لڑکے کے یعنے اگرچہ اسکا باپ نہو
کذا فی البحر سو ان سب کو زکوۃ دینا جائز ہو واسطے نہونے مانع کے یہ سب کی علت ہو یعنے چھوٹا لڑکا غنی گنا جاتا ہو اپنے باپ کے غنا سے
بخلاف بڑے لڑکے کے اور باپ اور زوجہ کے اور اسی طرح لڑکا اپنی مان کے مالدار ہونے سے غنی نہین شمار کیا جاتا ہو جاہے جس البحر

ولا الی بنی ہاشم اور نہین جائز ہو زکوٰۃ دینا بنی ہاشم کو ہم جاننا چاہیے کہ عبد مناف جو چوتھی پشت کا دادا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو
اُسکے چار بیٹے تھے ہاشم مطلب نوفل عبد شمس پھر ہاشم کے چار بیٹے ہوئے جنمین سے ایک عبد المطلب ہین باقیون کی نسل منقطع ہو گئی
عبد المطلب کے بارہ بیٹے ہوئے سو زکوٰۃ ان سب کو دیجا سکتی ہو بشرطیکہ مسلمان اور حاجتمند ہون مگر اولاد حضرت عباس کی اور
حارث کی اور اولاد ابو طالب کی یعنے حضرت علی و جعفر و عقیل کذا فی القہستانی اور اس سے معلوم ہوا کہ بنی ہاشم کو بطور اطلاق
بیان کرنا نچاہیے اسلیے کہ تمام بنی ہاشم پر زکوٰۃ حرام نہین ہو بلکہ بعض پر حرام ہو کذا فی الشامی الامن ابطل النص قرابتہ وہم بنو لہب
فتحل لمن اسلم منہم کما تحل لبنی المطلب مگر اُسکو جائز ہو کہ جسکی قرابت بنص رسول صلے اللہ علیہ وسلم منقطع ہو گئی اور وہ ابو لہب کی اولاد
ہین پس جو اُنمین سے اسلام لے آیا اُسکو زکوٰۃ جائز ہو جیسا حلال ہو مطلب یعنے ہاشم کے بھائی کی اولاد کو ہم نص سے مراد قول
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا لا قرابۃ بینی و بین ابی لہب فانہ اثر علینا الافجرین اور بعض نسخ مین بنو ابی لہب ہو اور یہی درست ہو
کذا قالہ الشامی ثم ظاہر المذہب اطلاق المنع وقول العینی یجوز لہ دفع زکوتہ لمثلہ صوابہ لا یجوز نہر پھر ظاہر مذہب یہ ہو کہ بنی ہاشم کو مطلقاً
ممنوع ہو یعنے خواہ بنی ہاشم کو دے یا کوئی غیر دے اور ہر زمانہ مین ممنوع ہو اور عینی نے جو کہا ہو کہ جائز ہو ہاشمی کو کہ زکوٰۃ دے
اپنے مثل یعنے ہاشمی کو تو صحیح عبارت یہ چاہیے کہ نہین جائز ہو کذا فی النہر م ابو عصمہ نے امام سے روایت کی ہو کہ فی زماننا بنی ہاشم کو
زکوٰۃ دینا جائز ہو اسلیے کہ زکوٰۃ کا عوض یعنے پانچوین حصہ کا خمس جو بنی ہاشم کا حق تھا وہ اُنکو نہین پہونچتا کیونکہ غنیمت کے
باب مین اور اُسکو مستحقین مین صرف کرنے مین لوگ تغافل کرتے ہین اور جب عوض اُنکو نہ پہونچا تو اصل کی طرف رجوع کیا
کذا فی البحر اور نہر مین کہا ہو کہ امام ابو یوسف نے کہا ہو کہ ہاشمی ہاشمی کو دیدے اور یہ امام صاحب سے بھی منقول ہو اور عینی مین جو یہ
کہا ہو کہ امام صاحب کے نزدیک درست ہو کہ ایک ہاشمی دوسرے کو زکوٰۃ دیدے بخلاف امام ابو یوسف کے تو اسمین صحیح لفظ لا یجزی ہے
چاہیے یعنے امام صاحب کے نزدیک ہاشمی کو دوسرے ہاشمی کا دینا کافی نہوگا کیونکہ امام ابو یوسف تو جواز کے قائل ہین پھر درست ہونے
کی صورت مین اُنکے خلاف کے کیا معنی ہونگے اور شارح کے اختصار مین ابہام ہو قالہ الشامی عن الحلبی ولا الی موالیہم ای عتقائہم فانہم لیے
اور نہین جائز زکوٰۃ دینا بنی ہاشم کے آزاد کیے ہوئے غلامون کو اور جب آزاد کیے ہوؤن کو نہین جائز تو غلامون کو بطریق اولے نہین
جائز کیونکہ غلام کی ملک مولی کی ہوتی ہو لحدیث مولی القوم منہم بنی ہاشم کے موالی کو زکوٰۃ دینا جائز نہین بسبب اس حدیث
شریف کے کہ آزاد کیا ہوا کسی قوم کا وہ اُنھین مین سے ہوتا ہو ہم اسکو روایت کیا ہو ابو داؤد و ترمذی اور نسائی نے بلفظ موالے
القوم من انفسہم وانا لا تحل لنا الصدقۃ م ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہو اور یہ حکم صدقہ کی حرمت و حلت کے باب مین ہو نہ جمیع
وجوہ مین کیونکہ موالے اپنے معتق کا کفو نہین ہوتا اور جب آزاد کیا ہوا کسی مسلمان کا کافر ہو تو جزیہ لیا جاتا ہو اور تغلبی کے آزاد
غلام آزاد شدہ ۱۲ آزاد کنندہ ۱۲
کیے ہوئے سے دو چند نہین لیا جاتا کذا فی النہر قالہ الشامی وہل کانت تحل لسائر الانبیاء خلاف واعتمد فی النہر حلہا لاقربائہم لا لہم
اور باقی انبیاء علے نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے صدقہ حلال تھا یا نہین اسمین خلاف ہو اور نہر مین حلت کو معتمد کیا ہو اُنکے
اقربا کے لیے نہ اُنکے خود کے لیے **وجازت التطوعات من الصدقات وغلۃ الاوقاف لہم** ای لبنی ہاشم سواء سماہم الواقف
اولا علے ما ہو الحق کما حققہ فی الفتح اور جائز ہو نفل صدقہ اور آمدنی اوقاف کی بنی ہاشم کو برابر ہو کہ وقف کرنیوالے نے اُنکا نام
لیا ہو یا نہ لیا ہو یہی حق ہو جیسا فتح القدیر مین اسکو تحقیق کیا ہو ہم شامی نے کہا کہ بحر مین متعدد کتابون سے نقل کیا ہو

لہ نہین ہو قرابت مجھ مین اور ابو لہب مین کہ وہ اسنے اختیار کیا ہم پر دوسرون کو ۱۲ منہ

سلہ کسی قوم کا آزاد کیا ہوا اُنھین مین سے ہو نا ہم اور ہمکو صدقہ حلال نہین ۱۲

کرنفل صدقہ انکو جائز ہر بالاجماع اور وہ ذکر کیا ہر کہ یہی مذہب ہر اور یہ تطوع اور وقف مین فرق نہین ہر جیسا محیط وغیرہ مین ہر لیکن
ذخیرہ مین اسکے خلاف ہر یعنے صدقہ نفل انکو بالکل حرام ہر اور فتح مین اسی کی تقویت کی ہر اور کہا ہر کہ حق یہ ہر کہ وقف کو بمنزلہ نفل
کے سمجھنا چاہیے اور حلبی نے اسکی عبارت طولانی نقل کی ہر جسکا حاصل یہ ہر کہ وقف بھی بنی ہاشم کو منع ہر جیسے نفل کے اور
اس سے معلوم ہوتا ہر کہ کلام شارح کا کیونکہ شارح کے کلام کا مفاد یہ ہر کہ فتح القدیر کا کلام صرف وقف مین ہر اور وقف انکو
حلال ہر لیکن حلبی نے جس نسخہ در المختار سے لکھا ہر اُسمین طے ابوالحق سے پہلے اسقدر زیادہ ہر وقیل لا مطلقا تو اس
زیادتی سے البتہ عبارت درست ہوجاتی ہر اور بعض نسخون مین یہ زیادتی ما بعد کے ولاتدفع الی ذمی تک ساقط ہر اسلئے
قال الشامی لکن فی السراج وغیرہ ان سمّاہم جاز والا لا قلت وقد جلہما فی الاشباہ محل القولین لیکن سراج وغیرہ مین ہر کہ اگر
بنی ہاشم کا نام واقف نے لیا ہر تو جائز ہر نہین تو نہین جائز مین کہتا ہون کہ اشباہ کے محشی یعنے صالح غزی مصنف کے بیٹے شارح
ہر مانے سراج کی عبارت کو دونون قولون کا محل ٹھہرایا ہر م یعنے جس صورت مین نام لیا ہو تو جائز اور نہ نام لیا ہو تو ناجائز
اور وجہ یہ ہوسکتی ہر کہ جس صورت مین نام نہین لیا تو ہر وجہ سے صدقہ ہوا ہاشمیون کو جائز ہوا اور جب انکا نام لے دیا تو تبرع
اور صلہ ہوا صدقہ ہوا جیسا کہ وقف کیا جائے اغنیا پر پھر فقرا پر قال الشامی ثم نقل عن صاحب البحر عن المبسوط حل الصدقۃ
لسائر الانبیاء قبل نبینا وہذہ خصوصیۃ لنبینا صلے اللہ علیہ وسلم وقیل لا بل تحل لقرابتہم فہی خصوصیۃ لقرابۃ نبینا اکراما واظہارا لفضیلتہ
صلے اللہ علیہ وسلم فلیحفظ پھر محشی مذکور نے بحر الرائق سے اور اُسنے مبسوط سے نقل کیا کہ آیا حلال ہر صدقہ باقی انبیا کے لیے تو ایک قول
یہ ہر کہ ہان جائز ہر اور یہ خصوصیت ہر ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے کہ انکو نہین جائز اور ایک قول یہ ہر کہ انبیا کو حلال نہین بلکہ
انکے اقربا کو حلال ہر تو خصوصیت ہوئی ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اقربا کے لیے بجہت اکرام اور فضیلت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
یاد رہے م یہ مسئلہ مکرر ہر سابق اسکا مذکور ہوچکا تو اسکا حذف کرنا مناسب ہر قال الشامی ولا تدفع الی ذمی لحدیث معاذ اور
نہین جائز دینا زکوۃ کا ذمی کو واسطے حدیث معاذ رض کے م یعنے وہ حدیث ہر جسکو شارح نے بلفظ خذہا من اغنیائہم الخ بیان کیا ہر
اسلیے کہ اغنیائہم کی ضمیر مسلمانون کی طرف پھرتی ہر تو فقرائہم کی ضمیر بھی اسی طرف پھرنی چاہیے اور کافر کو نہ دینی چاہیے کذا فی
المعراج **وجاز دفع غیرہا وغیر العشر والخراج الیہ** اے الذمی اور جائز ہر صدقہ دینا سواے زکوۃ کے اور سواے
عشر اور خراج کے ذمی کو م عشر زکوۃ کے ساتھ ملحق ہر لیکن خراج اُن صدقات مین نہین ہر جنکا ذکر ہر کیونکہ انکا مصرف مصلحت عام
مسلمین ہر جیسا پہلے بیان ہوا اور اسی سبب سے کنز اور ہدایہ مین اسکا استثنا نہین کیا قال الشامی ولو واجبا کنذر وکفارۃ وفطرۃ
خلافا للثانی اگرچہ صدقہ واجب ہو جیسے نذر اور کفارہ اور فطرہ بخلاف قول امام ابو یوسف کے م یعنی وہ کہتے ہین کہ کسی صدقہ
واجبہ کا دینا ذمی کو جائز نہین اور ہدایہ وغیرہ مین تصریح کی ہر کہ یہ ایک روایت ہر ابو یوسف سے اور اس عبارت کا ظاہر
دلالت کرتا ہر کہ قول مشہور امام ابو یوسف کا مثل طرفین کے ہر وبقولہ یفتی حاوی القدسی اور امام ابو یوسف کے قول پر فتوے
ہر کذا فی حاوی القدسی م لیکن ہدایہ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہر کہ قول طرفین کا راجح ہر اور اسی پر متون معتمد ہین کذا فی الشامی واما
الحربی ولو مستامنا فجمیع الصدقات لا تجوز لہ اتفاقا بحر عن الغایۃ وغیرہا لیکن حربی اگرچہ مستامن ہو اسکو کوئی صدقہ دینا جائز نہین
بالاتفاق کذا فی البحر عن الغایۃ وغیرہا لکن جزم الزیلعی بجواز التطوع لہ لیکن زیلعی نے جزم کیا ہر کہ نفل صدقہ حربی کو دینا

جائز ہے م یعنے مستامن کو جیسا نہر کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے پھر شامی نے کہا کہ اُسکو مین نے زیلعی مین نہین دیکھا اور ایسا ہی
ابوالسعود وغیرہ نے کہا ہے معہذا اتفاق کے دعوے کے خلاف ہے لیکن محیط کی کتاب الکسب مین ہے کہ سیر کبیر مین امام محمد نے
ذکر کیا ہے کچھ مضائقہ نہین کہ مسلمان کافر حربی کو یا ذمی کو کچھ دے یا اُسکا ہدیہ قبول کرے اس وجہ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے
کہ پانسو دینار قحط کے دنون مین مکہ کو بھیجے اور حکم دیا کہ صفوان بن حرب اور ابو سفیان کو دین کہ وے فقراے اہل مکہ پر تقسیم کردین
اور اسوجہ سے کہ صلہ رحم ہر دین مین پسندیدہ ہے اور ہدیہ بھیجنا مکارم اخلاق سے ہے انتہی قالہ الشامی دفع بتحر لمن یظنہ مصرفا
فبان انہ عبدہ او مکاتبہ او حربی ولو مستامنا اعادہا لما مر صدقہ دیا اٹکل کرکے ایسے شخص کو کہ اپنے گمان مین
مصرف جانتا تھا پھر ظاہر ہوا کہ مزکی کا غلام ہے یا اُسکا مکاتب ہے یا حربی ہے اگرچہ مستامن ہو تو پھر دوبارہ دے اسوجہ سے کہ
سابق مذکور ہوئی م یعنے عبد کی صورت مین تو اپنی ملک سے خارج نہین ہوا اور مکاتب کی صورت مین اسلیے کہ اسکا حق مکاتب
کی کمائی مین لگا ہے تو پوری تملیک نہوئی اور حربی محل زکوۃ کا نہین لیکن حربی کے دینے مین ایک روایت یہ ہے کہ دوبارہ نہ دے
کذا فی الشامی وان بان غناہ او کونہ ذمیا او انہ ابوہ او ابنہ او امراتہ او ہاشمی لا یعید اور اگر ظاہر ہوا کہ جسکو
دیا تھا وہ غنی ہے یا ذمی ہے یا اُسکی بی بی ہے یا اُسکا خود باپ ہے یا بیٹا ہے یا ہاشمی ہے تو اعادہ لازم نہین لانہ اتی بما فی وسعہ اسلیے کہ وہ
کرچکا جسقدر اُس سے ہو سکتا تھا م یعنے تملیک کردی جو اُسکی وسعت مین تھی رہی یہ بات کہ اندھیرے مین یہ پوچھے کہ تو کون ہے
اور نسب اُسکا دریافت کرے اسکا مکلف نہین لیکن حربی کیطرف سے دلیل پر شبہہ پڑتا ہے کیونکہ حربی مین تملیک جو رکن تھی
پوری ہوجاتی ہے پس اس تعلیل سے وہ روایت جو حربی کے دینے کے بعد اعادہ لازم نہین آتا تائید پاتی ہے کذا فی الشامی حتی لو دفع
بلا تحر لم یجز ان اخطا یہانتک کہ اگر بدون تحری کے دیا تو نہین جائز ہے اگر خطا ظاہر ہو وکرہ اعطاء فقیر نصابا او اکثر اور مکروہ ہے
دینا ایک فقیر کو مقدار نصاب یا زیادہ م اور ایک روایت ابو یوسف سے ہے کہ قدر نصاب دینا مضائقہ نہین لیکن زیادہ مکروہ ہے
اسلیے کہ فقیر ہونے کی جہت سے فی الحال ایک جزو نصاب کا محتاج ہے اور باقی رہا ہوا نصاب سے کم ہے کذا فی الشامی الا
اذا کان المدفوع الیہ مدیونا او کان صاحب عیال بحیث لو فرقہ علیہم لا یخص کلا او لا یفضل بعد دینہ نصاب فلا یکرہ
فتح مگر جبکہ ہو وہ شخص جسکو زکوۃ دی ہے مدیون یا عیالدار اسطرح کہ اگر تمام عیال پر زکوۃ تقسیم کیجاوے تو ہر ایک کے بانٹے
نصاب نہ آوے یا دین کے ادا کے بعد قدر نصاب باقی نہ رہے تو مکروہ نہین کذا فی الفتح م بحیث لو فرقہ صاحب عیال سے علاقہ
رکھتا ہے اور لا یفضل مدیون سے پس اسمین لف ونشر غیر مرتب ہے اور وجہ تقسیم عیال کی یہ ہے کہ حقیقت مین وہ صدقہ عیال
ہی پر ہے جنپر وہ خرچ کریگا کذا فی الشامی عن المعراج وکرہ نقلہا الا الی قرابۃ اور مکروہ ہے زکوۃ کا نقل کرنا یعنے ایک شہر سے دوسرے
شہر کی طرف لیجانا مگر اپنے اقربا کی طرف م کیونکہ اسمین رعایت پڑوس کی ہے تو یہی اولے ہے زیلعی اور اُن سے تبادر یہ ہے کہ کراہت
تنزیہی ہے پس اگر نقل کرے تو جائز ہے کذا فی الدرر اور زکوۃ مین معتبر وہ جگہ ہے جس جگہ مال ہو سب روایات مین کذا فی الشامی
بل فی الظہیریۃ لا تقبل صدقۃ الرجل وقرابتہ محاویج حتی یبدا بہم بلکہ ظہیریہ مین ہے کہ نہین مقبول ہوتا صدقہ اس شخص کا کہ
قرابتی اُسکے محتاج ہون یہانتک کہ شروع اُنھین سے کرے م عدم قبولیت سے مراد نہ ملنا ثواب کا ہے اگرچہ فرض ساقط ہوتا ہے
قہستانی مین ہے کہ افضل بھائی اور بہن ہین پھر اُنکی اولاد پھر مزکی کا چچا اور پھوپھی پھر ماموں اور خالہ پھر ذوی الارحام

چہیئے وہ شہر جو اُسکے قریب واقع ہو پس شہروں سے اور احتیاج اور انفع اور ورع اور نفع مسلمین اور من دار الحرب الی دار الاسلام اور نقل کرنا مکروہ نہین طرف زیادہ احتیاج والے یا زیادہ نفع والے یا زیادہ پرہیزگار کے یا اُس شخص کے جو مسلمانون کو نفع پہنچاوے یا دار الحرب سے دار الاسلام کی طرف اسلیے کیونکہ دار الاسلام کے فقراے مسلمان دار الحرب کے فقراے نفل مین کذا فی البحر یعنی کہا ہو کہ مسلمان قیدیون کو مستثنیٰ کرنا واجب ہے جبکہ ان لوگون کے رشتہ مین اعانت ہو قید سے چہڑانے پر کذا قال الشامی او اسے طالب علم وفی المعراج التصدق علی العالم الفقیر افضل او الی الزاہد وکانت معجلۃ قبل تمام الحول فلا یکرہ نقلہ اور مکروہ نہین نقل کرنا کسی کی طرف طالب علم کے اور معراج مین ہو کہ صدقہ کرنا عالم فقیر پر افضل ہو جاہل فقیر سے اور مکروہ نہین نقل طرف زاہدون کے یا یہ کہ زکوٰۃ پیشگی دیدے سال تمام ہونے کے تو نقل کرنا مکروہ نہین کذا فی الفتاویٰ ولا یجوز صرفہا لاہل البدع کالکرامیۃ اور نہین جائز اُسکا صرف کرنا اہل بدعت پر جیسے کرامیہ تم عبارت بزازیہ کی یہ ہو کہ نہین جائز صرف کرنا کرامیہ کیطرف پس مراد بدعت سے وہ ہو جو تکفیر تک نوبت پہونچاوے تامل اور کرامیہ ایک مشبہہ فرقہ ہو منسوب عبداللہ بن محمد بن کرام کی طرف وہ قائل ہو کہ حق تعالے عرش پر مستقر ہو اور اسم جوہر کا اُسپر اطلاق ہو سکتا ہو کذا فی المغرب لانہم شبہوا فی ذات اللہ تعالے وکذا المشبہۃ فی الصفات فی المختار اسلیے کہ فرقہ کرامیہ تشبیہ کا قائل ہو خداوند تعالے کی ذات مین اور یہی حکم ہو اُس فرقہ کا جو صفات مین تشبیہ کے قائل ہین مذہب مختار مین م یہ وہ فرقہ ہو کہ قیام حوادث کا خداے تعالی کی ذات کے ساتھ جائز رکھتے ہین تو بعض صفات کو حادث کہتے ہین جیسے اور حوادث کے صفات ہین کذا فی الطحطاوی لان مفوت المعرفۃ من جہۃ الصفات ملحق بمفوت المعرفۃ من جہۃ الذات مجمع الفتاوے اسواسطے کہ فوت کرنے والا معرفت حق سبحانہ کا صفات مین یعنے نہ جاننے والا صفات کا لاحق کیا گیا ہو اُسکے ساتھ جسنے فوت کردی معرفت ذات کی یعنے تشبیہ ذات اور تشبیہ صفات ایک حکم رکھتے ہین کذا فی مجمع الفتاوے کما لا یجوز دفع زکوٰۃ الزانی لولدہ منہ ای من الزنا وکذا الذی نفاہ احتیاطا جیسا نہین جائز ہو زانی کو زکوٰۃ دینا اپنے بیٹے کو جو زنا سے ہو اور ایسے ہی اُسکو جسکو نفی کرچکا ہو خواہ ام ولد کا لڑکا ہو جسکو نفی کیا یا بلاعنۃ کا لڑکا نفی کیا ہوا ہو اور یہ عدم جواز براہ احتیاط ہو الا اذا کان الولد من ذات زوج معروف فصولین مگر اس صورت مین کہ لڑکا ہو ایسی عورت کا جسکے خاوند کو لوگ جانتے ہین کذا فی جامع الفصولین م عمادیہ مین اسکی وجہ یہ لکھی ہو کہ چونکہ نسب ناکح سے ثابت ہوتا ہو تو یہ شرعا بیٹا ناکح کا ہوا اور صیرفیہ سے اسکے خلاف ایک روایت شامی نے نقل کی ہو والکل فی الاشباہ اور سب فروع لا یجوز صرفہا لاہل البدع سے یہان تک اشباہ مین مذکور ہین ولا یحل ان یسال شیئا من القوت من لہ قوت یومہ بالفعل او بالقوۃ کالصحیح المکتسب اور نہین حلال کہ مانگے کچھ قوت وہ شخص کہ اُسکے پاس اُس روز کا قوت موجود ہو بالفعل یا بالقوۃ موجود ہو مثلاً تندرست کہ کمائی پر قادر ہو م شیئا من القوت اسلیے کہا کہ اگر حاجت کی چیز جیسے کپڑا وغیرہ سوال کرے تو جائز ہو قالہ الشامی ویأثم معطیہ ان علم بحالہ لاعانتہ علی المحرم اور گنہگار ہوگا اُسکو دینے والا اگر اُسکا حال جانتا ہو کیونکہ حرام چیز پر اعانت کرتا ہو م اکمل نے شرح مشارق مین کہا ہو کہ اس جیسے شخص کو دینا اگرچہ از روے قیاس گناہ معلوم ہوتا ہو لیکن اگر اُسکو ہبہ کہین تو گنہگار نہوگا مقدسی نے اپنی شرح مین کہا کہ ظاہر یہ ہو کہ مراد علما کی اُس سے یہ ہو کہ اس جیسے شخص کو دینا آمادہ کرتا ہو سوال پر اس ہیئت سے اور نہ دینے سے ہو سکتا ہو کہ ایسی باتون سے توبہ کرے

کذا فی الشامی ولو سال للکسوۃ اولاشتغالہ عن الکسب بالجہاد وطلب العلم جاز لو محتاجا اور اگر سوال کیا کپڑے کے لیے یا قوت کا سوال کیا یا اس جہت سے کہ جہاد میں یا طلب علم میں مشغول ہونے سے کمائی نہین کر سکتا تو جائز ہے اگر محتاج ہو ہم یعنے اگرچہ قوی اور کسب پر قادر ہو ذکرہ فی البحر فروع مسائل ملحقہ شارح کے ندب دفع ما یغنیہ یومہ عن السؤال مستحب ہے اسقدر دینا کہ اس روز اسکو سوال کی ضرورت نہو واعتبار حالہ من حاجۃ وعیال اور معتبر ہے حال قدر کفایت کا حاجت سے اور عیال سے ہم مستحسن یہ ہے کہ فقیر کا حال معلوم کیا جاوے باعتبار عیال کے اور حاجات ضروریہ کے مثل دین اور تیل اور کپڑا اور گھر کا کرایہ وغیرہ کذا فی فتح القدیر والمعتبر فی الزکوٰۃ فقراء مکان المال اور معتبر زکوٰۃ مین وہان کے فقیر ہین جہان مال ہو ہم یعنے اگرچہ مال والا دوسرے شہر مین ہو لیکن زکوٰۃ اُس شہر کے فقیرون کو دی جاوے جہان مال ہے قالہ ابن کمال یعنی جمیع روایات مین یہی ہے کذا فی البحر وفی الوصیۃ مکان الموصی اور وصیت مین معتبر ہے مکان وصیت کرنیوالیکا ہم ایسا ہی جوہرہ مین منقول ہے فتاوے سے لیکن شرح وہبانیہ کے وصایا مین خلاصہ سے منقول ہے کہ وصیت کیا کہ میرا ثلث مال فقراء بلخ پر تصدق کیا جاوے تو افضل یہی ہے کہ انھین پر صرف کرین اور اگر اورون کو دیدین تب بھی جائز ہے اور یہ قول ابو یوسف کا ہے اور اسی پر فتوی ہے ہم اور امام محمد کہتے ہین کہ نہین جائز ہے کذا فی الشامی وفی الفطرۃ مکان المؤدی عند محمد وہو الاصح لان رؤسہم تبع لراسہ اور فطرہ مین مکان ادا کرنے والے کا یعنی نہ مکان اُن لوگون کا جنکی طرف سے ادا کرتا ہے امام محمد کے نزدیک اور یہی اصح ہے اسلیے کہ جن لوگون کیطرف سے دیتا ہے وہ ادا کرنیوالے تابع کے ہین ہم بلکہ نہایہ اور عنایہ مین کہا ہے کہ یہی ظاہر الروایۃ ہے جیسا شرنبلالیہ مین ہے اور یہی مذہب ہے جیسا البحر مین ہے کذا فی الشامی دفع الزکوٰۃ الی صبیان اقاربہ برسم عید او الی مبشر او مہدی الباکورۃ جاز زکوٰۃ دی اپنے اقارب کے لڑکون یعنے عقلا کو عید کی تقریب سے یا خوشخبری سنانے والے کو یا اُس شخص کو جو نیا پھل ہدیہ لایا تو جائز ہے الا اذا نص علی التعویض مگر جبکہ تصریح کر دی معاوضہ کی تو جائز نہو گی ولو دفعہا لاختہ ولہا علی زوجہا مہر یبلغ نصابا وہو ملیء مقر ولو طلبت لم یمنع عن الاداء لا یجوز والا جاز اور اگر دے زکوٰۃ اپنی بہن کو اور اُسکے خاوند کے ذمہ مہر ہے جو نصاب کو پہونچتا ہے اور وہ شخص تو انگر ہے کہ عورت کے طلب کرنے پر انکار نکرے تو اُسکا زکوٰۃ دینا جائز نہین اور جو ایسا حال نہو تو جائز ہے اور یہ مسئلہ پہلے گذر چکا ہے ولو دفعہا المعلم لخلیفتہ ان کان بحیث یعمل لہ لو لم یعطہ صح والا لا اور اگر دی زکوٰۃ معلم نے اپنے خلیفہ کو اگر وہ اسطرح کام کرتا ہے کہ اگر معلم نہ دیتا تب بھی اُسکا کام کرتا تو درست ہے ورنہ نہین درست ہم اسلیے کہ دیا ہوا بمنزلہ عوض کے ہوجاتا ہے اور اسمین یہ خدشہ ہے کہ انعام سے پھل لانے والے کا ایسا ہے تو وہان بھی نیت کا اعتبار چاہیے قالہ الشامی ولو وضعہا علی کفہ فانتہبہا الفقراء جاز اور اگر رکھا زکوٰۃ کو اپنے ہاتھ پر اور لوٹ لیا اسکو فقیرون نے تو جائز ہے ہم اور یہ فقرا کی تملیک ہوئی اور زکوٰۃ کی نیت پہلے سے نکالتے وقت ہوچکی تھی اور یہی حکم ہے جبکہ نیت پہلے سے نہو اور لوٹنے کے بعد نیت کرے اور مال فقیرون کے پاس موجود ہو قالہ الشامی ولو سقط مال فرفعہ فقیر فرضی بہ جاز ان کان یعرفہ والمال قائم خلاصۃ اور اگر مال ہاتھ سے گر گیا اور فقیر نے اُسکو اُٹھا لیا پھر مالک راضی ہوگیا تو جائز ہے اگر اُسکو پہچانتا ہے اور مال بھی قائم ہے کذا فی الخلاصہ ہم پہچاننے کی قید اسواسطے لگائی تا کہ تملیک مجہول شخص کی نہو کیونکہ جب اُسکو نہ پہچانتا ہو اسطرح کہ مالک جب مال کے پاس آیا تو مال کو نپایا اور کسی شخص نے اُسکو کہا کہ فقیر اُسکو اُٹھا لے گیا جسکو مالک نہین پہچانتا تھا اور مالک راضی ہوگیا تو درست نہو گا کیونکہ یہ اباحت ہوئی اور زکوٰۃ تملیک شرط ہے اور مال کے قائم ہونے کی اسواسطے شرط لگائی کہ اگر مالک بعد ہلاک ہونے مال کے راضی ہوا تو نیت صحیح نہو گی بان لو کہ صدقہ وہ مستحب ہے جو فاضل ہو اپنی قدر کفایت اور اپنے عیال کی قدر کفایت سے اور اگر اسطرح صدقہ دے کہ حقدارون کے حق مین کوتاہی ہو تو گنہگار ہوگا اور جو شخص

افضل ہے یہ ہر کہ ایک شخص کو اتنا صدقہ دے کہ کفایت ہو اُسے کم کرنا مکروہ ہر کذا فی شرح الطحاوی اور تاتارخانیہ مین محیط سے منقول ہر کہ جو شخص
نفل صدقہ دے تو افضل یہ ہر کہ جمیع مومنین و مومنات کی نیت کرے کیونکہ ان کو ثواب پہونچے اور اسکے ثواب مین سے کم نہ ہوگا

واللہ اعلم

باب صدقۃ الفطر

یہ باب ہے صدقہ فطر کے احکام مین اسکی مناسبت زکوۃ سے یہ ہر کہ دونون وظیفہ مالیہ مین ہین اور عبادات مین بعد صوم کے بیان کیا ہر
کیونکہ صوم کے بعد صدقہ فطر ہوتا ہر اور فطر سے مراد فطر کا دن ہر۔ نووی نے کہا کہ اسکو فطر اسلئے کہتے ہین کہ رمضان مین افطار ہوتا ہر اور اسکو صدقہ
اس بات سے کہتے ہین کہ دینے والے کا صدق اور اخلاص ظاہر کرتا ہر کذا فی المرقاۃ من اضافۃ الحکم الی شرطہ اضافت صدقہ کی فطر کی طرف
اضافت حکم کی ہر شرط کیطرف حکم سے مراد وجوب صدقہ ہر یعنے کہ شرعی وجوب ہر یہ بیان خلاف شافعی کا ہر اور وجوب سے مراد وجوب ادا ہر
اشارہ ہے کہ وجوب الاداء کی شرط فطر ہر نہ نفس وجوب کی کیونکہ وجوب کا مدار سبب کے موجود ہونے پر ہر اور سبب راس ہر قال الحلبی والفطرۃ لفظ
اسلامی والفطرۃ مولد بل قیل لحن اور فطرہ اصطلاح اسلام والون کی ہر اور فطرہ ساختہ ہر بلکہ کہتے ہین کہ غلط ہر ہم ظاہر یہ ہر کہ شارح کی مراد
یہ ہر کہ لفظ فطر جو مضاف الیہ صدقہ کا ہر اور نام روز مخصوص کا ہر یہ لفظ شرعی ہر یعنے اطلاق اسکا اس خاص روز پر اصطلاح شرعی ہر کیونکہ
افطار جو ضد صوم کی ہر لغوی ہر شرع سے پہلے مستعمل ہر یا مراد اسکی لفظ فطرہ کا ہر یعنی فطرہ کہ جس سے صدقہ مراد ہو لغوی نہیں ہر اسلیئے اس عنوان مین ہین اور
وہ جو قاموس مین مذکور ہر کہ فطرہ بالکسر صدقۃ الفطر تو قاموس کے اغلاط مین شمار کیا گیا ہر اور نووی نے تحریر مین کہا ہر کہ اسم مولد ہر اور غالبا
ماخوذ ہر فطرۃ سے جو بمعنی خلقت کے ہر یعنی گویا کہ یہ زکوۃ ہر بدن کی قال الشامی وامر بہا فی السنۃ التی فرض فیہا رمضان قبل الزکوۃ اور حکم
کیا گیا ہر ادا سے صدقہ فطر کا جس برس کہ رمضان فرض ہوا زکوۃ سے پہلے جس روز کہ رمضان کے فرض ہوئے شعبان مین بعد تحویل قبلہ
کعبہ کی طرف اور حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ فطر کے لیے عید سے دو روز پہلے ہوا اور یہ زکوۃ کی فرضیت سے پہلے ہر مین صحیح ہی
قال الشامی وکان علیہ السلام یخطب قبل الفطر بیومین یامر باخراجہا ذکرہ القہستانی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھتے تھے عید سے
دو روز پہلے حکم فرماتے صدقہ نکالنے کا ذکر کیا اسکو قہستانی نے ہم عبد الرزاق نے سند صحیح سے تخریج کیا ہر عبد اللہ بن ثعلبہ سے کہ خطبہ فرمایا
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یوم الفطر سے ایک روز یا دو روز پہلے پھر فرمایا کہ ادا کرو ایک صاع گیہون دو آدمیون مین یا ایک صاع
کھجور یا جو ہر شخص کی طرف سے آزاد ہو یا غلام چھوٹا ہو یا بڑا کذا فی الفتح یجب وحدیث فرض رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم زکوۃ
الفطر معناہ قدر للاجماع علی ان منکرہا لا یکفر واجب ہر صدقۃ الفطر اور وہ حدیث جسمین مذکور ہر کہ فرض کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم نے زکوۃ فطر کو اسکے معنی یہ ہین کہ مقرر کیا اسوجہ سے کہ اجماع ہر اس بات پر کہ منکر اسکا کافر نہین ہر ہم امام شافعی کے نزدیک صدقۃ الفطر
فرض ہر انکا استدلال حدیث مذکور ہر شارح نے استدلال کے جواب کیطرف اشارہ کیا موسعا فی العمر عند اصحابنا وہو الصحیح بحر عن البدائع
مطلقا بان الامر بادائہا مطلق کالزکوۃ علی قول کہ امر واجب ہر صدقۃ الفطر اسطرح کہ تمام عمر مین ادا کی گنجائش ہر ہمارے تینون اماموں
کے نزدیک یہی صحیح ہر ذکر کیا اسکو بحر مین بدائع سے اور وجہ یہ بیان کی کہ امر صدقۃ الفطر کی ادا مین مطلق ہر یعنے وقت کی قید نہیں
سو مدۃ العمر مین جب ادا کریگا تو ادا ہی ہوگا قضا نہ ہوگا بان الندب قبل الخروج عیدگاہ مین جانے سے پہلے ادا کرنا مستحب ہر کذا فی البدائع اور
زکوۃ کے کہ اسکا وجوب بھی موسع ہر ایک قول پر جیسا پہلے گذر چکا وہ مات فاداہا وارثہ جاز اور اگر مر گیا پھر اسکے وارث نے

صدقۃ الفطر اُسکی طرف سے ادا کیا تو جائز ہی هم جوہرہ مین ہی کہ جس شخص کے ذمہ زکوۃ یا صدقۃ الفطر یا کفارہ یا نذر ہووے اور وہ مرجاوے
تو اُسکے ترکہ سے نلیاجاوے مگر یہ کہ ورثہ تبرع کرین اور ورثہ اہل تبرع کے بھی ہون اور جبر نکیا جاوے اُنپر اور اگر خود وصیت کر کے مرا تو ثلث مین
وصیت جاری ہوگی قالہ الشامی وقیل مضیقا فی یوم الفطر عینا اور کہا گیا ہی کہ ادا اُسکا مقید ہی خاص عید کے روز هم یہ قول حسن بن
زیاد کا ہی کہ ادا کرنا اُسکا یوم الفطر مین ہی اول سے آخر تک اگر اُسکو نہ ادا کیا کہ عید کا دن گذر گیا تو ساقط ہو جائیگا مثل قربانی کے کذا فی البدائع
وشروح الہدایہ وغیرہا اور ابن ہمام نے اپنی تحریر مین ترجیح دی ہی کہ یہ مطلق نہین ہی بلکہ مقید بالوقت ہی کیونکہ حضرت نے فرمایا اغنوہم
فی ہذا الیوم عن المسالۃ تو بعد اس روز کے قضا ہوگا اور ابن نجیم نے بھی اُسکا اتباع کیا ہی بحر مین لیکن اُسنے اپنی شرح مین جو منار پر ہی کہا ہی
کہ یہ ترجیح مقابل صحیح کے ہی مین کہتا ہون کہ یہ تیسرا قول ہی مذہب سے خارج اسواسطے کہ عید کا دن گذرنے کے بعد صدقہ کا قضا واقع ہونا
مغائر اس قول کے ہی کہ عید کا دن گذرنے سے ساقط ہو جاتا ہی اور علامہ مقدسی نے اُسکو رد کیا ہی کہ حضرت کے وقت مین صحابہ صدقۃ الفطر
پیشگی دیدیا کرتے تھے اور یہ بات حضرت کی اجازت سے تھی جیسا خود ابن ہمام نے کہا ہی تو اس سے صاف ظاہر ہی کہ مقید بیوم الفطر نہ تھا
اسواسطے کہ اگر خاص اس روز کے ساتھ مقید تھا تو اُس سے پہلے ادا نہوتا مثل قربانی اور نماز روزہ کے اور امر اغنوہم الخ محمول ہی استحباب پر کذا
فی الشامی فبعدہ یکون قضاء واختارہ الکمال فی تحریرہ ورجحہ فی تنویر البصائر پس بعد یوم العید کے ہوویگا قضا اور اُسکو اختیار کیا ہی
کمال نے اپنی تحریر مین اور ترجیح دی اُسکو تنویر البصائر مین هم پہلے معلوم ہو چکا کہ معین کرنا عید کے دن کا ایک تیسرا قول ہی کہ سوائے
ابن ہمام کے کسی اور نے نہین کہا اور اسمین جو کچھ ہی وہ بھی واضح ہو چکا اسصورت مین اس تفریع مین نظر ہی قالہ الشامی علی کل حر مسلم ولو صغیرا
او مجنونا واجب ہی صدقۃ الفطر ہر آزاد مسلمان پر اگرچہ صغیر یا مجنون ہو هم حر کے لفظ سے معلوم ہوا کہ غلام پر لازم نہین اور مسلمان کی قید سے معلوم
ہوا کہ کافر کے ذمہ نہین اگرچہ اُسکا غلام یا بیٹا مسلمان ہو کذا فی البحر اور بعض نسخون مین ومجنونا واو کے ساتھ واقع ہی اور یہ اُس صورت مین ہی
کہ ان دونون یعنے صغیر اور مجنون کے پاس مال ہو بدائع مین کہا ہی کہ عقل اور بلوغ وجوب کی شرائط مین نہین ہی امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف
کے نزدیک یہانتک کہ اگر مجنون وصغیر کے پاس مال ہو تو اُنکا ولی صدقہ نکالے اُنکے مال مین سے اور امام محمد اور زفر کہتے ہین کہ نہین واجب
ہی پس اگر ولی صدقہ اُنکے مال مین سے دیگا تو ضامن ہوگا قالہ الشامی حتی لو لم یخرجہا ولیہما وجب الاداء بعد البلوغ یہانتک کہ اگر نہ نکالے
صدقۃ الفطر مجنون اور صغیر کا ولی تو بعد بلوغ کے اور بعد افاقہ کے ادا واجب ہوگا ذی نصاب فاضل عن حاجتہ الاصلیۃ
کدینہ وحوائج عیالہ وان لم ینم کما مر یعنے صدقۃ الفطر واجب ہی ہر آزاد مسلمان پر کہ نصاب والا ہو اور وہ نصاب زیادہ ہو اُسکی حاجت
اصلی سے جیسا دین اور زیادہ ہو عیال کی حاجت سے اگرچہ نصاب نامی نہو جیسا پہلے گذر چکا وبہ بہذا النصاب تحرم الصدقۃ کما مر وتجب
الاضحیۃ ونفقۃ المحارم علی الراجح اور اسی نصاب کی جہت سے حرام ہوتا ہی صدقہ واجبہ جیسا گذر چکا اور واجب ہوتی ہی قربانی اور نفقہ
محارم کا بنا بر قول راجح کے هم یعنے اُنکو جو فقیر ہون اور جو کسب سے عاجز ہون یا عورتین فقیر ہون اور محارم کی قید ہی ماں باپ کے نکالنے کو
کیونکہ ماں باپ جب فقیر ہون تو مختار یہ ہی کہ اُنکو اپنے نفقہ مین شامل رکھے اگر کسب کرتا ہی وانما لم یشترط النمو لان وجوبہا بقدرۃ ممکنۃ
اور نمو کی شرط جو نہین لگائی سو اسی جہت سے کہ وجوب صدقۃ الفطر کا قدرت ممکنہ کی جہت سے ہی ہی ما یجب بمجرد التمکن من الفعل
فلا یشترط بقاءہا للبقاء الوجوب لانہا شرط محض قدرت ممکنہ کاف مشدد کے کسرہ سے وہ ہی جو واجب ہو بفور قدرت کے فعل پر پس
نہین شرط باقی رہنا اس قدرت کا وجوب کے باقی رہنے کیواسطے اسلیے کہ وہ صرف شرط ہی هم واضح ہو کہ قدرت جس سے آدمی مامور بہ ادا کر سکے

اور قسم ثانی وہ ہے کہ آخری حصے سے تعلق ہو کہ ونسبت تعلق ونسبت کہ فیہ تو مدار نہیں کہتے ہیں کیونکہ اسکی جہت سے آدمی ادا سے

وہ قسم ثانی وہ ہے جو آخری تک ساتھ مقبول ہو کہ نسبت حق و نسبت ممکنہ ہیں دو نہا دو او ساقط تک کی اور اگر قدرت کے ساتھ تو آخری بھی مجتہب

اصول یہ قدرت میسرہ ہے جیسے نصاب بعد تو قدرت ممکنہ ہیں اور زیادہ اور اسکے قدرت کے ساتھ تو آخری بھی

اور خود قدرت میسرہ نہیں ہے انکو یوں دو قدرت کا حال کہلاتی ہے جیسے نصاب ہے کذا فی الطحطاوی اس سے معلوم ہوا کہ شارح نے

جو تعریف کی ہے وہ خود قدرت کی ہے بلکہ اس واجب کی ہے جو قدرت ممکنہ پر مشروط ہوا اور بقاے قدرت ممکنہ کے شرط ہونے سے

یہ تھا کہ اگر نصاب خیانت کی جہت سے جاتا رہے تو صدقہ فطر ساقط ہو جاوے چنانچہ آگے آتا ہے لا بقاء قدرت میسرہ ای ایجب بعد التمکن بصفة

الیسر فیہ ای من الحرام الیسر قدرت میسرہ کے ساتھ ہیں شرط کے کسر دوسرے قدرت میسرہ وہ ہے کہ واجب ہو بعد قدرت کے سہولت

کے وصف کے ساتھ سو بدل دیا ہو اسکو دشواری سے آسانی کیطرف ہم اس تعریف میں بھی وہی نقل ہے جو قدرت ممکنہ کی تعریف میں

الخ یا حاصل یہ کہ قدرت ممکنہ میں جو شرط ہے تمکن اور احداث فعل کی تو شرط محض ہوتی کہ اسمین معنی علت کے نہیں پس اسکا بقا بھی شرط

نہین بقا واجب کے لیے کیونکہ بقا مغایر ہے وجود کا اور وجود کی شرط کو کچھ لازم نہین کہ بقا کی شرط بھی ہو جیسے نکاح کے شاہد کہ شرط

ہین انعقاد نکاح مین نہ بقاے نکاح مین بخلاف میسرہ کے اسواسطے کہ وہ ایسی شرط ہے کہ اسمین معنی علت کے ہین کیونکہ آسنے فعل

واجب کی صفت کو دشواری سے سہولت کے ساتھ بدل دیا یعنے ہو سکتا تھا کہ فعل واجب ہوتا بفور وجود قدرت ممکنہ کے بصفت

دشواری سو دشواری کو چھوڑ کر اسکو بصفت یسر واجب کیا پس اسطرح کی قدرت کا دوام شرط ہے باعتبار معنی علیت کے کیونکہ حکم نہین

باقی رہسکتا بدون اسکے کذا فی الشامی مختصراً فیشترط بقاؤہا لانہا شرط فی معنی العلة پس شرط کیا گیا ہے بقاے قدرت میسرہ کا کیونکہ یہ شرط ہے

علت کے معنی مین ہم یعنی اور حکم اپنی علت کے ساتھ رہتا ہے وجوداً و عدماً مین کذا فی الطحطاوی و قد حررناہ فیما علقناہ علی المنار اور یہ انکو منتج بیان کیا ہے

منار کی تعلیقات مین ثم فرع علیہ فلا تسقط الفطرة وکذا الحج بہلاک المال بعد الوجوب پھر تفریع کیا مصنف نے اسپر جو سابق مین مذکور

ہے یعنے قدرت ممکنہ اور میسرہ پر پس نہین ساقط ہوتا فطرہ اور ایسا ہی حج مال کے ہلاک ہو جانے سے واجب ہونے کے بعد کیونکہ ان دونون

مین قدرت ممکنہ میسر ہے کذا قالہ الشامی کما لا یبطل النکاح بموت الشہود جیسا نہین باطل ہوتا نکاح گواہون کے مرنے سے بخلاف الزکوة

والعشر والخراج لاشتراط بقاء المیسرة بخلاف زکوة اور عشر اور خراج کے یعنے خراج مقاسمہ اسواسطے کہ قدرت میسرہ کی بقا شرط ہے یعنے تمام

یعنے اگر مال برس گزرنے کے بعد ہلاک ہو جاوے اما کی قدرت اسکو ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو زکوة ساقط ہو جاتی ہے بخلاف استہلاک کے کیونکہ اس

صورت مین تقدیراً قدرت باقی ہے کہ اسمین زجر ہے تعدی سے اور فقیرون کا بھی لحاظ ہے عن نفسہ متعلق بیجب وان لم یصم لعذر عن نفسہ متعلق

ہے یجب کے یعنے صدقة الفطر واجب ہے اپنے نفس کیطرف سے اگرچہ کسی عذر سے روزہ نہ رکھا ہو ہم یہ بیان فطرہ کے سبب کا اور اصل اسمین خود

اسکا نفس ہے اور آدمی بیشک اپنا جب آپ اٹھائے ہوئے ہے اور اپنے راس کا آپ متولی ہے تو اسی کے معنون مین ہو وہ جو اسکے ساتھ ملحق ہے یعنے

اسکے تو ابع جنکی مونت اسکے ذمہ ہے اور عدم مین عذر کی قید اتفاقی ہے اگر بلا عذر بھی کوئی شخص افطار کرے تب بھی یہی حکم ہے کیونکہ فطرہ کے ادا

مین یہ شرط مذکور نہین قالہ الشامی وطفلہ الفقیر والکبیر المجنون اور اپنے چھوٹے لڑکے محتاج کیطرف سے اور بڑے مجنون کی طرف سے ہم یعنے

جو کہ فقیر ہو کیونکہ غنی کا صدقہ اسکے مال مین سے ہوگا امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک جیسا پہلے گذر چکا اور طفل کے لفظ سے معلوم ہوا

کہ جنین کیطرف سے صدقہ الفطر لازم نہین اور طفل لڑکے اور لڑکی دونون کو شامل ہے کذا فی المغرب قالہ الشامی ولو تعدد الآباء فعلی کل فطرة

اور اگر باپ متعدد ہون تو ہر ایک پر فطرہ لازم ہوگا ہم اسکی صورت یہ ہے کہ کسی لقیط پر دو آدمی دعوے کرین کہ یہ میرا بیٹا ہے یا مشترک باندی کے

بیٹے پر دونوں باتوں نے دعویٰ کیا قال الشامی و ہو زوج صغیرۃ لا تصلح لخدمۃ الزوج فلا فطرۃ اور اگر نکاح کر دیا اپنی لڑکی کا کہ زوج کی خدمت کر سکتی ہے پس فطرہ لازم نہیں آتا ہم نہ خاوند پر لازم آویگا جیسا آگے مذکور ہوگا اور نہ باپ پر کہ زوج کو تسلیم کر چکا مثلاً صغیرہ ہے صغیرہ اگر اپنے خاوند کے سپرد کی گئی ہو تو اسکے باپ پر فطرہ نہیں ہے کیونکہ اسکی موٗنت اسکے ذمہ نہیں رہی اس سے معلوم ہوا کہ مسئلہ میں دو قیدیں ہیں خدمت کی صلاحیت اور خاوند کی سپردگی قال الشامی والجد کالاب عند فقدہ کما اختارہ فی الاختیار اور دادا باپ کے مثل ہے باپ کے نہ ہوتے جیسا اختیار میں اسکو اختیار کیا ہے اور یہ حسن کی روایت ہے اور ظاہر الروایت کے خلاف ہے کہ دادا باپ کے حکم میں ہے مگر چند مسائل میں انہیں سے ایک مسئلہ یہی ہے اور فتح القدیر میں بھی اسی کو اختیار کیا ہے کیونکہ سبب وجوب کا متحقق ہے یعنے راس اور اسکی موٗنت اور تولیت بولایت مستقل دادا کے ذمہ ہے اسی واسطے شارح نے بھی اسی روایت کو اختیار کیا کذا فی الشامی وعبدہ لخدمتہ ولو مدیونا او مستاجرا او مرہونا اذا کان عندہ وفاء بالدین اور فطرہ واجب ہے اپنے غلام خدمتی کی طرف سے اگر مدیون ہو بدین مستغرق کذا فی البدائع اجارہ دیا ہوا ہو یا رہن رکھا ہوا ہو جبکہ راہن کے پاس دین کے دینے کی قدرت ہو یعنے دین سے زائد نصاب بھی ہو جیسا ہندیہ میں ہے اور مراد نصاب سے یہ ہے کہ غلام کے سوا ہو کیونکہ وہ حوائج اصلی میں ہے کذا فی شرنبلالیہ وما اوصی بخدمتہ لواحد وبرقبتہ لآخر ففطرتہ علی مالک رقبتہ وہ غلام جسکی خدمت کی وصیت ایک شخص کے لیے کی اور اسکی ملکیت کی دوسرے کے لیے تو فطرہ رقبہ کے مالک پر ہے کالعبد العاریۃ والودیعۃ والجانی جیسے عاریت کا غلام اور ودیعت کا اور وہ غلام جسنے کسیکا گناہ کیا ہو کہ انکا صدقہ مالک کے ذمہ ہے جنایت کوئی سی ہو عمداً ہو یا خطاً کیونکہ مالک کی ملک غلام سے جب زائل ہوتی ہے جب جنایت کے بدلہ میں اسکو دیدے پہلے سے زائل نہیں ہوتی کذا فی الخانیہ وقول الزیلعی لا تجب سبق قلم فتح اور زیلعی کا قول کہ صدقہ واجب نہیں ہے خطا ہے کہ قلم سے نکل گئی کذا فی الفتح مع زیلعی میں ہے کہ جس غلام کے رقبہ کی وصیت ہو تو اسکا فطرہ مالک پر نہیں لیکن شبلی محشی زیلعی نے اسکو محمول کیا ہے اس صورت پر کہ موصی مر گیا اور موصی لہ نے ابھی نہ قبول کیا نہ رد کیا قال الشامی ومدبرہ وام ولدہ ولو کان عبدہ کافرا لتحقق السبب وہو رأس یمونہ ویلی علیہ اور صدقہ دے اپنے مدبر اور ام ولد کیطرف سے اگرچہ غلام کافر ہی ہو کیونکہ سبب وجوب متحقق ہے یعنی رأس جسکی موٗنت اسکے ذمہ ہے اور اسکا وہ ولی ہے اور یمونہ یعنی موٗنت واجبہ کاملہ مطلقہ پہلی قید سے موٗنت اجنبی نکلگئی جو بلا اپنے ذمہ رکھے نہ وجہ اور دوسری قید سے عبد مشترک نکل گیا کہ اسکی موٗنت کامل نہیں اور تیسری سے زوجہ نکلگئی کہ اسکی موٗنت مستقل نہیں بلکہ موٗنت ضروری ہے انتظام خانگی کے لیے اور اسی لیے بجز معمولی اخراجات کے کچھ لازم نہیں جیسے دوا کرنا کما فی الزیلعی لا عن زوجتہ وولدہ الکبیر العاقل نہیں واجب ہے صدقۃ الفطر اپنی بی بی کی طرف سے اور اپنے ولد کیطرف سے جو بالغ عاقل ہو ہم زوجہ کی طرف سے اسلیے نہیں واجب کہ اسپر ولایت تامہ نہیں کیونکہ سوائے حقوق زوجیت کے اور کسیطرح کی ولایت نہیں ہے اور ولد عاقل بالغ اگرچہ اپاہج ہو اور خورد و نوش میں اسکا شریک ہو مگر اسکا صدقہ باپ پر واجب نہیں کیونکہ ولایت نہیں کذا فی الجوہرہ اور عاقل کی قید سے احتراز ہو گیا معتوہ اور مجنون سے کہ انکا حکم مثل صغیر کے ہے ولو ادی عنہما بلا اذن اجزا استحسانا للاذن عادۃ ای لو فی عیالہ والا فلا قہستانی عن المحیط فلیحفظ اور اگر فطرہ بی بی کیطرف اور بالغ لڑکے کیطرف سے بدون اجازت دیدیا تو کافی ہے بدلیل استحسان اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الخانیہ کیونکہ عادۃً اذن موجود ہے یعنے اگر اسکے عیال میں ہو ورنہ نہیں کافی کذا فی قہستانی عن المحیط اسکو یاد رکھو للاذن عادۃ سے اشارہ ہے کہ نیت حکماً موجود ہے ورنہ بدائع میں تصریح کی ہے کہ فطرہ بدون نیت کے ادا نہیں ہوتا بحر میں کہا ہے کہ ظہیریہ کی ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ادا کرے ان اشخاص کیطرف سے جو اسکے عیال میں ہیں یعنے جنکا خورد و نوش اسکے متعلق ہے بدون انکی اجازت کے تو جائز ہے مطلقاً یعنے قید زوجہ اور ولد کی نہیں

کذا فی الشامی عن عبد و الآبق و المأسور الا المغصوب المجحود فانہ لیس علیہ فطرتہ یعنی بھاگے ہوئے غلام کیطرف سے کیونکہ ولایت اسپر قائم ہی اور قیدی غلام کی طرف سے اور مغصوب کیطرف سے فطرہ دیا جاوے جبکہ غاصب منکر ہو اور گواہ نہ ہون کذا فی غایۃ البیان ... اور جو کتاب الزکوٰۃ میں ذکر کیا ہو یہ ہو کہ واجب ہو اگرچہ گواہ نہ ہون کیونکہ ہر قاضی عادل نہین ہوتا اور سے انکار نہ کرے کذا فی الحاوی الاولیٰ ہو وجوب المسئلۃ کہ غلام کے پھر آنے کے بعد پس واجب ہوگا سالہائے گذشتہ کا فطرہ کذا فی القہستانی یہ استثنا راجع ہو آبق کی طرف جیسا بحر مین ہو اور فتح مین ہو اور مغصوب کی طرف بھی جیسا بحر مین ہو حلبی سے ... کفی ہو یہ ہو کہ اسوقت کا حکم بھی یہی حکم ہو کذا فی الشامی و لا عن مکاتبہ و لا تجب علیہ الا ان یکون لہ مال ادا اور نہین واجب ہو مکاتب کیطرف سے اور نہ واجب ہو اُس مکاتب پر کیونکہ جو چیز مکاتب کے قبضہ مین ہو مولی کی ہو اسلیے کہ مکاتب عبد ہی ہو جبتک اسپر ایک درم بھی باقی ہو اور عبد مملوک ہو تو مالک نہین ہو سکتا کذا فی البدائع و عبید مشترکۃ اور نہ مشترک غلامون کیطرف سے کیونکہ ہر شریک کی ولایت اور موونت قاصر ہو اور یہ امام صاحب کا قول ہو اور صاحبین کہتے ہین کہ ہر ایک کے ذمہ پورے غلامون کا فطرہ ہوگا جتنے اُسکے حصہ مین آدمی پورے ہون گے جیسا ہدایہ مین ہو یعنے اگر چار غلام ہون تو دونون شریکون کے ذمہ دو دو غلامون کا فطرہ لازم ہوگا اور تین غلام ہون تو ایک ایک کا فطرہ دونون پر لازم ہوگا تیسرے کا لازم نہوگا اور محیط مین امام ابو یوسف کو ابو حنیفہ کے ساتھ ذکر کیا ہو اور یہی اصح ہو جیسا حقائق اور فتح مین ہو الا اذا کان عبد بین اثنین و تہایاہ و وجد الوقت فی نوبۃ احدہما تجب فی قول مگر جبکہ غلام مشترک ہو دو شخصون مین اور نوبت نوبت اُس سے خدمت لیتے ہون اور ایک کی نوبت مین وقت وجوب پایا جاوے یعنے طلوع فجر یوم الفطر تو ایک قول مین واجب ہو یعنے قول ضعیف مین جیسا بعض نسخون مین موجود ہو اور وجہ اس قول کے ضعیف ہونے کی یہ ہو کہ سب متون و شروح کے اطلاق کے مخالف ہو قال الشامی و توقف الوجوب لو کان المملوک مبیعا بخیار فاذا مر یوم الفطر و الخیار باق تلزم ممن یصیر لہ اور صدقہ کا وجوب موقوف رہیگا اگر مملوک کو بشرط خیار بیچا ہو پھر جب عید کا دن گذر جاوے اور اختیار باقی ہو فطرہ لازم اُس شخص پر ہوگا جسکا وہ غلام قرار پاوے کلام بشرط خیار بیچا یعنی بائع کا خیار یا مشتری کا یا دونون کا اور موقوف اسواسطے رہیگا کہ ملک متزلزل ہو پس اگر خیار ہو اور بعد یوم الفطر کے قبض کیا تو مشتری پر لازم ہوگا اور اگر قبل القبض مر گیا تو کسی پر واجب نہوگا اور اگر عیب کی جہت سے قبل القبض پھیر گیا یا خیار رؤیت کی جہت سے تو بائع کے ذمہ لازم ہوگا اور اگر بعد القبض پھیر گیا تو مشتری پر کذا فی الخانیہ نصف صاع فاعل یجب من بر او دقیقہ او سویقہ نصف صاع فاعل ہو یجب کا یعنے فطرہ کا مقدار واجبہ آدھا صاع گیہون کا یا اُسکے آٹے کا یا اُسکے ستو کا اور اولے یہ ہو کہ آٹے اور ستو مین مقدار اور قیمت دونون کی رعایت ملحوظ رہے احتیاطا اگرچہ بعض اخبار مین آٹے کی تصریح آئی ہو کذا فی الہدایہ اسواسطے کہ اسنا مین سلیمان بن ارقم ہو جو متروک الحدیث ہو پس احتیاط واجب ہو یعنے اسطرح کہ نصف صاع گیہون کا آٹا یا ایک صاع جو کا آٹا دیوے کہ برابر ہو نصف صاع گیہون یا ایک صاع جو کو اور اسطرح نہ دیوے کہ نصف صاع سے کم گیہون کا آٹا ہو جو قیمت مین برابر ہو نصف صاع گیہون کے یا ایک صاع سے کم جو کا آٹا ہو کہ قیمت مین برابر ہو ایک صاع جو کے اور نہ اسطرح کہ نصف صاع گیہون کا آٹا کہ قیمت مین نصف صاع گیہون کے برابر نہو یا ایک صاع جو کا آٹا جو قیمت مین ایک صاع جو کی برابر نہو کذا فی الفتح لیکن ہدایہ مین لفظ اولی سے تعبیر کیا ہو اور فتح القدیر مین لفظ یجب کذا فی الشامی او زبیب و جعلاہ کالتمر و ہو روایۃ عن الامام و صححہا البہنسی وغیرہ یا نصف صاع کشمش یا اور صاحبین نے کشمش کو کھجور کے حکم مین کیا ہو یعنی ایک صاع دینی چاہیے اور یہ ایک روایت ہو امام صاحب سے بھی اور تصحیح کی ہو اس روایت کی بہنسی وغیرہ نے علم الہدیٰ ... ...

جو ملتقی پر ہی اور مراد یہ ہی کہ اُسنے تصحیح بیان کی ورنہ وہ اصحاب تصحیح سے نہین ہی بحر مین کہا ہی کہ اُسکی تصحیح کی ہی ابو الیسر نے اور ترجیح دی ہی ابن ہمام
نے فتح القدیر مین دلیل کی رو سے فی الحقائق والشرنبلالیۃ عن البرہان وبہ یفتی اور حقائق اور شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہی کہ
اسی پر فتوی ہی او صاع من تمر او شعیر ولو ردیا یا ایک صاع کھجور یا جو اگرچہ ناقص ہو ھم بحر مین کہا ہی کہ نصف صاع یا صاع مطلق کہا ہی
اور جید کی قید نہین لگائی اسواسطے کہ اگر نصف صاع خراب بھی ادا کریگا تو جائز ہی اور اگر ادا کیا بودار یا عیب دار تو اُسکا نقصان بھی بھر دے
اور اگر ردی کی قیمت دی تو جو زیادتی باقی رہگئی وہ بھی ادا کر دے کذا فی الظہیریہ اور اگر گیہون جو مین مخلوط ہون پس اگر جو غالب ہون تو ایک
صاع اور اگر گیہون غالب ہون تو نصف صاع قالہ الشامی وما لم ینص علیہ کذرۃ وخبز یعتبر فیہ القیمۃ اور جو غلہ وغیرہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے اسمین تصریح وارد نہین ہوئی اُسمین معتبر قیمت ہی جیسے جید اور ردی ھم بدائع مین کہا ہی کہ منصوص علیہ مین بعض کو بعض جگہ قیمت کے
اعتبار سے دینا جائز نہین برابر ہی کہ جس چیز کے بدلہ مین دیا ہی وہ اُسکے جنس سے ہو یا خلاف جنس ہو مثلاً گیہون دینا گیہون کے بدلے قیمت کے
اعتبار سے یعنی اسطرح کہ نصف صاع اچھے گیہون کے بدلے ایک صاع متوسط گیہون دیے تو جائز نہین یا دوسرا غلہ گیہون کے بدلے قیمت کے اعتبار
سے دیے وہ بھی جائز نہین جیسے نصف صاع کھجور جو قیمت مین نصف صاع گیہون کی برابر ہو بدلے نصف صاع گیہون کے ادا کرے بلکہ بجائے نصف صاع
کھجور کے شمار کیا جائیگا اور اُسکے ذمہ باقی کا پورا کرنا لازم ہوگا کیونکہ قیمت منصوص مین معتبر نہین کذا قالہ الشامی وہو ای الصاع المعتبر ما یسع
الفا واربعین درہما من ماش او عدس اور صاع جو شرعاً معتبر ہی وہ ظرف ہی جسمین ایکہزار چالیس درم کے وزن کے ماش یا مسور سماوین
اور صاع چار مد کا ہوتا ہی اور مد دو رطل کا اور رطل نصف من کا اور من درہمون سے دوسو ساٹھ درہم کا اور استار سے چالیس استار کا اور استار بکسر
ہمزہ درہم کے وزن سے ساڑھے چار مثقال کا کذا فی شرح درر البحار پس مد اور من دونون برابر ہین یعنی ہر ایک دو رطل عراقی اور صاع کا
چوتھائی اور رطل ایک سو تیس درم کا اور زیلعی اور فتح القدیر مین ہی کہ صاع مین اختلاف ہی امام ابو حنیفہ اور محمدؒ نے کہا ہی کہ آٹھ رطل عراقی کا ہی اور امام ابو یوسف
نے کہا ہی کہ پانچ رطل کا اور تہائی رطل کا اور کہا گیا ہی کہ اختلاف نہین ہی بلکہ تعبیر کا فرق ہی اسلیے کہ ابو یوسف نے اندازہ مدینہ شریف کے رطل سے
کیا ہی جو تیس استار کا ہی اور عراقی بیس استار کا ہی اور جب مقابلہ کیا جاوے آٹھ رطل عراقی کا ۵⅓ رطل مدنی کے ساتھ تو دونون برابر ہین کیونکہ
بیس استار کو آٹھ مین ضرب دینے سے ایک سو ساٹھ استار ہوتے ہین اور پانچ کو تیس مین ضرب دینے سے ڈیڑھ سو ہوتے ہین اور تہائی تیس
کے دس ہوے تو یہ بھی ایک سو ساٹھ استار ہو گئے اور یہی مشابہ بصواب ہی کیونکہ امام محمد نے خلاف ابو یوسف کا نہین ذکر کیا اگر ہوتا تو بیشک
ذکر کرتے پھر جاننا چاہیے کہ درہم شرعی چودہ قیراط کا ہوتا ہی اور رواج متعارف ہی وہ سولہ قیراط کا ہی جب صاع ایکہزار چالیس درم شرعی کا ہوا تو
متعارف دراہم کے وزن سے نوسو دس کے برابر ہوا کذا قالہ الشامی قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے لکھا ہی کہ رطل بیس استار کا ہوتا ہی ہر استار ۴½
مثقال کا پس بوزن رطل کا برابر چھتیس روپے دہلی کے ہی یعنے جو روپیہ کہ سوا گیارہ ماشہ کا ہی حاصل یہ کہ صاع یعنی (۱۰۴۰) درم = ۲۸۲ تولہ دہلی
۲۸۲ روپے چہرہ شاہی کچھ کم = ۳۰۰ یا دو دو روپے زائد دہلی کے سیر سے جو اسی روپے بھر کا ہی اور قریب ۳ سیر ۳ چھٹانک کے سہارنپور کے
سیر سے ہی جو اٹھاسی روپے بھر کا ہی انما قدر بہا لتساویہما کیلا و وزنا ماش اور عدس کے ساتھ اندازہ اسلیے مقرر کیا کہ یہ کیل اور وزن مین برابر ہوتے
ہین یعنی بعضے کھوکھلے اور بعضے ٹھوس نہین ہوتے پس جب ایک برتن کو ایک قسم کے ماش یا عدس سے پر کرین کہ بمقدار (۱۰۴۰) درہم کے ہون
پھر انکو نکال کر دوسرے ماش یا عدس اُسمین بھرین تو ہلکے یا بھاری نہونگے بلکہ پہلے کے برابر ہونگے بخلاف گیہون اور جو کے کہ اُنمین بعض
بھاری اور بعض ہلکے ہوتے ہین تو اُسکے کیل اور وزن مین اختلاف ہوسکتا ہی پس عدس اور ماش سے کیال اسواسطے مقرر کیا کہ جنچا ہو مختلف نہو

اور فی القیمۃ [illegible] افضل [illegible] قیمت [illegible] افضل ہر [illegible]

[illegible] کذا فی الشامی عن المذہب المختی [illegible] الظہیریۃ [illegible]

[illegible] الظہیریۃ [illegible] کے مقابل [illegible] قول [illegible] ہر کیونکہ دینا افضل ہر سب حال [illegible]

ایام [illegible] موافق سنت کے [illegible] کذا فی [illegible] اختلاف [illegible]

[illegible] الافضل [illegible] قیمت [illegible] افضل ہر [illegible] کے دنون [illegible] لیکن [illegible] کے دنون [illegible]

[illegible] افضل ہر [illegible] ہم شامی [illegible] اس بات کو دلالت کرتا ہر کہ شارح کی [illegible]

اور وہ [illegible] سلمہ کیطرف نسبت کیا ہر [illegible] کہا ہر کہ یہ تحسن ہر کذا قال الشامی [illegible] فجر الفطر [illegible]

[illegible] صدقۃ الفطر واجب ہر [illegible] صادق کے [illegible] اور امام شافعی کے نزدیک رمضان کے

آخر روز کے آفتاب غروب ہونے پر کذا فی [illegible] فمن مات قبلہ ای الفجر او ولد بعدہ او اسلم لا تجب علیہ پس جو شخص مر گیا [illegible]

پہلے یا پیدا ہوا اسکے بعد یا اسلام لایا تو اسپر واجب نہوگا کیونکہ یہ اشخاص وجوب کے وقت اہلیت سے خارج ہین کذا فی النہر [illegible]

[illegible] ویستحب اخراجہا قبل الخروج الی المصلے بعد [illegible]

فجر الفطر [illegible] الصلوۃ والسلام اور مستحب ہر فطرہ دینا عیدگاہ مین جانے سے پہلے بعد طلوع ہونے فجر [illegible] تعمیل

حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور واسطے اقتدا فعل حضرت کے ہم اس قول وفعل کو حاکم نے ابن عمر سے روایت کیا ہر اور فتح القدیر مین اسکو

بیان کیا ہر قال الشامی وصح اداء [illegible] الفطر [illegible] اعتبارا بالزکوۃ اور درست ہر ادا کرنا فطرہ کا یوم الفطر سے پہلے اور

پیچھے زکوۃ پر قیاس کرکے والسبب موجود اذ ہو الراس اور سبب وجوب کا یعنی راس موجود ہر اور اولی یہ ہر کہ بخاری کی حدیث سے استدلال

کیا جاوے کہ صحابہ عید سے ایک دو روز پہلے فطرہ دیا کرتے تھے فتح القدیر مین ہر کہ پہلے سے دینا صحابہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مخفی نہ تھا

بلکہ آپ کے اذن ہی سے ہوگا کذا قال الشامی بشرط دخول رمضان فی الاول ای مسئلۃ التقدیم [illegible] الجوہرۃ [illegible]

بشرط داخل ہونے رمضان کے تقدیم کے مسئلہ مین یہی صحیح ہر اور اسی پر فتوی دیا جاتا ہر کذا فی الجوہرۃ والبحر عن الظہیریۃ یعنے اگر رمضان سے پیشتر

فطرہ دیگا تو صحیح ہوگا لکن عامۃ المتون والشروح علی صحۃ التقدیم مطلقا وصححہ غیر واحد ورجحہ فی النہر ونقل عن الولوالجیۃ انہ ظاہر الروایۃ قلت فکان

ہو المذہب لیکن اکثر متن اور شرح متفق ہین تقدیم کی درستی پر ہر صورت مین یعنی اگرچہ رمضان سے پیشتر دیوے اور کچھ ایک نے نہین بلکہ بہتون

نے اسکی تصحیح کی ہر اور نہر مین اسکو ترجیح دیا ہر اور ولوالجیہ سے نقل کیا ہر کہ یہی ظاہر الروایۃ ہر مین کہتا ہون بس یہی ہر مذہب [illegible]

کہا کہ جس روایت پر فتوی ہوتا ہر وہ مقدم اولی ہر ظاہر الروایۃ پر وجاز دفع کل شخص فطرتہ الی مسکین او مساکین [illegible]

اور جائز ہر دینا ہر شخص کو اپنا فطرہ ایک مسکین یا جماعت کو اس بنا پر کہ اکثر مشائخ اسی پر ہین وبہ جزم فی الولوالجیۃ والخانیۃ والبدائع والمحیط

وتبعہم الزیلعی فی الظہار من غیر ذکر خلاف وصححہ فی البرہان فکان ہو المذہب کتفریق الزکوۃ اسی پر جزم کیا ہر ولوالجیہ اور خانیہ اور بدائع اور محیط

مین اور انکا اتباع کیا ہر زیلعی نے باب الظہار مین بدون ذکر اختلاف کے اور برہان مین اسکو صحیح کہا ہر پس یہی ہر مذہب جیسے زکوۃ کی تقسیم

درست ہر ایک مسکین کو دے یا چند کو والامر فی حدیث اغنوہم للندب فیفید الاولویۃ ولذا قال فی الظہیریۃ الکرہ التاخیر ای تحریما [illegible]

شریف اغنوہم امر استحباب کے لیے ہر پس مفید ہر اولویت کا اور اسی واسطے ظہیریہ مین کہا ہر کہ تاخیر کروہ نہین ہر یعنی تحریما [illegible]

ابن ابی عدی اور حاکم نے علوم الحدیث مین ابن عمر سے ان لفظون سے روایت کی ہے اغنوہم عن الطوف فی ہذا الیوم کذا قالہ نوح اس حدیث سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اغنا حاصل نہین ہوتا جبتک کہ ایک فقیر کو پورا فطرہ ندیا جاوے پس چاہیے کہ ایک ہی کو پورا فطرہ دینا واجب ہو بمقتضاے امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سو شارح نے جواب دیا کہ امر استحباب کے لیے ہے ورنہ تقدیم و تاخیر جائز نہوتی اور تقدیم و تاخیر کے جواز پر دلیل سابق مین مذکور ہو چکی تو جب امر استحباب کے لیے ہوا تو اسکا خلاف مکروہ تحریمی ہو گا بلکہ تنزیہی ہے گا اس جواب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک کا فطرہ متعدد کو دینا مکروہ تنزیہی ہے جیسا یوم الفطر سے تاخیر کرنا ہان مگر یہ کہ فرق اسطرح بیان کیا جاوے کہ اگر لوگ یوم العید سے تاخیر کرین تو اغنا بالکل حاصل نہو گا بخلاف اسکے کہ متفرق دین کیونکہ مجموع سے اغنا حاصل ہو جاتا ہے جیسے کرخی نے یہ علت بیان کی ہے قالہ الشامی **کما جاز دفع صدقۃ جماعۃ الی مسکین واحد بلا خلاف یعتد بہ** جیسا جائز ہے دینا متعدد شخصون کا فطرہ ایک مسکین کو بغیر ایسے اختلاف کے کہ لائق اعتبار کے ہو ہم یعتد بہ سے مصنف کے کلام کی تصحیح کی ہے یعنی مراد نفی خاص خلاف کے ہے کیونکہ مواہب الرحمن مین دونون مسئلون مین خلاف کی تصریح کی ہے کہ جائز ہے لینا ایک شخص کا جماعت سے اور دینا ایک کا جماعت کو بنا بر قول صحیح تر کے اس سے معلوم ہو کہ قول صحیح عدم جواز ہے مین کہتا ہون کہ محل خلاف اس جگہ شاید وہ صورت ہو کہ چند آدمیون نے اپنے فطرہ جمع کرکے ملا دیے اور ایک کو دیدیے لیکن جبکہ ہر شخص نے جدا جدا ایک ہی شخص کو دیا تو خلاف کا جاری ہونا جواز و عدم جواز مین بعید ہے قالہ الشامی **خلطت امرأۃ امرہا زوجہا باداء فطرۃ حنطۃ بحنطتہا بغیر اذن الزوج ودفعت الی فقیر جاز عنہا لا عنہ** کسی عورت کو اسکے خاوند نے فطرہ کے ادا کا حکم دیا اُسنے بلا اجازت خاوند کے اُسکے گیہون اپنے گیہون مین ملا لیے اور کسی فقیر کو دیدیے تو عورت کیطرف سے جائز ہے مرد کی طرف سے ناجائز ہے اسلیے کہ مرد نے اسکو اپنے مال مین سے دینے کی اجازت دی تھی جب عورت نے مرد کا فطرہ اپنے فطرہ مین ملایا تو امام صاحب کے نزدیک خلط کی جہت سے مستہلک ہو گیا تو اسکی مالک عورت ہو گئی اور عورت کے ذمہ اتنے اناج کا ضمان لازم آئیگا قالہ الشامی **لما ان الاختلاط عند الامام استہلاک یقطع حق صاحبہ وعندہما لا یقطع فیجوز ان اجاز الزوج ظہیریۃ** اسوجہ سے کہ سابق مین مذکور ہوئی یعنے مخلوط ہونا استہلاک ہے امام صاحب کے نزدیک کہ مالک کے حق کو اس معین سے قطع کردیتا ہے اور صاحبین کے نزدیک نہین قطع کرتا تو فطرہ جائز ہوگا اگر زوج نے اجازت دی کذا فی الظہیریۃ ہم یعنے زوج کیطرف سے بھی جائز ہوگا **ولو بالعکس قال فی النہر لم ارہ** اور اگر صورت مسئلہ کی بالعکس ہو (یعنے عورت نے مرد کو کہا کہ میرا فطرہ ادا کردے اور مرد نے عورت کا غلہ اپنے غلہ مین ملا لیا اور فطرہ دیا) تو نہر مین کہا ہے کہ مین نے اس صورت کو نہین دیکھا **و مقتضی ما مر جوازہ عنہا بلا اجازتہا** اور جو سابق مین مذکور ہوا (یعنے ولو ادی عنہا بلا اذن اجزأ) وہ مقتضی ہے کہ خاوند اور بی بی دونون کیطرف سے جائز ہے بدون عورت کی اجازت کے بھی **ولا یبعث الامام علی صدقۃ الفطر ساعیا لانہ علیہ السلام لم یفعلہ بدائع** اور نہ بھیجے امام صدقۃ الفطر لینے کے لیے کسی ساعی کو کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ نہین کیا کذا فی البدائع ہم یعنی یہ ثابت نہین ہوا کہ کسیکو آپ نے مقرر کیا ہو کہ وہ گشت کرکے صدقہ فطر وصول کر لاوے قالہ الشامی **وصدقۃ الفطر کالزکوۃ فی المصارف فی کل حال** اور فطرہ مصارف کے باب مین مانند زکوۃ کے ہے سب حالات مین ہم فی کل حال سے تعمیم احوال مطلقاً اور ہر وجہ سے مراد نہین ہے کیونکہ ہر ایک کے لیے جدی جدی شرطین ہین جو دوسرے کے لیے نہین ہین مثلاً زکوۃ مین شرط ہے سال اور نصاب نامی اور عقل و بلوغ اور فطرہ مین ایک بھی شرط نہین ہے بلکہ یہان مراد تعمیم احوال کی ہے مصارف مین خرچ کرنے کے لحاظ سے یعنی نیت شرط ہونا اور تملیک یہانتک کہ صرف اباحت کافی نہو گی کذا فی البدائع یہ توجیہ وہ ہے جو مجھے ظاہر ہوئی قالہ الشامی **الا فی جواز الدفع الی الذمی وعدم سقوطہا بہلاک المال وقد مر** مگر زکوۃ اور فطرہ مین اتنا فرق ہے کہ فطرہ ذمی کو دینا جائز ہے اور مال کے ہلاک ہونے سے ساقط نہین ہوتا اور دونون مسئلے سابق گذر چکے ایک باب المصرف مین دوسرا اسی باب مین خانیہ مین ہے کہ ذمی کو فطرہ دینا جائز ہے اور مکروہ ہے نزدیک امام شافعی کے اور ایک روایت مین امام ابو یوسف سے جائز نہین اور حاوی مین ہے کہ فتوی امام ابو یوسف کے

قولہ پر قیاسات من وجوہ فع صدقۃ الفطر قال زوجتہ حیث جاز دان کانت نفقتہا علیہ صدقۃ الفطر کی تشبیہ اسا اگر دیا یا انھوں نے بغیر حکم
ہی کو جو بیان کرا ہو۔ یعنی بی بی کا نفقہ شوہر کے ذمہ ہے کیونکہ فی صدقۃ الفطر کی تشبیہ ہو یعنی نفقہ سبب کی بی بی کا اسکے ذمہ تبرعا بغیر کے اسے
ذمہ پر رکھا ہو اور اسکو بطور خیال ادا ہو گیا ہو وے انکے نفقہ جیسے ذمہ پر ہے نفقہ کے عوض بی بی اسکو بکوا سکتی ہو قولہ اعلم ان خاتمۃ واجبات
الاسلام یعنی الفطرۃ والفطر ذمی ہے قربانی ویختۃ وغیرہ من شعائرہ وہو بین الامداد خاتمہ اسلام کے واجبات جس میں فطرہ وقربانی
اور عمرہ اور ماں باپ کی خدمت اور عورت کے حق میں اپنے خاوند کی خدمت کذا فی الدر ہم صاحب جوہرہ نے انکو اسلام کے واجبات کی
طرف نسبت کیا ہو اور اصول میں ثابت ہو کہ اعداد کے لیے مفہوم مخالف نہیں ہو یا یون کہا جاوے کہ واجبات بغیر قدم آرے مستحبات ہو
کہ یہ سات چیزین جو ہیں بجملہ واجبات اسلام ہیں اور شاید انکو کوئی خصوصیت ہو کہ اسمین یہ شریک ہو ان سوا اور واجبات کے جیسے وارد ہوتا جو
علامہ شامی نے کہا ہو کہ اگر واجبات سے مراد ہین تو غیر مسلم ہو کیونکہ صلوۃ عیدین اور جماعت وغیرہ بھی واجب ہین اگر مطلق واجبات مراد ہین تو نا شایع غیر
مین بہتیرے واجبات ہین۔ اور واجب سے مراد وہ ہو کہ شامل ہو واجب دیانۃ کو جیسے خدمت عورت کی اپنے خاوند کیواسطے اور شامل ہو فرض عملی کو جیسے
وتر اور عمرہ کو واجبات مین گننا اس قول کے بموجب ہو جسکے نزدیک عمرہ واجب ہو اور اختلاف تصحیح کا اس باب میں آگے مذکور ہوگا واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتاب الصوم

یہ کتاب ہو روزہ کے بیان مین ہم ایضاح مین ہو کہ روزہ دین کا بڑا رکن ہو اور شریعت متین کا مضبوط قانون ہو اسی سے نفس امارہ مغلوب ہوتا ہو اور یہ
مرکب ہو دو چیزون سے ایک عمل قلبی دوم کھانے پینے جماع سے باز رہنا تمام روز اور یہ بڑی اچھی خصلت ہو مگر نفس پر البتہ دشوار ہو پس حکمت الٰہی
اسکو مقتضی ہوئی کہ مکلف کو پہلے خفیف تکلیف دیجاوے یعنی نماز پھر متوسط یعنی زکوۃ پھر جو زیادہ دشوار ہو یعنی روزہ اور اسی ترتیب کی طرف اشارہ
فرمایا قرآن مجید مین والخاشعین والخاشعات والمتصدقین والمتصدقات والصائمین والصائمات اور بنائے اسلام کے پانچ بیان فرمائے مین آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ وصوم شہر رمضان اسلیئے ائمہ شریعت نے اپنی تصنیفات مین یہی ترتیب رکھی کذا فی شرح

ابن الشلبی قیل لو قال الصیام لکان اولی لمافی الظہیریۃ لو قال للہ علی صوم لزمہ یوم ولو قال صیام لزمہ ثلثۃ ایام کما فی قولہ تعالی ففدیۃ من صیام
کہا گیا ہو (یعنے صاحب بحر نے کہا) کہ اگر مصنف بجاے کتاب الصوم کے کتاب الصیام کہتا تو بہتر ہوتا کیونکہ ظہیریہ مین کہا ہو کہ اگر کسی شخص نے کہا للہ
اسد کیواسطے مجھپر صوم ہو تو اس صورت مین اسپر ایک روزہ لازم ہوگا اور اگر صیام کہا تو تین روزے لازم ہونگے جیسا قرآن شریف مین وارد ہو
ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک یعنے بدلا دیوے روزے یا خیرات یا ذبح کرنا مع وجہ استشہاد کی یہ ہو کہ یہ فرع جو ہریہ مین ہو دلالت کرتی ہو کہ لفظ
صیام جمع ہو اور جمع کا اطلاق اقل درجہ تین پر ہو جیسا آیت شریفہ مین ہو پس لفظ صیام سے تعبیر کرنا بہتر تھا کہ فرض واجب نفل کو شامل ہوتا قال
الشامی وتعقب بان الصوم لہ انواع اور اس قول پر اعتراض کیا گیا ہو یعنے صاحب نہر نے کہا کہ صوم کے انواع متعددہ ہین ہم یعنی صوم اسم
جنس ہو اور اسم جنس کا اطلاق اپنے انواع سہ گانہ مذکورہ پر ہو خواہ انکو صوم سے تعبیر کرو یا صیام سے کیونکہ یہ دونون مصدر ہین صام صوما و
صیاما اور صوم اور صیام مین ہرگز تعدد پر دلالت نہین ہو اور اسلیئے قاضی بیضاوی نے آیہ شریفہ کی تفسیر مین کہا ہو کہ یہ بیان ہو جنس فدیہ کا اور
مقدار روزون کی کعب کی حدیث سے معلوم ہوتی ہو ان صیام البتہ جمع صائم کی مستعمل ہو لیکن وہ یہان مراد نہین ہوسکتی اور نہ آیہ شریفہ
مین یہ معنی مراد ہو سکتے ہین علے ان ال تبطل معنی الجمع علاوہ برین لام والف جمع کے معنی کو باطل کر دیتا ہو ہم یعنے اگر تسلیم کیا جاوے کہ صیام
افراد صوم کی جمع ہو جب بھی اولویت الصیام کی کوئی وجہ نہین پائی جاتی کیونکہ جب الف لام سے جمعیت کے معنی جاتے رہے تو صوم

وصیام برابر ہو گئے یہ تقریر کلام شارح کی ہی نہر کے موافق اس صورت مین ظہیریہ کے کلام کی توجیہ مشکل ہی اگرچہ نہر مین کہا ہی کہ شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ لفظ صیام اگرچہ جمع نہین لیکن چونکہ آیہ شریف مین اسکا اطلاق تین روزے پر ہوا تو نذر مین اسی کا اعتبار کیا گیا احتیاطاً بخلاف لفظ صوم کے قالہ الشامی والاصح انہ لایکرہ قول رمضان اور اصح یہ ہی کہ لفظ رمضان بولنا یعنی بغیر ملانے لفظ شہر کے مکروہ نہین ہی بعضون نے کہا ہی کہ مکروہ ہی جو محمد نے مجاہد سے روایت کی ہی اور اسکا خلاف ذکر نہین کیا کہ مکروہ ہی بولنا رمضان آیا یا رمضان گیا کیونکہ رمضان اسمار الٰہی سے ہی اور اکثر مشائخ اس بات پر ہین کہ یہ قول مکروہ نہین ہی کیونکہ احادیث صحیح مین وارد ہی جیسا فرمایا من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ وما تاخر اور دوسری جا ارشاد ہی عمرۃ فی رمضان تعدل حجۃ اور روایت مشہورہ مین رمضان کا اسماء الٰہی سے ہونا ثابت نہین ہوا اور اگر ثابت بھی ہو تو اسماء مشترکہ مین ہو گا جیسا حکیم کذا فی الشامی وفرض بعد صرف القبلۃ الی الکعبۃ لعشر فی شعبان بعد الہجرۃ بسنۃ ونصف اور رمضان فرض ہوا بعد بدلنے قبلہ کے کعبہ شریف کی طرف دسوین شعبان کو ہجرت کے ڈیڑھ برس کے بعد وہو لغۃ امساک مطلقا صوم لغت مین کسی چیز سے باز رہنا ہی مطلق ہم یعنے طعام سے یا کلام سے اور ظاہر یہ ہی کہ سب معنون مین حقیقت لغویہ ہی اور صحاح کی عبارت اسی کو مفید ہی اور مغرب مین ہی کہ وہ باز رہنا ہی انسان کا کھانے پینے سے قالہ الشامی و شرعا امساک عن المفطرات الآتیۃ اور شرع مین باز رہنا افطار کرنے والی چیزون سے جنکا ذکر آگے آویگا حقیقۃ او حکما کمن اکل ناسیا فانہ ممسک حکما باز رہنا حقیقۃً ہو یا حکماً جیسے کسی نے کھا لیا بھول کر کیونکہ اسکو امساک حکمی حاصل ہی یعنی شارع نے اسکے افطار کو اعتبار نہین کیا قالہ الشامی فی وقت مخصوص وہو الیوم امساک ہو وقت مخصوص مین کہ وہ روز شرعی ہی یعنی اول طلوع صبح سے غروب آفتاب تک اور طلوع فجر سے مراد اول زمان طلوع ہی یا روشنی کا انتشار اسمین اختلاف ہی جیسا نماز صبح مین اختلاف ہی اور پہلے مین احتیاط ہی اور دوسرے مین وسعت جیسا حلوانی نے کہا ہی اور محیط مین ہی کذا فی الشامی من شخص مخصوص مسلم کائن فی دارنا او عالم بالوجوب طاہر عن حیض ونفاس مع النیۃ المعہودۃ امساک ہی نیت مقرری کے ساتھ خاص شخص کا یعنی مسلمان کا جو دار الاسلام مین ہو یا روزہ کے وجوب کو جانتا ہو یعنی گو دار الحرب مین ہو اور طاہر ہو حیض ونفاس سے عورت ہونے کی صورت مین ہم پوشیدہ نرہے کہ کلام مطلق صوم مین ہی فرض ہو یا نفل اور علم بالوجوب یا دار الاسلام مین ہونا شرط وجوب رمضان کی ہی جیسا عقل وبلوغ بھی شرط ہی صحت صوم کی شرط نہین پس مناسب یہ ہی کہ اقتصار کیا جاوے مسلم طاہر پر کذا قالہ الشامی ولم یشترط البلوغ والافاقۃ فلیسا من شرط الصحۃ لصحۃ صوم الصبی ومن جن او اغمی علیہ بعد النیۃ وانما لم یصح صومہما فی الیوم الثانی لعدم النیۃ لیکن بلوغ اور عقل صحت کی شرطین نہین کیونکہ لڑکے کا روزہ اور اس شخص کا روزہ جو بعد نیت کے مجنون ہو جاوے یا بیہوش ہو جاوے درست ہی اور دوسرے روز کا روزہ جو مجنون اور بیہوش کا درست نہین ہوتا تو نیت کے نہونے سے درست نہین ہوتا ہم یہ جواب ہی اس سوال سے کہ کوئی یون کہے کہ شخص مخصوص کو مقید کرنا چاہیے بقید بلوغ اور افاقہ کے جنون اور بیہوشی اور نیند سے جواب کا حاصل یہ ہی کہ کلام صوم شرعی کی تعریف مین ہی اور دو رکن کے ذکر نے یعنے امساک مذکور اور صحت صوم کے موقوف علیہ کے بیان سے حاصل ہو سکتی ہی اور صحت کے موقوف علیہ تین ہین اول اسلام ہونا دوم طہارت حیض ونفاس سے سوم نیت کرنا اور بلوغ اور افاقہ شروط صحت سے نہین ہین البتہ وجوب رمضان کی شرطین ہین پس یہ کہنا بموقع ہی قالہ الشامی وحکمہ نیل الثواب ولو منہیا عنہ کما فی الصلوۃ فی ارض مغصوبۃ اور صوم کا حکم (یعنی اثر اخروی) ملنا ثواب کا ہی اگرچہ منہی عنہ ہو مانند ثواب نماز کے زمین مغصوبہ مین ہم اس سے معلوم ہوا کہ صوم منہی عنہ ثواب ہی جیسا غصب کی زمین پر نماز مین نہر مین اسکو ذکر کیا ہی بحر کا قول رد کرنے کو کہ ایام منہیہ کے روزہ مین ثواب نہین ہی قالہ الشامی وسبب صوم المنذور النذر ولذا لو عین شہرا وصام شہرا قبلہ عنہ اجزاہ لوجود السبب ولغو التعیین اور نذر کیے ہوئے روزہ کا سبب نذر ہی اور اسی لیے اگر معین مہینے کے روزہ نذر کیے اور اسکے بدلے اس سے پہلے مہینے کے روزے رکھے تو کافی ہی

کیونکہ سبب حقیقی نذر ہی تو سبب مجرد تعیین یا ادنی نذر ہی کی اس سے ثابت ہوا کہ جمعرات کے روزہ کی نذر شعبان کی جمعرات کے روزہ کی نذر کی ادا سے
بیٹ واسطے دونوں میں ہی یہ سکتا ہی لیکن یعنی اس نذر کا جسکی کسی چیز پر مشروط کیا ہو جیسا کہ قبل اس کے وقت آئے نذر الشامی و ملک ذات وقت
اور نفل ہی سبب کفارات کے شف ہی دن کی قسم تو توڑنا و قتل یا ابھی تک تحقیق کرنا کسی نفس کا خطا یا قتل کرنا صید کا احرام میں امام شامی نے فرمایا کہ اولی وہ
عبارت درمختار میں ہی کہ ان دن کے روزہ کا سبب انکے اسباب میں قسم توڑنا اور قتل وغیرہ اسلیے کہ اسباب میں یہ بھی ہی اور منفرد پر جزم کیا اور یہ
احمد روزہ توڑنا رمضان میں اور سبب روزہ احرام میں قال الشامی و رمضان شہود جزء من الشہر من لیل او نہار انتھی بلکہ کل یوم کا سبب
رمضان کے روزہ کا حاضر ہونا ایک جزو کا اس مہینہ سے ہی خواہ رات ہو یا دن بنا بر مذہب مختار سرخسی کے جیسا خزانہ میں ہی و لشا فخر الاسلام
وغیرہ اشیر الذی یمکن انشاء الصوم فیہ من کل یوم اور فخر الاسلام وغیرہ نے اختیار کیا ہی کہ ہر یوم کا وہ جزو سبب ہی جسمین روزہ کی ابتدا ممکن ہو
یعنی صبح صادق کے شروع سے دوپہر تک کیونکہ رات میں اور خود دوپہر اور اسکے بعد میں انشاء صوم ممکن نہیں اور رات میں تو
صرف نیت ہی نہ صوم لیکن بحر میں تصریح کی ہی کہ سبب وہ جزو ہی جسکے ٹکڑے نہیں ہو سکتے ہر روز میں پس روزہ واجب ہوتا ہی اسی جزو کے
متصل اور یہ کلام بحر کا مقتضی اس بات کو ہی کہ سبب ہر دن کا جزو اول ہی ہی جیسا اور علما نے بھی اسکی تصریح کی ہی قال الشامی حتی لو افاق المجنون
فی لیلۃ او فی اخر ایام رمضان بعد الزوال لا قضاء علیہ وعلیہ الفتوی کما فی المجتبی والنہر عن الدرایۃ یہانتک کہ اگر مجنون کو کسی رات میں افاقہ ہو یا آخر
روزہ رمضان میں بعد زوال کے افاقہ ہوا تو اسپر قضا لازم نہیں اور اسی پر فتوی ہی جیسا مجتبی میں ہی اور نہر میں منقول ہی درایہ سے وصححہ غیر واحد
وہو الحق کما فی الغایۃ اور بہت لوگوں نے اسکی تصحیح کی ہی اور یہی حق ہی جیسا غایہ میں ہی وہم یعنی صاحب نہایہ اور ظہیریہ اور قاضیخان اور رضایا اور
اسبیجابی اور حمید الدین وغیرہم نے تصحیح کی ہی میں کہتا ہوں کہ اسی کی تصحیح کو ذخیرہ میں نقل کیا ہی لیکن یہ بھی نقل کیا ہی کہ لزوم قضا صحیح ہی اور
اسیطرف فتح القدیر چلا ہی اور شرح الملتقی میں ہی کہ یہی ظاہر الروایت ہی اور بدائع میں اسکو ہمارے اصحاب کیطرف نسبت کیا ہی اور خلاف میں
نقل کیا اور ایسا ہی سراج میں ہی اور اسی پر جزم کیا زیلعی نے اور ظاہر قدوری اور کنز اور ہدایہ کا بھی اسی پر دلالت کرتا ہی حاصل یہ کہ دونوں قولوں
کی تصحیح کی گئی ہی اور معتمد دوسرا قول ہی کیونکہ وہ ظاہر الروایت ہی اور متون اسی پر متفق ہیں قال الشامی وہو اقسام ثمانیۃ فرض وہو نوعان معین
کصوم رمضان اداء وغیر معین کصومہ قضاء وصوم الکفارات اور صوم کی آٹھ قسمیں ہیں ایک فرض ہی اسکی دو قسمیں ہیں معین جیسے رمضان
کے ادا روزے اور غیر معین جیسے رمضان کے قضا روزے اور کفاروں کے روزے لکنہ فرض عملا لا اعتقادا ولذا لا یکفر جاحدہ قالہ البہنسی تبعا
لابن الکمال لیکن کفاروں کے روزے فرض عملی ہیں نہ اعتقادی اسلیے اسکے منکر کو کافر نہیں کہتے یہ بہنسی نے کہا ہی ابن کمال کی اتباع سے ہم
ایضاح الاصلاح میں کہا ہی کہ روزہ نذر اور کفارہ واجب ہی اسکی فرضیت پر اجماع نہیں منعقد ہوا بلکہ اسکے وجوب یعنی ثبوت پر عمل کے اعتبار سے
نہ اعتقاد کے اعتبار سے اسیواسطے اسکا منکر کافر نہیں حاصل یہ کہ اگرچہ لزوم ہر واحد کا کتاب اللہ اور اجماع سے ثابت ہی لیکن اسطرح نہیں ہی کہ اسکا منکر کافر ہو
جیسا حال فرض قطعی کا ہوتا ہی مثل رمضان وغیرہ کے اس تقدیر پر ماتن کو مناسب تھا کہ کفارات کو واجب کی قسم میں ذکر کرتا جیسا ابن کمال نے کیا ہی
قال الشامی وواجب وہو نوعان معین کالنذر المعین وغیر معین کالنذر المطلق اور ایک روزہ واجب ہی اسکی دو قسمیں ہیں ایک معین جیسے
نذر معین اور ایک غیر معین جیسے نذر مطلق ہم معین وہ جسکا وقت خاص ہو مثلاً جمعرات کا روزہ اور غیر معین جیسے ایکدن کا روزہ مثلاً اور واجب
کے اقسام میں ہی نفل روزہ جو شروع کرکے توڑ دے یا نفل کی قضا کو فاسد کر دے اور اعتکاف کے روزے قال الشامی اما قولہ تعالی ولیوفوا نذورہم
فدخلہ الخصوص کالنذر بمعصیۃ فلم یبق قطعیا لیکن قول حق سبحانہ تعالی کا ولیوفوا نذورہم اسپر خصوص وارد ہوا ہی یعنی گناہ کی نذر اسمیں سے مخصوص ہی

مختار جلد ... کیونکہ مخصوص البعض قطعی الدلالۃ نہین ہوتا وقیل قائلہ الاکمل وغیرہ واعتمدہ الشرنبلالی اور کہا گیا ہی کہ نذر فرض ہی شارح نے کہا کہ قائل
اکمل وغیرہ ہین اور شرنبلالی نے اُسپر اعتماد کیا ہی مترجم کہتا ہی کہ اسمین یہ شبہہ ہی کہ اکمل نے عنایہ مین تو وجوب ثابت کیا ہی مگر یہ کہ اس موضع کے سوا اور کہین کہا ہو
اور بحر وغیرہ مین مذکور ہی کہ اسکا قائل کمال ہی تو شاید یہ شارح کے قلم کی خطا ہی بسبب مشابہت دونون لفظون کے قال الحلبی اور کمال کا کلام فتح القدیر
مین یہ ہی کہ فرضیت اس سے مستفاد ہی کہ اجماع ہی اسکے لزوم پر نہ آیت شریف سے کیونکہ وہ مخصوص البعض ہی قال الشامی لکن تعقبہ سعدی بالفرق بان المنذورۃ
لا تؤدی بعد صلوۃ العصر بخلاف الفائتۃ لیکن سعدی نے نذر کے فرض ہونے پر اعتراض کیا ہی اس فرق سے کہ صلوۃ منذورہ بعد عصر کے ادا نہین کیجاتی
بخلاف قضا نمازون کے تو اگر نذر فرض ہوتی تو بعد عصر اسکی نماز مکروہ نہوتی ہو فرض علی الاظہر کالکفارات یعنی عملا لان مطلق الاجماع لا یفید الفرض القطعی
کہا گیا ہی کہ نذر فرض ہی بنا بر اظہر قول کے جیسے کفارات یعنی فرض عملی ہی کیونکہ مطلق اجماع فرض قطعی کو مفید نہین ہوتا مترجم فرض عملی کہکر شارح کا توجیہ کرنا ایسا ہی
کہ خود بھی اسکو اچھا نجانیگا اسواسطے کہ جو شخص آیت شریف سے فرضیت پر استدلال کرتا ہی وہ فرض قطعی کہتا ہی نہ ظنی جیسا درر مین تصریح کی ہی اور اسی لیے فتح
مین اعتراض کیا ہی کہ آیت سے استدلال فرضیت پر نہین ہو سکتا کہ وہ مخصوص ہی اور صدر الشریعۃ نے اسکو چھوڑ کر اجماع سے استدلال کیا ہی کذا اسنے
الشامی کما ابسط خسرو جیسا تفصیل بیان کیا ہی خسرو نے مترجم کہتا ہی درر مین صدر الشریعۃ کا یہ قول ذکر کیا کہ منذور فرض ہی اسوجہ سے کہ لزوم اسکا بالاجماع
ثابت ہی پس قطعی الثبوت ہوا پھر اسطرح جواب دیا کہ فرض سے مراد یہان فرض اعتقادی ہی جسکا منکر کافر ہوتا ہی چنانچہ عبارت ہدایہ کی اسپر دلالت کرتی ہی
اور فرضیت ان معنون سے مطلق اجماع سے ثابت نہین ہوتی بلکہ اس اجماع سے جو تواتر منقول ہو فرضیت پر جیسا رمضان کے روزے اور جب منذور
مین اجماع فرضیت پر تواتر منقول نہوا تو مرتبہ وجوب مین رہا اسواسطے کہ اجماع جو منقول بطریق شہرت یا احاد ہو وجوب کو مفید ہوتا ہی نہ فرضیت کو قال الشامی
ونفل کغیرہا اور ایک روزہ نفل ہی چنانچہ فرض واجب کے سوا دوسرے روزے مترجم کہتا ہی یہان نفل کے معنی لغوی مراد ہین یعنی زیادتی نہ معنی شرعی کذا اسمین
دونون قسمین مکروہ کی بھی داخل ہین اور کبھی کہا جاتا ہی کہ معنی شرعی ہی مراد ہین اسوجہ سے کہ روزہ ایام منہیہ کا باعتبار اپنی ذات کے عبادت مستحسنہ ہی اور اس
اعتبار سے کہ ضیافت خداوندی سے روگردانی کو مستلزم ہی منع ہی پس اپنی اصل کے اعتبار سے مشروع ٹھہرا اور صفت کے اعتبار سے مکروہ قال الشامی لعم السنۃ
کصوم عاشوراء مع التاسع نفل شامل ہی سنت کو جیسے روزہ دسوین محرم مع نوین کے مترجم جو فعل کہ اُسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت کی ہو یا خلفاء
راشدین نے حضرت کے بعد وہ سنت ہی پھر وہ دو قسم ہی ایک سنۃ الہدی کہ اسکا ترک برائی اور کراہت کو موجب ہی جیسے جماعت اور اذان دوم سنت زوائد
جیسے عادات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس اور قیام و قعود مین اور اسکا ترک کراہت کو موجب نہین اور ظاہر یہ ہی کہ صوم عاشورا قسم ثانی مین ہی بلکہ اسمانیہ
مین اسکو مستحب کہا ہی اور ایسا ہی بدائع مین ہی تامل قالہ الشامی والمندوب کایام البیض من کل شہر اور نفل شامل ہی مندوب کو جیسے ہر مہینے کے ایام
بیض کے روزے مترجم بیض صفت ہی لیالی کی جو محذوف ہی یعنی تیرھوین چودھوین پندرھوین مستحب کا ذکر نہین کیا کیونکہ اصولیون کے نزدیک مستحب اور
مندوب مین فرق نہین یعنی وہ فعل ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسپر مواظبت نکی ہو اگرچہ کبھی کیا ہو مگر رغبت اسکی طرف ثابت ہو کذا فی التحریر اور فقہا
کے نزدیک مستحب وہ ہی جو حضرت نے کبھی کیا ہو اور کبھی ترک کیا ہو اور مندوب وہ کہ صرف ایکبار یا دو بار جواز کی تعلیم کے لیے کیا ہو قال الشامی ویوم
الجمعۃ ولو منفردا اور شامل ہی جمعہ کے دن کے روزہ کو اگرچہ اکیلا ہو مترجم نہر مین اسکی تصریح کی ہی اور ایسے ہی بحر مین یعنی کہا ہی کہ جمعہ کا روزہ اکیلا مستحب ہی
اکثرون کے نزدیک جیسا دوشنبہ اور جمعرات کا اور بعضون نے اسکو مکروہ کہا ہی اور اسکی مثل محیط مین ہی اور یہ سبب بیان کیا ہی کہ ان ایام کی فضیلت
ہی اور انکے روزہ مین غیر قبلہ والون کے ساتھ تشبہ نہین ہی پس جو اشباہ مین کراہت اکیلے جمعہ کے روزہ کی نقل کی ہی سو وہ قول بعض کا ہی اور
خانیہ مین ہی کہ کچھ مضائقہ نہین جمعہ کے روزہ کا امام ابو حنیفہ اور محمد کے نزدیک کیونکہ عبد اللہ بن عباس اسکا روزہ رکھتے اور افطار نکرتے تھے

[illegible] اور ... ابو یوسف سے ... [illegible]

[illegible] نفل میں ... [illegible]

[illegible]

مکروہ ہے کذا فی الشامی والمکروہ تحریماً کالعیدین ... نفل شامل ہے مکروہ تحریمی کو جیسے عیدین کا روزہ ... ایام تشریق کا کذا فی الدر المختار ...

... ابو یوسف ... اور اس صورت میں ... نفل کے ... کیا گیا مکروہ کے شامل ...

نہیں قال الشامی ... مکروہ تحریمی کو جیسا عاشورا کا روزہ اکیلا ... کہ ایک روز کو ساتھ ملایا ...

اور اسلئے کہ مشابہت ہے یہود کے ساتھ کذا فی المحیط قال الشامی وسبت وحدہ ہفتہ کے روز کا اکیلا کیونکہ یہود کے ساتھ مشابہت ہے کذا فی البحر ... ثابت

تحریمی پر دلالت کرتی ہے ... کراہت تحریمی تشبہ مشابہت سے ہوتی ہے و نیروز و مہرجان ان تعمدہ اور روزہ نوروز اور مہرجان کا اگر قصداً

اسکو ... نیروز معرب ہے ... اس روز کا نام ہے کہ آفتاب برج حمل میں آتا ہے اور مہرجان معرب ہے مہرگان کا وہ دن کہ آفتاب میزان میں آتا ہے اور یہ دونوں

مجوسیوں کے عید کے دن ہیں قولہ ان تعمدہ کذا فی المحیط پھر محیط میں کہا ہے کہ مختار یہ ہے کہ اگر پہلے سے روزہ رکھتا ہو تو افضل یہ ہے کہ روزہ رکھے ورنہ افضل

یہ ہے کہ روزہ نہ رکھے کیونکہ اس روز کی تعظیم کی مشابہت ہو جاتی ہے اور یہ حرام ہے قال الشامی وصوم دہر وصوم صمت و وصال وان افطر الایام الخمسة

اور شامل ہے نفل کراہت کے ساتھ عمر بھر کے روزے کو اور سکوت کے روزے کو یعنے یہ کہ روزہ میں کلام نکرے اور کلام کرنے کی کراہت سوائے ہے کہ

مجوس کے ساتھ مشابہت ہے کہ وہ روزے میں نہیں بولتے کذا فی المحیط اور شامل ہے وصال کے روزے کو یعنی کئی روزے پے در پے رکھتا اور بیچ میں افطار نکرے

اور عمر بھر روزہ رکھنا مکروہ ہے اگرچہ پانچ دن ممانعت کے یعنی دونوں عید کے دن اور تین ایام تشریق میں افطار کرے ہم خلاصہ میں ہے کہ جب ایام منہیہ میں افطار

کرے تو مختار یہ ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں قال الشامی وہذا عند ابی یوسف کما فی المحیط اور یہ امام ابو یوسف کے نزدیک ہے جیسا محیط میں ہے ہم یعنی مکروہ ہونا عمر بھر

کے روزہ رکھنے کا امام ابو یوسف کے نزدیک اس جہت سے ہے کہ فرائض اور واجبات اور کسب ضروری میں ضعف طاری ہوگا یا روزہ رکھنا اسکی عادت

ہو جاویگی مشقت نہ ہوگی کذا فی الحلبی فہی خمسة عشر تفریع ہے لعم السنة الخ یعنی جملہ مذکورات جو نفل میں داخل ہیں پندرہ ہیں ہم اسطرح کہ عیدین کو دو شمار

کریں اور اتوار کا دن کہ بہت سے نسخوں میں موجود ہے اسمیں شامل رکھیں لیکن مکروہ تحریمی سے ایام تشریق اور صوم یوم الشک باقی رہگئے اور مکروہ تنزیہی سے

عورت کا روزہ بدون اپنے خاوند کی اجازت کے اور غلام کا روزہ بدون مولی کی اجازت کے اور اجیر کا روزہ بدون مستاجر کی اجازت کے باقی رہگیا اور

مندوبات میں سے دو شنبہ اور جمعرات کا روزہ اور صوم داؤد یعنی ایک روز صوم اور ایک روز افطار اور شش عید کے روزے باقی رہگئے قال الشامی ...

اور سات انواع صوم لازم کے تیرہ ہیں سبعة متتابعة سات قسمیں بلا فصل روزہ رکھے جاتے ہیں رمضان وکفارة ظہار وقتل و یمین وافطار رمضان ونذر معین

واعتکاف واجب ایک تو رمضان کے روزے دوسرے کفارہ ظہار کے روزے تیسرے کفارہ قتل کے چوتھے کفارہ قسم کے پانچویں کفارہ افطار رمضان کا

چھٹے نذر معین ساتویں اعتکاف واجب کے وستة یخیر فیہا النفل وقضاء رمضان وصوم متعة وفدیة حلق وجزاء صید ونذر مطلق اور چھ قسمیں وہ ہیں کہ ان میں

کو اختیار ہے فصل کا ایک نفل دوسرے رمضان کی قضا تیسرے حج تمتع (اور قران) کے روزے یعنی جب استطاعت ذبیحہ کی نہو اور تین روزے ایام حج

میں اور سات پھرنے کے بعد رکھے چوتھے سر منڈانے کے فدیہ کے روزے پانچویں جزاء صید کے روزے چھٹے نذر مطلق کے روزے یعنے جسمیں ...

یا پے در پے رکھنے کی قید نہیں لگائی اور نہ نیت کے اداء فرض ہذا فیصح اداء صوم رمضان والنذر المعین والنفل بنیة من اللیل جب یہ ثابت ہو چکا پس صحیح ہے

رمضان کے روزے اور نذر معین اور نفل کے رات سے نیت کرنے سے ہم اداکی قید اسواسطے لگائی کہ قضاء رمضان کے اور قضاء نذر معین و نفل

کی قضا کے لیے رات سے نیت کرنی اور تعیین شرط ہی جیسا آویگا اور نفل سے مراد سوائے فرض اور واجب کے یعنی سنت ہو یا مندوب یا مکروہ کذا فی البحر والنہر اختیار میں کہا ہی کہ نیت شرط ہی روزہ میں یعنی دل میں جانے کہ روزہ رکھونگا اور رمضان شریف کی رات میں کوئی مسلمان اس سے خالی نہیں اور زبان سے نیت کا کہنا شرط نہیں اور بحر میں ظہیریہ سے نقل کیا ہی کہ سحر کھانا نیت ہی قالہ الشامی فلا تصح قبل الغروب ولا عندہ پس نیت نہیں صحیح غروب سے پہلے اور نہ غروب کے وقت ہم یعنی اگر نیت کرے غروب سے پہلے یا غروب کے وقت کہ میں کل روزہ رکھونگا پھر سو گیا یا بیہوش ہو گیا یا غافل ہو گیا یہانتک کہ اگلے دن آفتاب کے زوال کا وقت آگیا تو روزہ نہوا اور اگر غروب کے بعد نیت کی تھی تو جائز ہی کذا فی الخانیہ قالہ الشامی الی الضحوۃ الکبرٰی لا بعدہا ولا عندہا اعتبارا لاکثر الیوم صحیح ہی نیت رات سے لیکر ضحوہ کبری تک نہ اسکے بعد اور نہ اسکے متصل بلحاظ اکثر یوم کے ہم ضحوہ کبری سے مراد نصف نہار شرعی ہی اور نہار شرعی شروع صبح صادق سے ہی غروب شمس تک اور اسکو زوال شمس سے تعبیر نکیا جیسا قدوری و مجمع وغیرہ میں تعبیر کیا ہی کیونکہ زوال کا وقت نصف روز ہی طلوع آفتاب سے حالانکہ وقت صوم کا طلوع فجر سے ہی کذا فی البحر عن المبسوط ہدایہ میں جامع صغیر سے منقول ہی کہ نصف النہار سے پہلے نیت ہو اور یہی اصح ہی کیونکہ وجود نیت اکثر روز میں ضروری ہی اور نصف روز طلوع فجر سے ضحوہ کبری تک ہی نہ وقت زوال تک پس اس سے پہلے نیت شرط ہی تا کہ اکثر ہونا ثابت ہو قالہ الشامی [illegible] بمطلق النیۃ ای نیۃ الصوم فال بدل من المضاف الیہ اور درست ہیں صیام مذکورہ مطلق نیت سے یعنے روزے کی نیت سے پس الف لام بدلے مضاف الیہ کے ہی ہم مطلق نیت یہ کہ اسمیں فرضیت اور وجوب اور سنیت کی قید نہوا سلیے کہ تمام رمضان اپنے فرض روزوں کے لیے پورا وقت ہی اسمیں دوسرا صوم مشروع نہیں لہٰذا فرض ہی کے لیے متعین ہوا اور جو شارع کیطرف سے متعین ہی اسمیں تعین کی ضرورت نہیں اور نذر معین کو رمضان پر قیاس کیا کیونکہ رمضان شارع کی تعین سے متعین ہی اور نذر ناذر کیطرف سے تو دونوں میں مطلق نیت کافی ہی اور چونکہ بعض لوگوں نے اعتراض کیا تھا کہ مطلق نیت سے درست ہونا مسلم ہی کہ کسی عبادت کی نیت سے روزہ درست ہونا چاہیے شارح نے اسکا جواب دیا کہ الف لام عوض مضاف الیہ کے ہی یعنی نیت سے مراد نیت صوم کی ہی کذا فی الشامی وبنیۃ نفل لعدم المزاحم اور درست ہی صوم مذکور نفل کی نیت سے کیونکہ رمضان و نذر معین کا کوئی مزاحم نہیں جیسا مطلق نیت میں بیان ہو چکا و بخطاء فی وصفہ کنیۃ واجب اٰخر فی اداء رمضان فقط لتعینہ بتعیین الشارع اور درست ہی باوجود خطا کے بیچ وصف رمضانیت کے جیسے نیت کسی اور واجب کی کی لیکن یہ صحت صرف اداے رمضان میں ہی (نفل اور نذر معین میں نہیں) کیونکہ رمضان شارع کیطرف سے معین ہی یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جب شعبان گذر جاوے تو پھر کوئی روزہ نہیں سوائے رمضان کے بخلاف نذر کے کہ اسکا وجوب ناذر کے قول سے ہی جب اسنے دوسرے واجب کی نیت کی تو گویا پہلے کو باطل کیا الا اذا وقعت النیۃ من مریض او مسافر حیث یحتاج الی التعیین لعدم تعینہ فی حقہما یہ استثناہی بنیۃ نفل و بخطاء فی وصف سے یعنی مگر جبکہ واقع ہو نیت مریض یا مسافر سے تو روزہ وہی ہوگا جو مریض یا مسافر نیت کرے کیونکہ صوم محتاج تعیین کا ہی واسطے عدم تعیین صوم کے مریض اور مسافر کے حق میں ہم یحتاج کی ضمیر یا مریض او مسافر کی طرف پھرتی ہی بتاویل ہر واحد کے یا صوم کیطرف قالہ الشامی اور ہو سکتا ہی کہ یحتاج بصیغہ مجہول ہو اور جار مجرور مفعول مالم یسم فاعلہ ہو فلا یقع عن رمضان بل یقع عما نوی من نفل او واجب علی ما علیہ الاکثر بحر پس نہ واقع ہوگا روزہ رمضان سے بلکہ اس سے واقع ہوگا جسکی نیت کی یعنے نفل او واجب موجب اس قول کے جسپر اکثر مشائخ ہیں کذا فی البحر ہم میں کہتا ہوں بحر میں جو قول نسبت اکثر مشائخ کیطرف کیا ہی تو وہ مریض کے حق میں ہی اور مسافر کے حق میں یہ تفصیل ہی کہ اگر کسی دوسرے واجب کی نیت کریگا تو اسی واجب کیطرف سے واقع ہوگا امام صاحب کے نزدیک اور اگر نفل کی نیت کریگا یا مطلق نیت ہوگی تو امام صاحب سے دو روایتیں ہیں اصح یہ ہی کہ رمضان سے واقع ہوگا اسواسطے کہ نفل کا فائدہ ثواب ہی اور وہ فرض میں زیادہ ہی قالہ الشامی ہو الاصح سراج وقیل بانہ ظاہر الروایۃ فلذا اختارہ المصنف تبعا للدرر اور یہی اصح ہی کذا فی السراج اور کہا گیا ہی کہ یہ ظاہر الروایت ہی پس اسلیے مصنف نے اسکو اختیار کیا درر کے اتباع سے لکن فی اوائل الاشباہ الصحیح وقوع الکل عن رمضان سوی المسافر نوی واجبا اٰخر واختارہ ابن الکمال فی الشرنبلالیہ عن البرہان انہ الاصح

ـــــ

[1] بعض مشائخ نے تصویر اس مسئلہ کی یوم الشک میں قرار دی ہی تاکہ اس کا یہ گمان غلط ہو ورنہ جو شخص رمضان کی فرضیت کا اعتقاد نہیں رکھتا اُسپر کفر کا خوف ہی ۱۲

یعنی روزہ فاسد نہین ہوتا ہی پھر اگر اسنے نفل روزہ کی نیت کی تو وہی واقع ہوگا سوا اسکے جسکو نیت کرے ترتیب دیگی مذہب کا اور بیکون نیت
سے مختار ہی اور شرح وقایہ مین بیان سے منقول ہی کہ یہ صحیح ہی کہ مریض نیت کرے نفل کی یا مشقت نیت کرے کسی واجب کی تو ٹہیک ہی
مسافر نیت کرے کسی دوسرے واجب کی تو اسی واجب سے واقع ہوگا نہ رمضان سے کیونکہ مسافر کو رخصت ہی رمضان میں
روزہ نہ رکھنے کی تو وہ اسوقت کو دوسرے واجب مین صرف کر سکتا ہی بخلاف مریض کے کہ مریض کے باب مین تو اختلاف ہی
بیان کو ہی اسکو فخر الاسلام اور شمس الائمہ اور ایک جماعت نے اختیار کیا ہی اور یہی صحیح ہی کہ جسکی نیت کی اسی سے واقع ہوگا
مین مختار کہا ہی اور اکثر مشائخ نے اور کہتے ہین کہ یہی ظاہر الروایۃ ہی لیکن نفل کیصورت مین چاہیے کہ رمضان ہی سے واقع ہو جیسا کہ ندا سے قول
مین تفصیل اور یہی ہی کہ روزہ اسکو ضرر کرتا ہی تو رخصت متعلق خوف زیادت کے ساتھ ہی تو اسکا حال مثل مسافر کے ہی پس جو نیت کریگا اسی کے موافق واقع ہوگا اگر
روزہ اسکو ضرر نہین کرتا جیسے ہو مرض میں تو رخصت متعلق حقیقی عجز کے ساتھ ہی پس واقع ہوگا فرض وقتی سے اور کشف اور تحریر میں اسیکو اختیار کیا ہی کذا فی الشامی
والنذر المعین لا یصح بنیۃ واجب اٰخر بل یقع عن واجب نواہ مطلقا اور قابل تعیین الشارع واحدا اور نذر معین نہین درست ہوتی کسی دوسرے واجب
کی نیت سے بلکہ واقع ہوگا روزہ اسی واجب سے جسکی نیت کی ہر صورت مین اسلیے کہ شارع کی تعیین مین اصلی جیسے رمضان مین ہی اور بندہ کی تعیین مین اپنے
نذر معین مین ہی فرق تاہم مثلا کہ یہ معنی کہ صحیح ہو یا مریض مقیم ہو یا مسافر اور جاننا چاہیے کہ نذر معین کیصورت مین جب روزہ اس دوسرے واجب
کیطرف سے واقع ہوا تو نذر معین کی قضا لازم ہوگی اسح قول یہ جیسے بحر مین منقول ہی ظہیریہ سے ولو صام مقیم عن غیر رمضان ولو بجہلہ بانہ رمضان
فہو عنہ لا عما نوی لحدیث اذا جاء رمضان فلا صوم الا عن رمضان اور اگر مقیم نے غیر رمضان کا روزہ رکھا اگرچہ رمضان کی نادانیست سے ہو تو وہ روزہ
رمضان ہی کا ہوگا نہ اسکا جسکی نیت کی کیونکہ حدیث شریف مین ہی جب آگیا رمضان تو روزہ نہین مگر رمضان ہی کا ویحتاج صوم کل یوم من رمضان الی
نیۃ ولو صحیحا مقیما تمیزا للعبادۃ عن العادۃ اور رمضان کے روزہ مین ہر روز نیت کی احتیاج ہی اگرچہ روزہ دار تندرست مقیم ہو تاکہ عبادت عادت سے
تمیز ہو جاوے یعنی کبھی پرہیز کی وجہ سے یا عذرت امساک کی عادت کرتے ہین وقال زفر ومالک تکفی نیۃ واحدۃ کالصلوۃ اور کہا ہی زفر اور مالک رحمہما اللہ نے
کہ ایک نیت تمام مہینے کے لیے کافی ہی جیسے نماز کی تحریمہ سب رکعتون کے لیے کافی ہی ھم اور امام زفر رح سے روایت ہی کہ مقیم کو احتیاج نیت کی نہین اور
اگر مسافر ہی تو نہین جائز یہانتک کہ رات سے نیت کرے اور ہمارے علماے ثلثہ کے نزدیک ہر روز کے لیے جدید نیت چاہیے رات کو ہو یا قبل ضحوۂ کبریٰ مقیم ہو
یا مسافر کذا فی السراج قلنا فساد البعض لا یوجب فساد الکل بخلاف الصلوۃ ہم کہتے ہین امام زفر رح کے جواب مین کہ فاسد ہونا بعض روزون کا نہین موجب ہی
فساد کل کا بخلاف صلوۃ کے یعنی قیاس روزون کا نماز پر درست نہین والشرط للباقی من الصیام قران النیۃ للفجر ولو حکما اور باقی صیام مین شرط ہی نیت کا متصل
ہونا فجر کے ساتھ اگرچہ حکما ہو ھم باقی سے مراد قضاء رمضان اور نذر مطلق اور قضاء نذر معین اور قضاء نفل بعد توڑنے کے اور کفارات اربعہ یعنی ظہار قتل یمین
افطار اور انکے لحقات یعنی جزاے صید اور حلق اور تمتع کذا فی الشامی وہو تبییت النیۃ للضرورۃ اور مقارنت حکمیہ رات سے نیت کرنا ہی ضرورت
کی جہت سے ھم یعنی صبح کے وقت کی اکثر شاق ہی اور حرج شرع مین مدفوع ہی اسلیے رات کو نیت درست ہوئی کذا قالہ الحلبی وتعیینہا لعدم تعین
الوقت اور شرط ہی تعیین نیت کی کیونکہ ان اقسام کے روزون مین وقت معین نہین بخلاف اداے رمضان اور نذر معین کے کہ انمین وقت معین
ہی اور ایسا ہی نفل کیونکہ سواے رمضان کے سب زمانہ نفل کا وقت ہی قالہ الشامی والشرط فیہا ان یعلم بقلبہ ای صوم یصومہ اور شرط نیت میں
مین مطلق نیت مین یہ ہی کہ اپنے دلمین جانے کہ کونسا روزہ رکھتا ہی قال الحدادی والسنۃ ان یتلفظ بہا حدادی نے کہا کہ سنت یہ ہی کہ نیت کا تلفظ کرے
ھم سنت سے مراد مشائخ کی سنت ہی نہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی یعنی رات ہو تو یون کہے کہ مین نیت کرتا ہون کہ صبح کو روزہ خدا کے واسطے رکھونگا

اور اگر دن کو نیت کرے تو یوں کہے کہ آج خدا کیواسطے روزہ فرض رمضان کا رکھتا ہوں قال الشامی ولا تبطل بالمشیئة بل بالرجوع عنها بان یعزم لیلا
علی الفطر اور نیت نہیں باطل ہوتی انشاء اللہ کہنے سے بلکہ نیت کے رجوع کرنے سے باطل ہوجاتی ہے اسطرح کہ رات سے عزم کرلے افطار کا ہم نہیں
باطل ہوتی یعنی استحسانا یہی صحیح ہے اسواسطے کہ یہ حقیقت میں استثنا نہیں ہے بلکہ استعانت اور طلب توفیق کے واسطے ہے یہانتک کہ اگر ارادہ استثنا کا کرے بالتحقیق
تو صائم نہوگا جیسا تاتارخانیہ میں ہے قال الشامی ونیة الصائم الفطر لغو اور روزہ دار کی نیت افطار کے باب میں لغو ہے یعنے دنکو صرف نیت افطار سے روزہ نجائیگا
ونیة الصوم فی الصلوٰة صحیحة ولا تفسد بالا تلفظ اور نیت روزہ کی نماز میں درست ہے اور بدون تلفظ کے نماز کو فاسد نہیں کرتی ولو نوی القضاء نهارا صار نفلا
فیقضیه لو افسده لان الجهل فی دارنا غیر معتبر فلم یکن کالمظنون بحر اور اگر دن کو نیت قضاء روزہ کی کرے تو وہ روزہ نفل ہوگا اگر اسکو توڑ دے تو قضا
کرے اسواسطے کہ دارالاسلام میں جہل غیر معتبر ہے پس نہوا مثل روزہ ظنی کے کذا فی البحر ہم فتح القدیر میں ایک قول نقل کیا ہے کہ لزوم قضا اس صورت
میں ہے کہ جانتا ہو کہ قضا کی نیت دن کو درست نہیں لیکن جب نہ جانتا ہو تو شروع کرنے سے لازم نہوگا شارح نے اسکا جواب دیا کہ دارالاسلام میں
جہل معتبر نہیں خصوص اس صورت میں کہ عدم جواز نیت قضا کا دن کو ظاہر اتفق علیہ ہے اور ظنی روزہ کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے اس گمان سے
کہ میرے ذمہ روزہ ہے بشرائط مذکورہ روزہ شروع کیا پھر اسکو ظاہر ہوا کہ میرے ذمہ روزہ نہیں تو اس شخص کو اس روزہ کا اتمام لازم نہیں ہے کیونکہ اسنے
اپنا ذمہ بری کرنے کے لیے شروع کیا تھا نہ یہ کہ اپنے ذمہ التزام کیا ہو قال الشامی ولا یصام یوم الشک هو یوم الثلثین من شعبان وان لم یکن علة اور نرکھا جاوے
روزہ یوم الشک کا یعنی تیسویں تاریخ شعبان کا اگرچہ ابر وغبار نہو ھم شارح نے شرح ملتقی میں کہا ہے کہ اس سے رد ہوگیا کلام قہستانی وغیرہ کا الخ یعنی اُسنے
مقید کیا ہے کہ یوم الشک اس صورت میں ہے کہ مشتبہ ہو ہلال رمضان کا اور معلوم نہو کہ شعبان کی تیسویں ہے یا رمضان کی پہلی یا ایک شخص نے یا دو فاسقوں نے
ہلال دیکھا اور انکی شہادت نامقبول ہوئی پس اگر آسمان صاف ہو اور کسی نے نہ دیکھا ہو تو یوم الشک نہیں ہے اور ایسا ہی معراج میں ہے کذا فی الشامی لکن
علی القول بعدم اعتبار اختلاف المطالع لجواز تحقق الرویة فی بلدة اخری واما علی مقابله فلیس بشک ولا یصام اصلا شرح المجمع للعینی عن الزاهدی یعنی شک
کا روز بنابر اس قول کے ہے کہ اختلاف مطالع کا معتبر نہو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کسی دوسرے شہر میں رویت ہوئی ہو لیکن بنابر قول اعتبار اختلاف مطالع
کے یعنے ہر جگہ کا مطلع جدا جدا ہے ایک جگہ کا دیکھنا دوسرے کے لیے کافی نہیں تو اس صورت میں وہ روز روز شک نہیں ہے اور روزہ بالکل نرکھا جاوے
کذا فی شرح المجمع للعینی عن الزاهدی ھم یعنی ابتداءً نہ فرض نہ نفل اسواسطے کہ اس روزہ رکھنے میں کچھ احتیاط نہیں بخلاف یوم الشک کے قال الشامی الا
نفلا ویکرہ غیرہ مگر یوم الشک میں بہ نیت نفل روزہ کا مضائقہ نہیں اور نفل کے سوا دوسرا روزہ مکروہ ہے ھم فرض ہو یا واجب نیت معینہ سے ہو یا متردد
سے اور ایسی ہی مطلق نیت سے بھی مکروہ ہے کیونکہ مطلق اپنے افراد کو شامل ہے کذا فی المعراج ولو صامه لواجب اخر کرہ تنزیہا اور اگر یوم الشک میں
کسی دوسرے واجب کا روزہ رکھا تو مکروہ تنزیہی ہے ولو جزم ان یکون عن رمضان کرہ تحریما اور اگر بالجزم رمضان کا کرکے رکھا تو مکروہ تحریمی ہے ھم اسلیے
کہ اہل کتاب کی مشابہت لازم آتی ہے کہ انھوں نے اپنے روزوں میں کچھ دن بڑھا لیے اور اسی پر حدیث شریف محمول ہے کہ رمضان سے ایک دو روز
پہلے روزے میں سبقت نکرو کذا فی البحر ویقع عنه فی الاصح ان لم یظهر رمضانیته اور واقع ہوگا واجب سے جسکی نیت کی تھی اصح روایت میں اگر
نہ ظاہر ہو کہ وہ رمضان کا دن ہے ھم معراج میں ہے کہ جب کسینے اور واجب کی نیت سے اس روز روزہ رکھا تو اسکے ذمہ سے وہ واجب ساقط نہوگا کیونکہ جائز ہے
کہ یہ دن رمضان کا ہو پس شک کی جہت سے واجب کا ادا ہوجانا ثابت نہوا اس سے معلوم ہوا کہ اگر حال معلوم نہو تو جسکی نیت کی تھی اسکے لیے بھی کافی نہیں پس مصنف کو یوں
کہنا مناسب تھا جیسا ہدایہ میں ہے کہ اگر ظاہر ہوا کہ وہ دن شعبان کا ہے تو جسکی نیت کی تھی اسکے لیے کافی ہے اصح روایت میں اور اگر ظاہر ہوا کہ رمضان کا دن ہے تو رمضان
میں مجرا ہوگا کیونکہ اصلی نیت موجود ہے قال الشامی والا بان ظهرت فعنه لو نفلا اور اگر ایسا نہو یعنے رمضانیت ظاہر ہو جاوے تو وہ روزہ رمضان

اور اگر کوئی شخص مقیم اور مریض ہو تو اگر اپنے مضمون پر کچھ دے تو یہ قضا رمضان میں دوسرے واجب کی نیت کی ہے تو وہ بھی نہیں ادا ہو گا [illegible]
آتے تو وہ واجب کی نیت سے اور نفل کی نیت کرے تو نفل اس کے واقع ہو گا اور دوسرے [illegible] شعبان کے آخر میں اور نفل کی نیت سے
روزہ رکھنا شک کے روز بالاتفاق مکروہ نہیں ہے اگر روزہ رکھنے کی عادت ہو کہ آخر شعبان میں تین روزے یا دو روزے رکھتا تھا یا ہمیشہ
کی عادت دوشنبہ یا پنجشنبہ کے روزہ کی تھی اور وہ یوم الشک دوشنبہ کو پڑا یا پنجشنبہ تو وہ نیت آخر شعبان میں [illegible]
رکھنے شروع کئے ہیں یوم الشک بھی آگیا تو ان صورتوں میں روزہ نفل کا حدیث لا تقدموا رمضان بصوم یوم ولا یومین کیونکہ وہ ضرور مطلب
وارد ہے کہ رمضان سے پیشتر ایک دو روز سے روزہ کو آگے نہ بڑھاؤ سند میں ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ پیشتر
کر رمضان سے ایک روز یا دو روز کے روزہ کی تقدیم مکروہ ہے مگر اس شخص کا روزہ رکھتا ہو تو وہ اسکو رکھے اور اس سے مراد نفل روزہ کے سوا ہے
اور ہدایہ اور اسکی شروح وغیرہ میں تصریح کی ہے کہ ممنوع تقدم ایک دو روز کا رمضان پر بقصد صوم رمضان کے ہے اور وجہ منع یہ ہے کہ روزہ
کی یہ ہے کہ اکثر نقصان کا احتمال ایک دو مہینے میں ہوتا ہے پس ایک دو روز زیادہ رمضان سے پیشتر رکھے اور اپنا احتیاط تصور کرے یہ [illegible]
مختصر اور اما حدیث من صام یوم الشک فقد عصی ابا القاسم فلا اصل له لیکن یہ حدیث کہ جسنے روزہ رکھا روز شک میں اسنے نافرمانی کی ابو القاسم صلعم
کی تو اس کی کچھ اصل نہیں ہے مگر زیلعی نے بھی یہی کہا ہے جیسا کہا ہے کہ موقوفاً عمار بن یاسر سے یہ حدیث منقول ہے اور وہ بھی جیسی صورت میں یعنی کے اندر ہے
میں کہتا ہوں کہ لا اصل له کو مرفوع ہونے پر حمل کرنا چاہئے ورنہ یہ حدیث موقوفاً وارد ہے عمار سے اور ابو داؤد سے اور اسکو بخاری نے تعلیقاً بیان
کیا ہے اصطلاح کر قال صلة عن عمار من صام الخ قال الشامی وتمامه فی الفتح والا الیوم ما الخواص ویفطر غیرهم بعد الزوال به یفتی نفیا للتهمة انتهی اور اگر
موافق عادت کے روزہ کو اور نہ آخر شعبان کے تین روزہ رکھے تو خواص اس دن کا روزہ رکھیں اور عوام بعد زوال کے افطار کریں اسی پر
فتویٰ ہے تاکہ نہی پر اقدام کی تہمت سے بری رہیں اور فتح القدیر میں ہے کہ خواص پوشیدہ روزہ رکھیں کہ عوام کو خبر نہ ہو تاکہ جہال کو شبہ رمضان کی
زیادتی کا نہ ہو کذا فی الشامی وکل من علم کیفیة صوم الشک فهو من الخواص والا فمن العوام اور جو شخص جانتا ہے کیفیت صوم الشک کی
وہ خواص میں ہے ورنہ تو عوام میں ہے والنیة المعتبرة هنا ان ینوی التطوع علی سبیل الجزم من لا یعتاد صوم ذلک الیوم اما المعتاد فحکمه مر اور
نیت معتبرہ کیفیت صوم الشک میں یہ ہے کہ نفل کی نیت کرے بطور یقین جو اس دن کے روزہ کا عادی نہیں ہے اور جو عادی ہے اسکا حکم سابق میں گذرا
کہ مکروہ نہیں ولا یخطر بباله انه ان کان من رمضان فعنه ذکره اخی زاده اور اپنے دل میں اس بات کا خطرہ بھی نہ رکھے کہ اگر یہ دن رمضان کا ہے تو
روزہ رمضان کا ہے ذکر کیا اسکو اخی زادہ نے اور حاصل یہ کہ نیت میں تردد نہ رکھے کہ اگر یہ دن شعبان کا ہے تو روزہ نفل ہے اور اگر رمضان کا ہے تو روزہ
فرض ہے بلکہ نفل محض کی نیت کرے یقیناً اور رمضانیت کا خطرہ دل میں نہ لاوے بعد نیت نفل کے منع نہیں کیونکہ آخر احتیاطاً روزہ رکھتا ہے کذا قال الشامی ولیس
بصائم لو ردد فی اصل النیة بان نوی ان یصوم غداً ان کان من رمضان والا فلا یصوم لعدم الجزم فی العزم اور اس شخص کا روزہ نہیں جسنے
اصل نیت میں تردد کیا یعنی اسطرح نیت کی کہ کل اگر رمضان ہوگا تو روزہ ہے نہیں تو نہیں کیونکہ یقینی نیت کی نہیں کما انه لیس بصائم لو نوی ان لم یجد
غداء فهو صائم والا فمفطر جیسا اس شخص کا بھی روزہ نہیں ہے کہ نیت کی اگر صبح کو ناشتہ نہ ملا تو روزہ ہے نہیں تو نہیں ویصیر صائماً مع الکراهة
بتردده فی وصفها بان نوی ان کان من رمضان فعنه والا فعن واجب آخر اور ہو جاتا ہے وہ شخص روزہ دار کراہت تنزیہی کے ساتھ اگر نیت
کے وصف میں تردد کی یعنی اسطرح نیت کی کہ اگر دن رمضان کا ہے تو روزہ رمضان کا ہے نہیں تو کسی دوسرے واجب کا وکذا یکره لو قال ان کان
من رمضان فعنه والا فعن نفل اور ایسا ہی مکروہ ہے اگر کہا میں روزہ سے ہوں اگر دن رمضان کا ہے اور نہیں تو روزہ نفل ہے متردد ہیں اور مکروہ ہے غیر کی نیت سے

[illegible]

تردد ہو درمیان دو مکروہوں کے یعنی فرض واجب کے پہلے مسئلہ مین یا درمیان مکروہ اور غیر مکروہ کے یعنی فرض و نفل کے دوسرے مسئلہ مین فان ظہر
رمضان فعنہ والا فنفل فیہما ای الواجب والنفل غیر مضمون بالقضاء لعدم التنفل قصداً پس اگر واضح ہوا کہ وہ دن رمضان کا ہو تو وہ روزہ رمضان ہی کا ہوگا
نہین تو نفل ہوگا دونون صورتون مین یعنی واجب اور نفل مین ایسا کہ توڑنے سے قضا لازم نہ آویگی کیونکہ قصداً تنفل نہین تھا اسلیے کہ من وجہ اسقاط فرض کا
قصد رکھتا تھا تو ظنی روزہ کے مانند ہوا اسوجہ سے کہ دونون مین اسقاط مد نظر ہو نہ التزام قال الشامی اکل المتلوم ناسیاً قبل النیۃ کاکلہ بعدہا وہو الصحیح شرح
وہبانیہ منتظر کا کھانا بھول کر نیت سے پہلے ایسا ہو جیسا بعد نیت کے بھول کر کھانا اور یہی صحیح ہو کذا فی شرح وہبانیہ حم یعنی یوم الشک مین ایک شخص
نے نصف روز تک انتظار کیا اور بھولے سے اس عرصے مین کچھ کھالیا پھر معلوم ہوا کہ رمضان کا دن ہو تو اگراب روزہ کی نیت کریگا تو جائز ہوگی اسواسطے کہ
بھولکر کھانے سے روزہ نہین جاتا اور ایک قول یہ ہو کہ نہین جائز ہو جیسا قنیہ مین ہو اور اسی کا جزم کیا ہو سراج اور شرنبلالیہ مین قالہ الشامی رد اسے
مکلف ہلال رمضان او الفطر ورد قولہ بدلیل شرعی صام مطلقاً وجوباً وقیل ندباً کسی عاقل بالغ نے ہلال رمضان کا دیکھا یا عید کا اور اسکا قول
حجت شرعیہ کی روسے نامانا گیا یعنی فاسق ہونیکی جہت سے یا غلطی کی وجہ سے تو وہ روزہ رکھے ہر صورت مین عید کا چاند ہو یا رمضان کا وجوباً اور کہا گیا ہو
کہ روزہ رکھے ندباً م عاقل بالغ یعنی اگرچہ فاسق ہو کذا فی البحر اور اگر لڑکا یا مجنون دیکھے تو واجب نہین اور یہی حکم ہو اگر خود امام تنہا دیکھے اور لوگون کو
نہ روزے کا حکم کرے نہ افطار کا اور خیر الدین رملی نے کہا ہو کہ اگر دیکھنے والی جماعت ہو اور انکی شہادت مسترد ہوگئی ہو جماعت عظیم نہ ہونیکی جہت سے
تو اس صورت مین بھی یہی حکم ہو فان افطر قضاہ فقط فیہما للشبہۃ الردیس اگر افطار کیا تو صرف قضا لازم ہو دونون مین یعنی کفارہ نہین واسطے شبہہ
مسترد ہونے شہادت کے م اور مخفی نہ رہے کہ یہ علت مفقود ہاکفارہ کی ہو ہلال رمضان مین لیکن عید کے چاند مین اس جہت سے کفارہ نہین کہ اُسکے
نزدیک وہ عید کا دن ہو کذا فی النہر وغیرہ اور شاید اسکو ظہور کی جہت سے بیان نہین کیا قال الشامی واختلف المشائخ لعدم الروایۃ عن المتقدمین
فیما اذا افطر قبل رد الشہادۃ والراجح عدم وجوب الکفارۃ وصححہ غیر واحد لان ما راٰہ یحتمل ان یکون خیالا لاہلالا اور مشائخ نے اختلاف کیا ہو
اسوجہ سے کہ متقدمین سے کوئی روایت نہین اس صورت مین کہ افطار کرے رد شہادت سے پہلے اور راجح یہ ہو کہ کفارہ واجب نہین اور یہی کی تصحیح
کی ہو بہتون نے کیونکہ جو اُسنے کہا ہو شاید خیال ہو ہلال نہو م حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہو کہ جسنے چاند دیکھا تھا اُسکو کہا کہ اپنی بھون کو دھو پانی سے پھر کہا
اب بتا چاند کہان ہو اُسنے کہا وہ تو گم ہوگیا جب فرمایا کہ بال بھون مین قائم ہوگیا تھا تو نے اُسکو چاند جان لیا کذا فی السراج اور جیسا پہلے مذکور ہوا یہ علت
ہلال رمضان مین تو ہوسکتی ہو اور عید مین یہ کہ اُسکے نزدیک وہ عید کا دن ہو قال الحلبی واما بعد قبولہ فتجب الکفارۃ ولو فاسقاً فی الاصح لیکن بعد قبول شہادت
کے یعنی رمضان کے چاند مین پس کفارہ واجب ہو اگرچہ فاسق ہو اصح روایت پر م کیونکہ اب لوگون کے روزہ رکھنے کا دن ہو پس اگر عدل ہو تو چاہیے کہ
باوجوب کفارہ مین خلاف نہو کیونکہ عدم کفارہ کی وجہ یہ ہو کہ فاسق کی شہادت پر حکم لگانا جائز نہین اور وہ یہان منتفی ہو کذا فی البحر عدم جواز سے مراد عدم حلت ہے
کیونکہ قضا فاسق کی شہادت پر صحیح ہو اگرچہ قاضی گنہگار ہوتا ہو کذا قالہ الشامی وقبل بلا دعوی و بلا لفظ اشہد و بلا حکم ومجلس قضاء لانہ خبر لا شہادۃ للصوم
مع علۃ کغیم وغبار اور قبول کیجاوے روزہ رکھنے کے لیے خبر عادل کی آسمان مین روگ ہونے سے مثل ابر و غبار کے بغیر دعوی اور بغیر لفظ اشہد کے
اور بدون حکم اور مجلس قضا کے بوجہ اسکے کہ یہ خبر ہو شہادت نہین خبر عدل او مستور علی ما صححہ البزازی علی خلاف ظاہر الروایۃ خبر عدل مفعول مالم یسم
فاعلہ ہو قبل کا یعنی قبول کیجاوے خبر ایک عدالت والے یعنی پرہیزگار کی یا ایک مستور الحال کی بنسبت اُس قول کے کہ بزازی نے اُسکی تصحیح کی ہو خلاف ظاہر
الروایت کے خلاف م اور معراج اور تجنیس مین بھی اسی کی تصحیح کی ہو اور فتح القدیر مین کہا ہو کہ یہ روایت ہو حسن کی اور حلوانی نے اسی کو لیا ہو اور
نور الایضاح والاجھی ادھر ہی گیا ہو مین کہتا ہون کہ یہ بھی ظاہر الروایت ہو کیونکہ حاکم شہید نے یعنی جس نے امام محمد رحمہ اللہ کے اقوال انکی

عدالت وہ ملکہ ہے کہ ہمیشہ تقوی اور مروت پر قائم رکھتا ہے اور بیان اوس کا یہ ہے کہ شرطوں میں یعنی کبائر کا ترک

کو بول سکتے ہیں جو نقل میں اور روایت اذان میں کافی ہیں یہ نہ ہوا کہ قبول کیجاوے شہادت مستور و فاسق کی خواہ عادل ہو یا غیر عادل اور غیر عادل سے مراد مستور ہے قال الشامی ولذا قال فی البحر و یجب حمل قول من نقل عدم قبول قول الفاسق لا بالاتفاق ہر واسطے کہ فاسق کا قول ان دیانات میں مقبول نہیں جو نقل میں ہونا عادلوں سے میسر ہو سکتا ہو جیسے روایت احادیث نجاست پانی کی طہارت و نجاست وغیرہ کے اسکی خبر میں شک کیا تو اسلیے کہ بعض اوقات ایسی چیز کا نقل عادلوں سے میسر نہیں ہوتا قال الشامی و نقل ابن الہمام عن علماء العصر قال البزازی کیونکہ قاضی بہا قبلہا اور اگر فاسق جائز ہو اسکا کہ شہادت دیوے باوجودیکہ اپنا فسق جانتا ہے بزازی نے کہا کہ ان اسواسطے کہ قاضی کبھی فاسق کی شہادت قبول بھی کرلیتا ہے حلوانی نے کہا کہ عادل کو لازم ہے اگرچہ لونڈی یا پردہ نشین ہو کہ اس رات شہادت ادا کرے کہ کہیں لوگ صبح کو افطار نہ کرلیں اور یہ شہادت فرض عین ہے لیکن فاسق اگر جانے کہ حاکم میرا قول مان لیگا تو اسپر اداے شہادت واجب ہے اور مستور میں وو روایتیں ہیں کذا فی المعراج ولو کان العدل قنا او انثی او محدودا فی قذف تاب بین کیفیۃ الرؤیۃ اولا علی المذہب اگرچہ عادل مذکور غلام ہو یا عورت یا زنا کی تہمت میں پڑا ہو کہ توبہ کرلی ہو کیفیت رویت کی بیان کرے یا نکرے بنا بر مذہب کے درست ہے بخلاف امام فضلی کے وہ کہتے ہیں کہ واحد عدل کی خبر جب مقبول ہوتی ہے کہ تفسیر کرے اور کہے کہ میں نے شہر کے باہر جنگل میں دیکھا ہے یا کہے کہ شہر میں ابر کے ٹکڑوں میں دیکھا ہے اور بدون ایسی تفسیر کے مقبول نہیں کذا فی الظہیریہ قال الشامی وتقبل شہادۃ واحد علی آخر کعبد وانثی اور مقبول ہے گواہی ایک کی دوسرے پر جیسے مقبول ہے شہادت غلام پر عورت کی ہم پیشہ بخلاف شہادت علی الشہادت کے اور احکام میں کہ وہ مقبول نہیں جبتک ایک شخص کی گواہی پر دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں شاہد نہوں کذا قال البلبی ولو علی مثلہا اگرچہ شہادت غلام اور عورت کی اپنے مثل پر ہو اس تعمیم سے یہ نکالا کہ ان دونوں کی شہادت آزاد اور مرد کی شہادت پر مقبول ہے اور اسکو صاحب نہر نے بطریق بحث بیان کیا ہے اور کہا کہ میں نے نہیں دیکھا وتجب علی الجاریۃ المخدرۃ ان تخرج فی لیلتہا بلا اذن مولاہا وتشہد کما فی الخانیۃ اور واجب ہے لونڈی پردہ نشین پر یعنی جو مردوں میں آمدرفت نہیں رکھتی کہ نکلے اس رات بدون اجازت اپنے مولی کے اور شہادت ادا کرے جیسا خانیہ میں ہے اور یہی حکم آزاد عورت کا ہے کہ بے اجازت اپنے خاوند کے نکلے اور غیر مخدرہ یا بے نکاح بطریق اولی نکلیں قالہ الطحطاوی اور ظاہر یہ کہ اسکا محل وہ ہے کہ اثبات رویت اسپر موقوف ہو ورنہ نکلنا لازم نہیں قال الشامی وشرط للفطر مع العلۃ والعدالۃ نصاب الشہادۃ ولفظ اشہد وعدم الحد فی قذف لتعلق نفع العبد اور ہلال عید میں غبار وغیرہ کے ہوتے عادل ہونیکے ساتھ نصاب شہادت اموال (یعنی دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں) شرط ہے اور لفظ اشہد اور محدود فی القذف نہونا شرط ہے کیونکہ اسمین نفع بندہ کا متعلق ہے ہم یہ علت ہے اشتراط شہادت مذکورہ کی فطر میں نہ صوم میں یعنی چونکہ صوم امر دینی ہے تو اسمین یہ شرط نہیں اور فطر میں نفع دنیاوی ہے پس اور حقوق کے مشابہ ہوا پس جو چیزیں حقوق میں شرط ہیں وہ یہاں بھی شرط ہونگی قال الشامی لکن تشترط الدعوی کما لا تشترط فی عتق الامۃ وطلاق الحرۃ لیکن نہیں شرط ہے دعوی جیسا نہیں شرط ہے لونڈی کے عتق میں اور حرہ کی طلاق میں ہم لونڈی کی آزادی میں دعوی اسلیے شرط نہیں کہ اسمین حق العبد کے ساتھ حق اللہ تعالی کا بھی ہے یعنی حفاظت اپنی فرج کی اسیطرح فطر اگرچہ حق عبد ہے لیکن اسمین بھی حق اللہ تعالی کا ہے یعنی صوم اس روز کے روزہ کا حرام ہونا اور صلوۃ عید کا واجب ہونا اسلیے اسمین بھی دعوی شرط نہیں ہوا اور طلاق میں حرہ کی قید سے مفہوم ہوتا ہے کہ زوجہ مملوکہ میں دعوی شرط ہے اور جامع الفصولین سے اطلاق معلوم ہوتا ہے کذا فی الشامی ولو کانوا ببلدۃ لا حاکم فیہا صاموا بقول ثقۃ اور اگر لوگ ہوویں ایسے شہر میں یا گانوں میں کہ اسمین حاکم نہو یعنی نہ قاضی نہ والی تو روزہ رکھیں ایک معتمد کے قول پر یعنی روزہ رکھنا فرض ہے ایسا معلوم ہوتا ہے مصنف کی شرح سے ہم میں کہتا ہوں کہ ظاہر یہ ہے کہ گانوں والونپر روزہ لازم ہے توپوں کی آوازوں سے یا قندیلوں کی روشنی سے اسلیے کہ یہ ظاہر دلالت ہے اور غلبہ ظن کو مفید ہے اور غلبہ ظن حجت ہے عمل کیواسطے جیسا علما نے تصریح کی ہے اور یہ احتمال کہ رمضان کے سوا کسی اور شے کیواسطے ہو بعید ہے کیونکہ یہ سب

لیلۃ الشک مین نہین کیے جاتے مگر ثبوت رمضان کے لیے قال الشامی و افطروا باخبار عدلین مع العلۃ لنفردہ اور افطار کرین دو عادل کے خبر
دینے سے اگر آسمان مین غبار وغیرہ ہو واسطے ضرورت کے م یعنی اسوجہ سے ضرورت ہے کہ کوئی حاکم موجود نہین جسکے سامنے شہادت ادا کیجاوے اور
مع العلۃ متعلق ہے صاموا اور افطروا ان دونون کے ساتھ قال الشامی ولو رآہ الحاکم وحدہ خیر فی الصوم بین نصب شاہد وبین امرہم بالصوم بخلاف العید کما فی الجوہرۃ
اور اگر اکیلے حاکم نے چاند دیکھا ہو تو روزہ کے چاند مین اسکو یہ اختیار ہے کہ کوئی شاہد اپنے قول پر مقرر کرے یا لوگون کو روزے کا حکم دے بخلاف عید کے
چاند کے کہ اسمین ایک آدمی کافی نہین ہے کذا فی الجواہرہ م نصب شاہد سے یہ غرض کہ اپنی شہادت پر دوسرا شاہد معین کرے تاکہ دوسرا شخص شہادت پر شہادت
ادا کرے افادہ الحلبی لیکن جوہرہ کی عبارت ان ینصب من یشہد عندہ الخ ہے اور اسکے معنی ظاہر یہ ہین کہ حاکم اپنی طرف سے کوئی نائب مقرر کرے تاکہ
اُس نائب کے سامنے شہادت گذرے جیسا علما نے خصومت کے باب مین کہا ہے کہ اگر حاکم کو کسی کے ساتھ خصومت واقع ہو تو ایک نائب مقرر کرے
کہ اُسکے روبرو دعوی پیش ہو کیونکہ حاکم کا حکم اپنے اوپر درست نہین اور ہمنے جو یہ معنی کے اُسکی دلیل یہ ہے کہ بعض نسخون در مختار مین نصب نائب ہے
بدلہ نصب شاہد کے قال الشامی ولا عبرۃ بقول الموقتین ولو عدولا علی المذہب اور نہین اعتبار نجومیون کا اگرچہ عادل ہون بنا بر مذہب صحیح م یعنے
وجوب صوم کے باب مین معراج مین کہا ہے کہ ان لوگون کا قول بالاجماع معتبر نہین اور خود منجم کو نہین جائز ہے کہ اپنے حساب پر عمل کرے اور نہر مین ہے کہ
منجم کے قول پر کہ فلانی تاریخ چاند دکھائی دیگا روزہ لازم نہین اگرچہ منجم عادل ہون صحیح روایت پر کذا فی الشامی قال فی الوہبانیۃ ؎ وقول
اولی التوقیت لیس بموجب ؎ وقیل نعم والبعض ان کان یکثر ؎ وہبانیہ مین کہا ہے کہ قول اوقات ضبط کرنے والون کا روزہ رکھنے کا موجب نہین
اور کہا گیا ہے کہ ہان اور بعض کا قول بھی اگر کثیر ہون م یہ عبارت یعنی قیل نعم موہم ہے اسکو کہ دوسرا قول یہ ہے کہ عمل کو موجب ہے حالانکہ ایسا نہین ہے
بلکہ خلاف صرف جواز اعتماد مین ہے اور قنیہ مین تینون قول نقل کیے ہین پس پہلے قاضی عبد الجبار و صاحب جمع العلوم سے نقل کیا ہے کہ منجمون کے
قول کے اعتبار کرنے مین کچھ مضائقہ نہین اور ابن مقاتل سے نقل کیا ہے کہ وہ انسے پوچھا کرتے تھے اور اُنکے قول کا اعتبار کرتے تھے بشرطیکہ انکی
جماعت متفق ہوتی تھی پھر شرح سرخسی سے نقل کیا کہ یہ بعید ہے اور شمس الائمہ حلوانی سے کہ وجوب صوم اور افطار کی شرط رویت ہی ہے اور منجمون کا
قول ماخوذ نہین پھر مجد الائمہ ترجمانی سے نقل کیا کہ اصحاب ابو حنیفہ رح سواے شاذ و نادر کے اور شافعیہ سب متفق ہین کہ منجمون کے قول کا اعتماد نہین کذا قالہ الشامی
وقبل بلا علۃ جمع عظیم یقع العلم الشرعی وہو غلبۃ الظن بخبرہم اور قبول کیا جاوے جب آسمان صاف ہو قول جماعت عظیم کا کہ حاصل ہو علم شرعی یعنے
غلبہ ظن اُنکی خبر سے م یعنی جب مطلع صاف ہو تو خبر ایک شخص کی معتبر نہوگی کیونکہ ایک شخص کو نظر آنا اور ایک خلق کو نظر نہ آنا باوجودیکہ سب اسی کیطرف
متوجہ ہین اور کوئی مانع نہین اور سب کی بینائی درست ہے اگرچہ بعض تیز نظر ہون اُسکی غلطی کی دلیل ہے کذا فی البحر حلبی نے کہا کہ جماعت مین اسلام اور
عدالت شرط نہین جیسا امداد الفتاح مین ہے اور نہ حریت اور نہ دعوی جیسا قہستانی مین ہے مین کہتا ہون جو امداد کیطرف نسبت کیا ہے سو مین نے اُسمین
ملاحظہ کیا وہان نہین پایا اور اسلام شرط ہونے مین نظر ہے کیونکہ جمع عظیم سے یہان یہ مراد نہین ہے کہ حد تواتر کو پہونچے جس سے علم قطعی حاصل ہوتا ہے کہ اسمین
اسلام شرط نہو بلکہ مراد یہ ہے کہ غلبہ ظن کو مفید ہو اور نہین اسلام شرط ہونا اسکے لیے کوئی صریح نقل چاہیے قالہ الشامی اور علم شرعی سے مراد اصطلاح
اصولیون کی ہے جو موجب عمل کا ہوتا ہے نہ وہ علم جو یقین کے معنی مین ہے اسپر نص کی ہے منافع اور غایۃ البیان اور بحر مین نقلا عن الفتح اور صدر الشریعۃ نے جو علم
بمعنی یقین لیا ہے ابن کمال نے اسکو رد کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ خطا ہے صدر الشریعۃ سے قالہ الشامی وہو مفوض الی رأی الامام من غیر تقدیر بعدد علی المذہب
اور وہ امام کی راے پر مفوض ہے بغیر تعیین عدد کے بنا بر مذہب صحیح کے م سراج مین کہا ہے اس جماعت کی تعداد ظاہر الروایت مین معین نہین ہے اور ایک روایت مین
ابو یوسف سے ۵۰ مرد ہین اور بعض کے نزدیک اکثر اہل محلہ اور بعض کے نزدیک ہر مسجد مین سے ایک یا دو اور خلف بن ایوب نے کہا ہے کہ بلخ مین قلیل ہین

اور اس سبب سے متحقق ہیں جو کہ امام کی طرف منسوب ہیں اگر چاند دیکھنے کی درستی اور صحت کے تو روزہ کا حکم دے اور صاحب بحر نے اسی کو صحیح کہا ہو اور
نہر والے نے اسی کا اتباع کیا ہو اور شرح وہبانیہ میں فتح سے نقل کیا ہو کہ حق وہ ہو جو محمد اور ابو یوسف سے روایت کیا گیا ہو کہ اعتبار خبر متواتر آنے کا ہو ہر طرف سے
اور شہرون کا ہو کہ یہ تصحیح مذہب کے موافق ہو قال الشامی وہی الاوجہ یعنی یہی شایان اختیار ہو اور ایک روایت امام صاحب سے یہ ہو کہ اکتفا
کیا جاوے دو گواہون پر اور تصحیح اسی کو اختیار کیا ہو جمہور فقہا کا اور اس زمانہ میں چاہیے کہ عمل اسی روایت پر ہو اسواسطے کہ لوگ چاند دیکھنے سے
کاہلی کرتے ہیں پس مصنف نے جو لکھا ہو کہ جم غفیر ہلال کے دیکھنے سے متحقق ہو گیا پس دیکھنے والے کی غلطی کا احتمال غیر ظاہر ہو اور یہی اسکی تائید کی دلیل ہی
اور ضعیف پر ظاہر ادلالت کرتی میں کذا ہو اور بحر میں ہو کہ اشتر الاعدد جمع عظیم اور عدد تو دو پر بھی صادق آتا ہو اور اسی کو صادق رکھا ہو نہر میں اور
منح میں قال الشامی وصحح فی الاقضیۃ الاکتفاء بواحد ان جاء من خارج البلد او کان علی مکان مرتفع واختارہ ظہیر الدین اور اقضیہ میں جو ایک کتاب کا
نام ہو تصحیح کی ہو کہ ایک شخص کفایت کرتا ہو اگر شہر کے باہر سے آیا ہو یا کسی اونچے مکان پر ہو اور اسی کو ظہیر الدین نے اختیار کیا ہو اور فتاوی صغری
مین اسی پر اعتماد کیا ہو اور یہی قول طحاوی کا ہو اور امام محمد نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہو اصل کی کتاب الاستحسان مین مگر خلاصہ مین کہا ہو کہ
ظاہر الروایت یہ ہو کہ شہر اور خارج شہر مین فرق نہین ہو اذانی المعراج وغیرہ مین کہتا ہون کہ نہایہ میں کہا ہو کہ مبسوط مین ہو کہ امام اسکی شہادت
رد کرے اگر آسمان صاف ہو اور وہ شخص شہر والا ہو پس اگر آسمان مین ابر ہو یا وہ باہر سے آوے یا اونچے مقام پر ہو تو ہمارے نزدیک مقبول
ہو گی پس لفظ عندنا دلالت کرتا ہو کہ ہمارے ائمہ ثلٰثہ کا یہی قول ہو اور محیط مین اسی پر جزم کیا ہو اور اسکے مقابل کو بلفظ قیل بیان کیا ہو
پھر ذکر کیا ہو کہ وجہ ظاہر الروایت کی یہ ہو کہ رویت مختلف ہوتی ہو باعتبار ہوا کی صفائی و کدورت کے اور باعتبار مکان کے نیچے اور اونچے
ہونے کے کیونکہ جنگل کی ہوا صاف ہوتی ہو شہر کی نسبت اور کبھی ہلال اونچے مکان سے نظر آتا ہو تو اس شخص کا تفرد خلاف ظاہر نہوا بلکہ
ظاہر کے موافق ہوا الخ سو اس کلام مین تصریح ہو کہ یہ ظاہر الروایت ہو اور حقیقت مین ایسا ہی ہو کیونکہ مبسوط بھی کتب ظاہر الروایت سے ہو پس
معلوم ہوا کہ دونون روایتین ظاہر الروایت ہین کذا قال الشامی وطریق اثبات رمضان والعید ان یدعی وکالۃ معلقۃ بدخولہ بقبض دین علی الحاضر فیقر
بالدین والوکالۃ وینکر الدخول فیشہد الشہود برؤیۃ الہلال فیقضی علیہ بہ فیثبت دخول الشہر ضمنا لعدم دخولہ تحت الحکم اور رمضان اور عید کے
اثبات کا طریق یہ ہو کہ کوئی شخص کسی حاضر پر کسی غائب کے دین کے قبضہ کرنے کی وکالت کا دعوی کرے جو مشروط ہو رمضان یا عید کے
آنے پر پھر یہ شخص حاضر دین اور وکالت کا اقرار کرے اور رمضان یا عید کے آجانے سے انکار کرے پھر رویت ہلال پر گواہی دین پس
حکم لگایا جاوے اداے دین کا شخص حاضر پر اور مہینے کا داخل ہونا ضمنا ثابت ہو جاویگا کیونکہ مہینا زیر حکم داخل نہین ہو یدعی مجہول ہو یا معلوم
ہو اور فاعل ضمیر مدعی کی جو سیاق عبارت سے مفہوم ہو یعنی مدعی دعوی کرے کسی شخص حاضر پر کہ فلانے شخص کے تیرے ذمہ اسقدر درہم ہین اور
مجھکو اسنے کہدیا ہو کہ جب رمضان داخل ہو تو تو وکیل ہو دین کے قبض کرنیکے لیے اور مہینا زیر حکم داخل نہین اسکا مطلب یہ ہو کہ رمضان کا روزہ بغیر حکم
بھی واجب ہو سکتا ہو یعنی صرف خبر سے کیونکہ وہ دینیات مین سے ہو اور وجوب صوم سے ثبوت رمضان لازم نہین آتا اور اسوقت مین فائدہ رمضان کے اثبات کا
بطریق مذکور یہ ہو کہ جماعت عظیم پر موقوف نہ رہیگا اگر آسمان صاف ہو کیونکہ شہادت ثبوت وکالت پر ہو بروقت دخول رمضان کے نہ رویت ہلال پر اور وکالت
دو گواہون سے ثابت ہو سکتی ہو حق عبد ہونیکی جہت سے اور وکالت ثابت نہین ہوتی جبتک رمضان کا دخول نہو اور جب دخول ضمنا ثابت ہوا تو روزہ
واجب ہوا قال الشامی شہدوا انہ شہد عند قاضی مصر کذا شاہدان برؤیۃ الہلال فی لیلۃ کذا وقضی القاضی بہ ووجد استجماع شرائط الدعوی
قضی ای جاز لہذا القاضی ان یحکم بشہادتہما بعض نسخون مین شہدا بلفظ تثنیہ ہو اور بعض نسخون مین شہدوا بلفظ جمع ہو اس سے مراد

فوق الواحد ہی یعنی اگر دو گواہوں نے گواہی اس بات پر دی کہ مصر کے قاضی کے سامنے دو نے شاہدوں نے فلانی تاریخ کی رویت کی گواہی دی ہی
اور وہان کے قاضی نے اُسپر حکم لگایا ہی اور شرائط دعوی کی سب پائی گئین تو اِس قاضی کو جائز ہی کہ انکی گواہی پر حکم لگا دے لان قضاء القاضی حجۃ
وقد شہدوا بہ اسواسطے کہ وہان کے قاضی کی قضا حجت ہی اور یہان کے گواہون نے اُسکی شہادت دی لا لو شہدوا برویۃ غیرہم لانہ حکایۃ نہ حکم یعنے
قاضی اگر شہادت دیوین غیر کی رویت پر اسواسطے کہ یہ حکایت ہی یعنی نہ اُنھون نے اپنی رویت بیان کی نہ غیر کی رویت کی شہادت دی صرف
غیر کی رویت کی حکایت کی کذا فی فتح القدیر مین کہتا ہون کہ ایسا ہی ہی اگر غیر کی رویت کی شہادت دی اور اس بات کی کہ اُس شہر کے قاضی نے
لوگون کو روزہ کا حکم دیا اسواسطے کہ یہ فعل قاضی کی حکایت ہی اور وہ حجت نہین بخلاف قضاء قاضی کے اور اسی واسطے مجموع شرائط کی قید لگائی نعم لو
استفاض الخبر فی البلدۃ الاخری لزمہم علی الصحیح من المذہب مجتبی وغیرہ ہان اگر کسی دوسرے شہر مین بکثرت خبر شایع ہو جاوے تو اُنکو لازم ہوگا روزہ
رکھنا بنا بر مذہب صحیح کذا فی المجتبی ام ذخیرہ مین ہی کہ شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ صحیح ہمارے مذہب مین یہ ہی کہ خبر جب پھیل جاوے اور متحقق ہو جاوے دوسرے
شہر مین تو اُن کو بھی لازم ہوگا اِس شہر کا حکم رحمتی نے کہا کہ استفاضہ کے معنی یہ ہین کہ اُس شہر سے جماعات متعددہ آکر بیان کرین وہان کی خبر کہ اُنھون نے
روزہ رکھا چاند دیکھکر نہ مجرد شیوع بعلمی سے کہ نہ معلوم ہو کہ کسنے خبر شائع کی چنانچہ بہتیری خبرین شہر مین شہرت پکڑ جاتی ہین اور نہین معلوم ہوتا کہ کس نے شائع کین
چنانچہ حدیث مین وارد ہی کہ آخر زمانہ مین شیطان مجمع مین بیٹھکر ایک بات کہیگا اور لوگ اُسکا ذکور کرینگے اور کہینگے کہ ہم نہین جانتے کس نے کہا ہی سو ایسی قسم
کی بات لائق سماعت کے بھی نہین چہ جائیکہ اُس سے کوئی حکم ثابت ہو مین کہتا ہون کہ یہ خوب کلام ہی اور اسی کی طرف قول ذخیرہ کا اشارہ کرتا ہی او استفاض
وتحقق کذا قالہ الشامی وبعد صوم ثلثین بقول عدلین حل الفطر البار متعلقۃ بصوم وبعد متعلقۃ بحل لوجوب نصاب الشہادۃ اور جبکہ دو عادل کے قول سے
روزہ رکھا ہو تو بعد ۳۰ دن کے افطار حلال ہی بسبب موجود ہونے نصاب شہادت کے شارح نے کہا کہ ب متعلق ہی صوم سے اور لفظ بعد ظرف ہی فعل حل کا یعنی
اگر اکتیسوین رات کو ابر ہو تو بالاتفاق صبح کو افطار حلال ہی اور یہی حکم ہی اگر آسمان صاف ہو جیسا تصحیح کیا ہی درایہ اور خلاصہ اور بزازیہ مین اور اسکے برخلاف
تصحیح کی ہی مجموع النوازل مین اور سید ناصر الدین نے کذا فی الامداد اور علامہ نوح نے اتفاق نقل کیا ہی دوسری صورت مین بھی بدائع اور سراج اور جوہرہ سے
اور کہا ہی کہ اتفاق سے مراد ہمارے علماء ثلثہ کا اتفاق ہی اور خلاف جو منقول ہی سو بعض مشائخ کا ہی اور فیض مین ہی کہ فتوی افطار کی حلت پر ہی کذا فی الشامی
ولو صاموا بقول عدل حیث یجوز وغم ہلال الفطر لا یحل علی المذہب خلافا لمحمد کذا ذکرہ المصنف اگر روزہ رکھا ہو ایک عدل کے قول سے جسطرح کہ جائز ہی
اور حال یہ ہی کہ عید کے چاند کے دن ابر ہی تو افطار حلال نہین صحیح مذہب پر برخلاف قول محمدؒ کے یہی مصنف نے ذکر کیا ہی م حیث یجوز مین حیثیت تقیید ہی
یعنی اسطرح کہ قاضی نے شہادت ابر مین قبول کر لی ہو یا آسمان صاف ہو لیکن قاضی اُنمین سے ہی جو ایک کی گواہی قبول کر لیتے ہین کذا فی الفتح یعنے
شافعی المذہب ہو یا قول طحاوی پر عمل کرتا ہو ایک شخص کی گواہی ان لیتے ہین جب آسمان صاف ہو بشرطیکہ جنگل سے آیا ہو یا شہر مین اونچے مکان پر ہو
اور سابق مین اس روایت کی ترجیح گذر چکی اور وغم ہلال الفطر جملہ حالیہ ہی اسکی قید اسواسطے لگائی کہ محل خلاف ہی جیسا مصنف نے ذکر کیا ہی قالہ الشامی لکن
نقل ابن الکمال عن الذخیرۃ انہ ان غم ہلال الفطر حل اتفاقا لیکن ابن کمال نے ذخیرہ سے نقل کیا ہی کہ اگر ہلال عید کے نظر آنیکے روز ابر ہو تو بالاتفاق
افطار حلال ہی م یہ استدراک ہی اُسپر جو مصنف نے ذکر کیا کہ خلاف امام محمدؒ کا اُسوقت ہی کہ عید کے دن ابر ہو اسطرح کہ ذخیرہ مین اور معراج مین مجتبی سے تصریح ہی
کہ افطار کی حلت بالاتفاق ہی اور خلاف اِس صورت مین ہی کہ ابر نہو اور چاند نظر نہ آوے تو شیخین کے نزدیک افطار نہین حلال اور امام محمدؒ کے نزدیک
حلال ہی ایسا شمس الائمہ نے کہا ہی اور شرنبلالی نے امداد مین تحریر کیا ہی غایۃ البیان مین کہا ہی کہ محمدؒ کے قول کی وجہ کہ وہی قول صحیح ہی یہ ہی کہ افطار ایک
شخص کے قول سے ثابت نہین ہوا ابتدائً بلکہ تبعاً ثابت ہوا ہی اور بہتیری چیزین ضمناً ثابت ہو جاتی ہین اور قصداً نہین ثابت ہوتین اور امام محمدؒ

سے پوچھا تو جواب مین یہ کہا کہ افطار قاضی کے حکم سے ثابت ہوا اور اسکے قول سے نہین یعنی جب قاضی نے رمضان کے چاند مین ایک آدمی کے قول پر حکم کیا تو اسی بنا پر افطار بعد ۳۰ دن کے ثابت ہو گیا قال الشامی و فی الزیلعی والشبہ ابن غرس وبالاول والزیلعی مین ذکر شایہ جس پہ ہو کہ اگر ابر ہو تو افطار حلال ہو اور جو نہو تو نہین و ہلال الاضحیٰ وبقیۃ الاشہر التسعۃ کالفطر علی المذہب اور بقرعید کا چاند اور باقی نو مہینو نکے چاند مانند عید کے ہین صحیح مذہب پر ہم قولہ والاضحیٰ کالفطر یعنی ذوالحجہ شوال کے مانند ہو پس ابر مین ثابت ہو گا مگر دو مردون سے یا ایک مرد دو عورتون سے اور صفائی کی حالت مین زیادتی عدد کی ضرور ہو اور نوادر مین امام صاحب سے روایت نقل کی ہو کہ وہ مانند رمضان کے ہو اور تحفہ مین اسی کی تصحیح کی ہو لیکن پہلا اول ظاہر المذہب ہو اور اسی کی تصحیح ہدایہ اور اسکی شروح اور تبیین مین کی ہو پس تصحیح مختلف ہوئی اور پہلی کو ترجیح اسواسطے ہو کہ وہ مذہب ہو کذا فی البحر اور باقی نو مہینے کا چاند مثل عید کے چاند کے ہو یعنی نہین مقبول ہو گی مگر گواہی دو مردون کی یا ایک مرد دو عورتون کی جو آزاد ہون اور تہمت زنا مین سزا یافتہ نہون جیسے اور احکام مین کذا فی البحر عن شرح مختصر الطحاوی اور امداد مین ذکر کیا ہو کہ ان مہینون کا حکم صفائی کی حالت مین مانند رمضان اور عید کے ہو یعنی جماعت عظیم چاہیے لیکن خیر الدین رملی نے کہا ہو کہ ظاہر یہ ہو کہ باقی مہینون مین ابر اور غیر ابر مین کچھ فرق نہین کیونکہ جماعت عظیم کی شرط نہین پائی جاتی یعنی سب لوگو نکا متوجہ ہونا چاند دیکھنے کو پس اگر دو مردون نے گواہی دی صفائی کی صورت مین شعبان کے چاند کی اور شعبان ثبوت شرعی ثابت ہو گیا تو ۳۰ دن کے بعد رمضان ثابت ہو جاویگا اگرچہ رمضان صفائی کی حالت مین دو شخصو نکی گواہی سے ثابت نہین ہوتا کیونکہ اس صورت مین اسکا ثبوت ضمنی ہو اور ضمنیات مین بہتیری باتون مین درگذر ہوتی ہو جو قصدیات مین نہین ہوتی قال الشامی ورویتہ بالنہار للیلۃ الآتیۃ مطلقا علی المذہب ذکرہ الحدادی اور جو چاند دنکو نظر آوے وہ اگلی رات کا شمار کیا جاویگا ہر صورت مین صحیح مذہب پر ذکر کیا اسکو حدادی نے ہم یعنی قبل زوال کے نظر آوے یا بعد زوال کے اور مذہب کے معنی یہ کہ قول ابی حنیفہ و محمد کا ہو بدائع مین کہا ہو پس وہ دن رمضان کا ہو گا طرفین کے نزدیک اور ابو یوسف رح کہتے ہین کہ اگر بعد زوال کے نظر آیا تو بیشک آیندہ شب کا ہو اور اگر قبل زوال کے نظر آیا تو پچھلی شب کا ہو اور وہ دن رمضان کا ہو گا اور اسی خلاف پر شوال کا چاند ہو کہ طرفین کے نزدیک آیندہ شب کا ہو ہر صورت مین اور وہ دن رمضان کا ہو گا اور ابو یوسف رح کے نزدیک اگر زوال سے پیشتر نظر آیا تو چاند شب گذشتہ کا ہو اور یہ دن عید کا ہو اسلیے کہ ہلال قبل زوال کے نظر نہین آتا عادۃً مگر یہ کہ دو رات کا ہو پس ہلال رمضان مین وہ دن رمضان کا ہونا ضروری ہوا اور شوال کے چاند مین عید کا دن اور طرفین کے نزدیک اصل یہ ہو کہ دن کی رویت کا اعتبار نہین اعتبار رویت بعد الغروب کا ہو کیونکہ حضرت صلعم نے امر فرمایا صوموا لرویتہ وافطروا لرویتہ پس امر صوم و افطار کا رویت کے بعد ہو اس صورت مین امام ابو یوسف کا قول مخالف نص کے ہو انتہی مختصرا اقول مین ہو کہ حدیث شریف موجب ہو رویت کی سبقت کو صوم اور افطار پر اور متبادر رویت سے ہر مہینے کے آخر وقت شام کی رویت ہو نزدیک اصحاب اور تابعین و من بعدہم کے بخلاف ما قبل الزوال کے تیسوین تاریخ اور مختار امام ابو حنیفہ و محمد کا قول ہو قال الشامی واختلاف المطالع ورویتہ نہارا قبل الزوال وبعدہ غیر معتبر علی ظاہر المذہب وعلیہ اکثر المشائخ وعلیہ الفتوی بحر عن الخلاصہ اور اختلاف مطالع کا اور دنکو چاند دیکھنا زوال سے پہلے یا بعد زوال کے غیر معتبر ہو ظاہر مذہب پر اور اسی پر اکثر مشائخ ہین اور اسی پر فتوی ہو کذا فی البحر عن الخلاصہ ہم جاننا چاہیے کہ نفس اختلاف مطالع مین نزاع نہین ہو یعنی کبھی دو شہرون مین اتنا بعد ہوتا ہو کہ ایک مین ہلال ایک تاریخ نظر آوے دوسرے مین نظر نہ آوے کیونکہ انفصال ہلال کا شعاع شمس سے مختلف ہوتا ہو باعتبار اختلاف ملکون کے اور یہی حال ہو اختلاف مطالع شمس کا کہ جب ایک ملک مین صبح ہو گی تو بعض مین سورج نکلیگا اور بعض مین غروب ہو گا اور بعض مین آدھی رات بلکہ مطالع کے اعتبار کرنے مین خلاف ہو کہ ہر قوم کو اپنے مطلع کا

اعتبار لازم ہو اور غیر کے مطلع پر عمل کرنا لازم نہین یا یہ کہ اختلاف کا بالکل اعتبار نہین بلکہ جس جگہ چاند پہلے نظر آوے سب کو اسی پر عمل کرنا لازم ہو یہانتک کہ اگر مشرق مین جمعہ کی رات کو چاند نظر آیا اور مغرب مین ہفتہ کو تو اہل مغرب پر لازم ہو کہ بموجب رویت اہل مشرق کے عمل کرین پس بعض قول اول کے قائل ہوے ہین اور زیلعی اور فیض نے اسی پر اعتماد کیا ہو اور شافعیہ کے نزدیک بھی یہی صحیح ہو کیونکہ ہر قوم کو خطاب اللہ انکے موافق ہو جیسا اوقات صلوۃ مین اور ظاہر الروایت قول ثانی ہو اور وہی ہمارے یہان معتمد ہو اور مالکیون اور حنبلیون کے نزدیک بھی کیونکہ خطاب عام ہو مطلق رویت کے ساتھ حدیث صوموا لرؤیتہ مین بخلاف اوقات صلوۃ کے قالہ الشامی فیلزم اہل المشرق برؤیۃ اہل المغرب اذا ثبت عندہم رؤیۃ اولئک بطریق موجب کما مر پس اہل مشرق کو روزہ یا افطار لازم ہوگا اہل مغرب کی رویت سے جبکہ ثابت ہو مشرق والونکو اُن لوگون کی رویت اُس طریق سے کہ عمل کو موجب ہو جیسا سابق مین گذرا ہم یعنی دو آدمی شہادت پر شہادت دین یا حکم قاضی پر شہادت دین یا خبر مستفیض ہو بخلاف اُس صورت کے کہ دو آدمی شہادت دیوین کہ فلانے شہر والون نے دیکھا ہو کذا ذکرہ الحلبی وقال الزیلعی الاشبہ انہ یعتبر اور زیلعی نے کہا کہ مشابہ بحق یہ ہو کہ اختلاف مطالع معتبر ہو قال الکمال الاخذ بظاہر الروایۃ احوط کمال نے کہا ہو کہ ظاہر الروایت کے اخذ مین احتیاط زیادہ ہو فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا اذا راؤ الہلال یکرہ ان یشیروا الیہ لانہ من عمل الجاہلیۃ کما فی السراجیۃ وکراہیۃ البزازیۃ جب چاند دیکھین تو مکروہ ہو کہ اُسکی طرف اشارہ کرین کیونکہ عمل جاہلیت کا ہو جیسا سراجیہ مین ہو اور بزازیہ کے باب الکراہیۃ مین ہم یعنی اگرچہ اوسکا مدد دکھلانے دوسرے شخص کے ہو جسنے نہین دیکھا ہو اور علت بظاہر دلالت کرتی ہو کہ کراہت تنزیہی ہو قالہ الشامی

باب ما یفسد الصوم و ما لا یفسدہ

یہ باب ہو ان چیزون کے بیان مین جو روزہ کی مفسد ہین اور جو مفسد نہین ہم مفسد کی دو قسمین ہین ایک جس سے صرف قضا لازم ہو دوم جس سے قضا اور کفارہ دونون لازم ہون اور غیر مفسد کی بھی دو قسمین ہین ایک وہ جسکا کرنا مباح ہو دوم وہ جسکا کرنا مکروہ ہو الفساد والبطلان فی العبادات سیان فساد اور بطلان عبادات مین برابر ہین ہم اور معاملات مین فرق ہو اگر معاملہ کا اثر کچھ مترتب نہوئے تو بطلان ہو اور اگر اثر مترتب ہو پھر اگر شرعاً فسخ مطلوب ہو تو فساد ہو نہین تو صحت ہو حلبی عن البحر بیان اسکا یہ ہو کہ اگر میتہ کو بیچا تو اثر معاملہ کا یعنی ملک اثر غیر مترتب ہو تو یہ بیع باطل ہوئی اور اگر غلام کو شرط فاسد سے بیچا اور مشتری کے حوالہ کر دیا تو مشتری اُسکا مالک ہو جاتا ہو لیکن اسکا فسخ کرنا دونون کے ذمہ واجب ہو تو یہ بیع فاسد ہوئی اور اگر غلام کو بدون شرط فاسد کے بیچا تو مشتری اُسکا مالک صحیح ملک کے ساتھ ہوگا یہ بیع صحیح ہوئی قالہ الشامی اذا اکل الصائم او شرب او جامع حال کونہ ناسیا فی الفرض والنفل قبل النیۃ او بعدہا علی الصحیح بحر عن القنیۃ اذا اکل الخ شرط ہو اسکی جزا لم یفطر آگے آویگی یعنی روزہ نہین ٹوٹتا جب کھاوے روزہ دار یا پیوے یا جماع بھول کر کرے فرض مین یا نفل مین نیت سے پہلے یا بعد صحیح الروایت پر کذا فی البحر عن القنیۃ م علی الصحیح قبل النیۃ کے ساتھ متعلق ہو اور اسکی تصحیح تاتارخانیہ مین بھی نقل کی ہو اور اسکی صورت یہ ہو کہ ایک شخص نے رمضان ثابت ہونیکے انتظار مین افطار کی چیزون سے توقف کیا اور بھولکر کچھ کھا لیا تو بعد بھی نیت روزہ کی کر سکتا ہو اور یہ مسئلہ پہلے گذر چکا بخلاف متنفل کے کیونکہ اگر وہ پہلے نیت کے کھالے تو اسکو ناسی نہین کہتے اور ایسا ہی حکم ہو صوم قضا و کفارہ مین ہان البتہ نسیان متصور ہو سکتا ہو ادائے رمضان مین اور نذر معین مین قالہ الشامی الا ان یذکر فلم یتذکر مگر جبکہ یاد دلایا جاوے پر نہ یاد کرے م یعنی جب بھولکر کھاوے پھر کوئی شخص اسکو روزہ یاد دلاوے اور وہ نہ یاد کرے پھر کھالے تو صوم فاسد ہو جاویگا صحیح روایت مین برخلاف بعض کے کذا فی الظہیریۃ اسواسطے کہ خبر ایک شخص کی دیانات مین مقبول ہو پس اُسپر واجب تھا کہ تامل کرتا اور اُدھر التفات کرتا کذا فی البحر مین کہتا ہون لیکن اُسپر کفارہ نہین مختار ہو جیسا تاتارخانیہ مین ہو منقول نصاب سے کذا فی الشامی ویذکرہ لو قویا والا لا اور یاد دلادے روزہ دار کو

روزہ اگر وہ قوی ہو یعنی روزہ تمام کی طاقت رکھتا ہو بغیر مشقت کے روزہ پورا کر لیگا اور صوم کی جہت سے ضعف نہ لاحق ہوتا ہو تو یاد دلانا چاہیے
اور اگر ایسا قوی نہ ہو بلکہ ضعیف ہو کہ یاد نہ دلاوے کذا فی فتح القدیر اور بحر الرائق میں کہا کہ قوی آدمی کو چھوڑنے کی صورت میں یاد دلانا لازم ہے کہ یاد دلانا
ولیس عذرا فی حقوق العباد اور نسیان حقوق العباد میں عذر نہیں ہے یعنی اگر ودیعت کو بھول گیا جاوے تو اس کا ضمان لازم ہوگا کیونکہ قوم حق کے موضع
نہیں ہے کذا فی الشامی او دخل حلقہ غبار او ذباب او دخان ولو ذاکرا استحسانا لعدم امکان التحرز عنہ روزہ نہیں ٹوٹتا اگر حلق میں غبار آ
یا مکھی یا دھواں اگرچہ روزہ یاد ہو بدلیل استحسان کیونکہ اس سے بچاؤ ناممکن ہے اور قیاس میں فاسد ہو جاتا ہے یعنی مکھی کی صورت میں کیونکہ مفطر
پہنچ گیا اگرچہ غذا نہیں جیسے کنکر اور مٹی سے ٹوٹتا ہے کذا فی الہدایہ ومفادہ انہ لو ادخل حلقہ الدخان افطر ای دخان کان ولو عودا او عنبرا لو ذاکرا
لامکان التحرز عنہ فلیتنبہ لہ کما بسطہ الشرنبلالی اور مفاد اسکا یہ ہے کہ اگر بقصد دھواں حلق میں پہنچا دے تو روزہ ٹوٹ جاویگا کوئی سا دھواں ہو
اگرچہ عود یا عنبر ہو اگر روزہ یاد ہو کیونکہ اس سے احتراز ممکن ہے پس چاہیے کہ خبردار رہے اس سے چنانچہ شرنبلالی نے بسط کیا ہے یعنی کسی صورت سے
دھواں داخل کیا ہو یا اسطرح کہ اگر بخور کیا اور بقصد اسکو سونگھا روزہ کی یادگاری کی حالت میں روزہ ٹوٹ جاویگا کیونکہ اس سے بچاؤ ممکن ہے اور
اس سے اکثر لوگ غافل ہیں اور اسکو پھول یا گلاب یا مشک کے سونگھنے کے مانند سمجھنا نہ چاہیے کیونکہ فرق ہے یہ ہے کہ ہوا خوشبودار ناک میں جاوے اور
یہ ہے کہ خود دھواں اپنے فعل سے جوف میں پہنچا دے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حقہ پینے سے بھی روزہ جاتا رہتا ہے چنانچہ شرنبلالی نے شرح وہبانیہ میں
اسکی تصریح کی ہے قال الشامی او ادہن او اکتحل او احتجم وان وجد طعمہ فی حلقہ روزہ نہیں جاتا اگر تیل لگایا یا سرمہ لگایا یا پچھنے لگوائے اگرچہ سرمہ یا تیل کا مزہ
اپنے حلق میں پاوے ہم اور ایسا ہی اگر تھوک میں اسکا رنگ پاوے صحیح روایت پر کذا فی البحر نہر میں کہا ہے اسواسطے کہ موجود حلق میں ایک اثر ہے جو مسام کی راہ
سے داخل ہوا اور مفطر وہ ہے جو غذا کی راہ سے داخل ہو کیونکہ جو شخص غسل کرے پانی میں پھر اسکی برودت اپنے اندر پاوے تو بالاتفاق روزہ نہیں ٹوٹتا اور امام
نے جو پانی میں داخل ہونے اور تر کپڑا اوڑھنے کو روزہ میں مکروہ کہا ہے سو وہ اس جہت سے کہ اس فعل سے عبادت کی بجا آوری میں تنگدلی معلوم ہوتی ہے
نہ یہ کہ موجب افطار کا ہے قال الشامی او قبل ولم ینزل او احتلم او انزل بنظر ولو الی فرجہا مرارا او بفکر وان طال مجمع یا بوسہ لیا اور انزال نہ ہوا یا احتلام
ہوا یا انزال ہو گیا نظر سے اگرچہ عورت کی شرمگاہ کیطرف نظر مکرر ہو یا انزال ہوا فکر سے اگرچہ دراز ہو کذا فی مجمع یعنی ان صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹتا او بقی
بلل فی فیہ بعد المضمضۃ وابتلعہ مع الریق یا منہ میں تری باقی رہگئی کلی کرنیکے بعد اور اسکو تھوک کے ساتھ نگل گیا ہم فتح اور ہدایہ میں اسکو مثل دخول
غبار و دخان کے کہا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علت عدم امکان احتراز ہے لیکن یوں چاہیے کہ پانی منہ سے گرانیکے بعد تھوکنا شرط ہے کیونکہ پانی تھوڑا نہیں
رہتا ہے البتہ تھوکنے میں مبالغہ شرط نہ ہونا چاہیے قال الشامی کطعم ادویۃ ومص اہلیلج جیسے مزہ دوائیوں کا اور چوسنا ہڑ کا یعنی دوائیوں کے کوٹنے سے
انکا مزہ اگر اپنے حلق میں پاوے تو روزہ نہیں جاتا جیسا محیط میں ہے اور اہلیلج دوسرے لام کے کسرہ سے ہے قال ابو عبیدۃ الفراء یعنی اگر ہڑ کو چبا دے اور
تھوک حلق میں اسکا جاوے لیکن اسکے اجزا میں سے کچھ نہ جاوے تو روزہ نہیں جاتا کذا فی التاتارخانیہ وغیرہا بخلاف نحو سکر بخلاف مثل شکر یعنی شکر کے کہ اسکے
چوسنے سے روزہ جاتا رہتا ہے او دخل الماء فی اذنہ وان کان بفعلہ علی المختار یا داخل ہو پانی اسکے کان میں اگرچہ اسکے فعل سے ہو تو روزہ نہیں جاتا
مذہب مختار پر ہم ہدایہ اور تبیین میں اسکو اختیار کیا ہے اور محیط میں اسکی تصحیح کی ہے اور ولوالجیہ میں کہا ہے کہ یہی مختار ہے اور خانیہ میں تفصیل کی ہے کہ اگر پانی
کان میں چلا گیا تو نہیں جاتا اور اگر خود داخل کیا تو جاتا رہتا ہے صحیح روایت پر کیونکہ جب اسکے فعل سے جوف میں پہونچا تو اسمیں صلاح بدن کا اعتبار
نہیں ہے اور یہی بزازیہ میں ہے اور فتح اور برہان میں اسی کو قوت دی ہے کذا فی الشرنبلالیہ حاصل یہ کہ اگر تیل کان میں ڈالا تو بالاتفاق روزہ
جاتا رہا اور اگر پانی کان میں چلا گیا تو بالاتفاق روزہ نہیں جاتا اور اگر بقصد پانی کان میں ڈالا تو اسمیں اختلاف ہے اور تصحیح مختلف ہے

قال الشامی لکنا لو حک اذنہ بعود ثم اخرجہ وعلیہ درن ثم ادخلہ ولو مرارا جیسا کہ روزہ نہیں جاتا اگر لکڑی سے کان کھجلایا پھر اسکو نکال لیا اور اسپر میل تھا
پھر اسکو کان میں ڈالا اگرچہ چند بار ہو ہم اس مسئلہ کو مشابہ ٹھہرایا اسواسطے کہ بزازیہ میں ہی کہ اسمین بالاجماع روزہ نہیں جاتا اور ظاہر یہ ہی کہ
اجماع سے مراد اجماع اہل مذہب کا ہی ورنہ شافعیہ کے نزدیک مفسد ہی قالہ الشامی او ابتلع ما بین اسنانہ وھو دون الحمصۃ لانہ تبع لریقہ
ولو قدرہا افطر کما سیجی یا نگل گیا جو دانتوں میں ہی بشرطیکہ چنے سے کم ہو تو روزہ نجاویگا کیونکہ چنے سے کم لعاب کے تابع ہی اور بحر میں کہا ہی کہ اتنی چیز
قلیل ہی اس سے احتراز غیر ممکن ہی پس بمنزلہ لعاب کے ہوا اور اگر چنے کے برابر ہی تو روزہ ٹوٹ جاویگا چنانچہ عنقریب آویگا او خرج الدم من بین
اسنانہ ودخل حلقہ یعنی ولم یصل الی جوفہ یا نکلا خون دانتوں سے اور چلا گیا حلق میں یعنی جوف تک نہیں پہونچا متن کے اطلاق سے ظاہر اسلوم
ہوتا ہی کہ اگرچہ خون غالب ہو تب بھی روزہ نہیں جاتا اور وجیز میں اسی کی تصحیح کی ہی جیسا کہ سراج میں ہی اور کہا ہی کہ وجہ یہ ہی کہ عادۃً اس سے احتراز
ناممکن ہی اور چونکہ یہ قول اکثر کے مخالف تھا اسلیے شارح نے مصنف کے کلام کو حمل کیا اسپر کہ جوف میں نہ پہونچے مصنف کی اتباع سے کہ اسنے اپنی شرح میں لکھا ہی
اما اذا وصل فان غلب الدم او تساویا فسد والا لا الا اذا وجد طعمہ بزازیہ لیکن جبکہ پہونچے جوف میں پس اگر خون غالب ہو یا خون اور تھوک دونوں
برابر ہوں تو روزہ فاسد ہوگا اور جو نہیں تو نہیں فاسد ہوگا مگر جبکہ پاوے اسکا مزہ کذا فی البزازیۃ واستحسنہ المصنف وھو ما علیہ الاکثر وسیجی اور اسکو
مصنف نے پسند کیا ہی اور یہ تفصیل جو مذکور ہوئی وہ ہی جسپر اکثر مشائخ ہیں اور قریب ہی کہ آویگا یعنی مصنف کا پسند کرنا یعنی اسکے قول الا ان یجد
الطعم فی حلقہ میں اور انتشار ضمائر کا اس جگہ مخفی نہیں ہی قالہ الشامی او طعن برمح فوصل الی جوفہ وان بقی فی جوفہ یا کوچہ دیا جاوے نیزہ سے پھر
پہونچ جاوے جوف تک اگرچہ اندر باقی رہجاوے یعنی نیزہ کی نوک تو روزہ نہیں جاتا ہم اسکی تصحیح قاضی خان اور ایک جماعت نے کی ہی اور جامع صغیر
کی شرح میں کہا ہی کہ اگر نوک اندر باقی رہجاوے تو اسکو کتاب میں ذکر نہیں کیا اور اسمین اختلاف ہی بعضے کہتے ہیں کہ روزہ ٹوٹ جاتا ہی جیسا لکڑی
دبر میں چڑھانے سے اور بعضوں نے کہا ہی کہ نہیں ٹوٹتا اور یہی صحیح ہی کیونکہ اسکی طرف سے کوئی فعل نہیں پایا گیا اور نہ اسمین اسکے بدن کی اصلاح ہی
انتہی قالہ الشامی کما لو القی حجر فی الجائفۃ او نفذ السہم من الجانب الآخر جیسے اگر ڈالی جاوے کنکری اس زخم میں جو جوف تک پہونچا ہوا ہی یعنے غیر
شخص نے ڈالدی ہو تو روزہ نہیں جاتا کیونکہ اسکا فعل کچھ نہیں اور نہ اسکے بدن کی اصلاح ہی بخلاف اسکے کہ جائفہ کی دوا کی ہو کہ اس سے
روزہ جاتا رہیگا یا تیر اسطرف سے دوسری طرف نکلجاوے یعنی اس سے بھی روزہ نہیں جاتا ولو بقی النصل فی جوفہ فسد اور اگر پیکان اندر باقی رہگئی
تو روزہ ٹوٹ گیا ہم یہ ایک ہی دونوں قولوں مذکوروں میں کا اسواسطے کہ نیزہ کی نوک اور تیر کی بھال میں فرق نہیں ہی فتح القدیر میں تصریح کی ہی
کہ خلاف دونوں میں جاری ہی اور روزہ باقی رہنے کی ایک جماعت نے تصحیح کی ہی اور زیلعی نے جزم کیا ہی کہ دونوں میں عدم افطار صحیح ہی اور
اس سے معلوم ہوا کہ کلام شارح میں اضطراب ہی کہ پہلے میں صحیح قول نقل کیا اور دوسرے میں اسکا مقابل قالہ الشامی او ادخل عودا ونحوہ فی مقعدتہ
وطرفہ خارج وان غیبہ فسد یا داخل کر لیا لکڑی وغیرہ کو دبر میں اسطرح کہ ایک کنارہ اسکا باہر ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا اور اگر سب اندر چڑھالے تو
ٹوٹ جاویگا وکذا لو ابتلع خشبۃ او خیطا ولو فیہ لقمۃ من بوطۃ الا ان ینفصل منہا شیء اور روزہ نہیں جاتا اگر نگل لی لکڑی یعنی اگر حلق میں غائب ہوجاویگی
تو جاتا رہیگا نہیں تو نہیں یا نگل لے دھاگا اگرچہ اس میں لقمہ بندھا ہوا ہو مگر یہ کہ اسمیں سے کچھ جدا ہوجاوے یعنی پیٹ میں رہجاوے تو روزہ
جاتا رہیگا ومفادہ ان استقرار الداخل فی الجوف شرط للفساد بدائع اور حاصل اسکا یہ ہی کہ اندر داخل ہونے والی چیز کا ٹھہرنا پیٹ میں
شرط ہی فساد صوم کی کذا فی البدائع یعنے جب فقہانے تصریح کردی کہ داخل ہونے والی چیزوں سے اگر کچھ جدا ہوگا تو روزہ جائیگا
نہیں تو نہیں اس سے معلوم ہوا کہ چیز کا پیٹ میں رہجانا شرط ہی کذا فی الطحاوی او ادخل اصبعہ الیابسۃ فیہ ای دبرہ ام فرجہا

ولو ابتلاع فسد او روزہ نہیں جاتا اگر سوکھی انگلی دبر میں داخل کی یا عورت نے اپنی فرج میں ، اور اگر انگلی تر ہو تو فاسد ہو کلام دخل کی ضمیر شخص سے عام
ہے جسمین کچھ فرق نہیں جو شامل ہے مذکر و مونث کو قال الشامی ولو ادخلت قطنۃ ان غابت فسد وان بقی طرفہا فی فرجہا الخارج لا ، اور اگر عورت
نے اپنے اندر روئی رکھی اگر غائب ہو گئی تو روزہ ٹوٹ گیا اور اگر ایک جانب فرج خارج میں نکلی ہوئی رہی تو نہیں ٹوٹا ولو بالغ فی التنجی
حتی بلغ موضع الحقنۃ فسد وہذا قلما یکون ولو کان فیورث داء عظیما ، اور اگر استنجا میں مبالغہ کیا یہانتک کہ پانی حقنہ کی جگہ تک پہنچ گیا تو
روزہ فاسد ہو گیا اور یہ بہت کمتر ہوتا ہے اور اگر واقع ہو تو بیماری سخت کا موجب ہوتا ہے موضع حقنہ سے مراد وہ جگہ ہے جہاں
دوا اس کے وسیلہ سے امعا میں پہنچتی ہے او نزع المجامع حال کونہ ناسیا عند ذکرہ وکذا عند طلوع الفجر وان امنی بعد النزع لانہ کالاحتلام
یا جماع کرتا تھا بھول کر پھر نکال لیا یاد آتے ہی یعنی اس سے روزہ نہیں جاتا ایسا ہی روزہ نہیں ٹوٹتا اگر قبل الفجر جماع کیا پھر نکال لیا
فجر ہوتے ہی اگرچہ منی نکلی ہو نکالنے کے بعد کیونکہ یہ بمنزلہ احتلام کے ہے ولو مکث حتی امنی او لم یمکث لکن حرک نفسہ قضی وکفر اور اگر
ٹھہرا رہا یہانتک کہ منی خارج ہو گئی اور حرکت نہیں کی تو صرف قضا لازم ہے اور اگر اپنے نفس کو حرکت دی اور منی خارج ہوئی تو قضا اور
کفارہ دونوں لازم ہیں ثم حتی امنی فساد کی شرط نہیں ہے صرف کفارہ کے حکم بیان کرنیکے لیے ذکر کیا ہے شارح نے یہان صرف روایت وجوب کفارہ کا
ذکر کیا ہے حالانکہ فتح القدیر وغیرہ مین دونون روایتین ذکر کی ہیں بدون ترجیح کے اور بدائع میں ہے کہ عدم الفساد اس صورت مین کہ نکال لے
ہی یاد آتے ہی یا طلوع فجر کے لیکن جب نہ نکالا اور اسی حالت پر باقی رہا تو اسپر قضا ہی کفارہ نہیں ظاہر الروایت مین اور روایت ہے امام ابو یوسفؒ
سے کہ کفارہ صرف طلوع فجر مین واجب ہے نہ یاد آنیکی صورت مین اسواسطے کہ ابتدا جماع قصدا تھی اور جماع ابتدا و انتہا ایک ہی ہے تو جماع بالقصد
سے کفارہ واجب ہوا اور وجہ ظاہر الروایت کی یہ ہے کہ کفارہ واجب ہوتا ہے روزہ کے توڑنے سے اور توڑنا ہوتا ہے بعد وجود کے اور دوام جماع مین
مشغول رہنا وجود صوم کو منع کرتا ہے پس چونکہ توڑنا صوم کا متحقق نہوا اسلیے کفارہ بھی لازم نہ آیا انتہی پس یہ عبارت دلالت کرتی ہے کہ عدم وجوب
کفارہ یاد آنے کی صورت مین متفق علیہ ہے کیونکہ ابتدا جماع اس صورت مین عمدا نہ تھی اور جماع فعل واحد ہے پس اسوجہ سے شبہہ آگیا اور دوسری وجہ
یہ ہے کہ اسمین شبہہ ہے خلاف امام مالک کے یعنی انکے نزدیک بھولکر کھانے یا جماع سے بھی روزہ جاتا رہتا ہے اب اگر قصدا جماع کریگا تو انکے نزدیک
کفارہ نہیں غرضکہ خلاف صرف طلوع فجر مین ہے نہ یاد آنے کی صورت مین اور ظاہر الروایت کی وجہ کی تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ تحریک نفس اور غیر
تحریک مین کچھ فرق نہیں ہے قال الشامی کما لو نزع ثم اولج جیسا کفارہ واجب ہے اگر نکال لیا پھر داخل کیا ام یعنی دونون مسئلون مین کیونکہ خلاصہ
مین ہے اگر یاد آنے پر نکال لیا پھر عود کیا تو کفارہ واجب ہے اور ایسا ہی مسئلہ صبح کا الخ لیکن مسئلہ مذکور مین چاہیے کہ کفارہ نہو جیسا معلوم
ہو چکا کہ اسمین شبہہ خلاف امام مالک کا ہے اور شاید یہ دوسرے قول پر مبنی ہو جسمین اعتبار انکا نہین ہے او رمی اللقمۃ من فیہ عند ذکرہ
او طلوع الفجر ولو ابتلعہا ان قبل اخراجہا کفر وبعدہ لا یا پھینک دیا لقمہ اپنے منہ مین سے روزہ یاد آتے ہی یا فجر ہوتے ہی روزہ نہین
جاتا اور اگر نگل لیا اس طرح کہ منہ مین سے نہین نکالا اور نگل گیا تو کفارہ لازم ہے اور اگر منہ سے نکال کر نگلے ہوئے کو کھا گیا تو
کفارہ لازم نہین ہے کیونکہ طبیعت اس سے نفرت کرتی ہے اور یہی اصح ہے جیسا شرح وہبانیہ مین محیط سے منقول ہے قال الشامی او جامع
فیما دون الفرج ولم ینزل یعنی فی غیر السبیلین کسرۃ وفخذ یا جماع کیا غیر فرج مین یعنی قبل اور دبر کے سوا یعنی دوسری جگہ مین مثل
ناف اور ران کے اور انزال نہوا تو روزہ نہ جائیگا ام یہان مراد فرج سے قبل اور دبر دونون ہین اسواسطے کہ فرج اگرچہ دبر کو
شامل نہین لغۃ لیکن باعتبار حکم کے شامل ہے کیونکہ مغرب مین کہا ہے کہ فرج آگے کا عضو مخصوص مرد اور عورت کا ہے باتفاق اہل لغت کے

پھر کہا ہے کہ قبل اور دبر دونوں فرج میں حکم میں قالہ الشامی وکذا الاستمناء بالکف وان کرہ تحریما لحدیث ناکح الید ملعون اور ایسا ہی منی نکالنا
ہاتھ سے غیر مفسد ہے اگرچہ مکروہ تحریمی ہے بموجب حدیث ناکح الید ملعون کے م یہ حکم اس صورت میں ہے کہ انزال نہو لیکن اگر انزال ہو تو قضا
لازم ہوگی جیسا المفطرات میں تصریح آویگی اور یہی مختار ہے مگر شارح کے کلام سے قیاد و انزال آتا ہے بقرینہ ما بعد کے پس یہ مبنی ہے غیر مختار پر قالہ
الشامی ولو خاف الزنی یرجی ان لا وبال علیہ اور اگر زنا کے خوف سے منی ہاتھ سے نکالی ہو تو توقع ہے خدا سے کہ اس فعل کا اس پر کچھ وبال نہو م
سراج میں ہے کہ اگر اس فعل سے ارادہ تسکین شہوت مفرطہ کا ہے جو دل کو احاطہ کر رہی ہے اور یہ شخص بے نکاح ہے نہ بی بی ہے نہ باندی ہے لیکن
اس تک پہونچنے کی قدرت نہیں تو ابو اللیث نے کہا ہے کہ میں توقع رکھتا ہوں کہ اس پر وبال نہو لیکن جس صورت میں کہ مزہ لینے کے لیے کریگا تو
گنہگار ہوگا کذا فی الشامی او ادخل ذکرہ فی بہیمۃ او میتۃ من غیر انزال یا اپنا عضو مخصوص کسی چوپایہ میں داخل کیا یا انسان مردہ میں بغیر
انزال کے یعنی اس سے صوم نہیں جاتا اگر انزال ہوگا تو قضا لازم ہوگی او مس فرج بہیمۃ او قبلہا فانزل یا کسی جانور کی پیشابگاہ کو ہاتھ لگایا
یا اسکا منہ چوم لیا پھر انزال ہوا م یعنی باوجود انزال کے اس صورت میں روزہ نہیں جاتا تو بغیر انزال بطریق اولی نجاویگا اور بحر اور
زیلعی وغیرہ میں اجماع نقل کیا ہے کہ روزہ نہیں جاتا اس صورت میں اگرچہ انزال بھی ہو جاوے قالہ الشامی او اقطر فی احلیلہ ماء او دہنا
وان وصل الی المثانۃ علی المذہب یا ٹپکایا اپنے عضو کے سوراخ میں پانی یا تیل اگرچہ مثانہ تک پہونچ جاوے صحیح مذہب پر م یعنی اس سے بھی
روزہ نہیں جاتا یہ قول ہے ابو حنیفہ رح کا اور محمد رح بھی انکے ساتھ ہیں اظہر روایت کے موافق اور ابو یوسف رح کہتے ہیں کہ روزہ جاتا رہتا ہے اور
اختلاف مبنی ہے اس بات پر کہ مثانہ اور جوف میں منفذ ہے یا نہیں اور ظاہر یہ ہے کہ آپس میں منفذ نہیں اور پیشاب آتا ہے براہ مسامات مثل
عرق کے جمع ہوتا ہے اطبا ایسا ہی بیان کرتے ہیں زیلعی اس سے معلوم ہوا کہ پانی یا تیل اگر ذکر کی نلی میں رہجاوے تو بالاتفاق روزہ فاسد نہوگا
قالہ الشامی واما فی قبلہا فمفسد اجماعا لانہ کالحقنۃ لیکن پانی یا تیل عورت کی شرمگاہ میں ڈالنا روزہ کا مفسد ہے بالاجماع کیونکہ وہ مانند حقنہ کے ہے
او اصبح جنبا وان بقی کل الیوم او اغتاب من الغیبۃ یا حالت جنابت میں صبح ہو گئی اگرچہ تمام روز جنب میں رہا یا غیبت کی تب بھی روزہ نہیں جاتا
او دخل انفہ مخاط فاستشمہ فدخل حلقہ وان نزل الراس انفہ یا داخل ہوا اسکی ناک میں یعنی مغز سے اتر آیا رینٹ پھر اوپر کو کھینچ لیا پس
حلق میں چلا گیا اگرچہ ناک کی پھننگ تک آجاوے م یعنی ان سب سے روزہ فاسد نہیں ہوتا کما لو ترطب شفتاہ بالبزاق عند الکلام ونحوہ فابتلعہ
او سال ریقہ الی ذقنہ کالخیط ولم ینقطع فاستشفہ جیسا اگر تر ہو جاویں ہونٹھ تھوک سے بات کرنے وغیرہ میں پھر اسکو نگل جاوے یا بہہ
جاوے لعاب اسکا ٹھوڑی تک مثل دھاگے کے اور تار نہ ٹوٹے پھر اسکو سانس سے چڑھا لیوے م بعض نسخ میں فاستنشقہ ہے
استنشاق سے اور وہ مناسب نہیں کیونکہ استنشاق ناک سے ہوتا ہے ولو عمدا خلافا للشافعی فی انہ قادر علی مج النخامۃ فینبغی الاحتیاط اگرچہ
چڑھا لینا یا کھینچ لینا رینٹ اور تھوک کا بالقصد ہو یعنی ان سے روزہ نہیں جاتا برخلاف امام شافعی رح کے اس میں جو قدرت رکھتا ہے کھنکار کے پھینک دینے
کی یعنی باوجود قدرت کے اگر نگل جاویگا تو انکے نزدیک روزہ فاسد ہو جاویگا پس احتیاط چاہیے م کیونکہ اختلاف کی رعایت مندوب ہے اور
یہ فائدہ ابن شحنہ نے بیان کیا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر بلغم نگل جاوے بعد اسکے کہ کھنکارنے کے باعث حلق سے منہ میں
آگیا ہے تو ہمارے نزدیک روزہ فاسد نہیں ہوتا قالہ الشامی او ذاق شیئا بفمہ وان کرہ یا چکھی کوئی چیز منہ سے اگرچہ چکھنا مکروہ ہے
لم یفطر جواب الشرط نہیں ٹوٹتا روزہ ان صورتوں مذکورہ میں شارح نے کہا کہ لم یفطر جواب ہے شرط کا جو شروع باب میں
مذکور ہے یعنی اذا اکل الخ وکذا لو فتل الخیط ببزاقہ مرارا ان بقی فیہ عقدۃ البزاق اور یہی حکم ہے اگر دھاگا بانٹا تھوک میں

اڈالے تو روزہ ٹوٹ جائیگا اور اگر یہ تین حکم متعلق رہنے کی صورت میں ہیں جب تک باقی رہے اور اگر ... کی حالت میں تھوک وغیرہ نگل جاوے تو مستحب ہے کہ روزہ پورا کرے

اگر چہ لعاب تھوک کی تحقیق ناک میں کہ مثل دوسرے تو روزہ نہ جاوے گا اور نہ وہی کی تعلیم میں ہے کہ روزہ جاتا رہتا ہے کذا فی التمہید ولہ اشامی الا

ان یکون لعابا ذا فضل ہو تو فی رطوبة و انتقل ذا اگر کوئی چیز ہو کہ اس میں دیر تک تھوک میں نہ ہو اور اسکو نگل جاوے اور روزہ دار ہو

تو اس صورت میں روزہ ٹوٹ جاویگا ونظمہ ابن الشحنة فقال سے کبرہ بل خیطا بالریق فاقرہ با ونہ لرق فیہ لا تنبیہ ہو وا سکو ابن شحنہ

نے نظم کیا ہے اور کہا کہ بار بار تاگا جگونے والا تھوک میں باشٹ ہوئے نہیں نقصان اٹھاتا ہے تاگا منہ میں داخل کرنے سے یعنی صوم فاسد

نہیں ہوتا مکرر بعد امتنان ہے اور بالریق متعلق بل کے اور بادغالہ متعلق خبر کے ہے ومن بعضہم ان بلع الریق بعد اخراجہ فیہ لو دفیہ

یٹھیرنے اور بعض مشائخ سے مروی ہے کہ اگر تھوک نگل جاوے بعد تکرار ادخال کے تو روزہ کو نقصان کرتا ہے جیسا تاگا کہ اسکی رنگت تھوک میں

ظاہر ہو جیسا کہ نقصان تاگا کا روزہ توڑتا ہے اور اسمیں خلاف نہیں ہے اور توڑنے کی ضمیر صبغ کی طرف پھیرتی ہے اور فیہ کی ضمیر ریق کی طرف اور

یہ متعلق ہے ٹھیرنے کذا فی الطحطاوی وان افطر خطاء کان تمضمض فسبقه الماء او شرب نائما او تسحر او جامع علی ظن عدم الفجر اور اگر افطار کیا خطا

ست جیسے کلی کی اور منہ میں پانی چلا گیا یا پی لیا سوتے میں یا سحری کی یا جماع کیا اس گمان پر کہ صبح نہیں ہوئی ہے ان افطر الخ شرط ہے اسکی جزا

آگے مذکور ہوگی یعنی قضا فقط اور یہاں سے شروع ہے قسم ثانی کا یعنی جس سے قضا لازم آوے نہ کفارہ اور خطا سے افطار کرنے کے یہ معنی

کہ ایسا فعل مقصود کرے جس سے روزہ ٹوٹ جاوے لیکن قصد روزہ توڑنے کا نہو کذا فی النہر عن الفتح حاصل یہ کہ اگر کلی کرتے ہوئے پانی حلق میں

چلا گیا پس اگر روزہ یاد ہے تو جاتا رہا نہیں تو نہیں جاتا اور سوتے کو مخطی ٹھیرانے میں یہ کلام ہے کہ نائم کا فعل قصداً نہیں ان نہر میں البتہ تصریح کی ہے کہ

مکرہ اور نائم مخطی ہے مانند بھول جانے والے کے حکم میں نہیں کیونکہ نائم اور مجنون کا ذبیحہ حلال نہیں اور بسم اللہ بھولنے والے کا ذبیحہ حلال ہے کذا فی البحر

عن الخانیہ زیلعی نے کہا کہ اسکے معنی یہ ہیں کہ نسیان عذر سمجھا گیا بسم اللہ نہ کرنے میں بخلاف نوم اور جنون کے سوا اسی طرح مفطرات میں نسیان مذہب

کیونکہ اکثر واقع ہوتا ہے اور ذبح کرنا اور مفطرات کا استعمال کرنا حال نوم میں یا جنون میں نادر الوقوع ہے اسلیے نسیان کے ساتھ لاحق ہوا قالہ الشامی او جبر

مکرہا یا اسکے حلق میں کوئی چیز ڈالی جاوے بزور حلق میں ڈالنا شرط نہیں ہے بلکہ اگر کھا لیا یا پی لیا زبردستی سے تب بھی روزہ فاسد ہو جاویگا پس لفظ اوجر

اگر ساقط کیا جاوے تو بہتر ہے تاکہ شامل ہو صورت مذکورہ کو اور شامل ہو اس اکراہ کو کہ جماع پر کیا گیا ہو قالہ الشامی او نائما یا حلق میں ڈالی جاوے کوئی چیز

سونے کی حالت میں یعنی تب بھی قضا لازم ہوگی واما حدیث رفع الخطاء فالمراد رفع الاثم اور وہ حدیث جسمیں خطا کے رفع کا ذکر ہے پس اس سے مراد

رفع گناہ کا ہے وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے رفع عن امتی الخطاء والنسیان وما استکرہوا علیہ امام شافعی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ

مخطی اور مکرہ کا روزہ قائم رہتا ہے کیونکہ وہ مانند بھولنے والے کے مرفوع القلم ہیں اسکے جواب کی تقریر یہ ہے کہ حکم بیان سے تصحیح کلام کے یہ مقدر ہے

تو اقتضاء ثابت ہے اور مقتضی کے لیے عموم نہیں ہوتا یعنی جب رفع اثم مراد ہوا کہ حکم آخروی ہے تو دوسرے معنون کا ارادہ یعنے حکم دنیاوی کا

کہ فساد صوم ہے درست نہیں اور بھولنے والے کا روزہ جو سلامت رہتا ہے تو وہ دوسری حدیث کی جہت سے ہے کہ آپ نے فرمایا جو شخص

بھول جاوے اور روزہ سے ہو پھر کھالے یا پی لے تو چاہیے کہ وہ اپنا روزہ پورا کرے کیونکہ اللہ تعالے نے اسکو کھلا پلا دیا اور نہ قیاس

انکا بھی یہی چاہتا تھا کہ روزہ فاسد ہوتا اور اسکی بحث مطولات اور اصول میں ہے وفی التحریر المواخذة بالخطاء جائزة عندنا خلافا للمعتزلة اور

تحریر میں ہے کہ خطا پر مواخذہ ہمارے نزدیک جائز ہے یعنی عقلاً کما فی شرح التحریر برخلاف معتزلہ کے او اکل او جامع ناسیا

او احتلم او انزل بنظر او ذرعه القی فظن انه افطر فاکل عمدا للشبهة یا کھایا یا جماع کیا بھولکر یا احتلام ہو گیا یا انزال ہو گیا نظر

یا قے آگئی اور ان صور مذکورہ مین اُسنے گمان کیا کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر جانکر کھا لیا یا جماع کیا تو قضا لازم ہوگی نہ کفارہ شبہہ کی جہت سے
ہم یعنی کفارہ اس جہت سے لازم نہین ہوا کہ گمان اشتباہ کی صورت مین ہوا اسلیے کہ کھانا پینا جماع کرنا سہو سے مشابہ ہو کھانے پینے
جماع کرنے قصدی کے تو جیسے قصدی جماع سے روزہ ٹوٹ جاتا ہو اُسنے جماع سہو کو اُسی پر گمان کرلیا اور شبہہ اختلاف علما کا بھی ہو کیونکہ امام مالک
کہتے ہین کہ روزہ جاتا رہتا ہو بھولکر کھانے سے اور قے آنا مشابہ ہو قصداً قے کرنے کو اور ایسا ہی ہو احتلام کیونکہ آخر خروج منی کا ہو شہوت سے پس
قضاء شہوت عمداً کے مشابہ ہو اور اگر وہ جانتا ہو کہ ان امور سے روزہ نہین گیا پھر کھا لیا تو بیشک کفارہ بھی لازم آویگا کیونکہ نہ شبہہ خلاف کا ہو نہ اشتباہ
کا کذا فی الشامی ولو علم عدم فطرہ لزمہ الکفارۃ الا فی مسالۃ المتن فلا کفارۃ مطلقا علی المذہب لشبہۃ خلاف مالک خلافا لہما کما فی المجمع وشروحہ فقید الظن انما
ہو للبیان لا للاتفاق اور اگر جانتا ہو کہ روزہ نہین ٹوٹا تو اُسکو کفارہ لازم ہو مگر متن کے مسئلہ مین یعنی جب بھولکر کھاوے یا جماع کرے پھر جانے
کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر کھالے قصداً کیونکہ اسمین کفارہ نہین ہر صورتمین صحیح مذہب پر یعنی افطار کا علم ہو یا نہو بخلاف قول صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک متن
کے مسئلہ مین بھی کفارہ لازم ہو جب جانتا ہو کہ روزہ نہین ٹوٹا جیسا مجمع اور اسکی شروح مین ہو پس ظن کی قید واسطے بیان مسئلہ متفق علیہ کے ہو نہ واسطے
احتراز مسئلہ علم کے او احتقن او استعط فی انفہ شیأ او اقطر فی اذنہ دہنا یا حقنہ کرایا یا ناک کی راہ کوئی چیز چڑھالی یا ٹپکایا کان مین تیل او داوی
جائفۃ او آمۃ فوصل الدواء حقیقۃ الی جوفہ و دماغہ جائفہ اُس زخم کو کہتے ہین جو جوف تک پہونچے یا پار ہوجاوے اور آمہ اُس زخم کو کہتے ہین جو
ام الدماغ یعنی دماغ کی جھلی تک پہونچ جاوے ہڈی توڑ کر یعنی یا دوا کی جائفہ کی یا آمہ کی پھر پہونچی دوا حقیقت مین جوف تک جائفہ مین اور
دماغ تک آمہ مین ہم بحر مین کہا ہو کہ تحقیق یہ ہو کہ درمیان جوف راس اور جوف معدہ کے منفذ اصلی ہو پس جو چیز سر مین پہونچی ہو وہ پیٹ تک پہونچ جاتی ہو اور
حقیقت مین دوا پہونچنے سے اشارہ ہو اس بات کی طرف کہ جو ظاہر الروایت مین واقع ہوا ہو کہ فساد دواے تر کے ساتھ مقید ہو یہ عادت پر مبنی ہو کہ دواے تر
پہونچ جاتی ہو نہ خشک ورنہ فی الحقیقت وصول معتبر ہو یہانتک کہ اگر جانے کہ خشک دوا پہونچ گئی تو فاسد ہوگا یا جانے کہ دواے تر نہین پہونچی تو فاسد
نہوگا اور خلاف اس صورت مین ہو کہ معلوم نہو یقینًا تو تر کی صورت مین فاسد ہوگا امام کے نزدیک نظراً للعادۃ اور صاحبین کے نزدیک نہین کذا افادہ فی الفتح
قالہ الشامی او ابتلع حصاۃ ونحوہا مما لا یاکلہ الانسان او یعافہ او یستقذرہ یا کنکری وغیرہ نگل گیا یعنی ایسی چیز جسکو انسان نہین کھاتا ہو یا مکروہ جانتا ہو
یا نفرت کرتا ہو ہم کنکر وغیرہ کے کھالینے مین قضا واجب ہو کیونکہ صورۃ افطار موجود ہو اور کفارہ لازم نہین آتا کیونکہ معنی افطار نہین پایا گیا یعنی جوف مین پہونچنا
ایسی چیز کا جسمین نفع بدن کا ہو غذا ہو یا دوا اسلیے کفارہ منتفی ہوا قالہ الشامی عن النہر ونظمہ ابن الشحنہ فقال ؎ ومستقذر مع غیر ماکول مثلنا ٭ فنفی الکلہ
التکفیہ یلفی ومہجر ٭ اور اسکو ابن شحنہ نے نظم کیا ہو اور کہا جو شے کہ طبیعت اس سے نفرت کرتی ہو اور غیر ماکول ہو نوع انسانی کا تو اُسکے کھانے مین کفارہ
نہو اور چھوڑدی ہو او لم ینو فی رمضان کلہ صوما ولا فطرا مع الامساک لشبہۃ خلاف زفر یا نیت نہ کی تمام رمضان مین نہ روزہ کی نہ افطار کی باوجود امساک
کے کیونکہ اسمین خلاف زفر کا ہو ہم یعنی صرف قضا لازم ہو کفارہ اسواسطے نہین کہ امام زفر کا اختلاف ہو کہ اُنکے نزدیک وہ صائم ہو کیونکہ اُنکے نزدیک
صحت واقامت وامساک چاہیے گو نیت نہو اور تعلیل مین اولی یہ ہو کہ بیان کیا جاوے کہ عدم نیت کی جہت سے صوم ہی متحقق نہوا جسکے توڑنے سے
کفارہ لازم آتا اور تمسک شبہہ کے ساتھ تو اصل کے تحقق کے بعد ہوتا ہو جیسا مسئلہ آیندہ مین ہو قالہ الشامی او اصبح غیر ناو للصوم فاکل عمدا ولو بعد النیۃ
قبل الزوال لشبہۃ خلاف الشافعی یا صبح کی اس حال مین کہ نیت صوم کی نہین کی پھر جانکر کھا لیا اگرچہ زوال سے پہلے نیت کرنیکے بعد کھایا ہو تو قضا لازم ہو
نہ کفارہ بسبب شبہ خلاف شافعی کے ہم کیونکہ صوم اُنکے نزدیک نہین صحیح دن کی نیت سے جیسا مطلق نیت سے بھی نہین صحیح ہو تو اُنکے نزدیک روزہ ہی نہین
جسکے توڑنے سے کفارہ لازم آوے قالہ الحلبی ومفادہ ان الصوم مطلق النیۃ کذلک اور اس سے یہ مستفاد ہوا کہ روزہ کا حکم مطلق نیت کے ساتھ بھی یہی ہو

او داخل حاقنہ سے ادویہ پہنچ جائے ... بحر میں ہے اور یہی اصح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الفتح ... الحقنۃ ... اگر مرد کے ذکر میں کوئی چیز ڈالی گئی

القطرۃ ... اگر عورت نے اپنی شرمگاہ میں کوئی چیز ڈالی ... تو روزہ فاسد ہو جائیگا ... یا دوا کا قطرہ نسوں کے اسی قدر تک داخل نہ ہوا کہ ... نہیں

ہے تو فاسد نہیں ... فلو دخل فی ... حتی ... والقطرۃ ... دو قطروں سے زیادہ میں اگر شہوت کے ساتھ

ہوا ... اور اگر نکل جاوے تو روزہ ٹوٹ جاویگا اور نہیں ٹوٹیگا کذا فی الخلاصہ یعنی ایک دو قطرہ داخل ہوا ... یہ

منہ کی کسی جگہ میں یا یا جاوے لیکن قلت کی وجہ سے حلق تک نہیں پہنچ سکتے متفرق ہو جاتے ہیں قال الشامی او وطی امرأۃ میتۃ یا وطی کیا

مردہ عورت کے ساتھ ... اور اسکے مابعد میں کفارہ لازم نہ آیا اس وجہ سے کہ کفارہ کے لزوم کے لیے مثل پوری شہوت والا ...

او صغیرۃ لا تشتہی ... کی لڑکی غیر مشتہاۃ کے ساتھ کذا فی النہر او بہیمۃ او فخذا او بطنا او قبل ولو قبلۃ فاحشۃ بان یدغدغ او یمص شفتیہا او ران

کی جانب کے ساتھ یا ران میں یا پیٹ میں یا بوسہ لیا اگرچہ بوسہ فاحشہ ہو یعنی اسطرح کہ گدگدا وے یا عورت کے ہونٹوں کو چوسے مرد کے بوسہ کا ذکر کیا

کیونکہ اگر عورت مرد کا بوسہ لے اور لذت انزال کی پاوے اور رطوبت ظاہر نہ پاوے تو عورت کا روزہ ٹوٹ جاویگا ابو یوسف کے نزدیک برخلاف

قول امام محمد کے اور یہی حکم مس میں ہے کذا فی البحر عن المعراج اور رطوبت سے مراد شاید یہ ہوگا کہ منا ہو یا فرج کا بوسہ اور قاموس میں ہے کہ دغدغہ ایک حرکت

اور کدکدانا ہے بغل اور تلوے وغیرہ میں قال الشامی او لمس ولو بحائل لا یمنع الحرارۃ یا چھوا آدمی کو اگرچہ ایسی چیز کی آڑ سے ہو جو وصول حرارت کو

مانع نہ ہو آدمی کی قید اسواسطے بڑھائی کہ اگر مس کیا فرج بہیمہ کو اور انزال ہو گیا تو روزہ فاسد نہیں ہوتا بالاتفاق اور آڑ میں قید لمنع حرارت ہونیکی

اسلیے ہے کہ اگر عورت کو چھوا سے کپڑوں میں اور حرارت جلد کی محسوس نہ ہو تو روزہ نجاویگا او استمنی بکفہ او مباشرۃ فاحشۃ ولو بین المرأتین یا منی نکالی

اپنے ہاتھ سے یا اپنی بی بی کے ہاتھ سے کذا فی السراج یا مباشرت فاحشہ سے اگرچہ دو عورتوں میں ہو اور مباشرت فاحشہ یہ کہ دونوں ننگے ہوں اور

دونوں کی فرج ملی ہوں اور یہ قید اتفاقی نہیں ہے اور یہی حکم متلمح الذکر کا ہے عورت کے ساتھ قال الرملی کذا فی الشامی فانزل قید للکل حتی لو لم ینزل

لم یفطر کما مر چنانچہ انزال ہو گیا یہ قید سب مسائل میں یعنی وطی امرأۃ سے آخر تک یہانتک کہ اگر انزال نہ ہوا تو روزہ فاسد نہیں ہوا جیسا سابق مذکور

ہوا یعنی او جامع فیما دون الفرج ولم ینزل الخ او افسد غیر صوم رمضان ادا لاختصاصہا بہتک رمضان یا فاسد کر دیا کوئی روزہ سوائے رمضان

کے روزہ ادا کے تو قضا لازم ہے نہ کفارہ کیونکہ کفارہ رمضان ہی کے ہتک کیواسطے مخصوص ہے یعنی رمضان میں روزہ نہ رکھنا یہ جنایت کاملہ ہے اور روزے

وجوب کفارہ میں اسکے ساتھ لاحق نہیں ہو سکتے کیونکہ کفارہ اسی میں وارد ہوا ہے خلاف قیاس قال الشامی او وطئت نائمۃ او مجنونۃ بان اصبحت صائمۃ

فجنت یا جماع کی گئی عورت سوتی ہوئی یا درحالت جنون یعنی اسطرح کہ پہلے بحالت افاقت صبح کیوقت روزہ سے تھی پھر مجنون ہو گئی ہم نے جو کہا یہی

حکم ہے جب رات سے نیت کی تھی پھر مجنون ہو گئی رات ہی کو اور وطی واقع ہوئی دن کو یا قبل ضحوۂ کبریٰ کے روزہ کی نیت کی پھر مجنون ہو گئی پھر وطی

واقع ہوئی او تسحر او افطر یظن الیوم ای الوقت الذی اکل فیہ لیلا والحال ان الفجر طالع والشمس لم تغرب لف ونشر یا سحری کھائی یہ گمان کر کے

کہ ابھی رات ہے حالانکہ صبح ہو گئی یا افطار کیا اس خیال سے کہ رات ہو گئی حالانکہ آفتاب نہیں ڈوبا تو قضا لازم ہے شارح نے کہا کہ ماتن کی عبارت میں لف

ونشر مرتب ہے اسلیے مترجم نے ترجمہ اسکے مطابق کیا اور یوم سے مراد وہ وقت ہے جسمیں روزہ دار نے کھایا ویکفی الشک فی الاول دون الثانی در

کافی ہے اسقاط کفارہ کے لیے شک اول صورت میں یعنی سحر کھانے کی صورت میں نہ دوسری صورت یعنی افطار میں اسلیے کہ اول صورت میں رات کا ہونا

اصل ہے اور اسکے خروج میں شک ہے اور دوسری صورت میں دن کا ہونا اصل ہے اور غروب میں شک ہے تو غروب میں شک کا ہونا اسقاط کفارہ کو کافی نہ ہوگا

چنانچہ شارح کہتا ہے عملا بالاصل فیہما یعنی دونوں صورتوں میں اصل پر عمل کرنے سے ہم اسلیے کہ اول صورت میں اصل بقائے شب ہے سو کفارہ واجب نہ ہوا اور

ثانی مین اصل بقاء روزہ ہو پس انمین ایک روایت پر کفارہ واجب ہوا قالہ الشامی ولو لم یتبین الحال لم یقض فی ظاہر الروایۃ اور اگر حال منکشف نہو تو قضا
لازم نہین ظاہر الروایت مین ہم یعنی جس صورت مین کہ بقاء شب کا گمان ہو یا شک ہو یا سحر کھاوے اور یقین صبح ہونے کا نہو تو قضا بھی لازم نہین کیونکہ
اصل یہ ہو کہ شب باقی ہو پس خروج شک سے ثابت نہوگا کذا فی البحر والمسالۃ تتفرع علی ستۃ وثلثین محلہا المطولات اور مسئلہ نکل سکتا ہو ۳۶ طور پر
انکے ذکر کی جگہ بڑی کتابین ہین ہم نہر مین مذکور ہو کہ مسئلہ مذکورہ اسطرح نکلتی ہین کہ یہان دو چیزین ہین ایک مباح کرنے والی افطار کی چیزون کی یعنی
رات کا ہونا دوم حرام کرنیوالی یعنی دن کا ہونا تو ان دونون مین سے ہر ایک مین یا گمان غالب ہو یا صرف گمان ہو یا شک ہو تو یہ چھ ہوئین پھر
انمین سے ہر ایک کی تین قسمین ہین یا یہ کہ جو کچھ اسنے سمجھا وہی صحیح نکلا یا غلط یا کچھ حال صحت وغلطی منکشف نہوا اور ان اٹھارہ قسمون مین سے ہر ایک
یا ابتداء صوم مین یعنی سحر کے وقت ہو یا انتہاء صوم مین یعنی افطار کے وقت سو یہ ۳۶ ہوئین اور اسمین نظر ہو کیونکہ تقسیم اول مین فرق کیا ہو
ظن مین اور غلبہ ظن مین اور اسمین کچھ فائدہ نہین کیونکہ یہ دونون احکام مین متحد ہین اگرچہ مفہوم مختلف ہون اسواسطے کہ ایک جانب کے راجح ہونے کو
ظن کہتے ہین پس اگر وہ ترجیح زیادہ ہو کہ قریب یقین کے ہووے تو اسکو غلبہ ظن اور اکبر رائے بولتے ہین اسی جہت سے بحر مین ۲۴ قسمین کی ہین پھر نہر اور
بحر دونون پر یہ اعتراض ہوتا ہو کہ شک کو دوبار شمار کرنیکی کوئی وجہ نہین ہو کہ مباح کرنیوالی چیزین بھی لیا جاے اور حرام کرنیوالی مین بھی کیونکہ جب
ایک مین شک ہوا تو دوسری مین شک یقینا ہوگا اسی جہت سے کہ شک مین دونون طرفین برابر ہوتی ہین بخلاف ظن کے پس تقسیم صحیح اس طرح
کرنی چاہیئے کہ یا وجود مبیح کا ظن ہو یا وجود محرم کا ظن ہو یا شک ہوا اور ہر ایک انمین سے یا ابتداء صوم مین ہو یا انتہا مین اور یہ چھ صورتین یا یہ کہ
منکشف ہوجاوے وجود مبیح کا یا وجود محرم کا یا نہ منکشف ہو پس یہ اٹھارہ ہوے تو ابتداء صوم مین اور نو انتہا مین اسیواسطے زیلعی نے سواے اٹھارہ
کے اور نہین ذکر کین اور انہین کے احکام بیان کیے یعنی اگر سحر کھائی رات کے گمان سے پس اگر رات ظاہر ہوئی یا کچھ ظاہر نہوا تو اسکے ذمہ کچھ لازم نہین اور
اگر معلوم ہوا کہ فجر طلوع ہوگئی تو اسپر صرف قضا ہو اور یہی حال ہو جب رات مین شک ہوا اور اگر سحر کھائی طلوع فجر کے گمان پر پس اگر واضح ہوا کہ فجر ہوگئی تب
اسکے ذمہ صرف قضا ہی ہو اور اگر کچھ منکشف نہوا تو اسکے ذمہ کچھ نہین ظاہر الروایت مین اور کہا گیا ہو کہ قضا کرے احتیاطا اور اگر واضح ہوا کہ ابھی رات تھی تو اسکے
ذمہ کچھ نہین پس یہ نو صورتین ابتداے صوم مین ہوئین اور اگر گمان کیا کہ سورج غروب ہوگیا پس اگر عدم غروب واضح ہوا تو اسپر صرف قضا ہو اور اگر
غروب واضح ہوا یا کچھ واضح نہوا تو اسکے ذمہ کچھ لازم نہین اور اگر غروب مین شک ہوا پس اگر کچھ واضح نہوا تو اسپر قضا ہو اور لزوم کفارہ مین دو
روایتین ہین اور اگر موجود ہونا شمس کا پایا گیا تو اسپر قضا اور کفارہ دونون لازم ہین اور اگر ظاہر ہوا کہ آفتاب غروب ہوگیا تو کچھ لازم نہین اور
اگر گمان کیا تھا عدم غروب کا پھر ظاہر ہوا عدم غروب یا کچھ ظاہر نہوا تو اسپر قضا اور کفارہ دونون ہین اور اگر غروب منکشف ہوا تو کچھ لازم نہین
اور یہ نو انتہا مین ہوئین حاصل یہ ہو کہ اٹھارہ مین سے دس صورتون مین کچھ لازم نہین ہو یعنی نہ قضا لازم ہو نہ کفارہ اور چار صورتون مین
صرف قضا لازم ہو اور چار صورتون مین قضا اور کفارہ دونون لازم ہین کذا فی الشامی عن الحلبی قضی فی الصور کلہا فقط تمام صور
مذکورہ مین صرف قضا کرے کفارہ لازم نہین ہم صور کلہا سے مراد وہ ہین جو مذکور ہوئین وان افطر خطاء الخ نہ تفریع کی صورتین جو پہلے
بیان کین کذا فی الشامی کما لو شہدا علی الغروب وآخران علی عدمہ فافطر فظہر عدمہ اسی طرح صرف قضا لازم ہو اگر شہادت دی
دو شاہدون نے غروب پر اور دو نے عدم غروب پر پھر افطار کیا پھر ظاہر ہوا عدم غروب ہم کفارہ اسلیے لازم نہ آیا کہ اسنے شہادت
غروب پر اعتماد کیا کذا فی الطحطاوی ولو کان ذلک فی طلوع الفجر قضی وکفر لان شہادۃ النفی لا تعارض شہادۃ الاثبات اور اگر
یہ اختلاف شہود کا طلوع فجر مین ہو تو قضا اور کفارہ دونون لازم ہین کیونکہ شہادت نفی کی نہین معارضہ کر سکتی شہادت

اثبات [illegible] ثبات کی واسطے ہوتے ہین نفی کے لیے توقیت کی [illegible] مقبول ہوتی [illegible] کذا فی البحر والخ
[illegible] فان [illegible]
[illegible] صورت مین [illegible] شخص سے وہ فعل
[illegible] واجب ہوگا [illegible] حکم [illegible]
[illegible] کذا فی [illegible] والاخیران میسکان بقیۃ یومہما وجوبا فی الاصح اور دونون پچھلے یعنی جسنے سحری کھالی یا افطار کیا
رات جانکر امساک کرین باقی روز برواہ وجوب صحیح روایت ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ امساک مستحب ہے کذا فی الفتح اور ماننا چاہیے کہ حائض اور
نفساء اور مریض اور مسافر پر امساک واجب نہین اور اسپر کہ جو براہ شتا افطار کرے یا عمداً یا یوم الشک مین چونظا ہر ہوا کہ رمضان کا دن ہے اسپر امساک
بقیہ یوم واجب ہے ذکر کرنا ان دونون کا اور اخیرین کی تخصیص کی وجہ معلوم نہین ہوتی جیسا شارح بھی اسکی طرف اشارہ کرچکا ان لنفطر قبیح وترک القبیح
شرعا واجب اسواسطے کہ افطار رمضان مین قبیح ہے اور قبیح کا ترک شرعا واجب ہے مفطر سے مراد مفطر کے طور پر کھانا پینا ہے کیونکہ صوم تو پہلے ہی ناسد
ہوچکا قال الشامی کمسافر اقام وحائض ونفساء طہرتا ومجنون افاق ومریض صح جیسا امساک واجب ہے مسافر پر کہ مقیم ہوگیا اور حائضہ
اور نفساء پر کہ پاک ہوتی ہون اور مجنون کہ ہوش مین آیا اور مریض جو اچھا ہوگیا اسمین مسافر مقیم ہوا یعنے دوپہر کے بعد یا دوپہر سے پہلے کھانا کھا نے
کے بعد اور اگر دوپہر اور کھانے سے پیشتر مقیم ہوگا تو روزہ لازم ہوگا اگرچہ نیت افطار کی کرچکا ہو جیسا اگلی فصل مین آویگا اور ان مسائل مین
قاعدہ یہ ہے کہ جو شخص آخر روز ایسی حالت پر ہوجاوے کہ اگر اس حالت پر اول روز ہوتا تو روزہ لازم ہوتا پس اسکے ذمہ امساک لازم ہے کذا فی
الخلاصہ والنہایۃ والعنایۃ اور چونکہ یہ قاعدہ جمیع افراد کو جامع نہین ہے کیونکہ اسمین سے خارج ہے وہ شخص جو یوم الشک مین صبح کو مفطر ہوا اور وہ
جو رات کے گمان سے سحر کھاوے یا افطار کرے غروب کے گمان سے اسی واسطے قاعدہ مذکورہ کے بعد بدائع مین یہ کہا ہے اور اسی طرح حال ہے
اس شخص کا کہ اسپر روزہ واجب ہوا ہو سبب کے موجود ہونے اور اہلیت کے متحقق ہونے سے مگر اسکا پورا کرنا متعذر ہوگیا ہو جیسے جانکر افطار کرڈالے
یا یوم الشک مین مفطر ہو پھر ظاہر ہوا کہ یہ روز رمضان کا ہے یا سحر کھالی اس خیال سے کہ ابھی صبح نہین ہوئی پھر معلوم ہوگیا کہ صبح ہوگئی ان صورتون مین
بھی امساک واجب ہے روزہ داروں کی مشابہت سے انتہی پس بدائع مین وجوب امساک کے دو قاعدے رکھے قال الشامی اور حائض جو پاک ہوئی یعنی بعد فجر کے
یا فجر کے ساتھ کذا فی الفتح اور مجنون ہوش مین آیا یعنی کھانے کے بعد یا جب نیت کا وقت جاتا رہا ورنہ وہ تو جب نیت کریگا اسکا روزہ صحیح ہوگا اور ظاہر ہے
کہ امساک اسپر بھی واجب ہے جیسا مسافر پر قال الشامی ومفطر ولو مکرہا او خطاء اور جیسے امساک واجب ہے افطار کرنے والے پر اگرچہ کسی کے
دباؤ سے افطار کیا ہو یا خطا سے ہم مفطر کے لفظ سے تعبیر کیا تاکہ معلوم ہو کہ مفطر سب برابر ہین کسی مین کچھ فرق نہین اسمین اشارہ ہے مصنف کے
قول یعنی والاخیران میسکان الخ کی کوئی وجہ نہین وصبی بلغ وکافر اسلم اور جیسے امساک واجب ہے لڑکے پر کہ بالغ ہوا یا کافر پر کہ مسلمان
ہوا وکلہم یقضون ما فاتہم الا الاخرین اور یہ سب جو مذکور ہوئے قضا کرین جو انسے فوت ہوا یعنی اس روز کا روزہ مگر دونون پچھلے
یعنے لڑکا جو بالغ ہوا یا کافر جو مسلمان ہوا وہ اس روز کے روزہ کی قضا نہ کرین وان افطرا لعدم اہلیتہما فی الجزء الاول من الیوم گو وہ دونون
پچھلے افطار کرلین کیونکہ یہ دونون اس روز کے اول جزء مین روزہ کے اہل نہ تھے ہم یعنی اہل وجوب ہی کے اہل نہین بخلاف حائض ومسافر
مریض کے کہ انکے اوپر روزہ واجب ہوتا ہے لیکن وجوب ادا انسے ساقط ہے اسلیے قضا واجب ہوتی ہے وہو السبب فی الصوم اور وہی جزء اول سبب ہے صوم
مین ہم سبب ہے ہر روز کے روزہ کا اور یہ خلاف ہے اسکے جو سرخسی نے اختیار کیا ہے اور مصنف نے بھی اس کتاب کے اول مین بیان کیا ہے کہ آنا ماہ رمضان

سکے دن یا رات کے ایک جز کا سبب روزہ کا ہی لکن لو نوی قبل الزوال کان نفلا فیقضی بالافساد کما فی الشرنبلالیہ عن الخانیہ لیکن اگر وہ دونون پچھلے روزہ
کی نیت کرین زوال سے پہلے تو روزہ نفل ہوگا توڑنے سے اُسکے قضا لازم آویگی کذا فی الشرنبلالیہ عن الخانیہ م یہ استدراک ہی اُس سے جو اسکے
سے مفہوم ہوا کہ دونون کا روزہ صحیح نہین ہوا سو بیان کر دیا کہ فرض صحیح نہین ہوا ظاہر الروایت مین برخلاف امام ابو یوسف رح کے اور نفل صحیح ہی اگر نیت
کرلین زوال سے پہلے یہانتک کہ اگر اُسکو توڑ دینگے تو قضا واجب ہوگی قالہ الشامی ولو نوی المسافر والمجنون او المریض قبل الزوال صح عن الفرض اور
اگر نیت کرلی مسافر یا مجنون یا مریض نے زوال سے پہلے تو درست ہی بجاے فرض کے م زوال سے مراد نصف النہار شرعی ہی اور یہ لفظ اسی طرح بہتر
ہی کتب مین متعدد جگہ واقع ہی تسامحا یا بنا بر قول ضعیف قالہ الشامی ولو نوی الحائض او النفساء لم یصح اصلا للمنافی اول الوقت وہو لا یتجزی اور اگر
حائض نے یا نفسا نے نیت کرلی تو صحیح نہین ہی بالکل یعنی نہ فرض نہ نفل کیونکہ اول وقت مین منافی صوم کا موجود ہی اور صوم عبادت واحد ہی متجزی
نہین ہوتا یعنی جب مفسد ایک جز مین پایا گیا تو اُسنے باقی کو بھی فاسد کر دیا کذا فی الطحاوی ویومر الصبی بالصوم اذا اطاقہ ویضرب علیہ ابن عشر
کالصلوۃ فی الاصح اور لڑکے کو روزے کا حکم کرین جب اُسکی طاقت رکھتا ہو اور مارین روزہ رکھنے پر دس برس کی عمر مین مثل صلوۃ کے صحیح روایت پر
م یعنی لڑکے کا ولی یا وصی حکم کرے اور ظاہر یہ ہی کہ یہ امر واجب ہی اور اسی طرح منکرات سے منع کرین تا کہ خیر کی الفت حاصل ہو اور شر سے باز رہے اور
اگر تمام مہینے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو جسقدر کی طاقت رکھتا ہو اُسقدر کا امر کرین اور مارنے سے مراد ہاتھ کی مار ہی نہ لکڑی کی اور لڑکا اگر روزہ توڑ دے
تو قضا لازم نہین قالہ الشامی وان جامع المکلف آدمیا مشتہی فی رمضان ادا او ارلما مر اور اگر جماع کیا مکلف یعنی عاقل بالغ نے آدمی مشتہی کے ساتھ
رمضان کے ادا روزہ مین ادا کی قید اسوجہ سے ہی کہ گذری یعنی کفارہ ہتک حرمت رمضان کے لیے لازم ہی اور قضا مین ہتک رمضان نہین م تمیم ثالث
قضا کا بیان شروع ہوا یعنی جن صورتوں مین قضا و کفارہ دونون لازم ہین اور مکلف کی قید سے نکل گیا صبی اور مجنون اور آدمی کی قید سے جنی اور مشتہی
سے مراد مشتہی علی الکمال ہی پس میتہ یا بہیمہ کے جماع سے کفارہ لازم نہین گو انزال ہو جاوے کذا فی البحر او جومع وتوارت الحشفۃ فی احد السبیلین
انزل او لا یا جماع کیا اُسکے ساتھ اور غائب ہوگیا راس ذکر قبل یا دبر مین انزال ہو یا نہو م جومع شامل ہی اُسکو کہ زوج صغیر جماع کرے عورت کے ساتھ
کیونکہ قہستانی مین ہی کہ جیسا مرد کے ذمے مشتہاۃ کے جماع سے کفارہ لازم ہی ایسا ہی عورت کے ذمہ ہی صبی یا مجنون کے جماع سے اور دونوں صورتوں مین
مشائخ کا اختلاف ہی کما فی التمرتاشی اور حشفہ کا غائب ہونا اسواسطے کہا کہ بغیر اسکے جماع متحقق نہین اور انزال اور عدم انزال اسواسطے برابر ہوا کہ
عدم انزال کی صورت مین بھی قضا شہوت متحقق ہی اُس سے حد لازم ہوتی ہی جو عقوبت محضہ ہی پس کفارہ جسمین معنے عبادت کے بھی ہین بطریق
اولی لازم ہوگا کذا فی البحر او اکل او شرب غذاء بکسر الغین وبالذال المعجمتین والمد ما یتغذی بہ او دواء ما یتداوی بہ یا کھاوے یا پیوے
غذا یا دوا شارح نے کہا کہ غذاء غین کے کسرہ اور ذال منقوطہ اور مد کے ساتھ یعنی جو صلاحیت غذائیت کی رکھے جیسے گیہون کی روٹی گوشت
اور پانی کو غذا مین اسواسطے شمار کیا ہی کہ وہ غذا کی اعانت کرتا ہی گو غذا نہین اور دوا وہ کہ جس سے شفا طلب کیجاوے والضابط وصول ما فیہ
صلاح بدنہ لجوفہ ومنہ ریق حبیبہ فیکفر لوجود معنے صلاح البدن فیہ درایہ وغیرہا اور قاعدہ کلیہ غذا اور دوا کی شناخت کا یہ ہی کہ پہنچنا ایسی
شی کا پیٹ مین جسمین اُسکے بدن کی اصلاح ہو غذا یا دوا کی طرح اور اسی مین ہی لعاب دہان محبوب کا سو اگر نگل جاوے تو اسمین کفارہ لازم ہی
کیونکہ صلاح بدن کی موجود ہی کذا فی الدرایہ وغیرہا وما نقلہ الشرنبلالی عن الحدادی ردہ فی النہر اور جو شرنبلالی نے حدادی سے نقل کیا
اُسکو نہر مین رد کیا ہی م شرنبلالیہ مین ہی کہ تغذی کے معنی مین اختلاف ہی بعض نے کہا ہی جسکے کھانے کو طبیعت چاہے اور پیٹ کی خواہش
رفع ہوا اور بعض نے کہا ہی کہ وہ چیز جسکا نفع صلاح بدن پر عائد ہو اور فرق اسطرح کا معلوم ہوتا ہی کہ کسی شخص نے لقمہ چبا کر منہ سے نکالا

نہ کوئی کیا تو دوسرے کی کے خلاف ہے پس قول اول کے بیٹھے پس کیونکہ مٹی کھانے کا نفع کچھ نہیں ہے قسم
اصل عمر ہوا باقی ہر تو قول ثانی کے موجب کفارہ واجب ہے لیکن طبیعت اسکی جو مٹی کرتی ہے اور پیٹ کی تخمہ قبول کرتی ہے تو کفارہ واجب ہوگا
بموجب قول اول کے اور زمین کہ تو کہ تحقیق سے جیسا ہم ہو واسطے کہ اس تقریر پر دونوں قول ہوا ہے اور یہی قول جو مفسرین نے ذکر
کیا ہے کہ فطر کے معنی میں جو خرابی ہو یا کہ ایسی چیز کا پہنچ جانا بدن کی جو خواہ غذا ہو یا دوا یعنی جو کہ قول مقابل ہے اول قول کا
در اصل خلاف کی تحقیق میں یہی مناسب ہے اسی میں کہ بدن کی اصل یہ ہے کہ تغذی کے معنوں میں اختلاف نہیں ہے تاکہ فطر کے معنوں میں
لیکن صاحب نہر نے جو محققین سے نقل کیا ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ تغذی میں اختلاف ہو بلکہ تحقیق یہ ہے کہ تغذی کے معنی میں خلاف
ہے فطر کے اسواسطے کہ علما نے ذکر کیا ہے کہ کفارہ واجب نہیں ہے اس صورت میں کہ افطار صورۃ و معنی ہو جیسے اکل میں افطار صورۃ موجود
ہے یعنی نگلنا اور افطار معنوی یہ ہے کہ اُس سے بدن کی اصلاح ہو خواہ دوا ہو یا غذا تو اس سے یہ نکلتا ہے کہ کفارہ واجب ہوگا کنکری کے نگلنے سے کیونکہ
صرف صورت اکل کی ہے اور معنی وغیرہ میں کیونکہ صرف اکل صوری ہے چنانچہ ہدایہ وغیرہ میں اسی طرح نقل کیا ہے اور بدائع میں ذکر کیا ہے کہ کفارہ واجب
ہوتا ہے جس چیز کے جوف میں پہونچنے سے جس سے قصد تغذی کا یا تداوی کا ہو خواہ منہ کی راہ سے بخلاف غیر اس صورت کے پس کفارہ واجب ہوگا اگر بادام
یا اخروٹ ثابت خشک تازہ بین آتا۔ کیا کیونکہ ان صورۃ ہر معنی نہیں اسواسطے کہ ان اشیا کو اسطرح کھانے کی عادت نہیں تو مانند کنکری اور گٹھلی کے ہوئے
اور سوکھا آٹا یا چنا نگلنے میں یا تر آٹا کھانے میں بھی ہوگا کیونکہ اس سے مقصود تغذی اور تداوی نہیں ہے اور ایسا ہی درخت کے پتے اگر عادتًا ماکول
ہیں تو کفارہ واجب ہوگا ورنہ صرف قضا لازم ہے اور ایسا ہی اگر تھوک منہ سے نکالا پھر نگل لیا یا کسی دوسرے کا تھوک چاٹ لیا کیونکہ اسکو طبیعت مکروہ
جانتی ہے اور اگر اس پیارے یا دوست کا لعاب ہو تو کفارہ واجب ہے کیا ذکر الحلوانی کیونکہ طبیعت نفرت نہیں کرتی ہے اور اس سے ظاہر ہوا کہ مراد اُنکی
ماتیغذی بہ سے وہی ہے کہ جنمیں اصلاح بدن کی ہو اسطرح کہ عادتًا ماکول ہو یا بقصد تغذی یا تداوی یا تلذذ کذا فی الشامی مختصرًا عمدًا راجع للکل تفعلہ عمدا
سب کے ساتھ تعلق رکھتا ہے یعنی اکل و شرب و جماع قصدًا ہو مع اس کے مختلی اور مکرہ نکل گئے کذا فی البحر میں کہتا ہوں کہ ناسی بھی نکل گیا کیونکہ مراد
ان چیزوں کے عمدا کرنے سے قصد افطار کا ہے اور ناسی اگرچہ مفطر کا استعمال قصدا کرتا ہے لیکن افطار کا قصد نہیں کرتا قال الشامی اوا حتجم ای فعل ما لا یظن
الفطر بہ کفصد و کحل و لمس و جماع بہیمۃ بلا انزال او ادخال اصبع فی دبر و نحو ذلک یا پچھنے لگوائے یعنی ایسا کام کیا جس سے افطار کا گمان نہیں ہوتا جیسا
فصد اور سرمہ لگانا اور عورت کو ہاتھ لگانا اور بہیمہ کا جماع بلا انزال اور انگلی خشک مقعد میں دینی وغیرہ تو شارح نے اسی فعل کہنے سے اشارہ کیا کہ یہ
حکم خاص پچھنوں کا نہیں ہے اور اس سے احتراز ہو گیا ان اشیا سے جنمیں گمان افطار کا ہو سکتا ہے مثلًا اول بھول کر کھا لیا پھر روزہ ٹوٹ جانے کے گمان
سے عمدًا کھا لیا تو کفارہ لازم نہیں شبہہ کی جہت سے جیسا سابقًا مذکور ہوا قال الشامی فظن فطرہ بہ فاکل عمدًا پھر گمان کیا کہ حجامت وغیرہ سے روزہ
ٹوٹ گیا پھر جانکر کھا لیا قضی فی الصور کلہا و کفر قضا کرے اور کفارہ دے تمام صورتوں میں یعنی وان جامع سے یہاں تک اور وقت وجوب قضا اور
کفارہ کا بیان نہ کرنے سے جتلا دیا کہ وجوب علی التراخی ہے جیسا امام محمدؒ کہتے ہیں اور ابو یوسفؒ کہتے ہیں کہ علی الفور ہے اور ابو حنیفہؒ سے دو روایتیں ہیں
کذا فی التمرتاشی لانہ ظن فی غیر محلہ اسواسطے کہ یہ گمان بے محل ہے یعنی پچھنے لگوانے کسی طرح مفطر نہیں تو اُنکو مفطر سمجھنا بے موقع ہے حتی لو افتاہ مفت
یعتمد علی قولہ او سمع حدیثا و لم یعلم تاویلہ لم یکفر لشبہۃ یہاں تک کہ اگر کسی مفتی معتمد علیہ نے اسپر فتوی دیا یا حدیث سنی اور اُسکی تاویل نہیں جانتا
تو کفارہ نہ دے واسطے شبہہ کے مع غرض یہ ہے کہ اگر ظن اپنے موقع پر ہو تو کفارہ نہیں اور مفتی کا معتمد ہونا اسلیے کہا کہ نہایہ میں کہا ہے کہ شرط یہ ہے
کہ مفتی وہ ہو جس سے فقہ اخذ کرتے ہوں اور شہر میں اُسکے فتوی پر اعتماد ہو کیونکہ اس صورت میں اُسکے فتوے سے شبہہ ہوگا اور اُسکے غیب

فتوی کا اعتبار نہین اور اس سے معلوم ہوا کہ معتمد صیغہ مجہول کا ہے پس اکیلے سائل کا اعتماد کافی نہین اور حدیث سے مراد یہ حدیث ہے کہ پچھنے لگانیوالا اور جسنے لگوائے دونون کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے امام محمد رحمہ کے نزدیک اس حدیث پر عمل کرنے سے اگر کوئی شخص بعد پچھنے کے عمداً کھالیگا تو کفارہ لازم نہین اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اقوی ہے مفتی کے قول سے پس اسمین شبہہ کی جہت سے کفارہ ساقط ہونا اولی ہے اور امام ابو یوسف رح اسکے خلاف کہتے ہین انکا قول یہ ہے کہ عامی کو اقتدا فقہا کا چاہیے کیونکہ وہ احادیث کی معرفت پر نہین پہونچ سکتا ہے تو کفارہ ساقط ہونے مین حدیث کا سننا اُسکو کافی نہین اور حدیث مذکور کی تاویل یہ ہے کہ وہ منسوخ ہے یا جنکی شان مین حدیث وارد ہوئی وہ غیبت کرتے تھے پس مراد یہ کہ ثواب روزہ کا جاتا رہا پس اگر اس تاویل کو جانکر کوئی عمداً بعد پچھنون کے کھالیگا تو کفارہ واجب ہوگا اسلیے کہ شبہہ نرہا کذا فی الشامی ملتقطا وان اخطا المفتی ولم یثبت الاثر اگرچہ اس فتوی مین مفتی نے خطا کی اور اگرچہ اس باب مین اثر ثابت نہین ہم مراد یہ ہے کہ سوائے حدیث افطر الحاجم والمحجوم کے کوئی حدیث صحیح نہین ہے کیونکہ یہ توضیح ثابت ہے قالہ الشامی الا فی الادہان یہ استثنا لم یکفر سے ہے یعنی اگر تیل لگایا پھر کھالیا تو کفارہ دے کیونکہ اسنے عمداً یہ کام کیا بدون کسی دلیل شرعی کی سند کے اور کسی فقیہ کا فتوی اور حدیث کی تاویل یہان کارآمد نہین کیونکہ یہ صورت مشتبہ نہین ایسے اشخاص پر جنکو ادنی دخل فقہ مین ہو اسی طرح کمال نے نقل کیا ہے بدائع سے لیکن اسکے مخالف ہے جو خانیہ مین ہے کہ جو شخص سرمہ لگاوے یا تیل لگاوے بدن کو یا مونچھون کو پھر کھالیوے قصداً تو اسپر کفارہ ہے مگر اُس صورت مین کہ جاہل ہو اور کسی نے اسکو افطار کا فتوی دیا ہو اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ راجح یہ ہے کہ استثنا نہ چاہیے پس شارح کو اولی یہ تھا کہ استثنا ترک کرتا قالہ الشامی وکذا الغیبۃ عند العامۃ زیلعی اور یہی حال غیبت کا ہے کہ اگر غیبت کرنے کے بعد بقصد روزہ توڑے تو اسمین بھی کفارہ لازم ہے اکثر علما کے نزدیک کذا فی الزیلعی ہم کیونکہ افطار غیبت سے مخالف قیاس کے ہے اور حدیث غیبت سے روزہ ٹوٹنے کی بالاجماع تاویل کی گئی ہے یعنی مراد یہ ہے کہ ثواب جاتا رہتا ہے بخلاف حدیث حجامت کے کہ بعض علمانے اسکے ظاہر کو بھی اخذ کیا ہے جیسے امام احمد رح اور اوزاعی کذا فی الامداد اور علماے ظاہریہ کا خلاف غیبت مین معتبر نہین کیونکہ یہ خلاف حادث ہوا ہے بعد اسکے کہ سلف تاویل مذکور کر چکے تھے کذا فی الفتح لکن جعلہا فی الملتقی کالحجامۃ ورجحہ فی البحر للشبہۃ لیکن غیبت کو ملتقی مین حجامت کے مانند کہا ہے اور اسی کو بحر مین ترجیح دیا ہے شبہہ کی جہت سے ہم تمکو معلوم ہوچکا کہ جو مخالف اجماع کے ہو اُس سے شبہہ نہین ہوتا اور عمل اُسپر ہے جسپر اکثر مشائخ ہین واللہ اعلم قالہ الشامی ککفارۃ الظہار الثابتۃ بالکتاب واما ہذہ فبالسنۃ کفارہ روزہ کا دے مثل کفارہ ظہار کے لیکن کفارہ ظہار کتاب اللہ سے ثابت ہے اور کفارہ روزہ کا سنت سے ہم یعنی اسکی مثل ہے ترتیب مین پس اول تو بردہ آزاد کرے اور اگر نہ پاوے تو دو مہینے کے پیاپے روزے رکھے اور اگر اسکی بھی طاقت نہو تو ۶۰ مسکینون کو کھانا دے بموجب حدیث اعرابی کے جو صحاح ستہ مین مذکور ہے پس اگر پیہم روزہ رکھنے مین افطار کرے اگرچہ عذر سے ہو تو از سر نو رکھے مگر حیض کے عذر سے از سر نو نہ رکھے اور کفارہ قتل مین بھی تتابع شرط ہے اور ایسا ہی جو کفارہ کہ اُسمین عتق مشروع ہے کذا فی النہر اور وجوب کفارہ مین مرد عورت مین غلام آزاد مین بادشاہ وغیرہ مین فرق نہین قالہ الشامی ومن ثم شبہوہا بہا اور اسی جہت سے کفارہ صوم کو کفارہ ظہار کے ساتھ تشبیہ دیتے ہین ہم یعنی چونکہ کفارہ ظہار ثابت بالکتاب ہے تو اعلی درجہ ہوا کفارہ صوم سے کہ ثابت بالسنۃ ہے اسلیے ادنے کو اعلی کے ساتھ تشبیہ دیا اور یہ مقتضی ہے اسکو کہ کفارہ ظہار کا منکر کافر ہوا اور کفارہ صیام کا منکر کافر نہو تنبیہ تشبیہ مین اشارہ ہے کہ روزہ کے کفارہ کا ظہار کے کفارہ کی مثل ہونا ہر وجہ سے لازم نہین اس واسطے کہ جماع اثنا کفارہ مین تتابع کو قطع کر دیتا ہے کفارہ ظہار مین مطلقاً عمداً ہو یا نسیاناً رات کو ہو یا دن کو بخلاف کفارہ صوم و قتل کے کیونکہ جماع تتابع کو ان دونون مین نہین قطع کرتا مگر افطار خواہ بعذر ہو یا بے عذر اور غیر عذر سے مراد ما سوائے حیض کے ہے

حاصل یہ ہو کہ اس جگہ تاثیر کوئی نہیں ہو فرق یہ ہو کہ قصد اور دن میں ہو نیت کا بخلاف تقدم جماعت قال الشامی ثم انما یکفر ان نوی لیلا و لم ینقض نیتہ

نہار سقطت ممن حیض جو تفاوہ اس صورت میں لازم آیا روزہ دار نے رات سے نیت کی ہو تو یہ کہ دن کی نیت میں شافعی کو خلاف ہو پس شبہہ

کفارہ لازم ہوگا اور اسے کسی کی طرف سے آیا ہو اور یہ عادت ہو جیسے عمدا افطار کرنے سے کوئی عذر سماوی کہ کفارہ کو ساقط کرے جیسا حیض

جسمین افطار مباح ہو یا حیض کہ شروع ہو جائے اور اکراہ کی صورت میں بھی کفارہ لازم نہ آویگا و اختلف فیما لو مرض بجرح نفسہ او سوفر بہ کرہا

والمعتمد لزومہا اور اختلاف کیا ہو اس صورت میں کہ بیمار ہو جاوے اپنے آپ کو زخم لگا کر یا زبردستی کوئی اسکو سفر میں لیجاوے اور معتمد یہ ہو کہ کفارہ

لازم ہو اور سفر کو اکراہ کے ساتھ قید کیا ہو۔ سیطے کہ اگر اپنی خوشی سفر کیا تو بالاتفاق کفارہ ساقط نہیں ہوگا لیکن اگر افطار کرے بعد اسکے کہ سفر کیا تو کفارہ

واجب نہیں کذا فی النہر یعنی اگرچہ روزہ توڑنا اسپر حرام ہو اگر سفر فجر کے بعد کیا جیسا آگے مذکور ہوگا قال الشامی و فی المتاد و ھی دمینسار والمتیقن

قتال عدو لو افطر و لم یحصل العذر و المعتمد سقوطہا اور اختلاف ہو اسمین جسکو عادت مقررہ ہو تپ کی یا حیض کی یا یقین کرتا ہو دشمن کے مقابلہ

اگر افطار کیا اور عذر مقرری نہ پایا گیا اور معتمد یہ ہو کہ کفارہ ساقط ہو اسی کی تصحیح کی ہو بزازیہ میں اور قاضی خان نے شرح جامع صغیر میں اور

شرنبلالی نے بھی یہی اختیار کیا ہو لیکن یہ مخالف ہو بحر کے کہ اسمین کہا ہو کہ اگر عورت نے افطار کیا اس خیال پر کہ اسکے حیض کا دن ہو اور

اسکو حیض نہ آیا تو اظہر یہ ہو کہ کفارہ واجب ہو جیسا افطار کیا اس گمان سے کہ یہ یوم المرض ہو اور صحیح یہ ہو کہ کفارہ واجب ہو جیسا تاتارخانیہ

میں منقول ہو اور اسیطرح سراج اور فیض میں وجوب کا جزم کیا ہو دونوں مسئلوں میں اور حاصل یہ ہو کہ تپ اور مرض کی عادت والوں میں تصحیح کا

اختلاف ہو اور جو قتال دشمن کا یقین رکھتا ہو اسپر سے سقوط کفارہ میں میں نے کسی کا خلاف نہیں دیکھا اور فرق یہ ہو کہ قتال دشمن کے لیے تقدیم

افطار کیطرف احتیاج ہوتی ہو تاکہ قوت ہو بخلاف مریض کے جامع الفصولین میں یہ فرق لکھا ہو قال الشامی و لو تکرر فطرہ و لم یکفر للاول یکفیہ واحدۃ

و لو فی رمضانین عند محمد و علیہ الاعتماد بزازیہ و مجتبی و غیرہما اور اگر اسنے مکرر روزے توڑے اور پہلے کا کفارہ ادا نہیں کیا تو اسکو ایک ہی کفارہ

بس ہو گو دو رمضانوں میں کے روزے ہوں امام محمد کے نزدیک اور اسی پر اعتماد ہو کذا فی البزازیہ و مجتبی و غیرہما اور بحر میں اسکو اسرار سے

نقل کیا ہو اور جوہرہ سے نقل کیا ہو کہ اگر دو رمضانوں میں کے ہوں تو دو کفارہ لازم ہیں اگرچہ پہلے کا کفارہ ادا کیا ہو ظاہر الروایۃ میں اور یہی

صحیح ہو میں کہتا ہوں کہ ترجیح مختلف ہوئی اور دوسرے کی تقویت اس جہت سے ہو کہ ظاہر الروایۃ ہو قال الشامی و اختار بعضہم للفتوی ان الفطر

بغیر الجماع تداخل و الا لا اور بعض نے فتوی کے لیے یہ اختیار کیا ہو کہ اگر افطار کھانے پینے سے ہو تو کفارہ متداخل ہوگا یعنی ایک ہی ہوگا اور

اگر افطار مکرر جماع سے ہو تو جدا جدا کفارہ ہوگا اگرچہ پہلے کا کفارہ ادا نکیا ہو کیونکہ جماع بڑا قصور ہو اور اسی جہت سے امام شافعی کے نزدیک

جماع ہی میں کفارہ ہو کھانے پینے میں نہیں قال الشامی و لو اکل عمدا شہرۃ بلا عذر یقتل و تمامہ فی شرح الوہبانیہ اور اگر کھاوے قصدا علی الاعلان

بے عذر رمضان میں تو قتل کیا جاوے اور شرح وہبانیہ میں اسکو پورا بیان کیا ہو ہم وہبانیہ میں کہا ہو ؎ و لو اکل الانسان عمدا و شہرۃ ٭ و لا

عذر فیہ قیل بالقتل یو مر ٭ شرنبلالی نے کہا ہو اسکی صورت یہ ہو کہ بقصد کھایا کسی شخص نے بے عذر سب کے سامنے تو قتل کیا جاوے کیونکہ دین کے

ساتھ تمسخر کرتا ہو یا منکر اسکا جو دین میں بالضرورۃ ثابت ہو اور اسکے قتل کی علت میں اور حکم دینے میں خلاف نہیں ہو پس قیل جو مولف وہبانیہ نے

کہا ہو ضعف کے سبب سے نہیں ہو قال الحلبی و ان ذرعہ القی و خرج و لم یعد لا یفطر مطلقا ملاء او لا اور اگر قے آگئی اور نکل گئی اور منھ میں اگرچہ حلق

میں نہیں گئی تو روزہ نہیں ٹوٹتا ہر صورت میں یعنی منھ بھر کے آوے یا نہیں ہم یہ مسئلہ ۲۴ طرح پر ہو سکتا ہو کیونکہ قے آپ سے آوے یا قصدا کرے اور دونوں

صورتوں میں بھر منھ ہو یا کم اور چاروں صورتوں میں یا خارج ہو جاوے یا خود حلق میں عود کرے یا بالقصد گلے میں اتارے اور ان بارہ صورتوں میں یا یہ کہ روزہ یاد ہو یا نہیں

اور روزہ نہین ٹوٹتا سبب صور تونین بنابر صحیح روایت کے مگر اعادہ اور استقاء مین یعنی بقصد عود کرنے مین اور بقصد قی کرنے مین بشرطیکہ بھر منھ ہو اور روزہ یاد ہو
کذا فی شرح الملتقی **فان عاد بلا صنعہ ولو ہو ملاء الفم مع تذکرہ للصوم لا یفسد خلافا للثانی** پس اگر از خود ہٹ گئی گو منھ بھر کر ہو باوجودیکہ روزہ یاد ہو
تو روزہ نہین ٹوٹتا بخلاف امام ابی یوسف رح کے **وان اعادہ او قدر حمصۃ منہ فاکثر حدادی افطر اجماعا ولا کفارۃ فیہ ان ملاء الفم والا لا ہو المختار**
اور اگر قصداً قی کو اندر ہٹا لیا یا اسمین سے ایک چنے کی مقدار یا زیادہ کو قالہ الحدادی تو بالاجماع روزہ جاتا رہا اگر قی منھ بھر کر آئی ہو اور کفارہ لازم نہین ہے
اور اگر قی ملاء الفم نہو اور کل کو اعادہ کر لیا یا بعض کو تو روزہ فاسد نہوگا اور یہی مختار ہے ہم اور خانیہ مین ہے کہ یہی صحیح ہے اور علماء کثیر نے اسکی تصحیح کی ہے کذا فی الرملی
اور قدر حمصۃ مین اشارہ ہے کہ حکم مین فرق نہین اعادہ کل کا کرے یا ایک چنے کی مقدار کا بشرطیکہ قی منھ بھر ہو حدادی نے سراج مین کہا ہے کہ مبنی خلاف کا یہ ہے
کہ ابو یوسف ملاء الفم کو اعتبار کرتے ہین اور محمدؒ اس شخص کے فعل کو پس ملاء الفم کو حکم خارج کا دیا گیا اور اس سے کمتر گویا خارج ہی نہین کیونکہ اسکا ضبط
ممکن ہے اور اس خلاف کا نتیجہ چار مسئلو نمین ظاہر ہوتا ہے ایک یہ کہ ملاء الفم نہو اور از خود عود کر جاوے تو بالاجماع روزہ نہین جاتا ابو یوسف رح کے نزدیک
اس جہت سے کہ اسکو حکم خارج کا نہین اور امام محمد کے نزدیک اس جہت سے کہ اس شخص کے فعل کو اسمین دخل نہین دوسرا یہ کہ قی ملاء الفم ہو اور اسکو اعادہ کیا
کل کو یا بعض کو چنے کی مقدار تب بالاجماع افطار پایا جاویگا کیونکہ قی خارج کو جوف مین اعادہ کر لیا اپنے فعل سے تیسرا یہ کہ قی ملاء الفم نہین ہے اور اسکو اعادہ کیا
تو امام محمد کے نزدیک چونکہ اسکی صنع پائی گئی روزہ ٹوٹ گیا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک نہین ٹوٹا کہ قی پری دہن نہین ہے چوتھی صورت یہ ہے کہ قی ملاء الفم ہو
اور خود بقدر نخود عود کر جاوے تو ابو یوسف رح کے نزدیک روزہ جاتا رہیگا اور امام محمد کے نزدیک نہین اور یہی صحیح ہے کذا فی الشامی **وان استقاء ای**
طلب القی عامدا ای متذکرا للصوم **ان کان ملاء الفم فسد بالاجماع** مطلقا اور اگر قصداً قی کی اسطرح کہ روزہ یاد ہے اگر قی ملاء الفم ہے تو روزہ فاسد
ہوگیا بالاجماع ہر صورت مین ہم یعنی خود عود کرے یا اعادہ کرے یا نہ عود ہو نہ اعادہ فتح القدیر مین کہا ہے کہ اسمین تفریع عود اور اعادہ کی نہین جاری
ہوسکتی کیونکہ مجرد قی سے روزہ ٹوٹ گیا گو عود اور اعادہ دونون ہون قالہ الشامی **وان اقل لا عند الثانی وہو الصحیح** اور اگر قی ملاء الفم سے کم ہو
یعنی بشرطیکہ عود نکرے اور نہ اعادہ ہو تو روزہ نہین ٹوٹتا امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی صحیح ہے لکن ظاہر الروایۃ کقول محمد انہ یفسد کما فی الفتح
عن الکافی لیکن ظاہر الروایت مثل قول محمد رح کے یہ ہے کہ روزہ ٹوٹ جاتا ہے جیسا فتح مین نقل کیا ہے کافی سے **فان عاد بنفسہ لم یفطر وان اعادہ**
ففیہ روایتان اصحہما انہ لا یفسد محیط پس اگر عود کرے از خود تو روزہ نہین ٹوٹتا اور اگر بقصد اعادہ کیا تو اسمین دو روایتین ہین انمین اصح یہ ہے
کہ نہین ٹوٹتا کذا فی المحیط م یعنی ابو یوسفؒ سے دو روایتین منقول ہین کیونکہ محمد کے نزدیک تو تفریع نہین چل سکتی قالہ الشامی **وہذا کلہ فی قی طعام**
او ماء او مرۃ او دم اور یہ تفصیل مذکور کھانے کی قی مین ہے یا پانی کی یا صفرا کی یا خون کی م ظاہر یہ ہے کہ خون سے مراد خون بستہ ہے اور نہین تو کیا فرق ہے
اس خون مین اور جو دانتون مین سے نکلے پھر اسکو نگل جاوے کہ روزہ ٹوٹ جاتا ہے بشرطیکہ تھوک پر غالب ہو یا برابر ہو یا مزا معلوم ہو جیسا اول باب مین مذکور
ہوا **فان کان بلغما فغیر مفسد** مطلقا خلافا للثانی پس اگر بلغم ہے تو غیر مفسد ہے مطلقا یعنی خود قی کرے یا آپ آجاوے ملاء الفم ہو یا نہو عود ہو یا اعادہ یا کچھ نہو
بخلاف ابو یوسف رح کے کہ وہ کہتے ہین کہ اگر قی عمداً ملاء الفم ہو تو فاسد ہو جاتا ہے و استحسنہ الکمال وغیرہ اور مستحسن جانا ہے اسکو کمال نے اور غیر اسکے نے م کمال نے
کہا ہے کہ قول ابو یوسف کا یہان احسن ہے اور ابو حنیفہؒ اور محمدؒ کا قول نقض وضو مین احسن ہے کیونکہ افطار مین یہ قید ہے کہ کوئی چیز پیٹ مین جاوے یا عمداً
قی کرے بغیر ملاحظہ اسکی پاکی یا ناپاکی کے پس اس باب مین بلغم وغیر بلغم مین فرق نہین بخلاف نقض وضو کے اور بحر اور نہر مین اسی کو مقرر رکھا ہے اور یہی
مراد ہے شارح کی استحسنہ وغیرہ سے کیونکہ جب ثابت رکھا تو درحقیقت مستحسن جانا کذا قالہ الشامی **ولو اکل لحما بین اسنانہ ان مثل حمصۃ فاکثر**
قضی فقط وفی اقل منہا لا یفطر اور اگر کھا لیا گوشت جو دانتون مین ہے اگر مقدار ایک چنے کی یا زیادہ ہے تو صرف قضا کرے اور چنے سے

[illegible] روزہ فاسد نہیں ہوتا چنے کی مقدار کو مصنف نے اختیار کیا ہے اور بعضون نے یہ اختیار کیا ہے کہ جسکا نگلنا ممکن ہو بدون مدد لعاب دہن کے
اور اسی کو زیلعی نے پسند کیا ہے اسلیے کہ اتنی مقدار سے وہ چیز مراد ہے جس سے بچنا مشکل ہو اور یہ اسی صورت میں ہے کہ خود تھوک کے ساتھ جوف میں چلا جاوے
[illegible] الا اذا اخرجہ مگر جب منہ سے نکال لے پھر کھا جاوے یعنی اس صورت میں روزہ ٹوٹ جاویگا ولا کفارۃ
اسلیے کہ نفس اسکو کھانا سمجھتا ہے واکل مثل سمسمۃ من خارج یفطر وکفر فی الصحیح اور کھالینا مقدار ایک تل کے
باہر سے روزہ توڑتا ہے اور کفارہ بھی لازم ہے صحیح روایت پر الا اذا مضغ بحیث تلاشت فی فمہ مگر جبکہ چباوے اسطرح کہ اسکے اجزا متفرق
ہو جاویں منہ میں ہم یعنی اسواسطے کہ دانتون میں لپٹ جائیگا اور جوف میں کچھ نہ پہونچیگا اور تھوک کے تابع ہوگا کذا فی المعراج پس روزہ سلامت رہیگا
الا ان یجد الطعم فی حلقہ کما مر مگر یہ کہ مزہ پاوے اپنے حلق کے اندر تو روزہ ٹوٹ جاویگا جیسا سابق مذکور ہوا واستحسنہ الکمال تاملا وہو الاصل فی کل
قلیل مضغہ اور اسی کو کمال نے پسند کیا ہے اور کہا ہے کہ یہی قاعدہ کلیہ ہے ہر قلیل چیز میں جسکو چباوے کہ اگر مزہ حلق کے اندر پاویگا تو روزہ جاتا رہیگا
ورنہ نہ جائیگا وکرہ لہ ذوق شئ وکذا مضغہ بلا عذر قید فیہما قال العینی اور مکروہ ہے صائم کو چکھنا کسی چیز کا اور ایسے ہی چبانا بے عذر قید
دونون میں ہے قالہ العینی ہم ظاہر یہ ہے کہ یہ کراہت تنزیہی ہے قالہ الرملی ککون زوجہا او سیدہا سیئ الخلق فذاقت مثل اسکے کہ عورت کا خاوند یا مالک
بدخلق ہو اور وہ نمک چکھ لے ہم یہ مثال چکھنے کی ہے اور چبانے کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص بچے کے منہ میں کچھ چبا کر دیوے جب کوئی شخص
چبانے والا یعنی حائض یا لڑکا وغیرہ موجود نہو وفی کراہۃ الذوق عند الشراء قولان اور چیز کے مول لینے کے وقت چکھنے میں دو قول ہیں ووفق فی النہر
بانہ ان وجد بدا ولم یخف غبنا کرہ والا لا اور نہر میں دونون قولون میں توفیق کی ہے اسطرح کہ اگر بدون چکھنے کے کسی اور طرح سے سکتا ہے اور غبن کا
خوف نہین تو چکھنا مکروہ ہے اور اگر بدون چکھے چارہ نہین اور غبن کا خوف ہے تو مکروہ نہین ہم نہر نے کراہت کو اسی قید کے ساتھ مقید کیا ہے کہ چکھنے
کے سوا کوئی تدبیر ہو شرا کے لیے یعنی غبن کا خوف ہو یا نہو پس شارح کا قول ولم یخف غبنا نہر کے مخالف ہے البتہ والا لا نہر کے موافق ہے
قالہ الشامی وہذا فی الفرض لا النفل کذا قالوا وفیہ کلام لحرمۃ الفطر فیہ بلا عذر علی المذہب فیبقی الکراہۃ اور چکھنا فرض میں مکروہ ہے نہ نفل میں
اسی طرح علما نے کہا ہے لیکن اسمین کلام ہے کیونکہ نفل میں بھی افطار بے عذر مکروہ ہے صحیح مذہب پر پس کراہت باقی رہی ہم رملی نے کہا ہے کہ
فرض میں مکروہ ہے اسکی قوت کی جہت سے کہ اسکی حفاظت رکھنی چاہیے اور ایسا فعل نکرنا چاہیے جس سے افطار کا خوف ہو اور نفل میں مکروہ نہین
اسواسطے کہ نفل روزہ اصل میں جائز الطرفین تھا گو اسوقت شروع کے بعد توڑنا درست نہو پس نفل کا مرتبہ فرض سے پیچھے رکھا کہ جو چیز اکثر افطار کو
نوبت نہین پہونچاتی اسکو نفل میں جائز رکھا نہ فرض میں قالہ الشامی وکرہ مضغ علک ابیض ممضوغ ملتئم والا فیفطر اور مکروہ ہے چبانا گوند کا جو سفید
ہوتا ہے چبانے کا ڈلی بندھا ہوا ورنہ روزہ ٹوٹ جاویگا ہم علک کو جدا بیان کیا اسلیے کہ عورتیں اسکو بجاے مسواک چبایا کرتی ہیں تو اس سے
شبہہ ہوتا تھا کہ شاید جائز ہو حاصل یہ کہ اس قسم کا گوند جوف میں مادۃ نہین پہونچتا اور سیاہ گوند اور جسکو نہین چباتے اور پسا ہوا جوف میں چلا جاتا ہے
پس اگر یہ بھی جوف میں پہنچ جاویگا تو روزہ ٹوٹ جاویگا اور اگر ویسا گوند بھی جوف میں نہ پہونچیگا تو روزہ نہین ٹوٹیگا وکرہ للمفطرین الا فی الخلوۃ
بعذر اور مکروہ ہے استعمال علک کا مفطرون کو مگر خلوت میں عذر سے اسواسطے کہ دلیل یعنی عورتون کی مشابہت مقتضی ہے کراہت کو
مردون کے حق میں اور کوئی اسکا معارض نہین اور ظاہر یہ ہے کہ کراہت تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی وقیل یباح اور ایک قول یہ ہے کہ
گوند کا چبانا مباح ہے ہم فخر الاسلام نے کہا کہ امام محمد کے کلام میں اشارہ ہے کہ غیر صائم کے لیے مکروہ نہین ہے لیکن مردون کو اسکا
ترک مستحب ہے مگر عذر کی جہت سے مثلا منہ میں بدبو ہو ویستحب للنساء لانہ سواکہن فتح اور مستحب ہے عورتون کے لیے کیونکہ وہ عورتون کی

مسواک ہی ہم یعنی یہ سبب اسکے کہ عورتین ضعیف الجسم ہین تو مسواک شاید مسوڑھون کو نقصان کرے یا دانتون کو کذا فی الفتح وکرہ قبلۃ ومس ومعانقۃ ومباشرۃ فاحشۃ ان لم یامن المفسدۃ وان آمن لا باس اور مکروہ ہی بوسہ لینا اور چھونا اور معانقہ اور مباشرت فاحشہ اگر خوف ہو جماع یا انزال کا اور اگر اسکا خوف نہین تو کچھ مضائقہ نہین ہم سراج مین جزم کیا ہی کہ قبلہ فاحشہ یعنی اُسکے ہونٹون کو اپنے منھ مین لیکر دبانا مطلقًا مکروہ ہی خوف ہو یا نہو لا یکرہ دہن شارب ولا کحل اذا لم یقصد الزینۃ او تطویل اللحیۃ اذا کانت بقدر المسنون وہو القبضۃ نہین مکروہ ہی تیل لگانا مونچھون کو اور نہ سرمہ لگانا بشرطیکہ بقصد زینت کے نہو یا تیل لگانے سے مقصود داڑھی کی درازی نہو جبکہ بقدر مسنون یعنے ایک مشت موجود ہی ہم واضح ہو کہ قصد زینت اور چیز ہی اور قصد جمال دوسری چیز کیونکہ قصد جمال سے عیب کا دور کرنا اور وقار کا قائم رکھنا اور نعمت کا اظہار بطور شکر مقصود ہوتا ہی نہ فخر کے طور پر اور یہ بات نفس کی دلاوری کا اثر ہی اور قصد زینت نفس کے ضعف کا اثر ہوتا ہی اُسمین فخر تکبر کا لحاظ ہوا کرتا ہی کذا فی الفتح ملخصًا وصرح فی النہایۃ بوجوب قطع ما زاد علی القبضۃ بالضم ومقتضاہ الاثم بترکہ اور نہایہ مین تصریح کی ہی کہ جو زیادہ یک مشت سے ہو اُسکا کاٹنا واجب ہی اور یہ اس بات کو چاہتا ہی کہ زائد کے نہ تراشنے سے گنہگار ہو ہم کیونکہ نہایہ مین کہا ہی وما وراء ذلک یجب قطعہ ہکذا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یاخذ من اللحیۃ من طولہا وعرضہا رواہ ابو عیسی یعنی الترمذی فی جامعہ اور ایسا ہی معراج مین ہی اور فتح القدیر مین اسکو نقل کیا ہی اور برقرار رکھا ہی نہر مین کہا ہی کہ بعض موالی سے مین نے سنا ہی کہ نہایہ مین یجب بجائے مہملہ ہی تو اس صورت مین زائد کو نہ کاٹنے کا مضائقہ نہین شیخ اسمعیل نے کہا ہی کہ یہ خلاف ظاہر ہی کیونکہ ایسے مواقع مین یستحب[12] استعمال کرتے ہین قالہ الشامی الا ان یحمل الوجوب علی الثبوت مگر یہ کہ وجوب کے معنی ثبوت کے لیے جاوین ہم اسکی مؤید یہ ہی کہ استدلال صاحب نہایہ کا وجوب پر دلالت نہین کرتا کیونکہ لفظ کان یفعل تکرار ودوام پر دلالت نہین کرتا اسلیے زیلعی نے لفظ یجب کو حذف کیا اور کہا کہ وما زاد[12] یقص اور اسی طرح شرح شیخ اسمعیل مین اور منیہ مین ہی اور یہ سنت ہی جیسے مبتغی مین ہی اور مجتبی اور ینابیع وغیرہا مین مذکور ہی کہ کچھ مضائقہ نہین داڑھی کترواسنے مین اطراف سے جب دراز ہو اور نہ بڑھے بال اکھاڑنے مین مگر بوجہ زینت کے اور نہ بھوون کے بال لینے مین اور منھ کے بالون مین جب تک کہ مخنث کی مشابہت نہو اور حلق کے بال نہ منڈواوے اور ایک روایت ابو یوسف رح سے ہی کہ کچھ مضائقہ نہین ہی واما الاخذ منہا وہی دون ذلک کما یفعلہ بعض المغاربۃ ومخنثۃ الرجال فلم یبحہا احد واخذ کلہا فعل یہود الہند ومجوس الاعاجم فتح اور داڑھی مین سے لینا اُس حال مین کہ وہ مشت سے کم ہو جیسا بعض مغربی اور مخنث کرتے ہین پس اسکو کسی نے نہین مباح کیا اور کل کا منڈانا ہند کے کفار کا فعل ہی اور عجم کے مجوسیون کا کذا فی الفتح وحدیث التوسعۃ علی العیال یوم عاشوراء صحیح واحادیث الاکتحال فیہ ضعیفۃ لا موضوعۃ کما زعمہ ابن عبد العزیز اور حدیث وسعت طعام کی عیال پر عاشوراء کے روز صحیح ہی اور حدیثین سرمہ لگانے کی اُس روز مین ضعیف ہین نہ موضوع جیسا ابن عبد العزیز نے گمان کیا ہی ہم حدیث توسعہ کی یہ ہی کہ جو شخص دسوین محرم[12] کو اپنی عیال پر وسعت کرے یعنی بہت سا کھانا پکواوے تو اللہ تعالی تمام سال اُسپر وسعت کرے حضرت جابر نے کہا کہ مین نے اسکو ٤٠ برس تجربہ کیا خلاف نہین ہوا اور اکتحال کی حدیث وہ ہی جو بیہقی نے روایت کی ہی اور کہا ہی کہ ضعیف ہی جو کوئی عاشوراء کے دن اثمد کا سرمہ لگاوے اُسکی آنکھ کبھی نہ دکھیگی کذا فی الفتح مین کہتا ہون کہ مناسبت اسکے ذکر کی یہان یہ ہی کہ صاحب ہدایہ نے استدلال کیا ہی اسپر کہ سرمہ لگانا روزہ دار کو مکروہ نہین ہی اسطرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رغبت دلائی سرمہ لگانے پر عاشوراء کے روز اور اُس روز کے روزہ کیطرف بھی ہم کہا ابن عبد العزیز نے اسپر اعتراض کیا ہی کہ آنحضرت صلعم سے اس روز بجز روزہ کے اور کچھ ثابت نہین ہوا چونکہ روافض نے بدعات ماتم وغیرہ کے قائم کیے اُسکے جواب مین جاہل سنیون نے اظہار سرور وطعام واکتحال نکال کھڑے کیے اور احادیث موضوعہ اکتحال اور توسعہ مین روایت کین اور قول ابن عبد العزیز کا رد ہی اسطرح کہ احادیث اکتحال کی ضعیف ہین موضوع نہین اور اس سے معلوم ہوا کہ قائل ابن عبد العزیز ہی جیسا نہر اور حواشی سعدیہ سے واضح ہوتا ہی

اور ابن عبد العزیز تقی نے جسے مشکوٰۃ میں ہے روایت کی ہے وہ مسواک ولو عشیا او رطبا بالماء بھی مذہب ہے اور شافعی مکروہ جانتے ہیں مسواک کو پیچھے زوال کے
اور تر پانی میں بنابر مذہب شیخین کے اور ہم یہ جانتے ہیں پانی میں تر مسواک کو کہ وہ تر ہے اسواسطے کہ سب نزدیک [illegible] اسکا جواب یہ ہے کہ
آخر تک [illegible] زیادہ [illegible] مسواک کسی کے نزدیک مکروہ نہیں ہے [illegible] امام شافعی بعد الزوال اور شافعی نے مکروہ کہا ہے مسواک کو بعد زوال
کے [illegible] اور [illegible] شرنبلالیہ میں البرہان سے ایسا ہی مکروہ نہیں ہے [illegible]
اور [illegible] لپیٹنا اور کلی کرنا اور ناک میں پانی دینا اور نہانا [illegible] کے لیے [illegible] کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الشرنبلالیہ عن البرہان
اسواسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک پر پانی ڈالا اور حضرت روزے سے تھے پیاس کی جہت سے یا گرمی سے اور ابن عمر کپڑا تر کرکے
اوپر لپیٹ لیتے تھے روزے کی حالت میں اور اسوجہ سے کہ ان امور میں اعانت ہے عبادت پر اور تنگی کا دفع ہے اور امام ابو حنیفہ نے مکروہ کہا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ [illegible]
دلالت کرتا اظہار ہے کذا فی البرہان ویستحب السحور وتاخیرہ وتعجیل الفطر لحدیث ثلث من اخلاق المرسلین تعجیل الافطار وتاخیر السحور والسواک اور مستحب ہے سحری کھانا اور سحری میں
تاخیر کرنا اور افطار میں جلدی کرنا کہ حدیث شریف میں وارد ہے تین چیزیں رسولوں کی عادت میں سے ہیں افطار میں جلدی کرنا اور سحری کھانے میں تاخیر کرنا اور مسواک
کرنا [illegible] کہا ہے کہ میں نے فقہا کے کلام میں تصریح نہیں دیکھی کہ ایک [illegible] پانی سے بھی سنت سحری ادا ہو جاتی ہے کہ نہیں لیکن ظاہر حدیث جو احمد نے روایت کی ہے یہ دلالت
کرتی ہے کہ سنت ادا ہو جاتی ہے چنانچہ فرمایا کہ سحری کھانا باعث برکت ہے تو تم اسکو ترک نہ کرو اگرچہ کوئی تم میں سے ایک گھونٹ پانی ہی پی لے اسلیے کہ اللہ تعالی اور
اسکے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں سحری کھانے والوں پر اور تاخیر اس مقام تک مستحب ہے کہ رات باقی رہنے میں شک نہو پس اگر شک ہوگا تو کھانا مکروہ ہے صحیح روایت پر اور
تعجیل افطار مستحب ہے مگر ابر کے دن جبتک کہ ظن غالب غروب شمس کا نہو تاخیر کرے اگرچہ موذن اذان دیدے اور تعجیل مستحب یہ ہے کہ تاروں کے چمکنے سے پہلے ہو کذا فی
الشامی تنبیہ فیض میں کہا ہے کہ جو شخص بلند مکان پر ہو جیسا اسکندریہ کا منارہ تو وہ افطار نکرے جبتک کہ نزدیک اسکے شمس غروب نہو جاوے اور شہر والے اس سے پہلے
افطار کرسکتے ہیں اگر انکے نزدیک غروب ہو جاوے اس سے پہلے اور یہی حال ہے طلوع کا فجر میں یا سحر میں فروع مسائل ملحقہ شارح کے لا یجوز ان یعمل عملا یصل به الی الضعف
فیخبز نصف النهار ویستریح الباقی نہیں جائز ہے کہ کوئی ایسا کام کرے جس سے ضعف ہو جاوے کہ مانع روزہ کا ہو تو نانبائی مثلا یوں کرے کہ آدھے روز کام کرے
اور باقی آرام کرے فان قال لا یکفینی کذب باقصر ایام الشتاء پس اگر وہ شخص کہے کہ اسقدر عمل مجھکو کفاف کے لیے بس نہیں ہے تو تکذیب کیا جاوے جاڑے
کے سب سے چھوٹے دن سے کہ قریب نصف روز کے ہوتا ہے رملی نے کہا ہے کہ جامع الفتاوی میں ہے کہ اگر معیشت میں اشتغال کی جہت سے روزے سے
ضعیف ہو جاوے تو اسکو افطار جائز ہے اور ہر روزے کے بدلے نصف صاع کھلا دے یعنی اس صورت میں کہ اور دنوں میں گنجایش روزہ رکھنے کی نہ ملے ورنہ
قضا واجب ہوگی اور رملی نے کہا ہے علی هذا القیاس اگر کھیتی کاٹنے پر روزے میں قادر نہو اور تاخیر میں کھیتی ہلاک ہوتی ہو تو جواز افطار و قضا میں کچھ شک نہیں اور یہی
حال نانبائی کا ہے کہ جیسو کھانے کا ذکر جو شارح نے کیا ہمیں نظر ہے اسواسطے کہ انکی زیادتی کمی کو کفایت میں دخل نہیں پس اسی کی رائے پر مفوض ہوگا
کہ اسکے حال کو صلاح پر محمول کرنا چاہیے انتہی لیکن نور الایضاح میں جامع الفتاوی کے مسئلہ کی صورت اس شخص کے لیے بیان کی ہے جسنے [illegible] روزے
نہ رکھے ہوں اور ہمارا کلام روزہ رمضان میں ہے پس حرفہ والے کے باب میں یوں کہنا چاہیے کہ جب اسکے پاس اسکے اور اسکے عیال کی کفایت موجود ہو تو اسکو افطار
حلال نہیں ہے کیونکہ اسکو سوال حرام ہے تو افطار بالاولی حرام ہوگا اور جو کفایت موجود نہو تو اسکو عمل کرنا اس مقدار کہ کفایت کرے جائز ہے اور [illegible] اگر
عمل نہو سکتا ہو تو افطار جائز ہوگا بشرطیکہ دوسرا کام نہیں کرسکتا ہے [illegible] روزہ بھی رکھ سکے ایسا ہی اگر خوف ہو کھیتی کے ہلاک ہونیکا یا چوری ہو جانیکا اور کوئی آدمی
ایسا نملے جو اجرت رائج پر کام کردے اور یہ خود اس کام کو کرسکتا ہو تو افطار جائز ہے اسواسطے کہ اس سے کمتر پر نماز کا توڑنا جائز ہے قال الشامی
فان جهد الحر نفسه بالعمل حتی مرض فافطر ففی کفارته قولان قنیه پس اگر عمل کی جہت سے کسی آزاد نے مشقت اٹھائی یہانتک کہ مریض ہو گیا پھر

افطار کیا تو اُسکے کفارہ مین دو قول ہین کذا فی القنیہ م بعض نے کہا کہ کفارہ لازم ہی اور بعض نے کہا نہین اور بقائی نے اسی پر فتوی دیا ہی اور آزاد کی قید اسلیے لگائی کہ لونڈی غلام اگر کام کی مشقت سے مریض ہو کر افطار کرین تو اُنپر بالاتفاق کفارہ نہین کیونکہ وہ معذور ہین اور مولی کے حکم سے مجبور ہان اُنکو پہونچتا ہی کہ ایسے کام سے باز رہین تو اِس تعلیل سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہی کہ آزاد پر کفارہ واجب ہی چنانچہ شرنبلالیہ مین اِسکی ترجیح بیان کی ہی کذا فی الشامی وفی البزازیۃ لو صام عجز من القیام صام وصلی قاعدا جمعا بین العبادتین اور بزازیہ مین ہی کہ اگر کسی شخص کو روزہ رکھنے سے اسقدر ضعف ہو کہ نماز مین کھڑا ہو سکے تو وہ شخص روزہ رکھے اور نماز بیٹھکر پڑھے تاکہ دونون عبادتین ادا ہون واللہ اعلم

فصل فی العوارض المبیحۃ لعدم الصوم

یہ فصل ہی اُن عوارض مین جنمین روزہ نہ رکھنا جائز ہی وقد ذکر المصنف منہا خمسۃ اور مصنف نے عوارض مین سے پانچ ذکر کیے یعنی سفر اور حمل اور دودھ پلانا اور مرض اور بڑھاپا اور حقیقت مین نو ہین چنانچہ شامی نے چار یہ بیان کیے ہین اکراہ یعنی دوسرے کے دباؤ سے روزہ توڑنا جہاد شدت گرسنگی پیاس کی زیادتی اسلیے شارح نے کہا وبقی الاکراہ وخوف ہلاک او نقصان عقل ولو بعطش او جوع شدید ولسعۃ حیۃ باقی رہگئے اکراہ اور خوف ہلاک کا یا خوف نقصان عقل کا یہ خوف اگرچہ پیاس سے ہو یا سخت بھوک سے یا سانپ کے کاٹنے سے م لسعۃ حیۃ معطوف ہی عطش پر جو متعلق ہی خوف ہلاک سے ؟ لہ الحلبی یعنی جب کسی کو سانپ کاٹے اور وہ دوا پینے کے لیے افطار کرے اور اکراہ سے مراد ایسی چیز سے زبردستی کرنی جو مضطر کرتی ہو جیسے قتل کرنا اور عضو کاٹنا اور سخت مار دینا ہی اور خوف کی مثال جیسے بادشاہی عامل کسی شخص کو گرمی کے دنون مین عمارت کے کام پر پکڑ لیجائین اور کام مین جلدی ہو اور روزہ رکھنے سے جان کا خوف ہو یا بھوک اور پیاس سے عقل کے جاتے رہنے کا خوف ہو تو فطار درست ہی اور خلاصہ مین ہی کہ جب غازی یقیناً جانتا ہو کہ دشمن سے قتال ہوگا رمضان مین اور درصورت عدم افطار کے ضعف کا خوف ہو تو افطار کرے کذا فی الشامی مختصرًا المسافر سفرا شرعیا ولو بمعصیۃ للمسافر خبر مقدم ہی اور الفطر جو آگے آتا ہی مبتدا موخر ہی اور لام سے اشارہ اسطرف ہی کہ افطار جائز ہی لیکن روزہ رکھنا افضل ہی اگر نقصان نکرے یعنی افطار جائز ہی مسافر کو کہ سفر شرعی رکھتا ہو یعنی تین دن رات کی مدت کا اگرچہ کسی گناہ مین سفر ہو وحامل او مرضع اما کانت او ظئرا علی الظاہر اور افطار جائز ہی جسکو حمل ہو یا دودھ پلاتی ہو خواہ مان ہو یا دایہ بنا بر ظاہر الروایت کے م دایہ تو اِس جہت سے کہ عقد کے جہت سے اُسپر دودھ پلانا واجب ہی اور مان اِس جہت سے کہ اُسکو دودھ پلانا دیانۃً ہر حالت مین واجب ہی اور قضاءً جب کہ لڑکے کا باپ مفلس ہو یا بچہ غیر کا دودھ نہ پیتا ہو اور ابو السعود نے کہا ہی کہ دایہ کو افطار جائز ہی اگرچہ عقد رمضان ہی مین واقع ہو برخلاف صدر الشریعۃ کے کہ حالت کو مقید کیا ہی اور کہا ہی کہ جب رمضان سے پہلے عقد ہو چکا ہو تو حلال ہی خافت بغلبۃ الظن علی نفسہا او ولدہا دودھ پلانے والی کو افطار جائز ہی اگر خوف کرتی ہو م بغلبہ ظن غالب کی رو سے اپنی جان پر یا بچہ پر وقیدہ البہنسی تبعا لابن الکمال بما اذ تعینت للارضاع اور مقید کیا ہی اُسکو بہنسی نے ابن کمال کے اتباع سے ساتھ اُس حالت کے کہ وہی متعین ہو دودھ دینے پر یعنی بچہ دوسرے کا دودھ نہ پیتا ہو یا باپ مفلس ہو او مریض خاف الزیادۃ لمرضہ یا جائز ہی افطار بیمار کو کہ روزہ رکھنے سے زیادت مرض کا خوف رکھتا ہو م یا دیر مین اچھا ہونے کا یا عضو کے بگڑنیکا کذا فی البحر یا آنکھ کے درد کا یا زخم کا یا سر درد کا یا اور سوائے اِسکے اور یہی حکم ہی اگر بیمار داری کرتا ہی بیمارونکی یعنی اگر روزہ رکھے گا تو بیمارونکی خبرداری نہ کر سکے گا اپنے ضعف کی جہت سے اور بیمار تباہ ہو جاوینگے تو اُسکو بھی افطار جائز ہی قالہ الشامی او صحیح خاف المرض یا تندرست کہ خوف رکھتا ہو بیماری کا یعنی بغلبۂ ظن وخادمۃ خافت الضعف بغلبۃ الظن بامارۃ او تجربۃ او باخبار طبیب حاذق مسلم مستور یا غلبۂ ظن ہو خبر دینے سے طبیب یا ہر مسلمان مستور الحال کے م حاذق اسواسطے کہا کہ جسکو دخل تھوڑا سا طب مین ہو اُسکے قول کی تقلید جائز نہین اور مسلم اسواسطے کہا کہ کافر کے قول کا اعتماد نہین شاید اِسکی غرض عبادت کا خراب کرنا ہی جیسا مسلمان نے نماز تیمم سے شروع کی اور اُسکو کافر نے پانی دینے کا وعدہ کیا تو وہ نماز قطع نہ کرے اسی وجہ سے جو مذکور ہوئی کذا فی البحر او مستور سے

یہ جنون کا مستحق ہونا مین کہتا ہون کہ سبب نشے ہونا مثل بیہوشی کے قول ہے اور شرح تنویر مین ہے کہ یہ مؤید ہو کہ بے ہوشی تو ظاہر ہو کیونکہ وہ لازم ہو کا سبب نشہ کرنے کا بدون ضرورت
داخل ہونے کے کیونکہ نشہ بغیر عمل ہو اور نشہ اُسکے سبب سے داخل ہوئی ہو کذا فی الشامی و افاد فی النہر تبعا للبحر جواز التسبب بما کان فرضا لیس فیہ ابطال عبادۃ اور نہر مین تبعا
للبحر کہا ہو کہ علاج مین وہ کام کرنا جس سے ابطال عبادت کا نہین ہو جائز ہو قلت وفیہ کلام لان ضرہ ممنع المسلم لغیرہ فی تغیب بہم مین کہتا ہون کہ
اسمین کلام ہو کیونکہ سنہ مسلمان کی خیر خواہی کے لیے ضرورت کرکے علاج کرایا جاسکتا ہو و فی البحر عن الظہیریۃ للامۃ ان تمتنع من امتثال امر المولی
اذا کان یعجزہا عن اقامۃ الفرائض لانہا مبقاۃ علی اصل الحریۃ فی الفرائض اور بحر مین نقل کیا ہو ظہیریہ سے کہ لونڈی کو پہونچتا ہو کہ مولی کے فرمان کو
نہ مانے جب کہ امر اُسکو اُسکو عاجز کرے فرائض کے ادا سے کیونکہ فرائض کے باب مین اُسکو اصل حریت پر باقی رکھا ہو مثلاً اگر نماز کا وقت تنگ
ہو جاوے تو طاعت خداوندی مولی کے حکم پر مقدم ہوگی اور اس سے معلوم ہوا کہ اگر مولی کی اطاعت کی یہانتک کہ روزہ افطار کر لیا تو باندی پر کفارہ
لازم ہوگا کذا فی الشامی الشطر یوم العذر الا السفر کما یجی یعنی مسافر وغیرہ کو افطار جائز ہو جس روز عذر حادث ہو مگر سفر جیسا متن مین مذکور ہوگا یعنی
جس روز سفر کرے اُس روزہ کا اتمام واجب ہو کذا فی الحلبی وقضوا لزوما ما قدروا بلا فدیۃ اور قضا کرین مسافر و حامل وغیرہما جسقدر روزے
افطار کرین بدون فدیہ کے اسمین اشارہ ہو امام شافعی کے خلاف کا کہ اُنکے نزدیک قضا اور فدیہ واجب ہو ہر روزہ کے لیے نصف صاع گیہون
کذا فی البدائع و بلا و لا لانہ علی التراخی ولذا اجاز التطوع قبلہ بخلاف قضاء الصلوۃ اور قضا کرین بدون شرط پیاپے ہونے کے اسواسطے کہ قضاے صوم
فوراً واجب نہین اسی جہت سے قضا سے پہلے نفل روزہ جائز ہو اور اگر علی الفور وجوب ہوتا تو نفل روزہ مکروہ ہوتا کیونکہ تاخیر واجب کی ہو اُسکے تنگ وقت
سے کذا فی البحر بخلاف قضاء نماز کے کہ وہ علی الفور ہو کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو جو شخص کسی نماز سے سو جاوے یا اُسکو بھول جاوے
تو چاہیے کہ اُسکو پڑھے جب یاد کرے تو یاد کرنا شرط ہو قضا پڑھنے کی اور جزا شرط سے پیچھے نہین ہوا کرتی اس سے معلوم ہوا کہ نماز فوت شدہ کو فوراً یاد آتے ہی پڑھے
اور ظاہر یہ ہو کہ جسکے ذمہ فوائت ہون اُسکو نفلین مکروہ ہون لیکن مین نے مصرح نہین دیکھا کذا فی النہر مین کہتا ہون کہ قضاے فوائت مین ہم بیان
کر چکے کہ ایسے شخص کو نوافل مکروہ ہین مگر موکد سنتین مکروہ نہین کذا فی الطحطاوی ولو جاء رمضان الثانی قدم الاداء علی القضاء ولا فدیۃ للامر
خلافاً للشافعی اور اگر دوسرا رمضان آگیا تو ادا کو قضا پر مقدم کرے اور فدیہ لازم نہین کیونکہ قضا کا وجوب علی الفور نہین ہو برخلاف امام شافعیؒ
کے کہ وہ قضا کے ساتھ ایک مسکین کا کھانا دینا بھی ہر روز کے لیے کہتے ہین قالہ الحلبی و ندب لمسافر الصوم لآیۃ وان تصوموا خیر لکم والخیر
بمعنی البر لا افعل التفضیل ان لم یضرہ اور مستحب ہو مسافر کو روزہ بمقتضاے آیہ شریف (وان تصوموا خیر لکم) کے یعنی تمھارا روزہ رکھنا اچھا ہو تمھارے لیے
اگر نقصان نکرے یعنی خوف ہلاک کا نہو ورنہ افطار واجب ہوگا کذا فی البحر اور خیر بمعنی نیک کے ہو نہ افعل التفضیل کیونکہ افعل التفضیل لینے سے یہ معنی ہونگے
کہ روزہ رکھنا بہت بہتر ہو اور افطار بھی بہتر حالانکہ افطار مباح ہو نہ بہتر کذا فی الطحطاوی فان شق علیہ او علی رفیقہ فالفطر افضل لموافقۃ الجماعۃ پس
اگر دشوار ہو روزہ اُسپر یا اُسکے رفیقون پر تو افطار افضل ہو بسبب موافقت اپنے گروہ کے مرفیق اسم جنس ہو شامل ہو واحد اور جمع کو اور
بعض نسخون مین رفقتہ ہو یعنی جب اُسکے سب رفیق یا اکثر مفطر ہون اور نفقہ مشترک ہو تو افطار افضل ہو جیسا خلاصہ وغیرہ مین ہو اور جماعت کی موافقت
یعنی اُنپر نفقہ کے حصہ کی تقسیم دشوار ہو یا اُنکا ساتھ نہ دینا شاق ہو قالہ الشامی فان ماتوا فیہ ای فی ذلک العذر فلا یجب علیہم الوصیۃ بالفدیۃ
لعدم ادراکہم عدۃ من ایام اخر پس اگر مر جاوین معذور مذکورہ اُسی عذر مین تو اُنپر وصیت فدیہ کی واجب نہین ہو کیونکہ اُنکو نہین ملی فرصت شمار
دوسرے ایام کی جو آیت قرآنی مین منصوص ہو یعنی چونکہ نہ قضا واجب ہوئی نہ فدیہ تو وصیت واجب نہوگی کہ وصیت وجوب کی فرع ہو اور
معلوم رہے کہ وصیت جب واجب ہوتی ہو جب اُسکے پاس مال ہو کذا فی شرح الملتقی ولو ماتوا بعد زوال العذر وجبت الوصیۃ بقدر ادراکہم

عدۃ من ایام اخر اور اگر مرین زوال عذر کے بعد تو وصیت واجب ہی بقدر شمار اُن ایام کے جو اُسکو ملے واما من افطر عمداً فوجوبہا علیہ بالاولی لیکن جس
شخص نے بلا عذر افطار کیا ہو پس وجوب وصیت اُسکے ذمہ بطریق اولی ہی ہم رحمتی نے کہا کہ اس شخص کے لیے فرصت اور اک زمانہ قضا کی شرط
نہین کیونکہ او اوقت پر رکھ سکتا تھا اُسنے وقت کو بے عذر کھو دیا و فدی لزوما عنہ ای عن المیت ولیہ الذی یتصرف فی مالہ کالفطرۃ قدرا اور فدیہ
دیوے وجوباً میت کیطرف سے اُسکا ولی جو اُسکے مال مین تصرف کرتا ہی مانند فطرہ کی مقدار کے م یعنی ولی کو فدیہ ادا کرنا ثلث مال سے لازم ہی جب وصیت
کی ہو اور نہین تو لازم نہین بلکہ جائز ہی سراج مین کہا ہی کہ اسیطرح زکوۃ وارث کے ذمہ اُسکا اخراج لازم نہین مگر وصیت پر مگر یہ کہ وارث تبرعاً ادا کرے اور
الذی یتصرف سے اشارہ ہی کہ لفظ ولی وصی کو بھی شامل ہی کذا فی البحر اور تشبیہ فطرہ کی ساتھ صرف مقدار اور ادا سے قیمت کے جواز مین ہی بیان تک کہ
تملیک بیان شرط نہین بلکہ اباحت کافی ہی بخلاف فطرہ کے اور قہستانی نے کہا ہی کہ اطلاق کلام کا دلالت کرتا ہی کہ اگر ایک فقیر کو سب فدیہ دیوے تو جائز ہی م عدد
شرط ہی نہ مقدار لیکن اگر نصف صاع سے کم دیگا تو وہ شمار مین نہین اسی پر فتوی ہی یعنی بخلاف فطرہ کے ایک قول پر جیسا گذر چکا قال الشامی بعد قدرتہ علیہ ای
علی قضاء الصوم و فوتہ ای فوت القضاء بالموت بعد اسکے کہ میت کو قدرت قضاء صوم کی حاصل ہوئی پھر موت کی جہت سے قضا فوت ہوئی او نظرت یعنی بعد الخ متعلق
فدی کے ہی اور فوتہ کا عطف قدرتہ پر ہی فلو فاتہ عشرۃ ایام فقدر علی خمسۃ فداہا فقط پس اگر دس روزے میت سے فوت ہوئے پھر اُسکو پانچ روز کی قدرت ملی
تو پانچ ہی کا فدیہ دے ہم اس تفریع مین اشارہ ہی کہ طحاوی نے جو کہا ہی کہ یہ قول محمد کا ہی اور شیخین کے نزدیک وصیت اور فدا تمام روزونکا واجب ہی
اگر ایک روز کی بھی قدرت ملے سو یہ قول طحاوی کا مردود ہی اسواسطے کہ یہ خلاف صرف نذر مین ہی نہ رمضان مین کیونکہ وجوب بقدر قدرت کے
ہوتا ہی جیسا ہدایہ وغیرہ مین تنبیہ کی ہی بوصیتہ من الثلث متعلق بفدی وہذا لو لہ وارث والا فمن الکل قہستانی میت کی وصیت کی جہت سے ولی فدیہ دے
ثلث مال سے اور یہ اُس صورت مین ہی کہ میت کا کوئی وارث ہو اور اگر وارث نہو تو کل مال سے دیوے کذا فی قہستانی م اسلیے کہ زیادتی کی ممانعت وارث
کے حق کے سبب ہی پھر جب وارث نہو تو منع نہین ہی جیسا اس صورت مین کہ وارث ہو اور اجازت دے اور یہی حکم ہی اگر وارث ایسا ہو جسپر رد نہین ہوتا یعنی
زوجین مین سے کوئی ہو تو وارث کے حصہ کے بعد زیادت علی الثلث کی گنجایش ہی قالہ الشامی وان لم یوص وتبرع ولیہ جاز انشاء اللہ ویکون الثواب
للولی اختیار اور اگر میت نے وصیت نہین کی اور ولی نے بطور احسان فدیہ دیا تو جائز ہی انشاء اللہ تعالی اور ثواب واسطے ولی کے ہوگا کذا فی الاختیار م
اختیار کی عبارت مین نے اسطرح دیکھی ہی وان لم یوص لا یجب علی الورثۃ الاطعام لانہا عبادۃ فلا تؤدی الا بامرہ وان فعلوا ذلک جاز ویکون لہ ثواب انتہی اور
کچھ شبہہ نہین کہ ضمیر لہ کی میت کیطرف ہی اور یہی ظاہر ہی کیونکہ وصی نے میت ہی کیطرف سے صدقہ دیا ہی نہ اپنی طرف سے پس ثواب میت کو ہوگا جیسا ہدایہ
مین تصریح کی ہی کہ انسان کو پہونچ سکتا ہی کہ اپنے عمل کا ثواب کسی غیر کو دے صلوۃ ہو یا صوم یا صدقہ وغیرہ ہاں اگر کسی غیر کیطرف سے صدقہ دیگا تو اُسکے ثواب
مین کچھ کمی نہوگی قالہ الشامی وان صام او صلی عنہ الولی لا لحدیث النسائی لا یصوم احد عن احد ولا یصلی احد عن احد ولکن یطعم عنہ ولیہ اور اگر روزہ رکھے یا نماز
پڑھے میت کی طرف سے اُسکا ولی تو نہین جائز ہی واسطے حدیث نسائی کے کہ نہ روزہ رکھے کوئی کسی کی طرف سے اور نہ نماز پڑھے کوئی کسی کیطرف سے لیکن کھانا
دیوے اُسکی طرف سے اُسکا ولی وکذا یجوز لو تبرع عنہ ولیہ بکفارۃ یمین او قتل باطعام او کسوۃ بغیر اعتاق اور اسیطرح جائز ہی اگر تبرع کیا اُسکی طرف سے اُسکے ولی نے
کفارہ مین یا قتل مین ساتھ کھانا کھلانے یا کپڑا پہنانے کے سوائے آزاد کرنیکے م اسیطرح ہی زیلعی اور درر اور بحر اور نہر مین لیکن شرنبلالیہ مین کہا ہی کہ تبرع وارث کا
کفارہ قتل مین کسی چیز کے ساتھ صحیح نہین ہی کیونکہ اُسمین واجب اعتاق رقبہ کا ہی اور وارث کا اعتاق اُسکی طرف سے صحیح نہین جیسا ذکر کیا ہی اور اعتاق کا بدل صوم ہی اُسمین
فدیہ صحیح نہین اور اطعام اور کسوۃ اس کفارہ مین ہوتا ہی نہین تو کفارہ قتل کو کفارۂ یمین کے شریک کرنا سہو ہی انتہی ما فی الشرنبلالیہ وکذا فی العزمیہ اور علامہ اقصرائی
نے اسکا جواب دیا ہی چنانچہ ابو السعود نے اُسکو نقل کیا ہی کہ قتل سے مراد قتل الصید ہی نہ قتل النفس مین کہتا ہون کہ اسپر بھی وارد ہوتا ہی کہ صوم قتل الصید مین

اصل نہیں ہے بلکہ وہ بدل ہے سو بعض کہ واجب نہیں ہے کہ اسکی قیمت سے ہر دن کی طرف سے ہر روزہ آدھا صاع گیہوں بعد طعام کے صدقہ دیا جاوے جو فقیر کو نصف
صاع یا جو نصف صاع سے بہت ایک روزہ کا روزہ اور نماز کا یہی حکم ہے اور کہا یہ ہے کہ شیخ فانی ایسے روزے سے عاجز ہو کہ بدل ہو جیسا کفارہ میں یا اور قتل میں تو رخصت
ہو وے ہمیں حضرت شیخ حیات میں مطلق کہ شیخ فانی ہو تو نہیں صحیح ہے دونوں کفاروں میں اور اگر وصیت کی فدیہ کی تو صحیح ہے دونوں میں اور اگر اسکی طرف سے
اسکے ولی نے تبرع کیا تو کفارہ قتل میں صحیح نہیں کیونکہ اسمیں واجب عتق ہے اور تبرع اسکا درست نہیں اور کفارہ یمین میں صحیح ہے لیکن کسوت و طعام میں نہ
اعتاق میں جیسا بحث بیان کیا یہ مقام اسیطرح سمجھنا چاہیے نفیس بانکہ بیان بہت سے فہم کے قدم لغزش کر گئے ہیں قال الشامی وبعلہ لا فیہ من الزام الولی
التبیت بلا رضاہ یعنی اعتاق کے ساتھ تبرع ولی کا اسلیے جائز نہیں کہ اسمیں میت کے ذمہ ولاء کا لازم کرنا ہے بدون اسکی رضا کے یعنی اگر اعتاق میت کی طرف سے
صحیح کیا جاوے تو ولاء یعنی ترکہ غلام آزاد مذکور کا در صورت نہ ہونے اسکے کسی وارث نسبی کے میت کو پہونچیگا اسواسطے کہ ولاء ایک علاقہ ہے مانند علاقہ نسب کے علاوہ
برین ولاء نفع خالص نہیں کیونکہ آقا اپنے غلام آزاد کا عاقلہ بھی ہے کہ اسکی طرف سے خونبہا دیتا ہے اور ایسے ہی اسکے عصبات بعد اسکی موت کے اور یہاں نہیں وارد
ہوتا ہے جو ہدایہ میں مذکور ہے کہ انسان کو جائز ہے کہ عمل کا ثواب غیر کو دیدے اور یہ اعتاق کو بھی شامل ہے کیونکہ یہاں مراد اعتاق بطور نیابت کے ہے میت سے روزہ
کے باب بخلاف اس صورت کے کہ اپنے غلام کو آزاد کرے اور اسکا ثواب میت کے لیے کردے اسواسطے کہ عتاق معتق کیطرف اصالتہ ہوا اور ولاء اسی کی رہی
صرف ثواب میت کو ہوا اور بخلاف تبرع کسوہ و اطعام کے کہ نیابتہ ہو سکتا ہے واسطے نہونے الزام کے قال الشامی وفدیۃ کل صلوٰۃ ولو وترا کما مر فی قضاء الفوائت کصوم یوم
علی المذہب اور فدیہ ہر نماز کا اگرچہ وتر ہو جیسا قضاء فوائت میں مذکور ہوا مثل فدیہ ایک روز کے روزہ کے ہے صحیح مذہب پر اور جو محمد بن مقاتل نے امام محمد سے اولا
روایت کیا ہے کہ ہر روز کی پانچوں نمازوں کے لیے نصف صاع ہے پس انہوں نے اس سے رجوع کیا ہے اور کہا ہے کہ ہر نماز فرض ہے جیسا ہر روز کا روزہ فرض ہے اور یہی
صحیح ہے کذا فی السراج وکذا الفطرۃ اور اسیطرح فطرہ یعنی عید کا فطرہ مانند فدیہ ایک دن کے روزہ کے ہے چنانچہ پہلے معلوم ہو چکا اور ممکن ہے کہ یہ تشبیہ مسئلہ تبرع کی ہو اور مطلب یہ کہا ہو
کذا الفطرۃ کے معنی یہ کہ ولی فطرہ نکالے میت کی وصیت سے قال الشامی والاعتکاف الواجب یطعم عنہ لکل یوم کالفطرۃ والولوالجیہ اور اعتکاف واجب میں کھانا کھلایا جاوے
میت کی طرف سے ہر روز کے لیے مانند فطرہ کے یعنی مقدار میں کذا فی الولوالجیہ ثم اگر میت نے وصیت کی ہے تو لزوما ثلث سے دیا جاویگا ورنہ جوازا والحاصل ان
ما کان عبادۃ بدنیۃ فان الوصی یطعم عنہ بعد موتہ عن کل واجب کالفطرۃ والمالیۃ کالزکوۃ یخرج عنہ القدر الواجب والمرکب کالحج یحج عنہ رجلا من مال
المیت بحر اور حاصل یہ ہے کہ جو عبادت بدنی ہو جیسے نماز تو وصی میت کی طرف سے کھانا دے اسکے مرنے کے بعد بدلے ہر واجب کے مثل فطرہ کے اور جو عبادت مالیہ ہو
جیسے زکوۃ پس نکالے میت کیطرف سے بقدر واجب اور جو عبادت مرکب ہو بدنی اور مالی سے یعنی حج تو حج کرادے میت کیطرف سے ایک شخص کو بھیجکر میت کے مال سے
کذا فی البحر وللشیخ الفانی العاجز عن الصوم الفطر ویفدی وجوبا ولو فی اول الشہر اور شیخ فانی کو جو روزہ سے عاجز ہے افطار جائز ہے اور فدیہ دیوے
وجوبا اگرچہ مہینے کے شروع میں دیدے ثم فدیہ اسواسطے واجب ہوا کہ یہ عذر جانیوالا نہیں ہے کہ قضا لازم آوے کذا فی النہر اور فدیہ دینے میں رمضان کا اول و
آخر برابر ہے کذا فی البحر وبلا تعدد فقیر کالفطرۃ لو موسرا والا فیستغفر اللہ اور فدیہ میں تعدد فقیروں کا شرط نہیں ہے اور فدیہ مثل فطرہ کے دے اگر توانگر ہو ورنہ
اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے ثم استغفار کا ذکر فتح القدیر اور بحر میں مسئلہ نذر دائمی کے بعد بیان کیا ہے جبکہ نذر کرنے والا روزہ نہ رکھے اور معیشت میں مشغول
ہو جاوے پس ظاہر یہ ہے کہ یہ اسی کے ساتھ متعلق ہے نہ شیخ فانی کے مسئلہ کے ساتھ جو اس سے پہلے ہے کیونکہ شیخ فانی سے کسی وجہ سے تقصیر نہیں پائی گئی بخلاف
ناذر کے اسواسطے کہ روزہ چھوڑکر جب معیشت میں مشغول ہوا تو ایک قسم کی تقصیر ہوئی اگرچہ معیشت کی مشغولی واجب ہے اسلیے کہ اسمیں حظ نفس کی ترجیح ہے قال الشامی
ہذا اذا کان الصوم اصلا بنفسہ وخوطب باداءہ وجوب فدیہ شیخ فانی وغیرہ پر اس صورت میں ہے کہ صوم بذات خود اصل ہو اور بندہ اسکی ذات کا مخاطب ہو جیسے
رمضان اور اسکی قضا اور نذر کے روزے مثلا کسی نے صوم دائمی کی نذر کی یا صوم معین کی نذر کی اور وہ دن معین گذر گیا تو فدیہ جائز ہے کذا فی البحر حتی لو لزمہ الصوم

لکفارۃ یمین او قتل ثم عجز لم تجز الفدیۃ لان الصوم ہنا بدل عن غیرہ یعنی اگر لازم ہوا صوم کفارہ یمین یا قتل کا پھر عاجز ہو گیا تو فدیہ جائز نہین ہی کیونکہ صوم یہان غیر کا بدل ہی ہم یہ تفریع ہی اصلا بنفسہ کے مفہوم پر اور کفارہ یمین اور قتل کے ذکر کرنے سے احتراز ہی کفارہ ظہار اور افطار سے جب اعتاق سے عاجز ہو تنگدستی کے سبب اور روزہ سے زیادت عمر کے سبب تو اسکو بالنص جائز ہی کہ ۶۰ مسکینون کو کھانا دیوے اور اطعام کفارہ یمین مین صیام کا بدل نہین بلکہ صیام بدل ہی اطعام کا کذا فی السراج اور بحر مین غایۃ البیان اور خانیہ سے نقل کیا ہی کہ اسیطرح اگر منڈا لیا سر حالت احرام مین تکلیف کی جہت سے اور ذبح کی مقدور نہین اور نہ تین صاع طعام کی کہ چھ مسکینون پر تقسیم کرے اور وہ شخص شیخ فانی ہی روزہ کی طاقت نہین رکھتا پھر روزہ کے بدلے کھانا دیا تو جائز نہوا کیونکہ صوم بدل ہی قالہ الشامی ولو کان مسافرا فمات قبل الاقامۃ لم تجب الایصاء اور اگر مسافر ہو پھر مر جاوے اقامت سے پہلے تو فدیہ کی وصیت اسکو واجب نہین ہم یہ تفریع ہی خوطب بادائہ پر اور ضمیر کان کی عائد ہی عاجز کیطرف یعنی وصیت اسپر اس جہت سے واجب نہین کہ اسکو بقدر رخصت نہین ملی کہ ایام صیام کی قضا کرتا ومتی قدر قضی لان استمرار العجز شرط الخلیفۃ اور جب قدرت ہو (یعنی شیخ فانی کو جو فدیہ ادا کر چکا ہی) تو قضا کرے اسواسطے کہ دوام عجز کا شرط ہی خلیفہ ہونے فدیہ کا صوم مین ہم بحر مین کہا ہی کہ صوم کی قید اسواسطے لگائی کہ تیمم خارج ہو جاوے کہ جب پانی پر قدرت ہو تو نماز نہین باطل ہوتی اسواسطے کہ تیمم کا خلیفہ ہونا مشروط ہی صرف عجز پر پانی سے نہ دوام عجز پر قالہ الشامی وہل تکفی الاباحۃ فی الفدیۃ قولان المشہور نعم واعتمدہ الکمال اور اباحت فدیہ مین کافی ہی یا نہین تین قول ہین مشہور یہ ہی کہ کافی ہی اور اسی پر کمال نے اعتماد کیا ہی ہم جسمین فقط اطعام وارد ہوا ہی اُسمین اباحت اور تملیک دونون جائز ہین بخلاف اسکے جسمین لفظ ایتاء یا ادا کا ہی اسلیے کہ وہ صرف تملیک کے واسطے ہی قہستانی عن المضمرات وغیرہ ولزم نفل شرع فیہ قصدا کما مر فی الصلوۃ اور لازم ہی وہ روزہ نفل کہ شروع کیا ہی اُسکو قصدا جیسا صلوۃ مین مذکور ہوا فلو شرع ظنا فافطر ای فورا فلا قضاء پس اگر شروع کیا واجب کے گمان پر پھر معلوم ہوا کہ واجب ذمہ پر نہین ہی پھر افطار کیا اُسی وقت یعنی بمجرد معلوم ہونے کے تو قضا اُسکے ذمہ لازم نہین ہی اما لو مضی ساعۃ لزمہ القضاء لانہ بمضیہا صار کانہ نوی المضی علیہ فی ہذہ الساعۃ تجنیس ومجتبی لیکن اگر بعد علم کے ایک ساعت گذر گئی پھر افطار کیا تو اُسپر روزہ قضا لازم ہوا کیونکہ جب ساعت گذری تو گویا اُسنے نیت روزہ کے بقا کی اس ساعت مین کی کذا فی التجنیس والمجتبی اداء وقضاء ای یجب اتمامہ فان فسد ولو بعروض حیض فی الاصح وجب القضاء لازم ہی نفل ادائً یا قضائً یعنی واجب ہی پورا کرنا ادا کی صورت مین پھر اگر فاسد ہو جاوے اگرچہ فساد حیض آنے کی جہت سے ہوا تو اصح روایت مین قضا واجب ہی الا فی العیدین وایام التشریق فلا یلزم لصیرورتہ صائما بنفس الشروع فیصیر مرتکبا للنہی مگر عیدین اور ایام تشریق مین کہ اُنمین اتمام لازم نہین نہ ادائً نہ قضائً اسواسطے کہ روزہ کے شروع کرتے ہی صائم ہو گیا پس مرتکب ہوا نہی کا ہم پس اُسکی حفاظت واجب نہوئی بلکہ ابطال واجب ہوا اور وجوب قضا مبنی وجوب حفاظت پر ہی پس جیسے اتمام واجب نہوا قضا بھی واجب نہوئی بخلاف اسکے کہ ان ایام کے صوم کی نذر کی اسواسطے کہ نذر لازم ہو جاتی ہی اسطرح کہ ایام غیر منہیہ مین اُنکی قضا کرے کیونکہ نفس نذر مین ارتکاب معصیت کا نہین ہی بلکہ شروع صوم معصیت ہی پس نذر منعقد ہوئی اور قضا لازم ہوئی اور دونون مین کذا فی الطحاوی واما الصلوۃ فلا یکون مصلیا ما لم یسجد بدلیل مسئلۃ الیمین اور نماز مین تو مصلی نہین شمار کیا جاتا ہی جبتک سجدہ نہ کر چکے بدلیل مسئلہ یمین کے ہم یہ جواب ہی ایک سوال کا سوال کا حاصل یہ ہی کہ اوقات منہیہ مین چاہیے تھا کہ نماز بھی واجب نہوتی شروع کرنے سے جیسا روزہ ایام منہیہ مین شروع کرنے سے نہین واجب ہوتا جواب کا حاصل یہ ہی کہ نماز مین معصیت کا مباشر صرف شروع سے نہین ہوتا جبتک کہ سجدہ نکرے کیونکہ اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ نماز نہ پڑھیگا تو بغیر سجدہ کیے حانث نہین ہوتا بخلاف صوم کے ایام منہیہ مین کہ صرف شروع سے معصیت کا مباشر ہو گیا کذا فی المنح ولا یفطر الشارع فی نفل بلا عذر فی روایۃ وہی الصحیحۃ اور نہ افطار کرے شروع کرنیوالا نفل مین یعنی روزہ نہ توڑے بے عذر ایک روایت مین یہی روایت صحیحہ ہی ہم یہی ظاہر الروایت ہی کذا فی المنح وغیرہا پس اسکو تنکیر کے ساتھ بیان کرنا نچاہیے تھا قالہ الشامی وفی اخری یحل بشرط ان یکون من نیتہ القضاء

ع یعنی حالت حیات مین کفارہ یمین کی صورت مین فدیہ کی وصیت کرے جیسا سابق مین ذکر ہوا

وھکذا فی الکافی وتاج الشریعۃ وصدر الشریعۃ فی الوقایۃ وشرحہا ودوسری روایت مین توڑ نا منع ہی بشرطیکہ نیت تنہائی ہو اور اسی کو کمال نے اختیار کیا ہی اور تاج الشریعۃ نے وقایہ مین اور انکی شرح مین ہم شارح نے صاحب بحر کا اتباع کیا ہی اور عبارت مین حاشا کی تصریح اختیار کی وقایہ اور شرح وقایہ مین ہی والضیافۃ عذر للضیف والمضیف ان کان صاحبہا لا یرضی بمجرد حضورہ ویتاذی بترک الافطار فیفطر والا لا ہو الصحیح من المذہب ظہیریہ اور ضیافت عذر ہی مہمان کے لیے اور دعوت کرنیوالے کے لیے یعنی نفل روزہ توڑنے مین نہ فرض وواجب مین بشرطیکہ صاحب ضیافت صرف حاضر ہونے سے راضی نہ ہو اور ترک افطار سے اسکو ایذا ہو تو افطار کرے ورنہ افطار نہ کرے یہی صحیح مذہب ہی کذا فی الظہیریہ اور ایک قول یہ ہی کہ قبل الزوال عذر ہی بعد زوال نہین اور دوسرا قول یہ کہا گیا ہی کہ اگر اپنے ساتھ اپنے اوپر بھروسا ہو کہ قضا رکھ لیگا تو توڑے ورنہ نہین شمس الائمہ نے کہا کہ یہ قید سب سے بہتر ہی مین کہتا ہون کہ قول صحیح مین بھی یہ تقیید ضروری ہی کیونکہ جب وثوق قضا کا نہین حاصل ہی تو اپنے آپ کو گناہ سے بچانا بہتر ہی غیر کی رعایت سے شارح نے جو تقیید کیا ہی بعض اقوال کے ساتھ جیسا آگے آتا ہی تو اس سے سب اقوال کا جمع حاصل ہو گیا قال الشامی ولو حلفت رجل علی الصائم بطلاق امرأتہ ان لم یفطر افطر ولو کان صائما قضاء ولا یحنثہ علی المعتمد بزازیہ اور اگر کسی شخص نے روزہ دار کو قسم دی اپنی بی بی کے طلاق کی درصورتیکہ افطار نہ کرے تو روزہ دار افطار کرے یعنی بطریق مذہب کے اگرچہ روزہ قضاے رمضان ہو اور اسکو قسم مین حانث نکرے معتمد روایت پر کذا فی البزازیہ وفی النہر عن الذخیرۃ وغیرہا ہذا اذا کان قبل الزوال اما بعدہ فلا الا لاحد ابویہ الی العصر لا بعدہ اور نہر مین ذخیرہ وغیرہ سے نقل کیا ہی کہ یہ حکم اس صورت مین ہی کہ افطار قبل الزوال ہو لیکن زوال کے بعد افطار جائز نہین مگر ان باپ کے لیے عصر تک افطار جائز ہی نہ بعد عصر کے وفی الاشباہ دعاہ احد اخوانہ لا یکرہ فطرہ لو صائما غیر قضاء رمضان اور اشباہ مین ہی کہ کسی بھائی نے دعوت کی تو افطار مکروہ نہین ہی اگر روزہ ہو سواے قضاے رمضان کے ہم اور قضاے رمضان کا افطار مکروہ ہی کہ اسکو رمضان کا حکم ہی کذا فی الظہیریہ اور قضاے رمضان پر اقتصار کرنا ظاہر اور لالت کرتا ہی کہ صوم کفارہ اور نذر مین بعذر ضیافت افطار مکروہ نہین ہی اور یہ روایت ہی ابو یوسف سے لیکن انکے نزدیک قضاے رمضان مین بھی استثنا نہین جیسا کہ محیط مین ہی کہ امام ابو یوسفؒ سے روایت ہی کہ صوم قضا اور کفارہ اور نذر مین افطار کرے تو ظاہر یہ ہی کہ مصنف اسی روایت پر چلا ہی اس صورت مین قضاے رمضان کا استثنا نہ چاہیے تھا قال الشامی عن الحموی ولا تصوم المرأۃ نفلا الا باذن الزوج الا عند عدم الضرر بہ اور نفل روزہ نہ رکھے عورت مگر خاوند کی اجازت سے لیکن جب خاوند کو کچھ ضرر نہو تو جائز ہی ہم یعنی اسطرح پر کہ محرم ہو یا مریض ہو یا مسافر ہو تو اسکو منع نہین ہو نچتا اور عورت روزہ رکھ سکتی ہی گو وہ منع کرے کیونکہ خاوند کا منع کرنا اپنے حق کی جہت سے ہی یعنی وطی کے سبب تو ان حالات مین روزہ سے اسکا کچھ حرج نہین کذا فی السراج اور ظہیریہ مین منع کو مطلق رکھا ہی اور صاحب بحر نے اسی کی تقویت کی ہی کہ روزہ عورت کو دبلا کرتا ہی اگرچہ بالفعل وہ وطی نکرے نہر مین کہا ہی کہ میرے نزدیک منع کا ضرر پر مقصور رہنا اولی ہی کیونکہ ایک روز کا روزہ دبلا ہونیکا باعث نہین ہی پس باقی رہا مگر حق وطی تو اگر یہ ضرر نہو یعنی خاوند مریض ہو یا مسافر تو جائز ہی قال الشامی ولو افطر او جب القضاء باذنہ او بعد البینونۃ اور اگر افطار کرا دیا مرد نے عورت کا روزہ تو قضا واجب ہی مرد کی اجازت سے یا بعد جدائی کے ہم اس سے معلوم ہوا کہ مرد کو افطار کرا دینا جائز ہی اور اسیطرح غلام کا حال ہی اور بحر مین خانیہ سے نقل کیا ہی کہ اگر عورت نے بلا اجازت نفل حج کا احرام باندھا تو مرد کو اسکا کھلوانا جائز ہی اور یہی حال نماز دن کا ہی کذا فی الشامی ولو صام العبد وما فی حکمہ بلا اذن المولی لم یجز وان افطرہ فقضی باذنہ او بعد العتق اور اگر غلام نے روزہ رکھا یا انسے جو اسکے حکم مین ہی یعنی باندی اور مدبر اور ام ولد نے بغیر اجازت مولی کے تو نہین جائز ہی اور اگر افطار کرا دیا تو قضا کرین مولی کی اجازت سے ورنہ بعد آزادی کے ہم نہین جائز یعنی مکروہ ہی خانیہ مین کہا ہی مگر اس صورت مین کہ مولی غائب ہو اور اسکا کچھ ضرر نہو یعنی اسکا حال مانند عورت کے ہی لیکن محیط وغیرہ مین ذکر کیا ہی کہ غلام کو روزہ مکروہ ہی اگرچہ آقا کو کچھ نقصان نہ پہونچاوے کیونکہ اسکے منافع ملک مین مولی کے ہین بخلاف عورت کے کہ اسکے منافع زوج کے مملوک نہین ہین صرف اپنے حق یعنی وطی کا مالک ہی اور بحر مین اسی کی تقویت کی ہی اور جاننا چاہیے کہ اجیر کا حال بیان نہین کیا سو سراج مین ہی کہ اگر اسکا روزہ مستاجر کو نقصان کرتا ہی

تو نفل روزہ نچاہیے بدون اجازت اور اگر نقصان نہین کرتا تو اُسکو روزہ جائز ہے ولو نوی مسافر الفطر او لم ینوہ فاقام ونوی الصوم فی وقتہا
قبل الزوال صح مطلقاً اور اگر نیت کی مسافر نے افطار کی یا نہ نیت کی پھر مقیم ہو گیا اور نیت کرلی روزہ کی نیت کے وقت مین زوال سے پہلے یعنی نصف النہار
شرعی سے پہلے اور کھانے سے پہلے تو صحیح ہے ہر صورت مین ہم یعنی نفل ہو یا نذر معین یا ادا ے رمضان اس سے معلوم ہوا کہ اسکا محل وہ روزہ ہے جسمین
رات سے نیت کرنی نہین ہے پس اگر اُس روزہ کی نیت کی جسمین رات سے نیت ضرور ہے تو نفل ہوگا کذا فی الطحطاوی قالہ الشامی ویجب علیہ الصوم لو کان
فی رمضان لزوال المرخص اور واجب ہے روزہ اُسپر اگر یہ واقعہ رمضان مین ہو بسبب زائل ہونے مرخص کے یعنی رخصت سفر کی جہت سے تھی جب سفر زائل ہو گیا اور نیت
اقامت کی کرلی [illegible] واجب ہو گیا کما یجب علی مقیم اتمام صوم یوم منہ ای رمضان سافر فیہ ای فی ذالک الیوم جیسا واجب ہے مقیم پر تمام کرنا اُس روزہ رمضان
کا جسمین سفر واقع ہوا ہے ہم اسواسطے کہ سفر روزہ شروع نکرنے کو مباح کرتا ہے نہ روزہ توڑنے کو پس اگر فجر کے بعد سفر کیا تو افطار حلال نہین ہے بحر مین کہا ہے کہ یہی حکم ہے
اگر مسافر نے نیت کی رات کو اور صبح ہونے تک اُس نیت کو نہین توڑا پھر روزہ رکھا تو اُس روز افطار حلال نہین اور اگر افطار کرے تو کفارہ لازم نہین ولکن لا کفارۃ
علیہ لو افطر فیہما للشبہۃ فی اولہ وآخرہ اور لیکن کفارہ نہین لازم اگر افطار کیا دونون مسئلون مین یعنی مسافر کہ مقیم ہوا اور مقیم جسنے سفر کیا واسطے وقوع شبہہ کے
اُسکے اول وآخر مین ہم یعنی اول مسئلہ مین شبہہ اول وقت مین ہے اور دوسرے مسئلہ مین آخر مین یہ لف ونشر مرتب ہے قالہ الشامی الا اذا دخل مصرہ لشیء نسیہ فافطر
فانہ یکفر مگر اُس صورت مین کہ اپنے شہر مین داخل ہوا کسی چیز کے لینے کو کہ بھول آیا تھا پھر افطار کرلیا تو اِس صورت مین کفارہ دے ہم اسواسطے کہ کھانیکے وقت
وہ مقیم ہے کہ گھر آنیکی جہت سے سفر کو چھوڑ دیا اور یہان قیاس پر عمل ہے نہ استحسان پر اور پہلے مذکور ہو چکا کہ اگر کسی شخص نے کھا لیا پھر سفر کیا یا باکراہ سفر کرایا گیا
تو کفارہ نہین ساقط ہوتا کذا فی الشامی ولو نوی الصائم الفطر لم یکن مفطر کما لو نوی التکلم فی صلوتہ ولم یتکلم شرح الوہبانیۃ قال وفیہ خلاف الشافعی اور
اگر روزہ دار نے نیت افطار کی کی تو مفطر نہو جاویگا جیسا مذکور ہو یعنی لا ایصام یوم الشک سے پہلے جسطرح نماز مین نیت کی بولنے کی اور نہ بولا کذا فی شرح الوہبانیہ
ابن شحنہ نے کہا کہ اسمین خلاف ہے شافعی کا ہم طحطاوی نے کہا کہ معتمد مذہب امام شافعی کا بھی یہ ہے کہ اس سے نماز نہین فاسد ہوتی وقضی ایام اغمائہ ولو کان الاغماء مستغرقا
للشہر لندرۃ امتدادہ اور قضا کرے صیام ایام بیہوشی کے اگرچہ تمام ماہ رمضان بیہوش رہا ہو کیونکہ بیہوشی کا بڑھ جانا نادر ہے ہم یعنی بغیر کھانے پینے کے اسقدر
مدت جیتا رہے یہ نادر ہے اور نادر واقعات مین حرج نہین ہے کذا فی الزیلعی سوی یوم حدث الاغماء فیہ او فی لیلتہ فلا یقضیہ الا اذا علم انہ لم ینوہ سوا ے
اُس روز کے جسمین بیہوشی طاری ہوئی یا اُسکی رات مین سو اُسکو قضا نکرے مگر جب جانے کہ اُسکی نیت نہین کی ہم قضا نکرے اسواسطے کہ ظاہر حال مقتضی ہے کہ
رات سے نیت کی ہوگی اور اگر جنون دن کو حادث ہوا ہے تو بطریق اولی اسپر حمل کر سکتے ہین یہانتک کہ اگر وہ شخص بیباک ہو رمضان مین کھانے کی عادت
رکھتا ہو یا مسافر ہو تو کل کو قضا کرے کذا قالوا کذا فی الشامی وفی الجنون ان لم یستوعب الشہر قضی ما مضی اور جنون مین اگر تمام ماہ نہ رہا ہو جسقدر
ایام گذرے ہون اُنکی قضا کرے ہم اور اگر تمام ماہ رہا ہو تو مطلقاً قضا لازم نہین بلا خلاف قالہ الشامی وان یستوعب الجمیع ما یمکنہ انشاء الصوم فیہ
علی ما مر لا یقضی مطلقاً للحرج اور اگر جنون جملہ اوقات کو احاطہ کرے جنمین صوم شروع ہو سکتا ہے جیسا اول کتاب الصوم مین گذرا تو نہ قضا کرے بالکل واسطے
دفع حرج کے ہم انشاء صوم جسمین ہو سکتا ہے وہ مدت طلوع فجر سے نصف النہار تک ہے ہر دن مین پس حصول افاقہ کا بعد زوال کے اور تمام شب کا معتبر نہین ہے
یعنی اگرچہ نیت اُسمین ہو سکتی ہے لیکن انشاء صوم بالفعل رات کو نہین ہو سکتا اور نہ بعد نصف النہار کے لیکن یہ مخالف ہے مصنف کی مراد کو کہ اُسنے استیعاب کو
مطلق کہا ہے یعنی وہ مقتضی ہے کہ اگر ایک ساعت کا بھی افاقہ ہوا اگرچہ رات کو ہو یا بعد نصف النہار کے تو قضا کرے ورنہ نہین اور ہمنے اول کتاب الصوم
مین اختلاف کا بیان کیا ہے اور یہ کہ دونون قول صحیح ہین اور معتمد دوسرا ہے کیونکہ وہ ظاہر الروایت ہے اور متون مین مذکور ہے اور مطلقاً سے مراد یہ ہے کہ
جنون اصلی ہو یا بعد بلوغ کے عارض ہو گیا ہو اور یہ ظاہر الروایت ہے اور امام محمد سے ایک روایت ہے کہ ان دونون مین فرق ہے اسلیے کہ جب بالغ ہوا

[illegible] بیٹھ ہوا حالت حیض میں پھر جنون ہو گیا وہی مختار ہے

[illegible] پس ایام کی قضا نہیں ہوتی روایت میں ہے

[illegible] اطلاقات [illegible] روزے یا مہینے

[illegible] اپنے قول سے [illegible] لازم کرے اور سابق میں ان

[illegible] زبان کا ہو اور اسکی صحت کی شرط یہ ہے کہ معصیت نہ ہو جیسے شرب

[illegible] شرط یہ ہے کہ اسکی جنس کا کوئی

[illegible] واجب ہے اور جو زبان سے بولا ہے وہ مقصود

[illegible] کسی شخص نے نذر کیا للہ علی صوم یوم اور اسکی زبان سے نکل گیا صوم

[illegible] نذر کا لفظ نکل گیا تو نذر لازم ہوگی کیونکہ نذر

[illegible] امام صاحب سے روایت کی ہے کہ یہ نذر صحیح ہے اور یہی قول ہے

[illegible] اگر معین کیا تو صحیح نہیں [illegible] روزے کی نذر کی اور قضا کرے دن یوم النحر ہو تو صحیح ہے کذا فی الشامی

دو قول [illegible] شروع معصیت [illegible] شروع کرنے میں فوت [illegible] بیان کیا ہے کہ شروع کرنا

[illegible] نذر درست ہوگی [illegible] افطر الایام المنہیہ وجوبا تحامیا عن المعصیۃ وقضاہا اسقاطا للواجب لیکن اور

ایام منہیہ میں افطار [illegible] گناہ سے بچے [illegible] قضا کرے [illegible] ساقط کرے کو وان صامہا خرج عن العہدۃ مع الحرمۃ اور اگر

انھیں دنوں میں روزہ رکھ لیا تو عہدہ سے بری ہو گیا [illegible] لم یقض شیئا [illegible] علی ما ھو الصواب

اور [illegible] ایام منہیہ سے پہلے [illegible] ذیحجہ کو [illegible] قضا کرے اور اسکو صرف

باقی سال کے روزے [illegible] ذیحجہ کی [illegible] لازم ہونگے [illegible] اگر سال معین کے روزے نذر کئے تو قضا ایام منہیہ کی

لازم ہوتی [illegible] سال کے روزوں کا لازم [illegible] ذیحجہ تک [illegible] کا اشارہ

دلالت [illegible] واقع ہوئی لیکن جس قدر زمان اسکی مقابل میں

[illegible] الحکم [illegible] اور شرط التتابع فیفطرہا

[illegible] ایام منہیہ کو [illegible] اور اگر انھیں ایام میں روزہ رکھے

تو [illegible] ایام منہیہ کی قضا کرے [illegible] یعنی آخر برس

[illegible] بخلاف المعینۃ اور اعادہ کرے یعنی جتنے ایام کے

روزے [illegible] رکھ چکا ہو [illegible] ایک ہی ماہ بخلاف سال معین کے

[illegible] لازم آگیا ہے اس واسطے اگر ایک دن افطار کرے

تو صرف اسی دن کی قضا [illegible] اور اگر تتابع شرط کیا

[illegible] پانچ ایام جو کہ ایام منہیہ کے اور ۳۰ دن رمضان کے

اور پچھلے روزون سے متصل رکھنے چاہیین اور اگر وصل نکرے تب بھی عہدہ سے خارج ہوگا صحیح روایت پر کذا فی البحر واعلم ان صیغۃ النذر تحتمل الیمین فلذا کانت ست صور ذکرہا بقولہ اور جان کہ صیغہ نذر کا احتمال رکھتا ہی قسم کا بھی پس اسلیے چھ صورتین ہوتین انکو مصنف نے ذکر کیا اپنے اس قول سے فان لم ینو بنذرہ الصوم شیئا او نوی النذر فقط دون الیمین او نوی النذر و نوی ان لا یکون یمینا کان فی ہذہ الثلث الصور نذرا فقط اجماعا عملا بالصیغۃ پس اگر نذر کے صیغہ سے کچھ نیت نہین کی یا نذر ہی کی نیت کی نہ قسم کی یا نیت کی نذر کی اور نیت کی قسم نہونیکی تو ان تینون صورتون مین نذر ہی ہوگی فقط بالاجماع واسطے عمل کرنیکے موافق صیغہ کے ہم یعنی وجہ اول مین اور اسیطرح دوسرے اور تیسرے مین بطریق اولی وان نوی الیمین وان لا یکون نذرا کان فی ہذہ الصورۃ یمینا فقط اجماعا عملا بتعیینہ وعلیہ کفارۃ یمین ان افطر لحنثہ اور اگر نیت کی قسم کی اور اسکی کہ نذر نہو تو اس صورت مین صرف قسم ہوگی بالاجماع بسبب معین کرنے اس شخص کے اور اسکے ذمہ کفارہ قسم کا لازم ہوگا اگر افطار کرے کیونکہ حانث ہوگیا ہم یعنی قول نذر کا معنی صوم دلالت کرتا ہی التزام پر اور یہ صریح ہی نذر مین پس محمول ہوگا نذر پر بدون نیت کے اور نیت کے ساتھ بطریق اولی لیکن جب نیت کرے کہ نذر نہو تو یمین ہوگی کیونکہ لازم بولا اور لزوم مراد لیا اسواسطے کہ مباح کو لازم کرنے سے اسکے ترک کی تحریم لازم آتی ہی اور مباح کا حرام کرنا بھی یمین ہی قالہ الشامی وان نواہما او نوی الیمین بلا نفی النذر کان فی الصورتین نذرا ویمینا حتی لو افطر یجب القضاء للنذر والکفارۃ للیمین عملا بعموم المجاز خلافا للثانی اور اگر نیت کی دونون کی یا نیت کی قسم کی بدون نفی کرنے نذر کے تو دونون صورتون مین نذر اور قسم ہوگی یہانتک کہ اگر افطار کرے تو واجب ہوگی قضا بسبب نذر کے اور واجب ہوگا کفارہ قسم کا واسطے عمل کرنیکے عموم مجاز پر برخلاف قول ابو یوسف رح کے ہم امام ابو یوسف کے نزدیک اول صورتمین نذر ہوگی اور دوسری مین قسم اسلیے کہ استعمال صیغہ کا نذر مین حقیقی ہی اور قسم مین مجازی اول صورتمین حقیقت کو ترجیح ہی اور دوسری مین نیت کے باعث مجاز متعین ہی اور چونکہ نذر و قسم کا ہونا لفظا ہر تحریم ہوجانا حقیقت و مجاز کا ہی ایک لفظ مین اور یہ ہو نہین سکتا اسلیے شارح نے کہا کہ عموم مجاز پر عمل کرنے سے یہ معنی لیے گئے یعنی نذر اور یمین مین منافات نہین ہی کیونکہ دونون وجوب کو تقاضا کرتے ہین مگر نذر بنفسہ وجوب کو چاہتی ہی اور یمین لغیرہ یعنی بواسطہ صیانت اسم خدا تعالی کے پس ہمنے دونونمین جمع کردیا تاکہ دونون دلیلون پر عمل ہو باقی کتب اصول مین مذکور ہی قالہ الشامی والطحطاوی ومذہب تفریق صوم الست من شوال ولا یکرہ التتابع علی المختار خلافا للثانی حاوی اور مندوب ہی کہ متفرق چھ روزہ رکھے شوال مین اور اسکا پیہم رکھنا مکروہ نہین ہی مذہب مختار پر بخلاف قول ابو یوسف رح کے کذا فی الحاوی والاتباع المکروہ ان یصوم الفطر وخمسۃ بعدہ فلو افطر الفطر لا یکرہ بل یستحب ویسن ابن کمال اور رمضان کے پیچھے روزے رکھنے وہ مکروہ ہین کہ عید کے دن ایک روزہ رکھے اور پانچ عید کے بعد پس اگر عید کو افطار کرے تو مکروہ نہین ہی بلکہ مستحب و مسنون ہی قالہ ابن کمال چنانچہ جامع ترمذی مین وارد ہی کہ جو شخص روزے رمضان کے رکھے پھر چھ روزے شوال کے انکے ساتھ ملاوے تو یہ تمام سال کے روزے ہوے ولو نذر صوم شہر غیر معین متتابعا فافطر یوما ولو من الایام المنہیۃ استقبل لانہ اخل بالوصف مع خلو شہر من ایام نہی نہر بخلاف السنۃ اور اگر نذر کی کہ ایک مہینے غیر معین کے روزے پے در پے رکھونگا پھر ایک روز افطار کرلیا اگرچہ افطار کا دن ایام خمسہ مین کا ہو تو پھر نئے سرے روزہ رکھے کیونکہ اسنے کھودیا وصف تتابع کو باوجود یکہ ایسا مہینا مل سکتا تھا جسمین ایام نہی واقع نہو وین کذا فی النہر بخلاف برس کے پیہم روزون کی نذر کے خواہ برس معین ہو یا غیر معین کہ اسمین ایام منہیہ بلاشک واقع ہونگے ہم یہ جواب ہی اسکا کہ جیسا سال بھر کی نذر مین ایام منہیہ کے بدلے کی قضا آتی تھی ایسا ہی یہان بھی صرف اس روز کی قضا لازم آتی جو مہینے کے بیچ مین واقع ہوا لا یستقبل فی نذر شہر معین لئلا یقع کلہ فی غیر الوقت نہ استیناف کرے جس صورت مین کہ معین مہینے کے روزے کی نذر کی ہوتا کہ روزے سبھا اسکا غیر وقت مین واقع نہون ہم کلہ کی تقیید اسی صورت مین ظاہر ہوتی ہی کہ مہینے کے آخر کا روزہ افطار کیا ہو لیکن اگر دسوین دن افطار کرے مثلا تو نہین ظاہر ہوتی کیونکہ اگر گیارھوین سے استیناف کرے اور پورا مہینا روزے رکھے تو بعض روزے وقت مین ہونگے اور بعض غیر وقت مین قالہ الشامی والنذر من اعتکاف او حج او صلوۃ او صیام او غیرہا غیر المعلق ولو معینا لا یختص بزمان ومکان ودرہم وفقیر اور نذر غیر معین خواہ اعتکاف ہو یا حج

وغیرہ روزہ یا سوائے اسکے اگر چہ تعین ہو (یعنیات وغیرہ) تعین خصوصیت رکھتی کسی زمانے کے ساتھ یا مکان کے یا درہم کے یا فقیر کے تو وہ لغو ہی ہے پس تصدق یہ ہو گا
کہ ہیںجاکہ اسمیں کچھ بھی مخالفت جائز ہی اگر نذر کی کہ تب تو ایک جمعہ کے دن مکہ میں دس درہم فلانے شخص پر صدقہ کریگا تو اسکے خلاف کیا تو جائز ہو ہم نے بعض جگہ پر وقت کی
قید کا مین اسیطرح کسی روز مین سوائے جمعہ کے خیر کرے تو بھی اور درہم کسی دوسرے شخص پر صدقہ کیا اور یہ اسلیے جائز ہو کہ نذر مین وہ چیز داخل ہو جو عبادت
ہو اور عمل تصدق ہو پس تعین بیسبب تعیین باطل ہو گئی اور قربت لازم ہوئی کذا فی الدر اور معراج مین ہو کہ اگر نذر کیا کہ کل روزہ رکھونگا پھر اسکو پرسون
رکھا تو جائز ہو اور چاہیے کہ کچھ برائی یہین ہو یا کسی نے نذر کی کہ الّٰہی ایک درم صدقہ دونگا پھر قصور مین دیر مین دیا تنبیہ بین بحر نے کہا ہو کہ زیلعی
مین ذکر کیا ہو کہ اگر کسی معین درم کی تصدق کی نذر کی پھر وہ درم جاتا رہا تو نذر ساقط ہو جاتی ہو اور یہ دلالت کرتا ہو کہ قول نقود کا لغو نیا رود کی
خصوصیت لغو ہو عام نہین بلکہ یہ صورت انہین ہی مخصوص ہو کیونکہ اگر خصوصیت کا اعتبار لغو ہوتا تو چاہیے تھا کہ واجب اسکے ذمہ پر رہتا اور درم کے
ہلاک ہونے سے واجب نہ ساقط ہوتا اور اسیطرح یہ قول کہ تعیین فقیر کی لغو ہو یہ بھی مطلق نہین ہو کیونکہ بدائع مین کہا ہو کہ اگر نذر کی کہ معین دس فقیر
کچھ کھلاؤن گا یعنی مسکین کا نام لیا اور چیز کو معین نہین کیا تو نذر درست ہو کہ وہ چیز انہی فقیر کو دے کیونکہ جب شی منذور کو معین نہین کیا تو تعیین فقیر کی مقصود
ہو گئی تو دوسرے کو دینا جائز نہین قال الشامی وکذا التعجیل فلو عین شہرا للاعتکاف او للصوم فعجلہ قبلہ عنہ صح اور اسیطرح جائز ہو اگر وقت سے
پہلے ادا کرے پس اگر کوئی مہینا معین کیا اعتکاف کے لیے یا صوم کے لیے پھر اُس سے پہلے اُسی کے بدلے ادا کیا تو درست ہو ہم بخلاف قول محمد و زفر
کے اتنا فرق ہو کہ محمد تعجیل کو بالکل جائز نہین رکھتے اور زفر اُس صورت مین کہ زمان معجل مین فضیلت کم ہو کذا فی الفتح شامی نے کہا کہ اگر کسی شخص نے
رجب کے روزون کی نذر کی پھر اُس سے پہلے ۲۹ روزے رکھے اور رجب بھی ۲۹ روز کا ہوا تو قضا لازم نہونا چاہیے یہی صحیح ہو جیسا سراج مین ہو اور
اگر رجب ۳۰ دن کا ہوا تو ایک روزہ قضا کرے وکذا لو نذر ان یحج سنۃ کذا فحج سنۃ قبلہا صح او صلوٰۃ یوم کذا فصلاہا قبلہ لانہ تعجیل بعد وجود السبب وہو النذر
فیلغو التعیین شرنبلالیہ فلیحفظ اور اسیطرح اگر نذر کی کہ فلانے سن مین حج کرے گا پھر اُس برس سے پہلے حج کر لیا تو درست ہو یا نذر کی نماز کی فلانے روز
پھر نماز پڑھ لی اُس روز سے پہلے کیونکہ یہ تعجیل ہو بعد موجود ہونے سبب کے اور وہ نذر کا نذر کرنا ہو پس تعیین لغو ہو جاویگی کذا فی الشرنبلالیہ اسکو یاد رکھو
ام یعنی چونکہ تعیین قربت مقصودہ بھی نہ تھی تو لغو ہو گئی اور اس مسئلہ مین بھی خلاف محمد و زفر کا ہو کذا فی الشامی بخلاف النذر المعلق فانہ لا یجوز تعجیلہ قبل
وجود الشرط کما یجئی فی الایمان بخلاف نذر مشروط کے کیونکہ اُسمین تعجیل شرط کے موجود ہونے سے پہلے جائز نہین ہو جیسا ایمان مین مذکور ہوگا مراد یہ ہو کہ تعلیق
کرے ایسی شرط پر جسکا ہونا اچھا ہو جیسا اگر میرا فلانا غائب آجاوے تو روزہ رکھون یا شرط کا نہونا اچھا ہو مثلاً اگر زنا کرے تو میرے ذمہ بقدر لازم ہو اتنا فرق ہو
کہ پہلی صورت مین اگر شرط پائی جاوے تو نذر کا ایفا لازم ہو اور دوسری صورت مین اختیار ہو نذر کے پورے کرنے مین اور کفارہ یمین مین اور نذر معلق مین تعجیل
اسلیے جائز نہین کہ جو کام معلق کسی شرط پر ہو وہ بالفعل سبب نہین ہو بلکہ شرط کے موجود ہونے پر سبب ہوگا جیسا اصول مین مقرر ہو چکا ہو پس اگر اسکی تعجیل جائز
ہو تو لازم آتا ہو کہ اسکا وقوع سبب کے موجود ہونے سے پہلے ہو اور یہ ناجائز ہو اور اس سے ظاہر ہوتا ہو کہ معلق کا زمانہ باعتبار تعجیل کے معین ہو لیکن تاخیر
صحیح ہو واسطے موجود ہونے سبب کے پہلے ابتدا سے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہو کہ یہین مکان اور درم اور فقیر متعین نہین ہین کیونکہ تعلیق کی جہت سے صرف زمانہ انعقاد
سبب کا مؤخر ہو گیا پس تعجیل ناجائز ہوئی لیکن مکان اور درم اور فقیر اپنی اصل پر ہو اسواسطے کہ تعلیق انمین اثر نہین کرتی تا. شامی ولو قال مریض للہ
علی ان اصوم شہرا فمات قبل ان یصح لا شئ علیہ اور اگر کسی مریض نے کہا اللہ کے واسطے میرے ذمہ یہ ہو کہ ایک مہینے کے روزے رکھون پھر مر گیا
اچھا ہونے سے پہلے تو اُسکے ذمہ کچھ لازم نہین ہو وان صح ولو یوما ولم یصمہ لزمہ الوصیۃ بجمیعہ علی الصحیح اور اگر تندرست ہو گیا اگرچہ ایک ہی روز ہو
اور اس روز روزہ نہ رکھا تو اُسکو وصیت جمیع صیام کی لازم ہو صحیح مذہب پر یہ شیخین کا قول ہو اور محمد کہتے ہین کہ جسقدر قوت ہووے اُسی قدر کی وصیت لازم ہو

جیسا قضاے رمضان مین وقد بسطہ الشامی کا لنحیح اذا ... ات قبل تمام الشہر لزمہ الوصیہ بالجمیع بالاجماع کما فی الجنازیہ بخلاف القضاء فان سببہ
اوراک العدۃ مانند مندرست سکے کہ نذر کی مہینے کی اور مہینے کے تمام ہونے سے پہلے مرگیا اور اس اثنا مین روزہ نہین رکھا تو اُسکو وصیت تمیع مہینے کی
لازم ہی بالاجماع جیسا جنازیہ مین ہی بخلاف قضاے رمضان کے کیونکہ سبب قضا کا ادراک اُسقدر مدت کا ہو یعنی جس صورت مین کہ رمضان فوت ہوجاوے
کسی عذر سے پھر بعض مدت کی اسکو گنجایش ملی اور روزہ نہ رکھا تو اُسکو وصیت کرنی اُس مقدار کی کہ ... کی ہی بالاتفاق لازم ہی صحیح مذہب پر بخلاف طحاوی
کے کہ اُسنے کہا ہی کہ خلاف اس مسئلہ مین بھی جاری ہی کذا فی الحلبی فروع مسائل جزئیہ جو شارح نے ملحق کیے قال واللہ اصوم لا صوم علیہ بل ان صام حنث
کما سیجی فی الایمان یہ لفظ کہا واللہ اصوم تو روزہ اُسکے ذمہ لازم نہین بلکہ اگر روزہ رکھیگا تو حانث ہوگا جیسا کتاب الایمان مین آویگا اس جہت سے
کہ مضارع مثبت جواب قسم مین نہین واقع ہوتا مگر نون تاکید کے ساتھ اور نون تاکید مثال مذکور مین نہین تو لا نفی کا حذف ماننا ضرور ہوا یعنی گویا اُسنے واللہ
لا اصوم کہا قالہ الحلبی لیکن علامہ مقدسی نے کہا کہ یہ حکم سابق مین تھا قبل تغیر لغت کے اور اب تو عوام اثبات اور نفی مین صرف لفظ لا کے ہونے اور نہونے سے فرق
کرتے مین پس یہ مثل اصطلاح فارسی وغیرہ کے ہی قسم کے باب مین قالہ الشامی نذر صوم رجب فدخل رجب وہو مریض افطر وقضی کہ رمضان نذر کی رجب کے روزون کی
پھر رجب آگیا اور یہ مریض ہی تو افطار کرے اور قضا کرے مثل رمضان کے یعنی متصل یا منفصل کذا فی الدرر او صوم الابد فضعف لاشتغالہ بالمعیشۃ افطر وکفر کما مر
یا نذر کی ہمیشہ کے روزے کی پھر ضعیف ہوگیا معیشت مین مشغول ہونے کی جہت سے تو افطار کرے اور فدیہ دے چنانچہ مذکور ہوا یعنی شیخ فانی کے حکم مین کہ مثل فطرہ کے
کھانا دیوے او یوم یقدم فلان فقدم بعد الاکل او الزوال او حیضہا تقضی عند الثانی خلافا للثالث یا نذر کی کہ روزہ رکھونگا جس دن فلانا شخص آویگا سو آیا وہ
کھانے کے بعد یا ضحوہ کبری کے یا حیض آنیکے بعد تو قضا کرے ابو یوسف کے نزدیک بخلاف قول محمد رح کے ہم فتح القدیر اور نہر مین کہا کہ بعد زوال کے آیا تو محمد رح
کہتے ہین کہ اُسپر کچھ لازم نہین اور سواے محمد رح کے اور کسی سے روایت نہین ہی سرخسی نے کہا کہ اظہر یہ ہی کہ دونون برابر ہین یعنی آنا بعد الاکل اور آنا بعد الزوال پس شارح
فرع ثانی مین اسی پر چلا ہی ولو قدم فی رمضان فلا قضاء اتفاقا اور اگر فلانا آیا ماہ رمضان مین تو قضا لازم نہین بالاتفاق کیونکہ انجام کار نذر اُسکی
رمضان پر واقع ہوئی اور جو شخص رمضان کی نذر کرے تو اُسپر کچھ لازم نہین ہوتا قالہ الحلبی ولیحنی بہ الیمین کفر فقط الا اذا قدم قبل نیۃ فنواہ عنہ برّ بالنیۃ ووقع عن
رمضان اور اگر نیت کی الفاظ نذر سے یمین کی تو قسم کا کفارہ دیوے فقط مگر جبکہ وہ شخص آگیا نیت کرنے سے پہلے پس اُسنے نذر کی نیت کرلی تو نیت کی
جہت سے نذر ادا ہوگئی اور روزہ رمضان کا واقع ہوا ہم اس مسئلہ کے بیان مین اختصار مخل واقع ہوا ہی نہر کے اتباع سے اور اصل مسئلہ فتح وغیرہ
مین اسطرح مذکور ہی اگر کہا کہ مجھپر خدا کے واسطے روزہ اُس روز کا لازم ہی جس روز فلان شخص آوے اللہ تعالی کے شکر کے لیے اور اس قول سے یمین
کا ارادہ کیا پھر وہ شخص رمضان کے دن مین آیا تو اُسپر کفارہ لازم ہوگا اور قضا نہوگی کیونکہ قسم پوری ہونے کی شرط نپائی گئی یعنی روزہ بہ نیت شکر
اور اگر آیا نیت کرنے سے پہلے پھر اس روزے مین صوم نذر کی نیت کی نہ رمضان کی تو قسم پوری ہوئی نیت کی جہت سے اور یہ روزہ رمضان کے
واسطے بھی کافی ہی قضا لازم نہین اور اس سے مصنف کا کلام واضح ہوجاتا ہی قالہ الشامی ولو نذر شہرا لزمہ کاملا اور اگر نذر کی ایک مہینے کی
تو لازم ہونگے پورے مہینے کے روزے ہم اور جس روز سے شروع کرنے عدد کے اعتبار سے نہ ہلال سے اور اگر معین مہینے کی نذر کی تو چاند کے
اعتبار سے مقصود ہوگا کذا فی الفتح او الشہر فبقیتہ یا نذر کی اُس معین مہینے کی تو باقی رہا ہوا لازم ہوگا ہم اسواسطے کہ اُسکو معرف باللام ذکر کیا ہی
تو جو حاضر ہونے کی جہت سے معہود ہی وہی مراد ہوگا اور اگر تمام مہینے کی نیت کرے تو اُسکی نیت پر رہیگا کیونکہ کلام اُسکو بھی محتمل ہی فتح عن التجنیس
او جمعۃ فالاسبوع الا ان ینوی الیوم یا نذر کی جمعہ کی تو پورا ہفتہ لازم ہوگا مگر یہ کہ نیت کرے خاص روز جمعہ کی ولو نذر صوم یوم السبت
ثمانیۃ ایام صام سبتین ولو قال سبعۃ فسبعۃ اسبات والفرق ان السبت لا یتکرر فی السبت فحمل علی العدد بخلاف الاول اور اگر نذر کی

آئندہ یا کسی شنبہ سے روزہ کی نذر کی تو دو روزے سے شنبہ تک ان دو اگر نذر کی سات دن کی شنبہ سے روزہ کی اور روزے سات شنبہ روزہ سے تو دونوں صورتوں میں

شنبہ کو روزے رکھنے ہوں گے اس لیے کہ دوسری صورت میں سات کا شمول ہوا بخلاف اول صورت کے کہ تین شنبہ روزے میں ہو سکتا ہے

روزے میں جو نذر ہو سکتا ہے مراد ہو یا یون کہا اسبت ثلثة من ثمانية ایام یعنی روزہ شنبہ کی نذر روزے میں وقت آٹھ دنوں میں کہ فی القنیۃ وغیرہ

نیت کی اور اس وقت ہو گی نذر والے کی نیت معلوم نہیں تو بعین نیت ہو گی وہی لازم ہو گا کذا فی الحاوی واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما

یؤخذ من الدراہم والشمع والزیت ونحوہا الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیہم فہو بالاجماع باطل وحرام اور جان تو کہ نذر جو عوام کی طرف سے مردوں کے لیے

واقع ہوتی ہے اور جو کچھ لیا جاتا ہے درہم اور شمع اور تیل وغیرہ اولیائے کرام کی قبروں پر تا کہ اولیا کا تقرب حاصل ہو سو سب بالاتفاق باطل و حرام ہے

چند وجہ سے ایک یہ کہ نذر مخلوق کے واسطے اور نذر مخلوق کے لیے جائز نہیں کیونکہ یہ عبادت ہے اور عبادت مخلوق کی نہیں ہوتی

دوسری وجہ یہ کہ جسکی نذر کی ہے وہ مردہ ہے اور مردہ مالک نہیں ہوتا تیسری یہ کہ نذر والا گمان کرتا ہے کہ مردہ امور میں تصرف کرتا ہے سوا خدا تعالیٰ کے اور

اسکا یہ اعتقاد کفر ہے ہان اگر یون کہے کہ یا اللہ میں تیرے لیے نذر کرتا ہون کہ اگر تو میرے مریض کو شفا دے یا میرے غائب کو میری طرف پھیر دے یا میری حاجت کو

ادا کر دے تو میں ان فقیروں کو کھانا کھلاؤں جو دروازے پر خانۂ سید یا امام کے ہیں یا انکی مسجد کے لیے فرش یا تیل خریدوں یا انکی مسجد کی خدمت کرنے والوں

کو اسقدر روپیہ دون یا اور سوائے اسکے جسمین نفع فقیروں کا ہو اور نذر خاص خدا تعالیٰ کے لیے ہو اور ذکر اس بزرگ کا صرف اسلیے ہو کہ بیان ہو جائے

مستحق وہ لوگ ہیں جو وہاں مقیم ہیں یا مسجد میں رہتے ہیں پس اس اعتبار سے نذر جائز ہو گی اور اسکا صرف جائز کسی منصب والے یا سید یا ذی نسب یا عالم پر جائز نہیں جب تک

محتاج نہ ہو اور شرع میں ثابت نہیں کہ اغنیا کو نذر کا دینا جائز ہو کیونکہ مخلوق کے لیے نذر کرنی بالاجماع حرام ہے یہ نذر نہ منعقد ہوتی ہے اور نہ ذمہ پر لازم ہوتی ہے

اور اسوجہ سے کہ وہ حرام محض ہے اس بزرگ کے خادم کو اسکا لینا جائز نہیں مگر یہ کہ خود فقیر ہو اور اسکے عیال فقرا عاجز ہون تو اسکو نذر بطور صدقہ ابتدائی کے

لے سکتا ہے اور اسکا لینا بھی مکروہ ہے جب تک نذر کرنیوالے کا قصد تقرب الی اللہ اور صرف فقرا کیطرف نہو اور اس بزرگ سے بالکل قطع نظر ہو کذا فی البحر

ملخصا من شرح العلامۃ قاسم مالم یقصدوا صرفہا للفقراء الانام وقد ابتلی الناس بذلک ولا سیما فی ہذہ الاعصار وقد بسطہ العلامۃ قاسم فی شرح

درر البحار یعنی نذر مذکور جو عوام سے واقع ہوتی ہے اور جو دراہم وغیرہ لیے جاتے ہیں حرام ہیں جب تک کہ قصد نہ کریں انکے صرف کا فقرا کے لیے اور ہمیں لوگ

مبتلا ہیں خاص کر ان ایام میں اور اسکو علامہ قاسم نے شرح درر البحار میں بسط سے بیان کیا ہے یعنی اسطرح نذر ہو سکتی ہے کہ صیغہ نذر کا خدا تعالیٰ کے لیے

ہو واسطے تقرب کے اور شیخ کے ذکر سے اسکے فقرا مراد ہون اور یہ نہیں مخفی ہے کہ اس شخص کو اسکا صرف غیر کیطرف بھی جائز ہے جیسا پہلے مذکور ہو چکا اور یہ بھی

مذکور ہے کہ نذر اس قسم کی ہے جسکا نذر کرنا صحیح ہے جیسے دراہم صدقہ کے لیے یا مثل اسکے لیکن جب نذر کرے تیل کے چراغوں کے لیے قبر پر یا مینارون میں جیسے

عورتیں حضرت سید عبد القادر جیلانی کے لیے تیل نذر کیا کرتی ہیں اور مشرقی مینارون میں اسکو روشن کرتی ہیں سو یہ باطل ہے اور اس سے زیادہ قبیح ہے

نذر کرنا مولد کے پڑھنے کا مناروں میں کہ اسمین راگ اور لعب ہوتا ہے اور اسکا ثواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بخشا جاتا ہے قالہ الشامی ولقد قال الامام محمد

لو کان العوام عبیدی لاعتقتہم واسقطت ولائی وذلک لانہم لا یہتدون فالکل بہم یتغیرون اور امام محمد نے کہا ہے کہ اگر عوام میرے غلام ہوتے تو میں انکو

آزاد کر دیتا اور اپنی ولا ساقط کر دیتا اور یہ اسوجہ سے کہ عوام ہدایت پر نہیں ہوتے پس سب لوگوں کو انسے عار ہے ہم ولا کے ساقط کرنے سے مراد یہ ہے کہ انسے

مواخذہ بالکل نہ کرتا اور نہ ولا ساقط کرنے سے ساقط نہیں ہوتی جیسے نسب نہیں ساقط ہوتا کذا فی الطحطاوی

باب الاعتکاف

یہ باب ہے اعتکاف کے احکام میں وجہ المناسبۃ لہ والتاخیر اشتراط الصوم فی بعضہ والطلب الاکید فی العشر الاخیر وجہ مناسبت اعتکاف کی

(١٦٧) شرح الاعتکاف

رمضان کے ساتھ اور وجہ تاخیر اعتکاف کی شرط ہونا صوم کا ہی بعض اقسام اعتکاف مین اور طلب ہو کہ عشرہ اخیر مین ہم یعنی اعتکاف واجب مین صوم شرط ہی اور شرط مشروط سے مقدم ہوتی ہی اسلیے رمضان کو مقدم کیا اور اخیر عشرہ رمضان مین اعتکاف کی تاکید ہی اور روزہ اُسپر ختم ہی تو مناسب ہوا کہ کتاب الصوم کے ختم مین مسائل اعتکاف مذکور ہون قالہ الشامی ہو لغۃ اللبث وشرعا لبث بفتح اللام وتضم المکث ذکر ولو ممیزا فی مسجد جماعۃ لغت مین اعتکاف کے معنی ٹھہرنا یعنی کسی مقام مین ہو اور اپنے نفس کو حبس کرنا) اور لبث بفتح لام اور ضمہ بھی جائز ہی اور شرع مین ٹھہرنا مذکر کا ہی گو لڑکا عاقل ہی ہو مسجد جماعت مین ہم بلوغ اسمین شرط نہین ہی جیسا بحر مین ہی اور یہ حکم غلام کو بھی شامل ہی کہ اُسکا اعتکاف بھی مولی کی اجازت سے صحیح ہی اور ذکر کی قید لگائی گو اعتکاف عورت کا بھی مسجد مین متحقق ہی اس لحاظ سے کہ یہان تعریف اعتکاف مطلوب کی مقصود ہی اور اعتکاف عورت کا مسجد مین مکروہ ہی جیسا آگے مذکور ہوگا قالہ الشامی وہو مالہ امام ومؤذن ادیت فیہ الخمس اولا مسجد جماعت وہ ہی کہ اُسکے لیے امام اور موذن ہون خواہ نماز پنجگانہ لوگ اُسمین پڑھتے ہون یا نہین وعن الامام اشتراط اداء الخمس فیہ وصححہ بعضہم اور ایک روایت امام صاحب سے یہ ہی کہ نماز پنجگانہ کا ادا ہونا مسجد اعتکاف مین شرط ہی اور بعض فقہا نے اسکی تصحیح کی ہی ہم بحر مین ابن ہمام سے اسکی تصحیح نقل کی ہی وقالا یصح فی کل مسجد وصححہ السروجی اور صاحبین نے کہا ہی کہ اعتکاف صحیح ہی ہر مسجد مین اور اسی کی تصحیح کی ہی سروجی نے اور یہی اختیار کیا ہی طحاوی نے واما الجامع فیصح فیہ مطلقا اتفاقا اور جامع مسجد مین تو صحیح ہی مطلقا یعنی نماز پنجگانہ ہوتی ہو یا نہوتی ہو بالاتفاق ہم یہ مذکور ہوا بیان صحت کا ہی نہر مین اور فتح القدیر مین کہا ہی کہ اعتکاف مسجد الحرام مین افضل ہی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد مین پھر بیت المقدس مین پھر جامع مسجد مین بشرطیکہ اُسمین جماعت ہوتی ہو اور اگر جماعت نہوتی ہو تو اپنے محلے کی مسجد افضل ہی تاکہ اُسکو نکلنے کی حاجت نہو پھر جسمین نمازی زیادہ ہون قالہ الشامی او لبث امرأۃ فی مسجد بیتہا یا ٹھہرنا عورت کا ہی اپنے گھر کی مسجد مین ہم مسجد البیت سے مراد وہ جو عورت کو اور سب کو گھر کے اندر ایک جگہ نماز کے لیے بنا لینی مندوب ہی جیسا بزازیہ مین ہی کذا فی النہر اور اس سے معلوم ہوا کہ مردون کو بھی تخصیص کسی موضع کی گھر مین نوافل کے لیے مستحب ہی اور فرض اور اعتکاف تو مسجدون مین ہوتا ہی چنانچہ ظاہر ہی قالہ الشامی ویکرہ فی المسجد اور اعتکاف عورت کو مسجد مین مکروہ ہی ہم یعنی تنزیہی جیسا نہایہ مین ظاہر اً معلوم ہوتا ہی کذا فی النہر اور بدائع مین تصریح کی ہی کہ افضل نہین ولا یصح فی غیر موضع صلاتہا من بیتہا کما اذا لم یکن فیہ مسجد اور نہین صحیح عورت کا اعتکاف سواے موضع مقرری نماز کے گھر کے اندر جیسا نہین صحیح ہی جب گھر مین مسجد نہو ہم اور وقت اعتکاف کے کسی موضع کو اس کام کے واسطے مقرر کرے تو چاہیے کہ جائز ہو قالہ الشامی وہل یصح من الخنثی فی بیتہ لم ارہ والظاہر لا لاحتمال ذکورتہ اعتکاف خنثی کا صحیح ہی اُسکے گھر مین مین نے اس مسئلہ کو نہین دیکھا اور ظاہر یہ ہی کہ نہین صحیح ہی کیونکہ خنثی مین احتمال مذکر ہونے کا ہی ہم نفی خنثی باعتبار مونث ہونے کے مقتضی ہی کہ اسکا اعتکاف گھر مین مع الکراہت جائز ہو اور باعتبار مذکر ہونے کے اس بات کو چاہتا ہی کہ کسی وجہ درست نہو قالہ الحلبی بنیۃ فاللبث ہو الرکن والکون فی المسجد والنیۃ من مسلم عاقل طاہر من جنابۃ وحیض ونفاس شرطان یعنی اعتکاف ٹھہرنا ہی بشرط نیت کے تو ٹھہرنا رکن ہی اور مسجد مین ہونا اور نیت مسلمان عاقل کی کہ طاہر ہو جنابت اور حیض اور نفاس سے یہ دونون شرطین ہین ہم بدائع مین طہارت جنابت اور حیض اور نفاس سے شرط اعتکاف کی ٹھہرائی ہی نہر مین کہا کہ یون چاہیے کہ اشتراط طہارت کا حیض ونفاس سے اعتکاف مین مبنی ہو اشتراط صوم پر نفلی اعتکاف مین اور جس روایت مین صوم شرط نہین تو یہ چاہیے کہ صرف حلت کی شرط ہو جیسے طہارت جنابت سے اور مین نے نہین دیکھا کہ کسی نے اسکا تعرض کیا ہو اور حاصل یہ ہی کہ طہارت ان تینون سے شرط ہی حلت کی اور طہارت حیض ونفاس سے شرط صحت کی بھی ہی اعتکاف منذور مین اور ایسے ہی نفل مین بنا بر اُن روایات کے جسمین صوم شرط ہی بخلاف جنابت کے کہ جنابت کے ساتھ صوم ممکن ہی قالہ الشامی وہو ثلثۃ اقسام واجب بالنذر بلسانہ وبالشروع وبالتعلیق ذکرہ ابن الکمال اور اعتکاف تین

قسم ہی ایک واجب ہو بسبب نذر کرنے کے یعنی اپنے اوپر لازم کرنے کے اور بسبب شروع کرنے کے اور بسبب شرط کرنے کے اگر کیا تو واجب ہو بنا بر قول امام اعظم ابو یوسف کی قید
سے کہ انکی کے واجب کرنے مین صریح نیت کا فی نہین نزدیک امام کے اور شروع کرنے سے واجب ہو نا قول ضعیف ہی بلکہ صحیح نزدیک ان کے نفل اعتکاف روزہ و شرط
ہی اور واجب ہیچ یہ ہو کہ اعتکاف نفل کے لئے مقدار زمانہ ایک ساعت ہی نہ تمام دن تو جب شروع کرنے سے واجب ہو گا اور با تعلیق سنت ہو
بالنذر یہ اس سے بتا ہو معلوم ہوتا ہی کہ نذر اور تعلیق دو چیز ہو اور تعلیق دوسری چیز کو کہ معلوم اور حلوت علیہ ایک دو سرے سے غیر ہوتے ہیں ساتھ تعلیق
بھی نذر ہی ہو تو شارح کو مناسب تھا کہ یون کہتا واجب بالنذر منجزا و معلقا یعنی واجب ہوتا ہی نذر سے خواہ نذر بدون شرط کے ہو یا کسی شرط پر مشروط
ہو جیسا بحر مین اور امداد مین ہی کذا فی الطحطاوی و سنۃ موکدۃ فی العشر الاخیر من رمضان قسم دوم موکدہ ہو رمضان کے اخیر عشرہ مین اور سنت
کفایۃ کما فی البرہان یعنی سنت کفایہ ہی کہ بعض کے کرنے سے اور ون کے ذمہ سے ساقط ہوگا جیسا برہان مین ہی ہم انکی نظیر جماعت سے تراویح کا
پڑھنا ہی کہ اگر بعض لوگ انکو پڑھیں کو باقیون سے ساقط ہو جاتی ہین پس اگر باقی اشخاص بے عذر ترک پر مواظبت کرین تو گنہگار ہونگے اور اگر سنت
ہر ایک شخص پر ہوتی تو ترک کرنا سنت موکدہ کا گناہ ہوتا جو ترک واجب کی نسبت کم ہی کذا فی الشامی لاقترانہا بعدم الانکار علی من لم یفعلہ من الصحابۃ
کیونکہ صحابہ مین سے جس شخص نے انکو ادا نہین کیا تو حضرت نے انپر انکار نہین کیا اور نہین تو کام یہ جواب ہی انکا جو ہدایہ کے قول پر کسی نے اعتراض
کیا ہی ہدایہ کا قول یہ ہی کہ صحیح یہ ہی کہ اعتکاف سنت موکدہ ہی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسپر اخیر عشرۂ رمضان مین مواظبت کی ہی اور
مواظبت دلیل ہی سنت ہونے کی اعتراض کی تقریر یہ ہی کہ مواظبت بغیر ترک کے دلیل ہی وجوب کی تو واجب کہنا چاہیئے نہ سنت موکدہ انکا
جواب یہ ہی کہ حضرت نے تارک پر انکار نہین کیا اگر واجب ہوتا تو ضرور ٹوکتے کذا فی الشامی و مستحب فی غیرہ من الازمنۃ ہو بمعنی غیر الموکدۃ
تیسری قسم اعتکاف مستحب ہی جو اسکے سوا اور زمانون مین ہی اور مستحب بمعنی سنت غیر موکدہ کے ہی و شرط الصوم لصحۃ الاول اتفاقا فقط
علی المذہب اور شرط کیا گیا ہی روزہ واسطے صحت قسم اول یعنی واجب کے فقط بالاتفاق بنا بر مذہب صحیح کے م علی المذہب فقط کے ساتھ
علاقہ رکھتا ہی اور یہی روایت ہی اصل کی اور اسکے مقابل روایت حسن کی ہی کہ نفل اعتکاف مین بھی شرط ہی اور یہ مبنی ہی اختلاف پر اس
بات مین کہ نفل مین تقیید و تقدیر یوم کی ہی یا نہین پس اصل کی روایت پر یوم کی قید و تقدیر نہین ہی اسلئے روزہ بھی شرط نہین اور جس
روایت مین یوم کی قید ہی یعنی حسن کی روایت مین تو اسمین صوم شرط ہی جیسا بدائع وغیرہ مین ہی مین کہتا ہون کہ اسکا مقتضا یہ ہی کہ اعتکاف
مسنون مین بھی صوم شرط ہی کیونکہ وہ رمضان کے عشرہ اخیرہ مین ہوتا ہی یہانتک کہ اگر اعتکاف کرے بلا صوم کسی مرض یا سفر کی جہت سے تو چاہیئے
کہ سنت نہ شمار کیا جاوے بلکہ نفل ہو اور اس سے سنت کفایہ کی بجا آوری حاصل نہو قالہ الشامی و بسط فلو نذر اعتکاف لیلۃ لم یصح وان
نوی معہا الیوم لعدم محلیتہا للصوم اما لو نوی بہا الیوم صح والفرق لا یخفی پس اگر رات کے اعتکاف کی نذر کی تو نہین صحیح ہی اگرچہ اسکے ساتھ
دن کی نیت بھی کرے کیونکہ رات محل صوم کا نہین ہی لیکن اگر رات بولے اور یوم ارادہ کرے تو درست ہی اور فرق مخفی نہین ہی م فرق یہ ہی کہ پہلی
صورت مین یوم کو تابع رات کے کیا ہی اور جب متبوع مین نذر نادرست ہوئی تو تابع مین بھی نادرست ہوئی اور دوسری صورت مین لیلۃ بولا اور
یوم مراد لیا یعنی مجاز مثل دو مرتبہ کا اسطرح کہ پہلے مقید کو یعنی لیلۃ کو مطلق زمانہ مین استعمال کیا پھر اس مطلق کو مقید مین استعمال کیا یعنی
یوم مقصود ہوا قالہ الحلبی مین کہتا ہون کہ یہ فرع مشکل ہی کیونکہ اطلاق نہار کا مطلق زمانہ پر جائز ہی نہ لیل کا اطلاق اور اگر اسیطرح بولنا
اطلاق و تقیید کے علاقہ سے جائز رکھا جاوے تو چاہیئے کہ اطلاق آسمان کا زمین پر یا درخت خرما کا کسی چیز طویل پر انسان کے سوا
جائز ہو حالانکہ کتب اصول مین اسکے خلاف کی تصریح کی ہی قالہ الشامی بخلاف ما لو قال فی نذرہ لیلا و نہارا فانہ یصح وان

لم یکن اللیل محلا للصوم لانہ یدخل اللیل تبعا بخلاف اسکے کہ کہے اپنی نذر مین رات اور دن کہ یہ نذر درست ہی اگرچہ رات محل صوم کا نہین ہی کیونکہ رات
بالتبع داخل ہی واعلم ان الشرط فی الصوم مراعاۃ وجودہ لا ایجادہ للمشروط قصدا اور واضح ہو کہ صوم مین شرط ہی لحاظ روزہ کے موجود ہونے کا نہ قصدا
رکھنا معتکف کا صوم کو واسطے اعتکاف مشروط کے ہم یعنی اعتکاف مین روزہ کا وجود ضروری ہی نہ ایجاد بہ نیت اعتکاف جلیسا وضو وجود نماز کے
لیے شرط ہی نہ یہ کہ قصدا نماز کے لیے وضو کیا ہو فلو نذر اعتکاف شہر رمضان لزمہ واجزاہ صوم رمضان عن صوم الاعتکاف
پس اگر ماہ رمضان کے اعتکاف کی نذر کی تو اعتکاف لازم ہوگا اور روزہ رمضان کا صوم اعتکاف کی جگہ کافی ہوگا لکن قالوا لو صام تطوعا ثم نذر
اعتکاف ذلک الیوم لم یصح لانعقادہ من اولہ تطوعا فتعذر جعلہ واجبا لیکن فقہا نے کہا ہی کہ اگر نفل روزہ رکھا پھر اس روز کے اعتکاف کی نذر
کی تو صحیح نہوگی کیونکہ روزہ شروع مین نفل تھا پھر اسکو واجب کرنا متعذر ہی اور یہی وجہ ہی کہ دن بھر کا اعتکاف پورا ہوا جو اعتکاف واجب
کی اقل مقدار مقررہ ہی کذا فی الشامی وان لم یعتکف رمضان المعین قضی شہرا غیرہ بصوم مقصود اور اگر اس رمضان کا اعتکاف
نہ کیا تو قضا کرے کسی دوسرے مہینے مین ساتھ صوم مقصود کے ہم یعنی بہم کیونکہ اسنے التزام کیا تھا اعتکاف معین مہینے مین اور وہ فوت ہوگیا
تو اسکی قضا بھی پیاپی ہوگی جیسا اگر واجب کیا اپنے ذمہ اعتکاف رجب کا اور اسمین اعتکاف نہ کیا کذا فی البدائع لعود شرطہ الی الکمال
الاصلی واسطے رجوع کرنے شرط اعتکاف یعنی صوم کے طرف کمال اصلی کے ہم یعنی نذر کی جہت سے صوم مقصود اولا لازم ہوا تھا لیکن بسبب شرف
رمضان کے ساقط ہوگیا تھا جب رمضان گذر گیا اور اسنے اعتکاف نہ کیا تو وہ نذر بمنزلہ اس نذر کے ہوگی جسمین وقت کی قید نہو تو اسکی شرط نے
کمال کی طرف رجوع کیا کہ اعتکاف واجب ہوا ساتھ صوم مقصود علیحدہ کے بسبب زائل ہونے مانع کے یعنی رمضان کے قالہ الشامی فلم یجز فی
رمضان آخر ولا فی واجب سوی قضاء رمضان الاول لانہ خلف عنہ وتحقیقہ فی الاصول فی بحث الامر پس جائز نہوگا اعتکاف دوسرے
رمضان مین نہ کسی دوسرے واجب صوم مین سوائے قضائے رمضان اول کے کیونکہ قضائے رمضان خلیفہ ہی اول کا یعنی ادائے رمضان کا اور
تحقیق اس مسئلہ کی اصول فقہ مین ہی امر کی بحث مین واقلہ نفلا ساعۃ من لیل او نہار عند محمد وہو ظاہر الروایۃ عن الامام لبناء النفل علی المسامحۃ
وبہ یفتی اور اقل مدت اعتکاف نفل کی ایک ساعت ہی رات کی یا دن کی نزدیک امام محمدؒ کے اور یہی ظاہر الروایت ہی امام صاحب سے واسطے
مبنی ہونے نفل کے سہولت پر اور اسی پر فتوی ہی یعنی نفل مین آسانی کی جہت سے وہ باتین جائز ہین کہ فرض و واجب مین نہین ہوتین مثلاً نماز نفل
بیٹھکر پڑھنا باوجود قدرت قیام کے کذا فی الطحطاوی والساعۃ فی عرف الفقہاء جزء من الزمان لا جزء من اربعۃ وعشرین کما یقولہ المنجمون
کذا فی غرر الاذکار وغیرہ اور ساعت فقہا کی اصطلاح مین ایک ادنی جزو ہی زمانہ کا نہ چوبیسواں حصہ شب و روز کا جو منجمون کی اصطلاح ہی چنانچہ
غرر الاذکار وغیرہ مین مذکور ہی فلو شرع فی نفلہ ثم قطعہ لا یلزمہ قضاءہ لانہ لا یشترط لہ الصوم علی الظاہر من المذہب پس اگر شروع کیا
نفل اعتکاف مین پھر توڑ دیا تو نہین لازم ہی قضا اسکی کیونکہ صوم شرط نہین ہی اعتکاف نفل کے لیے بنا بر ظاہر مذہب کے وما فی بعض المعتبرات
انہ یلزم بالشروع مفرع علی الضعیف قالہ المصنف وغیرہ اور وہ جو بعض معتبر کتابون مین ہی جیسے بدائع کہ اعتکاف شروع کرنے سے لازم ہوتا ہی
سو متفرع ہی ضعیف روایت پر ذکر کیا اسکو مصنف نے اور اسکے غیر نے ہم یعنی حسن کی روایت پر متفرع ہی جسمین یہ ہی کہ اعتکاف کی اقل مدت
ایک یوم ہی قالہ الشامی وحرم علیہ ای علی المعتکف اعتکافا واجبا اما النفل فلہ الخروج لانہ منہ لا مبطل کما مر اور حرام ہی مسجد سے نکلنا اس معتکف کو
کہ اعتکاف واجب کر رہا ہی لیکن نفل مین اسکو خروج جائز ہی اسواسطے کہ خروج اعتکاف کو ختم کرنے والا ہی نفل والے کے حق مین نہ باطل کرنیوالا
جیسا مذکور ہوا کہ نفل اعتکاف کی کمتر مدت ایک ساعت ہی ہم اعتکاف واجب مین نکلنا حرام اسواسطے ہوا کہ یہ ابطال ہی عمل کا اور ابطال عمل کا جائز نہین ہی

قال رحمہ اللہ تعالیٰ وحرم علیہ الخروج الا لحاجة الانسان طبيعية كبول وغائط وغسل لو احتلم ولا يمكنه الاغتسال
فی المسجد کذا فی النہر حرام ہے معتکف کو خروج مسجد سے مگر واسطے حاجت انسانی کے حاجت طبعی ہو جیسے بول و براز و غسل اگر احتلام ہو جاوے
اور مسجد مین غسل کرنا ممکن نہو کذا فی النہر یعنی اگر ممکن ہو بدون اسکے کہ مسجد ملوث ہو تو مضائقہ نہین ورنہ اگر مستعمل پانی سے مسجد ملوث ہو تو غسل سے منع
کیا جاوے کیونکہ نظافت اور صفائی مسجد کی واجب ہے کذا فی البدائع او شرعیة کعید واذان لو موذنا وباب المنارة خارج المسجد والجمعة وقت الزوال
یا حاجت شرعی ہو جیسے عید اور اذان اگر معتکف موذن ہو اور منارہ کا دروازہ مسجد سے باہر ہو اور واسطے جمعہ کے وقت زوال کے م اذان کے ساتھ یہ قید
کی قید قول ضعیف ہے اور صحیح یہ ہے کہ موذن اور غیر موذن مین فرق نہین جیسا بحر اور امداد مین ہے اور بحر مین کہا ہے کہ چڑھنا اُس جگہ پر بہ بیان اذان دینی کی مفسد
نہین ہے اگر دروازہ اُسکا مسجد مین ہو اور جو مسجد سے باہر ہو تب بھی یہی حکم ہے ظاہر الروایت مین انتہی مین کہتا ہون کہ بدائع سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اذان
بھی شرط نہین ہے کیونکہ اُسنے کہا ہے کہ اگر منارہ پر چڑھا تو اعتکاف فاسد نہوا بلا خلاف اگرچہ دروازہ منارہ کا مسجد سے باہر ہو کیونکہ منارہ مسجد مین ہے
اسواسطے کہ جو چیز مسجد مین ممنوع وہ منارہ مین بھی ممنوع ہے مثل بول وغیرہ کے پس مشابہ ہوا مسجد کے گوشہ کو انتہی لیکن جس صورتین کہ دروازہ خارج
ہو اُسکو مقید کرنا چاہیے کہ نکلے اذان کے لیے کیونکہ منارہ گو داخل مسجد ہے لیکن مسجد سے نکل کر جو دروازہ منارہ تک جاویگا وہ نکلنا بے عذر ہے اور اس
تقدیر پر کلام شارح کا ضعیف مذہب پر متفرع نہین اور جملہ وباب المنارة الخ حال ہے موذن سے جسکا مفہوم مخالف معتبر ہے قالہ الشامی ومن بعد منزلہ
ای معتکفہ خرج فی وقت یدرکہا مع سنتہا یحکم فی ذلک رایہ اور جو شخص کہ مسجد اعتکاف اسکی دور ہو یعنی جامع مسجد سے تو نکلے ایسے وقت کہ جمعہ مع اُسکی
سنتون کے پاوے اس باب مین اپنی رائے کو حکم کرے م یعنی مع خطبہ کے پاوے جیسا بدائع مین ہے مگر اسکو ذکر نہین کیا کیونکہ سنتین پہلے خطبہ کے ہوتی ہین
قالہ الشامی وسنتہ بعدہا اربعا او ستا علی الخلاف اور سنتین پڑھے بعد جمعہ کے چار یا چھ بنا بر خلاف امام صاحب کے اور صاحبین کے یعنی امام کے نزدیک
چار اور صاحبین کے نزدیک چھ کذا فی البدائع ولو مکث اکثر لا یفسد لانہ محل لہ وکرہ تنزیہا لمخالفتہ ما التزمہ بلا ضرورة اور اگر جامع مسجد مین زیادہ ٹھہرا
یعنی جیسے ایک رات دن یا اعتکاف وہان ہی تمام کیا کذا فی السراج تو فاسد نہوگا کیونکہ جامع مسجد محل اعتکاف ہے لیکن ٹھہرنا مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ جو
التزام کیا تھا اُسکی مخالفت کی بے ضرورت م اور اسمین اشارہ ہے کہ جامع مسجد مین ٹھہرنا اور گھر مین ٹھہرنا جب حاجت کے لیے جاوے ان دونون مین
فرق ہے کہ گھر مین ٹھہرنے سے اعتکاف فاسد ہوجاتا ہے اور بدائع مین مذکور ہے کہ جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے یعنی رخصت
عیادت مریض اور صلوة جنازہ کے باب مین پس ابو یوسف رحمہ نے کہا ہے کہ محمول ہے اعتکاف نفل پر اور ممکن ہے کہ رخصت محمول ہو اُس صورت پر کہ نکلا کسی
حاجت کے لیے یا جمعہ کے لیے اور راہ مین مریض کی عیادت کر لے اور جنازہ کی نماز پڑھے بغیر اسکے کہ قصداً اُسکے واسطے نکلے اور یہ جائز ہے انتہی اور
اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی ضرورت کے واسطے نکل آیا تو ٹھہرنا اُسی صورت مین مضر ہے کہ مسجد مین نہو اور عیادت کے واسطے نہو قالہ الشامی فلو
خرج ولو ناسیا ساعة زمانیة لا رملیة کما مر بلا عذر فسد فیقضیہ پس اگر نکلا معتکف گو بھولے سے ایک ساعت یعنی ایک جزو زمانہ کا
نہ ساعت رملی جیسا پہلے مذکور ہوا بغیر عذر کے تو اعتکاف فاسد ہو گیا پس اسکی قضا کرے م یعنے اگر اعتکاف واجب بالنذر ہو اور تطوع کو
اگر یوم کے تمام ہونے سے پہلے قطع کیا تو نہین قضا ہے مگر موافق روایت حسن کے چنانچہ مذکور ہو چکا اور قضا کرے اعتکاف منذور کو
مع صوم کے اتنی بات ہے کہ اگر معینا معین ہے تو قضا بقدر فساد کے ہوگی ورنہ استیناف کرے کیونکہ اعتکاف لازم ہوا تھا پیاپے
اور فرق نہین ہے اگر فساد صنع عبد سے بدون عذر کے جیسے جماع یا عذر سے ہو جیسا مرض کی وجہ سے نکل آنا یا بغیر صنع عبد کے ہو جیسے حیض
و نفاس وجنون و بہت سی بیہوشی اور اسکا حکم یہ ہے کہ جب اپنے وقت سے فوت ہو جاوے تو اگر بعض فوت ہوا ہے تو اسی قدر قضا کرے فقط

اور استیناف واجب نہین اور اگر کل فوت ہووے تو کل کی قضا کرے پیہم پس اگر قادر رہا اور قضا نہ کی یہانتک کہ مرگیا تو وصیت کرے ہر روز کے لیے
مسکین کا طعام اور اگر بعض پر قادر رہا تب بھی یہی حکم ہی اگر وقت نذر کے صحیح و سالم ہی اور اگر وقت نذر کے تندرست نہین تھا پھر اگر ایک روز بھی تندرست
ہوگیا تو وہ اُسی خلاف پر ہی جو روزہ کے باب مین مذکور ہوا اور اگر ایک روز کو بھی تندرست نہین ہوا تو اُسپر کچھ لازم نہین کذا فی البدائع ملخصًا الا اذا فسده
بالردة مگر جبکہ فاسد کردیا اعتکاف مرتد ہوکر مع اسواسطے کہ ارتداد ساقط کرتا ہی اُسکو جو پہلے واجب ہوا تھا خواہ خدائے تعالی کے ایجاب سے ہویا بندہ
کے اوپر نذر بندہ کے واجب کرنے سے ہی قالہ الشامی واعتبرا اکثر النهار قالوا وهو الاستحسان اور خروج مین صاحبین نے اکثر روز کا اعتبار کیا ہی علمانے
کہا ہی کہ یہی استحسان ہی مع اسواسطے کہ خروج قلیل مین ضرورت ہی کذا فی الهدایه اور شارح نے اسکو بلفظ قالوا بیان کیا جس سے خلاف اور ضعف کیطرف اشارہ
ہی اسوجہ سے کہ کمال نے اسمین بحث کی ہی قالہ الشامی وبحث فیه الکمال اور اسمین کمال نے بحث کی ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ مدار تخفیف کا ضرورت ہوتی ہی اور
بے عذر نکلنے مین ضرورت نہین ہی پس اسکا استحسان ہونا مسلم نہین وان خرج بعذر یغلب وقوعه وهو ما مر لا غیر لا یفسد واما ما لا یغلب کانجاء غریق
وانهدام مسجد فمسقط للاثم لا للبطلان والا لکان النسیان اولی لعدم الفساد کما حققه الکمال اور اگر نکلا کسی عذر سے جو غالب الوقوع ہی اور وہ سابقًا
مذکور ہوچکا یعنی طبعی یا شرعی نہ سوا اسکے تو نہین فاسد ہوتا اور جو عذر غالب الوقوع نہین ہی جیسا ڈوبنے کا بچانا یا مسجد کا گرنا سو گناہ کو ساقط کرتا ہی بطلان
کو ورنہ نسیان کی صورت مین بطریق اولی فاسد ہوتا جیسا کمال نے تحقیق کیا ہی خلافا لما فصله الزیلعی وغیرہ برخلاف اسکے جو زیلعی وغیرہ نے تفصیل کی ہی مع
زیلعی نے مفسدات مین شمار کیا ہی نکلنا مریض کی عیادت کو اور جنازہ کی نماز کو اور غریق کے بچانے کو اور آگ بجھانے کو اور جہاد کو جب نفیر عام ہو اور ادائے شہادت
کو بخلاف اسکے کہ مسجد سے انہدام کی جہت سے کسی دوسری مسجد مین چلا گیا یا مسجد والے متفرق ہوگئے کہ اس صورت مین صلوۃ خمسہ کی جماعت نہ ملیگی یا ظالم نے
بزور نکالدیا یا اپنی جان کا یا مال کا خوف ہو لکن فی النهر وغیرہ جعل عدم الفساد لانهدام وبطلان جماعة واخراجه کرها استحسانا لیکن نہر وغیرہ مین ہی کہ اگر
مسجد گرجاوے یا جماعت باطل ہوجاوے یا کوئی شخص بزور نکالدے تو اعتکاف فاسد نہین ہوتا بدلیل استحسان مع حاصل یہ ہی کہ امام اعظم کا مذہب یہ ہی کہ اعتکاف
خروج سے فاسد ہوجاتا ہی مگر بول و غائط اور جمعہ کی نماز کے لیے اور بعض مشائخ نے بعض مسائل مین عدم فساد کو مستحسن جانا ہی اور شامی نے اس جگہ بسط کیا ہی وفی
التتارخانیه عن الحجة ولو شرط وقت النذر ان یخرج بعیادة مریض وصلوة جنازة وحضور مجلس علم جاز ذلک فلیحفظ اور تاتارخانیہ مین حجہ سے نقل کیا ہی کہ اگر شرط
کیا وقت نذر کے کہ نکلے گا مریض کی عیادت کے لیے اور نماز جنازہ کے لیے اور مجلس علم مین حاضر ہونے کے لیے تو جائز ہی یہ یاد رہے مع لفظ شرط سے ایما ہی کہ صرف
نیت پر اکتفا نہین حاصل یہ کہ اسباب غالب الوقوع حکمًا مستثنے ہین اگرچہ شرط نہ کی ہو اور جو غالب الوقوع نہین ہین تو وہ مستثنے نہین ہین مگر جبکہ شرط کرلی قالہ الشامی
وخص المعتکف باکل وشرب ونوم وعقد احتاج الیه لنفسه او عیاله اور مخصوص ہی معتکف ساتھ کھانے اور پینے اور سونے کے اور عقد کے جسکی ضرورت ہو
خواہ اپنے لیے یا اپنے عیال کے لیے یعنی مسجد مین مع باء داخل ہی مقصور علیہ پر یعنی معتکف مقصور ہی کھانے وغیرہ پر مسجد مین اُسکو یہ چیزین حلال نہین سوا مسجد کے یہ معنی
نہین کہ کھانا اور عقد وغیرہ معتکف کے سوا دوسرا مسجد مین نکرے کیونکہ عقد نکاح و رجعت غیر معتکف کو بھی مسجد مین مکروہ نہین قالہ الشامی بتصرف فلو لتجارة کره یس
اگر عقد تجارت کے لیے ہی تو مکروہ ہی مع یعنی اگرچہ اسباب تجارت کو مسجد مین حاضر نہ کیا جاوے اور اسی کو قاضیخان نے اختیار کیا ہی اور زیلعی نے ترجیح دی ہی کیونکہ وہ خدا تعالی
کیطرف متوجہ ہی دنیا سے منقطع ہی اُسکو ان امور دنیاوی کیطرف اشتغال نہ چاہیے کذا فی البحر قالہ الشامی کبیع و نکاح و رجعة فلو خرج لاجلها فسد لعدم الضرورة مانند
بیع اور نکاح اور رجعت کے (رجعت کا عطف اکل پر ہی کیونکہ بیع پر عطف نہین ہوسکتا جب تک عقد مین ایسی تاویل نکرین کہ جس سے رجعت کو بھی شامل ہو کذا
فی الشامی) پس اگر نکلا ان امور کے لیے تو اعتکاف فاسد ہوگیا کیونکہ ضرورت خروج کی نہ تھی مع ظہیریہ مین ہی کہ نکلے بعد غروب کے کھانے پینے کے لیے الخ اور یہ محمول ہونا چاہیے
اُس صورت پر کہ اُسکے پاس کوئی آدمی ایسا نہو کہ کھانا پہونچا دے اسلیے کہ اُسوقت یہ نکلنا حوائج ضروریہ مین ہوگا مثل بول کے کذا فی البحر وکره ای تحریما لانها محل

[illegible] احتیاط [illegible] مسجد میں [illegible] مکروہ تحریمی ہے [illegible] کراہت تحریمی [illegible] مطلق [illegible]

[illegible] مسجد میں [illegible] مباح [illegible] مسجد میں [illegible]

[illegible] اعتکاف کے [illegible]

[illegible] منع فرمایا ہے [illegible] مسجد میں [illegible]

[illegible] کذا فی الفتح [illegible] معتکف [illegible] مسجد میں [illegible]

بیان [illegible] لکن قال ابن کمال لا یکرہ الاکل والشرب والنوم فیہ مطلقا ونحوہ فی المجتبی [illegible] مکروہ [illegible]

مسجد میں [illegible] مجتبی میں [illegible] ابن کمال نے [illegible] نقل کیا ہے کہ غیر معتکف کو جائز ہے [illegible]

جانب قبلہ [illegible] بلا ولی جائز ہے انتہی اور معراج میں بھی اسکو نقل کیا ہے [illegible]

کہا کہ یہ قول کہ بلا اذن [illegible] غیر مسلم ہے کیونکہ علماء نے اسکی کراہت پر تصریح کی ہے اور شارح کے کلام [illegible]

[illegible] مسجد کو [illegible] کیونکہ مسجد کی صفائی [illegible] واجب ہے [illegible]

[illegible] غیر معتکف اور رملی نے اسکی شرح میں کہا ہے کہ غیر معتکف کو چاہئے کہ ان اشیاء مذکورہ [illegible] مسجد میں [illegible]

پھر مجتبی کی عبارت نقل کی ہے قال الشامی ویکرہ تحریما الصمت ان اعتقدہ قربۃ والا لا لحدیث من صمت نجا اور مکروہ تحریمی ہے اعتکاف میں چپ رہنا اگر اسکو

عبادت جانتا ہو ورنہ مکروہ نہیں کہ حدیث میں آیا ہے جو شخص چپ رہا نجات پائی ہم امام ابو حنیفہ نے ابو ہریرہ سے مسندا روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے منع فرمایا ہے صوم وصال سے اور صوم صمت سے کذا فی الفتح قال الشامی ویجب ای الصمت کما فی غرر الاذکار عن شر فحدیث رحم اللہ امرأ تکلم فغنم او سکت فسلم اور چپ رہنا

واجب ہے برے کلام سے کذا فی غرر الاذکار واسطے مضمون اس حدیث کے خدا رحم کرے اس شخص کو کہ بولے تو غنیمت حاصل کرے اور چپ رہے تو سلامت

رہے ہم یجب کما الفرض نہیں کہا تا کہ شامل ہو واجب کو بھی کیونکہ کلام کبھی حرام ہوتی ہے جیسے غیبت مثلا اور کبھی مکروہ ہوتی ہے جیسے برے شعر پڑھنا یا ذکر اللہ کرنا

چیز کی بکری کے واسطے پس چپکا رہنا اول قسم سے فرض ہے اور دوسری قسم سے واجب قال الشامی وتکلم الا بخیر وہو ما لا اثم فیہ اور مکروہ ہے اعتکاف میں

بولنا مگر بھلی بات اور خیر وہ ہے کہ جسمیں گناہ نہو ومنہ المباح عند الحاجۃ الیہ لا عند عدمہا وہو محمل ما فی الفتح انہ مکروہ فی المسجد یاکل الحسنات کما تاکل النار

الحطب کما حققہ فی النہر اور جس کلام میں گناہ نہیں اسمیں داخل ہے کلام مباح جب اسکی طرف حاجت ہو نہ وقت عدم حاجت کے یعنی امور دنیاوی میں

کلام کرنا جسوقت اسمیں قصد تقرب کا نہو ورنہ اسمیں ثواب ہے کذا فی الشامی اور یہی یعنی بے ضرورت کلام کرنا محل ہے فتح القدیر کی عبارت کا کہ کلام کرنا

مسجد میں مکروہ ہے حسنات کو اسطرح کھاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو چنانچہ نہر میں اسکو محقق کیا ہے ہم مسجد میں کلام مکروہ اسوقت ہے کہ کلام کے لیے مسجد میں

بیٹھے جیسا ظہیریہ میں قید لگائی ہے ذکرہ فی البحر اور معراج میں شرح ارشاد سے نقل کیا ہے کہ مسجد میں بات کرنے کا کچھ مضائقہ نہیں ہے اگر قلیل ہو پس اگر

مسجد کا قصد باتوں کے لیے کرے تو مکروہ ہے اور وعید سے ظاہر کراہت تحریمی معلوم ہوتی ہے قال الشامی کقراءۃ قرآن وحدیث وعلم وتدریس فی

سیر الرسول علیہ السلام وقصص الانبیاء علیہم السلام وحکایات الصالحین وکتابۃ امور الدین اور کلام خیر یہ چیزیں ہیں جیسے قرآن پڑھنا اور حدیث

اور علم دین اور پڑھانا سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور قصص انبیاء علیہم السلام کے اور حکایتیں صلحا کی اور لکھنا دینی باتوں کا وبطل

بوطی فی فرج انزل ام لا اور باطل ہوتا ہے اعتکاف وطی سے فرج میں یعنی لگنے مقام میں یا پیچھلے میں انزال ہو یا نہو ولو کان وطیہ

خارج المسجد لیلا او نہارا عامدا او ناسیا فی الاصح لان حالتہ مذکرۃ اگرچہ وطی کرنا مسجد سے باہر ہو رات کو ہو یا دن کو قصدا ہو یا بھول کر

صحیح روایت مین اسواسطے کہ حالت اعتکاف کی یاد دلاتی ہو ہم درر کے اتباع سے یہ تعمیم کی ہو اسمین اشارہ ہو کہ غایہ وغیرہ مین جو مذکور ہو وہ مردود ہی یعنی معتکف تو مسجد مین رہتا ہو اُسکو وطی کہان میسر آئی پھر کہا کہ اسکی تاویل علمانے یہ کی ہو کہ جب اپنی حاجت کے لیئے نکلے تو اسوقت وطی کرنی حرام ہو اور شرح تاویلات مین ذکر کیا ہو کہ صحابہ نکلا کرتے تھے اور اپنی قضاے حاجت یعنی جماع کرکے غسل کرکے پھر اعتکاف کے مقام مین چلے جاتے تھے اُسپر یہ آیت نازل ہوئی (ولا تباشروهن وانتم عاكفون في المساجد) یعنی اُنسے صحبت نکرو جبوقت کہ تم مسجدون مین معتکف ہو شیخ اسمٰعیل نے کہا کہ اسمین نظر ہو کیونکہ مسجد مین وطی ممکن ہو اگرچہ اسمین حرمت دوسری جہت سے ہو یعنی مسجد مین بحالت جنابت رہنا علاوہ برین ہو سکتا ہو کہ زوجہ معتکف ہو اپنے گھر کی مسجد مین اور اُسکا خاوند اُس سے مباشرت کرے تو عورت کا اعتکاف باطل ہو جاویگا اور اصح کا مقابل ابن سماعہ کا قول ہو کہ بھول کر وطی سے اعتکاف نہین جاتا صوم پر قیاس کرکے کذا فی البرہان اور اصح مذہب کی علت یہ ہو کہ اعتکاف اور صوم مین فرق ہو کیونکہ اعتکاف مین حالت یاد دلانیوالی موجود ہو یعنی مسجد مین ہونا بخلاف صائم کے قالہ الشامی وبطل بانزال بقبلة او لمس او تفخيذ اور باطل ہوتا ہو اعتکاف انزال سے بسبب بوسہ لینے کے یا ہاتھ لگانے یا ران مین دینے کے کہ یہ فعل انزال سے بمنزلہ جماع کے ہو گئے ولو لم ينزل لم يبطل وان حرم الكل لعدم الحرج اور اگر انزال نہو تو نہین باطل ہوتا اگرچہ دواعی وطی کی تمامہا حرام ہین واسطے نہونے حرج کے اور عدم بطلان سے حلت لازم نہین آتی ولا يبطل بانزال بفكر او نظر ولا بسكر ليلا اور نہین باطل ہوتا اعتکاف انزال سے ساتھ فکر یا نظر کے اور نہ نشے سے رات کو ولا باكل ناسيا لبقاء الصوم بخلاف اكله عمدا وردته اور نہین باطل ہوتا کھانے سے بھول کر کیونکہ روزہ باقی رہتا ہو بخلاف اسکے کہ عمداً کھاے یا مرتد ہو جاوے کہ اُنسے باطل ہوتا ہو قاعدہ یہ ہو کہ جو ممنوعات اعتکاف کے ہین یعنی اعتکاف کی جہت سے منع ہوتی ہین نہ روزے کی جہت سے تو اُنمین سہو اور عمدا ور دن اور رات برابر ہین جیسے جماع اور خروج مسجد سے اور جو محظورات صوم کے ہین یعنی روزہ کی جہت سے اعتکاف مین ممنوع ہوے ہین تو اُنمین عمد اور سہو اور رات اور دن مین فرق ہو جیسے کھانا پینا کذا فی البدائع وكذا اغماء وجنون ان دام اياما فان دام جنونه سنة قضاه استحسانا اور اسیطرح باطل نہین ہوتا بیہوشی اور جنون سے اگرچہ چند روز ہین ایام سے مراد یہ کہ صوم فوت ہو جاوے بسبب عدم امکان نیت کے (لیکن اگر ٹھہر گیا جنون برس روز تو اعتکاف قضا کرے استحسانا ہم اور قیاس یہ ہو کہ قضا نہ کرے جیسا صوم رمضان مین وجہ استحسان کی یہ ہو کہ رمضان کے روزون مین جو قضا ساقط ہوئی تو دفع حرج کی جہت سے ساقط ہوئی کیونکہ جنون جب لاحق ہوتا ہو تو کمتر جاتا ہو چونکہ رمضان ہر سال آتا ہو تو روزون کی قضا مین تنگ ہوگا اور اعتکاف مین یہ بات متحقق نہین کذا فی الفتح قالہ الشامی ولزمه الليالي ايضا بنذره بلسانه اعتكاف ايام ولاء اي متتابعة وان لم يشترط التتابع اور لازم ہونگی اُسکو بہم راتین یعنی اُنمین اعتکاف بسبب نذر کرنے کے زبان سے اعتکاف ایام کا مثلاً دس دن کا اگرچہ پیاپے ہونیکی شرط نہ کی ہو ولاء حال ہو لیالی سے اور اصل یہ ہو کہ جب رات اور دن اعتکاف مین داخل ہونگے تو دونون پیاپے لازم ہونگے اگر متفرق اعتکاف کریگا تو کافی نہوگا کذا فی البحر اسیطرح اگر مہینے غیر معین کے اعتکاف کی نذر کی تو لازم ہوگا اعتکاف ایک مہینے کا کوئی سا ہو پورے پورا رات دن بخلاف روزہ کے کہ جب نذر کرے مہینے غیر معین کے روزون کی اور پیہم کا ذکر نکرے اور نہ نیت کرے تو اُسکو اختیار ہو کہ متفرق رکھلے اسواسطے کہ اعتکاف عبادت دائمہ ہو اُسکی بنا اتصال پر ہو بعكسه لان ذكر احد العددين بلفظ الجمع وكذا التثنية تينا ول الآخر جیسا اُسکے برعکس اور وہ یہ کہ نذر کرے راتون کے اعتکاف کی تو ایام لازم ہونگے اسواسطے کہ ذکر ایک کا دونون عددون مین سے لفظ جمع کے ساتھ اور اسیطرح تثنیہ کے ساتھ شامل ہو دوسرے کو بھی م یعنی بحکم عرف اور عادت کے مثلاً عرف مین کہتے ہین کہ ہم وہان تین روز رہے یعنی تین دن مع راتون کے اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کے قصہ مین فرمایا ثلث ليال سويا اور ثلثة ايام الا رمزا ایک جگہ لیالی سے تعبیر کیا دوسری جگہ ایام سے اور قصہ ایک ہی ہو پس مراد دونون جگہ رات اور دن دونون ہین اور جمع عام ہو

نہ داخل ہوگی جیسے ایام اور لیالی کا ذکر کرے اور جیسے شمس یوما لکہ اور تثنیہ کی صورت مین اعتکاف مع دونون کے دونون کے طرفین کے نزدیک
لازم ہو اور امام ابو یوسف کے نزدیک پہلی رات اسمین داخل نہین قال الشامی فلو نوی فی نذر الایام النھار خاصۃ صحت نیتہ لانہ حقیقۃ
پس اگر نذر سے ایام اور نیت کی خاص دنون کی یعنی نذر رات کی تو اسکی نیت صحیح ہی کیونکہ اُسنے حقیقت لغوی کی نیت کی کو عرف مین یوم
آٹھ پہر کو یعنی مجموعہ شب و روز کو کہتے ہین اور جب کسی لفظ کے واسطے حقیقت لغوی ہو اور حقیقت عرفی بھی ہو تو اطلاق کے وقت حقیقت
عرفی کی طرف مصروف ہوتا ہی اسی جہت سے بیان نیت کی ضرورت ہوئی اور جب اُسکی نیت صرف نہار مین درست ہوئی تو اُسکو اعتکاف
ایام کا لازم ہوگا بغیر رات کے اور قبل طلوع فجر کے مسجد مین داخل ہوا کرے اور بعد غروب شمس کے نکلے قال الشامی وان نوی بہا
اے بالایام اللیالی لا یعمل بہ لانہ خلاف الظاہر اور اگر نیت کی ایام سے لیالی کی تو یہ نیت صحیح نہین ہی بلکہ لازم ہونگے رات اور دن دونون کیونکہ ایسی
نیت کی جو کلام کی محتمل نہین ہی کذا فی البحر اور ماحصل یہ کہ یا لفظ مفرد ہی یا تثنیہ یا جمع اور ہر ایک انمین سے یا یوم ہی یا لیل اور ہر ایک مین ان
چھہ مین سے یا حقیقت کی نیت ہو یا مجاز کی یا دونون کی یا بالکل نیت نہو یہ چوبیس صورتین ہوئین اور مثنی اور مجموع کا حکم مع اُنکی اقسام
کے مذکور ہو چکا مفرد باقی رہا پس اگر ایک یوم کے اعتکاف کی نذر کی تو فقط یوم ہی لازم ہوگا نیت اُسکی کرے یا نکرے اور اگر اُسکے ساتھ رات
کی بھی نیت کی ہی تو دونون لازم ہونگے اور اگر اعتکاف لیل کی نیت کی ہی تو دن لازم نہوگا جب تک اُسمین نیت یوم کی نہو کذا فی البحر قال الشامی کما لو
نذر اعتکاف شہر و نوی النھار خاصۃ او نوی عکسہ ای اللیل خاصۃ فانہ لا تصح نیتہ لان الشہر اسم لمقدر یشمل الایام واللیالی فلا یحتمل ما دونہ
جیسے اگر نذر کیا اعتکاف ایک مہینے کا اور نیت کی دنون کی خاص کر یا نیت کی اُسکے عکس یعنی راتون کی صرف تو اُسکی نیت صحیح نہوگی کیونکہ
شہر یعنی مہینا نام ہی ایک مقدار معین کا جو مشتمل ہی ایام و لیالی کو پس اُسمین کمتر پر اطلاق کا احتمال نہین ہی اور یہ جب ہی کہ بلفظ شہر تعبیر
کرے اور اگر ثلثین یوما کہے گا تو اُسکا حال سابق مرقوم ہو چکا قال الشامی الا ان یستثنی اللیالی فیختص بالنھار اگر اس صورت مین
کہ استثنا کرے راتون کا پس خاص ہو جاویگا اعتکاف دنون ہی کا ہم نہر بالضم جمع ہی نہار کا ولو استثنی الایام صح ولا شیء علیہ ماھر
اور اگر دنون کو استثنا کیا تو استثنا صحیح ہی اور اُسپر کچھ لازم نہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا ہم یعنی باب اول مین کہ رات محل صوم نہین حاصل
یہ کہ جب ایام کا یعنی دنون کا استثنا کر لیا تو باقی صرف راتین رہگئین اُن مین اعتکاف منذور صحیح نہین ہی کیونکہ رات کو اعتکاف کی شرط یعنی
صوم کی منافات ہی قال الشامی واعلم ان اللیالی تابعۃ للایام الا لیلۃ عرفۃ ولیالی النحر فتبع للنھار الماضیۃ رفقا بالناس کما فی
الضحیۃ الولوالجیۃ ہذا اور جان لو کہ راتین تابع ہین ایام کی مگر عرفہ کی رات اور قربانی کی راتین سو یہ تابع ہین گذشتہ روز کی
لوگون کی سہولت کے لیے جیسا ولوالجیہ کی اضحیہ مین مذکور ہی اسکو یاد کر لو یعنی ہر شب تابع ہی اُسکی روز کی جو اُسکے بعد ہی چنانچہ
تراویح رمضان کی اول شب مین پڑھی جاتی ہین نہ شوال کی اول شب مین تو اس تقدیر پر جب ذکر کرے نذر مین تثنیہ یا جمع
کو تو مسجد مین داخل ہو قبل غروب کے اور نکلے نذر پوری ہونے کے دن بعد غروب کے چنانچہ خانیہ مین اسکی تصریح کی ہی اور
یہ بھی تصریح کی ہی کہ جب ایاما بولے تو دن سے شروع کرے پس داخل ہو مسجد مین طلوع فجر سے پہلے انتہی سو اس تقدیر پر
لیل داخل نہوگی ایام کی نذر مین مگر جب کہ ایام کے عدد معین ذکر کرے کذا فی البحر اور عرفہ کی رات تابع ہی یوم الترویہ کے اور
نحر کی رات تابع ہی عرفہ کے بیان تک کہ دسوین رات کو وقوف عرفات جائز ہی ولیلۃ القدر دائرۃ فی رمضان اتفاقا ای انہا
تتقدم وتتاخر خلافا لہما اور شب قدر رمضان مین دائر ہی بالاتفاق مگر امام صاحب کے نزدیک رمضان کی ...

موخر ہوتی رہتی ہے بخلاف صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک تاریخ معین ہے مقدم موخر نہین ہوتی وثمرتہ فیمن قال بعد لیلۃ منہ انت حر او انت طالق لیلۃ القدر فعندہ لایقع حتی ینسلخ شہر رمضان الآتی لجواز کونہا فی الاول فی الاولے وفی الآتی فی الاخیرۃ وقالا یقع اذا مضی مثل تلک اللیلۃ فی الآتی ولاخلاف انہ لو قال قبل دخول رمضان وقع بمضیہ اور نتیجہ اِس اختلاف کا ظاہر ہوتا ہے اُس صورت مین کہ کسی شخص نے رمضان کی پہلی تاریخ کے بعد اپنے غلام کو کہا کہ تو آزاد ہے یا بی بی کو کہا کہ تجھکو طلاق ہے شب قدر مین تو امام اعظم کے نزدیک عتق وطلاق واقع نہونگے جب تک کہ دوسرا رمضان بتامہ نہ گذر جاوے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اِس رمضان کی شب قدر پہلی تاریخ ہو چکی اور دوسرے کی شب قدر آخری تاریخ مین ہو اور صاحبین کہتے ہین کہ اِس رمضان کی جس تاریخ یہ قول کہا ہے جب وہی تاریخ دوسرے رمضان کی گذر گئی تو عتق وطلاق واقع ہو گئے اور اگر رمضان کے شروع سے پہلے یہ قول کہا ہے تو بالاتفاق اسی رمضان کے گذرنے پر عتق وطلاق واقع ہونگے قال فی المحیط والفتوی علے قول الامام لکن قیدہ بکون الحالف فقیہا یعرف الاختلاف والافہی لیلۃ السابع والعشرین واللہ اعلم محیط مین کہا ہے کہ فتوی امام صاحب کے قول پر ہے لیکن صاحب محیط مین قول امام پر فتوی کو مقید کیا ہے اِس بات سے کہ جس نے عتق و طلاق کو شب قدر پر معلق کیا ہے وہ فقیہ ہو اور اختلاف کو جانتا ہو اور اگر شخص مذکور عوام مین سے ہے تو شب قدر ستائیسوین ہے کیونکہ اول تو عوام اسی کو شب قدر کہتے ہین دوسرے ایک قول اقوال مین سے یہ بھی منقول ہے کہ ستائیسوین رات کو شب قدر ہوتی ہے اور احادیث کثیرہ اُسپر دلالت کرتی ہین امام صاحب نے یہ جواب دیا ہے کہ اُس برس مین اُسی تاریخ مین تھی اور یہ جو شارح نے ذکر کیا کہ شب قدر رمضان مین دائر ہے آگے پیچھے ہوتی رہتی ہے یہ ایک قول ہے امام کا اور بحر مین خانیہ سے منقول ہے کہ مشہور قول امام صاحب کا یہ ہے کہ تمام سال مین دائر ہے کبھی رمضان مین ہوتی ہے کبھی غیر مہینے مین مین کہتا ہون کہ اسی کا موید ہے وہ قول جو شیخ محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ مین ذکر کیا ہے کہ لوگون نے لیلۃ القدر کی تاریخ مین اختلاف کیا ہے سو بعض کہتے ہین کہ تمام سال مین دائر ہے اور مین بھی یہی کہتا ہون کیونکہ مین نے اُسکو کبھی شعبان مین دیکھا اور کبھی ماہ ربیع الاول مین اور اکثر رمضان کے عشرۂ اخیرہ مین اور ایک بار عشرۂ اوسط مین اور کبھی جفت راتون مین کبھی طاق مین سو مجھکو یقین ہے کہ وہ سال بھر مین دائر ہے مہینے کی جفت رات ہو یا طاق انتہی اور اِس باب مین علما کے اور اقوال بھی ہین جو شمار مین چھیالیس کو پہونچتے ہین

خاتمہ

واضح ہو کہ لیلۃ القدر بڑے مرتبہ کی رات ہے اُسکی طلب مستحب ہے اور وہ برس مین افضل شب ہے قرآن مجید مین اُسکو ہزار مہینے سے افضل فرمایا ہے عمل خیر اُسمین ہزار عمل کے برابر ہے بہ نسبت دوسرے اوقات مین کرنے کے مسلمانون مین سے جسکو خدا تعالی چاہے یہ دولت نصیب کرتا ہے اور جو شخص شب قدر کو دیکھے چاہیے کہ چھپاوے اور اخلاص سے یہ دعا کرے اللہم انا نسالک الاخلاص فی القول والعمل وحسن الختام عند انتہاء الاجل واللہ اعلم تاریخ اتمامی والحمد للہ اولا وآخرا والصلوۃ والسلام علی سیدنا ومولنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

یہانتک ترجمہ مترجم ثانی کا تمام ہوا وللہ الحمد

کتاب الحج

اس کتاب میں احکام حج کا بیان ہے اور حج کو بعد صوم اور زکوٰۃ اور صوم کے اسواسطے ذکر کیا کہ یہ مرکب ہے عبادات بدنی اور مالی سے [illegible]
ہو حج اللہ وکسر الحا لغتان القصد الی المعظم مطلق قصد کا نام حج ہے یعنی حج کے معنی لغت عرب میں قصد کرنا کسی بزرگ چیز کی زیارت کا اسواسطے کہ کسی چیز کا قصد
ہر قصد کو چنانچہ بعضے علمانے بیان کیا ہے مگر تحقیق یہ ہے جسب فتح القدیر کی لکھی قاموس وغیرہ کتب لغت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معنی عبادت کے [illegible]
قصد سے اور قصد خاص سے بھی یعنی کہ معظم کا قصد کرنا واسطے ادائے عبادت کے وشرعاً زیارۃ مکان مخصوص و وقوف فی مکان مخصوص
الکعبۃ وعرفۃ فی زمن مخصوص فی الطواف من طلوع فجر النحر الی آخر العمر فی الوقوف من زوال الشمس عرفۃ الی فجر النحر بفعل مخصوص من کونہ
محرما بنیۃ الحج سابقا کما فی البحر فقیل لا دار رکن من ارکان الدین لیعم حج النفل اور اصطلاح شرع میں حج عبارت ہے زیارت سے مکان خاص
زمانہ مخصوص میں مخصوص فعل سے زیارت سے مراد طواف اور وقوف ہے اور مکان خاص سے کعبہ معظمہ اور عرفات مراد ہے یعنی بیت اللہ کے گرد
گھومنا عید قربانی کی فجر سے آخر عمر تک اور عرفات میں ٹھہرنا عرفہ کے دن دوپہر ڈھلے سے عید قربانی کی فجر تک حج کی نیت سے احرام باندھ کر طواف اور
وقوف سے پہلے خلاصہ یہ ہے کہ حج کی نیت سے اول احرام باندھکر طواف اور وقوف کو اوقات مخصوصہ میں ادا کرنا اسکا نام حج ہے چنانچہ تفصیل اس اجمال کی آگے
آویگی مصنف نے حج کی تعریف میں یوں نہ کہا کہ حج عبارت ہے زیارت مکان خاص سے زمانہ مخصوص میں واسطے ادا کرنے ایک رکن کے ارکان دین سے تاکہ حج
نفل کو بھی تعریف شامل رہے اور اگر ادائے رکن کی قید لگاتا تو حج نفل تعریف حج سے نکل جاتا اسواسطے کہ رکن فرض کو کہتے ہیں نفل کو اور ارکان دین پانچ ہیں
کلمۂ شہادت اور نماز اور زکوٰۃ اور صوم اور حج بیت اللہ فرض سنۃ تسع وانما اخرہ علیہ السلام لعشر لعذر مع علمہ ببقاء حیاتہ لیکمل التبلیغ حج مفروض ہوا ہجرت کے
نویں سال اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادائے حج میں دسویں برس تک تاخیر فرمائی بسبب عذر کے ساتھ اسکے معلوم بھی تھا کہ حضرت کو اپنی بقاء حیات کا
علم تھا تاکہ تبلیغ رسالت کامل ہو جاوے ہم نویں سال یہ آیت نازل ہوئی وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا یعنی خدا کے واسطے لوگوں پر لازم ہے حج
بیت اللہ کا جسکو استطاعت راہ ہو اسکی طرف اس آیت سے فرضیت حج کی ثابت ہوئی اور حضرت نے جو نویں سال حج نکیا تو عذر سے نکیا عذر یہ کہ آیت بعد گذرنے
ایام حج کے اتری یا خوف تھا کہ اگر مدینہ خالی ہوگا تو مشرکین اسپر ہجوم کرینگے یا مشرکین کے ساتھ حج کرنا مکروہ جانا جب نویں سال صدیق اکبرؓ اور علی مرتضیٰ کو بھیجکر
کافروں کو بیت اللہ میں آنے سے منع کر دیا تب دسویں سال حج ادا کیا اور عذر پر دلیل یہ ہے کہ تقدیم افضل ہے بالاجماع تو اگر حضرت کو عذر نہوتا تو تاخیر کرنا [illegible]
کذا فی حاشیۃ الچلپی عن الزیلعی مرۃ لان سببہ البیت وہو واحد والزیادۃ تطوع تمام عمر میں ایک بار حج فرض ہے اسواسطے کہ سبب حج کا بیت اللہ ہے اور وہ ایک ہے
لہذا سبب بھی واحد ہوا اور ایک بار سے زیادہ حج کرنا نفل ہے مسلم عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ اقرع بن حابس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ
یا رسول اللہ کیا حج کرنا ہر سال فرض ہے یا ایکبار فرمایا بلکہ ایکبار سو جو کہ ایک بار سے زیادہ حج کرے تو وہ نفل ہے اخرجہ ابوداود اور چونکہ فرضیت حج کی قرآن مجید اور احادیث
کثیرہ اور اجماع امت سے ثابت ہے لہذا اسکا منکر کافر ہے اور باوجود قدرت کے اسکا تارک فاسق ہے وقد یجب کما اذا جاوز المیقات بلا احرام فانہ کما [illegible]
احد النسکین فان اختار الحج اتصف بالوجوب اور کبھی واجب ہو جاتا ہے چنانچہ جب احرام باندھنے کے مقام کو بلا احرام طے کرجاوے تو [illegible]
واجب ہو جاتا ہے چنانچہ ذکر اسکا آویگا سو اگر وہ شخص حج کرنا اختیار کریگا تو وہ حج واجب کہلاویگا وقد [illegible]
کہ جس حج حرام کہلاتا ہے چنانچہ مال حرام سے حج کرنا جیسے رشوت یا چوری یا غصب یا سود لینے کے مال سے حج کرنا اسلئے کہ [illegible]
تصدق ہو [illegible] اول مال حلال پیدا کرنا لازم ہے طبرانی نے معجم اوسط میں ابوہریرہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا [illegible]
حلال لیکر اور رکاب میں پاؤں رکھکر لبیک کہتا ہے تو آسمان سے منادی ندا کرتا ہے لبیک وسعدیک تیرا زاد حلال ہے اور حج تیرا مقبول [illegible]

نفقہ خبیثہ لیکر نکلتا ہو اور رکاب مین پانوٗن ڈالکر لبیک کہتا ہو تو آسمان سے پکارنے والا پکارتا ہو لا لبیک و لا سعدیک تیرا نفقہ حرام اور تیرا حج مقبول نہین ہو کذا فی الترغیب والترہیب لابن حجر و بالکراہۃ کالحج بلا اذن من یجب استیذانہ اور گاہے حج مکروہ کہلاتا ہو چنانچہ حج کرنا بلا اجازت اُس شخص کے جس سے اذن لینا واجب ہو چنانچہ بلا اجازت محتاج والدین کے جانا اور اسیطرح زوجہ اور جمیع اقارب جنکا نفقہ اس شخص پر فرض ہو تو شارح کے بیان سے معلوم ہوا کہ حج فرض بھی ہوتا ہو اور واجب اور نفل اور حرام اور مکروہ بھی اور ظاہر ا حج مباح نہین ہو سکتا اسواسطے کہ اصلی عبادت ہو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی

وفی النوازل لوکان الابن صبیحا فللاب منعہ حتی یلتحی اور نوازل مین ہو کہ اگر لڑکا گورا خوبصورت ہو تو اُسکے باپ کو جائز ہو کہ اُسکو سفر حج سے منع کرے داڑھی نکلنے تک بلکہ گھر کے نکلنے سے بھی روک سکتا ہو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی الفور فی العام الاول عند الثانی واصح الروایتین عن الامام ومالک واحمد حج ایکبار فی الفور فرض ہو پہلے سال مین نزدیک ابی یوسف اور امام مالک اور امام محمد رح کے اور امام اعظم رح کی اصح روایت مین اسواسطے کہ احتیاط یہی ہو کہ اول سال امکان مین اداے حج ہو کیونکہ سال بھر مین حج کا ایک وقت معین ہو اور موت کا کوئی وقت معین نہین تو باوجود قدرت کے تاخیر کرنا گویا معدوم کرنا ہو ابو یوسف رح کی وہ حدیث دلیل ہو جو امام احمد اور ابن ماجہ اور بیہقی نے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو حج کا ارادہ کرے اُسکو جلدی کرنا لازم ہو اسواسطے کہ گاہے آدمی بیمار ہوتا ہو اور راحلہ گم ہو جاتا ہو اور کوئی حاجت ضروری پیش آجاتی ہو کذا فی العینی شرح الکنز اور محمد رح اور شافعی رح کے نزدیک حج علی الفور فرض نہین بلکہ علی التراخی فرض ہو بشرط عدم فوت فیفسق وترد شہادتہ بتاخیرہ ای سنین لان تاخیرہ صغیرۃ وبارتکابہ مرۃ لا یفسق الا بالاصرار بحر ووجہہ ان الفوریۃ ظنیۃ لان دلیل الاحتیاط ظنی ولذا اجمعوا انہ لو تراخی کان اداء وان اثم بموتہ قبلہ پھر جب حج فی الفور فرض ہوا تو فاسق ہوگا اور اُسکی گواہی مردود ہوگی حج مین تاخیر کرنے سے یعنی چند سال کی تاخیر سے فسق ثابت ہوگا اسواسطے کہ تاخیر حج کی صغیرہ گناہ ہو اور ایکبار صغیرہ کرنے سے مسلمان فاسق نہین ہوتا مگر اصرار سے البتہ فاسق ہوتا ہو کذا فی البحر اور دلیل اس امر کی کہ تاخیر صغیرہ ہو نہ کبیرہ یہ ہو کہ فی الفور کی فرضیت ظنی ہو اسواسطے کہ دلیل احتیاط کی چنانچہ قول سابق کے بیان مین مذکور ہو جبکی ظنی ہو نہ قطعی اور گناہ کبیرہ ہونا ثابت نہین ہوتا مگر قطعی دلیل سے نہ ظنی سے ولہذا فقہا کا اجماع ہو اسپر کہ باوجود قدرت کے اگر چند سال تاخیر کی اور پھر حج کیا تو یہ حج ادا ہوگا نہ قضا اگرچہ قبل حج کے مرجانے سے گنہگار ہوگا وقالوا لو لم یحج حتی تلف مالہ وسعہ ان یستقرض ویحج ولو غیر قادر علی وفائہ ویرجی ان لا یواخذہ اللہ تعالی بذلک ای لو ناویا وفاءہ ان قدر کما قیدہ فی الظہیریۃ اور فقہا نے کہا ہو کہ اگر مقدور والے نے حج نہ کیا یہانتک کہ اُسکا مال تلف ہو گیا تو اُسکو جائز ہو کہ قرض لے اور حج کرے اگرچہ اُسکو قدرت نہو اداے قرض کی اور امید ہو کہ حق تعالے اُسکا مواخذہ نہ کریگا اگر بدون ادا کے مرگیا بشرطیکہ اُسکو ادا کرنے کی نیت ہو در صورت قدرت چنانچہ یہی قید لگائی ہو عدم مواخذہ کی ظہیریہ مین ط م طحطاوی نے کہا کہ تمرتاشی مین ابو یوسف رح سے منقول ہو کہ ایسی صورت مین قرض لینا حج کیواسطے لازم ہو علی مسلم لان الکافر غیر مخاطب بفروع الایمان فی حق الاداء وقد حققناہ فیما علقناہ علی المنار حج فرض ہو مسلمان پر نہ کافر پر اسلیے کہ کافر مخاطب نہین فرعی احکام کے ادا کرنے کے حق مین ہان در حق اعتقاد احکام البتہ مخاطب ہو اور البتہ ہمنے اس مسئلہ اصولی کو شرح منار مین محقق کیا ہو ہم یہان سے تفصیل شرائط حج کی شروع ہوتی تو اجمالاً دریافت کرنا چاہیے کہ شرائط حج کی تین قسم ہین ایک شرائط وجوب حج کی اور دوسری شرائط وجوب اداے حج کی اور تیسری شرائط صحت حج کی سو شرائط وجوب کی آٹھ ہین بنا بر قول اصح کے اسلام[۱] عقل[۲] بلوغ[۳] حریت[۴] وقت[۵] قدرت[۶] زاد قدرت[۷] راحلہ فرضیت[۸] حج کا علم اور شرائط وجوب ادا کی پانچ ہین بقول اصح صحت[۱] بدن کی قدرت زوال[۲] موانع حسیہ امن[۳] راہ عدم[۴] قیام عدت عورت کے حق مین خروج[۵] زوج یا محرم عورت کے ساتھ اور شرائط صحت حج کی چار ہین احرام[۱] حج زمانہ[۲] خاص مکان[۳] خاص اسلام[۴] کذا فی منح الغفار حر مکلف عالم بفرضیتہ اما بالکون بدار نا او باخبار عدل او مستورین حج فرض ہو حر مکلف پر جو

حج کے فرض ہونے کو جانتا ہو یا دار الاسلام میں رہتا ہو [illegible] کہ حج کی فرضیت [illegible] مرد و عورت کی [illegible] سے تو حج فرض [illegible]
اور علماء [illegible] بقول [illegible] دار الاسلام اور [illegible] موجود ہو [illegible] فرضیت حج سے مطلع نہیں تو حج فرض [illegible]
[illegible] فرض ہو [illegible] قدرت [illegible] اور جب دونوں پاؤں کٹے ہوں اور [illegible] ہو [illegible]
[illegible] فرض نہیں [illegible] اس پر حج فرض [illegible] اور عبارت والے پر [illegible] نہیں اور حاکم سے [illegible] جو اسکو حج کرنے سے
روکتا ہو تو قیدی اور [illegible] مذکورہ [illegible] پر حج فرض نہیں اگرچہ [illegible] تو بھی اس پر حج فرض نہیں بنا بر قول مشہور کے امام سے
اسواسطے کہ غیر کی قدرت سے آدمی کو قادر نہیں کہتے کذا فی حاشیۃ [illegible] فالمعاد [illegible] زاد [illegible] اور حج
فرض ہو [illegible] ایسا [illegible] گوشت وغیرہ نفیس خوراک کھانے کی عادت ہو جبکہ اسکو روٹی اور پنیر پر
قدرت ہو [illegible] گوشت کے [illegible] اسواسطے کہ [illegible] دشوار ہو اور راحلہ حقیقۃ [illegible] المقتب ان قدر
[illegible] فرض ہو [illegible] راحلہ [illegible] کے واسطے مخصوص ہو یعنی اسکو نوبت بنوبت اترنا چڑھنا نہ پڑے اور راحلہ کو
[illegible] یعنی چھوٹی کاٹھی والا اونٹ سواری کے واسطے کافی ہو اگر اسپر سوار ہو سکے اور اگر کاٹھی پر سوار نہ ہو سکے بسبب مرفہ الحالی کے اور
نازک مزاجی کے تو فرضیت حج کی شرط یہ ہو کہ محمل پر قادر ہو اسواسطے کہ مرفہ الحال سے کاٹھی پر سفر نہیں ہو سکتا بلکہ اسیطرح اسکی ہلاکت کا خوف ہو
تو [illegible] کے واسطے وہ راحلہ ہو [illegible] کذا فی النہر [illegible] نے عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک
شخص نے پوچھا کہ حج کون چیز سے فرض ہوتا ہو فرمایا زاد اور راحلہ سے اور ابن عباسؓ سے روایت کی کہ حضرت نے استطاعت سبیل کی زاد و راحلہ تفسیر فرمائی راحلہ
[illegible] مطلق [illegible] ہو یا مادہ کذا فی اصطلاح للآفاقی بالزاد والراحلة [illegible]
[illegible] شرط ہو [illegible] کے واسطے جو عرفات تک پیدل چل سکتا ہو اسواسطے کہ مکے سے عرفات تک چلنا
[illegible] کے واسطے [illegible] کے مشابہ ہو اور اگر بسبب شدت [illegible] کے نہ چل سکے تو اسکے واسطے بھی راحلہ شرط ہو کذا فی النہر وافاد انہ لو قدر علی غیر
الراحلۃ من بغل او حمار [illegible] واشتراط الراحلۃ [illegible] مصنف نے اشارہ کیا کہ اگر راحلہ کے سوا اور سواری پر
قدرت ہو [illegible] خچر یا گدھے پر تو حج واجب [illegible] میں نے اس مسئلہ کو کتب فقہ میں صریح نہیں دیکھا اور فقہا نے تو گدھے اور خچر کی سواری
کی کراہت حج کیواسطے صاف صاف بیان کی ہو یعنی کراہت تنزیہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی حاشیۃ تحفۃ الاخیار میں حلبی سے کہا کہ سوائے اونٹ کے اور سواری
سے حج کو واجب کہنا مسلم نہیں اسواسطے کہ ہر چند اصل لغت میں راحلہ اونٹ کو کہتے ہیں لیکن راحلہ سے مراد وہ ہو جسپر سواری ہو وے قہستانی نے تصریح کی ہو
کہ راحلہ سے مراد وہ ہو جسپر انسان سوار ہو اور ضروریات سفر مثل رکھنے اور بیٹھنے اور لباس وغیرہ کے اسپر لادے جاتے اور آتے ہوں انتہی اور شرح [illegible] میں ہو
کہ شرط وجوب حج یہ ہو کہ مسلمان قادر ہو اونٹ پر یا گھوڑے پر یا خچر پر لیکن گدھے کی سواری مسافت بعیدہ میں مکروہ ہو تکلیف کشی کے سبب سے [illegible]
[illegible] والمقتب افضل من المحارۃ اور سراجیہ میں ہو کہ سوار ہو کر حج کرنا بہتر ہو پیادہ چلکر حج کرنے سے اسواسطے کہ پیدل چلنے والا مشقت عادت [illegible]
ہو جاتا ہو اور رفیقوں سے سخت کلامی کرتا ہو اور اگر بد مزاج نہو تو پیدل افضل ہو سواری سے اور کاٹھی والے اونٹ پر سوار ہونا محمل سے افضل ہو کہ [illegible]
[illegible] نہیں کذا فی الطحطاوی وفی اجارۃ الخلاصۃ حمل المحمل [illegible] وتسعون والثقال [illegible] کا [illegible] اور خلاصہ کی کتاب الاجارہ میں ہو
کہ اونٹ کا بوجھ ۳۰۰ من ہو اور گدھے کا بوجھ ۱۵۰ من ہو اور ظاہر خچر کا بوجھ بھی گدھے کے برابر ہو من شرعی [illegible] استار کا ہو اور استار ساڑھے چھ درم کا ہوتا ہو
کذا فی الطحطاوی ولو وهب الاب لابنه مالا يحج به لم يجب [illegible] لان شرائط الوجوب لا يجب تحصيلها [illegible] الاصوليين [illegible]

یا غلام احرام باندھکر آزاد ہوگیا قبل ٹھہرنے عرفات کے پھر اسی اگلے احرام پر ہر ایک چلا گیا یعنی دوسرا احرام نہ باندھا تو دونون کا فرض حج ساقط نہوگا اسلیے
کہ شروع سے نفل تھا پھر نفل کی نیت سے فرض کیونکر ادا ہو تو بعد بلوغ اور آزادی کے حج فرض صغیر اور عبد پر لازم رہیگا فلو جدد الصبی الاحرام قبل وقوفہ بعرفۃ
ونوی حجۃ الاسلام اجزاہ پھر اگر صغیر نے بعد بلوغ کے نیا احرام باندھا قبل وقوف عرفات کے اور اس احرام جدید سے فرض حج کی نیت کی تو کافی ہی یعنی
فرضیت ادا ہوگی مگر احرام جدید اسطرح کرنا چاہیے کہ میقات تک پلٹ جاوے اور وہان دوسرا احرام باندھکر حج کی نیت سے لبیک کہے ولو فعل العبد المعتق
ذلک التجدید المذکور لم یجزہ لانعقادہ لازما بخلاف الصبی والکافر والمجنون اور اگر آزاد غلام اسطرح سے نیا احرام باندھیگا تو اسکو کفایت نہ کریگا یعنی اسپر سے
فرض حج ساقط نہوگا اسواسطے کہ غلام پر نفل حج شروع کرنے سے لازم ہوگیا تو اسکو توڑ نہین سکتا بخلاف صغیر اور کافر اور مجنون کے اسواسطے کہ صغیر کا احرام
لازم نہین تو اسکو احرام توڑنا جائز ہی اور کافر کا احرام سرے سے صحیح نہین بسبب عدم اہلیت کے والحج فرضہ ثلثۃ الاحرام اور حج مین تین کام فرض ہین

اول احرام باندھنا فرض وہ ہی جسکے ترک سے حج باطل ہوجاوے اور سال آیندہ مین اسکی قضا لازم آوے وہو شرط ابتداء ولہ حکم الرکن انتہاء حتی لم یجز لفایت
الحج استدامتہ یقضی بہ من قابل اور احرام شرط ہی باعتبار ابتدا کے لہذا اسکی تقدیم حج کے مہینون پر جائز ہی جیسے وضو قبل وقت نماز کے جائز ہی اور احرام کو
رکن کا حکم ہی باعتبار انتہا کے تا اینکہ جسکا احرام باندھکر حج فوت ہوگیا ہو اسکو احرام کا باقی رکھنا تاکہ سال آیندہ اسی سے حج کی قضا کرے جائز نہین اور اگر
شرط ہوتا ہر طرح سے تو اسکا باقی رہنا جائز ہوتا والوقوف بعرفۃ فی اوانہ سمیت بہا لان آدم علیہ السلام وحوا تعارفا فیہا اور دوسرا فرض عرفات کا ٹھہرنا ہی
اسکے خاص وقت مین عرفات کا نام عرفات اسواسطے رکھا گیا کہ آدم اور حوا علیہما السلام مین وہین تعارف ہوا یعنی بہشت سے زمین پر متفرق اترے پھر بعد
مدت عرفات مین یکجا ہوے اور ایک نے دوسرے کو پہچانا ومعظم طواف الزیارۃ وہما رکنان اور تیسرا فرض اکثر طواف زیارت اور دونون یعنی وقوف
عرفات اور طواف الزیارۃ رکن ہین حج کے لیکن وقوف عرفات قوی تر ہی طواف سے اسواسطے کہ جماع قبل وقوف سے حج فاسد ہوجاتا ہی اور جماع قبل
طواف سے فاسد نہین ہوتا کذا فی العالمگیریہ وواجبہ نیف وعشرون اور واجبات حج کے بیس اور کئی ہین چنانچہ چبیس کام ہین چنانچہ شمار واجبات کا
رقم ہندسہ سے معلوم ہوگا واجب وہ ہی جسکے ترک سے حج باطل نہین ہوتا بلکہ ذبح کرنا لازم آتا ہی وقوف جمع وہو المزدلفۃ سمیت بہ لان آدم اجتمع فیہا مع حوا
وازدلف الیہا ای دنا منہا ٹھہرنا جمع کا یعنی مزدلفہ کا اسکا مزدلفہ اسواسطے نام ہوا کہ آدم حوا کے ساتھ وہان جمع ہوے اور انسے قریب ہوگئے والسعی عند
الائمۃ الثلثۃ ہو رکن بین الصفا سمی بہ لانہ جلس علیہ آدم صفوۃ اللہ والمروۃ لانہ جلس علیہا امراتہ وہی حوا ولذا انثت ۲- اور چلنا صفا اور مروہ کے درمیان
اور تینون امامون کے نزدیک سعی کرنا رکن ہی صفا اور مروہ دو پہاڑیان ہین مسجد الحرام کے پاس صفا اسواسطے اسکا نام ہوا کہ آدم صفی اللہ اسپر بیٹھے اور
مروہ اسواسطے نام ہوا کہ امراۃ یعنی عورت اسپر بیٹھی عورت سے حوا مراد ہین اور اسی واسطے لفظ مروہ مونث ہی مگر بعضے علمانے وجہ تسمیہ یون بیان
کی ہی کہ صفا ایک مرد کا نام تھا اور مروہ ایک عورت کا نام تھا سو دونون نے بیت اللہ مین حرام کاری کی حق تعالی نے انکو پتھر کرڈالا دونون صورتون کو
دونون پہاڑیون پر لوگون کی عبرت کے واسطے رکھدیا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی واللہ اعلم ورمی الجمار لکل من حج ۳- اور کنکریان مارنا جمرات ثلثہ پر
ہر حج کرنیوالے کو خواہ قارن ہو خواہ متمتع خواہ منفرد وطواف الصدر ای الوداع للآفاقی غیر الحائض ۴- اور طواف الصدر یعنی رخصت کا طواف
آفاقی کو سواے حائض کے تو مکی اور بستانی اور حائضہ پر طواف الصدر واجب نہین والحلق او التقصیر ۵- اور سر منڈانا یا بال کترانا وانشاء الاحرام
من المیقات ۶- اور احرام کا شروع کرنا میقات سے یعنی احرام کے مقام سے ومد الوقوف بعرفۃ الی الغروب ان وقف نہارا ۷- اور دراز کرنا
وقوف عرفات کا غروب آفتاب تک اگر دن مین وقوف کیا ہو یعنی کچھ دن اور رات کے وقوف کو جمع کرنا واجب ہی والبدایۃ بالطواف من الحجر الاسود علی الاشبہ
لمو الثلثۃ علیہ السلام وقیل فرض وقیل سنۃ ۸- اور واجب ہی حجر اسود سے طواف کا شروع کرنا بنا بر شبہ قول کے اسواسطے کہ رسول اللہ صلعم ہمیشہ ابتداے طواف حجر اسود سے

کہ یہ سنت ہے اور بعضون نے کہا کہ یہ واجب ہے اور بعضون نے کہا کہ یہ سنت ہے والتیامن فیہا ای فی الطواف فی تح ۹ - اور طواف کو شروع داہنی طرف سے کرنا

یعنی حجر اسود کی طرف سے کہ جب حجر اسود کے مقابل کھڑا ہو تو اپنی داہنی طرف سے طواف کرے بعد حجر اسود کے اور دروازہ بیت اللہ کی والمشی فیہ لمن لیس لہ عذر حقیقۃ

۱۰ - اور طواف میں چلنا اسکو جسکو عذر نہ ہو واجب ہے تو طواف میں اپنے پاؤن چلنا جسکو بیماری یا ضعف نہ ہو

اسی طواف کی نیت میں چلنا اگر تو اسپر پیدل طواف کرنا لازم ہے اور اگر نفل طواف زمین پر چلکر شروع کیا تو اسکو طواف میں پاؤن سے چلنا افضل ہے

والطہارۃ فیہ من النجاسۃ الحکمیۃ علی المذہب قیل والحقیقۃ من ثوب و بدن و مکان طواف والاکثر علی انہ سنۃ مؤکدۃ کما فی تحقیق لباب

طہارت نجاست حکمی سے واجب ہے بنا بر قوی مذہب کے اور قول ضعیف یہ ہے کہ طہارت نجاست حقیقی کی کپڑے اور بدن اور طواف کے مکان سے واجب

۱۱ - اور اکثر علما کا یہ قول ہے کہ نجاست حقیقی کی طہارت سنت مؤکدہ ہے نہ واجب جیسا کہ لباب المناسک کی شرح میں مذکور ہے وستر العورۃ فیہ وکشف ربع

عضو کالکشف فی الصلوۃ یجب الدم ۱۲ - اور ستر کا ڈھکنا طواف میں اور چوتھائی عضو کا زیادہ کھلنے سے طواف میں فرض کرنا واجب ہوتا ہے جیسا کہ کشف

عضو کا بیان کتاب الصلوۃ میں گذرا والبدایۃ بالسعی بین الصفا والمروۃ من الصفا لو بدأ بالمروۃ لا یعتد بالشوط الاول فی الاصح ۱۳ - اور صفا و مروہ

کے درمیان کی سعی کو صفا سے شروع کرنا اور اگر مروہ سے شروع کریگا تو شوط اول میں اسکا شمار نہو گا قول اصح میں یعنی اول مروہ سے چلنا صفا تک

یہ شوط اول میں داخل نہین بسبب ترک واجب کے بلکہ شوط اول عبارت ہے ابتدا سے صفا سے مروہ تک والمشی فیہ فی السعی لمن لیس لہ عذر کما مر ۱۴ - اور

چلنا سعی میں جسکو چلنے میں کچھ عذر مانع نہین جیسا کہ طواف میں مذکور ہوا وذبح الشاۃ للقارن والمتمتع ۱۵ - اور ذبح کرنا بھیڑ بکری کا قارن

یا متمتع کو وصلوۃ رکعتین لکل اسبوع من ای طواف کان فلو ترکہا ای علیہ دم قیل لم فیہ نظر ہے ۱۶ - اور دو رکعت نماز پڑھنا واجب ہے سات بار بیت اللہ

کے گرد گھومنے کے بعد کوئی طواف کیون نہو یہانتک کہ طواف نفل میں بھی دو رکعتین واجب ہین سو اگر دو رکعت کو طواف کرنیوالے نے ترک کیا تو اسپر دم نہ

کیا واجب ہے بعضے علما نے کہا کہ ہان واجب ہے تو اگر قبل ذبح کے موت اسکو آوے تو ذبح کرنیکی وصیت کرجاوے والترتیب بین الرمی والحلق

والذبح یوم النحر ۱۷ - اور ترتیب کرنا درمیان کنکریان مارنے اور سر منڈانے اور ذبح کرنے کے قربانی کے دن چنانچہ بیان اس ترتیب کا آویگا واما الترتیب

بین الطواف وبین الرمی والحلق فسنۃ فلو طاف قبل الرمی والحلق لا شئ علیہ ویکرہ لباب اور وہ ترتیب جو طواف کے درمیان اور کنکریان مارنے اور سر منڈانے

کے درمیان میں ہے سو سنت ہے واجب نہین تو اگر طواف کیا قبل رمی اور حلق کے تو کوئی چیز اسپر لازم نہین لیکن مکروہ تنزیہی ہے بسبب ترک سنت کے

کذا فی لباب المناسک ویجئ ان المفرد لا ذبح علیہ فتحققہ اور آگے آویگا کہ مفرد پر یعنی جو فقط حج کی نیت کرے بلا قران اور بلا تمتع اسپر ذبح واجب نہین اور

عنقریب باب الجنایات میں ہم اسکی تحقیق کرینگے وفعل طواف الافاضۃ ای الزیادۃ فی یوم من ایام النحر ۱۸ - اور طواف الافاضہ یعنی طواف الزیارۃ

کرنا اسی دن میں قربانی کے دنون سے ومن الواجبات کون الطواف وراء الحطیم ۱۹ - اور واجبات سے ہے طواف کرنا بیت اللہ کا حطیم کے ساتھ حطیم ایک جگہ

ہے جو بیت اللہ کے جانب مغرب اور شمال واقع ہے اسکے گرد چھوٹی دیوار ہے کمان کے مانند حدیث صحیح میں ثابت ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے وقت میں حطیم بیت اللہ

کے اندر داخل تھی قریش نے ایام جاہلیت میں جب کعبہ بنایا تو بسبب قلت مصارف کے حطیم کو کعبہ سے جدا کر دیا اور چونکہ حطیم بیت اللہ میں داخل ہے پس

طواف میں اسکا داخل کرنا واجب ہوا اور فرض اسواسطے نہوا کہ دخول اسکا بیت اللہ میں بدلیل قطعی ثابت نہین واللہ اعلم وکون السعی بعد طواف

معتد بہ ۲۰ - اور سعی کا ہونا بعد طواف کے جو شمار کے لائق ہے یعنی چار شوط یا زیادہ کے بعد ہے واسطے کہ دو تین شوط سے طواف معتبر نہین وتوقیت الحلق

بالمکان والزمان ۲۱ - اور سر منڈانے کی تعیین مکان خاص اور زمانہ مخصوص میں یعنی حلق کرنا حرم کے اندر ایام نحر میں واجب ہے وترک المحظور

کالجماع بعد الوقوف ۲۲ - اور ممنوعات غیر مفسدہ کا ترک کرنا بعد وقوف عرفات کے واجب ہے چنانچہ جماع اور قبل وقوف کے جماع مفسد ہے

حج کا ولبس المخیط ۲۳-اور جیسے سیے لباس کے پہننے کو ترک کرنا وتغطیۃ الراس والوجہ ۲۴-اور سر کو ڈھکنا ۲۵-اور چہرے کو ڈھکنا وافسادہ بطران کل
ما یجب بترکہ دم فھو واجب صرح بہ فی الملتقی وسیتضح فی الجنایات اور قاعدۂ کلیہ واجبات حج کے دریافت کرنے کا یہ ہی کہ جس فعل کے ترک کرنے سے ذبح کرنا
واجب ہو سو وہ فعل واجب ہی یہی تصریح ہی ملتقی مین اور جن افعال سے ذبح کرنا لازم ہوتا ہی اُسکا بیان باب الجنایات مین واضح ہوگا ہم شارح نے
بعد شمار واجبات کے قاعدہ دریافت واجبات کا اسواسطے بیان کیا کہ واجبات حج ان ۲۵-امور مین منحصر نہین اسواسطے کہ کوچ کرنا عرفات سے
امام کے ساتھ واجبات سے ہی اور حالانکہ اسکو نہ منصف نے ذکر کیا نہ شارح نے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی شرح وقایہ اور درر مین پانچ چیزون کو واجب کہا
یعنی وقوف مزدلفہ اور سعی بین الصفا والمروہ اور رمی جمار اور طواف الصدر اور حلق راس کو اور کہا ہی کہ سواے فرائض اور ان واجبات کے باقی افعال
سنت ہین یا مستحب حالانکہ یہ صحیح نہین اسواسطے کہ واجبات پانچ مین منحصر نہین اور ایسے مقام مین شمار کرنا حصر کا مفید ہوتا ہی کذا فی منح الغفار فائدہ ہملیلہ
اکثر کتب مین افعال خمسہ مذکورہ کو واجبات مین شمار کیا ہی اور بعضی کتابون مین دریافت واجبات کا ضابطہ مذکورہ مندرج ہی چنانچہ ملتقی الابحر سے شارح نے
نقل کیا اور کسی نے انحصار کرنا واجبات کو ضرور نہین جانا بخیال تکرار کے اسواسطے کہ جنایات مین اسکی خود تصریح موجود ہی لیکن ماتن اور شارح نے ۲۵
واجبات شمار کیے واسطے مزید بصیرت کے رحمۃ اللہ علیہما وغیرہا سنن وآداب کان یتوسع فی النفقۃ ویحافظ علی الطہارۃ وعلی صون لسانہ اور فرائض
اور واجبات کے سوا باقی افعال سنت ہین اور مستحب چنانچہ کشایش اور فراغت سے خرچ کرنا اپنے اوپر اور سواری کے اوپر اسلیے کہ حج مین خرچ کرنا ثواب مین
جہاد کے خرچ کے برابر ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اور ہمیشہ باطہارت رہنا اور زبان کو غیبت اور نحت گوئی اور دشنام سے بچانا ہر چند زبان کا روکنا ہمیشہ ابتر ہی
علی الخصوص حج مین زیادہ تر اسکا اہتمام لازم ہی قال اللہ تعالیٰ فمن فرض فیہن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج ویستاذن ابویہ ودائنہ وکفیلہ
اور مستحب ہی حج کی اجازت لینا اپنی مان اور باپ سے اور قرضخواہ سے اور قرض کے ضامن سے اگر اسکے کہنے سے اُسنے ضمانت کی ہو اور اگر اسکے بدون
امر کے وہ ضامن ہوا ہو تو اجازت کی کچھ حاجت نہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ویودع المسجد برکعتین ومعارفہ ویستحلہم ویلتمس دعاءہم اور مستحب ہی
محلہ کی مسجد سے دو رکعت نماز پڑھکر رخصت ہونا اور اپنے دوستون سے رخصت ہونا تاکہ وہ دعاے خیر کرین اور مستحب ہی دوستون اور آشناؤن سے
اپنے قصور معاف کروانا اور اُنسے دعا کی درخواست کرنا اور فتح القدیر مین ہی کہ سفر کے وقت خود رخصت ہونے کو جاوے اور جبکہ حج کرکے آوے تو دوستون
کو اسکے پاس آنا چاہیے ویتصدق بشئ عند خروجہ ویخرج یوم الخمیس فنیہ خرج علیہ السلام فی حجۃ الوداع او الاثنین او الجمعۃ بعد التوبۃ والاستخارۃ
اے فی انہ ہل یشتری او یکتری وہل یسافر برا او بحرا وہل یرافق فلانا او لا لان الاستخارۃ فی الواجب والمکروہ لا محل لہا وتمامہ فی النہر اور
مستحب ہی کچھ خیرات کرنا سفر کے وقت اسواسطے کہ صدقہ دافع ہی بلا کا اور سنت ہی سفر کرنا پنجشنبہ کے دن اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے حجۃ الوداع مین اسی دن سفر کیا تھا یا دوشنبہ یا جمعہ کے دن سفر کرنا مستحب ہی بعد توبہ اور استخارہ کرنے کے یعنی اسمین استخارہ کرے
کہ سواری کو مول لے یا کرایہ کرے اور سفر خشکی مین کرے یا دریا مین اور فلانے شخص کو اپنا رفیق سفر کا کرے یا نہ کرے اور یون نہ استخارہ کرے
کہ مین حج کرون یا نہ کرون اسواسطے کہ واجب اور مکروہ مین استخارہ بے موقع ہی ع درکار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست ٭ اور پورا بیان اسکا
نہر الفائق مین ہی ہم اور باقی مضمون نہر الفائق کا یون ہی کہ استخارہ کا طریقہ یہ ہی کہ دو رکعت نماز ادا کرے پہلی رکعت مین قل یا ایہا الکافرون اور دوسری
رکعت مین قل ہو اللہ احد پڑھے پھر استخارہ کی دعا جو احادیث مین ثابت ہی پڑھے پھر توبہ کرے شرائط توبہ کی مراعات کرکے یعنی جنکی حق تلفی کی ہو اُنسے معاف
کراوے اور جسکا مال چوری یا دغابازی یا غصب یا رشوت سے لیا ہو اُسکو پھیر دے حتی الامکان اور جن عبادات مین قصور ہوا ہو اُنکی قضا کرے اور اپنے
گناہون سے نہایت شرمندہ ہو اور مصمم ارادہ کرے کہ پھر اُن گناہون کو نہ کریگا اسواسطے کہ اس شاہنشاہ کے دربار مین ان نجاسات کو لیجانا

[illegible] اور بعض [illegible] قول [illegible] کوشش [illegible] [illegible] یعنی [illegible]
[illegible] حالت [illegible] ہے [illegible] جائز [illegible] حاجت [illegible] صاحب [illegible]
[illegible] کسی [illegible] سے زیادہ ہو [illegible] طاقت سے زیادہ بوجھ [illegible] اور [illegible] میں [illegible]
[illegible] اگرچہ [illegible] ثواب کم نہیں ہوتا مانند نماز کی [illegible] سفر میں [illegible] اور [illegible] سے آنکو [illegible]
[illegible] منہ اخلاق اور فتح القدیر میں ہے کہ تحصیل نفقہ حلال میں کوشش بلیغ لازم ہے اسواسطے کہ حرام نفقہ سے حج مقبول نہیں ہوتا اگرچہ [illegible]
ہو جاتا ہے [illegible] اور عدم قبول حج میں کچھ مخالفت نہیں عدم قبول کے یہ معنی کہ ثواب حاصل نہیں ہوتا اور سقوط کا یہ مطلب کہ آخرت میں عذاب نہیں
[illegible] تارکین حج کو [illegible] اور فتاوی قاضیخان میں ہے کہ جب آدمی کے پاس حلال مال ہو اور اس میں کچھ شبہہ ہو حرمت کا تو حج [illegible] کیواسطے
قرض لے اور اپنے اس مال سے قرض کو ادا کرے اور [illegible] میں ہے کہ حلال کا خرچ دیجاوے اور خوش خرم سفر کرے اور راہ میں تقوی اختیار کرے اور ذکر
اللہ کی کثرت کرے اور بدخلقی اور غضب سے پرہیز کرتا رہے اور لوگوں کی بدخلقی اور غصہ سہا کرے حلم اور بردباری کرتا رہے کذا فی العالمگیریۃ اور مناسک [illegible]
[illegible] وغیرہ کتب احادیث سے یاد کر لے تاکہ انکو اپنے وقت پر پڑھا کرے اور مستحبات اور آداب [illegible] ضرورت [illegible]
[illegible] اور ممنوعات حج کو دریافت کرنا چاہیے طواف القدوم اور طواف میں رمل کرنا یعنی اکڑنا اور صفا مروہ کے اندر [illegible] دونوں کے درمیان شتاب چلنا
اور ایام نحر کی راتوں میں منا میں رہنا اور عرفہ کے دن بعد طلوع آفتاب کے منا سے عرفات کو جانا اور مزدلفہ سے منا کی طرف چلنا قبل طلوع آفتاب کے سنت ہے
کذا فی فتح القدیر اور مزدلفہ میں رات کو رہنا سنت ہے اور جمرات ثلثہ کی رمی میں ترتیب سنت ہے کذا فی العالمگیریۃ عن الجوہرۃ [illegible] حج دو قسم ہیں
ایک وہ جو انسان اپنی ذات پر کرے وہ چھ طرح پر ہے جماع کرنا اور سر منڈانا اور ناخن کاٹنا اور خوشبو لگانا اور سر اور چہرہ کو ڈھانکنا اور سیا کپڑا پہننا اور
دوسری قسم وہ ہے جو آدمی اپنی ذات کے سوا غیر میں کرے جیسے شکار کرنا اور حرم کے درخت کو کاٹنا کذا فی العالمگیریۃ واشہرہ شوال وذو القعدۃ

یعنی [illegible] وبکسرہ وعشر ذی الحجۃ بکسر الحاء والفتح وعند الشافعی لیس منہا یوم النحر وعند مالک ذو الحجۃ کلہ عملا بالآیۃ قلنا اسم الجمع یشترک فیہ ما وراء الواحد
حج کے مہینے شوال اور ذیقعدہ اور دس دن ذی الحجہ کے ہیں اور امام شافعی اور ابو یوسف کے نزدیک قربانی کا دن حج کے مہینوں میں نہیں اور امام
مالک کے نزدیک تمام ذی الحجہ حج کے مہینوں میں داخل ہے بدلیل آیت قرآنی کہ حق تعالی نے فرمایا (الحج اشہر معلومات) یعنی حج کے مہینے معلوم ہیں
[illegible] میں لفظ اشہر جمع ہے اور اقل جمع تین ہے شارح کہتا ہے ہم جواب دیتے ہیں امام مالک کے استدلال کا کہ جمع میں ما وراء واحد بھی مشترک ہے
یعنی دو اور دو سے زیادہ پر بھی اطلاق جمع کا قرآن مجید میں ثابت ہے حق تعالی نے فرمایا (فقد صغت قلوبکما) یعنی تم دونوں کے دل مائل ہو گئے تو قلوب
جمع ہے اور مراد تثنی ہے یعنی دو چنانچہ زمخشری نے اسکو مصرح کیا ہے تو جب جمع کا اطلاق دو پر ہوا تو اشہر کا اطلاق دو مہینے اور بعض ثالث پر بطریق اولی
صحیح ہوگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اگر کوئی کہے کہ ثمرہ ائمہ ثلثہ کے اختلاف کا کیا ہے شارح نے اسکا جواب قول آئندہ میں دیا وفائدۃ التوقیت ان لو
فعل شیأ من افعال الحج خارجہا لا یجزیہ اور فائدہ اس توقیت اور تعیین کا یہ ہے کہ اگر افعال حج میں سے کوئی فعل اس مدت سے باہر کرے تو کفایت
نہ کریگا یعنی مثلا اگر متمتع اور قارن تین روزے رکھیں شوال سے تو جائز نہیں یا کوئی سعی کرے بعد طواف القدوم کے اشہر حج سے پہلے
تو صحیح نہیں اور احرام باندھنا اشہر حج میں مکروہ نہیں اور اس سے قبل جائز ہے مع الکراہت جبکہ یہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہیے کہ شارح کو
لازم تھا کہ بجائے لا یجزیہ کے لا یحل کہتا تاکہ احرام قبل اشہر الحج کا شامل رہتا اسواسطے کہ احرام قبل اشہر حج کے نیت کرتا ہے مگر حلال نہیں
تو شاید کہا کہ رمی اور حلق اور طواف الزیارۃ بعد اشہر حج کے نہایت کرتے ہیں لیکن حلال نہیں بلکہ حرام ہے کذا فی تحفۃ الاخیار حاشیۃ الطحطاوی

او اند یکرہ الاحرام بہ قبلہا وان امن علی نفسہ من المحظورات لشبہۃ بالرکن کما مر واطلاقہا یفید التحریم اور البتہ مکروہ ہے احرام باندھنا قبل ان مہینون
کے اگرچہ انسان کو اپنی ذات پر ارتکاب ممنوعات کا خوف نہو بسبب مشابہ ہونے احرام کے ساتھ رکن کے چنانچہ اسکا بیان فرائض حج مین گذرا
اور مطلق ہونا کراہت کا تحریم کا مفید ہوا یعنی قبل کا احرام مکروہ تحریمی ہے والعمرۃ فی العمر مرۃ سنۃ موکدۃ علی المذہب اور عمرہ کرنا تمام عمر مین ایکبار
سنت موکدہ ہے بنا بر قوی مذہب کے اور بعضے علمائے حنفیہ کے نزدیک فرض کفایہ ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وصحح فی الجوہرۃ وجوبہا اور جوہرہ مین
وجوب اسکا عمرہ کی تصحیح کی اگر کوئی کہے کلام مجید مین ارشاد ہوا (اتموا الحج والعمرۃ للہ) یعنی تمام کرو حج اور عمرے کو اللہ کے واسطے اس آیت مین اتمام
کے بصیغہ امر ارشاد ہوا اور امر مفید ہے وجوب کا اسکا جواب شارح نے آیندہ قول مین دیا قلنا المامور بہ فی الآیۃ الاتمام وذلک بعد الشروع وبہ نقول ہم جواب
دیتے ہین کہ آیت مین امر ہے اتمام کا اور اتمام نہین ہوتا مگر بعد شروع کرنے فعل کے اور اسیکے تو ہم قائل ہین کہ سنت بلکہ نفل بعد شروع کے واجب ہو جاتی ہے
وہی عمرہ مشتق ہے اعتمار سے اور اعتمار لغت مین آباد مکان کی طرف جانیکو کہتے ہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی عن المغرب وہی احرام وطواف وسعی وحلق
او تقصیر اور شرع مین عمرہ عبارت ہے احرام اور طواف اور سعی بین الصفا والمروہ اور بال منڈانے یا کترانے سے فالاحرام شرط ومعظم الطواف رکن وغیرہما
واجب ہو المختار سو احرام باندھنا عمرہ مین شرط ہے اور اکثر طواف یعنی چار بار یا زیادہ گھومنا گرد بیت اللہ کے فرض ہے اور باقی واجب ہے اور یہی قول
مختار ہے یعنی سعی اور حلق کا عمرے مین واجب ہونا ویفعل فیہا کفعل الحاج اور عمرے کے احرام اور طواف اور سعی مین ویسا کرے جیسا کہ حج کرنیوالا
کرتا ہے اور جب حجر اسود کا بوسہ لے تو لبیک کہنا قطع کرے اور جب سر منڈاوے تو احرام سے باہر ہو کذا فی الطحطاوی عن القہستانی وجازت فی
کل السنۃ وندبت فی رمضان اور جائز ہے عمرہ کرنا تمام سال مین سوائے ایام منہیہ کے اور مستحب ہے رمضان شریف مین سنن ابی داؤد مین
عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان مین عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنیکے برابر ہے اور نسائی مین عبد اللہ
سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج اور عمرہ گناہون کو دور کرتے ہین جیسے لوہار کی بھٹی لوہے کے میل کو صاف کرتی ہے وکرہت
تحریما یوم عرفۃ والاربعۃ بعدہا ای کرہ انشاؤہا بالاحرام حتی یلزم دم وان رفضہا لا ادائہا فیہا باحرام سابق کقارن فاتہ الحج فاعتمر فیہا لم یکرہ کراج
وعلیہ فالاستثناء ای الثانیۃ القارن منقطع فلا یختص بیوم عرفۃ کما توہمہ فی البحر اور مکروہ تحریمی ہے عمرہ کرنا عرفے کے دن اور اسکے بعد چار دن
اور یعنی احرام باندھکر عمرہ شروع کرنا ان دنون مین مکروہ ہے یہانتک کہ اسپر ذبح کرنا لازم آویگا عمرہ شروع کرنے سے اگرچہ بعد احرام کے
اسکو ترک بھی کرے اور احرام سابق سے عمرہ ادا کرنا ان دنون مین مکروہ نہین چنانچہ قران کرنے والے کو حج نملا اسواسطے ان دنون مین
عمرہ کیا تو مکروہ نہین کذا فی السراج اور بنا بر روایت سراج کے استثنا ثانیہ کا قارن کو استثنائے منقطع مین داخل ہے یعنی خانیہ مین جو یون
کہا ہے کہ عمرہ ان دنون مین مکروہ ہے مگر قارن کو مکروہ نہین تو یہ استثنا متصل نہین بلکہ منقطع ہے اسواسطے کہ احرام قارن کا سابق سے ہے
اور مکروہ ان دنون کا احرام ہے تو مستثنے داخل نہین مستثنے منہ مین اسی کا نام منقطع ہے پھر جب سراج کی روایت سے معلوم ہوا کہ پانچ دن
عمرہ مکروہ ہے تو کراہت فقط عرفے کے دن کو مخصوص نرہی جیسا کہ صاحب بحر الرائق نے توہم کیا ہے والمواقیت ای المواضع التی لا یجاوزہا
مرید مکۃ الا محرما خمسۃ اور مواقیت یعنی وہ مکان جنسے بدون احرام کے گذرنا مکے کے جانیوالے کو درست نہین پانچ ہین مواقیت جمع ہے میقات کی لفظ
میقات مشترک ہے درمیان وقت معین اور مکان معین کے اور مراد یہان مکان ہے کذا فی المنح متبعا للبحر اور نہر الفائق مین ہے کہ میقات عبارت ہے وقت معین
سے اور مکان احرام کے واسطے مستعار ہے اور جوہری کا صحاح مین یون کہنا کہ میقات موضع احرام ہے وہ ہمارے قول کے مخالف نہین اسواسطے کہ جوہری
کی عادت نہین تفرقہ کرنا حقیقت اور مجاز مین اور شاید کہ صاحب بحر نے ظاہر کلام جوہری سے دھوکا کھایا کہ اشتراک کا قائل ہوا انتہی کلامہ

معظم کرنا چاہیے کہ شاہنشاہ علی الاطلاق نے کعبہ شریف کو بزرگی کی وجہ سے اسکو اپنا گھر قرار دیا اور مسجد الحرام کو اسکا صحن بنایا اور پھر تمام مکہ کو مسجد الحرام
کا احاطہ کیا اور حرم کو اسکے واسطے پیشگاہ ٹھیرایا اور مواقیت کو حرم کی چراگاہ قرار دیا اور وہاں سے احرام باندھنا واجب کیا اس بقعہ مبارک کے اظہار شرف کے
واسطے تو آئین سب آفاقی یعنی غیر اہل مکہ جو ان میں ہیں خواہ بہ نیت حج یا عمرہ جاوین خواہ بہ نیت سکونت تجربت خواہ بہ نیت تجارت بہ صورت احرام واجب ہے

ذوالحلیفۃ بضم الحاء وفتح اللام مکان علی ستۃ امیال من المدینۃ وعشر مراحل من مکۃ تسمیہ العوام ابار علی رضی اللہ عنہ یزعمون انہ قاتل الجن فی بعضہا وھو کذب
ایک میقات ذوالحلیفہ ہے بضم حاء وفتح لام وہ مکان چھ کوس پر ہے مدینہ طیبہ سے اور دس منزل ہے مکہ معظمہ سے وہاں کے کنوئین کو عوام ابیار علی
کہتے ہیں انکا گمان یہ ہے کہ علی مرتضی نے جنون سے قتال کیا وہاں کے کسی کنوئین میں اور حالانکہ یہ جھوٹ ہے کنوئین ثابت نہیں یہ میقات ہے اہل مدینہ کا
سب مواقیت سے یہ میقات دور ہے مکہ معظمہ سے وذات عرق بکسر فسکون علی مرحلتین من مکۃ اور ذات عرق بکسر عین وسکون ثانی یہ میقات
مکہ معظمہ سے دو منزل پر ہے جانب مشرق کے والجحفۃ علی ثلث مراحل بقرب رابغ اور جحفہ بضم جیم وسکون حا مکہ سے تین منزل پر ہے قریب رابغ
کے اور بالفعل عوام اسکو رابغ کہتے ہیں کذا فی النہر اور یہ قریہ ہے مکہ سے مغرب اور شمال کے درمیان شام کی راہ پر اور یہ میقات ہے اہل مصر
اور مغرب اور شام کا کذا فی المنح جحفہ کا بالفعل نشان باقی نہیں رہا لہذا اب رابغ سے احرام کرتے ہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وقرن علی
مرحلتین من مکۃ وفتح الراء خطاء ونسبۃ اویس الیہ خطاء آخر اور قرن بفتح قاف وسکون ثانی پہاڑ کا نام ہے عرفات سے نظر آتا ہے مکہ سے دو منزل
ہے اور قرن کو بفتح راء کہنا خطا ہے جوہری کی اور اویس کی نسبت کرنا اسکی طرف دوسری خطا ہے اسواسطے کہ اویس قرنی اس قبیلہ کی طرف منسوب
ہیں جسکو بنو قرن کہتے ہیں کذا فی المنح ویلملم جبل علی مرحلتین ایضا اور یلملم بفتح مثناۃ تحتانی ودو لام ملک تہامہ کا پہاڑ ہے یہ بھی دو منزل پر ہے
مکہ معظمہ سے جانب جنوب للمدنی والعراقی ذوالحلیفۃ میقات ہے اہل مدینہ کا اور ذات عرق میقات ہے اہل عراق کا عراق اس ملک کا نام ہے
جسمیں بغداد اور کوفہ اور بصرہ اور نجف اور کربلا ہے اور اہل خراسان اور ماوراء النہر کا بھی یہی میقات ہے والشامی الغیر المار بالمدینۃ بقرینۃ ما یاتی
جحفہ میقات ہے اس شامی کا جو مدینہ میں ہو کر مکہ میں نہیں آیا یہ قید شارح نے بقرینہ آئندہ لگائی والنجدی والیمنی لف ونشر مرتب اور قرن میقات ہے اہل نجد کا
اور یلملم میقات ہے اہل یمن اور اہل ہند کا مصنف نے مواقیت اور بلاد کو بطور لف ونشر مرتب کے ذکر کیا واسطے اختصار کے دیکھو اقرب عرق العراق
یلملم الیمنی ۔ وبذی الحلیفۃ یحرم المدنی ۔ للشام جحفۃ ان مررت بہا ۔ ولاہل نجد قرن فاستبن ۔ اور جمع کیا ہے مواقیت اور اہل مواقیت کو شاعر نے
اپنے قول میں تاکہ حفظ آسان ہو یعنی ذات عرق عراق کا میقات ہے اور یلملم یمنی کا اور ذوالحلیفہ سے مدنی احرام باندھتا ہے اور واسطے شام کے جحفہ ہے
اگر گذرے تو اس شامی جحفہ کی طرف سے اور اہل نجد کے واسطے قرن میقات ہے سو ظاہر سمجھ لے وکذا ہی لمن مر بہا من غیر اہلہا کالشامی یمر بمیقات
اہل المدینۃ فہو میقاتہ قالہ النووی الشافعی وغیرہ اور اسی طرح یہ مکانات انکے واسطے بھی میقات ہیں جو ان مکانات کی طرف ہو کر نکلے دوسری
طرف والا جیسے شام کا رہنے والا مدینہ کی میقات پر ہو کر نکلے تو وہی اسکا میقات ہو جاویگا یعنی شامی کا میقات جحفہ تھا سو وہ ادھر گیا ذوالحلیفہ میں
ہو کر نکلا تو اب یہیں سے اسکو احرام باندھنا چاہیے جحفہ کی طرف جانا اسپر ضرور نہیں امام نووی شافعی وغیرہ نے اسطرح ذکر کیا ہے ہم شارح نے
اشارہ کیا کہ یہ مسئلہ اتفاقی ہے حنفی شافعی مالکی حنبلی کا اسمیں اختلاف نہیں وقال لو مر بمیقاتین فاحرامہ من الابعد افضل ولو اخرہ الی الثانی لا شیئ علیہ
علی المذہب اور علماء نے کہا ہے کہ اگر کوئی آدمی دو میقات پر گذرا تو اسکا احرام باندھنا اس میقات سے افضل ہے جو کہ معظمہ سے دور تر ہو اور اگر تاخیر کریگا احرام
باندھنے میں دوسرے میقات تک تو اسپر کچھ گناہ اور کفارہ نہیں بنابر قوی مذہب کے وعبارۃ اللباب سقط عنہ الدم اور لباب کی عبارت یہ ہے کہ ساقط
ہو گیا اسپر سے ذبح کرنا یعنی میقات اول سے بے احرام گذرنے سے ذبح کرنا اسپر لازم ہو گیا تھا جب دوسرے میقات پر اسنے احرام باندھا تو پہلے سے ذبح

کرنا ساقط ہو گیا ولو لم یدر بها تحری واحرم اذا حاذی احدها وابعدها افضل فان لم یکن بحیث یحاذی فعلی مرحلتین اور اگر ایسی راہ سے مکہ کو جاوے کہ کوئی
میقات نہ ملے تو وہاں سوچے اور اٹکل کرے اور وہاں سے احرام باندھے جو مقابل اور برابر پڑے کسی میقات کے اور اگر کسی مکان میں دو میقات سے
مقابلہ ہوتا ہو تو جو زیادہ تر دور ہو وہ افضل ہے اور اگر ایسی راہ پیش آوے کہ وہاں سے کسی میقات کا سامنا نہ ہوتا ہو یا اٹکل میں نہ آتا ہو تو جب مکہ معظمہ دو
منزل پر رہے تو وہاں سے احرام باندھے اسواسطے کہ کوئی میقات دو منزل سے کمتر نہیں وحرم تاخیر الاحرام عنها کلها لمن ای لآفاقی قصد دخول مکۃ یعنی
الحرم ولو لحاجۃ غیر الحج اور حرام ہے احرام کی تاخیر کرنا ان سب مواقیت سے اُس باہر والے کے واسطے جسنے دخول مکہ یعنی دخول حرم کا قصد کیا اگرچہ کسی اور
حاجت کے واسطے وہاں گیا سواے حج اور عمرے کے اسواسطے کہ احرام اِس مکان پاک کی تعظیم کے واسطے ہے تو یہیں ہر طرح کے جانیوالے برابر ہیں اور رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم جو فتح مکہ میں بلا احرام تشریف لیگئے تھے تو یہ امر حضرت کو مخصوص تھا چنانچہ احادیث صحیحہ میں اسکی تصریح موجود ہے کذا فی المنح اما لو قصد موضعا
من الحل کخلیص وجدۃ حل له مجاوزته بلا احرام فاذا حل به التحق باهله فله دخول مکۃ بلا احرام وهو الحیلۃ لمن یرید ذلك الا المامور بالحج لمخالفته لیکن اگر آفاقی
یعنی باہر والا حرم کے سواحل میں کسی مکان کے جانے کا ارادہ کرے جو اندر ہے میقات کے چنانچہ فقط خلیص کا اور جدہ کا ارادہ کرے تو اسکو میقات
سے بلا احرام گذرنا حلال ہے پھر جب وہاں گیا تو وہاں کے لوگوں میں ملگیا اور وہاں کے لوگوں کو مکہ میں جانا بلا احرام درست ہے تو اسکو بھی بلا احرام
جانا جائز ہے اور یہ حیلہ ہے اُس شخص کے واسطے جو دخول مکہ کا بلا احرام قصد کرے مگر مامور بالحج کو یہ حیلہ کرنا جائز نہیں بسبب اُسکی مخالفت کے
اسواسطے کہ اُسکا سفر حج کے واسطے مخصوص نہ رہا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ حج آفاقی کا مامور تھا پھر جب وہ مکہ میں بلا احرام داخل ہو تو اسکا حج
مکی ہو گیا نہ آفاقی اور یہ مسئلہ دریاے شور کے مسافرین کو اکثر واقع ہوتا ہے مثلاً ایک شخص مامور بالحج ہے اور سال کے درمیان کنارے پر
پہونچا تو اسکو جائز نہیں کہ بندر جدہ کا کہ وہ حرم سے باہر ہے قصد کرے تاکہ مکہ میں بلا احرام داخل ہو کہ مدت تک احرام باندھے رہنا نہ پڑے اور اگر مامور
نے احرام حج کا باندھا تو اُسکو عمرہ کر کے احرام چھوڑنا درست نہیں بسبب مخالفت امر کے کذا فی البحر اور ظاہرا اگر مامور بالحج بندر جدہ کا قصد کرے پھر جب ایام
حج کے قریب ہوں تو کسی نزدیک میقات پر جاکر وہاں سے احرام باندھ آوے تو جائز ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی لا البحر والتقدیم للاحرام علیها بل هو الافضل
ان فی اشهر الحج وامن علی نفسه حرام نہیں تقدیم احرام کی ان مواقیت پر بلکہ مقدم کرنا احرام کا میقات سے افضل ہے بشرطیکہ حج کے مہینوں میں ہو اور اپنی ذات
پر اعتماد ہو ممنوعات کے نکرنے کا اور اگر اعتماد نہو تو میقات ہی سے احرام باندھنا افضل ہے کذا فی الجوهرۃ اور شوال سے پہلے احرام باندھنا بالاتفاق مکروہ ہے
اعتماد ہو یا نہو کذا فی منح الغفار وحل لاهل داخلها یعنی لکل من وجد فی داخل المواقیت دخول مکۃ غیر محرم مالم یرد نسکا للحرج کما لو جاوزها حطابوا مکۃ
اور ان لوگوں کے واسطے جو مواقیت کے اندر رہتے ہیں خواہ عین میقات میں ہوں یا علاوہ حرم کی طرف حلال ہے داخل ہونا مکہ کا بدون احرام کے بوجہ
تکلیف کے کثرت آمد و رفت سے تا وقتیکہ حج یا عمرے کا قصد نہ کیا ہو اور اگر حج یا عمرے کا ارادہ ہو گا تو بدون احرام کے انکو بھی دخول جائز نہو گا جیسے حلال
ہے بلا احرام داخل ہونا مکہ والوں کو جو لکڑیوں کے واسطے مکہ سے باہر نکل گئے بشرطیکہ مواقیت آفاقی سے تجاوز نہوا ہو اور اگر کوئی وہاں سے بھی باہر نکلے گا تو وہ
آفاقی ہو جاویگا اب اُسکو بدون احرام کے مکہ میں داخل ہونا جائز نہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فهذا میقاته الحل الذی بین المواقیت والحرم سوا اسکا میقات
حل ہے یعنی جو میقات کے اندر ہے وہ حج یا عمرے کے واسطے حل سے احرام باندھے حل بکسر اول و تشدید لام اُس موضع کو کہتے ہیں جو مواقیت اور حرم کے
درمیان ہے والمیقات لمن بمکۃ یعنی من بداخل الحرم للحج الحرم وللعمرۃ الحل اور مکہ والوں کا یعنی جو حرم کے اندر ہیں اُنکا میقات حج کے واسطے حرم ہے جہاں
اپنے گھروں کے اندر سے احرام باندھیں اور عمرے کیواسطے حل میقات ہے تحقق نوع سفر اہل حرم کیواسطے میقات حج اور عمرے کا اسواسطے مختلف ہوا تاکہ کچھ
سفر کرنا ثابت ہو اسلیے کہ حج ہوتا ہے عرفات میں اور وہ حل میں واقع ہے تو جب اہل مکہ نے حرم میں احرام باندھا تو عرفات تک احرام باندھے جانا پڑا اور عمرہ ہوتا ہے بیت اللہ

ہین اور حدود حرم ہین ہی تو جب عمرے کا احرام حل مین باندھا تو بیت اللہ تک احرام باندھنے کا اثر دونون مین ہو تو بین مفرکا مضمون پایا گیا اور تنعیم حل ہی اور عمرے کا احرام تنعیم سے باندھنا افضل ہی اور تنعیم ایک مکان کا نام ہی کہ مکے سے تین کوس ہی تنعیم کا احرام اسواسطے افضل ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ کو فرمایا کہ عمرے کے واسطے وہین سے احرام باندھین ونظم حدود الحرم ابن المقری فقال وللحرم التحدید من ارض طیبة ۞ ثلثة امیال اذا رمت اتقانہ وسبعة امیال عراق وطائف ۞ وجدة عشر ثم تسع جعرانہ ۞ ومن یمن سبع بتقدیم سینہا ۞ وقد کملت فاشکر لربک احسانہ ۞ اور ابن المقری نے حرم کی حدون کو یون نظم کیا ہی کہ حرم کی حد مدینہ طیبہ کیجانب سے تین کوس ہی جبکہ تو اسکے حفظ کا قصد کرے اور سات کوس عراق اور طائف کی طرف سے اور جدہ کیطرف سے دس کوس ہی پھر جعرانہ کی طرف سے نو کوس ہی اور یمن کیجانب سے سات کوس ہی اور البتہ ہر طرف سے حدود حرم کی پوری ہوگئین سو اپنے رب کے احسان کا شکر ادا کر ناظم نے کہا کہ بیت اخیر مین لفظ سبع کا تقدیم سین سے ہی تا تسعہ کے لفظ سے مشتبہ نہو

فصل فی الاحرام

وصفة المفرد بالحج اس فصل مین مسائل احرام اور حج مفرد کا بیان ہی مفرد بالحج اسکو کہتے ہین جو خالص حج کیواسطے احرام باندھے عمرے کی شرکت احرام مین نکرے من شاء الاحرام جو احرام کا ارادہ کرے محرم احرام لغت عرب مین دخول فی الحرمة کو کہتے ہین یعنی حرمت مین داخل ہونا اور شرع مین احرام عبارت ہی حرمات مخصوصہ کے ذمہ لینے سے بشرط نیت مع الذکر او سوق ہدی کذا فی فتح القدیر والنہر الفائق وہو شرط صحة النسک کتکبیرة الافتتاح للصلوة فالصلوة والحج لہما تحریم وتحلیل بخلاف الصوم والزکوة اور احرام شرط ہی حج یا عمرے کے صحیح ہونے کی جیسے تکبیر افتتاح یعنی اول بار اللہ اکبر کہنا صحت نماز کی شرط ہی تو نماز اور حج کے واسطے تحریم اور تحلیل ہی بخلاف صوم اور زکوة کے کہ انکے لیے تحریم وتحلیل نہین ہم نسک بمعنی مطلق عبادت کے ہی لیکن حج اور عمرہ مین کثیر الاستعمال ہی ثم الحج اقوی من وجہین الاول ان القضاء یلزم مطلقا ولو مظنونا بخلاف الصلوة پھر حج قوی تر ہی نماز سے دو وجہ سے اول وجہ یہ ہی کہ حج کا قضا کرنا بہرصورت لازم ہی اگرچہ حج مظنون ہو بخلاف نماز کے یعنی اگر آدمی کو گمان ہوا کہ مجھپر حج واجب ہی اور اسنے احرام باندھا پھر ظاہر ہوا کہ حج واجب نہین تو اسکو ادا کرنا لازم ہی اور اگر ترک کریگا تو اسپر قضا کرنا واجب ہوگا بخلاف نماز مظنون کے کہ اسکے فاسد کرنے سے قضا لازم نہین کذا فی الطحاوی عن البحر الثانی انہ اذا اتم الاحرام بحج او عمرة لا یخرج عنہ الا بعمل ما احرم بہ وان افسدہ الا فی الفوات فبعمل العمرة والاحصار فبذبح الہدی دوسری وجہ یہ ہی کہ جب احرام کو پورا کرے یعنی شروع کرے حج یا عمرہ کے واسطے تو احرام سے نہ نکلے اسکے بدون عمل کے جسکے واسطے احرام باندھا اگرچہ اسکو فاسد کر ڈالے مگر حج کے فوت ہوجانے مین البتہ احرام سے نکلے عمرہ کرکے اور احصار مین احرام سے نکلے بعد ذبح کرنے ہدی کے یعنی جب احرام مثلا حج کے واسطے باندھا تو بدون حج کے ترک کرنا احرام کا جائز نہین مگر دو صورت مین ایک یہ ہی کہ حج فوت ہوجاوے بسبب گذر جانے موسم کے تو بعد عمرہ کے احرام ترک کرے دوسری صورت یہ ہی کہ بسبب احصار کے حج کے واسطے نجاسکے تو بعد ذبح کرنے ہدی کے احرام کو چھوڑے بخلاف نماز کے کہ اسمین کا ہے بعض منوی کے عمل سے نکلنا جائز ہوجاتا ہی مثلا ایک شخص نے چار رکعت کی نیت کی اور دو رکعت پر سلام پھیرا تو جائز ہی اور کوئی چیز اسپر لازم نہین کذا فی حاشیة الطحاوی توضأ وغسلہ احب وہو للنظافة فندب فی حق حائض ونفساء وصبی جو احرام باندھنا چاہے وہ وضو کرے اور غسل کرنا اسکا مستحب ہی اور یہ غسل صفائی اور ستھرائی کے واسطے ہی نہ کہ واسطے طہارت اور دفع نجاست کے تو حیض اور نفاس والی عورت اور صغیر کے حق مین غسل کرنا مستحب ہی ولا یتیمم لہ عند العجز عن الماء لانہ لیس بمشروع لانہ ملوث بخلاف جمعة وعید ذکرہ الزیلعی وغیرہ ولکن سوی فی الکافی بینہما وبین الاحرام ورجحہ فی النہر اور تیمم کرنا احرام کے واسطے پانی نہ ملنے کے وقت مشروع نہین اسواسطے کہ تیمم سے خاک آلودگی ہوتی ہی نہ صفائی کہ مقصود حاصل ہو بخلاف جمعہ اور عید کے کہ انمین تیمم مشروع ہی اگر غسل کیواسطے پانی نملے چنانچہ زیلعی وغیرہ نے اسکو ذکر کیا ہی اور کافی مین جمعہ اور عیدین کو اور احرام کو عدم مشروعیت تیمم مین برابر کہا ہی

کافی کی روایت کی ترجیح دی ہی نہر مین اس دلیل سے کہ مٹی کو تحصیل نظافت مین کچھ اثر نہین اسواسطے کہ مٹی ملوث اور متغیر ہی کذا فی النہر وشرط لنیل السنۃ ان
یحرم وہو علی طہارتہ اور شرط غسل کی واسطے حاصل ہونے ثواب سنت کے یہ ہی کہ احرام باندھے غسل کی طہارت پر تو اگر غسل کے بعد وضو ٹوٹیگا پھر احرام
باندھیگا اور وضو کریگا تو اس فضیلت سے محروم رہیگا کذا فی النہر عن البنایۃ وکذا یستحب لمرید الاحرام ازالۃ ظفرہ وشاربہ وعانتہ وحلق راسہ ان اعتادہ والا فتسریحہ
اور غسل کی طرح مستحب ہی احرام کرنیوالے کو اپنے ناخن کا دور کرنا اور مونچھون کا کترانا اور زیر ناف کے بالون کا صاف کرنا اور اپنا سر منڈانا اگر سر منڈانے کی عادت ہو
اور اگر سر پر بال ہون تو انمین کنگھی کرے مع بدن اور بالون کا گرد اور غبار اور میل چھڑانا خطمی اور اشنان وغیرہ سے مستحب ہی کذا فی حاشیۃ الطحاوی وجماع زوجتہ
او جاریتہ لو معہ ولا مانع منہ کحیض اور مستحب بلکہ سنت ہی اپنی زوجہ یا اپنی لونڈی سے جماع کر لینا قبل احرام کے اگر اسکے ہمراہ ہو اور کوئی جماع کا مانع نہو جیسا حیض ولبس ازار من السرۃ الی الرکبۃ اور ازار پہنے یعنی تہ بند باندھے ناف سے زانو تک ورداء علی ظہرہ ویسن ان یدخلہ تحت یمینہ ویلقیہ علی کتفہ الایسر
فان زررہ او خللہ او عقدہ اساء ولا دم علیہ اور چادر کو اپنی پیٹھ پر ڈالے اور مسنون یہ ہی کہ چادر کو پیٹھ پر ڈالکر اپنے ہاتھ کی طرف بغل کے نیچے کرکے
اپنے بائین مونڈھے پر ڈالے سو اگر چادر مین گھنڈی لگائی یا اسکو کانٹے سے اٹکایا یا گرہ لگائی تو برا کیا لیکن یہ قصور نہین کہ ذبح کرنا اسپر لازم آوے
جدیدین او غسیلین طاہرین ابیضین ککفن الکفایۃ وہذا بیان السنۃ والا فستر العورۃ کاف تہ بند اور چادر نئی ہون یا دونون پرانی دھوئی پاک
سفید ہون جیسا کفن کفایت کا ہوتا ہی اور یہ جو مذکور ہوا تہ بند اور چادر کا سو بیان ہی سنت کا والا احرام کے واسطے ستر عورت کافی ہی وطیب بدنہ ان
کان عندہ لا ثوبہ بما تبقی عینہ ہو الاصح اور بعد غسل اور لباس مذکور کے اور قبل احرام کے اپنے بدن مین خوشبو لگا دے اگر اسکے پاس ہو اور نہو تو
کسی سے طلب نہ کرے اور اپنے کپڑے مین ایسی خوشبو لگا دے جسکا نشان باقی رہے اور نظر آوے یہی قول صحیح تر ہی دوسرے قول سے ہم بدن مین
خوشبو لگانا ہر طرح سے درست ہی ظاہر الروایت مین خواہ اسکی ذات باقی رہے جیسے مشک اور غالیہ یا نہ باقی رہے صحیح مسلم مین عایشہ صدیقہؓ سے روایت ہی
کہ احرام کے وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر مین نے مشک لگایا اور اسکی چمک نظر آتی تھی لیکن بقول اصح کپڑے مین ایسی خوشبو لگانا درست
نہین جو نمودار ہو وصلی ندبا بعد ذلک شفعا یعنی رکعتین فی غیر وقت مکروہ وتجزیہ المکتوبۃ اور بعد اسکے نماز دوگانہ مستحب پڑھے اسوقت مین جو مکروہ نہین
اور کافی ہی اسکو نماز فرض مانند تحیۃ المسجد کے وقال مفرد بالحج بلسانہ مطابقا لجنانہ اللہم انی ارید الحج فیسرہ لی لمشقتہ وطول مدتہ وتقبلہ منی لقول
ابراہیم واسمعیل علیہما السلام ربنا تقبل منا اور فقط حج کا کرنے والا اپنی زبان سے موافق اپنے دل کے یہ دعا کرے (اللہم انی ارید الحج فیسرہ لی وتقبلہ منی)
یعنی خداوندا مین حج کا ارادہ کرتا ہون سو اسکو میرے واسطے آسان کر دے اور اسکو قبول کر میری جانب سے آسانی کی دعا اسواسطے ہی کہ حج مین مشقت
زیادہ ہی اور مدت دراز اسکے ادا کرنے مین لگتی ہی تو اسمین درخواست آسانی کی مناسب ہی اور قبول ہونیکی خواہش کی قید باقتدا دعاے ابراہیم اور اسمعیل علیہما
السلام کے کہ دونون حضرات نے فرمایا کہ اے ہمارے رب قبول کر حج کو ہماری جانب سے بلا شک تو سمیع اور علیم ہی وکذا المعتمر والقارن بخلاف الصلوۃ لان
مدتہا یسیرۃ کذا فی الہدایۃ اور اسی طرح سے عمرہ کرنے والا اور قران کرنے والا آسانی ملنگے بخیال مشقت کے بخلاف نماز کے کہ اسمین آسانی کی دعا ضرور
نہین اسواسطے کہ نماز پڑھنے کی مدت قلیل ہوتی ہی بلا مشقت کذا فی الہدایۃ وقیل یقول کذلک فی الصلوۃ وعممہ الزیلعی فی کل عبادۃ وما فی الہدایۃ اولی
اور بعضے علما نے یعنی صاحب تحفہ اور قنیہ نے محمدؒ سے روایت کی کہ نماز مین بھی بطور حج کے آسانی کی درخواست کرے اور زیلعی نے ہر عبادت مین
اسکو عام کہا ہی اور جو ہدایہ مین ہی وہی بہتر ہی ثم لبی دبر صلوتہ ناویا بہا بالتلبیۃ الحج بیان للاکمل والا فیصح الحج بمطلق النیۃ ولو بقلبہ لکن بشرط
مقارنتہا بذکر یقصد بہ التعظیم کتسبیح وتہلیل ولو بالفارسیۃ ان احسن العربیۃ پھر دوگانہ احرام کے بعد تلبیہ کرے یعنی لبیک کہے اور لبیک کہنے
سے حج کی نیت کرے یہ بیان ہی شروع حج کا بطریق کامل تر والا حج تو مطلق نیت سے بھی صحیح ہی اگرچہ دل ہی مین نیت حج کی کرکے زبان سے

داخل ہوتے ہیں بغیر متصل کرنے نیت کے ساتھ تلبیہ وغیرہ ذکر کے جس سے تعظیم رب تعالیٰ کی مقصود ہو چنانچہ یہ نیت کے ہو سکتی ہے اور قرآن میں تکبیر ذکر فارسی زبان میں کرنے اگرچہ زبان عربی خوب جانتا ہو اور محرم لبیک کہے ساتھ نیت کے اس واسطے کہ زبان سے کہنا اور اعتبار ذکر کرنا سنت ہے اور نیت کو نہ زبان سے شرط نہیں مگر مستحب ہے اور تلبیہ جو ہمارے مذہب میں ہے لبیک اللھم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک لک اور کسرہ بنا بر مذہب درست کے ہے اور جو اتفاق ہے ان کو کہتے ہیں لبیک حاضر ہوں تیری خدمت میں بار بار حاضر ہوں اور تیری بار حاضر ہوں کوئی تیرا شریک نہیں حاضر ہوں تیری حضور میں بالتحقیق سب تعریفیں اور سب نعمتیں تیرے واسطے ہیں اور بادشاہی تجھ کو ہے کوئی تیرا ساجھی نہیں انہیں الفاظ کا ہمزہ کسرہ ہے نسخہ صحیح میں اور فتحہ بھی جائز ہے اور نعمت کی ت کو فتحہ ہے نعمت لک مبتدا و خبر ہیں تو اس صورت میں ت کو ضمہ ہو تمام یہ تلبیہ صحاح ستہ میں عبداللہ بن عمر سے منقول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح احرام کے وقت فرماتے تھے اور نہ یا نقص اس سے کم کرے اور زیادہ کرے بنا بر استحباب کے ان تلبیہ میں یعنی اس تلبیہ کے بعد اور الفاظ کا بڑھانا مستحب ہے اور اس تلبیہ کے الفاظ کے اندر اور الفاظ کا زیادہ کرنا نہیں جیسی کی مناسک میں ہے کہ بعد تلبیہ ماثورہ کے یوں کہے لبیک وسعدیک والخیر بیدیک والرغباء الیک والعمل لبیک الہ الخلق غفار الذنوب لبیک کذا فی الفتح ولا ینقص منہا فانہ مکروہ تحریماً لقولہم انہا مرۃ شرط والزیادۃ سنۃ ویکون مسیئا بترکہا وبترک رفع الصوت بہا اور اس تلبیہ مسنونہ سے کوئی لفظ کم نہ کرے اسواسطے کہ کم کرنا مکروہ تحریمی ہے بدلیل قول فقہا کہ تلبیہ مذکورہ ایکبار کہنا شرط ہے اور ایکبار سے زیادہ کہنا سنت ہے اور محرم تلبیہ کے ترک کرنے سے اور تلبیہ میں آواز بلند کرنے سے بدکار ہوتا ہے واذا لبی ناویا فسکا او ساق الہدی او قلدہ ای ربطا قلادۃ علی عنق بدنۃ نفل او جزاء صید قتلہ فی الحرم او فی احرام سابق ونحوہ کجنایۃ ونذر ومتعۃ وقران اور جب لبیک کہا حج کی نیت کر کے یا ہدی کو ہانک لیچلا یا نفل کے اونٹ یا گائے کی گردن میں پٹا ڈالا یا جس شکار کو کہ حرم میں یا احرام سابق میں قتل کیا تھا اُسکے بدلے کے اونٹ یا گائے کی گردن میں پٹا ڈالا اور مانند اسکے کسی قصور اور نذر اور تمتع اور قران کے اونٹ یا گائے کی گردن میں پٹا ڈالا وتوجہ معہا والحال انہ یرید الحج اور خود لیچلا اس اونٹ یا گائے کو حج کے قصد پر وہل العمرۃ کذلک یعنی نعم اور کیا عمرہ بھی امور مذکورہ میں حج کے مانند ہے یوں لائق ہے جواب دینا کہ ہاں عمرہ بھی حج کے مانند ہے یعنی ایسے افعال سے عمرے کا احرام بھی ثابت ہوتا ہے او بعثہا ثم توجہ ولحقہا قبل المیقات فلو بعدہ لزمہ الاحرام بالتلبیۃ من المیقات یا اونٹ یا گائے کو پٹا ڈالکر اول روانہ کر دیا پھر خود متوجہ ہوا اور اُسکو ملگیا میقات سے پہلے سو اگر بعد میقات کے ملیگا تو اسکو احرام کرنا میقات سے لبیک کہکر لازم ہوگا یعنی اس صورت میں پٹا ڈالکر اونٹ کا بھیجنا قائم مقام تلبیہ کے نہوگا او بعثہا المتعۃ او قران وکان التقلید والتوجہ فی اشہرہ والا لم یصر محرما حتی یلحقہا او توجہ بنیۃ الاحرام وان لم یلحقہا استحسانا فقد احرم لان الاجابۃ کما تکون بکل ذکر تعظیمی تکون بکل فعل مختص بالاحرام یا اونٹ یا گائے کو تمتع یا قران کے واسطے روانہ کیا اور حالانکہ پٹا ڈالنا اور متوجہ ہونا حج کے مہینوں میں واقع ہوا اور اگر دونوں کام موسم حج میں نہوے تو یہ شخص محرم نہوگا جبتک کہ اونٹ یا گائے کو نہ ملجاوے سو اگر تمتع یا قران کے اونٹ یا گائے کو روانہ کیا اور خود متوجہ ہوا احرام کی نیت سے اگرچہ اسکو قبل میقات کے نہ ملا بنا بر استحسان کے تو البتہ وہ شخص محرم ہوگیا ان سب صورتوں میں اسواسطے کہ اجابت حج کی جسطرح ہر تعظیمی ذکر سے ہوتی ہے اسیطرح ہر ایک اس فعل سے ہوتی ہے جو فعل کہ احرام کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ افعال مذکورہ احرام ہی سے خصوصیت رکھتے ہیں ہم نے کہا احرام جیسا ہے اذا لبی کی خلاصہ یہ کہ احرام کے ثبوت دو طریق ہیں ایک یہ کہ حج کی نیت سے لبیک کہے یا کوئی اور ذکر تعظیمی کرے اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ حج کی نیت کر کے یہ افعال مذکورہ بشروط متعلقہ عمل میں لاوے ثم قد ذکرنا ان الاحرام لا یتوقف علی نیۃ النسک لانہ لو ابہم الاحرام حتی طاف شوطا واحدا صرف للعمرۃ شارح کہتا ہے پھر ہم کہتے ہیں کہ صحیح ہونا احرام کا موقوف نہیں بخصوص حج یا عمرے کی نیت پر اسواسطے کہ اگر محرم نے مبہم احرام کیا یعنی احرام باندھنے کے وقت بالخصوص حج یا عمرے کا خیال دل پر نہ آیا یہانتک کہ بیت اللہ کے گرد ایکبار گھوما

تو اس احرام کو عمرے کیطرف پھیرے یعنی عمرہ ادا کرے اور قبل شروع افعال کے اُسکو اختیار ہے تعیین کا چاہے اس احرام کو حج کیواسطے ٹھہرا دے چاہے عمرے کیواسطے
کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو اطلق نیۃ الحج صرف للفرض ولو عین نفلا فنفل وان لم یکن حج الفرض شرنبلالیہ عن الفتح اور اگر نیت حج کی مطلق کی یعنی حج فرض یا حج
نفل کی تعیین نہ کی تو فرض حج کیطرف پھیرے یعنی فرض حج اُس احرام سے ادا کرے اور اگر اُسنے نفل حج کو معین کر لیا تو نفل ہی حج صحیح ہوگا اگرچہ اُسنے ہنوز فرض حج کیا نہ ہو
کذا فی شرنبلالیہ عن فتح القدیر ولو اشعر بالجرح سنامها الایسر او جللها بوضع الجل او بعثها ای المتعۃ و قران ولم یلحقها کما مر وقلد شاۃ لا یکون محرما لعدم
اختصاصہ بالنسک اور اگر اونٹ میں اشعار کیا یعنی کوہان کی بائین طرف ہلکا سا زخم کر دیا کہ ہدی کا نشان ہو جاوے یا اُسکی پیٹھ پر جھول ڈالی یا اُسکو روانہ کیا
بہ نیت تمتع یا قران کے اور اُسکو جا کر نہ ملا چنانچہ ملجانے کا مسئلہ مذکور ہو چکا یا بھیڑ بکری کی گردن میں پٹا ڈالا تو ایسے افعال سے محرم نہوگا اسواسطے کہ یہ کام حج
یا عمرے کیواسطے مخصوص نہین ہم اشعار یعنی قربانی کے اونٹ کا کوہان چیرنا امام اعظم کے نزدیک مکروہ ہے اسواسطے کہ حیوان کی تعذیب ہے اور صاحبین کے نزدیک
خوب ہے اور امام شافعی رح کے نزدیک سنت ہے اسواسطے کہ رسول علیہ السلام اور اصحاب کا فعل ہے ابو جعفر طحاوی نے کہا کہ اصل اشعار ابو حنیفہ رح کے نزدیک مکروہ نہین
اور کیونکر مکروہ ہو اور حالانکہ احادیث مشہورہ سے ثابت ہے اور امام رح نے مکروہ نہین کہا مگر اُس اشعار کو جو امام کے اہل زمانہ کرتے تھے اسواسطے کہ امام نے اُنکو دیکھا کہ نہایت
زخم کاری لگاتے تھے جس سے ہلاکی کا خوف تھا تو سد باب کیواسطے اُنھے اس فعل کو مکروہ کہا اور اگر اسطرح زخم لگا دے کہ کھال کٹے نہ گوشت تو جائز ہے اور بعضے علما
نے کہا کہ تقدیم اشعار کی تقلید پر امام کے نزدیک مکروہ ہے جیسے تقدیم نکاح کتابیہ کی نکاح مسلمہ پر مکروہ ہے کذا فی العینی شرح الکنز و بعدہ ای الاحرام یتقی
الرفث ای جماع النساء او ذکرہ بحضرۃ النساء والفسوق ای الخروج عن طاعۃ اللہ والجدال فانہ من المحرم اشنع اور بعد احرام باندھنے کے فوراً اجتناب
کرے اور بچا رہے عورتوں کے جماع سے یا عورتوں کے سامنے جماع کی بات چیت سے اور پرہیز کرے فسوق سے یعنی نافرمانی اور طاعت الٰہی کے چھوڑنے
سے اور لڑائی جھگڑے سے اسواسطے کہ محرم کے حق مین یہ زیادہ ترقبیح ہے یعنی خادموں اور رفیقوں اور کرایہ داروں سے خرخشہ نہ کرے بلکہ اُنکی سخت گوئی اور
زبان درازی کا تحمل کرے کہ یہ امور نص قرآنی سے ممنوع ہین فرمایا (فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج) وقتل صید البر لا البحر والاشارۃ الیہ
فی الحاضر والدلالۃ علیہ فی الغائب ومحل تحریمہا ما اذا لم یعلم المحرم اما اذا علم فلا فی الاصح اور پرہیز کرے محرم خشکی کے شکار سے نہ دریا کے شکار سے
اسواسطے کہ دریا کا شکار محرم کو درست ہے بموجب آیت قرآنی کے اور پرہیز کرے موجود شکار کی طرف اشارہ کرنے سے اور غائب شکار کے بتا دینے سے
اور اشارہ کرنا اور بتا دینا شکار کا اُس وقت حرام ہے جب دوسرا محرم شکار کے جانور کو نہ جانتا ہو اور اگر جانتا ہو تو اشارہ کرنیوالے اور بتانیوالے محرم پر
کچھ جرم نہین قول اصح مین والتطییب وان لم یقصدہ ویکرہ شمہ اور بعد احرام کے بچے خوشبو لگانے سے اگرچہ بلا قصد ہو نہ بدن مین خوشبو لگا دے
نہ کپڑے مین اور مکروہ ہے سونگھنا خوشبو کا اور اسیطرح پھول اور میوے کا سونگھنا مکروہ ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وقلم الظفر وستر الوجہ کلہ او بعضہ کفمہ
وذقنہ ثم فی الخانیۃ لا باس بوضع یدہ علی انفہ اور پرہیز کرے محرم ناخن کاٹنے اور چہرہ ڈھکنے سے نہ سب چہرہ چھپا دے نہ تھوڑا چنانچہ اپنا مُنہ اور ٹھڈی
بھی کپڑے سے نہ چھپاوے ہان خانیہ مین ہے کہ کچھ مضائقہ نہین اپنی ناک پر ہاتھ رکھنے سے والراس بخلاف المیت و بقیۃ البدن اور پرہیز کرے
سر ڈھکنے سے بخلاف میت کے اور باقی بدن کے یعنی محرم اگر مر جاوے تو اُسکا سر اور چہرہ ڈھکنا ممنوع نہین اور اسیطرح سر کے سوا زندہ محرم کو باقی
بدن کا کپڑے سے لپیٹنا اگرچہ بے حاجت ہو ممنوع نہین لیکن اس حالت مین مکروہ ہے کذا فی النہر ولو حمل علی راسہ ثیابا کان تغطیۃ لا حمل عدل وطبق
فالم یتید یوما ولیلۃ فعلیہ صدقۃ اور اگر محرم نے اپنے سر پر کپڑون کو اُٹھایا تو سر کا ڈھکنا ثابت ہوا اور گٹھری اور طبق اُٹھانے سے
ڈھکنا ثابت نہوگا جب تک کہ ایک دن یا ایک رات سر پر نہ لیے رہے اور اگر اسقدر لیے رہیگا تو اسپر صدقہ دینا لازم ہوگا علم
خانیہ مین ہے کہ جس چیز کو آدمی پہنتے ہین بطور عادت کے اُسکو سر پر رکھنے سے محرم لابس قرار دیا جاویگا اور جس چیز کے لباس کرنے کی

لازم نہیں ہوتا جیسا کہ تاتارخانیہ میں ہے تو تکلف سے لابس ہوگا کذا فی الطحطاوی وقال ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ عاصب و وجہ کو والرأس پا حرام
یہ خلاف ہے کہ اگر محرم داخل ہوا کعبہ کے غلاف کے نیچے سو اُسکے سر یا چہرے کو غلاف لگ گیا تو مکروہ ہے اور اگر نہ لگا تو کچھ مضائقہ نہیں وغسل
الرأس واللحیۃ بالخطمی لانہ طیب او یقتل الہوام اور محرم بچاوے اپنے سر اور داڑھی کو خطمی کے دھونے سے اسواسطے کہ خطمی امام کے نزدیک خوشبودار
چیزوں میں داخل ہے تو دونوں کو اگر محرم پر لازم ہوگا یا کہ خطمی کیڑوں کو مارتی ہے اور بالوں کو نرم کرتی ہے صاحبین کے نزدیک تو صدقہ واجب ہوگا بخلاف
صابون و دلوک و اشنان اتفاقا بخلاف صابون اور مسور کے آٹے اور اشنان کے کہ اگر ان چیزوں سے بالوں کو دھویگا تو باتفاق امام اور صاحبین کے
اُسپر کچھ لازم نہوگا ہم دلوک بفتح دال مسور کے آٹے کو کہتے ہیں جس سے ہاتھ دھوتے ہیں و اشنان ایک گھاس ہے کہ میل کو صاف کرتی ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی
زاد فی الجوہرۃ وسدر یہ جو شکل زیادہ کیا ہے جوہرہ میں کہ بیر کے پتوں سے بال دھونے میں باتفاق امام اور صاحبین کے کچھ لازم نہیں آتا اور یہ جو شکل ہے
وجہ اشکال کی یہ ہے کہ خطمی اور بیر دونوں سے کیڑے مرتے ہیں اور بال نرم ہوتے ہیں تو لائق یوں تھا کہ صاحبین کے نزدیک بیر کے استعمال سے بھی صدقہ
واجب ہوتا کذا فی منح الغفار اور طحطاوی محشی نے کہا کہ یہ امر تو بجا ہے بدن میں زیادہ تر قوی ہے باوجود خوشبو کے واللہ اعلم وقصہا ای اللحیۃ وحلق رأسہ
وازالۃ شعر بدنہ الا الشعر النابت فی العین فلا شیء فیہ عندنا اور بچے محرم داڑھی کترنے سے اور اپنے سر کے منڈانے سے اور اپنے بدن کے بال دور کرنے سے
مگر وہ بال جو آنکھ کے اندر ہے جسکو پڑبال کہتے ہیں تو اسکے دور کرنے میں کچھ نہیں ہمارے نزدیک محرم کو بالوں کا دور کرنا اسیطرح جائز نہیں کترنے سے منڈانے
سے نہ اکھاڑ ڈالنے سے نہ نورہ لگانے سے کذا فی المنح ولبس قمیص وسراویل ای کل معمول علی قدر بدنہ او بعضہ کزردیۃ وبرنس اور پرہیز کرے محرم کرتے اور پاجامے
کے لباس سے یعنی اُس لباس سے پرہیز کرے جو انسان کے تمام قد کے موافق یا بعض بدن کے موافق بنایا جاتا ہے اسطرح پر کہ خود بدن پر ٹھہر جاوے دوخت
کے سبب سے یا چپکانے سے یا کسی اور طرح پر جیسے لوہے کی زرہ اور بارانی کے مانند دامن دراز ٹوپ کذا فی النہر والطحطاوی وقباء ولو لم یدخل یدیہ فی کمیہ جاز
الا ان یزرہ او یخللہ اور بچے قبا کے پہننے سے اور اگر قبا کی دونوں آستینوں میں اپنے ہاتھ ڈالے تو اسطرح کا پہننا جائز ہے مگر یہ کہ اسکو گھنڈی سے یا کانٹے
سے اٹکا دے تو جائز نہیں طحطاوی نے کہا کہ اگر ایسا کریگا تو ظاہر اسپر دم کرنا لازم ہوگا اسواسطے کہ یہ از قبیل لباس معتاد کے ہے ویجوز ان یرتدی بالقمیص والجبۃ
ویلتحف بہ فی نوم وغیرہ اتفاقا اور باتفاق یہ جائز ہے کہ قمیص اور جبہ کو بطور چادر کے استعمال کرے اور اسکو سونے وغیرہ میں بدن پر لپیٹے بطور لحاف کے بشرطیکہ
سر اور چہرہ کو نہ ڈھکے وعمامۃ وقلنسوۃ وخفین الا ان لا یجد نعلین فیقطعہما اسفل من الکعبین عند معقد الشراک فیجوز لبس الخف المقطوع لا الجورب اور بچے
پگڑی اور ٹوپی اور موزوں کے پہننے سے مگر یہ کہ نعلین کو نہ پاوے تو دونوں موزوں کو دونوں کعب کے نیچے سے کاٹے کعب سے یہاں قدم کا درمیان والا جوڑ
مراد ہے جہاں نعل کا تسمہ لٹکا جاتا ہے کعب سے یہاں ٹخنہ مراد نہیں تو سرموزوں کا پہننا محرم کو جائز ہے نہ جراب کا اسواسطے کہ سرموزہ میں قدم کی پشت کی ہڈی
نہیں بند ہوتی اور جراب میں بند ہو جاتی ہے و نعل کو چپل کہتے ہیں چمڑے کے تلے پر پٹا اور تسمہ سیا ہوتا ہے ہندوستان میں کمار اور بعضے محترز پہنتے ہیں اور سرموزہ
اُن جوتیوں کو کہتے ہیں جنکو موزوں کے اوپر پہنتے ہیں وثوب صبغ بما لہ طیب کورس وہو الکرکم وعصفر وہو زہر القرطم الا بعد زوال الحیثیۃ التی فی الاحرام
اور پرہیز کرے ایسے کپڑے کے پہننے سے جو خوشبودار چیز سے رنگا ہو جیسے ورس اور کسم کے پھول سے مگر بعد دور ہونے رنگ کے اسطرح پر کہ اُس سے خوشبو
نہ آوے پھر اسکا پہننا درست ہے قول صحیح میں ورس ایک خوشبودار گھاس ہوتی ہے یمن میں جسکو کرکم کہتے ہیں اسکا رنگ زرد ہوتا ہے ہم یہ مسائل اُس حدیث سے
ماخوذ ہیں جو صحاح ستہ میں عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یلبس المحرم القمیص ولا العمامۃ ولا البرنس ولا السراویل ولا ثوبا مسہ
ورس ولا زعفران ولا الخفین الا ان لا یجد نعلین فلیقطعہما حتی یکونا اسفل من الکعبین لا یتقی الاستحمام لحدیث البیہقی انہ علیہ الصلوۃ والسلام دخل الحمام
فی الجحفۃ محرم پرہیز نہ کرے غسل کرنے سے اور حمام کے نہانے سے بدلیل بیہقی کی حدیث کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جحفہ کے حمام

مین تشریف لیگئے اور یہ حدیث مصنف ابن ابی شیبہ مین عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہی کذا فی البرہان اور مسلم کی حدیث مین ثابت ہی کہ حضرت نے حالت
احرام مین غسل فرمایا طحطاوی نے کہا کہ غسل جائز ہی لیکن میل چھڑانا مکروہ ہی والاستظلال ببیت ومحمل لم یصب رأسہ ووجہہ فلو اصاب احدہما کرہ
کاماور پرہیز نکرے گھر اور عماری کے سایہ مین ہونے سے بشرطیکہ عماری کی چھت اور پردہ اسکے سر اور چہرے کو نہ لگے سو اگر سر یا چہرے کو لگیگا تو مکروہ ہی چنانچہ
عنقریب مذکور ہوچکا کہ کپڑے کا سر پر اٹھانا سر ڈھکنے مین داخل ہی اور کعبہ کا غلاف سر پر لگنا محرم کے واسطے مکروہ ہی وشد ہمیان بکسر الہاء فی وسطہ او ر نہ
پرہیز کرے اپنی کمر پر ہمیانی کے باندھنے سے خواہ اسمین اپنا نقد مال ہو یا غیر کا کذا فی المنح ومنطقۃ وسیف وسلاح وتختم زیلعی لعدم التغطیۃ واللبس اور نہ
پرہیز کرے کمر بند اور تلوار اور ہتھیار کے باندھنے سے اور انگوٹھی کے پہننے سے کذا فی شرح الزیلعی اسواسطے کہ گھر اور محمل کا استظلال تغطیہ نہین اور ہمیانی وغیرہ کا
باندھنا لباس مین داخل نہین واکتحال بغیر مطیب فلو اکتحل بمطیب مرۃ او مرتین فعلیہ صدقۃ ولو کثیرا فعلیہ دم سراجیہ اور نہ پرہیز کرے سرمہ لگانے سے بشرطیکہ
خوشبودار سرمہ نہو سو اگر خوشبودار سرمہ ایک دو بار لگاویگا تو اسپر صدقہ دینا لازم ہوگا اور اگر تین بار یا زیادہ لگاویگا اسپر ذبح کرنا جانور کا واجب ہوگا کذا فی
السراجیہ ولا یتقی ختانا وفصدا وحجامۃ وقلع ضرسہ وجبر کسر وحک رأسہ وبدنہ لکن برفق ان خاف سقوط شعرہ او قملۃ فان فی الواحدۃ یتصدق بشیئ
وفی الثلث کف من طعام غرر الاذکار اور محرم پرہیز نہ کرے ختنہ کرنے اور فصد اور سینگیون سے اور اپنی ڈاڑھ اکھاڑنے سے اور ٹوٹی ہڈی کے باندھنے
سے اور اپنے سر اور بدن کے کھجلانے سے لیکن آہستہ کھجلاوے اگر بال یا جون جھڑنے کا خوف ہو اور اگر اسکا خوف نہو تو زور سے کھجلاوے کذا فی المنح
ایک جون مین کچھ صدقہ دے اور تین جون مین مٹھی بھر گیہون خیرات کرے کذا فی غرر الاذکار اور باقی اسکا بیان آگے آویگا واکثر المحرم التلبیۃ ندبا متی صلی
ولو نفلا او علا شرفا او ہبط وادیا او لقی رکبا جمع راکب او جمعہا رکبان او مشاۃ وکذا لو لقی بعضہم بعضا اور محرم اکثر لبیک کہا کرے بنابر استحباب جسوقت
جبکہ نماز پڑھے اگرچہ نفل نماز ہو یا جب بلندی پر چڑھے یا جب نالی مین اترے یا جب شتر سوارون یا پیدلون سے ملے اور اسیطرح اگر اپنے قافلہ مین سے جب
ایک دوسرے کو ملے تو لبیک کہے شارح کہتا ہی رکب بسکون ثانی جمع ہی راکب کی جیسے صحب جمع صاحب کی اور ان دونون کی جمع رکبان ہی واسحار اسے داخل
فی السحر یا جب سحر کے وقت مین داخل ہو تو لبیک کہے ہم سحر کہتے ہین رات کے پچھلے چھٹے حصہ کو قبول ہونے دعا کا وہ وقت ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی
اذ التلبیۃ فی الاحرام کالتکبیر فی الصلوۃ حالات اور اوقات مذکورہ مین لبیک کہنا اسواسطے مستحب ہوا کہ لبیک کہنا احرام مین ایسا ہی جیسے اللہ اکبر کہنا
نماز مین تو جیسے نماز مین ایک حال سے دوسرے حال کے انتقال کے وقت اللہ اکبر کہتے ہین ویسے ہی احرام مین انتقال حالات مین لبیک کہنا چاہیے رافعا
استنانا صوتہ بہا بلا جہد کما یفعلہ العوام لبیک اکثر کہا کرے اپنی آواز کو بلند کرکے سنت جانکر نہ چلا کر جیسے عوام لوگ کرتے ہین واذا دخل مکۃ بدأ بالمسجد
الحرام بعد ما یأمن علی امتعتہ داخلا من باب السلام نہارا ندبا ملبیا متواضعا خاشعا ملاحظا جلالۃ البقعۃ اور جب مکہ معظمہ مین داخل ہو تو اول مسجد
الحرام مین جاوے بعد اسکے کہ اپنے اسباب اور سامان سے خاطر جمع ہو یعنی اول اسباب سفر کو مکان محفوظ مین رکھکر مسجد الحرام مین داخل ہو دن کو
بنابر استحباب اس دروازہ سے جسکو باب السلام کہتے ہین اور سابق مین اسکو باب بنی شیبہ کہتے تھے لبیک کہتا خاکسار انہ گڑگڑاتا عظمت اور
جلال اس مکان اقدس کا دھیان کرتے ہوئے اندر جاوے ہم شہر مکہ کی زمین ایک جانب کو اونچی ہی اور دوسری جانب نیچی تو مسنون یہ ہی کہ داخل ہو
بلندی کیطرف سے جدھر قبرستان ہی جسکو جنت المعلا اور کدا بالفتح کاف کہتے ہین اور رخصت کے وقت نیچی جانب سے نکلے جسکو کدا بالضم کاف بولتے ہین
اور داخل ہونا ہر وقت جائز ہی اور دن کو مستحب ہی لیکن اہل ہند کا قافلہ اکثر سحر کے وقت داخل ہوتا ہی اور مستحب ہی کہ مکہ مین داخل ہوتے یہ دعا کرے
(اللہم ہذا حرمک وامنک قلت وقولک الحق ومن دخلہ کان آمنا اللہم فحرم لحمی ودمی علی النار وقنی عذابک یوم تبعث عبادک کذا فی شرح المختار
والبرہان ویسن الغسل لدخولہا وہو للنظافۃ فیجب لحائض ونفساء اور مسنون ہی غسل کرنا داخل ہونے کے واسطے اور یہ غسل صفائی کے واسطے ہی

(حاشیہ:) ۲ یعنی جون مارنے کا کفارہ دینا چاہیے اور اگر دو تین جون مارے تو ایک مٹھی بھر گیہون دے ۱۲ — اسکے سوا دونون کا بیان حسب ضرورت آگے آویگا ۱۲ — ومشاۃ جمع ماش کی بمعنی پیدل چلنے والا ۱۲ — اور آپس مین ملنا اسطرح کہ جہان لوگ نزدیک ہوں ۱۲ — اپنی آواز کو بلند کرے جس سے اور لوگون کو ایذا نہ ہو

[illegible] ... تو ... جس کو ... مستحب ہو کہ دیکھتے ہی شاد البیت کہے ... اور اسکے بعد کعبہ داخل [illegible]

[illegible] ... تو ... ایسا ہے کہ حضرت ... بیت بیٹھے ... تو ... [illegible]

[illegible] ... سوا ... عبادت کے ... [illegible]

... حاشیہ ... حدیث ... کہ حضرت ... صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کو دیکھا تو تکبیر ... [illegible]

... اور ... مروی ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کو دیکھ کر دعا ... [illegible]

... فرب ... البیت ... اور سب ... مستحب ... [illegible]

اسواسطے کہ بیت اللہ کے نظر پڑنے کے وقت دعا قبول ہوتی ہو اور امام شافعی نے مسند ... نقل کیا ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت اللہ کو

دیکھتے تو ہاتھ اٹھاتے ... اور فرماتے (اللّٰہم زد ہذا البیت تشریفا وتعظیما وتکریما ومہابۃ وزد من شرفہ وکرمہ ممن حجہ او اعتمرہ تشریفا وتعظیما

وتکریما وبرا) اور بیہقی میں مروی ہو کہ عمر فاروق ... جب بیت اللہ کو دیکھتے تھے کہتے تھے (اللّٰہم انت السلام ومنک السلام حینا ربنا بالسلام ...

بالاسلام) کذا فی الفتح ... ابتدا بالطواف ... الا ان یخاف فوت المکتوبۃ او جماعتہا او الوتر او سنۃ راتبۃ پھر طواف شروع کرے اسواسطے کہ

طواف بیت اللہ کا تحیۃ ہو جب تک کہ فرض نماز کا یا اسکی جماعت کا یا وتر کا یا سنت موکدہ کا خوف فوت ہو جانے کا اور اگر خوف ہو تو نماز کے

بعد طواف کرے سنت موکدہ جانے کی یہ صورت ہو کہ مثلاً بعد طلوع فجر کے ایسے وقت پہونچا کہ اگر طواف کرے تو دو رکعت فرض کا وقت باقی رہیگا سنت کا

تو اس صورت میں اول سنت اور فرض سے فراغت کرے پھر طواف میں مشغول ہو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فاستقبل الحجر مکبرا مہللا رافعا یدیہ کالصلوۃ

... قبلہ باصوت پھر سامنے جانب حجر اسود کے تکبیر کہتا اور کلمہ توحید پڑھتا رفع الیدین کرتا مانند نماز کے اور چھوے حجر اسود کو اپنی دونوں

ہتھیلیوں سے اور اسکو چومے بدون آواز کے یعنے لبوں کے لگانے میں آواز نہ نکالے استیلام حجر یہ کہ دونوں ہاتھ اسپر رکھے اور اسکو چومے سنن

ابن ماجہ میں عبداللہ بن عمر سے روایت ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کا استقبال کیا اور دونوں لبوں کو اسپر رکھا اور دیر تک ... پھر

التفات کیا تو عمر کو روتے دیکھا تو فرمایا ای عمر یہاں آنسو بہانا چاہیے اور صحاح ستہ میں مروی ہو کہ عمر فاروق نے حجر اسود کو چوما اور کہا کہ میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہو

اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چومتے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھکو نہ چومتا کذا فی الفتح اور مستحب ہو کہ استلام کے وقت یہ دعا کرے (اللّٰہم ... ایمانا بک وتصدیقا

بکتابک ووفاء بعہدک واتباعا لسنۃ نبیک اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ آمنت باللہ وکفرت بالطاغوت) کذا فی شرح ...

دلیل ... قبلہ ... اور کہا سجدہ کرے حجر اسود پر بعض علمانے کہا کہ ان سجدہ کرنا جائز ہو ابن منذر اور حاکم نے روایت کی کہ عبداللہ بن عباس حجر اسود پر سجدہ

کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل کرتے تھے اور امام مالک نے اسکو بدعت کہا کذا فی النہر بلا ایذاء ... سنۃ وترک الاذی واجب فان لم

یقدر ... اور ... استلام حجر اسود کا کرے بدون ایذا رسانی کے یعنی وہاں کے لوگوں کو دھکیلے اسواسطے کہ استلام سنت ہو اور تکلیف رسانی کا

ترک کرنا واجب ہو تو سنت کے واسطے واجب کو ترک کرنا جائز نہیں سو اگر بسبب ہجوم خلق کے حجر اسود کو نہ چوم سکے تو دونوں ہاتھوں کو اسپر رکھکے پھر

ہاتھوں کو چومے یا ایک کو اسپر رکھے اور اسکو چومے وان لا یمکنہ ذلک مس بالحجر شیا فی یدہ او لمسہ ثم قبلہ ... اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو ...

ہاتھ کی کسی چیز کو حجر اسود میں لگادے اگرچہ ہاتھ میں عصا ہو تو اسکو لگا دے پھر اس شے کو چومے وان عجز عنہما ای الاستلام والامساس

استقبلہ مشیرا الیہ بباطن کفیہ کانہ واضعہما علیہ اور اگر بسبب کثرت ہجوم کے استلام اور کسی چیز کے لگانے سے عاجز ہو تو حجر اسود کے

سامنے کھڑا ہو اپنا دونوں ہتھیلیوں کے اندر کی جانب سے اسکی طرف اشارہ کرکے اس تصور سے کہ گویا ہتھیلیوں کو حجر اسود پر رکھے ہو

وکبر وہلل وحمد اللہ تعالیٰ وصلی علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم ثم یقبل کفیہ اور اللہ اکبر کہے اور کلمۂ توحید پڑھے اور حق تعالیٰ کی حمد کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے پھر اپنی دونون ہتھیلیون کو چومے وفی بقیۃ الرفع فی الحج یجعل کفیہ للسماء الا عند الجمرتین فللکعبۃ اور حجر اسود کے سوا حج کے باقی مکانات مین رفع الیدین کے وقت ہتھیلیون کے اندر جانب آسمان کی طرف کرے بطور دعا کے مگر جمرتین کے پاس سو وہان کعبہ معظمہ کیطرف کرے ظاہر الروایت مین کذا فی النہر عن الخانیۃ وطاف بالبیت طواف القدوم ولیس ہذا الطواف للافاقی لانہ القادم اور بعد استلام کے بیت اللہ کا طواف کرے اس سے پہلا طواف کو طواف القدوم کہتے ہین یعنی داخل ہونے اور آنے کا طواف اور یہ طواف کرنا آفاقی کو مسنون ہے اسواسطے کہ آنا اور داخل ہونا آفاقی پر صادق آتا ہے نہ اہل مکہ پر چنانچہ تحیۃ المسجد آنے والے پر سنت ہے نہ مسجد کے بیٹھنے والے پر واخذ الطائف عن یمینہ مما یلی الباب فتصیر الکعبۃ عن یسارہ لان الطائف کالموتم بہا والواحد یقف عن یمین الامام اور طواف کرنے والا طواف کو اپنے داہنے سے شروع کرے جدھر بیت اللہ کا دروازہ ہے تو اسی صورت مین کعبہ طائف کے بائین طرف کو واقع ہوگا اور وجہ داہنے سے شروع کرنے کی یہ ہے کہ طواف کرنے والا بجائے مقتدی کے ہے اور کعبہ بجائے امام کے اور حالانکہ ایک مقتدی امام کے داہنی طرف کھڑا ہوتا ہے طواف مین جب ملتزم کے سامنے ہو تو یہ دعا کرے (اللہم الیک مددت یدی وفیما عندک عظمت رغبتی فاقبل دعوتی واقلنی عثرتی وارحم تضرعی وعدلی بمغفرتک واعذنی من مضلات الفتن اللہم ان لک علی حقوقا فتصدق بہا علی) اور بیت اللہ کے دروازے کے سامنے کہے (اللہم ان ہذا البیت بیتک وہذا الحرم حرمک وہذا الامن امنک وہذا مقام العائذ بک من النار اعوذ بک من النار فاعذنی منہا) اور جب رکن عراقی کے پاس آوے تو کہے (اللہم انی اعوذ بک من الشک والشرک والنفاق والشقاق ومساوی الاخلاق وسوء المنقلب فی المال والاہل والولد) اور جب میزاب رحمت کے مقام پر ہو تو کہے (اللہم انی اسالک ایمانا لا یزول ویقینا لا ینفد ومرافقۃ نبیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہم اظلنی تحت ظل عرشک یوم لا ظل الا ظلک واسقنی بکاس محمد صلے اللہ علیہ وسلم شربۃ لا اظما بعدہا ابدا) اور جب رکن شامی کے سامنے ہو تو کہے (اللہم اجعلہ حجا مبرورا وسعیا مشکورا وذنبا مغفورا وتجارۃ لن تبور یا عزیز یا غفور) اور جب رکن یمانی کے پاس آوے تو کہے (اللہم انی اعوذ بک من الکفر واعوذ بک من الفقر ومن عذاب القبر ومن فتنۃ المحیا والممات واعوذ بک من الخزی فی الدنیا والآخرۃ) اور واقدی نے کتاب المغازی مین بسند حدیث مرفوع نقل کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رکن اور حجر اسود کے درمیان مین یون فرماتے تھے (ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار) اور معلوم کرنا چاہیے کہ یہ ادعیہ اسوقت ہو سکینگی جب طواف مین ٹھہرنا ہو تو جس طواف مین رمل سنت ہے اسمین استیعاب انکا نہین ہو سکتا اور یہ ادعیہ صحابہ اور تابعین سے متفرق منقول ہین علماے متاخرین نے انکو یکجا جمع کر لیا ہے کذا فی فتح القدیر ولو عکس اعاد ما دام بمکۃ فلو رجع فعلیہ دم وکذا لو ابتدا من غیر الحجر کما مر اور اگر اسکے بالعکس کرے یعنے اپنے بائین جانب سے طواف شروع کرے تو طواف القدوم کو دوبارہ کرے جب تک کہ مکہ مین مقیم ہے اور اگر وہان سے چلا آیا تو اسپر جانور کا ذبح کرنا لازم ہوا اور اسیطرح اگر حجر اسود کے سوا اور طرف سے بیت اللہ کا طواف شروع کریگا تو اسپر ذبح کرنا واجب ہوگا چنانچہ واجبات حج مین مذکور ہو چکا کہ ابتداے طواف حجر اسود سے واجب ہے قالوا ویمر بجمیع بدنہ علی جمیع الحجر فقہا نے کہا ہے کہ شروع طواف مین اپنے تمام بدن کو سارے حجر اسود کے سامنے کرکے چلے یعنی رکن یمانی کی جانب سے مقابل حجر اسود کے ہو کر طواف کرے اس طرح کل بدن اسکا کل حجر سے سامنا ہو جاویگا جاعلا قبیل شروعہ رداءہ تحت ابطہ الیمنی ملقیا طرفہ علی کتفہ الایسر استنانا وراء الحطیم وجوبا لان منہ ستۃ اذرع من البیت فلو طاف من الفرجۃ لم یجز کاستقبالہ وحتیاطا قبل شروع طواف کے اپنی چادر کو داہنی بغل سے نکال کر بائین مونڈھے پر ڈال کر حطیم سمیت بیت اللہ کا طواف کرے لغت عرب مین اسطرح چادر اوڑھنے کو اضطباع کہتے ہین سو یہ سنت ہے اور حطیم کو ملا کر طواف کرنا واجب ہے اسواسطے کہ حطیم مین چھہ ہاتھ بیت اللہ کی زمین داخل ہے سو اگر طواف کرنے والا اس کشادگی اور رخنہ کے مین گھسکر جو حطیم اور بیت اللہ کے درمیان مین ہے تو یہ طواف جائز ہوگا جیسے نماز کے وقت فقط استقبال کرنا حطیم کا جائز نہین بنابر احتیاط کے

یعنی مستقبل ... قرآن سے فرض ہو اور تحیۃ البیت سے جو داخل ہو اسکے واسطے ثابت ہو حدیث فعلی سے تو قیاس اسکا یہ ہے کہ سنت ہو کیونکہ طواف
داخل ... بجائے نماز کے ... اور قبلہ میں ... اسلام کی تحیۃ ... صحیحہ شوط ... سات بار گرد پھرنا ... شوط
ایک ہر شوط کی ... گرد پھرنے کو کہتے ہیں ... سات ... ایک طواف ہوتا ہے پھر ...
اسمع علمہ ... الاسبوع للشروع ... شرح ... ملتزمًا بخلاف الحج ...
اشواط کے ... تو ... یہ ہوگا ... پورا کرنا سات شوط ... دوسرا طواف سات شوط والا لازم ہوا سبب شروع کر دینے کے
یعنی اسواسطے کہ ... دوسرا طواف شروع کر دیا التزام کر کے بخلاف اسکے ... اگر ... تو ... شروع کر لیا تو دوسرا طواف بھی لازم
ہوگا اسواسطے کہ اسکا شروع کرنا بنا بر ... کے ہو ... بنا بر التزام ... ہے کہ بطور اسقاط شروع کرنے سے بھی اتمام حج کا لازم ہو جاتا ہے
بخلاف بقیہ عبادات کے کذا فی المنح ... مکان الطواف داخل المسجد ... زمزم ... الا بالمسجد لا بالبیت اور ... اگر طواف
کرنے کا مکان تمام مسجد الحرام ہے اندر کی طرف سے اگرچہ زمزم کے ... طواف میں داخل کرے اور باہر مسجد الحرام کے طواف کی ... نہیں اسواسطے کہ اگر باہر مسجد الحرام
کے طواف کر لیگا تو وہ شخص مسجد الحرام کا طائف ہوگا نہ بیت اللہ کا ... مسجد الحرام میں طواف جائز ہے لیکن بیت اللہ کے گرد چند ستون قائم ہیں اسکے
اندر طواف ہوتا ہے اسکو مطاف کہتے ہیں اور نقشہ بیت اللہ کا یہ ہے ... کوٹھری ... بیت اللہ ہے اسکے گرد مطاف کے ستون ہیں پھر چاروں طرف
ہے صحن ... زمزم کا کنواں اور مقام ابراہیم اور چاروں ... کے مصلے ہیں ... طرف مسجد الحرام کے عمارت ہے ایک منزلہ تین درجہ کی جسکی
پشت کی دیوار ہے اور مسجد الحرام کی پشت پر ایک طرف صفا کی پہاڑی اور دوسری جانب مروہ کی پہاڑی ہے اور صفا مروہ کے درمیان مسجد الحرام کی دیوار سے متصل
دو سبز منارے ہیں جنہیں میلین کہتے ہیں اور بیت اللہ کے چار کونے ہیں جنکو ارکان کہتے ہیں ایک کونے پر تخمینًا تین ہاتھ کی بلندی پر حجر اسود منصوب ہے جس حجر اسود
سے طواف کیجیے بیت اللہ کے دروازے کی جانب سے تو دوسرا کونا ملتا ہے اسکو رکن عراقی کہتے ہیں پھر اسکے بعد تیسرا کونا ہے جسکو رکن شامی بولتے ہیں پھر
چوتھے کونے کو رکن یمانی کہتے ہیں اور حجر اسود سے تا در کعبہ اس مکان کا ملتزم نام ہے اور بیت اللہ سے جانب مشرق تین کوس پر منا ہے جہاں قربانی ہوتی ہے اسکے آگے
تین کوس پر مزدلفہ ہے جہاں مغرب اور عشاء کی نماز ملا کر پڑھتے ہیں ... تین کوس پر عرفات کا میدان اور پہاڑ ہے جہاں حج ہوتا ہے اسقدر جان لینے سے مسائل
حج کا دریافت کرنا آسان ہوتا ہے ولو خرج منہ او من السعی الی جنازۃ او مکتوبۃ او تجدید وضوء ثم عاد بنی اور اگر بیچ میں سات شوط کے طواف سے نکلے یا سعی
کرنے سے نکلے نماز جنازہ کے واسطے یا فرض نماز کے واسطے یا نیا وضو کرنے کے واسطے پھر وہیں آوے جہاں سے طواف اور سعی کو قطع کیا تھا تو وہیں سے جوڑے
وجاز فیہما اکل وبیع وافتاء وقراءۃ لکن الذکر افضل منہا اور طواف اور سعی میں جائز ہے کھانا اور بیچنا لیکن بلا ضرورت مکروہ ہے کذا فی النہر اور جائز ہے فتوی دینا
اور قرآن پڑھنا بلا رفع صوت کذا فی النہر لیکن ذکر کرنا افضل ہے قرآن کے پڑھنے سے اسواسطے کہ ابن ماجہ نے حدیث روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ جو
بیت اللہ کا سات بار طواف کرے اور سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ کے سوا کوئی بات نہ کہے تو اسکے دس گناہ مٹائے جاتے
ہیں اور دس درجے اسکے سبب سے بلند کیے جاتے ہیں کذا فی النہر وفی منسک النووی الذکر المأثور افضل واما فی غیر المأثور فالقرآن افضل انتہی اور نووی شافعی کی منسک
میں یوں ہے کہ ذکر منقول افضل ہے اور غیر منقول سے تو قرآن افضل ہے طواف میں تو اسکی تلاش کرنا چاہیے ابن ہمام محقق نے فتح القدیر میں کہا کہ طواف میں تو
بجز ذکر اللہ معروف ہے اور مجھکو کوئی حدیث ایسی معلوم نہیں جسمیں قراۃ قرآن طواف میں مروی ہو ابن ماجہ کی حدیث مرفوع میں طواف کے ... تسبیح اور تہلیل
اور تحمید اور تکبیر اور حوقلہ مروی ہے واللہ اعلم ورمل ای مشی بسرعۃ مع تقارب الخطی وہز کتفیہ فی الثلاثۃ الاول استنانا فقط اور رمل کرے یعنی جلد
چلے نزدیک نزدیک قدم رکھکر اور دونوں مونڈھوں کو ہلا کر جیسے بہادر پہلوان صف جنگ میں اکڑتے ہیں اس طرح اکڑنا فقط پہلے تین شوط طواف میں

مسنون ہی ہم کتب احادیث مین ثابت ہی کہ اکڑنے کا طواف مین یہ سبب ہوا کہ جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ساتھ اصحاب کے مدینہ سے عمرہ کرنے کو آئے
تو مشرکین نے کہا کہ مدینہ کی تپ نے مسلمانون کو توڑ دیا اور دبلا بے طاقت کر ڈالا حضرتؐ نے فرمایا مسلمانون کو کہ اکڑ کے طواف کرین تاکہ کافرون پر رعب پڑے
پھر جب مکہ فتح ہوا تو دسوین سال ہجرت کے حجۃ الوداع کے واسطے تشریف لائے اور بطور سابق رمل کیا نعمت الٰہی کے یاد کرنے کو کہ بعد خوف کے امن عطا کیا
پھر ہمیشہ یہ عمل صحابہ اور تابعین مین جاری رہا صحیح بخاری مین عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہی کہ امیر المومنین عمر فاروقؓ نے کہا کہ ہمکو اس اکڑنے سے کیا حاصل یہ
اکڑنا تو ہمنے مشرکون کو دکھلایا تھا اور اب تو خدا نے انکو ہلاک کر ڈالا پھر فرمایا کہ اس فعل کو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا سو ہم نہین چاہتے ہین کہ اسکو
چھوڑین اور ابو داؤد نے یون روایت کی عمر فاروقؓ سے کہ یہ اکڑنا اور مونڈھون کا کھولنا کسواسطے ہی اور حالانکہ حق تعالیٰ نے اسلام کو غالب کیا اور کفر کو مٹایا لیکن
باوجود اسکے ہم نہ چھوڑینگے اس چیز کو جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین ہم کرتے رہے فلو ترکہ او نسیہ ولو فی الثلثۃ لم یرمل فی الباقی اور اگر رمل کو شوط
اول مین ترک کیا یا بھول گیا تو رمل نہ کرے مگر انھین دونون شوطون مین جو اول کے بعد ہین اور اگر تینون شوطون مین رمل کو ترک کیا یا بھول گیا تو باقی چار شوطون
مین رمل نہ کرے ہکذا فی الفتح والنہر والعالمگیریۃ عن البحر شارح کے کلام مین ظاہرا شرط اول کی جزا ساقط ہو گئی ہی یعنی حق عبارت تینون کتابون کے موافق یون ہی
فلو ترکہ او نسیہ فی الشوط الاول لم یرمل الا فی الشوطین بعدہ ولو فی الثلثۃ لم یرمل فی الباقی لہذا مترجم نے موافق کتب مذکورہ کے پوری عبارت کا ترجمہ کیا
غالب ہی کہ یہ اسقاط کاتبون کی جہت سے ہو مترجم نے دو نسخون مین اسی طرح پایا واللہ اعلم ولو زحمہ الناس وقف حتی یجد فرجۃ فیرمل بخلاف الاستلام لان لہ بدلا اور
اگر ہجوم ہو لوگون کا اور رمل کرنے کی جگہ نہ ملے تو ٹھہر جاوے یہان تک کہ کشادگی پاوے پھر تب رمل کرے بخلاف استلام کے کہ اسکے واسطے بسبب ہجوم کے
توقف کرنا نچاہیے اسواسطے کہ استلام کا بدلا موجود ہی یعنی استقبال، اور رمل کے واسطے کوئی عوض نہین من الحجر الی الحجر فی کل شوط رمل کرے حجر اسود سے
حجر اسود تک تین بار ہر شوط مین دکما مر بالحجر فعل ما ذکر من الاستلام اور ہر شوط مین جب حجر اسود کے پاس ہو کر نکلے تو استلام کرے اور اگر وہان تک بسبب
ہجوم کے نہ جاسکے تو عصا یا تلوار اسمین لگا دے اور اسکو چومے اور اگر یہ بھی نہو سکے تو بطور سابق استقبال کرے واستلم الرکن الیمانی وہو مندوب
لکن بلا تقبیل وقال محمد ہو سنۃ ویقبلہ والدلائل یؤیدہ ویکرہ استلام غیرہما اور رکن یمانی کا استلام کرے اور یہ مستحب ہی امام اعظمؒ کے نزدیک بلا تقبیل یعنے
فقط اسپر ہاتھ رکھے لیکن اسکو نہ چومے اور محمدؒ نے کہا کہ رکن یمانی کا استلام مستحب نہین بلکہ سنت ہی اور اسکو چومے بھی اور دلائل احادیث کی محمدؒ کے
قول کی تائید کرتے ہین اور سوائے حجر اسود اور رکن یمانی کے استلام کرنا مکروہ ہی بسبب عدم ثبوت روایت کے چنانچہ صحیحین وغیرہما مین عبداللہ بن عمرؓ سے
مروی ہی کہ مین نے نہین دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ ہاتھ لگاتے ہون بیت اللہ کو سوائے دو رکن یمانی کے کذا فی البرہان اور ابن عباسؓ سے مروی ہی
کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم رکن یمانی کو چومتے تھے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وختم الطواف باستلام الحجر استنانا ثم صلے شفعا فی وقت مباح یجب
بالجیم علی الصحیح بعد کل اسبوع عند المقام حجارۃ ظہر فیہا اثر قدمی الخلیل اور تمام کرے طواف کو حجر اسود کے استلام پر بنابر مسنون ہونے کے پھر مباح وقت مین
دو رکعتین نماز پڑھے جو واجب ہین بنابر قول صحیح کے ہر سات بار گھومنے کے بعد مقام ابراہیم کے پاس مقام ابراہیم ایک پتھر ہی جسمین ابراہیم علیہ السلام کے
دونون قدمون کے نقش ظاہر ہین جب اسمعیلؑ اور ہاجرہ کے دیکھنے کو تشریف لاتے تو سواری پر سے اوترتے اور چڑھتے اسی پتھر پر قدم مبارک رکھتے تھے اور ایک
روایت یہ ہی کہ جب بحکم الٰہی حج کے واسطے سب خلق کو پکارا تو اسی پتھر پر قدم رکھے ہوئے تھے کذا فی الطحطاوی طبرانی اور ابن عساکر نے بریدہ سے روایت کی
کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدم کو حق تعالے نے زمین پر اوتارا تو آدم نے بیت اللہ کا سات بار طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت
نماز پڑھی پھر دعا کی (اللّٰہم انک تعلم سری وعلانیتی فاقبل معذرتی وتعلم حاجتی فاعطنی سوالی وتعلم ما عندی فاغفرلی ذنوبی) (اللّٰہم انی اسألک ایمانا یباشر قلبی
ویقینا صادقا حتے اعلم انہ لن یصیبنی الا ما کتبت لی ورضنی بقضائک) تو حق تعالے نے آدم پر وحی اوتاری اور فرمایا اے آدم تو نے ایسی دعا مجھ سے

اور اسی طرح اُن کی روایت مین ہے اور روایت مین آیا ہے کہ جب حجر اسود کو بوسہ دے تو یہ دعا پڑھے حاجی کو چاہیئے کہ ہر طواف کے بعد
مقام ابراہیم پر دو رکعت پڑھے کذا فی کنز العمال مین ہے اور فتح القدیر اور غیرہ مین ہے کہ مقام ابراہیم کے سوا اور کہیں مسجد الحرام مین دو رکعت طواف کی پڑھے گا تو جائز
ہے کیونکہ یہ نماز طواف کی ہے جیسے قدوری اور کرمانی مین لکھا ہے مسجد الحرام کی تخصیص نہین ہے اور قول میں مختلف روایات ہین قول صحیح یہ
ہے کہ مسجد الحرام کی فضیلت کے واسطے ہے شرح الفتح الملتمس مین ہے کہ زمزم پر جاوے بعد دو رکعت طواف کے زمزم کو پینے مستحب کر اپنا منہ اور پیٹ
اور بدن پر جھڑکے اور ڈول مین سے پانی نکالے اور دونون ہاتھون سے سر کے اوپر ڈالے اور اپنے منہ پر چھڑکے اور زمزم کا پانی پینے اور یہ دعا پڑھے اللھم انی
اسئلک علما نافعا ورزقا واسعا وشفاء من کل داء کذا فی فتح القدیر یعنی اور بعد اس کے حجر اسود کی طرف آکر صفا اور مروہ کی سعی کا
ارادہ ہو اور اگر سعی کا ارادہ نہو تو بعد دو گانہ طواف کے حجر اسود کی طرف نہ آوے کیونکہ طواف القدوم کے بعد سعی کرنا اسواسطے جائز ہوا کہ قرآن مین
ہے کہ سعی فرض اور واجب اور سنت مین بحث اور تفصیل ہے اور رمل و سعی کو تاخیر کرے طواف زیارت کے بعد ادا کرے
اسواسطے کہ سعی واجب ہے تو بہتر ہے کہ فرض کے تابع ہو کذا فی النہر یعنی استلام الحجر وکبر وہلل وخرج من باب الصفا اور حجر اسود کا استلام کرے
اور اللہ اکبر کہے اور تہلیل پڑھے اور مستحب ہے کہ باب الصفا سے بایان قدم آگے بڑھا کر اور یہ دعا پڑھے بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اللھم اغفر لی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک وادخلنی فیہا واعذنی من الشیطان کذا فی فتح القدیر فصعد الصفا بحیث یری الکعبۃ من الباب واستقبل البیت
وکبر وہلل وصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ودعا ربہ بحاجتہ پھر صفا پر اتنا چڑھے کہ باب الصفا سے کعبہ نظر آوے اور بیت اللہ کے سامنے ہو اور اللہ اکبر
کہے اور کلمہ توحید اور درود پڑھے بلند آواز سے کذا فی النہر اور سنن ابو داؤد مین جابر سے مروی ہے کہ اول رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صفا پر اتنا
چڑھے کہ بیت اللہ نظر آیا پھر حق تعالی کی توحید اور تکبیر کی اور یہ فرمایا لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وہو علی کل شیئ قدیر لا الہ
الا اللہ وحدہ انجز وعدہ ونصر عبدہ وہزم الاحزاب وحدہ پھر اسکے درمیان مین دعا کی اور اسیطرح تین بار فرمایا ورفع یدیہ نحو السماء ودعا لحاجتہ العباد بما شاء
ان تحد الامام لیعین تکبیرا لا نہ یذہب برقۃ القلب وان تبرک بالماثور حسن اور دونون ہاتھ اٹھاوے آسمان کیطرف ہتھیلیان کرکے جیسا کہ نماز کے بعد
معمول ہے اور چونکہ تمامی عبادت کا یہ وقت ہے تو جو چاہے سو دعا کرے اسواسطے کہ امام محمد رحمہ اللہ نے مناسک حج مین کوئی دعاے خاص معین نہین کی اسلیے
کہ معین کرنا دعا کا رقت قلب کا مانع ہوتا ہے اور دعا بہتر ہے جو اپنے جوش دل سے ہو اور دعا اگر ادعیہ ماثورہ سے برکت چاہے تو بھی خوب ہے بلکہ اکثر لوگون کے
حق مین ادعیہ منقولہ بہتر ہین چنانچہ مترجم نے کچھ دعائین ذکر کی ہین اور کچھ آئندہ ذکر کریگا مجد الدین فیروز آبادی نے سفر السعادت مین نقل کیا کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے صفا پر یہ دعا کی (اللھم انا نسئلک موجبات رحمتک وعزائم مغفرتک والغنیمۃ من کل بر والسلامۃ من کل اثم لا تدع لی ذنبا الا غفرتہ ولا ہما الا فرجتہ ولا
کربا الا کشفتہ ولا حاجۃ الا قضیتہا) اور شیخ عبد الحق کی شرح سفر السعادۃ مین موطا سے منقول ہے بروایت ابن عمر کہ صفا پر یہ دعا کرے (اللھم انک قلت ادعونی
استجب لکم وانک لا تخلف المیعاد وانا اسئلک کما ہدیتنی للاسلام ان لا تنزعہ منی حتی تتوفانی وانا مسلم) ثم مشی نحو المروۃ ساعیا بین المیلین الاخضرین
المعلقین فی جدار المسجد پھر صفا سے اُتر کے مروہ کیطرف چلے اُن دونون سبز منارون کے درمیان جو مسجد الحرام کی پشت کی دیوار مین تراشے ہوئے
ہین اور جب صفا سے اُترے تو یہ دعا پڑھے (اللھم استعملنی بسنۃ نبیک وتوفنی علی ملتہ واعذنی من مضلات الفتن برحمتک یا ارحم الراحمین) اور جب
دو سبز منارون مین سعی کرے تو یہ دعا پڑھے (رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم انک انت الاعز الاکرم) یہ دعا عبد اللہ بن عمر سے منقول ہے کذا فی
الفتح اور سفر السعادت مین دعاے مذکور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے بروایت صفیہ بنت شیبہ وصعد علیہا وفعل ما فعلہ
علی الصفا یفعل ہکذا سبعا یبدأ بالصفا ویختم الشوط السابع بالمروۃ اور چڑھے مروہ پر اور ویسا ہی کرے جو صفا پر کر چکا ہے اسیطرح

سات بار کرے صفا سے شروع کرے اور ساتوین شوط کو مروہ پر ختم کرے یعنی صفا سے مروہ تک آنا یہ ایک شوط ہوا پھر مروہ سے صفا تک جانا یہ دوسرا شوط ہوا اسیطرح ساتوان شوط مروہ پر تمام ہوگا فلو بدا بالمروۃ لم یعتد بالاول ہوالاصح پھر اگر مروہ سے ابتدا کریگا تو صفا تک شوط اول مین نہ معتبر ہوگا یہی قول اصح ہی اسواسطے کہ حدیث قولی اور فعلی کے مخالف ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدا صفا سے کی اور فرمایا کہ ابتدا کرو اُس سے جس سے حقتعالی نے ابتدا کی یعنے فرمایا قرآن مجید مین (ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ) کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وندب ختمہ برکعتین فی المسجد کختم الطواف اور مستحب ہو ختم کرنا سعی کا دو رکعتون پر جنکو مسجد الحرام مین جاکر پڑھے مانند ختم طواف کے اسواسطے کہ مسند احمد مین حدیث مروی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد سعی کے دو رکعتین مسجد الحرام مین جاکر پڑھین سامنے حجر اسود کے اور ابن ماجہ اور حاکم نے بھی اسکو روایت کیا مطلب بن وداعہ سے کذا فی فتح القدیر ثم سکن بمکۃ محرما بالحج ولا یجوز فسخ الحج بالعمرۃ عندنا پھر ٹھہرا رہے مکہ معظمہ مین حج کا احرام باندھے ہوئے اور عمرہ کر کے حج کا احرام توڑنا ہمارے نزدیک یعنی حنفیون کے جائز نہین یعنے جب میقات سے حج کا احرام باندھا تو اب عمرہ کر کے احرام حج کا چھوڑنا درست نہین اور وہ جو صحیحین مین حدیث ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع مین اصحاب سے عمرہ کروا کر حج کو فسخ کروایا تھا تو یہ حکم فقط اصحاب ہی کو مخصوص تھا اسواسطے کہ صحیح مسلم مین ابو ذر سے حدیث مروی ہو کہ حج کو فسخ کرنا عمرہ سے یہ صحابہ کبار کو مخصوص تھا وطاف بالبیت نفلا ما شاء بلا رمل وسعی وہو افضل من الصلوۃ نافلۃ للآفاقی وقلبہ للمکی اور نفل طواف کیا کرے بیت اللہ کا جتنا چاہے بدون رمل اور سعی کے طواف کرنا افضل ہی نفل نماز پڑھنے سے مسافر کے حق مین اور اہل مکہ کے واسطے نماز افضل ہی طواف سے وفی البحر ینبغی تقییدہ بزمن الموسم والا فالطواف افضل من الصلوۃ مطلقا اور بحر الرائق مین ہی کہ فضلیت صلوۃ مین موسم حج کی قید لگانا لائق ہی یعنی مکیون کیواسطے ایام حج مین طواف سے نماز افضل ہی تاکہ بسبب ہجوم کے مسافر طواف سے نہ محروم رہین اور بعد موسم حج کے تو طواف ہی افضل ہی نفل نماز سے اسطرح طحطاوی اور ابن حبان نے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیت اللہ کا طواف نماز ہی مگر یہ کہ خدا نے طواف مین کلام کرنا حلال کردیا ہی تو جو کہ کلام کرے تو سوائے خیر کے نہ بولے کذا فی المنح والبرہان اور ترمذی اور نسائی مین یون مروی ہی کہ طواف مثل نماز کے ہی اور ابن ماجہ مین عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے بیت اللہ کا طواف کیا اور دو رکعتین پڑھین گویا اُسنے ایک گردن کو آزاد کیا اور اسی کتاب مین ابو ہریرہؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رکن یمانی پر ستر فرشتے مقرر ہین سو جو شخص کہ یہ دعا پڑھے (اللہم انی اسئلک العفو والعافیۃ فی الدنیا والآخرۃ ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار) تو وہ فرشتے آمین کہتے ہین ترمذی مین عبداللہ بن عباس سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بیت اللہ کا ۵۰ بار طواف کریگا تو وہ اپنے گناہون سے ایسا نکل جاویگا جیسا اُسدن بیگناہ تھا جب ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا کذا فی تیسیر جامع الاصول وخطب الامام اولی خطب الحج الثلث سابع ذی الحجۃ بعد الزوال وبعد صلوۃ الظہر وکرہ قبلہ وعلم فیہا المناسک اور حج کے تین خطبون مین سے پہلا خطبہ ساتوین تاریخ ذی الحجہ کے امام پڑھے دو پہر ڈھلے نماز ظہر کے بعد اور قبل نماز کے مکروہ ہی اور اس خطبہ مین حج کے احکام تعلیم کرے یعنی احرام باندھنا اور منا اور عرفات کا جانا اور وہان کی نماز اور عرفات کا ٹھہرنا اور وہان سے پھرنا لوگون کو سکھاوے ہم حج کے تین خطبہ ہین ایک ساتوین تاریخ مکہ مین اور دوسرا عرفات مین اور تیسرا گیارھوین کو منا مین اور سب خطبے بعد زوال اور بعد نماز ظہر کے پڑھے جاتے ہین مگر عرفات کا خطبہ بعد زوال قبل نماز ظہر کے ہوتا ہی اور سب خطبون مین اول تکبیر پھر تلبیہ پھر تحمید واجب ہی مانند خطبہ عیدین کے اور خطبہ جمعہ اور خطبہ استسقا اور خطبہ نکاح مین تحمید سے ابتدا کرنا لازم ہی کذا فی المنح والطحطاوی فاذا صلی بمکۃ الفجر یوم الترویۃ ثامن الشہر خرج الی منی قریۃ من الحرم علی فرسخ من مکۃ ومکث بہا الی فجر عرفۃ پھر جب ذی الحجہ کی آٹھوین تاریخ فجر کی نماز مکہ مین پڑھ چکے تو منا کیطرف چلے اور عرفے کی فجر تک وہان رہے آٹھوین تاریخ کو یوم الترویہ کہتے ہین اور منا ایک گانون ہی حرم کی حد مین مکہ سے تین کوس م اقامت مکہ مین جمیع حالات مین لبیک کہتا رہے سوائے طواف کے اور منا کیطرف چلتے لبیک کہے اور یہ دعا کرے (اللہم ایاک ارجو وایاک ادعو والیک ارغب اللہم

اور منی میں ... رہے پھر نو تاریخ کی فجر ... الشمس ... اور وقت ... عرفات کو جاوے ... اور یہ سنت ہے
... بیٹھے ... کہ ... سنت ہے ... کذا فی التبیین ... اور مستحب ہے کہ مسجد خیف کے پاس
اترے کذا فی فتح القدیر ثم بعد طلوع الشمس ... آفتاب کے نکلنے کے بعد ... عرفات کو جاوے ... کی راہ میں
سنت ہے اور عرفات کے پہنچنے کے وقت یہ دعا پڑھے اللھم الیک توجہت وعلیک توکلت ووجہک اردت فاجعل ذنبی مغفورا وحجی مبرورا وارحمنی
ولا تخیبنی ... بعرفات ... پھر جب عرفات کے قریب پہونچے اور جبل رحمت پر نظر پڑے
تو کہے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ... عرفات میں داخل ہو کذا فی الفتح وعرفات کلہا موقف الا بطن عرنة
... اور بطن عرنہ ... اور تمام عرفات ٹھہرنے کا مکان ہے مگر بطن عرنہ میں ٹھہرنا جائز نہیں ...
... مسجد عرفہ کی مغرب کی طرف ... اور عرفات میں ہے فبعد الزوال قبل صلوة الظہر خطب الامام فی المسجد
خطبتین کالجمعة پھر دوپہر ڈھلنے کے بعد ظہر کی نماز سے پہلے امام مسجد میں دو خطبے پڑھے مانند جمعہ کے یعنی جیسے خطبہ جمعہ میں امام درمیان
دو خطبوں کے منبر پر بیٹھتا ہے ویسے ہی یہاں بھی بیٹھے اور جیسے جمعہ میں امام کے سامنے موذن اذان کہتا ہے ویسا ہی یہاں بھی اذان
ہے کذا فی حاشیة الطحطاوی وعلم فیہا المناسک وبعد الخطبة صلی بہم الظہر والعصر باذان واقامتین وقرأ سرا ولم یصل بینہما
شیئا علی المذہب ولا بعد اداء العصر فی وقت الظہر اور امام اس خطبہ میں احکام حج کے تعلیم کرے یعنی وقوف عرفات اور مزدلفہ اور
وہاں سے پھرنا اور رمی اور ذبح اور حلق اور طواف زیارت کرنا سکھاوے اور بعد خطبہ کے لوگوں کو ظہر اور عصر کی نماز پڑھاوے ایک اذان
اور دو اقامت سے ایک اقامت ظہر کے واسطے اور دوسری عصر کے واسطے اسلیے کہ عصر خلاف عادت ظہر کے وقت پڑھی جاتی ہے تو اعلام اور اطلاع کرنا ضرور
ہوا اور امام قراءت کو آہستہ پڑھے اور ظہر اور عصر کے درمیان میں کوئی نماز نہ پڑھے یہانتک کہ سنت موکدہ بھی نہ پڑھے بنا بر مذہب صحیح کے اور نہ بعد ادا کرنے عصر کے
کوئی نماز پڑھے ظہر کے وقت میں اسواسطے کہ نفل پڑھنا بعد عصر کے مکروہ ہے وشرط الصحة ہذا الجمع الامام الاعظم او نائبہ والصلوة وحدانا والاحرام بالحج فیہما
الصلوتین اور اسواسطے صحت اس جمع بین الصلوتین کے دو امر مشروط ہیں امام اعظم کے نزدیک ایک شرط یہ ہے کہ بادشاہ ہو یا اسکا نائب جیسا کہ قاضی اور
اگر بادشاہ یا اسکا نائب نہو تو لوگ جدی جدی دو نماز پڑھیں بلا جماعت اور دوسری شرط یہ ہے کہ حج کا احرام ہو دونوں نمازوں میں تو اگر ظہر کی نماز عمرہ کے
احرام سے پڑھے اور عصر کی حج کے احرام سے تو جمع بین الصلوتین جائز نہیں اسواسطے کہ دونوں نمازوں میں حج کا احرام مشروط ہے اور اسیطرح اگر بدون احرام کے
دونوں نمازوں کو جمع کریگا تو بھی جائز نہیں کذا فی حاشیة الطحطاوی فلا یجوز العصر للمنفرد فی احدہما فلو صلی الظہر وحدہ ولم یصل العصر مع الامام تو جائز نہیں
عصر کی نماز ظہر کے وقت پڑھنا اس شخص کو جسنے ظہر یا عصر کی نماز تنہا پڑھی سو اگر اسنے ظہر کی نماز تنہا پڑھی تو امام کے ساتھ عصر نہ پڑھے بلکہ عصر کے وقت
پڑھے ولا یجوز العصر لمن صلی الظہر بجماعة قبل احرام الحج ثم احرم الا فی وقتہ اور جسنے قبل احرام حج کے ظہر کی نماز جماعت سے پڑھی پھر
اسنے حج کا احرام باندھا تو اسکو عصر کا پڑھنا جائز نہیں مگر عصر کے وقت میں نہ امام کے ساتھ ظہر کے وقت میں اسواسطے کہ شرط ثانی مفقود ہے وقالا
لا یشترط لصحة العصر الا الاحرام وبہ قالت الثلثة وہو الاظہر شرنبلالیة عن البرہان اور صاحبین نے کہا کہ مشروط نہیں صحت عصر کے واسطے مگر احرام
یعنی جمع بین الصلوتین کے واسطے فقط احرام حج کافی ہے امام کا ہونا شرط نہیں اور یہی مذہب ہے تینوں اماموں کا اور یہی قول ظاہر ہے باعتبار دلیل کے
کذا فی شرنبلالی عن البرہان امام برہان میں کہا کہ یہ قول اسواسطے اظہر ہے کہ عرفات میں جمع بین الصلوتین اسواسطے ہے کہ امتداد وقوف غروب تک واجب ہو اور
موقف کی زمین نہایت اونچی نیچی ہے صفوں کا وہاں برابر ہونا ممکن نہیں تو اگر عصر اپنے وقت پر ہوتی تو وہاں سے نکلنا پڑتا اور وقوف منقطع ہوتا اسلیے

ضرورت سے جمع بین الظهر والعصر جائز ہوا تو اُس حاجت مین منفرد اور جسنے کہ امام کے ساتھ نماز پڑھی دونون برابر ہین ثم ذهب الی الموقف لغسل سن
ووقف الامام علی ناقته بقرب جبل الرحمة عند الصخرات الكبار مستقبلا القبلة پھر نماز کے بعد جاوے طرف موقف کے یعنی ٹھہرنے کے مکان مین جاوے
غسل کرکے کہ مسنون ہی اور امام وقوف کرے اپنے اونٹ پر سوار ہوکر جبل رحمت کے قریب بڑے بڑے کالے پتھرون کے پاس قبلہ رو ہوکر رحم
یہین کھڑا ہونا سنت ہی اور یہ جو عوام کی عادت ہی کہ پہاڑ پر چڑھ کر کھڑے ہوتے ہین سو بے اصل ہی والقیام والنية فيه ای الوقوف ليست بشرط
ولا واجب فلو كان جالسا جاز حجه وذلك لان الشرط الكينونة فيه فصح وقوف مجتاز وهارب وطالب غريم ونائم ومجنون وسكران اور کھڑا ہونا اور
وہان کے ٹھہرنے مین نیت وقوف کی کرنا نہ شرط ہی نہ واجب سو اگر موقف مین بیٹھا رہیگا حج اُسکا جائز ہوگا اور یہ جواز اسواسطے ہی کہ وہان کا ہونا شرط ہی حج
کی کسیطرح سے ہو تو صحیح ہی وقوف راہ چلتے اور بھاگتے کا اور مدیون کی تلاش کرنے والیکا اور سونے والیکا اور دیوانے اور مست کا اور اسیطرح حائض اور جنب
کا وقوف اور جسنے جمع بین الصلوتین نہین کی اُسکا وقوف بھی صحیح ہی کذا فی المنح ودعا جهرا بجهد وعلم المناسك ووقف الناس خلفه بقربه مستقبلين القبلة
سامعين لقوله خاشعين باكين اور آواز بلند کرکے دعا کرے نہایت اجتہاد اور کوشش سے اور امام مناسک کی تعلیم کرے اپنے اونٹ پر سے اور لوگ
امام کے پیچھے ٹھہرین متصل اُسکے رو بقبلہ ہوکر امام کے قول پر کان لگائے گڑگڑاتے روتے ہوے ہم امام مالک نے موطا مین حدیث صحیح مرفوع نقل کی کہ رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افضل دعا یوم عرفہ کی دعا ہی اور جو افضل دعا کہ مین نے کی اور مجھ سے پہلے پیغمبرون نے کی وہ یہ ہی (لا اله الا الله وحده لا شريك له الملك
وله الحمد يحيي ويميت وهو حي لا يموت بيده الخير وهو على كل شئ قدير) تو حید اور ثنا کو دعا فرمایا اسواسطے کہ کریم کی تعریف کرنا درحقیقت دعا ہی مثل مشہور ہی کہ فقیر کی
صورت سوال ہی علی الخصوص جب تعریف بھی کرنے لگے اور امام احمد بن حنبل نے حدیث صحیح نقل کی عبد اللہ بن عبا س رضی سے کہ فلانا شخص رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ سوار تھا سو وہ شخص عورتون کی طرف دیکھنے لگا تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ای میرے بھتیجے اس دن مین جو اپنے کان اور
آنکھ اور زبان کو محفوظ رکھے تو اُسکی مغفرت ہوتی ہی اور بزاز وغیرہ نے عبد اللہ بن عباس سے روایت کی کہ مین نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ عرفہ
کے دن دونون ہاتھ پھیلا کے دعا کرتے تھے جیسے کھانا مانگنے والا محتاج ہاتھ پھیلا کر مانگتا ہی کذا فی فتح القدیر اور ثابت ہوا ہی کہ موقف مین حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے یہ دعا کی (اللهم لك الحمد كالذي نقول وخيرا مما نقول اللهم لك صلوتي ونسكي ومحياي ومماتي واليك مآبي ولك رب تراثي اللهم اني اعوذ بك من عذاب
القبر ووسوسة الصدر وشتات الامر اللهم اني اعوذ بك من شر ما تجئ به الريح اللهم انك تسمع كلامي وترى مكاني وتعلم سري وعلانيتي ولا يخفى عليك
شئ من امري انا البائس الفقير المستغيث المستجير الوجل المشفق المقر المعترف بذنوبه اسالك مسالة المساكين وابتهل اليك ابتهال المذنب الذليل
وادعوك دعاء الخائف الضرير من خضعت لك رقبته وفاضت لك عيناه وذل جسده ورغم انفه اللهم لا تجعلني بدعائك شقيا وكن لي رؤفا رحيما
يا خير المسئولين ويا خير المعطين) اخرجه الطبراني في المعجم اور سنن بیہقی مین مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشتر میری دعا اور اگلے
پیغمبرون کی دعا عرفات مین یہ ہی (لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شئ قدير اللهم اجعل في قلبي نورا وفي سمعي نورا وفي
بصري نورا اللهم اشرح لي صدري ويسر لي امري واعوذ بك من وساوس الصدر وشتات الامر وفتنة القبر اللهم اني اعوذ بك من شر ما
يلج في الليل وشر ما يلج في النهار وشر ما تهب به الرياح ومن شر بوائق الدهر) کذا فی سفر السعادت للفیروز آبادی اور اختیار شرح مختار مین ہی
کہ روز عرفہ کی فضیلت اور مقبول ہونے دعا مین کثرت سے احادیث ثابت ہین تو لائق یہ ہی کہ دعا مین بہت کوشش کرے اور جو دعا کہ یاد ہو
کرے اور اگر حفظ پر قادر نہو تو کاغذ مین لکھکر پڑھے اور مستحب ہی کہ اُس دن بعد نماز عصر کے سورۂ فاتحہ اور اخلاص دس بار پڑھ کر یہ دعا
کرے (لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد يحيي ويميت بيده الخير وهو على كل شئ قدير سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله

[illegible] جواب [illegible] بالتفصيل [illegible] اقبلنا [illegible] حضرت [illegible]
[illegible] صلوات [illegible] اجابت [illegible] مسلمانوں [illegible] انبیاء اور انبیاء [illegible]
[illegible] مقبول [illegible] ابراہیم [illegible] محمد حبیب [illegible]
[illegible] اجابة [illegible] مستفیدین [illegible] لکیفیت [illegible] اغفرلی ذنبی [illegible]
[illegible] دعا [illegible] قبول [illegible]
اور مغفرت [illegible] جمیع المؤمنین والمؤمنات برحمتک یا ارحم الراحمین الغرض اس دن اور اس مکان متبرک میں گریہ و زاری کی کثرت اور مغفرت [illegible] جوش
[illegible] دل سے جو بیان اپنے مسرور و محبت والوں کو یہ دولت نصیب ہوتی تو اس عاجز مسکین کو بھی اپنے درد و دعا میں بکمال ذوق و شوق سے
یاد کر لیویں اور اپنے کرم سے ہم سب پر عنایت فرماویں ویذکر من مواضع الاجابة و هی بمکة خمسة عشر نظمه صاحب [illegible] نقل دعا [illegible] یستجاب [illegible]
[illegible] الملتزم [illegible] الحجر [illegible] مقام [illegible] مبارک [illegible] اور [illegible] ان مقامات سے ہر جا دعا قبول
ہوتی ہے اور مواضع اجابت دعا کے مکہ معظمہ میں پندرہ ہیں جن کو نہر الفائق کے مصنف نے دو بیتوں میں نظم کیا ہے یوں کہا ہے کہ دعا خلق کی مقبول
ہوتی ہے کعبہ میں یعنے بیت اللہ کے اندر اور ملتزم میں اور موقف عرفات میں اور موقف مزدلفہ میں اور حجر اسود کے پاس اور طواف میں اور سعی کرنے میں
اور صفا اور مروہ پر اور زمزم کے پاس اور مقام ابراہیم کے پیچھے اور میزاب یعنے کعبہ کے پرنالہ کے نیچے اور تینوں جمار کے پاس ہم صاحب نہر الفائق نے
نظم میں پندرہ جگہ مذکور کیا کہ ان مواضع میں کون وقت دعا مقبول ہوتی ہے لیکن حاشیہ دلائل الاسرار میں مناسک حسن نقاش سے ساعات مذکور ہوئی یعنے
ہر بیت اللہ کے اندر عصر کے وقت دونوں ستونوں کے آگے دعا مقبول ہوتی ہے اور ملتزم میں آدھی رات کو اور موقف عرفات میں آفتاب غروب ہونے کے وقت
اور موقف مزدلفہ میں آفتاب طلوع ہونے کے وقت اور طواف میں ہر وقت یا تیسرا دعا قبول ہے اور سعی میں اور صفا اور مروہ پر عصر کے وقت اور زمزم کے پاس
آفتاب ڈوبنے کے وقت اور مقام ابراہیم کے پیچھے اور میزاب رحمت کے نیچے سحر کے وقت اور جمار کے پاس طلوع آفتاب کے وقت دعا مقبول ہے اور اجابت
ان مکانات کی حسن بصری کے اس مکتوب سے ثابت ہے جو اہل مکہ کو لکھا تھا کذا فی النہر زاد فی اللباب و عند رؤیة الکعبة و عند السدرة والرکن الیمانی و
فی الحجر و فی منی فی نصف لیلة البدر اور ملا علی نے لباب المناسک میں چھ مواضع اجابت کے اور زیادہ بیان کیے ہیں یعنے کعبہ نظر آنے کے وقت اور
بیری کے درخت کے پاس اور رکن یمانی کے پاس اور حطیم میں اور منا میں اور ذی الحجہ کی چودھویں رات کے نصف میں منا کے اندر لکھا ہے کہ اس کا ہمنے
کسی کتاب میں اس درخت کا محل نہیں دیکھا کہ وہ کسی مقام پر ہے و اذا غربت الشمس اتی علی طریق المأزمین مزدلفة وحد ها من مازمی عرفة الی مازمی
اور جب عرفات میں آفتاب غروب ہو تو وہاں سے مزدلفہ میں آوے مازمین کی راہ سے اور مزدلفہ کی حد عرفات کی مازمین سے ہے محسر کی مازمین تک ہم مازمین
بصیغہ تثنیہ تنگ راہ ہے مزدلفہ اور عرفات کے درمیان میں اور دوسرا مازمین منا اور مکہ کے درمیان میں ہے کذا فی القاموس اور حاشیہ دلائل الاسرار میں مکہ معظمہ
سے منقول ہے کہ مازمین ایک پہاڑ ہے عرفات اور مزدلفہ کے درمیان بالجملہ سنت یہ ہے کہ منا سے عرفات کو ضب کی راہ سے جاوے اور عرفات سے مزدلفہ کو مازمین
کی راہ سے آوے ویستحب ان یاتیها ماشیا و ان یکبر و یہلل و یحمد و یلبی ساعة فساعة اور مستحب یہ ہے کہ مزدلفہ میں پیدل آوے اور تکبیر اور تہلیل اور
تحمید اور لبیک کہتا رہے دمبدم اور اختیار شرح مختار میں ہے کہ اس راہ میں کثرت استغفار کی لائق ہے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا (ثم افیضوا من حیث افاض الناس
واستغفروا اللہ ان اللہ غفور رحیم) یعنے رجوع کرو جہاں سے لوگ رجوع کرتے ہیں اور مغفرت مانگو اللہ سے البتہ اللہ غفور اور رحیم ہے والمزدلفة کلها موقف
الا وادی محسر و هو واد بین منی و مزدلفة فلو وقف به او ببطن عرنة لم یجز علی المشهور اور مزدلفہ تمام ٹھہرنے کا مقام ہے سوائے محسر کے اور محسر ایک

نالہ ہو منا اور مزدلفہ کے درمیان مین سو اگر کوئی محسر یا بطن عرنہ مین ٹھہر یگا تو جائز ہوگا بقول مشہور ہم صحیح بخاری وغیرہ کتب حدیث مین مصرح ہی کہ عرفات مین بطن عرنہ سے اور مزدلفہ مین محسر سے منع فرمایا کہ وہان کوئی نہ ٹھہرے محسر بضم میم و تشدید سین مکسور اُس وادی کا نام ہی جہان اصحاب الفیل غارت ہوئے محسر کے معنی تھکا دینے والا اور عاجز کر دینے والا چونکہ اصحاب الفیل وہان عاجز ہوئے لہذا اُسکا نام محسر ہوا کذا فی الطحطاوی و نزل عند جبل قزح بضم ففتح لا ینصرف للعلمیۃ والعدل من قازح بمعنے مرتفع اور مزدلفہ مین قزح کے پہاڑ پاس اُترے قزح بضم اول و فتح ثانی لفظ غیر منصرف ہی بسبب علمیت اور عدل کے یعنے معدول ہی قازح سے جسکے معنی اونچا والاصح انہ المشعر الحرام و علیہ میقدۃ قیل کانون آدم اور قول صحیح تر یہ ہی کہ مشعر الحرام بھی جبل قزح ہی کذا فی الکشاف اور اُس پہاڑ پر آگ جلنے کا ایک مکان ہی بعضون نے کہا کہ وہ آدم علیہ السلام کی بھٹی ہی ہم قرآن مجید مین فرمایا کہ جب تم عرفات سے رجوع کرو تو مشعر الحرام کے پاس حق تعالے کو یاد کرو لہذا شارح نے تصریح کر دی کہ مشعر الحرام سے مراد قزح کا پہاڑ ہی وصلی العشائین باذان و اقامۃ لان العشاء فی وقتہا فلم یحتج الی الاعلام کما لا احتیاج ہنا للامام اور مغرب اور عشا کی وہان نماز پڑھے ایک اذان اور ایک اقامت سے اسواسطے کہ عشا کی نماز اپنے وقت پر ہی تو اعلام کی حاجت نہین چنانچہ یہان جمع بین الصلوتین مین امام کی حاجت نہین ہم یہان سوال وارد ہوتا ہی کہ یہان جمع بین الصلوتین مین کیون دوبار اقامت نہوئی جیسے کہ عرفات کی جمع بین الصلوتین مین ہوئی تھی شارح نے جواب دیا کہ یہان دوسری نماز یعنی عشا اپنے اصلی وقت پر ہی اور لوگ سب مجتمع ہین تو اعلام کی کچھ حاجت نہین کہ دوسری بار اقامت ہو بخلاف عرفات کے کہ وہان دوسری نماز اپنے وقت پر نہین لہذا اعلام کی حاجت ہی اور امام اعظم کے نزدیک اس جمع بین الصلوتین مین امام اور جماعت مشروط نہین جیسے کہ عرفات مین مشروط ہی حالانکہ احادیث سے دونون مین جماعت ثابت ہی اسواسطے کہ مغرب یہان اپنے وقت سے متاخر ہی اور نماز کو پڑھنا وقت گذرنے کے بعد امر معقول ہی بخلاف عرفات کے کہ وہان عصر اپنے وقت سے متقدم ہی اور تقدیم نماز کی اپنے وقت پر مخالف قیاس ہی ہر طرح سے لہذا اُسمین مورد کی جمیع شروط وارده واجب الرعایت ہین کذا فی دلائل الاسرار عن ابن مالک اور دونون نمازون کے بیچ مین سنت اور نفل نہ پڑھے بلکہ مغرب اور عشا کی سنت کو اور وتر کو بعد مغرب اور عشا کے پڑھے کذا فی المنسک المتوسط لملا رحمہ اللہ ولو صلی المغرب او العشاء فی الطریق او فی عرفات اعادہ لحدیث الصلوۃ امامک اور اگر مغرب کی نماز یا عشا کی نماز راہ مین یا عرفات مین پڑھے تو مزدلفہ مین دوسری بار پڑھے بدلیل اس حدیث کے کہ نماز تیرے آگے ہی ہم صحیحین مین اسامہ بن زید سے مروی ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب عرفات سے روانہ ہوئے تو راہ مین اُترے اور پیشاب کیا پھر ناتمام وضو کیا سو مین نے عرض کیا کہ نماز پڑھیے فرمایا کہ نماز تیرے آگے ہی پھر حضرت سوار ہوئے تو جب مزدلفہ مین آگئے تو پورا وضو کیا پھر مغرب کی نماز اور عشا کی نماز پڑھی تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بجز مزدلفہ کے عرفات اور راہ مین نماز جائز نہین تو واجب الاعادہ ہوگی فتوقتتا بالزمان والمکان

والوقت فالزمان لیلۃ النحر والمکان مزدلفۃ والوقت وقت العشاء حتے لو وصل مزدلفۃ قبل العشاء لم یصل المغرب حتے یدخل وقت العشاء فقد تلمح الفراسی بحرہ تو مقتضاے حدیث مذکور کے نماز مغرب کی تاخیر کے واسطے ہمنے زمان اور مکان اور وقت کو مقرر اور معین کر لیا سو زمانہ تو یوم النحر کی رات ہی اور مکان خاص مزدلفہ ہی اور وقت مخصوص عشا کا وقت ہی یعنے مغرب کی نماز کو موخر کرنا مزدلفہ مین لیلۃ النحر عشا کے وقت مخصوص ہی یہانتک کہ اگر کوئی مزدلفہ مین پہونچے قبل عشا کے تو مغرب کی نماز نہ پڑھے یہان تک کہ عشا کا وقت آوے تو یہ مسئلہ چیستان اور پہیلی کے لائق ہی چند وجوہ سے یعنے یہان ایسے سوال متصور ہین جنکے جواب مین فقیہ کو حیرانی ہو چنانچہ مترجم چند سوال اور جواب کو مذکور کرتا ہی طحطاوی سے نقل کر کے سوال کون فرض نماز ہی جسمین نہ اذان ہی نہ اقامت جواب عشا کی نماز ہی مزدلفہ مین بشرطیکہ مغرب اور عشا مین فاصلہ نہو سوال کون نماز ہی جو بیوقت پڑھی جاوے اور قضا نہو بلکہ ادا ہو جواب مزدلفہ کی مغرب ہی سوال کون نماز ہی جو اپنے وقت پر پڑھی جاوے اور واجب الاعادہ ہو جواب مزدلفہ کی مغرب ہی اور اسیطرح عشا کی نماز جبکہ راہ یا عرفات مین پڑھی جاوے سوال کون عشا ہی جسکو صاحب ترتیب قبل مغرب کے پڑھے اور صحیح ہو جواب مزدلفہ کی عشا ہی جو لیلۃ النحر

پہنچی ہو صبح صادق ہونی سوال کرن نماز مغرب پڑھنا ایک خاص مکان مین ہو اور جب تر جواب مزدلفہ کی مغرب اور عشا ہو لم یطلع الفجر فیعید الی
الجواز وعند ابو یوسف یجزیہ طلوع الفجر الصادق ترتن خلافہ صد ہو اور کی نماز کا اعادہ اسوقت تک ہو جبتک صبح صادق نمودار نہوئی اور جب صبح ہو گئی تو نماز
جائز ہو جاوینگی خواہ مغرب ہو خواہ عشا اسواسطے کہ اعادہ واسطے جمع بین الصلوتین کے تھا عشا کے وقت مین سو اب باقی نرہا اور یہی مغرب و عشا
مزدلفہ مین نہ پڑھنا اسوقت تک ہو جب تک طلوع فجر کا خوف ہو اور مین سو اگر خوف ہو طلوع کا تو دونون نماز کو راہ مین پڑھے اسواسطے کہ اگر رہ دیتا
تو پہنچتا تو قضا ہو جاونگی کذا فی منح الغفار ولو صلی العشاء قبل المغرب بمزدلفہ صلے المغرب ثم اعاد العشاء فان لم یعد حتے طلع الفجر
عاد العشاء الے الجواز اور اگر عشا کی نماز اپنے وقت پر پڑھی قبل مغرب کی نماز کے مزدلفہ مین تو پھر مغرب پڑھے اور عشا کا اعادہ کرے سو اگر عشا
کا اعادہ نکیا یہانتک کہ فجر ہو گئی تو وہ عشا اب جائز ہو جاویگی چنانچہ امام اعظم کے نزدیک ایک شخص نے ظہر کی نماز ترک کی پھر اسکے بعد پانچ
وقت کی نماز پڑھی حالانکہ ظہر کی اسکو یاد ہو تو پانچون نماز مین جائز نہین پھر اگر اسنے چھٹی نماز پڑھی تو اب سب نماز مین صحیح ہو گئین کذا فی المنح عن البحر
عن الظہیریۃ وینوی المغرب اداء ولو ترک سنتہا اور مزدلفہ مین عشا کے وقت اداے مغرب کی نیت کرے نہ قضا کی اور مغرب کی سنتون کو ترک کرے بنا بر قول
صحیح کے کذا فی الطحطاوی ویحییہا فانہا اشرف من لیلۃ القدر کما افتی بہ صاحب النہر وغیرہ اور یوم النحر کی رات کو بیدار رہے اسواسطے کہ وہ رات
لیلۃ القدر سے شریف تر ہو چنانچہ صاحب نہر وغیرہ نے اسکا فتوی دیا ہو مترجم فرماتا ہو کہ یہ مضمون ہو کہ کسی نے سوال کیا کہ لیلۃ النحر لیلۃ الجمعہ سے اشرف ہو
یا نہین اور میرا میلان ناظر ایسی طرف تھا پھر مین نے جوہرہ مین دیکھا کہ لیلۃ النحر سارے سال کی راتون سے افضل ہو طحطاوی نے کہا کہ اس قدر کلام سے مقصود
ثابت نہین ہوتا بالجملہ یہ شب شرف مکانی اور زمانی کی جامع ہو تو مناسب ہو کہ نماز اور تلاوت قرآن اور تضرع مین بسر ہو اور فضیلت لیلۃ النحر کی فقط مزدلفہ
مین منحصر نہین بلکہ افضلیت اسکی اسوجہ سے ہو کہ اسکی عبادت کا ثواب لیلۃ القدر سے زیادہ ہو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وجزم شراح البخاری منہا القسطلانی بان
عشر ذی الحجۃ افضل من العشر الاخیر من رمضان اور یقین کیا ہو صحیح بخاری کے شارحون نے خصوصا قسطلانی نے اسپر کہ دس روز ذی الحجہ کے افضل ہین
رمضان کے عشرۂ اخیرہ سے صحیح بخاری وغیرہ مین عبد اللہ بن عباس سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی دن ایسا نہین جسمین
عمل صالح خدا کے نزدیک محبوب تر ہو ان دنون سے یعنے عشرۂ ذی الحجہ سے اور طبرانی مین یون ہو کہ ان دنون مین عمل کرنا خدا کے نزدیک عظیم تر اور محبوب
تر ہو سو ان دنون مین تسبیح اور تہلیل اور تحمید اور تکبیر کثرت سے کیا کرو کذا فی الترغیب والترہیب لابن حجر وصلی الفجر بغلس لاجل الوقوف اور فجر کی نماز پڑھے
اندھیرے مین یعنے بعد طلوع صبح صادق کے اول وقت نماز پڑھے واسطے وقوف مزدلفہ کے ثم وقف بمزدلفہ ووقتہ من طلوع الفجر الی طلوع الشمس ولو مار
کما فی عرفۃ لکن لو ترکہ بعذر کزحمۃ لا شئ علیہ پھر وقوف کرے مزدلفہ مین اور مزدلفہ کے ٹھہرنے کا وقت طلوع صبح صادق سے ہو طلوع آفتاب تک اگرچہ ان
گذران چلا جاوے مانند عرفات کے لیکن اگر وقوف مزدلفہ کا بسبب عذر کے ترک کرے جیسے کہ ہجوم کے سبب سے تو اسپر کوئی چیز لازم نہین ہو وکبر وہلل
ولبی وصلے علی المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ودعا اور وہان حالت وقوف مین تکبیر اور تہلیل کرے اور لبیک کہے اور مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود
پڑھتا رہے اور دعا کرے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یہی سنت ہو چنانچہ حدیث جابر مین صریح ہو اور اختیار شرح مختار مین ہو کہ یون دعا کرنا ادنیٰ ہو
مطلوب وخیر مرغوب الیہ اللہم لکل وفد جائزۃ وقری فاجعل جائزتی وقری فی ہذا المقام ان تقبل توبتی وتجاوز عن خطیئتی تجمع علی الہدی امری وتجعل الیقین
من الدنیا ہمی اللہم ارحمنی واجرنی من النار واوسع علی الرزق الحلال اللہم لا تجعلہ آخر العہد بہذا الموقف وارزقنیہ ابدا ما ابقیتنی برحمتک یا ارحم الراحمین
واذا اسفر جدا اتی منی ملبیا مہللا کذا فی البحر یعنی یسیر اسرع قدر رمیۃ حجر اذا بلغ بطن محسر اور جب خوب روز روشن ہو جاوے تو منا کی طرف
چلے تہلیل کرتا اور درود پڑھتا اور استغفار کرتا ہو حد ہو کہ جب طلوع شمس تک دو رکعت پڑھنے کی مقدار باقی رہے کذا فی المنح عن المحیط والظہیریۃ

پھر جب محسر کے اندر پہونچے تو شتاب چلے بمقدار پھینک مارنے تیر کے اسواسطے کہ وہ موقف نصاری ہے یعنے اصحاب الفیل کی ہلاکی کا مقام ہے
غضب الہی وہان نازل ہوا تھا تو وہان سے بھاگنا چاہیے اگر پیدل ہو تو خود شتابی کرے اور اگر سوار ہو تو مرکب کو تیز کرے یہی مسنون ہے
طحطاوی نے کہا کہ مسافت وادی محسر کی ۵۴۵ ہاتھ ہے اور یہ جو شارح نے سرعت کی مقدار بیان کی سو تحدید نہین بلکہ تقریب ہے ورمی جمرۃ العقبۃ من
بطن الوادی ویکرہ تنزیہا من فوق سبعا حذفا بخمستین ای برؤس الاصابع جب منا مین آوے تو جمرۃ العقبۃ کو نالے کے اندر سے سات کنکریان
انگلیون کے سرے سے مارے اور نالے کے اوپر سے مارنا مکروہ تنزیہی ہے کہ بخلاف سنت ہے جمرہ مفرد ہے اور جمع اسکی جمار ہے اور جمار چھوٹی چھوٹی پتھریون کو
کہتے ہین اور منا مین جمار ان تین مکانون کا نام ہے جنپر کنکریان اور پتھریان پھینکتے ہین ایک کو جمرہ اولی کہتے ہین جو مسجد الخیف کے پاس ہے اور دوسرا جمرہ وسطی
اور تیسرا جمرۃ العقبہ اور حذف بخاء معجمہ وذال منقوطہ ٹھیکرے وغیرہ کے پھینکنے کو کہتے ہین کلمہ کی دونون انگلیون سے کذا فی القاموس اور مغرب مین کہا حذف یہ ہے کہ
ابہام کے سرے کو سبابہ کے سرے پر رکھکر مارے اور ولوالجی نے قول ثانی کی تصحیح کی ہے اسواسطے کہ اس طریق مین شیطان کی زیادہ تر اہانت ہے اور اسطرح پھینکنا اولی
مارنا سنت کا بیان ہے ورنہ جس طرح سے ماریگا جائز ہے کذا فی المنح صحیح ابن خزیمہ مین عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب
ابراہیم خلیل اللہ مناسک کے ادا کرنے کو آئے تو شیطان سامنے آیا جمرۃ العقبۃ کے پاس حضرت خلیل نے اسکو سات کنکریان مارین یہان تک کہ زمین کے اندر دھس گیا پھر
جمرۂ ثانیہ کے پاس سامنے آیا پھر حضرتؑ نے اسکو سات کنکریان مارین یہان تک کہ وہ زمین مین گھس گیا پھر جمرۂ ثالثہ کے پاس سامنے آیا پھر حضرت نے اسکو سات کنکریان
مارین یہان تک کہ زمین کے اندر دھس گیا ابن عباس نے کہا تم شیطان کو مارتے ہو اور اپنے باپ ابراہیم کے دین پر چلتے ہو کذا فی الترغیب والترہیب لابن حجر ویکون
بینہما خمسۃ اذرع اور مارنے والے اور جمرہ مین پانچ ہاتھ کا فاصلہ ہو کذا فی الہدایہ اور بحر الرائق مین ظہیریہ سے منقول ہے کہ اتنا فاصلہ ہونا واجب ہے کذا فی
المنح ولو وقعت علی ظہر رجل او جمل ان وقعت بنفسہا بقرب الجمرۃ جاز والا لا وثلثۃ اذرع بعید وما دونہ قریب جوہرۃ اور اگر ایک شخص نے کنکری ماری اور کسی مرد
یا اونٹ کی پیٹھ پر گری تو اگر وہ خود گر پڑے جمرہ کے نزدیک تو جائز ہے اور اگر اسکے قریب نہین گری تو جائز نہین یعنی اسکو حساب مین نہ لاوے دوسری
مارے اور جمرہ سے تین ہاتھ پر گرنا بعید مین داخل ہے اور اس سے کمتر مین گرنا قریب مین داخل ہے کذا فی الجوہرۃ وکبر لکل حصاۃ ای مع کل منہا اور
اللہ اکبر کہے ہر کنکری کے ساتھ اور اختیار شرح مختار مین ہے کہ مارنے کے وقت یون کہے (بسم اللہ واللہ اکبر رغما للشیطان وحزبہ) فتح القدیر مین ہے کہ یہ
حسن بن زیاد کی روایت ہے وقطع التلبیۃ باولہا اور لبیک کہنا موقوف کرے پہلی کنکری کے ساتھ اسواسطے کہ صحیحین کی حدیث مین ثابت ہے کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ لبیک کہتے رہے یہان تک کہ جمرۃ العقبۃ کی رمی کی اور قطع تلبیہ مین مفرد اور متمتع اور قارن سب برابر ہین فلو رمی باکثر منہا ای السبع
جاز لا او رمی بالاقل فالتقیید بالسبع لمنع النقصان لا الزیادۃ سو اگر سات کنکریون سے زیادہ مارے تو جائز ہے اور اگر سات سے کم ماریگا تو جائز نہین
سات کی قید لگانا کمی کے منع کرنے کے واسطے ہے نہ زیادتی کے روکنے کو وجاز الرمی بکل ما کان من جنس الارض کالحجر والمدر والطین
والمغرۃ وکل ما یجوز التیمم بہ ولو کفا من تراب فیقوم مقام حصاۃ واحدۃ اور جائز ہے مارنا ہر ایک اس چیز سے جو زمین کی جنس سے ہے
جیسے پتھر اور ڈھیلا اور مٹی اور گیرو اور اسی طرح چونہ اور ہڑتال اور نمک سنگ اور جس چیز سے کہ تیمم کرنا درست ہے اگرچہ مٹھی بھر خاک ہو
کہ ایک کنکری کے قائم مقام ہے لا یجوز بخشب وعنبر ولولو کبار وجواہر لانہ اعزاز لا اہانۃ وقیل یجوز جائز نہین مارنا جمرات کا لکڑی اور
عنبر اور بڑے موتیون اور جواہرات سے اسواسطے کہ موتی اور جواہرات سے مارنے مین عزت دینا ہے نہ ذلیل کرنا اور حالانکہ مارنے سے یہان
شیطان رجیم کی تذلیل مقصود ہے کذا فی مناسک الطرابلسی اور قول ضعیف یہ ہے کہ جواہرات سے مارنا جائز ہے مناسک طرابلسی مین ہے کہ یاقوت
سے مارنا جائز ہے کذا فی المنح وذہب وفضۃ لانہ یسمی نثارا لا رمیا وبعر لانہ لیس من جنس الارض ومافی فروق الاشباہ من جوازہ

...واجب اور جائز نہین ان کا ہونا اور چاندی سے اسواسطے کہ سونے چاندی کے پھینکنے کو نثار کرنا کہتے ہین نہ ارنا اور مٹی کی ڈلی سے ارنا
جائز ہے نہین اسواسطے کہ وہ زمین کی جنس سے نہین اور اشباہ کے فروق کے فن مین جو مٹی کے ارنے کا جواز مذکور ہے سو وہ سبب سے
حکایت ہے کہ جیسے نہین اہانت ہے لیکن جنس زمین سے نہین ویکرہ اخذہا من عند الجمرۃ لانہا ... وورد فی الحدیث من قبلت حجتہ رفعت جمرتہ ویکرہ
ہے کنکریان لینا جمرات کے پاس سے اسواسطے کہ جو کنکریان وہان پڑی رہتی ہین وہ مردود ہین مقبول نہین اس حدیث کی دلیل سے کہ جسکا حج مقبول
ہوتا ہے اسکی کنکریان اٹھوا لی جاتی ہین تمام ہوا جو بعضے کتب اور مناسک مین مذکور ہے کہ کنکریان مزدلفہ سے لوے یا اس پہاڑ سے لوے جو مزدلفہ اور منیٰ کے
درمیان ہے سو یہ سنت نہین بلکہ بیان ہے یہ جو اٹھائے کہ جمرات کے پاس سے منع اسواسطے کہ سعید بن جبیر سے منقول ہے کہ مین نے ابن عباس سے
سوال کیا کیا سبب ہے کہ زمانہ جاہلیت اسلام کے وقت سے جمرات پر کنکریان پھینکتے ہین سو جمرات ایسے بڑے پہاڑ کیون نہ ہوگئے جو آسمان کے کنارے کو
بند کر لیتے تو ابن عباس نے جواب مین کہا کیا تجھکو معلوم نہین کہ جسکا حج مقبول ہوتا ہے اسکی کنکریان رفع ہو جاتی ہین اور جسکا حج مقبول نہین ہوتا اسکی باقی رہتی ہین
راوی کہتا ہے مین نے ابن عباس سے سنا تو اپنی کنکریون پر نشان بنایا اور جمرہ کو ہر طرف سے مارا پھر مین نے انکو تلاش کیا تو انکو نہ پایا کذا فی فتح القدیر ویکرہ
ان یلتقط حجرا واحدا فیکسرہ سبعین حجرا صغیرا ولان یرمی مجتمعۃ ... اور یہ مکروہ ہے کہ ایک پتھر کو اٹھا وے پھر اسکو توڑ کر ستر چھوٹے چھوٹے ... کرے جیسا
چنانچہ اکثر عوام کرتے ہین اور جو کنکری بالیقین معلوم ہو کہ نجس ہے اس سے مارنا بھی مکروہ ہے ... کنکری کی مقدار مین اختلاف ہے اور مختار یہ ہے کہ بقدر باقلا ہو اور اگر
بڑی یا چھوٹی سے مارے تو بھی جائز ہے اور سب جمرات کی کنکریون کا شمار ستر ہے سات جمرۃ العقبہ کے یوم النحر مین اور منا کے تین دنون مین ہر دن تینون جمرات کو
سات سات کنکریان مارتے ہین تو سب ملا کر ستر ہوئین اور بعضے علماء نے کنکریون کا دھونا مستحب کہا ہے تاکہ بالیقین طہارت معلوم ہو جائے کذا فی الاختیار ووقتہ من
الفجر الی الفجر ویسن من طلوع الشمس ... اور جمرۃ العقبہ کے رمی کا وقت دسوین تاریخ کی فجر سے ہے گیارھوین فجر تک اور مسنون وقت
طلوع آفتاب سے ہے دوپہر ڈھلنے تک اور مباح وقت ہے زوال سے غروب تک اور مکروہ وقت ہے غروب سے فجر تک اور اسیطرح قبل طلوع آفتاب دسوین تاریخ بھی مکروہ
ہے کذا فی المحیط ... ثم بعد الرمی ذبح ان شاء لانہ مفرد پھر رمی کے بعد ذبح کرے اگر چاہے اسواسطے کہ مفرد حج کرنے والے اور مسافر پر قربانی کرنا واجب نہین افضل ہے
قارن اور متمتع پر البتہ واجب ہے ثم قصر بان یأخذ من کل شعرۃ قدر الانملۃ وجوبا والتقصیر الکل مندوب والربع واجب پھر سر کے بالون کو کترے اسطرح پر کہ ہر بال سے
انگلی کے پور کے برابر لے بنا بر وجوب کے اور اسیطرح کترنا سارے سر کے بالون کا مستحب ہے اور چوتھائی سر کے بالون کو کترنا واجب ہے ... والربع
ان امکن والا سقط اور استرہ پھیرنا اسکے سر پر واجب ہے جسکے سر پر بال نہ ہون اگر ممکن ہو اور اگر سر پر زخم ہون اور استرہ نہ پھر سکے تو اس صورت مین استرہ پھیرنا ساقط
ہے ومتی تعذر احدہما لعارض تعین الآخر فلو لبدہ بصمغ بحیث تعذر التقصیر تعین الحلق اور جبکہ کترانے یا منڈانے سے ایک متعذر ہو تو دوسرا متعین ہو جاتا ہے سو اگر
بالون کو گوند سے ایسا چپکایا کہ کترنا متعذر ہوا تو منڈانا مقرر ہو گیا ایسے کترنے اور منڈانے مین اسوقت تک اختیار ہے جبتک دونون ممکن ہون اور جب ایک متعذر ہو گیا
تو دوسرے کا کرنا لازم اور متعین ہو جاویگا کذا فی النہر یہ عبارت بعضے نسخون مین نہین ہے وحلقہ الکل افضل اور منڈانا تمام سر کا افضل ہے اسواسطے کہ سنت ہے
اور چوتھائی سر کا منڈانا واجب ہے اور کترانے سے منڈانا افضل ہے اسواسطے کہ صحیحین مین ثابت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار دعا کی کہ الٰہی سر
منڈوانے والون پر رحم کر اور ہر بار اصحاب عرض کرتے تھے کہ کتروانے والون کے واسطے بھی دعا کیجیے پھر چوتھی بار فرمایا کہ الٰہی کتروانے والون پر رحم کر
ولو ازالہ بالنورۃ جاز اور اگر بالون کو چونے سے دور کرے یا اکھاڑ ڈالے تو جائز ہے اور سر منڈانے کے وقت یہ دعا مستحب ہے (الحمد للہ علی ما ہدانا وانعم علینا
اللہم ہذہ ناصیتی بیدک فتقبل منی واغفر لی ذنوبی اللہم اکتب لی بکل شعرۃ حسنۃ وامح بہا عنی سیئۃ وارفع لی بہا درجۃ اللہم اغفر لی وللمحلقین والمقصرین
یا واسع المغفرۃ آمین) اور جب سر منڈانے سے فراغت ہو تو اللہ اکبر کہے اور یہ دعا کرے (الحمد للہ الذی قضی عنا نسکنا اللہم زدنا ایمانا ویقینا

واغفرلنا ولوالدینا ولجمیع المسلمین اور مستحب ہے کہ بالون کو دفن کردے اور سر کا منڈانا اپنے داہنی طرف سے شروع کرے یہی مسنون ہے کذا فی فتح القدیر وحل
له کل شیٔ الا النساء قیل والطیب والصید اور بعد کترانے یا منڈانے کے جو چیزین کہ احرام باندھنے سے ممنوع ہوگئین تھین سو حلال ہوگئین مگر عورتین
ہنوز حلال نہین اور قول ضعیف یہ ہے کہ خوشبو اور شکار بھی ابھی حلال نہین ہم عدم حلت خوشبو خانیہ مین مذکور ہے صاحب بحر نے اسکو ضعیف کہا ہے اور
ابو اللیث فقیہ کے نزدیک شکار حلال نہین صاحب نہر نے اسکی تضعیف کی ہے امام اعظم کا مذہب مشہور یہی ہے کہ رمی محلل نہین بلکہ حلق محلل ہے طحاوی
اور دارقطنی کی اس حدیث سے (عن عائشۃ رض قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رمیتم وحلقتم وذبحتم فقد حل لکم الا النساء) یعنے رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمنے رمی اور حلق اور ذبح کیا تو ہر چیز تمکو حلال ہوگئی سوائے عورتون کے اور امام شافعی کے نزدیک رمی محلل ہے بدلیل
حدیث ابو داؤد و ابن ماجۃ کذا فی البرہان ثم طاف للزیارۃ یوما من ایام النحر الثلثۃ بیان لوقتہ الواجب پھر طواف الزیارت کرے ایام
نحر کے تین دنون مین جس دن چاہے ایام نحر مین طواف کرنا یہ طواف کے واجب وقت کا بیان ہے سبعۃ بیان للاکمل والا فالرکن اربعۃ طواف
کرے سات شوط یہ طریق اکمل کا بیان ہے ورنہ طواف مین رکن تو چار ہی شوط ہین ہم طواف الزیارۃ کو طواف النحر اور طواف الرکن اور طواف الافاضہ
بھی کہتے ہین بلا رمل ولا سعی ان کان سعی قبل ہذا الطواف والا فعلہما لان تکرارہما لم یشرع طواف الزیارۃ کرے بدون رمل اور بلا سعی کے اگر
اس طواف سے پہلے سعی کرچکا ہو اور اگر نہ کرچکا ہو تو اب دونون کو کرے اسواسطے کہ رمل اور سعی کو مکرر کرنا مشروع نہین وطواف الزیارۃ اول وقتہ
بعد طلوع الفجر یوم النحر وہو فیہ ای الطواف فی یوم النحر الاول افضل ویمتد وقتہ الی آخر العمر اور طواف الزیارۃ کا شروع وقت بعد طلوع فجر کے ہے
قربانی کے دن اور طواف کرنا قربانی کے پہلے دن مین افضل ہے اسواسطے کہ صحیح مسلم مین عبد اللہ بن عمر رض سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
یوم النحر کو طواف الافاضہ کیا پھر منا کو پلٹ گئے کذا فی البرہان اور طواف الزیارۃ کا وقت ممتد ہے آخر عمر تک یعنی تمام عمر مین جب طواف کرے گا فرض ادا ہوگا وحل
له النساء بالحلق السابق حتی لو طاف قبل الحلق لم یحل له شیٔ فلو قلم ظفرہ مثلا کان جنایۃ لانه لا یخرج من الاحرام الا بالحلق اور بعد طواف الزیارۃ کے اسپر عورتین
حلال ہونگی بسبب حلق سابق کے نہ بسبب اس طواف کے یہان تک کہ اگر طواف کرے قبل حلق کے تو کوئی چیز اسپر حلال نہوگی اور اگر اپنا ناخن مثلا کاٹے گا
تو گناہ ثابت ہوگا اسواسطے کہ احرام سے محرم نہین نکلتا بدون حلق کے ہم درحقیقت محلل حلق ہی ہے نہ طواف لیکن حلق کا عمل حلت نسا مین ظاہر نہین
ہوتا مگر بعد طواف کے جیسے طلاق رجعی کا عمل انقضائے مدت کے بعد ظاہر ہوتا ہے کذا فی المنح فان اخرہ عنہا ای ایام النحر ولیالیہا منہا کرہ تحریما ووجب
دم لترک الواجب پھر اگر طواف الزیارۃ کو ایام نحر سے تاخیر کریگا تو مکروہ تحریمی ہے اور ایام نحر کی راتین بھی دنون کے حکم مین داخل ہین اور تاخیر سے
ذبح کرنا واجب ہوگا بسبب ترک کرنے واجب کے وہذا عند الامکان فلو طہرت الحائض ان قدرت علی اربعۃ اشواط ولم تفعل لزم دم والا لا اور یہ یعنے
تاخیر سے ذبح لازم ہونا اسوقت ہے جب کہ طواف کرنا ممکن ہو بلا عذر شرعی سو اگر عورت حائضہ پاک ہوئی یوم ثالث مین قریب غروب آفتاب کے سو اگر
طواف الزیارۃ کے چار شوط پر قادر تھی اور اسنے نہ کیا تو اسپر ذبح کرنا لازم ہوگا اور اگر چار شوط کا زمانہ باقی نہین بعد طہارت کے یا مطلقا طاہر نہوئی تو اسپر
ذبح لازم نہین بسبب عدم امکان کے ثم اتی منی فیبیت بہا للرمی پھر طواف الزیارۃ کے بعد منا مین آوے اور وہین رات کو رہے رمی جمار کے واسطے یہی
سنت ہے منا کے سوا اور کہین رہنا ان دنون مین مکروہ ہے کذا فی الطحاوی وبعد زوال ثانی النحر رمی الجمار الثلث یبدأ استنانا بما یلی مسجد الخیف
اور یوم النحر کے دوسرے دن یعنے گیارھوین تاریخ دوپہر ڈھلنے کے بعد تینون جمار کی رمی کرے شروع اس جمرہ سے کرے جو مسجد الخیف کے پاس ہے یہی مسنون
ہے اور اسکو جمرۂ اولے کہتے ہین خیف بفتح اول و سکون ثانی اونچے مکان کو کہتے ہین چونکہ وہ مسجد اونچے پر ہے لہذا اسکو مسجد الخیف کہتے ہین ثم بما یلیہ
الوسطی پھر اس جمرہ کو رمی کرے جو جمرہ اولے کے قریب ہے جسکو جمرۃ الوسطی کہتے ہین جمرۃ الاولے اور جمرۃ الوسطی مین ۵ سو ہاتھ کا فرق ہے کذا فی الطحاوی

[illegible] سعولا [illegible] ترمی [illegible] سنت [illegible] اور [illegible] کے ساتھ [illegible]
[illegible] موقوف [illegible] اور [illegible] جو [illegible] کی طرف سے [illegible] کرے کذا فی البحر [illegible]
[illegible] قرب [illegible] فی [illegible] جمرۃ العقبۃ بعد تمام کل رمی کے بعد [illegible] رمی [illegible] بعد [illegible]
[illegible] رمی یوم النحر [illegible] حمد [illegible] اور تکبیر کہتے ہوے [illegible] پڑھتے ہوے بقدر پڑھنے سورۃ بقرہ کے [illegible]
[illegible] توقف کرے اور [illegible] آسان ہی کذا فی الفتح [illegible] توقف کرنا [illegible] کے بعد [illegible]
[illegible] اور جمرۃ الوسطی کے بعد [illegible] جمرۃ العقبۃ کے بعد ٹھہرنا [illegible] تینون دونون مین [illegible] کے بعد [illegible]
رمی کے بعد ٹھہرنا چاہیے اسلیے کہ [illegible] ہی [illegible] توقف مین [illegible] بیٹھے [illegible] کے بعد [illegible] دعا
[illegible] وغیرہ [illegible] اور دعا کرے اپنے واسطے اور غیرون کے واسطے دونون ہتھیلیان آسمان کی طرف اٹھا کر [illegible]
[illegible] ابو یوسف [illegible] کعبۂ معظمہ کی طرف ہتھیلیان کرے اور یہی ظاہر الروایت ہی کذا فی النہر ثم رمی غدا کذالک ثم بعدہ کذالک ان مکث وھو
احسن یعنی جمرات ثلثہ کی رمی کرے اسی طرح بارھوین تاریخ کو پھر تیرھوین تاریخ کو بھی اسی طرح سے رمی کرے اگر وہان رہے اور تیرھوین تاریخ کا رہنا سنت
مستحب ہی وان قدم الرمی فیہ ای فی الیوم الرابع علی الزوال جاز فان وقت الرمی فیہ من الفجر الی الغروب وفی الثانی والثالث من الزوال الی طلوع
ذکا ما اور اگر یوم النحر کے چوتھے دن یعنی تیرھوین تاریخ رمی کو دوپہر ڈھلنے سے مقدم کرے تو جائز ہی کراہت کے ساتھ امام اعظم رحمہ کے نزدیک اسواسطے کہ اس
دن مین رمی کا وقت فجر سے غروب تک اور دوسرے اور تیسرے دن یعنی گیارھوین اور بارھوین کو رمی کا وقت زوال آفتاب سے ہی آفتاب کے طلوع ہونے تک
لیکن زوال سے غروب تک مسنون ہی اور [illegible] مکروہ کذا فی الطحطاوی وله النفر من منی قبل طلوع فجر الرابع لا بعدہ لدخول وقت الرمی اور جائز ہی کوچ کرنا منا سے
قبل طلوع ہونے تیرھوین تاریخ کی فجر کے نہ بعد طلوع ہونے فجر کے اسواسطے کہ رمی کا وقت آگیا تو بعد فجر کے بدون رمی کے کوچ کرنا جائز نہین وجاز الرمی
راکبا ولکنہ فی الاولیین الاوسط والوسطی ماشیا افضل رمتیقیف لا فی الاخیرۃ ای العقبۃ لانہ ینصرف والراکب اقدر علیہ واطلق افضلیۃ المشی فی الظہیریۃ ورجحہ
الکمال وغیرہ اور کل رمی سوار ہوکر درست ہی لیکن جمرۃ الاوسط اور جمرۃ الوسطی مین پیدل افضل ہی اسواسطے کہ دونون کے بعد ٹھہرنا ہوتا ہی تو اگر وہان سوار ہوگا
تو ٹھہرنے والون کو تکلیف ہوگی نہ جمرہ اخیرہ مین یعنی جمرۃ العقبہ مین سوار ہوکر رمی کرنا افضل ہی اسواسطے کہ انسان اسکے پاس نہین ٹھہرتا بلکہ اسکی رمی
کرنے کے بعد پھرتا ہی اور سوار پھرنے پر زیادہ قادر ہی اور یہ تفصیل ابو یوسف رحمہ سے منقول ہی اور ظہیریہ مین افضلیت پیدل ہونے کی مطلقا بیان کی ہی
یعنے تینون مقام مین پیدل رمی کرنا افضل ہی اور کمال الدین وغیرہ نے اسی قول کو ترجیح دی ہی اس دلیل سے کہ پیدل رمی کرنا تواضع اور خشوع سے
قریب تر ہی علی الخصوص اس زمانہ مین کہ اکثر مسلمان پیدل ہوتے ہین جمار ثلثہ کے رمی مین تو سوار ہونے مین انکو تکلیف رسانی ہی اور رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے جو سوار ہوکر رمی کی تھی تو تعلیم کے واسطے تھی تاکہ لوگ رمی کرنے کا طریقہ سیکھین اور اقتدا کرین چنانچہ حضرت کا طواف کرنا بھی
سوار ہوکر کذا فی الفتح ولو قدم ثقلہ ای متاعہ وخدمہ الی مکۃ واقام بمنی او ذہب لعرفۃ کرہ ان لم یامن لا ان امن وکذا یکرہ للمصلی جعل نحو نعلہ
خلفہ لشغل قلبہ اور اگر اپنے اسباب اور خادمون کو مکہ کی طرف آگے روانہ کیا اور خود منا مین رہا یا مکہ مین اسباب چھوڑ کر عرفات کو گیا تو مکروہ ہی اگر
اطمینان نہو اسباب کی حفاظت پر اور اگر اسباب محفوظ رکھا ہو کچھ تردد نہو تو منا سے مکہ مین اسباب کا روانہ کرنا یا عرفات کو جاتے مکہ مین چھوڑنا مکروہ نہین ہی
اسی طرح نماز پڑھنے والے کو اپنے اسباب کو پیچھے رکھنا مکروہ ہی بسبب تعلق خاطر کے کذا فی الفتح عن الجوہرۃ یعنے عبادت مین تسکین خاطر چاہیے ایسا کام نکرے جس سے
دل کو کھٹکا رہے کہ پھر عبادت کا لطف نہین رہتا واذا نفر الحاج الی مکۃ نزل ندبا ولو ساعۃ بالمحصب بضم ففتحتین لا الظہ ولیست المقبرۃ منہ جب جاوے منا سے

مکہ کی طرف چلے تو مسنون یہ ہے کہ اول محصب مین اُترے اگرچہ ایک ہی ساعت وہان ٹھہرے محصب بضم اول و فتح ثانی و ثالث و تشدید اُس مکان کا نام ہے جو مکہ اور منا کے درمیان مین ہے اُسمین پتھریان کثرت سے مین اُسکو ابطح و بطحا اور حصا لجی کہتے ہین اور مکہ کا قبرستان جسکا حجون نام ہے محصب مین داخل نہین ہم محصب مین اوترنا سنت ہے ادنے رتبہ یہ ہے کہ ساعت بھر ٹھہرے اور اعلے رتبہ یہ ہے کہ ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء مین پڑھے اور رات ایک نیند لیکر مکہ معظمہ مین آوے کذا فی الفتح والمنح صحیح بخاری مین انس رضہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر اور مغرب اور عشا پڑھی اور محصب مین ایک نیند لی پھر سوار ہو کر بیت اللہ کا طواف کیا امام شافعی رحہ نے کہا کہ نزول محصب کا اتفاقی تھا سنت مؤکدہ نہین اور امام اعظم رحہ کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے اسواسطے کہ نزول قصدی تھا نہ اتفاقی اسلیے کہ صحیح بخاری اور مسلم مین ابو ہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ جب ہم منا مین تھے تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کل ہم بنی کنانہ کی خیف مین اوترینگے یعنے محصب مین کذا فی البرہان ثم اذا اراد السفر طاف للصدر ای للوداع سبعۃ اشواط بلا رمل وسعی وہو واجب الا علی اہل مکۃ ومن فی حکمہ فلا یجب بل یندب کمن مکث بعدہ پھر جب مکہ معظمہ سے سفر کا ارادہ کرے تو طواف الصدر یعنی طواف الوداع یعنی پھرنے اور رخصت ہونے کا طواف کرے سات شوط بدون رمل اور بدون سعی کے اور یہ طواف الوداع واجب ہے مگر اہل مکہ پر اور جو اہل مکہ کے برابر ہین حکم مین یعنی مواقیت کے اندر والے لوگ سو اُنپر طواف الوداع واجب نہین بلکہ مستحب ہے چنانچہ اُس مسافر آفاقی پر مستحب ہے جو حج کے بعد وہان رہگیا امام مالک کے نزدیک طواف الوداع سنت ہے مثل طواف القدوم کے اور ہماری دلیل صحیحین کی حدیث ہے ابن عباس نے کہا کہ لوگون کو حکم ہوا کہ اپنے آخر حال مین بیت اللہ کا طواف کرین اور مسلم مین یون ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی کوچ نکرے بدون طواف کے کذا فی البرہان ثم النیۃ للطواف شرط فلو طاف ہاربا او طالبا لم یجز پھر دریافت کرنا چاہیے کہ طواف کے واسطے نیت شرط ہے سو اگر کوئی شخص بدون نیت طواف کے بیت اللہ کے گرد گھومے کسی شخص سے بھاگ کر یا کسی کے پکڑنے کو تو جائز نہو گا لکن یکفی اصلہا فلو طاف بعد ارادۃ السفر ونوی التطوع اجزاہ عن الصدر کما لو طاف بنیۃ التطوع فی ایام النحر وقع عن الفرض لیکن طواف مین اصل نیت کفایت کرتی ہے یعنی طواف کی نیت مین وصف فرضیت اور وجوب ضرور نہین سو اگر ایک شخص نے طواف کیا بعد ارادہ سفر کے اور نیت کی نفل طواف کی تو طواف الوداع ادا ہو جائیگا چنانچہ اگر طواف کیا نفل کی نیت سے ایام نحر مین تو طواف فرض ادا ہو جاویگا یعنی طواف الزیارۃ ثم بعد رکعتیہ شرب من ماء زمزم پھر طواف الوداع کے دوگانہ نماز کے بعد زمزم کا پانی پیے دارقطنی نے حدیث مرفوع روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمزم کا پانی جس نیت سے پیے حاصل ہو اگر تو نے شفا کی نیت سے پیا تو اللہ تجکو شفا دیگا اور اگر تو نے آسودگی کے واسطے پیا تو اللہ تجکو آسودہ کریگا اور اگر قطع تشنگی کے واسطے پیا تو حق تعالی تسکین دیگا اور یہ زمزم جبرئیل علیہ السلام کا نکالا ہوا ہے اسمعیل علیہ السلام کے پینے کے واسطے کذا فی البرہان اور طریقہ زمزم کے پانی پینے کا بحر الرائق مین یون ہے کہ زمزم کے پاس آوے اور خود پانی نکالے اور رو بقبلہ کھڑے ہو کر خوب پیٹ بھر تین بار مین پیے اور ہر بار آنکھ اُٹھا کر بیت اللہ کی طرف دیکھتا جاوے اور منہ اور سر اور بدن کو اُسکا پانی چپڑے اور اگر ممکن ہو تو ایک ڈول اپنے اوپر ڈالے عمق زمزم کا ۶۹ ہاتھ ہے اور اوپر کا عرض چار ہاتھ ہے کذا فی حاشیۃ الطحاوی اور حاکم نے مستدرک مین روایت کی کہ عبد اللہ بن عباس رضہ زمزم کا پانی پیکر یہ دعا کرتے تھے (اللہم انی اسالک علما نافعا ورزقا واسعا وشفاء من کل داء) کذا فی فتح القدیر وقبل العتبۃ تعظیما للکعبۃ ووضع صدرہ ووجہہ علی الملتزم وتشبث بالاستار ساعۃ کالمستشفع بہا اور بیت اللہ کے آستانہ فیض آشیانہ کو چومے کعبہ مقدسہ کی تعظیم کے واسطے اور اپنا سینہ اور منہ ملتزم پر رکھے اور بیت اللہ کے غلاف کو ایک ساعت پکڑے رہے بطور درخواست کنندہ شفاعت کے کعبہ معظمہ سے اسواسطے کہ جو کسی انسان کیطرف ملتجی ہوتا ہے تو اُسکا کپڑا پکڑتا ہے ملتزم اُس مکان کا نام ہے جو حجر اسود اور دروازہ بیت اللہ کے درمیان مین ہے چار ہاتھ کی اُسکی مسافت ہے جب ملتزم کو لپٹے تو داہنا ہاتھ آستانہ کعبہ پر رکھکر کہے (السائل ببابک یسئلک من فضلک ومغفرتک ویرجو رحمتک) اور ایک ساعت لپٹا رہے روتا ہوا کذا فی حاشیۃ الطحاوی ولو لم ینلہا وضع یدیہ علی راسہ مبسوطتین علی الجدار قائمتین والتصق بالجدار ودعا مجتہدا ویبکی او یتباکی اور اگر غلاف کعبہ کو نپاوے تو دونون ہاتھ اپنے سر پہ کھڑے کرکے دیوار پر

... دوسرے او دعا پڑھے وہان ہوریع کعبہ سے چمٹا رہے اور خوب کوشش کرے دعا کرے اور روئے یا رونے کی صورت بنا وے ... نیت کر [illegible]
... اور نکلنے کی نماز [illegible] تکبیر و تہلیل و تحمید کرے اور درود پڑھے اور دعا کرے اور ... حجر اسود کا استلام کرے اور لوٹ آئے ...
ادرمیت ... قلت حتی تخرج من المسجد وبصرہ ملاحظ البیت اور پیچھے اُلٹے پاؤن ہو کر ... [illegible]
... مسجد الحرام سے باہر نکلے ... وقت ... ومن الشمر فیہ آیات بینات مقام ابراہیم
ومن وذلک ... الذی ... ولا تجعلہ آخر العہد من بیتک الحرام وارزقنی العود
الیہ ... کذا فی الاختیار شرح المختار ولیسقط طواف القدوم عمن وقف بعرفۃ ساعۃ عرفیۃ وہو ما یسیر
من الزمن وہو المحمل عند الاطلاق ... قبل دخول مکۃ والاشیٔ علیہ بترکہ اور ساقط ہو طواف القدوم اُس شخص سے جسنے عرفات میں وقوف
کیا ایک ساعت قبل آنے مکہ کے اور کوئی چیز اسپر لازم نہین طواف القدوم کے ترک کیوجہ سے ساعت سے مراد عرفی ساعت ہے یعنے تھوڑا زمانہ اور
یہی ساعت عرفی مراد ہوتی ہے فقہا کے کلام میں نہ ساعت نجومی ومن وقف بعرفۃ ساعۃ من زوال یومہا الی طلوع فجر یوم النحر
او اجتاز مسرعا او نائما او مغمی علیہ کذا لو اہل عنہ رفیقہ وکذا غیر رفیقہ فتح بہ ای بالحج مع احرامہ عن نفسہ ناویا ... والی بافعال الحج جاز ...
جو ٹھہرا عرفات میں یوم عرفہ کی دوپہر ڈھلنے سے یوم نحر کے طلوع فجر تک یا وہان ہو کر نکل گیا جلدی یا ٹھہرا سونے کی حالت میں یا بیہوشی کے حال میں اور اسی طرح اگر
بیہوش کی طرف سے اُسکے رفیق یا غیر رفیق نے کذا فی الفتح حج کا نام لیکر لبیک کو بلند کرکے کہا بشرطیکہ اسکے احرام باندھ چکنے کے یعنی ایک شخص نے اپنا احرام باندھا
پھر بدون لبیک کہنے کے وہ بیہوش ہوگیا اور کسی شخص نے اُسکی طرف سے لبیک کہا حج کا نام لیکر پھر جب ... بیہوش ہوش میں آیا اور اُسنے
حج کے افعال ادا کیے تو اُسکا حج جائز ہوگیا اسواسطے ظاہر ہوگیا کہ اُسکی عاجزی فقط احرام میں تھی تو نیابت صحیح ہوگی اور صاحبین کے نزدیک بدون اسکے امر کے نیابت
صحیح نہین کذا فی الطحطاوی ولو بقی الاغماء بعد احرامہ ... المناسک ... احرم عنہ ... مباشر ... اور اگر بیہوشی باقی رہی ایام حج کے آخر تک تو اگر بعد احرام
باندھنے کے بیہوشی ہوئی تو اُسکو گھمانا چاہیے مکانات حج میں یعنی عرفات اور مزدلفہ اور منا اور مکہ میں اسواسطے کہ وہ نیت حج کی کر چکا ہے تو تمام افعال حج کا اہل
فاعل ٹھہر گیا اور اگر احرام کے وقت بیہوش تھا اور اُسکے رفیقوں نے اُسکی طرف سے احرام کی نیت کی تو رفیقوں کی مباشرت افعال حج کافی ہے بیہوش کا مناسک حج میں لیجانا
ضرور نہین ولم ار الوجن فاحرم ... المناسک وکلام الفتح یفید الجواز شارح کہتا ہے میں نے نہین دیکھا کسی کتاب فقہ میں حکم اُس شخص کا جو قبل احرام باندھنے
کے مجنون ہوگیا پھر رفیقوں نے اُسکی طرف سے احرام باندھا اور اُسکو مناسک حج میں گھمایا اور کلام فتح القدیر یہ اسکا مفید ہے کہ ایسے شخص کا حج بھی جائز ہوا اسواسطے کہ بیہوش
اور مجنون قصد حج اور زوال عقل میں برابر ہے تو شارح نے سمجھا کہ یہ حج جائز ہے اسواسطے کہ فتح القدیر میں مسئلہ بیہوش کا مذکور ہے نہ مجنون کا اوجہل انہا عرفۃ
صح حجہ لان الشرط الکینونۃ لا النیۃ یا ایک شخص عرفات میں ٹھہرا اور یہ نجانا کہ عرفات یہی ہے تو حج اُسکا صحیح ہے اسواسطے کہ وقوف عرفات کی شرط ہے وہان کا ہونا نیت
وقوف کی کرنا شرط نہین سو وہان کا ہونا چلنے والے اور سونے والے اور بیہوش اور جاہل پر صادق ہے ومن لم یقف فیہا فات حجہ لحدیث الحج عرفۃ اور جو شخص عرفات
میں نہ ٹھہرا اُسکا حج فوت ہوا اس حدیث کی دلیل سے کہ حج عرفات کے وقوف کا نام ہے قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الحج عرفۃ فمن وقف بعرفۃ ساعۃ
من لیل او نہار فقد تم حجہ یعنے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج عرفات ہے جو شخص کہ عرفات میں ایک ساعت ٹھہرا رات کو یا دن کو تو اُسکا حج پورا ہوا اس
حدیث کو ابوداؤد وغیرہ نے روایت بالمعنی کیا ہے اور ترمذی نے اسکو صحیح کہا ہے کذا فی العینی شرح الکنز فطاف وسعی وتحلل ای بافعال العمرۃ وقضی ولو حجہ
نذرا او تطوعا من قابل ولا دم علیہ جسکا حج بعد احرام کے فوت ہوا وہ طواف اور سعی کرے اور احرام توڑ دے یعنی عمرہ کے افعال کرے اور اپنے حج کو
سال آیندہ میں قضا کرے اگرچہ نذر کا حج ہو یا نفل کا اور اس فوت ہونے سے اسپر ذبح کرنا واجب نہین والمرأۃ فیما مر کالرجل ... م الخطاب ... [illegible]

دلیل الخصوص اور عورت مرد کے مانند ہی احکام حج مین جو مذکور ہو چکے بسبب عموم خطاب کے یعنے عورت اور مرد کو بسبب مکلف ہونے کے حکم شرع برابر ہی جب تک کہ دلیل خصوصیت کی نہ ثابت ہو چنانچہ جہاد اور جمعہ مین عورتین مردون کے شامل نہین لکنہا تکشف وجہہا لا راسہا ولو سدلت شیئا علیہ وجافتہ عنہ جاز بل یندب لیکن عورت بعد احرام کے اپنا چہرہ کھولے رہے اسواسطے کہ عورت کا احرام اُسکے چہرہ مین ہی نہ اُسکے سر مین تو سر کو نہ کھولے اور اگر چہرہ کے اوپر کوئی چیز ڈالے اور چہرہ سے اُسکو جدا رکھے تو جائز ہی بلکہ مستحب ہی کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ کشف واجب سے مراد یہ ہی کہ کوئی چیز چہرہ سے نہ لگی رہے اور ابر تنخ ثانا کرہ ہی کہ وہ چہرہ کو لگا رہتا ہی معمول ہی کہ ایک چیز مانند قبہ اکڑیون سے بناتے ہین عورت اُسکو اپنے چہرہ پر رکھتی ہی اور کپڑا اُسپر ڈال لیتی ہی تو چہرہ بھی نظر نہین آتا اور کپڑا بھی چہرہ کو نہین لگتا کذا فی المنح سنن ابو داود اور ابن ماجہ مین عائشہ صدیقہ رض سے مروی ہی کہ شتر سوار ہمارے سامنے گذرتے تھے اور ہم رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محرم تھے جب سوار ہمارے برابر آتے تھے تو ہم چادر اپنے چہرے پر سر پر سے ڈال لیتے تھے پھر جب وہ ہمسے آگے نکل جاتے تھے تو ہم چہرہ کھول دیتے تھے کذا فی البرہان ولا تلبی جہرا بل تسمع نفسہا دفعا للفتنۃ وما قیل انہ عورۃ ضعیف اور عورت پکار کے لبیک نہ کہے دفع فساد کے واسطے بلکہ اس طرح کہے کہ آپ سنے اور جو بعضون نے کہا ہی کہ عورت کی آواز عورت ہی یعنے چھپانے کی چیز ہی سو قول ضعیف ہی ولا ترمل ولا تضطبع ولا تسعی بین المیلین ولا تحلق بل تقصر من ربع شعرہا کما مر اور عورت طواف مین رمل نہ کرے اور چادر سے داہنا ہاتھ باہر نہ نکالے جیسا مرد نکالتا ہی اور دونون میلون کے درمیان جھپٹ کر نہ چلے اور سر نہ منڈادے اسواسطے کہ عورت کو سر منڈانا ایسا ہی جیسا مرد کو ڈاڑھی منڈانا بلکہ چوتھائی سر کے بال پورکی برابر کترا دے چنانچہ اسکا ذکر مفصل ہو چکا وتلبس المخیط والخفین والحلی اور سیا کپڑا اور موزے اور زیور پہنے بشرطیکہ کپڑا ورس اور زعفران سے رنگین ہو اور ریشمی کپڑا بھی عورت کو احرام مین پہننا درست ہی کذا فی الطحطاوی ولا تقرب الحجر فی الزحام لمنعہا من مماسۃ الرجال اور حجر اسود کے قریب نہ جاوے ہجوم کے وقت اسواسطے کہ عورت کو مردون سے بدن ملانا ممنوع ہی والخنثی المشکل کالمراۃ فیہا ذکر احتیاطا اور خنثی مشکل عورت کے مانند ہی جمیع امور مذکورہ مین بنا بر احتیاط کے وحیضہا لا یمنع نسکا الا الطواف اور عورت کا حیض حج کی کسی عبادت کا مانع نہین سواے طواف کے اسواسطے کہ طواف مسجد الحرام مین ہوتا ہی اور حائضہ کو مسجد مین جانا جائز نہین ولا شیء علیہا بتاخیرہ اذا لم تطہر الا بعد ایام النحر فلو طہرت فیہا بقدر اکثر الطواف لزمہا الدم بتاخیرہ لباب اور عورت پر کوئی چیز لازم نہین نہ صدقہ نہ ذبح کرنا طواف کی تاخیر سے جبکہ وہ حیض سے پاک نہوے مگر ایام نحر کے بعد سو اگر وہ ایام نحر مین بقدر اکثر طواف کے پاک ہو لی اور طواف کیا تو اسپر ذبح کرنا لازم ہوگا بسبب تاخیر طواف کے کذا فی لباب المناسک وہو بعد حصول رکنیہ یسقط طواف الصدر ومثلہ النفاس اور حیض دو رکن کے بعد یعنی وقوف عرفات اور طواف الزیارۃ کے بعد طواف الوداع کو ساقط کر دیتا ہی اسواسطے کہ واجبات عذر سے ساقط ہو جاتے ہین کذا فی الطحطاوی اور نفاس حیض کے مانند ہی جمیع احکام مذکورہ مین والبدن جمع بدنۃ من ابل وبقر اور بدنہ لغت اور شرع مین اونٹ کو بھی کہتے ہین اور گاے کو بھی کہتے ہین تو جسپر شرع مین بدنہ واجب ہوا اور وہ گاے ذبح کرے تو واجب ادا ہو جاویگا اور امام شافعی رح گاے کو بدنہ نہین کہتے والہدی منہما ومن الغنم کما سیجی اور ہدی اونٹ اور گاے کی ہوتی ہی اور بھیڑ بکری کی بھی ہوتی ہی چنانچہ اُسکا ذکر آگے آویگا ہدی وہ جانور ہی جو مکہ معظمہ مین جا کر ذبح ہو

باب القران

یہ باب ہی قران کے احکام مین قران کے معنی لغوی اور شرعی عنقریب مذکور ہونگے ہو افضل لحدیث اتانی آت من ربی وانا بالعقیق فقال یا آل محمد اہلوا بحجۃ وعمرۃ معا ولانہ اشق امام اور صاحبین کے نزدیک قران افضل ہی تمتع اور افراد اور عمرہ سے اس حدیث کی دلیل سے کہ میرے پاس ایک آنے والا میرے رب کے پاس سے آیا اور مین عقیق مین تھا سو اُسنے کہا کہ اے آل محمد تم حج اور عمرہ کا ساتھ ہی احرام باندھو اور اسواسطے کہ قران زیادہ مشقت والا ہی تمتع وغیرہ سے ثم لفظ وانا بالعقیق اور معا حدیث مین داخل نہین طحطاوی بسنے ام سلمہ رض سے یون روایت کی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اہلوا یا آل محمد بعمرۃ فی حجۃ یعنی مین نے سنا آنحضرت

باب القران

صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے اے آل محمد احرام باندھو حج میں عمرہ کو یعنی دونوں کا ایک ساتھ احرام کرو اور صحیح بخاری میں عمر فاروق سے یہ روایت ہے
کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اتانی اللیلۃ آت من ربی فقال صل فی ہذا الوادی المبارک وقل عمرۃ فی حجۃ اور صحیحین میں انس سے روایت ہے کہ سنا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لبیک بالحج والعمرۃ فرماتے تھے لبیک بحجۃ وعمرۃ کذا فی البرہان عقیق ایک جگہ کا نام ہے مدینہ کے پاس والصواب ان یقال ان السلام احرم بالحج
ثم ادخل علیہ العمرۃ لبیان الجواز فصار قارنا اور قول مختار یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اول احرام حج کا کیا پھر عمرہ کو حج میں داخل کر دیا اسلئے بیان
جواز کے قران ہوگیا ایام کفار عرب عمرہ کرنے کو موسم حج میں برا گناہ جانتے تھے لہذا نبی علیہ السلام مامور ہوئے کہ حج کے ساتھ عمرہ بھی ادا کریں تاکہ کفار کا
باطل ہو جاوے مجد الدین فیروزآبادی نے اس مقام کو سفر السعادت میں خوب محقق بیان کیا ہے تنا صہ اسکا یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام میں جو حدیثیں
احادیث صحیحین میں ہیں انمیں سے زیادہ یہی ہیں صحیح ہے کہ احرام حج اور عمرے کا معاً تھا یعنی قران تھا اور اکثر احادیث میں یوں ہے کہ فقط حج کا احرام تھا اور بعض
احادیث میں تمتع بھی ثابت ہے تو ان احادیث مختلفہ کا طریق توفیق یہ ہے کہ اول فقط حج کا احرام باندھا تھا بعد اسکے عمرے کو بھی اس میں داخل کر دیا تو قران ہو گیا
اور تمتع سے تمتع اصطلاحی مراد نہیں بلکہ تمتع لغوی مراد ہے یعنی فائدہ دینا اسواسطے کہ قران کی اسقدر کی شک نہیں کہ ایک احرام میں دو عبادتیں ادا ہو گئیں حج بھی اور
عمرہ بھی اور اصحاب نبی رضی اللہ عنہم تین قسم تھے بعض قارن تھے اور بعضوں نے فقط احرام حج کا کیا تھا لیکن انکے ساتھ ہدی تھی تو یہ دونوں قسم کے لوگ اپنے احرام پر رہے
تاوقت یوم النحر تک اور بعضوں نے فقط حج کا احرام باندھا تھا لیکن انکے ساتھ ہدی نہ تھی انکو حکم ہوا کہ حج کو عمرہ کر ڈالیں یعنی عمرہ کر کے احرام اتار دیں پھر پاک ہوکے حج کے واسطے دوسرا
احرام باندھیں فسخ کرنا حج کو عمرے سے انکو کرنے میں ثم التمتع ثم الافراد پھر قران کے بعد تمتع افضل ہے پھر افراد کہ اس سے عمرے سے افضل ہے والقران نعتاً جمع بین النیتین
وشرعاً ان یہل ای یرفع صوتہ بالتلبیۃ بحجۃ وعمرۃ معاً حقیقۃ او حکماً بان یحرم بالعمرۃ اولاً ثم بالحج قبل ان یطوف اربعۃ اشواط او عکسہ بان یہل احرام العمرۃ
علی الحج قبل ان یطوف للقدوم وان اساء وبعدہ وان لزمہ دم اور قران لغت عرب میں دو چیز ملانے کو کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں قران یہ ہے کہ محرم
لبیک پکارے کہ بلفظ حج اور عمرہ ساتھی حقیقی معیت ہو اس طرح کہ دونوں کے احرام کا زمانہ ایک ہی ہو جیسے یوں کہے لبیک بحجۃ وعمرۃ یا حکمی معیت ہو
اس طرح کہ اول عمرے کا احرام کرے بعد اسکے حج کا احرام کرے عمرے کے چار شوط طواف کرنے سے پہلے یا اسکے بالعکس کرے اس طرح کہ عمرے کا احرام
حج کے احرام پر داخل کرے طواف القدوم کرنے سے پہلے اگرچہ اسنے برا کیا کہ حج کا احرام عمرہ پر مقدم کیا یا بعد طواف القدوم کے احرام عمرے کا حج پر
داخل کیا اگرچہ اس صورت میں ذبح کرنا اسپر لازم ہوگا بسبب مخالفت سنت کے اور اگر عمرے کے چار شوط کے بعد حج کا احرام کریگا تو تمتع ہو جاویگا قران نہ باقی
رہیگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی من المیقات اذ القارن لا یکون الا آفاقیا او قبلہ فی اشہر الحج او قبلہا حج اور عمرے کا معاً احرام کرے میقات سے
اسواسطے کہ قارن نہیں ہوتا مگر آفاقی نہ مکی یا قبل میقات کے حج کے مہینوں میں دونوں کا احرام باندھے یا حج کے مہینوں سے پہلے احرام کرے اگرچہ احرام
قبل شہر حج کے مکروہ ہے ویقول اما بالنصب والمراد بہ النیۃ او مستانف والمراد بیان السنۃ اذ النیۃ بقلبہ تکفی کالصلوۃ عقیب بعد الصلوۃ اللہم انی
ارید الحج والعمرۃ فیسرہما لی وتقبلہما منی اور قران کرنے والا احرام کی نماز کے بعد یہ دعا کرے اللہم سے آخر تک یعنی خداوندا میں حج اور عمرے کا ارادہ
کرتا ہوں سو انکو میرے آسان کر دے اور انکو قبول کر میری طرف سے شارح کہتا ہے لفظ یقول یا متن کے کلام میں یا تو منصوب ہے یہل پر عطف ہوکر اس صورت میں
تعریف قران کا تتمہ ہوگا اور قول سے نیت مراد ہوگی یا لفظ یقول کا مرفوع ہے اور جدا کلام ہے اور زبان سے قران کا اظہار کرنا اس سے مقصود بیان سنت ہے
نہ فرض اسواسطے کہ نیت دل سے کرنا کافی ہے مانند نماز کے کذا فی المجتبیٰ ویستحب تقدیم العمرۃ فی الذکر لتقدمہا فی الفعل اور مستحب ہے عمرے کا اول لفظ ذکر میں سبب
مقدم ہونے عمرے کے فعل میں یعنے قران میں اول عمرہ ادا کرتے ہیں پھر حج تو اسی طرح مناسب ہے کہ ذکر میں بھی عمرے کو حج پر مقدم کریں صاحب کنز اور
صاحب مجمع نے بخلاف استحباب عمرے کو حج پر مقدم ذکر کیا اور اکثر متون میں حج مقدم ہے وطاف للعمرۃ اولاً وجوباً حتی لو نوی الحج لا یقع الا لہا اور قران کرنے والا

پہلے عمرے کا طواف کرے یہان تک کہ اگر حج کی نیت سے طواف کریگا تو وہ طواف فقط عمرے کا ہوگا اور اسکی نیت لغو ہوجاویگی لیکن اس نیت سے ذبح کرنا لازم ہوگا
اسواسطے کہ تقدیم اور تاخیر مناسک کی ذبح کو واجب نہین کرتی کذا فی الطحطاوی سبعۃ اشواط یرمل فی الثلثۃ الاول ویسعی بلا حلق عمرے کا طواف سات
شوط کرے اور پہلے تین شوطون مین رمل کرے اور صفا مروہ کے درمیان سعی کرے بدون سر منڈانے کے فلو حلق لم یحل من عمرتہ ولزمہ دمان سو اگر قارن نے
بعد عمرے کے سر منڈایا تو اسکے عمرے کا احرام نہ ٹوٹیگا اسواسطے کہ قارن کے عمرے کا احرام یوم النحر کو ٹوٹتا ہے اور اسپر دو جانور ذبح کرنا لازم ہوگا اسواسطے کہ دو
احرام مین بسبب حلق کے بے ادبی ہوئی کذا فی المنح والطحطاوی ثم یحج کما مر فیطوف للقدوم ویسعی بعدہ ان شاء پھر حج کرے چنانچہ تفصیل حج کی مذکور ہوچکی
تو طواف القدوم کرے اور اسکے بعد سعی کرے اگر چاہے اور چاہے تو طواف الافاضۃ کے بعد سعی کرے اور یہی افضل ہے چنانچہ مذکور ہوچکا فان اتی بطوافین
متوالیین ثم سعیین لہما جاز واساء ولا دم علیہ سو عمرہ اور حج کے واسطے اگر دو طواف متصل کیے یعنی چودہ شوط بلا فاصلہ کیے پھر دو بار سعی کی یعنی ہر سعی مین سات
شوط کیے تو جائز ہے اور اسنے برا کیا کہ طواف القدوم کو عمرے کی سعی پر مقدم کیا لیکن اسپر اس تقدیم اور تاخیر سے ذبح کرنا واجب نہین وذبح للقران وہو دم
شکر فیاکل منہ بعد رمی یوم النحر لوجوب الترتیب اور بعد رمی یوم النحر کے یعنے جمرۃ العقبہ کے رمی کے بعد بکری یا گائے کو ذبح کرے بسبب قران کرنے کے اور
یہ قربانی ادائے شکر کی ہے کہ ایک احرام مین دو عبادتین ادا ہوئین تو قارن اس قربانی سے کھا دے ماتن نے قربانی کو بعد رمی کے ذکر کیا اسواسطے کہ
ذبح کرنا قبل رمی کے جائز نہین بسبب وجوب ترتیب کے تم قرآن مجید مین ارشاد ہوا فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج فما استیسر من الہدی فمن لم یجد فصیام ثلثۃ
ایام فی الحج وسبعۃ اذا رجعتم تلک عشرۃ کاملۃ یعنے جو فائدہ لے عمرے سے حج تک سو جو ہدی میسر آوے یعنی ذبح کرے اور جو نپاوے تو تین روزے رکھے
حج مین اور سات جبکہ تم رجوع کرو یہ پورے دس روزے ہین تمتع سے مراد تمتع عرفی ہے جو قران کو بھی شامل ہے تو قارن پر ذبح کرنا اور در صورت عدم قدرت
دس روزے رکھنا اس آیت سے واجب ہوا وان عجز صام ثلثۃ ایام ولو متفرقۃ اخرہا یوم عرفۃ ندبا رجاء القدرۃ علی الاصل اور اگر قربانی کرنے سے
عاجز ہو بسبب محتاجی کے تو تین روزے رکھے اگرچہ متفرق کرکے رکھے بعد احرام کے مگر تیسرا روزہ عرفہ کے دن رکھنا مستحب ہے بامید قادر ہونے کے اصل پر یعنی شاید
عرفہ کے دن تک قربانی خرید کرنے کا مقدور ہو جاوے وسبعۃ بعد تمام ایام حجۃ فرضا او واجبا وہو مضی ایام التشریق ابن شاء لکن ایام التشریق لا تجزیہ بقولہ تعالی
وسبعۃ اذا رجعتم ای فرغتم من افعال الحج فمن من وطنہ منی واتخذہا موطنا اور سات روزے بعد تمام ہونے حج کے رکھے خواہ فرض حج ہو خواہ واجب اور تمامی حج کی
بعد گذرنے ایام تشریق کے ہے اور یہ سات روزے جہان چاہے رکھے خواہ منا مین خواہ مکہ مین خواہ اپنے وطن مین لیکن ایام تشریق کا روزہ کفایت نہین کرتا
اسواسطے کہ حق تعالے نے فرمایا کہ صوم سات دن کا عیکو تم رجوع کرو یعنے جبکہ تم افعال حج سے فراغت پاؤ تو فراغت پانا عام ہے اسکو بھی شامل ہے جسکا منا
وطن ہے یا جسنے منا کو بعد حج کے وطن ٹھہرایا یا جسکا کہین وطن مقرر نہین خلاصہ یہ کہ رجوع اس آیت مین بمعنی فراغ ہے مجازا اس علاقہ سے کہ فراغ سبب ہے رجوع
کرنے کا طرف وطن کے اور امام شافعی نے رجوع کو حقیقی معنی پر رکھا لہذا انکے نزدیک مکہ مین سات روزے رکھنا جائز نہین کذا فی المنح فان فاتت الثلثۃ تعین
الدم سو اگر تین روزے فوت ہوے یعنے ایام حج مین یوم النحر تک نرکھے تو اب ذبح کرنا لازم ہوگیا اسواسطے کہ روزے عوض قربانی کے قران مین مخصوص بوقت
حج تھے سو وہ وقت جاتا رہا اب روزہ رکھنا کافی نہین اور اصل قربانی بھی اب وہی متعین ہوگئی فلو لم یقدر تحلل وعلیہ دمان سو اگر بعد فوت ہونے صوم کے قربانی پر قادر
نہو تو احرام اتارے اور اسپر دو قربانیان واجب ہین ایک قران کی اور دوسری احرام اتارنے کی کذا فی الطحطاوی ولو قدر علیہ فی ایام النحر قبل الحلق بطل صومہ اور اگر
قارن قادر ہوا قربانی پر ایام نحر مین قبل حلق کے تو اسکا صوم باطل ہوگا اسواسطے کہ تین دن کا صوم در صورت عدم قدرت تھا سو قدرت حاصل ہوئی تو قربانی
اسپر لازم ہوگئی اور اگر بعد حلق کے قادر ہوا تو صوم صحیح ہے اب قربانی اسپر واجب نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر فان وقف القارن بعرفۃ قبل اکثر طواف العمرۃ بطلت
عمرتہ سو اگر قارن نے عرفات مین وقوف کیا طواف عمرے کے چار شوط کرنے سے پہلے تو عمرہ اسکا باطل ہوگیا اسواسطے کہ اب ادا کرنا عمرے کا متعذر ہے کیونکہ

الفوات فیہ بوجہ سے فوات اس کا بلا فوات شئی ہے اور وقوف عرفات کی نیت سے معلوم ہوا کہ پہلے ہی توجہ عرفات سے عمرہ باطل نہیں ہوتا قول صحیح میں کذا فی النہر
اتی باربعۃ اشواط وہو بقصد القدوم او التطوع لم یبطل وتمہا یوم النحر والاصل ان الماتی بہ من جنس ما ہو فیہ یقع عن وقت لیستطیع تصرف صاحبہ سو
قبل وقوف عرفات کے طواف کے چار شوط ہے اگرچہ طواف القدوم یا طواف نفل کے قصد سے ہے تو عمرہ قارن کا باطل ہوگا اور عمرے کو پورا کرے
یوم النحر میں یعنی باقی تین شوط اور سعی کرے اور اصل اس مسئلہ کی یہ ہے کہ جو چیز لائی جاوے ہم جنس اسکی جس سے مکلف مشغول اور شاغل ہو وہ اس سے تعیین کیا
کر سکے لائق ہو سکے تو وہ چیز اسی امر کی طرف پھیر دی جاویگی جسکا وہ شاغل ہے جو ہم جنس مشغول کے فعل سے یہاں چار شوط مراد ہیں جو قبل وقوف عرفات کے
ادا کئے ہوئے لہذا قارن کی عمرہ میں بسبب مجانست اور صلاحیت وقت کے شمار ہوگئی وقضیت بشروعہ فیہا اور جو عمرہ کہ باطل ہو گیا قضا کیا جاوے بسبب
شروع کے سواسطے کہ شروع لازم کر دیتا ہے عبادت کو مانند نذر کے ووجب دم الرفض للعمرۃ اور واجب ہوگا ذبح کرنا بسبب چھوڑنے عمرے کے
وسقط دم القران لانہ لم یوفق للنسکین اور قران کا ذبح ساقط ہو جاویگا اسواسطے کہ وہ عبادتوں کے جمع کرنے سے فائز نہیں ہوا

باب التمتع

ہو لغۃ من التمتع او المتعۃ یہ باب ہے تمتع کے احکام میں تمتع باعتبار لغت یا متاع سے ہے یا متعہ سے اور وہ بمعنی نفع لینے کے ہے یا نفع پہونچانے کے و شرعاً
الفعل العمرۃ او اکثر اشواطہا فی اشہر الحج اور اصطلاح شرع میں تمتع یہ ہے کہ عمرہ کیا جاوے یا عمرے کے اکثر شوط یعنی چار شوط کئے جاویں حج کے مہینوں میں
سو اگر قبل اشہر حج کے طواف کریگا تو تمتع نہ ثابت ہوگا فلو طاف الاقل فی رمضان مثلاً ثم طاف الباقی فی شوال ثم حج من عامہ کان متمتعاً فتح قال المصنف فلتغیر
النسخ الی ہذا التعریف سو اگر عمرے کا اقل طواف کیا مثلاً رمضان میں یعنی قبل اشہر حج کے پھر باقی اکثر طواف شوال میں کیا پھر اسی سال حج کیا تو یہ شخص
متمتع ہوگا کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ اکثر طواف اشہر حج میں ہوا مصنف نے کہا تو تعریف کتب فقہ کو اس تعریف کی طرف بدلنا چاہیے ہم مصنف نے اپنی شرح
منح الغفار میں تصریح کی ہے کہ ہدایہ اور وقایہ اور درر اور مجمع سے معلوم ہوتا ہے کہ تمتع میں احرام عمرے کا اشہر حج میں کرنا مشروط ہے حالانکہ فتح القدیر میں صحیح ہے کہ
اشہر حج کا احرام شرط نہیں اور اختیار شرح مختار میں صریحاً موجود ہے کہ اگر قبل اشہر حج کے احرام کیا اور عمرہ اشہر حج میں ادا کیا تو تمتع ثابت ہوا لہذا واجب کرنے اشہر حج
احرام کی قید نہیں لگائی تو اب یہ متنع ہوا کہ تمتع اس سے عبارت ہے کہ عمرہ یا اکثر طواف اشہر حج میں واقع ہو خواہ قبل اشہر حج کے احرام کیا ہو یا بیچ اشہر حج میں لہذا
ہمنے بھی تعریف اختیار کی ولیطوف ولیسعی کما مر اور طواف اور سعی کرنا چنانچہ مذکور ہو چکا ہم طحطاوی نے کہا کہ اس عبارت کی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ عمرہ طواف
اور سعی سے عبارت ہے پھر جب عمرہ تمتع کی تعریف میں مذکور ہو چکا تو اسکی کیا حاجت ہے ویحلق او یقصر ان شاء اور سر کے بال منڈاوے یا کترواوے اگر چاہے ہم منڈانا یا کترانا
تمتع میں شرط نہیں متمتع کو اختیار ہے چاہے محرم بنا رہے چاہے سر منڈاوے اور مصنف نے حلق کو اسواسطے ذکر کیا تا معلوم ہو جاوے کہ عمرہ تمام ہو گیا کذا فی النہر ویقطع
التلبیۃ فی اول طوافہ للعمرۃ واقام بمکۃ حلالاً اور لبیک کہنا قطع کرے عمرے کے اول طواف میں اور بدون احرام کے مکہ میں رہے ہم متمتع کو مکہ کا رہنا لازم نہیں
خواہ کہیں رہے خواہ داخل مواقیت خواہ خارج مواقیت ثم یحرم بالحج فی سفر واحد حقیقۃ او حکماً بان لم یلم باہلہ المامًا صحیحًا پھر حج کا احرام کرے ایک ہی سفر میں
وحدت سفر کی حقیقی ہو یا حکمی وحدت حقیقی یہ ہے کہ عمرہ کرکے اصلاً اپنے گھر کو نہ آوے اور وحدت حکمی یہ ہے کہ اپنے اہل میں آوے الما‌م غیر صحیح کہ الما‌م غیر صحیح اسکو کہتے ہیں
کہ مکہ کی طرف پھر جانے کا ارادہ لگا ہو یا ہدی لیجا کر یا قبل حلق کے وطن میں آیا ہو اسواسطے کہ جو ہدی لیجاتا ہے وہ احرام نہیں اتار سکتا ذی الحج کی آٹھوین تاریخ
سے پہلے اور جو بدون حلق کے آیا اسکو حرم میں پھر جانا حلق کے واسطے واجب ہے امام اعظم اور محمد کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک حرم میں جانا مستحب ہے اور الما‌م صحیح
یہ ہے کہ حرم میں سر منڈا کر اپنے گھر کو آوے اور ہدی نہ لیگیا ہو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی یوم الترویۃ وقبلہ افضل و حج کا لمفرد لکنہ یرمل فی طواف الزیارۃ ویسعی
بعدہ ان لم یکن قدمہا بعدہ لاحرام و ذبح کالقارن حج کا احرام باندھے ذی الحجہ کی آٹھوین تاریخ مکہ سے اور مسجد الحرام سے احرام باندھنا اور آٹھوین

تاریخ کے پہلے احرام باندھنا افضل اور بہتر ہے اور حج کو ادا کرے مانند تنہا حج کرنے والے کے لیکن متمتع طواف الزیارۃ میں رمل کرے اور صفا مروہ کی سعی طواف
الزیارۃ کے بعد کرے اگر احرام حج کے بعد پہلے سعی نکر چکا ہو اور ذبح کرے متمتع مثل قارن کے یعنی جیسے قارن پر ذبح واجب ہے ویسے ہی متمتع پر بھی واجب ہے ولم
تنب الاضحیۃ عنہ اور قربانی اس ذبح کے قائم مقام نہیں ہو سکتی اسواسطے کہ مسافر پر قربانی واجب نہیں اور یہ ذبح واجب ہے فان عجز عنہ صام کالقران پھر اگر
متمتع عاجز ہو ذبح کرنے سے بسبب محتاجی کے تو قران کی طرح روزے رکھے یعنے تین روزے ایام حج میں اور سات بعد فراغت کے وجاز صوم الثلثۃ بعد
احرامہا ای العمرۃ لکن فی اشہر الحج لا قبلہ ای الاحرام وتاخیرہ افضل رجاء وجود الہدی کما مر اور جائز ہے تین روزے رکھنا عمرے کے احرام کے بعد لیکن حج کے
مہینوں میں اور قبل احرام کے تین روزے رکھنا جائز نہیں اور تاخیر کرنا صوم میں عرفہ کے دن تک افضل ہے ہدی کے پاجانے کی امید پر چنانچہ قران میں گذرا وان
اراد المتمتع السوق للہدی وہو افضل احرم ثم ساق ہدیہ معہ اور اگر متمتع ارادہ کرے ہدی کے ہانک لیجانے کا اور یہ افضل ہے اس تمتع سے جسمیں ہدی ساتھ نہو
اسواسطے کہ سنت نبوی کے موافق ہے تو پہلے احرام باندھے یعنی احرام کی نیت سے لبیک کہے پھر ہدی کو ہانک لیجلے اپنے ساتھ اور بدون لبیک کہنے کے فقط ہدی کے
ہانکنے سے بھی احرام جائز ہے لیکن افضل نہیں وہو اولی من قودہ الا اذا کانت لا تنساق فیقودہا اور ہدی کا ہانک لیجلنا بہتر ہے اسکے کھینچ لیجلنے سے مگر جبکہ ہانکنا
مشکل ہو جانور کی تکلیف سے یا اسکی وحشت سے تو کھینچ لیجاوے وقلد بدنتہ وہو اولی من التجلیل اور پٹا گلے میں ڈالے اپنے اونٹ یا گائے کے اور
پٹا ڈالنا افضل ہے جھول ڈالنے سے اسواسطے کہ جھول کبھی آرائش کے واسطے بھی ہوتی ہے بخلاف تقلید کے کہ وہ ہدی ہی کے واسطے مخصوص ہے تقلید یہ کہ جانور کے
گلے میں پٹا ڈالے یا جوتی اسمیں باندھے یا ٹکڑا چمڑے کا یا کھجور کی چھال تا معلوم ہو کہ یہ جانور سواری کا نہیں بلکہ حرم کو جاتا ہے وکرہ الاشعار وہو شق سنامہا
من الایسر او الایمن لان کل واحد لا یحسنہ اما من احسنہ بان قطع الجلد فلا باس بہ اور اشعار مکروہ ہے اشعار یہ ہے کہ اونٹ کے کوہان کو بائیں یا داہنے
طرف سے چیرے اشعار اسواسطے مکروہ ہے کہ ہر شخص اسکو خوب نہیں کر جانتا گوشت اور ہڈی تک صدمہ پہونچتا ہے سو جو شخص کہ اشعار خوب کرے یعنی فقط کھال کو
کاٹ دے نہ گوشت اور ہڈی کو تو کچھ مضائقہ نہیں بلکہ ایسا اشعار مستحب ہے کذا فی الطحطاوی ہم بحث احرام میں مفصل مذکور ہو چکا کہ امام اعظم رح کے نزدیک اپنے اہل زمانہ کا
اشعار مکروہ تھا جو بہت زخم کر دیتے تھے اور یہ نہیں کہ مطلقاً اشعار مکروہ ہے واعتمر ولا یتحلل منہا حتے ینحر ثم احرم للحج کما مر فیمن لم یسق اور عمرہ ادا کرے اور عمرہ
کرنے سے احرام نہ اتارے اسواسطے کہ ہدی کا ہانکنا مانع ہے احرام اتارنے سے نحر تک پھر آٹھویں تاریخ حج کا احرام کرے چنانچہ مذکور ہو چکا اس متمتع کے بیان میں
جسنے ہدی کو نہیں ہانکا وحلق یوم النحر واذا حلق حل من احرامیہ علی الظاہر اور سر منڈاوے یوم النحر میں اور جبکہ اسنے سر منڈالیا تو حلال ہو گیا اپنے دونوں
احراموں سے یعنی حج اور عمرے کے دونوں احرام حلق کے بعد موقوف ہوے بنا بر ظاہر کلام علما کے تو معلوم ہوا کہ عمرے کا احرام بعد وقوف عرفات باقی تھا منڈانے تک
والمکی ومن فی حکمہ یفرد فقط اور مکہ کا رہنے والا اور جو اسکے حکم میں ہے یعنی جو مواقیت کے اندر رہتا ہے وہ نرا حج کرے فقط یعنی قران اور تمتع نکرے اسواسطے کہ
حق تعالی نے فرمایا (ذلک لمن لم یکن اہلہ حاضری المسجد الحرام) یعنے وہ تمتع اس شخص کے واسطے ہے جسکے اہل وعیال مسجد الحرام میں حاضر نہیں ولو قرن او تمتع جاز واساء
وعلیہ دم جبر ولا یجزیہ الصوم لو معسرا اور مکی نے اگر قران یا تمتع کیا تو جائز ہے اور اسنے برا کیا اور اسپر بعوض اس قصور کے ذبح کرنا واجب ہے اور اسکو روزے
رکھنا واجب نہوگا اگر وہ محتاجی سے ذبح نکر سکے م ماتن نے اپنی شرح میں کہا کہ کتب فقہ میں جو یہ مذکور ہے کہ مکی قران اور تمتع نکرے تو نفی سے مراد حلت کی
نفی ہے نہ صحت کی نفی ومن اعتمر بلا سوق ہدی ثم بعد عمرتہ عاد الی بلدہ وحلق فقد الم المامًا صحیحًا فبطل تمتعہ اور جس متمتع نے عمرہ کیا بدون ہدی کے
ہانکنے کے پھر بعد عمرے کے پھر گیا اپنے شہر کو اور سر منڈایا تو اسنے المام صحیح کیا تمتع اسکا باطل ہو گیا ومع سوقہ تمتع کالقارن اور اگر متمتع
ہدی لیگیا اور عمرہ کر کے اپنے گھر چلا آیا تو وہ تمتع کرے یعنی تمتع کرنے میں اسکو اختیار ہے اور اگر بعد اس عمرے کے اس سال حج نہ کرے تو اسپر
کچھ مواخذہ نہیں اسواسطے کہ حج ہنوز شروع نہیں کیا اور چونکہ ہدی کے سبب سے المام صحیح نہیں تو تمتع اسکا باطل نہیں مانند قارن کے

یعنے جیسے قارن کے واسطے قربانی افضل نہین ہے کذا فی الخلاصة ومن طاف لها اقل من اربعة قبل اشهر الحج واتمها فيها اي في الاشهر فقد تمتع وان طاف اربعة قبلها لا اعتبارا للاكثر اور اگر عمرے کے واسطے چار شوط سے کم طواف کیا حج کے مہینون سے پہلے اور طواف کو باقی چار شوطون سے پورا کرلیا حج کے مہینون مین تو اُسنے تمتع کیا اسواسطے کہ اکثر طواف اشہر حج مین واقع ہوا اور اگر چار شوط طواف کیا قبل اشہر حج کے اور تین شوط اشہر حج مین کیے تو تمتع صحیح نہین بنابر اعتبار اکثر کے کوفی اذا اتی بعمرة فيها اي الاشهر وسكن بمكة او داخل المواقيت او البصرة او غيرها وحج من عامه متمتع لبقاء سفره کوفی یعنی اہل کوفہ نے اشہر حج مین عمرہ کرکے احرام اتارا اور مکہ مین رہا مراد یہ کہ داخل مواقیت رہا یا بصرہ مین رہا بصرہ سے مراد یہ کہ اپنے شہر کے سوا کہین رہا اور اسی سال اُسنے حج کیا تو یہ شخص متمتع ہے اسواسطے کہ اسکا سفر باقی ہے ولو افسدها ورجع من البصرة الى مكة وقضاها وحج لا يكون متمتعا لانه كالمكي اور اگر اشہر حج مین عمرے کو فاسد کرڈالا بسبب جماع کے یا پھر آیا بصرہ سے مکہ کی طرف اور قضا کیا عمرے کو اور حج کیا تو تمتع نہوگا تمتع کیا امام نے اسواسطے کہ کوفی بسبب فساد عمرے کے مانند مکی کے ہوگیا یعنے اُسکو مکہ مین رہنا واجب ہوگیا عمرہ قضا کرنے کے واسطے پھر جب وہ اہل مکہ مین ملکیا تو تمتع نہوا اسواسطے کہ عمرہ اُسکا مکی ہوگا نہ آفاقی کذا فی الطحاوی الا اذا الم باهله ثم رجع واتى بهما لانه سفر آخر لانشاء کون العمرة قضاء عما افسده مگر جبکہ بعد فاسد کرڈالنے عمرے کے اپنے شہر آیا پھر مکہ کیطرف لوٹا یعنی احرام باندھکر پھر آیا اور عمرے اور حج کو عمل مین لایا تو البتہ متمتع ہوگا اسواسطے کہ جب اپنے وطن مین پہنچا تو سفر اول ہوچکا پھر جب دوبارہ مکہ مین آیا تو یہ دوسرا سفر ہوا تو اب عمرہ اسکا آفاقی ہوگا اور حج مکی اور یہ امر تمتع کو مضر نہین کہ یہ عمرہ قضا ہے اُس عمرے کی جسکو فاسد کرچکا و ای اینما افسده اتم بلا دم للتمتع بل للفساد اور دو عبادتون مین سے جس عبادت کو تمتع فاسد کرے خواہ عمرے کو خواہ حج کو تو اُسکو تمام کرے اسواسطے کہ احرام سے نکلنا بدون افعال مقصودہ کے نہین ہوسکتا اور تمتع کا ذبح کرنا اُسپر واجب نہین اسواسطے کہ دونون عبادتون کے ادا کرنے سے سفر واحد مین تمتع نہین ہوا بلکہ فاسد کرنے سے ذبح کرنا اُسپر البتہ لازم ہوگا کذا فی النہایۃ

باب الجنایات

الجناية هنا ما يكون حرمته بسبب الاحرام او الحرم یہ باب ہے جنایات حج کا جنایات جمع ہے جنایت کی اور جنایت لغت مین عبارت ہے احداث امر سے اور اصطلاح شرع مین جنایت ہر اُس فعل کا نام ہے اور یہان یعنی کتاب الحج مین جنایت اُس فعل کو کہتے ہین جسکی حرمت ثابت ہو بسبب احرام باندھنے کے یا حرم مین داخل ہونے کے وقد یجب بها دم او صوم او صدقة فصلها بقوله اور جنایت سے کبھی دم یعنی خون واجب ہوتے ہین یا ایک خون یا صوم یا صدقہ سو ان امور کی تفصیل کی ہے ماتن نے اپنے آیندہ قول سے الواجب دم على محرم بالغ فلا شيء على الصبي خلافا للشافعي ولو ناسيا او جاهلا او مكرها فيجب على النائم خلافا له خون واجب ہے محرم بالغ پر تو صغیر محرم پر واجب نہین بخلاف امام شافعی کے اگرچہ محرم بھولکر جنایت کرے یا جاہل ہو یا اُسکی بے اختیاری مین جنایت ہوئی ہو تو خون واجب ہوگا اُس سونے والے پر جسکا سر کسی انسان نے منڈا دیا اور عدم اختیار مین گناہ ساقط ہے نہ جزا کذا فی المنح ان طيب عضوا كاملا ولو فما بالكل طيب كثيرا او ما بلغ عضوا لو جمع یعنے ذبح کرنا واجب ہے اگر محرم نے خوشبودار چیز لگائی کسی پورے عضو مین جیسے سر اور پنڈلی اور ران مین اگرچہ منہ خوشبودار ہوگیا ہو بسبب خوشبودار چیز کھانے سے یا اندک اندک متفرق خوشبو لگائی جو مقدار کہ اگر سب کو جمع کیجئے تو بقدر ایک عضو کے ہو جاوے والبدن كله كعضو واحد ان اتحد المجلس والا فلكل طيب كفارة اور تمام بدن ایک عضو کے برابر ہے اگر مجلس متحد ہوا ورنہ تو ہر خوشبو کا کفارہ جدا ہے یعنے اگر ایک مجلس مین خوشبو لگائی تو ایک ہی کفارہ لازم ہے اور اگر چند مجالس مین خوشبو لگائی تو ہر بار خوشبو لگانے کا جدا کفارہ ہے کذا فی النہر ولو ذبح ولم يزل لزمه دم آخر لتركه اور اگر خوشبو لگا کر جانور کو ذبح کیا اور خوشبو کو بدن سے نہ چھڑایا تو دوسرا جانور ذبح کرنا اُسپر لازم ہوا بسبب باقی رکھنے خوشبو کے واما الثوب المطيب اكثره فيشترط للزوم الدم دوام لبسه يوما اور جو کپڑا کہ اکثر خوشبودار ہو تو خون کے واجب ہونے مین یہ شرط ہے کہ دن بھر اُسکو پہنے رہے او خضب راسه بحناء رقيق اما التلبيد ففيه دمان یا محرم نے اپنے سر یا داڑھی مین پتلی مہندی کا خضاب لگایا اور اگر گاڑھی مہندی کو سر پر لگا دیا تو اُسمین دو خون واجب ہونگے ایک خوشبو لگانے کا اور دوسرا سر ڈھکنے کا بشرطیکہ ایک دن یا ایک رات مہندی لگی رہے یا تمام سر کو مہندی سے تھپے

کذا فی الطحطاوی عن البحر بیہقی مین حدیث مرفوع ہی کہ الحنا طیب یعنی مہندی خوشبو ہی چونکہ مہندی کا خوشبودار ہونا خوب ظاہر نہ تھا لہذا بعد ذکر مطلق خوشبو کے اسکو بھی
ذکر کردیا کذا فی النہر او ادہن بزیت او حل بفتح المہملۃ الشیرج ولو کانا خالصین لانہما اصل الطیب بخلاف بقیۃ الادہان یا روغن زیتون یا میٹھا تیل
بدن مین ملا اگرچہ دونون خالص ہون خوشبو سے اسواسطے کہ دونون تیل اصل ہین خوشبو کی امام اعظم رح کے نزدیک اس راہ سے کہ خوشبودار پھول مثل گلاب
اور بیلا اور چمیلی کے انہین ڈالے جاتے ہین تو دونون خوب خوشبودار ہوجاتے ہین بخلاف اور تیلون کے کہ انکے لگانے سے ذبح کرنا لازم نہین ہوتا حل
بفتح حاے مہملہ وتشدید لام میٹھا تیل ہی یعنی تلون کا تیل جسکو عرب شیرج اور وہن السمسم بھی کہتے ہین اور صاحبین کے نزدیک روغن زیتون اور میٹھے تیل کے لگانے
مین صدقہ واجب ہی نہ ذبح اور خوشبودار تیل مین بالاتفاق ذبح واجب ہی فلو اکلہ او استعطہ او داوی بہ جراحۃ او شقوق رجلیہ او قطر فی اذنیہ لا یجب
دم ولا صدقۃ اتفاقا تو اگر محرم نے روغن زیتون یا میٹھے تیل کو کھایا یا ناک مین ڈالا یا اس سے زخم کی دوا کی یا دونون پانون کی بوائی مین لگایا یا اپنے
دونون کانون مین ٹپکایا تو اسپر نہ ذبح کرنا واجب ہی نہ صدقہ بخلاف المسک والعنبر والغالیۃ والکافور ونحوہا مما ہو طیب بنفسہ فانہ یلزمہ الجزاء
بالاستعمال ولو علی وجہ التداوی بخلاف مشک اور عنبر اور غالیہ اور کافور اور اسیطرح کی چیزون کے جنمین ذاتی خوشبو ہی اسواسطے کہ انکے استعمال سے جزا لازم
آتی ہی اگرچہ بطریق دوا انکو استعمال کرے لیکن محرم کو انکی جزا مین اختیار ہی چاہے ذبح کرے چاہے روزہ رکھے چاہے کھانا کھلاوے کذا فی الطحطاوی ولو جعلہ فی الطعام
قد طبخ فلا شیء فیہ وان لم یطبخ وکان مغلوبا کرہ اکلہ کشم طیب وتفاح اور اگر مشک وغیرہ کو کھانے مین ڈالکر پکایا تو محرم پر اسمین کوئی چیز لازم نہین خواہ کھانے
مین خوشبو باقی رہے یا نرہے اور اگر خوشبو کو نہ پکایا بلکہ کھانے مین اوپر سے ڈالا اور خوشبودار مغلوب ہی یعنی کھانے سے کمتر ہی تو اسکا کھانا مکروہ ہی
اگر خوشبو معلوم ہوتی ہو جیسے خوشبو اور سیب کا سونگھنا مکروہ ہی جس خوشبودار چیز کا کھانا معمول جیسے گرم مصالح مانند لونگ اور الایچی اور دارچینی کے جبکہ وہ
کھانے مین مخلوط ہوجاوے تو اسکو کھانا جائز ہی کذا فی منح الغفار او لبس مخیطا لبسا معتادا فلو اتزر بہ او وضعہ علی کتفیہ لا شیء علیہ یا محرم نے سیا کپڑا پہنا
اس طرح پر جس طرح پہننے کی عادت ہی تو اگر مثلا قمیص یا قبا کو خلاف عادت بطور تہ بند کے باندھا یا پاجامہ اپنے دونون مونڈھون پر رکھا تو کوئی چیز اسپر واجب
نہین نہ ذبح نہ صدقہ او ستر رأسہ بمعتاد ولو بحمل اجانۃ او عدل فلا شیء علیہ یا اپنا سر چھپایا معمولی لباس سے جیسے ٹوپی یا پگڑی سے اور اگر سر چھپایا
تغار یا گٹھری اٹھانے سے تو کوئی جزا اسپر واجب نہین یوما کاملا او لیلۃ کاملۃ وفی الاقل صدقۃ پورا دن یا پوری رات سیا کپڑا پہنے رہا یا سر چھپائے رہا تو ذبح
کرنا اسپر واجب ہی اور اس سے کم مین یعنی دو تین پہر کے پہننے مین یا ساعت بھر مین صدقہ واجب ہی نہ ذبح والزائد علی الیوم کالیوم وان تدعہ لیلا واعادہ
نہارا او لو جمیع ما یلبس اور ایکدن سے زیادہ پہننا دن کی برابر ہی یعنی جیسے ایکدن کے لباس مین ذبح واجب ہی ویسے دس دن مین اگرچہ محرم رات مین لباس کو
اتار ڈالتا ہو اور دن مین پھر اسکو پہنتا ہو اگرچہ تمام پوشاک اسنے پہنی ہو یعنے ٹوپی اور قبا اور پاجامہ بہرصورت ایک ہی خون واجب ہی ما لم یعزم علی الترک للبسہ
عند النزع فان عزم علیہ ای الترک ثم لبس تعدد الجزاء کفر للاول اولا ایک روز اور چند روز کا لباس اسوقت تک برابر ہی جب تک محرم نے لباس
اتارنے کے وقت ترک لباس کا ارادہ نہین کیا سو اگر اتارنے کے وقت ترک لباس پر عزم کر چکا اور پھر اسنے سیا کپڑا پہنا تو اب جزا متعدد ہوگی یعنی جو بار ترک کا
ارادہ کریگا اتنی بار ذبح کرنا اسپر واجب ہوگا خواہ اول قصور کا اسنے کفارہ دیا ہو یا نہ دیا ہو وکذا یتعدد الجزاء لو لبس یوما فاراق دما للبسہ ثم دام علی
لبسہ یوما آخر فعلیہ الجزاء ایضا لانہ محظور فکان لدوامہ حکم الابتداء اور اسیطرح متعدد ہوگی جزا اگر اسنے سیا کپڑا ایکدن پہنا سو اسنے پہننے کی جزا مین ذبح
کیا پھر اسکو ایکدن اور پہنے رہا تو دوسری جزا بھی اسپر واجب ہوگی اسواسطے کہ لباس محرم کو ممنوع ہی تو دوام لباس کو بعد ذبح کرنے کے حکم ابتداے لباس کا ہوا
یعنی جیسے ابتداے لباس مین جزا واجب ہوئی تھی ویسی ہی بعد ذبح کے دوام لباس سے دوسری جزا واجب ہوئی ودوام اللبس بعد ما احرم وہو لابسہ کانشائہ بعدہ
ولو کرہا او نائما اور قائم رکھنا اس لباس کا جسکو احرام کے وقت پہنے ہوے تھا ایسا ہی گویا اسنے بعد احرام کے اسکو پہنا تو اگر مثلا اس قمیص کو

ہو جائے تو چوتھائی تک ... [illegible] ... اگر پیٹھ یا سینہ یا کسی شے پر ... [illegible] ... ہوگا
... [illegible] ... تو اسپر ... [illegible] ... اسکی صحت ہوگی
بعد اسکے ... [illegible] ... کذا فی فتح القدیر ... [illegible] ...
... [illegible] ... اگر محرم ... [illegible] ... ثابت ہو ... [illegible] ...
تو اسپر خون واجب ہوگا ... [illegible] ... کذا فی الطحطاوی والتقیید بزوال الشعر
کا اعتبار ہے اور اگر محرم کو یقین ہو گیا کہ اسکی ... [illegible] ... ایک دن یا دو دن تو وہ کفارہ دے اور اگر ... حالت میں تنگ ہو
تو اسپر ایک ... [illegible] ... کذا فی ... تمام سر ... [illegible] ... کفارہ دینا ... [illegible] ...
... [illegible] ... محرم کے دونوں کان اور داڑھی کے ڈھکنے میں اور ناک پر بدون کپڑے کے ہاتھ رکھنے میں ... [illegible] ...
نہ ڈالے ... ربع ... [illegible] ... چوتھائی سر یا چوتھائی داڑھی کو مونڈے یعنی بال دور کرے کسی طرح خواہ مونڈ کر یا اکھاڑ کر یا نورہ لگا کر اور
حلق محاجمہ ... والا فصدقۃ کذا فی الجوہرۃ النیرۃ یا محرم اپنے سر کے پیچھے اس جگہ کو مونڈے جہاں پچھنے لگاتے ہیں امام کی مراد یہ ہے کہ اگر مونڈے
اور پچھنے بھی لگاوے تب اسپر ذبح کرنا لازم ہوگا اور اگر دونوں فعل جمع نہ کرے یعنی فقط مونڈے بدون پچھنوں کے یا پچھنے لگاوے بدون مونڈنے
کے تو اسپر صدقہ لازم ہوگا نہ ذبح یہ شرح بحر الرائق میں منقول از فتح القدیر ہے اسواسطے کہ اسقدر حلق جو تمام سر سے قلیل ہے تو ذبح کرنے کو
نہ واجب کریگا کذا فی الفتح او حلق احد ابطیہ او عانتہ او رقبتہ کلہا او قص اظفار یدیہ او رجلیہ او الکل فی مجلس واحد فلو تعدد المجلس تعدد الدم
الا اذا اتحد المحل کحلق الابطین فی مجلسین ... یا محرم نے اپنی ایک بغل ساری مونڈی یا تمام موئے زیر ناف مونڈے یا سب گردن کے بال مونڈے یا اپنے
دونوں ہاتھوں کے ناخن یا دونوں پاؤں کے ناخن کاٹے یا دونوں ہاتھ اور پاؤں کے ساتھ ہی ناخن کاٹے ایک مجلس میں یہ سب کیا تو اس میں
ایک ہی خون واجب ہوگا اور اگر مجلس متعدد ہوگی تو خون بھی متعدد ہونگے یعنی ایک مجلس میں ایک ہاتھ کے ناخن کاٹے اور دوسری مجلس میں دوسرے
ہاتھ کے اور تیسری مجلس میں ایک پاؤں کے اور چوتھی مجلس میں دوسرے پاؤں کے تو چار بکریاں ذبح کرنا واجب ہوگا بسبب تعدد مجالس کے مگر جب محل متحد ہو تو تعدد
مجالس سے تعدد خون کا نہ ہوگا چنانچہ محرم نے اپنی ایک بغل کو دو مجلس میں مونڈا یا اپنے سر کو چار مجلس میں مونڈا تو ایک ہی بکری ذبح کرنا واجب ہوگی اسواسطے کہ محل جنایت
متحد ہوا اگرچہ مجالس متعدد ہوئے کذا فی الطحطاوی او یدا او رجلا لان الربع کالکل یا محرم نے ایک ہاتھ کے ناخن یا ایک پاؤں کے ناخن کاٹے تو ایک بکری ذبح کرنا لازم ہوگا
اسواسطے کہ چوتھائی کل کی برابر ہے یعنی کل دو ہاتھ اور دو پاؤں میں ذبح واجب تھا تو ایک ہاتھ یا ایک پاؤں میں بھی ذبح واجب ہوگا اسواسطے کہ ایک ہاتھ چوتھائی ہے کل کا
اور چوتھائی کل کے قائم مقام ہوتی ہے جیسا کہ حلق سر میں معلوم ہو چکا کذا فی الدر او طاف للقدوم لوجوبہ بالشروع او للصدر جنبا او حائضا یا محرم نے طواف القدوم یا
طواف الصدر کو جنابت یا حیض کی حالت میں کیا بسبب واجب ہو جانے طواف القدوم کے شروع کرنے سے یعنی ہر چند طواف القدوم سنت ہے اور طواف الصدر واجب ہے
لیکن جب طواف القدوم کو شروع کیا تو اب اسکا ادا کرنا واجب ہو گیا تو وجوب ذبح میں دونوں طواف برابر ہوگئے او للفرض محدثا یا ادا کیا طواف فرض یعنی طواف الزیارۃ
کو بے وضو کیا تو ذبح کرنا بکری کا واجب ہے اور اگر کپڑے پر نجاست ہوگی درم سے زیادہ حالت طواف میں تو ذبح یا صدقہ واجب نہیں لیکن بسبب داخل نجاست کے مسجد حرام
میں مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی ولو جنبا فبدنۃ ان لم یعدہ اور اگر جنابت میں طواف الزیارۃ کیا تو اونٹ یا گائے کا ذبح کرنا واجب ہے بشرطیکہ طواف کو دوبارہ نہیں کیا اور
اگر طواف القدوم اور طواف الصدر اور طواف الزیارۃ کو بعد غسل و وضو کے اعادہ کیا تو اب کوئی چیز اسپر واجب نہیں ذبح نہ صدقہ کذا فی الطحطاوی والفتح وجوبا فی الجنابۃ و
ندبا فی الحدث ... والمعتبر الاول ... والثانی جابر لہ فلا تجب اعادۃ ... اور قول اصح یہ ہے کہ طواف کا اعادہ واجب ہے اگر جنابت میں کیا ہو اور مستحب ہے اعادہ اگر بے وضو

کیا ہوا اور یہ قول صحیح ہے کہ درصورت اعادہ معتبر پہلا ہی طواف ہے اور دوسرا طواف پہلے طواف کے نقصان کا دور کرنے والا تو جب پہلا طواف معتبر ٹھہرا اور صفا و مروہ کی
سعی کا اعادہ کرنا طواف ثانی میں واجب نہیں کذا فی الجوہرۃ وفی الفتح لو طاف للعمرۃ جنبا او محدثا فعلیہ دم وکذا لو ترک من طوافہا شوطا لانہ لا مدخل للصدقۃ فی العمرۃ او فتح القدیر میں ہے
کہ اگر جنابت یا وضو نہونے میں عمرے کا طواف کیا تو اُسپر خون واجب ہے اور اسی طرح خون واجب ہے اگر عمرے کے طواف سے ایک شوط کو ترک کیا اسواسطے کہ عمرے کی جنایات
مین صدقہ کو دخل نہین او افاض من عرفۃ ولو بند بعیرہ قبل الامام والغروب یا محرم چلا آیا عرفات سے امام کے آنے سے پہلے اور قبل غروب آفتاب کے
اگرچہ وہان سے آنا اُسکے اونٹ کے بھاگنے سے ہو یعنے وجوب ذبح مین اختیاری آنا اور بے اختیاری دونون برابر ہین ویسقط الدم بالعود ولو بعدہ فی الاصح
غایۃ اور قول صحیح مین ساقط ہوتا ہے خون عرفات مین پھر جانے سے اگرچہ بعد غروب کے وہان پھر گیا ہو کذا فی الغایۃ او ترک اقل من سبع الفرض یعنی ولم یطف
غیرہ حتی لو طاف للصدر انتقل الی الفرض ما یکملہ ثم ان بقی اقل الصدر فصدقۃ والا فدم یا طواف فرض کے سات شوطون مین سے مکتر کو ترک کیا یعنے
طواف الزیارۃ سے تین شوط یا اس سے کم ترک کیے یعنے اسقدر کے ترک کرنے سے اسوقت ذبح واجب ہوگا جبکہ اُسنے طواف الزیارۃ کے سوا اور کوئی طواف
نہ کیا ہو یہان تک کہ اگر اُسنے طواف الصدر کیا ہو تو طواف الصدر کے شوط طواف الزیارۃ کی طرف منتقل ہوجاوینگے جتنے مین کہ وہ پورا ہوجاوے خواہ ایک شوط
یا دو یا تین پھر بعد اس تکمیل کے اگر اسکے ذمہ پر طواف الصدر سے اقل شوط باقی رہے تو صدقہ واجب ہے اور اگر اکثر شوط رہے تو خون واجب ہے مثلا طواف الزیارۃ کے
تین شوط کم تھے اور طواف الصدر کے پورے سات شوط تھے سو طواف الصدر کے تین شوط سے طواف الزیارۃ کی تکمیل ہوئی باقی رہے چار شوط کمی ہوئی تین شوط کی
اور تین اقل طواف ہین تو اسمین صدقہ واجب ہوگا اور اگر طواف الصدر کے چھ شوط ہون تو چار شوط کی کمی پڑیگی بعد تکمیل کے اور چار شوط اکثر طواف ہین تو اسمین ذبح
کرنا واجب ہوگا و بترک اکثرہ بقی محرما ابدا فی حق النساء حتی یطوف فکلما جامع لزمہ دم اذا تعدد المجلس الا ان یقصد الرفض فتح اور طواف الزیارۃ کے اکثر کے
ترک کرنے سے ہمیشہ وہ محرم بنا رہیگا عورتون کے حق مین یہان تک کہ طواف الزیارۃ کو ادا کرے تو جسبار کہ وہ جماع کریگا اُتنی بار اُسپر ذبح کرنا لازم ہوگا بشرطیکہ مجالس
جماع کی متعدد ہون مگر یہ کہ جماع ثانی سے ترک حج کا قصد کرے تو ایک ہی بار ذبح کرنا اُسپر لازم ہوگا کذا فی فتح القدیر خواہ ایک مجلس ہو خواہ چند مجالس اور یہ جو کہا
کہ اکثر طواف کے ترک سے محرم بنا رہیگا اسواسطے کہ اکثر بجاے کل ہے تو گویا اُسنے اصلا طواف نہین کیا کذا فی الطحطاوی او ترک طواف الصدر او اربعۃ
منہ ولا یتحقق الترک الا بالخروج من مکۃ یا محرم طواف الصدر کے سب شوط یا چار شوط کو ترک کرے اور ترک کرنا ثابت نہوگا مکہ سے بدون نکلنے کے
اسواسطے کہ طواف الصدر کا کوئی وقت مقرر نہین عزم سفر پر موقوف ہے او ترک السعی او اکثرہ او رکب فیہ بلا عذر یا سب شوط سعی کے یا اکثر کو بدون عذر
کے ترک کرے یا سعی سوار ہوکر بلا عذر کرے اور اگر سعی کو عذر سے ترک کرے یا سوار ہوکر سعی کرے بسبب عذر کے تو اُسپر کچھ لازم نہین کذا فی الطحطاوی
او الوقوف بجمع یعنی مزدلفۃ او الرمی کلہ او فی یوم واحد او الرمی الاول او اکثرہ ای اکثر رمی یوم یا مزدلفہ کا ٹھہرنا ترک کرے یا جمرات ثلثہ
کے کل رمی کو یا ایکدن کی رمی کو یا پہلی رمی یعنے جمرۃ العقبہ کی رمی کو یا ایک دن کے اکثر رمی کو ترک کرے مگر کل رمی کا ترک کرنا یہ ہے کہ یوم النحر سے تیرہوین تک
رمی نکرے کسی دن اور جب تک کہ یہ دن باقی ہین تو اعادہ رمی کا ممکن ہے ترتیب لیکن تاخیر سے امام کے نزدیک ذبح کرنا واجب ہوگا اور اکثر رمی کا ترک کرنا یہ کہ
یوم النحر مین جمرۃ العقبہ کو تین ہی کنکریان مارے تو چار ترک ہوئین یا ایام ثلثہ مین کسی دن گیارہ کنکریان مارنا ترک کرے اور سب ایام کے رمی اور ایک دن
کی رمی ترک کرنے مین ایک ہی بار ذبح کرنا اسواسطے واجب ہوا کہ متحد الجنس ہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی او حلق فی حل بحج فی ایام النحر فلو بعدہا فدمان
او عمرۃ لاختصاص الحلق بالحرم یا حج کے محرم نے سر مونڈا یا حل مین ایام نحر کے اندر تو ایک خون واجب ہے سو اگر بعد ایام نحر کے منڈاویگا تو دو خون واجب ہونگے یا عمرے کے
محرم نے حل مین سر منڈایا تو ایک خون واجب ہے بسبب مخصوص ہونے حلق کے حرم مین لا دم علی معتمر خرج ثم رجع من حل الی الحرم ثم قصر وکذا الحاج ان رجع فی
ایام النحر والا فدم للتاخیر خون واجب نہین اُس عمرہ کرنے والے پر جو حرم سے باہر نکلا پھر حل سے حرم کی طرف پلٹ آیا پھر اُسنے بال کترائے یا منڈائے اور

لیا اس میں کچھ جرمانہ نہیں ہو گیا یا حرم کے اندر ہی پلٹ آوے دیا گیا ہو امام ابو یوسف کے نزدیک اس پر ایک دم واجب ہے اور امام محمد کے نزدیک ذبح کرنا واجب ہے کیونکہ سبب باقی ہے قولہ
مطلقا یعنی بالذات یا ذی جرم نے عورت کا بوسہ لیا تو ایک خون واجب ہو لفظ قبل کو صحت کے لفظ پر عطف ہو او لمس بشہوۃ داخل ہو دانی الفتح یعنی گر شرمی نگاہ سے بوسہ لیا یعنی
فا ترک یا عورت کو شہوت سے مس کیا انزال ہو یا نہ ہو خون اس پر واجب ہو تو قول صحیح ہے یا ہاتھ لگایا الت دست آلہ تناسل میں اور کرمی تکلی جماع اور ہے جماع کیا اور
انزال ہوا یہ دو خون واجب ہوا اور بدون انزال کے خون واجب نہیں کذا فی الطحطاوی من الحج واخر الحاج الحلق وطواف الفرض من ایام النحر قولہ واما
بتایا اس نے سر منڈانا اور طواف زیارت ایام النحر سے تاخیر کی سوائے حلق اور طواف الزیارۃ ایام نحر میں تعیین ہے بنابر وجوب کے دو صاحبین کے
نزدیک مناسک کی تاخیر میں خون واجب نہیں و قدم نسکا علی آخر فیجب فی یوم النحر رمی ثم ذبح الا المفرد ثم الحلق ثم الطواف یا مقدم کیا
ایک عبادت کو دوسری عبادت پر دسویں تاریخ میں چار عبادتیں علی الترتیب واجب ہیں اول جمرۃ العقبہ کی رمی پھر ذبح کرنا قارن اور متمتع کے حق میں نہ تنہا
حج کرنے والے کو پھر ذبح کے بعد سر منڈانا پھر طواف الزیارۃ کرنا ان مناسک کی تقدیم اور تاخیر سے امام اعظم کے نزدیک ذبح کرنا واجب ہوا اور صاحبین کے
نزدیک تقدیم و تاخیر سے کچھ واجب نہیں اس دلیل سے کہ بخاری اور مسلم میں حدیث صحیح ثابت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں منا کے اندر ٹھہرے
اور لوگ مسائل دریافت کرتے تھے سو ایک مرد آیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ مجھے خیال نہ تھا میں نے سر منڈایا ذبح کرنے سے پہلے حضرت نے فرمایا کہ ذبح کر اور کچھ حرج نہیں
دوسرا شخص آیا اس نے کہا یا رسول اللہ مجھکو معلوم نہ تھا میں نے نحر کیا رمی سے پہلے حضرت نے فرمایا کہ رمی کر اور کچھ حرج نہیں سو حضرت سے کسی چیز کی تقدیم اور تاخیر سے
سوال نہ ہوا مگر حضرت نے یہی فرمایا کہ کر لے اب اسکو کرے اور کچھ حرج نہیں امام اعظم رحمہ اللہ کی طرف سے یہ جواب ہے کہ نفی حرج سے نفی گناہ اور نفی قضا ثابت ہوتی ہے
لیکن نفی جزا کی ثابت نہیں اور صاف ظاہر ہے کہ تقدیم و تاخیر ممنوع تھی لہذا سائل سے نادانستگی کو عذر قرار دیا اور اگر ممنوع نہ ہوتا تو سوال اور عذر بے علمی کا کیا بات
تھی اور حق یہ ہے کہ یہ حدیث ترتیب کے مسنون ہونے اور واجب ہونے دونوں کی محتمل ہے اور چونکہ ابتدائے اسلام تھی لہذا حضرت نے بسبب جہل کے انکو معذور رکھا اور جزا کا
حکم نہ دیا تو تمام فقہا اب میں بنا بر احتیاط کے وجوب کا اعتبار کرنا واجب ہے علاوہ اسکے ابن ابی شیبہ نے عبد اللہ بن مسعود سے روایت کی کہ جو ایک نسک کو دوسرے
نسک پر مقدم کرے اسپر خون واجب ہے اور بعضے نسخوں میں بجائے ابن مسعود کے ابن عباس مذکور ہیں اسکی سند میں ابراہیم بن مہاجر مجروح ہے اور سند ثانیہ مقیم ہو لیکن طحاوی
نے اس قول کو عبد اللہ بن عباس سے دوسری سند سے ذکر کیا ہے جس میں ابراہیم بن مہاجر مذکور نہیں تو استدلال پورا ہو گیا کذا فی فتح القدیر لکن لا شیء علی من طاف قبل الرمی و الحلق
ضمیر کرو لباب وقد تقدم کما لا شیء علی المفرد الا اذا حلق قبل الرمی الا ان ذبحہ لا یجب لیکن کچھ واجب نہیں اس صورت میں اس شخص پر جو طواف کرے پہلے رمی اور سر منڈانے کے
ان پر تقدیم مکروہ ہے کذا فی اللباب اور یہ پیشتر گذر چکا جیسا کہ کچھ صدقہ یا خون واجب نہیں تنہا حج کرنے والے پر مگر اس صورت میں کہ سر منڈاوے پہلے رمی کے کیونکہ مفرد پر
ذبح کرنا واجب نہیں یعنی ذبح کی تقدیم و تاخیر بسبب عدم وجوب کے اسکو کچھ ضرر نہ کرے گی کذا فی الطحطاوی ابتدائے باب سے یہاں تک دو مسائل مصنف نے ذکر کئے ہیں ایک خون
واجب ہے و یجب دمان علی قارن حلق قبل ذبحہ دم للتاخیر و دم للقران علی المذہب کما حررہ المصنف قال وبہ اندفع ما توہمہ بعض من جعل الدمین للجنایۃ اور دو واجب ہیں ذبح
اس قارن پر جسنے سر منڈایا قبل اپنے ذبح کرنے کے ایک خون جنایت کا بسبب تاخیر ذبح کے واجب ہے اور دوسرا قران کا بنا بر مذہب درست کے چنانچہ اسکو منقح کر کے
بیان کیا ہے مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں اور کہا ہے کہ اس تقریر سے دفع ہو گیا وہ وہم جو بعضے علما کو پیش آیا یعنی تصور کر کے کہ یہ دونوں خون جنایت کے ہیں اور
مصنف نے منح الغفار میں بیان کیا ہے کہ محمد بن الحسن نے جامع صغیر میں تصریح کی ہے کہ ایک خون قران کا ہے اور دوسرا تاخیر نسک کا تو اس تقریر سے صاحب ہدایہ کا قول
دفع ہو گیا کہ دونوں خونوں کو جنایت کا سمجھا ہے و ان طیب جابہ قولہ الا ان تصدق اقل من عضو او ستر راسہ او لبس اقل من یوم او اگر خوشبو لگائی عضو سے کمتر میں
یعنی تمام عضو میں نہ لگائی یا اپنے سر کو ڈھک لیا یا سلا کپڑا پہنا ایک دن سے کم تو صدقہ دیوے بقدر نصف صاع کے شارح کہتا ہے اس کی عبارت میں ایک بات ہے کہ جواب
اسکا قول ہے یعنی تصدق فی الزائد عن الساعۃ نصف صاع وفیما دونہا قبضۃ و ظاہرہ ان الساعۃ فلکیۃ خزانہ میں ہے کہ ایک ساعت کے لباس پہننے میں نصف

صاع کا صدقہ ہو اور اس سے کم مین مٹھی بھر کا صدقہ ہو شارح کہتا ہو اور ظاہر کلام خزانہ کا اسپر دلالت کرتا ہو کہ ساعت سے مراد ساعت آسمانی ہو یعنی اڑھائی گھڑی جسکو بالفعل گھنٹہ کہتے ہین اسواسطے کہ ساعت لغوی اور عرفی کی کچھ حد نہین طحطاوی نے کہا کہ صاحب بحر الرائق نے خزانہ کی روایت کی تضعیف کی ہو تو بہتر تھا کہ شارح اسکو ذکر نہ کرتا او حلق شاربہ او اقل من ربع راسہ ولحیتہ او بعض رقبتہ یا محرم نے اپنی مونچھ کو مونڈا یا اپنے سر یا ڈاڑھی کو چوتھائی سے کم مونڈا یا اپنی گردن کے تھوڑے بال مونڈے او قص اقل من خمستہ اظافیر او خمستہ الی ستہ عشر متفرقتہ من کل عضو اربعتہ وقد استقرانہ لکل ظفر نصف صاع الا ان یبلغ دما فینقص ما شاء یا پانچ ناخن سے کم کاٹے یا پانچ ناخن سے سولہ تک متفرق ہر عضو سے چار چار کاٹے یعنے ایک ہاتھ سے چار اور دوسرے ہاتھ سے چار اور ایک پانون سے چار اور دوسرے پانون سے چار سب سولہ ناخن ہوے اور یہ ثابت ہوچکا کہ ہر ناخن کاٹنے کی جزا مین نصف صاع کا صدقہ ہو تو سولہ ناخن کا صدقہ آٹھ صاع ہوے جسکے تخمیناً کچھ اوپر ۲۴ سیر گیہون ہوتے ہین تو اتنا دینا چاہیے مگر اس صورت مین جبکہ یہ صدقہ ایک بکری کی قیمت کے برابر ہوجاوے تو جتنا چاہے کم کرڈالے تاکہ اقل عضو کی جزا عضو کامل کی جزا کے برابر نہو اسواسطے کہ سابق مذکور ہوچکا کہ عضو کامل کی جزا خون ہو یعنی بکری کا ذبح کرنا طحطاوی نے کہا کتب معتمد مین مثل ہدایہ اور اسکی شروح مین یہی مذکور ہو کہ ہر ناخن کی جزا نصف صاع ہو بخلاف وقایہ اور درر کے کہ انمین ایک ہی صدقہ پر اکتفا کی ہو او طاف للقدوم او للصدر محدثا او ترک ثلثۃ من سبع الصدر وجب لکل شوط منہ و من السعی نصف صاع او احدی الجمار الثلث فیجب لکل حصاۃ صدقۃ الا ان یبلغ دما فکما مر وافاد الحدادی انہ ینقص نصف صاع یا طواف القدوم یا طواف الصدر کو بے وضو طواف کیا یا طواف الصدر کے سات شوط سے تین شوط کم کرڈالے اور طواف کے ہر شوط اور سعی کے ہر شوط کے ترک کرنے سے نصف صاع کا صدقہ واجب ہو یا جمرات ثلثہ سے کسی جمرہ کی رمی ترک کی اور ہر کنکری کے ترک کرنے سے صدقہ واجب ہو یعنی نصف صاع کا مگر یہ کہ صدقہ بکری کی قیمت کے برابر ہوجاوے تو کچھ کم کرڈالے چنانچہ ابھی مذکور ہوچکا اور حدادی نے کم کرنے کی حد بیان کی ہو کہ نصف صاع کم کرڈالے طحطاوی نے کہا کہ حدادی کا قول ضعیف ہو معتمد یہی ہو جو متون مین مذکور ہو یعنے جتنا چاہیے کم کرڈالے او حلق راس محرم او حلال غیرہ او رقبتہ او قلم ظفرہ بخلاف ما لو طیب عضو غیرہ او البسہ مخیطا فانہ لا شئی علیہ اجماعا ظہیریہ یا محرم کسی غیر شخص کا سر مونڈے وہ شخص محرم ہو یا غیر محرم یا غیر کی گردن کے بال مونڈے یا اسکے ناخن کاٹے بخلاف اسکے کہ اگر غیر کے کسی عضو مین خوشبو لگاوے یا اسکو سیا کپڑا پہناوے تو اسپر کچھ لازم نہین بالاتفاق نہ خون نہ صدقہ کذا فی الظہیریہ تصدق بنصف صاع من بر کالفطرۃ تو نصف صاع گیہون کا صدقہ دے مانند صدقہ عید الفطر کے یہ جواب ہو ان طیب کا یعنی اگر ایک عضو سے کمتر مین خوشبو لگاوے یا ایک دن سے کم سر کو ڈھکے یا سیا کپڑا پہنے یا مونچھ یا ربع سر سے کم مونڈے یا ہر عضو سے چار ناخن کاٹے یا طواف القدوم یا طواف الصدر کو بے وضو کرے یا تین شوط طواف الصدر کے کم کرے یا کسی جمرہ کی رمی ترک کرے یا غیر کا سر مونڈے تو نصف صاع گیہون کا صدقہ دے طحطاوی نے کہا گیہون کی قید اتفاقی ہو چاہے نصف صاع گیہون دے چاہے ایک صاع کھجور یا جو دے لہذا شارح نے صدقہ فطر کی تمثیل دی وان طیب او حلق او لبس بعذر خیران شاء ذبح فی الحرم او تصدق بثلثۃ اصوع علی ستۃ مساکین این شاء او صام ثلثۃ ایام ولو متفرقۃ اور اگر خوشبو لگائی یا بال مونڈے یا کترے یا سیا کپڑا پہنا کسی عذر سے تو اسکو اختیار ہو اگر اسکا جی چاہے تو حرم مین ایک بکری ذبح کرے یا تین صاع گیہون چھ محتاجون کو صدقہ دے جہان چاہے حرم مین یا غیر حرم مین یا تین روزے رکھے جہان چاہے اگرچہ روزے متفرق ہون طحطاوی نے کہا عذر یہ ہو کہ خوف ہلاکی کا ہو بسبب شدت سرما کے یا بیماری ہو یا بسبب قتال کے سلاح پہننا پڑے اور ظاہر خوف سے مراد یہ ہو کہ گمان غالب ہو ہلاکی کا نہ وہم لیکن اس شرط سے کہ موضع ضرورت سے زیادتی نکرے یعنے اگر فقط ٹوپی پہننے سے ضرورت دفع ہوتی ہو تو پگڑی نہ باندھے اور اگر بے ضرورت باندھیگا تو حرام ہو لیکن ذبح کرنا اس زیادتی سے نہ لازم آویگا جیسا کہ صاحب بحر الرائق نے گمان کیا ہو چنانچہ شرنبلالی نے اسکی تصریح کی ہو صحاح ستہ مین کعب بن عجرہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور مین اپنی ہانڈی کے نیچے آگ جلاتا تھا اور جوئین میرے منہ پر چڑھ رہی تھی سو حضرت نے فرمایا کہ کیا تجکو تکلیف دیتے ہین تیرے سر کے کیڑے مین نے کہا ہان فرمایا کہ مونڈ ڈال اور تین روزے رکھ یا چھ محتاجون کو کھانا دے ہر محتاج کو نصف صاع یا ذبح کر مجکو معلوم نہین کہ ان تین چیزون مین سے کون چیز پہلے

البدنۃ فی ہدیۃ ... جو کچھ ذمی کا دن ... بیٹھا اور ... سے فدیہ میں روزہ اور صدقہ اور نسک ہے یعنے جو شخص تمام ... رہا ہو یا اسکو تشکیک ہو اسکے
... یہ ہوسکتا ہے ... ذبح کرے کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول و صحیحین کی ایک روایت یون ہے کہ حضرت کعب بن عجرہ
... بکری ... سر ... تین روزے رکھ یا چھ مسکین کو کھانا دے ہر مسکین کو نصف صاع ... اور یہ حکم قرآن میں بھی ... سے
اسکی تفصیل بیان ہوئی و وطیہ فی احد السبیلین من آدمی ولو ناسیا او مکرہا او نائمۃ او صبیا او مجنونا ذکرہ الحدادی لکن الدم والقضاء علیہ قبل وقوف
فرض یفسد حجہ اور محرم کا جماع کرنا انسان سے قبل وقوف عرفات کے اسکے حج کو فاسد کرتا ہے خواہ قبل میں جماع کیا ہو خواہ دبر میں محرم نے خود جماع کیا یا اسکو
اپنے اوپر قدرت دیا ... یا کسی عورت سے سوتی ہے محرم صغیر ہو یا جوان ہو بھولے سے ہو یا صغیر و مجنون کی حدادی نے تصریح کی ہے لیکن صغیر و مجنون پر دم
بہت سے حج اور قضاء حج لازم نہیں اور وطی انسان کی ہر صورت مفسد حج کی انزال ہوا یا نہو اور جانور کی وطی مطلقاً مفسد نہیں اور شارح
نے آدمی کی قید لگادی اور یہ جو فتح القدیر میں ہے کہ وطی صغیر کی مفسد حج نہیں سو یہ قول ضعیف ہے ولو لجیہ اور مناسک ابن ضیا کے مخالف ہے کذا فی النہر و کذا
لو ... حلقت ... اور اسیطرح اگر عورت نے ذکر حمار کو یا ذکر مقطوع کو اپنی شرمگاہ میں داخل کرلیا تو اسکا حج فاسد ہو گیا بالاتفاق
ویمضی وجوبا فی فاسدہ کما فی ... ویذبح ویقضی ولو نفلا اور واجب ہے کہ اپنے فاسد حج کو کیے جائے جیسے حج جائز کو کرتے ہین یعنے فاسد ہوا تو اسکو باطل
اور ترک نہ کرے بلکہ جسقدر مناسک باقی رہگئے ہون انکو پورا کرے اور ذبح کرے اور اگلے سال اس حج کو قضا کرے اگرچہ یہ حج فاسد فرض نہو بلکہ نفل ہو
تو بھی قضا واجب ہے اور اصل اس مسئلہ کی وہ حدیث ہے جو ابوداؤد کے مراسیل میں مروی ہے کہ ایک مرد نے اپنی عورت سے صحبت کی اور دونون محرم تھے سو
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے اسکا مسئلہ پوچھا حضرت نے فرمایا کہ تم دونون اپنے حج کو قضا کرنا اور ہدی لانا اور بیہقی نے بھی اسکو روایت کیا ہے اگرچہ
یہ حدیث مرسل ہے لیکن مرسل امام اعظم رح کے نزدیک حجت ہے علاوہ اسکے دارقطنی نے عبداللہ بن عمر رض سے روایت کی ہے کہ جماع سے حج باطل ہوتا ہے
سائل نے پوچھا جب حج باطل ہوا تو بیٹھ رہے کہا نہیں بلکہ لوگون کے ساتھ جاوے جو لوگ کرتے ہین سو وہ بھی کرے یعنے مناسک کو عمل مین لاوے اور سال آئندہ
قضا کرے اور ہدی لاوے اور عبداللہ بن عباس رض اور عبداللہ بن عمرو رض بن العاص کا فتوے اسی کے موافق ہے بیہقی نے کہا کہ ان آثار کی اسناد صحیح
ہین اور امام مالک کے موطا مین علی مرتضے رض اور عمر فاروق رض اور ابوہریرہ رض سے اسی قسم کا فتوے ثابت ہے کذا فی فتح القدیر ولو افسد القضاء ہل یجب
قضاؤہ لم ارہ والذی یظہر ان المراد بالقضاء الاعادۃ اور اگر سال آئندہ مین قضاے حج کو بھی فاسد کرے تو کیا قضا کی بھی قضا کرنا واجب ہے یا نہین شارح
کہتا ہے میں نے یہ مسئلہ کسی کتاب فقہ مین نہین دیکھا اور ظاہر اقضا سے مراد بیان اعادہ ہے حج کا یعنے لغوی معنے مراد ہین ... یہ تقریر صاحب نہر کی ہے
جو مصر کے جامع ازہر میں کسی طالب علم کے سوال کے جواب میں مذکور ہوئی تھی کذا فی النہر ولم یفترقا وجوبا بل ندبا ان خافا الوقاع اور واجب نہین
قضاے حج کو دوسرے سال آوین تو انپر جدا رہنا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اگر وقوع جماع کا خوف ہو اسواسطے کہ شہوت قضاء حج کی ترک جماع مین کافی ہے
او وطیہ بعد وقوفہ لم یفسد حجہ و تجب بدنۃ بعد الحلق قبل الطواف شاۃ لخفۃ الجنایۃ اور جماع محرم کا بعد وقوع عرفات کے حج کو فاسد نہیں کرتا
اسواسطے کہ حدیث مین ثابت ہو چکا کہ جو عرفات مین ٹھہرا اسکا حج تمام ہوا یعنے فساد سے محفوظ رہا اور اس جماع سے ایک اونٹ یا گاے کا ذبح کرنا
واجب ہے چنانچہ ابن عباس رض سے یہی مروی ہے کذا فی منح الغفار اور بعد سر منڈانے طواف الزیارۃ کے قبل جماع کرنے سے ایک بکری کا ذبح کرنا واجب ہے اسواسطے
کہ جنایت کا قصور ہے کیونکہ بعد حلق کے سواے عورتون کے سب اشیا محرم کو حلال ہو جاتی ہیں تمام متون فقہ مین یہی روایت ہے اور ابن ہمام نے کہا کہ اسمین بھی
اونٹ یا گاے کا ذبح کرنا لازم ہے اور بحر الرائق مین اسکو رد کیا ہے کذا فی الطحطاوی او وطیہ فی عمرتہ قبل طوافہ اربعۃ افسدہا فمضی
وذبح وقضی وجوبا او وطیہ بعد اربعۃ ذبح ولم تفسد خلافا للشافعی اور وطی محرم کی اپنے عمرہ مین قبل طواف کرنے چار شوط کے

مفسد ہی عمرے کی تو بعد فاسد ہونے کے عمرے کے افعال کو کیے جاوے اور ایک بکری ذبح کرے اور عمرے کو قضا کرے بنا بر وجوب کے اور وطی اُ
محرم کا عمرے مین بعد چار شوط کے مفسد عمرے کا نہین لیکن اس قصور کی جزا مین ایک بکری ذبح کرے بخلاف امام شافعی رح کے کہ اُنکے نزدیک
چار شوط کے بعد وطی سے عمرہ فاسد ہوتا ہی اسواسطے کہ عمرہ اُنکے نزدیک فرض ہی کذا فی الطحطاوی **فان قتل محرم صیدا ای حیوانا بریا متوحشا باصل**
خلقہ اگر قتل کرے محرم صید یعنے شکار کو تو اسپر جزا واجب ہی صید کہتے ہین خشکی کے جانور کو جو اپنی اصل پیدائش سے وحشی ہو وہ خشکی کا جانور وہ ہی
جسکا توالد اور تناسل خشکی مین ہو اگرچہ پانی مین رہا کرتا ہو اور دریائی جانور وہ ہی جسکا توالد اور تناسل پانی مین ہو اگرچہ وہ خشکی مین رہا کرتا ہو چنانچہ مچھلی
اور مینڈک اور کیکڑا اور دریائی کتا اور کچھوا اور گھڑیال اور مگر تو انکے قتل مین محرم پر جزا واجب نہین اور خشکی کے جانورون مین دوسری قید یہ ہی کہ اپنی اصل خلقت
مین وحشی ہو وحشی سے یہ مراد ہی کہ جو اسکو پکڑا چاہے تو بھاگ جاوے خواہ پانوون سے خواہ پرون سے تو پلاؤ ہرن صید مین داخل ہی اسواسطے کہ اصلی
وحشی ہی اور وحشی اونٹ اور گاے صید مین داخل نہین اسواسطے کہ انکی اصل خلقت مین وحشت نہین اور صید جانور ماکول اور غیر ماکول دونون کو شامل ہی تو
سب کا قتل محرم کو حرام ہی حل اور حرم دونون مین سواے اُن جانورون کے جو مستثنے ہین اور مصنف انکو بیان کریگا کذا فی الفتح والطحطاوی **او دل علیہ**
قاتلہ مصدقا لہ غیر عالم واتصل القتل بالدلالۃ او الاشارۃ والدال والمشیر باق علی احرامہ واخذہ قبل ان ینفلت عن مکانہ یا محرم نے صید پر اسکے قاتل کو
دلالت کی یعنی قاتل کو شکار بتا دیا کہ فلانے مکان مین ہی دلالت کی پانچ شرطین ہین ایک یہ کہ قاتل دلالت کرنے والے کی تصدیق کرے تصدیق کا
یہ مطلب نہین کہ محرم سے یون کہے کہ تو اس دلالت مین سچا ہی بلکہ تصدیق سے یہ مراد ہی کہ اسکی تکذیب نکرے تو اگر قاتل نے ایک محرم کی تکذیب کی اور دوسرے
محرم کی دلالت کی تصدیق کرکے صید کو مارا تو اول محرم پر جزا واجب نہوگی اور دوسری شرط یہ ہی کہ قاتل صید سے واقف نہو اور اگر وہ جانتا ہو تو محرم کی دلالت
سے جزا لازم نہوگی تیسری شرط یہ ہی کہ قتل کرنا صید کا دلالت اور اشارت کے متصل واقع ہو چوتھی شرط یہ ہی کہ محرم دلالت کرنے والا اور اشارہ کرنے والا
اپنے احرام پر باقی رہے صید کے قتل ہونے تک تو اگر بتلانیکے وقت احرام ہو اور قتل کے وقت احرام اُتار چکا ہو تو اُسپر جزا لازم نہوگی پانچوین شرط یہ ہی کہ
قاتل نے صید کو لیا ہو قبل اُسکے کہ وہ اپنی جگہ سے بھاگے یعنی جہان محرم نے قاتل کو صید بتایا تھا وہین اُسنے اُسکو گرفتار کیا اور اگر صید وہان سے اُٹھ گیا
اور دوسرے مکان مین گرفتار ہوا تو محرم پر جزا لازم نہوگی دلالت اور اشارہ مین یہ فرق ہی کہ دلالت غیبت مین ہوتی ہی اور اشارہ سامنے ہوتا ہی **بدأ او عود**
سہوا او عمدا مباحا او مملوکا محرم کا قتل کرنا صید کو یا اسکا بتانا اور اشارہ کرنا اول حج مین ہو یا دوسرے تیسرے حج مین اول بار قتل یا دلالت واقع
ہوئی ہو یا دوبارہ بھول کر ہو یا جانکر صید مباح ہو یعنے جنگلی یا کسیکا مملوک لیکن صید مملوک مین دو قیمتین محرم پر واجب ہونگی ایک قیمت مالک کیواسطے اور دوسری
قیمت احرام کی جزا مین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی **فعلیہ جزاؤہ ولو سبعا غیر صائل او مستانسا او حماما ولو مسرولا** کذا فی البحر او **ما فی رجلیہ ریش کالسراویل**
یعنے اگر محرم صید کو قتل کرے یا دلالت کرے تو اسپر اُسکی جزا واجب ہی اگر صید ایسا درندہ جانور ہو جو حملہ نکیا یا صید مانوس ہو گیا ہو جیسے پلاؤ ہرن یا کبوتر
ہو اگرچہ مسرول کبوتر ہو مسرول بضم میم وفتح سین وسکون را و فتح واو اُس کبوتر کو کہتے ہین جسکے پانوون مین پر ہون مثل پاجامہ کے امام مالک کے نزدیک مسرول
کبوتر صید نہین اسواسطے کہ وہ مانوس ہی وحشی نہین تو اُسکا حکم بط کے برابر ہی ہم کہتے ہین کہ وہ باعتبار اپنی اصل خلقت کے وحشی ہی لیکن وہ اپنے بھاری پن سے
اُڑ نہین سکتا کذا فی المنح **او ہو مضطر الی اکلہ کما یلزمہ القصاص لو قتل انسانا واکل لحمہ** یا محرم بسبب گرسنگی وغیرہ کے صید کے کھانے مین مجبور اور مضطر ہو
تو بھی اُسپر جزا واجب ہی چنانچہ محرم پر قصاص لازم ہی اگر وہ کسی انسان کو قتل کرے اور اُسکا گوشت کھا دے اضطرار مین یعنی اضطرار سے صید کی جزا اور انسان
مقتول کا قصاص ساقط نہین **ویقدم المیتۃ علی الصید والصید علی مال الغیر ولحم الانسان قیل والخنزیر** اور حالت اضطرار مین مردہ جانور کا کھانا مقدم ہی
صید پر اور صید مقدم ہی مال غیر اور انسان کے گوشت پر اور قول ضعیف مین صید مقدم ہی سور پر مگر تقدیم مردار کی صید پر مین اختلاف روایت ہی فتاوی

[illegible] كذا في فتح القدير [illegible] یعنی طعام [illegible]

[illegible] کیا [illegible] شخص [illegible] تعبیر [illegible] [illegible]

[illegible] بالاتفاق [illegible] [illegible]

[illegible] في مقتله او في اقرب مكان منه ان لم يكن في مقتله قيمة كذا في التفسير [illegible] قیمت [illegible]

[illegible] مقتول [illegible] جو قتل سے نزدیک تر ہو اگر اسکے مقتل میں قیمت نہ ہو [illegible] قیمت [illegible]

[illegible] واسطے [illegible] ایک عدل کی قیمت [illegible] اور اگرچہ قاتل ہی قیمت کی

[illegible] کی قیمت ٹھہرائے [illegible] واسطے ضعیف ہے کہ ظاہر نص قرآنی کے مخالف ہے اور نص میں [illegible] مقدم ہوا ہے تو [illegible]

[illegible] فتح القدير [illegible] اور ابو یوسف [illegible] کے نزدیک جزا سے صید میں قیمت لازم ہے اور امام شافعی اور محمد کے نزدیک مثل جزائے صید [illegible] ضرور ہے

[illegible] ہرن کے قتل میں بکری کا بچہ [illegible] اور شتر مرغ میں اونٹ اور گورخر کے قتل میں گائے انکے نزدیک لازم ہے حق تعالیٰ نے فرمایا [illegible] [illegible]

[illegible] مثل ما قتل من النعم يحكم به ذوا عدل منكم هديا بالغ الكعبة او كفارة طعام مسكين او عدل ذلك صياما یعنے صید کو [illegible]

[illegible] توجزا ہے مثل اسکی جسکو مارا جانوروں میں سے وہ جزا جسکو دو عادل شخص تم میں سے حکم کریں نیاز چوپایہ سے کعبہ کو [illegible]

[illegible] مساکین کا [illegible] تو امام شافعی [illegible] کے نزدیک مماثلت ظاہری لازم ہے اور امام اعظم کے نزدیک مماثلت معنوی واجب ہے یعنے اعتبار

قیمت کا [illegible] مماثلت مطلقہ [illegible] صورۃ اور معنی دونوں ہو چنانچہ مشترک لفظ میں سو مماثلت مطلق تو یہان بالاتفاق مراد نہیں لہذا مماثلت

معنوی [illegible] اسواسطے [illegible] شرع میں مماثلت معنوی ہی متعین ہے چنانچہ حقوق عباد میں کذا في الهداية وشروحها والجزاء في سبع اي حيوان لا يوكل ولو خنزيرا او

[illegible] على قيمة شاة وان كان السبع اكبر منها لان الفساد في غير الماكول ليس الا باراقة الدم فلا يجب فيه الا الدم وكذا لو قتل فيما سمنه تحت الاحرام

[illegible] اور درندہ جانور کا بدلا زیادہ نکیا جاوے بکری کی قیمت سے درندہ جانور سے یہان وہ جانور مراد ہے جو حلال نہین اگرچہ سور ہو یا ہاتھی

[illegible] غیر ماکول اللحم اگرچہ بکری سے جسم میں بڑا ہو بکری سے اسکی قیمت زیادہ نکیجاویگی اسلیے کہ غیر ماکول اللحم کے قتل میں سوائے خونریزی کے کوئی فساد

نہین [illegible] اسکا گوشت [illegible] نہین تو اسمین واجب نہین مگر خونریزی سو بکری مین حاصل ہے اور اسیطرح اگر محرم نے معلم درندے کو قتل کیا

[illegible] تو [illegible] غیر معلم کی جزا دیوے اور اسکے مالک کو معلم کی قیمت دے اسواسطے کہ ضمان مالک [illegible] باعتبار اسکے انتفاع کے ہے اور حق

[illegible] باعتبار اسکی ذات کے ہے [illegible] نظر تعلیم سے کذا في المنح ثم الخيار للقاتل ان يشتري به هديا ويذبحه بمكة او طعاما ويتصدق على كل

مسكين ولو ذميا نصف صاع من بر او صاعا من تمر او شعير كالفطرة پھر دریافت کیا جاتا ہے کہ جب مقتول صید کی عادل قیمت ٹھہرادیوین تو قاتل کو

اختیار ہے کہ اس قیمت سے ہدی مول لے اور اسکو مکہ مین جاکر ذبح کرے یا اسقدر قیمت کا طعام مول لے اور جہان چاہے تصدق کرے ہر محتاج کو نصف صاع

[illegible] صدقہ عید الفطر کے اگرچہ محتاج ذمی ہو مگر طحاوی نے کہا کہ ذمی کو دینا مفتی بہ کے مخالف ہے اسواسطے کہ صدقات واجبہ ذمی کو

[illegible] چنانچہ کتاب الزکوۃ مین مذکور ہو چکا لا يجزيه اقل او اكثر بل يكون تطوعا کفایت نہین کرتا ہے اس سے کم دینا یا اکثر دینا بلکہ اکثر دینا نفل صدقہ

[illegible] او صام عن طعام كل مسكين يوما یا ہر مسکین کے طعام کی عوض ایک ایک دن روزہ رکھے خلاصہ یہ ہے کہ قاتل کو تین طرح مین اختیار ہے

کہ صید کی قیمت سے گوشت یا بکری خرید کرکے حرم مین لیجاکر ذبح کرے یا اس قیمت سے مثلا گیہون مول لیوے اور ہر مسکین کو نصف نصف صاع دیوے یا ہر

نصف صاع کے ایک روزہ رکھے یعنے اگر پانچ فقیرون کو نصف نصف صاع گیہون پہنچتے ہوں تو پانچ روزے رکھے اور اگر دس کو پہنچتے ہوں تو دس روزے

رکھے وان فضل عن طعام مسکین اوکان الواجب ابتداءاقل منہ تصدق بہ او صام یوما بدلہ اور ایک مسکین کے حصے سے اگر اناج بڑھے یا سرے سے
نصف صاع سے تھوڑا ہی واجب ہوا ہو مثلاً گنجشک خانگی کے قتل سے ربع صاع گیہون واجب ہوے ہون تو اتنا ہی مسکین کو دیدے یعنی نصف صاع سے کمتر
یا اُسکے عوض ایک دن روزہ رکھے ولایجوز ان یفرق نصف صاع علی مساکین قال المصنف تبعا للبحر بخلاف ما ذکروہ ہنا وقدمہ فی الفطرۃ الجواز فینبغی کذلک ہنا
اور جائز نہین نصف صاع کو چند مساکین پر بانٹنا مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین بحرالرائق کی پیروی کرکے کہا کہ اسی طرح فقہا نے یہان یعنی جزاے صید
مین ذکر کیا ہی اور صدقہ فطر مین اسکا جواز مقدم ہوچکا ہی تو یہان بھی اسی طرح لائق ہی علی الخصوص نص قرآنی یہان مطلق ہی تو اپنے اطلاق پر جاری رہیگی
کذا فی المنح وتکفی الاباحۃ ہنا کدفع القیمۃ اور یہان اباحت طعام کافی ہی مانند قیمت دینے کے یعنے طعام کی دو صورتین ہین ایک یہ کہ مساکین کو طعام کا مالک کردیوے
دوسری صورت یہ ہی کہ کھانا پکاکر دونون وقت انکو پیٹ بھر کے کھلاوے جتنا وہ کھاوین یا نصف نصف صاع کی قیمت ہر مسکین کو دے ولو دفع
کل الطعام الی مسکین واحد ہنا بخلاف الفطرۃ لان العدد منصوص علیہ اور جائز نہین دینا سب طعام کا ایک مسکین کو یہان بخلاف صدقہ
فطر کے اسواسطے کہ جزاے صید مین تعدد مساکین صریح ہی قرآن مین بلفظ جمع کما لایجوز دفعہ ای الجزاء الی من لاتقبل شہادتہ لہ کاصلہ وان
علا وفرعہ وان سفل وزوجتہ وزوجہا وہذا ہو الحکم فی کل صدقۃ واجبۃ کما مر فی المصرف جیسا کہ جائز نہین دینا اس جزا کا ان لوگون کو
جنکی گواہی اسکے حق مین مقبول نہین چنانچہ اصل محرم کی اگرچہ اونچی ہو اور شاخ محرم کی اگرچہ نیچے ہو یعنے اپنے اصول اور فروع کو قریب ہون یا بعید دینا
جائز نہین اور زوج کو اپنی زوجہ کا دینا اور زوجہ کا اپنے زوج کا دینا جائز نہین اور یہی حکم ہی جمیع صدقات واجبہ مین کہ اصول اور فروع اور زوجین کو دینا
جائز نہین چنانچہ اسکی تفصیل مصرف زکوۃ مین مذکور ہوچکی ووجب بجرحہ ونتف شعرہ وقطع عضوہ ما نقص ان لم یقصد الاصلاح فان قصدہ
کتخلیص حمامۃ من سنور او شبکۃ فلاشی علیہ وان ماتت اور شکار کے زخمی کرنے اور بال اکھاڑنے سے اور عضو کاٹنے سے واجب ہوتی ہی جزا بقدر نقصان کے بشرطیکہ
یہ امور محرم سے بقصد اصلاح نہ واقع ہوے ہون سو اگر بقصد اصلاح ہوے ہون چنانچہ کبوتر کے چھڑانے مین بلی سے یا جال سے کچھ پر اور اکھڑ گئے تو اس صورت مین محرم پر
کوئی چیز واجب نہین اگرچہ وہ اس حال مین مر بھی جاوے ہم جزا بقدر نقصان کا یہ مطلب ہی کہ صحیح سالم جانور کی قیمت لیجاوے پھر ناقص کی قیمت ٹھہرائی جاوے
توجسقدر دونون قیمتون مین تفاوت ہو اتنا محرم پر واجب ہی مثلاً صحیح سالم جانور کی ٣٠ درم قیمت تھی اور بعد زخمی ہونے یا عضو کاٹنے کے ٢٠ درم قیمت ہوجاوے
تو دس درم محرم پر واجب ہونگے ان دس درم سے خواہ ہدی مول لیکر حرم مین ذبح کرے یا اناج لیکر مساکین کو صدقہ دے یا بقدر اُسکے روزے رکھے ووجب
بنتف ریشہ وقطع قوائمہ حتی خرج من حیز الامتناع اور شکار کے پر اکھاڑنے اور پانون کاٹنے سے کل قیمت اسکی واجب ہی اسواسطے کہ وہ نکل گیا حیز امتناع سے
یعنے اگر جانور کو کوئی پکڑنا چاہے تو پرندہ اپنے پرون کے سبب سے اُڑجاتا ہی اور چوپایہ اپنے پانون سے بھاگ جاتا ہی پھر جب پرندے کے پر اکھاڑے یا چوپایہ کے
پانون کاٹے تو وہ اب آپ کو بچا نہین سکتا تو گویا اسکو جان سے مارا لہذا کل قیمت اسکی واجب ہوئی کذا فی المنح والطحطاوی وکسر بیضہ غیر المذر اور اُسکے انڈے توڑنے سے
کل قیمت انڈے کی واجب ہی بشرطیکہ گندہ نہو اور اگر انڈا گندہ ہوگا تو محرم پر کچھ واجب نہین وخروج فرخ میت بہ ای بالکسر وقیمتہ واجب ہی مردہ بچہ نکلنے کے
بسبب توڑنے انڈے کے یعنی جو زندہ بچہ کی قیمت ہو سو واجب ہی اور اگر توڑنے سے پہلے معلوم ہو کہ انڈے مین بچہ مردہ ہی تو کچھ واجب نہین اور اگر معلوم نہو کہ توڑنے سے
پہلے بچہ زندہ تھا یا مردہ تو احتیاطاً قیمت واجب ہی کذا فی الدرر وذبح حلال صید الحرم اور صید حرم کے ذبح کرنے سے غیر محرم پر قیمت واجب ہی یعنی جو شخص کہ
احرام نہین باندھے وہ حرم کے شکار کو ذبح کرے تو اُسپر واجب ہی کہ اسکی قیمت کو تصدق کرے یا ہدی مول لیکر حرم مین ذبح کرے لیکن غیر محرم کو صدقہ کے عوض
روزہ رکھنا جائز نہین اور اگر غیر محرم خود صید کو ذبح نکرے اور دوسرا شخص اسکی دلالت سے ذبح کرے تو اُسپر کچھ لازم نہین کذا فی الطحطاوی وحلبہ لبنہ وقیمتہ
دودھ کی واجب ہی صید حرم کے دودھ دوہنے سے وقطع حشیشہ وشجرہ حال کونہ غیر مملوک یعنی النابت بنفسہ سواء کان مملوکا اولا حتی قالوا

تو بسبب انکی ملک ہونے کے انکی قیمت دینا لازم نہ ہوگی واضح ہو کہ حق الشرع بنا شرح تنویر الملتقی میں کہا کہ ادا حق الحرم اور قیمت واجب ہو حرم کی گھاس اور
حرم کے درخت کو کاٹنے سے بشرطیکہ درخت غیر مملوک ہو یعنی خود بخود اُگا ہو بدون بونے انسان کے خواہ کسی کا مملوک ہو یا نہو یہاں تک نقایہ شرح کی ہے
اور اگر حرم کا درخت جسکو لوگ نہیں بویا کرتے ہیں حرم میں کسی شخص کی مملوک زمین کے اندر جم اُگے اور کوئی آدمی اسکو کاٹ ڈالے تو کاٹنے والے پر
دو قیمتیں واجب ہونگی ایک قیمت مالک کے واسطے اور دوسری قیمت حق شرع کے واسطے اس مسئلہ کی بنا پر صاحبین کے مفتی بہ قول پر کہ زمین
حرم کی مملوک ہوتی ہے اور امام اعظم کے نزدیک زمین حرم وقف ہے تو مملوک نہیں ہوسکتی ولا ضمان ولیس من جنس ما ینبتہ الناس فلو من جنسہ فلا شیء
علیہ اور دوسری شرط وجوب قیمت کی یہ ہے کہ وہ جاننے والا درخت ہو یعنی اس قسم کا درخت ہو جسکو لوگ باعتبار اپنی عادت کے بوتے اور جانتے ہیں تو اگر
اُسکے قسم جنس ہو یعنی ایسا خودرو درخت ہو جسکو لوگ بوتے اور جانتے ہوں تو اُسکے کاٹنے سے کچھ جزا واجب نہیں ہاں اگر کسی کی مملوک زمین پر ہوگا تو مالک کو
البتہ قیمت دینا لازم ہوگا کذا فی الحاشیۃ الطحطاوی اور کتب فقہ خصوص شرح ہدایہ میں مصرح ہے کہ حرم کی گھاس اور حرم کا درخت قسم میں ایک قسم تو وہ درخت ہے
جسکو لوگوں نے بویا ہو اور دوسری قسم وہ ہے جو خودرو ہو جیسے اکثر جنگلی درخت تو جو انسان کا بویا ہو اسکی دو قسمیں ہیں یا ایسا درخت ہے جسکو لوگ بوتے ہیں بطور عادت کے
یا ایسا ہو جسکے بونے کی عادت نہیں ان دونوں قسموں کے کاٹنے میں جزا واجب نہیں اور جو خودرو درخت ہے اُسکی بھی دو قسم ہیں یا اُس جنس سے ہے جسکو لوگ بوتے ہیں
تو اُسکے کاٹنے میں بھی جزا واجب نہیں یا ایسا خودرو درخت ہے جسکو انسان نہیں بوتا تو فقط اسی چوتھی قسم کی گھاس اور درخت کاٹنے میں جزا واجب ہے کذا فی الدر
اور اس امر میں اصل وہ حدیث ہے جو صحاح ستہ میں ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جب مکہ فتح ہوا تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر حمد الٰہی کا بعد بیان
فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مکہ سے ہاتھی کو یعنی اصحاب الفیل کو ہلاک کیا اور اپنے رسول اور مومنین کو مکہ پر مسلط کیا اور میرے واسطے ساعت بھر کہ حلال ہوگیا پھر
اسکی حرمت باقی رہی قیامت تک نہ کاٹا جائے اسکا درخت اور نہ ستایا جاوے یہاں کا شکار اور نہ کاٹی جاوے یہاں کی گیلی گھاس اور حلال نہیں یہاں کی
گری چیز تو عباسؓ نے کہا مگر اذخر کے کاٹنے کی اجازت ہو ہماری قبروں اور گھروں کے واسطے تو حضرت صلعم نے فرمایا مگر اذخر یعنی اسکا کاٹنا حرام نہیں ہر چند
ظاہر حدیث میں سوائے اذخر کے کوئی گھاس اور درخت مستثنیٰ نہیں لیکن فقہاء نے بدلیل اجماع کے تینوں اقسام مذکورہ کو مستثنیٰ کیا ہے اسواسطے کہ حضرت صلعم کے
وقت سے آجتک ان زراعت کرنے اور کاٹنے کی عادت جاری ہے بلا انکار علاوہ اسکے ممنوع تو حرم کا درخت اور گھاس ہے تو حرم کی طرف اُس درخت اور گھاس کی
نسبت کامل ہوگی جو خودرو ہے اور انسان کی طرف منسوب نہیں اور جسکو انسان نے بویا خواہ اُسکے بونے کی عادت ہو یا نہو وہ انسان کی طرف منسوب ہوگیا کذا فی الہدایۃ
والاختیار شرح المختار والمقطوع و ورق لم یضر بالشجرۃ ولذا حل قطع الشجر المثمر لان اثمارہ اقیم مقام الانبات چنانچہ حرم کے مقطوع درخت اور پتوں میں مواخذہ
شرع کا نہیں بشرطیکہ پتوں کا توڑنا درخت کو ضرر نہ کرے اور چونکہ اُس گھاس اور درخت کے کاٹنے میں کچھ جزا نہیں جو مجانس ہے انسان کے بونے کا لہذا حلال ہے کاٹنا
اُس درخت کا جو پھلتا ہو اسواسطے کہ اسکا پھلنا قائم مقام ہے اُسکے بونے اور جاننے کے وقیمتہ فی الکل ای کل ما ذکر الا ما جف اوانکسر لعدم النماء وذہب بحفر کانون او ضرب
فسطاط لعدم امکان الاحتراز عنہ لانہ تبع واجب ہے قیمت اس چیز کی جسکے پیر اکھاڑے گئے یا مقطوع یا مکسور یا مذبوح ہونے جمیع مسائل مذکورہ میں چنانچہ تفصیل
انکی ترجمہ میں مفصل مذکور ہو چکی مگر جو گھاس یا درخت خشک ہو گیا یا ٹوٹ گیا تو اسکے قطع کرنے میں قیمت واجب نہیں بسبب عدم نمو کے اسواسطے کہ جب درخت میں
نمو نہ رہا تو وہ درخت نہ رہا جیسے ہوگیا یا درخت ضائع ہو گیا بسبب چولھا کھودنے یا خیمہ گاڑنے کے اسواسطے کہ ایسے امور سے بچنا ممکن نہیں اور دوسری علت یہ ہے
کہ اس طرح سے ضائع ہونا بالتبع ہے نہ بالاصالۃ والعبرۃ للاصل لا الغصن اور اعتبار درخت کی جڑ کا ہے نہ شاخ کا پس اگر ایک درخت کی جڑ حرم میں ہو اور شاخیں
اُسکی حل میں تو وہ درخت حرم کا ہے اُسکے کاٹنے سے قیمت دینا واجب ہوگا اور اگر جڑ اُسکی حل میں ہے اور شاخیں حرم میں تو وہ حل کا درخت ہے نہ حرم کا و لو بعضہ
فی الحل فکذلک ترجیحا للحرمۃ اور اگر تھوڑی جڑ حل میں اور تھوڑی حرم میں تو حرم کے برابر ہے بنا بر ترجیح حرمت کے و العبرۃ لمکان الطیر ان کان مستقرا علی غصن حیث

لو وقع الصید وقع فی الحرم فہو صید الحرم والا لا اور اعتبار اُڑنے والے کے مکان کا ہو سو اگر پرندہ شاخ پر بیٹھا ہو کہ اگر شکار کرے تو حرم کی زمین میں گرے
تو وہ حرم کا شکار ہو اور اگر حرم میں نہ گرے تو وہ حرم کا شکار نہین ولو کان قوائم الصید القائم فی الحرم ورأسه فی الحل فالعبرۃ للقوائم بعضہا اکلا الا لا
وہذا فی القائم فلو نائما فالعبرۃ لرأسه لسقوط اعتبار قوائمه فاجتمع المبیح والمحرم اور اگر کھڑے صید کے پانون حرم مین ہون اور شکار کا سر حل مین ہو تو اعتبار
اسکے پانون کا ہو یعنے وہ شکار حرم کا گنا جاویگا اور بعضے پانون کا حرم مین ہونا سب پانون کے برابر ہو یعنی اگر ایک پانون بھی حرم کی زمین مین ہوگا
تو وہ حرم کا شکار ہو نہین اعتبار ہو شکار کے سر کا یعنی اگر اُسکے پانون حل مین ہون اور سر حرم مین تو وہ شکار حل کا ہو نہ حرم کا اور یہ حکم کھڑے شکار کا ہو
سو اگر صید سوتا ہو یعنے لیٹا ہو تو اُسکے سر کا اعتبار ہو اسواسطے کہ اس حال مین اُسکے پانون کا اعتبار ساقط ہو تو یہان دو امر جمع ہوئے ایک اباحت کا اور دوسرا
تحریم کا تو تحریم کا غلبہ ہوگا سو اگر صید لیٹا ہوا اور اسکا سر حرم مین ہو اور پانون حل مین تو یہ حرم کا صید ہو اور اگر سر اُسکا حل مین ہو تو وہ حل کا صید ہو والعبرۃ لحالة
الرمی الا اذا رماہ من الحل فمر السہم فی الحرم یجب الجزاء استحسانا بدائع اور اعتبار پھینک مارنے کی حالت کا ہو یعنے اگر غیر محرم نے حل سے بندوق یا تیر مارا
شکار کو تو اُسپر جزا نہین لیکن اگر حل سے مارا اور حرم مین تیر گذرا اور شکار کو لگا تو بنا بر استحسان کے اسپر جزا واجب ہو کذا فی البدائع ہم فتاوی عالمگیری مین ہو
کہ اگر رامی اور رمی دونون حرم مین ہون یا ایک حرم مین ہو تو جزا واجب ہو اور اگر دونون حل مین ہون تو جزا واجب نہین بشرطیکہ تیر حرم مین ہوکر نہ نکلا ہو اور
یہی حکم ہو باز اور شکاری کتا چھوڑنے کا ولو شوی بیضا او جرادا او حلب لبن صید فضمنه لم یحرم اکله وجاز بیعه وکرہ وقیل یحرم فی الفقه ان شاء اعدم
الذکاۃ بخلاف ذبح المحرم او صید الحرم فانه میتة اور اگر حرم کا انڈا یا ٹڈی پکائے یا شکار کا دودھ دوہا اور اُسکی قیمت کا ضمان دیا تو اُسکا کھانا حرام نہین اور
اُسکا بیچنا جائز ہو اور مکروہ ہو اور اگر چاہے تو اسکو بیچکر اُسکی قیمت جزا مین دے انڈے اور ٹڈی کا کھانا اور بیچنا اسواسطے جائز ہوا کہ انہین ذبح کرنا شرط نہین
بخلاف ذبح محرم کے اور شکار حرم کے کہ وہ مردار ہو یعنے اگر محرم نے شکار ذبح کیا خواہ حل مین خواہ حرم مین یا غیر محرم نے حرم مین شکار ذبح کیا تو وہ مردار ہوگیا
اسواسطے کہ ذبح کرنا فعل مشروع ہو سو محرم پر اور حرم کے صید پر حرام ہو تو اُسکا کھانا اور بیچنا جائز نہین کذا فی المنح عن السراجیہ اور محرم کو صید کا زندہ بیچنا بھی
جائز نہین اسواسطے کہ حق تعالی نے فرمایا محرمین کو تمپر حرام ہو صید خشکی کا تو شکار اُسکے حق مین ایسا ہوگیا جیسے شراب کذا فی فتح القدیر والامر حشیشه
بدایه ولا یقطع بمنجل الا الاذخر اور نہ چرائی جاوے گھاس حرم کی امام اعظم رح اور محمد رح کے نزدیک کذا فی البدایہ اور نہ کاٹی جاوے ہنسیے سے سوائے
اذخر کے ہم اذخر کا کاٹنا درست ہوگیا بالتماس عباس رض کے چنانچہ صحاح ستہ کی حدیث مین مذکور ہو چکا اذخر بکسر اول و ثالث ایک خوشبودار گھاس ہو جسکو ہندی
مین گندھیس اور گندھیل اور بہرا بچ کی گھاس کہتے ہین فلا باس بانه کماۃ لانہا کالجاف کچھ مضائقہ نہین حرم کی کھنبی لینے مین اسواسطے کہ وہ خشک سی چیز ہو گھاس
نہین ہو وبقتل قملة من بدنه او القائہا او القاء ثوبه فی الشمس لتموت تصدق بما شاء کجرادۃ اور اپنے بدن کی جون مارنے سے یا اُسکے ڈالنے سے یا اپنے
کپڑے کو دھوپ مین ڈالنے سے تاکہ وہ مرجاوے صدقہ دے جتنا چاہے جیسے ٹڈی کے مارنے مین صدقہ واجب ہو یعنی ٹکڑا روٹی یا کھجور یا مٹھی بھر اناج ہم اپنے بدن کی
جون مارنا اسواسطے منع ہوا کہ وہ بدن کے میل سے پیدا ہوتی ہو اور میل کا چھڑانا بدن سے محرم کو جائز نہین مانند بال کے ولہذا دوسرے شخص کے بدن کی جون کا اور یا
زمین کی گری جون کو مارنا جائز ہو اور اگر کپڑا دھوپ مین ڈالے اور جون مارنے کی نیت نہو تو اُسپر جزا واجب نہین کذا فی المنح ابوداؤد اور ترمذی مین ابوہریرہ رض سے مروی ہو
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ٹڈی کو کھاؤ کہ وہ دریا کا صید ہو تو بموجب اس حدیث کے ٹڈی کے قتل مین کچھ مضائقہ نہین لیکن امام مالک رح کے موطا مین عمر فاروق رض
سے ثابت ہو کہ محرم کے ٹڈی مارنے مین فرمایا التمرۃ خیر من جرادۃ یعنے ایک کھجور صدقہ دے اسواسطے کہ کھجور بہتر ہو ٹڈی سے اور ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاق نے بھی
اسیطرح روایت کی ہو اور تمام اصحاب مذاہب حقہ اسمین فاروق اعظم رض کے تابع ہین واللہ اعلم کذا فی فتح القدیر ویجب الجزاء فیہما ای القملة بالدلالة کما فی الصید
اور واجب ہو جزا جون مین بتانے سے بھی چنانچہ صید مین بتانے سے بھی واجب ہو یعنے اگر محرم نے اپنے بدن کی جون کسیکو دکھائی یا اشارہ کیا اور

[illegible] تو معلوم ہو چکا [illegible] فی [illegible] جزا [illegible] منع [illegible] اور [illegible] صید [illegible]

[illegible] واجب ہو اور کھٹمل اور [illegible] سے [illegible] اور [illegible] ہو [illegible] تو قتل اور [illegible] کوئی [illegible]

زیادہ [illegible] نہیں اور اس سے کم [illegible] قتل [illegible] ولا شیٔ فی قتل غراب الا الابقع [illegible] جو [illegible] نہیں [illegible]

[illegible] محرم [illegible] کے قتل کرنے میں سوائے ابقع کے [illegible] کذا فی الظہیریۃ اور [illegible]

[illegible] کرنے کا ارادہ درست ہو تو [illegible] ابقع بھی [illegible] کہ موذی ہے [illegible] جانور کی [illegible] نجاست [illegible]

[illegible] روایت [illegible] حدیث میں اس کو [illegible] قتل کرنے کا حکم [illegible] نجاست [illegible]

ابقع جانور کو [illegible] میں [illegible] اور [illegible] صید [illegible]

[illegible] ایک پرندہ ہے اس کا رنگ سیاہ اور سفید ہوتا ہے [illegible] کے مشابہ ہے [illegible]

قتل میں کچھ نہیں [illegible] صاحب [illegible] ہمزہ [illegible]

کذا فی القاموس وذئب وحیۃ وعقرب وفارۃ بالہمزۃ وجوز البرجندی التسہیل وکلب عقور ای [illegible] وحشی [illegible]

بچھو اور چوہے اور کلب عقور یعنے وحشی کتے کے قتل میں کچھ جزا نہیں اور وحشی کتے کے سوا [illegible] کہا [illegible] فارہ کا لفظ [illegible]

اور برجندی نے اس میں تسہیل بھی جائز رکھی ہے یعنے ہمزہ اور الف کے بیچ میں پڑھنا [illegible] صید [illegible] لیکن بسبب [illegible] ایذا رسانی کے جزا اسکے قتل کی

ساقط ہو گئی صاحب نہر الفائق نے اپنی کتاب میں سقوط جزا [illegible] اسیطرح بیان کی ہے اور بخاری اور مسلم میں ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ

موذی جانور ہیں کہ حل اور حرم میں مارے جاتے ہیں کوا اور چیل اور بچھو اور چوہا اور کلب عقور اور مسلم کی دوسری روایت میں سانپ مذکور ہے [illegible] کے عوض اور صحیحین کی دوسری

روایت عبد اللہ بن عمر سے یوں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انکے مارنے میں محرم پر کچھ گناہ نہیں اور دارقطنی اور طحاوی کی حدیث [illegible] میں

محرم کو بھیڑیے کے قتل کی اجازت ہے اور سنن ابی داود کی حدیث مرفوع میں سبع عادی کے قتل کرنے محرم کو اجازت ہے یعنی وہ درندہ جو حملہ کرے کذا فی

فتح القدیر وبعوض ونمل لکن لا یحل قتل ما لا یؤذی ولذا قالوا لم یحل قتل الکلب الاہلی اذا لم یؤذ والامر بقتل الکلاب منسوخ کذا فی الفتح ای لا شیٔ فی قتل بعوض اور

مچھر اور چیونٹی کے قتل میں کچھ نہیں خواہ بڑی قسم کا مچھر ہو یا چھوٹا اور چھوٹی چیونٹی ہو یا بڑی مارنا سب کا جائز ہے لیکن اگر ایذا نہ دے تو مارنا حلال نہیں کذا فی النہر

والبحر اور اسی واسطے فقہا نے کہا ہے کہ کلب اہلی یعنے پلاؤ کتا جبکہ موذی نہو تو اسکا مارنا حلال نہیں اور کتوں کے قتل کرنے کا حکم جس حدیث میں ہے سو وہ منسوخ ہے کذا فی

الفتح یعنے اس صورت میں ہے جبکہ کتے ضرر نکرتے ہوں اسواسطے کہ ملتقط میں صریح ہے کہ جب کتے ایک گانؤں میں زیادہ ہو جاویں اور وہاں کے لوگوں کو

ضرر پہونچاتے ہوں تو وہاں کے لوگ کتوں کو قتل کرا ڈالیں کذا فی النہر وبرغوث وقراد وسلحفاۃ بضم ففتح فسکون وفراش وذباب ووزغ وزنبور

وقنفذ وصرصر وصیاح لیل وابن عرس وام حبین وام اربعۃ واربعین وکذا جمیع ہوام الارض لانہا لیست بصید ولا متولدۃ من البدن ای [illegible] پسو اور چیچڑی اور کچھوا

اور پتنگا اور مکھی اور گرگٹ اور زنبور [illegible] اور صرصر [illegible] اور ام حبین اور کنکھجورا اور سب حشرات الارض کے قتل کرنے میں محرم پر کچھ [illegible] نہیں

اسواسطے کہ یہ جانور اور کیڑے صید نہیں ہیں اور نہ انسان کے بدن میں سے پیدا ہوتے ہیں جنکے قتل سے جزا لازم آوے [illegible] اور ام حبین [illegible] جانور ہیں کذا فی [illegible]

وسبع ای حیوان صائل لا یمکن دفعہ الا بالقتل فلو امکن بغیرہ فقتلہ لزمہ الجزاء [illegible] اور درندہ یعنے ایسے کسی جانور حملہ کرنے والے کے

قتل سے جزا لازم نہیں جسکا ہٹانا بدون قتل کے ممکن نہو تو اگر بدون قتل کے دفع کرنا ممکن ہو اور پھر بھی اسکو قتل کریگا تو اسپر جزا لازم ہوگی جیسے کہ قاتل پر

قیمت لازم ہوگی اگر حملہ کرنے والا جانور کسی کا مملوک ہو کذا فی النہر طحاوی نے کہا کہ شارح کی تشبیہ دینے سے معلوم ہوا کہ سبع مملوک میں دو قیمتیں

لازم ہونگی ایک حق شرع کی قیمت جو بکری کی قیمت سے زیادہ نہوگی اور دوسری حق مالک کی قیمت جسقدر کہ ہو ولہ ذبح شاۃ ولو ابوہا ظبیا لان الام ہی
الاصل وبقر وبعیر ودجاج وبط اہلی اور جائز ہی محرم کو ذبح کرنا بھیڑ بکری کا اگرچہ اُسکا باپ ہرن ہوا سواسطے کہ اصل مان ہی اصل ہی نہ باپ اور جائز ہی
ذبح کرنا گاے اور اونٹ اور مرغی اور بط اہلی کا اسواسطے کہ یہ جانور اصل خلقت مین وحشی نہین تو یہ صید مین داخل نہین کہ محرم پر انکا ذبح کرنا حرام ہو بط اہلی سے
وہ بط مراد ہی جو گھرون مین اور حوضون مین رہتی ہوان اسواسطے کہ وہ بنا بر اصل خلقت کے مالوف اور مانوس ہوتی ہین بخلاف وحشی بط کے جو جنگل مین اُڑتی پھرتی
ہین کہ اُسکے ذبح کرنے مین محرم پر قیمت واجب ہوگی کذافی الطحطاوی واکل ما صادہ حلال ولو لمحرم وذبحہ فی الحل بلا دلالۃ محرم ولا امرہ بہ ولا اعانۃ فلو
وجدا حدہا حل للحلال لا للمحرم علی المختار اور جائز ہی محرم کو کھانا اُس شکار کا جسکو غیر محرم نے شکار کیا ہو اور حل مین ذبح کیا ہو اگرچہ محرم ہی کے واسطے شکار کیا ہو لیکن
جائز ہی بشرطیکہ محرم نے شکار کو نہ بتایا ہو اور نہ اجازت دی ہو شکار کرنے کی اور نہ اسپر اعانت کی ہو سو اگر ان امور ثلاثہ سے ایک امر بھی پایا جاویگا تو وہ شکار غیر محرم
کو تو حلال ہوگا اور محرم پر حلال نہوگا بنا بر قول مختار کے جسکو طحطاوی نے روایت کیا ہی امام مالک اور شافعی رح کے نزدیک اگر غیر محرم شکار کریگا محرم کے واسطے
تو اُسکا کھانا محرم کو حلال نہین بدلیل ترمذی اور ابو داؤد کی حدیث کے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ صید تمپر حلال ہی جبتک کہ تم نہ شکار
کرو یا تمھارے واسطے شکار کیا جاوے اُسکا جواب یہ ہی کہ اس حدیث کی یحیے بن معین نے تضعیف کی ہی اور اگر صحیح بھی ہو تو یہ مطلب ہی کہ جب محرم کے امر سے
شکار ہوا ہو تو حلال نہین اور امام اعظم رح کی دلیل وہ حدیث ہی جو صحاح ستہ مین ابو قتادہ سے مروی ہی کہ حضرت صلعم کے اصحاب بعضے محرم تھے اور بعضے غیر محرم
سو انہون نے ایک گورخر کو دیکھا اور اسکو شکار کیا اور اصحاب رض نے اُسکو کھایا اور اسکا سوال حضرت صلعم سے کیا فرمایا کہ کسی نے تم مین سے امر کیا تھا شکار کا یا
اُسکی طرف اشارہ کیا تھا اصحاب نے کہا کہ نہین حضرت صلعم نے فرمایا تو کھاؤ گوشت کو اور مسلم کی روایت یون ہی کہ کیا تمنے اشارہ کیا تھا یا اعانت کی تھی صحاب
نے کہا نہین فرمایا کہ کھاؤ طحطاوی نے کہا کہ ابو قتادہ نے فقط اپنے واسطے شکار نہ کیا تھا بلکہ محرم صحابہ رض کے واسطے بھی کیا تھا پھر بھی حضرت صلعم نے اُسکو
مباح فرمایا کذافی العینی شرح الکنز ویجب قیمتہ بذبح حلال صید الحرم وتصدق بہا ولا یجزیہ الصوم لانہا غرامۃ لا کفارۃ حتی لو کان الذابح محرما اجزاہ الصوم
وقید بالذبح لانہ لا شئ فی الدلالۃ الا الاثم صید حرم کے ذبح کرنے سے غیر محرم پر قیمت اُسکی واجب ہی تو اُس قیمت کو تصدق کرے یا اُس سے ہدی مول لیکر مکہ مین
ذبح کرے کذافی الطحطاوی اور کفایت نہین کرتا اُسکو روزہ رکھنا اسواسطے کہ یہ جزا غیر محرم پر ڈانڈ ہی نہ کفارہ یہان تک کہ اگر ذبح کرنے والا صید حرم کا
محرم ہوگا تو اُسکو روزہ رکھنا کافی ہوگا اور مصنف رح نے ذبح کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر غیر محرم شکار حرم پر دلالت کریگا تو اُسپر کچھ جزا واجب نہین سواے
گناہ کے ومن دخل الحرم ولو حلالا او احرم ولو فی الحل وفی یدہ حقیقۃ یعنے الجارحۃ صید وجب ارسالہ اطارتہ او ارسالہ للحل ودیعۃ قہستانی علے
وجہ غیر مضیع لہ لان یسیب الدابۃ حرام اور جو شخص کہ حرم مین داخل ہوا اگرچہ احرام نہ باندھے ہو یا جسنے کہ احرام باندھا اگرچہ حل کے اندر احرام باندھا ہو
اور اُسکے حقیقی ہاتھ مین صید ہو حقیقی ہاتھ سے جسمی ہاتھ مراد ہی جسکو جارحہ کہتے ہین تو اُس شخص پر واجب ہی صید کا چھوڑ دینا یعنی اڑا دینا طائر کا یا حل مین
اُسکو کسیکے پاس بھیجدینا بطور امانت کے کذافی القہستانی حل مین جانور کو اس طرح روانہ کرے کہ وہ ضائع نہوے جیسے چوپاے کو مطلق العنان نکرے اسواسطے کہ
چوپاے کا چھوڑ دینا بطور سانڈ کے حرام ہی کذافی البحر حرم مین جانور کا چھوڑ دینا اسلیے واجب ہوا کہ جب حرم مین داخل ہوا تو وہ حرم کا صید ہو گیا کذافی النہر
وفی کراہیۃ جامع الفتاوی شری عصافیر من الصیاد واعتقہا جاز ان قال من اخذہا فہی لہ ولا تخرج عن ملکہ باعتاقہ وقیل لا لانہ تضییع للمال انتہی قلت
وحینئذ فتقیید الاطارۃ بالاباحۃ قبل اور جامع الفتاوی کی کتاب الکراہیۃ مین مذکور ہی کہ ایک شخص نے شکاری سے چڑے مول لیے اور انکو چھوڑ دیا
تو جائز ہی اگر چھوڑنے کے وقت یہ کہا ہو کہ جو انکو پکڑے وہ انکا مالک ہی اور اسکے چھوڑ دینے سے اسکی ملک سے وہ باہر نہین ہوتے خواہ کلام مذکور
کہے یا نہ کہے کذافی الطحطاوی اور بعضون نے کہا کہ چھوڑنا جائز نہین کہ مال کا ضائع کرنا ہی انتہی کلام الفتاوی شارح کہتا ہی جبکہ جامع الفتاوی کا سے

اتفاق کیا یہ فصل حکم معلوم ہوا تو لائق ہے کہ ارادت کو باحث کر تقیہ کہ نہیں قبل ازانکہ یعنی آزاد سے یون کہ چاہئے کہ یون سکو کہ پہ وہ سکا قاتب جزا فی الجمالہ
فی الوجیز ہدایات السرخسی یہ مذہب ہو دقہ فاقوہ وخراحیا لا یجیل لہ ان یسلہ ان تال منہ سیسہ اہمامن افقدہ ادان قال ہنا فی الجبہ تی یا تحتہ نہ او القولہ فی الخزانہ
ودو فتاوی السرخسی کی کتاب لاکراہیہ مین مذکور ہو کہ ایک شخص نے چڑیا پالی چھوڑ دیا سو دوسرے شخص نے اُسکو پکڑ لیا دو مالک آراستہ کیا تو مالک اول کو
اسپر نقصان نہیں پہونچا بشرطیکہ چھوڑنے کے وقت اسنے یہ کہا ہو کہ اُسکا ہو جو اسکو لیوے اور اگر چھوڑنے کے وقت یون کہا ہو کہ مجکو اسکی کچھ حاجت نہیں تو مالک اول کو
اسکا لینا جائز ہو اور مالک کا قول اپنی قسم کے ساتھ معتبر ہوگا انتہی کذا مرانہ لایجب ان کان الصید فی بیتہ بحبیلانہ لما دوام الفاضتیہ بذلک وحتی
مین ہے کہ تیغ چھوڑنا واجب نہیں اگر چہ حرم کے گھر مین ہو بسبب جاری رہنے عادت لوگون کے آئین اور جریان عادت دلائل شرعیہ مین سے ایک
دلیل ہے یعنی صحابہ کبار احرام باندھتے تھے اور انکے گھرون مین صید اور دواجن موجود رہتے تھے اور اُنسے منقول نہیں کہ وہ چھوڑ دیتے ہون تو یہ
اجماع فعلی ہوا اور اجماع حجت شرعی ہے دواجن اُس جانور کو کہتے ہین کہ جو مکان سے مالوف ہو اصل اُسکی وحشی ہو یا نوس جیسا کہ ہرن اور کبوتر اور بکری
کذا فی النہر والمنح ہم جریان عادت قرون ثلثہ یعنی صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کی البتہ حجت ہے کہ انکے حق مین خیر القرون وارد ہوا اور یہ مطلب نہیں
کہ ہر قرن کی جریان عادت حجت شرعی ہے واللہ اعلم او قفصہ ولو القفص فی یدہ بدلیل اخذ المصحف بغلاف للمحدث یا صید پنجرے مین ہو تو بھی اُسکا چھوڑنا
واجب نہیں اگر چہ پنجرا محرم کے ہاتھ مین ہو بدلیل لینے مصحف کے ساتھ غلاف کے محدث کو لینے جیسے بے وضو کو مصحف کا ہاتھ مین لینا جائز نہیں لیکن اگر
جزدان مین ہو تو لینا اُسکا درست ہے اسی طرح محرم کو صید کا ہاتھ مین لینا جائز نہیں لیکن اگر وہ پنجرے مین ہو تو پنجرے کا لینا درست ہے اسواسطے کہ صید
پنجرے مین ہے نہ ہاتھ مین اور بعضون نے کہا کہ پنجرے مین لینا ہاتھ مین لینے کے برابر ہے اس دلیل سے کہ جو پنجرے کو غصب کرے وہ صید کا غاصب
شمار ہوگا کذا فی النہر ولا یخرج الصید عن ملکہ بہذا الارسال فلہ امساکہ فی الحل ولہ اخذہ من انسان اخذہ منہ لانہ لم یرسلہ عن اختیار اور صید
اس چھوڑ دینے سے محرم یا حلال کی ملک سے نہ نکل جاویگا تو اسکو بعد فراغت احرام کے صید کا پکڑ رکھنا حل مین جائز ہے اور اُسکو لینا صید کا اُس آدمی سے
جائز ہے جسنے صید کو اُس سے لیلیا تھا اسواسطے کہ اُسکا چھوڑ دینا اختیار سے نہ تھا بلکہ مجبوری احرام یا بضرورت دخول حرم تھا فلو کان جارحا
کبازٍ فقتل حمام الحرم فلا شئ علیہ لفعلہ ما وجب علیہ پھر اگر صید پھاڑنے والا ہو جیسا کہ باز سو وہ حرم کے کبوتر کو مارے تو چھوڑ دینے والے پر کچھ
جزا لازم نہیں اسواسطے کہ اُسنے وہ کیا جو اسپر واجب تھا یعنے محرم پر صید کا چھوڑ دینا واجب تھا سو اُسنے چھوڑ دیا اب اگر وہ کسی جانور کو مارے تو
اُسکا کیا تقصیر فلو باعہ رد البیع ان بقی والا فعلیہ الجزاء لان حرمۃ الحرم والاحرام تمنع بیع الصید سو اگر صید کو بیچا تو بیع کو پھیرے اگر صید باقی ہو اسواسطے
کہ بیع فاسد ہے اور اگر صید مرگیا ہو یا مشتری نہ ملتا ہو تو بائع پر جزا واجب ہے اسواسطے حرمت حرم اور احرام باندھنے کی صید کے بیچنے کی مانع ہے اور اگر بائع اور
مشتری حرم مین ہون اور صید حل مین ہو تو شیخین کے نزدیک بیع جائز ہے کذا فی المنح ولو اخذ حلال صیدا فاحرم ضمن مرسلہ من یدہ الحکمیۃ اتفاقا
ومن الحقیقیۃ عندہ خلافا لہما وقولہما استحسان کما فی البرہان اور اگر غیر محرم نے حرم کا صید پکڑا پھر احرام باندھا تو ضمان دیگا اُسکا چھوڑ دینے والا اُسکے
حکمی ہاتھ سے باتفاق امام اور صاحبین کے یعنی اگر گھر مین سے یا پنجرے سے کوئی شخص اس صید کو چھوڑ دیگا تو اُسکو بالاتفاق ضمان دینا ہوگا اور اگر اسکے حقیقی
ہاتھ سے کوئی چھوڑ دیگا تو امام اعظم کے نزدیک اسپر ضمان لازم ہوگا نہ صاحبین کے نزدیک اور صاحبین کا قول ثابت ہے بدلیل استحسان کذا فی البرہان یہ ہے کہ چھوڑنے
والے نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کیا وما علی المحسنین من سبیل جیسے خلاف شرع باجون کے توڑنے مین ضمان نہیں صاحب بحر نے کہا کہ صاحبین کا قول لائق فتوی کے
ہے جیسا کہ باجون کے توڑنے مین اُنہین کا قول مفتی بہ ہے کذا فی المنح ولو اخذہ محرم لا یضمن مرسلہ اتفاقا لان المحرم لا یملکہ فیضمنہ ما یاخذہ من اخذہ اور اگر حرم کے
صید محرم نے پکڑا تو اُسکے چھوڑ دینے والے پر ضمان لازم نہوگا بالاتفاق اسواسطے کہ محرم اُسکا مالک ہی نہیں ہوتا مانند خمر اور خنزیر کے کہ وہ ہوتے مین

یعنے جبکہ محرم مالک ہی نہوا تو محرم نہ لیگا صید کو اُس شخص سے جسنے اُس سے لیا اگرچہ حل مین ہو کذا فی الطحاوی و الصید لا یملکہ المحرم بسبب اختیاری کشراء و ہبۃ بل بسبب جبری والسبب الجبری فی احدے عشر مسئلۃ مبسوطۃ فی الاشباہ فلذا قال تبعا للبحر عن المحیط کالارث و جعلہ فی الاشباہ بالاتفاق لکن فی النہر عن السراج انہ لا یملک بالمیراث و ہو الظاہر اور صید کا مالک نہین ہوتا محرم اختیاری سبب سے مانند بیع اور ہبہ اور صدقہ اور وصیت کے بلکہ جبری یعنی بے اختیاری سبب سے مالک ہوتا ہی اور جبری سبب سے ملک حاصل ہوتی ہی گیارہ مسئلون مین جو اشباہ مین مشروحا مذکور ہین سو اسی واسطے باتباع بحر الرائق عن المحیط مصنف نے جبری سبب کی مثال دی کہ جیسے وراثت یعنے محرم صید کو بوراثت البتہ مالک ہوتا ہی اور اسکو اشباہ مین صاحب بحر نے اتفاقی قول قرار دیا ہی لیکن نہر الفائق مین سراج سے منقول ہی کہ محرم صید کا میراث سے بھی مالک نہین ہوتا اور یہی قول ظاہر ہی اسواسطے کہ محرم کے حق مین صید محرم العین ہی مطلقا لقولہ تعالی و حرم علیکم صید البر ما دمتم حرما شارح نے اشارہ کیا کہ ماتن کا قول خلاف ظاہر ہی تو متن مین داخل کرنا اسکا مناسب نہ تھا فان قتلہ محرم آخر بالغ مسلم ضمنا جزاءین الاخذ بالاخذ والقاتل بالقتل پھر اگر محرم کے پکڑے صید کو دوسرے بالغ مسلم محرم نے قتل کیا تو دونون محرم دو جزا کا ضمان دین پکڑنے والا محرم تو پکڑنے کی جزا دے اور قاتل قتل کرنے کی جم محرم قاتل مین جیسے بالغ اور مسلم کی قید شارح نے لگائی ویسا ہی عاقل کی بھی قید لگانا تھا کہ مجنون نکلجاتا جیسے صغیر اور نصرانی دونون قیدون سے نکل گیا کذا فی الحاشیۃ الطحاوی و رجع اخذہ علی قاتلہ لانہ قرر علیہ ما کان بمعرض السقوط اور پکڑنے والا محرم قاتل محرم سے پھیرلے جسقدر کہ اُسے ضمان دیا اسواسطے کہ قاتل نے پکڑنے والے پر اُسکو ثابت کر دیا جو معرض سقوط مین تھا یعنے اگر قاتل اُسکو قتل نکرتا اور پکڑنے والا صید کو چھوڑ دیتا تو جزا ساقط ہو جاتی اور جبکہ قاتل نے اُسکو قتل کر ڈالا تو اب جزا پکڑنے پر متعین ہو گئی و ہذا ان کفر بالمال وان بصوم فلا علی ما اختیارہ الکمال لانہ لم یغرم شیئا اور یہ پھیر لینا قاتل سے اُس شرط پر ہی جبکہ پکڑنے والے نے مال کا کفارہ دیا ہو اور اگر اُسنے اسکی جزا مین روزے رکھے ہون تو پھیر لینا نہین پہونچتا بنا بر اس قول کے جسکو کمال الدین بن الہمام صاحب فتح القدیر نے پسند کیا ہی اسواسطے کہ اُسنے کچھ ڈانڈ نہین دیا جسکو پھیرے اور زیلعی نے بھی اس قول پر یقین کیا ہی اور محیط مین منتقی سے یہی قول مصرح ہی کذا فی المنح ولو کان القاتل بہیمۃ لا یرجع علی ربہا ولو صبیا او نصرانیا فلا جزاء علیہ للہ تعالی ولکن رجع الاخذ علیہ بالقیمۃ لانہ یلزمہ حقوق العباد دونون حقوق اللہ تعالی اور اگر صید حرم کا مارڈالنے والا جانور ہو تو اُسکے مالک سے نہ پھیرے اور اگر اُسکا قاتل لڑکا ہو یا نصرانی مراد نصرانی سے کافر ہی تو اُسپر جزا واجب نہین بنا بر حق اللہ کے ولیکن محرم صید کا پکڑنے والا کافر سے اُسکی قیمت بھرلے اسواسطے کہ کافر پر حقوق العباد لازم ہین نہ حقوق اللہ وکل ما علی المفرد بہ دم بسبب جنایتہ علی احرامہ یعنے بفعل شیء من محظورا تہ لا مطلقا اذ لو ترک واجبا من واجبات الحج او قطع نبات الحرم لم یتعدد الجزاء لانہ لیس جنایۃ علی الاحرام فعلی القارن ومثلہ متمتع ساق الہدی دمان اور جس قصور مین تنہا حج کرنے والے پر ایک خون واجب ہوتا ہی بسبب اسکے احرام کے جنایت کے تو اُس فعل مین قارن پر دو خون واجب ہوتے ہین ایک حج کا خون اور دوسرا عمرے کا خون اسواسطے کہ قارن دو احرام کا محرم ہی اور جنایت احرام سے اُن چیز کا کرنا مراد ہی جو احرام کے ممنوعات سے ہی نہ ہر طرح کی جنایت اسواسطے کہ اگر تنہا حج کرنے والا کوئی واجب فعل حج کے واجبات سے ترک کرے یا حرم کی گھاس کاٹے تو اُسپر ایک خون واجب ہوگا اور جبکہ قارن اُس واجب کو ترک کریگا تو اُسپر جزا متعدد نہوگی یعنی دو خون لازم نہ آوینگے اسلیے کہ یہ جنایت احرام پر نہین اور قارن کے مانند تعدد جزا مین وہ متمتع ہی جو ہدی کو ہانک لیچلا اسواسطے کہ وہ بعد عمرے کے احرام نہین اُتار سکتا بدون حلق یوم النحر کے وکذا الحکم فی الصدقۃ فتثنیٰ ایضا الجنایۃ علی احرامہ اور ایسا ہی حکم ہی وجوب صدقہ مین تو صدقہ بھی دوہرا واجب ہوگا قارن پر بسبب اسکے قصور کے کرنے کے اپنے دو احرام پر الا بمجاوزۃ المیقات غیر محرم ستثناء منقطع فعلیہ دم واحد لانہ حینئذ لیس بقارن مگر آگے بڑھنے مین میقات سے بدون احرام کے تو اسپر ایک خون لازم ہی اسواسطے کہ اسوقت وہ

... دونون نہیں ... احرام ... تو ... قتل کیا ... ولو قتل محرمان صیدا تعدد الجزاء بتعدد القتل ولو
... ایک صید کو قتل کیا تو جزا ... بسبب تعدد قتل کے یعنی احرام دو ہیں تو جزا بھی دو لازم ہونگی ولو حلالان صیدا الحرم ...
اور ... نے صید حرم کو قتل کیا تو جزا متعدد نہ ہوگی بلکہ ایک ہی جزا لازم ہوگی بسبب اتحاد محل کے یعنی صید ایک ہے تو جزا بھی ایک ...
... بیع المحرم صیدا وکذا کل تصرف وشراؤہ وان اصطادہ وہو محرم والاصل انہ فاسد اور بیچنا محرم کا صید کو باطل ہے اور اسی طرح بیع تصرفات
مانند ہبہ اور وصیت کے باطل ہیں اور محرم کا شکار خریدنا بھی باطل ہے اگرچہ اسکو بحالت احرام مین پکڑا ہو اور اگر احرام کی حالت مین نہ شکار کیا ہو
تو بیع فاسد ہے فلو قبض المشتری فعطب فی یدہ فعلیہ وعلی البائع الجزاء سو اگر قبضہ کیا مشتری نے صید پر پھر وہ اُسکے ہاتھ مین ہلاک ہو گیا
تو مشتری پر اور بائع پر جزا واجب ہے اگر دونون محرم ہون اور اگر ایک محرم ہوگا تو فقط محرم پر جزا لازم ہوگی کذا فی الفتح وفی الفاسد تضمین قیمتہ ایضا
کما ہو ... فاسد مین مشتری قیمت کا بھی ضامن ہوگا وجوب جزا کے ساتھ چنانچہ مذکور ہو چکا ہے ایک شخص نے قبل احرام کے صید حرم کو گرفتار کیا
اور بعد احرام کے بیچا اور مشتری کے پاس وہ صید مر گیا تو مشتری پر جزا بھی واجب ہوگی اور بائع کو قیمت بھی دینا پڑیگی اسواسطے کہ بائع اُسکا مالک تھا
بخلاف بیع باطل کے کہ اُسمین بائع مالک نہیں ہوتا لہذا اُسمین مشتری پر ضمان قیمت کا نہین یہ حکم اس صورت مین ہے جبکہ مشتری محرم ہو اور اگر محرم نہوگا تو
اُسپر فقط قیمت دینی لازم ہوگی نہ جزا کذا فی الفتح والطحطاوی ولدت ظبیۃ بعد ما اخرجت من الحرم وماتا غرمہما ہرنی جبکہ حرم سے نکالنے کے بعد
اور وہاں اور بچہ اُسکا دونون مر گئے تو نکالنے والا دونون کا ضمان دے اسواسطے کہ صید حرم کا بعد اخراج کے بھی مستحق ہے امن کا شرعا او لہذا اُسکا
... واجب ہے تو یہ صفت شرعی امن کی اُسکے بچہ مین بھی سرایت کر گئی تو دونون کا ضمان برابر لازم ہو گیا وان ادی جزاہا ای الام ثم ولدت
لم یجزہ ای الولد لعدم سرایۃ الامن حینئذ ورد بحیث رد بعد الاداء ان ... ہے تم اور اگر ہرنی کی جزا اُسنے ادا کی پھر وہ جنی تو بچے کی جزا نہ دے بسبب
نہ سرایت کرنے امن کے اسوقت یعنی جبکہ ماں کا بدلا ادا کیا تو وہی مستحق امن نہ رہی تو بچے مین کاہے کو امن سرایت کریگا اور بعد ادا کرنے ہرنی کی جزا کے کیا
واجب ہے اسکا ... اور ... مین ظاہر جواب یہ ہے کہ ہاں واجب ہے کذا فی النہر آفاقی مسلم بالغ یرید الحج ولو نفلا او العمرۃ فلو لم یرد واحدا منہما لا یجب علیہ دم
بمجاوزۃ المیقات وان وجب حج او عمرۃ اذا اراد دخول مکۃ او الحرم علی ما سیاتی فی المتن قریبا وجاوز وقتہ ظاہر ما فی النہر عن البدائع اعتبار الارادۃ
عند المجاوزۃ ثم احرم لزمہ دم کما اذا لم یحرم آفاقی مسلم بالغ نے حج کا ارادہ کیا اگرچہ نفل حج کا یا عمرے کا قصد کیا اور میقات سے آگے بڑھ گیا پھر
اُسنے احرام باندھا اسپر ذبح کرنا لازم ہوا چنانچہ احرام نہ باندھنے مین لازم ہے اور اگر حج یا عمرے کا ارادہ نکیا تو بلا احرام میقات سے آگے بڑھنے مین
ذبح کرنا واجب نہوگا اگرچہ حج یا عمرہ واجب ہوگا جبکہ دخول مکہ یا حرم کا ارادہ کریگا چنانچہ متن مین یہ مسئلہ عنقریب مذکور ہوگا اور نہر الفائق مین جو بدائع
سے منقول ہے اُسکا ظاہر مطلب یہ ہے کہ میقات سے بڑھنے کے وقت ارادہ کا اعتبار ہے یعنی بعد مجاوزت میقات کے ارادہ معتبر نہین فان عاد الی میقات
ما ثم احرم او عاد الیہ حال کونہ محرما لم یشرع فی نسک صفۃ محرما کطواف ولو شوطا وانما قال ولبی لان الشرط عند الامام تجدید التلبیۃ عند المیقات
بعد العود الیہ فانما سقط دمہ پھر اگر پلٹ آیا کسی میقات کی طرف پھر اُسنے وہان احرام باندھا یا ایسا محرم ہو کر میقات کی طرف پلٹ آیا جسنے کوئی
عبادت ہنوز نہین شروع کی مثلا طواف کا ایک شوط بھی نہین کیا اور میقات پر لبیک بولا تو ذبح کرنا اُسپر سے ساقط ہو گیا ماتن نے لبیک کہنے کو ...
کہا کہ امام رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دوبارہ لبیک کہنا میقات کے پاس بعد پھر آنے کے شرط ہے کہ بدون اسکے ذبح کرنا ساقط نہین ہوتا بخلاف صاحبین ... کے
... نزدیک ... سقوط دم مین شرط نہین میقات کی طرف پلٹ آنا کافی ہے والافضل عودہ الا اذا خاف فوت الحج اور افضل یہ ہے کہ پلٹ آنا
میقات کی طرف ... مگر جبکہ خوف ہو حج کے فوت ہونے کا تو نہ پھرے والا ای وان لم یعد او عاد بعد شروعہ لا یسقط الدم اور اگر میقات کی طرف

نہ پلٹ آیا یا پھر آیا بعد شروع کرنے طواف وغیرہ کے تو ذبح کرنا ساقط نہو گا مکی یرید الحج ومتمتع فرغ من عمرتہ وصار مکیا وخرجا من الحرم واحرما بالحج من الحل فان علیہما دما لمجاوزۃ میقاتہ المکی بلا احرام وکذا لو احرم بالعمرۃ من الحرم وبالعود کما مر یسقط الدم چنانچہ مکی جو حج کا ارادہ کرنے والا اور متمتع جو اپنے عمرے سے فراغت ہوا اور مکی ہو گیا اور دونوں نکلے حرم سے اور دونوں نے حج کا احرام باندھا حل سے تو دونوں پر خون واجب ہے بسبب بلا احرام بڑھنے کے میقات اہل مکہ سے اسواسطے کہ اہل مکہ کا میقات حج کے واسطے حرم ہے نہ حل اور اسیطرح اگر مکی اور متمتع نے احرام باندھا عمرہ کا حرم سے تو ذبح کرنا انپر واجب ہے اسواسطے کہ میقات عمرے کا حل ہے اور میقات کی طرف پلٹ آنے سے جس طرح کہ مذکور ہو چکا ذبح کرنا ساقط ہو جاتا ہے دخل کوفی ای آفاقی البستان ای مکانا من الحل داخل المیقات لحاجۃ قصدہا ولو عند المجاوزۃ علی ما مر ونیۃ مدۃ الاقامۃ لیست بشرط علی المذہب لہ دخول مکۃ غیر محرم کوفی داخل ہوا بستان میں یعنے آفاقی اندر میقات کے زمین حل میں سے کسی مکان میں کسی حاجت کے واسطے بالقصد آیا اگرچہ مجاوزت میقات کے نزدیک ارادہ اس حاجت کا کیا ہو چنانچہ یہ مضمون نہر الفائق سے مذکور ہو گیا تو اس آفاقی کو جائز ہے داخل ہونا مکہ کا بدون احرام باندھے اور مدت اقامت کی نیت شرط نہیں بنا بر مذہب صحیح کے یعنے پندرہ روز یا زیادہ رہنا بستان میں مشروط نہیں احرام کے عدم وجوب میں بستان بنی عامر ایک بستی ہے داخل میقات خارج حرم کے اور فی الحال اسکا نام نخلہ محمود ہے وہاں سے مکہ معظمہ چوبیس کوس ہے کذا فی الطحطاوی ووقتہ البستان ولا شیء علیہ لانہ التحق باہلہ کما مر اور میقات اس آفاقی کا جو بستان میں کسی کام کو گیا بستان ہے یعنے حل میقات ہے حج اور عمرے کا اور اسپر مجاوزت میقات سے بلا احرام کوئی چیز واجب نہیں اسواسطے کہ آفاقی بستان میں آنے سے اہل بستان میں ملگیا تو جیسے بستانی کو دخول مکہ بلا احرام جائز ہے ویسے ہی اسکو بھی جائز ہے اور جیسے بستانی کا میقات حج اور عمرے کا حل ہے ویسے ہی آفاقی کا بھی حل ہے چنانچہ اسکی تفصیل بیان مواقیت میں گذر گئی وہذہ حیلۃ لآفاقی یرید دخول مکۃ بلا احرام اور یہ حیلہ ہے آفاقی کے حق میں جو مکہ میں جانا چاہتا ہے بدون احرام کے ویجب علی من دخل مکۃ بلا احرام لکل مرۃ حجۃ او عمرۃ اور جو مکہ میں داخل ہو بدون احرام باندھے تو ہر بار بلا احرام جانے میں اسپر ایک حج یا ایک عمرہ واجب ہے اس مکان اقدس کی تعظیم کے واسطے فلو عاد فاحرم بنسک اجزاہ عن آخر دخولہ وتمامہ فی الفتح سو اگر مکہ میں بلا احرام جا کر پھر میقات کی طرف پلٹ آیا سو حج یا عمرے کا احرام باندھا تو اسکو کافی ہو گا پچھلے بار کے دخول سے اور پورا بیان اسکا فتح القدیر میں ہے یعنے مثلاً دو بار بلا احرام داخل ہوا تھا تو اس احرام سے دوسری بار داخل ہونے سے جو حج یا عمرہ واجب ہوا تھا وہ ادا ہو گا اسواسطے کہ اول بار کا حج یا عمرہ اسپر دین ہو گیا سو وہ بدون تعیین نیت کے ساقط نہو گا کذا فی الفتح وصح منہ ای اجزاہ عما لزمہ بالدخول لو احرم عما علیہ من حجۃ الاسلام او نذر او عمرۃ منذورۃ لکن فی عامہ ذلک لتدارکہ المتروک فی وقتہ لا بعدہ لصیرورتہ دینا بتحویل السنۃ اور صحیح ہوگا اس سے یعنی کفایت کریگا اس حج یا عمرہ سے جو اسپر بلا احرام داخل ہونے سے لازم ہو گیا اگر اسنے احرام باندھا ہو اس عبادت کے واسطے جو اسپر واجب تھی منجملہ حجۃ الاسلام کے یا حج نذر کے یا عمرہ نذر کے لیکن یہ اس صورت میں ہے جب اسی سال حج یا عمرہ کرے اسواسطے کہ جو متروک ہو گیا تھا اسکو اپنے وقت میں تدارک کر لیا نہ کافی ہو گا دخول بلا احرام سے بعد اس سال کے اسواسطے کہ متروک دین ہو گیا سال پلٹنے سے جاوز المیقات بلا احرام فاحرم بعمرۃ ثم افسدہا مضی وقضی ولا دم علیہ لترک الوقت لجبرہ بالاحرام منہ فی القضاء ایک شخص بڑھ گیا میقات سے بلا احرام پھر اسنے عمرہ کا احرام باندھا پھر عمرے کو فاسد کر ڈالا جماع قبل طواف سے تو عمرے کو پورا کرے اور اسکو قضا کرے اور اسپر خون نہیں میقات کے ترک احرام سے اسواسطے کہ قضا کرنے میں میقات سے احرام باندھتے ہیں اسکا تدارک ہو جاویگا مکی ومن فی حکمہ طاف لعمرتہ ولو شوطا ای اقل اشواطہا فاحرم بالحج رفضہ وجوبا بالحلق لنہی المکی عن الجمع بینہما مکی نے اور اندر میقات کے رہنے والے نے اپنے عمرے کا طواف ایک شوط کیا ایک شوط سے مراد یہ کہ تین شوط یا اس سے کم کیا پھر حج کا احرام کیا تو حج کو ترک کرے سر منڈا کر بنا بر وجوب کے اسواسطے کہ اہل مکہ کو جمع کرنا حج اور عمرے کا ممنوع ہے وعلیہ دم لاجل الرفض وحج وعمرۃ لانہ کفایت الحج حتی لو حج فی سنتہ بطلت العمرۃ ولو افضہا قضاہا فقط اور اسپر

ذبح کرنا واجب ہے بسبب ترک کرنے رمی کے اور حج اور عمرہ واجب ہے اسواسطے کہ کئی مذکور ہو چکا مانند جیسے کہ حج فوت ہوگیا اور وقت اسکی عمرہ کرکے احرام سے نکلے
دوسرے سال حج قضا کرے تو تاخیر اسکی مذکور جس سال حج کرے بعد ادا کرنے کے تو دم شکر اسپر سے ساقط ہوجاویگا اور اگر عمرہ کو ترک کرکے حج کو توڑ دے تو قضا عمرہ
کی قضا اسکے کرنا فی البحر فنوا انتهاء الحج واما وقضی بعده مع جزاء الرفض دم شکر سواد کی مذکور ہے حج یا عمرہ ترک کیا بلکہ دونوں کو ادا کیا تو حج تر اسواسطے
کہ وجہ التزام کی بجا اسکو ادا کیا لیکن بتایا کہ منع کیا تھا دم کیا اور ذبح کرے اور صحیح کرنا جبر نقصان کے واسطے ہو تو خود کھا وے اور آفاقی کے حج اور عمرہ کو
جمع کرنے میں ذبح کرنا واسطے شکر کے ہے تو خود اسکو کھانا جائز ہے کذا فی البحر ومن احرم بحج وحج ثم احرم يوم النحر بآخر فان حلق للاول لزمه الآخر
ولا دم والا فلزمه وحج الاول اور جسنے حج کا احرام باندھا اور حج کو ادا کیا پھر یوم النحر میں دوسرے حج کا احرام کیا تو اگر سر منڈایا ہو اول حج کے واسطے
تو دوسرا حج اسپر لازم ہوگیا دوسرے سال میں بلا وجوب ذبح اسواسطے کہ پہلا حج تمام ہو چکا تو یہ شخص باعتبار ادا کرنے کے جانب بین الاحرام میں نہ ٹھہرا کر ذبح کرنا
اسپر واجب ہو کذا فی البحر والا يحلق للاول لزمه دم قصر عنه بقيم الزيادة ولا جنابة على احرامه بالتقصير او التاخير اور اگر حج اول کے واسطے سر
نہ منڈایا تو دوسرے سال اسپر دوسرا حج لازم ہوگا ساتھ ذبح کرنے کے بالوں کو کترا ہو یا نہ کترا ہو اوات تقصیر اسواسطے تقصیر کی تاکید مسئلہ مذکور کو بھی
شامل ہے ذبح کرنا اسواسطے واجب ہوا کہ اگر اسنے جنایت کی بال کترانے سے اپنے دوسرے حج کے احرام پر یا واسطے تاخیر کے واجب ہوا ہر ام جب یوم النحر میں قبل
حلق کے دوسرے حج کا احرام کیا تو ہر طرح سے اسپر ذبح کرنا لازم ہوگیا کہ وہ حال سے خالی نہیں کہ اول حج کے احرام اتارنے کو اسنے سر منڈایا یا نہیں منڈایا
اگر منڈایا تو حج ثانی کے احرام پر جنایت واقع ہوئی اسواسطے ذبح کرنا لازم ہوا اور اگر سر نہیں منڈایا تو اول حج کی عبادت میں یعنی یوم النحر کے سر منڈانے میں تاخیر
واقع ہوئی تو بھی ذبح کرنا لازم ہوگیا کذا فی البحر ومن اتى بعمرة الا الحلق فاحرم باخرى فذبح الاصل ان الجمع بين الاحرامين لعمرتين مكروه تحريما فيلزم الدم لانه
في ظاهر الرواية فلا يلزمه اور جسنے کہ عمرہ ادا کیا سوائے سر منڈانے کے پھر دوسرے عمرہ کا احرام کیا تو وہ ذبح کرے اصل یہ ہے کہ دو عمروں کے دو احراموں کو جمع کرنا مکروہ
تحریمی ہے اسواسطے ذبح کرنا لازم ہے اور دو حج کے احراموں کو جمع کرنا ظاہر الروایت مکروہ نہیں کذا فی البحر عن المحیط لہذا اسمیں ذبح کرنا واجب نہیں اور غایۃ البیان
میں جو دو حج کے احراموں کو حرام اور بدعت کہا ہے صاحب بحر الرائق نے کہا وہ سہو ہے کذا فی البحر افاقی احرم بحج ثم احرم بعمرة لزماه وصار قارنا مسيئا كما مر
ولذا بطلت عمرته بالوقوف قبل افعالها لا بالتوجه لانها لم تشرع مرتبة على الحج لا بالتوجه الى عرفة آفاقی نے حج کا احرام کیا پھر عمرے کا احرام کیا تو دونوں اسپر لازم ہوئے اور
یہ شخص قارن ہو کر بدعتی ہوگیا چنانچہ گذرا اور اسی واسطے باطل ہوگا عمرہ اسکا بسبب وقوف عرفات کے قبل افعال عمرے کے اسواسطے کہ عمرہ مشروع نہیں حج پر مرتب ہو کر
نہ باطل ہوگا عمرہ عرفات کی طرف متوجہ ہونے سے سوا کر بدون وقوف کے عرفات کی طرف سے پھر آوے اور عمرہ ادا کرکے حج کرے تو متمتع ہے کذا فی البحر وفي
فان طاف له طواف القدوم ثم احرم بها فمضى عليهما ذبح وهو دم جبر وندب رفضها لتاكد الاداء فان رفض قضى لصحة الشروع فيها واراق دما لرفضها
پھر اگر آفاقی نے حج کا طواف القدوم کیا پھر عمرے کا احرام کیا پھر دونوں کو ادا کیا تو ذبح کرے اور یہ ذبح کرنا واسطے جبر نقصان کے ہے کہ حج کے افعال میں عمرہ داخل کیا
اور مستحب ہے ترک کرنا عمرے کا اسواسطے کہ طواف القدوم کرنے سے حج متاکد ہوگیا سو اگر اسنے عمرہ ترک کیا تو اسکی قضا کرے بعد حج کے بوجہ صحیح ہونے شروع کے
اور ذبح کرے بسبب ترک کرنے عمرے کے حج فاهل بعمرة يوم النحر او في ثلثة ايام بعده لزمته بالشروع لكن مع كراهة التحريم ورفضت وجوبا تخلصا
من الاثم وقضيت مع دم الرفض وان مضى عليها صح وعليه دم لارتكابه الكراهة فهو دم جبر ایک شخص نے حج کیا پھر عمرے کا احرام کیا یوم النحر یا اسکے بعد کے
تین دن میں تو عمرہ کرنا اسکو لازم ہوگیا بسبب شروع کے لیکن کراہت تحریمی کے ساتھ اسواسطے کہ افعال حج سے ہنوز فراغت نہیں ہوئی لہذا عمرے کا ترک کرنا واجب ہے
تاکہ اس گناہ سے نجات ہو اور عمرے کی قضا کیجاوے ساتھ ذبح کرنے کے ذبح واجب ہے بسبب ترک کے اور اگر عمرے کو ترک نہ کیا اور ادا کرے تو صحیح ہوگا اور اسپر
ذبح کرنا واجب ہوگا بسبب مرتکب ہونے کراہت کے تو یہ ذبح جبر نقصان کے واسطے ہے فائت الحج اذا احرم او اهل بعمرة [illegible]

او لعمرتین غیر مشروع فائت الحج نے جبکہ دوسرے حج یا عمرے کا احرام کیا تو اُسپر احرام ثانی کا ترک کرنا واجب ہی اسواسطے کہ دو حج کے احرامون کو اور دو عمرے کے احرامون کو جمع کرنا مشروع نہین ہم دو حج کے احرام تو ظاہر ہین ایک احرام اُس حج کا جو فوت ہوگیا اور دوسرا احرام حج ثانی کا اور دو عمرے کے دو احرام یون ہوئے کہ ایک احرام تو یہ ہی جو بعد فوت حج کے کیا اور دوسرا احرام اس طرح کہ فائت الحج عمرہ کرکے احرام سے باہر آتا ہی چنانچہ بعد اسکے مذکور ہوتا ہی ولما فاتہ الحج بقی فی حرامہ فیلزمہ ان یتحلل من احرام الحج بافعال العمرۃ ثم بعدہ لقضیٰ ما احرم بہ لصحۃ الشروع ویذبح التحلیل قبل ادائہ بالرفض اور جبکہ اُسکا حج فوت ہوا تو احرام اُسکا باقی رہا تو اُسپر لازم ہی حج کا احرام اُتارنا عمرے کے افعال کرکے پھر بعد اسکے قضا کرے اُسکی جسکا احرام کیا اسواسطے کہ شروع کرنا اسکا صحیح تھا اور ذبح کرے اسواسطے کہ بسبب ترک کرنے احرام ثانی کے وہ حلال ہوگیا اسکے وقت سے پہلے یعنے واجب تو یہ تھا کہ بعد افعال حج ثانی کے یا عمرہ کے احرام ثانی سے باہر آتا لیکن بسبب عدم مشروعیت جمع بین الاحرامین کے احرام ثانی کا ترک واجب ہوگیا لہٰذا ذبح کرنا لازم ہوا واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الطحطاوی

باب الاحصار

ہو لغۃ المنع وشرعاً منع عن رکن یہ باب ہی احصار کے احکام مین احصار لغت مین بمعنی منع اور حبس کے ہی اور اصطلاح شرع مین احصار عبارت ہی منع رکن سے خواہ حج کا رکن ہو خواہ عمرے کا اکثر کتب فقہ مین منع وقوف اور طواف کو احصار قرار دیا ہی لیکن اسمین عمرہ داخل نہین رہا حالانکہ عمرہ مین بھی احصار ہوتا ہی لہٰذا شارح رح نے احصار کی تعریف منع رکن سے کی تا عمرہ بھی داخل رہے اذا احصر بعدو او مرض او موت محرم او ہلاک نفقۃ حل لہ التحلل جبکہ محرم بند ہوجاوے بسبب دشمن یا بیماری کے یا محرم یا زوج کے مرجانے سے عورت محرمہ بند ہوجاوے یا خرچ کے ہلاک ہوجانے سے تو حلال ہی اُسکو تحلل یعنے احرام کا اُتارنا دشمن عام ہی کافر آدمی ہو یا غیر اسکے اور وہ بیماری مانع ہی جو جانے اور سوار ہونے سے زیادہ ہوتی ہو اور ہلاکی نفقہ راہ مین اس شرط سے مانع ہی کہ پیدل چلنے کی قدرت نہو بعد شروع کے اور اگر پیدل چلنے پر قادر ہو تو مانع نہین اگرچہ گھر سے پیدل جانا حج کے واسطے لازم نہین جیسے حج نفل ابتداءً لازم نہین لیکن بعد شروع کے لازم ہی اور یہ قول محمد کا ہی کذا فی المحیط اور ابو یوسف رح نے کہا کہ اگر بالفعل پیدل چلنے پر قادر ہو اور آیندہ خوف ہو عاجزی اور تھک جانے کا تو اُسپر حج لازم نہین کذا فی النہر

فحینئذ لیعبث المفرد دما او قیمتہ فان لم یجد بقی محرما حتی یجد او یتحلل بطواف وعن الثانی انہ یقوم الدم بالطعام ویتصدق بہ فان لم یجد صام عن کل نصف صاع یوما جب عذرات مذکورہ سے محرم حج کو نہ جاسکے تو اسوقت مین تنہا حج کا کرنے والا ایک خون یعنے ایک بکری یا بھیڑ حرم مین بھیجے یا اسکی قیمت روانہ کرے تاکہ خرید کرکے حرم مین ذبح کیجاوے سو اگر بکری یا اُسکی قیمت نپاوے تو محرم بنا رہے یہان تک کہ پاوے یا عمرہ کا طواف اور سعی صفا مروہ کی کرکے احرام اُتارے اور ابو یوسف رح سے منقول ہی کہ بکری کی قیمت اناج سے کیجاوے اور اُسکا صدقہ دیا جاوے ہر مسکین کو نصف صاع سو اگر اناج بھی نپاوے تو ہر نصف صاع کی عوض ایک ایکدن روزہ رکھے ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ روایت ابو یوسف رح کی ضعیف ہی بہتر یہ تھا کہ شارح اسکو ذکر نکرتا والقارن دمین اور قارن دو بکریان روانہ کرے حرم کو ایک بکری حج کے بدلے اور دوسری عمرے کے احرام کے عوض فلو بعث واحدا لم یتحلل عنہ سو اگر قارن ایک بکری بھیجے ایک احرام کے واسطے تو اس احرام سے باہر نہوگا اسواسطے کہ مشروع یہ ہی کہ دونون احرامون سے یکبارگی خارج ہو تو ایک احرام کو قائم رکھنا اور دوسرے کو اُتارنا خلاف مشروع ہی کذا فی الطحطاوی وعین یوم الذبح لیعلم متی یتحلل اور معین کردے ذبح کا دن کہ فلانی تاریخ ہدی کو ذبح کرے تا معلوم رہے کہ کب احرام اُتارے اسواسطے کہ تحلل قبل ذبح کے جائز نہین ویذبحہ فی الحرم ولو قبل یوم النحر خلافا لہما اور ذبح کرے ہدی کو حرم مین اگرچہ ذبح یوم النحر سے پہلے ہو بخلاف صاحبین رح کے کہ اُنکے نزدیک احصار حج مین یوم النحر سے پہلے ذبح کرنا جائز نہین لیکن عمرہ کے احصار مین جائز ہی ولو لم یفعل ورجع الی اہلہ بغیر تحلل او صبر محرما حتی زال الخوف جاز فان ادرک الحج فبہا ونعمت والا تحلل بالعمرۃ لان التحلل بالذبح انما ہو للضرورۃ حتی لا یمتد احرامہ فیشق علیہ زیلعی اور اگر محرم محصر نے ہدی کو نہ روانہ کیا اور اپنے گھر پلٹ آیا احرام باندھے یا احرام باندھے ہوئے وہین ٹھہرا رہا یہان تک کہ خوف

باب الاحصار

ذبح ہو گیا اور مانع مرتفع ہوا تو جاننا چاہیے کہ بعد زوال خوف اور مانع کے اگر حج کو پا سکتا ہو تو خوب بات ہے اور اگر صرف حج کو پاوے یا عمرہ کرکے احرام سے باہر آوے
اسواسطے کہ حج یہ شرط ہے احرام کو اتارنا بسبب ضرورت کے تھا تاکہ احرام کی مدت دراز ہو جاوے کہ اسمیں مشقت پہنچاوے کذا فی شرح الوقایہ ولو بعث المحصر بالہدی
الحلق والتقصیر اور ہدی کے ذبح کے سبب سے احرام سے خارج ہو جاتا ہے اگرچہ سر منڈایا ہو اور بال نہ کترے ہوں تحقیق محرم جب ذبح ہو گیا
فلو ذبح اور ذبح کی اس نے جزا سمجھی پھر اگر محرم محصر نے ہدی کے ذبح ہو جانے کا گمان کیا اور ممنوعات احرام سے کوئی فعل کیا پھر معلوم ہوا کہ
ہدی ذبح نہ ہوئی تھی یا اس دن ذبح ہوئی تھی تو اسپر جنایت کرنے کی سزا لازم ہوگی وعلیہ ان حل من حجۃ ولو نفلا حجۃ بالشروع
وعمرۃ للتحلل ان لم یحج من عامہ اور اگر حج کا احرام اتارا ہو اگرچہ نفل ہی حج ہو تو اسپر حج واجب ہے بسبب شروع کرنے کے اور عمرہ واجب ہے بسبب
تحلل کے بشرطیکہ اس سال حج نہ کیا ہو اور اگر بعد زوال مانع کے اسی سال حج ادا کیا تو فقط حج لازم ہوگا نہ عمرہ کذا فی الطحاوی وعلی المعتمر عمرۃ اور عمرے کا
احرام باندھنے والا اگر روکا جاوے تو اسپر فقط ایک عمرہ واجب ہے وعلی القارن حجۃ وعمرتان احدہما للتحلل اور قارن پر ایک حج اور دو عمرے واجب ہیں
ایک عمرہ بسبب تحلل کے اور دوسرا قران کا مرتفع ہوا انکو اختیار ہے چاہے قران کرے چاہے تینوں کو علیحدہ علیحدہ ادا کرے کذا فی الطحاوی فان بعث
ثم زال الاحصار وقدر علی ادراک الہدی والحج معا توجہ وجوبا پھر اگر محصر نے ہدی کو روانہ کیا بعد اسکے احصار زائل ہو گیا اور وہ قادر ہے ہدی
اور حج کے پانے پر ساتھ ہی تو اسپر واجب ہے کہ حج کرنے کو روانہ ہو اور اسوقت میں ہرگز جائز نہیں احرام سے خارج ہونا ہدی کو بھیجکر اسواسطے کہ ہدی کا بھیجنا بدلتا
حج کا اور حالانکہ اب خود اصل پر قادر ہو گیا تو عوض کا کچھ اعتبار نہ رہا کذا فی المنح والا یقدر علیہما لا یلزمہ التوجہ وہی رباعیۃ اور اگر ہدی اور حج کے پانے پر ساتھ
قادر نہ ہو تو اسپر روانہ ہونا لازم نہیں اور یہ مسئلہ رباعی ہے یعنے چار صورتوں کا محتمل ہے پہلی صورت یہ ہے کہ ہدی اور حج دونوں کو پاوے دوسری صورت
یہ ہے کہ دونوں کو نہ پاوے تیسری صورت یہ کہ فقط ہدی کو پاوے نہ حج کو چوتھی صورت یہ کہ فقط حج کو پاوے نہ ہدی کو پہلی صورت میں تو جانا لازم ہے اور
باقی تین صورتوں میں لازم نہیں لیکن اگر تحلیل کے واسطے جاوے اور عمرہ کرے تو جائز ہے کذا فی المنح اور چونکہ امام کے نزدیک ذبح کرنا قبل
یوم النحر کے جائز ہے تو ادراک ہدی کا بدون حج کے ممکن ہے اور صاحبین کے نزدیک ادراک حج کو ہدی لازم ہے اسواسطے کہ انکے نزدیک قبل یوم النحر
کے ذبح کرنا جائز نہیں کذا فی شرح الوقایہ ولا احصار بعد ما وقف بعرفۃ لامن من الفوات اور احصار نہیں بعد وقوف عرفات کے اسواسطے کہ بعد وقوف
عرفات کے فوت ہو جانا حج کا متصور نہیں تو امن حاصل ہو گیا پھر اگر بعد وقوف عرفات کے احصار قائم رہا تو ترک واجبات سے یعنے وقوف مزدلفہ اور
رمی جمار کے ترک سے ذبح کرنا لازم ہوگا اور اسیطرح تاخیر حلق اور طواف الزیارۃ سے ذبح لازم ہوگا کذا فی الطحاوی والممنوع ولو بمکۃ من الرکنین محصر
بہ افتی اور جو شخص کہ دو رکن یعنے وقوف عرفات اور طواف الزیارۃ سے روکا جاوے اگرچہ وہ مکہ میں ہو وہ محصر ہے بقول اصح والقادر علی احدہما
لا لانہ ان قدر علی الوقوف فقد تم حجہ وان قدر علی الطواف فلتحلل بہ کالمراد اور جو کہ قادر ہوا ایک رکن پر وہ محصر نہیں جو وقوف عرفات پر قادر ہوا وہ اسواسطے محصر نہیں
کہ وقوف سے حج تمام ہو گیا اور جو طواف پر قادر ہوا وہ اسواسطے محصر نہیں کہ وہ طواف کرنے سے احرام سے خارج ہو گیا چنانچہ مذکور ہو چکا کہ طواف
اصل ہے تحلل میں اور ذبح کرنا ہدی کا اسکا بدلہ ہے اور اصل کے ہوتے بدل کی کچھ حاجت نہیں

باب الحج عن الغیر

یہ باب ہے غیر شخص کی طرف سے حج کرنے کا یعنے بطور نیابت کے دوسرے کی طرف سے حج کرنا الاصل ان کل من اتی بعبادۃ مالیۃ جعل ثوابہا لغیرہ وان نواہا
عند الفعل لنفسہ لظاہر الادلۃ اصل یہ ہے کہ جو شخص کوئی عبادت کرے نماز یا روزہ یا خیرات یا قرأت قرآن یا ذکر یا حج یا عمرہ یا طواف یا اور نیکیاں تو حکم
جائز ہے کہ اسکا ثواب غیر شخص کے واسطے کر دے اگرچہ عبادت کرنے کے وقت اپنی ذات کے واسطے نیت کی ہو یہ اصل ثابت ہے دلائل قرآن

احادیث کی ظاہر دلالت سے بلا ارتکاب تاویل حرام قرآن مجید مین ولد کو ارشاد ہوا کہ والدین کے واسطے یون دعا کرے (رب ارحمہما کما ربیانی صغیرا) یعنے ای پروردگار
رب میرے والدین پر رحم کر جیسا کہ انھون نے مجکو لڑکپن مین پالا تو اگر انسان کا عمل دوسرے کو نہ مفید ہوتا تو ولد کی دعا والدین کے حق مین بیفائدہ ہوتی حالانکہ
یہ غلط ہی اور حق تعالی نے خبر دی ہی کہ فرشتے مومنین کے واسطے دعاے مغفرت کرتے ہین تو ثابت ہوا کہ ایک کا عمل دوسرے کو مفید ہوتا ہی اور احادیث تو نیابت
اور ثواب رسانی مین بکثرت ہین از انجملہ بخاری اور مسلم مین یہ حدیث متفق علیہ ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم نے دو مینڈھون کو قربانی کیا ایک مینڈھا
اپنی طرف سے اور دوسرا اپنی امت کی طرف سے اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ عبادت مالی مین نیابت صحیح ہی اس حدیث کے مضمون کو ابن ماجہ اور امام احمد
بن حنبل رحمہم اللہ تعالی اور حاکم اور طبرانی اور ابن ابی شیبہ اور اسحق اور ابو یعلی اور بزار اور دارقطنی رح نے چند صحابہ رض سے روایت کیا ہی تو معلوم ہوا کہ قدر مشترک
یہ حدیث مشہور ہی اور دارقطنی رض نے روایت کی کہ ایک مرد نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میرے مان باپ تھے جنسے مین انکی زندگی مین نیکی کرتا تھا
سو اب کیونکر مین انکے ساتھ نیکی کرون تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ بعد موت کے نیکی یہ ہی کہ نماز پڑھا کر انکے واسطے اپنی نماز کے ساتھ اور روزہ رکھا کر انکے واسطے اپنے
صوم کے ساتھ اور یہ بھی اسنے علی مرتضے سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قبرستان پر گذرے اور گیارہ بار قل ہو اللہ احد پڑھے اور اسکا ثواب
مردون کو بخشے تو اسکو ثواب دیا جاویگا بقدر اموات کے اور ابو حفص عسکری نے روایت کی کہ انس رض نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ہم
خیرات کرتے ہین اپنے مردون کی طرف سے اور حج کرتے ہین انکی طرف سے اور دعا کرتے ہین انکے واسطے کیا انکو یہ پہونچتا ہی فرمایا کہ ہان البتہ انکو پہونچتا ہی اور وہ خوش ہوتے ہین
اس سے جیسے کوئی تم مین خوش ہوتا ہی طبق سے جب کوئی اسکو تحفہ بھیجے اور سنن ابو داود مین مروی ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے مردون پر یس پڑھا کرو
تو ان احادیث کثیرہ سے ثابت ہوا کہ اعمال صالحہ کا ثواب غیر کو نافع ہوتا ہی کذا فی فتح القدیر واما قولہ تعالی وان لیس للانسان الا ما سعی ای الا اذا وہبہ لہ کما حققہ الکمال
او اللام بمعنی علے کما فی لہم اللعنۃ اور یہ جو قول ہی حق تعالی کا کہ انسان کو کوئی چیز نافع نہین مگر جو کہ اسنے خود کیا تو مراد یہ ہی کہ انسان کو غیر کے عمل سے کچھ حاصل نہین مگر جبکہ
غیر بخشے اسکو تو البتہ مفید ہوگا چنانچہ اس مطلب کو ثابت کیا ہی کمال الدین بن ہمام رح نے فتح القدیر مین یا لام اس آیت مین بمعنی علے کے ہی چنانچہ لہم اللعنۃ مین بمعنی علی ہی تو
اس صورت مین یہ مطلب آیت کا ہوگا کہ انسان کو کوئی چیز مضر نہین سواے اپنے عمل کے تو نفی مضرت کی ہوئی نہ منفعت کی ہم معتزلہ کا یہ مذہب ہی کہ عبادات کا ثواب سواے
فاعل کے غیر کو نہین پہونچتا خواہ عبادت مالی ہو یا بدنی خواہ مرکب مال اور بدن سے اور امام مالک اور شافعی رح کے نزدیک صدقات اور عبادات مالی اور حج مین وصول
ثواب جائز ہی اور عبادات بدنی مانند صوم اور صلوۃ اور قرأت قرآن وغیرہ مین وصول جائز نہین معتزلہ آیت مذکورہ سے استدلال کرتے ہین اپنے مذہب پر کہ
انسان کو غیر کا عمل مفید نہین اہل سنت نے اس استدلال کے کئی طرح سے جواب دیئے ہین جواب اول یہ ہی کہ یہ آیت منسوخ ہی بقول ابن عباس رض اس آیت سے (والذین امنوا واتبعتہم
ذریتہم بایمان الحقنا بہم) جواب ثانی یہ ہی کہ یہ آیت ابراہیم اور موسی علیہما الصلوۃ والسلام کی قوم کو مخصوص ہی جواب ثالث یہ ہی کہ الانسان سے مراد اس آیت مین کافر ہی
تو مومن کے حق مین نفی نہین جواب رابع یہ ہی کہ بطریق عدل غیر کو ثواب نہین لیکن بطریق فضل البتہ ثابت ہی جواب خامس یہ ہی کہ لام معنی علی ہی کذا فی العینی شرح الکنز
لیکن محقق نے فتح القدیر مین کہا کہ ہر چند ظاہر آیت اسی پر دلالت کرتا ہی کہ ایک کا عمل دوسرے کو مفید نہین لیکن حکم دعاء والدین اور استغفار ملائکہ مومنین کے
حق مین اور حدیث قربانی کی امت کی طرف سے اسکے سوا اور احادیث ایصال ثواب کی ظاہر آیت کے مخالف ہین تو بالقطع ہمکو ثابت ہوا کہ ظاہر آیت اپنی
صرافت اور اطلاق پر باقی نہین بلکہ مقید ہی بقید عدم ہبہ عامل چنانچہ اسکی توضیح ترجمہ آیت مین مذکور ہوگی اور تقیید آیت بہتر ہی نسخ آیت کے قائل ہونے سے
اسواسطے کہ آیت مذکورہ از قبیل اخبار ہی حالانکہ خبر مین نسخ جاری نہین اور ابطال معتزلہ کے ضمن مین مالک رح اور شافعی رح کے قول کی بھی نفی ہوگئی یعنے احادیث
اور اخبار سابقہ سے عبادات بدنیہ کا بھی ایصال ثواب ثابت ہو گیا اللہ سبحانہ ہو الموفق انتہی کلام المحقق ولقد افصح الزاہدی عن اعتزالہ ہداہ اللہ الموفق
اور البتہ زاہدی نے اپنا اعتزال بیان کھول دیا اور توفیق غیر کی دینے والا اللہ تعالی ہی یعنی زاہدی باوجودیکہ بڑا عالم ہی مجتبے کی کتاب الحج مین

[illegible] ہو جانے کا حکم کیا جاوے اسکو جب اس کے اہل میں عمل صحیح ہو [illegible]
[illegible] تصرف کیونکہ مستفید ہوتا ہے اور نصب و تجویز اور اس کے وقت میں عاجز ہونے کی حالت میں [illegible]
[illegible] تقبل النیابۃ من المکلف مطلقا عند القدرۃ والعجز و ہو ما تعین بعبادۃ مالیۃ المال و یشترط نیۃ عبادۃ مالیۃ [illegible]
اور صدقات اور کفارہ اور اعتاق اور اطعام اور کسوۃ نیابت کو قبول کرتی ہیں مکلف کی طرف سے ہر طرح کی قدرت کے وقت بھی اور عاجز ہونے کے وقت بھی اگر نائب
[illegible] اسواسطے کہ موکل کی نیت کا اعتبار ہے اگرچہ موکل نے وکیل کے دینے کے وقت نیت کی ہو تو بھی صحیح ہے ہم عبادات مالیہ میں نیت [illegible]
عبادات مالیہ میں ازالۃ ملک المال اور دفع حاجت محتاج مقصود ذاتی ہے جو ہر ایک کے فعل میں حاصل ہے اور ہرچند عبادت [illegible] نیت [illegible]
اور [illegible] اہل نیت کا نہیں لیکن سبب نیت غیب معتبر نہیں ہے نائب کی تو سیر امر ذی نیابت میں دونوں برابر ہو گئے اور غیب کو [illegible]
دینے کے وقت نیت کرے یا جب نائب محتاج کو دینے لگے اسوقت نیت کرے یا درمیان میں اس عبادت کے نیت کرے کذا فی [illegible]
الصلوۃ والصوم لا تقبلہا مطلقا اور عبادت بدنی جیسے نماز اور روزہ اور اعتکاف اور قرأۃ قرآن اور اذکار نیابت کو نہیں قبول کرتے ہر طرح سے
قدرت میں نہ عجز میں اسواسطے کہ عبادات بدنیہ میں غرض اصلی یہ ہے کہ افعال مخصوصہ سے روح اور بدن پر محنت اور مشقت ہو [illegible]
اور قرب الٰہی حاصل ہو تو یہ امر حاصل نہیں ہو سکتا نائب کے فعل سے جب تک کہ خود نہ کرے لہذا اسمیں مطلقا نیابت جائز نہ ہوگی نہ قدرت میں نہ عجز
میں اور یہی مطلب ہے اس حدیث کا کہ لا یصوم احد عن احد ولا یصلی احد عن احد اخرجہ النسائی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنے کوئی روزہ رکھے
کسی کی طرف سے اور نماز نہ پڑھے کوئی کسی کی طرف سے یعنے نیابت صوم و صلوٰۃ سے فرض ساقط نہیں ہوتا خیر اس نفل کا ثواب متعلق ہو [illegible]
اس حدیث میں مصرح ہے کہ ولد اپنے والدین کے واسطے نماز پڑھے اور روزہ رکھے والمرکبۃ منہما کالحج الفرض تقبل النیابۃ عند العجز فقط اور
جو عبادت کہ مال اور بدن سے مرکب ہے جیسے فرض حج سو نیابت کو قبول کرتی ہے عاجز ہونے کے وقت فقط ہم ہرچند کہ حج کی حقیقت میں مال کو دخل نہیں
اسواسطے کہ حج عبادت ہے قوت اور بدن سے لیکن چونکہ یہ امر بدون زاد اور راحلہ کے ممکن نہیں تھا تو گویا مال حج کا جزو ہو گیا کذا فی [illegible]
عجز کے وقت نیابت جائز ہوئی مال کی جہت سے اور قدرت میں نیابت جائز نہ ہوئی بدن کی جہت سے کذا فی النہر لکن بشرط دوام العجز الی الموت لانہ فرض
العمر حتی تلزم الاعادۃ بزوال العذر اور عاجزی میں نیابت حج کی جائز ہے بشرطیکہ موت تک عجز ہمیشہ برابر رہے اور اگر عجز دائمی نہیں تو نیابت صحیح نہیں اسواسطے کہ حج
تمام عمر میں ایکبار فرض ہے یہاں تک کہ اعادہ لازم ہے زوال عذر سے یعنے ایک شخص حج کرنے سے عاجز ہے سوائے مال دیکر نائب سے اپنے واسطے حج کروایا پھر بعد
اسکے عاجزی کا عذر جاتا رہا تو اسپر واجب ہے کہ خود دوسرا حج کرے اسواسطے کہ موت تک عجز دائم نہ رہا وبشرط نیۃ الحج عنہ ای عن الآمر فیقول احرمت عن فلان ولبیت عن
فلان ولو نسی اسمہ فنوی عن الآمر صح وتکفی نیۃ القلب اور اس شرط سے نیابت جائز ہے کہ نائب اپنے غیب آمر کیطرف سے حج کرے سو یون کہے احرام کے وقت کہ میں نے
احرام باندھا فلانے شخص کی طرف سے اور میں نے لبیک کہا فلانے کی طرف سے اور اگر غیب کا نام بھول جاوے اور امر کرنے والے کی طرف سے نیت کرے تو صحیح ہے اور دل
کی نیت کافی ہے اور تصریح بلفظ ضرور نہیں [illegible] واشتراط دوام العجز الی الموت اذا کان العجز کالحبس والمرض یرجی زوالہ [illegible] کالعمی والزمانۃ سقط [illegible]
الحج بفعلہ فلا اعادۃ علیہ مطلقا سواء استمر ذلک العذر ام لا یعنے مشروط ہونا دوام عجز کا موت تک بموقت تک ہے کہ عجز مانند قید اور بیماری کے ہو [illegible]
اسکے زوال کی امید ہو جیسے اندھا ہونا اور لولا ہونا تو اسکی طرف سے غیر کے حج کرنے سے فرض ساقط ہو جاویگا اور اس حالت میں اعادہ حج کا مطلقا لازم نہیں خواہ [illegible] بعبادت
وغیرہ کا ہمیشہ رہنا واجب ہے اسواسطے کہ عجز لازمی ہے یہاں تک موت ہے کذا فی البحر [illegible] وغیرہ متون میں مرض زوال پذیر کا کچھ فرق مذکور نہیں لیکن بعض شارحین نے [illegible] صاحب بحر نے تفصیل
[illegible] فتاویٰ قاضی خان اور مبسوط سے نقل کی اور کہا کہ یہی حق ہے واللہ اعلم کذا فی النہر ولو حج عنہ وہو صحیح ثم عجز واستمر لم یجزہ لفقد شرطہ اور اگر ایک شخص نے حج کروایا اپنی طرف سے

بحالت صحت مین پھر وہ بعد فراغت ہونے نائب کے حج سے عاجز ہو گیا اور ہمیشہ عاجز بنا رہا موت تک تو وہ حج سقوط فرض مین کافی ہوگا بسبب نہ پائے جانے شرط کے یعنے نائب کے حج کرنے کے وقت منیب عاجز نہ تھا تو حج نفل کا ثواب نائب کو حاصل ہوگا کذا فی الطحطاوی **وبشرط الامر به ای بالحج عنه فلا یجوز حج الغیر بغیر اذنه الا اذا حج او احج الوارث عن مورثه لوجود الامر دلالة** اور جائز ہے نیابت بہ شرطیکہ امر کرے منیب نائب کو اپنی طرف سے فرض حج کرنے کا تو جائز نہین حج فرزند کا باپ کے واسطے بدون اجازت باپ کے مگر جبکہ وارث خود حج کرے یا غیر سے حج کرا دے مورث کی طرف سے تو البتہ جائز ہے بسبب پائے جانے امر مورث کے بنا بر دلالت حال کے یعنے جب وارث مورث کے مال پر تصرف ہوا تو گویا مورث نے اُس سے کہا کہ میرے اوپر سے فرض ادا کر کذا فی الطحطاوی **وبقی من الشرائط النفقة من مال الآمر کلها او اکثرها وحج المامور بنفسه وتعیینه ان عینه فلو قال یحج عنی فلان لا غیر لم یجز حج غیره ولو لم یقل لا غیره جاز** اور شرائط نیابت حج سے باقی رہا نفقہ یعنے شرط ہے کہ کل نفقہ نائب کا منیب کے ہاتھ سے ہو یا اکثر نفقہ اُسکے مال سے ہو تو اگر نائب منیب کا مال نہ لے اپنے مال سے حج کرے بطور احسان کے تو منیب کی طرف سے حج نہ ادا ہوگا کذا فی العالمگیریة عن البدائع اور حج کرنا مامور کا بذات خود اور اُسکا متعین ہونا مشروط ہے اگر اُسکو متعین کر دیا ہو سو اگر آمر نے یون کہا ہو کہ مثلاً زید میری طرف سے حج کرے نہ غیر اُسکا تو غیر زید کا حج کرنا جائز نہین اور اگر غیر کی نفی نکی ہو تو غیر زید کا حج کرنا جائز ہے **واوصلها فی اللباب الی عشرین شرطا منها عدم اشتراط الاجرة فلو استاجر رجلا بان قال استاجرتک علی ان تحج عنی بکذا لم یجز حجه وانما یقول امرتک ان تحج عنی بلا ذکر اجارة** لباب المناسک مین شرائط نیابت کو بیس تک پہونچایا ہے اُنہین سے ایک شرط یہ ہے کہ نیابت مین اجرت مشروط نہو تو اگر اجارہ ٹھہرایا ایک مرد سے اسطرح پر کہ اُس سے کہا کہ مین نے تجھسے ٹھیکا کیا اپنی طرف سے حج کرنے کا اتنے مال کے عوض تو اُسکا حج جائز نہین بلکہ یون کہے کہ مین نے تجکو امر کیا اپنی طرف سے حج کرنے کا بلا ذکر اجارہ م شارح کا کلام اسکو مقتضی ہوا کہ اجیر کو اجرت نہ ملے اور حج اجیر کا ہو نہ مستاجر کا اور خانیہ مین مصرح ہے کہ ظاہر الروایت مین حج مستاجر کے واسطے واقع ہوگا اور اجیر کو اجرت مثل ملیگی تو عبارت خانیہ اسکو مقتضی ہے کہ یہ اجارہ فاسدہ ہے کذا فی حاشیة الطحطاوی **ولو انفق من مال نفسه او خلط النفقة بماله وانفق کله او اکثره جاز وبرئ من الضمان** اور اگر مامور نے کچھ ذاتی مال سے خرچ کیا اور حالانکہ منیب کے نفقہ مین ضائع کرنیکی گنجایش ہے یا مامور نے منیب کے نفقہ مین اپنا مال ملا دیا اور سب مال خرچ کر ڈالا یا اکثر یعنے بمقدار کل مال آمر کے یا اکثر مال آمر کے صرف کیا تو جائز ہے اور مامور ضمانت سے بری ہو گیا کذا فی الطحطاوی **وشرط العجز المذکور للحج الفرض لا للنفل لاتساع بابه** اور شرط عاجزی کی جو مذکور ہوئی تو حج فرض کے واسطے ہے نہ نفل حج کے واسطے اسلیئے کہ نفل مین وسعت ہے تو قادر کو نائب سے حج نفل کروانا صحیح ہے **ویقع الحج المفروض عن الآمر علی الظاهر من المذهب وقیل عن المامور نفلا وللآمر ثواب النفقة کحج النفل** اور حج فرض آمر کی طرف سے واقع ہوتا ہے بنا بر ظاہر مذہب کے اور قول ضعیف یہ ہے کہ مامور کی طرف سے حج نفل واقع ہوتا ہے اور آمر کو نفقہ دینے کا ثواب ہے جیسے نفل حج مین اور یہ قول اخیر محمد رح کا قول ہے لیکن اس اختلاف کا کچھ ثمرہ نہین اسواسطے کہ سب متفق ہین اس بات پر کہ آمر سے فرض ساقط ہو جاتا ہے اور مامور سے ساقط نہین ہوتا کذا فی المنح اور ظاہر مذہب کی وہ حدیث دلیل ہے جو صحاح ستہ مین ابن عباس رض سے مروی ہے کہ حجة الوداع مین ایک عورت خثعم کی قوم کی آئی اُسنے کہا یا رسول اللہ صلعم میرے باپ پر حج فرض ہوا اور وہ بہت بڈھا ہے اُسکو طاقت نہین کہ اونٹ پر ثابت رہ سکے کیا مین اُسکی طرف سے حج کرون حضرت صلعم نے فرمایا ہان اور بخاری اور مسلم مین ابن عباس رض سے مروی ہے کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے پاس آیا سو اُسنے کہا کہ میری بہن نے حج کی نذر مانی تھی سو وہ مر گئی حضرت صلعم نے فرمایا کہ اگر اُسپر قرض ہوتا تو کیا تو ادا کرتا اُسنے کہا ہان مین ادا کرتا فرمایا تو خدا کا قرض ادا کر کہ وہ احق بالقضا ہے کذا فی التیسیر تو اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ آمر کی طرف سے حج واقع ہوتا ہے نہ مامور کی طرف سے **لکنه تشترط لصحة النیابة اهلیة المامور لصحة الافعال ثم فرع علیه بقوله فجاز حج الصرورة بمهملة من لم یحج والمراة ولو امة والعبد وغیره کالمراهق وغیرهم اولی لعدم الخلاف** لیکن صحت نیابت کے واسطے مشروط ہے اہلیت مامور کی یعنے اسلام اور عقل مامور مین لازم ہے تاکہ اُسکے افعال صحیح ہون پھر ماتن نے اشتراط اہلیت پر اگلا قول متفرع کر کے کہا تو جائز ہے حج کرنا اُسکا جسنے خود حج نہین کیا اور عورت کا حج جائز ہے اگرچہ وہ لونڈی ہو اور عبد ماذون وغیرہ کا جیسے صغیر قریب البلوغ کا حج کرنا جائز ہے اور ان اشخاص کے سوا اور شخص بہتر ہے نیابت کے واسطے تا خلاف شافعی نہو صرورہ بصاد مہملہ مفتوحہ اسکو

آسکو دیا جائے جو حج کرے پس اگر وہ دونون ایک ہی تو جانتا ہے کہ چنانچہ بعت بعوض ہو اور بقدر سواری کی ہو تو بسبب وصیت کے تعیین جو شخص
کہ میت سے نہیں اور دا م سنا فی ہو کہ بھی مخالف ہو تو ویسے ہی ہو اور کسی نے کیا ہے کذا فی ہدایہ مناسکہ جس میں مذکور ہے کہ جو شخص کی طرف سے حج کرے تو افضل
یہ ہے کہ وہ حج کر چکا ہو اور افضل حج اسلام طریق حج کا بدلہ ہو اور فرض حج اپنی طرف سے کر چکا ہو کذا فی الفتح والبحر وغیرہ اور قول الاصح اور اگر کوئی ایسا شخص کوئی اور شخص
حج کرے تو وہ کیا ہو صحیح نہیں بسبب میت کے وا ذا مرض المامور بالحج فی الطریق لیس لہ ان یدفع المال الی غیرہ ذلک الا ان یکون المیت قال لہ ذلک وقت
الدفع ان شئت فیجوز لہ ذلک کذا فی اولاد مسافر ولیدہ ستنا اور جبکہ حج کا مامور راہ میں بیمار ہو گیا تو اسکو جائز نہیں
غیر کو مال دیدے کہ شخص غیر میت کی اجازت سے حج کرے مگر اس صورت میں جبکہ اسکو غیر کو مال دینے اور حج کروانے کی اجازت دی گئی ہو اس طرح کہ
کہہ دیا ہو مال دینے کے وقت کہ جو تیرا جی چاہے تو اپنے اسکو غیر سے حج کروا اب چاہے خواہ بیمار ہوا ہو سوا اسکے کہ اس اجازت سے کوئی تعلق
ہو گیا خواہ نہ ہو کذا فی الخلاصۃ کذا فی شرح اللباب الی الحج ومات فی الطریق واوصی بالحج عنہ فان اوصی بعد وجوب الحج
من عامہ قال ایک مرد عاقل بالغ کہ حج کے واسطے اور راہ میں مرگیا اور اسنے اپنی طرف سے حج کرنے کی وصیت کی شرع حکم یہ ہے کہ وصیت کرنا حج کا اسوقت
اسنے بعد وجوب حج کے وقت حج میں تاخیر کی ہو اور اگر اسی سال حج کو جاوے جس سال حج فرض ہوا تو حج کی وصیت کرنا واجب نہیں فان فسر المال والمکان فالامر
علیہ ما فسرہ والا فیحج عنہ من بلدہ قیاسا واستحسانا فقط پھر اگر میت نے وصیت میں مال یا مکان کی تفصیل کردی ہو کہ اس قدر مال سے یا یہاں سے
حج کیا جاوے تو اسکی بموجب ہوگا اور اگر مال یا مکان کو اسنے متعین نکیا ہو تو اسکی طرف سے حج کیا جاوے اسکے شہر سے بنا بر قیاس کے نہ بنا بر استحسان کے تو
اسکو یاد رکھنا چاہیئے علم دلیل ظاہر کو قیاس کہتے ہیں اور دلیل خفی کو استحسان کہتے ہیں اور جہان قیاس اور استحسان مجتمع ہوں وہان استحسان مقدم ہوتا ہے لیکن مسئلہ
اس موقع سے ہے جہان قیاس مقدم ہوتا ہے استحسان پر لہذا شارح نے آگاہ کر دیا کہ اسکو یاد رکھنا چاہیئے کذا فی الطحطاوی قیاس قول ہے امام کا اور استحسان قول ہے صاحبین کا
وجہ قیاس کی یہ ہے کہ جسقدر میت نے سفر کیا وہ باطل ہو گیا احکام دنیا کے حق میں اگرچہ آخرت کا ثواب قائم ہے اسواسطے کہ مسلم کی حدیث میں ثابت ہے کہ جب ابن آدم مرگیا تو
اسکا عمل منقطع ہو گیا اور وصیت کا جاری کرنا بھی دنیا کے احکام سے ہے تو میت کے وطن سے وصیت باقی رہیگی اور جبکہ حج باطل ہوا تو سفر میت کا کالعدم ہو گیا اور وجہ استحسان
یہ ہے کہ قرآن مجید میں ثابت ہے کہ جو اپنے گھر سے نکلے اللہ اور رسول صلعم کی طرف ہجرت کرکے اور راہ میں مرے تو اسکا ثواب عنداللہ ثابت ہے اور طبرانی اور ابو یعلی اور بیہقی نے
ابوہریرہ رضہ سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو حج کے واسطے نکلا اور مرگیا تو اسکو حج کرنے والے کا ثواب قیامت تک لکھا جاویگا تو اس آیت
اور حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر اسکا موت سے باطل نہیں ہوا تو وصیت مکان سے جاری ہوگی نہ وطن سے کذا فی الہدایہ وفتح القدیر فلو احج عنہ الوصی من غیرہ لم یصح پھر اگر
میت کی طرف سے وصی حج کروا دے اپنے سوا غیر سے تو صحیح نہیں ان وفی بہ او بالحج من بلدہ ثلثہ وان لم یف فمن حیث یبلغ استحسانا میت کے شہر سے حج کیا جاوے
اگر میت کا ثلث مال اسکو کفایت کرے اور اگر کفایت نکرے تو جہان سے پہونچ سکے وہان سے حج کیا جاوے بدلیل استحسان مذکور وللوصی والمیت او وارثہ ان یسترد المال من المامور
المحج الحج ما لم یحرم اور میت کے وصی یا اسکے وارث کو جائز ہے مال کا پھیر لینا مامور سے جب تک کہ اسنے احرام نہ باندھا ہو اور بعد احرام کے پھیر لینا کیسا جائز نہیں ثم ان ردہ لنیابۃ منہ فنفقتہ
الرجوع من مالہ والا ففی مال المیت پھر اگر مال کو پھیر لیا مامور کی خیانت کی جہت سے تو پھرنے کا خرچ مامور کے مال سے ہوگا اور اگر پھیر لینا خیانت کے سبب سے نہیں تو پھرنے کا
خرچ میت کے مال میں ہوگا اوصی بحج فتطوع عنہ رجل لم یجزہ وان امرہ المیت لانہ لم یحصل مقصودہ وہو ثواب الانفاق وصیت کی ایک شخص نے حج کرنے کی اپنی
طرف سے سو ایک مرد نے اسکی طرف سے حج کیا بطور احسان کے اور اسکا مال نہ لیا تو حج کفایت نکریگا میت کے ذمہ سے فرض ساقط نہوگا اگرچہ میت نے اسکو حج
کرنے کا امر بھی کیا ہو اسواسطے کہ اسکا مقصود حاصل نہوا یعنی مال خرچنے کا ثواب نہ ملا لکن یوجع عنہ بقیۃ فی الترکۃ بنا بان لم یقبل من مال وکذا الوارث لا یبرع
کالدین اذا قضاہ من مال نفسہ لیکن اگر باپ نے حج کی وصیت کی اور اسکے بیٹے نے اسکی طرف سے حج کیا اپنا مال خرچ کرکے اس نیت سے کہ متروکہ سے

بعد ریگا تو جائز ہی بشرطیکہ باپ نے وصیت مین یون نہ کہا ہو کہ میرے مال سے حج کیا جاوے اور یہی طرح کا حکم ہی اگر وارث کسی سے حج کروا دے اور جائز نہین
حج فرزند کا عدم رجوع کی نیت سے چنانچہ میت کے قرض کو اگر وارث ادا کرے اپنے مال سے تو متروک سے رجوع کر لینا درست ہی لیکن فرض ادا کرانا بانیت عدم رجوع
بھی جائز ہی بخلاف حج کے اسواسطے کہ عاجز کی طرف سے حج کرنا بدون اسکے امر کے جائز نہین اور قرض ادا کرنا بلا امر بھی جائز ہی کذا فی المنح عن التجنیس ومن حج عن کل من
امریہ وقع عنہ وضمن مالہما لانہ خالفہما ولا یقدر علی جعلہ عن احدہما لعدم الاولویۃ اور جسنے حج کیا دو امر کرنے والون کے واسطے یعنے ایک حج مین دو شخصون کو
شریک کیا تو وہ حج مامور کی طرف سے نفل واقع ہوگا اور اگر انکا مال خرچ کیا ہو تو وہ دونون کے مال کی ضمانت دیگا اسواسطے کہ انکی مخالفت کی کہ ہر ایک کو بلا شرکت
حج مقصود تھا اور مامور قادر نہین کہ حج کو ایک کے واسطے ٹھہرادے بسبب عدم ترجیح کے وینبغی صحۃ التعیین لو اطلق الاحرام اور لائق یون ہی کہ تعیین صحیح ہو اگر احرام کو
مطلق کیا یعنے امر کا ذکر نکیا ہو احرام کے وقت نہ بطور تعیین نہ بطور ابہام ولو ابہمہ فان عین احدہما قبل الطواف والوقوف جاز اور اگر امر کو مبہم ذکر کیا یعنے یون کہا
کہ مین لبیک کہتا ہون ایک آمر کی طرف سے پھر بعد اسکے اگر دو مین سے ایک کو معین کر لیگا قبل طواف اور وقوف کے تو جائز ہی طرفین کے نزدیک کذا فی الطحطاوی

بخلاف مالو اہل بحج عن ابویہ او غیرہما من الاجانب حال کونہ متبرعا فعین بعد ذلک جاز لانہ متبرع بالثواب فلہ جعلہ لاحدہما او لہما وفی الحدیث من حج عن
ابویہ فقد قضی عنہ حجتہ وکان لہ فضل عشر حجج وبعث من الابرار بخلاف سابق یہ مسئلہ ہی اگر ایک شخص نے حج کیا اپنے والدین کی طرف سے یا والدین کے سوا اور اجنبی
شخصون کے واسطے حج کیا بطور احسان کے یعنی بلا وصیت اور بدون انکے مال کے حج کیا پھر بعد اسکے معین کر لیا ایک کو تو جائز ہی اسواسطے کہ یہ شخص ثواب کا دینے والا ہی
بلا عوض اور حج تو فقط فاعل کی طرف سے واقع ہوگا تو اسکو اختیار ہی چاہے ایک کو ثواب دے چاہے دونون کو دے اور حدیث مین وارد ہی کہ جو حج کرے اپنے والدین کیطرف سے
تو اسنے اپنا حج ادا کیا اور ہوگی اسکے واسطے زیادتی دس حج کی اور یہ شخص قیامت مین نیکون مین مبعوث ہوگا اور جابر سے روایت ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص
اپنے باپ اور اپنی مان کی طرف سے حج کرے تو اسنے اپنا حج ادا کیا اور اسکے لیے دس حج کی زیادتی ہوگی اور زید بن ارقم سے روایت ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ جب مرد نے اپنے والدین کیطرف سے حج کیا تو قبول ہوگا اسکی طرف سے اور اسکے والدین کی طرف سے اور ان دونون کی روحین خوش ہونگی اور خدا کے نزدیک یہ شخص نیکوکار
لکھا جائیگا اور ابن عباس سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنے والدین کی طرف سے حج کرے یا انکا قرض ادا کرے تو قیامت کے دن نیکون کے
ساتھ وہ شخص اٹھایا جائیگا ان احادیث ثلثہ کو دارقطنی نے مذکور کیا ہی یہ جو ماتن اور شارح نے مذکور کیا تو نفل حج کا ذکر تھا اور اگر والدین مین سے کسی پر فرض حج ہو اسکی دو صورتین
ہین کہ حج کی وصیت اسنے کی یا نہین اگر وصیت کی اور وارث نے اپنے مال سے حج کیا مورث کی طرف سے بطور احسان کے تو مورث کے ذمہ سے حج ساقط نہوگا اور اگر اسنے وصیت
نہین کی حج کی اور وارث نے اپنی خوشی سے اسکی طرف سے حج کیا یا غیر سے کروایا تو امام اعظم نے کہا کہ اگر خدا نے چاہا تو فرض ساقط ہو جاویگا کذا فی فتح القدیر ودم الاحصار لا غیر علی الآمر
فی مالہ ولو میتا قیل من الثلث وقیل من الکل ثم ان فاتہ لتقصیر منہ ضمن وان بآفۃ سماویۃ لا اور احصار کا خون آمر پر واجب ہی اسکے مال مین اسواسطے کہ آمر نے مامور کو اسمین
پھانسا تو اسی پر چھوڑانا بھی لازم ہی اگرچہ آمر میت ہو آمر سے مراد وہ ہی جسکی طرف سے حج کیا جاوے تو ضمن میت بھی داخل ہی کذا فی المنح بعضون نے کہا کہ میت کے ثلث مال سے خرچ کرنا
چاہیے اور بعضون نے کہا کہ کل مال سے اور احصار کے سوا کوئی خون آمر پر لازم نہین پھر اگر حج فوت ہوگیا مامور کی تقصیر سے یعنے اپنے کسی کام مین ایسا مشغول ہوگیا کہ موسم حج کا گذر گیا
تو مال کا ضامن ہوگا اور اگر آسمانی آفت سے جیسے مرض یا حبس سے یا سواری کے مرجانے سے یا کرایہ دار کے بھاگ جانے سے حج فوت ہوگیا تو مامور پر ضمان لازم نہین کذا فی الطحطاوی

ودم القران والتمتع والجنایات علی الحاج الا اذا اذن لہ الامر بالقران والتمتع والا فیصیر مخالفا فیضمن اور قران اور تمتع اور جنایات کا خون حج کرنے والے پر واجب ہی
نہ آمر پر لیکن جب آمر نے مامور کو قران اور تمتع کرنے کا اذن دیا ہو تو آمر پر واجب ہوگا اور اگر قران اور تمتع کا آمر نے اذن نہین دیا تو قران کرنے سے مامور مخالف ہوا آمر کا تو مامور
ہی ضامن ہوگا وضمن النفقۃ ان جامع قبل وقوفہ فیعید بمال نفسہ وان بعدہ فلا لحصول المقصود اور مامور ضامن ہوگا نفقہ کا اگر اسنے جماع کیا
قبل وقوف عرفات کے اسواسطے کہ حج فاسد ہوگیا تو دوسرے سال مامور حج کو دوبارہ کرے اپنی ذات کے مال سے اور اگر بعد وقوف عرفات کے

[illegible]

[illegible] ہے [illegible] باقی [illegible] حج [illegible]

[illegible] حج کیا جاوے [illegible] وصیت کے ثلث سے [illegible]

[illegible] مال سے [illegible] ثلث [illegible]

[illegible] باقی [illegible] وصیت [illegible] سے حج ہو سکے [illegible] باقی [illegible]

[illegible] قول امام [illegible] ثلث سے حج کیا جاوے [illegible] باقی [illegible] جو مامور کو دیا

[illegible] حج کیا جاوے [illegible] وصیت [illegible] فتح القدیر [illegible] قول [illegible]

ثلث باقی سے حج کرانا [illegible] مامور سے [illegible] پھیر لینا [illegible] کتب فقہ [illegible] طحاوی [illegible]

کی کتب فقہ کی طرف تو اسکو دیکھا کہ ترکہ مامور سے پھیر لینا جائز ہے [illegible] طحاوی نے کسی [illegible] من حیث [illegible] اور قولہ استحسان

ہے اگر مامور نے [illegible] وطن سے حج کیا جاوے [illegible] وہان سے [illegible] استحسان ہے اور قول امام کا

قیاس ہے لیکن یہان استحسان [illegible] قیاس سے [illegible] فروع مسائل [illegible] القران اور التمتع للامر بالتاخیر عن السنة

الاولی وان عینت لانه للاستعجال الا انه تقیید امر مخالف ہوگا امر کے قران یا تمتع کرنے سے چنانچہ مذکور ہو چکا مخالف ہوگا سال اول سے تاخیر کرنے سے اگرچہ آمر نے

سال اول کو معین کر دیا ہو اسواسطے کہ یہ تعیین جلدی کے واسطے ہے نہ تقیید کیواسطے اسواسطے کہ سب سال برابر ہیں اداے فرض میں لیکن اول سال افضل ہے کذا

[illegible] باقی نہ رہے کذا فی الطحاوی [illegible] الافضل ان یعود الیه اور افضل یہ ہے کہ مامور بعد حج کے آمر کے وطن کی طرف پھر آوے اور مکہ میں اقامت نکرے تاکہ آنے جانے کے

نفقات کا ثواب آمر کو ملے [illegible] من نفسه [illegible] اور مامور پر واجب ہے کہ جو خرچ

آنے جانے سے زیادہ بچے اسکو پھیر دے وارث یا وصی کو اور اگر مامور نے فاضل مال کی اپنے واسطے شرط کر لی ہو تو یہ شرط باطل ہے مگر اس طرح فاضل مال کا پھیر دینا درست

نہیں [illegible] فاضل مال [illegible] ہبہ کر دینے [illegible] وکیل کر دیا ہو [illegible] فاضل مال بچے اسکے ہبہ کا [illegible] وکیل کیا تو [illegible] مال [illegible] ذات

کے واسطے قبضہ کر لیوے کذا فی الفتح [illegible] وصیت کی ہو شخص معین کے واسطے اور شخص معین خواہ مامور ہو یا [illegible] کذا فی الطحاوی یا وارث فاضل مال کو

اپنی خوشی سے مامور کو دیوے پھیر دینا اسواسطے لازم ہے کہ نفقہ مامور کا مملوک نہیں ہو گیا حج کرنے سے آنے جانے میں فقط ضروریات کے خرچ کرنے [illegible] اسکو اختیار ہے بلکہ وہ مال

میت کا مملوک ہے اسواسطے کہ اگر مامور [illegible] ہوتا تو بطور اجارہ کے ہوتا حالانکہ طاعات پر اجارہ جائز نہیں کذا فی فتح القدیر [illegible] مامور کو اپنے ساتھ کسیکو کھانا اور

[illegible] کی اجرت دینا [illegible] مول لینا اور حجام کو اجرت دینا [illegible] خرید کرنا اس مال سے جائز نہیں الا باجازت میت یا وارث کذا فی [illegible] الفتح [illegible]

[illegible] المال [illegible] اور میت کے وارث کو جائز ہے کہ مال پھیر لے مامور سے جب تک کہ اس نے احرام نہ باندھا ہو [illegible] ان احرم [illegible] عند [illegible]

[illegible] اگر احرام باندھا [illegible] اسکو مال دیا تھا میت کی طرف سے حج کرنے کو [illegible] احرام باندھا [illegible] تو اسکے وارث کو

مال لینا [illegible] حج [illegible] میت کی طرف سے حج کرے مگر اس

صورت میں اسکو حج کرنا جائز نہیں کہ میت نے اسکو حکم کیا ہو مال دینے کا یعنی یون کہا ہو کہ اسقدر مال دینا اسکو جو میری طرف سے حج کرے کذا فی الفتح [illegible] وارث

[illegible] حج کرنے کو جائز [illegible] خود حج کرنا جائز نہیں [illegible]

[illegible]

اسکے صدق کا شاہد ہو مثلاً راہ مین حاجیون کا قافلہ لٹا ہو یا مدت تک منیٰ کی جھڑی لگ گئی تو البتہ اسکی تصدیق ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو قال حججت وکذبوہ فیہا
بیمینہ اذا کان مدیون المیت وقد امر بالاتفاق اور اگر مامور نے کہا کہ مین حج کر چکا ہون میت کی طرف سے اور وارثون نے اسکی تکذیب کی تو مامور کی
تصدیق کیجاویگی قسم کے ساتھ مگر اسوقت تصدیق نہوگی جبکہ مامور قرضدار ہو میت کا اور اسکو قرض مین سے راہ خرچ کرنے کا امر ہوا ہو ولا تقبل بینتہم
انہ کان یوم النحر بالبلد الا اذا برہنوا علی اقرارہ انہ لم یحج اور مقبول نہونگے وارثون کے گواہ اس بات پر کہ مامور یوم النحر کو اس شہر مین تھا کیونکہ نفی پر گواہ
مقبول نہین اسواسطے کہ مقصود اس قول سے وارثون کو یہ ہے کہ حج کی نفی ہوجاوے تو اگرچہ وہ قول ظاہر مین اثبات ہے لیکن درپردہ نفی ہے مگر جب وارث
گواہ گذارین مامور کے اس اقرار پر کہ مین نے حج نہین کیا تو البتہ گواہی مقبول ہوگی اسواسطے کہ تلفظ کرنا مامور کا ان الفاظ کو اثبات ہے نہ نفی کذا فی الطحطاوی

باب الہدی

ہو فی اللغۃ والشرع ما یہدی الی الحرم من النعم لیتقرب بہ فیہ یہ باب ہے ہدی کے احکام مین ہدی لغت اور شرع مین اسکو کہتے ہین جو حرم محترم مین چوپایون سے حلال
جانور کا تحفہ گذرانا جاوے تاکہ اسکے ذبح کرنے سے حرم مین حق تعالی کا قرب اور رضامندی حاصل ہو وادناہ شاۃ ہدی کا ادنی رتبہ بھیڑ بکری ہے وہو ابل ابن خمس سنین وبقر
ابن سنتین وغنم ابن سنۃ اور ہدی کی اعلی قسم پانچ برس کا اونٹ ہے اور اوسط قسم دو برس کی گاے بیل ہے اور ادنی قسم ایک برس کی بھیڑ بکری دنبہ ہے ولا یجب تعریفہ
بل یندب فی دم الشکر اور واجب نہین ہدی کو عرفات مین لیجانا یا پٹہ گردن مین ڈالکر یا کوہان کی کھال چیر کر مشہور کرنا بلکہ شکر کے خون مین اشتہار مستحب ہے یعنی قران اور تمتع
اور نفل کے ہدی مین اشتہار بہتر ہے اور جنایات کے ہدی مین اخفا مناسب ہے جیسے قضا کی نماز کو چھپانا افضل ہے کذا فی المنح ولا یجوز فی الہدایا الا ما جاز فی الضحایا کما
سیجئ فیصح اشتراک ستۃ فی بدنۃ شریت لقربۃ وان اختلفت اجناسہا اور جائز نہین ہدی مین مگر جو جانور کہ صحیح سالم جائز ہے قربانیون مین چنانچہ اسکی تفصیل
کتاب الاضحیہ مین آویگی تو صحیح ہے شریک کرلینا ایک شخص کا چھ شخصون کو اس اونٹ اور گاے مین جو بہ نیت قربت کے خریدا ہوا ہو اگرچہ اجناس قربت کے مختلف ہون
چنانچہ قران اور تمتع اور احصار اور جزاے صید وغیر ذالک لیکن قربت کا متحد الجنس ہونا مستحب ہے کذا فی المنح ویجوز الشاۃ فی الحج فی کل شئی الا فی طواف الرکن
جنبا او حائضا ووطی بعد الوقوف قبل الحلق کما مر اور جائز ہے بھیڑ بکری کا ذبح کرنا حج کی ہر شئی مین مگر طواف الزیارۃ کو جنابت یا حیض یا نفاس کی حالت مین کرنے سے
اور بعد وقوف عرفات قبل حلق کے وطی کرنے مین بھیڑ بکری کافی نہین بلکہ اونٹ یا گاے کا ذبح کرنا یہان واجب ہے چنانچہ باب الجنایات مین مذکور ہوچکا ویجوز اکلہ ای ندبا
کالاضحیۃ من ہدی التطوع اذا بلغ الحرم والمتعۃ والقران فقط ولو اکل من غیرہا ضمن ما اکل اور جائز ہے کھانا ہدی کا بلکہ قربانی کے مانند مستحب ہے کھانا نفل کے
ہدی کا جبکہ وہ حرم تک پہونچ جاوے اور تمتع اور قران کے ہدی کو کھانا جائز ہے فقط اور سواے نفل اور تمتع اور قران کے اور ہدی کو اگر کھاویگا تو بقدر کھانے کے قیمت
دینا لازم ہوگا اگر نفل کے ہدی کو قبل حرم کے پہنچنے کے ذبح کیا تو اسکا کھانا جائز نہین کہ وہ صدقہ ہے ہدی نہین تو اسکا کھانا بھی جائز نہین کذا فی المنح وتعین یوم النحر
ای وقتہ وہو الایام الثلاثۃ لذبح المتعۃ والقران فقط فلم یجز قبلہ بل بعدہ وعلیہ دم اور فقط تمتع اور قران کے ہدی کو ذبح کرنے کے واسطے یوم النحر متعین ہے لفظ
یوم کا یہان بمعنی مطلق وقت ہے تو جمیع اوقات نحر کو شامل ہوگا اور وہ تین دن ہین یعنی دسوین گیارھوین بارھوین تو تمتع اور قران کے ہدی کو ذبح کرنا قبل یوم النحر
کے بالاجماع جائز نہین بلکہ بعد بارھوین کے البتہ کافی ہے لیکن ترک واجب ہوا کہ ایام نحر سے تاخیر ہوئی لہذا اسپر دوسرا خون واجب ہے امام رح کے نزدیک صاحبین کے
نزدیک اور سواے تمتع اور قران کے جنایات اور نذر اور احصار اور نفل کے ہدی کا ذبح کرنا ایام نحر مین مخصوص نہین کذا فی الطحطاوی وتعین الحرم لا منی للکل
لا الفقراء لکنہ افضل اور سب قسم کے ہدی کے ذبح کرنے کے واسطے حرم متعین ہے منا کی کچھ خصوصیت نہین بقول صحیح اور تصدق ہدی کے گوشت کا حرم کے محتاج کیواسطے
مخصوص نہین بنابر خوبیت کے لیکن حرم کا محتاج افضل ہے غیر سے ویتصدق بجلالہ وخطامہ ای زمامہ اور ہدی کی جھول اور نکیل کو خیرات کردے ہواسطے کہ صحاح ستہ مین
علی مرتضی سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے مجکو حکم کیا اونٹون کے گوشت اور جھولون اور کھالون کے تصدق کرنے کا محتاجون پر

[illegible] اور [illegible] تو وہ سوار ہو [illegible] الحجارۃ التی [illegible] من الوقت [illegible] اور [illegible] کی [illegible]
[illegible] سے [illegible] پیدل [illegible] بیت [illegible] و الا ہر کعبۃ [illegible] اور [illegible]
[illegible] کہ ہم [illegible] روایت [illegible] رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ سوار ہوئے [illegible] تو [illegible] حدیث [illegible]
[illegible] ہوئی سواری کی [illegible] صحیح مسلم [illegible] روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوار ہو [illegible] سوق [illegible]
[illegible] کذا فی فتح القدیر [illegible] من [illegible] ہو کر [illegible] الفقراء [illegible]
[illegible] ہو سواری کی طرف [illegible] سوار ہونے اور اسباب [illegible]
[illegible] کذا فی [illegible] سوا [illegible] اور [illegible] کو کھا [illegible] اسکی قیمت [illegible] کذا فی [illegible] ولا یحلبہا [illegible]
بالماء البارد [illegible] قریبا [illegible] تصدق [illegible] اور [illegible] دودھ [illegible] کو [illegible] پانی کا چھینٹا مارے تاکہ دودھ [illegible]
[illegible] قریب ہو اور [illegible] دودھ [illegible] کو [illegible] ہوئے [illegible] اور [illegible] دودھ کو خیرات کرے و [illegible] بدل
وہی واجب عطب او تعیب [illegible] الاخیۃ [illegible] المعیب [illegible] اور [illegible] کرے [illegible] واجب کے جو ہلاک ہوگئی یا ایسا عیب [illegible]
جو قربانی کو [illegible] لنگڑی ہو گئی یا اندھی اور [illegible] سو کرے [illegible] کر کے کھا جاوے ولو کان تطوعا [illegible]
قلادتہ بدمہ [illegible] صفحۃ [illegible] انہ [illegible] للفقراء [illegible] الطعم منہ غنیا [illegible] اور اگر نفل کی [illegible] عیب ہو گیا یا قریب الہلاک ہو تو [illegible]
اور [illegible] اسکے خون میں رنگین کرے اور [illegible] کوہان کی ایک جانب پر [illegible] غرض [illegible] تاکہ [illegible] واسطے [illegible]
غنی کو [illegible] کے واسطے اسلیئے کہ [illegible] کو نہیں [illegible] کہ [illegible] کو اسکا کھانا جائز ہو [illegible] صحیح مسلم اور مسند احمد میں [illegible] مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ
وآلہ واصحابہ وسلم [illegible] ساتھ ہدی کو بھیجا کرتے تھے اور فرماتے کہ اگر ہدی ہلاک ہونے لگے تو اسکو نحر کرنا اور نعل کو اسکے خون میں ڈبونا اور اسکے ایک جانب کو رنگ دینا اور [illegible]
نہ کھانا اور نہ کوئی تیرا ساتھی کھاوے کذا فی العینی شرح الکنز ویقلد بدنۃ التطوع ومنہ النذر والمتعۃ والقران فقط لان الاشتہار بالعبادۃ الیق والستر
بغیر احق اور فقط نفل اور تمتع اور قران کے اونٹ یا گائے کی گردن میں پٹا ڈالنا چاہیئے اور نفل میں نذر کی ہدی بھی داخل ہے اسواسطے کہ شہرت دینا عبادت کے
ساتھ لائق تر ہے اور غیر عبادات میں یعنی جنایات وغیرہ میں چھپانا بہتر اور [illegible] شہدوا بعد الوقوف بوقوفہم بعد وقتہ لا تقبل شہادتہم والوقوف صحیح استحسانا
[illegible] الحرج الشدید گواہوں نے گواہی دی بعد وقوف عرفات کے اس امر کی کہ حاجیوں کا وقوف بعد اسکے وقت کے ہوا یعنی عرفہ کے دن نہوا [illegible]
واقع ہوا تو انکی گواہی قبول نہوگی اور وقوف حاجیوں کا صحیح ہے بنا بر استحسان کے بیان کہ گواہوں کا وقوف بھی صحیح ہے [illegible] اس قسم کا [illegible]
[illegible] ہو جاتا ہے کہ اس سے بچنا ممکن نہیں تو اگر جواز اور صحت کا حکم نہ دیا جاوے بعد اجتہاد اور کوشش کرنے کے تو سخت حرج پیش آوے اور [illegible]
حرج کو نفی کر دیا ہے قال اللہ تعالی (وما جعل علیکم فی الدین من حرج) اور اسیطرف اشارہ ہے اس حدیث میں کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ تمہارا صوم اسی دن ہے جس دن
تم روزہ رکھتے ہو اور عید تمہاری اسی دن ہے جس دن تم روزہ کھولتے ہو اور عرفہ تمہارا اسی دن ہے جس دن تم عرفات میں ہوتے ہو اور قربانی کا دن وہ ہے
جس دن تم قربانی کرتے ہو یعنی وقوف عرفات کا وقت عند اللہ وہی دن ہے جسکو اہل اسلام اپنے اجتہاد اور رائے سے عرفہ کا دن جانتے ہیں [illegible]
اور جب اس گواہی پر عدم صحت مترتب نہوئی تو اسکی سماعت میں کچھ فائدہ نہیں تو حاکم کو لازم ہے کہ اسکو نہ سنے اسواسطے کہ [illegible] سماعت مشہور ہو جاوے گی
[illegible] فتنہ [illegible] ہوگا اور [illegible] مسلمین [illegible] واقع ہونے سے کہ حج صحیح ہوا یا نہیں [illegible]
قطع مسافات بعیدہ کرکے اور [illegible] اٹھا کر وہاں پہونچے ہیں لہذا جب گواہ گواہی کے واسطے آویں تو حاکم اُنسے کہدے کہ تم [illegible] تمہاری گواہی نہیں سنتے

لوگوں میں حج ہوا ہو گیا کذا فی فتح القدیر وقیاسہ قبولہا ان امکن التدارک ملخصاً اور اگر دسویں تاریخ کی وقوف عرفات کی گواہی مقبول ہو گی جیسا

اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ یوم الترویہ یعنی آٹھویں تاریخ میں لوگوں نے عرفات کا وقوف کیا تو حاکم ان گواہوں کی گواہی قبول کرے بشرطیکہ تدارک وقوف ممکن ہو بحیثیت

لوگوں کے ساتھ اور اگر تدارک ہو سکے تو گواہی مقبول نہیں ہے اگر شب دسویں تاریخ کو گواہوں نے گواہی دی کہ یہ دن عرفہ کا تھا تو دیکھا جائے اگر امام دسویں

یا اکثر لوگوں کے ساتھ وقوف عرفات ممکن ہو تو گواہی مقبول ہو گی تا کہ رات ہی میں اور صبح سے پہلے وقوف عرفات کر سکیں تو گواہی مقبول ہو گی

وقوف ہو گا تو ان کا حج فوت ہو گا اور اگر رات کو امام یا اکثر لوگوں کے ساتھ وقوف کرسکتے تو بھی گواہی مقبول ہو گی لیکن اگر اس میں اور امام کے ساتھ اکثر

لوگوں کے ساتھ وقوف ہوسکے تو گواہی مقبول ہوگی ورنہ انکو حکم کرے کہ دوسرے دن دوپہر کو بعد وقوف کریں کذا فی فتح وغیرہ رمی فی الیوم الثانی

والثالث والرابع الوسطی والثالثۃ ولم یرم الاولی فعند القضاء ان رمی الکل بالترتیب فحسن وان قضی الاولی جاز لسنیۃ الترتیب اگر شخص نے

ذی الحجہ کی گیارھویں یا بارھویں یا تیرھویں تاریخ جمرہ ثانیہ اور ثالثہ کی رمی کی اور جمرہ اولی کی رمی نہ کی تو قضا کے وقت اگر جمرات ثلثہ کی ترتیب سے رمی کرے تو خوب ہے اور اگر

فقط جمرہ اولی کی رمی کی قضا کی اور جمرہ ثانیہ اور ثالثہ کی رمی نہ کی تو بھی جائز ہے اسواسطے کہ رمی جمرات کی ترتیب مسنون ہے نہ واجب ہوسکے ہر جمرہ قربت مستقلہ ہے کہ

دوسرے کا تابع نہیں کذا فی فتح نذر الحج ماشیا مشی من منزلہ وجوبا حتی یطوف الفرض لانتہاء الرکان اگر کسی نے نذر کی کہ پیدل حج کرے گا

تو پیادہ چلے اپنے گھر سے بطور وجوب کے قول صحیح میں یہاں تک کہ طواف فرض سے فراغت کرے اسواسطے کہ طواف فرض سب ارکان حج کو ختم کرتا ہے

دلو رکب فی کلہ او اکثرہ لزمہ دم وفی اقلہ بحسابہ اور اگر پیدل حج کی نذر کی اور تمام راہ یا اکثر راہ سوار ہو کر گیا تو اس پر قربانی لازم ہو گی اور کمتر راہ کی سواری کی

موافق اسکے تصدق لازم ہوگا یعنی اگر چوتھائی راہ سوار رہا تو بکری کی قیمت کا چوتھائی حصہ خیرات کرے اور اگر نصف راہ سوار رہا تو نصف قیمت خیرات

کرے ولو نذر المشی الی المسجد الحرام او مسجد المدینۃ او غیرہ لا شیء علیہ اور اگر نذر کی پیدل چلنے کی مسجد حرام تک یا مسجد مدینہ تک یا سوائے اسکے اور مسجد

کی طرف پیدل چلنے کی تو اس پر کچھ واجب نہیں ویسے ہی اگر نذر کی حرم اور صفا اور مروہ اور مقام ابراہیم اور استار کعبہ اور باب کعبہ اور میزاب رحمت اور مدینہ طیبہ

اور بیت المقدس اسواسطے کہ التزام مشی ان الفاظ اور مقامات سے معروف نہیں کذا فی فتح وغیرہ اشتری محرمۃ ولو بالاذن لان حللہا بلا کراھۃ

بقص شعر او قلم ظفر او مس طیب فہو اولی من التحلیل بجماع ایک شخص نے خرید کیا محرم لونڈی کو اگرچہ اس لونڈی کے

عدم خلف وعد

ذات نے احرام باندھا تو مشتری کو جائز ہے کہ لونڈی کو حرام سے نکال دے اگر چاہے تو بال کترا یا ناخن کاٹ یا خوشبو لگا کر پھر بعد اس تحلیل کے قربت کرے لیکن

اولی یہ ہے کہ تحلیل ایسے ہی فعل سے کرے اور مشتری کو تحلیل لونڈی کی بلا کراہت جائز ہے کیونکہ مشتری کی طرف سے وعدہ خلافی نہیں اسواسطے کہ بیچنے

والے نے احرام باندھنے کی مشتری کے اذن سے وعدہ نہیں کیا بخلاف البائع فان احرم بالاذن فانہ لا یحل الا بالاصلاح ہی مصحح حج کیا جو وعدہ

آزاد عورت نے حج کیا جو نفل حج کا احرام باندھا تو شوہر کو اس کی تحلیل جائز ہے بخلاف فرض حج کے اگر عورت کے ساتھ اسکا کوئی محرم موجود ہے تو حج فرض سے روکنا

زوج کو اس کی تحلیل کا اختیار نہیں اور حج کو جانا عورت پر واجب نہیں کیونکہ صورت ہے ایسا حج شرائط اور اگر مذکورہ محرم کے ساتھ اس کا محرم نہ ہو تو وہ

محصرہ ہے جیسے شوہر وغیرہ بدون محرم یا زوج کے حج کو نہیں جا سکتی اور زوج پر واجب نہیں کہ اسکے ساتھ سفر میں جاوے پھر جب وہ محصر ہوئی تو

زوج اسکی تحلیل نہیں کرسکتا جب تک وہ حرم میں قربانی نہ بھیجے کے وہ بعد قربانی بھیجنے کے اسکی تحلیل جائز ہے ذبح ہدی پر موقوف نہیں کذا فی الفتح والمنح ولو اذن

والامۃ فلیس لہ الرجوع فیہ بخلاف الامۃ و کذا منع تحلیلہا بلا اذن اذن قبیس لزومہا مستعملا اور اگر اجازت دی زوج نے اپنی زوجہ کو

نفل حج کی تو اسکو رجوع جائز نہیں اسواسطے کہ حرہ اپنے منافع کی مالک ہے اور مکاتبہ لونڈی بمنزلہ حرہ ہے بخلاف خالص لونڈی کے کہ حج

کا اذن دینے سے بھی مالک کو رجوع کرنا درست ہے اسواسطے کہ اس کے منافع کا مالک ہے ...

... جو ... اوس ... نفل ... فرض ... افضل ... تفسیر ... نفل ہو ... حج سے ... اسواسطے ... فرض ...
... اور ... سے ... نہین افضل ... مال ... دونون سے فرضیت ... فضیلت ... کی ... فضیلت
... سے ... نفل ... الصلوٰۃ ... فی ... الفضل ... اولی من ... انہیں ... النفل ... حج ... باپ کی
... سے ... اسواسطے کہ مخلوق کی اطاعت ... خالق کی معصیت مین ... نفل حج کے ... اسواسطے کہ والدین کی اطاعت افضل ہو نفل حج سے
... کی ... بیٹا کی خدمت کے محتاج ہون ... ابا افضل من حج النفل ... افضل ہو نفل حج سے اسواسطے کہ
اسکی منفعت عام ہو اہل اسلام کو اور حج کی منفعت فقط اسی کو خاص ہو ... فی ... البزازیہ ... المال والبدن ...
انتہی ابو حنیفہ ... المشقۃ اور اختلاف ہو علما مین کہ خیرات افضل ہو یا نفل حج اور فتاوی بزازیہ مین ترجیح دی ہو حج کے افضل ہونے کو اسواسطے کہ حج مین
مال اور بدن دونون پر مشقت اور محنت ہو اور خیرات مین فقط مال کا صرف ہو نہ بدن کا کہا بزازیہ کے مصنف نے اور اسیکا فتوی دیا امام ابو حنیفہ نے
جب حج کیا اور اسکی مشقت کو دیکھا امام فتاوی بزازیہ مین پورا بیان یون ہو کہ امام اعظم سے مروی ہو کہ صدقہ افضل ہو نفل حج سے لیکن جب امام نے حج کیا اور
مشقت کو دریافت کیا تو اسکا فتوی دیا کہ حج افضل ہو اور مراد امام کی یہ ہو کہ نفل کرے اور ہزار درم صرف کرے تو اگر اس ہزار سے محتاجون کو خیرات کریگا تو وہ افضل ہو
اور یہ مراد نہین کہ حج بدون خیرات کے افضل ہو فی سبیل اللہ ہزار درم کے دینے سے اور چونکہ حج مین مال اور بدن دونون پر مشقت ہو لہذا حج افضل ہو خیرات سے نقل تمام
ہین انتہی کلامہ ... جمعہ ... افضل فرد بلا واسطہ جمعہ کے وقوف عرفات کو فضیلت ہو شرح سے اور مغفرت ہوتی ہو ... ہر شخص کی بلا واسطہ
لیئے جب جمعہ کے دن عرفہ ہو تو اسکی یہ فضیلت ہو اور اسی کو عرفہ مین حج اکبر کہتے ہین اور اگر عرفہ جمعہ کے دن نہو تو انہین مغفرت بلا واسطہ نہین بلکہ عوام
مومنین کی مغفرت بواسطہ انہین کے ہوتی ہو کذا فی الطحاوی عن البحر ضاق وقت العشاء والوقوف یدع الصلوٰۃ ویذہب لعرفۃ ... جو نماز عشا اور وقوف
عرفات کا وقت تو نماز کو چھوڑ دے اور عرفات جاوے بلحاظ مشقت شدید یعنی دسوین رات ذی الحجہ کی اتنی کم باقی رہی کہ اگر عشا پڑھے تو وقوف عرفات فوت
ہوتا ہو اور اگر وقوف عرفات کرتا ہو تو عشا کا وقت جاتا ہو تو یہان وقوف عرفات مقدم ہو اسواسطے کہ اگر عشا پڑھیگا تو حج دوسرے سال پر موقوف رہیگا پھر واللہ اعلم
زندگی باقی رہے دوسرے سال تک یا نہ رہے پھر آنے کا اتفاق ہو یا نہو بخلاف نماز عشا کے کہ اسکا قضا کرنا ہر وقت ممکن ہو الحج یکفر الکبائر قیل نعم کحربی اسلم ...
کبیرہ ... کو بعض علما نے کہا کہ حج کبیرہ گناہون کو مٹا ڈالتا ہو اگرچہ مظالم اور حقوق العباد ہون جیسے کافر حربی کے گناہ اسلام سے مٹ جاتے ہین یعنے
اگر کافر حربی نے کسیکو قتل کیا ہو یا کسیکا مال چھینکر دار الحرب مین چلا گیا ہو اور پھر وہ مسلمان ہو تو اسپر خون اور مال کا مواخذہ نہین دلیل اس قول کی صحیح مسلم کی حدیث
ہو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ البتہ اسلام گراتا ہو اگلے گناہون کو اور ہجرت گراتی ہو اگلے گناہون کو اور حج گراتا ہو اگلے گناہون کو وقیل غیر المتعلقۃ
بالآدمی کذمی اسلم اور بعضے علما نے کہا کہ حج مٹاتا ہو ان کبیرہ گناہونکو جو آدمی سے متعلق نہین یعنی حقوق اللہ معاف ہو جاتے ہین نہ حقوق العباد جیسے کافر ذمی کے
مسلمان ہونے سے ترک صوم و صلوٰۃ کا مواخذہ نہین لیکن قتل اور غصب کا مواخذہ ہو قال عیاض اجمع اہل السنۃ ان الکبائر لا یکفرہا الا التوبۃ اور قاضی عیاض
رحمۃ اللہ نے کہا کہ اہل سنت اور جماعت کا اجماع ہو اس بات پر کہ کبیرہ گناہون کو سوائے توبہ کے کوئی عمل صالح نہین مٹاتا یعنی جو کبائر کہ منجملہ حقوق اللہ ہین مانند زنا
اور شرب خمر کے بدون توبہ کے معاف نہین ہوتے کذا فی الطحاوی ولا قائل بسقوط الدین ولو حقا للہ تعالی کدین صلوٰۃ وزکوٰۃ نعم اثم المطل وتاخیر الصلوٰۃ ونحوہا
یسقط وہذا معنی التکفیر علی القول بہ اور کوئی قائل نہین ہو قرض ادین کے واجب الادا کا اگرچہ وہ حق اللہ ہو جیسے صلوٰۃ اور زکوٰۃ کا دین ہان یہ البتہ ہو کہ ادا کے دینے
مین دیر لگنے کا گناہ اور تاخیر صلوٰۃ اور اسی طرح تاخیر زکوٰۃ اور تاخیر حج کا گناہ ساقط ہو جاتا ہو حج کرنے سے اور یہی مطلب ہو حج کے کفارہ سیئات ہونے کا موجب
اس قول کے جو حج کو واجب علی الفور کہتے ہین ہم خلاصہ یہ ہو کہ مسئلہ تکفیر سیئات کا ظنی ہو نہ قطعی اسواسطے کہ حج مین تکفیر کبائر کی منجملہ حقوق اللہ ہو

بالیقین ثابت نہیں چہ جائے حقوق العباد اور اگر حقوق اللہ اور حقوق العباد کل کی تکفیر کے قائل ہو جیسے تو بھی اُسکا وہ مطلب نہیں جو اکثر لوگ غلط سمجھتے ہیں کہ حج سے لوگون کا قرض وام ساقط ہو جاتا ہی اور اسی طرح صلوۃ اور صوم اور زکوۃ کی قضا ساقط ہو جاتی ہی بلکہ یہ مطلب ہی کہ ادائے حقوق کی تاخیر کا گناہ ساقط ہو جاتا ہی بالجملہ حج مین جو احادیث تکفیر سیئات کی وارد ہین اُنکے عموم اور اطلاق کا کوئی قائل نہین کذا فی لمنح عن البحر وحدیث ابن ماجہ انہ علیہ الصلوۃ والسلام استجیب لہ حتی فی الدماء والمظالم ضعیف اور یہ حدیث ابن ماجہ کی ضعیف ہی کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مقبول ہوئی یہان تک کہ خونریزیون اور مظالم مین پوری روایت ابن ماجہ کی عباس بن مرداس سلمی سے یون ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی مغفرت کیواسطے عرفات مین دعا کی سوائے مظالم کے اور گناہون کی مغفرت ہوئی اور ارشاد ہوا کہ مین مظلوم کے واسطے مواخذہ کرونگا حضرت صلعم نے عرض کیا کہ ای رب اگر تو چاہے تو مظلوم کو جنت عطا کرے اور ظالم کو بخشدے سو اُسدن دعا قبول نہوئی پھر حضرت صلعم نے صبح کو مزدلفہ مین وہی دعا کی سو جو حضرت صلعم مانگتے تھے اُسکی اجابت ہوئی علما حدیث نے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہی اسواسطے کہ عباس بن مرداس سے اُسکا بیٹا منکر الحدیث ساقط الاحتجاج ہی ہر چند یہ حدیث ضعیف ہی لیکن اُسکے شواہد احادیث صحیحہ بکثرت ہین از انجملہ چند احادیث مذکور ہوتے ہین حافظ منذری نے کہا عبداللہ بن مبارک نے روایت کی سفیان ثوری سے اور اُنھون نے زبیر بن عدی سے اور اُنھون نے انس بن مالک رضی سے کہا انس رضی نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم نے عرفات مین وقوف کیا اور قریب تھا کہ آفتاب ڈوبے سو حضرت صلعم نے فرمایا کہ ای بلال لوگون کو خاموش کر سو بلال رضی کھڑے ہو کر لوگون کو خاموش کیا پھر فرمایا کہ لوگو جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور میرے رب کا مجکو سلام پہونچایا اور کہا کہ اللہ عز وجل نے اہل عرفات اور اہل مشعر کو بخشا اور اُنکے تبعات یعنی مظالم کا ضامن ہوا تو عمر بن خطاب رضی کھڑے ہوے اور کہا یا رسول اللہ یہ مغفرت ہم لوگون کو مخصوص ہی حضرت صلعم نے فرمایا یہ تمھارے واسطے ہی اور جو لوگ کہ تمھارے بعد آوینگے قیامت تک اُنکے واسطے بھی تو عمر بن خطاب رضی نے کہا کہ ہمارے رب کی خیر کثیر اور طیب ہی اور امام مالک کی موطا مین طلحہ بن عبید اللہ سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم نے فرمایا کہ کسی دن عرفہ سے زیادہ تر ذلیل اور خوار اور غضبناک شیطان نہین ہوتا اور اُسکا سبب کچھ نہین مگر یہ کہ دیکھتا ہی کہ نزول رحمت کا اور ذنوب عظام کی مغفرت کو کذا فی فتح القدیر اور صحیح بخاری مین حدیث مرفوع ہی کہ جسنے حج کیا سو عورت کی طرف مخاطب نہوا اور گناہون سے بچا تو گناہون سے ایسا پاک ہو جاتا ہی جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا شیخ الاسلام زکریا سے اس حدیث بخاری کا سوال ہوا کہ اس حدیث مین صغائر اور کبائر کی مغفرت مراد ہی بلفظ صغائر کی جواب دیا کہ ظاہر حدیث سے صغائر اور کبائر دونون کی مغفرت معلوم ہوتی ہی اور بعض احادیث مین اسکی تصریح بھی ہی لیکن حقوق العباد کے سوا اور معاصی پر محمول کرنا اقرب بدلیل ہی اور شیخ شہاب الدین رملی شافعی رحمۃ سے اُسکا سوال ہوا تو جواب دیا کہ صغائر اور کبائر حتی کہ مظالم کی بھی مغفرت مراد ہی اسواسطے کہ طبرانی اور بزار اور ابن حبان نے اپنی صحیح مین عبداللہ بن عمر رضی سے روایت کی ہی کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ عرفہ کے دن دوپہر ڈھلے حق تعالی فرشتون سے فرماتا ہی کہ میرے بندے پریشان مو غبار آلودہ ہر طرف سے آئے ہین میری رحمت کے امیدوار ہو کر تو اگر اُنکے گناہ مانند شمار ریگ کے یا مثل قطرات باران یا سمندر کے کف کے برابر ہون تو البتہ مین بخشونگا جاؤ میرے بندو مغفور ہو کر واللہ اعلم کذا فی منح الغفار اور ملا رحمت اللہ کی منسک متوسط جسکا لباب المناسک نام ہی اُسمین مذکور ہی کہ حج اگلے صغیرہ گناہون کو جو منجملہ حقوق اللہ ہین بالاتفاق قطعاً ہدم کر دیتا ہی اور کبائر متعلقہ حق اللہ اور مطلقاً مظالم مین اختلاف ہی طیبی قائل ہی کہ حج مظالم اور کبائر کو ہدم کرتا ہی لیکن قول معتمد یہ ہی کہ مظالم اور کبائر تحت مشیت ہین علے الاطلاق ہین تمام اہل سنت اور جماعت کے نزدیک چنانچہ شیخ توربشتی وغیرہ ائمہ کبار نے اسکو مصرح مذکور کیا ہی اور احادیث مغفرت حج مین اور جمہور اہل سنت کے قول مین کچھ منافات نہین اسواسطے کہ احادیث مذکورہ وعدہ مغفرت پر محمول ہین بصورت مشیت حق یا اُن لوگون کی مغفرت مظالم مراد ہی جنکا حج مقبول ہو چنانچہ ہدایت مین ثابت ہوا کہ جسکا حج مقبول ہوگا اُسکے مظالم معاف ہو جاوینگے اس طرح کہ حق تعالے اہل حقوق کو ایسا کچھ عطا کریگا کہ وہ راضی ہو جاوینگے واللہ اعلم مندوب دخول البیت اذا لم یشتمل علے ایذاء اوفسلہ غیرہ مستحب ہی داخل ہونا اندر بیت اللہ کے بشرطیکہ اپنی ذات کو یا غیر کو تکلیف نہو ہجوم مین تکلیف نہونا قلیل الوجود ہی اور اندر جانے والے کو مستحب ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مصلے پر نماز پڑھے اور عبداللہ ابن عمر رضی جب داخل

باہر نکلتے تو دروازہ کعبہ کو پس پشت ڈالتے سیدھے چلے جاتے یہاں تک کہ سامنے کی دیوار سے تین ہاتھ کا فاصلہ رہتا تھا پھر وہان نماز پڑھتے تھے اور اسی طرح
[illegible] سے اور ادب سے داہنے بائین دیوار ہو کہ [illegible] اور دعا مانگے حضرت ان کی [illegible]
پڑھنا [illegible] اور تسبیح و تکبیر [illegible] دعا مانگے [illegible] صحیحین مین
حدیث [illegible] حضرت بیت اللہ مین داخل ہوئے اور اسامہ و بلال اور عثمان بن ابی طلحہ [illegible] دروازہ بند کر لیا پھر جب کھولا [illegible]
[illegible] بلال کو [illegible] پوچھا کہ حضرت صلعم نے کہان نماز پڑھی بلال نے کہا دونون اگلے ستونون کے اندر [illegible] دوسری روایت یون ہے
بیت اللہ مین [illegible] تین ستون کو پس پشت کیا اور ایک ستون بائین طرف اور دو ستونون کو داہنی طرف کر کے نماز پڑھی [illegible]
ابن ابی سفیان نے عبداللہ بن عمر سے پوچھا کہ حضرت صلعم نے کہان نماز پڑھی [illegible] دو ستون [illegible] نماز پڑھنا چاہیے [illegible] السعادۃ [illegible] العوام من
العروۃ الوثقی [illegible] الذی فی وسطہ سرۃ الدنیا لا اصل لہ اور یہ جو عوام وہان [illegible] کو عروۃ الوثقی کہتے ہین اور اس کیل کو [illegible] درمیان مین [illegible]
[illegible] ولا یجوز شراء الکسوۃ من بنی شیبۃ [illegible] الامام [illegible] خرید کرنا کعبہ کا غلاف بنی شیبہ سے جیسے پاس کعبہ کی کنجی رہتی ہے [illegible] بادشاہ یا
اسکے نائب سے خرید کرنا جائز ہے [illegible] بالفعل یون واقع ہوا ہے کہ بادشاہ نے حکم دیا ہے کہ جب غلاف کعبہ کا بدلا جاوے تو پرانا غلاف بنی شیبہ کو دیا جاوے اور بادشاہ کو
اسکا اختیار ہے اور ہمارے علما نے اسواسطے اسکی بیع سے منع کیا تھا کہ وہ بیت المال کا مال ہے اور بلا شبہ بیت المال مین بادشاہ کا تصرف ہے جب بادشاہ نے
کسی کو دیدیا تو اس سے خرید کرنا جائز ہے اور یہی قول کو امام نووی شافعی نے شرح مہذب مین پسند کیا ہے اور کہا ہے کہ بادشاہ کو اختیار ہے کہ غلاف کو مصارف
بیت المال مین صرف کرے خواہ بیع سے خواہ عطا سے اسواسطے کہ ازرقی نے روایت کیا کہ امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہر سال غلاف کو [illegible] اور حاجیون
کو تقسیم کر دیتے تھے اور اگر اسمین تصرف نہ جائز ہو تو [illegible] کذا فی حاشیۃ الطحطاوی [illegible] اور جو غلاف کو خرید کرے اسکو پہننا
جائز ہے جنابت اور حیض کی حالت مین بھی لا یقتل فی الحرم الا اذا قتل فیہ ولا قتل فی البیت لا یقتل فیہ خون کا بدلا نہ لیا جاوے حرم مین مگر اسوقت بدلا لینا جائز ہے جب
کسی نے حرم مین خون کیا ہو اور بیت اللہ کے اندر خون کیا تو اسکا قصاص اندر ہوگا اگر کسی نے باہر حرم کے خون کیا اور حرم مین جا چھپا تو اسکو قصاص [illegible]
نہوگا بلکہ خرید و فروخت اس سے موقوف کیجاوے اور کھانا اسکو نہ دیا جاوے تاکہ وہ مضطر ہو کر حرم سے نکلے جب باہر نکلے تو قصاص لیا جاوے اور اگر جان سے
نہ مارا بلکہ آنکھ پھوڑی یا ہاتھ کاٹا تو اسکا بدلا حرم کے اندر لیا جاویگا یہی قول ہے امام اور صاحبین کا اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک حرم مین قصاص لینا
ہر طرح درست ہے اور امام کے نزدیک سارق کا ہاتھ حرم مین نہ کاٹا جاوے بخلاف صاحبین کے اور اگر کافر حربی حرم مین داخل ہو تو اس سے تعرض کرنا نہ چاہیے
بلکہ اسکا کھانا اور پانی بند کرنا چاہیے تاکہ نکل بھاگے کذا فی المنح عن مناسک [illegible] یکرہ الاستنجاء بماء زمزم لا الاغتسال مکروہ ہے استنجا کرنا زمزم کے پانی سے اور
غسل کرنا مکروہ نہین اور وضو کرنا بھی جائز ہے اور حرم کی کنکریان اور مٹی اور [illegible] بیت اللہ کی [illegible] بہ نیت تبرک حل مین لانا جائز ہے بشرطیکہ قدر قلیل ہو اور
تخریب عمارت کا موجب نہو جیسے زمزم کا پانی باہر لیجانا جائز ہے اور زمین حرم کی [illegible] جائز نہین یعنی عمارت کا [illegible] کذا فی المنح لا حرم للمدینۃ [illegible]
مدینہ کے واسطے حرم نہین ہے ہمارے نزدیک یعنی جیسے حرم مکہ مین شکار کرنا اور درخت کاٹنا حرام ہے ویسے مدینہ مین حرام نہین اور اگر مدینہ کو حرم کہنے [illegible] تو
بدون احرام باندھے وہان کا جانا جائز نہ ہوتا حالانکہ حضرت صلعم سے اور صحابہ سے احرام باندھنا دخول مدینہ کیواسطے ثابت نہین باقی تفصیل اس مسئلہ کی
کتب مبسوطہ مین ہے واللہ اعلم [illegible] فضل [illegible] علی الراجح الا ما ضم اعضاءہ الشریفۃ صلی اللہ علیہ وسلم فانہ افضل مطلقا حتی من الکعبۃ والعرش والکرسی [illegible]
افضل ہے مدینہ طیبہ سے بقول راجح مگر جسقدر زمین پاک سید کائنات صلعم کے جسد شریف مقدس سے ملی ہوئی ہے [illegible] قاضی عیاض نے نقل کیا ہے [illegible]
قبر سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم افضل بقاع ارض ہے بلکہ مطلقا افضل ہے یہان تک کہ کعبہ اور عرش اور کرسی سے بھی افضل ہے

امام اعظم رح اور امام شافعی رح اور امام احمد رح کے نزدیک کعبہ افضل ہی مدینہ سے اور امام مالک رح کے نزدیک مدینہ افضل ہی کذا فی المنح وزیارۃ قبرہ الشریف مندوبۃ بل قیل
واجبۃ لمن لہ سعۃ اور زیارۃ کرنا قبر شریف مصطفوی کا مستحب ہی بلکہ بعض علما نے اسکو واجب کہا ہی جسکو مقدور اور طاقت ہوم انشاء اللہ تعالے عنقریب طریق
زیارت کا بہ تفصیل تمام خاتمہ حج مین مذکور کیا جاویگا واسطے انتفاع مسلمین مشتاقین کے ویبدا بالحج لو فرضا ویخیر لو نفلا مالم یمر بہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فیبدا
بزیارۃ لامحالۃ ولینو معہ زیارۃ مسجدہ الشریف فقد اخبران الصلوٰۃ فیہ خیر من الف صلوٰۃ فی غیرہ الا المسجد الحرام وکذا البقیۃ القرب اور پہلے حج ادا کرے اگر
فرض حج ہو اور اگر نفل حج ہو تو اسمین مختار ہی چاہے پہلے زیارت کرے یا حج لیکن نفل حج مین اختیار اسوقت تک ہی جب تک مدینہ مین ہو کر نہین نکلا اور
اگر حج کے واسطے مدینہ مین ہو کر چلا تو زیارت کرنا ضرور ہی خواہ حج فرض ہو یا نفل اور قبر شریف کی زیارت کے ساتھ چاہیے کہ حضرت صلعم کی مسجد شریف کی زیارت
کی بھی نیت کرے اسواسطے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہی کہ اسکی ایک نماز ہزار نماز سے افضل ہی اسکی غیر مسجد مین سوائے مسجد الحرام کے اور اسی طرح باقی
عبادات مانند اعتکاف اور رجا روب کشی کے کہ اسکا ثواب سوائے مسجد الحرام کے اور مساجد سے زیادہ تر ہی مسند احمد اور صحیح ابن خزیمہ اور ابن حبان مین عبداللہ بن زبیر رض
سے روایت ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک نماز میری اس مسجد مین اور مساجد کی ہزار نماز سے افضل ہی سوائے مسجد الحرام کے اور ایک نماز مسجد الحرام مین
افضل ہی اسکی سو نمازون سے یعنی مسجد مدینہ سے ابن ہمام رح نے فتح القدیر مین کہا کہ عبد ضعیف کے نزدیک بہتر یہ ہی کہ سفر مدینہ مین فقط قبر شریف کی زیارت کے واسطے نیت کو
خالص کرے مزید اجلال اور تعظیم سید العالمین اسی کو مقتضی ہی اور تاکہ ظاہر حدیث دارقطنی کی موافق ہو جاوے کہ جسکو کوئی حاجت نہو سوائے میری زیارت کے اسکا مین
شفیع ہونگا قیامت کے دن ولا تکرہ المجاورۃ بالمدینۃ وکذا بمکۃ لمن یثق بنفسہ اور مکروہ نہین رہنا مدینہ کا اور اسیطرح مکہ کا اس شخص کو جسکو اپنے نفس پر اعتماد ہو حفظ ادب حرمین
شریفین کا امر مجاورت مکہ معظمہ مین اختلاف ہی علما کا بعض شافعیہ رح نے ذکر کیا کہ مجاورت مکہ مستحب ہی مگر جب وقوع امر ممنوع کا ظن غالب ہو اور یہی مذہب ہی صاحبین رح کا اور امام
ابو حنیفہ رح اور امام مالک رح کے نزدیک مکروہ ہی اسواسطے کہ انسان کی غالب عادت یہ ہی کہ معیشت مین خلاف خواہش نفسانی سے تنگدل اور افسردہ خاطر ہو جاتا ہی اور کثرت
مشاہدات سے جیسی تعظیم اور توقیر چاہیے ویسی باقی نہین رہتی غالباً اور یہ بھی ہی کہ انسان خطا سے محفوظ نہین اور حرم مین تضاعف معاصی کا خوف ہی چنانچہ ابن مسعود رض
سے مروی ہی اگر یہ روایت صحیح ہو والا اسمین تو شک نہین کہ وقوع معاصی حرم مین زیادہ تر قبیح اور خوفناک تر ہی ولہذا عبداللہ بن عباس نے طائف کا رہنا اختیار کیا تھا اور
فرماتے تھے کہ اگر مین پچاس گناہ طائف مین کرون تو میرے نزدیک محبوب تر ہین مکہ مین ایک گناہ کرنے سے اور ابن مسعود رض سے روایت ہی کہ کسی شہر مین سوائے مکہ کے
ہمت پر قبل عمل کے مواخذہ نہین اسواسطے کہ حق تعالی نے فرمایا (ومن یرد فیہ بالحاد بظلم نذقہ من عذاب الیم) یعنی جو حرم مین کجروی ظلم کا ارادہ کریگا اسکو عذاب دردناک
چکھا دینگے اور عمر فاروق رض سے روایت ہی کہ اگر مجھسے ایک گناہ مکہ مین ہو جاوے وہ غالب تر ہی اور شہر کے ستر گناہون سے ان بعض خاص بندے اللہ تعالی کے جو کشاکش
مقتضائے طبیعت انسانی سے پاک ہین وہ اہل ہین اس سعادت عظمی کے کہ وہ تضاعف حسنات نصیب اہل مکہ ہی ابن ماجہ رح نے عبداللہ بن عباس رض سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے مکہ مین رمضان پایا سو روزہ رکھا اور قیام شب کیا جتنا کہ ہوسکا تو اسکے واسطے لاکھ رمضان لکھے جاوینگے اور حق تعالی ہر دن مین ایک گردن
آزاد کرنے کا اور ہر رات مین ایک گردن آزاد کرنے کا ثواب لکھیگا اور ہر دن فی سبیل اللہ گھوڑا دینے کا ثواب ہوگا اور ہر چند مدینہ مین تضاعف سیئات کا خوف
نہین لیکن افسردگی اور قلت ادب کا خوف ہی کہ وہ مخالف ہی احترام اور توقیر کے تو وہان کی مجاورت کراہت سے خالی نہین مگر اہل صبر اور اہل ادب کے واسطے
وہان کا رہنا اور وہان کا مرنا سعادہ وسیلہ ہی نجات کا صحیح مسلم مین حدیث مرفوع ہی کہ جو تکلیف اور شدت مدینہ پر صبر کریگا میری امت مین سے ہوگا مین اسکا
شفیع ہونگا قیامت کے دن یا شاہد ہونگا اور ترمذی وغیرہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ جس سے ہوسکے مدینہ کا مرنا وہ وہان مرے کہ مین مقرر شفاعت کرونگا وہان کے مرنے والے کی کذا فی فتح القدیر اور منا سک طرابلسی مین ہی
کہ امام ابو حنیفہ رح اور جماعت محتاطین بخوف ملال اور قلت ادب اور حرقت قلب بچنے سے مجاورت مکہ کی کراہت کے قائل ہین اور امام ابو یوسف رح

مسئلہ اقامت حرمین ۱۲

[illegible] فصل اول

[illegible] رسول کریم [illegible] صحیح [illegible]

[illegible] حدیث [illegible] آنحضرت [illegible]

[illegible] سنن ابی داؤد [illegible] امام جعفر صادق سے روایت ہے [illegible] امام محمد باقر سے [illegible] جابر بن عبداللہ [illegible] کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نو برس مدینہ میں رہے اور حج نہ کیا پھر دسویں برس لوگوں میں پکار دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کو جاتے ہیں تو بہت لوگ مدینہ میں

آئے سب چاہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں اور جیسے آپ عمل کریں ویسا ہی عمل کریں سو ہم آپ کے ساتھ نکلے یہاں تک کہ ذوالحلیفہ

میں پہنچے تو وہاں اسماء بنت عمیس محمد بن ابی بکر کو جنی سو اسماء نے حضرت صلعم کے پاس کہلا بھیجا کہ اب میں کیا کروں فرمایا کہ غسل کر اور لنگوٹ باندھ اور احرام باندھ

پھر حضرت صلعم نے مسجد میں نماز پڑھی پھر قصواء پر سوار ہوئے جب اونٹنی بیداء پر سیدھی ہوئی تو میں نے حضرت صلعم کے آگے جہاں تک میری نگاہ گئی سوار

اور پیدل دیکھے اور دہنی طرف بھی اسیقدر اور بائیں طرف بھی اسیقدر اور پیچھے بھی اسیقدر اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

ہمارے ساتھ تھے اور آپ پر قرآن اترتا تھا اور آپ اسکے معنی کو جانتے تھے سو جو کچھ حضرت صلعم نے عمل کیا ہم نے بھی وہی عمل کیا سو حضرت صلعم نے توحید کو پکار کے

لبیک پڑھی لبیک اللہم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک لک اور لوگوں نے بھی یہی طرح لبیک کہی جیسے تم کہتے ہو حضرت صلعم نے

ان لوگوں پر کچھ رد و انکار نہ کیا اور حضرت صلعم نے لبیک کہنا لازم کر لیا جابر نے کہا کہ حج کے سوا ہم کو کچھ نیت نہ تھی ہم عمرہ کو نہ جانتے تھے یعنی اشہر حج میں

عمرہ کرنا معروف نہ تھا یہاں تک کہ ہم حضرت صلعم کے ساتھ بیت اللہ میں پہنچے تو حضرت صلعم نے رکن کا استلام کیا یعنی حجر اسود کو چوما پھر تین بار رمل کیا اور

چار بار آہستہ چلے یعنی طواف میں پھر حضرت صلعم مقام ابراہیم کے پاس آئے سو یہ آیت پڑھی واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی اور مقام ابراہیم کو اپنے اور بیت اللہ

کے درمیان یعنی مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھی دو رکعت قل ہو اللہ احد اور قل یا ایہا الکافرون کی قرات سے پھر حضرت بیت اللہ کی طرف پھر گئے اور حجر الاسود کا

استلام کیا پھر دروازہ سے صفا کی طرف نکلے جب صفا کے قریب ہوئے تو یہ پڑھا ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ ہم بھی اسی سے ابتدا کرتے ہیں جس سے اللہ نے

ابتدا کی تو صفا سے ابتدا کی سو اس پر چڑھ گئے یہاں تک کہ بیت اللہ نظر آیا تو اللہ کی تکبیر اور توحید کی اور فرمایا لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی و

یمیت وہو علی کل شیء قدیر لا الہ الا اللہ وحدہ انجز وعدہ ونصر عبدہ وہزم الاحزاب وحدہ پھر بیچ میں ان اذکار کے دعا کی اور اسی طرح تین بار فرمایا پھر اترے

مروہ کی طرف تا آنکہ آپ کے قدم نیچے آگئے تو تین بار نالہ کے اندر رمل کیا یہاں تک کہ جب چڑھ گئے تو آہستہ چلے یہاں تک کہ مروہ پر پہنچے تو مروہ پر ویسا ہی

کیا جو صفا پر کیا تھا یہاں تک کہ آخر طواف مروہ پر ہوا فرمایا کہ اگر مجھکو آگے سے معلوم ہوتا جو پیچھے معلوم ہوا تو میں ہدی کو نہ ہانک لیتا اور اس عبادت کو میں

عمرہ کر ڈالتا سو تم لوگوں میں سے جسکے ساتھ ہدی نہ ہو وہ حلال ہو جاوے اور اسکو عمرہ کر ڈالے تو تمام لوگ حلال ہو گئے اور بال کترائے مگر نبی اور جنکے ساتھ

ہدی تھی وہ محرم رہے پھر سراقہ بن جعشم کھڑے ہوئے سو کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کرنا اشہر حج میں اسی سال کو مخصوص ہے یا ہمیشہ کو تو دونوں

ہاتھ کی انگلیوں کو قینچی کیا پھر فرمایا کہ داخل ہو گیا عمرہ حج میں اسطرح اسکو دو بار فرمایا اور تین بار فرمایا کہ ہمیشہ کو ہمیشہ کو [illegible] اور علی مرتضی

علیہ السلام یمن سے آئے حضرت صلعم کے ہدی کے اونٹ لیکر تو پایا فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو کہ احرام نہیں باندھتے ہیں اور رنگین کپڑے پہنے ہیں اور سرمہ

لگائے ہیں تو علی مرتضی ناخوش ہوئے انپر اور کہا کس نے تمکو اسکا حکم دیا ہے تو فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالی عنہا نے کہا کہ میرے باپ نے حکم دیا ہے تو جابر نے کہا کہ علی مرتضی

عراق میں کہتے تھے کہ میں گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فاطمہ زہرا پر خفگی کروانے کو بسبب اس امر کے جو انہوں نے کیا تھا اور حضرت کی

[illegible] فاطمہ زہرا [illegible] ناخوش ہوا تھا سو انہوں نے کہا کہ میرے باپ نے حکم دیا ہے تو حضرت صلعم نے فرمایا سچ کہا

حضرت صلعم نے فرمایا تو نے کیا کہا تھا جب حج کی نیت کی تھی علی مرتضیٰؓ بولے مین نے یون کہا تھا کہ الٰہی مین وہ نیت کرتا ہون جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیت کی حضرت صلعم نے فرمایا کہ میرے ساتھ تو ہدی ہی سو تو حلال نہو جیو جابرؓ نے کہا کہ جو ہدی کہ علی مرتضیٰؓ یمن سے لائے تھے اور جو ہدی حضرت صلعم کے ساتھ ہدی تھی ہو سب ملاکر سو اونٹ تھے پھر جب یوم الترویہ یعنی آٹھوین تاریخ منا کو چلے تو حج کا احرام کیا اور حضرت صلعم سوار ہوئے اور منا مین جا کر ظہر اور عصر اور مغرب اور عشا اور صبح کی نماز پڑھی پھر تھوڑا ٹھہرے کہ آفتاب نکلا اور حضرت صلعم کے حکم سے کمل کا خیمہ نمرہ مین کھڑا کیا گیا پھر حضرت صلعم روانہ ہوئے اور انہین گمان نہ تھا قریش کو کہ حضرت صلعم وقوف کرینگے مزدلفہ مین مشعر الحرام کے نزدیک جیسے کفر مین قریش وہان وقوف کیا کرتے تھے سو حضرت صلعم وہان سے بڑھتے چلے گئے یہان تک کہ عرفات مین پہونچے تو خیمہ کو استادہ پایا نمرہ مین سو اسمین اُترے یہان تک کہ آفتاب ڈھلا پھر بموجب حکم کے قصوا اونٹنی پر کجاوہ باندھا گیا سو حضرت صلعم سوار ہوئے یہان تک کہ نالے کے اندر آئے پھر خطبہ پڑھا لوگون کے واسطے سو فرمایا کہ تمھارے خون اور تمھارے مال تم پر حرام ہین جیسے یہ تمھارا دن اس تمھارے شہر مین اس تمھارے مہینے مین حرام ہی خبردار ہو کہ ہر چیز رسوم جاہلیت سے میرے پاؤن کے نیچے دبائی گئی یعنی باطل ہو گئی اور جاہلیت کی خونریزیان دبائی گئین یعنے اُنکا دعوی کرنا اب جائز نہین اور پہلا خون جو مین دباتا ہون اپنے خاندان کے خونون سے ابن ربیعہ یا ربیعہ بن عبد المطلب کا خون ہی جو شیرخوار تھا بنی سعید مین جسکو ہذیل کی قوم نے قتل کیا تھا اور جاہلیت کا بیاج دبایا گیا اور پہلا بیاج جسکو مین دباتا ہون اپنے خاندان سے عباس بن عبد المطلب کا بیاج ہی سو وہ سب کا سب دبا ڈالا گیا پھر ڈرو اللہ سے عورتون کے مقدمہ مین تمنے اُنکو لیا ہی اللہ کی امانت سے اور اُنکی شرمگاہون کو حلال کر لیا ہی تمنے اللہ کے کلمے یعنی حکم سے اور تمھارا عورتون پر یہ حق ہی کہ تمھارے بسترونکو نہ روندا وین اُس شخص سے جسکو تم نہین پسند کرتے یعنی زنا نکرین یا غیر کو اندر آنے نہ دین سو اگر ایسا کرین تو اُنکو مارو ایسی مار جو سخت اور مزیل لعضا نہو اور عورتون کا حق تم پر کھانا اور کپڑا ہی دستور کے موافق اور مین نے تم مین ایسی چیز چھوڑی ہی کہ تم کبھی گمراہ نہوگے بعد اسکے اگر تم اسکو مضبوط پکڑے رہوگے وہ چیز کتاب اللہ ہی اور تمسے سوال کیا جاویگا میری پیام رسانی کا سو تم کیا کہوگے لوگون نے کہا ہم گواہی دیتے ہین کہ آپنے تبلیغ احکام کی اور پیام ادا کیا اور خیرخواہی کی پھر حضرت صلعم نے شہادت کی اُنگلی آسمان کی طرف اُٹھائی اور لوگون کی طرف جھکائی اور فرمایا خداوندا گواہ رہنا خداوندا گواہ رہنا خداوندا گواہ رہنا پھر بلالؓ نے بعد اس خطبہ کے اذان دی اور اقامت کہی سو حضرت صلعم نے ظہر کی نماز پڑھی پھر دوسری بار اقامت کہی سو حضرت صلعم نے عصر کی نماز پڑھی اور دونون نمازون کے درمیان مین کچھ نماز نہین پڑھی یعنے سنت اور نفل کچھ نہ پڑھی سو حضرت صلعم قصوا اونٹنی پر سوار ہوئے یہان تک کہ موقف مین یعنی ٹھہرنے کے مقام مین آئے سو اپنی اونٹنی قصوا کا پیٹ پتھرون کی طرف کو کیا اور حبل المشاۃ کو اپنے سامنے کیا پھر حضرت صلعم قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور برابر واقف رہے یہان تک کہ آفتاب غروب ہو گیا اور تھوڑی زردی بھی جاتی رہی یہان تک کہ گردا آفتاب کا غائب ہو گیا اور اونٹنی پر اپنے پیچھے اسامہ کو بٹھلایا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہان سے روانہ ہوئے اور اونٹنی کی نکیل کی رسی حضرت صلعم تانے ہوئے تھے یہانتک کہ اُسکا سر کجاوہ کو لگ جاتا تھا اور حضرت صلعم داہنے ہاتھ سے اشارہ کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے لوگو آہستہ چلو اے لوگو آہستہ چلو تسکین سے چلو یعنی جلدبازی نیکوکاری نہین اور جب کوئی ٹیلا یا پہاڑی آتی تھی تو حضرت صلعم باگ کو تھوڑا ڈھیلا کر دیتے تھے تاکہ چڑھ جاوے یہانتک کہ مزدلفہ مین پہونچے تو مغرب اور عشا کو جمع کیا ایک اذان اور دو اقامت سے اور درمیان مین نوافل کو نہ پڑھا پھر استراحت فرمائی یہان تک کہ فجر نمودار ہوئی پھر فجر کی نماز پڑھی جب فجر ظاہر ہو گئی اذان اور اقامت سے پھر حضرت صلعم قصوا پر سوار ہوئے یہان تک کہ مشعر الحرام مین آئے اور اسپر چڑھ گئے اور متوجہ بقبلہ ہوئے سو حقتعالی کی تحمید اور تکبیر اور توحید کرتے فرماتے رہے یہان تک کہ خوب روز روشن ہو گیا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم وہان سے روانہ ہوئے آفتاب نکلنے سے پہلے اور فضل بن عباسؓ کو پیچھے بٹھلایا یہانتک کہ محسر مین آئے تو اونٹنی کو تھوڑا تیز چلایا پھر حضرت صلعم وہ درمیان والی راہ چلے جو جمرۃ الکبری یعنی جمرۃ العقبہ تک پہونچتی ہی یہان تک کہ جمرۃ العقبہ تک پہونچے جو درخت کے پاس ہی سو اُسکو سات کنکریان مارین مانند سنگریزہ کے ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے تھے اور نالے کے اندر سے رمی کی پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہان سے پھرے اور نحر کرنے کے مقام مین آئے سو اپنے دست مبارک سے ترسٹھ اونٹ نحر کیے اور علی مرتضی علیہ السلام کو حکم کیا سو باقی سو اونٹ کو نحر کیا اور اپنی ہدی مین اُنکو شریک کیا پھر حکم کیا کہ ہر اونٹ سے گوشت کا ٹکڑا لیا جاوے سو دیگ مین گوشت ڈالا گیا اور حضرت صلعم نے اور علی مرتضیٰؓ نے اسمین سے گوشت کھایا اور اُسکا دونون نے

تو مدینہ منورہ حضرت صلعم [illegible] جب عاشق کی روح کے پاس آتے اور درود [illegible] پہونچتے تھے [illegible]
[illegible] تو حضرت کی [illegible] مطلب کی [illegible]
[illegible] حضرت صلعم نے [illegible] صاحب فتح القدیر نے کہا کہ اس حدیث کو [illegible] نسائی اور
ابن حبان [illegible] نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے فصل ثانی در ترغیب کے آداب زیارت میں [illegible] ابو داؤد نے ابوہریرہ سے روایت کی کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ایسا نہیں جو سلام کرے مجھکو مگر حق تعالیٰ میری روح کو پھیر دیتا ہے تاکہ میں اسکے سلام کا جواب دیتا ہوں [illegible]
کہ [illegible] حضرت صلعم اس عالم کی طرف متوجہ ہوتے ہیں سلام کے جواب دینے کے واسطے اور ابوبکر بن ابی شیبہ وغیرہ نے ابوہریرہ سے روایت کی کہ
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو درود پڑھے میری قبر کے پاس میں اسکو سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھتا ہے وہ مجھکو پہونچایا جاتا ہے فرشتے پہونچاتے
ہیں دارقطنی اور ابوبکر بزار نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میری قبر کی زیارت کرے میری شفاعت اسکے
واسطے واجب ہوگئی یعنی بالضرور ثابت ہوگی مخبر صادق کے وعدہ صادق سے اور دارقطنی نے امالی میں اور ابوبکر مقری نے اپنے معجم میں اور طبرانی نے معجم کبیر
اور اوسط میں اپنی سند سے عبداللہ بن عمر سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو میری زیارت کرنے کو آوے گا اسطرح کہ اُسکا کچھ مطلب و
حاجت نہو سوا میری زیارت کے تو مجھپر یہ لازم ہو گیا کہ میں اُسکا شفیع ہونگا قیامت کے دن ہم حضرت کی زیارت مثل آپ کی حیات میں ہو یا بعد وفات کے چنانچہ کئی حدیث
میں صراحت آئی دارقطنی اور طبرانی نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے حج کیا اور میری قبر کی زیارت کی میری وفات کے
بعد تو گویا اُسنے میری زیارت کی میری حیات میں اور دارقطنی اور ابن عدی نے روایت کی عبداللہ بن عمر سے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے حج کیا
اور میری زیارت نکی تو اُسنے مجھپر ستم کیا اور حافظ ابن عساکر نے یہ مضمون انس بن مالک سے روایت کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُسکا کچھ عذر نہیں
جسکو وسعت اور مقدور ہو میری امت سے اور میری زیارت نکرے کذا فی الفتح و تاریخ المدینہ للسید السمہودی اور حافظ منذری نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ علم میرا بعد وفات کے ویسا ہی ہے جیسا علم میرا حیات میں ہے اور ابن عدی اور ابو یعلی نے بروایت ثقات روایت کیا انس سے کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیا زندہ ہیں اپنی قبور میں نماز پڑھتے اور بیہقی نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے قاضی عیاض نے شفا میں کہا ہے کہ زیارت قبر
سید المرسلین اجماعی سنت مسلمین ہے اور تاج الدین سبکی نے زیارت پر اجماع نقل کیا ہے قولاً و فعلاً کذا فی تاریخ المدینہ جب ذرا سے فضائل زیارت قبر مقدس سید المرسلین
کے معلوم ہوئے تو دریافت کرنا چاہیے کہ علما حنفیہ کے نزدیک زیارت قبر شریف کی افضل مستحبات اور اعظم وسائل نجات ہے بلکہ قریب ہے درجہ واجبات سے مقدور والے
کو اسواسطے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بمزید شفقت ہماری بہتری کے واسطے کیسی کچھ ترغیب دلائی اور کیا کچھ مبالغہ اسمیں فرمایا چنانچہ احادیث سابقہ
سے معلوم ہو چکا کذا فی شرح المختار و منسک کبیر للملا علی القاری اور مذہب محبت میں زیارت محبوب رب العالمین کی فرض عین ہے بالخصوص کہ معشوق عاشق نواز
بزبان کرم سے اپنے مشتاقوں کو بلاوے اور سرفرازی کا مژدہ سناوے اور نہ حاضر ہونے پر عتاب فرماوے و نعم ما قیل ع از دوست یک اشارت و از ما
بسر دویدن ۔ بالجملہ جب بعد ادا سے حج کے دولت مصطفوی کا ارادہ کرے تو بعد نماز استخارہ کچھ خیرات کرے پھر بمزید شوق اور ادب سے مدینہ طیبہ
کی طرف روانہ ہو اور راہ میں کثرت درود کرے اور فراغت کے اوقات کو درود خوانی سے مستغرق کرے تاکہ قبل پہونچنے کے تحفہ درود کے پہونچنے سے
حضرت صلعم کو اُسکے حاضر ہونے کی اطلاع ہو رہے پھر جب مدینہ منورہ کی آبادی اور درخت نظر پڑیں تو کمال خشوع اور خضوع سے درود کی کثرت کرے
اور یہ دعا پڑھے (اللہم ہذا حرم رسولک فاجعلہ وقایۃ لی من النار و امانا من العذاب و سوء الحساب اللہم افتح لی ابواب رحمتک و ارزقنی من زیارۃ
رسولک صلے اللہ علیہ وسلم ما رزقتہ اولیائک و اہل طاعتک و اغفر لی و ارحمنی یا خیر مسئول) مستحب ہے کہ قبل داخل ہونے کے غسل کرے

[illegible]

اور ضرورت ہو تو وضو پر کفایت کرے چنانچہ دخول کریں مذکور ہو چکا اور پاک صاف کپڑے پہنے اور خوشبو لگاوے کہ یہ قریب ہے تعظیم سے اور نئے کپڑے
پہننا افضل ہے اور یہ جو بعضے لوگ مدینہ مشرف کو دیکھ کر سواریوں سے اتر پڑتے ہیں اور پیدل چلتے ہیں تو اسکا کچھ مضائقہ نہیں سوائے اسکے کہ قوم عبد القیس
مدینے میں داخل ہوئے تو حضرت صلعم کو دیکھ کر اتر پڑے تھے اور حضرت صلعم نے ان کو منع نہیں فرمایا تھا اگرچہ انکے سردار کی جو بعد غسل کرنے اور پوشاک بدلنے
کے تسکین تمام خدمت میں حاضر ہوا تھا تعریف فرمائی کہا گیا اگر باہر شہر کے غسل نہ کر سکا ہو تو اندر شہر کے غسل کرے اور اس سے پرہیز کرے جو بعضے لوگ
سیاہی زمین پر بیٹھتے ہیں بمشابہت احرام پھر جب قبہ شریف نظر آوے تو اسکی عظمت اور فضیلت کو دھیان کرے کہ یہ وہ مکان پاک ہے جسکو حق تعالیٰ نے اپنے
حبیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے پسند فرمایا سو کمال شوق اور تعظیم سے درود پڑھے پھر جب مدینہ شریف میں داخل ہو تو یوں کہے بسم اللہ وعلیٰ ملۃ رسول اللہ
رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد واغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک وفضلک اور
لازم ہے کہ کمال فروتنی اور عاجزی سے اس شہر مقدس کی عزت کو دھیان کرتے ہوئے درود پڑھتا داخل ہو اور یہ تصور کرے کہ اس شہر کو کس ذات پاک کے
رہنے سے شرف وجلالت حاصل ہے یہ وہ مقام ہے کہ حق تعالیٰ نے سید نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ہجرت کا ٹھہرایا اور یہ مکان مہبط وحی اور محل الکرام
اور منبع اسلام اور منبع ایمان اور سرچشمہ عرفان ہے اور فتح القدیر میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے کہ تمام بلاد تلوار سے فتح ہوئے مگر مدینہ قرآن سے
فتح ہوا ہے اور چاہئے کہ اپنے دل کو ہیبت اور عظمت نبوی سے بھرپور کرے اور وہاں چلتے ہوئے یہ تصور کرے کہ یہ گذرگاہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم
ہے شاید میرا قدم حضرت صلعم کے موضع قدم مبارک پر پڑ جاوے اور لہذا امام مالک رح مدینہ میں سوار ہو کے نہ نکلتے تھے اور کہتے تھے کہ مجھکو حیا آتی ہے کہ میں وہاں سوار ہوں
جہاں خود بدولت موجود ہیں پھر جب مسجد شریف میں داخل ہو تو وہ کرے جو دخول مساجد میں کرتے ہیں یعنی داہنا پاؤں پہلے رکھے اور یوں کہے اللہم اغفرلی ذنوبی وافتح
لی ابواب رحمتک اور روضہ شریفہ کا اول قصد کرے مسجد شریف میں روضہ اس مکان کا نام ہے جو منبر اور قبر شریف کے درمیان ہے حدیث صحیح میں ثابت ہے کہ
میری قبر اور منبر کے درمیان میں روضہ ہے ریاض جنت سے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے پھر دو رکعت تحیۃ المسجد اس ستون کے آگے جسکے پیچھے صندوق ہے
پڑھے اسطرح کہ منبر کا عمود اپنے مونڈھے کے مقابل ہو اور جو ستون لکڑی کا قبلہ مسجد میں ہے وہ دونوں آنکھوں کے سامنے ہو کہ یہی مقام ہے حضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے کھڑے ہونے کا کذا فی فتح القدیر کرمانی اور صاحب اختیار نے کہا پھر بعد نماز کے سجدہ شکر کا کرے کہ یہ دولت نصیب ہوئی اور اسکی
تمامی اور قبولیت کی دعا کرے اور حق تعالیٰ سے نیکی مدد چاہے کہ حضور مصطفوی کی رعایت آداب میں کوئی ادب بیجا سے فوت نہ ہو پھر قبر شریف کی طرف
کمال عجز و انکسار سے آنکھیں جھکائے متوجہ ہو اور وہاں کی آرائش اور زینت کی طرف نظر نہ ڈالے کہ ادب سے بعید ہے اور سر مبارک کے سامنے کھڑے ہو کر
زیارت کرے اسواسطے کہ حجرہ شریف کے گرد شباک نحاسی یعنی تانبے کی جالیاں لگی ہیں مدت سے اور سابق میں موقف سلف جالیوں سے اندر حجرہ شریف کی دیوار کے
قریب تھا اور لہذا مناسک قدیمہ میں مذکور ہے کہ دیوار سے چار یا تین ہاتھ ہٹ کر کھڑا ہو کذا فی تاریخ المدینہ للسید السمہودی باجملہ قبر شریف کے سامنے قبلہ کو پشت دیکر زیارت
کیواسطے کھڑا ہو اور اکثر کتب فقہ میں مذکور ہے کہ زیارت کے وقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے قریب قبلہ رو کھڑا ہو اور ابن ہمام محقق نے فتح القدیر
میں کہا کہ استقبال قبلہ میں فقیہ ابو اللیث رح کی روایت لائق اعتماد نہیں اسواسطے کہ امام ابو حنیفہ رح نے اپنی مسند میں ابن عمر سے روایت کی کہ سنت یہ ہے کہ
حضرت صلعم کی قبر کی طرف قبلہ کی سمت سے آوے اور پشت اپنی قبلہ کی طرف کرے اور حضرت صلعم کی قبر شریف کی طرف منہ کرے پھر کہے السلام علیک ایہا النبی
ورحمۃ اللہ وبرکاتہ انتہی کلامہ اور یہی مذہب ہے ائمہ ثلثہ رح کا الحاصل زیارت کے وقت مودب بطور نماز کھڑا ہو اور صورت مقدسہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کو تصور کرے گویا حضرت صلعم لحد مبارک میں آرام فرماتے ہیں اور میرے حاضر ہونے کو جانتے ہیں اور میرا کلام سنتے ہیں سوا کے حضرت کی حیات اور مراعات
توجہ کامل حیا اور ادب سے یوں عرض کرے السلام علیک یا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا امین اللہ السلام علیک

يا خير الخلائق أجمعين السلام عليك يا سيد المرسلين وخاتم النبيين السلام عليك [illegible]

اور بہترین سب خلق کے سلام تم پر اے سردار پیغمبرون کے اور ختم کرنے والے پیغمبرون کے سلام تم پر [illegible]

السلام عليك أيها المبعوث رحمة للعالمين السلام عليك يا شفيع المذنبين السلام عليك يا حبيب [illegible]

سلام تم پر اے بھیجے ہوئے رحمت عالم کے لوگون کو سلام تم پر اے سفارشی گناہ گارون کے سلام تم پر اے حبیب [illegible]

السلام عليك يا صفوة الله السلام عليك يا أيها الهادي إلى صراط مستقيم السلام على [illegible]

سلام تم پر اے برگزیدہ اللہ کے سلام تم پر اے راہ بتانے والے سیدھی راہ کے سلام [illegible]

وبقوله بالمؤمنين رؤف رحيم السلام عليك يا من سبح الحصى في يديه وحن الجذع إليه السلام عليك يا من أمرنا الله بطاعته

اور جس قول سے کہ ایمان والون پر شفقت کرنے والے مہربان سلام تم پر اے وہ کہ تسبیح پڑھی کنکرون نے جسکے ہاتھ میں اور مشتاق ہوا ستون جسکی طرف سلام تم پر اے وہ کہ حکم کیا ہم کو اللہ نے تمہاری اطاعت کا

والصلوة والسلام عليه السلام عليك وعلى سائر الأنبياء والمرسلين وعلى ذريتك الطيبين وأزواجك الطاهرات أمهات المؤمنين

اور درود و سلام پڑھنے کا اُنپر سلام تم پر اور تمام انبیا اور مرسلین پر اور آپکی اولاد پاک پر اور آپکی بیبیون پاک مسلمانون کی ماؤن پر

وأصحابك أجمعين كثيرا دائما أبدا كما يحب ربنا ويرضى جزاك الله عنا أفضل ما جزى به رسولا عن أمته أشهد أن لا إله إلا الله وحده

اور آپکے سارے ساتھیون پر بہت سا سلام ہمیشہ سلام کو جیسا کہ پسند کرے ہمارا رب اور خوش ہو آپکو خدا جزا دے بہتر ہماری طرف سے بہتر اُس سے کہ جزا دی کسی رسول کو اُسکی امت کی طرف سے گواہی دیتا ہون کہ کوئی معبود نہیں مگر اللہ اکیلا

لا شريك له وأشهد أنك عبده ورسوله وخيرته من خلقه أشهد أنك قد بلغت الرسالة وأديت الأمانة ونصحت الأمة

اور کوئی اُسکا شریک نہیں اور مین گواہی دیتا ہون کہ آپ اُسکے بندے اور رسول اور بہترین اُسکے خلق کے ہین گواہی دیتا ہون کہ آپنے رسالت کو پہونچایا اور امانت کو ادا کیا اور امت کی خیر خواہی کی

وكشفت الغمة وأقمت الحجة وأوضحت المحجة وجاهدت في الله حق جهاده وقاتلت عن دين الله حتى أتاك اليقين فصلى الله على

اور پوشیدہ بات کو واضح کیا اور حجت کو قائم کیا اور راہ کو واضح کیا اور مجاہدہ کیا آپنے اللہ کے باب مین حق اُسکے مجاہدہ کا اور لڑے اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف سے یہانتک کہ آپکو موت آئی پس رحمت کرے اللہ

روحك وجسدك وقبرك أفضل وأكمل وأزكى وأنمى صلوة دائمة إلى يوم الدين يا رسول الله نحن وفدك وزوار قبرك

آپکی روح اور آپکے بدن اور آپکی قبر پر افضل اور کامل تر اور زیادہ ستھری اور بہت بڑھیا ہمیشہ کو قیامت تک اے رسول اللہ کے ہم آپکے پاس آئے ہین اور آپکی قبر کی زیارت کرنیوالے ہین

جئناك من بلاد شاسعة ونواحي بعيدة قاصدين قضاء حقك والنظر إلى مآثرك والتيامن

آپکے پاس حاضر ہوئے ہین بہت مسافت کے شہرون اور دور کے ملکون سے قصد کرکے آپ کے حق پورا کرنے کو اور دیکھنے کو آپ کے نشانات اور برکت لینے کو

بزيارتك والاستشفاع بك إلى ربنا فإن الخطايا قد قصمت ظهورنا والأوزار قد أثقلت كواهلنا

آپ کی زیارت سے اور سفارش چاہنے کو تم سے طرف اپنے رب کے کہ خطاؤن نے ہماری کمرین توڑدی ہین اور گناہ ہمارے مونڈھون پر بھاری پڑگئے ہین

وأنت الشافع المشفع الموعود بالشفاعة والمقام المحمود وقد قال الله تعالى ولو أنهم

اور تم سفارش کرنے والے شفاعت قبول کیے ہوئے ہو تمسے وعدہ ہوا سفارش کرنے اور مقام محمود کا اور اللہ تعالیٰ نے یون فرمایا ہے کہ اگر وہ لوگ

إذ ظلموا أنفسهم جاؤك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا

جب برا کیا تھا اپنے اوپر آوے تیرے پاس اور بخشواتے اللہ سے اور بخشواتا اُنکو رسول تو پاتے اللہ کو توبہ قبول کرنیوالا

رحيما وقد جئناك ظالمين لأنفسنا مستغفرين لذنوبنا فاشفع لنا إلى ربك واسأله

مہربان اور ہم آئے ہین برا کرکے اپنی جانون پر بخشوانے والے اپنے گناہون کو پس سفارش کیجیے ہماری اپنے رب کے پاس اور اُس سے سوال کیجیے

أَنْ يُمِيتَنَا عَلَى سُنَّتِكَ وَأَنْ يَحْشُرَنَا فِي زُمْرَتِكَ وَأَنْ يُورِدَنَا حَوْضَكَ وَأَنْ يَسْقِيَنَا بِكَأْسِكَ غَيْرَ خَزَايَا

کہ ہمکو آپکے طریق پر مارے اور یہ کہ آپکے گروہ میں ہمکو اٹھاوے اور یہ کہ ہمکو آپکے حوض پر پہونچا دے اور آپکے پیالے سے پانی پلا دے بغیر رسوا ہونے

وَلَا نَادِمِينَ الشَّفَاعَةَ الشَّفَاعَةَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ

اور شرمندہ سفارش کیجیے سفارش کیجیے اے رسول اللہ کے اے رب ہمارے مت پھیر کر دل ہمارے بعد اسکے کہ تونے ہمکو ہدایت کی اور دے ہمکو اپنے

لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ

پاس سے رحمت بے شک تو ہی بڑا دینے والا رب ہمارے بخش دے ہمکو اور ہمارے اُن بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ہوگئے ہیں ایمان میں اور مت کر ہمارے دلوں میں کینہ اُن لوگوں کا جو ایمان

آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ پھر سر بہو جادے اسکا جسنے حضرت کو سلام کہنے ہو عرض اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مِنْ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ يَتَشَفَّعُ

لائے اے رب ہمارے بیشک تو ہی شفقت کرنیوالا مہربان سلام تمپر اے رسول اللہ کے فلان پسر فلان کی طرف سے وہ سفارش چاہتا ہے

بِكَ إِلَى رَبِّكَ فَاشْفَعْ لَهُ وَلِجَمِيعِ الْمُسْلِمِينَ پھر دو ہٹے جتنا ہوسکے پھر داہنی طرف بقدر ایک ہاتھ کے بڑھے صدیق اکبر کے سر کی طرف اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيفَةَ

آپ سے آپکے رب کے پاس تو آپ اُسکی سفارش فرمائیے اور سب مسلمانوں کی سلام تمپر اے نائب

رَسُولِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَاحِبَ رَسُولِ اللّٰهِ فِي الْغَارِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَفِيقَهُ فِي الْأَسْفَارِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَمِينَهُ

رسول خدا کے سلام تمپر اے ساتھی رسول خدا کے اندر غار کے سلام تمپر اے اُسکے رفیق سفروں میں سلام تمپر اے اُسکے امین

عَلَى الْأَسْرَارِ جَزَاكَ اللّٰهُ أَفْضَلَ مَا جَزَى إِمَامًا عَنْ أُمَّةِ نَبِيِّهِ فَلَقَدْ خَلَفْتَهُ بِأَحْسَنِ خَلَفٍ وَسَلَكْتَ طَرِيقَهُ وَمِنْهَاجَهُ

بھیدوں پر تمکو خدائے تعالیٰ جزا دے بڑھکر اُس سے کہ جزا دی ہو کسی پیشوا کو اپنے نبی کی امت سے کہ تمنے نیابت کی بہتر نائب ہوکر اور تم چلے اُنکے طریق اور راستہ پر

خَيْرَ مَسْلَكٍ وَقَاتَلْتَ أَهْلَ الرِّدَّةِ وَالْبِدَعِ وَمَهَّدْتَ الْإِسْلَامَ وَوَصَلْتَ الْأَرْحَامَ وَلَمْ تَزَلْ قَائِمًا لِلْحَقِّ وَنَاصِرًا لِأَهْلِهِ حَتّٰى أَتَاكَ

اچھا چلنا تم لڑے مرتدوں اور بدعت والوں سے اور تمنے درستی کی اسلام کی اور ملایا قرابتوں کو تم ہمیشہ رہے قائم حق کے لیے اور مددگار رہے اہل حق کے یہاں تک

الْيَقِينُ فَالسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَللّٰهُمَّ أَمِتْنَا عَلَى حُبِّهِ وَلَا تُخَيِّبْ سَعْيَنَا فِي زِيَارَتِهِ بِرَحْمَتِكَ يَا كَرِيمُ پھر ایک ہاتھ برابر

کہ آئی آپ کو موت پس سلام آپ پر اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اسکی برکتیں الٰہی ہمکو موت دے اُنکی محبت پر اور بیکار مت کر ہماری کوشش اُنکی زیارت میں اپنی رحمت سے اے کریم

طرف کو بڑھے تو عمر فاروق رض کی قبر کے سامنے ہوتو یوں کہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُظْهِرَ الْإِسْلَامِ يَا مُكَسِّرَ الْأَصْنَامِ

سلام تمپر اے سردار ایمان والوں کے سلام تمپر اے ظاہر کرنے والے اسلام کے اے توڑنیوالے بتوں کے

جَزَاكَ اللّٰهُ عَنَّا أَفْضَلَ الْجَزَاءِ وَرَضِيَ عَمَّنِ اسْتَخْلَفَكَ فَلَقَدْ كَفَلْتَ الْأَيْتَامَ وَوَصَلْتَ الْأَرْحَامَ وَقَوِيَ بِكَ الْإِسْلَامُ وَكُنْتَ لِلْمُسْلِمِينَ إِمَامًا مَرْضِيًّا

تمکو جزا دے اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے بہتر جزا اور راضی ہو اس سے جسنے تمکو اپنا نائب کیا کہ تمنے ذمہ داری کی یتیموں کی اور ملایا ناتوان کو اور قوی ہوا تمسے اسلام اور تم تھے مسلمانوں کے پیشوا پسندیدہ

وَهَادِيًا مَهْدِيًّا جَمَعْتَ شَمْلَهُمْ وَأَغْنَيْتَ فَقِيرَهُمْ وَجَبَرْتَ كَسْرَهُمْ فَالسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ پھر بقدر بالشت پیچھے ہٹے اور شیخین کی خدمت

اور راہ بتانیوالے راہ یاب جمع کیا تمنے اُنکے تفرق کو اور غنی کیا اُنکی احتیاج کو اور باندھا اُنکی شکستگی کو پس سلام تمپر اور رحمت اللہ کی اور اُسکی برکتیں

میں یوں عرض کرے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا ضَجِيعَيْ رَسُولِ اللّٰهِ وَرَفِيقَيْهِ وَوَزِيرَيْهِ وَمُشِيرَيْهِ وَالْمُعَاوِنَيْنِ لَهُ عَلَى الْقِيَامِ فِي الدِّينِ وَ

سلام تم دونوں پر اے دو ہمخواب رسول خدا کے اور اُنکے دو رفیق اور دو وزیر اور دو مشورہ دینے والے اور دو مددگار دین میں قائم رہنے کے اور

الْقَائِمَيْنِ بَعْدَهُ بِمَصَالِحِ الْمُسْلِمِينَ جَزَاكُمَا اللّٰهُ أَحْسَنَ جَزَاءٍ جِئْنَاكُمَا نَتَوَسَّلُ بِكُمَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَشْفَعَ لَنَا وَيَسْأَلَ رَبَّنَا أَنْ يَتَقَبَّلَ

بجا لانیوالے اُنکے بعد مسلمانوں کی مصلحتیں جزا دے تم دونوں کو اللہ بہتر جزا ہم آئے ہیں تم دونوں کے پاس وسیلہ پکڑتے ہیں تمکو طرف رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے تاکہ وہ سفارش کریں ہماری اور

احسن حبینۃ لمن یشفع تیمیہ تو زوج بقریہ پیرسنے واسطے اور دعا امرین کے واسطے اور جیسے رسالہ کو دیا ہوا ہو جیسے مسنون کے واسطے کرے
پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے پھر اون کے یعنی ساتھ والون کے واسطے تو قبول اتحق ہو فرما و تغفر لنا ولوالدینا
الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رؤف رحیم ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ
حسنۃ وقنا عذاب النار سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین) اور ان الفاظ زیارت مین ایسا رہا
اوسپر بڑھاوے اور دعا سب کیواسطے اور جب شخص کو امت مین یاد رہے تو تمنا کرنا ابایت ہو السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ برکاتہ وعلی صاحبیہ
ابی بکر الصدیق وعمر الفاروق) اور بقدر توفیق جو دعا یاد ہو سو کرے پھر ابو لبابہ کے ستون کے پاس آوے جسمین انہون نے آپ کو باندھا تھا تاکہ
انکی توبہ قبول ہوئی تھی اور وہ ستون منبر اور قبر شریف کے درمیان مین ہے وہان دو رکعت نماز پڑہے اور توبہ کرے اور دعا مانگے پھر
روضہ مین آوے جہان پہلے امام نماز پڑہتا تھا ہر سو جتنا ہو سکے وہان نفل نماز پڑہے اور دعا کرے اور تسبیح اور تہلیل اور استغفار کرے پھر منبر
کے پاس آوے اور بہ نیت برکت اس پتھر پر ہاتھ رکھے جسکو رمانہ کہتے ہین جسپر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑہنے کے وقت دست مبارک رکھتے تھے
پھر ستون حنانہ کے مقام کی زیارت کرے جو حضرت صلعم کے فراق مین رو رہا تھا اور قصہ اسکا احادیث صحیحہ مین مشہور ہو اور اس امر کی کوشش کرے
کہ ایام اور رات مسجد نبوی مین بیدار رہے اور منبر اور قبر شریف کے پاس اور راسکے پائین مین اور قرأت قرآن مجید اور ذکر اللہ اور دعا مین بسر کرے
کذا فی الاختیار شرح المختار اور بعض الفاظ زیارت تاریخ مدینہ سے منقول ہین اور جب تک مدینہ طیبہ مین رہے بہتر یہ ہو کہ جماعت کی نماز مسجد نبوی
مین نہ فوت ہو کہ سوا مسجد الحرام کے اور مساجد سے ہزار مرتبہ وہان کی نماز افضل ہو پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے بعد قبرستان مدینہ
کی زیارت مستحب ہو جسکو بقیع الغرقد کہتے ہین حدیث مین ثابت ہوا ہو کہ اس مقبرہ سے ستر ہزار بصورت قمر لیلۃ البدر اٹھینگے اور جنت مین بلا حساب
داخل ہونگے اور تاریخ مدینہ مین مذکور ہو کہ دس ہزار صحابی بقیع مین مدفون ہین پھر جب بقیع مین داخل ہو تو یہ دعا کرے (السلام علیکم دار قوم مؤمنین و
انا ان شاء اللہ بکم للاحقون اللہم اغفر لاہل بقیع الغرقد اللہم اغفر لنا ولہم) اور بقیع کی قبور مشہورہ کی زیارت کرے چنانچہ قبہ اہل بیت مین عرض قبر ہو
حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی اور شرقی قبر ہو سبط اکبر امام حسن اور امام زین العابدین اور
امام محمد باقر اور امام جعفر صادق کی علیہم السلام اور امیر المومنین عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالی عنہ کی زیارت کرے اور صفیہ رضی اللہ عنہا عمہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اور فاطمہ بنت اسد علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کی ماں کی قبر اور سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
قبر اور قبہ ازواج مطہرات کی زیارت کرے اور عثمان بن مظعون اور عبد الرحمن بن عوف کی زیارت کرے اور امام مالک کی قبر کی زیارت کرے کہ یہ قبور
مشہور ہین اور بقیع مین فاطمہ زہرا علیہا السلام کی مسجد کی زیارت کرے جسکو بیت الاحزان کہتے ہین اور وہان نماز پڑہے اور ایک روایت یون ہو
کہ انکی قبر بھی وہین ہو اور مستحب ہو کہ پنجشنبہ کو شہدائے احد کی زیارت کرے لیکن صبح کی نماز پڑہ کے جاوے تاکہ ظہر کی نماز مسجد شریف مین سے
نہ فوت ہو اور ابتدا اسے زیارت سید الشہدا حمزہ رضی اللہ تعالے عنہ سے کرے اور یون کہے (سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار سلام علیکم دار قوم
مؤمنین ان شاء اللہ بکم لاحقون) اور آیۃ الکرسی اور سورۂ اخلاص پڑہے کذا فی الاختیار شرح المختار اور خود جبل احد کی زیارت کرے کہ
حدیث مین آیا ہو کہ احد پہاڑ ہو ہمکو چاہتا ہو اور ہم اسکو چاہتے ہین اور ابن عمر رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وعلی آلہ واصحابہ وسلم مصعب بن عمیر کی قبر پر گذرے یعنے شہدائے احد مین کہ وہان کھڑے ہوے اور فرمایا کہ مین گواہی دیتا ہون کہ تم خدا کے

ہوتی ہے بہتر ہے اور اپنے موسے کی عبادت پر سابق سے زیادہ تر مستعد ہو جاوے کہ حج مقبول کی یہی علامت ہے کہ آگے سے بہتر ہو جاوے کہ
یا الٰہی اللہ ہم ہماری تقصیرات معاف فرما اور ہمارے حج وسعی کو حج مبرور اور زیارت مقبول اپنی رحمت سے عنایت کر اور ہماری دستگیری فرما دونوں جہان
میں فائدہ جلیلہ بعضے آداب زیارت کے وعظ متعلق مسلمین کے خلاصۃ الوفا تاریخ مدینہ منورہ سے ذکر ہوتے ہیں منجملہ آداب زیارت کے یہ ہے کہ
قبر شریف کی دیوار کو ہاتھ سے نہ چھووے نہ چومے نہ وہاں طواف کرے کہ مکروہ ہے واسطے کہ طواف بیت اللہ کے لئے مخصوص ہے اور پیٹ اور پیٹھ کو دیوار
سے لگانا بھی مکروہ ہے بلکہ مقتضائے ادب یہ ہے کہ دور رہے جیسا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں آکر حاضر ہوتا تو دور رہتا یہی حق ہے اور یہی پر علما کا
اجماع ہے اور جو یہ سمجھے کہ چھوئے اور چومنے میں تحیت اور برکت زیادہ ہے تو یہ اسکی جہالت اور غفلت ہے اس واسطے کہ برکت اور تحیت پسندیدہ وہی ہے جو شرع
شریف کے موافق اور قول علما کے مطابق ہو احیاء العلوم میں مصرح ہے کہ قبور کا چھونا اور چومنا یہود و نصاریٰ کی عادت ہے انس بن مالک نے ایک آدمی کو دیکھا
کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی قبر شریف پر ہاتھ رکھے ہے تو اسکو منع کیا اور کہا کہ یہ امر حضرت صلعم کے زمانہ میں معروف نہ تھا اور آداب سے یہ ہے کہ
قبر شریف کے پاس جھککر سلام نہ کرے کہ بدعت ہے اور اس سے بڑا زیادہ یہ ہے کہ زمین کو چومے جاہل لوگ جانتے ہیں کہ یہ تعظیم کا کام ہے حالانکہ یہ غلط ہے علاء الدین
بن جماعہ نے کہا کہ مجھکو جاہلوں سے تعجب نہیں آتا بلکہ بعضے علماء سے مجھکو تعجب آتا ہے جو اسکی خوبی کا فتوی دیتے ہیں جان بوجھکر اور آداب سے یہ ہے کہ قبر مقدس کو پشت
نہ دے نہ نماز میں نہ غیر نماز میں اور نہ قبر کے سامنے نماز پڑھے ابن عبد السلام نے کہا کہ جب نماز کا ارادہ کرے تو حجرۂ شریفہ کو پیچھے یا کھڑا ہو اور نہ نماز کے آگے کرے
اور لازم ہے کہ قبر شریف کے ادب سے آنکھ نیچی کیے رہے اور بیہودہ گفتگو نہ کرے اور چلا کر نہ بولے اس واسطے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ادب بعد وفات کے
اسی طرح واجب ہے جیسا کہ حیات میں اس واسطے کہ حیات اور ممات حضرت صلعم کی حدیث میں مصرح ہے اور جب قبر شریف کی طرف ہو کر نکلے اگرچہ حاجت کیلئے
کی طرف سے نکلے تو لائق ہے کہ کھڑا ہو جاوے اور سلام عرض کرے امام مالک کا یہ مذہب ہے کہ اہل مدینہ کو لازم نہیں کہ جب مسجد میں آویں تو سلام کریں لیکن
مسافروں کو لازم ہے اور باقی مذاہب ثلثہ میں ہر شخص کو سلام کرنا لازم ہے ہر بار بطور استحباب کے اس واسطے کہ خیر کی کثرت بھی خیر ہے جلال الدین صاحب قوتیا
نے کہا کہ حجرہ شریفہ کا دیکھنا عبادت ہے بقیاس رویت کعبہ کے اور مسجد سے باہر قبہ شریفہ کو نہایت تعظیم اور محبت سے دیکھتا رہے اور آداب سے یہ ہے کہ قیام
مدینہ کی مدت میں درود کی کثرت کرے اور روزے رکھے اور مسجد شریف کی نماز جماعت پر حریص رہے اور اعتکاف کرے اور ایک رات مسجد میں شب اور
قرآن ختم کرے اور مستحب ہے کہ بعد سلام نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہر روز بقیع میں جایا کرے امام نووی نے کہا خصوصاً جمعہ کے دن اور آداب سے
یہ ہے کہ مدینہ کے رہنے والوں سے محبت رکھے خصوصاً علما اور صالحین اور سادات اور مسجد کے خادمین سے علی حسب المراتب یہانتک کہ عوام اور وہاں کے غلام
جن میں کوئی فضیلت نہیں وہ بھی واجب الاحترام ہیں بسبب ہمسائگی خیر الانام کے علیہ الصلوۃ والسلام اگرچہ وہاں کے عوام تارک السنت اور مرتکب
بدعت ہوں لیکن شرف سکونت مدینہ اور ہمسائگی حضرت صلعم بلاشبہ انکو ثابت ہے بہرصورت ہمارے حق میں واجب التعظیم ہیں امید ہے کہ خاتمہ انکا
بخیر ہو اور قرب ظاہری قرب باطنی میں تاثیر کرے ع فیا ساکنی اکناف طیبۃ کلکم + الی القلب من اجل الحبیب حبیب + کذا فی تاریخ السید سمہودی
جس طرح اہل مدینہ واجب التعظیم ہیں ویسے ہی اہل مکہ لازم التکریم ہیں اس واسطے کہ اہل مدینہ ہمسایہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور اہل مکہ
ہمسایہ بیت اللہ ہیں تو محبت اور تعظیم اہل حرمین شریفین انسان ایمانی کی لوازم میں ہے

خاتمة الطبع

الحمد للہ کہ جلد اول غایۃ الاوطار ترجمہ اردو درمختار مطبع نامی منشی نولکشور مقام لکھنؤ میں بار چہارم سنہ ۱۹۰۰ء مطابق سنہ ۱۳۱۸ھ ہجری میں بعہد عالی ہمتی
جناب منشی پراگ نرائن صاحب مالک مطبع مذکور چھپی

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
تمام حق مشہور ہدایہ از شیخ شرف الدین		ابن ... حسن بن یوسف۔	[illegible]	[illegible]	[illegible]
بخارائی۔	[illegible]	برجندی۔ شرح مختصر وقایہ ...		[illegible]	[illegible]
مائۃ مسائل۔ سو مسائل از مولانا		عبد العلی برجندی معتبر شرح ...	[illegible]	فتاوی ... مع سراجیہ ...	
... صدر ... اللہ۔	[illegible]	کنز الدقائق۔		... حسن بن منصور ...	
شرح وقایہ فارسی۔ ... حاشیہ		جامع الرموز۔ شرح مختصر وقایہ از		مستند مشہور معروف متداول ...	[illegible]
المتقی الابحر از شاہ عبد الحق محدث دہلوی	[illegible]	شمس محمد قہستانی متداول۔	[illegible]	شرح وقایہ۔ از امام صدر الشریعۃ	
مسالک المتقین۔ مرغوب ...		فتح القدیر۔ ... حلبی ... اور ...		... مع کامل حاشیہ ذخیرۃ العقبیٰ از یوسف	
... از مولوی ... خان۔	[illegible]	مناسب فتح القدیر از امام کمال الدین		بن جنید چلپی ...	
فتاوی ...		ابن ہمام نہایت مستند و باعظمت		وصحیح کاغذ سفید۔	[illegible]
المتقی نصیر الدین	[illegible]	شرح مشہور ... معروف ... آخرین		ایضاً۔ کاغذ حنائی۔	[illegible]
قدوری۔	[illegible]	... الدین آفندی کامل ... مجلد	[illegible]	شرح وقایہ خورد۔ مع ...	
شرح ... مختصر وقایہ از		... تفصیل ذیل۔ کاغذ سفید ...	[illegible]	متوسط قلم۔	[illegible]
... جامی۔	[illegible]	ایضاً۔ کاغذ حنائی۔	[illegible]	ذخیرۃ العقبیٰ۔ حاشیہ شرح وقایہ از	
کنز فارسی۔ از ... الدین کرمانی		ہدایہ۔ حاشیہ جدید نہایت عمدہ		یوسف بن جنید چلپی متداول معروف۔	[illegible]
...	[illegible]	... مولانا محمد حسن		الاشباہ والنظائر مع شرح حموی معروف	
...		سنبھلی مرحوم ہر چہار جلد کامل ...		مستند متداول۔	[illegible]
...	[illegible]	بن بشرح ذیل۔	[illegible]	ملا مسکین۔ از ...	[illegible]
شرح مختصر وقایہ ...		(۱) جلدین اولین عبادات۔	[illegible]	کنز الدقائق محشی متداول درسی کتاب۔	[illegible]
جلال الدین ...	[illegible]	(۲) جلدین آخرین معاملات۔	[illegible]	مستخلص الحقائق۔ شرح کنز الدقائق	
ارشاد تنبیہ الانسان۔ ...		ہدایہ مع شرح الکفایہ۔ از سید		مشہور متداول۔	[illegible]
...	[illegible]	جلال الدین کرلانی بہت معروف و مستند		عینی شرح کنز الدقائق محشی ہر چہار	
رسالہ قاضی قطب۔ ...	[illegible]	متداول چار جلدین اس شرح ہدایہ		جلد مستند معروف متداول در دو مجلدین	[illegible]
کتب فقہ عربی		پر حاشیہ بہت مستند لکھے گئے ہیں		(۱) جلدین اولین عبادات میں۔	[illegible]
ابو المکارم۔ شرح مختصر وقایہ از عبد العلی		کاغذ سفید کامل و تفصیل ذیل۔	[illegible]	(۲) جلدین آخرین معاملات میں	[illegible]
بن محمد معروف۔	[illegible]	ایضاً جلد اول ثانی تا آخر نکاح۔	[illegible]	شرح الیاس۔ شرح مختصر وقایہ از	
مبادی الاصول۔ مصنفہ مولانا		ایضاً جلد سوم و چہارم تا آخر کتاب۔	[illegible]	شیخ محمد بن الیاس کامل ...	[illegible]

نام کتاب	قیمت
مختصر وقایہ محشی - از امام صدر الشریعہ درسی متد اول -	۹/
عمدۃ البضاعۃ - فی مسائل الرضاعۃ از مولوی تراب علی مرحوم -	۹ پائی
قدوری محشی - تالیف امام ابو الحسن درسی متد اول -	۸/

کتب حدیث اُردو

نام کتاب	قیمت
مظاہر حق - ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح ترجمہ جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم ومغفور کامل چار جلدین مع حامل المتن یعنی اول عبارت عربی حدیث کی بعدہٗ اُسکا ترجمہ اُردو مین کاغذ سفید گندہ -	عہ پ
الیضاً - کاغذ حنائی وسفید معمولی -	لعہ پ
تحفۃ الاخیار - ترجمہ اُردو مشارق الانوار مترجمہ مولوی خرم علی - کاغذ سفید وحنائی -	عہ/ پ
ترجمہ جامع ترمذی - حامل المتن جلد اول مترجمہ مولوی فضل احمد انصاری لاہوری کاغذ سفید وحنائی -	۵/ پ
الیضاً - جلد دوم کاغذ سفید وحنائی -	عا/ پ

کتب حدیث فارسی

نام کتاب	قیمت
اشعۃ اللمعات حامل المتن شرح مشکوٰۃ از مولانا محدث عبد الحق دہلوی چار مجلدات مین پوری شرح مع ترجمہ - کاغذ سفید وحنائی -	لعہ پ

کتب حدیث عربی

نام کتاب	قیمت
تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول از شیخ عبد الرحمن بن علی یمنی معروف -	عہ/ پ
جامع ترمذی - از امام ابو عیسےٰ رح صحاح ستہ مین سے معروف مع رسالہ اصول حدیث جرجانی وشمائل ترمذی حاشیہ -	عہ/ پ
قسطلانی - شہاب الدین قسطلانی کی شرح صحیح البخاری کی مسمی بارشاد الساری معروف بہ قسطلانی دس مجلدات مین پوری شرح خط نسخ کاغذ سفید ولایتی گندہ -	عہ ب
سنن ابی داؤد - ہر چہار جلد کامل دو جلد مین از امام سلیمان بن اشعث داخل صحاح ستہ معروف جدید الطبع -	عہ/ پ
دلائل الخیرات - باترجمہ فارسی و اسمائے متبرکہ وحزاعظم سمار حسنے معروف -	۶/
زاد السبیل الی الجنۃ والسلسبیل - ذخیرۂ احادیث از مولانا غلام یحیٰی -	۴/
عناصر الخیرات - باترجمہ اُردو وانا حکیم ناصر علی صاحب آروی بے نقط درود کا مجموعہ -	۱۱/

کتب تفسیر اُردو

نام کتاب	قیمت
مقدمۂ تفسیر مواہب الرحمن -	۸/ پ
تفسیر مواہب الرحمن - پارۂ اول - مولفہ مولوی امیر علی صاحب مترجم فتاوائے عالمگیری مع مقدمہ -	عہ پ
الیضاً - پارۂ دوم	عہ پ
الیضاً - پارۂ سوم -	عہ پ
الیضاً - پارۂ چہارم	عہ پ
تفسیر مواہب الرحمن - پارۂ پنجم -	عہ پ
الیضاً - پارۂ ششم -	عہ پ
الیضاً - پارۂ ہفتم -	عہ پ
الیضاً - پارۂ ہشتم -	عہ پ
الیضاً - پارۂ نہم -	عہ پ
الیضاً - پارۂ دہم -	عہ پ
الیضاً - پارۂ یازدہم -	عہ پ
الیضاً - پارۂ دوازدہم -	عہ پ
الیضاً - پارۂ سیزدہم -	عہ پ
الیضاً - پارۂ چہاردہم -	عہ پ
الیضاً - پارۂ پانزدہم -	عہ پ
الیضاً - پارۂ شانزدہم -	عہ پ
الیضاً - پارۂ ہفدہم -	عہ پ
الیضاً - پارۂ ہشتدہم -	عہ پ
الیضاً - پارۂ نوزدہم -	عہ پ
الیضاً - پارۂ بستم -	عہ پ
الیضاً - پارۂ بست ویکم -	عہ پ
الیضاً - پارۂ بست ودوم -	عہ پ
الیضاً - پارۂ بست وسوم -	عہ پ
الیضاً - پارۂ بست وچہارم -	عہ پ
الیضاً - پارۂ بست وپنجم -	عہ پ
الیضاً - پارۂ بست وششم -	عہ پ
الیضاً - پارۂ بست وہفتم -	عہ پ
تفسیر سورۂ فاتحہ مسمی بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین -	۲/